زوال کی تلاش
حصہ اول

ایک شخص کی کہانی جو ناقابلِ تسخیر قوتوں کا مالک تھا۔

اُس انسان کی کہانی جس نے شرافت کا لبادہ اوڑھ لیا تھا اور سابقہ زندگی سے تائب ہو گیا تھا لیکن جب اسے شرافت کی زندگی سے پھر واپس اُس گناہ آلود زندگی کی طرف لوٹ جانے پر مجبور کیا گیا تو۔۔؟

جس نے عالمگیر کا بھی جیالا راجہ نور اصغر جو پولیس سے نفرت کرتا تھا

غلام سیٹھ نے مجھے بے پناہ دولت دی تھی سوئزر لینڈ کے بینکوں میں آج بھی میرا اتنا سرمایہ محفوظ تھا کہ اگر میں چاہتا تو اس کے حصول کے بعد یورپ کے جیسے شہر میں کسی ریاست کے نواب کی مانند زندگی گزار سکتا تھا لیکن برے دنوں کی یادوں کو میں اتنی گہرائی میں دفن کردینے کا خواہش مند تھا کہ وہ کبھی سر نہ ابھار سکیں۔ اس کے لیے میں نے سب کچھ چھوڑ دیا تھا اور فیصلہ کرلیا تھا [illegible] کہ مجھے فاقے کرنے پڑیں تب بھی اس ناجائز سرمائے کے بارے میں نہیں سوچوں گا۔ میرے اس فیصلے نے ہمیں جو زندگی سکون بخشا تھا اس کی کوئی قیمت متعین نہیں کی جاسکتی تھی۔

میں اور زری نہایت پرسکون زندگی گزار رہے تھے اور ہماری فرم خوب ترقی کررہی تھی۔ زری، تعلیم یافتہ تھی جرمن نژاد تھی۔ اس نے پیش کش کی کہ میرے کاروباری بوجھ کو کم کرنے کے لیے وہ بھی فرم کے امور میں میرا ہاتھ بٹائے لیکن اس کی پیش کش کے جواب میں، میں نے کہا۔

”زری! میرا دل بہت چاہتا ہے کہ تمہیں ایک بار اپنے وطن کی سیر کراؤں۔ وہاں کی زندگی دکھاؤں۔“ میرے یہ الفاظ زری کی پیشکش سے بظاہر تعلق نہیں رکھتے تھے اس لیے اس نے کہا۔

”تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا انور؟“

”یہ تمہارے سوال کا جواب ہی ہے زری! میری زمین پر عورت کا ایک خاص مقام ہے۔ اب میں امریکہ میں رہتا ہوں، یہاں کے قوانین اور یہاں کے رسم و رواج سے میرا گہرا تعلق قائم ہوچکا ہے۔ یہاں کی عورت پر بھی میری نگاہ ہے لیکن یورپ اور امریکہ میں عورت بے وقعت ہے۔ یہاں تہذیب و ترقی اور برابری کے نام پر عورت کی عظمت کو بہت گرا دیا گیا ہے۔ مجھے اس عورت سے ہمدردی ہے۔“

”دلچسپ بات ہے۔ تھوڑی سی وضاحت کرو۔“

[illegible]

”ہاں۔“ زری نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بھلا کیا معلوم ہے؟“

”یہی کہ وہ عورت ہوتی ہے۔“ زری کے الفاظ شرارت بھرے تھے۔ لیکن میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بالکل ٹھیک کہا۔ اسے عورت کی شکل میں پہچانا جاتا ہے۔ وہ عزت ہوتی ہے، عصمت ہوتی ہے۔ نگاہوں کے داغوں سے پاک ہوتی ہے۔ اس کا ایک مرد ہوتا ہے جو اس کا تحفظ کرتا ہے۔ وہ مرد کو اپنی پناہ اپنا سائبان سمجھتی ہے۔ کنواری لڑکی کے والدین انہیں اپنے شانوں کا بوجھ سمجھتے ہیں جوانی کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے ہی انہیں اس کے لیے سائبان کی تلاش ہوتی ہے اور وہ اسے کسی محفوظ پناہ [illegible] ہمارے ہاں عصمت و عزت کو ایمان سمجھا جاتا ہے۔ ہم عورت کا احترام کرتے ہیں۔ وہ اگر زری کی شکل میں نظر آتی ہے تو لاکھوں پیشانیاں تمکین آلود ہو جاتی ہیں۔“

”یہ تو اچھی بات ہے۔ لیکن میرے سوال کا جواب؟“

”میں تمہارا سائبان ہوں۔ تمہیں نگاہوں کے داغ سے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔“ میں نے کہا۔ اور زری سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر [illegible]

”میں سمجھ گئی۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ تم مجھے ناواقف سمجھ کر معاف کر دوگے۔ واقعی عورت مرد کی پہچان ہے۔ یہاں اسے وہ بڑا مقام حاصل نہیں ہے لیکن میں نے صرف —“

”میں سمجھتا ہوں۔“ میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ”لیکن مطمئن رہو۔ اس گھر کو خوبصورت بنا دو۔ آج یہ تنہا ہے لیکن کل یہاں کچھ مہمان آئیں گے۔ ان کے لیے اسے اس قدر جاذب نگاہ بنا دو کہ ان کے چہروں پر پھول سے بھی پھول کھل جائیں۔ ان کی آنکھیں اس گھر کی روشنی کو جذب کرکے اس قدر چمکدار ہوجائیں کہ کوئی اندھیرا جھانک نہ سکے۔“

”کون آرہا ہے؟ کیا سرو دہلی؟“ زری نے معصومیت سے پوچھا۔

”ان کے نام تو ان کے آنے کے بعد ہی رکھے جاسکتے ہیں۔“ میں نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

زری تعجب سے میری شکل دیکھنے لگی۔ میرے الفاظ اس کی سمجھ میں نہیں آئے تھے۔ اور میرے ہونٹوں پر پھیلی ہوئی مسکراہٹ اسے پریشان کررہی تھی۔

”مجھے بتاتے کیوں نہیں کون آرہا ہے؟ مجھے ان کے بارے میں بتاؤ تو۔ میرا ان سے تعارف ہے یا نہیں۔ کم از کم میں ان کے شایان شان [illegible] حلق سے قہقہہ نکل گیا۔

”آنے والوں یا والے کے بارے میں، میں کوئی پیش گوئی نہیں کرسکتا زری۔ تاہم تمہیں پریشان کرنا بھی مقصود نہیں ہے۔ میں اپنے ان بچوں کی بات کررہا ہوں جو آج نہیں تو کل، کل نہیں تو پرسوں ہمارے درمیان آئیں گے۔ ننھے ننھے خوبصورت مہمان جن کی معصوم قلقاریاں ہمارے گھر میں گونجیں گی تو اس گھر کی فضا میں حسن ہی حسن بکھر جائے گا۔“

میں نے کہا اور زری کے چہرے پر شرمگیں مسکراہٹ پھیل گئی۔ حالانکہ وہ آزاد ماحول کی پروردہ تھی، پتہ نہیں کیوں، وہ اتنی قوت سے اس پر اثر انداز نہیں ہوا تھا اور اس کی آنکھوں میں اب بھی شرم و حیا پائی جاتی تھی یا پھر میری بیشتر [illegible]

وجود کی مطابقتیں قبول کر لی تھیں اور ذہنی طور پر مجھ سے ہم آہنگ ہو گئی تھی۔ ایک شرمگیں مسکراہٹ کے ساتھ اس نے کہا۔
"ننھے مہمانوں کی فکر تم نے ابھی سے کیوں شروع کر دی۔ جب وہ آئیں گے تو ان کے استقبال کا بندوبست بھی کر لیا جائے گا۔"
"میری اس بات کا تعلق تمہارے ان جملوں سے ہے جن میں تم نے کہا تھا کہ تم زیبی کارنر کی ذمہ داری سنبھالنے کی خواہش مند ہو۔ اگر تم وہاں مصروف ہو گئیں تو ننھے مہمانوں کا کیا حال ہوگا جو تمہاری توجہ کے طالب ہوں گے؟"
"اچھا اچھا۔ میں اپنے الفاظ واپس لے چکی ہوں۔ اب ایسی باتیں مت کرو۔" اس نے کہا۔ اور ہم دونوں کے خوشگوار قہقہے فضاؤں میں گونجنے لگے۔
زیبی کی آنکھوں میں، میں نے ایک نئی امنگ دیکھی تھی۔ غالباً اس سے پہلے اس کے ذہن میں ان ننھے مہمانوں کا تصور نہیں ابھرا تھا۔ بہر طور ایک پرسکون اور خوشگوار زندگی کے لیے بچوں کی موجودگی بے حد ضروری ہوتی ہے۔ اب جب کہ زندگی کے اس سفر میں مجھے خاصا وقت گزر چکا تھا تو میرے دل میں آہستہ آہستہ انسانی خواہشیں بیدار ہوتی جا رہی تھیں اور میں ایک گھریلو انسان کی طرح سوچنے لگا تھا۔
کاروباری امور بخیر و خوبی چل رہے تھے۔ میں نے کچھ دوسرے ممالک سے قالین امپورٹ کرنا شروع کر دیے تھے اور اسی سلسلے میں میرا پہلا سودا ایران کی ایک فرم سے ہونے والا تھا۔ چنانچہ مجھے وہاں جانا تھا۔ تقریباً دنیا کے بیشتر ممالک میرے دیکھے بھالے تھے۔ لیکن آوارہ زندگی میں میں نے کوشش کی مگر ایسی باقی تھی جہاں گشت نہیں کیا تھا۔ اسپین، ترکی، یوگوسلاویہ، البانیہ، ایران، کابل وغیرہ جانے کہاں کہاں۔
راجہ نواز اصغر کا نام کچھ عجیب نام سے گونجتا تھا اور اگر آج میں اپنے ان پرانے ساتھیوں کی تلاش میں نکلتا تو درحقیقت ایک بہت بڑا گروہ بنا سکتا تھا۔ لیکن اب یہ تصورات میرے ذہن کو چھو کر بھی نہیں گزرتے تھے۔ اب میں ایک شریف آدمی تھا۔ امریکا کے شہر نیویارک کا ایک معزز انسان جس کا اپنا ایک حلقۂ اثر تھا۔ دوست احباب تھے اور یہ تمام دوست احباب شریف لوگ ہی تھے۔ میں نے شرافت کی زندگی اپنانے کے بعد اپنی ان محرومیوں کو مٹانے کی کوشش کی تھی، جن کے تحت میں انسانوں کی صف سے بہت دور نکل گیا تھا۔
امریکا کی مختصر سی زندگی میں کچھ ایسے لوگ بھی میرے نزدیک آئے تھے جن کا کردار اچھا نہیں تھا۔ ان کی شمولیت سے مجھے بہت نادہ پہنچ سکتا تھا۔ لیکن جس شخص نے کروڑوں روپے کا سرمایہ بینکوں میں چھوڑ دیا ہو اور محنت مزدوری کر کے اپنی ایک نئی دنیا بسائی ہو اسے چھوٹی موٹی رقموں سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے اپنے قریب کسی ایسے انسان کو نہیں پھٹکنے دیا تھا جو کسی بھی طور کسی برائی کو لے کر میرے پاس پہنچا ہو۔
میری فرم کا منیجر ایک پاکستانی نوجوان کاشف تھا جس کا تعلق سندھ کے ایک شہر سے تھا۔ کاشف بہت ایمان دار اور مخلص انسان تھا اور زیبی کارنر کے تقریباً تمام امور میں نے اسی کے سپرد کر رکھے تھے، وہ صحیح معنوں میں میرا دست راست تھا۔ چنانچہ میں نے دوسرے دن کاشف سے مشورہ کیا تو اس نے بھی کہا کہ ان ایرانی قالینوں کی امپورٹ سے فرم کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ کیونکہ بہت سے ایسے آرڈر موجود ہیں جن میں ایرانی قالینوں کی فرمائش کی گئی ہے۔
"تو بہتر یہ ہے کاشف! کہ میں خود ہی تہران چلا جاؤں اور وہاں جا کر یہ سودا طے کروں بلکہ اپنی موجودگی میں ہی قالین پیک کرا کے یہاں بھجوا دوں تاکہ ہمیں ان کی وصولیابی میں دیر نہ ہو۔"
"اگر ایسا ہو سکے تو میرا خیال ہے ہم اس موقع سے پورا پورا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔"
"تو پھر تم میرے لیے سیٹ، پاسپورٹ وغیرہ لے لینا اور میری روانگی کی تیاریاں ایک دو دن میں کروا دو۔"
زیبی سے میں نے تہران جانے کا تذکرہ کیا تو اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھر آئے۔
"اس مختصر سی زندگی میں یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ہم پیدا ہی ایک ساتھ ہوئے ہیں اور ایک ساتھ ہی ہم نے دنیا میں قدم رکھا ہے۔ میں تمہاری غیر موجودگی کیسے برداشت کروں گی؟"
"میرے وطن کی عورتوں کی طرح، دروازے سے لگ کر بیٹھ جاؤ، ہونٹوں پر جدائی کے گیت گاتے ہوئے۔"
"اوہ! مجھے یہ سب کچھ نہیں آتا۔ جب تم مجھے پاکستان لے کر جاؤ گے تو میں پوری طرح ایک پاکستانی عورت کے روپ میں ڈھل جاؤں گی۔" زیبی نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"اس سے قبل جو کچھ میں تمہیں بتاؤں، وہی کرتی رہنا۔ مجھے اطمینان ہوگا۔"
"ٹھیک ہے۔ واپسی کب تک ہوگی؟"
"کچھ نہیں کہہ سکتا زیبی، ممکن ہے پندرہ یا بیس دن لگ جائیں، ممکن ہے ان سے کچھ زیادہ۔" میں نے اسے کاروباری الجھنیں سمجھاتے ہوئے کہا۔ اور وہ مطمئن ہو گئی۔

"ٹھیک ہے۔ کوئی بات نہیں ہے میں تمہارا انتظار کروں گی۔"
تیسرے دن میں تہران روانہ ہو گیا۔ تہران ایئرپورٹ پر اترنے کے بعد بہت سی یادیں ذہن میں تازہ ہو گئیں۔ ایک دن میں یہاں منشیات کے اسمگلر کی حیثیت سے داخل ہوا تھا۔ یہاں کے گروہ در گروہ یہاں سے گزرتے تھے۔ لیکن ایران میں منشیات کے استعمال پر سخت پابندی تھی۔ اس نے مجھے اپنے پاؤں جمانے کا موقع نہیں دیا تھا لیکن اس کے باوجود یہاں بھی کچھ ہنگامے ہوئے تھے۔ وہ تمام یادداشتیں میرے ذہن میں ابھر آئی تھیں۔ اور بعض اوقات ان کے بارے میں سوچ سوچ کر میں پریشان سا ہو جاتا تھا۔
تہران کے ایک خوبصورت ہوٹل میں میری ملاقات علی محمد سے ہوئی جو میرے کام میں میرے معاون تھے۔ علی محمد سے کاروباری امور طے ہو گئے اور انہوں نے نہایت خوش اسلوبی سے میرا یہ کام جلد از جلد انجام دینے کا وعدہ کر لیا۔ میری دلی خواہش تھی کہ میں اپنے کام کی تکمیل کے بعد فوراً امریکا روانہ ہو جاؤں۔ کیونکہ زیبی کی جدائی کا اب مجھے احساس ہو رہا تھا۔ زندگی کتنی عجیب شے ہے۔ انسان جب برائیوں کی دلدل میں غرق ہو جاتا ہے تو اسے احساس نہیں ہوتا کہ اس کے اردگرد کتنا تعفن پھیلا ہوا ہے۔ وہ اس تعفن کا عادی ہو جاتا ہے ------- بلکہ اسے تعفن کی تلاش رہتی ہے اور وہ اسی ماحول میں خوش رہنا پسند کرتا ہے۔ ایک دور وہ بھی تھا جب میں آوارہ گردوں کی مانند بھیلے لفنگے سرداروں کے ہمراہ انہی علاقوں میں گھومتا پھرتا تھا لیکن آج میری شخصیت بالکل بدل گئی تھی اور زیبی میری زندگی کا ایک ایسا نقش بن گئی تھی جس کو میں ایک لمحے کے لیے بھی فراموش نہیں کر سکتا تھا۔
میرے دوست نے حسب وعدہ میرے ساتھ تعاون کیا اور جس کام کے لیے میں نے تقریباً ایک ماہ کا تعین کیا تھا وہ دس یا گیارہ روز ہی میں مکمل ہو گیا۔ اپنا سامان بھجوانے کے بعد یہاں رکنا بے مقصد ہی تھا۔ چنانچہ میں واپسی کی تیاری کرنے لگا اور پھر ایک دن تہران سے واپس نیویارک چل پڑا۔
میرے دل میں خوشیاں اور مسرتیں جگمگا رہی تھیں۔ زیبی سے چند دن کی یہ جدائی بڑی شاق گزری تھی۔ روزمرہ کے معاملات میں وہ لمحہ لمحہ یاد آتی تھی اور میں سوچتا تھا کہ مجھے اس کام کو آگے بڑھانے کے لیے کچھ اور بھی بندوبست کرنا پڑے گا کیونکہ میں زیبی سے زیادہ عرصہ دور نہیں رہ سکتا۔ یہ بھی سوچتا کہ اگر زیبی کو اپنے ساتھ ہی تہران لے آتا تو کیا حرج تھا لیکن اس خیال پر خود ہی مجھے ہنسی آ گئی۔ اب تمام کاروباری معاملات میں زیبی کو لیے لیے تو نہیں پھر سکتا۔ ایران سے میں نے زیبی کے لیے چند حسین تحائف بھی خریدے تھے جو میرے سامان میں محفوظ تھے۔ ذہن میں زیبی کا تصور رقصاں تھا۔ میرا سفر جاری تھا پھر جب طیارہ نیویارک ایئرپورٹ پر اترا تو میرا دل ایک دم خوشی سے کھل گیا۔
یہاں کی فضاؤں میں مجھے زیبی کی مہک محسوس ہو رہی تھی، اور دراصل میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ عورت میری سابقہ زندگی میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ میرے شناسا مجھ سے واقف ہیں۔ یہ اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ میرا کردار کیسا رہا ہے اور میں عورتوں کی دنیا میں کیا کیا گل کھلاتا رہا ہوں۔ لیکن اب میں وہ راجہ نواز اصغر نہیں تھا۔ میں نے ایک شریف انسان کا چولا پہن لیا تھا اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے زندگی کے وہ حسین لمحات ایک خواب کی مانند میری زندگی میں داخل ہوئے ہوں اور پھر ہمیشہ کے لیے معدوم ہو گئے ہوں۔
ہاں میں تو دریا کے جہاز کے کنارے پھیلی ہوئی دلدل کے کنارے کھڑا ہوا وہ معصوم لڑکا تھا جو سرسوں کے لہلہاتے کھیتوں کو دیکھ کر خوش ہوتا تھا اور پیلے پیلے پھولوں کو چومتا تھا۔ مجھے قطعی یہ احساس نہیں رہا تھا کہ زندگی کا ایک طویل حصہ کن کن ہنگاموں میں گزر چکا ہے۔ ایئرپورٹ سے فارغ ہو کر باہر نکلا تو کاشف میرا منتظر تھا۔ اسے دیکھ کر میں چونک پڑا۔ میں نے تو اپنی واپسی کی کوئی اطلاع نہیں دی تھی۔ پھر یہ کاشف یہاں کیوں موجود ہے۔ وہ مجھے دیکھتے ہی میری طرف لپکا اور میرے بالکل قریب پہنچ گیا۔
"ارے کاشف تم! خیریت ہے کسی کام سے ایئرپورٹ آئے تھے؟"
"نہیں جناب! بس آپ کو لینے کے لیے آیا تھا۔"
"مگر تمہیں میری اطلاع کیسے مل گئی؟" میں نے کاشف کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اور ایک لمحے میں مجھے اندازہ ہو گیا کہ کاشف بے انتہا پریشان ہے۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔
"کاشف! تمہارے چہرے کا یہ سکوت مجھے عجیب عجیب سے تصورات میں مبتلا کر رہا ہے۔ سب خیریت تو ہے نا؟"
کاشف نے نگاہیں اٹھائیں۔ اس کے چہرے پر شدید ہچکچاہٹ کے آثار تھے۔ پھر اس نے آنکھیں جھکا لیں۔
"کاشف! تم بلاوجہ سسپنس پیدا کر رہے ہو۔ مجھے بتاؤ کوئی

خاص بات ہے۔ تم یہاں کیسے پہنچ گئے۔ میری آمد کی اطلاع تمہیں کس نے دی ہو؟"

"جی۔ وہ میں نے تہران ٹیلکس بھیجا تھا۔ مجھے فوراً ہی اس کا جواب مل گیا اور جواب یہ تھا کہ آپ وہاں سے چل پڑے ہیں۔ جس فلائیٹ سے آپ چلے تھے اس کے بارے میں مجھے تفصیلات معلوم ہو گئیں۔ چنانچہ میں یہاں آپ کا انتظار کر رہا تھا۔"

"اوہ! اچھا تم نے ٹیلکس کیوں دیا تھا۔ میں پھر تم سے یہی سوال کروں گا کہ کیا کوئی خاص بات ہے؟"

"جی ہاں۔"

"کیا بات ہے؟"

"براہ کرم آپ تشریف لائیے۔ کار میں بیٹھ کر میں آپ کو سب کچھ بتا دوں گا۔" کاشف نے کہا اور میں پریشان سا اس کے ساتھ چل دیا۔ پتہ نہیں کاشف اس قدر کیوں ہچکچا رہا تھا۔ عام حالات میں وہ ایک احترام کرنے والا نوجوان تھا اور ہمیشہ مستعدی سے میرے ہر سوال کا جواب دیا کرتا تھا گو اس وقت بھی جواب دینے میں وہ تساہل برت رہا تھا۔ بلکہ شاید کوئی ایسی بات تھی جو اس کے ہونٹوں سے نکل نہیں پا رہی تھی اور ایسی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

میرے سینے میں اضطراب بڑھتا جا رہا تھا چنانچہ جو نہی وہ میرے نزدیک آ کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا میں نے اسٹیرنگ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"کار اسٹارٹ کرنے سے پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ معاملہ کیا ہے؟"

"وہ جناب ایک حادثہ پیش آ گیا ہے لیکن ہماری کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔" کاشف نے جواب دیا۔

"اوہ!" میرے لہجے میں اب غرّاہٹ پیدا ہو گئی تھی جس سے کاشف کو اندازہ ہو گیا کہ میں اب جھنجلاہٹ کی انتہا تک پہنچ چکا ہوں۔ چنانچہ اس نے کہا۔

"آپ کے گھر پر ہنگامہ ہوا ہے۔ اور۔۔۔ اور۔۔۔ بیگم صاحبہ گھر پر موجود نہیں ہیں۔"

"کیا؟" میرا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔ کاشف کے الفاظ سمجھ میں نہ آنے والے تھے۔ مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ تاہم میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو کاشف؟ ذرا تفصیل سے کہو۔ تم غور کر سکتے ہو اس بات پر کہ تمہارے گول مول الفاظ مجھے کس قدر شدید ذہنی خلفشار کا شکار بنا رہے ہیں۔ کیا تمہیں میری حالت کا احساس نہیں ہے؟"

"جناب! میں بدقسمت ہوں کہ مجھے یہ دردناک اطلاع آپ کو دینی پڑ رہی ہے، لیکن یہ میرا فرض بھی تو تھا۔ آپ کے جانے کے بعد میں حسب ضرورت بیگم صاحبہ سے رابطہ قائم کرتا رہتا تھا۔ اور ان سے پوچھتا رہتا تھا کہ انہیں کوئی الجھن یا پریشانی تو نہیں ہے۔ وہ پرسکون وقت گزار رہی تھیں اور انہوں نے میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا تھا کہ انہیں اگر کوئی ضرورت ہوئی تو وہ مجھے ٹیلی فون پر بتا دیں گی۔

پرسوں صبح کو ان سے میری آخری بار بات چیت ہوئی تھی۔ اور میں نے ان سے ان کی خیریت پوچھی تھی۔ بیگم صاحبہ نے کہا تھا کہ وہ بالکل خیریت سے ہیں۔ چنانچہ میں مطمئن ہو گیا۔

لیکن اسی رات تقریباً ایک بجے پولیس اسٹیشن سے مجھے ایک فون کال موصول ہوئی جس میں مجھ سے کہا گیا کہ میں آپ کے علاقے کے پولیس اسٹیشن میں فوراً پہنچ جاؤں۔ مجھے وجہ نہیں بتائی گئی تھی۔ بہرطور میں پولیس اسٹیشن پہنچا تو میری ملاقات انسپکٹر جوزف سے ہوئی۔ انسپکٹر جوزف نے مجھ سے عجیب و غریب سوالات شروع کر دیے۔

انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں زیبی کارپٹس میں کام کرتا ہوں تو میں نے اثبات میں گردن ہلا دی۔ تب انہوں نے مجھ کو اطلاع دی کہ مسٹر نواز اصغر کے مکان پر کچھ ہنگامہ ہوا ہے۔ پڑوسیوں نے ٹیلی فون پر اطلاع دی تھی، اور پولیس وہاں کا معائنہ کر چکی ہے۔

میں یہ سن کر ششدر رہ گیا تھا۔ میں نے اسی وقت خواہش ظاہر کی کہ میں وہاں جانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ انسپکٹر جوزف مجھے اپنے ساتھ لے کر چل پڑا۔ میں نے آپ کے گھر داخل ہو کر وہاں کی صورتحال دیکھی۔ پورا مکان ابتری کا شکار تھا۔ دو پولیس مین وہاں پہرہ دے رہے تھے۔ تمام گھریلو سامان توڑ پھوڑ کر رکھ دیا گیا تھا۔ الماریوں کے شیشے اور شوکیس توڑ دیے گئے تھے۔ الماریوں میں موجود ایک ایک چیز باہر نکال دی گئی تھی۔ ایک دو جگہ خون کے دھبے بھی موجود تھے جو سوکھ کر سیاہ ہو چکے تھے۔ اور پورے گھر میں بیگم صاحبہ کا کہیں پتہ نہ تھا۔"

"اور کام کرنے والی ملازمہ جوزی؟" میں نے سوال کیا۔

"جوزی زخمی حالت میں ایک جگہ بندھی ہوئی پائی گئی تھی۔ اس کا سر پھٹا ہوا تھا اور وہ ابھی تک ہسپتال میں موجود ہے۔ وہ ہوش میں نہیں آئی۔"

"اور رباب اور زیبی کا کہیں پتا نہیں تھا؟" میں نے پوچھا۔

"جی ہاں۔"

"گزرے کل کا دن تو گزر چکا ہے۔ کیا پولیس اس کے بارے میں معلوم کرنے میں ناکام رہی؟" میں نے سوال کیا۔

"جی ہاں ابھی تک پولیس اس کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں کر سکی۔ میں برابر پولیس سے رابطہ قائم کیے ہوئے ہوں۔ میں نے آپ کو ٹیلکس دیا تھا کہ آپ فوراً تشریف لے آئیں۔ لیکن بعد میں مجھے جواب موصول ہوا کہ آپ جا چکے ہیں۔"

"یہ واقعہ پرسوں رات کو پیش آیا۔ کل کا دن تم کیا کرتے رہے؟" میں نے سوال کیا۔

"جناب عالی! بس پولیس ہی کے سلسلے میں مصروف رہا۔ مجھے اتنی فرصت نہ مل سکی کہ کل میں آپ سے رابطہ قائم کر سکتا۔" کاشف نے جواب دیا۔

بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی، بہرطور میں نے کاشف سے کہا کہ کار اسٹارٹ کرے اور کاشف نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے گھر پہنچ گیا تھا۔

گھر میں قدم رکھتے ہی ایک عجیب سے خوف اور سنسنی کا احساس ہو رہا تھا۔ یہ جو کچھ ہوا تھا کیا حقیقت ہے یا کاشف جھوٹ بول رہا تھا۔ میرا ذہن سوچ رہا تھا۔

لیکن مکان کے چھوٹے سے برآمدے میں دو پولیس والوں کو دیکھ کر کاشف کی بات کی تصدیق ہو گئی۔ میرے قدم لڑکھڑا سے گئے۔ پولیس مین مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ کاشف نے ان سے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"مسٹر نواز اصغر۔" پولیس والے نے گردن ہلا دی۔

"تالا کھولو یا پولیس کی سیل لگی ہوئی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"سیل نہیں، آپ چاہیں تو مکان اندر سے دیکھ سکتے ہیں۔" پولیس والے نے کہا۔ اور اپنی جیب سے چابی نکال کر تالا کھول دیا۔ یہ میرا گھر تھا۔ جہاں میری حکومت تھی، لیکن یہ حکومت ایک دم ختم ہو گئی تھی۔ میری دنیا اجڑ گئی تھی۔

اندر قدم رکھا تو ایک عجیب افراتفری نظر آئی۔ کچھ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کون لوگ تھے جنہوں نے میرے گھر کی یہ حالت بنائی۔ تمام سامان بُری طرح مسخ ہو چکا تھا۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے اس سامان کو توڑ پھوڑ کرنے کے لیے ہی یہ ساری کارروائی کی گئی تھی۔ کوئی بھی چیز اپنی جگہ صحیح و سالم نہیں تھی۔

میں پاگلوں کی طرح ایک ایک کمرے کا جائزہ لیتا پھر رہا تھا۔ ہر کمرے میں ویسی ہی ابتری اور ویسی ہی افراتفری مجھے نظر آئی۔ خون کے وہ دھبے بھی صاف نہیں کیے گئے تھے۔ جو یہاں موجود تھے میرے ہوش و حواس رخصت ہوتے جا رہے تھے۔ چند لمحات کے لیے میں بالکل معطل ہو گیا تھا۔ اگر یہ سب کچھ ہو چکا ہوتا اور زیبی محفوظ ہوتی تو شاید مجھے اس کی پانچ فیصد بھی پرواہ نہ ہوتی۔ لیکن زیبی کی گمشدگی نے میرے حواس بُری طرح متاثر کیے تھے۔ میں دیوانوں کی طرح ایک ایک چیز کو دیکھ رہا تھا۔

کاشف میرے ساتھ تھا۔ دل تو یہی چاہ رہا تھا کہ دیواروں سے سر ٹکرانے لگوں۔ زیبی کو چیخ چیخ کر آوازیں دوں لیکن یہ سب کچھ بے مقصد تھا۔ مجھے اپنے آپ کو کنٹرول میں رکھنا تھا۔ ورنہ مذاق بننے کے علاوہ اور کیا ہوتا۔ سارے گھر پر ایک عجیب سی خاموشی مسلط تھی۔ ہر کونے سے زیبی کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میں ان آوازوں کو سننا چاہتا تھا۔ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ زیبی پر کیا گزری۔ لیکن آوازوں کا مفہوم میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ ہر جگہ سے زیبی کی ہی آواز ابھرتی۔

"دیکھو نواز! یہ کیا ہو گیا۔ یہ سب کچھ کیا ہو گیا۔" لیکن نہیں جانتا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہوا، وہ کون تھے جنہوں نے میرے گھر کو اس طرح برباد کیا تھا۔ جب تمام گھر میں گھوم چکا تو ایک جگہ آ کر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ کاشف میرے نزدیک ہی کھڑا تھا۔

"سر آپ کو ذمہ داری اور ہمت سے کام لینا ہو گا۔ یہ جو کچھ ہوا ہے۔ اس کے بارے میں ابھی تک کوئی بھی اندازہ نہیں لگایا جا سکا۔ میرا خیال ہے آپ اگر پسند کریں تو انسپکٹر جوزف سے ملاقات کر لیں۔"

"انسپکٹر جوزف کو ٹیلی فون کر دو کہ میں آ گیا ہوں۔" میں نے انتہائی حد تک خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ اور کاشف تیزی سے ٹیلی فون کی جانب دوڑ گیا۔

"ٹھہرو کاشف! مجھے ایک بات بتاؤ۔"

"جی۔" کاشف ایک دم رک کر بولا۔

"کیا ٹیلی فون پر انگلیوں کے نشانات تلاش کر لیے گئے ہیں؟"

"جی ہاں، پولیس یہاں کے چپے چپے پر فنگر پرنٹس تلاش کر چکی ہے۔ اور اب ٹیلی فون استعمال کرنے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ پر تمام ترتیب چیزوں کی جوں کی توں اسی طرح رہنے دی گئی ہے کہ آپ ایک نگاہ اسے دیکھ لیں۔ اس سلسلے میں انسپکٹر جوزف نے اپنے آدمیوں کو خاص طور سے ہدایات دی تھیں۔"

"ہوں۔ تو پھر انسپکٹر کو ٹیلی فون کرو کہ میں آ گیا ہوں۔" کاشف ٹیلی فون کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ اور دوسری طرف شاید جوزف سے رابطہ قائم ہو گیا تھا۔

"میں کاشف بول رہا ہوں۔ زیبی کارپٹس کا جنرل منیجر اور میں راجہ صاحب کے مکان سے بول رہا ہوں۔" دوسری طرف سے پتہ نہیں انسپکٹر جوزف نے کیا کہا لیکن کاشف کی آواز سنائی دی کہ

"جی ہاں، میں آپ کو اطلاع دے چکا ہوں کہ وہ اس فلائٹ سے آنے والے تھے، چنانچہ وہ آ گئے ہیں۔ میں نے خود انہیں ایئرپورٹ پر ریسیو کیا ہے۔"

"جی۔ جیسا آپ مناسب سمجھیں۔"

"بہتر ہے ہم انتظار کر لیتے ہیں۔" ٹیلی فون رکھ کر کاشف نے مجھے بتایا کہ انسپکٹر جوزف پہنچ رہا ہے۔ میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی تھی۔ کاشف ہمدردانہ لہجے میں بولا۔

"میں جانتا ہوں راجہ صاحب کہ آپ کی ذہنی کیفیت کیا ہوگی لیکن براہ کرم خود کو سنبھالیے ابھی بیگم صاحبہ کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ لیکن یہ کام پولیس کے علاوہ ہم کو بھی کرنا ہے۔ خاص طور سے آپ کو۔ چنانچہ آپ براہ کرم اپنے ذہن و دل کو سنبھالیے۔ یہ بہت ضروری ہے۔"

"میں کوشش کر رہا ہوں کاشف!" میں نے کہا۔

"اگر آپ فرمائیں تو میں کافی بنا لاؤں۔" کاشف بولا۔

"نہیں، شکریہ میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ جہاز میں، میں نے کافی پی لی تھی۔" کاشف خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک ہم انتظار کرتے رہے پھر باہر کسی گاڑی کے رکنے کی آواز سنائی دی۔ اور چند لمحات کے بعد ایک بھاری بھرکم بدن کا خوبصورت انسپکٹر اندر داخل ہوا۔ اس کے ساتھ اس کے دو ماتحت بھی تھے جو ایک جانب کھڑے ہو کر اطراف کا جائزہ لینے لگے۔ انسپکٹر میرے قریب پہنچ گیا تھا۔

"ہیلو! راجہ نواز اصغر!"

"ہیلو انسپکٹر!"

"کیا آپ میرے ساتھ اپنی خواب گاہ میں چلنا پسند فرمائیں گے؟" انسپکٹر نے کہا۔

"جی ہاں تشریف لائیے۔" میں آہستہ سے بولا۔

کاشف وہیں رک گیا تھا۔ میں انسپکٹر جوزف کے ساتھ اپنی خواب گاہ میں پہنچ گیا۔ خواب گاہ کا حشر دیکھ کر میرا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ اس خواب گاہ سے ہماری بہت سی یادیں وابستہ تھیں۔ میں ایک کرسی پر دھم سے بیٹھ گیا۔ انسپکٹر جوزف ایک دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

"راجہ صاحب! جو سانحہ ہوا ہے پہلے تو اس کے لیے میں افسوس کا اظہار کرتا ہوں۔ بلاشبہ آپ کی ذہنی حالت بہت زیادہ خراب ہوگی۔ مجھے اس کا پورا پورا احساس ہے لیکن جو کچھ ہو چکا ہے ابھی اس کے لیے ہمیں مزید کوئی کارروائی کرنا ہوگی۔ چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ آپ مکمل ضبط و سکون کے ساتھ مجھے میرے سوالات کا جواب دیں۔ تاکہ مجھے اپنی تفتیش میں آسانی ہو۔"

"فرمائیے انسپکٹر صاحب! کیا پوچھنا چاہتے ہیں آپ؟"

"راجہ صاحب! یہ سب کچھ جو آپ نے اسے ملاحظہ کر لیا؟"

"ہاں۔ میں سب دیکھ چکا ہوں۔"

"کیا ایسی کوئی چیز ہماری نگاہوں سے بچ گئی ہے۔ جو مجرم کی نشاندہی کر رہی ہو؟"

"میرے خیال میں نہیں۔ میں نے بھی ایسی کوئی چیز نہیں پائی جس سے میں مجرموں کے بارے میں اندازہ لگا سکوں۔"

"آپ کا قیام اس مکان میں کب سے ہے؟"

"تقریباً ڈیڑھ سال ہو گیا۔"

"ہوں۔ ڈیڑھ سال قبل آپ کہاں تھے؟"

"میں اپنی زندگی کے تمام واقعات آپ کے ایک سینئر افیسر مسٹر پاؤل کو بتا چکا ہوں۔ پہلے میں امریکہ کا شہری نہیں تھا۔ بلکہ مسٹر پاؤل کی کوششوں سے مجھے امریکی شہریت دلوائی گئی۔ اس دوران ہم نے یہ فرم کھولی تھی، اور خدا کا احسان ہے کہ ہماری فرم بخوبی چل رہی ہے۔"

"اس کے باوجود میں یہ جاننا چاہوں گا کہ اس سے پہلے کی زندگی آپ کیسے گزار چکے ہیں؟"

"یہ داستان چند الفاظ میں نہیں سنائی جا سکتی۔ اس لیے براہ کرم آپ اس سے گریز کریں۔ اور اگر اس کی ضرورت ہے تو بہتر یہ ہوگا کہ مسٹر پاؤل سے رابطہ قائم کر کے آپ ان سے میرے بارے میں جو بھی سوال کرنا چاہیں کر لیں۔"

"اوہ۔ یوں لگتا ہے جیسے مسٹر پاؤل سے آپ کے گہرے تعلقات ہیں۔"

"ہاں۔ اگر آپ مقامی حالات سے اور پولیس کی کارکردگی سے واقف ہوں تو پھر میں آپ کو کیلی لاس کی پہاڑیوں میں آباد جرائم کے اس اڈے کی طرف متوجہ کروں گا جہاں سے کرشنا تحریک کے بانی ترنوکا نے اپنا ڈیرہ بنا رکھا تھا اور جہاں سے وہ ——— نہ صرف امریکا بلکہ پوری دنیا میں سے کرشنا تحریک کا پرچار کر رہا تھا۔"

"جی ہاں۔ جی ہاں مجھے علم ہے اور مسٹر پاؤل۔ اوہ! اوہو!" جوزف ایک دم خاموش ہو گیا پھر چند لمحات کے بعد بولا۔

"تو آپ وہ راجہ نواز اصغر ہیں جنہوں نے اس اڈے کی نشاندہی کی تھی۔"

"جی ہاں۔ میں وہی ہوں۔"

"بات کچھ کچھ نظر آتی ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں چونک پڑا۔

"مطلب یہ کہ ہم آپ کے دشمنوں کا سراغ چاہتے ہیں۔ دراصل یہاں بہت سی ایسی قیمتی چیزیں تھیں جن سے اندازہ ہوتا تھا کہ اگر یہ شخص چوری چکاری کی نیت سے یہاں پہ ابتری پھیلاتا تو ان چیزوں کو کسی قیمت پر نہ چھوڑتا لیکن انہیں ہاتھ بھی نہ لگایا گیا۔ اور بیگم صاحبہ کو گم کر دیا گیا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ ابتری کسی زمانہ سازی کے سبب سے نہیں بلکہ انتقامی مقاصد کی تکمیل کے لیے پھیلائی گئی تھی۔"

میرا ذہن بھک سے اڑ گیا۔ ایک لمحے کے لیے مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔ جوزف نے جو کچھ کہا تھا کیا یہ حقیقت ہو سکتی ہے۔ میں نے سوچا اور میرے ذہن میں سناٹے ہونے لگے۔ ان واقعات کو میں بھول نہیں سکا تھا۔ جب میں نے ترنوکا کے اڈے کو تباہ کیا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ ترنوکا فرار ہو گیا تھا۔ اس کے دوسرے تمام ساتھی یا تو مارے گئے تھے یا پھر گرفتار ہو گئے تھے۔ لیکن ترنوکا کا کوئی پتہ نہیں چلا تھا۔ بعد میں میری ملاقات پاؤل سے بھی ہوئی تھی۔ اور مسٹر پاؤل نے یہی کہا تھا کہ وہ ترنوکا کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ اور اپنے طور پر ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔ اس کے بعد مسٹر پاؤل سے اس سلسلے میں میری کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔

لیکن یہ سب کچھ۔ یہ سب ترنوکا کے آدمیوں کا کارنامہ ہے۔ یہ سوچ سوچ کر ذہن بہت پریشان ہو رہا تھا۔ اگر ترنوکا یا اس کے آدمیوں نے یہ حرکت کی ہے تو بات معمولی نہیں ہے۔ اور پھر زیبی کا حصول آسان بات نہیں ہے۔

ترنوکا نے ایک بار پھر مجھے چیلنج کر دیا تھا لیکن کیا ہے کیا۔ میں اس قابل رہ گیا ہوں کہ ترنوکا کے چیلنج کو قبول کروں۔ تاہم اس سلسلے میں یہ آخری فیصلہ کرنا بڑا مشکل کام تھا اور میرے خیال میں مناسب بھی نہ تھا کیونکہ جب تک اس بات کی نشاندہی نہ ہو جائے کہ اس کارروائی میں ترنوکا ہی کا ہاتھ ہے، میں کوئی صحیح فیصلہ نہیں کر سکتا تھا۔

انسپکٹر جوزف مجھ سے طرح طرح کے سوالات کرنے لگا۔

"آپ نے تہران جانے کا پروگرام کب بنایا تھا؟"

"کافی دن پہلے کی بات ہے۔ میں نے وہاں سے کچھ مال خریدا ہے جو بک کر دیا گیا ہے۔ اور نیویارک پہنچنے والا ہوگا۔"

"اس مال کی نوعیت کیا تھی؟" انسپکٹر جوزف نے پوچھا۔

"قالین۔ وہ صرف قالین ہیں جو زیبی کارپٹس کے لیے حاصل کیے گئے ہیں۔"

"کیا ان قالینوں کے سلسلے میں کوئی سودے کی بات چیت بہت پہلے چل رہی تھی؟"

"آپ کا کیا مقصد ہے انسپکٹر جوزف! آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"معافی چاہتا ہوں راجہ نواز اصغر صاحب! دراصل امریکہ میں ہر قسم کے جرائم ہوتے ہیں۔ مجرم بڑی بڑی خوبصورت اسکیمیں لے کر منظر عام پر آتے ہیں۔ اور اپنی کارروائی کرتے ہیں۔"

"اور پولیس کو ان ہی اسکیموں کا سراغ لگانا پڑتا ہے مجھے یقین ہے کہ آپ میری اس جرأت کو یقیناً معاف کر دیں گے چونکہ یہ سب کچھ امریکی شہریوں کی بھلائی کے لیے ہی کیا جاتا ہے لیکن ہم یہ بھی سوچ سکتے ہیں کہ محترمہ زیبی کو راستے سے ہٹانے کے لیے ممکن ہے آپ ہی نے ایسا کوئی پروگرام بنایا ہو۔"

"انسپکٹر۔" میرے حلق سے ایک غراہٹ سی نکلی "اپنی تفتیش کے سلسلے میں اس قدر آگے نہ بڑھو کہ میں اسے اپنی توہین محسوس کرنے لگوں۔"

"میں آپ سے معافی مانگ چکا ہوں مسٹر نواز اصغر۔ لیکن کیا آپ مجھے تفتیش کا موقع نہیں دیں گے۔"

"تفتیش کی ابتدا تم نے جہاں سے کی ہے کیا صرف ایک یہی پہلو تمہیں نظر آیا ہے۔"

"یہ بات نہیں ہے جناب ہم ہر پہلو پر غور کرتے ہیں ان ہی میں سے ایک پہلو یہ بھی ہے۔"

"تو پھر تم تحقیقات کر سکتے ہو میرے پاس تمام کاغذات موجود ہیں۔ ہاں ان قالینوں کی خریداری کے لیے بہت پہلے سے سودا ہو رہا تھا اور بالآخر وہ تکمیل تک پہنچ گیا۔ میری اس دن سے آج تک کی مصروفیات تمہیں تہران سے موصول ہو سکتی ہیں اور براہ کرم دوبارہ یہ الفاظ استعمال مت کرنا کہ زیبی کی گمشدگی یا اسے کوئی تکلیف پہنچانے میں میرا ہاتھ ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر تمہاری تفتیش یہ بات ثابت کر دے تو میں تمہیں نہیں روکوں گا۔" جوزف گردن ہلانے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

"میں بھی شادی شدہ ہوں جناب! اور یقین جانیے کہ مجھے اپنی بیوی سے بے انتہا محبت ہے لیکن ہماری بدقسمتی کہ ہمیں ایسے سوالات کرنا ہوتے ہیں جو ہمارے سامنے والوں کو ناگوار گزرتے ہیں اس کے لیے جتنی بار آپ چاہیں معافی مانگنے کو تیار ہوں لیکن اپنی تشفی کے لیے یہ تمام معلومات حاصل کرنا بے حد ضروری تھا۔"

"میں مسٹر پاؤل سے ملنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"اگر آپ کی خواہش ہے تو اس کا بندوبست کر دیا جائے گا۔ ویسے آپ اپنے طور پر اس سلسلے میں کوئی روشنی نہیں ڈال سکیں گے۔۔؟"

"صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں انسپکٹر کہ زینی کا شعبہ قائم کرنے کے بعد سے میں نے ایک پُرسکون اور کامیاب زندگی گزاری ہے اور میرا کوئی بھی کاروباری حریف نہیں پیدا ہو سکا۔ زینی میں نے اتفاقیہ اور غیر اتفاقی طور پر کسی سے دشمنی مول لینے کی کوشش کی ہے۔ آپ میرے حلقۂ احباب سے میرے کردار کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ آپ کو چند لوگوں کے نام دیتا ہوں جنہیں آپ نوٹ کر لیجئے اور ان سے معلوم کیجئے کہ ہم لوگ کیسی زندگی گزار رہے تھے۔ زینی میری زندگی ہے انسپکٹر۔ اس کے بغیر میں اپنی ہر سانس دو بھر محسوس کرتا ہوں۔ اسے ملنا چاہیے انسپکٹر۔ اس کے بارے میں تمام تفصیلات ملنی چاہئیں۔ اس کے علاوہ براہ کرم مجھے یہ بھی بتا دیجئے کہ اگر آپ یہاں سے نشانات حاصل کرتے ہوئے کسی نتیجے پر پہنچے ہیں تو مجھے ان لوگوں کی نشاندہی بتائیں۔"

"ہمیں انتہائی افسوس ہے کہ ہمیں اس سلسلے میں ابھی تک کوئی ایسی بات نہیں معلوم ہو سکی جو جاسکا اس تفتیش میں معاون ثابت ہو سکے۔" انسپکٹر نے جواب دیا۔!

"ٹھیک ہے۔!"

"اب آپ کا کیا پروگرام ہے آپ یہیں قیام کریں گے یا اس ابتری میں آپ رہنا پسند نہیں کریں گے۔۔"

"نہیں۔ میں ابھی یہیں موجود ہوں تم جب بھی چاہو مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔ ویسے مسٹر پاؤل سے ملاقات کا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے۔؟"

"میرا خیال ہے اگر آپ بہت ضروری سمجھتے ہیں تو ابھی رنگ کر لیں۔ میں آپ کو ٹیلی فون نمبر دیئے دیتا ہوں اور اگر وہ نہیں تو کل صبح کو آپ ان سے ملاقات کر سکتے ہیں۔"

"کیا میں اس مکان میں رہ سکتا ہوں۔" میں نے سوال کیا۔!

"ہاں۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہم نے یہاں جس قدر چیزیں حاصل کرنا تھیں کر لی ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو اس کی حالت درست کرا سکتے ہیں۔" انسپکٹر جوزف نے جواب دیا اور پھر وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ رخصت ہو گیا۔ جاتے ہوئے اس نے کہا تھا کہ کل صبح پولیس اسٹیشن آ کر اپنا بیان درج کرا دوں۔ میں نے تھکے تھکے انداز میں گردن ہلا دی تھی۔

پولیس اس سے زیادہ سرگرمی دکھا کر کیا کر سکتی تھی۔ انہوں نے ایک عام کیس کی حیثیت سے اس کیس کو بھی درج کیا تھا۔ اس میں کوئی ایسی سنسنی خیز بات نہیں تھی جو ان کے لیے بہت زیادہ قابل تشویش ہوتی۔ لیکن میری زندگی ایک دم تاریک ہو کر رہ گئی تھی۔ میرے ہوش و حواس میرا ساتھ نہیں دے رہے تھے کاشف ایک غمگسار کی حیثیت سے میرے ساتھ تھا اور بالکل خاموش تھا۔ ظاہر ہے وہ بے چارہ اس سلسلے میں کیا کر سکتا تھا۔ ویسے بھی وہ ایک شریف نوجوان تھا اور میرے حالات زندگی سے ناواقف تھا انسپکٹر جوزف نے ایک مکروہ بات کہی تھی کہ میں نے خود ہی تو کہیں زینی کے خلاف کوئی سازش نہیں کی۔

ایک پولیس آفیسر کی حیثیت سے اس کا یہ سوال ناقابل حیرت بھی نہیں تھا۔ کیونکہ یہاں جرائم کا انداز کچھ اسی قسم کا تھا۔ شوہر بیویوں کے قتل کی فکر میں سرگرداں رہتے تھے۔ بیویاں شوہروں سے نجات حاصل کرنے کے لیے مختلف وارداتیں کرتی تھیں اور اس معاشرے میں یہ بات ایک عام حیثیت رکھتی تھی۔ دولت اور دوسرے گھناؤنے مقاصد کی تکمیل کے لیے یہاں بہت کچھ ہوتا تھا۔ اور بہر طور اب مجھے بھی امریکی شہری ہی کی حیثیت حاصل تھی۔ چنانچہ جوزف کے یہ الفاظ میرے لئے ناگوار ضرور تھے لیکن میں ان سے بہت زیادہ نفرت کا اظہار بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ یہ یہاں کے معمولات میں شامل تھا۔

ساری رات اسی طرح گزر گئی کاشف سے میں نے کئی بار کہا کہ وہ واپس چلا جائے۔ لیکن اس نے کہا کہ جناب میں آپ کو تنہا نہیں چھوڑنا چاہتا۔۔ اس وقت آپ کو کسی ساتھی کی ضرورت ہے بے چارے نے تو چائے وغیرہ بھی بنا کر پلائی تھی۔ اور وقت پھر میرے ساتھ جاگتا رہا تھا۔ صبح کو میں نے باتھ روم میں جا کر غسل کیا۔ کوئی ہوئی الماری سے اپنا ایک سوٹ نکالا۔ اور اسے پہن کر تیار ہو گیا۔ پولیس اسٹیشن جا کر مجھے اس سلسلے میں بیان دینا تھا اور پھر مسٹر پاؤل سے ملاقات کر کے انہیں اس بارے میں مجبور کرنا تھا کہ جو کچھ میں نے ان کے لیے کیا اب مجھے اس کا جواب دیا جائے۔ زینی کی جدائی کا ایک ایک لمحہ شاق گزر رہا تھا۔ اس احساس نے روح تک فنا کر دی تھی کہ پتہ نہیں ان درندوں نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہو۔ کاش مجھے ان کے بارے میں معلومات حاصل ہو جاتیں۔ ناشتے وغیرہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ کاشف میرے ساتھ ساتھ ہی پولیس اسٹیشن پہنچا تھا۔ اور میری کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ پولیس اسٹیشن میں میری ملاقات انسپکٹر جوزف سے ہوئی اس نے پُر احترام انداز میں میرا خیر مقدم کیا اور مجھے بڑے اخلاق سے بیٹھنے کی پیشکش کی۔

"رات کو میرے اور آپ کے درمیان جو کچھ گفتگو ہوئی ہے اسے صرف پولیس کی کارروائی سمجھئے راجہ نواز اصغر۔ میں مسٹر پاؤل سے آپ کے سلسلے میں گفتگو کر چکا ہوں۔ بلکہ میں نے مسٹر پاؤل کو اس سلسلے میں رپورٹ بھی پیش کی تھی۔"

"کیا مسٹر پاؤل کو اس کا علم نہیں تھا۔" میں نے سوال کیا۔

"نہیں مکمل طور پر کوئی تفصیل انہیں نہیں بتائی گئی تھی۔"

"آپ نے یہ کہا کہ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔۔"

"جی ہاں۔ انہوں نے کہا ہے کہ آپ جوں ہی یہاں تحریری لائف اور بیان وغیرہ دینے سے فارغ ہوں۔ آپ کو ان کے پاس ہیڈ کوارٹر بھیج دیا جائے وہ آپ کا انتظار کریں گے۔" میں نے آہستہ سے گردن ہلا دی تھی۔ اس کے بعد انسپکٹر جوزف ضابطے کی کارروائیاں کرتا رہا۔ اس نے مجھ سے ان مشکوک لوگوں کے بارے میں پوچھا جو ان واقعات کے ذمہ دار ہو سکتے تھے لیکن میں نے ان سے لاعلمی کا اظہار کیا اور کہا کہ ابھی اس سلسلے میں میں کسی کی نشاندہی نہیں کر سکتا۔ تاہم میرا کوئی دشمن نہیں ہے۔ پڑوسیوں کے بارے میں بھی اس نے معلومات حاصل کیں اور میں نے کہا کہ میرے تمام پڑوسی پُرامن لوگ ہیں اور مجھ سے ان کے اچھے تعلقات ہیں۔ اس کے بعد میں نے اچھے دوستوں وغیرہ کے بارے میں تفصیلات بتائیں اور تھوڑی دیر کے بعد اس کام سے فارغ ہو گیا۔ باہر نکل کر میں نے کاشف سے کہا کہ وہ ٹیکسی لے کر چلا جائے اور کچھ لوگوں کا انتظام کر کے میرے گھر پہنچ جائے تاکہ وہ اس کی ترتیب درست کر دیں۔ کاشف نے گردن ہلا دی تھی پھر میں اپنی کار میں بیٹھ کر پولیس ہیڈ کوارٹر چل پڑا۔ مسٹر پاؤل بڑے مہربان انسان تھے۔ کیونکہ ان کی ترقی میں میرا بھی ہاتھ تھا اس لئے وہ میرا خصوصی احترام کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے بڑے پُرجوش انداز میں میرا خیر مقدم کیا۔ اور افسوس کرتے ہوئے بولے

"مجھے انتہائی افسوس ہے راجہ نواز اصغر کہ آپ کے ساتھ یہ حادثہ پیش آیا۔ آپ ایک شہری کی حیثیت رکھتے ہیں۔ میں نے آپ کو کبھی نظر انداز نہیں کیا اور معافی چاہتا ہوں۔ اس بات کی کہ آپ کے بارے میں تفتیش بھی کرتا رہا ہوں۔ آپ کو ہر طرح سے میں نے ایک معزز اور قابل احترام شہری پایا ہے اور اس حیثیت سے نا صرف میری نگاہوں میں بلکہ ہمارے پورے محکمے کی نگاہوں میں آپ کی عزت ہے۔ ہر وہ شہری ہمارے لیے قابل عزت ہے جو پُرسکون زندگی بسر کرتا ہے۔ لیکن آپ کے ساتھ ہونے والا یہ حادثہ انتہائی افسوسناک ہے۔ اور ہمیں [illegible]

جو بات مجھے آپ سے کرنی ہے وہ یہ ہے۔ "میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جس طرح میری تمام اہم ذمے داریاں ہیں اور میں انہیں پوری کرتا ہوں۔ اب سے کہیں زیادہ میں اس بات پر توجہ دوں گا کہ آپ کے گھر میں ابتری پھیلانے والوں اور آپ کی بیوی کو اغوا کرنے والوں کا سراغ لگاؤں اور انہیں کیفر کردار تک پہنچا کر آپ کی بیوی آپ کو واپس دلا دوں۔"

"مسٹر پاؤل یوں سمجھ لیں کہ میری زندگی اس وقت جب میں زندگی کی تمام ہنگامہ آرائیوں سے توبہ کر چکا تھا۔ ایک ایسے موڑ پر آ کھڑی ہوئی ہے۔ جہاں میرے لیے فیصلہ کرنا انتہائی مشکل کام ہے۔" میں نے کہا۔!

"میں نہیں سمجھا۔!"

"مسٹر پاؤل میں نے اپنے تھوڑے سے حالات زندگی آپ کو بتا دیے تھے اور اپنے آپ کو ان کا ذمہ دار قرار دیتے ہوئے یہ پیشکش بھی کی تھی کہ اگر میرے لیے کوئی سزا تجویز کی جائے گی تو مجھے اسے قبول کرنے سے کوئی انکار نہیں ہوگا۔ لیکن آپ کی مہربانیوں نے مجھے کسی ایسی ذہنی کوفت کا شکار نہ ہونے دیا۔ میں ساری زندگی آپ کی دی ہوئی مراعات سے فائدہ اٹھاتا اور یہاں کا ایک عمدہ شہری بن کر اپنا آخری سانس تک گزار دیتا لیکن جو کچھ مجھ سے چھینا گیا ہے وہ میرے لیے ناقابل برداشت ہے اگر وہ دوبارہ مجھے حاصل نہ ہو سکا تو میں وعدہ نہیں کر سکتا۔ مسٹر پاؤل کہ اپنے قدموں کو برائی کے راستوں کی جانب جانے سے روک سکوں گا۔"

"ایک اچھے انسان کو ضبط سے کام لینا چاہیے۔ راجہ نواز اصغر صاحب پولیس آپ کی بھرپور مدد کرے گی۔ میں ذاتی طور پر آپ کے معاملے میں دلچسپی لوں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں آپ سے ایک اور وعدہ بھی لینا چاہتا ہوں وہ یہ کہ آپ قانون اپنے ہاتھ میں نہیں لیں گے اور ایک اچھے شہری کی طرح پولیس کی مدد کرتے رہیں گے۔"

"ہاں! اس وقت تک جب تک مجھ میں صبر و ضبط کی طاقت رہی اگر زینی مجھے مل جاتی ہے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں ہمیشہ ایک پُرسکون حیثیت سے رہوں گا۔ لیکن اگر وہ مجھے نہ ملی مسٹر پاؤل تو میں آپ سے کوئی وعدہ نہیں کر سکتا۔"

"وہ ضرور مل جائیں گی وہ ضرور مل جائیں گی۔ اب براہ کرم آپ مجھے کچھ سوالات کا جواب دیجئے۔" پاؤل نے نرم لہجے میں کہا اور پھر میرے لئے کافی کا آرڈر دے دیا۔ دفعتاً وہ چونک کر بولا

"ارے ہاں راجہ صاحب آپ نے ناشتہ کیا۔" پاؤل نے ... میں نے ایک گہری سانس لے کر گردن ہلا دی۔"

تو تب پھر میں آپ کے لیے ناشتے کا بندوبست کرتا ہوں۔
"نہیں مسٹر پاؤل آپ کا بہت بہت شکریہ کافی منگوائی ہے۔ آپ نے بس وہی ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور مسٹر پاؤل میز پر رکھے پیپر ویٹ کو گھمانے لگے وہ پرخیال انداز میں میری جانب دیکھ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں چھائے ہوئے تشویش کے آثار سے مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہیں۔ بہرطور میں نے ان کی تشفی کے لیے کچھ نہ کہا میری ذہنی کیفیت تو خود اعتدال پر نہیں تھی۔ ذہن میں جوار بھاٹے اٹھ رہے تھے طرح طرح کے خیالات دل میں اٹھ رہے تھے اور ان خیالات کا عکس شاید میرے چہرے پر بھی نمایاں تھا۔ اور یہی عکس مسٹر پاؤل کو پریشان کر رہا تھا۔ کافی آ گئی اور مسٹر پاؤل نے بڑی خوش اخلاقی سے کافی کا ایک کپ میرے سامنے پیش کیا۔

جلتی ہوئی سوندھی کافی کی پیالی اٹھا کر میں نے اپنے ہونٹوں سے لگائی حالانکہ وہ اتنی تیز گرم تھی کہ اس کا ہونٹوں کو چھو جانا ہی جلن کا باعث بن سکتا تھا لیکن جو جلن میرے دل و دماغ میں موجود تھی اس کے آگے ہر طرح کی گرمی ہیچ تھی۔ مسٹر پاؤل نے کھولتی ہوئی کافی مجھے حلق سے اتارتے ہوئے دیکھا۔ اور ان کی پیشانی کی شکنیں کچھ اور گہری ہو گئیں۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ گرم گرم کافی پینے کے باوجود میری آنکھوں میں جلن کی کمی نہیں نظر آئی تھی۔ اور مسٹر پاؤل چونکہ بہت بڑے پولیس والے تھے اور ان کا تجربہ بھی کافی وسیع تھا۔ اس لیے انہوں نے اندازہ لگا لیا کہ جو شخص کھولتی ہوئی کافی سے متاثر نہیں ہوا وہ کیا شے ہو گی۔ انہوں نے اپنی کافی کا ایک چھوٹا سا سپ لیتے ہوئے کہا۔

"میں آپ کے احساسات بخوبی سمجھ رہا ہوں راجہ فواد اصغر دراصل مجھ پر دوہری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔"
"کیسی دوہری ذمہ داریاں۔" میں نے سوال کیا۔
"کیا میں آپ کو سگریٹ پیش کروں۔"
"جی نہیں میں نے سگریٹ چھوڑ دی ہے۔"
"لیکن اس وقت میں محسوس کر رہا ہوں کہ آپ کو سگریٹ کی اشد ضرورت ہے۔ براہ کرم اگر آپ پیتے رہے ہیں تو براہ کرم ایک سگریٹ لیجیے۔" مسٹر پاؤل نے اپنی میز کی دراز سے ایک اعلیٰ قسم کا سگریٹ باکس نکالا اور اس کا ڈھکن ہٹا کر اس میں سے ایک سگریٹ مجھے آفر کی۔ میں نے غیر اختیاری طور پر سگریٹ قبول کر کے ہونٹوں میں دبا لی اور ان سے لائٹر لے کر گہرے گہرے کش لینے لگا۔

"میں جانتا ہوں کہ اس سے زیادہ گاڑھا اور گہرا دھواں آپ کے دل و دماغ میں رچا ہوا ہے۔"
"مسٹر پاؤل زیبی کو میں نے اپنی تمام برائیاں چھوڑ کر حاصل کیا تھا۔ اگر اسے ایک برائی بنا دیا جائے تو یہ میرے لیے کیا ہو گی۔" میں نے کہا۔
"اس بات سے مجھ سے زیادہ اور کون واقف ہو سکتا ہے جبکہ میں آپ سے چند الفاظ کہہ چکا ہوں۔"
"کون سے الفاظ۔۔۔؟"
"یہ کہ میری ذمہ داریاں کچھ اور زیادہ ہیں۔ یعنی عام لوگوں سے کہیں زیادہ۔۔۔!"
"میں ان الفاظ کی وضاحت چاہتا ہوں۔"
"آپ نے ترلوکا کو گرفتار کرایا اور اس کی تمام خانقاہ تباہ کرنے میں میری مدد کی تھی اور ایک انتہائی خوفناک گروہ کا خاتمہ کرنے کے سلسلے میں میرے محکمے میں ترقی ہوئی تھی میں اس احسان کو کبھی نہیں بھول سکوں گا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میں نے آپ کے لیے امریکہ میں گرین کارڈ حاصل کیا تھا اور آپ کو امریکہ کی شہریت دلائی تھی گویا اس کا معاوضہ میں جو آپ کو امریکی شہریت کے سلسلے میں دیے گئے تھے ضمانت کے طور پر میرے دستخط موجود ہیں اور ان حالات میں اگر مسٹر فواد اصغر آپ کسی جذباتی لغزش کا شکار ہو کر کوئی ایسا اقدام کر بیٹھیں جو جرم میں شمار ہوتا ہو تو اس کی ذمہ داری آپ کی ضمانت دینے والے پر بھی آتی ہے۔" مسٹر پاؤل نے کہا۔ اور پھر میری جانب دیکھنے لگے۔ پھر میں نے نرم لہجے میں کہا۔
"جی ہاں مسٹر پاؤل زیبی نے اور میں نے شدید محنت کر کے اور میں اپنی ایک پوزیشن بنائی ہے نیویارک کے ایسے طبقوں میں جو شریف سمجھے جاتے ہیں ہماری عزت ہے میں اس عزت کو تباہ کرنا پسند نہیں کروں گا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی مجھے میری زندگی کا ساتھی واپس مل جانا چاہیے۔ جس کے ساتھ میں نے شرافت کی زندگی گزارنے کی قسم کھائی تھی اگر وہ نہ ملا تو پھر زندگی زندگی ہی نہیں اس میں شرافت یا بدمعاشی کیا معنی رکھتی ہے۔"
"میں سمجھتا ہوں لیکن آپ مجھے مہلت دیں گے کہ میں مسز زیب النساء کی تلاش کے سلسلے میں شدید محنت کروں اور اس وقت جب میں آپ سے اپنی ناکامی کا اعلان کروں تو میں آپ کو اجازت

دے دوں گا کہ آپ اپنے طور پر کارروائی کریں۔ البتہ میری یہ درخواست مسلسل جاری رہے گی کہ آپ قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش نہ کریں۔" میں کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ اس بات کے امکانات تھے کہ پاؤل جیسا ذہین پولیس آفیسر ممکن ہے کوئی صحیح صورتحال معلوم کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ ایسی شکل میں اگر میں جلد بازی میں کوئی قدم غلط اٹھا بیٹھا تو پھر امریکہ میں میری شخصیت مجروح ہو جائے گی اور میں اپنی حیثیت کھو بیٹھوں گا۔ اس لیے جلد بازی سے کام لینا مناسب نہیں ہے۔ صورتحال کا مکمل تجزیہ کیا جائے یہ جانا جائے کہ زیبی کو اغوا کرنے والے اور میرے مکان کو تباہ کرنے والے کون ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ میں نے گہری سانس لے کر مسٹر پاؤل سے کہا۔
"آپ مطمئن رہیں مسٹر پاؤل میں کوئی غیر قانونی اقدام نہیں کروں گا۔ لیکن میری بیوی مجھے مل جانی چاہیے۔"
"یہ تو صرف ہمارا فرض ہے بلکہ میری ذاتی خواہش بھی ہے۔" مسٹر پاؤل نے کہا۔ تھوڑی دیر تک میں مسٹر پاؤل کے ساتھ بیٹھا رہا۔ اور اس کے بعد ان سے اجازت لے کر وہاں سے نکل آیا۔ میں نے اپنے گھر ہی کا رخ کیا تھا اس اچانک افتاد پڑنے سے میرے حواس منتشر تھے اور اس دوران میں ایک بار بھی سکون سے بیٹھ کر نہیں سوچ سکا تھا کہ زیبی کو اغوا کرنے والے کون ہو سکتے ہیں۔

اگر گھر کی حالت میں ابتری نہ ہوتی تو شاید ذہن کے کسی گوشے میں یہ خیال آ جاتا کہ زیب اپنے طور پر کہیں چلی گئی ہے۔ چونکہ میں اس سے کہہ کر گیا تھا کہ مجھے واپسی میں کافی وقت لگ جائے گا۔ ممکن اس نے سوچا ہو کہ اس دوران اپنے شناساؤں سے ملے۔ یا کسی کے ساتھ کچھ وقت گزارے لیکن گھر کی ابتر حالت اس بات کی نفی کرتی تھی اور پھر میری ملازمہ جوزی بھی زخمی تھی اور ہسپتال پہنچ گئی تھی۔ گھر پہنچ کر میں جوزی کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ دل تو یہی چاہا کہ ابھی ہسپتال جا کر جوزی سے ملاقات کر لوں۔ لیکن اس سے پہلے یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کاشف نے گھر کی درستگی کے سلسلے میں کیا انتظامات کیے ہیں۔ چنانچہ گھر پہنچ گیا۔

کاشف دفتر کے چند آدمیوں کو لے آیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی دو تین افراد اور بھی تھے جو میرے گھر کی بگڑی حالت کو درست کر رہے تھے جو چیزیں ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں انہیں اٹھا کر ایک جگہ جمع کر دیا گیا تھا۔ ویسے کمال کی بات تھی اغوا کنندگان نے زیبی کو تو اغوا کر ہی لیا تھا۔ لیکن توڑ پھوڑ کی ضرورت انہیں کیوں پیش آ گئی تھی یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ سوائے اس کے کہ وہ اپنی نفرت کا اظہار کرنا چاہتے تھے اگر ایسی بات تھی تو میرے لیے کوئی پیغام بھی ہونا چاہیے تھا کم از کم پتہ تو چلنا چاہیے تھا کہ وہ مجھ سے کن معاملات میں الجھنا چاہتے ہیں۔ کاشف بڑی مستعدی سے تمام کام انجام دے رہا تھا۔ اس نے جو چیزیں مرمت ہونے کے قابل تھیں وہ مرمت کے لیے ایک ٹرک میں لدوا کر بھجوا دی تھیں اور کچھ ایسی نئی چیزیں جن کی فوری ضرورت درکار تھی خریدنے کے لیے آدمیوں کو بھیج دیا تھا۔ میں اپنی خوابگاہ میں آ گیا۔ یہاں کی حالت درست کر دی گئی تھی اور میرے بیٹھنے کا بندوبست ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں اپنے بستر پر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

تنہا زندگی کتنی عجیب لگ رہی تھی۔ میں تو صرف چند دنوں کے لیے زیبی سے جدا ہوا تھا۔ لیکن مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے زیبی مجھ سے طویل عرصے کے لیے جدا ہو گئی ہو۔ اور طویل عرصے کی بات بھی صرف اپنے دل کو بہلانے کے لیے تھی۔ اب کیا کہا جا سکتا ہے کہ زیبی سے میری دوبارہ ملاقات ہو یا نہ ہو۔

ہر چند کہ وہ میری ہم نسل نہیں تھی میرے وطن سے اس کا تعلق نہیں تھا۔ لیکن جس طرح ایشیائی عورتوں کا چرچا ہوتا ہے محبت وفاداری اور وفا شعاری میں بالکل ہندی اپنی عورتوں کی مانند کم از کم زیبی کے سلسلے میں میرا یہی نظریہ تھا۔ اس نے آج تک مجھے یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ وہ کسی اور قوم اور مذہب سے تعلق رکھتی تھی اب تو وہ بالکل ہی میری زندگی کا ایک جزو بن کر رہ گئی ہے۔ اور اپنی ذات کے اس آدھے حصے کے گم ہو جانے سے مجھے جس قدر اذیت ہو سکتی تھی۔ اس سے کہیں زیادہ اذیت میں محسوس کر رہا تھا۔ لمحہ لمحہ دل میں ابال سا اٹھتا۔ جی چاہتا کہ زیبی کی تلاش کے سلسلے میں جس قدر قتل و غارت گری کر سکتا ہوں کر دوں۔ لیکن پھر عقل باز رکھتی اور میں سوچتا کہ اگر میری جلد بازی سے کوئی نقصان پہنچ گیا تو پھر کف افسوس ملنے کے علاوہ اور کچھ میرے پاس نہیں رہے گا۔

زیبی ممکن ہے مجھے مل جائے لیکن میں امریکی شہریت سے محروم ہو جاؤں گا۔ مسٹر پاؤل مجھ سے نہایت پرتپاک ملے تھے یہ ساری باتیں مجھے یاد آ رہی تھیں۔ کافی دیر گزر گئی۔ اس کے بعد مسٹر پاؤل آ گئے۔ مسٹر جیرڈ بھی ایک چھوٹے سے اسٹور کے مالک تھے اور میرے اچھے دوستوں میں شمار ہوتے تھے دبلے

پتلے بدن کے مسٹر جیرڈ نے بڑی ہمدردی کرتے ہوئے کہا۔

"حیرت کی بات ہے آخر وہ کون ہو سکتے ہیں جنہوں نے آپ کو یہ نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔"

"کچھ نہیں کہہ سکتا مسٹر جیرڈ کچھ نہیں کہہ سکتا —!"

"آپ جیسا شریف آدمی واقعی حیرت کی بات ہے۔"

مسٹر جیرڈ دیر تک بات چیت کرتے رہے پھر وہ رخصت ہو گئے میں نے کاشف سے کہا کہ میں کسی اور سے ملاقات نہیں کرنا چاہتا کسی ایسے آدمی کو یہاں چھوڑ دو جو آنے والے آدمیوں کو یہاں سے ٹال سکے۔ کاشف اپنے کام سے فارغ ہو چکا تھا اس نے کہا کہ وہ ایک آدمی یہاں چھوڑ دے گا۔ لیکن وہ خود بھی یہیں موجود ہے۔

"نہیں کاشف تم واپس جاؤ بہت مصروف رہے ہو میرے ساتھ میں تمہارا بے حد شکر گزار ہوں —!"

"مگر میں آپ کو اپنے دلی جذبات سے آگاہ نہیں کر سکتا۔ ہم لوگ اور خاص طور سے حضرت میں آپ سے اس لئے متاثر نہیں ہوں کہ آپ ہمارے باس ہیں بلکہ آپ ایک اتنے اچھے انسان ہیں اس لئے آپ کے دکھ کو اپنا دکھ محسوس کر رہے ہیں۔"

"میں جانتا ہوں میرے دوست میں جانتا ہوں جاؤ آرام کرو۔" کاشف چلا گیا — باہر اس نے جس شخص کو چھوڑا تھا وہ بھی فرم ہی کا ایک آدمی تھا اور اس کے سپرد یہ ذمہ داری کر دی گئی تھی کہ وہ آنے والوں کو ٹالتا رہے۔ چنانچہ اس کے بعد رات تک کسی ______ نے مجھے ڈسٹرب نہیں کیا۔ میں مسہری پر لیٹا خیالات کے بھنور میں ڈوبا رہا — بار بار ذہن ایک ہی طرف جاتا تھا اور وہ سمت تھی ترلوکا کی۔ ترلوکا کے بارے میں آپ کو یاد ہو گا کہ وہ کتنا خطرناک شاطر تھا اس نے ساری دنیا میں اپنے جال پھیلا رکھے تھے بڑے کرشماتی اور بڑے دانا، تحریک کی جو بھی نوعیت ہو لیکن اس نے اس تحریک کی آڑ میں بڑے بڑے جرائم کے جواز سے بنا رکھے تھے منشیات فروشی اور بھولے بھالے معصوم نوجوانوں کو منشیات کا عادی بنانا اس کا بہترین مشغلہ تھا اور اس طرح وہ دولت کے انبار لگا رہا تھا نا صرف دولت کے انبار لگا رہا تھا بلکہ اپنے نظریات کا پرچار کرتے ہوئے بے شمار نوجوانوں کو وہ زندگی سے محروم کر چکا تھا — اس نے انہیں ناکارہ کر رکھا تھا۔ اس خطرناک ترلوکا کو گرفتار کرنے کے لیے پاؤل نے کوشش کی تھی۔ اس کے اڈے تباہ کر دیئے گئے تھے۔ لیکن ترلوکا بھاگ گیا تھا۔ ظاہر ہے اس کے وسائل بھی معمولی نہیں ہوں گے۔ اب اتنے عرصے کے بعد اگر ترلوکا نے اپنے قدم جما کر اپنے اس دشمن کا قلع قمع کرنے کی سوچی تھی جس نے اسے تباہ کیا تھا تو یہ تعجب خیز بات نہیں تھی۔

ظاہر ہے وہ انتقام سے کیسے باز رہ سکتا تھا لیکن انتقام کے لیے اس نے جو طریقہ اختیار کیا تھا وہ بہت گھٹیا تھا میں نے خود ہی اپنے اس خیال کی ہنسی اڑائی کیا مجرم بھی ایسا انداز اختیار کر سکتے ہیں جو اذیت سے بھرپور ہو ترلوکا نے جو انداز اختیار کیا وہ مجھے اذیت پہنچانے کے لیے ہے اور اس نے اپنی اس کوشش میں کامیابی حاصل کر لی ہے یعنی یقیناً اس نے پورے حالات معلوم کئے ہوں گے اور اسے پتہ چل گیا ہو گا کہ میں نواز اصغر امریکہ میں ایک اچھے انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہا ہوں اور میری زندگی میری محبوب بیوی میں ختم ہو چکی ہے۔

چنانچہ اس وقت اس سے زیادہ قیمتی شے میرے لئے اس روئے زمین پر اور کوئی چیز نہیں تھی اور اس نے اس قیمتی شے کو مجھ سے چھین لیا اگر واقعی یہ ترلوکا کا کام ہے تو پھر زینی کو حاصل کرنا اتنا آسان کام نہیں ہو گا۔ جیسا مسٹر پاؤل سمجھ رہے ہیں — تاہم میں مسٹر پاؤل کو موقعہ دینا چاہتا تھا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ابھی اس سلسلے میں میرے ذہن میں کوئی بات طے بھی نہیں تھی۔

کاشف رات کو پھر آ گیا اور مجھے پرسکون رہنے کی تلقین کرنے لگا۔ اس نے مجھے کچھ کھلایا پلایا بھی اور اس کے مجبور کرنے پر میں نے اس کی بات مان لی۔ چنانچہ چند سینڈوچ کافی کے ساتھ حلق میں اتارنے کے بعد میں کسی حد تک بہتر ہو گیا۔ کاشف نے مجھ سے پوچھا کہ میں نے اس سلسلے میں مزید کوئی کارروائی تو نہیں کی تو میں نے اسے جواب دیا۔ کہ میں کوٹھی سے نکلا ہی نہیں ہوں۔ تب اس نے کہا کہ وہ جوزی سے مل کر آ رہا ہے۔

"ارے ہاں — کیا کیفیت ہے اس کی —؟"

"ہوش میں آ گئی ہے —"

"اوہ ہو کاشف — اگر وہ ہوش میں آ گئی ہے تو میں اس سے ابھی ملنا پسند کروں گا۔"

"نہیں جناب ڈاکٹروں نے اس سے ملنے کی اجازت نہیں دی مجھے انہوں نے بس یہ اطلاع دی ہے کہ وہ ہوش میں آ گئی ہے۔"

"تو پھر مسٹر پاؤل سے گفتگو کرو۔"

"ایس — مسٹر پاؤل کا ٹیلیفون نمبر؟" کاشف نے سوال کیا اور میں نے مسٹر پاؤل کے گھر کا نمبر بتا دیا۔ گھر پر مسٹر پاؤل ہی نہ

مل گئے تھے — کاشف نے ان سے رابطہ قائم کر کے ٹیلیفون کا ریسیور مجھے تھما دیا تھا —

"نواز اصغر بول رہا ہوں —"

"کہئے نواب صاحب —!"

"میری ایک ملازمہ تھی جوزی — جو زخمی حالت میں گھر میں پڑی ہوئی ملی تھی اور اس وقت ہسپتال میں ہے اس کے بارے میں مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ ہوش میں آ گئی ہے کیا میں اس سے ملاقات کر سکتا ہوں —!"

"ابھی تھوڑی دیر قبل میں نے آپ کی اس ملازمہ سے ملاقات کی ہے آپ جو نہیں مسٹر نواز اصغر کہ میں صرف چند الفاظ کہہ کر مطمئن ہو گیا ہوں جو کچھ میں نے کہا ہے اس کے سلسلے میں بھی میں مصروف ہوں —!"

"جوزی سے آپ کی ملاقات ہو گئی؟" میں نے پوچھا —

"جی ہاں —!"

"کچھ بتایا اس نے —؟"

"بہت مختصر —؟"

"مجھے بتائیں گے آپ —!"

"بس اس کا کہنا ہے کہ وہ حملہ آوروں کو دیکھ نہیں سکی — وہ آنکھوں پر نقابیں لگائے ہوئے تھے اور یہ نقابیں اتنی چوڑی تھیں کہ ان کے چہرے نظر نہیں آتے تھے تاہم —!"

"ہاں تاہم — میں نے فوراً سوال کیا —!"

"دیکھئے راجہ نواز اصغر ہمارے آپ کے درمیان جو معاہدہ ہے آپ اسے توڑیں گے نہیں —!"

"نہیں توڑوں گا آپ مجھے بتایئے تاہم کے بعد آپ کیا کہنا چاہتے تھے —؟"

"جوزی کا کہنا ہے کہ وہ سب سر منڈے تھے" مسٹر پاؤل نے جواب دیا۔

"اوہ — اسکن ہیڈ۔" میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں — یہی بتایا ہے جوزی نے لیکن یہ کوئی چال بھی ہو سکتی ہے مسٹر نواز اصغر۔ پچھلے دنوں اسکن ہیڈ کے کچھ واقعات ہوتے رہے ہیں۔ لیکن ممکن ہے کسی نے ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہو آپ جانتے ہیں کہ اس حلیے کو اختیار کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔"

میں نے کوئی جواب دیا۔ پھر میں نے کہا —!

"کیا میں جوزی سے مل سکتا ہوں —؟"

"اگر آپ چاہیں تو ضرور مل سکتے ہیں لیکن بہتر یہ ہو گا کہ آج کی رات آپ اسے اور چھوڑ دیں اور کل صبح ان سے ملاقات کریں۔" مسٹر پاؤل نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے میں رات بھر انتظار کروں گا۔" پھر ان ہی الفاظ کے بعد ہم نے ٹیلیفون کا سلسلہ منقطع کر دیا میرے ذہن میں ایک بار پھر ہلچل پیدا ہونے لگی تھی۔ گنجوں کی کارروائی امریکہ کے مختلف شہروں میں ہوتی رہی تھی اور یہ کارروائی ایشیائیوں کے خلاف تھی۔ لیکن یہ بات بین الاقوامی طور پر زیر عمل تھی — اس کی ابتدا لندن سے ہوئی تھی۔

لندن کے بہت سے بازاروں میں گھٹے سر والوں نے کافی شرمناک کارروائیاں کی تھیں پھر انہی میں سے کچھ افراد امریکہ پہنچ گئے۔ اور وہاں شاید ایشیائیوں کے خلاف نفرت پھیلانے کا کام کرنے لگے۔ چنانچہ امریکیوں میں بھی اب گنجے سر والے پیدا ہو گئے تھے — اور ان گنجے سر والوں نے بہت سے ایشیائیوں کو نقصان پہنچایا تھا۔ حالانکہ پولیس نے ان کی روک تھام کے لیے خاص جدوجہد کی تھی۔ لیکن کہیں نہ کہیں کبھی نہ کبھی کوئی واقعہ ہو ہی جاتا تھا۔ اگر یہ گنجے سر والوں کا کارنامہ ہے تو اس کا مقصد ہے کہ ترلوکا کی طرف سے کوئی کارروائی نہیں ہوئی ہے بلکہ یہ ایشیائیوں کے خلاف اقدامات کے سلسلے کی کوئی کڑی ہے لیکن اگر جوزی کا کہنا درست ہے تو پھر ان تمام گنجے سر والوں کو دیکھنا پڑے گا لیکن سوال دل میں پیدا ہوتا تھا کہ مسٹر پاؤل نے میرے ہاتھوں پیروں میں زنجیر پہنا دی تھیں۔ وہ سوچ رہے ہوں گے نواز اصغر کو جاگنے سے روکنا چاہتے تھے۔ میں ان کی ذہنی کیفیت سمجھتا تھا۔ آخر ترلوکا کو گرفتار کرانے والا کوئی معمولی شخص تو نہیں ہو گا۔ اور پھر میں نے انہیں تمام تفصیلات بتا دی تھیں۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ میں نے ان کے گروہ میں شامل ہو کر اس کی قلع قمع کرنے کی کارروائی کی ہے —

چنانچہ مسٹر پاؤل کو یہ اندازہ بھی ہو گا کہ ترلوکا کے خطرناک گروہ میں شامل کوئی معمولی شخص نہیں ہو گا۔ ممکن ہے میرے بارے میں چھان بین کرنے کے دوران انہیں علم ہو گیا ہو کہ میں کیسی زندگی گزار چکا ہوں اس لئے وہ میری طرف سے خوفزدہ ہوں اور امریکہ میں ایک اور مجرم کو پیدا ہونے سے روکنا چاہتے ہوں

رات گزری صبح کو ناشتہ کیا اب میری حالت کسی قدر پرسکون تھی۔ وقت کے مرہم نے میرے گہرے گھاؤ پر ایک جھلی سی تان دی تھی۔ لیکن یہ جھلی بہت باریک تھی اور کسی بھی لمحہ ذرا سی ٹھیس سے ٹوٹ سکتی تھی۔ اور میں پھر منتشر ہو سکتا تھا۔ لیکن یہ کام

میں نے صرف اپنے زخم سے رستے والے خون کو روکنے کے لئے کیا تھا۔ البتہ جوزی کے معاملے کو میں کسی طور فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ کاشف جا چکا تھا۔ میں نے اپنی کار نکالی اور چل پڑا۔ میں نے پولیس ہسپتال کا رخ کیا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد میں پولیس ہسپتال پہنچ گیا۔ جوزی کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ وہ روم نمبر سترہ میں ہے اور میں اس کی طرف بڑھ گیا۔ روم نمبر سترہ کے دروازے سے ایک نرس باہر نکل رہی تھی۔ اس کے چہرے پر دہشت کے آثار تھے وہ اتنے تیز قدموں سے آگے بڑھی اور ڈاکٹرز روم میں داخل ہو گئی کہ میں اسے روک بھی نہ سکا۔

ایک لمحے کے لئے میں ٹھٹھک کر رہ گیا تھا پھر میں کمرے کا دروازہ کھول کر اندر پہنچ گیا۔ نرس کے چہرے پر جو دہشت طاری تھی اس سے میرے ذہن کو ایک عجیب سا احساس ہوا تھا اور اندر پہنچ کر اس احساس کی تصدیق ہو گئی۔ جوزی کا منہ کھلا ہوا تھا زبان باہر نکل آئی تھی اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔ ایک ہی نگاہ میں دیکھنے سے اندازہ ہو جاتا تھا کہ اسے ہلاک کر دیا گیا ہے میرے ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ گئیں گویا جوزی کو کوئی بھی بیان دینے سے پہلے قتل کر دیا گیا ہے۔ ابھی میں کچھ اندازہ ہی لگا رہا تھا کہ دو ڈاکٹر اور تین نرسیں دوڑتے ہوئے آئے اور کمرے میں گھس آئے ان کے ساتھ ہی وہ نرس بھی موجود تھی جو ابھی ابھی جوزی کے کمرے سے نکل کر گئی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ سب ٹھٹھک گئے نرسیں کچھ اس طرح خوفزدہ ہو گئیں۔ جیسے مجھے ہی قاتل سمجھ رہی ہوں اور انہیں احساس ہو جیسے میں ہی نے جوزی کو قتل کیا ہے۔

ڈاکٹر دولت نے ایک لمحے کے لئے ٹھٹھک کر مجھے دیکھا اور پھر جوزی کی لاش کے قریب پہنچ کر اس کا معائنہ کرنے لگے ان میں سے ایک ڈاکٹر نے جوزی کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ انگلی سے اس کی آنکھوں کے پپوٹے اٹھا کر دیکھے اور پھر ٹھنڈی سانس لے کر گردن ہلا دی اور دوسرا ڈاکٹر کڑی نگاہوں سے مجھے گھور رہا تھا اور اس نے ترش لہجے میں سوال کیا۔

"میں آپ کی یہاں موجودگی کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟"

"ڈاکٹر میرا نام راجہ نواز اصغر ہے۔"

"افسوس۔ میرا آپ سے تعارف نہیں ہے۔" اس نے بدستور تند لہجے میں کہا۔

"مس جوزی میری ملازمہ تھی۔" میں نے اس کی ترش روئی کے باوجود مدھم لہجے میں کہا اور ڈاکٹر نے چونک کر گردن ہلائی۔

"اوہ اچھا اچھا۔ مجھے افسوس ہے کہ مجھے آپ کا نام بتایا گیا تھا لیکن آپ دیکھ رہے ہیں کہ مس جوزی کو قتل کر دیا گیا ہے انہیں غالباً گلا گھونٹ کر ہلاک کیا گیا ہے" ڈاکٹر نے کہا۔

"ہاں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں پولیس وغیرہ کا انتظام نہیں تھا؟"

"اس کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی تھی بھلا ایک ایسی مریضہ کو کیا خطرہ ہو سکتا تھا جو زخمی ہونے کی وجہ سے ہوش میں بھی نہ آئی ہو" ڈاکٹر نے کہا۔

"تب پھر جلدی کریں آپ پولیس کو اطلاع دیجیے۔"

"ضرور ضرور۔ ویسے کیا میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ آپ یہاں کب سے موجود ہیں؟"

"یہ سوال آپ سے بہتر ہے اس نرس سے پوچھئے۔" میں نے نرس کی طرف اشارہ کر کے کہا اور نرس گلا صاف کرنے لگی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"جس وقت میں کمرے سے باہر نکل کر آپ کو اطلاع دینے کے لئے جا رہی تھی تو میں نے راجہ صاحب کو دیکھا تھا یہ غالباً مجھ سے اس عورت کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتے تھے لیکن میں اس بری طرح بوکھلائی ہوئی تھی کہ انہیں کوئی جواب دیئے بغیر آپ کے پاس پہنچ گئی تھی۔"

"اس کا مقصد ہے کہ جس وقت مسٹر نواز اصغر تشریف لائے جوزی کا قتل ہو چکا تھا۔"

"جی ہاں۔"

"آپ کا کیا خیال تھا ڈاکٹر میں نے آکر جوزی کو قتل کیا ہے۔؟"

"نہیں نہیں۔ معذرت خواہ ہوں لیکن آپ بھی دیکھیے کہ ہمارے لئے کتنی بڑی مشکل کھڑی ہو گئی ہے۔ ہسپتال میں کسی عورت کو قتل کر دیا گیا ہے اس کی ذمہ داری تو ہم پر بھی عائد ہوتی ہے۔ یہاں تم جاؤ پولیس کو ٹیلی فون کر دو۔" اس نے دوسرے ڈاکٹر سے کہا اور دوسرا ڈاکٹر کمرے سے باہر نکل گیا۔ پہلا ڈاکٹر دو تین بار پریشان نگاہوں سے جوزی کو دیکھنے کے بعد میری طرف متوجہ ہو گیا۔

"ویسے راجہ نواز اصغر صاحب مس جوزی کتنے عرصے سے آپ کے ہاں ملازم تھی۔؟"

"کافی عرصہ ہو گیا تقریباً ایک سال۔" میں نے جواب دیا۔

"آپ کے خیال میں مس جوزی کا قاتل کون ہو سکتا ہے۔؟"

"ڈاکٹر براہ کرم آپ پولیس کا کام اپنے شانوں پر نہ ڈالیں پولیس کو آ جانے دیجیے۔" میں نے کہا اور ڈاکٹر نے گردن ہلا دی نرسوں نے جوزی کا چہرہ ڈھک دیا تھا اور اس کے ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیئے تھے تھوڑی دیر کے بعد پولیس پہنچ گئی یہ پولیس آفیسر غالباً اس ہسپتال کے علاقے کا تھا اس لئے مجھے نہیں پہچانتا تھا اس نے ہم لوگوں سے سوالات شروع کر دیئے اور میں نے اس سے نرم لہجے میں کہا۔

"بہتر ہے کہ اس سلسلے میں انسپکٹر جوزف یا مسٹر پاؤل کو اطلاع دی جائے۔"

"آپ مسٹر پاؤل کو کیسے جانتے ہیں۔؟"

"انسپکٹر میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہی کرو فضول باتیں کر کے میرا دماغ مت خراب کرو" میں نے سخت لہجے میں کہا اور انسپکٹر مجھے گھور کر دیکھنے لگا پھر اس نے اپنے ایک ماتحت کو اشارہ کیا اور ماتحت باہر نکل گیا میں یہاں سے جا نہیں سکتا تھا اور جانا چاہیے بھی نہیں تھا لیکن جوزی کو ہلاک کرنے کا مطلب سمجھ گیا تھا کہ وہ کچھ اور بھی بتا سکتی تھی اور یہ غلطی پولیس کی تھی کہ اسے مکمل طور پر یہاں تنہا بغیر پہرے چھوڑ دیا گیا اور اس کی حفاظت کے لیے پہرہ بھی نہیں لگایا گیا میری توقع کے خلاف نہ صرف جوزف بلکہ مسٹر پاؤل بھی ہسپتال پہنچ گئے تھے ہسپتال کے اس علاقے میں خاصی سنسنی پھیل گئی تھی لوگ اطراف میں جمع ہو گئے تھے پتہ چل گیا تھا کہ اس کمرے میں کوئی قتل ہو گیا ہے مسٹر پاؤل نے مجھے دیکھتے ہوئے سلام کیا اور مصافحہ کر کے ایک طرف کھڑے ہو گئے جوزف نے جوزی کی لاش کو کھول کر دیکھا اور ایک گہری سانس لے کر پاؤل کی طرف دیکھنے لگا۔

"گردن دبا کر ہلاک کیا گیا ہے۔؟"

"یہ انکشاف بہت پہلے ہو چکا ہے۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"آپ۔ آپ جوزی سے کوئی بات چیت کر سکے۔؟"

"جی نہیں۔ میں اس سے معلومات کرنے کے لئے ہی آیا تھا لیکن یہاں اس کی لاش سے ہی ملاقات ہوئی پولیس کا خاصا معقول انتظام کیا تھا آپ نے مسٹر پاؤل۔"

"اس کے لئے پہرہ لگانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی تھی" پاؤل نے جواب دیا۔

"جی ہاں۔ اس پر پہرہ لگانے کی کیا ضرورت تھی قاتلوں کو تکلیف ہوتی۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"راجہ صاحب آپ براہ کرم پولیس کے معاملات میں مداخلت نہ کریں۔" جوزف سے میری طنزیہ گفتگو برداشت نہ ہو سکی تھی۔

"ٹھیک ہے میں پولیس کے معاملات میں مداخلت نہیں کر رہا لیکن پولیس کی کارکردگی پر تبصرہ ضرور کر سکتا ہوں۔ جوزی پر پہرہ لگانا چاہیے تھا کیونکہ وہ صحیح طور پر ہوش میں آنے کے بعد مجرم اور ان کی نشاندہی کرنے میں سب سے زیادہ معاون ثابت ہو سکتی تھی۔" میں نے کہا جوزف نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ پاؤل نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"جوزف خود کو کنٹرول کرو۔" مسٹر پاؤل نے کہا اور انسپکٹر جوزف نے خود کو سنبھال لیا۔

"ٹھیک ہے مسٹر پاؤل۔ جوزی کے سلسلے میں کچھ معلوم ہونے کی یہ امید بھی ختم ہو گئی۔ اب مجھے اجازت دیجیے۔"

مسٹر پاؤل میرے ساتھ آ گئے تھے۔ انہوں نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "جب کوئی مجرمانہ کارروائی ہوتی ہے تو مجرم پولیس پلان بناتے ہیں ان کی تمام کارروائیاں سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہوتی ہیں جبکہ پولیس ناواقف ہوتی ہے۔ حالات کے ظہور سے وہ جرم کے عمل ہو جانے کا پتہ چلاتی ہے۔ تب کہیں جا کر اس کا کام بنتا ہے۔ جو کچھ ہوا ہے افسوسناک ہے۔ لیکن کیا ہم اس کے لئے پہلے سے تیار تھے۔؟"

"ظاہر ہے۔"

"بہر وقت تو گئے مسٹر اصغر۔ جو کچھ ہونا ہے ہونے دیں۔ بہت جلد ہم اس پوزیشن میں آ جائیں گے کہ مجرموں کے خلاف پوری طرح عمل کر سکیں۔"

"ٹھیک ہے مسٹر پاؤل میں انتظار کروں گا۔" میں نے جواب دیا اور ہسپتال سے باہر نکل آیا میرا ذہن بری طرح الجھا ہوا تھا مجھے بھی چاہیے تھا ذہن کے علاوہ میرا دماغ بھی لیکن تھا ہسپتال سے نکلنے کے بعد یہ فیصلہ نہیں کر پایا کہ کہاں جاؤں بس یونہی گاڑی سڑک پر دوڑاتا رہا ایک علاقے سے گزرتے ہوئے اچانک مجھے احساس ہوا کہ نیلے رنگ کی ایک شیورلیٹ بہت دیر سے تعاقب کر رہی ہے آئینے میں نظر آ رہی ہے۔ ذہن ایکدم سے چونک پڑا اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ کچھ عرصے سے زندگی کے وہ ہنگامے چھوڑ چکا تھا جن کے تحت ان باتوں کا چیتے کی طرح خیال رہتا تھا لیکن ایک بار پھر حالات مجھے اس لائن پر لے آئے تھے تو مجھے چاہیے تھا کہ میں خود کو پوری طرح ہوشیار رکھوں۔"

نیلی کار پر میں نے نگاہ جما دی سامنے کی جانب بھی دیکھ رہا تھا اور اس کار پر بھی غور کر رہا تھا اس بات کا یقین کرنے کے لئے کہ یہ صرف میرا وہم تو نہیں ہے میں نے کار کو ذرا تیز کر دیا اور ایک سنسان سڑک پر نکل آیا اس سنسان سڑک پر زیادہ ٹریفک نہیں تھا چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد مجھے اندازہ ہو گیا کہ نیلی کار میرا تعاقب کر رہی ہے اس کا مقصد ہے کہ تعاقب کرنے والے انہی لوگوں سے متعلق ہوں گے جنہوں نے جوزی کو اغوا کیا ہے اور جو اب میرے معمولات کے بارے میں واقف رہنا چاہتے ہیں۔"

"ذرا دلچسپ بات تھی اگر ایسا کوئی شخص میرے ہاتھ لگ جائے تو پھر میں اس راجہ نواز اصغر کو دوبارہ آواز دوں جس نے اپنے دشمنوں کو ہمیشہ نیچا دیکھنے پر مجبور کیا ہے۔ ایک چوراہے

گھومنے کے بعد میں ایک ان چوک پر آگیا اور پھر یہاں سے میں نے
ایک جنرل اسٹور کے سامنے کار روک لی کار سے اتر کر میں جنرل اسٹور
میں داخل ہوگیا اور بلا وجہ چند چیزیں خریدنے لگا میرا مقصد یہی تھا
کہ ان لوگوں کا جائزہ لوں، نیلے رنگ کی شیورلیٹ میری کار سے
تھوڑے فاصلے پر رک گئی تھی اور اس میں جو کوئی بھی موجود تھا انہیں
دیکھ کر میں نے ایک گہری سانس لی وہ گھٹے ہوئے سر والے وہی آدمی
تھے جیسا کہ میرے پڑوسیوں سے پولیس کو معلوم ہوا کہ میری کوٹھی
میں ہنگامہ کرنے والے اسکن ہیڈ تھے اور اب میرا تعاقب بھی یہ لوگ
کر رہے تھے چنانچہ ان کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا ضروری تھا میں چند
لمحات سوچتا رہا اور پھر میرے ذہن نے ایک منصوبہ بنا لیا۔

اسٹور سے سامان خرید کر میں چل پڑا اور پھر اپنی کار میں آ
بیٹھا۔ تقریباً بیس منٹ کے بعد میری کار زینتی کار چیس کے سامنے
رکی تھی زینتی کارپٹ کے سامنے رکنے کے بعد میں نے اندازہ لگایا
کہ وہ لوگ اب بھی یہاں موجود ہیں یا نہیں میں نے دیکھا کہ شیورلیٹ
اطمینان سے ایک جگہ پارک ہو گئی تھی گویا وہ مستقل میرا تعاقب کرنے
کا ارادہ رکھتے تھے میں فرم میں داخل ہوگیا کاشف وہاں موجود تھا
مجھے دیکھ کر اس نے گردن ہلائی اور میرے پاس پہنچ گیا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے کاشف، میں ذرا تمہاری کار کا استعمال
کروں گا۔"

"فرزند جناب آپ کی کار خراب ہوگئی ہے کیا۔؟"

"نہیں دوسرا مسئلہ ہے بتاؤں گا تمہیں۔" میں نے کہا، کاشف
نے اپنی کار کی چابیاں میرے حوالے کر دیں۔ تھوڑی دیر تک میں
انتظار کرتا رہا اور اس کے بعد کاشف کی کار کی چابیاں لے کر پیچھے
اتر آیا میں نے پارکنگ کے عقبی حصے میں کھڑی ہوئی کاشف کی کار
نکالی اور عمارت کے پچھلے حصے سے گزر کر ایک لمبا چکر کاٹ کر اس
سڑک پر آ گیا جو زینتی کار چیس کے سامنے والی سمت کی سڑک تھی وہاں
میں نے ان مشکوک کار کو بدستور کھڑے ہوئے دیکھا اور اپنی کار اس سے
کچھ فاصلے پر روک دی۔ تقریباً ایک گھنٹے تک میں نے وہاں انتظار
کیا اس کے بعد ایک سرخ رنگ کی کار میں نے وہاں آکر رکتے دیکھی
دونوں گنجے اس دوسری کار کو دیکھ کر نیچے اتر آئے تھے کار میں شاید کوئی
لڑکی بیٹھی ہوئی تھی دور سے میں اس کی شکل نہیں دیکھ سکتا تھا۔
لیکن میں نے اس کے لباس سے اندازہ لگا لیا کہ وہ کوئی نوجوان لڑکی
ہے۔ فاصلہ میں نے اتنا رکھا تھا کہ میں اس کے خدوخال نہیں دیکھ
پا رہا تھا۔ بہرطور لڑکی گنجوں سے باتیں کرنے لگی۔ اور تھوڑی دیر
کے بعد وہ زینتی کار چیس میں داخل ہوگئی۔

میں دلچسپی سے یہ تمام کارروائی دیکھ رہا تھا۔ لڑکی تقریباً
بیس منٹ کے بعد وہاں سے برآمد ہوئی اور ادھر ادھر دیکھتی ہوئی
نیلی شیورلیٹ کے پاس پہنچ گئی۔ اس نے گنجوں سے کچھ کہا اور
وہ بری طرح بدحواس ہو گئے۔ پھر لڑکی تو اپنی کار میں بیٹھ کر چل
پڑی اور گنجوں نے اپنی کا اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی اب میری
کار ان کے تعاقب میں تھی۔

میں اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ وہ کہاں اور کس جگہ جاتے ہیں۔
تھوڑی دیر کے بعد میں نے انہیں ہوٹل پام گروو میں داخل ہوتے
دیکھا میں خود بھی پھرتی سے اتر کر ان کا تعاقب کرنے لگا تھا۔
پام گروو کے دوسری منزل کے کمرہ نمبر ستائیس میں وہ دونوں
داخل ہوئے۔ مجھے انہیں نگاہ میں رکھنے میں کوئی دقت نہیں
پیش آئی تھی۔

تھوڑی دیر تک میں انتظار کرتا رہا اور پھر کمرہ نمبر ستائیس
کے سامنے پہنچ گیا۔ دروازہ اندر سے بند تھا، میں نے دروازے
پر ہلکی سی دستک دی اور دروازہ کھل گیا۔ کھولنے والا انہیں میں
سے ایک تھا۔ لیکن میری شکل دیکھتے ہی وہ بدحواس ہو گیا۔
اس نے پھرتی سے دروازہ بند کرنے کی کوشش کی لیکن میں نے
اپنا بوٹ دروازے میں پھنسا دیا تھا اور پھر میں نے زور لگایا تو
وہ پیچھے ہٹ گیا اور دروازہ بھرپور آواز کے ساتھ کھل گیا۔ اس
دھینگا مشتی کی آواز نے دوسرے گنجے کو بھی میری طرف متوجہ
کر دیا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ میں اب دروازے
سے تھوڑے فاصلے پر کھڑا ان دونوں کو گھور رہا تھا اور ان دونوں
کے چہروں پر بدحواسی کے آثار نظر آرہے تھے۔ درمیانی جسامت
کے لوگ تھے۔ سر گھٹے ہوئے تھے لیکن خطرناک نہیں نظر آتے
تھے میں ان کے سامنے کھڑا ہونٹ بھینچے انہیں گھور رہا تھا پھر
میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"اب تمام صورتحال اگل دو ورنہ تمہارے دانت تمہارے
منہ میں شاذ رہ سکیں گے۔"

"کک ۔۔ کیا بکواس ہے کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو؟"
ان میں سے ایک نے سراسیمہ لہجے میں کہا۔

"دیکھو میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے میں صرف یہ معلوم
کرنا چاہتا ہوں کہ زینی کہاں ہے؟"

"زینی؟"

"ہاں ۔۔ میری بیوی۔"

"شاید تم شراب پی کر یہاں آگئے ہو شرافت سے جاتے

ہو یا میں کسی کو بلاؤں۔" ان میں سے ایک نے سنبھل کر کہا۔

"گویا تم شرافت سے میرے سوال کا جواب نہیں دو گے۔"
میں نے ہاتھوں کی آستینیں چڑھاتے ہوئے کہا اور وہ دونوں مستعد
ہو گئے، ان کی تیز نگاہیں مجھ پر گڑی ہوئی تھیں۔

"تم یہاں سے فوراً نکل جاؤ۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"اس طرح نہیں میرے دوستو، اس طرح نہیں۔"

"پھر کس طرح؟"

"مجھے میرے سوالات کا جواب دو۔"

"تم جانتے ہو اس طرح کسی کے کمرے میں گھس آنا جرم ہے۔"

"ہاں میں جانتا ہوں۔"

"اس کے باوجود۔"

"ہاں اس کے باوجود۔"

"ہم تمہیں پولیس کے حوالے کر دیں گے۔"

"کیا واقعی؟"

"ہاں۔ ہم شریف لوگ ہیں۔ ہم آرام کر رہے تھے کہ تم ہو کر
نے کمرے کا دروازہ کھلوا کر یہاں آگئے اور اب ہمیں دھمکیاں
دے رہے ہو۔" ان میں سے ایک نے کہا اور میں مسکرانے لگا۔

چند لمحات وہ اس طرح میرے سامنے کھڑے رہے اور
پھر جیسے سنبھل گئے۔ انہیں احساس ہو گیا تھا کہ ان کی پوزیشن
خراب نہیں ہے چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا۔

"تم شرافت سے یہاں سے جاتے ہو یا ہم تمہارے
خلاف کوئی کارروائی کریں۔"

"کارروائی تو اب میں شروع کرتا ہوں، مجھے میری
بات کا جواب دو، تم میرا تعاقب کیوں کر رہے تھے؟"

"دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا۔ ہم اپنے ہوٹل کے کمرے
میں آرام کر رہے ہیں اور تم کہتے ہو کہ ہم تمہارا تعاقب کر رہے تھے۔"

میرے صبر کا پیمانہ اب لبریز ہو چکا تھا۔ چنانچہ میں
آگے بڑھا اور پھر میں نے ان میں سے ایک کا گریبان پکڑ
لیا۔ دوسرے نے عقب سے آکر مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش
کی تھی۔ لیکن میں دوسرا تھا وہ نیچے بیٹھ گیا اور اس کا زوردار گھونسہ
سامنے والے کے منہ پر پڑا۔ میں نے فوراً ہی نیچے جھک کر سامنے
والے کی ٹانگیں پکڑ لی تھیں۔ اور پھر جب میں نے اس کی دونوں
ٹانگیں کھینچیں تو وہ نیچے گر پڑا۔ پیچھے والا میری گردن پر سوار ہونے
کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن میں نے ہلکا سا جھٹکا کر اسے الٹ دیا۔
اور وہ بھی اپنے ساتھی پر جا گرا۔ دونوں کے حلق سے وحشت ناک

چیخیں نکلی تھیں۔ میں نے دونوں کے گریبان پکڑ کر انہیں اٹھایا
اور پھر پوری قوت سے انہیں آپس میں ٹکرا دیا۔ تین دفعوں میں
وہ بہت زیادہ نہیں تھے۔ ویسے بھی لڑائی بھڑائی کے آدمی
نہیں معلوم ہوتے تھے۔ بدن نازک نازک سے تھے۔ سر گنجا
کرانے سے شکلیں تو خراب ہو گئی تھیں لیکن جسموں میں زیادہ
توانائی نہیں تھی، میرے گھونسوں نے انہیں نڈھال کر دیا۔ وہ
بری طرح چیخ رہے تھے۔ اور ان کی اس چیخ و پکار سے مجھے
نقصان پہنچا۔

باہر سے دستک کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ایک
لمحے کے لیے میں بوکھلا گیا۔ اس طرح ان لوگوں کی پٹائی کرنے کا
کوئی جواز میرے پاس نہیں تھا۔ چنانچہ اب ذرا پریشانی کی بات
تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں دروازہ
کھول دوں، کیونکہ باہر زیادہ بھیڑ بھاڑ جمع ہو سکتی تھی۔

میں پریشان سا دروازے کی جانب دیکھ رہا تھا، وہ
دونوں اس طرح لیٹ گئے تھے جیسے بے ہوش ہو گئے ہوں۔
واقعی صورتحال بہت خراب ہو گئی تھی۔ پھر دروازے پر زوردار
ٹھوکریں پڑنے لگیں۔ اور میں نے یقین کر لیا کہ اب وہ دروازہ
توڑ دیں گے۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ اب
کوئی ایسی کارروائی کروں جس سے اپنی جان بچا سکوں، اس
وقت ان لوگوں کے چنگل سے نکلنا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔

بہرطور میں دروازے کے قریب پہنچا، میں نے دروازہ
کے پاس رک کر ایک رومال اپنی جیب سے نکالا اور اسے اپنے
چہرے پر لگا لیا، اور دوسرا ہاتھ میں نے جیب میں ڈال لیا تھا
پھر میں نے پھرتی سے دروازہ کھول دیا۔

باہر صرف تین یا چار آدمی تھے، ابھی تک زیادہ لوگ
جمع نہیں ہو سکے تھے۔ میں نے کوٹ ان کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"میری جیب میں ریوالور ہے، تم لوگ اگر کسی نے آگے بڑھنے
کی کوشش کی تو وہ اپنی زندگی کھو بیٹھے گا۔"

میرے لہجے کی غراہٹ نے انہیں چونکنے پر مجبور کر
دیا۔ انہوں نے میرے کوٹ کی جیب میں ابھرے ہوئے ہاتھ
کو دیکھا اور اس بات کا یقین کر لیا کہ میری جیب میں پستول
موجود ہے۔ چنانچہ وہ سب پیچھے ہٹ گئے۔ دوسرے لمحے
میں راہداری میں دوڑتا ہوا سیڑھیوں کے نزدیک پہنچ گیا اور
جیسے پھر انہیں ہوش آ گیا اور وہ بری طرح چیخنے لگے۔

"پکڑو، پکڑو۔ دوڑو، پکڑو۔" لیکن مجھے بس چند لمحات کی پھرتی

دروازہ تھی۔ میں تقریباً چار یا پانچ سیڑھیاں پھلانگتا ہوا پچھلی راہداری میں آ گیا اور پھر وہاں سے ایک سمت گھوم کر اس چھوٹے زینے کے پاس پہنچ گیا، جو ذیلی زینہ کہا جا سکتا تھا۔ یہاں پہنچ کر میں نے جلدی سے چہرے سے رومال ہٹا دیا اور اپنے آپ کو پرسکون بنانے کی کوشش کرکے نیچے اترتا چلا گیا۔ وہ سب بڑے زینے کی جانب بھاگ رہے تھے۔ اس طرح مجھے آسانی ہو گئی اور میں نیچے پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔

نیچے پہنچنے کے بعد میں ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھنے لگا۔ میں نے اپنا کوٹ الٹ کر پہن لیا تھا، یہ حسن اتفاق تھا کہ اس وقت جو کوٹ میں پہنے ہوئے تھا وہ ڈبل سائیڈ کوٹ تھا، یعنی اسے الٹ کر بھی پہنا جا سکتا تھا۔ اس طرح کوٹ الٹ کر پہن لینے سے میری وقتی الجھن دور ہو گئی۔ سو دوڑنے والے دوسری سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے کی منزل تک پہنچ گئے۔ اور پھر دوسرے لوگوں کو اوپر کے ہنگامے کے بارے میں بتانے لگے۔ کسی کی توجہ میری جانب نہیں گئی تھی۔ میں بھی معلومات کرنے والے لوگوں کی بھیڑ میں شامل ہو گیا۔ چونکہ وہ لوگ میرا چہرہ نہیں دیکھ سکے تھے اور پھر میرے لباس میں بھی تبدیلی ہو گئی تھی، اس لیے وقتی طور پر میری جان بچ گئی اور وہ ادھر ادھر بھاگ دوڑ کرنے لگے۔

ہوٹل کے منیجر کو بھی اس ہنگامے کی اطلاع مل گئی۔ میں یہ معلوم کرکے یہاں سے جانا چاہتا تھا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ لیکن مجھے یہ بھی خطرہ تھا کہ اگر انہوں نے ہوٹل میں آ کر یا اس پوزیشن میں مجھے دیکھ لیا تو وہ مجھے فوراً پہچان لیں گے۔ چنانچہ میں زیادہ دیر وہاں نہ رکا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا باہر آ گیا۔

باہر آ کر میں نے اپنی کار اسٹارٹ کی اور وہاں سے چل پڑا۔ میں ان کم بختوں کے بارے میں اور کچھ معلوم نہیں کر سکا تھا لیکن ان کی شکلیں میرے ذہن میں تھیں اور اس کے ساتھ ہی میں نے اس کار کا نمبر بھی ذہن نشین کر لیا تھا جو اب بھی نیچے کھڑی ہوئی تھی۔ کم از کم اس کار سے مجھے ان لوگوں کے بارے میں پتا چل سکتا ہے۔

میں کار اسٹارٹ کرکے واپس چل پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد دوبارہ کاروباری دفتر پہنچ گیا۔ میرے حلیے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی سوائے اس کے کہ میں نے کوٹ الٹ کر پہنا ہوا تھا۔ میں اپنے دفتر میں بیٹھ گیا۔

کاشف بغور میری شکل دیکھ رہا تھا لیکن ظاہر ہے وہ کوئی اندازہ نہیں لگا سکا تھا، شام کو میں اپنے گھر پہنچ گیا۔ گھر میں داخل ہوتے ہوئے وحشت ہو رہی تھی، زیبی کا خیال ذہن پر مسلط ہو جاتا تھا، ایک ایک گوشے سے اس کی آواز آتی تھی اور میرا دل تڑپ تڑپ کر رہ جاتا تھا۔ اس وقت میں نے جذباتی کوشش کی تھی ان کمینوں پر فوراً ہی حملہ آور نہیں ہونا چاہیے تھا بلکہ ان کو نگاہ میں رکھنے کے بعد کسی ایسی جگہ ان سے معلومات حاصل کرنی چاہیے تھیں، جہاں یہ پوزیشن نہ ہوتی۔ اب تک جو یہ سب کچھ ہوا تھا، بلاوجہ ہوا تھا اور اس سے کوئی نتیجہ نہیں نکلا تھا۔ میں نے اپنے آپ کو سمجھایا، جذباتی کوششیں میرے لیے نقصان دہ ہو سکتی ہیں۔ وقت گزرتا رہا، رات ہو گئی، اس وقت تقریباً آٹھ یا ساڑھے آٹھ بجے ہوں گے۔ باہر سے بیل بجی اور میں چونک پڑا۔ میں نے دروازہ کھول دیا تھا۔ انسپکٹر جوزف چند پولیس افسران کے ساتھ میرے سامنے کھڑا تھا۔ اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے پھر اس نے کہا۔

"میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں مسٹر نواز اصغر۔"

"جی فرمائیے۔"

"دراصل آپ کے خلاف ایک رپورٹ لکھوائی گئی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ہنری اور جیکسن کو آپ نے شدید زخمی کرکے ہلاک کر دیا ہے۔"

"میں نے... میں نے۔" میں نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔

"جی ہاں مجھے یہی تفصیل بتائی گئی ہے۔"

"آپ جانتے ہیں کیا کہہ رہے ہیں انسپکٹر جوزف؟"

"راجہ صاحب مجھے افسوس ہے جس چیز کے لیے آپ کو منع کیا گیا تھا، آپ نے وہی کیا۔" جوزف نے کہا۔

"میں آپ کی ایک بات بھی نہیں سمجھا۔"

"مسٹر ہنری اور مسٹر جیکسن ایک ٹریڈنگ نامی فرم میں ملازمت کرتے ہیں، ان کا مستقل قیام ایک ہوٹل میں ہے۔ ہوٹل میں رہنے والوں کا بیان ہے کہ انہوں نے اچانک اس کمرے سے چیخیں سنیں، جس میں وہ دونوں رہتے تھے۔ اندر کچھ ہنگامہ ہو رہا تھا۔

انہوں نے دروازہ بجایا اور چند لمحات کے بعد اندر سے ایک شخص نکلا جس کے چہرے پر رومال بندھا ہوا تھا۔ وہ انہیں ہلاک کرنے کی دھمکی دے کر یہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ پولیس کو اس سلسلے میں اطلاع دی گئی اور پولیس وہاں پہنچ گئی۔ پولیس کو کمرے میں ہنری اور جیکسن کی لاشیں ملیں۔"

"لاشیں۔" میرا حلق خشک ہو گیا۔

"جی ہاں۔ لاشیں۔ انہیں چھرے مارا گیا اور پھر گردن دبا کر ہلاک کر دیا گیا تھا۔"

"اوہ۔۔۔" میرے حلق سے گہری سی اف نکل گئی۔ ایک لمحہ کے لیے میری آنکھوں میں تاریکی چھا گئی تھی۔ لیکن پھر میں نے خود کو سنبھال لیا۔ "اور یہ کیسے معلوم ہوا انسپکٹر کہ میں ان کا قاتل ہوں۔"

"یہ بٹن۔" انسپکٹر جوزف نے جیب سے آستین کا ایک بٹن نکال کر مجھے دکھایا۔ جو میرے کوٹ کی آستین کا ہی تھا۔ "یہ بٹن ان میں سے ایک کی مٹھی میں سے ملا ہے۔ دوسرا اہم ثبوت یہ کارڈ۔" اس نے جیب سے میرا کارڈ نکال کر دکھایا۔ "یہ کارڈ بھی وہاں پڑا ملا ہے۔"

"آپ کا خیال ہے کہ میں انہیں قتل کرکے یہ کارڈ وہاں ڈال آیا۔" میں نے طنزیہ کہا۔

"ڈالا نہیں مسٹر اصغر بلکہ یہ کارڈ وہاں گر گیا۔" انسپکٹر جوزف نے کہا۔

"گردن پر آپ نے انگلیوں کے نشانات ضرور تلاش کیے ہوں گے۔" میں نے پوچھا۔

"دونوں کا پوسٹ مارٹم ہو گیا ہے۔ گردن پر کوئی نشان نہیں ملا۔ غالباً رومال استعمال کیا گیا تھا یا پھر دستانے۔"

"کیا یہ ممکن ہے مسٹر جوزف کہ اس ہنگامی حالت میں کسی کو قتل کرتے ہوئے ان باتوں کا خیال رکھا جائے۔"

"یہ سوال پولیس کے وکیل سے کر سکتے ہیں آپ۔"

"اب آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"آپ کی گرفتاری۔"

"ضابطے کی کارروائی کرکے آئے ہیں آپ؟"

"جی ہاں، یہ تلاشی کا وارنٹ ہے اور یہ آپ کی گرفتاری کا۔" جوزف نے کچھ کاغذات نکال کر میرے سامنے کر دیے۔ اور پھر پستول نکال کر بولا۔

"مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے ہاتھ میں ہتھکڑی لگا دوں۔" میں نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ مجھے ہتھکڑی لگانے کے بعد جوزف نے کمرے کی تلاشی لی اور وہ کوٹ تلاش کر لیا جو میں صبح پہنے ہوئے تھا۔ کوٹ کی آستین کا بٹن موجود نہیں تھا۔ کوٹ برآمد ہونے کے بعد مزید کسی تلاشی کی ضرورت نہیں سمجھی گئی تھی۔ میں جوزف کے ساتھ باہر نکل کر پولیس کی کار میں آ بیٹھا۔ دماغ مفلوج ہو رہا تھا۔ کوئی فیصلہ کر رہا تھا، میری کہانی درست تھی سوائے اس کے کہ میں نے ان دونوں کو قتل کیا تھا۔ میرا کارڈ یقیناً میرے کوٹ کی اوپری جیب سے گرا تھا۔ بٹن بھی ٹوٹ کر ان میں سے کسی کے ہاتھ میں رہ سکتا تھا۔ چونکہ وہ آستین کا بٹن تھا۔ اس لیے اس وقت مجھے اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ درحقیقت جلد بازی میں گردن پھنس گئی تھی۔

مجھے تھانے پہنچا دیا گیا۔ میں نے جوزف سے پوچھا۔ "کیا مسٹر باڈل کو ان واقعات کی اطلاع دے دی گئی؟"

"مسٹر باڈل کا ان واقعات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"میری خواہش ہے کہ انہیں اطلاع دے دی جائے۔"

"بہتر ہے۔"

"اس کے علاوہ میں اپنے منیجر کاشف سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"ممکن ہے اس میں کچھ دیر لگ جائے۔ لیکن آپ کی اس خواہش کی تکمیل بھی ہو جائے گی۔ میں آپ کا بیان لینا چاہتا ہوں۔"

"آپ مجھ سے سوالات کر سکتے ہیں۔"

"کیا آپ ان دونوں کے قتل کا اعتراف کرتے ہیں؟"

"نہیں۔"

"کیا آپ ان دونوں سے واقف ہیں؟"

"ہرگز نہیں۔"

"کیا آپ ہوٹل پام گروو گئے تھے؟"

"نہیں۔"

"صبح کو ہماری ملاقات ہسپتال میں ہوئی تھی۔ اس کے بعد آپ کی مصروفیات کیا رہیں؟"

"میں اپنی فرم میں رہا تھا۔"

"کس وقت تک؟"

"شام تک۔"

"آپ کی کار کہاں ہے؟"

"میرے منیجر کے پاس۔ میں اس کی کار سے آیا تھا۔"

"وجہ؟"

"منیجر میری کار لے گیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"اس کی وجہ؟"

"ہم دونوں ایک دوسرے کی گاڑیاں استعمال کر لیتے ہیں۔ وہ میرا ملازم ہی نہیں میرا دوست بھی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"وہاں آپ کے کوٹ کا بٹن اور آپ کا کارڈ کیسے پایا گیا؟"

"مجھے پھنسانے کی کوئی کوشش ہی ہو سکتی ہے۔" میں نے جواب دیا اور جوزف نے شکریہ ادا کرکے سوالات کا سلسلہ منقطع

کر دیا۔ اس کے بعد مجھے لاک اپ میں بند کر دیا گیا تھا۔ ساری رات لاک اپ میں گزر گئی۔ دوسرے دن دوپہر کے بعد کاشف نے ایک وکیل کے ساتھ مجھ سے ملاقات کی۔ ہمیں گفتگو کے لیے تنہائی دی گئی تھی۔ وکیل نے مجھ سے معلومات حاصل کیں اور میں نے اس سے بھی یہی کہا کہ میں بے قصور ہوں، قتل میں نے نہیں کیا۔ تب وکیل بولا۔

”آپ نے ہسپتال سے واپسی کے بعد کی جو مصروفیات بتائی ہیں، ان میں تضاد پایا جاتا ہے۔ کاشف صاحب کے بیان کے مطابق آپ تھوڑی دیر کے بعد ہی ان کی کار سے نکل گئے تھے، جبکہ آپ کے دوسرے اسٹاف نے بھی آپ کو اس کے بعد وہاں نہیں دیکھا۔“ کاشف نے شرمندہ نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ پولیس اس کے بیان سے چلی ہے اور اس ترتیب سے وہی بنایا ہے جو صحیح تھا۔

”وکیل صاحب میں صرف آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ قتل میں نے نہیں کیا۔ حالات جو بھی ہوں، آپ براہ کرم کارروائی کریں۔“

”بہتر ہے۔ میں کوشش کرتا ہوں۔“ وکیل خود بھی میرے بیان سے مطمئن نہیں تھا۔

کاشف نے رخصت ہوتے ہوئے کہا۔

”سر آپ اطمینان رکھیں۔ میں کوئی کسر نہیں چھوڑوں گا۔“ میں خاموش رہا اور وہ لوگ چلے گئے۔ کاشف اور میرے اسٹاف کے بیان نے بھی میری پوزیشن مزید خراب کر دی تھی۔ لیکن سب بے قصور تھے۔ قصور میرے نصیب کا تھا۔ لیکن بہرحال ان حالات سے اندازہ ہو رہا تھا کہ کچھ لوگ باقاعدہ میرے لیے مصروف ہیں اور میری اس پرسکون دنیا میں ہلچل پیدا کرنے کے خواہش مند ہیں۔

لنچ کے بعد مجھے لاک اپ سے نکال کر ایک گاڑی میں بٹھایا گیا اور پھر گاڑی پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچ گئی۔ یہاں مجھے ایک خاص ہال میں پہنچا دیا گیا، جو تفتیش کرنے کا ہال تھا۔

یہاں میں نے مسٹر پاؤل کو دیکھا۔ اس کا چہرہ جذبات سے عاری تھا اور وہ کسی قدر برہم نظر آ رہا تھا۔

”تو تم نے میری بات نہیں مانی اور عمیر ضد کر گئے۔“ مسٹر پاؤل نے گہری سانس لے کر کہا۔

”میں نے کسی کو قتل نہیں کیا مسٹر پاؤل۔“

”ثبوت آپ کے خلاف ہیں۔“

”حالات کو میرے خلاف بنایا گیا ہے۔“

”میں نے اس پر بھی غور کیا ہے۔ لیکن حالات تمہارے خلاف ہیں۔ وہ نامکمل ہیں مجھے اور تمہیں ایسے لوگوں سے نفرت ہو گئی ہے۔“

”میں نے انہیں دیکھا بھی نہیں۔“

”کیا تم ایمی ڈیمپل کو جانتے ہو؟“

”یہ کون ہے؟“

”ایک ڈیپارٹمنٹل اسٹورز کی منیجر۔ ڈیمپل اسٹورز کراؤن ونگ۔“

”میں واقف ہے۔ ایمی ڈیمپل تمہارے اسٹور میں گئی تھی۔ اس نے کچھ قالینوں کی خریداری کے سلسلے میں تمہارے منیجر سے بات کی تھی اور پھر دوبارہ آنے کے لیے کہہ کر باہر نکل آئی۔ وہاں اس کی ملاقات میری اور ڈس سے بھی ہوئی اور پھر جب وہ واپس جا رہی تھی تو اس نے کار کو ان دونوں کی کار کے تعاقب میں دیکھا جو تمہارے منیجر کی ہے اور اس کا بیان ہے کہ تم اس کار میں موجود تھے۔ اسے حیرت ضرور ہوئی لیکن وہ مصروف تھی اس لیے اس وقت کوئی چھان بین نہیں کر سکی۔“

”وہ مجھے جانتی تھی؟“ میں نے مسٹر پاؤل سے پوچھا۔

”نہیں۔ اس نے تمہاری شکل کار میں دیکھی تھی۔“

”پھر اس نے کیسے تصدیق کی کہ میں؟“

”تمہاری تصویر اسے دکھائی گئی تھی۔ اس نے پہچان لیا۔“

”میں ایمی ڈیمپل سے مل سکتا ہوں؟“

”مناسب وقت پر تمہیں اس سے ملا دیا جائے گا۔“ مسٹر پاؤل نے جواب دیا۔

”ایمی ڈیمپل کا ان دونوں سے کیا تعلق ہے مسٹر پاؤل؟“ میں نے سوال کیا۔

”میں نہیں جانتا۔ وہ انہیں اپنا دوست بتاتی ہے۔“ پاؤل نے کہا اور میں کچھ سوچنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

”مسٹر پاؤل، سابقہ تعلقات کی بنا پر میں آپ کو اپنا دوست گردانتے ہوئے بتانا چاہتا ہوں کہ میں بے گناہ ہوں، میں نے کوئی قتل نہیں کیا۔ یوں لگتا ہے جیسے میرے خلاف سازش کی گئی ہے اور سازش کرنے والے وہی لوگ ہو سکتے ہیں جنہوں نے میری بیوی کو اغوا کیا ہے۔ میں آپ سے اس بات کا خواہش مند ہوں کہ آپ خصوصی طور پر اس سلسلے میں کام کریں اور میری بے گناہی کو تسلیم کریں۔ میں نے ایسا کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ میں اپنی پرسکون زندگی کو درہم برہم کرنا نہیں چاہتا۔“

پاؤل گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لیتا رہا پھر بولا ”لیکن مسٹر نواز، پھر آپ کا کارڈ اور آپ کے کوٹ کا بٹن یہاں کیسے پایا گیا؟“

”جو لوگ میری بیوی کو اغوا کر سکتے ہیں ان کے لیے یہ معمولی سا کام مشکل تو نہ ہوگا۔“ میں نے کہا اور پاؤل سوچ میں ڈوب گیا۔ اس کی پیشانی پر شکنیں ابھری ہوئی تھیں اور اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ ایک ذمہ دار پولیس آفیسر ہے جو بے رغبتی سے حالات میں کام کر چکا ہے۔ چنانچہ اس وقت بھی اس کی تجربہ کار نگاہیں میرے دماغ میں کچھ ٹٹول رہی تھیں۔ پھر اس نے کہا۔

”مسٹر نواز صفدر، ہر چند کہ آپ اس جرم سے انکار کر رہے ہیں لیکن ثبوت اور شواہد کا جہاں تک تجزیہ کیا جا سکتا ہے، میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ بہرحال آپ ان دونوں کے معاملے میں ملوث ضرور ہیں۔ میرا ذاتی خیال تھا کہ چونکہ آپ اس وقت جذباتی کشمکش کا شکار ہیں، آپ کو اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ جنہیں سرداروں نے آپ کی بیوی کے خلاف کارروائی کی اور اسے اغوا کیا ہے۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے آپ اپنی بیوی سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں اور اس کے لیے آپ کا پریشان ہونا ایک فطری امر ہے۔ چنانچہ آپ نے ان لوگوں کی ملاقات کی تفتیش میں آ کر انہیں قتل کر دیا۔ لیکن اس میں صرف چند باتیں ایسی ہیں جو آپ کے حق میں جاتی ہیں۔ مقصد یہ کہ ان لوگوں کو قتل کرنے سے آپ کا کوئی مقصد حل نہیں ہوتا۔ اگر آپ کو اپنی بیوی کے بارے میں ان سے معلوم ہو چکا ہوتا تو آپ کی کیفیت مختلف ہوتی۔ بہرطور میں آپ سے انتہائی انصاف کا وعدہ کرتا ہوں کہ اگر آپ مجرم نہیں ہیں تو آپ کی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے میں پوری کوشش کروں گا اور اس کے ساتھ ساتھ میرا اپنا جو فرض ہے جو میں آپ سے پہلے کہہ چکا ہوں کہ مجرم کو قانون کے حوالے کرنا میری ڈیوٹی ہوگی اور آپ مطمئن رہیے۔ مجھے اس جرم کے سلسلے میں ہر قسم کی ذمہ داریاں برداشت کرنا پڑیں لیکن آپ کی بیوی کے حصول کے لیے میں اپنی تمام صلاحیتیں وقف کر دوں گا۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش ہو گیا۔ مسٹر پاؤل نے مجھے دوبارہ لاک اپ میں بھجوا دیا تھا۔ لاک اپ میں جہاں میں تنہا تھا، تنہائی میں میں نے اپنے کمرے میں بیٹھ کر سوچا کہ حالات اس وقت میرے کافی خلاف ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ میرا اپنا کارڈ اور آستین کا بٹن وہاں پہنچا دیا گیا تھا۔ خوشی کی بات یہ تھی کہ ہوٹل میں عام لوگ میری شناخت نہیں کر سکے تھے کیونکہ اس وقت میں نے چہرے پر رومال لپیٹ لیا تھا۔

مجھے اندازہ تھا کہ وہ لوگ باقاعدہ میرے خلاف جال بن رہے ہیں۔ بالخصوص ان نگینوں کو ممکن ہے جان بوجھ کر میرے سامنے لایا گیا ہو تاکہ گرفتار ہو جاؤں۔ لیکن بعض باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں۔ میری بیوی کو اغوا کرنے والوں کا مقصد کیا تھا۔ صرف میری دشمنی یا اس سے بھی پرے

اور کوئی کارروائی تھی لیکن کسی اور کارروائی کا فی الحال کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا تھا کیونکہ میں امریکہ میں ایک بے ضرر زندگی گزار رہا تھا۔

بہت دیر تک غور و خوض کرتا رہا لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ پھر جو وقت گزر رہا تھا، میں اپنے آپ کو سنبھالنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ کاشف بے چارہ ہر ممکن کوشش کر رہا تھا کہ میری ضمانت ہو جائے۔ لیکن قتل کا معاملہ تھا اور پھر وہ بھی دوہرے قتل کا اور قتل کی پیروی جس سمت سے کی جا رہی تھی ادھر بھی شاید کچھ زور لگایا جا رہا تھا۔

چنانچہ میری ضمانت نہیں ہو سکی۔ میرا وکیل مسٹر پیرے کئی بار مجھ سے مل چکا تھا اور مختلف امور پر گفتگو کر چکا تھا۔ لیکن وہ بھی اس سلسلے میں کوئی حل تلاش کرنے میں ناکام رہا تھا۔ پھر ایک دن مسٹر پاؤل اندر آئے اور انہوں نے مجھے لاک اپ سے باہر نکال لیا۔ لاک اپ سے باہر نکال کر مجھے ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا جہاں پانچ افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں تمام کے تمام ہی خطرناک شکلوں والے تھے۔ غالباً وہ جرائم پیشہ زندگی سے تعلق رکھتے تھے۔ مجھے ان کے ساتھ ساتھ بٹھا دیا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد انسپکٹر جوزف اور دوسرے ارکان ایک خوبصورت لڑکی کے ساتھ اندر آ گئے۔

لڑکی متناسب قد و قامت کی مالک تھی۔ وہ غالباً امریکی نژاد ہی تھی۔ وہ سہمی سہمی نگاہوں سے ہم سب کو دیکھ رہی تھی۔ چند لمحات وہ ہم

سب کے سامنے کھڑی چاروں شکلیں دیکھتی رہی اور پھر اس نے میری طرف انگلی اٹھا دی۔

میرے تھے : وہ اس نے اشارہ کر کے کہا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ زیبی ہو سکتی ہے جس کے بارے میں مسٹر پاؤل نے مجھے بتایا تھا۔ بہر طور میری شناخت اس کے لیے مشکل نہیں تھی کیونکہ جو لوگ میرے خلاف کام کر رہے تھے انہوں نے اسی کو بھی اس سلسلے میں ہوشیار کر دیا ہوگا۔ میں نے ایک لمحے کچھ سوچا اور پھر میں نے بہت ہی نرم اور شائستہ لہجے میں کہا۔

"محترمہ! آپ کس سلسلے میں میری جانب اشارہ کر رہی ہیں؟"

"تم ___ تم راجہ نواز اصغر! جو میری ان دونوں کا تعاقب کر رہے تھے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور میں تمہیں پہچانتی ہوں۔"

"ہوں ___ ویسے مس زیبی۔ میں آپ سے معلوم کر سکتا ہوں کہ آپ کون ہیں ___؟"

"میں ڈمپل منصور کی بیٹی ہوں۔ یہ دونوں میرے دوست تھے، جنہیں تم نے قتل کیا۔"

"کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ زیبی کا رچرڈ سے آپ کس قسم کے تعلقات رکھنا چاہتی تھیں ___؟"

"نہیں مسٹر نواز اصغر، یہ تمام بحث صرف عدالت میں کی جا سکتی ہے۔ مس زیبی ڈمپل کو صرف شناخت کے لیے یہاں لایا گیا تھا اور وہ اپنا کام مکمل کر چکی ہیں۔" جوزف نے کہا اور زیبی کا بازو پکڑ کر بولا۔

"براہ کرم آپ تشریف لے آئیے۔" مسٹر پاؤل نے اس سلسلے میں کوئی مداخلت نہیں کی تھی۔ جوزف بہت سخت پولیس انسپکٹر تھا۔ پتا نہیں وہ جان بوجھ کر میرے خلاف تھا یا پھر صرف اپنے فرض کی انجام دہی کے سلسلے میں وہ سختی برتنے کا عادی تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے پھر لاک اپ میں پہنچا دیا گیا اور میں اپنی ڈمپل کے بارے میں سوچتا رہا۔ صاف ظاہر تھا کہ یہ لڑکی بھی انہی لوگوں کی آلۂ کار ہے۔ لیکن اگر یہ لڑکی ان کی آلۂ کار ہے تو پھر ممکن ہے اسے زیبی کے بارے میں کچھ معلوم ہو۔ زیبی اب میرے دل میں ایک حسرت بن کر رہ گئی تھی۔ ایک ہی حسرت کیا کرتی میرے جینے کی۔ کر اپنے وطن سے دور ایک بڑے آدمی کی حیثیت سے میں اپنی ہی نگاہ میں مطعون ہو چکا تھا اور کبھی وطن واپسی کا تصور بھی میرے ذہن میں آتا تھا تو میں یہ سوچ کر دل مسوس کر رہ جاتا تھا کہ میں اب اس کے قابل نہیں ہوں۔

زیبی نے میری زندگی کا رخ بدل دیا تھا اور میں کم از کم اپنی موجودہ زندگی سے مطمئن تھا اور سوچتا تھا کہ برائیوں کے بعد اب مجھے وہ لمحات میسر ہو گئے ہیں کہ میں اپنی تمام برائیوں کا ازالہ ایک اچھے انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کر کے کر دوں۔

لیکن زیبی مجھ سے دور ہو گئی تھی۔ اسے مجھ سے چھین لیا گیا تھا۔ ایک نئی اور شریف زندگی گزارنے کے تمام منصوبے خاک میں مل چکے تھے اور حالات

پھر مجھے انہی راہوں پر گھسیٹ رہے تھے جنہیں چھوڑ کر یہاں آ بیٹھا تھا۔ میں راجہ نواز اصغر۔ لوگ مجھے بھولے نہیں ہوں گے۔ زندگی کو داؤ پر لگا دینے والا۔ میں جیسے بے شمار ہتھکنڈوں میں ایک لاڈلا بیٹا۔ نواز اصغر آج بھی زندہ ہی تھا۔ اس کی شخصیت پر شرافت کے جو لبادے آ پڑے تھے وہ انہیں اتارنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن اگر حالات اسے انہی راستوں پر لانے کے لیے کر رہے ہیں تو پھر ٹھیک ہے۔ پہلی بار ایک بے مقصد زندگی گزار رہا تھا اور میں اپنی انا کی بقا کے لیے جدوجہد کرتا تھا۔ اس میں صرف تخریبی عناصر شامل تھے۔ لیکن آج میرے سامنے زندگی کا ایک مقصد آ گیا تھا۔ اگر کچھ لوگ مجھے جرم کی راہ پر لانا ہی چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے۔ میں انکار نہیں کروں گا۔

اور اگر مجھے امریکی پولیس کی طرف سے کوئی مدد نہیں ملی تو میں یہی تصور کروں گا کہ یہ میرا وطن نہیں ہے اور یہاں میرے خلاف تعصب برتا جا رہا ہے۔ حالانکہ میں اپنی پریشانیوں میں حق بجانب ہوتا لیکن اس کے لیے اب منصوبہ بندی کی ضرورت تھی۔ مسٹر پاؤل نے ہر چند کہ مجھ سے مخلصانہ وعدہ کیا تھا کہ وہ زیبی کو برآمد کرانے میں میری ہر ممکن مدد کریں گے۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ اگر زیبی برآمد ہو گئی اور میں موت کے آغوش میں جا سویا تو پھر ان تمام ہنگاموں میں کیا رکھا ہے۔ اس کے علاوہ یہ اتنا آسان بھی نہیں تھا۔ جو لوگ اتنی خوبصورتی اور منظم کارروائیاں کر رہے تھے کیا وہ زیبی کو آسانی سے مسٹر پاؤل کے حوالے کر دیں گے۔ یہ تصور ہی احمقانہ تھا۔ چنانچہ اس کے لیے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں خود ہی عمل کی دنیا میں آ جاؤں اور عمل کی دنیا میں آ جانے کے لیے اول میں ایک مجرم کی حیثیت اختیار کرنا میرے لیے اب ناگزیر ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں نے انہی لائنوں پر سوچنا شروع کر دیا۔

مسٹر پاؤل کے انداز میں میرے لیے اب کوئی خاص ہمدردی نہیں رہی تھی۔ وہ یا تو بیزاری کا شکار ہو گئے تھے یا پھر ممکن ہے انہوں نے سوچا ہو کہ جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو ہی چکا۔ اب ایک مجرم کی مدد نہیں کی جا سکتی۔ زیبی کا ملنا بھی اتنا آسان کام نہیں تھا۔

تقریباً دس دن کے بعد مجھے عدالت میں پیش کیا گیا۔ میرے خلاف فرد جرم عائد کر دی گئی تھی اور عدالت میں پہلی بار میری پیشی ہوئی۔ فاضل جج کے سامنے دہرے قتل کا یہ مقدمہ پیش کیا گیا۔ سرکاری وکیل نے مجھ سے جرح کی۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ ان میں سے کسی سے شناسائی کا اظہار نہیں کروں گا کیونکہ اس کا مقصد ہے کہ کم از کم ایک حد تک میرا اس سلسلے میں ملوث ہونا شامل ہو جائے گا اور اس کے بعد گلو خلاصی تقریباً ناممکن ہو گی۔ میرے وکیل نے بھی بڑے پُرزور دلائل دیے جن میں جان بھی تھی ___ لیکن سرکاری وکیل نے ان تمام دلائل کو مسترد کر دیا بلکہ جج نے بھی مسترد کرا دیا۔ اور مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے میری گلو خلاصی اب

ان ہو۔ مسٹر پاؤل دوسری پیشی میں میری ہمدردی میں پیش ہوئے تھے۔ انہوں نے میرے بارے میں بتلاتے ہوئے کہا کہ راسخ ذہن میں ایک اچھا انسان تھا اس کے علاوہ انہوں نے میرے بارے میں جو تحقیقات کی تھیں ان سے یہ پتا چلا کہ میں برائیوں کے خلاف کر رہا تھا اور میں نے ترلوکا جیسے ناپاک آدمی کو صرف امریکی مفاد میں تباہ کر دیا۔

مسٹر پاؤل کی اس بحث سے جج کافی متاثر ہوا تھا۔ سرکاری وکیل نے اس سلسلے میں کچھ سوالات کیے ترلوکا کے بارے میں اس نے تفصیلات بھی پوچھی تھیں۔ لیکن ظاہر ہے میں ساری باتیں تفصیل سے بتا سکتا تھا۔

میں نے ان سے یہی کہا کہ ترلوکا کے بارے میں میں نے سنا تھا کہ وہ کرشنا تحریک کے پیچھے کام کر رہا ہے۔ کسی تحریک کے پیچھے کام کرنا میرے نزدیک کوئی بری بات نہیں تھی لیکن اس کے جو عزائم تھے وہ مذہبی جنون کا ثبوت تھے اور مجھے صرف انسانیت کی بھلائی کے لیے بہتر یہی لگا کہ پولیس کی مدد سے ترلوکا کو ختم کر دیا جائے اور اس سلسلے میں جان کی بازی لگا کر میں نے یہ کارروائی کی تھی۔ میں نے صاف صاف کہہ دیا کہ میری ایک بیوی بھی جو ایک مسلمان عورت تھی صرف اس لیے میری نگاہوں میں عزت و احترام حاصل کرنے کا باعث بنی تھی کہ وہ خود بھی ترلوکا کے افکار سے متفق نہیں تھی اور پھر وہ مسلمان ہو گئی اور میری بیوی بن گئی۔

میں نے اپنی تمام رپورٹیں پیش کیں۔ میرے کچھ دوست بھی اس سلسلے میں شریک ہوئے اور انہوں نے میرے حق میں گواہی دی لیکن سرکاری وکیل الجھا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اس نے صرف اس بات پر زور دیا تھا کہ میری کوٹھی اور میرا دفتر گینگ کا دو لاشوں کے نزدیک پایا گیا ہے اور مس ڈمپل بہر طور ایک معزز شہری ہیں جو میرے خلاف ایک گواہی دے رہی ہیں۔

دوسری، تیسری اور پھر چوتھی پیشی ہوئی اور انداز یہ ہو گیا کہ اب معاملہ ذرا مختصر ہو رہا ہے۔ چوتھی پیشی کے ساتھ مجھے جیل بھیج دیا گیا کیونکہ مقدمے کی کارروائی ایسی ہی نوعیت اختیار کر گئی تھی۔

جیل میں میرے مسٹر پاؤل سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی اور میری خواہش کی تکمیل کر دی گئی۔ مسٹر پاؤل بہر حال ایک ذہین شخص تھے۔ میں ان سے ملا تھا ان کی آنکھوں میں میرے لیے تاسف کے آثار تھے۔

"کہیے نواز اصغر، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"زیبی کے بارے میں کچھ پتا چل سکا؟" میں نے سوال کیا۔

"افسوس! ابھی تک نہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ انہیں اغوا کرنے والے کون ہیں۔ جیسے حالات رونما ہو رہے ہیں سامنے آ چکے ہیں ان سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں کچھ لوگوں نے تخریبی انداز میں اغوا کر لیا تھا لیکن ان کا مقصد کیا ہے یہ ابھی تک نہیں معلوم ہو سکا اور میں اس سلسلے میں آپ کو بھی مجرم گردانتا ہوں مسٹر نواز اصغر! اگر آپ جلد بازی سے کام نہ لیتے اور یہ حرکت نہ کر بیٹھتے تو ممکن تھا کہ آپ کے دشمن یا مسز زیبی کے اغوا کنندگان آپ سے اپنے مقصد کا اظہار کرتے لیکن آپ نے پہلے ہی مرحلے پر یہ کارروائی کر کے ان کے سارے قدم روک دیے۔"

"میں آپ سے یہی معلوم کرنا چاہتا تھا مسٹر پاؤل کہ میری بیوی کے بارے میں اب تک کیا ہوا؟"

"بہر طور میں نہیں جانتا کہ آپ کے مقدمے کا کیا فیصلہ ہو گا لیکن ایک بار پھر میں آپ کو اطمینان دلاتا ہوں کہ پولیس اپنی جانب سے آپ کی بیوی کی تلاش میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھے گی۔" میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"میرے لائق اور کوئی خدمت ___؟" مسٹر پاؤل نے پوچھا۔

"جی نہیں شکریہ۔ بس میں آپ سے یہی معلوم کرنا چاہتا تھا۔"

میں نے جواب دیا۔ بہر طور اب صورت حال میرے بس میں نہیں تھی۔ میں یہ جان چکا تھا کہ اندر یا باہر اب کوئی میرا مددگار نہیں ہے ___ کاشف ایک شریف نوجوان تھا۔ اس سے کسی قسم کا کوئی مطالبہ کرنا حماقت کی بات تھی اور پھر یہ بات یہ ہے کہ میں اپنی زمین کے اس معصوم سے نوجوان کو کسی ایسے معاملے میں ملوث نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ جب بھی آتا اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ہوتے۔ میری اس کیفیت سے وہ بہت متاثر نظر آتا تھا اور الٹا مجھے اس کو تسلیاں دینا پڑتی تھیں۔ اس نے کئی بار جذباتی انداز میں میرے بارے میں کچھ باتیں بھی کہی تھیں لیکن میں نے اس سے صاف کہہ دیا کہ کاشف اگر تقدیر میں رہائی ہے تو میں رہا ہو جاؤں گا ورنہ میرے لیے مزید کوئی کوشش نہ کی جائے۔ جیل میں میری ملاقات مختلف لوگوں سے ہوتی تھی لیکن اب میں نے نئے نظریے کے تحت اپنی پسند کے لوگوں کا انتخاب کرنا شروع کر دیا۔

میں چاہتا تھا کہ اب میں کوئی ٹھوس اور با قاعدہ کارروائی کروں اب اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہ گیا تھا کہ اگر میں اپنی رہائی کے لیے کوئی جدوجہد نہ کرتا تو خاموشی سے موت کی کرسی تک جا پہنچتا۔ میرے لیے زندگی کی اب کوئی گنجائش باقی نہیں رہی تھی اور راجہ نواز اصغر کے لیے زندگی کا یہ مرحلہ نہایت ہی ناخوشگوار تھا۔ زیبی کا رشتہ میں نے امیدوں اور آرزوؤں کے ساتھ قائم کی تھی۔

لیکن تقدیر میرا ساتھ نہیں دے رہی تھی اور کسی نئے امتحان میں ڈالنے کی خواہشمند تھی۔ چنانچہ اگر امتحانات سے گزرنے کا مسئلہ ہی ہے تو میں پہلے بھی اس میں کبھی کمزور نہیں رہا تھا۔ ایک بار پھر سہی، میں نے اپنے لیے گولیور کو منتخب کیا تھا۔ گولیور بھی بری طرح قتل کے جرم میں ملوث تھا اور اس کے خلاف تمام گواہیاں ہو چکی تھیں اور ثبوت مل چکے تھے کہ اس نے قتل کیا ہے۔ بڑا دلچسپ آدمی تھا نام تو کچھ اور تھا لیکن گولیور کے نام سے مشہور تھا۔ وہ گولیور اپنے آپ کو اس لیے کہتا تھا کہ اس نے بہت سے ممالک کی سیاحت کی تھی اور سیر و تفریح کا رسیا تھا۔ ویسے اس نے مجھے بتایا تھا کہ وقتی اس کے ہاتھوں قتل ہو گیا ہے اور یہ اس کی پہلی اکلوتی لغزش تھی، ورنہ اپنی بھرپور زندگی میں اس نے بہت سے کام کیے ہیں لیکن قتل نہیں کیا۔ ایک رات میں نے گولیور سے پوچھا۔

"کیا تم خاموشی سے موت کی آغوش میں جا سونا چاہتے ہو گولیور؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بھلا اپنی مرضی سے کون وقت سے پہلے موت کو گلے لگاتا ہے۔ موت اگر حادثاتی طور پر آ جائے تو کوئی کیا بھلا کچھ نہیں کر سکتا یا پھر وہ اپنی عمر گزار چکا ہو۔ تب بھی اسے کوئی احساس نہیں ہوتا یا پھر ہوتا بھی ہو گا تو کم از کم وہ اس میں اتنی شدت نہیں پاتا لیکن اس طرح کی موت مجھے بالکل پسند نہیں ہے۔"

"تو اس سلسلے میں کسی کارروائی کا ارادہ نہیں رکھتے تم؟" میں نے پوچھا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"کارروائی؟"

"ہاں۔ خاموشی سے موت کو گلے لگا لینا تو کوئی عقلمندی نہیں ہے۔"

"میں بس اس امید و بیم میں جی رہا ہوں کہ شاید میرے بچاؤ کا کوئی بندوبست ہو جائے۔"

"کیا یہ حماقت نہیں ہے گولیور؟"

"ہے تو سہی لیکن۔ لیکن مسٹر نواز۔۔۔" اس نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"تم کوشش کر سکتے ہو اس سلسلے میں۔۔۔"

"کیسی کوشش۔ آخر کچھ بتاؤ تو سہی؟" اس نے کہا

"فرار کی کوشش۔ پولیس کے چنگل سے بچ نکلنے کی کوشش۔"

"یہ بھلا میں کیسے کر سکتا ہوں؟"

"تو پھر خاموشی سے موت کو گلے لگا لینا چاہتے ہو۔"

"نہیں بھائی کہہ چکا ہوں، یہ نہیں چاہتا لیکن کوئی ترکیب میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

"اس کے لیے تمہیں ہمت کرنا ہو گی گولیور۔"

"مگر کیسی ہمت بتاؤ تو سہی؟"

"پولیس کے چنگل سے فرار ہونے کی ہمت۔ میں اس سلسلے میں تمہارا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں۔" گولیور نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا، پھر پریشان لہجے میں بولا۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔"

"یہ بتاؤ امریکہ میں تمہارے لیے کوئی ایسی جگہ موجود ہے جہاں تم پولیس کے چنگل سے نکلو اور وہاں پہنچنے کی کوشش کرو تو تمہیں رہنے کے لیے سہارا مل جائے۔"

"بھلا تم کیا دنیا میں میں نے اپنے زیادہ ساتھی نہیں بنائے بلکہ امریکہ میں میرا مطلب ہے یہاں نیویارک میں، میری ایک دوست لڑکی ایسی ہے جس کے پاس اگر میں پناہ لینے کی کوشش کروں تو وہ مدد کر سکتی ہے۔ اگر مستقل طور پر نہیں تو عارضی طور پر ہی وہ مجھے پناہ دے سکتی ہے۔۔۔"

"لڑکی۔۔۔؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ وہ میری محبوبہ ہے۔"

"کیا تم اس پر مکمل بھروسہ کر سکتے ہو۔۔۔؟"

"مکمل تو نہیں میرے دوست کیونکہ لڑکیوں کی فطرت کے بارے میں مجھے زیادہ معلومات نہیں ہیں لیکن وہ میرے لیے بے انتہا پریشان رہتی ہے اور وہ واحد لڑکی ہے جو اپنے محدود وسائل کے باوجود میرے لیے بہتر کرتی رہی ہے۔"

"کیا وہ تنہا رہتی ہے؟"

"ہاں۔ اس دنیا میں اس کا کوئی نہیں ہے بس ایک جگہ ملازمت کرتی ہے اور اپنے طور پر زندگی گزار رہی ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ مجھے ہمیشہ معمولی قسم کی شکل و صورت کی لڑکیاں پسند آتی ہیں۔ کم از کم وہ مغرور نہیں ہوتیں اور محبت وغیرہ کے سلسلے میں بے حد فراخ دل ہوتی ہیں کیونکہ دوسرے لوگ انہیں گھاس نہیں ڈالتے۔"

"کیا نام ہے تمہاری محبوبہ کا؟"

"فیری جیکسن۔ شاہراہ کے ایک معمولی سے علاقے میں رہتی ہے۔ کرائے کے فلیٹ میں۔ یہ فلیٹ اسے اسی کمپنی کی جانب سے ملا ہوا ہے جہاں وہ کام کرتی ہے۔"

"کیا فلیٹ اس قابل ہے کہ اس میں پناہ لی جا سکے۔"

"ہاں۔ وقتی طور پر پناہ لینے کے لیے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ویسے بھی معمولی لوگوں کا علاقہ ہے۔"

"اچھا بتاؤ کہ فیری جیکسن یہاں جیل میں تم سے ملاقات کرتی رہی ہے؟"

"صرف ایک بار مقدمے کے دوران وہ مجھ سے ملی تھی۔ بعد میں میں نے اسے منع کر دیا کہ وہ مجھ سے ملاقات کے لیے نہ آیا کرے۔ خود بھی بس سیدھی سی لڑکی ہے ہنگاموں کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔

سی ہے وہ اس کی محبت ہی میں نہیں بیٹھی ہو گی۔"

"میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اگر تم فرار ہو کر اس کے پاس پہنچنے کی کوشش کرو تو کیا پولیس کو اس بارے میں اطلاع نہیں مل سکتی کہ تم فرار ہو کر کہاں پہنچ سکتے ہو؟" گولیور کچھ سوچنے لگا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے نہیں۔ میری اس دوستی کے بارے میں بہت کم لوگ جانتے ہیں اور جو جانتے ہیں ان کا تعلق مجھ سے نہیں ہے۔"

"مقصد یہ کہ فیری جیکسن کو وہ لوگ جانتے ہیں؟"

"ہاں۔"

"اور تمہاری محبت کے بارے میں۔۔۔؟"

"میں کہہ تو رہا ہوں کہ فیری جیکسن کے بارے میں وہ لوگ یہ جانتے ہیں کہ میں اس پر مہربان ہوں۔ میں کون ہوں، کیا ہوں یہ کسی کو نہیں معلوم۔"

"گڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ حالات خاصے اطمینان بخش ہیں ڈیئر گولیور۔ اگر تم فرار ہونا چاہتے ہو تو اپنی اس نئی پیشی کے دوران ہم اس پر کوشش کریں گے کہ آئندہ پیشی کی جو تاریخ پڑے وہ یکساں ہو اور اس سلسلے میں ہم اپنے طور پر طے کیے لیتے ہیں۔"

"ویری گڈ۔ اچھا آئیڈیا ہے۔ تمہاری اب پیشی کی تاریخ کیا ہے؟" گولیور نے پوچھا۔

"انتھائیس فروری۔"

"ارے کمال ہے۔"

"کیوں؟"

"انتھائیس فروری کو تو میری بھی پیشی ہے۔"

"اوہ۔ اس کا مقصد ہے کہ ستارے کچھ کچھ ساتھ دے رہے ہیں۔"

"ہاں۔ ستارے تو مل رہے ہیں میرے دوست مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا فرار اتنا آسان ہو گا۔۔۔؟"

"پولیس کی اس گاڑی میں جس میں ہم لوگوں کو عدالت لے جایا جاتا ہے پیچھے صرف تین افراد ہوتے ہیں اور سامنے کے حصے میں دو۔ گاڑی جن جن علاقوں سے گزرتی ہے ان کا تجزیہ اگر تم اپنے ذہن میں کرو تو اندازہ لگا لینا مشکل نہیں ہو گا کہ فراگ لین کا وہ سنسان علاقہ جہاں بڑے چھوٹے بنگلے بنے ہوئے ہیں اور یہ سڑک تقریباً چھ فرلانگ لمبی ہے، بنگلوں کے درمیان خاموش رہتی ہے اور اس طرف زیادہ ٹریفک نہیں ہوتا۔ اگر ہمیں اس راستے سے لے جایا جائے گا تو فراگ لین اس سلسلے میں بہترین جگہ ہے۔۔۔"

"ہوں۔" گولیور پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر بولا۔ "لیکن پیچھے بیٹھے ہوئے تین کانسٹیبلوں کا تم کیا کرو گے؟"

"اگر ہماری گاڑی میں زیادہ افراد نہیں ہوئے تو صرف ہم دو ہی عدالت روانہ کیے جائیں تو میرا خیال ہے ان تینوں سپاہیوں پر قابو پانا زیادہ مشکل کام نہیں ہو گا۔ ہمارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہوتی ہیں ان ہتھکڑیوں کو کھولنا تو ممکن کام نہیں ہے لیکن ہاتھ پیچھے کر کے نہیں باندھے جاتے۔ یہ بات آسانی کا باعث ہے۔ اگر تم چاہو تو ذرا سی جسارت کر کے اپنا یہ کام انجام دے سکتے ہو۔ ہم دونوں ہی پلا سکتے ہیں اور ان لوگوں کی رائفلوں پر قبضہ کر لینا ہمارے لیے زیادہ مشکل نہیں ہو گا۔ ویسے تو میں نے بعض اوقات کچھ معاملات میں حصہ لیا ہے لیکن لڑائی بھڑائی کا مجھے کچھ زیادہ تجربہ نہیں ہے۔ میں زیادہ تو ذہنی لڑائیوں کا ماہر ہوں۔ بس وہ قتل تو اتفاقیہ طور پر میرے ہاتھوں ہو گیا تھا ورنہ اگر ہوش و حواس کے عالم میں ہوتا تو کبھی کسی کی زندگی لینے کی کوشش نہ کرتا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ اگر کسی کی زندگی لینے کی کوشش نہیں کر سکتے تو زندگی دینے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"نہیں، نہیں یار۔ تم نے تو مجھے ایک دم خوفزدہ کر دیا۔ میں مرنا تو نہیں چاہتا۔"

"اگر مرنا نہیں چاہتے تو مارنا پڑے گا۔" میں نے جواب دیا اور گولیور تھوک نگلنے لگا۔ پھر بولا۔

"کسے مارنا پڑے گا؟"

"جو بھی تمہاری زندگی کی راہ میں رکاوٹ بنے۔" میں نے خونخوار لہجے میں جواب دیا۔

"یار نواز! مجھے تم آدمی بہت خطرناک ہو۔ تمہارا کیا خیال ہے کیا ہم فرار ہونے کی کوشش میں کامیاب ہو جائیں گے؟"

"نہیں ہوئے تو بھی کیا فرق پڑتا ہے۔ میں دو آدمیوں کے قتل میں ملوث ہوں اور تم بھی قتل کے مجرم ہو۔ ہماری زندگی موت کے دروازے پر کھڑی ہے۔ اگر مجھے دو آدمیوں کے قتل میں سزائے موت ملی تو اس سے بڑی سزا قانون کے پاس نہیں ہے۔ تمہاری بھی یہی کیفیت ہے چنانچہ دو اور ایک تین بھی تین چار آدمیوں کے قتل میں بھی سزائے موت ملے تو کیا خیال ہے منافع نہیں ہو گا۔" گولیور میری باتوں سے لرز رہا تھا لیکن میں اس کی ہمت بندھاتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ تیار ہو گیا۔

"کہتے تو تم ٹھیک ہو۔ ذاتی زندگی بچانے کی کوشش تو کرنا ہو گی۔"

"سو فیصدی کرنا ہو گی۔ اگر نہیں کرو گے تو مر جاؤ گے۔ کتے کی موت۔"

"کتے کی موت۔" گولیور نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"ہاں کتے کی موت۔"

"مم مم۔ مگر میں کتے کی موت مرنا نہیں چاہتا۔"

"تو پھر ہمت کرنا ہو گی۔ انتھائیس فروری کو ہم جب یہاں سے

پولیس وین میں چلیں گے تو پوری طرح ہوشیار اور مستعد ہوں گے۔ ہم فوراً گن
اسکواڈ پر پولیس پر حملہ کریں گے اور انہیں ہلاک کردیں گے۔ اس کے
بعد ہم اپنی بندوقوں سے سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں پر فائر کریں گے اور
انہیں بھی موت کے گھاٹ اتار کر گاڑی میں نکل جائیں گے۔ میں نے اپنا
منصوبہ پیش کیا اور گولیور پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر اس نے
آہستہ سے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارا ساتھ دوں گا اور تمہارے اشارے پر
متحرک ہوں گا۔ لیکن اس کے بعد۔۔۔؟"

"اس کے بعد ہم فیری جیکسن کے فلیٹ پر چلیں گے اور وہاں
روپوش رہیں گے۔ پھر جس طرح بھی ممکن ہو سکا امریکا اس کی کسی بھی ریاست
میں چھپنے کی جگہ تلاش کریں گے جہاں اپنی زندگی کا باقی حصہ پورا کرنا اور
میں اپنی زندگی کا۔" بمشکل تمام میں نے گولیور کو اپنے پروگرام کے لیے تیار کیا
تھا۔ مجھے احساس ہو رہا تھا کہ میں نے بہتر ساتھی کا انتخاب نہیں کیا
کیونکہ گولیور کسی مرحلے پر بزدلی دکھا جائے لیکن میں زیادہ لوگوں کو اپنا
شریک راز بھی نہیں بنا سکتا تھا ورنہ بات کسی نہ کسی طرح باہر نکل جاتی
اور اس کے بعد میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کا انجام کیا ہوتا۔ بہرطور میں اب
تمام لوگوں سے مایوس ہو گیا تھا۔ یہ سوچنا بھی حماقت کی بات تھی کہ مسٹر
پاؤل میرے لیے کچھ کر سکے۔ وہ پولیس آفیسر تھے اور امریکی انتظامی
محکمے میں اپنی ذمہ داریاں انجام دے رہے تھے۔ یہ درست تھا کہ انہیں
میری وجہ سے ایک بہتر عہدہ ملا تھا اور میں ان کی ترقی کا ذریعہ بنا تھا۔
لیکن اب یہ ضروری تو نہیں تھا کہ اس کے عوض وہ زندگی بھر میرے ممنونِ کرم
رہتے اور میری کسی بھی مجرمانہ کارروائی میں میری مدد کرتے۔ چنانچہ کوئی
سہارا نہیں رہا تھا۔ زیکا کا دبیش کو ہم نے جس جانفشانی سے ترتیب
دیا تھا اس کے بارے میں سوچتے ہوئے دل دُکھتا تھا۔ لیکن بدنصیبی ہی
جب یہاں تک لے آئی تھی تو میں کیا کر سکتا تھا۔ چنانچہ میرے ذہن میں
اب وہی مجرمانہ احساسات گردش کر رہے تھے۔ جن سے میں طویل عرصے
تک برسرِ آزما رہا تھا۔ میں اب پولیس کے چنگل سے نکل جانا چاہتا تھا۔ انتیس
فروری کا انتظار شدت سے کیا جاتا رہا اور پھر وہ دن آ گیا جب ہمیں
اپنے مقصد کے لیے تمام تیاریاں مکمل کر کے عدالت کی جانب سفر کرنا تھا۔
گولیور ساری رات میرے پاس بیٹھا بڑبڑاتا رہا تھا۔ میں اس کی ذہنی کیفیت
سے اچھی طرح واقف تھا اور اس بزدل آدمی پر بعض اوقات سخت غصہ
بھی آنے لگتا تھا لیکن بس ایک وقتی سہارا درکار تھا۔ چونکہ اس سے کہہ
چکا تھا اس لیے اب بات گول بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ عدالت کے فیصلے میں
زیادہ تاخیر نہیں تھی۔ کسی بھی دن میری تقدیر کا فیصلہ کر دیا جانے والا تھا
چنانچہ فیصلے کا انتظار حماقت تھی۔ مجھے جو کچھ بھی کرنا تھا فوری طور پر کرنا
تھا۔ اس دن کو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے ہمیں جیل سے نکال لیا گیا اور پھر گاڑی
میں بٹھا دیا گیا۔ میری توقع کے خلاف آج صرف دو آدمی ہمارے ساتھ
وین کے پچھلے حصے میں بیٹھے تھے۔ دو آدمی آگے تھے جن میں ایک
ڈرائیور تھا اور دوسرا اس کے نزدیک بیٹھا ہوا جیل کا سنتری تھا۔
کی گاڑی ہمیں لے کر چل پڑی۔ جالیوں سے ہم باہر کے مناظر دیکھ رہے
تھے۔ ہمارے ہاتھوں میں معمول کے مطابق ہتھکڑیاں ڈال دی گئی
تھیں۔ گولیور کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا اور اس کی حالت بہت
زیادہ خراب نظر آ رہی تھی۔ جوں جوں وقت گزر رہا تھا وہ مضطرب
ہوتا جا رہا تھا۔ مجھے خطرہ تھا کہ کہیں یہ بدبخت سارا کھیل چوپٹ
نہ کر دے اور ہمارے نزدیک بیٹھے ہوئے پولیس والے اس بات
سے آگاہ نہ ہو جائیں کہ ہمارے ذہنوں میں کوئی منصوبہ پرورش پا رہا
ہے۔ ایک ایک لمحہ ایک ایک صدی بن کر گزر رہا تھا۔ کیفیت میری
بھی زیادہ بہتر نہیں تھی۔ حالانکہ اگر غور کرتا تو پہلے کے اور اب کے
دور میں بہت فرق نظر آتا۔ پہلے میں خطرناک سے خطرناک حالات میں
اپنے آپ کو سنبھالے رہتا تھا لیکن آج ایک معمولی سی کوشش کے لیے
دل کی دھڑکنیں تیز ہوئی جا رہی تھیں۔ بہرطور صورتِ حال کچھ بھی ہو
اپنے آپ پر قابو رکھنا تھا۔ گولیور کم بخت اگر میرا ساتھ دے پاتا تو
مجھے اب اس کی پروا نہیں تھی۔ بالآخر ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں
اپنے منصوبے کی تکمیل کرنی تھی۔ گولیور نے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے
اور میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔ گویا اب کام کا آغاز ہو
جانا چاہیے تھا۔ میں نے اپنے طور پر بھی جس سمت میں بیٹھا ہوا تھا اس
جالیوں سے باہر نگاہ ڈالی۔ توقع کے مطابق راستہ سنسان تھا۔
جیسے خوشنما جنگلے اطراف میں پھیلے ہوئے تھے۔ یہ معزز لوگوں کی بستی
تھی اور معزز لوگوں کی آبادی میں ہنگامے نہیں ہوتے بلکہ ماحول
پُرسکون ہوتا ہے۔ لیکن ایسے پُرسکون ماحول بعض اوقات ہم جیسے
کے لیے بڑے کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔ بالآخر میں نے گولیور کی آنکھوں
میں آنکھیں ڈال دیں۔ میں اسے اپنی قوتِ ارادی سے مسحور کر رہا
تھا اور اسے اس بات پر آمادہ کر رہا تھا کہ وہ کام کی تکمیل میں پس و پیش
نہ کرے۔ ہماری خوش قسمتی تھی کہ ہمارا مدِمقابل ایک ایک تھا
ہم اچانک صحیح طور پر حملہ آور ہو جاتے تو پھر ہمارے لیے یہ کام
نہ ہوتا کہ ہم اپنا مقصد پورا کرلیں۔ وقتِ مقررہ پر میں نے زوردار
کی آواز نکالی اور اس کے ساتھ ہی اپنے نزدیک بیٹھے ہوئے پولیس
پر چڑھ دوڑا۔ پولیس مین اپنی رائفل سامنے رکھے اطمینان سے بیٹھا
تھا۔ اتفاق کی بات یہ بھی تھی کہ یہ دونوں پولیس والے پیچھے
جیل سے عدالت لا چکے تھے اور وہ شاید میرے بارے میں
مجھے شریف قسم کے مجرموں میں شمار کیا جاتا تھا۔ چنانچہ وہ تصور بھی
نہیں کر سکتے تھے کہ آج اچانک ان پر یہ بپتا آ پڑے گی۔ میں نے
پہلی ہی کوشش میں اپنے شکار کو بے بس کر کے رکھ دیا۔

میں نے پوری قوت سے اس کا سر وین کے فرش پر دے مارا۔ اس
کے حلق سے ایک کراہ سی نکل گئی۔ لیکن میں نے اسے چھوڑا نہیں تھا۔ میں
نہیں چاہتا تھا کہ یہ کراہ کوئی تیز آواز اختیار کر لے۔ خوش قسمتی سے گولیور
نے بھی اپنے مدِمقابل کو زیر کر لیا تھا۔ حالانکہ مجھے سب سے زیادہ خطرہ اسی
کی جانب سے تھا۔ لیکن یہ بھی گولیور ہی کی خوش قسمتی تھی کہ اس کا مدِمقابل
زیادہ طاقتور نہیں تھا۔ اور اس کے دو تین گھونسوں سے ہی جو گولیور نے نہایت
بے تکے انداز میں اس کی گردن پر لگائے تھے اس کے مدِمقابل کو بے ہوش
کر دیا تھا۔ میں نے اپنے شکار کو دیکھا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ دوسرے
لمحے میں نے گولیور کو اشارہ کیا کہ جلد بازی سے کام نہ لے اور رائفل اپنے
قبضے میں کر لے۔ اس موقع سے میں پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ میرا
خیال تھا کہ جب ہم وین میں ہنگامہ کریں گے تو وہ دونوں سپاہی اپنے طور پر
مدافعت کریں گے اور اس سلسلے میں خاصی گڑبڑ ہو جائے گی۔ چنانچہ ہم
فوری طور پر آگے بیٹھے ہوئے پولیس والوں پر فائرنگ شروع کر دیں گے
اور اس کے بعد جو بھی نتیجہ نکلے۔ لیکن چونکہ ہمارے دونوں شکار بے آواز
ڈھیر ہو گئے تھے اور آگے والوں کو اس کی خبر بھی نہ ہو سکی تھی اس لیے ہم
اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔

میں نے پھرتی سے اپنے شکار کی تلاشی لی لیکن اس کی جیب سے
ہتھکڑیوں کی چابی نہ نکلی تو پھر میں نے گولیور کے شکار کو ٹٹولا۔ اس کی
بیلٹ میں ہتھکڑیوں کی چابی موجود تھی۔ گولیور میری یہ کارروائی حیرت
اور دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی اس کی نظریں باہر
کی جانب بھی لگی ہوئی تھیں۔ وین کی رفتار معمول کے مطابق تھی۔ نہ تیز نہ
سست۔ چنانچہ ہمیں اس بات کا خدشہ بھی نہیں رہا
تھا۔ میں نے انتہائی پھرتی سے گولیور کے ہاتھوں میں لگی ہوئی ہتھکڑی
کھولی اور گولیور اپنے ہاتھوں کو آزاد پا کر عجیب سے انداز میں
مجھے دیکھنے لگا۔ پھر میں نے دانت بھینچے ہوئے ہتھکڑی کی چابی
اس کی طرف بڑھائی اور وہ لرزتے ہاتھوں سے میری ہتھکڑی کھولنے
لگا۔ ہم جانتے تھے کہ اگر ہم اسی طرح قید رہ گئے تو ہتھکڑیاں لگے ہوئے
سے کام انجام نہیں دے سکیں گے لیکن اس وقت ہماری تقدیر ہمارا ساتھ
دے رہی تھی اور میں ہتھکڑیاں کھولنے کی کوشش میں کامیاب ہو چکا
تھا۔ اس کے بعد اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ آگے بیٹھے
ہوئے لوگوں پر فائرنگ شروع کر دی جائے۔ وین رکوائی تو نہیں جا سکتی
تھی اور اگر یہ سڑک ختم ہو گئی تو ہمارے کام میں مشکلات پیش آ سکتی ہیں۔
چنانچہ میں نے گولیور کو اشارہ کیا اور ہم نے اندر سے وین کا پچھلا دروازہ
کھول لیا۔ گویا اب باہر نکلنے میں ہمیں کوئی دقت نہیں ہو سکتی تھی۔
گولیور میں نہ جانے کہاں سے اتنی چستی اور پھرتی آ گئی تھی۔ غالباً وہ
اپنے پچھلے کام کی تکمیل کے بعد اس بات سے مطمئن ہو گیا تھا کہ تقدیر اس
کا ساتھ دے رہی ہے اور وہ اپنی کوشش میں ناکام نہیں رہے گا۔ چنانچہ میں
نے سینے میں سانس بھری اور ہمت کر کے سامنے والی ڈرائیونگ سیٹ
پر بیٹھے ہوئے شخص کو نشانہ بنا دیا۔

رائفل سے گولی چلی اور اس کے ساتھ ہی ایک زبردست چیخ
بلند ہوئی۔ گولی سامنے بیٹھے ہوئے شخص کی گردن میں سے گزر کر ونڈ اسکرین
توڑتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔ ڈرائیور نے وین کو بریک لگایا اور وین بری
طرح لڑکھڑاتی ہوئی بائیں جانب سڑک سے اتر گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ
ہی میں نے دوسری گولی داغ دی تھی۔ گولیور رائفل استعمال نہیں کر
سکتا تھا۔ بزدل، کم بخت۔ اگر اتنا موقع نہ مل جاتا تو وہ میری کوششوں
کو کبھی کامیاب نہ ہونے دیتا۔ دوسری گولی لگتے ہی وین زور سے لڑکھڑائی
اور پھر ایک فٹ پاتھ پر چڑھ کر ایک دیوار سے جا ٹکرائی۔ لیکن
چونکہ اس کی رفتار سست ہو چکی تھی اس لیے بہت زیادہ نقصان
نہیں پہنچا۔ میں نے انتہائی برق رفتاری کے ساتھ پچھلے دروازے
سے چھلانگ لگا دی تھی۔ چند لمحات کے بعد گولیور بھی میرے قریب
باہر آ پڑا۔ لیکن اسے اٹھانے کے لیے مجھے ہی سہارا دینا پڑا تھا۔ وہ لنگڑا
ہوا بھاگ رہا تھا۔ غالباً اس کے پاؤں میں چوٹ آ گئی تھی۔

"گولیور، رفتار تیز کرو۔ دیکھو لوگ اپنے اپنے گھروں سے نکل کر
باہر آ رہے ہیں۔" میں نے کہا اور گولیور جیسے ایک دم سنبھل گیا۔ ہم نے
برق رفتاری سے ایک پتلی سی گلی کی طرف دوڑ لگا دی تھی اور چند ہی
لمحات کے بعد ہم گلی میں داخل ہو گئے۔ علاقہ سنسان ضرور تھا مگر
اتنا بھی نہیں کہ لوگ کسی ایسے حادثے کو نظرانداز کر دیتے اور اپنے گھروں
میں گھسے بیٹھے رہتے۔ البتہ ہمیں یہ فائدہ ضرور حاصل ہو گیا تھا کہ لوگوں
کو صحیح صورتِ حال نہیں معلوم ہو سکی تھی۔ وہ ابھی وین کے حادثے پر ہی
غور کر رہے ہوں گے یہ اندازہ نہیں ہو گا ان کو کہ وین میں چار لاشیں
پڑی ہوئی ہیں۔ یا چند مجرم اس طرح وین میں پولیس والوں کو ہلاک
کر کے فرار ہو گئے ہیں۔ ان کی اس لاعلمی سے ہمیں پورا فائدہ حاصل ہوا
اور ہم اس پتلی سی گلی کو عبور کر کے سڑک کے دوسری جانب آ نکلے۔ یہ
ایک بالکل نئی سڑک تھی لیکن یہ بھی اتفاق سے سنسان تھی۔ قریب و جوار
میں کوئی ایسی چیز نظر نہیں آ رہی تھی جسے ہم سواری کے طور پر استعمال کر
سکیں۔ ہمارا انداز مشکوک تھا۔ اگر لوگ ہمیں دیکھتے تو کم از کم یہ اندازہ
تو ضرور لگا لیتے کہ ہم کسی مجرمانہ کارروائی کے بعد فرار ہو رہے ہیں۔ البتہ
ہمارے پاس رائفلیں وغیرہ نہیں تھیں کیونکہ رائفل استعمال کرنے کے
بعد وہیں وین میں پھینک دی تھی اور گولیور نے بھی میری تقلید کی تھی
لیکن اس کی چال میں اب بھی لنگڑاہٹ تھی۔

"کیا تم دوڑ نہیں سکتے؟"

"وہ دوڑ سکتا ہوں۔" گولیور نے کہا۔

"تو پھر مذاق کیوں کر رہے ہو؟"

"میں مذاق نہیں کر رہا۔ وین سے کودتے ہوئے میرا پاؤں بری طرح مڑ گیا ہے۔"

"ٹوٹ تو نہیں گیا؟"

"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ایک لمحے رکو تو میں دو چار جھٹکے دے کر درست کر لوں۔"

"یہ ایک لمحہ ہی میرے لیے موت کا لمحہ ثابت ہو سکتا ہے اس لیے دوڑو اور بھول جاؤ کہ تمہارے پاؤں میں تکلیف ہے اس احساس کو تھوڑی دیر کے لیے ذہن سے نکال دو۔" میں نے کہا اور اس نے گردن ہلا دی۔ زندگی بچانے کی جدوجہد میں گولیور مجھ سے کسی طور پیچھے نہ رہا۔ وہ اس وقت تک خوفزدہ تھا جب تک اس نے عمل کا آغاز نہیں کیا تھا لیکن اس کوشش کے بعد اب اس میں بھی ہمت پیدا ہو گئی تھی اور وہ بھرپور طور پر میرا ساتھ دے رہا تھا۔

میرا پلان اب تک بہت عمدہ رہا تھا۔ جس جگہ کا ہم نے انتخاب کیا تھا وہ ہمارے لیے بہت کارآمد ثابت ہوئی تھی۔ اگر یہ کوئی بھری پڑی سڑک ہوتی تو شاید ہم اپنی اس کوشش میں پوری طرح کامیاب نہ ہو پاتے لیکن سنسان راستوں پر ہمیں فرار کا موقع نصیب ہو گیا تھا۔ ہم دوڑ رہے تھے لیکن یہ خیال رکھ کر کہ کوئی ہمیں بھانپ نہ لے۔ بالآخر ہم ایک عمارت کی آڑ میں رک گئے۔ ہمارے سانس دھونکنیوں کی طرح چل رہے تھے۔

"گولیور!" میں نے کہا اور وہ میری طرف دیکھنے لگا۔ "ہماری راہ میں بے شمار مشکلات ہیں۔"

"مجھے احساس ہے۔"

"فیری جیکسن کے فلیٹ تک پہنچنے کے لیے ابھی ہمیں بہت جدوجہد کرنی پڑے گی۔"

"یقیناً۔"

"ہم کوئی ٹیکسی بھی نہیں کر سکتے کیونکہ بل کی ادائیگی کے لیے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔"

"ہاں۔" اس نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

"کیا فیری اس وقت اپنے فلیٹ پر ہو گی؟"

"نہیں۔ میں بتا چکا ہوں کہ وہ ایک اسٹور پر ملازمت کرتی ہے اس وقت وہ ڈیوٹی پر ہو گی۔"

"کس وقت آتی ہے وہ؟"

"شام کو پانچ بجے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ اس کا فلیٹ بھی بند ہو گا؟"

"ہاں۔ لیکن میں اسے کھول سکتا ہوں۔ بشرطیکہ اس نے فلیٹ کے تالے کی مرمت نہ کرائی ہو۔" گولیور نے مسکرانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب—؟"

"اس کے فلیٹ کا لاک خراب تھا۔ گھٹیا سا فلیٹ ہے۔ اور پھر فیری کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے چوری ہو جانے کا خطرہ ہو۔ اس لیے وہ لاپرواہ ہے۔ یہ لاک ایک سال سے خراب ہے اور فیری صرف اخلاقاً ہی چابی استعمال کرتی ہے ورنہ اسے اس کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ بارہا اس کی غیر موجودگی میں، میں اس کے فلیٹ میں داخل ہو چکا ہوں—"

"خدا کرے اس نے تالا بدلوا نہ لیا ہو۔"

"ہاں، خدا کرے۔"

"مگر وہاں تک پہنچنے کے لیے کیا کیا جائے—؟" میں نے کہا۔ گولیور نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ ہمارے سانسوں کی رفتار درست ہوئی تو ہم تیز رفتاری سے آگے بڑھ گئے۔ البتہ ہم نے اپنی چال میں اعتدال رکھا تھا تاکہ کسی کو اس پر شبہ نہ ہو سکے۔ ہم کافی دور نکل آئے تھے لیکن ابھی نہیں کہ کوئی ہم تک پہنچ نہ سکے۔ چنانچہ یہاں سے آگے بڑھنا ضروری تھا۔ ابھی زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ تھوڑے فاصلے کے ایک موڑ پر کسی گاڑی کے انجن کی آواز سنائی دی۔ ہم نے ایک آڑ میں چھلانگ لگائی تھی۔ گھٹے ہوئے چھلکے والا ٹرک تھا جو اسی طرف آ رہا تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر صرف ایک آدمی نظر آ رہا تھا۔ ہم اس کے گزر جانے کا انتظار کرنے لگے لیکن وہ ہم سے چند گز کے فاصلے پر رک گیا تھا۔ پھر اس کی سیٹ کا دروازہ کھلا اور ڈرائیور نیچے اتر آیا۔ اس نے عقبی حصے میں آ کر کچھ وزنی کارٹن اٹھایا اور تھوڑے فاصلے پر بنی ہوئی عمارت کی طرف بڑھ گیا۔

"کیا خیال ہے۔ کیا ہماری مشکل حل نہیں ہو گئی؟" گولیور نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"پتا نہیں وہ چابی ساتھ لے کر اترا ہے یا اگنیشن میں لگی چھوڑ گیا ہے؟" میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"دیکھوں؟" گولیور نے سوالیہ انداز میں کہا اور میں گردن اٹھا کر بوڑھے شخص کو دیکھنے لگا جس نے کارٹن اس عمارت کے دروازے پر رکھ کر عمارت کے سامنے لگی ہوئی کال بیل بجائی تھی۔ وہ پوری طرح اسی طرف متوجہ تھا اس لیے میں نے گولیور کو اشارہ کیا اور گولیور پھرتی سے آگے بڑھ کر ٹرک کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے اگنیشن میں جھانکا اور پھر مجھے مسرت انداز میں [illegible]

"چابی موجود ہے۔" میں تیزی سے آگے بڑھ گیا تھا۔ گولیور انتظار کیے بغیر اوپر چڑھ گیا اور اس نے دوسری سمت کا دروازہ کھول دیا۔ جدھر سے میں بھی ٹرک پر چڑھ گیا تھا۔ ٹرک کا انجن چونکہ بند کر دیا گیا تھا اس لیے اسے اسٹارٹ کرنا پڑا لیکن سیلف لگاتے ہی ڈرائیور نے چونک کر ادھر دیکھا۔ پھر اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ گولیور نے ایک جھٹکے سے کلچ چھوڑ دیا۔ ٹرک نے ایک چھوٹی سی چھلانگ لگائی اور پھر تیز رفتاری سے دوڑنے لگا۔ ڈرائیور کافی دور تک پیچھے دوڑتا ہوا آیا تھا۔ لیکن ظاہر ہے اب ٹرک کو روکنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ ابھی تک ہم صرف اپنی خوش بختی پر ہی بھروسہ کر رہے تھے۔ اگر پیچھے سے کوئی گاڑی آتی نظر آ گئی تو ٹرک ڈرائیور ضرور ہمارا تعاقب کرے گا۔ لیکن تقریباً دو تین فرلانگ چلنے کے بعد میں نے گردن گھما کر پیچھے دیکھا۔ سڑک دور تک سنسان پڑی ہوئی تھی۔ یہ وقت ایسا ہی تھا کہ کسی جگہ بھی زیادہ رش نہیں تھا۔ ورکنگ ڈے تھا، لوگ اپنے اپنے کام میں مصروف تھے اور زیادہ آمد و رفت نہیں تھی۔ میں نے سکون سے گردن ہلائی اور گولیور سے کہا کہ رفتار بڑھا دے۔ ٹرک اچھا خاصا تھا چنانچہ وہ تیز رفتاری سے سفر کرنے لگا۔ گولیور آگے جا کر دائیں سمت مڑ گیا اور پھر تھوڑے فاصلے پر پہنچ کر بائیں سمت۔ اب مجھے کسی قدر سکون محسوس ہونے لگا تھا۔ ابھی تک کی کارروائی حسب منشا ہی تھی۔ مسئلہ صرف یہ تھا کہ فیری جیکسن کا فلیٹ کھلا ہوا مل جائے یا کم از کم اس کا تالا ہی خراب ہو۔ گولیور نے مجھ سے پوچھا۔

"ٹرک کو کہاں چھوڑا جائے؟"

"بہتر یہ ہو گا کہ فیری جیکسن کے فلیٹ کے اطراف ہی میں کسی ایسی جگہ جہاں سے ہمیں تھوڑا پیدل چلنا پڑے اور ہم فلیٹ پر پہنچ جائیں یعنی کوئی اندازہ نہ کر سکے۔ ویسے بھی تم مجھے بتا چکے ہو کہ تمہارے اور فیری جیکسن کے تعلقات کے بارے میں بہت کم لوگ جانتے ہیں۔"

"اس وقت یہ چیز کام آئے گی۔" گولیور نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں بھی مسکرا کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"گولیور پہلے کی نسبت تم بہت زیادہ پرسکون نظر آ رہے ہو۔"

"میں کوئی شریف آدمی نہیں ہوں مسٹر نواز، مجرمانہ زندگی گزارتا رہا ہوں۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ قتل و غارت گری سے دور رہا ہوں اور کسی انسان کی جان لیتے ہوئے میرا دل دھڑکنے لگتا ہے۔ ویسے چونکہ جرائم کر کے اپنی زندگی پالتا رہا ہوں میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ وہ ایک قتل مجھے اس قدر نڈھال کر چکا ہے کہ اب شاید میں آئندہ زندگی میں جرائم نہ کر سکوں۔ بشرطیکہ زندگی بچ جائے۔"

"اچھی بات ہے گولیور، زندگیوں سے کھیلنا بہت ہی نفرت انگیز کام ہے لیکن بعض اوقات حالات اس طرح مجبور کر دیتے ہیں کہ آدمی بے بس ہو جاتا ہے۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں۔" گولیور نے جواب دیا اور پھر ایک دم چونک کر بولا۔

"خدا کی پناہ کم از کم وہ قتل تو تم سے ہو ہی گئے جیسے اگلی سیٹوں پر بیٹھے ہوئے پولیس والے جاری گولیوں کا شکار ہو گئے۔"

"جاری نہیں صرف میری گولیوں کا۔" میں نے کہا۔

"بات ایک ہی ہے میں اس وقت تم کو خود سے الگ نہیں سمجھ رہا۔ آخر تو میں اتنا ذلیل انسان نہیں ہوں۔" گولیور نے جواب دیا۔

میرے لیے گولیور تنکے کا سہارا تھا اور میں اس سہارے کی عزت کرتا تھا۔ وقتی طور پر مجھے سر چھپانے کی جگہ مل جائے تو پھر میں اپنے اندر سوئے ہوئے فواد کو مکمل طور پر بیدار کر لوں گا اور اس کے بعد مقامی پولیس کو دانتوں تلے پسینہ آ جائے گا۔ مجھے گرفتار کرنا ان کے لیے سہل بات نہیں ہے۔ میری بیوی کا اغوا ہو گیا اور اس کے بعد سازشیوں نے مجھ پر قتل کا الزام لگا دیا۔ میں کسی کو معاف نہیں کر سکتا تھا۔ آخر میرا اپنا بھی تو کوئی وقار تھا۔ عزت تھی میں نے مجرمانہ زندگی سے توبہ کر کے شرافت کی زندگی اپنائی تھی۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ قانون کے رکھوالے مجھ سے کھینچا تانی شروع کر دیں۔ مسٹر پاٹل تو کم از کم جانتے تھے کہ میں کس قسم کا انسان ہوں مگر میں ترلوک کے سلسلے میں ان سے مدد نہ کرتا تو وہ میری گرد بھی نہیں پا سکتے تھے۔ انہیں میرے ساتھ مروت برتنی چاہیے تھی۔ سفر جاری رہا۔ مختلف سڑکوں سے مڑتے ہوئے بالآخر ہم ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں ایک چوراہا تھا۔ گولیور نے کہا۔

مگر ہم سوئٹزرلینڈ میں داخل ہو چکے ہیں۔ پھر پہاڑی سمت میں ٹرک کو موڑا اور جب کہ ہمیں بائیں سمت میں جانا ہے۔ اور یہ پتلی سی گلی عبور کر کے سڑک پر پہنچ جاتا۔ وہاں ٹولنگس پیدل چلتے ہیں۔ تب کہیں ہم فیری جیکسن کے فلیٹ تک پہنچیں گے۔"

"مناسب جگہ ہے کم از کم اتنا فاصلہ ضرور ہونا چاہیے۔" میں نے کہا اور گولیور نے ٹرک سڑک کے کنارے کر کے اس طرح روک دیا جیسے اس میں کوئی خرابی ہو گئی ہو۔ یہ علاقہ آباد نہیں تھا لیکن اچھی خاصی گلی تھی۔ اور گاڑیاں وغیرہ بھی آ جا رہی تھیں اس لیے ٹرک کا اس طرح چھوڑ کر لمبے فاصلے پر چلے جانا کسی کی نگاہ میں مشکوک ہو سکتا تھا چنانچہ گولیور نے بونٹ اٹھایا۔ بونٹ اٹھانے کے بعد وہ چند لمحات ادھر ادھر دیکھتا رہا انداز ایسا تھا جیسے اپنی پریشانی کا کوئی حل تلاش کر رہا ہو۔ لیکن اصل بات یہ تھی کہ ہم یہ اندازہ لگا رہے تھے کہ ہماری جانب کوئی خاص طور سے متوجہ نہیں ہے۔ اور جب یہ محسوس کر لیا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے، چنانچہ اس کے بعد ہم دونوں وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ تھوڑے فاصلے تک ہم سست رفتاری سے چلتے رہے۔ اور اس کے بعد رفتار تیز کر دی یہاں تک کہ وہ گلی عبور کرنے کے بعد دوسری سڑک پر آ گئے اور پھر یہاں سے دائیں سمت چلتے ہوئے کافی دور نکل آئے۔ وہ جگہ اب قریب تھی جہاں فیری جیکسن کا فلیٹ تھا چنانچہ چند لمحات کے بعد گولیور ایک عمارت کے سامنے رک گیا۔ خاصا لمبا فاصلہ طے کرنا پڑا تھا۔ حلیے ویسے ہی ہمارے خراب تھے چنانچہ ہم کسی کی نگاہ میں بھی مشکوک ہو سکتے تھے۔ لیکن بس تقدیر اچھی تھی۔ جو کچھ بھی ہوگا دیکھا جائے گا۔ فلیٹ کی دوسری منزل پر پہنچ کر گولیور نے راہداری میں دیکھا۔ راہداری سنسان پڑی تھی ویسے فلیٹوں سے آوازیں آ رہی تھیں۔ گولیور ایک فلیٹ کے سامنے رک گیا۔ اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ فلیٹ کے تالے کی جانب دیکھا اور پھر دلچسپ مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"حالات زیادہ ہی موافق چل رہے ہیں مسٹر فراز۔"

"تالا تو بہت پرانا لگا ہے۔"

"ہاں ایسا لگتا ہے کہ اس کی مرمت نہ کرائی گئی ہو۔" گولیور نے کہا اور جیب میں ہاتھ ڈال کر تالا کھولنے لگا۔ چند ہی لمحات کے بعد اس نے دروازے کو دھکیلا اور ہم دونوں اطمینان سے اندر داخل ہو گئے۔ خوش قسمتی ہمارا ساتھ دے رہی تھی۔ ابھی تک کی کوششوں میں ہم کامیاب ہی حاصل کرتے رہے تھے۔ تین کمروں کا چھوٹا سا فلیٹ تھا۔ معمولی سا فرنیچر یہاں مکانوں میں رہنے والے کی غربت کا اظہار کر رہا تھا۔ لیکن ہمارے لیے اس وقت یہ فلیٹ کتنا قیمتی تھا اس کا اندازہ ہم ہی کر سکتے تھے۔ فلیٹ کی بالکونی سے اس علاقے کی واحد سڑک کا منظر دیکھا جا سکتا تھا۔ چنانچہ گولیور نے بالکونی کی کھڑکی کھول دی اور اس کے ایک صوفے پر دھم سے بیٹھ گیا۔ میں نے بھی دوسرا صوفہ سنبھال لیا تھا۔ صوفے کے اسپرنگ ہمارے بیٹھنے سے بولنے لگے تھے۔ میں نے بخوبی اندازہ لگا لیا تھا کہ فیری جیکسن بیچاری بہت ہی غریب قسم کی لڑکی ہے۔ بہر طور گولیور کا یہ انتخاب مجھے پسند تھا۔ خاص طور سے اس لیے کہ اس انتخاب کی وجہ سے ہمیں سر چھپانے کا ٹھکانہ مل گیا تھا۔ گولیور مسکراتا ہوا بولا۔

"اپنے اس قلعے میں، میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں مسٹر فراز۔ لیکن افسوس میں آپ کی کوئی بہتر خاطر مدارات نہیں کر سکوں گا۔ بھول گیا کہ فیری کے مالی حالات کیسے چل رہے ہیں۔ اس کے کچن میں کھانے پینے کی کوئی چیز موجود ہے یا نہیں۔"

"میں ذرا باتھ روم جاؤں گا۔" میں نے کہا اور گولیور نے مجھے باتھ روم کا راستہ بتا دیا۔ باتھ روم میں جا کر ہاتھ دھویا۔ حلیہ جس قدر سنوار سکتا تھا، سنوارا اور اس کے بعد وہاں سے نکل آیا گولیور شاید کچن میں مصروف تھا۔ اور میں اس کا انتظار کرتا رہا تھوڑی دیر کے بعد جب وہ واپس آیا تو اس کے دونوں ہاتھوں میں کافی کی دو پیالیاں دبی ہوئی تھیں۔ اور بغل میں شاید بسکٹوں کا ڈبہ تھا۔ اس نے کافی کی ایک پیالی میرے سامنے رکھی اور پھر اپنی پیالی رکھنے کے بعد ڈبہ کھولنے لگا۔ ڈبے میں بہترین قسم کے بسکٹ موجود تھے۔

"فیری جیکسن کی طرف سے یہ حقیر سا ناشتہ قبول کیجئے مسٹر فراز۔"

"تم اسے حقیر سی چیز کہو مسٹر گولیور اس وقت یہ دنیا کی سب سے قیمتی شے ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"فیری ہمیں دیکھ کر حیران رہ جائے گی۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ کوئی فیری کے ذریعے میرا پتہ لگانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔" گولیور کافی کے دو تین گھونٹ مسلسل لینے کے بعد بولا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ بڑے بسکٹوں کا یہ ڈبہ ہی ہمارا لنچ بنا تھا۔ کیونکہ شاید اور کوئی چیز یہاں موجود نہیں تھی۔ جسے کھا کر ہم پیٹ بھر سکتے گولیور نے فلیٹ کا دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا اور اب اسے باہر سے نہیں کھولا جا سکتا تھا۔ اندر سے بند کرنے کے لیے اس کے اوپری حصے میں کچھ خاص قسم کی چٹخنیاں لگی ہوئی تھیں۔ وقت گزر رہا تھا ہم صوفوں پر ہی آرام کرنے لیٹ گئے تھے۔ میں نے فیری کے فلیٹ کے دوسرے حصے کو دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ظاہر ہے مجھے ان تمام چیزوں سے دلچسپی نہیں تھی۔ گولیور بھی شاید تھک گیا تھا۔ اور اب اس کی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ کتنا عجیب، عجیب وقت تھا۔ میں ایک بار پھر خیالات میں کھو گیا۔ جو کچھ ہو رہا تھا اس کی توقع کبھی نہیں کی جا سکتی تھی۔ میں بھول کر بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ زندگی کے کٹھن ترین لمحات گزارنے کے بعد کروڑوں روپے کی دولت چھوڑ کر جب میں ایک شریف آدمی کی زندگی بسر کرنے کی کوشش کروں گا تو اس کا عرصہ اتنا مختصر ہوگا۔ ایک بار پھر مجرم بن گیا تھا۔ اور اب زندگی میں پھر وہی بھرپور جدوجہد شروع ہو گئی تھی جس کے لیے میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اب آخری سانس تک اس میں حصہ نہیں لوں گا۔ بہت بڑی قربانی دی تھی میں نے لیکن یہ قربانی رائیگاں گئی تھی۔ اگر زیبی مجھے نہ ملی تو میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ میری ذہنی

کیفیت کیا ہو جائے۔ میں کہاں تک پہنچ جاؤں؟ نہ چاہنے کے باوجود تقدیر نے پھر اس راستے پر لا پھینکا تھا۔ جب ایک طویل عرصہ سفر کر کے میں نے ایک منزل تلاش کی تھی۔ زیبی کو اگر ہلاک کر دیا گیا تو کیا میں اس کے بغیر زندہ رہ سکوں گا۔ کیا کرنا چاہیے مجھے۔ کیا کروں امریکہ میں رہ کر پولیس کی نگاہوں سے بچنا کتنا مشکل کام ہوگا اس کا اندازہ مجھ سے زیادہ اور کون لگا سکتا تھا۔ مجھے ایک ایک چپے پر تلاش کیا جائے گا۔ مجھے ان تمام جگہوں پر چیک کیا جائے گا جہاں ان سرنگوں سے خفیہ طور سے ملاقات ہو سکتی تھی جن کی نشاندہی مجھے کی گئی تھی۔ جو کچھ کرنا ہوگا بڑی احتیاط سے کرنا ہوگا۔ مسٹر پارکن جانتے تھے کہ میرے سینے میں انتقام کی آگ بھڑک رہی ہے۔ اور میں بیٹھا ہوا نہیں رہوں گا۔ سے فارغ ہونے کے بعد اپنے دشمنوں کو تلاش کروں گا۔

حقیقت یہ تھی۔ زیبی کی تلاش ہی میری زندگی کا مقصد تھی۔ اس کے علاوہ اب اس زندگی کا اور کوئی مصرف بھی تو نہیں تھا۔ لیکن امریکی پولیس سے نمٹنا آسان کام نہیں تھا۔ اس کے لیے مجھے نہایت ذہانت سے کام کرنا ہوگا۔

اور اگر زیبی نہ ملی تو۔۔۔ یہ ایک خوفناک سوال تھا۔ اور اس سوال کا جواب میرا ذہن کسی طور نہ دے پا رہا تھا۔ دل سینے سے نکلنے لگتا تھا صرف احساس تھا کہ زیبی کا تعلق اب میری زندگی سے ختم ہو چکا ہے۔ وہ کیا یہ تعلق ختم ہو سکے گا۔ کیا زندگی کے کسی موڑ پر میں اسے بھلانے میں کامیاب ہو سکوں گا؟"

وقت گزرتا رہا۔ گولیور جاگ گیا۔ اس نے تعجب سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ارے میں سو گیا تھا۔"

"ہاں۔۔۔ نیند صوفے پر بھی آ جاتی ہے۔"

"اوہ۔۔۔" گولیور نے جلدی سے اپنی گردن سنوارتے ہوئے کہا اور پھر جھینپے ہوئے انداز میں ہنسنے لگا۔ "پتا نہیں کیا وقت ہو گیا۔"

"پتا نہیں۔" میں نے اپنی سونی کلائی دیکھتے ہوئے کہا۔ میری قیمتی گھڑی سرکاری تحویل میں تھی۔ کوئی شے میرے پاس نہیں چھوڑی گئی تھی۔ گولیور بے چارے کی بھی یہی کیفیت تھی۔

شام کے پانچ یا ساڑھے پانچ بجے ہوں گے جب گولیور کو کچھ یاد آیا اور اس نے صوفے سے چھلانگ لگا دی۔ میں اس کی اس حرکت سے چونک پڑا تھا۔

"کیا بات ہے۔" میں نے پھرتی سے کھڑے ہوتے ہوئے پوچھا۔

"ایک منٹ۔۔۔ ایک منٹ، میں ابھی آیا۔ اور یہاں صوفے کی کھڑکی جلدی سے بند کر دو۔" اس نے کہا اور جھپاک سے باہر نکل گیا میں تعجب سے اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔ اس کی یہ حرکت میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

پھر جب مجھے اس کی ہدایت کا خیال آیا تو میں نے جلدی سے کھڑکی بند کر دی۔ گولیور چند منٹ کے بعد واپس آ گیا تھا۔

"کیا ہوا۔۔۔؟" میں نے بے اختیار پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں۔" وہ مسکراتا ہوا بولا۔

"بھول۔۔۔"

"نہیں میرے بھائی۔ ایک غلطی ہونے جا رہی تھی۔ بروقت یاد آ گیا ورنہ کہانی بہت دلچسپ ہو جاتی۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟"

"کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ جو نیچے سڑک سے دیکھی جا سکتی ہے اور دروازہ اندر سے بند ہے۔ فیری کھلی ہوئی کھڑکی دیکھ کر چونک سکتی تھی اور یہ سوچ سکتی تھی کہ شاید وہ جاتے وقت اسے بند کرنا بھول گئی ہے لیکن پھر اوپر آ کر دروازہ بھی اندر سے بند دیکھتی تو اسے یقین ہو جاتا کہ کوئی گڑبڑ ضرور ہے اور ضرور کوئی چور اس کے فلیٹ میں قسمت آزمائی کر رہا ہے۔ وہ خود چور کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن نزدیکی پولیس اسٹیشن سے رجوع کرنا مشکل کام نہیں تھا پھر پولیس چور کی تلاش میں آتی۔ اور یہاں اسے دو عدد قسم کے قاتل مل جاتے۔ مجھے یقین ہے کہ اب تک ہمارے حلیے تمام پولیس اسٹیشنوں اور گشتی اسکواڈ کو نوٹ کرائے جا چکے ہوں گے۔ نتیجے میں پولیس والوں کی ترقی ہو جاتی۔ چنانچہ میں یہ دروازہ کھولنے گیا تھا۔"

"اوہ۔۔۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "واقعی تم نے خوب سوچا۔"

"میں نے تم سے کہا تھا نا کہ سوچنے کا کام میں بخوبی کر سکتا ہوں لیکن عمل کے خطرناک راستے ہمیشہ ٹیڑھے میڑھے ہوتے ہیں۔ اس لیے میں عمل سے گھبراتا ہوں۔"

گولیور اب دلچسپ ہوتا جا رہا تھا۔ ہمیں زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ دروازے پر آہٹیں سنائی دی تھیں۔ پھر نرم و نازک قدموں کی چاپ جو اس طرف آ رہی تھی۔

گولیور کھڑا ہو گیا۔ پھر جونہی لڑکی نے اندر قدم رکھا گولیور نے اسے سنبھال لیا لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے لڑکی کے منہ پر ہاتھ بھی جما دیا تھا تاکہ اس کی چیخ نہ نکل جائے۔

"میں گولیور ہوں فیری پریشان نہ ہو۔" اس نے کہا۔ اور لڑکی کے چہرے سے ہاتھ ہٹا لیا تھا۔ وہ متوحش نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس قدر بدصورت بھی نہیں تھی۔ جتنا گولیور کہہ رہا تھا خاصے دلکش نقوش تھے۔ جنہیں غربت نے بگاڑ دیا تھا۔

"ہاں فیری یہ میں ہوں۔" گولیور نے کہا۔ لڑکی نے کھل کر انہیں اپنی موجودگی کا احساس دلا لیا۔ اور گولیور سنبھل کر بولا۔

"اور یہ میرے دوست ہیں فراز اصغر۔"

"ایک عورت ۔۔۔" انہیں نے سر اٹھا کر کہا۔

"کیا وہ تمہاری تھی ۔۔۔"

"ہاں ۔۔۔ اس نے میرے لیے قربانی دی تھی۔ اس نے مجھے بہت برے کام کرنے سے بچایا تھا۔"

"اوہ ۔۔۔ تو تم بھی اس کے شکار ہو ۔۔۔؟"

"شکار نہیں ۔۔۔ میں نے حقیقت پالی تھی۔ وہ مجھے برے راستوں سے واپس لے آئی تھی۔"

"پھر کیا ہوا ۔۔۔؟"

"میں نے امریکی شہریت حاصل کر لی۔ یہاں ایک فرم کھولی۔ میں نے قانونی کاروبار شروع کیا تھا۔ اچھی زندگی گزر رہی تھی۔ لیکن نظر لگ گئی ہمارے سکھ کو۔"

"کیا ہوا ۔۔۔؟" گولیور نے دلچسپی سے پوچھا۔ اور میں نے اسے پوری کہانی سنا دی۔ گولیور بے حد متاثر ہو گیا تھا۔ "گویا ۔۔۔ گویا تم بے وہ قتل نہیں کیے ۔۔۔؟"

"ہاں گولیور ۔۔۔ میں بے گناہ پھنس گیا لیکن ثبوت میرے خلاف موجود تھے۔"

"تمہاری فرم کا کیا نام ہے ۔۔۔؟"

"زیب کارپوریشن۔"

"اوہ ۔۔۔ میں نے یہ فرم دیکھی ہے۔ اس کا بورڈ میں نے پڑھا ہے۔ تم تو بہت بڑے آدمی ہو۔" وہ متاثر ہو کر بولا۔

"کوئی اس دنیا میں بڑا آدمی نہیں ہے گولیور ۔۔۔ ساری کمائیں ۔۔۔ بے کار ہیں۔ پتا تو وہ ہوتا ہے جب کل تقدیر میں بے بسی کا کوئی لمحہ ہو۔ جو کوشش کے باوجود اپنی خواہشات کی تکمیل بھی نہ کر سکے اس کے اندر کیا بڑائی ۔۔۔ اگر دولت کی بڑائی کی بات کرتے ہو تو میں بہت بڑا آدمی ہونا چاہیے تھا۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ سوئٹزر لینڈ کے بینکوں میں میرا اتنا بڑا سرمایہ موجود ہے کہ اگر اسے نکال لوں تو امریکہ کے ارب پتیوں میں شامل ہو جاؤں۔ لیکن میں نے وہ حرام کی کمائی اسی جگہ چھوڑ دی کیونکہ وہ مجھے میرے برے دنوں کی یاد دلاتی تھی۔ لیکن اب ۔۔۔ اب وہ ماحول پھر مجھے آواز دے رہا ہے گولیور وہ ماحول پھر مجھے آواز دے رہا ہے۔ کچھ لوگ چاہتے ہیں کہ راجہ نواز منتظر پھر زندہ ہو جائے۔ اور انہیں تمام راستوں پر نکل جائے جہاں سے واپسی میں اسے بڑی مشکل پیش آئی تھی۔" گولیور تصور کی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔

"کیا تم اب زیب کارپوریشن سے رابطہ قائم نہیں کرو گے ۔۔۔ وہاں تمہارا اسٹاف تو ہوگا۔ تمہارے لوگ تو کام کرتے چلے گئے۔"

"ہاں ۔۔۔ وہاں بہت سے لوگ موجود ہیں۔ ان میں میرا منیجر بھی ہے۔ جو میرے لیے ہر وہ کوشش کر سکتا ہے جو ایک شریف آدمی کر سکتا ہے۔ لیکن اب میں کسی کو اپنی مصیبت میں نہیں پھنسانا چاہتا ہوں۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے گولیور کہ تقدیر نے مجھ سے جو امتحان مانگا ہے وہ تنہا ہی دوں گا اور اس طرح دوں گا کہ زمانہ یاد رکھے۔ میں نے خود کو بے حد کوشش نہیں کی کہ مجھے وہ تمام سہارے نہیں ملے جو ملنے چاہیے تھے۔ جب میں اچھائیوں کے لیے کمر باندھ کر میدان میں آ گیا تھا اور انسانیت کو میں نے ایک بہت بڑے عفریت سے بچا لیا تھا تو میرے بھی کچھ حقوق تھے۔ میری بھی تو خواہش تھی کہ مجھ سے اظہار ہمدردی کیا جاتا اور کہا جاتا کہ نہیں راجہ نواز منتظر تم بے گناہ ہو تو وہ سب کچھ نہیں کر سکتے جو سامنے ہے۔ اگر تم ان لوگوں کے قتل کا اعتراف نہیں کرتے تو یقیناً تم نے انہیں قتل نہیں کیا ہوگا۔ میری بات پر اعتبار کیا جاتا تھا۔ لیکن مجھ پر اعتبار نہیں کیا گیا اور مجھے قاتل گردان لیا گیا۔ عدالت میں مجھ پر مقدمہ چلے گا میں کیسے بتاتا کہ ان کٹہرے میں کھڑے ہو کر ان دو آدمیوں کا قتل میرے لیے بہت معمولی چیز ہے۔ میں اگر چاہوں تو نیویارک میں لاشوں کا انبار لگا دوں۔ اور ایسا ماحول پیدا کر دوں کہ زیبی کو اغوا کرنے والے ہاتھ جوڑ کر مجھ سے درخواست کریں کہ اپنی بیوی ہم سے واپس لے لو اور ہماری جان بخش دو۔"

"لیکن یہ سب کچھ نہیں ہو گا۔ یہ سب کچھ نہیں ہو گیا ۔۔۔ گولیور اور مجھے دوبارہ اسی راستے پر لا کھڑا کیا گیا جہاں سے میں کبھی واپس نہیں آنا چاہتا تھا۔" گولیور چند لمحات سوچتا رہا پھر اس نے گردن ہلا کر کہا۔

"تم حق بجانب ہو نواز تم واقعی حق بجانب ہو انسان اپنی زیادہ سے زیادہ کیا کر سکتا ہے سوائے اس کے کہ تقدیر کے آگے سر جھکا دے اور موت کی آغوش میں جا سوئے یا پھر دنیا کو موت کی آغوش میں سلانے پر کمربستہ ہو جائے۔"

"ایسا ہی ہو گا گولیور اب ایسا ہی ہو گا ۔۔۔" تھوڑی دیر کے بعد فیری کھانا لے کر اندر آ گئی۔ بے چاری نے جلدی جلدی میں جو کچھ بھی ہو سکا تھا پکا لیا تھا۔ میں نے ایک بار پھر اس کے چہرے پر نگاہ ڈالی اس دوران میں اس کے بیچ جو کچھ ہو چکا تھا فیری کو اس کی خبر بھی نہیں ہوگی ویسے خبر ہونا بھی نہیں چاہیے تھی۔ اگرچہ یہ احساس ہو جاتا کہ گولیور فیری کیسے سے اس کی جانب راغب ہوا ہے تو ممکن ہے اس کی نگاہ سے تبدیلی ذکر ممکن ہے بیشک یہ اس کے دل میں یہ بات پڑ جاتا کہ گولیور اس سے فلرٹ کر رہا تھا۔ اور اس کے لیے سنجیدہ نہیں تھا۔ ہم تینوں نے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔ کھانے کے دوران دلچسپ گفتگو ہوتی رہی تھی۔ گولیور نے دو تین بار اس دوران فیری کے بات سے سوالات کیے۔ وہ فیری کو گھور رہا تھا۔ لیکن میری طرف اس کی نگاہ نہیں تھی میں تو ایک نگاہ میں ہی اندازہ لگا چکا تھا کہ وہ فیری ان رہنے والی لڑکیوں میں شامل ہے۔ مغرب ہونے کے باوجود اس کے سینے میں مشرق سمایا ہوا ہے اور وہ اپنی محبت پر جان نثار کرنے کے لیے تیار ہے فیری نے تمام سوالوں کا تسلی ۔۔۔۔۔۔

بخش جواب دیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ اپنے معمولات میں تبدیلی پیدا کرے گی۔ جاب کا بہانہ کر کے چند روز کی چھٹیاں لے لے گی تاکہ ان لوگوں کے لیے کوئی مناسب بندوبست کر سکے۔

"میرا خیال ہے نہیں فیری۔ اس کی ضرورت نہیں ہے ۔۔۔ تم چھٹیاں نہ لو بلکہ مسلسل اپنی ڈیوٹی انجام دیتی رہو تم شاید اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکتیں کہ ہم جیل سے بھاگے ہوئے ہیں اور تلاش میں ہیں بہر طور ہمارے پاس بالکل پیسے ویسے نہیں ہیں اس لیے ہم کوئی فوری کارروائی نہیں کر سکتے۔ پولیس ہماری تلاش ترک کر دے تو ہم اس قابل ہو جائیں کہ چوری چھپے باہر نکل سکیں تو پھر ہم کچھ کر سکتے ہیں۔"

"اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی گولیور۔ بات پیسوں کی ہے نا تو بے چاری فیری کو اس سلسلے میں ہم مزید تکلیف نہیں دے سکتے۔ پیسے تو ہر طرح سے مہیا ہو سکتے ہیں اگر زیب کارپوریشن سے رابطہ قائم کر لیا جائے تو جتنا بھی روپیہ درکار ہوگا۔ ہمارے پاس پہنچ سکتا ہے لیکن ایسا مناسب نہیں ہے۔"

"کیوں ۔۔۔؟" گولیور نے پوچھا۔

"اس لیے کہ میں کاشف کو اس جھگڑے میں نہیں پھنسانا چاہتا ہوں۔"

"کیا وہ قابل اعتماد آدمی نہیں ہے ۔۔۔؟"

"بے حد قابل اعتماد ہے۔ لیکن چالاک نہیں ہے۔ سیدھا سادا نوجوان ہے اگر اسے علم ہو جائے کہ میں کہاں موجود ہوں تو پھر وہ پریشان ہو جائے گا۔ اور اگر پولیس اس تک پہنچی تو وہ اپنے چہرے کے تاثرات چھپا نہیں سکے گا نتیجے میں پکڑا جائے گا یہاں کی پولیس بہت چالاک ہے۔ مسٹر پاول اسٹیفن جوزف اور اب تو یقیناً دوسرے بہت سے بھی ملوث ہو چکے ہوں گے اتنے ذہین ہیں کہ انسان کی آنکھوں کی رنگت دیکھ کر اس کی دلی کیفیت کا پتہ لگا لیتے ہیں۔ کاشف کو اگر یہ علم ہو گیا کہ میں کہیں قرب و جوار میں موجود ہوں اور اس سے امداد چاہتا ہوں تو وہ مجھ سے مل تو نہیں سکے گا لیکن اس کے باوجود اس تذبذب کا شکار ہو جائے گا کہ اب کیا کرے اور یہی چیز اس کی پریشانی کی وجہ بن سکتی ہے۔" گولیور سر ہلانے لگا تھا پھر اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے کچھ نہ کچھ کام چل جائے گا۔ فیری تم کتنے دن ہمارا خرچ اٹھا سکتی ہو ۔۔۔؟"

"آپ فکر نہ کریں مسٹر گولیور یہ شعبہ میرا ہے۔ آپ میرے مہمان ہیں۔ میں آپ کے لیے سب کچھ کروں گی۔" فیری نے جواب دیا۔ اور پھر کسی سوچ میں ڈوب گئی۔

کھانا کھانے کے دوران وہ مسلسل غور کرتی رہی۔ میں اور گولیور دو تین بار اس کی شکل دیکھ چکے تھے۔ جب کھانا ختم ہو گیا اور فیری نے ہمارے سامنے کافی لا کر رکھ دی تو گولیور نے کہا۔

"تم کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی لگتی ہو فیری؟"

"ایں ۔۔۔ کچھ نہیں ۔۔۔ نہیں کوئی خاص بات نہیں۔"

"کوئی عام بات تو ہوگی۔" گولیور نے سوال کیا۔

"میں مسٹر بیکن کے بارے میں سوچ رہی تھی۔"

"یہ مسٹر بیکن کون ہیں ۔۔۔؟"

"میری فرم کے مالک جس کیا بتاؤں تمہیں دنیا میں اچھے لوگوں کی تعداد بہت کم رہ گئی ہے گولیور ۔۔۔"

"کیا مطلب ۔۔۔؟"

"میں یہ کہہ رہی تھی کہ ہم چہروں سے انسان کی صحیح شخصیت کا اندازہ نہیں لگا سکتے مسٹر بیکن بظاہر بہت شریف آدمی ہیں ایک نام اور نیک شخصیت کے مالک لیکن ان کا پس منظر بھی کچھ اور ہے۔"

"کیا مطلب ۔۔۔؟"

"وہ ایک ایسے گروہ سے منسلک ہیں جو منشیات کی تجارت کرتا ہے اور اعلیٰ پیمانے پر یہ تجارت ہوتی ہے مسٹر بیکن کی اپنی فرم کا کاروبار اچھا خاصا چل رہا ہے۔ لیکن اتفاقیہ طور پر مجھے اس بات کا علم ہو گیا کہ وہ منشیات کی تجارت بھی کرتا ہے۔"

"اوہ ویری گڈ ۔۔۔ لیکن مسٹر بیکن کو یہ بات معلوم ہے کہ تم ان کے کاروبار سے واقف ہو گئی ہو۔"

"ہاں۔ بس وہ ایک اتفاقیہ دن تھا۔ پورا دن سردی اور کہر میں لپٹا ہوا تھا اور کارکن کام تو کر رہے تھے لیکن ایک کمی سی محسوس کی جا رہی تھی۔ میں مسٹر بیکن کے آفس میں کسی خاص کام سے گئی تو مجھے پہلی بار انکشاف ہوا کہ بیکن کے خوبصورت آفس میں ایک چور دروازہ بھی ہے۔ مسٹر بیکن وہاں موجود نہیں تھے۔ دفعتاً ایک چیخ کی آواز سنائی دی اور میں پریشان ہو گئی میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں کیا کروں۔ تب بے اختیار دوڑتی ہوئی میں اس چور دروازے سے اندر داخل ہو گئی تھی ۔۔۔

"مسٹر بیکن ایک اونچی جگہ سے گر پڑے تھے اور ان کے ٹخنے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ یہ اونچی جگہ اس چور دروازے کے اندر بنے ہوئے تہہ خانے میں تھی اور اس تہہ خانے میں بے شمار خوبصورت کھلونے رکھے ہوئے تھے میں نے کبھی یہاں کھلونے نہیں دیکھے تھے ان کھلونوں کو دیکھ کر میں حیران رہ گئی بہر طور پھر انہیں نظر انداز کر کے میں مسٹر بیکن کی طرف دوڑی اور انہیں سہارا دے کر

کر اٹھایا۔ مسٹر بیکن کے ہاتھ میں کپڑے سے بھرے دستے کا ایک بھالو تھا اور اچانک بھالو کی گردن ٹوٹ کر گر گئی تھی۔ جو اس میں سے پڑا ہوا تھا انہوں کا ایک تم ختم کا چوڑا نکل کر پیچھے گر پڑا تھا۔ وہ سینڈو کھلونے کے اندر سے نکلا تھا۔ مسٹر بیکن اپنے گھٹنے کی تکلیف سے سخت پریشان تھے۔ اچانک مجھے دیکھ کر ان کا چہرہ عجیب سا ہو گیا۔ انہوں نے غراتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"دروازہ کیسے کھل گیا؟"

"در... در... دروازہ کھلا ہوا تھا جناب۔"

"اوہ... اوہ... تم یہاں کیوں آ مریں؟"

"وہ میں آپ کے پاس کام سے حاضر ہوئی تھی سر! لیکن آپ اپنی سیٹ پر موجود نہیں تھے اور یہ بغلی دروازہ کھلا ہوا تھا پھر مجھے آپ کی چیخ سنائی دی اور میں خود کو باز نہ رکھ سکی۔" میں نے لرزتی آواز میں جواب دیا۔ مسٹر بیکن ایک نرم دل اور مشفق انگلش مین ہیں، ہر شخص کے ساتھ ان کا رویہ بہت اچھا ہوتا ہے کبھی کسی پر ناراضگی کا اظہار نہیں کرتے فطرتاً وہ بہت نرم دل ہیں لیکن اس وقت ان کی درشتگی میرے لیے بالکل اجنبی چیز تھی چنانچہ میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ مسٹر بیکن نے ان آنسوؤں کو محسوس کیا انہوں نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس میں کامیاب نہیں ہو سکے، تب انہوں نے کسی قدر نرم لہجے میں کہا۔

"اوہ سوری فیری! جلدی سے جاؤ اور پہلے میرے کمرے کا بیرونی دروازہ بند کر آؤ۔ فوراً پلیز!" میں لرزتے قدموں سے آگے بڑھی اور پھر تہہ خانے سے باہر نکل آئی۔ میں نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا۔

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ دوبارہ مسٹر بیکن کے پاس جاؤں یا نہیں لیکن سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا تنہا اس کمرے میں کھڑی کیا کرتی۔ کمرے کا دروازہ اندر سے بند کرنے کا مطلب یہی تھا کہ مسٹر بیکن مجھے دوبارہ اسی کمرے میں واپس بلانا چاہتے تھے۔ میں نے چند لمحات کے بعد دوبارہ اس تہہ خانے میں قدم رکھا اور مسٹر بیکن نے مجھے آواز دی۔

"فیری! تم یہاں آؤ۔" میں ان کے نزدیک پہنچ گئی تو وہ آہستہ سے مجھ سے بولے۔

"میرے گھٹنے کی ہڈی شاید ٹوٹ گئی ہے شدید تکلیف محسوس کر رہا ہوں کیا تمہارے پاس کوئی ایسی چیز ہو گی جس سے میں اپنے اس گھٹنے کو کس کر باندھ دوں۔" میں نے جلدی سے اپنا اسکارف نکالا اور بیٹھ کر مسٹر بیکن کا گھٹنا کسنے لگی۔ میں محسوس کر رہی تھی کہ وہ مجھے بغور دیکھ رہے ہیں۔ پھر انہوں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"یہ میرا وہ جو پھیل گیا اسے سمیٹ کر اس کھلونے کی گردن میں پھر بھر دو اور اس گردن کو چند چوڑیوں کے ساتھ اندر لگا دو۔" میں نے مسٹر بیکن کی طرف دیکھا اور انہوں نے آہستہ سے گردن ہلا کر مجھے اس کام پر آمادہ کیا اور میں ان کی ہدایت کے مطابق یہ کرنے لگی۔ میں نے ان کی مرضی کے مطابق کھلونا برابر کر دیا۔"

"اسے اس بکس میں ڈال دو۔" مسٹر بیکن نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔ میں نے کھلونے کو بکس میں رکھتے ہوئے دیکھا کہ اس میں بے شمار خوبصورت کھلونے بھرے ہوئے ہیں۔ مسٹر بیکن میری ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہے تھے۔ پھر انہوں نے کہا۔

"اب مجھے سہارا دے کر اوپر لے چلو اور مجھے میری کرسی پر بٹھا دو۔"

"جی بہتر۔" میں نے کہا اور جب میں انہیں لے کر باہر آ رہی تھی تو تہہ خانے انہوں نے کچھ کیا کہ پھر دروازہ ایک دم بند ہو گیا وہاں ایک خوبصورت ڈیکوریشن پیس لگا ہوا ہے جو اس طرح نظر آتا ہے کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس کے پیچھے کوئی خفیہ دروازہ ہو گا۔ مسٹر بیکن کے چہرے کا رنگ متغیر ہو رہا تھا انہوں نے کہا۔

"دیکھو فیری! انسان کو بعض اوقات ایسے اچانک حادثات پیش آتے ہیں کہ وہ انہیں برداشت نہیں کر سکتا یہ واقعہ جو تمہارے سامنے گزرا ہے جو کچھ بھی ہے، اس کی تفصیل میں تمہیں کسی مناسب وقت میں بتا دوں گا۔ بلکہ اس سلسلے میں تم سے بہت سی باتیں بھی کروں گا۔ لیکن فی الوقت تم اسے بھول جاؤ اور غیر افراد کے سامنے سے بھی اس کا تذکرہ مت کرنا ورنہ تم مصیبت میں پھنس جاؤ گی۔"

"ٹھیک ہے مسٹر بیکن میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گی۔"

"اب یوں کرتا ہوں کہ میں اپنی کرسی گرائے دیتا ہوں، اور لوگوں سے یہی کہوں گا کہ مسٹر بیکن اٹھ رہے تھے کہ اچانک لڑکھڑا کر گر پڑے۔ میری اس چوٹ کی وجہ یہی ہونا چاہیے، سمجھ گئی نا۔"

"جی ہاں۔" میں نے جواب دیا اور مسٹر بیکن نے اپنا ڈرامہ شروع کر دیا۔ ان کے گرتے ہی میں باہر دوڑی اور پھر میں نے چند لوگوں کو اندر بلا لیا۔ اس کے بعد مسٹر بیکن ہاسپٹل چلے گئے، ان کی مرہم پٹی وغیرہ ہوئی لیکن تیسرے دن وہ دفتر پھر آ موجود ہوئے تھے۔ دفتر پہنچنے کے بعد انہوں نے سب سے پہلے مجھے ہی بلایا اور پہلی بار مجھے اپنے سامنے بیٹھنے کی پیشکش کی میں بیٹھ گئی تو وہ مسکرا کر بولے۔

"تمہارا شکریہ! فیری میں تمہیں قابل اعتماد پاتا ہوں لڑکی

بات جیسے کہ قابل اعتماد لوگوں کی میرے دل میں بے حد قدر ہے۔ تم یہاں معمولی سی ملازمت کرتی ہو لیکن اگر تم چاہو تو میں تمہیں اس ملازمت سے دس گنا زیادہ فائدہ بخش کام دے سکتا ہوں لیکن اس کے لیے تمہیں مکمل رازداری کی ضرورت ہو گی۔"

"جناب عالی! میں ابھی خوش ہوں، مطمئن ہوں اور مجھے کوئی دقت نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"نہیں فیری! تمہارے چہرے، تمہارے لباس اور تمہارے انداز سے پتہ چلتا ہے کہ تم خاصی تکلیف دہ زندگی گزار رہی ہو بہر طور فی الحال اتنا ہی کافی ہے میرے اس راز کو راز ہی رہنا چاہیے کبھی کسی سے اس کا تذکرہ مت کرنا۔" پھر وہ مجھ سے میرا خاندانی پس منظر پوچھنے لگے۔ انہوں نے میرے فیملی ممبرز کے بارے میں پوچھا اور یہ جان کر کافی مطمئن ہو گئے کہ میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ میں نے ان سے تمہارا کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا۔ میں خوفزدہ بھی تھی حالانکہ سمجھتی تھی، جانتی تھی کہ اگر میں نے اپنا راز طشت از بام کر دیا تو ممکن ہے مسٹر بیکن مجھے اپنے لیے خطرناک سمجھنے لگیں۔ چنانچہ میں بالکل خاموش رہی تھی۔"

تقریباً پندرہ دن اسی طرح گزر گئے۔ مسٹر بیکن کا پاؤں اب بالکل تندرست ہو گیا تھا اور وہ چلنے پھرنے لگے تھے۔ سولہویں دن انہوں نے پھر مجھے اپنے پاس طلب کر لیا اور یہ وقت وہ تھا جب دفتر کی چھٹی ہو چکی تھی انہوں نے بدستور نرم انداز میں مجھے خوش آمدید کہا اور اپنے سامنے بیٹھنے کی پیشکش کر دی پھر وہ بولے۔

"اگر تم میرے دوسرے کام میں باقاعدہ حصہ لینا نہیں چاہتیں تو کم از کم اتنا تو ضرور کرو کہ اپنی الجھنیں مجھے بتاؤ میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔"

"جناب عالی! میں بالکل مطمئن ہوں کوئی ایسی الجھن مجھے درپیش نہیں ہے اگر ہو گی تو آپ سے ضرور عرض کروں گی۔"

"فیری! تمہارے ذہن میں یہ تجسس ضرور ابھرا ہو گا کہ تہہ خانے کا راز کیا تھا؟"

"جی ہاں جناب! میں نے سوچا ضرور تھا لیکن میں دوسروں کے معاملات میں بہت زیادہ ٹانگ اڑانے کی عادی نہیں ہوں آپ کا ذاتی معاملہ تھا آپ نے مجھ سے کہا کہ اس کا ذکر کسی سے نہ کروں یہ احساس ہمیشہ کے لیے میرے سینے میں چھپ گیا اور اگر آپ مجھے ہمیشہ کے لیے یاد نہ دلائیں گے تو میں کبھی یاد نہ کروں گی کہ وہ سب کیا تھا۔"

"یہ سب تمہاری بہت اعلیٰ ظرفی ہے۔ لیکن ایک بات سمجھ لو فیری! اگر تم کبھی کوئی الجھن محسوس کرو تو اپنی موجودہ پوزیشن سے ہٹ کر مجھے ضرور بتا دینا۔ تمہاری شخصیت نے مجھے بہت متاثر کیا ہے میں تمہیں صرف اتنا بتا دوں کہ میں منشیات کی تجارت کرتا ہوں، یہاں جو کچھ کرتا ہوں تم نے دیکھا ایک حقیقت ہے اور اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ لیکن میں جن حالات میں ان تمام کاموں کے لیے مجبور ہوا ہوں، انہیں بیان نہیں کر سکتا یوں سمجھ لو کہ زبردستی میری گردن پھنسا لی گئی ہے مجھے بلیک میل کر کے اپنے کام کے لیے مجبور کیا گیا ہے۔ ایک ایسا گروہ جو سر منڈے لوگوں پر مشتمل ہے۔ مجھے اعلیٰ پیمانے پر یہ کام کرنا ہے اور میں ہی نہیں بہت سارے لوگ اس سلسلے میں مصروف عمل ہیں۔ فیری کے ان الفاظ نے دھماکہ میرے ذہن میں دھماکہ کر دیا تھا۔

گولیتھ بھی چونک کر سے دیکھنے لگا غالباً گنجے سر والوں کے ذکر نے اسے بھی چونکا دیا تھا۔

فیری ہم دونوں کی کیفیات سے بے خبر اپنی داستان سنائے جا رہی تھی۔ "میں نے آج تک مسٹر بیکن سے اپنے لیے کوئی مدد طلب نہیں کی لیکن میرا دل چاہتا تھا کہ میں ان سے تمہارے بارے میں تذکرہ کروں اور تمہاری رہائی کے لیے کہوں۔ لیکن ایک ذرا احساس بھی میرے ذہن میں تھا وہ یہ کہ وہ آج تک مجھ پر اس لیے اعتماد کرتے تھے کہ وہ مجھے تنہا محسوس کرتے تھے، اگر انہیں یہ علم ہو جاتا کہ کوئی میرا اتنا قریبی شخص موجود ہے تو ممکن تھا ان کا یہ اعتماد ختم ہو جاتا۔"

گولیتھ گردن ہلانے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ "تم ٹھیک کہتی ہو فیری! ویسے تم یہاں سے ملازمت چھوڑ کیوں نہیں دیتیں؟"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ مسٹر بیکن کو مجھ پر اعتماد ہے۔ میں بالکل ہی بیوقوف نہیں ہوں۔ میں نے بارہا اندازہ لگایا کہ مسٹر بیکن کہیں میری خفیہ نگرانی تو نہیں کرواتے۔ لیکن کبھی اس کا شبہ نہیں ہو سکا۔"

"تم نے ان کے دفتر میں گنجے سر والوں کو آتے جاتے دیکھا ہے فیری؟"

"ہاں۔ اکثر ایسے لوگ آتے ہیں جو اچھی خاصی شکل و صورت کے مالک ہوتے ہیں۔ عمدہ پرسنالٹی ہوتی ہے ان کی، لیکن سر منڈے ہوئے ہوتے ہیں۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ یہ وہی لوگ ہوتے ہیں جو مسٹر بیکن کو اس کاروبار کے لیے مجبور کرتے ہیں۔"

ہم خاموش ہو گئے۔

رات ہو گئی۔ فیری اور گولیتھ دوسرے کمرے میں آرام کرنے چلے گئے۔ میرے لیے انہوں نے اسی کمرے میں آرام کا بندوبست کر دیا تھا۔ رات کو بستر پر لیٹ کر میں فیری کی کہانی سوچنے لگا۔ سر منڈے لوگوں کا تذکرہ میرے لیے دلچسپ تھا۔ مجھ سے رہا نہ گیا

آسکتی تھی۔ فیری اگر مسٹر ٹیکن کے لیے اس قدر قابل اعتماد ہے تو پھر ہمارے لیے بھی وہ کارآمد ہو سکتی ہے۔

میں اس کے ذریعہ اگر اپنی کارروائی کا آغاز کروں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ ہاں اس کے لیے مجھے اپنے پروگرام میں تھوڑی سی رد و بدل کرنا ہوگی۔

گولیو کو فیری سے ملاقات کرنے میں، میں کامیاب ہو گیا تھا۔ فیری کی شرافت نے مجھے بہت متاثر کیا تھا۔ اس کی شخصیت میں زیبی کی جھلکیاں تھیں اور زیبی جیسی فطرت کی مالک کوئی دوسری لڑکی بھی میرے لیے قابل احترام تھی۔ اب جبکہ گولیو اس بات کے لیے آمادہ ہو گیا تھا۔ تو میرا خیال تھا کہ میں یہاں سے خاموشی سے نکل جاؤں۔ گولیو کا ساتھ اس سے زیادہ میں نہیں دے سکتا تھا۔ وہ خود بھی اپنے لیے راستے تلاش کر سکتا تھا۔ لیکن اب صورت حال بدل گئی تھی۔ فیری میرے مقصد کی تکمیل میں میری معاون بن سکتی تھی۔

اس سلسلے میں کچھ ایسے ضروری اقدامات کرنے تھے کہ ہم باہر کی دنیا میں نکل سکیں اور اس کے لیے ابتدائی ذریعہ میک اپ تھا۔ ظاہر ہے فیری پر بوجھ بنے رہنا بھی ناممکن تھا۔ اس کی پوزیشن ویسے بھی درست نہیں تھی۔

پولیس میرے ساتھ ساتھ گولیو کی تاک میں بھی ہوگی اور چونکہ ہم دونوں ساتھ ساتھ فرار ہوئے تھے، اس لیے ممکن ہے اسے میرا ساتھی قرار دے دیا جائے۔ ان دونوں کے لیے ضروری تھا کہ وہ امریکہ چھوڑ دے۔ میری بات اور تھی۔ مجھے تو ابھی نہ جانے کیسے حالات سے نمٹنا تھا۔

لیکن یہ سارے کام آسان نہیں تھے۔ ان کے لیے مجھے سخت جدوجہد کرنا تھی۔ سب سے پہلا مقصد یہ تھا کہ تھوڑی سی رقم ہاتھ آ جائے۔ چاہتا تو ٹیلیفون کر کے کاشف سے رقم طلب کر سکتا تھا۔ لیکن کاشف کو میں ذرا بھی ان معاملات میں ملوث نہیں کر سکتا تھا۔ فیری کو بھی اس سلسلے میں استعمال کیا جا سکتا تھا لیکن یہ بھی مناسب نہیں تھا۔ مقامی پولیس کی کارکردگی میرے ذہن میں تھی۔ اور میں جانتا تھا کہ زیبی کا رچرڈسن کی بھرپور نگرانی کی جا رہی ہوگی اور وہاں کے ایک ایک کارکن کا شجرہ نسب اور میرے تمام تعلقات کے بارے میں معلوم کر لیا گیا ہوگا۔ فون بھی ٹیپ ہو چکے ہوں گے۔ اور وہ لوگ ہر طرح سے یہ کوشش کر رہے ہوں گے کہ میں کس طرح ان سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔ اس وقت زیبی کا رچرڈسن سے رابطہ کرنا بھی حماقت تھی۔

پھر کیا کیا جائے۔ دیر تک سوچتا رہا۔ اور پھر یہی سوچا کہ ابتدا میں فیری کی مالی حالت بھی دیکھی جائے۔ بظاہر وہ بے چاری بہت مفلوک الحال معلوم ہوتی تھی لیکن ممکن ہے وہ کسی ذریعہ سے میری وقتی ضرورت پوری کر سکے۔

صرف وقتی طور پر کام چل جائے۔ اس کے بعد تو۔۔۔ راجہ نواز اصغر کو آپ مجبور نہیں پائیں گے تو آپ کو یاد ہوگا کہ وہ کیسی خوبیوں کا مالک تھا۔ زیبی کی شرافت اور اس کے پیار نے مجھے بدل دیا تھا۔ لیکن نئی زندگی گزارنی مشکل تھی۔

دوسری صبح جب غسل وغیرہ سے فارغ ہوا تو گولیو میرے پاس پہنچ گیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"صبح بخیر مسٹر نواز۔"

"صبح بخیر گولیو۔ کہو رات کیسی گزری۔۔۔؟"

"بہت خوبصورت۔"

"فیری کہاں ہے؟"

"ناشتہ تیار کر رہی ہے۔"

"یار گولیو۔ کیا ہم فیری پر بوجھ نہیں بن گئے؟ اس کی مالی حالت کیا ہے۔"

"بہتر نہیں ہے۔ اسے زیادہ رقم نہیں ملتی۔ لیکن بہت خوددار ہے کسی کی مدد قبول نہیں کرتی۔"

"تو کیا ہم اس پر بار نہیں بن رہے۔۔۔؟"

"میں اس موضوع پر اس سے بات کر چکا ہوں۔"

"کیا کہتی ہے؟"

"اس کا کہنا ہے کہ اس نے ابتدا ہی سے کچھ رقم برے وقت کے لیے پس انداز کی ہے۔ کہتی ہے اس سے عمدہ مصرف اور کیا ہوگا کہ وہ اسے ہمارے لیے خرچ کر دے۔ یہ وقتی معاملہ ہے اس کے بعد ہم خود کچھ نہ کچھ بندوبست کر لیں گے۔"

"کتنی رقم ہے اس کے پاس؟"

"میں نے پوچھا نہیں، تمہیں چاہیے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"وہ ابھی آتی ہوگی اس سے پوچھ لیں گے۔" گولیو بولا۔ تھوڑی دیر کے بعد فیری چائے وغیرہ لے کر آ گئی۔ اس نے ٹرے ایک جگہ رکھی اور میرے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی آنکھیں کچھ پڑھتی ہوئی سی تھیں اور ان میں ایک عجیب سی کیفیت تھی۔

"چلو فیری بیٹھو۔" میں نے کہا۔ لیکن وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ "ارے کیا بات ہے۔ بیٹھو۔" میں نے پھر کہا۔ لیکن وہ جذباتی انداز میں مجھے دیکھتی رہی پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"مسٹر نواز۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں آپ سے جذبات

کا اظہار کس طرح کروں۔ قدموں میں سر رکھ دوں یا۔۔۔ یا۔۔۔ مجھے کچھ نہیں آتا۔ میں اپنے جذبات کا اظہار کس طرح کروں؟"

"اس کی وجہ فیری۔۔۔؟" میں نے پوچھا۔ اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"ارے گولیو۔ فیری کو کیا ہوا؟"

"غلطی میری ہے برادر۔ میں نے فیری کو سب کچھ بتا دیا ہے۔ وہ سب کچھ جو تم نے مجھ سے کہا تھا۔"

"اوہ۔ فیری ڈیئر۔ میں نے تو گولیو کو سچائی کا راستہ دکھایا تھا اور میں، میں تمہیں اپنی بہن کی مانند دیکھتا ہوں۔ چلو آؤ ناشتہ کرو تم اسی قابل ہو۔"

ہم ناشتہ کرنے بیٹھ گئے۔ گولیو بولا۔ "فیری تمہارے پاس جو رقم جمع ہے وہ ہمیں چاہیے۔"

"میں ابھی ناشتے کے بعد بینک سے نکال لاتی ہوں۔" اس نے کہا، اور خاموشی چھا گئی۔

"رقم کتنی ہے فیری؟"

"تین سو ڈالر۔" اس نے جواب دیا۔ اور پھر ناشتہ کرنے کے بعد وہ فلیٹ سے چلی گئی۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد فیری واپس آ گئی۔ "میں نے فون کر دیا ہے کہ آج میں دفتر نہیں آؤں گی۔" اس نے کہا اور جیب سے نکالے ہوئے نوٹ میرے سامنے رکھ دیئے۔ میں نے مسکرا کر انہیں دیکھا تھا۔ پھر میں نے کہا۔

"تمہارا شکریہ فیری۔ یہ رقم بہت جلد تمہیں واپس کر دی جائے گی۔"

"کیسی باتیں کرتے ہیں نواز۔"

"بالکل درست کہا ہے میں نے۔ دراصل اپنے دیس کی روایات کو نہیں بھول سکا ہوں، جہاں بھائی بہنوں کو صرف دیتے ہیں ان سے کچھ لیتے نہیں۔"

"ان کا تذکرہ بھی نہ کریں۔ مجھے دکھ ہوگا۔"

"تمہیں ہمارے لیے شاپنگ کرنی ہوگی۔ میں تمہیں فہرست بنائے دیتا ہوں۔ اس کے مطابق کچھ چیزیں ہمیں بازار سے لا دو۔"

"ضرور۔"

"گرانڈ کومنگ میں ایک رائل اسٹور ہے۔ رائل اسٹورز سے تمہیں یہ چند چیزیں خریدنی ہیں میں ان کے نام لکھے دیتا ہوں۔ [illegible]" میں نے اسے ایک پرچہ لکھ کر دے دیا۔

گولیو تعجب سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ "یہ تو سب میک اپ کا سامان ہے۔"

"ہاں۔ تم اس کے بارے میں جانتے ہو؟"

"صرف جاننے کی حد تک۔"

"کبھی ضرورت نہیں پیش آئی؟"

"اگر کبھی وقتی ضرورت پیش آئی تو میں نے زیادہ سے زیادہ چشمہ اور نقلی مونچھیں استعمال کی ہیں۔ اسمگلنگ والی۔"

"یہ وقتی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں پولیس کے سراغ رسانوں سے آنکھ مچولی کھیلنی ہے۔"

"مگر تم خود میک اپ کرو گے۔۔۔؟"

"ہاں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ پھر فیری سے مخاطب ہو کر بولا۔ "اس کے علاوہ فیری۔ ہمیں دو عمدہ قسم کے سوٹ اور جوتے ٹائی وغیرہ کے ساتھ درکار ہوں گے۔ ایک میرے لیے اور دوسرا گولیو کے لیے۔ میرا سائز لکھ لو۔" میں نے فیری کو سوٹ کا کالر اور سوٹ کا سائز بتایا۔

"رنگ اور ڈیزائن۔۔۔؟" فیری نے پوچھا۔

"تمہاری اپنی پسند پر۔" میں نے جواب دیا۔

"مجھ سے تو تم پوری طرح واقف ہو۔" گولیو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور فیری شرما گئی۔ جب وہ جانے کے لیے تیار ہوئی تو میں نے کہا۔

"ہر چند کہ کوئی تمہارے بارے میں کچھ سوچ بھی نہیں سکتا فیری لیکن اس کے باوجود امریکی پولیس کی جادوگری مشہور ہے اس لیے تمہیں ایک ایک لمحہ اپنے اطراف پر نگاہ رکھنی ہے۔"

"آپ مطمئن رہیں۔" فیری نے جواب دیا۔ اور پھر وہ چلی گئی۔ میں سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

"پروگرام کیا ہے نواز۔۔۔؟" گولیو نے پوچھا۔

"دولت کی فراہمی۔"

"کس طرح۔۔۔؟"

"رات کو نکلیں گے۔"

"مگر کہاں۔ کیا دولت سڑکوں پر پڑی مل جائے گی۔"

"ہاں۔ راجہ نواز اصغر جب اپنی پرانی زندگی میں واپس آ گیا ہے۔ تو دولت اسے قدم قدم پر آوازیں دے گی۔ تمہیں آہستہ آہستہ ہی میرے بارے میں معلوم ہو سکے گا۔" میں نے کہا۔ اور گولیو متاثر نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر گہری سانس لے کر بولا۔

"حیرت انگیز ہو۔"

"اس کے علاوہ گولیو۔ بیچارے مسٹر ٹیکن کا کہنا ہے کہ وہ

جان بوجھ کر نشیات کی اسمگلنگ کے کاروبار میں نہیں پھنسے بلکہ انہیں بلیک میل کر کے اس کاروبار میں ملوث کیا گیا ہے۔ کیا ایک ایسے شریف انسان کو ہم نظر انداز کر سکتے ہیں۔۔۔؟"

"کیا مطلب ؟"

"مسٹر بیکن کے جھوٹ اور سچ کو پرکھنا ہوگا۔" اس نے جواب دیا۔ اور گولیور سنسنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"گویا تم ان سے ملاقات کرو گے ؟"

"ہاں۔ ایک دلچسپ ملاقات۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ گولیور کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"اگر یہ ملاقات فیری کے ذریعہ ہوئی تو فیری کی پوزیشن خراب ہو جائے گی۔"

"مجھے احساس ہے۔"

"تو پھر۔" گولیور پُر خیال انداز میں بولا۔

"فیری سے صرف اتنا ہی کافی تھا کہ ہمیں کچھ نشانات مل گئے باقی کام ہمارا ہے ہم اسے ملوث نہیں کریں گے۔ کھیل لمبا ہے۔ گولیور لیکن میرا وعدہ ہے کہ تمہیں لطف آ جائے گا۔ انہوں نے راجہ نواز اصغر کو مذاق سمجھا ہے لیکن آنے والا وقت یہ ثابت کر دے گا کہ یہ مذاق کس کس کی زندگی کا آخری مذاق ہے۔" میری آواز کی غراہٹ کو گولیور نے بخوبی محسوس کیا تھا۔

میں زیبی کی تلاش کا کام مقامی پولیس پر نہیں چھوڑ سکتا تھا اور زیبی کے بارے میں سوچتے ہی میری آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ مارے انتقام کی شدت کے میری مٹھیاں بھنچ گئیں تھیں۔ میں ہر صورت میں اپنی راہ میں آنے والی ہر دیوار کو مسمار کرتا ہوا ان کو ڈھیر کرتا جاؤں گا۔ یہ میرا آخری فیصلہ تھا کہ اچانک پولیس پٹرولنگ کار کے سائرن کی آواز سنائی دی۔ گولیور جو میرے چہرے کے بدلتے تغیر پر لرزاں تھا، پھرتی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور کھڑکی کے بوسیدہ سے دروازے کے بے شمار چھوٹے موٹے سوراخوں میں سے ایک سوراخ پر آنکھ لگا کر باہر دیکھنے لگا۔

"چار پولیس کاریں ہیں اور ان کا رخ اسی طرف ہے۔"

اس کی لرزتی ہوئی آواز سنتے ہی میں اپنی جگہ سے تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"گولیور! گھبرانا نہیں، انہیں آنے دو۔ ان کا انجام اچھا نہ ہوگا۔"

میں نے اس کی ہمت بندھائی۔

"مگر دوست وہ تعداد میں زیادہ ہیں اور مسلح بھی۔" وہ گھبرا گیا تھا، شاید وہ اتنی جلد کسی مصیبت ناگہانی کے لیے تیار نہ تھا۔ میں نے اسے ایک جھٹکے سے دور کیا اور سوراخ سے باہر کی طرف کا جائزہ لینے لگا۔ ایک کار سے دو پولیس مین ہاتھوں میں ریوالور تھامے تیزی سے فلیٹ کی طرف آ رہے تھے۔ گولیور خوفزدہ نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا اور میں بے چینی سے ان کا منتظر تھا۔ میرا ذہن بے حد تیزی سے آنے والے لمحات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

گولیور کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ وہ مجھے پہلے ہی بتا چکا تھا وہ لڑائی جھگڑے کا انسان نہیں ہے صرف دماغی کاوشوں سے چھوٹے موٹے جرائم کر کے پیٹ پالتا رہا ہے۔ چنانچہ مجھے سب سے زیادہ فکر اسی کی تھی۔ اس بے چارے کو میں اپنے ہنگامے سے دور رکھنا چاہتا تھا۔ بدقسمتی کی بات یہ تھی کہ پولیس سے مقابلہ کرنے کے لیے میرے پاس ریوالور وغیرہ بھی نہیں تھا۔ جو جنون میرے ذہن میں سمایا ہوا تھا اس کے تحت اس وقت انسانی زندگی میری نگاہوں میں کوئی وقعت نہیں رکھتی تھی۔ جب بھی زیبی کا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے گھومتا میرا دل یہی چاہتا کہ میرے سامنے جتنے زندہ انسان موجود ہیں سب کو فنا کر کے رکھ دوں۔ ایک ایسا طوفان میرے دل و دماغ میں موجزن تھا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں نے فلیٹ کا جائزہ لیا اور پھر آہستہ سے گولیور سے بولا۔

"تم سیدھے اس کھڑکی سے باہر نکل جاؤ۔ یہ جو چھوٹی سی گلی راہداری نظر آ رہی ہے۔ یہ بے شک محدود سی ہے لیکن تم یہاں سے دوسری کھڑکی میں داخل ہو سکتے ہو۔ وہ دیکھو۔ ایک کھڑکی کھلی ہوئی ہے۔ تمہارے بچنے کا اس کے علاوہ کوئی اور چارہ کار نہیں ہے کہ تم یہاں سے باہر نکل جاؤ۔ فیری کو راستے ہی میں پکڑو اور پھر تم دونوں کہیں روپوش ہو جاؤ۔ جاؤ گولیور جلدی کرو۔"

"او مسٹر نواز! یہ ستم ہے کہ تم کے کام کرنے کے باوجود میرے اندر وہ جرأت ابھی تک پیدا نہیں ہو سکی جو بے حسی کی علامت ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ میرے باپ کی رگوں میں کسی شریف باپ کا خون تھا اور میری ماں بھی کہا کرتی تھی شاید میرے بیٹے باپ کے خون کو قبول کرتے ہوئے کام نہیں کر رہی تھیں۔ لیکن کسی نہ کسی رنگ سے تھوڑا بہت خون اندر داخل ہو گیا ہوگا جس کی وجہ سے میں یہ کام نہیں کر سکتا جو تم کہہ رہے ہو۔" گولیور کی باتوں پر مجھے ہنسی آ گئی۔ میں نے اس سے کہا۔

"میرے دوست! یہ مصلحت کا تقاضا ہے۔ ہم دونوں کو ایک ساتھ نہیں پھنسنا چاہیے۔ ممکن ہے تم پولیس سے بچ کر میرے لیے کوئی بہتر کام انجام دے سکو۔"

"لیکن بھیا گڑبڑ ہو جائے گی۔ اگر تم یہی توقع رکھتے ہو تو یہ توقع فضول ہے۔ تم مجھے بھگا لائے جس کی وجہ سے میں بھاگ بھی آیا ورنہ میں تو ساری زندگی اسی طرح پڑا رہتا یا پھانسی پر چڑھ جاتا۔ ایسے میں یہ ہمت نہیں ہے بھائی صاحب کہ کسی کو بچا کر لا سکیں۔ بس میں یہ کر سکتا ہوں کہ گرفتار ہو جاؤں گا۔" گولیور نے پھر اسی انداز میں کہا۔

"او فضول آدمی! اندھے ہو رہے ہو۔ دیکھو وہ شاید فلیٹ کے دروازے تک پہنچ گئے ہیں۔" میں نے باہر قدموں کی آوازیں سن کر کہا۔ گولیور نے دروازے کے سوراخوں سے آنکھ لگا دی۔ وہ پولیس والا دوڑ رہا تھا اور پھر اس کا چہرہ فق ہو گیا تھا۔

"کیوں کیا پوزیشن ہے؟"

"اسی طرف آ رہے ہیں بالکل بالکل۔ انہیں شاید ہمارے بارے میں علم ہو گیا۔ اور میرا خیال ہے فیری پکڑی گئی ہے ورنہ کوئی نہ کوئی بات تو جانتا ہوگا کہ میرے اس سے تعلقات ہیں۔"

"پھر آنے دو۔ دیکھا جائے گا۔" میں نے کہا اور دروازے کے قریب دیوار سے پشت لگا کر کھڑا ہو گیا۔ گولیور بھی میری مانند دروازے کے دوسری جانب کھڑا ہو گیا تھا۔ ہمارے دل سینوں سے نکل کر دماغ میں دھڑک رہے تھے۔ کانوں میں دھاڑ دھاڑ کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ ہر لحظہ اس بات کی توقع تھی کہ اب پولیس والے دروازے پر دستک دیں گے اور ہماری طرف سے جواب نہ پا کر دروازہ توڑ دیں گے۔ فلیٹ کا یہ کمزور اور بوسیدہ دروازہ ان کی ٹکروں کی تاب نہیں لا سکے گا۔ پھر وہ پستول تانے اندر داخل ہوں گے اور یہی وہ لمحہ ہوگا جب مجھے کچھ کرنے کا موقع مل جائے گا۔ پولیس والے اگر پستول ہاتھوں میں لیے ہوئے آگے بڑھے تو پھر میں کم از کم ان میں سے ایک پولیس والے کا پستول اپنے قبضے میں ضرور کر لوں گا۔ اور یہ گولیور بیچارہ نہیں یہ احمق پھرتی سے کام دکھا سکے یا نہ دکھا سکے۔ اس کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے۔ تاہم میں نے سرگوشی کے انداز میں گولیور کو اپنی اسکیم سمجھا دی اور میں نے محسوس کیا کہ وہ نمایاں طور پر کانپ رہا ہے۔

"ارے یار چھوڑو! تیرا دم کیوں نکلا جا رہا ہے؟"

"وہ دیکھو بھائی۔ میں پہلے ہی یہ کہہ چکا ہوں کہ میں ۔۔۔ البتہ میں یہ کر سکتا ہوں کہ اس کے ہاتھ میں دبا ہوا پستول اپنی طرف کر کے اس کی انگلی ٹریگر پر دبا دوں۔ بس اس کے علاوہ مجھ سے اور کچھ امید ہو گا۔"

"شش۔ خاموش ہو جاؤ۔ وہ نزدیک آ گئے ہیں۔" قدموں کی دھمک اب ہمیں بالکل قریب سنائی دے رہی تھی اور ہم ہر لمحہ اس بات کی توقع کر رہے تھے کہ اب دروازے پر دستک ہوگی اور پھر دھماکے ہونے لگیں گے۔ لیکن قدموں کی چاپ ایک دم رک گئی تھی۔ چند لمحات کے لیے وہ رکی رہی اور پھر وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ ہماری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ پولیس والے ہمیں کس طرح گھیرے میں لینا چاہتے تھے۔ تاہم میں مکمل طور پر ہوشیار تھا۔ اور ہر لمحہ آنے والے طوفان کا انتظار کر رہا تھا۔ قدموں کی چاپ یہاں سے آگے بڑھ گئی تھی پھر ایک لمحے کے لیے سناٹا سا چھا گیا تھا پھر بہت سی آوازیں سنائی دیں اور شور ہونے لگا۔ جانے یہ کیسا شور تھا۔ ہم دروازے سے کان لگا کر شور سننے کی کوشش کرنے لگے۔ کوئی چیخ رہا تھا۔

"نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔ تم اسے گرفتار نہیں کر سکتے۔ وہ بے گناہ ہے۔ وہ بے قصور ہے۔" جواب میں شاید پولیس والوں نے بھی کچھ کہا لیکن وہ جواب ہماری سمجھ میں نہیں آ سکا۔ ہم نے حیرت زدہ نگاہوں سے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھیں۔ گولیور اپنی کھوپڑی کھجانے لگا تھا پھر اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

فیری کی جو رقم میں حاصل ہوئی تھی وہ خرچ ہو چکی تھی۔ اور اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ رقم حاصل کرنے کے لیے فلیٹ چھوڑ دیں۔ جب ہم سوٹ وغیرہ پہن کر تیار ہوئے اور باہر نکلنے پر آمادہ ہوئے تو فیری نے پریشان نگاہوں سے ہمیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہر چند کہ آپ لوگوں کی شکلیں تبدیل ہو گئی ہیں اور شاید دنیا کا کوئی بھی شخص خواب میں بھی نہیں سوچ سکے گا کہ یہ آپ ہو سکتے ہیں لیکن اس کے باوجود مجھے یہ بتائے جائیے کہ آپ کی واپسی کب ہو گی میں آپ کے ساتھ تو چل نہیں سکتی لیکن آپ کا بڑی بے چینی سے انتظار کروں گی۔"

"فیری! بس تم یوں سمجھو کہ ہم صبح بھی آ سکتے ہیں، ممکن ہے کل جس سائز تک پہنچنے میں ہمیں دیر ہو جائے اس لیے ہمارا انتظار مت کرنا ہاں۔ وہ چابی گولیور کے پاس موجود ہے جو اس دروازے کو کھول سکتی ہے۔ بس اتنا ہی کافی ہے ہمارے لیے۔ اگر جلدی واپسی ہو گئی تو تالا کھول کر اندر آ جائیں گے۔"

"گویا میں انتظار نہ کروں۔"

"بالکل نہیں۔"

"مگر مجھے نیند نہیں آئے گی۔"

"خواب آور گولیاں کھا لینا تمہارا نیند لینا ضروری ہے۔" میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا اور پھر ہم دونوں دروازے سے جھانکنے کے بعد راہداری سنسان دیکھ کر باہر نکل آئے اور چند لمحات کے بعد سیڑھیاں اترتے ہوئے باہر پہنچ گئے۔ اب ہمیں سڑک پر کوئی خطرہ نہیں تھا۔ ہم دلفریب چہل قدمی کے انداز میں آگے بڑھتے رہے۔ سڑکیں پر رونق ہو چکی تھیں۔ روشنیاں جلنے لگی تھیں۔ ابھی ہم تھوڑے ہی فاصلے پر گئے تھے کہ شہر رنگ برنگی روشنیوں سے جگمگا اٹھا۔ ہم سڑکوں پر آوارہ گردی کرتے ہوئے پیدل چلتے رہے۔ ابھی تک گولیور نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا تھا کہ میرا ارادہ کیا ہے۔ لیکن میری نگاہیں اپنے مقصد کے لیے بھٹک رہی تھیں۔ بعض جگہوں پر کافی بھیڑ بھاڑ تھی اور مجھے اس بھیڑ بھاڑ میں ہی اپنے شکار کی تلاش تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی گولیور کو خیال آیا اور اس نے پوچھا۔

"بڑے بھائی پیدل کب تک چلتے رہو گے۔ یہاں ٹیکسیاں وغیرہ بھی ہوتی ہیں۔"

"ہوتی تو ہیں لیکن ان کا بل ادا کرنے کے لیے تمہاری جیبوں میں رقم موجود ہے؟"

"اوہ اوہ۔ رقم کا مسئلہ تو واقعی ٹیڑھا ہے لیکن میک اپ کر کے اور لباس تبدیل کرنے کے بعد ہم بھلا رقم کا بندوبست کس طرح کر سکتے ہیں۔"

"کر سکتے ہیں بس تم فکر مت کرو۔" میں نے کہا اور گولیور دونوں شانے ہلا کر خاموشی سے میرے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ پر رونق سڑکوں کے ہجوم میں ہم دکانوں کے شوکیسوں کے سامنے سے گزر رہے تھے اور میری نگاہیں اپنے مقصد کی شخصیت کو تلاش کر رہی تھیں۔ ایک بہت بڑے اسٹور میں، میں نے ایک بھاری بھرکم شخص اور ایک دبلی پتلی لڑکی کو دیکھا۔ بھاری بھرکم شخص لڑکی کو شاپنگ کرا رہا تھا۔ پھر اس نے اپنی جیب سے پرس نکالا اور اسے کھول لیا۔ میری نگاہیں اس کے اندر کی جھلکیاں لے رہی تھیں۔ پرس میں نوٹوں کی بہتات تھی اور یہ نوٹ یقیناً بڑے نوٹ تھے۔ اس نے ان میں سے چند نوٹ نکالے اور بھاری شاپنگ کا بل ادا کر دیا۔ میں نے گولیور کو اس کی طرف متوجہ نہیں کیا تھا۔ میں بھی دوسرے شوکیس کے سامنے کھڑے ہو کر کچھ چیزیں دیکھنے لگا۔

"یہ سب کیا ہے۔ تم انہیں کیوں دیکھ رہے ہو؟"

"اوہ گولیور دیکھو کتنی خوبصورت چیزیں ہیں۔ بھلا دیکھنے میں کیا خرچ ہوتا ہے۔" میں نے کہا۔ میری دزدیدہ نظریں بار بار اسٹور کے اندر لگی ہوئی تھیں۔ چند لمحات کے بعد وہ بھاری بھرکم آدمی باہر نکلا اور میں گولیور کا بازو پکڑ کر لپک پڑا۔

"میرے ساتھ آؤ اور اس طرف چلو۔" گولیور ایک لمحے کے لیے بوکھلا گیا۔ وہ لڑکھڑا کر گرتے گرتے بچا تھا۔ میں نے جان بوجھ کر اسے موٹے آدمی کی طرف دھکیلا تھا تاکہ موٹے تازے آدمی کو سنبھلنا پڑے۔ گولیور کو سنبھالنے کے لیے میں جھکا اور اسی وقت میرا ہاتھ کام کر گیا۔ میں نے موٹے تازے آدمی کا پرس پار کر لیا تھا۔ گولیور نے موٹے تازے آدمی سے معافی مانگی اور وہ گولیور کو کڑی نگاہوں سے گھورتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ ان دونوں نے ایک چوڑی سڑک پار کی تھی اور پھر سڑک کے فٹ پاتھ پر پہنچ گئے۔ میں گولیور کے ساتھ آگے بڑھ گیا تھا اور پھر میں وہاں سے تھوڑے فاصلے پر ایک گلی کی طرف مڑ گیا جو دوسری سڑک پر نکلتی تھی۔ ہم دونوں خاصی تیز رفتاری سے جا رہے تھے۔ گولیور نے کہا۔

"آخر۔ آخر ہوا کیا۔ کیا پولیس...؟" اس نے متوحش انداز میں پوچھا

"شاید" میں نے جواب دیا اور گولیور دوڑنے کے سے انداز میں گلی کے دوسرے کونے کی طرف چلنے لگا۔ میں یہی چاہتا تھا کہ گولیور یہاں سے دور نکل جائے ممکن ہے تھوڑے فاصلے پر جاتے ہی موٹے آدمی کو اپنی جیب کے کم ہونے کا احساس ہو جائے اور وہ شور مچا دے۔ چنانچہ ہم فوراً گلی کی دوسری طرف آ گئے۔ گلی کے دوسری طرف پہنچ کر گولیور نے ہانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"لیکن اگر پولیس ہے تو اس نے ہمیں کیسے پہچان لیا؟"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"میرا مطلب ہے کہ پولیس۔ پولیس۔ ہم تو میک اپ میں ہیں۔"

"ارے اوہ۔ ہاں واقعی میں بے وقوف بن گیا گولیور۔ یہ بات تو مجھے یاد بھی نہیں رہی تھی۔"

"کمال ہے یار۔ تم نہ صرف خود بے وقوف بن گئے بلکہ مجھے بھی بے وقوف بنا دیا۔ اسے بڑے بھائی اگر پولیس نے ہم کو دیکھ بھی لیا تو ہم پر کیا شبہ کرے گی۔ یہ شاید ٹھیک ہے آپ کیا ایسا ہے کہ پولیس ہم پر شبہ کرنے لگے۔"

"میں نے کہا نا یار۔ خیال ہی نہیں رہا تھا۔ بڑی بے وقوفی ہو گئی۔"

"مجھے تو تم نے خوف زدہ ہی کر دیا تھا۔ چلو خیر کوئی بات نہیں ہے آہستہ آہستہ ہی عادت پڑے گی۔" گولیور نے فوری مصالحت کی پیشکش کر دی۔ ہم تھوڑے سے اور آگے بڑھے۔ میں پرس میں بڑے نوٹ دیکھ چکا تھا مجھے چھوٹے نوٹوں کی ضرورت تھی تاکہ ٹیکسی کا بل وغیرہ ادا کرنے کے لیے بڑا نوٹ نہ نکالنا پڑے۔ تھوڑے فاصلے پر پہنچ کر میں ایک ٹیلیفون بوتھ کے نزدیک رکا اور میں نے ایک لمحے کے لیے گولیور سے اجازت مانگی۔

"ارے ہو کیا تم کسی کا ریٹ فون کرو گے؟"

"ابھی آیا۔ تم میرا یہاں انتظار کرو" میں نے جواب دیا اور ٹیلیفون بوتھ میں داخل ہو گیا۔ ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر میں نے ہاتھ میں لیا اور خواہ مخواہ ایک نمبر ڈائل کرنے لگا تاکہ گولیور کو شبہ نہ ہو لیکن میں نے ہاتھ نیچے کر کے پرس کو کھولا تھا۔ پرس میں بہت بڑے کرنسی نوٹ تھے اور ان کی تعداد اتنی تھی کہ میری آنکھیں خوشی سے چمک اٹھی تھیں۔ ان نوٹوں سے تو بڑے کام لیے جا سکتے تھے۔ شاید دکان میں انہوں نے جو خریداری کی تھی اس سے اسے چھوٹے نوٹوں کی واپسی بھی ہوئی تھی جو ایک طرف پرس میں کچھ چھوٹے نوٹ بھی موجود تھے۔ وہ نوٹ نکال کر میں نے کوٹ کی اوپری جیب میں رکھ لیے۔ نوٹوں کی گڈی نکال کر دوسری جیب میں رکھی اور پرس وہیں ٹیلیفون بوتھ میں پھینک دیا اور وہاں سے باہر نکل آیا۔ البتہ وہاں سے نکلتے ہوئے میں نے رومال سے ریسیور اور پھر ٹیلیفون بوتھ کے ہینڈل سے اپنے ہاتھوں کے نشانات صاف کر دیے تھے۔ پرس کو بھی میں نے صاف کیے بغیر نہیں پھینکا تھا۔ اس کے بعد میں اطمینان سے چلتا ہوا گولیور کے پاس آ گیا۔

"آخر کس کو فون کیا تھا تم نے؟"

"کسی کو نہیں کیا تھا۔ اب یہاں سے آگے بڑھو۔" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور گولیور میرے ساتھ ساتھ آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا اور ٹیکسی ہمارے قریب آ کر رک گئی۔ گولیور نے متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا مگر کچھ بولا نہیں تھا۔ ٹیکسی میں بیٹھ کر میں نے اسے گولڈن پارک چلنے کے لیے کہا۔ گولڈن پارک درمیانے درجے کے ہوٹلوں اور نائٹ کلبوں کا علاقہ تھا۔ جہاں غنڈہ بازی بھی ہوا کرتی تھی۔ لیکن شریف لوگ اس علاقے کا رخ نہیں کیا کرتے تھے۔ یہ علاقہ صرف چور اچکوں اور ٹھگوں کے لیے مخصوص تھا۔ گولڈن پارک کا نام سن کر گولیور نے میری طرف دیکھا اور پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ٹیکسی نے ہمیں گولڈن پارک کے علاقے میں چھوڑ دیا۔ یہ علاقہ بہت ہی عظیم الشان تھا اور یہاں چاروں طرف چھوٹے بڑے ہوٹل اور نائٹ کلب بکھرے ہوئے تھے۔ خاصی رونق تھی لیکن یہ بھی اچھی شکل نظر نہیں آ رہی تھی۔ بس فضول قسم کے لوگ اور شیطان قسم کی یہاں بہتات تھی۔ ہم ان سب سے لاپروا آگے بڑھتے رہے۔ تھوڑے فاصلے پر چلنے کے بعد گولیور نے مجھ سے پوچھا۔

"یہاں آنے کا مقصد میں نہیں سمجھا؟"

"جوا کھیلیں گے۔"

"بھلا میرے عزیز جوا کرکٹ یا والی بال کی طرح نہیں کھیلا جاتا اس کے لیے رقم کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"آؤ یار، تم سوالات بہت کرتے ہو۔" میں نے گولیور کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا اور گولیور شانے ہلا کر رہ گیا۔

"تم کبھی سمجھ میں نہ آنے والے ہو۔ آؤ آگے چلو کھیلو۔ کھیلو دیکھتے ہو کیسے کھیلتے ہو۔" میں خاموشی سے آگے بڑھتا رہا اور پھر میں نے ایک نائٹ کلب کے دروازے کی طرف قدم بڑھا دیے۔ گولیور نے اب میرا بازو مضبوطی سے پکڑ لیا تھا۔

"بڑے بھائی۔ بڑے بھائی۔ کیوں مروا رہے ہو۔ یہ جوا رہے ہو یہ بالکل جوا کی رہائش گاہ ہے۔ دیوانے لوگ رہتے ہیں یہاں۔ ہم جیسے لوگوں کا کام نہیں ہے یہاں میرے بھائی۔"

"آ جاؤ۔" میں نے غراتی ہوئی آواز میں کہا اور گولیور بے بسی سے شانے ہلا کر رہ گیا۔ کلب کے کاؤنٹر پر پہنچ کر میں نے نوٹوں کی گڈی نکالی اور گولیور گرتے گرتے بچا۔ اس کی آنکھیں بری طرح چڑھ گئی تھیں اور وہ دونوں طرف ہاتھ پھیلا کر بری طرح ڈول رہا تھا۔ میں نے اسے گریبان سے پکڑ کر سہارا دیا۔ کاؤنٹر کلرک نے میرے نوٹوں کے اسٹیکرز مجھے دے دیے تھے۔ اسٹیکرز لینے کے بعد میں نے گولیور کا گریبان پکڑا اور اسے آہستہ آہستہ آگے بڑھاتا ہوا بولا۔

"حماقت کی حرکتیں مت کرو گولیور۔ سنو۔ اس میں سے آدھے اسٹیکرز تم لے لو۔ میں نے اسی لیے دو بیگ لے لیے ہیں جب میں تمہیں انگوٹھا اٹھا کر کھیلنے کا اشارہ کروں تو اپنے نمبروں پر کھیلتے رہنا۔ کانا انگوٹھا اشارہ مت دیکھنا۔ جو کچھ بھی لگا سکتے ہو لگا دینا جب تک کہ تمہارے مقابل شرط کر اور۔ اور جب میرا انگوٹھا اٹھا ہوا نہ ہو تو تم دو چار داؤ لگانے کے بعد کا رو چھوڑ دیا کرنا۔ سمجھ لو اس پورے کھیل کے دوران اگر میرا انگوٹھا تمہاری نگاہ رہے گی لیکن اس طرح کہ دوسرے لوگ تمہاری نگاہوں کے مرکز کو نہ پہچان سکیں۔"

"اس سے فائدہ؟"

"اس سے فائدہ یہ ہو گا کہ تمہاری جیبیں نوٹوں سے بھری ہوں گی۔"

"کیا کیا واقعی۔؟"

"اب فضول باتوں سے گریز کرو۔ آؤ اندر چلیں۔" میں نے کہا اور اسے کر ہال میں لے آیا۔ ہال میں مختلف میزوں کے اردگرد لوگ جمع ہوئے تھے۔ یہ شریف قسم کے لباسوں میں ملبوس تھے لیکن ان کے چہروں پر شرافت کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ ایسے لوگوں کے درمیان کھیلنا بھی خاصا خطرناک ہوتا تھا لیکن گرینڈ پارک کے نائٹ کلبوں میں ایک قانون ضرور رائج تھا۔ وہ یہ کہ یہاں کبھی مارپیٹ نہیں ہوتی تھی۔ یہ لوگ سختی سے علاقے میں امن و امان کو برقرار رکھتے تھے تاکہ پولیس کو یہاں کے معاملات میں کوئی دشواری نہ ہو اور یہی ان کی روزی کا ذریعہ تھا۔ اکثر یہاں ایک خطرناک آدمی آتا تھا لیکن اسے یہاں مارنے جھگڑنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ گولیور کے چہرے پر خوف کے آثار نظر آ رہے تھے لیکن پھر غالباً میرے کہنے کی وجہ سے وہ مطمئن ہو گیا تھا۔ پھر ایک لمبی چوڑی میز کے سامنے ہم لوگ رک گئے۔ میز پر بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ سرخ، سبز اور سفید اسٹیکرز کی بہت سی ڈھیریاں لگی ہوئی تھیں۔ کارڈ کا کھیل ہو رہا تھا اور میں آج طویل عرصے کے بعد اس کھیل کو دوبارہ کھیلنا چاہتا تھا۔ ہمیں فوراً نشستیں مل گئیں۔ ہم نے ایسی جگہوں کا انتخاب کیا تھا جہاں بڑے قسم کا کھیل ہو رہا تھا۔ گولیور بظاہر مجھ سے بے تعلق نظر آ رہا تھا جیسے کبھی لوگوں نے ہمیں ساتھ ساتھ آگے بڑھتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ ہم لوگوں نے اس بات کا خیال رکھا تھا۔ چند لمحات کے بعد ہم لوگ بھی کھیل میں شریک ہو گئے۔ میں نے پہلے ایک دو ہاتھ بہت معمولی انداز میں کھیلے اور کوشش یہی کی کہ کسی طرح کارڈ میرے ہاتھ میں آ جائیں۔ چوتھے ہاتھ پر کارڈ میرے ہاتھ میں آ گئے اور مجھے انہیں ڈیل کرنے کا موقع مل گیا۔ اب یہ موقع تھا کہ میں گولیور کو اشارہ کروں۔ کارڈ تقسیم کرنے کے بعد میں نے اس طرح کارڈ اٹھائے کہ میرا انگوٹھا خود بخود کھڑا ہو گیا۔ کھیل شروع ہو گیا۔ میرے سامنے بیٹھے ہوئے آدمی ہم پر نگاہ رکھ رہے تھے۔ لیکن ہم نے ایک موقع بھی ایسا نہیں دیا کہ کسی کو شبہ ہو سکے۔ البتہ گولیور میرے اٹھے ہوئے انگوٹھے کو اچھی طرح دیکھ چکا تھا۔ اس نے اپنے کارڈ اٹھائے اور انہیں دیکھنے کے بعد نیچے رکھا اور ڈبل چالیں شروع کر دیں۔ میں جانتا تھا کہ کون کون اس میں پھنسنے والا ہے۔ چھ آدمیوں میں سے چار آدمیوں کو پھنسنا تھا اور ان چار آدمیوں کو میں نے تاک لیا تھا۔ ان کے آگے اسٹیکرز کے سب سے بڑے بڑے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں ایسے کارڈز دیئے تھے کہ اگر وہ دیکھ لیں تو پھر انہیں پھینکنے کو دل نہ چاہے۔
چنانچہ کھیل جاری رہا۔ گولیور نے اپنے کارڈ نہیں اٹھائے تھے۔ کافی دیر تک وہ رقمیں لگاتا رہا۔ اس کے سامنے رکھے اسٹیکرز کی ڈھیری میں کمی ہو گئی تو دوسرے لوگ اب اس کی جانب متوجہ ہو گئے تھے۔ کارڈ چونکہ میں نے تقسیم کیے تھے اس لیے کسی کو یہ شبہ نہیں ہو سکتا تھا کہ گولیور نے کسی قسم کی چال چلی ہے۔ اس کے علاوہ وہاں جانے پہچانے نگاہ رکھنے والے لوگ بھی موجود تھے۔ یہ کچھ مشتبہ قسم کے لوگ تھے جو ہر قسم کی شارپنگ کے بارے میں معلومات رکھتے تھے اور میز پر کوئی گڑبڑ ہوتی تھی تو وہ اسے درست کر لیا کرتے تھے لیکن میرے ہاتھ کا کمال ابھی ان کی سمجھ سے بہت دور کی بات تھی۔ گولیور نے کافی دیر تک بڑے بڑے اسٹیکرز کے ڈھیر آگے کھسکانے کے بعد اپنے پتے اٹھائے۔ یہ ضروری تھا۔ اس نے بہت ہی احتیاط سے انہیں دیکھا اور چالیں ڈبل کر دیں۔ دو آدمی کارڈ پھینک چکے تھے، دو آدمی رہ گئے تھے۔ میں تو پہلے ہی اپنے پتے پھینک چکا تھا اور ساتھ ایک اور شخص بھی۔ وہ دونوں آدمی کافی دیر گولیور کے ساتھ کرتے رہے اور اس کے بعد ان میں سے ایک نے اپنے کارڈ پھینک دیئے۔ اس کے کارڈ پھینکتے ہی آخری آدمی نے گولیور سے شو مانگ لیا اور گولیور نے کارڈ اس کے سامنے ڈال دیئے۔ دوسرے لمحے چاروں طرف سے ہلکی ہلکی آوازیں بلند ہو گئیں۔ گولیور اسٹیکرز کی جس ڈھیری کو جیتا تھا اس کی مالیت تقریباً چودہ ہزار ڈالر تھی۔ وہ جیت تو گیا تھا لیکن اسٹیکرز کی ڈھیری سمیٹتے ہوئے اس کے ہاتھوں میں لرزش ہو رہی تھی اور وہ کپکپا رہا تھا۔ پھر شرمندگی چھپاتے ہوئے اس نے مجھے دیکھا اور وہ سنبھل گیا۔ تمام لوگ عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ پھر ان میں لوگوں نے نوٹوں کی گڈیاں جیبوں سے نکالیں اور کاؤنٹر کے قریب جا کر مزید اسٹیکرز منگوائے۔ وہ گولیور کے کھیل کو دیکھنا چاہتے تھے۔ اس بار ڈیل گولیور کی تھی۔ اس نے کارڈ تقسیم کیے اور کھیل شروع کر دیا۔ میں خاموشی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور اب کوئی ایسی چال چلنا چاہتا تھا کہ ان لوگوں کو گولیور پر شبہ نہ ہو۔ اس بار گولیور نے زیادہ رقم نہیں لگائی۔ لیکن اس کے باوجود اس نے ڈھائی تین ہزار ڈالر داؤ پر لگا دیئے تھے۔ یہ رقم بھی اچھی خاصی تھی۔ اس کے بعد گولیور نے اپنے کارڈ پھینک دیئے۔ میں البتہ جم کر کھیلتا رہا۔ خاصی دیر کھیلنے کے بعد میں نے بھی کارڈ پھینک دیئے۔ اس بار جیتنے والا ان لوگوں میں سے ایک تھا جو پچھلی بار گولیور سے ہار چکے تھے۔ کارڈ اس نے ڈیل کیے۔ یہ میرا انتخاب تھا۔ جب اس نے کارڈ پھینٹنے کے بعد سیدھے کر کے انہیں ملایا تو میری نگاہیں ان کارڈز کو بخوبی دیکھ چکی تھیں اور مجھے اس بات کا علم ہو گیا کہ کس کس کے پاس کون سے کارڈ گئے ہیں اور یہ میری خوش قسمتی تھی کہ اس بار کارڈ میرے پاس آئے تھے یعنی اچھے خاصے کارڈ جن پر رقم لگا کر میں اس حد تک کھیل سکتا تھا کہ جیت جاؤں۔ چنانچہ میں نے اس بار داؤ لگانے شروع کر دیئے۔ میں نے اپنا انگوٹھا نہیں اٹھایا تھا۔ زیادہ دیر کوئی بھی نہیں کھیلا۔ لیکن ڈیل میرے ہاتھ میں آ گئی تھی اور میں تقریباً سات ہزار ڈالر جیتا تھا۔ چنانچہ اس بار پھر گولیور کی قسمت کو چمکنا تھا۔

وہ میرے ہاتھوں پر نگاہ رکھ رہے تھے۔ میں نے بڑے سکون سے کارڈ ڈیل کیے تھے لیکن اپنا کام تو دکھانا ہی تھا۔ مجھے خوشی ہو رہی تھی کہ میری مشق میں کوئی کمی نہیں آئی تھی اور میں کارڈ کو اپنی مرضی کے مطابق چلا سکتا تھا۔ چنانچہ دوسری بار گولیور جیتا ---- اتنی ہی رقم جیتا جتنی پچھلی بار جیت چکا تھا۔ البتہ میں نے محسوس کیا کہ اگر گولیور کو ایک آدھ ہاتھ اور کھیلنے کا موقع دیا گیا تو شاید اس کا ہارٹ فیل ہو جائے۔ وہ اسٹیکرز اس سے سمیٹے نہیں جا رہے تھے اور پھر اسی وقت اس کے سامنے بیٹھے ہوئے آدمی نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔
"تم نے بے ایمانی کی ہے۔" اس نے کہا اور گولیور بیوقوفوں کی طرح اس کی شکل دیکھنے لگا۔
"میں نے۔ میں نے کیا کیا ہے؟" اس نے کہا
"او بکواس مت کرو۔ تم نے بے ایمانی کی ہے۔"
بھاری تن و توش والا شخص کھڑا ہو گیا۔ اسی وقت دو آدمی تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے ہمارے قریب پہنچ گئے۔
"کیا بات ہے؟" ان میں سے ایک نے غراتے ہوئے کہا۔
"مسٹر اسے سنبھالو۔ یہ کہتا ہے میں نے بے ایمانی کی ہے۔"
"کیوں۔ تم لوگ کیا کہتے ہو؟"
"ہماری سمجھ میں کوئی بات نہیں آتی۔"
"ٹھیک ہے۔ مسٹر تم چپ بیٹھے رہو۔" آنے والوں نے جو خاصی خطرناک شکل و صورت کے مالک تھے اس شخص سے کہا جو گولیور پر دست درازی کرنے کے لیے تیار تھا اور اس نے اپنا ہاتھ گھما دیا۔ اس کا اٹھا ہاتھ ان ہی میں سے ایک شخص کے منہ پر پڑا اور وہ شخص دو قلابازیاں کھا کر ایک طرف گر پڑا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ گولیور کا مقابل خاصا خطرناک آدمی ہے۔ ہم سب بھی گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔ لیکن میں اپنی چال چل چکا تھا۔ اس بار اس طویل قامت آدمی نے اپنا رخ گولیور کی طرف کیا تھا لیکن میں اس طرح اپنی کرسی چھوڑ کر کھڑا ہوا تھا کہ میری کرسی اس کے پیروں میں آ گئی اور کرسی کی وجہ سے وہ توازن برقرار نہ رکھ سکا چنانچہ اوندھے منہ میز پر گر گیا۔ گولیور اس دوران تمام اسٹیکرز جیبوں میں بھر چکا تھا۔ وہ بھی پھرتی سے پیچھے ہٹ گیا۔ گرنے والا ایک دم سنبھلا اور اچھل کر میز پر چڑھ گیا۔ اس نے اپنا ایک پاؤں گھمایا اور گولیور بری طرح الٹ کر پیچھے جا گرا۔ لیکن اسی دوران وہاں چار پانچ آدمی پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے اس شخص کو پکڑنے کی کوشش کی تو اس نے جیب سے لمبا سا چاقو نکال لیا۔ چاروں طرف ہنگامہ برپا ہو گیا تھا۔ کلب کے منتظمین نے ایسے ہنگاموں کے لیے معقول بندوبست کر رکھا تھا۔
چنانچہ پندرہ غنڈے بیک وقت ہاتھوں میں اسٹکیں لیے نکل آئے۔ دفعتاً اس نے گولیور کی طرف چاقو پھینک کر مارا۔ اور گولیور ایک دم نیچے بیٹھ گیا۔ چاقو ایک غنڈے کے سینے میں پیوست ہو گیا تھا۔ اس کے منہ سے چیخ بلند ہوئی اور اس کے ساتھ ہی ان لوگوں نے اسٹکیں لے کر اس طویل قامت شخص پر حملہ کر دیا۔ میزیں الٹنے لگیں۔ کرسیاں گر گر کر ٹوٹنے لگیں۔ لوگ افراتفری میں دوڑ رہے تھے۔ میں نے گولیور کا بازو پکڑا اور دوڑتا ہوا کاؤنٹر پر پہنچ گیا۔ کاؤنٹر کلرک بھی اس ہنگامے کو دیکھ رہا تھا۔ پھر خود ہم نے اسٹیکرز اس کے سامنے رکھ دیے۔
وہ اپنے فرض سے غافل نہیں تھا۔ دوسرے کاؤنٹر سے بھی اسٹیکرز کیش کرائے جا رہے تھے۔ جن لوگوں کے پاس اسٹیکرز تھے وہ انہیں کیش کرا رہے تھے۔ کاؤنٹر کلرک نے ہمارے اسٹیکرز گن کر ہمیں نوٹوں کی گڈیاں تھما دیں۔ گولیور کے حواس ایک بار پھر جواب دینے لگے تھے۔ لیکن میں نے ان میں سے کچھ گڈیاں لے کر جیبوں میں ٹھونسیں اور کچھ گولیور کی جیبوں میں ٹھونس دیں۔ پھر میں اس کا بازو پکڑ کر نائٹ کلب کے باہری حصے کی جانب چل پڑا۔ ابھی ہم نے دروازے سے باہر قدم رکھا تھا کہ دفعتاً باہر سے ہم نے آٹھ دس آدمیوں کو اندر آتے دیکھا۔ یہ سب خونخوار قسم کے آدمی تھے۔ ان میں سے ایک نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔
"کوئی باہر نہیں جائے گا۔ سب اندر چلو۔ اندر کیا ہو رہا ہے۔ کس سے جھگڑا ہوا ہے؟" وہ شاید اسی قد آور غنڈے کے ساتھی تھے۔ بات کچھ بگڑتی نظر آ رہی تھی۔ میں نے گولیور کو اشارہ کیا اور ہم مسکین سی شکل بنا کر اندر چل پڑے۔
"جیسا آپ نے کہا ہے ویسا ہی ہوگا۔" میں نے کہا۔ غنڈوں میں سے ایک نے گولیور کو دھکا دیا اور گولیور گرتے گرتے بچا۔
"ہم آپ کی بات مان رہے ہیں جناب۔ آپ دھکا کیوں دے رہے ہیں؟" میں نے نہایت ادب سے کہا۔ وہ سب غراتے ہوئے اندر گھس آئے اور پھر وہ کرسیاں اٹھا اٹھا کر کلب کے غنڈوں پر پل پڑے۔ جنہوں نے ان کے ساتھی پر حملہ کیا تھا۔ ایک بار پھر میں نے پلٹ کر گولیور کا ہاتھ پکڑا اور دروازے کی طرف بھاگا۔ دفعتاً عقب سے آواز آئی۔
"لینا۔ پکڑنا۔ وہ دونوں بھاگ رہے ہیں۔ پکڑو۔ پکڑو۔" اور اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ ہم تیزی سے دوڑ پڑیں۔ چنانچہ ہم برق رفتاری سے دوڑ پڑے۔ ہمارے پیچھے کچھ لوگ آ رہے تھے۔ یہ یقیناً اسی قد آور غنڈے کے ساتھی تھے اور اس نے ہماری طرف متوجہ کر دیا تھا۔ اب ہمیں جان توڑ کر بھاگنا تھا کیونکہ لڑنے بھڑنے کے لیے ہمارے پاس کوئی موقع نہیں تھا۔ گولیور دو تین کاروں کی آڑ لیتا ہوا ایک سمت میں نکل گیا لیکن میں اس کا تعاقب نہیں کر سکا تھا۔ دفعتاً میں نے ایک کار کی چھت پر کھڑے ہو کر اسے دیکھا اور دوسرے ہی لمحے غنڈوں نے اپنی اپنی اسٹکیں پھینک کر مجھے ماریں۔ کئی اسٹکیں میرے

"فیری، میں نے تمہیں اپنی بہن کہا تھا نا۔ اور میں نے یہ بھی کہا تھا کہ بھائی بہنوں سے کچھ لیتے نہیں انہیں دیتے ہیں۔ یہ چند کر یہ میری جائز کمائی نہیں ہے بلکہ میں نے جوئے میں حاصل کی ہے لیکن اس کے باوجود میری بہن اس وقت میرے پاس یہی کچھ ہے۔ یہ میں تمہاری نذر کرتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"مم۔ میری۔" فیری کا منہ بوکھلاہٹ سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"ہاں۔ یہی کچھ نہیں بلکہ میں کچھ اور بھی تمہیں دوں گا۔ فی الحال تمہیں میری طرف سے ایک حقیر سا تحفہ سمجھ کر قبول کرو۔"

"لل۔ لیکن۔ مم میں یہ سب۔ یہ سب تو بہت زیادہ ہے میاں۔"

"نہیں فیری، ایک بھائی کی محبت کے مقابلے میں بہت کم ہے جو میں تمہیں دے رہا ہوں۔ اور گولیور۔ مسٹر گولیور آپ کل سے اپنا ایک کام شروع کر دیں گے۔"

"وہ کیا؟" گولیور نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

"اپنا نیا پاسپورٹ کسی میک اپ میں بنواؤ، فیری کو ساتھ لو اور یہاں سے ہالینڈ چلے جاؤ۔"

"ہالینڈ ہی کیوں۔" گولیور نے سوال کیا۔

"اس لیے کہ میں ہالینڈ میں تمہیں اسی طرح مدد دے سکتا ہوں جس طرح کہ یہاں۔"

"وہ کیسے۔ آخر وہ کیسے۔" گولیور نے بے چین ہو کر پوچھا۔

"ہالینڈ میں میرا ایک دوست ہے، سردار نام ہے اس کا، ٹولنے لمیٹڈ نامی فرم کا مالک ہے۔ تمہیں اس کے پاس جانا ہوگا۔ وہاں پہنچنے کے بعد تم ہر طرح محفوظ ہو جاؤ گے اور سردار تمہاری اسی طرح مدد کرے گا جس طرح میں کر سکتا ہوں۔ وہ تمہیں ایک اچھی زندگی گزارنے کے بہترین مواقع مہیا کرے گا۔ بہت ذہین آدمی ہے اور اس سلسلے میں یوں سمجھ لو کہ میرا جانشین ہے۔"

"اوہ، لیکن لیکن۔"

"کیا تم امریکہ چھوڑنا نہیں چاہتے؟"

"لعنت ہے، بھلا امریکہ میں ہی میرے لیے کیا رکھا ہے۔ لیکن میرے دوست۔ تمہیں میری وجہ سے بہت کچھ کرنا پڑ رہا ہے۔"

"ان باتوں کو بھول جاؤ۔ یوں سمجھ لو میں نے تمہیں کچھ نہیں دیا۔ فیری میری بہن ہے۔ میں نے اپنی بہن تمہیں سونپ دی ہے۔ اور گولیور ایک بات کو ذہن نشین رکھنا، میں بہت برا انسان نہیں ہوں۔ لیکن حالات نے مجھے اتنا برا بنا دیا ہے کہ تم اس کا تصور نہیں کر سکتے۔ میں نے تمہیں دوست کہا ہے۔ اگر دوستی نبھا سکتے ہو تو ایک بار پھر میرے سامنے اقرار کرو کہ میری بہن کو تمہاری زندگی میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی، اور اگر گولیور اسے کسی تکلیف کا سامنا تمہاری وجہ سے کرنا پڑا تو پھر تم میرے دوستوں میں شامل نہیں رہو گے بلکہ میری تمہاری دشمنی کا آغاز ہو جائے گا۔"

"ارے نہیں بھائی۔ بھلا گولیور اتنا احمق کہاں ہے کہ کسی کو [illegible] تم بالکل بے فکر رہو۔ فیری اب میرے لیے بھی بہت عزیز حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ میں نے سچے دل سے اسے قبول کر لیا ہے۔"

"تو پھر گولیور کل سے تمہیں یہی کام کرنا ہے جس قدر جلد ممکن ہو سکے یہاں سے نکل جاؤ۔ میں تمہاری اور فیری کی زندگی چاہتا ہوں اور اس کے بعد میں سکون سے اپنا کام کر سکوں گا۔"

"لیکن میرا دل تمہارے لیے بے چین رہے گا۔"

"خدمت کرو۔ زندگی نے کبھی موقع دیا تو تمہارے پاس ضرور پہنچوں گا۔ میں سردار کے نام تمہیں ایک خط دے دوں گا۔ سردار تمہیں ہر طرح کی سہولتیں بہم پہنچا دے گا۔ جو تم بہ سہولت کام بآسانی کر سکتے ہو۔"

"اب میں اتنا نکما اور احمق بھی نہیں ہوں کہ یہ چھوٹا سا کام بھی نہ کر سکوں۔ میں پہلے اسی میک اپ میں اپنا نیا پاسپورٹ بنوا لوں گا۔ اس کے لیے ایجنٹوں کو کچھ رقم دینے کی ضرورت پیش آئے گی۔ یہاں سارے کام ہو جاتے ہیں۔ کون سا کام مشکل ہے۔ میرا خیال ہے اس میں زیادہ وقت بھی نہیں لگے گا۔"

"بس تو تم اپنا اور فیری کا پاسپورٹ بنوا لو اور اس کے بعد یہاں سے ہالینڈ منتقل ہو جاؤ۔ یہ کام تم جتنی جلدی کر لو گے مجھے اتنی خوشی ہوگی۔" میں نے کہا۔

"لیکن مسٹر نواز آپ مسٹر میکن کے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے؟"

"ہاں، پہلے میرا یہی خیال تھا فیری، لیکن اب میں نے اپنا خیال بدل دیا ہے۔"

"کیا مطلب۔" فیری نے پوچھا۔

"مسٹر میکن سے ملاقات ضرور کروں گا۔ ان سے فائدہ ضرور اٹھاؤں گا لیکن تمہارا سہارا لے کر نہیں۔ بھائی بہنوں کے سہارے نہیں لیا کرتے۔ میں تمہیں کسی الجھن میں نہیں ڈال سکتا۔"

"ارے نہیں نہیں، میں تمہارا کام کرنے کے لیے ہر الجھن مول لینے کو تیار ہوں۔" فیری بولی۔

"ٹھیک ہے۔ مگر میں تو تیار نہیں ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کافی دیر تک ہم لوگ اسی قسم کی باتیں کرتے رہے۔ ان باتوں میں ایک دوسرے کے لیے خلوص تھا، کوئی بناوٹ نہیں تھی۔ گولیور نے وعدہ کیا تھا کہ وہ کل ہی اس مہم پر نکلے گا اور اپنا کام کر کے ہی واپس لوٹے گا۔

چنانچہ دوسرے دن میں فلیٹ پر پڑا اینڈتا رہا۔ میرے ذہن میں کوئی خاص منصوبہ نہیں تھا۔ درحقیقت کام کرنے کو دل تو چاہتا تھا لیکن پتہ نہیں کیوں بدن پر ایک اضمحلال سی طاری تھی۔ زینی کا تصور جب بھی دل میں آتا تو آنکھیں خون کے آنسو رونے لگتیں۔ لیکن مجبوری اور بے بسی کے سوا اور کیا تھا میرے پاس۔ اس سلسلے میں [illegible] اقدام نہیں کر سکتا تھا۔ چونکہ میرے سامنے کوئی راستہ نہیں تھا۔ اگر میں شہر نیویارک کے تمام سرغنوں کو قتل کرنے کا بیڑا اٹھا لیتا تو شاید میں تباہی مچا سکتا تھا۔ لیکن اس سے فائدہ، کیا اگر کوئی کام کا آدمی ہاتھ لگے۔ ممکن ہے مسٹر میکن اس سلسلے میں میری رہنمائی کر سکیں۔ بہتر یہی ہوگا کہ کسی صحیح نتیجے پر پہنچنے کے بعد ہی اپنے کام کا آغاز کیا جائے۔

فیری اپنی ڈیوٹی پر چلی گئی تھی۔ گولیور بھی موجود نہیں تھا۔ میں دن بھر وہاں رہا اور شام کو جب وہ دونوں واپس آئے تو میں تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ گولیور نے میرے ساتھ چلنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے ساتھ نہیں لیا۔ اس حد تک مجھے اپنے سلسلے میں بہت سی کارروائیاں کرنی تھیں۔ میں سڑکوں پر آوارہ گردی کرتا رہا۔ سوچ کر کوشش میں تھا کہ یہ کی جگہ کر پولیس کی نگاہوں سے بچا رہوں۔ میں جانتا تھا کہ امریکن پولیس جدید قسم کے ہتھیاروں سے لیس ہوتی ہے اور بلاشبہ ذہین ترین پولیس ہے۔ اس لیے اس کی آنکھوں سے بچتے رہنا بے حد ضروری تھا۔

کافی دیر تک میں ادھر ادھر آوارہ گردی کرتا رہا اور پھر ایک نائٹ کلب میں جا بیٹھا۔ تقریباً ایک گھنٹے تک میں نے وہاں جوا کھیلا اور یہاں سے بھی میں نے خاصی رقم اینٹھی۔ یہ کلب ذرا سلیقے کا تھا اس لیے یہاں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ میری جیبوں میں اچھی خاصی رقم موجود تھی۔ وہاں سے میں ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑا۔ مقصد کوئی نہیں تھا۔ بس دل یہ چاہ رہا تھا کہ سڑکوں پر کہیں کوئی ایسا واقعہ رونما ہو جائے جو مجھے میری زینی کا نشان بتا دے۔ میری آنکھیں جستجو میں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ دل میں بار بار یہ خیالات آ رہے تھے کہ ممکن ہے ایسی کوئی شکل نظر آ جائے جس سے زینی کی جانب رہنمائی ہو جائے۔ میری بے بسی کی کوئی انتہا نہیں تھی اور جب دل کا یہ دھواں بہت زیادہ بڑھ گیا تو میں نے اپنے آشیانے کے اجڑے ویرانے کی جانب رخ کیا۔ یعنی میرا گھر۔ حالانکہ میں جانتا تھا کہ میرے گھر کی نگرانی ہو رہی ہو گی۔ پولیس نے اسے نظر انداز نہیں کیا ہوگا۔ حالانکہ اگر عقل سے کام لیا جاتا تو اب اس بات کا کوئی سوال نہیں تھا کہ میں اپنے گھر کا رخ کرتا۔ لیکن میرا خیال تھا کہ مسٹر پاؤل جیسا ذہین آدمی اس بات سے غافل نہ رہا ہوگا۔

اپنے گھر کے اطراف میں پہنچ کر میں نے جائزہ لیا، اور مجھے کچھ ہی اندازہ ہو گیا کہ پولیس میرے گھر کے نزدیک موجود ہے۔ ایک پولیس انسپکٹر دو کانسٹیبلوں کے ساتھ ایک جگہ براجمان تھا۔ میں نے ان لوگوں کو بڑی آسانی سے چکمہ دے دیا اور اپنے گھر میں داخل ہو گیا۔

گھر کی حالت بے حد خراب تھی۔ چاروں طرف عسرت و یاس بکھری ہوئی تھی۔ پورا گھر مایوسیوں کی دھند میں لپٹا نظر آ رہا تھا۔ ہر کونے سے مجھے زینی کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میرا دل خون کے آنسو رونے لگا۔ اور درحقیقت یہاں میں نے ایک گوشے میں چھپ کر کافی آنسو بہائے۔ زینی کی یاد اب میری زندگی کا واحد سرمایہ تھی۔ میں نے، ہاں قسم کھائی کہ زینی اگر میں تجھے حاصل نہ کر سکا تو تیرا انتقام ضرور لوں گا۔ میں ان لوگوں کو نہیں چھوڑوں گا جو تیرے بچھڑنے کا باعث بنے۔

کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ پورے گھر کا جائزہ لیا لیکن کوئی اندازہ نہیں ہو سکا۔ میں نے اس سلسلے میں نہایت احتیاط برتی تھی تاکہ باہر موجود پولیس کو میرے بارے میں کوئی شبہ نہ ہو سکے۔ لیکن پولیس والے شاید بہت ہی ذہین تھے۔ ویسے بھی میں بتا چکا ہوں کہ امریکن پولیس کو بے وقوف سمجھنا خود بے وقوفی کی بات ہے۔ میں ابھی مکان میں چہل قدمی کر رہا تھا کہ دفعتاً مجھے کچھ سرسراہٹیں محسوس ہوئیں اور میں چونک پڑا۔ میرے ذہن میں ایک لمحے کے لیے یہ خیال آیا تھا کہ کہیں یہ پولیس والوں کے علاوہ کوئی اور تو نہیں۔ ممکن ہے وہ خطرناک لوگ جنہوں نے زینی کو اغوا کیا تھا کسی کام سے یہاں آ گئے ہوں۔

دوسرے لمحے میں ایک گوشے میں ساکت ہو گیا۔ میں نے کئی قدموں کی آوازیں سنی تھیں اور ان آوازوں کے بارے میں میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ کم از کم تین آدمی تھے۔ لیکن میرا دوسرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ تاریکی میں۔ میں نے ان کے سایوں کو دیکھا تھا۔ یہ وہی پولیس انسپکٹر اور اس کے دو ساتھی تھے جو باہر اس مکان کی نگرانی کر رہے تھے۔ غالباً انہیں شبہ ہو گیا تھا کہ مکان کے اندر کوئی موجود ہے۔ میں نے سوچا کہ اس گوشے میں کھڑے رہ کر اپنے آپ کو محفوظ رکھوں اور جب یہ لوگ واپس چلے جائیں تو یہاں سے نکل جاؤں۔ لیکن تقدیر کچھ اور ہی کہہ رہی تھی۔

ان لوگوں نے ٹارچیں روشن کر لیں اور ٹارچوں کی تیز روشنیاں ادھر ادھر چکرانے لگیں اور پھر شاید میں کسی طور ان کے بچنے کا باعث بن گیا۔ دوسرے لمحے میں نے ان روشنیوں کو مخالف ہوتے ہوئے دیکھا تھا پھر پولیس کی کڑک دار آواز ابھری۔

"خبردار۔ جہاں ہو وہیں کھڑے رہو۔ آگے بڑھنے کی کوشش مت کرنا۔" میں بھونچکا سا رہ گیا تھا۔ پولیس انسپکٹر ہاتھوں میں پستول لیے اس سمت کی جانب بڑھ رہا تھا جس سمت میں کھڑا ہوا تھا۔ اس نے پھر کڑک دار آواز میں کہا۔

"باہر نکل آؤ لیکن خبردار تمہارے ہاتھ سر سے اوپر ہونے چاہئیں"

اگر تم نے ذرا بھی جنبش کی تو میں تمہیں بے دریغ گولی مار دوں گا۔"

میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے ستون کی آڑ سے باہر نکل آیا۔ انسپکٹر نے ٹارچ کی روشنی میں میرے سراپا پر نظر ڈالی اور آہستہ آہستہ میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"کون ہو تم؟"

"وہ — دوسرے — میں — میں نے ہکلائی ہوئی آواز میں کہا۔ لہجہ میں نے خالص امریکن رکھا تھا تاکہ اپنے میک اپ کے ساتھ شبہ سکوں۔ پولیس انسپکٹر میرا سر سے پاؤں تک جائزہ لے رہا تھا۔ پھر اس نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اور وہ دونوں آدمی آگے بڑھے۔ انہوں نے میرے ہاتھ موڑ کر پشت پر کر دیے اور پولیس انسپکٹر میری تلاشی لینے کے لیے آگے بڑھ آیا۔

جیب میں نوٹوں کے سوا اور کوئی چیز ایسی نہیں تھی جس پر اسے شبہ ہو سکے۔ وہ پستول سامنے کیے ہوئے میری جیبیں ٹٹولتا رہا اور اس نے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر ایک طرف ڈال دیں۔

"ہوں، یہ تو کہا نہیں جا سکتا کہ تم چور ہو اور چوری کی غرض سے یہاں داخل ہوئے تھے۔ ہاں تمہارا تعلق ان ہی لوگوں سے ہو سکتا ہے جنہوں نے اس گھر سے ایک لڑکی کو اغوا کیا ہے۔" اس نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا اور کانسٹیبل سے بولا

"اس کے ہاتھ پشت پر کس دو۔"

"نہیں انسپکٹر۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"جس چیز کی ضرورت ہے اس کے بارے میں میں جانتا ہوں تم نہیں، چلو۔ جلدی کرو۔"

دونوں کانسٹیبلوں نے میرے بازو چھوڑ دیے اور بس یہی موقع مجھے درکار تھا۔ جونہی انہوں نے میرے بازو چھوڑے میں دفعتاً تھوڑا سا پیچھے ہٹا اور پھر میرا پاؤں پوری قوت سے انسپکٹر کے پستول پر پڑا۔ پستول تقریباً چھ سات فٹ اوپر اچھلا اور جب وہ نیچے گرا تو میں ایک بھرپور ٹنگ لگا کر اسے اپنی گرفت میں لے چکا تھا۔ انسپکٹر بھونچکا رہ گیا۔ میں نے کرخت دار لہجے میں کہا۔

"سنو۔ دوسری طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔"

"تم — تم پولیس کے ساتھ یہ سب کچھ کر رہے ہو۔ اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہو گا۔"

"جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ کرو انسپکٹر، ورنہ اس کا نتیجہ بھی اچھا نہیں ہو گا۔" میں نے کہا اور پولیس انسپکٹر نے منہ دوسری طرف کر لیا۔

"ہاں اب تم اپنے انسپکٹر کے ہاتھ کس کر باندھ دو۔"

"وہ — وہ —"

"بکواس کرنے کی ضرورت نہیں۔ جلدی کرو۔" میں نے کہا۔

لیکن ان لوگوں کے پاس انسپکٹر کے ہاتھ باندھنے کے لیے کوئی چیز نہیں تھی۔ غالباً پولیس انسپکٹر نے بھی مجھے باندھنے کے لیے ان سے جو کہا تھا اس کا کوئی خاص مقصد نہیں تھا۔ سوائے اس کے کہ وہ گھر ہی میں کوئی چیز تلاش کر کے مجھے کستے۔ جب میں نے اطراف میں کوئی چیز نہ دیکھی تو ان سے کہا۔

"انسپکٹر کی ٹائی اتار دو اور اس کے ہاتھ اس میں کس دو۔"

یہ کام کانسٹیبلوں کے لیے بڑا مشکل تھا۔ لیکن پستول کی جنبش پر انہوں نے یہ بھی سب کچھ کیا۔ انسپکٹر کے ہاتھ اس کی ٹائی سے کس دیے گئے۔ میں نے کڑک کر دونوں پولیس والوں کو حکم دیا تھا کہ اگر ہاتھ ذرا بھی ڈھیلے ہوئے تو وہ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ اپنی زندگی کے خوف سے انہوں نے میری ہدایت پر عمل کیا تھا اور پولیس انسپکٹر کے ہاتھ کس کر باندھ دیے۔"

انسپکٹر خونخوار انداز میں مجھے گھور رہا تھا۔ لیکن تاریکی کی وجہ سے مجھے اس کی آنکھوں کی چمک نظر نہیں آ رہی تھی۔ پھر میں نے کانسٹیبلوں سے کہا۔

"تم دونوں بھی دیوار کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔ خبردار، ہاتھ اپنے اوپر رکھو۔" وہ دونوں دیوار سے چپک کر کھڑے ہو گئے لیکن میرے ذہن میں کچھ اور ہی منصوبہ تھا۔ میں نے ان کے قریب پہنچ کر ان کی تلاشی لینے کی بجائے پستول کے دستے سے ان کے سر پر چوٹیں لگائیں۔ کانسٹیبلوں کی کراہیں گونجیں اور اس کے بعد وہ نیچے لڑھک گئے۔

میں نے ضربیں ایسی ہی جچی تلی لگائی تھیں کہ اس کے بعد وہ ہوش میں نہیں رہ سکتے تھے۔ پھر میں انسپکٹر کی طرف مڑا۔

"انسپکٹر! تم سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔"

"بکواس مت کرو۔ جو کچھ تم کر رہے ہو اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہو گا۔"

دوسرے لمحے میری ٹھوکر انسپکٹر کی پنڈلی پر پڑی۔

"میں تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتا انسپکٹر! کیونکہ بلاوجہ قتل و غارتگری سے مجھے نفرت ہے۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم اس مکان کی نگرانی کیوں کر رہے تھے—؟"

"تم کون ہو یہ سوال کرنے والے؟" انسپکٹر نے کہا۔

"میں بتاتا ہوں۔" میں نے کہا اور دوسری ٹھوکر اس کی پنڈلی پر رسید کر دی۔ انسپکٹر پہلی ٹھوکر تو برداشت کر گیا تھا لیکن دوسری ٹھوکر وہ برداشت نہیں کر سکا اور بری طرح چیخنے چلانے لگا۔ دوسرے لمحے وہ کراہتا ہوا زمین پر بیٹھ گیا۔ لیکن چونکہ دونوں ہاتھ بندھے ہوئے تھے اس وجہ سے وہ بیٹھ تو نہیں سکا البتہ زمین پر لڑھک گیا

میں اس کے قریب پہنچا اور اس کی گردن پر پاؤں رکھتے ہوئے

بولا۔

"مجھے صرف جواب چاہیے انسپکٹر! صرف جواب چاہیے۔"

"میں تمہیں کوئی جواب نہیں دوں گا۔"

"میں آخری بار کہہ رہا ہوں تم سے کہ مجھے میری بات کا جواب دو۔"

"میں بھی تم سے یہی کہہ رہا ہوں کہ میں تمہاری بات کا جواب نہیں دوں گا۔"

میں نے اندازہ لگا لیا کہ انسپکٹر ضدی آدمی ہے۔ یوں بھی ان بے چاروں کو مارنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ظاہر ہے یہ میرے پیچھے پولیس کا انجام ہے — یہ ہو گا — اچانک میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔

انسپکٹر کا یہ پستول اور اس کا یونیفارم میری ضرورت پوری کر سکتا ہے۔ واقعی مجھے پستول کی شدید ضرورت تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ جو نیا خیال میرے ذہن میں آیا تھا وہ یہ تھا کہ انسپکٹر کی جسامت میری جسامت سے مطابقت رکھتی ہے۔ کیا پولیس کی یہ وردی میرے کام نہیں آ سکتی؟ یقیناً آ سکتی ہے لیکن اس بات کے اظہار کے لیے میں نے پولیس انسپکٹر سے کوئی بات نہیں کی اور اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ پھر میں نے اس کا گریبان پکڑ کر اٹھایا اور دوسرے لمحے میرا گھونسہ انسپکٹر کی کنپٹی پر پڑا۔ لیکن میں نے بس نہیں کیا بلکہ پستول کے دستے سے اس کی کھوپڑی بھی سہلا دی۔ انسپکٹر کے حلق سے ایک کربناک چیخ نکلی اور دوسرے لمحے وہ ساکت ہو گیا۔

میں نے پھرتی سے اس کا لباس اتار لیا۔ کارتوسوں کی بیلٹ کھول کر اپنے بدن پر باندھی اور لباس مکمل طور پر تہہ کر کے اسے پیک کر لیا۔ پھر میں اس لباس کو ہاتھ میں لیے ہوئے باہر نکل آیا۔

مکان سے نکل کر میں کافی دور تک پیدل چلتا رہا۔ پولیس انسپکٹر کا یہ لباس میں نے ایک خاص مقصد کے لیے حاصل کیا تھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر پہنچنے کے بعد مجھے ٹیکسی مل گئی اور میں اس ٹیکسی میں بیٹھ کر مختلف راستوں سے ہوتا ہوا بالآخر فیری کے فلیٹ تک پہنچ گیا۔

وہ دونوں میری وجہ سے جاگ رہے تھے۔ حالانکہ خاصا وقت گزر چکا تھا۔ میں پہنچا تو انہوں نے میرا پرجوش استقبال کیا۔

"کہاں گئے تھے تم —؟" گولیور نے سوال کیا۔

"ان سوالات کے جوابات مجھ سے مت مانگو گولیور!" میں پولیس انسپکٹر کا لباس ایک طرف ڈالتے ہوئے کہا اور جیبوں سے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر ایک طرف ڈھیر کر دیں۔

"اوہ اوہ — نوٹ تو یوں لگتا ہے جیسے تمہیں سڑکوں پر پڑے مل جاتے ہیں۔"

"تم جانتے ہو اس لیے اس بارے میں بار بار سوال کرنا بے سود ہے۔" میں نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"یہ کیا ہے؟"

"میری ضرورت کی ایک چیز۔" میں نے جواب دیا۔

"ارے ارے یہ پستول یہ کارتوس۔" گولیور نے ہکلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"پولیس کا سروس پستول ہے لیکن اب میری سروس میں آ گیا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو گویا تم نے کسی پولیس والے کو —"

"نہیں، میں بلاوجہ کسی کو قتل نہیں کرتا۔ البتہ یہ حاصل کرنے کے لیے مجھے تھوڑا سا انہیں زخمی کرنا پڑا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

فیری خوف زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں لباس وغیرہ تبدیل کر کے ان کے پاس آ بیٹھا۔

"تم لوگ جاگ کیوں رہے ہو؟"

"ہم تمہارا انتظار کر رہے تھے۔"

"ٹھیک ہے کب تک انتظار کرو گے۔ تھوڑے ہی دن کی بات ہے۔ اچھا یہ بتاؤ گولیور آج تم نے کیا کیا؟"

"مجھے پرسوں تک دونوں پاسپورٹ مل جائیں گے اور ہالینڈ کے ٹکٹ بھی۔ اس کے لیے میں نے ایک ٹریول ایجنسی سے بات کر لی ہے۔"

"کسی کو کوئی شبہ تو نہیں ہو سکا؟"

"نہیں بھائی — میں نے تم سے کہا تھا کہ ہاتھ پاؤں کا ماہر نہیں ہوں لیکن ذہن کی کارکردگی میری بہت اچھی ہے۔" گولیور نے جواب دیا۔

"کاش حالات اس کی اجازت دیتے۔ میں تم دونوں کے ساتھ کچھ وقت گزار سکتا، لیکن مستقبل زندگی میں اگر کبھی موقع ملا تو بعد میں ملاقات ضرور کریں گے۔ لیکن اس وقت جب فیری میرے ساتھ ہوتی اگر وہ مجھے مل گئی تو پھر میری زندگی بھی ناممکن ہے۔" فیری ذکر پر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سو جاؤ ڈیئر فیری! میں تمہیں ایک نئے مستقبل کی مبارکباد دیتا ہوں۔ مجھے انتہائی مسرت ہے کہ میں تمہارے لیے کچھ کر سکا۔"

"اور میں نہایت دکھ ہے کہ ہم آپ کے لیے کچھ نہیں کر سکے۔" فیری نے افسردگی سے کہا۔

"کوئی بات نہیں فیری۔ یہ سب تقدیر کے کھیل ہیں۔" میں ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"مسٹر نوفو۔ یہ آپ کے دوست سردار سے کس قسم کے انسان ہیں کیا انہیں ملا کر میں انہیں آپ کی پریشانی کے بارے میں بتا دوں؟"

"بتاؤ بیٹا لیکن اس سے پہلے یہی کہوں گا کہ اپنا وقت ضائع کرنے کی کوشش نہ کرو۔ اس بار کا کھیل مختلف ہے۔ یہاں سے دستیاب نہ ہو سکوں گا۔" میں نے کہا۔ کافی دیر تک ہم لوگ گفتگو کرتے رہے اور اس کے بعد دونوں سونے کے لیے چلے گئے۔

گولیو اور ہنری تیسرے دن ہالینڈ کے لیے روانہ ہو گئے۔ گولیو نے نہایت پھرتی سے سارا کام کرا لیا تھا۔ ایئرپورٹ سے جب میں نے انہیں ہوائی جہاز میں سوار کرا دیا تو سکون کی گہری سانس لی۔ گولیو خواہ مخواہ میری زندگی میں شامل ہو گیا تھا۔ ہنری سے میں متاثر ہو گیا تھا اس لیے کہ میری فطرت کی خاصیت رہی تھی کہ میں کچھ نیک کام بھی کرنا چاہتا تھا تاکہ کسی نیک کام کے عوض ہی مجھے میری زیبی واپس مل جائے۔ ہر وہ کام کر لینا چاہتا تھا میں جس سے زیبی کا حصول میرے لیے ممکن ہو سکے۔

ان دونوں کو روانہ کرنے کے بعد دل کچھ خالی خالی سا محسوس ہو رہا تھا۔ ویسے بھی یہاں میرے لیے اب مشکلات پیدا ہو گئی تھیں۔ ہنری کا فلیٹ اس طرح مل گیا تھا کہ اسے اپنی مرضی کے مطابق استعمال کر لیا تھا۔ دولت کا حصول میرے لیے مشکل کام نہیں تھا۔ ویسے بھی اگر کاشف یا زیبی کا دشمن سے رابطہ قائم کرتا تو دولت میرے لیے مشکل نہ ہوتی لیکن اس طرح پولیس کو پیچھے ڈالنا پڑ جاتا اور میں ابھی پولیس سے بچنا چاہتا تھا۔ بلاوجہ قتل و غارتگری سے گریز کرنا چاہتا تھا حالانکہ دل کی حالت کچھ اور ہی تھی۔

بہرطور اب میں کسی حد تک ٹھہراؤ محسوس کر رہا تھا اور سوچنے سمجھنے کی قوتیں واپس آتی جا رہی تھیں۔ زیبی سے بچھڑے ہوئے بہت دن ہو چکے تھے اور اس کا ابھی تک کوئی سراغ نہیں لگا تھا۔ میں جانتا تھا کہ یہ سراغ آسانی سے نہیں لگ سکتا تھا۔ نیویارک جیسے شہر میں بہت سے ایسے سرغنہ سے موجود ہوں گے جو اگر میرے انتقام کا نشانہ بن جائیں تو پھر بعد میں مجھے ہی افسوس ہوگا۔ ان میں صحیح آدمی کی کوشش کرنا مشکل تھا۔ بار بار میرا ذہن مسٹر بیکن کی طرف جاتا تھا۔ بہرحال میں نے اپنے قیام کے لیے کسی مناسب جگہ کی تلاش شروع کر دی۔ ہنری کا فلیٹ اب میرے کسی کام نہیں آ سکتا تھا۔ چونکہ وہ ایسی جگہ تھی جہاں پر لوگ میری جانب متوجہ ہو سکتے تھے اور چونکہ وہاں ہنری رہتی تھی اس لیے میرا وہاں موجود ہونا کسی حد تک تعجب خیز ہوتا۔ میں میک اپ کی وجہ سے خاصا مطمئن تھا چنانچہ اسی میک اپ میں میں ایک ایسے شخص سے ملا جو مکان دلانے کا کام کرتا تھا اور اس کے ذریعے میں نے ایک معمولی سی جگہ ایک چھوٹا سا فلیٹ حاصل کر لیا۔ یہ میرا پہلا کام تھا جو میں نے ایک ہی دن میں مکمل کر لیا تھا مگر اب یہ جگہ میرے لیے پرسکون ہو گئی تھی اور اس وقت تک میں یہیں رہ سکتا تھا جب تک پولیس کی نگاہوں میں یا کسی اور کی نگاہوں میں مشتبہ نہ ہو جاؤں۔ یہیں رہ کر میں یہاں سے اپنا کام بآسانی انجام دے سکتا تھا۔ فلیٹ ایک ایسی جگہ تھا جہاں زیادہ چہل پہل نہیں تھی۔ یہ عمارت نئی نئی بنی تھی اور بہت سے فلیٹ ابھی اس میں غیر آباد تھے۔ یہاں رہنے والے بھی ابھی تک ایک دوسرے کے شناسا نہیں ہو سکے تھے۔ اور ویسے بھی نیویارک کی زندگی میں شناسائی بہت معمولی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ اپنے کام میں مصروف رہیں، کوئی دوسرا آپ کو ڈسٹرب نہیں کرے گا۔

چنانچہ اب میں نے مسٹر بیکن سے ملنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس دن میں نے علی الصبح اٹھ کر ضروریات سے فراغت حاصل کی اور پھر پولیس انسپکٹر کی وہ وردی پہن لی جسے میں چرا لایا تھا۔ میں نے حتی الامکان اس پر سے ایسے نشانات مٹا دیے تھے جن سے اس کی شناخت ہو سکے۔ اور اس کے بعد میں نیچے اتر آیا۔ میں نے سفر کے لیے ٹیکسی ہی استعمال کی تھی۔ حالانکہ ایک پولیس آفیسر کی وردی میں ٹیکسی میں سفر کرنا ذرا معیوب سا تھا لیکن بہرطور یہ خطرہ مول لیے بغیر چارہ کار نہیں تھا۔ ریوالور میری پیٹی میں لگا ہوا تھا۔ بظاہر میں ایک پولیس انسپکٹر ہی معلوم ہوتا تھا۔ اب صرف شرط یہی تھی کہ خیریت کے ساتھ مسٹر بیکن کے پاس پہنچ جاؤں۔

راستے بھر میرا دل خدشات میں ڈوبا رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں مسٹر بیکن کے دفتر پہنچ گیا۔ ایک پولیس انسپکٹر آفیسر کی اس چھوٹے سے دفتر میں آمد کوئی خاص بات نہیں تھی۔ ممکن ہے مسٹر بیکن سے اور بھی پولیس والے ملنے کے لیے آتے رہتے ہوں۔ چنانچہ کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی البتہ میں نے جس شخص سے مسٹر بیکن کے بارے میں پوچھا اس نے غور سے مجھے دیکھا تھا۔ پھر اس شخص نے آہستہ سے کہا۔

"براہ کرم مسٹر بیکن کے سیکرٹری سے ملاقات کر لیجیے۔ کیا آپ کا پہلے سے اپائنٹمنٹ ہے؟"

"نہیں۔ بس ایک اتفاقیہ ضرورت کے تحت ان سے ملنا چاہتا ہوں۔" میں نے سیکرٹری کا پتہ پوچھا اور ایک چھوٹے سے کیبن میں پہنچ گیا۔ درمیانی عمر کی ایک خاتون نے سادہ سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"انسپکٹر فریڈرک۔ میں مسٹر بیکن سے ملنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"میں ان سے معلوم کر لوں جناب۔ اگر آپ اجازت دیں تو۔" اس نے کہا۔

"ہاں ضرور، ضرور۔" سیکرٹری نے انٹرکام پر مسٹر بیکن سے رابطہ قائم کیا اور میرا نام انہیں بتایا۔ مسٹر بیکن نے مجھے فوراً ہی طلب کر لیا تھا۔ چنانچہ میں مسٹر بیکن کے شاندار آفس میں داخل ہو گیا۔ بہت عالیشان اور سجا آفس تھا۔

مسٹر بیکن درمیانی عمر کے آدمی تھے۔ بال سفید تھے لیکن صحت ٹھیک ٹھاک تھی۔ انہوں نے بڑے اخلاق انداز میں میرا استقبال کیا اور میں نے ان سے کہا۔

"مسٹر بیکن! میں ایک خاص سلسلے میں آپ سے بات چیت کرنا چاہتا ہوں۔ براہ کرم ہماری اس گفتگو میں کسی اور کی مداخلت نہ ہونے پائے۔"

"نہیں ہو گی۔" مسٹر بیکن نے کہا اور ایک بٹن دبا دیا۔ اس بٹن سے دروازے پر ایک سرخ بلب روشن ہو گیا جس کا مطلب یہ تھا کہ اب کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں ہے۔

"فرمایئے۔" مسٹر بیکن نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے مسٹر بیکن کہ میں کسی اچھے ارادے سے یہاں نہیں آیا۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب ہے۔۔۔؟"

"مطلب یہ کہ میری آمد آپ کے لیے خوشگوار نہیں ہو گی۔"

"پولیس کی آمد کسی کے لیے بھی خوشگوار نہیں ہوتی مسٹر فریڈرک بہرطور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ جو نظریہ اپنے ذہن میں لے کر آئے ہوں وہ غلط ہو۔ مجھے کوئی تردد نہیں ہے۔" مسٹر بیکن نے حتی الامکان اپنی آواز کو پرسکون رکھتے ہوئے کہا لیکن میں نے ان کی آواز کی گہرائیوں میں ایک ہلکا سا خوف محسوس کر لیا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کے بارے میں ایک خاص طریقے سے تحقیقات ہو رہی ہے مسٹر بیکن! سنا گیا ہے کہ آپ کسی طرح منشیات کی اسمگلنگ میں ملوث ہیں۔" مسٹر بیکن اپنے چہرے پر چھانے والی تاریکی کو نہ روک سکے تھے۔ ایک لمحے کے لیے وہ بوکھلا سے گئے۔ انہوں نے دونوں کہنیاں میز کی سطح پر رکھیں اور میری طرف جھک کر بیٹھ گئے۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مسٹر فریڈرک۔۔۔؟"

"جی ہاں مسٹر بیکن۔ ہمیں اس سلسلے میں خاص اور اہم معلومات حاصل ہوئی ہیں۔"

"کسی نے غلط اطلاع دی ہے آپ کو۔ میں ایک شریف شہری ہوں، بہرطور تفتیش کرنا آپ کا کام ہے۔ آپ ضرور تفتیش کیجیے۔ مجھے بتایئے میں اس سلسلے میں اپنی پوزیشن صاف کرنے کے لیے آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔"

"مسٹر بیکن! میں جاننا چاہتا ہوں کہ آپ اس کاروبار میں کہاں تک ملوث ہیں؟"

"کیسی باتیں کر رہے ہیں انسپکٹر۔ میرا پورا ریکارڈ صاف ستھرا ہے۔ میں نے آج تک کوئی کام ایسا نہیں کیا جو قابل گرفت ہو۔ البتہ ہماری پولیس پر آپ اپنا اطمینان ہر طرح سے کر سکتے ہیں۔" مسٹر بیکن نے کہا۔

"اگر میں آپ سے یہ کہوں مسٹر بیکن کہ اس عمارت میں اس دفتر میں ناجائز منشیات کا ذخیرہ موجود ہے تو کیا آپ اس بات کو تسلیم کر لیں گے؟"

"ظاہر ہے یہ بات غلط ہے اس لیے تسلیم کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"دروازہ بند ہے مسٹر بیکن۔ بلکہ ٹھہریے میں اسے اندر سے بند کیے دیتا ہوں۔" میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ اندر آ کر میں نے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا تھا تاکہ مسٹر بیکن کوئی غلط حرکت نہ کر پائیں۔ لیکن جب واپس پلٹا تو میں نے مسٹر بیکن کو کانپتے ہوئے دیکھا۔

"آفیسر! میں دل کا مریض ہوں، کوئی ایسا صدمہ برداشت نہیں کر سکتا۔ براہ کرم احتیاط کیجیے۔ براہ کرم احتیاط کیجیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ایک بے گناہ کے قتل کا سبب بن جائیں۔" وہ بولا۔

"نہیں مسٹر بیکن۔ میں بغیر ثبوت کے ایسی کوئی بات نہیں کہتا۔ میں آپ سے جو کچھ کہنا چاہتا ہوں آپ کو چاہیے کہ اسے صبر و سکون سے سنیں اور بہتر یہ ہو گا کہ میرے ساتھ مکمل تعاون کریں۔ ممکن ہے میں آپ کی مدد کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔" میں واپس مسٹر بیکن کے سامنے والی کرسی پر آ بیٹھا۔ مسٹر بیکن کی آنکھوں میں اب خوف نمایاں تھا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ بلا شبہ مجبوری کی وجہ سے کر رہے ہیں ورنہ فطرتاً وہ مجرمانہ ذہنیت کے حامل نہیں ہیں۔ مسٹر بیکن خشک ہونٹوں پر بار بار زبان پھیر کر مجھے دیکھ رہے تھے۔

"ہاں مسٹر بیکن اب آپ فرمایئے میرے سوال کے جواب میں آپ کیا کہتے ہیں۔۔۔؟"

"اس کے سوا اور کچھ نہیں کہہ سکتا آفیسر کہ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"ہوں۔ مسٹر بیکن آپ کے پاس کوئی ہتھیار وغیرہ ہے۔ میرا مطلب ہے اسلحہ۔۔۔؟"

"نہیں۔ ایسی کوئی چیز نہیں ہے میرے پاس۔"

"کیا میں آپ کی میز کی دراز کی تلاشی لے سکتا ہوں مسٹر بیکن۔۔۔؟"

"ضرور لے سکتے ہیں آفیسر۔ میں چاہتا ہوں آپ کی غلط فہمی دور ہو جائے۔"

"چلیے ٹھیک ہے۔ میں آپ پر اعتماد کرتا ہوں۔ اپنے دونوں ہاتھ میز کی سطح پر رکھ دیجیے۔" اور مسٹر بیکن نے بے اختیار میرے حکم کی تعمیل کی۔

"اب سنیے مسٹر بیکن۔ آپ کے اس آفس کی عقبی دیوار میں ایک دروازہ ہے۔ اس دروازے سے چند سیڑھیاں نیچے اترتی ہیں اور ایک چھوٹے سے ایسے کمرے میں جاتی ہیں جسے ہم تہہ خانہ کہہ سکتے ہیں اور اس تہہ خانے میں ناجائز منشیات کے ذخائر موجود ہیں جو خوبصورت کھلونوں کی شکل میں ہیں۔ آپ ان کھلونوں میں منشیات بھر کر یہاں سے باہر بھیجتے ہیں۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اسی وقت آپ کا یہ ذخیرہ دریافت کر لوں اور آپ کو یہیں سے گرفتار کر کے لے جاؤں؟" مسٹر بیکن کی گردن لٹک گئی۔ وہ لرزتے ہوئے کرسی کی پشت سے جا لگے تھے۔ میں بڑے اطمینان سے ان کی صورت دیکھ رہا تھا۔ مسٹر بیکن کی حالت غیر سے غیر تر ہوتی جا رہی تھی۔

"کیا میں آپ کو برانڈی پیش کروں؟" میں نے کہا اور میرے اس سوال کے ساتھ ہی مسٹر بیکن کی نگاہیں اپنی بائیں سمت اٹھ گئیں جہاں ایک چھوٹی سی الماری بنی ہوئی تھی۔ میں سمجھ گیا کہ اس الماری میں ہی برانڈی

موجود ہے۔ تب اپنی جگہ سے اُٹھا۔ پستول ہاتھ میں لیے الماری کے نزدیک پہنچا خطرہ تھا کہ مسٹر ہیکمن کوئی جلد بازی نہ کر بیٹھیں اور کسی مصیبت کا شکار نہ ہو جائیں۔ لیکن مسٹر ہیکمن میں اب اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ کوئی ایسی حرکت کرتے۔ میں نے الماری سے برانڈی کی بوتل اور گلاس نکالا اور گلاس ان کے سامنے رکھ کر اس میں برانڈی انڈیل دی۔ مسٹر ہیکمن نے جلدی سے گلاس ہونٹوں سے لگا کر خالی کر دیا تھا۔

"جی مسٹر ہیکمن، کیا فرماتے ہیں آپ ۔۔۔؟"

"میں ڈوب گیا ہوں آفیسر۔ مجھے یقین تھا کہ کسی نہ کسی دن یہ سب کچھ ہو جائے گا۔ میں تمہاری معلومات کی داد دیتا ہوں مگر ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ اس کی نشاندہی تمہیں کس نے کی ہے ۔۔۔؟"

"یہ پولیس کا اپنا کام ہے مسٹر ہیکمن، دیکھو ابھی آپ ڈر رہے نہیں ہیں۔"

"آہ۔ اب کیا ہو سکتا ہے ۔۔۔؟"

"کیا جو کچھ میں نے کہا وہ درست ہے؟"

"انسپکٹر تم نے بلاوجہ ہی یہ سب کچھ نہ کہا ہوگا۔ یقیناً تمہاری معلومات کے ذرائع اتنے ہی مضبوط ہوں گے۔ کیا باہر پولیس موجود ہے ۔۔۔؟"

"اس سوال کو جانے دیجیے مسٹر ہیکمن۔ پولیس اگر موجود ہے تو وہ یہیں بھی جا سکتی ہے۔" میں نے ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ مطلب۔ کیا چاہتے ہو ۔۔۔؟" انہوں نے پوچھا۔

"رشوت۔" میں نے جواب دیا اور مسٹر ہیکمن کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے تازگی دوڑ گئی۔

"میں تمہیں تمہاری منہ مانگی رقم ادا کرنے کو تیار ہوں انسپکٹر۔"

"گویا آپ اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے بالکل درست کہا ہے ۔۔۔؟"

"اس کا اعتراف تو میں پہلے ہی کر چکا ہوں۔ جو شخص اتنی بڑی بات بتا سکتا ہے اس کے ذرائع لامحدود ہوں گے۔"

"ٹھیک کہا آپ نے۔ واقعی میرے ذرائع لامحدود ہیں لیکن میں بھی اپنی ذات میں محدود ہوں مسٹر ہیکمن ۔۔۔!"

"کیا مطلب ۔۔۔؟"

"میں آپ کو چھوڑ سکتا ہوں لیکن ایک شرط پر۔"

"کیا ۔۔۔؟"

"مجھے وہ تمام تفصیل بتا دیجیے جو آپ کو معلوم ہے۔"

"کیا مطلب ۔۔۔ میں اب بھی نہیں سمجھا۔"

"میں یہ بھی جانتا ہوں مسٹر ہیکمن، کہ منشیات کی یہ تجارت آپ اپنے طور پر نہیں کر رہے۔ بلکہ کسی کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں آپ۔"

"آہ ۔۔۔ تم کون ہو۔ کیا واقعی ایک معمولی انسپکٹر ہو؟"

"نہیں، میں معمولی انسپکٹر نہیں ہوں۔ اگر معمولی ہوتا تو اتنے ذرائع سے آپ کو یہ تمام باتیں نہ بتاتا۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں تم وہ کہہ رہے ہو جو میرے اور چند لوگوں کے علاوہ کسی کو نہیں معلوم۔ آہ ۔۔۔ کیا تم ۔۔۔ کیا تم وکٹر ولی بی کے آدمی ہو ۔۔۔؟"

"کس کا آدمی ۔۔۔؟"

"جھوٹ مت بولو۔ پولیس کو اس درجہ معلومات نہیں حاصل ہو سکتیں یقیناً تم وکٹر ولی بی کے آدمی ہو۔ اور میرا امتحان لینے آئے ہو۔"

"یہ نام میرے لیے کافی دلچسپ ہے مسٹر ہیکمن۔ یہ وکٹر ولی بی کون ہے؟"

"تم ۔۔۔ تم ۔۔۔ ایکٹنگ کر رہے ہو میرے سامنے۔ تمہارا تعلق پولیس سے نہیں معلوم ہوتا۔"

"اگر نہیں ہے تو آپ کے سامنے ٹیلیفون رکھا ہے۔ پولیس ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کیجیے اور میری شناخت کے لیے کسی کو بھی طلب کر لیجیے۔" میں نے کہا لیکن مسٹر ہیکمن نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی تھی۔ وہ خاموشی سے مجھے دیکھتے رہے۔ پھر بولے۔

"اگر تم پولیس آفیسر ہو تو میں کہتا ہوں کہ تمہیں ایک معمولی انسپکٹر نہیں ہونا چاہیے تھا۔ بہرحال وکٹر ولی بی کا نام میں تمہارے سامنے لے چکا ہوں اور یقیناً تم اس نام کے سلسلے میں متجسس ہو گے۔"

"میں نے یہ بھی کہا ہے مسٹر ہیکمن کہ آپ براہ راست یہ سب کچھ نہیں کر رہے بلکہ کسی کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں۔ کیا یہ غلط ہے؟"

"نہیں، تم نے بالکل سچ کہا۔ مجھے تعجب ہے تمہاری معلومات کے ذرائع کیا ہیں ۔۔۔؟"

"وہ کون ہے جس کے ہاتھوں آپ کھیل رہے ہیں مسٹر ہیکمن؟ کیا وکٹر ولی بی ۔۔۔؟"

"ہاں ۔۔۔ یہی وہ شخص ہے جس نے میری ساری زندگی تباہ کر ڈالی ہے۔ میں تو سکون سے اپنی اس چھوٹی سی دنیا میں مست تھا۔ آرام سے اپنا کام کر رہا تھا لیکن بدقسمتی میرے آڑے آ گئی۔"

"ہوں ۔۔۔ اب ذرا اس وکٹر ولی بی کے بارے میں بھی تفصیلات بتا دیجیے۔"

"کیا کرو گے یہ سب مجھ سے معلوم کر کے۔ میں اپنی عزت، اپنا وقار تو کھو ہی چکا ہوں۔ اپنی زندگی بھی کھو بیٹھوں گا۔" وہ بولا۔

"اگر میں آپ سے یہ کہوں مسٹر ہیکمن کہ مجھے آپ کے ان منشیات کے اڈے سے دلچسپی ہے جو آپ کی اس عمارت میں موجود ہے اور نہ ہی میں آپ کو اس بات سے روکوں گا کہ آپ وکٹر ولی بی کے لیے کام کرتے رہیے تو کیا آپ اس بات پر یقین کر لیں گے؟"

"تم کہو گے تو یقین کر لوں گا لیکن بات میری سمجھ میں نہیں آئے گی۔" مسٹر ہیکمن نے صاف لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے میں جانتا ہوں یہ بات آپ کی سمجھ میں کیوں نہیں آئے گی۔ لیکن مسٹر ہیکمن میں آپ کو ایک پیشکش بھی کر سکتا ہوں۔ آپ یہ جاننے کے تجسس کا شکار نہ ہوں کہ میں کون ہوں اور ان تمام باتوں سے میرا مقصد کیا ہے۔ میں صرف آپ سے تعاون چاہتا ہوں اور اس تعاون کے صلے میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کا بال بھی بیکا نہیں ہوگا۔"

"کمال کی بات ہے۔ اس کا مقصد ہے تم پولیس آفیسر نہیں ہو؟"

"پہلے یہی سمجھ لیجیے۔ میں پولیس آفیسر نہیں ہوں۔"

"پھر کون ہو تم؟"

"میں ۔۔۔ میں وکٹر ولی بی کا دشمن ہوں۔ میں اسے فنا کرنا چاہتا ہوں۔"

"آہ۔ کیا یہ ممکن ہے۔ کیا ۔۔۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟"

"ہاں۔ ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ آپ مجھ سے تعاون کریں۔"

"وکٹر ولی بی معمولی شخصیت نہیں ہے۔ بہت بڑے گروہ کا سرغنہ ہے وہ اور یہی بات یہ ہے کہ سرغنہ تو وہ بھی نہیں ہے سرغنہ تو کوئی اور ہے۔"

"کون ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"اس کے بارے میں میں نے صرف سنا ہے۔ میں اسے جانتا نہیں ہوں۔ اس کا نام بہت محدود ہے۔"

"کون ہے وہ ۔۔۔؟" میں نے مسٹر ہیکمن کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ایک ایشیائی ہے۔ غالباً ہرے کرشنا تحریک کا بانی۔" اس نے جواب دیا اور میرے بدن کے سارے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

"کیا نام ہے اس کا؟"

"شاید تیر لکا۔" مسٹر ہیکمن نے جواب دیا اور میری آنکھیں جلنے لگیں۔ گویا ۔۔۔ گویا میرے خیال کی تصدیق ہو رہی تھی۔ مسٹر ہیکمن نے ٹھیک ویسا نام لے دیا تھا جو میرے رگ و پے میں ہیجان برپا کرنے لگا تھا۔ میں چند لمحات تک سنسناہٹ محسوس کرتا رہا۔ پھر میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔

"یہ بات آپ کو کیسے معلوم ہوئی مسٹر ہیکمن؟"

"بس مختلف ذرائع سے۔ میں تقریباً آٹھ سال سے مسٹر ولی بی کے لیے کام کر رہا ہوں۔ وکٹر ولی بی آوارہ گرد جتھوں میں منشیات کے سب سے بڑے ڈیلر سمجھے جاتے ہیں اور ان سے بڑا منشیات کا کاروباری اس وقت کوئی نہیں ہے۔ وہ اپنے چھوٹے گروہ کو کنٹرول کرتے ہیں لیکن امریکی بلکہ شمالی امریکہ کی بیشتر ریاستوں میں پھیلے ہوئے گروہ کے مختلف سربراہان ہیں جنہیں صرف برانچ کا چیف کہا جاتا ہے۔ اصل حیثیت ایک اور شخص کی ہے اور اس کے بارے میں اڑتی اڑتی خبریں ملی ہیں کہ وہ ایک ایشیائی ہے جو ہرے کرشنا ہرے رام تحریک کا بانی تیر لکا ہے۔"

"وکٹر ولی بی کے ذہن کی کوئی خاص شناخت ہے مسٹر ہیکمن؟" میں نے لرزتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"ہاں۔ وہ سب سرمنڈے ہوتے ہیں۔ سرمنڈوں کا گروہ بنایا ہوا ہے انہوں نے اور یہ ان کی پہچان ہے۔"

"کیا ہرے کرشنا تحریک کے جتنے ارکان ہیں وہ سب سرمنڈے سمجھے جاتے ہیں؟"

"ہاں۔ یہ اس تحریک کا نشان ہے۔"

"گڈ۔ اب یہ بتائیے کہ وکٹر ولی بی کے علاوہ اور کسی شخص کو آپ جانتے ہیں ۔۔۔؟"

"میرا تعلق صرف وکٹر ولی بی سے ہی رہا ہے۔ یہ لوگ بہت ہی شاطر ہیں۔ مختلف طریقوں سے بلیک میلنگ کے ذریعے بڑے بڑے کاروباری لوگوں کو پھانستے ہیں اور ان کے ذریعے منشیات کا کام کراتے ہیں تاکہ ان کی اپنی پوزیشن محفوظ رہے اور انہیں آگے بڑھ کر کام نہ کرنا پڑے۔"

"مسٹر وکٹر ولی بی سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے۔ کون سی برانچ کے سربراہ ہیں وہ ۔۔۔؟"

"لاس اینجلیس میں ۔۔۔ وہ لاس اینجلیس میں رہتا ہے اور وہاں کی مقتدر شخصیات میں سے ایک ہے۔"

"مثلاً امریکی ہیں؟"

"نہیں، اس کا تعلق افریقہ سے ہے وہ دوغلی نسل کا آدمی ہے۔ ماں امریکن اور باپ افریقی ہے۔"

"ہوں۔ اس کی کوئی تصویر وغیرہ ہے آپ کے پاس؟"

"نہیں ۔۔۔ لیکن لاس اینجلیس میں وکٹر ولی بی کو بآسانی شناخت کیا جا سکتا ہے۔"

"گروہ کے کتنے افراد یہاں کام کر رہے ہوں گے ۔۔۔؟"

"میں نہیں بتا سکتا۔"

"اچھا نیویارک میں اس گروہ کا سربراہ کون ہے؟"

"نیویارک میں اس گروہ کا سربراہ ٹام گریس تھا لیکن وہ پولیس کے ہاتھوں مارا جا چکا ہے اور فی الحال یہاں کوئی نیا سربراہ مقرر نہیں کیا گیا۔ یہاں کی پولیس ان لوگوں کے سلسلے میں خاصی مستعد ہو چکی ہے۔ لیکن لاس میں ایک ہنگامہ ہو گیا تھا۔ وہ دراصل اس تحریک کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ وہاں سے ہیڈ کوارٹر ختم ہونے کے بعد یہ تحریک کافی عرصے تک منتشر رہی اور اس کے بعد دوبارہ یہ لوگ جمع ہو گئے۔ ٹام گریس کو نیویارک میں سربراہ بنا دیا گیا تھا لیکن وہ ذہنی طور پر زیادہ بلند آدمی نہیں تھا چنانچہ وہ پولیس کی زد میں آ گیا۔ اور اس کے بعد سے مقامی طور پر یہ گروہ ختم کر دیا گیا ہے۔ اب یہاں پر لاس اینجلیس ہی سے معاملات کو کنٹرول کیا جاتا ہے۔ اور یہاں کا علاقہ بھی مسٹر ولی بی ہی دیکھ رہے ہیں۔"

"یہاں ان کے چھوٹے چھوٹے برانچ آفس تو ضرور ہوں گے میرا مقصد ہے یہاں وہ وقتاً فوقتاً کام کر رہے ہوں گے؟"

"باقاعدہ نہیں۔ ان سب کا رابطہ مسٹر ویل پی سے بھی رہتا ہے اور مسٹر ویل پی ہی اس سلسلے میں ان سب کو ہدایت جاری کرتے ہیں۔ جب ضرورت ہوتی ہے وہ لوگ یہاں بھی آ جاتے ہیں۔ لیکن فی الحال ان کا تعلق لاس اینجلیس ہی سے ہے۔"

"اچھا امریکہ کی دوسری ریاستوں میں اور جو لوگ ہیں ان میں سے کسی کے بارے میں آپ کو نہیں معلوم۔۔۔؟"

"نہیں۔ تم یقین کرو میرا تعلق صرف ڈاکٹر ویل پی سے ہی رہا ہے۔" بیکن نے جواب دیا۔

"مسٹر بیکن آپ کی ان معلومات کا بہت بہت شکریہ۔ میں آپ کو ایک چیز دکھاؤں۔" میں نے کہا اور جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک ننھا سا ٹیپ ریکارڈر نکال لیا۔ یہ الیکٹرونک ٹیپ ریکارڈر تھا اور ایک چھوٹے سے سیل سے چلتا تھا۔ میں نے ٹیپ ریکارڈر میں لگے ہوئے کیسٹ کو ریوائنڈ کیا اور پھر اسے آن کر دیا۔ مسٹر بیکن کے اور میرے درمیان ہونے والی تمام گفتگو انتہائی صاف آواز میں مسٹر بیکن نے سنی اور ایک لمحے کے لیے ان کا چہرہ پھر دھواں دھواں ہو گیا۔

"یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ ایسا تم نے کیوں کیا۔۔۔؟" انہوں نے پوچھا۔

"ایک ضرورت کے تحت مسٹر بیکن، ڈاکٹر ویل پی آپ کو بلیک میل کر کے منشیات کی تجارت کر رہا ہے لیکن میں اس ٹیپ ریکارڈر کے ذریعے آپ کو بلیک میل کر کے اس تجارت کے خاتمے کی کوششیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"میں مسٹر ویل پی کے گروہ کو ختم کرنے کا خواہشمند ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ منشیات کی یہ تجارت منظر عام پر آ جائے۔"

"اگر تم ایسا چاہتے ہو تو میں تمہارا بھرپور ساتھ دینے کو تیار ہوں بشرطیکہ تم میری زندگی کی ضمانت دو۔"

"میری زبان سے کبھی آپ کا نام ادا نہیں ہو گا مسٹر بیکن۔ مگر شرط یہی ہے کہ آپ بھی کسی کو میرے بارے میں کچھ نہیں بتائیں گے۔"

"دماغ خراب ہو گیا ہے میرا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ کسی کو اس بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ تم اگر لاس اینجلیس جاؤ اور ڈاکٹر ویل پی کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے ہو تو میں اس سلسلے میں تمہاری مدد بھی کر سکتا ہوں۔"

"وہ کیا۔۔۔؟"

"لاس اینجلیس میں، میں نے ایک شخص کو ان لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے متعین کیا ہوا ہے جو در اصل ایک پرائیویٹ جاسوس ہے۔ وہ نیویارک ہی میں رہتا تھا۔ میں نے اسے اپنے اخراجات پر لاس اینجلیس روانہ کیا ہے۔ میری خواہش ہے کہ انتہائی محتاط انداز میں اس گروہ کو پولیس کی نگاہوں میں لے آؤں۔ اس کا نام ایلین کاربٹ ہے۔ وہاں اپنی کارروائیوں میں مصروف ہے۔ وہ بہت ذہین نوجوان ہے لیکن ظاہر ہے جن لوگوں کے خلاف کام کر رہا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ صاحب اقتدار ہیں اور بڑے منظم طریقے پر اپنا کام کرتے ہیں۔"

"منشیات کی تجارت انہی کھلونوں کے ذریعے ہوتی ہے۔۔۔؟"

"ہاں۔"

"کیا آپ مجھے ان کھلونوں کی زیارت کرا سکتے ہیں۔۔۔؟"

"جب تم یہ جانتے ہو کہ یہاں منشیات کا ذخیرہ موجود ہے تو پھر بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" مسٹر بیکن نے کہا اور پھر چونک کر بولے۔

"لیکن میں اب بھی تمہارے خلوص پر یقین نہیں کر سکتا۔ کیا تم جو کچھ کہہ رہے ہو سچ کہہ رہے ہو یا مجھے بے وقوف بنا کر ساری معلومات حاصل کر رہے ہو؟"

"نہیں مسٹر بیکن، جو کچھ میں کہہ رہا ہوں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ آؤ میں تمہیں اپنے تہہ خانے کی سیر کرا دوں۔" مسٹر بیکن نے کہا۔ میں نے پستول ہاتھ میں لے رکھا تھا تاکہ مسٹر بیکن کوئی حرکت نہ کرنے پائیں۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ مجھے تہہ خانے میں لے جا کر کسی ایسے جنجال میں پھانس دیتے جس سے میرا نکلنا مشکل ہو جاتا۔ کسی کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ احتیاط رکھنا ضروری تھی۔ تاہم میں مسٹر بیکن کے اس تہہ خانے کو دیکھنے چل پڑا لیکن مسٹر بیکن بہت زیادہ خطرناک آدمی نہیں تھے۔ انہوں نے حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر مجھ سے تعاون کیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں اس تہہ خانے میں موجود کھلونوں کو دیکھ رہا تھا۔ ان کی شناخت، ان کی بناوٹ کا بخوبی اندازہ کرنے کے بعد میں ان کے ساتھ باہر نکل آیا۔ پھر میں نے ان سے کہا۔

"میں لاس اینجلیس جانا چاہتا ہوں۔"

"خدا کی قسم میں خلوص دل سے تمہاری مدد کرنے کو تیار ہوں جیسا تم کہو میں اپنے طور پر تمہارے لیے سب کچھ کر سکتا ہوں۔ اگر تم چاہو تو وہاں پہنچ کر ایلین کاربٹ سے بھی مل سکتے ہو۔ میں اسے اطلاع دے دوں گا۔ وہ تمہارا شایان شان استقبال کرے گا۔"

"آپ میرے لیے بہت معاون شخصیت ثابت ہو سکتے ہیں۔"

"اگر اس گروہ کے خاتمے کے لیے تم کمربستہ ہو تو میری اس بات سے اندازہ لگا لو کہ میں نے ایک پرائیویٹ جاسوس کی خدمات اس سلسلے میں حاصل کی ہوئی ہیں۔ اس سے تم یہ اندازہ لگا سکتے ہو کہ میں خود بھی اس گروہ کے خاتمے کا خواہشمند ہوں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے مسٹر بیکن، میں آج رات کو آپ سے آپ کی

رہائش گاہ پر ملاقات کروں گا۔"

"میرا کارڈ رکھ لو۔ تمہارے پاس میرے خلاف ایک ایسا ثبوت موجود ہے جو مجھے موت کی سیڑھی تک پہنچا سکتا ہے اس لیے اس بات کا بھی اندازہ کر لو کہ میں تمہارے خلاف کوئی سازش نہیں کروں گا۔ رات کو ساڑھے دس بجے میں اپنی خواب گاہ میں تمہارا انتظار کروں گا۔"

"میں پہنچ جاؤں گا۔" میں نے کہا اور پھر میں نے بڑے پرجوش انداز میں مسٹر بیکن سے مصافحہ کیا تھا۔ ان سے مصافحہ کرنے کے بعد میں باہر نکل آیا۔ مسٹر بیکن سے مجھے جو معلومات حاصل ہوئی تھیں وہ خاصی اہمیت کی حامل تھیں۔

ایک ٹیکسی روک کر میں اپنی رہائش گاہ پر واپس لوٹ آیا۔ اب اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہا تھا کہ زیبی کو اغوا کرنے والے ترلوکا کے آدمی ہی تھے۔ ترلوکا کو میرے ہاتھوں ناقابل تلافی نقصان پہنچا تھا۔ اس نے میرے ہاتھوں تباہ ہونے کے بعد اپنے آپ کو دوبارہ منظم کیا، اور پھر سارے امریکہ میں اپنا جال پھیلا دیا۔ اور اس کے بعد اس نے مجھ سے انتقامی کارروائی کا آغاز کر دیا لیکن اس نے پہلا ہی وار ایسا کیا تھا کہ میں تلملا کر رہ گیا۔ اس نے میری شہ رگ پر انگلی رکھ دی تھی۔

لیکن ایک بات پر مجھے حیرت تھی۔ اس نے اتنا طویل قدم کیسے اٹھایا۔ وہ اگر چاہتا تو اپنی طاقت حاصل کرنے کے بعد مجھے اور زیبی کو با آسانی ختم کر سکتا تھا لیکن اس نے صرف زیبی کو اغوا کرنے پر اکتفا کیا تھا اور شاید اس کے بعد میری کارروائیوں پر بھرپور نگاہ رکھنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔

کیا وہ لوگ زیبی کو اغوا کر کے لاس اینجلیس لے گئے ہیں جیسا کہ مسٹر بیکن نے بتایا کہ نیویارک میں اس وقت ان کی کوئی باقاعدہ برانچ نہیں ہے۔ تو پھر اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچا جا سکتا تھا کہ وہ لاس اینجلیس میں کام کر رہے ہیں۔ بہرحال میں نے فیصلہ کیا کہ ان لوگوں کے کسی اہم مہرے پر ہاتھ ڈالے بغیر میرا کام بہت مشکل ہے اور اس کے لیے مسٹر ڈاکٹر ویل پی ہی سامنے آئے تھے۔ اس لیے میرے لیے بے حد ضروری ہے کہ میں لاس اینجلیس جاؤں۔

مسٹر بیکن کیا اس سلسلے میں مخلص ہیں۔۔۔ یہ دوسرا سوال تھا۔ بظاہر اس کی باتوں سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ اس نے اس بارے میں سچ بولا ہے لیکن جھوٹ اور سچ کا پتہ لگانے کے لیے میرے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں تھا اور اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ مسٹر بیکن کی بات پر یقین کر لوں۔۔۔

بہت کچھ سوچتا رہا تھا اس سلسلے میں۔ آخری خیال زیبی کا آتا تھا۔ سب کچھ تو اس کسی حد تک درست ہو گئے تھے اور زیبی کی یاد ایک بار پھر دل کی گہرائیوں میں غور کرنے کے قابل بھی ہو گیا تھا ترلوکا نے اس بار خود کو پوشیدہ رکھنے کے لیے معقول انتظامات کیے ہوں گے اور وہ جس حیثیت کا انسان تھا اس کے تحت عام لوگ یا پولیس آسانی سے اس تک پہنچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس لیے صرف بات تھی کہ ترلوکا زیبی کو ختم نہیں کرے گا۔

زیبی کو قتل کرنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اگر وہ مجھ سے انتقام لینا چاہتا ہے تو اس کے لیے زیبی کو زندہ رکھنا ضروری ہے۔ اس نے مجھے تڑپانے کے لیے زیبی کو ضرور زندہ رکھا ہو گا۔ میرے دل نے اس کی گواہی دی۔

بہرطور اب لاس اینجلیس سر پر سوار ہو گیا تھا۔ دفعتاً میرے ذہن میں ایک اور نام آیا۔۔۔ اینی ڈمپل۔۔۔ ڈمپل اسٹورز کی منیجر۔۔۔ لیکن منیجر ہی کیوں۔۔۔ جب یہ اسٹورز اس کے نام سے منسوب ہے تو وہی اس کی مالک بھی ہو گی۔ اس لڑکی نے میری شناخت کر کے مجھے قاتل قرار دیا تھا۔ اوہ۔۔۔ ہاں۔۔۔ واقعی وہ بھی ایک اہم شخصیت ہے اور اس سلسلے میں میری مدد کر سکتی ہے۔ اسے نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔۔۔ اس نے بلاوجہ ہی تو مجھ پر جھوٹا الزام نہ لگایا ہو گا۔ اس کے پس پشت کوئی نہ کوئی شخصیت ضرور ہو گی۔

لیکن اینی ڈمپل کے بارے میں سوچتے ہوئے کچھ دوسرے سوالات پر بھی نگاہ دوڑانا ضروری تھا۔ اول تو یہ کہ اس بات کے امکانات موجود تھے کہ اینی ڈمپل اس وقت نیویارک میں موجود نہ ہو۔ اس نے میرے خلاف گواہی دی تھی۔ اور اسی کی گواہی سے مجھ پر فرد جرم عائد ہوئی تھی۔۔۔ اور میں جیل سے فرار ہو گیا تھا۔۔۔ کیا یہ خبر اینی ڈمپل کے کانوں تک نہ پہنچی ہو گی اور کیا اس کے بعد اس کے تحفظ کا بندوبست نہ کیا گیا ہو گا۔ ممکن ہے اسے نیویارک سے نکال دیا گیا ہو۔ ممکن ہے اس کے اردگرد جال بچھا دیے گئے ہوں۔ اس کے علاوہ مسٹر بیڈول بھی معمولی انسان نہیں تھے۔ انہوں نے مجھ پر دیر سے ہاتھ ڈالی ہو گی اور اس بات کے امکانات بھی تھے کہ انہوں نے خود ڈمپل پر نگاہ رکھی ہو۔

لیکن اس کے باوجود میں ڈمپل کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ پہلے تو یہ معلوم کرنا تھا کہ ڈمپل یہاں موجود بھی ہے یا نہیں۔ یہ کام مشکل نہیں تھا۔ میں نے دوسرے دن اس سلسلے میں کام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

دوسری صبح ضروریات سے فارغ ہو کر کچھ دیر وقت گزاری کرتا رہا پھر ٹیلیفون ڈائریکٹری میں ڈمپل اسٹورز کے نمبر تلاش کیے۔ نمبر مل جانے کے بعد میں باہر نکل آیا۔ گھر کے ٹیلیفون پر میں ایسی کوئی کارروائی نہیں کر سکتا تھا۔ کافی فاصلے پر ایک پبلک کال بوتھ سے میں نے ڈمپل اسٹورز کے نمبر ڈائل کیے اور دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا۔

"یس پلیز۔" ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"ڈمپل اسٹورز۔"

"جی ہاں۔ فرمائیے۔"

"در اصل میرا نام ڈک بارسٹ ہے۔ میں میڈم اینی ڈمپل سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"سوری۔ وہ موجود نہیں ہیں۔"

"وہ کہاں گئی ہیں؟"

"وہ ساڑھے گیارہ بجے آئیں گی۔"

"کیا میں ساڑھے گیارہ بجے فون کروں؟"

"ضرور۔ اس وقت وہ آپ کو مل جائیں گی۔"

"بہت شکریہ۔۔۔ ویسے مجھے جلدی تھی۔ کیا آپ مجھے ان کے گھر کا فون نمبر دے سکتی ہیں؟"

"جی ہاں۔ ضرور۔"

"تو بتائیے۔" میں نے کہا اور دوسری طرف سے بولنے والی نے مجھے ایک فون نمبر بتا دیا۔

"شکریہ۔" میں نے کہا

"ان کے لیے کوئی پیغام ہے جناب۔۔۔؟"

"نہیں، اب میں ان سے گھر پر بات کروں گا۔"

"او کے۔" دوسری طرف سے آواز آئی اور میں نے فون بند کر دیا۔ پھر میں کچھ سوچنے لگا۔ ایک بار پھر میں اپنے گھر واپس آ گیا۔ اور میں نے دوبارہ ڈائریکٹری میں اینی ڈمپل کے گھر کا پتہ دیکھا۔ میرا خیال درست تھا۔ وہ ڈمپل اسٹورز کی مالک تھی۔ میں نے یہ پتہ نوٹ کر لیا۔ اب ذرا میک اپ تبدیل کرنا تھا۔ میک اپ کا سامان موجود تھا اس لیے مجھے دقت نہیں ہوئی۔ اور میں نے میک اپ تبدیل کر لیا۔ یہ میک اپ ایک بوڑھے آدمی کا تھا۔ جس کی آنکھوں سے کچھ بیمار سے تھے۔ اس شکل پر بہت مظلومیت تھی ماسٹر میک اپ سے مطمئن ہو کر میں نے ایک مسلے ہوئے بوسیدہ لباس کا انتخاب کیا اور پھر اپنی جگہ سے نکل آیا۔ کافی دور تک پیدل چلتا رہا۔ اس کے بعد ایک بس میں سوار ہو کر اوکان رنگس کے علاقے میں پہنچ گیا۔ یہیں ڈمپل اسٹورز تھا۔

ڈمپل اسٹورز ایک خوبصورت عمارت میں پھیلا ہوا تھا۔ میں نے اسے باہر سے دیکھنے پر اکتفا کی۔ میں اس کے اطراف میں پولیس کی موجودگی کا اندازہ لگا رہا تھا۔

لیکن ایسی کوئی بات نظر نہ آئی۔ ممکن ہے میرا اندازہ غلط ہو۔ ممکن ہے پولیس نے اس طرف توجہ ہی نہ دی ہو۔ اس کے باوجود محتاط رہنا ضروری تھا۔ البتہ میں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ ڈمپل یہیں موجود ہے۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں اس پتے پر چل پڑا جہاں اینی ڈمپل رہتی تھی۔ میں ایک ہجول سے بوڑھے آدمی کی اداکاری بخوبی کر رہا تھا اس کی رہائش گاہ بھی عمدہ تھی۔

میں اس رہائش گاہ سے تھوڑے فاصلے پر ایک جگہ اس طرح بیٹھ گیا جیسے سستانے کے لیے بیٹھا ہوں۔ کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اس عمارت سے ایک کار نکلتی دیکھی اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر دو گنجے آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں گہری سانس لے کر رہ گیا۔ کاش میرے پاس ان کے تعاقب کا کوئی ذریعہ ہوتا لیکن مجبوری تھی۔ باقی دن میں نے اسی جگہ گزار دیا۔ البتہ میں نے اس عمارت کے گرد ایک دو بار چکر لگائے تھے اور ایک ایسی جگہ تلاش کر لی تھی۔ جہاں سے اندر داخل ہونے میں زیادہ دشواری پیش نہیں آ سکتی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی جائزہ لیتا رہا تھا کہ اس عمارت میں کتنے افراد رہتے ہیں۔ مجھے اندازہ ہوا کہ عمارت میں زیادہ لوگ نہیں ہیں۔ صرف ایک دو ملازم قسم کے لوگ نظر آئے تھے اور بس۔ اس کا مقصد ہے اینی ڈمپل یہاں تنہا رہتی ہے۔ یہ بات میرے حق میں جاتی تھی۔ میں نے آج رات مسٹر بیکن کے بجائے اینی ڈمپل کے سلسلے میں کام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ مسٹر بیکن سے پھر کسی وقت ملاقات کی جا سکتی تھی۔ چنانچہ اب میں اس نئے کام کی طرف متوجہ ہو گیا۔ شام کو تقریباً سات بجے مجھے ایک سرخ رنگ کی اسپورٹس جیگوار عمارت کے سامنے رکتی نظر آئی۔ ملازم نے گیٹ کھول دیا اور جیگوار اندر داخل ہو گئی۔ میں نے اس میں اینی ڈمپل کی جھلک دیکھ لی تھی۔ میری آنکھوں میں خون کی سرخی لہرا گئی۔ اینی ڈمپل نے کس صفائی سے میرے خلاف جھوٹ بولا تھا اور جھوٹی گواہی کے ذریعے وہ مجھے پھانسی کے پھندے تک لے آئی تھی۔ بہر طور میں اس سے انتقام لینے کی قسم کھا چکا تھا۔ اور پھر اس کا تعلق ان لوگوں سے تھا جو میری زندگی کے اغوا کے ذمہ دار تھے۔ اس لیے میں اسے معاف نہیں کر سکتا تھا۔ میں انتظار کرتا رہا۔ انتظار کے یہ لمحات کتنے صبر آزما تھے۔ اس کا اندازہ کچھ میرے جیسا ہی کسی کو ہو سکتا تھا۔ مجھے خدشہ تھا کہ اینی ڈمپل شام کی تفریحات کے لیے کہیں باہر نہ نکل جائے لیکن وہ شاید محتاط قسم کی لڑکی تھی تقریباً ساڑھے آٹھ بجے وہی کار واپس آئی جس میں میں نے دو گنجوں کو پہلے باہر نکلتے ہوئے دیکھا تھا اور میری پیشانی پر بے اطمینانی کی لکیر پھیل گئی۔ اگر یہ رات کو یہاں رہے تو پھر مجھے میرے کام میں دشواری پیش آ سکتی ہے۔ لیکن کچھ بھی ہو جائے اگر یہ یہاں موجود بھی ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے میں ان سے بھی نمٹ لوں گا۔ یہ سوچنے کے بعد میں کسی حد تک مطمئن ہو گیا۔ میرے دوست پولیس آفیسر کا پستول میرے پاس موجود تھا اور میرے اس گندے لباس کے نیچے کارتوس کی پیٹی بھی موجود تھی۔ گویا اگر ضرورت پیش آئی تو میرے لیے اسلحے کی کمی نہیں تھی۔ تو۔۔۔ ساڑھے نو۔۔۔ دس بج گئے۔ اب اس علاقے میں مکمل سناٹا طاری ہو چکا تھا۔ رہائشی علاقہ تھا۔ بس اکا دکا کاریں کسی بنگلے کی طرف دوڑتی نظر آ جاتی تھیں۔ ورنہ اس کے علاوہ مکمل خاموشی تھی۔ سڑکوں پر روشنیاں جل اٹھی تھیں اس لیے یہاں زیادہ تاریکی نہیں تھی۔ میں نے اپنے کام کے لیے ساڑھے دس بجے کا وقت مقرر کیا تھا۔

چنانچہ وقت مقررہ پر میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس جگہ پہنچ گیا جہاں سے اندر داخل ہونے کا راستہ تھا۔ بنگلے کے احاطے میں داخل ہونے میں مجھے کوئی دقت نہیں پیش آئی۔ چند کمروں میں روشنی ہو رہی تھی۔ موسیقی کے ریکارڈ بج رہے تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ اینی ڈمپل کوٹھی میں اپنی تفریحات میں مشغول ہے۔ پتا نہیں اس کی مصروفیات کیا ہوں گی۔ میں نے انتہائی احتیاط سے قدم آگے بڑھانے شروع کیے۔ اب میں ایک چاق و چوبند و مستعد نظر آ رہا تھا وہ مجہول بوڑھا جو دن بھر یہاں بیٹھا رہا تھا ایک تحت ختم ہو گیا تھا۔ میں عمل کرنے کے لیے تیار تھا۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ دونوں گنجے اسی عمارت میں موجود ہوں گے۔ سامنے کے حصے میں اینی ڈمپل کی کار بھی موجود تھی۔ اس کے علاوہ دوسری کار بھی جس میں میں نے دونوں گنجوں کو پہلے باہر نکلتے اور پھر اندر آتے دیکھا تھا۔ پھر ایک محفوظ جگہ رک کر میں نے عمارت کے سامنے کے حصے پر نگاہ ڈالی۔ برآمدے میں کوئی موجود تھا غور سے دیکھا تو وہی دونوں گنجے تھے۔ وہ کرسیاں ڈالے بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے سامنے بوتل کھلی ہوئی تھی۔ اس کا مقصد ہے رات کو وہ یہیں رہتے ہیں۔ غالباً اینی ڈمپل کے محافظ ہیں۔ وہ دونوں۔ تو پھر پہلے پہرے داروں سے نمٹ لیا جائے۔ ملازموں سے میں لگے ہاتھوں یہ کام اطمینان بخش طور پر انجام دینا چاہتا تھا چنانچہ میں نے سرونٹ کوارٹرز کی تلاش شروع کر دی جو احاطے کے بائیں سمت دیوار کے ساتھ ساتھ بنے ہوئے تھے۔ اچھے خاصے کوارٹرز تھے۔ میں آہستہ آہستہ مہندی کی باڑھ سے ہوتا ہوا ان کوارٹروں کے عقب میں پہنچ گیا۔ پیچھے کھڑکیاں بھی کھلی ہوئی تھیں اور ان کھڑکیوں سے جھانک کر اندر کا ماحول دیکھا جا سکتا تھا۔ دو ملازم تھے۔ وہ صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ غالباً دونوں ایک ہی کوارٹر میں رہتے تھے اور دوسرا کوارٹر خالی پڑا ہوا تھا۔ میں چند لمحات سوچتا رہا پھر آہستہ سے رینگ کر بغلی سمت سے دروازے کے سامنے آ گیا۔ میں نے دروازے پر دستک دی اور دروازے کی چابی کے سوراخ سے آنکھ لگا دی۔ دونوں ملازم چونک پڑے۔ پھر ان میں سے ایک جلدی سے اٹھا اور دروازے کے سامنے پہنچ کر اس نے دروازہ کھول دیا۔ جونہی اس نے دروازہ کھولا میرا آہنی گھونسہ اس کی پیشانی پر پڑا اور وہ کسی مردہ چھپکلی کی طرح الٹ کر جا گرا۔ دوسرا ملازم ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے خوف زدہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ لیکن اب میں نے پستول نکال لیا تھا۔

"اگر تم دونوں میں سے کسی کے منہ سے کوئی آواز نکلی تو پھر تمہاری زندگی ممکن نہیں ہو گی۔" میں نے غراتی ہوئی آواز میں کہا اور گرے ہوئے ملازم کو گریبان سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ ہلکا پھلکا سا آدمی تھا۔ ملازم کانپ رہا تھا۔ اس لیے زیادہ دیر بھی نہیں تھی۔ میں نے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا اور پھر ان دونوں کو گھورتا ہوا بولا۔

"تم ملازم ہو؟"

"جی ہاں جناب!"

"تمہارے علاوہ اور کتنے ملازم یہاں موجود ہیں؟"

"اور کوئی نہیں ہے۔"

"کوئی خادمہ بھی تو ہے یہاں۔"

"نہیں جناب۔ ہماری مالکہ کسی عورت کو رکھنا پسند نہیں کرتیں۔"

"تم لوگ کیا کام کرتے ہو یہاں؟"

"بنگلے کی صفائی ستھرائی اور یہ میرا ساتھی شیف ہے۔ کھانا وغیرہ یہی پکاتا ہے۔"

"تم لوگوں کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں ہے؟"

"ملازم کوئی نہیں ہے۔ وہ مسٹر جوزف اور مسٹر شیرابست یہیں رہتے ہیں۔"

"یہ کون ہیں؟"

"میڈم کے ملازم ہیں یہ بھی۔ میڈم کے بیرونی کام کرتے ہیں۔"

"رات کو وہ یہیں رہتے ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"اچھا۔ اور اینی ڈمپل کے علاوہ یہاں کوئی اور نہیں ہے؟"

"نہیں جناب۔ بس ہم پانچ آدمی ہیں جو رات کو یہاں رہتے ہیں مسٹر جوزف اور مسٹر شیرڈن صبح ہی چلے جاتے ہیں۔ مگر آپ کون ہیں؟"

"میں جو کوئی بھی ہوں تمہیں اس بارے میں ضرور بتاؤں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میں نے ان سے کہا۔

"تم دونوں اپنے ہاتھ دیوار پر رکھ کر کھڑے ہو جاؤ۔"

"جناب۔ ہم ہم ہم۔" ملازم ہکلانے لگے۔ لیکن پستول کے اشارے نے انہیں کھڑا ہونے پر مجبور کر دیا۔ پھر وہ دیوار کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ لیکن مجھے ان کے اس طرح کھڑے ہونے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں انہیں ہوش میں نہیں رہنے دینا چاہتا تھا چنانچہ ان کے قریب پہنچ کر میں نے ان دونوں کے سر دیوار سے ٹکرائے اور پھر ان کی کھوپڑی کے پچھلے حصے پر کوٹ مارا۔ پستول کے دستے نے یہ کام آسان کر دیا۔ انہوں نے چیخنے کی کوشش کی لیکن میں نے پھرتی سے ان کے منہ بھینچ لیے تھے۔ ملازم دوسرے وار کی تاب نہ لا سکا اور دونوں بے ہوش ہو گئے۔ تب میں نے انہیں نیچے گرا کر ان کا منہ باندھ دیا تھا۔ اور پھر میں ان کے دونوں ہاتھ پشت پر کر کے انہیں کے لباس سے کس دیے تاکہ ہوش میں آنے کے بعد بھی وہ چیخ پکار نہ مچا سکیں۔ پھر ان کی پتلونوں سے ان کی ٹانگیں بھی کس دیں۔ اب ان کے بدن پر صرف انڈر ویئر رہ گئے تھے۔

اس کام سے مطمئن ہونے کے بعد میں باہر نکلا اور میں نے کوارٹر کا دروازہ باہر سے بند کر دیا تاکہ فوری طور پر کوئی کارروائی عمل میں نہ آ سکے۔ اس کے بعد میں آہستہ سے باہر نکل آیا۔ اب ان دونوں گنجوں کو

دیکھتا تھا۔ ان کے سلسلے میں کوئی صحیح فیصلہ نہیں کر پایا تھا۔ اس کے بجائے بنیر میں اندر داخل ہونے کی کوشش کروں یا پہلے ان سے نمٹ لیا جائے۔ چند لمحات کے بعد میں نے فیصلہ کر لیا۔ پھر ادھر ادھر دیکھا۔ قریب ہی لوہے کی ایک سلاخ پڑی ہوئی تھی پتہ نہیں کس کام آتی تھی۔ میں نے اسے اٹھایا اور پوری قوت سے گیٹ کی جانب اچھال دیا۔ گیٹ پر سلاخ لگنے سے خاصی آواز ہوئی تھی۔ دونوں گنجے چونک کر ادھر دیکھنے لگے۔ انہوں نے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھیں اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر گیٹ کی طرف بڑھ گئے۔ غالباً انہیں شبہ ہوا تھا کہ گیٹ پر کوئی موجود ہے۔ میں نے ان کے اس طرح آگے بڑھنے سے فائدہ اٹھایا اور پھرتی سے اپنی جگہ سے نکل کر پورچ میں آ گیا۔ جہاں دونوں کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ کاروں کے پیچھے کھڑے ہو کر میں ان کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ میں اپنے کام کے لیے تیار تھا۔ ویسے گنجوں کے تن و توش سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اچھے خاصے طاقتور لوگ ہیں اور بڑی احتیاط سے انہیں قابو میں کرنا ہو گا۔ اندر سے میوزک کی آوازیں بدستور ابھر رہی تھیں۔ یقیناً یہ ریکارڈ اینی ڈمپل کی خواب گاہ میں بج رہا تھا۔ دونوں گنجے گیٹ پر پہنچے۔ گیٹ کھول کر باہر جھانکا۔ پھر وہ سلاخ اٹھا کر دیکھنے لگے جو میں نے پھینکی تھی۔ وہ پریشان انداز میں ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہے تھے اور اس کے بعد وہ وہاں سے واپس پلٹ پڑے۔ سلاخ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں تھی لیکن وہ اسے لاپرواہی سے پکڑے ہوئے تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی میں نے دل ہی دل میں سوچا۔

"دوست یہ سلاخ تمہارے ہی کام آئے گی۔ اچھا ہوا تم اٹھا لائے۔"

میں ان کا انتظار کرنے لگا۔ پورچ سے برآمدے تک پہنچنے کے لیے انہیں سرخ جنگلوار کے قریب سے گزرنا تھا۔ اور یہیں سے میری کارروائی کا آغاز ہوتا تھا۔ چنانچہ میں سرخ جنگلوار کے نیچے رینگ گیا اور اس طرف آ گیا جس طرف سے ان کے گزرنے کا امکان تھا۔ سلاخ ایک گنجے کے ہاتھ میں لٹکی ہوئی تھی۔ جونہی وہ میرے قریب پہنچا۔ دفعتاً میں نے اپنی جگہ سے باہر رینگ کر سلاخ اس کے ہاتھ سے چھین لی۔ گنجے کو اس طرح جھٹکے سے سلاخ چھینے کا احساس ہو گیا تھا۔ لیکن اس دوران میں کھڑا ہو چکا تھا۔ میں نے سلاخ بلند کی اور ان میں سے ایک کی کھوپڑی پر دے ماری۔ اس کے حلق سے ایک کراہ نکلی اور وہ نیچے بیٹھ گیا۔ دوسرے نے پستول نکال لیا تھا۔ لیکن سلاخ کا اس سے بہتر مصرف اور کون سا ہو سکتا تھا کہ وہ اس شخص کے پستول والے ہاتھ پر پڑے۔ میں نے پوری قوت سے سلاخ پستول والے کے ہاتھ پر دے ماری اور اس کی کلائی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اس کی چیخ بھی بڑی ہولناک تھی اور افسوس میں اس چیخ کو اس کے ہونٹوں میں دبا نہیں سکا لیکن میں فوراً ہی اس پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ وہ جس کے سر پر سلاخ پڑی تھی اب اس قابل نہیں رہا تھا کہ اٹھ کر کھڑا ہو سکے۔ میں نے اس کے سر سے خون ابل ابل بہتے دیکھا۔ بہرطور مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ مجھے تو صرف یہ خطرہ تھا کہ کہیں ان چیخوں کی آواز اندر نہ سن لی گئی ہو۔ لیکن میری قسمت ساتھ دے رہی تھی۔ اندر اگر ریکارڈ نہ بج رہا ہوتا تو یہ آواز ضرور اینی ڈمپل کے کانوں تک پہنچ جاتی لیکن تیز ریکارڈنگ کی آواز جو یہاں تک آ رہی تھی اینی ڈمپل اور ان چیخوں کے درمیان حائل ہو گئی تھی۔ میں چند لمحے انتظار کرتا رہا۔ وہ شخص جس کا سر سلاخ کی ضرب سے پھٹ گیا تھا دونوں ہاتھ سر پر رکھے خون روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جاندار آدمی تھا اس لیے ابھی تک بے ہوش نہیں ہوا تھا۔ اور وہ جس کی کلائی ٹوٹ گئی تھی کلائی کو سنبھال کر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے پیچھے ہٹ کر پوری قوت سے ایک لات اس شخص کی پیشانی پر ماری جو اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور وہ ایک دھماکے کے ساتھ نیچے گر پڑا۔ میں نے اچھل کر پوری قوت سے اپنا جوتا اس کے منہ پر رکھ دیا۔ اس کے دانتوں کی اگلی لائن صاف ہو گئی۔ میرے دانت بھینچ گئے تھے اور اب میرے سر پر خون سوار ہو گیا تھا۔ چنانچہ پیچھے ہٹ کر میں نے اس طرح ٹھوکر ماری جس طرح فٹ بال پر کک لگائی جاتی ہے۔ وہ اپنی جگہ سے اچھلا اور کئی فٹ دور جا گرا اور اس کے بعد وہ ساکت ہو گیا تھا۔ پھٹے ہوئے سر والے نے آنکھوں پر سے خون صاف کر کے اپنے ساتھی کی یہ حالت دیکھی تو لڑکھڑاتے انداز میں اٹھ کر بھاگنے کی کوشش کی لیکن اب بھلا میں اسے کہاں چھوڑ سکتا تھا۔ میں نے اچھل کر ایک لات اس کی ریڑھ کی ہڈی پر ماری اور وہ ڈکرا کر اپنے ساتھی پر گر گیا۔ اس کے بعد میں نے لگاتار ٹھوکروں سے ان کے سروں پر ضربیں لگانا شروع کر دیں اور میرا خیال تھا وہ ابتدائی ضربوں ہی سے بے ہوش ہو گئے تھے لیکن اس کے باوجود میں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی اور ان کو اچھی طرح ٹھوکریں مار مار کر زخمی کر دیا۔ پھر میں نے ان کے نیم مردہ بدن گھسیٹ کر ان گاڑیوں کے پیچھے ڈال دیئے جو یہاں کھڑی ہوئی تھیں۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور برآمدے کی جانب بڑھ گیا۔ برآمدے کے آگے ایک بند دروازہ تھا۔ دروازے سے گزرنے کے بعد ایک چھوٹا سا ہال ملتا تھا۔ ہال کے دوسرے سرے پر ایک اور دروازہ تھا جو ایک راہداری میں کھلتا تھا۔ راہداری کے پچھلے ہی کمرے سے موسیقی کی آواز ابھر رہی تھی۔ اور یہاں مدھم نیلی روشنی جل رہی تھی۔ اس کا مقصد ہے اینی ڈمپل موسیقی سے محظوظ ہو رہی ہے میں نے دروازے کو تھوڑا سا دھکیل کر دیکھا تو وہ کھلا ہوا تھا۔ موسیقی کی آواز خاصی تیز تھی۔ کھلے دروازے سے میں نے اندر جھانکا تو اینی ڈمپل نظر آئی۔ اس کے نزدیک ہی ٹیپ ریکارڈر بج رہا تھا اور موسیقی کی دھنیں کمرے میں پھیل رہی تھیں۔ اور وہ ایک کتاب ہاتھ میں لیے صوفے پر نیم دراز تھی۔ میں نے اطراف کا جائزہ لیا اور پھر پھرتی سے

دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ میرے قدموں کی چاپ اینی ڈمپل نے مستی بھری بدمستی ہو لیکن اس نے میرے سائے کو ضرور محسوس کر لیا اور دوسرے لمحے وہ گردن گھما کر دیکھنے لگی۔ پھر دفعتاً اچھل کر کھڑی ہو گئی میں نے اپنا پستول اس کے سامنے کر دیا تھا۔۔۔ اور اینی ڈمپل نے پستول کی نال اپنی طرف اٹھی ہوئی دیکھ لی تھی۔ چنانچہ وہ ایک دم ساکت ہو گئی۔ کتاب اس کے ہاتھ سے نیچے گر پڑی۔ ویسے میں نے محسوس کیا کہ اس کے پاس پستول یا کوئی دوسرا ہتھیار موجود نہیں ہے۔ وہ ہکا بکا سی منہ پھاڑے مجھے دیکھ رہی تھی۔ تب میں نے پاؤں کی ٹھوکر سے دروازہ بند کیا اور پلٹ کر اس کی چٹخنی چڑھا دی۔ اینی ڈمپل اسی طرح کھڑی ہوئی تھی میں نے مسکرا کر پستول اپنی جیب میں رکھ لیا اور گردن خم کر کے بولا۔

"میڈم ڈمپل کی خدمت میں سلام۔"

"کون ہو تم؟"

"افسوس اپنے چہرے سے میک اپ نہیں اتار سکتا۔ ورنہ تمہیں اپنے دوست کی شکل یاد آ جاتی۔"

"کون دوست ۔۔۔؟" اس نے پوچھا۔

"نام بتاؤں یا نا؟"

"بتاؤ؟" وہ بولی۔

"تو پھر مجھے داب نواز اصغر کہتے ہیں۔" میرا یہ نام شاید اس کے لیے اجنبی نہیں تھا۔ وہ بہت زیادہ اس نام کو سن چکی تھی اس سے واقف تھی۔ اس لیے ایک دم میں نے اس کے چہرے پر خوف کے آثار دیکھے اس نے تھوک نگلتے ہوئے ادھر ادھر دیکھا اور میں ایک قدم آگے بڑھ کر بولا۔

"اینی ڈیئر اپنی معلومات کے لیے تم سے ملاقات کرنے آیا ہوں امید ہے تم میرے ساتھ تعاون کرو گی۔"

"کیا بکواس ہے۔ کون داب نواز اصغر۔ میں کسی نواز اصغر کو نہیں جانتی۔"

"کمال ہے تم تو مجھے بھول ہی جاتی تھیں۔ اینی ڈارلنگ تم نے تو مجھے ان دونوں گنجوں کو قتل کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ غلطی کرا دی تمہیں تو ان کی" میں نے کہا اور اینی نے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لیے۔ وہ بری طرح ہانپنے لگی تھی۔

"مجھے کچھ نہیں معلوم۔ میں، میں تو۔۔۔ میں تو۔۔۔"

"ہاں ہاں تم تو۔ آگے بولو" میں نے کہا۔

"مجھے ان تمام باتوں کے بارے میں کچھ نہیں پتا۔"

"کمال کی معصومیت ہے اینی ڈمپل۔ تم نے ایک بے گناہ انسان کو موت کی کرسی تک پہنچانے کے لیے عدالت میں گواہی دی تھی اور اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں؟"

"میں کیسے یقین کر لوں کہ تم وہی ہو؟"

"یقین کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔ میں نے تم سے کہا کہ میں وہی ہوں۔ تم یقین کر لو کہ میں ہوں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم یہاں کیوں آئے ہو اور کیا چاہتے ہو۔ اور وہ۔ وہ؟"

"جوزف اور جیمبر کی بات کر رہی ہو؟" میں نے کہا اور ایک بار پھر وہ چونک پڑی۔

"تم انہیں جانتے ہو؟" "کہاں مر گئے وہ دونوں۔ انہوں نے تمہیں روکنے کی کوشش نہیں کی۔"

"وہ دونوں بھی مر چکے ہیں۔ اینی ڈمپل ان کی زندگی تم تک پہنچنے کے لیے میری راہ میں رکاوٹ بن رہی تھی۔"

"او تو تم نے انہیں قتل کر دیا ہے؟"

"ہاں ۔۔۔ نہایت آسانی سے۔"

"لیکن میں نے گولی کی آواز نہیں سنی" وہ بولی۔

"میرے ہاتھ ان دونوں کے لیے کافی تھے پستول کو تکلیف دینا میں نے مناسب نہیں سمجھا۔"

"یہاں کیوں آئے ہو؟" وہ سنبھل کر بولی

"تم سے کچھ گفتگو کرنے۔"

"کہو۔ کیا بات ہے؟" وہ پلٹی اور صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔ میں چند قدم آگے بڑھ کر اس کے بالکل قریب پہنچ گیا تھا صوفے پر اس کا بیٹھنا خطرناک بھی ہو سکتا تھا۔ ممکن ہے صوفے کے آس پاس کوئی پستول وغیرہ موجود ہو۔ میں اس پر پوری طرح نگاہ رکھے ہوئے تھا۔

"ہوں۔ اینی ڈمپل۔ تمہیں کس نے یہ گواہی دینے پر مجبور کیا تھا۔ تمہیں مجھ سے کیا دشمنی تھی ۔۔۔؟"

"میں کہہ چکی ہوں اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔"

"دیکھو ڈیئر۔ تم اچھی خاصی شکل و صورت کی مالک ہو۔ اگر میں تمہارے سر کے بال اپنی مٹھیوں میں جکڑ کر اکھاڑ دوں تو تمہاری شکل کیسی لگے گی؟"

"کیا بکواس کرتے ہو۔ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

"ہاں ہاں ہو سکتا ہے میں تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکوں۔ لیکن یہ کام جو میں تم سے کہہ چکا ہوں ضرور کر سکتا ہوں۔ واہ کیا لطف آئے گا تم گنجوں کی اس کمپنی میں شامل ہو جاؤ گی۔" میں نے جھپٹتے ہوئے کہا اور اس کے بال آگے بڑھ کر مٹھی میں جکڑ لیے۔ خاصے ریشمی اور چمکدار بال تھے۔ اینی کے چہرے پر دہشت کے آثار نظر آنے لگے۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے میری کلائی پکڑ کر اپنے بال چھڑانے کی کوشش کی لیکن مجھ پر درندگی سوار تھی۔ میں نے پوری قوت سے ایک جھٹکا مارا اور بالوں کا ایک پورا لٹ میرے ہاتھ میں آ گیا۔ اینی کی چیخ فضا میں

بلند ہو گئی تھی۔ یقیناً جہاں سے بال اکھڑے تھے وہاں سے آہستہ آہستہ خون بہنا چاہیے تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اینی نے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی سر پر رکھی لیکن دوسرے لمحے میں نے اس کے بال دوبارہ مٹھیوں میں جکڑ لیے تھے۔

"ہاں اینی ڈیئر۔ میں جو کچھ کہتا ہوں وہ ضرور کر دیتا ہوں۔ تمہیں بالوں سے محروم کر کے مجھے بڑی مسرت حاصل ہو گی کیونکہ تم نے میری موت کا بندوبست کیا تھا۔"

"رک جاؤ۔ خدا کے لیے رک جاؤ۔" اس نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

"چلو ٹھیک ہے رک گیا۔ اب بتاؤ تمہیں کس نے اس کے لیے مجبور کیا تھا؟"

"میں میں کچھ نہیں جانتی۔ مجھے ٹیلی فون پر یہ حکم ملا تھا"

"کس نے دیا تھا یہ حکم؟"

"میں اس کا نام نہیں جانتی۔"

"اینی۔ میں اس بات پر یقین نہیں کر سکتا۔ تم ایک بہت بڑے اسٹور کی مالک ہو۔ اسے بہت اچھی طرح چلا رہی ہو اور یہ دو گنڈے یہاں تمہاری حفاظت کے لیے موجود تھے۔ اس کا مقصد ہے تم کوئی معمولی شخصیت نہیں ہو۔ مجھے بتاؤ ڈیئر تم کس کے لیے کام کر رہی ہو۔ اگر ٹام زندہ ہوتا تو اپنا سمجھ لیتا کہ تم ٹام کی آلہ کار ہو لیکن ٹام تو مر چکا ہے۔"

"تم۔ تم ٹام کو کیا جانو۔۔۔"

"میں کیسے جانتا ہوں۔ اس کی اطلاع تم میں کبھی نہیں مل سکتی۔ البتہ تم وقت ضائع کر رہی ہو۔ یہ تمہارا گھر ہے۔ ممکن ہے یہاں تم نے ویسے انتظامات کر رکھے ہوں جن کی وجہ سے تم ان لوگوں تک یہ موجودہ صورت حال پہنچا سکو۔ میں تمہیں کبھی اس کا موقع نہیں دوں گا۔ اس صورت میں تمہیں کوئی اجازت نہیں ہے اور سوچنے پر جو کچھ موجود ہے اگر وہ میرے لیے مشکل ثابت ہو سکتا ہے تو میں تمہیں کبھی اس کا موقع نہیں دوں گا۔ میں تمہیں صرف چار منٹ دیتا ہوں۔ ان چار منٹ کے اندر اندر مجھے تفصیل بتا دو ورنہ میں یہاں سے چلا جاؤں گا اور اس کے بعد جو کچھ ہو گا وہ تمہاری اپنی ذمہ داری ہو گی۔"

"میں نے تم سے کہہ دیا میں کچھ نہیں جانتی۔" وہ اپنی ہتھیلی پر لگنے والے خون کو دیکھ رہی تھی اور ایک بار پھر میں نے اس کے بال مٹھیوں میں جکڑ لیے۔ اس بار میں نے اینی کی خوشامد پر کان نہیں دھرے تھے بلکہ میں نے اس کے بالوں کی ایک اور لٹ اکھاڑ دی اور اینی اوندھے منہ فرش پر جا گری۔ لیکن میں نے اسے نیچے گرنے نہیں دیا۔ دوبارہ بال پکڑ کر اسے اٹھایا اور بالوں کی ہی قوت سے اسے زمین سے اٹھا کر صوفے پر دھکیل دیا۔ اینی کے چہرے پر اب دہشت نظر آ رہی تھی۔

"خدا کے لیے مجھے معاف کر دو۔ چھوڑ دو میں بھی تو مجبور تھی۔ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔"

"اینی ڈیئر۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم کس کے لیے کام کر رہی ہو۔"

"جس کے لیے کام کر رہی ہوں اس کا تم کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔"

"یہ بعد کی بات ہے۔ تمہارا جواب دینا ضروری ہے۔"

"تو پھر سنو۔ میں ڈاکٹر ڈیلپی کی ملازم ہوں۔"

"یہ ڈاکٹر ڈیلپی کون ہے؟"

"اوس پیٹلس کا بہت بڑا آدمی ہے۔"

"وہاں وہ کیا کرتا ہے؟"

"میرے گروہ کو کنٹرول کرتا ہے۔"

"تمہارا گروہ؟"

"ہاں گنجوں کا گروہ۔"

"اور گنجوں کے اس گروہ کا تجربہ سب کیا ہے؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے کہ ڈاکٹر ڈیلپی سے اوپر کون ہے؟"

"جو کوئی بھی ہے تم اس کی گرد کو بھی نہیں پا سکتے۔" اس نے چیلنج کرنے کے سے انداز میں کہا۔

"کیا اس کا نام ٹرلوکا نہیں ہے؟" میں نے کہا اور اینی ڈیسل اپنی تمام تر تکلیف کے باوجود ایک بار پھر متحیر ہو گئی۔ اس نے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا اور بولی۔

"تو تو تم اسے بھی جانتے ہو۔"

"میں کیسے نہیں جانتا ڈیئر اینی۔ اب یہ بتاؤ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟"

"مجھے معاف کر دو۔ دیکھو اگر تم ان لوگوں سے کوئی براہ راست دشمنی رکھتے ہو تو یقین کرو۔ مجھے اس کا علم نہیں۔ میں تو ایک چھوٹی سی کارکن ہوں۔"

"چلو ٹھیک ہے یہ بتاؤ تم ڈیسل اسٹور میں کیا کرتی ہو؟" میں نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

"خدا کے لیے یہ سب مت پوچھو۔ مت پوچھو۔"

"کمال ہے اینی تم مجھے خدا کا واسطہ دے رہی ہو۔ تم جو مجھے موت کے منہ میں پہنچانے کا باعث بنی تھیں۔ اگر میں خوش نصیب نہ ہوتا تو یقینی طور پر موت کا شکار ہو جاتا تو پھر بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیسے رحم اور انصاف کر سکتا ہوں۔"

"تو کیا تم مجھے قتل کر دو گے۔۔۔؟"

"ممکن ہے نہ کروں۔ بشرطیکہ تم مجھے صحیح صحیح جواب دے دو۔"

"ڈیسل اسٹور میں، میں کچھ نہیں کرتی۔ لیکن یہاں میں ان کے مفادات کی تھوڑی بہت نگرانی کرتی ہوں۔"

"کس کے مفادات کی؟"

"ڈاکٹر ڈیلپی کے گروہ کے مفادات کی۔"

"وہ گروہ یہاں کیا کرتا ہے؟"

"منشیات کی تجارت۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔ یہ بتاؤ تم مجھ سے کب روشناس ہوئی تھیں؟"

"میں تمہیں نہیں جانتی تھی۔ بس مجھے تمہاری تصویریں دکھائی گئیں مجھ سے کہا گیا کہ میں عدالت میں بیان دوں کہ تم نے ان دونوں کو قتل کیا ہے۔"

"جھوٹ بولتی ہو۔ اس سے پہلے تم میرے اسٹور میں گئی تھیں میرا مقصد ہے زیبی کا آفس میں۔ وہاں سے تمہیں معلومات حاصل کرنی تھیں سو تم نے کیں اور اس کے بعد تم نے مجھے مجرم قرار دیا۔ ان دونوں کو کس نے قتل کیا تھا؟"

"یہ بھی میں نہیں جانتی۔"

"اچھا چلو ٹھیک ہے۔ اسٹور میں کچھ نہیں ہوتا لیکن ناجائز منشیات کی تجارت کہاں سے ہوتی ہے؟"

"اس کے تو مختلف پوائنٹ ہیں، کسی ایک جگہ سے نہیں ہوتی۔"

"تم براہ راست مسٹر ڈیلپی کو جواب دہ ہو؟"

"نہیں، ڈاکٹر ڈیلپی براہ راست مجھ سے بات نہیں کرتے۔ ان کے بے شمار نمائندے یہاں نیویارک میں موجود ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"اچھا چلو ٹھیک ہے۔ اب میرے بارے میں کسے اطلاع دو گی؟"

"میں کسی کو اطلاع نہیں دوں گی۔"

"دیکھو اینی تم نے پھر جھوٹ بولنے کی کوشش کی۔" میں نے سفاک نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"میں ایک ٹیلی فون پر ان مقامات کی اطلاع دوں گی۔ فون کون ریسیو کرے گا مجھے نہیں معلوم۔"

"ٹیلی فون نمبر؟" میں نے سوال کیا اور اس نے ٹیلی فون نمبر بتا دیا۔

"خیر اب میں اس کی تصدیق تو نہیں کر سکتا کہ تم نے جو نمبر بتایا ہے درست بتایا ہے۔ بہرطور اینی میں تم سے آخری سوال پوچھ رہا ہوں۔ اس سوال پر تمہاری زندگی کا دارومدار ہے۔ سنو، اگر تمہارا جواب ہاں میں ہوا تو تمہاری زندگی بچ جائے گی۔ اور اگر تمہارا جواب نفی میں ہوا تو پھر میں تمہاری زندگی کی ضمانت نہیں دے سکتا۔" اینی خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ اس کے سر کے بالوں سے خون بہہ رہا تھا اور اس کی پیشانی پر آ گیا تھا۔ قطرے قطرے جمع ہو کر اچھی خاصی لکیروں کی شکل اختیار کر لیا تھا۔ وہ بار بار خون پونچھ رہی تھی۔ پھر اس نے آنکھیں پھاڑ کر کہا

"پوچھو۔ کیا سوال ہے وہ؟"

"تمہیں علم ہے اینی کہ میری بیوی کو اغوا کیا گیا ہے۔ کس نے اسے اغوا کرایا ہے اور وہ کہاں موجود ہے۔۔۔؟" اینی خاموشی سے میری شکل دیکھتی رہی۔ اس کے چہرے پر خوف کے آثار ابھر آئے تھے۔

"جواب دو اینی۔ میں نے کہا ہے کہ اسی جواب پر تمہاری زندگی کا دارومدار ہے۔۔۔"

"تم مجھے قتل ہی کرنا چاہتے ہو تو یہ دوسری بات ہے ورنہ یقین کرو مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔"

"میں نے تم سے کہا تھا اینی کہ مجھے اگر تم سے اس سلسلے میں معلومات حاصل نہ ہو سکیں تو تمہاری زندگی میرے لیے بے مقصد ہو جائے گی۔ اگر تمہیں نہیں معلوم تو پھر تمہیں زندہ بھی نہیں رہنا چاہیے۔" میں نے پستول نکال کر دوبارہ ہاتھ میں لے لیا۔

"نہیں نہیں۔ تم یقین کرو میں مجبور ہوں۔ مجھے کچھ نہیں معلوم مجھے کچھ نہیں معلوم۔ میں کچھ بھی نہیں جانتی۔" لیکن میرے پاس اس کے الفاظ سننے کے لیے کان نہیں تھے۔ زیبی کے انتقام کا لاوا میرے ذہن میں کھول رہا تھا۔ اینی اگر زیبی کے اغوا کنندگان میں سے نہیں تھی تو کم از کم ان کی مددگار ضرور تھی۔ مجھے پھانسی کے پھندے تک پہنچانے میں ان کی معاون تھی وہ۔ اسی کے ذریعے وہ لوگ مجھے اپنے راستے سے ہٹانا چاہتے تھے چنانچہ میں نے پستول کا ٹریگر دبا دیا اور اینی کی پیشانی میں سوراخ ہو گیا۔ دوسرا سوراخ اس کی گردن میں ہوا اور تیسرا سوراخ اس کے دل میں۔ تین فائر ہوئے تھے۔ سائلنسر کا ریکارڈ اب تک بچا ہوا تھا یعنی بہرطور فائرنگ کی آواز ایسی نہیں تھی جو دور تک پہنچتی ہو۔ ہر چند کہ گھر بند تھا تاہم میں اس احساس کو نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔ اور اب میرے لیے یہاں رکنا بے کار تھا۔ میں چاہتا تو اینی کے گھر کے اور عمارت کے دوسرے کمروں کی تلاشی لے سکتا تھا لیکن ان ساری باتوں سے مجھے کچھ حاصل نہیں تھا۔ میں ڈاکٹر ڈیلپی کا نام سن چکا تھا۔ اینی صرف ایک ایسی چیز تھی جس کے لیے میرے دل میں انتقام کی آگ سلگ رہی تھی۔ اس لیے میں اسے راستے سے ہٹانے کا منصوبہ بنا کر ہی یہاں آیا تھا۔ البتہ میں نے ایک کام ضرور کیا۔ اینی کے چہرے پر لگے ہوئے بدن کے بہتے ہوئے خون میں اپنی انگلی ڈبوئی اور سامنے کی دیوار پر ایک چھوٹی سی تحریر لکھ دی۔

"مسٹر پارل۔ تم جانتے ہو۔ اسے کیوں قتل کیا گیا؟"

یہ تحریر لکھنے کے بعد میں وہاں سے واپس چل پڑا۔ پستول میرے ہاتھ میں تھا اور میں باہر کسی بھی پیش آنے والے واقعے کے لیے مکمل تیار

تھا۔ لیکن باہر خاموشی تھی۔ میں بڑے آہستہ سے چلتا ہوا ان دونوں کاروں تک پہنچا۔ کاروں کے پیچھے ان دونوں کے بدن اب بھی پڑے ہوئے تھے اب یہاں زندہ بچنے والوں میں صرف وہ ملازم تھے جو پیچھے کمرے میں بند پڑے تھے۔ بہرطور جہنم میں جائیں سارے کے سارے۔ میرے بیٹے یا اگر ملک زہرہ ہے تو پھر مجھے کسی کی پروا کیوں کرنا۔ چنانچہ میں خاموشی سے باہر نکل آیا اور تاریکی میں اپنی رہائش گاہ کی جانب چل پڑا۔ کافی دور جانے کے بعد میں نے ایک ٹیکسی لی اور اس ٹیکسی کو بھی میں نے اس جگہ سے کافی فاصلے پر روکا جہاں سے مجھے پیدل چل کر اپنے مکان تک پہنچنا تھا۔ میرے سینے میں انتقام کا لاوا اور بھی بھڑک رہا تھا۔ پورے بدن میں ایک کھولن تھی۔ تین افراد اس وقت میرے ہاتھوں قتل ہوئے تھے لیکن مجھے ذرا بھی اس کی پروا نہیں تھی۔ انہوں نے خود ہی مجھے اس راستے پر ڈالا ہے تو اب خود ہی انہیں بھگتنا بھی پڑے گا۔ میں تو زندگی سے بیزار تھا۔ زہرہ کے بغیر زندگی گزارنے کا ہر تصور میرے ذہن سے ختم ہو چکا تھا۔

اپنے گھر واپس آنے کے بعد میں نے وہ میک اپ اتار دیا اور دوسرا میک اپ کر لیا۔ یہ میک اپ پہلی والی شکلوں سے بالکل مختلف تھا۔ میں کسی کی نگاہوں میں نہیں آنا چاہتا تھا۔ میں جانتا تھا اس نئے میک اپ میں مسٹر بیکن بھی مجھے نہیں پہچان سکیں گے۔ لیکن بہرطور کوئی حرج نہیں تھا۔ مسٹر بیکن سے بھی تعاون لینا ضروری تھا۔ کسی بھی شخص پر اس دوران بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ مسٹر بیکن اگر اچھے انسان بھی ہیں تب بھی اپنی جان بچانے کے لیے وہ میرے خلاف کچھ کر سکتے ہیں۔ ممکن ہے انہوں نے جو کچھ کہا ہو وہ صرف جان بچانے کی ایک کوشش ہو۔ ہر شخص سے ہی محتاط رہ کر کام کرنے میں فائدہ تھا۔ جتنا بھی میں اپنے طور پر احتیاط رکھنا چاہتا تھا۔

دوسرا دن میں نے اپنی ہی رہائش گاہ میں گزارا۔ مسٹر بیکن سے رابطہ قائم رکھنے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن تیسرے دن میں ان سے صبح ان کی رہائش گاہ پر ملا۔ مسٹر بیکن اپنی رہائش گاہ پر موجود تھے۔ میں نے ایک ملازم سے کہلوایا کہ ان کا ایک دیرینہ دوست ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ مسٹر بیکن نے مجھے اپنے ڈرائنگ روم میں بلا لیا تھا۔ جب وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے تو میں بڑے تپاک اور اخلاق انداز میں کھڑا ہو گیا۔ مسٹر بیکن کے چہرے پر اجنبیت کے آثار تھے۔

"آپ مجھے نہیں پہچانتے ہوں گے مسٹر بیکن لیکن میں آپ کا دیرینہ شناسا ہوں۔ بہت عرصے سے آپ کو جانتا ہوں اور آپ سے ملاقات کرنے کا خواہشمند تھا۔"

"کہیے، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"مسٹر بیکن، میں آپ سے ایک ایسے معاملے میں مدد چاہتا ہوں جس کا علم میرے اور آپ کے علاوہ کسی اور کو نہیں ہونا چاہیے۔"

میں آواز بدل کر بات کر رہا تھا۔ مسٹر بیکن کو ذرا بھی شبہ نہ ہو سکا کہ میں کون ہوں۔

"فرمائیے، فرمائیے۔ یہاں میرے اور آپ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے اور یہاں ہماری گفتگو کوئی نہیں سن سکتا۔"

"اگر یہ بات ہے مسٹر بیکن تو پھر میں آپ سے اپنا تعارف کرانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا۔ میرا نام نواز اصغر ہے۔"

"کیا۔۔۔؟" مسٹر بیکن اچھل پڑے۔

"جی ہاں۔ میں نواز اصغر ہوں اور آپ سے آپ کے دفتر میں مل چکا ہوں۔"

"لیکن، لیکن آپ کی شکل؟"

"میری تو پہلی شکل بھی میری شکل نہیں تھی۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"اوہ۔" مسٹر بیکن نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی۔ پھر بولے "میں نے پرسوں رات پروگرام کے مطابق تمہارا انتظار کیا تھا لیکن تم شاید مجھ پر یقین نہیں کر سکے تھے۔ تم نے سوچا ہوگا کہیں میں تمہارے خلاف کوئی قدم نہ اٹھاؤں۔"

"مسٹر بیکن! میں آپ کے خلوص کا اندازہ لگانے کا خواہشمند تھا۔ اس دوران میں آپ کے بارے میں بہت کچھ معلومات حاصل کرتا رہا ہوں۔ اور ان معلومات میں سے کچھ باتیں میرے لیے مشتبہ ہیں۔"

"دیکھو دوست۔ انسان کی شخصیت کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ میں نادانستہ گناہوں کے جال میں پھنس گیا اور ان لوگوں کے لیے کام کرنے لگا۔ حرام کی زندگی میرے لیے ناپسندیدہ تھی۔ لیکن جب مجھے اس جنجال میں پھنسا ہی دیا گیا تو میں نے کچھ ایسے مزید کام کیے جو تمہاری نگاہوں میں مشتبہ ہوں گے۔ لیکن میں قسم کھانے کو تیار ہوں کہ وہ صرف میری مجبوری تھی۔ اور اسی مجبوری نے مجھے خود میری نگاہوں سے گرا دیا۔ آج میری سماجی حیثیت ہے۔ نیویارک میں مجھے لوگ ایک شریف شہری کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ اگر کسی کو میری اصلیت پتہ چل جائے تو۔۔۔" مسٹر بیکن نے ایک سسکی سی لی۔

"ہاں مسٹر بیکن! اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ آپ کی عزت خاک میں مل جائے گی۔"

"مجھے خودکشی ہی کرنا پڑے گی۔ بات صرف میری ذات کی نہیں ہوگی بلکہ میرا پورا خاندان اس نحوست کا شکار ہو جائے گا۔ تم میری پوزیشن کا اندازہ کر سکتے ہو میرے دوست کہ میں کتنا پریشان ہوں۔" مسٹر بیکن کا لہجہ واقعی متاثر کن تھا۔ میں نے اسے محسوس کیا۔

"لاس اینجلیس میں تمہارا آدمی ان لوگوں کے خلاف کام کر رہا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں، میں نے یہ بات صرف تمہیں بتائی ہے اور جو کچھ میں نے کہا ہے اس میں ایک بات بھی غلط نہیں ہے۔"

"اگر یہ بات غلط نکلی تو۔۔۔؟"

"تم جو سلوک چاہو میرے ساتھ کر سکتے ہو۔ میں خود اس زندگی سے عاجز ہوں۔ انہوں نے مجھے تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ میں ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کا خواہشمند ہوں۔"

"آپ مسٹر بیکن۔ میں لاس اینجلیس جانا چاہتا ہوں۔"

"اگر تم پوری سنجیدگی سے ان کے خلاف کچھ کرنا چاہتے ہو تو میں تمہاری ہر مدد کرنے کے لیے تیار ہوں۔ وہاں میرا جاسوس ایلین کاربٹ تمہاری پوری پوری مدد کرے گا۔ اگر تم مجھے اپنی روانگی کے بارے میں بتا دو تو میں اسے لکھ دوں۔ اور اگر تم وہاں کی پولیس کی مدد بھی چاہو تو میں مخصوص ذرائع سے تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔ میں نے ایلین کاربٹ کو بھی وہاں آسانیاں دے رکھی ہیں۔"

"ایک بات سمجھ میں نہیں آئی مسٹر بیکن۔ جب آپ اس قدر بااختیار آدمی ہیں تو آپ نے پولیس کی مدد سے یہ سب کچھ کیوں نہیں کیا؟"

"میں گردن تک اس دلدل میں غرق ہوں۔ کبھی کھل کر ان کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔ بس چوری چھپے اپنے ذرائع استعمال کر رہا ہوں۔ لاس اینجلیس میں انہوں نے موت کا کاروبار شروع کر رکھا ہے۔ خطرناک ادویات کا استعمال معصوم لوگوں کو کرا کے وہ انہیں موت کی سمت دھکیل رہے ہیں۔ اگر تم ان لوگوں کے خلاف کام کر کے اس گروہ کو توڑ سکو تو یہ انسانیت کے لیے ایک بڑا کام ہوگا۔"

"بشرطیکہ آپ اس سلسلے میں میرے ساتھ پُرخلوص تعاون کرنا چاہتے ہوں۔"

"اس کے لیے تمہیں مجھ پر یقین کرنا پڑے گا۔ میں اور کوئی ثبوت تمہیں فراہم نہیں کر سکتا۔ یا پھر ٹھہرو۔ تمہاری تسلی کے لیے میں کچھ اور بھی کرنے کو تیار ہوں۔"

"کہو؟" میں نے کہا

"میں تمہارے لیے ایک خصوصی اجازت نامہ پولیس ڈیپارٹمنٹ سے حاصل کر سکتا ہوں جس کی مدد سے تم لاس اینجلیس میں بہ آسانی ان لوگوں کے خلاف کام کر سکتے ہو۔ ضمانت کے طور پر میں اپنی بیٹی اور بھتیجی کو تمہارے ساتھ کر دوں گا۔ دونوں لڑکیاں وہاں تمہارے ساتھ تعاون کریں گی۔ دونوں بے حد ذہین ہیں اور ایڈونچر پسند ہیں۔ تم سمجھ جاؤ کہ میرے عدم تعاون کی شکل میں مجھے کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

اس گفتگو کے بعد مسٹر بیکن پر شک کرنا گناہ تھا۔ اس صورت میں وہ مخلص اور کیا کر سکتا تھا۔

"کیا آپ میرے لیے یہ خصوصی اجازت نامہ حاصل کر سکتے ہیں؟"

"ہاں۔ ویسا ہی ایک اجازت نامہ میں نے ایلین کاربٹ کے لیے بھی حاصل کیا تھا۔ جس سے اسے وہاں بہت سی آسانیاں حاصل ہیں۔"

"اب مجھے آپ پر مکمل اعتماد ہے مسٹر بیکن۔ لیکن کیا آپ کی بیٹی اور بھتیجی اس کے لیے تیار ہو جائیں گی؟"

"خلوص دل سے۔ وہ بہت پُرجوش لڑکیاں ہیں اور تم دیکھو گے وہ کس طرح تمہاری معاون ثابت ہوتی ہیں۔"

"میں ان سے ایک ملاقات کر سکتا ہوں؟"

"آج ہی رات کو دونوں کام ہو جائیں گے۔ تم خود میرے ساتھ کرو۔ اور اس آخری شکل میں جس میں تم لاس اینجلیس کا سفر کرنا چاہتے ہو۔" مسٹر بیکن نے کہا۔

"میں بھی زندگی کا یہ آخری کھیل کھیلنا چاہتا ہوں اور اس کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہوں۔"

"تو پھر بات کو آگے بڑھائیں؟"

"ہاں۔ میں تمہارا تعارف کس نام سے کراؤں ان لڑکیوں سے؟" بیکن نے پوچھا۔

"یہ آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔ آپ چاہیں تو نواز کی حیثیت سے یا پھر کوئی بھی نام چن لیں۔ اب مجھے آپ کی کسی بات پر اعتراض نہیں ہے۔"

"بہت بہت شکریہ۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ اب ہمارے درمیان جو بھی گفتگو ہو مکمل اعتماد کے ساتھ ہو اور اس میں ہم لوگ ایک دوسرے پر کسی قسم کا شک و شبہ نہ کریں۔" مسٹر بیکن نے کہا۔

"جی ہاں میں آپ سے کہہ چکا ہوں کہ اب میں آپ پر مکمل اعتماد کرتا ہوں۔ تو پھر اس سلسلے میں تمام باتیں ختم ہو جاتی ہیں۔"

"ٹھیک ہے تو پھر رات کو تم میرے پاس پہنچ رہے ہو؟"

"یقیناً۔ میں آٹھ بجے آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔ اور پھر میں نے چونک کر کہا "لیکن ایک منٹ۔"

"ہاں، ہاں کہو۔ ابھی تمام باتیں طے کیے لیتے ہیں تاکہ بعد میں ہمیں کسی قسم کی کوئی دقت نہ اٹھانی پڑے۔"

"آپ کی لڑکی اور آپ کی بھتیجی سے آپ اس سلسلے میں کیا کہیں گے؟"

"ہاں۔ یہ ایک انتہائی ضروری سوال تھا۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ وہ دونوں لڑکیاں ایڈونچر پسند ہیں اور اس قسم کے ہنگاموں میں بڑی دلچسپی لیتی ہیں۔ اور میں نے اندازہ لگایا ہے کہ وہ بے حد ذہین ہیں۔ لیکن ظاہر ہے لڑکیاں ہیں اس لیے میں ان کے اس شوق کی تکمیل نہیں کر سکتا۔ اپنے طور پر ہی جو کچھ کر سکتی ہیں کر لیتی ہیں۔"

"بالکل بالکل۔ کیا نام ہیں ان کے۔۔۔؟"

"میری بیٹی کا نام ثریا بیکن ہے اور میرے بھائی کی بیٹی

سونیتا اور ٹن ہے یہ دونوں لڑکیاں ان جوان العمر ہیں۔ بہر طور یہ لوگ کہاں
سے یہاں کہیں گے کہ منشیات فروشوں کے خلاف ہم ایک مہم سر انجام
دے رہے ہیں اور یہ مہم صرف انسانیت کی خدمت اور بھلائی کے
لیے ہے۔ چنانچہ تم تینوں کو اس سلسلے میں لاس اینجلس میں کام کرنا ہوگا"

"نہایت موزوں بات ہے۔ ایلین کاربٹ کے بارے میں کیا
خیال ہے؟"

"میں تمہیں ایلین کاربٹ کی تصویر مہیا کر دوں گا اور اس کے
بارے میں تھوڑی سی بہت تفصیل بتا دوں گا۔ ویسے جب تم روانہ ہو گے
تو میں ایلین کاربٹ کو اپنے ذرائع سے اطلاع دے دوں گا کہ تم وہاں
آ رہے ہو۔ وہ تمہیں بھی میرے ایک ساتھی اور دوست کی حیثیت سے
خوش آمدید کہے گا۔ اس سے زیادہ اسے کچھ بتانے کی ضرورت نہیں
کیونکہ بہر طور میں نے اس پر بھی اتنی ہی حقیقتوں کا انکشاف کیا ہے
جتنی مناسب ہو سکتی تھیں۔" مسٹر ہیکن نے کہا اور میں نے پرخیال انداز
میں گردن ہلا دی۔

میرے خیال میں تو لوکا کے خلاف مجھے اس مہم کے سلسلے میں
لاس اینجلس تو جانا ہی تھا چونکہ اس کے بارے میں مجھے خاصی معلومات
ہو چکی تھیں۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا تھا کہ میں لاس اینجلس جانے کے
بعد سیدھا لوکا کی گردن پر جا پہنچوں گا لیکن بہر طور مسٹر وکٹر ولیمی
سے مجھے اس بارے میں کچھ نہ کچھ معلومات تو حاصل ہو ہی جائیں گی
اور میں اس سلسلے میں بہت پرجوش تھا۔ اگر مسٹر ولیمی میرے ہاتھ
آ جائیں تو کم از کم زیبی کا معاملہ تو حل ہو ہی جاتا۔ کیونکہ زیبی کو نیویارک
سے اغوا کیا گیا ہے۔ اور نیویارک میں کوئی کنٹرولر موجود نہیں ہے۔
چنانچہ یقینی طور پر لاس اینجلس ہی سے یہ کام کرایا گیا ہوگا۔ چونکہ مسٹر
ولیمی بقول مسٹر ہیکن کے نیویارک کے معاملات بھی کنٹرول کرتا ہے
چنانچہ اس کے علم میں یہ ضرور ہوگا کہ تو لوکا کے ایجنٹ زیبی کو اغوا کر کے
کہاں پہنچا گئے ہیں۔ یا پھر ممکن ہے زیبی مجھے لاس اینجلس ہی میں
مل جائے۔

یہ تمام احساسات دل میں ایک حسرت بن کر ابھر رہے تھے۔ بہر طور
میں مسٹر ہیکن سے رخصت ہو کر باہر نکل آیا۔ کوئی خاص کام نہیں تھا۔
اب تو تمام معاملات مسٹر ہیکن کے اوپر جا پڑے تھے۔ مجھے تو صرف پولیس
کی نگاہوں سے محفوظ رہنا تھا اور یہ کام میں نہایت خوش اسلوبی سے
انجام دے رہا تھا۔ میں جانتا تھا کہ امریکی پولیس بڑی ذہانت سے
میری تلاش جاری رکھے ہوئے ہوگی۔ لیکن بہر طور میں بھی معمولی شخصیت کا مالک
نہیں تھا۔ زندگی جس انداز میں گزری تھی اس میں مجھے یہ سب کچھ
معلوم ہو چکا تھا کہ کس طرح اپنے آپ کو محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ مشتبہ لوگوں
سے بچا جائے اور ایسی تمام حرکتوں سے بچا جائے جو پولیس کو میری طرف
متوجہ کر سکتی تھیں۔ اور میں یہی سب کچھ کر رہا تھا۔

وقت مقررہ پر میں مسٹر ہیکن کی کوٹھی میں جا پہنچا۔ کوٹھی کے
پائیں باغ میں نیم تاریکی سی چھائی ہوئی تھی۔ پورچ میں چند کاریں کھڑی
ہوئی تھیں۔ قرب و جوار میں کوئی موجود نہیں تھا۔ مسٹر ہیکن کے بارے
میں اب دل میں کوئی شک و شبہ نہیں رہا تھا۔ لیکن اس احتیاط کا کیا
کرتا جو میری فطرت میں رچ بس گئی تھی۔

میں نہایت محتاط انداز میں آگے بڑھا اور اس برآمدے سے اندر
جانے کے بجائے بغلی سمت کے دروازے سے اندر داخل ہو گیا،
جس میں مجھے ایک راہداری سے گزر کر برآمدے کی عقبی راہداری میں
پہنچ جانا تھا۔ اگر کوئی مشتبہ بات ہوگی تو مسٹر ہیکن سامنے ہی کی سمت
سے کچھ کریں گے اور اگر نہیں ہے تو پھر میرے لیے یہی راستہ مناسب تھا۔

چنانچہ میں عقبی راستے سے ہوتا ہوا پچھلی راہداری میں پہنچا
اور وہاں سے مسٹر ہیکن کی خواب گاہ کے دروازے پر۔ میں نے ڈرائنگ
روم میں روشنی دیکھی۔ اندر سے باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔
مسٹر ہیکن اندر ہی موجود تھے اور ان کے ساتھ ہی وہ دونوں لڑکیاں بھی
جن کا انہوں نے تذکرہ کیا تھا۔ میں نے دروازے پر آہستہ سے دستک
دی اور وہ لوگ چونک پڑے۔

"ہاں۔ کیا بات ہے؟ آ جاؤ۔" مسٹر ہیکن کی آواز ابھری اور میں
اندر داخل ہو گیا۔ مجھے دیکھ کر وہ لوگ چونک پڑے تھے۔

"تم ہو۔ آؤ آؤ مسٹر نواز۔ لیکن ملازمین نے مجھے تمہارے
بارے میں اطلاع نہیں دی۔ حالانکہ میں نے انہیں سامنے کی سمت
متعین کر دیا تھا۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ مجھے تمہارے آنے کی اطلاع
دی جائے۔"

"کوئی بات نہیں ہے مسٹر ہیکن۔"

"ان سے ملو یہ میری بیٹی ثریا ہے اور یہ سونیتا ہے۔ دونوں
لڑکیاں جب سے میں نے اس مہم کے بارے میں بتایا ہے جوش مسرت
سے بے قابو ہوئی جا رہی ہیں۔ تم سے ملنے کے لیے بے تاب ہو رہی تھیں
ویسے میں نے انہیں بتا دیا ہے کہ مسٹر نواز ایشیائی ہیں لیکن بہت ہی ذہین
ہیں۔ بہت سے ایسے کارنامے سرانجام دے چکے ہیں جو سننے کے قابل ہیں۔
منشیات فروشوں کے گروہ ختم کرنے میں انہیں خاص مہارت حاصل رہی
ہے۔" مسٹر ہیکن نے یہ بات ان لڑکیوں کو بے وقوف بنانے کے لیے
کہی تھی لیکن یہ سو فیصدی حقیقت تھی۔ میں نے اس سلسلے میں واقعی بہت
کچھ کیا تھا۔ لیکن اس کا اظہار غیر مناسب تھا۔

لڑکیوں نے بے تکلفی سے مجھ سے مصافحہ کیا۔ دونوں لڑکیاں
خاصی خوش شکل تھیں۔ ثریا کے بال گہرے سیاہ تھے اور سونیتا کے
بالوں کی رنگت اخروٹی تھی۔ مزاجاً بھی دونوں شوخ مزاج تھیں۔ انہوں
نے پرمسرت نگاہوں سے مجھے دیکھا اور مسٹر ہیکن نے مجھے بیٹھنے کی
پیشکش کی۔ تھوڑی دیر کے بعد سلسلۂ گفتگو کا آغاز ہو گیا۔ مسٹر ہیکن
نے کہا۔

"جب سے میں نے ان دونوں لڑکیوں کو اس مہم کے بارے
میں بتایا ہے یہ اس سلسلے میں بہت ہی پرجوش ہیں۔ میں نے انہیں تمام
تفصیلات بتا دی ہیں کہ کس طرح تم لاس اینجلس پہنچنے کے بعد اس
گروہ کے خلاف کارروائیاں کرو گے جو منشیات کی تجارت کرتا ہے
اور بے شمار انسانوں کو موت کی نیند سلا چکا ہے۔ موت کے سوداگر
خاص اینجلس میں ایک بہت بڑا گروہ قائم کیے ہوئے ہیں اور تم لوگوں
کو اسی گروہ کو فنا کرنا ہے۔ بلاشبہ یہ کام حکومت کے تعاون سے براہ راست
نہیں ہو رہا لیکن حکومت کے چند محکموں کو اس سلسلے میں اطلاع دی
جائے گی اور وہ سب لوگوں سے تعاون کریں گے۔ اب اس سلسلے میں تم
طریقہ کار کا تعین کرو کیونکہ ان معاملات میں زیادہ ذہین آدمی نہیں
ہوں۔" مسٹر ہیکن نے کہا اور میں لڑکیوں سے گفتگو کرتا رہا۔

ثریا اور سونیتا مجھ سے مختلف سوالات کرتی رہیں اور میں انہیں
جواب دیتا رہا۔ وہ میرے جوابات سے خاصی مطمئن نظر آ رہی تھیں۔ پھر
ان میں سے ایک نے مسٹر ہیکن سے پوچھا۔

"ہم لوگ یہاں سے کب روانہ ہوں گے؟"

"بہتر تو یہ ہوگا کہ کل ہی۔ زیادہ دیر کرنے کی کیا ضرورت ہے
کیوں مسٹر نواز آپ اس سلسلے میں کچھ زیادہ وقت تو طلب نہیں کریں گے؟"

"نہیں جناب، میں بالکل تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر ٹھیک ہے، تمام ضروری معاملات طے کر لو۔ اس کے
بعد کل تمہیں روانہ ہو جانا ہے۔ ویسے میرا خیال ہے مسٹر نواز کہ
دونوں لڑکیاں اجنبی حیثیت سے تمہارے ساتھ جائیں لیکن تم ایک
دوسرے سے ربط کا اظہار مت کرو بلکہ الگ الگ اپنا اپنا کام انجام دو لیکن
ایک دوسرے سے رابطہ بھی قائم رکھو۔"

"میں بھی یہی چاہتی تھی ڈیڈی۔ اس طرح ہم کم از کم بیک وقت
کسی کی نگاہوں میں آنے سے بچ جائیں گے۔" ثریا بولی۔

"کیوں سونیتا تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ مصلحت کے لحاظ
سے یہ کارروائی بہتر ہے۔" سونیتا بولی۔

"تو پھر ٹھیک ہے میں تیاریاں کیے لیتا ہوں۔"

رات کے کھانے کے بعد میں نے ان سے اجازت طلب کی اور
وہاں سے واپس چل پڑا۔ میرے دل میں ٹھنڈک سی اتر رہی تھی۔ نیویارک
میں مجھے اندازہ ہو چکا تھا کہ میرے لیے خطرات زیادہ ہیں اور زیبی کے
ملنے کی امید بھی نہیں ہے۔ چنانچہ میری نگاہوں میں لاس اینجلس ناچ
رہا تھا۔

دوسرے دن تمام تیاریاں کرنے کے بعد میں ایئرپورٹ پہنچ گیا۔ مسٹر
ہیکن لڑکیوں کو چھوڑنے نہیں آئے تھے بلکہ وہ نئے طور پر سفر کے لیے
تیار تھیں۔ البتہ ان میں سے ایک نے چالاکی سے مجھے ایک چھوٹا سا
پرچہ تھما دیا جس میں میری ضروریات کی چیزیں موجود تھیں۔ اس
میں وہ اجازت نامہ بھی تھا جو مقامی پولیس کے لیے تھا اور اس اجازت
نامے کی رو سے ایئرپورٹ سسٹم پاؤں سے لے کر تمام سہولتیں میرے
لیے تیار کر دی گئی تھیں اور مجھے کسی بھی جگہ دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

مسٹر ہیکن کچھ ذاتی اثر و رسوخ بھی رکھتے تھے۔ یہ دوسری بات ہے
کہ وہ اس طرح دلدل میں پھنسے تھے کہ ان اثر و رسوخ سے کام لے کر بھی
اپنی گلو خلاصی نہیں کرا سکتے تھے لیکن بہرطور انہوں نے میرے لیے جو
آسانیاں فراہم کی تھیں میں انہیں نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ انہوں نے
مجھے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ ایئرپورٹ سسٹم پر بھی مجھے کوئی دقت پیش نہیں
آئے گی۔ چنانچہ اگر میں اپنے ساتھ کچھ ایسا سامان لے جانا چاہوں جو
کسی خاص نوعیت کا ہو اور ان لوگوں کے خلاف کام آ سکے تو اس میں
کوئی حرج نہیں ہے۔ بہرطور میں نے اپنے طور پر تیاریاں کر لی تھیں۔

لڑکیاں ایک طرف لاؤنج میں جا بیٹھیں۔ میں بھی ان کی طرف
متوجہ نہیں ہوا تھا۔ پھر جب اس طیارے میں بیٹھنے کا حکم ملا جو مجھے لے کر
لاس اینجلس کی طرف پرواز کرنے والا تھا اور ہم طیارے میں پہنچ گئے
میں نے آرام دہ نشست سنبھال لی تھی اور اس کے بعد میں خیالات
کی دنیا میں کھو گیا۔

میرے ذہن میں زیبی کا چہرہ رقصاں تھا۔ میری زیبی نہ جانے
کس حال میں ہوگی۔ حیرت کی بات تھی میری زندگی کا پھیلاؤ جس طرح
گزرا اس کا ایک ایک لمحہ میں نے اپنے دوستوں سے پوشیدہ نہیں رکھا
تھا۔ لیکن زیبی میری زندگی میں کچھ اس طرح داخل ہوئی تھی کہ اس کے بعد
اس ساری کائنات میں کچھ نہ رہا۔ میں نے اس سے اتنی محبت کی تھی کہ محبت
کا اس کے آگے تصور ہی ختم ہو جاتا تھا اور اب اس کی جدائی کے بعد
یہ ساری دنیا مجھے خالی خالی محسوس ہو رہی تھی۔ مجھے احساس بھی نہ ہوا
طیارہ کب فضا میں اڑا اور کب اس نے اپنا یہ سفر طے کیا۔ نیویارک سے
لاس اینجلس تک کا سفر میں انہی خیالات میں ڈوبے ڈوبے کٹا اور
اس کے بعد جب یہ حکم ملا کہ طیارہ لاس اینجلس کے ہوائی اڈے پر
اترنے والا ہے تب میں چونکا۔ میں نے دوسرے مسافروں کی طرح
حفاظتی بیلٹ باندھ لی اور گردن موڑ کر پچھلی سیٹوں پر نظر ڈالی۔ ثریا
اور سونیتا اترنے کی تیاریاں کر رہی تھیں۔ نہ جانے کس فطرت کی مالک
تھیں ابھی تک میری ان سے کوئی خاص بات چیت نہیں ہوئی تھی اور میں ان
کے بارے میں کچھ جان سکتا۔ ویسے دونوں لڑکیاں اپنی شخصیت سے خاصی

اسی وقت دروازے سے داخل ہوئی ہوں جب آپ باہر نکل رہے تھے۔ اور پھر یہ تمام معاملات پولیس سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے چونکہ قاتل کو قتل کرتے ہوئے دیکھا ہے اس لیے بہتر ہوگا کہ آپ پولیس سے اپنی معلومات بیان کر دیں۔"

"ٹھیک ہے آفیسر۔ مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے لیکن جس طرح تم مجھے یہ مشورہ دے رہے ہو بہتر ہوگا کہ ان خاتون کو بھی اس میں شامل کر لو۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ ہم دو آدمی اس قتل کے گواہ ہو جائیں گے۔"

"میں اس قتل کی گواہ کب ہوں۔ میں نے قتل ہوتے ہوئے دیکھا ہے نہ قاتل کو۔ یہ تو صرف ایک اتفاقیہ بات تھی۔" لڑکی بولی۔

"اس کے باوجود خاتون، چونکہ میں اس بات پر شبہے کا اظہار کر رہا ہوں کہ آپ نے میرے اور قاتل کے درمیان جان بوجھ کر حائل ہونے کی کوشش کی تھی اس لیے آپ کو اخلاقاً بھی اور قانوناً بھی میرے ساتھ پولیس آفیسر تک پہنچنا ہوگا۔" کسٹم آفیسر نے یہ صورت حال دیکھی تو پرجلال انداز میں گردن ہلا کر بولا۔

"میرا خیال ہے یہ صاحب ٹھیک کہتے ہیں۔ اگر آپ اپنا تھوڑا سا قیمتی وقت اس کام کے لیے صرف کر دیں تو کوئی حرج نہیں ہوگا۔" لڑکی بے بسی سے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ پھر اس نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" ابھی وہ دونوں ... اور مونیکا وہاں پہنچ گئیں۔ وہ کسٹم آفیسر سے اپنے کاغذات وغیرہ چیک کرانے لگیں۔ میری طرف انہوں نے صرف ایک نگاہ دیکھا تھا۔ ذہین اور سمجھدار لڑکیاں تھیں، شاید صورت حال کا انہیں کسی حد تک اندازہ ہو چکا تھا اس لیے وہ بے تعلق سی آگے بڑھ گئیں۔ چند لمحات کے بعد میں ایئرپورٹ کی پولیس برانچ کے آفس میں موجود تھا۔ میرے ساتھ وہ لڑکی بھی یہاں تک آئی تھی۔ لڑکی کو ایک طرف بٹھا دیا گیا تھا۔ آفیسر شاید لاش وغیرہ میں مصروف ہو گئے تھے۔ چنانچہ ہمیں چند لمحات ان کا انتظار کرنا پڑا۔ کسٹم آفیسر نے میرے بارے میں انہیں اطلاع دے دی تھی۔ چنانچہ ایک پولیس آفیسر اندر پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ دو ماتحت بھی تھے۔ اس نے بغور میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو آپ نے قاتل کو قتل کرتے ہوئے دیکھا ہے؟"

"جی ہاں۔ بس اتفاقیہ طور پر میری نگاہ اس طرف اٹھ گئی تھی۔"

"کیا آپ مقتول کو جانتے ہیں؟"

"کمال کی بات ہے میں اس طیارے سے اترا ہوں۔ بھلا مقتول سے میری کیسے واقفیت ہو سکتی ہے۔ میں نے یہ اتفاقیہ حادثہ دیکھا۔ قاتل نے چونکہ مقتول پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر لی تھیں اور میں نے اسے دیکھ لیا تھا اس لیے اس نے اپنا وہ بیگ میرے پیٹ پر بھی مارا جس کے گواہ دوسرے بہت سے لوگ ہوں گے۔ پیٹ کی تکلیف سے اگر رک نہ جاتا تو شاید قاتل کو قتل کرنے سے روک سکتا تھا۔"

"خیر یہ تو ناممکن تھا۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھا، وہ دوسری گولی وہ آپ پر بھی چلا سکتا تھا۔"

"تاہم میں نے اپنا یہ قانونی فرض سمجھا۔" میں نے جواب دیا۔

"آپ مجھے اپنے بارے میں کچھ بتا سکتے ہیں؟"

"جی ہاں۔ یہ میرے اپنے کچھ کاغذات ہیں۔" میں نے ہاتھ کی آڑ میں وہ خصوصی اجازت نامہ پولیس کے سامنے پیش کر دیا جو مسٹر بکلن نے فراہم کیا تھا۔ پولیس آفیسر کی نگاہ اس اجازت نامے پر پڑی تو وہ ایک لمحے کے لیے چونک سا پڑا۔ اس نے اپنے چہرے کے تاثرات چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی اور پھر جب میری اس سے نگاہ ملی تو میں نے اسے آنکھ مار دی۔ پولیس آفیسر اس طرح میرے آنکھ مارنے سے متعجب ہو گیا تھا۔

"ٹھیک ہے میرا خیال ہے آپ کے کاغذات درست ہیں۔ ہاں تو خاتون۔ اب میں آپ سے اس سلسلے میں کچھ سوالات کر سکتا ہوں؟"

"میرے ساتھ تو یہ زیادتی ہو رہی ہے جناب۔"

"ممکن ہے ایسا ہو۔ دیکھیے کیا آپ مجھے اپنا نام بتا سکتی ہیں؟"

"میرا نام گریٹا پارنچ ہے۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"شکریہ مس پارنچ۔ براہ کرم آپ اپنا نام اور پتہ ہمیں نوٹ کرا دیجیے ممکن ہے دوبارہ ملاقات کی ضرورت پیش آ جائے۔" لڑکی نے تنک مزاجی سے تیز تیز لہجے میں اپنا نام اور پتہ پولیس آفیسر کو لکھوا دیا۔ پولیس آفیسر نے اس کا شکریہ ادا کرنے کے بعد اسے جانے کی اجازت دے دی۔ میں البتہ چند لمحات کے لیے وہیں رک گیا تھا۔ تب پولیس آفیسر نے مجھ سے کہا۔

"اس سلسلے میں ہمارے لیے کوئی اور خاص ہدایت جناب؟"

"نہیں آفیسر۔ شکریہ۔ بس اب مجھے بھی اجازت دیجیے۔"

"اگر کسی بھی سلسلے میں آپ کو ہماری مدد کی ضرورت پیش آئے تو ہم حاضر ہیں۔ میں آپ سے یہ سوال تو نہیں کروں گا کہ یہ خصوصی اجازت نامہ کس سلسلے میں ہے تاہم اس کی موجودگی میں ہم آپ سے ہر طرح کا تعاون کرنے کے لیے حاضر ہیں۔"

"بہت بہت شکریہ۔ اگر مجھے ضرورت پیش آئی تو میں آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔" میں نے کہا اور پولیس آفیسر نے جیب سے اپنا وزٹنگ کارڈ نکال کر میرے حوالے کر دیا۔ میں نے وزٹنگ کارڈ پر نگاہ ڈالے بغیر اسے اپنی جیب میں رکھ لیا اور پھر وہاں سے باہر نکل آیا۔ مجھے لڑکی کا خیال تھا۔ ممکن ہے وہ باہر میرا انتظار کر رہی ہو۔ لیکن باہر آ کر میں نے دیکھا تو ان دونوں کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ پتہ نہیں یہ لڑکیاں کہاں

گئی تھیں۔ کہیں وہ بھی کسی مصیبت کا شکار نہ ہو گئی ہوں۔ چند لمحات کے لیے میرا ذہن الجھ کر رہ گیا تھا۔ لاس اینجلس میں میرا یہ استقبال نہایت یادگار تھا جس کا مجھے پورا پورا احساس تھا اور یہ استقبال مجھے اس بات کا احساس بھی دلا رہا تھا کہ یہاں میری آمد پوشیدہ نہیں رہی ہے۔ اب کس غلط نگاہ سے مجھے دیکھا گیا ہے اور ان لوگوں نے میرے بارے میں کیا معلومات حاصل کی ہیں اس کا اندازہ تو بعد میں ہی ہوگا۔ ممکن ہے اس کی وجہ صرف وہ صرف ایلمن کا بیٹ ہو جس پر وہ لوگ سختی سے نگاہ رکھ رہے ہوں پھر جولی کا بیٹ ان کے خلاف کام کر رہا تھا۔ انہوں نے یہ اندازہ لگانے کی مزید کوشش کی ہوگی کہ وہ ایئرپورٹ کس لیے آیا ہے۔ اور ممکن ہے اس قاتل نے یہ اندازہ لگا لیا ہو کیونکہ میں واحد شخص تھا جو ایلمن کو بیٹ کی مدد کے لیے اس کی جانب دوڑا تھا۔ تاہم اب جو کچھ بھی ہوگا دیکھا جائے گا۔ میں اس سلسلے میں فی الحال کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

○

ایئرپورٹ سے باہر کا ماحول بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی خنک ہوا چل رہی تھی۔ ہوائی اڈے سے نکل کر میں سیدھا ٹیکسی اسٹینڈ تک پہنچا۔ اور پھر وہاں سے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑا۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا کہ مجھے کسی اچھے سے ہوٹل تک پہنچا دیا جائے چنانچہ ٹیکسی ڈرائیور نے ہوٹل انڈریو کا انتخاب کیا اور میں اس کے انتخاب سے متفق ہو گیا۔

اینڈریو اعلیٰ اور پرتکلف ہوٹل تھا۔ یہ لاس اینجلس کے پرانے شہر میں جھیل کے کنارے واقع تھا۔ میں نے اپنا سوٹ کیس اٹھایا اور کاؤنٹر پر پہنچ گیا۔ پھر ٹیبل کے کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے اسسٹنٹ منیجر کو اپنا نام بتایا۔ اسسٹنٹ منیجر نے خوش آمدید کہتے ہوئے چند رسمی جملے ادا کیے اور ایک رجسٹر میں ضروری اندراجات کے بعد ویٹر کو بلا کر کہا۔

"ان صاحب کو ساتھ لے جاؤ، چھٹی منزل، کمرہ نمبر چھ سو بارہ۔" ویٹر نے ہاتھ بڑھا کر میرا سوٹ کیس اٹھا لیا اور میں شکریہ ادا کر کے اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ ویٹر میرے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ اسسٹنٹ منیجر نے از راہ اخلاق دوبارہ کہا۔

"اگر کسی قسم کی کوئی تکلیف ہو جناب تو براہ کرم ہمیں اطلاع دیجیے۔"

"ٹھیک ہے منیجر۔ شکریہ۔" میں نے کہا اور آگے بڑھ گیا لیکن چند قدم کے فاصلے پر جا کر پتہ نہیں میں نے کس خیال کے تحت پلٹ کر دیکھا تو اسسٹنٹ منیجر کو اپنی جانب متوجہ پایا۔ مجھ سے نگاہ ملتے ہی وہ ایک دم سنبھل گیا تھا۔ جانے کیوں میرا دل سا چھٹا جس نے مجھے یہ احساس دلایا کہ اسسٹنٹ منیجر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا ہے۔

بہرطور کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ صورت حال کیا ہے۔ لاس اینجلس کا کچھ اندازہ نہیں ہے کارروائیاں ہوئی تھیں وہ میرے لیے بہت ہی حیرتناک بات تھی۔

لفٹ میں داخل ہو کر میں نے دروازہ بند کیا اور لفٹ کے اوپر اٹھنے سے پہلے ایک بار پھر کاؤنٹر منیجر پر نظر ڈالی تو اس کی پیشانی شکن آلود تھی۔ وہ بڑی سنجیدگی سے ٹیلی فون اٹھا کر کسی کا نمبر ڈائل کر رہا تھا لیکن اسی دوران لفٹ اوپر اٹھ گئی۔ چھٹی منزل پر پہنچ کر میں لفٹ سے باہر نکلا۔ چند قدم کے فاصلے پر ایک محراب سی بنی ہوئی تھی جس میں ایک چھوٹی سی میز پر فون رکھا تھا۔ قریب ہی کرسی پر ہوٹل کی وردی پہنے ایک نوجوان ملازم بیٹھا ہوا تھا۔

ویٹر نے میری رہنمائی میرے کمرے تک کی اور میں اس کمرے کے سامنے پہنچ گیا۔ ویٹر نے اس چابیوں کے گچھے سے ایک چابی نکالی اور کمرے کا دروازہ کھول دیا۔ پھر خود ہی اندر داخل ہو گیا۔ ویٹر میرے پیچھے پیچھے میرا سوٹ کیس اٹھائے ہوئے اندر آیا تھا۔ سوٹ کیس اندر رکھنے کے بعد اس نے پوچھا۔

"میرے لائق اور کوئی خدمت جناب؟" میں نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھا اور اس نے مجھے سلام کیا۔

"تھوڑی دیر کے بعد آنا۔ اگر کوئی ضرورت ہوئی تو میں تمہیں بتلا دوں گا۔" میں نے کہا۔ کمرے میں داخل ہو کر میں نے کمرے کا جائزہ لیا۔ عام حالات میں تو کوئی خاص بات نہیں تھی لیکن جن حالات سے گزر کر یہاں تک پہنچا تھا اس کے تحت یہ بات ضروری تھی کہ میں صورت حال پر پوری پوری نگاہ رکھوں۔ میں نے کمرے کی پوری تلاشی لی اور ان جگہوں کی تلاش کرنے لگا جہاں میرے لیے کوئی ایسی چیز پوشیدہ ہو سکتی تھی جس سے میری گفتگو کہیں اور سنی جا سکے لیکن پورے کمرے میں ایسی کوئی چیز نہیں تھی۔ حالانکہ اس ہوٹل میں ٹیکسی ڈرائیور کے ایما پر آیا تھا لیکن کیا کہا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے ٹیکسی ڈرائیور ہی گڑبڑ ہو۔ اب تو ہر شخص پر شک کی نگاہ ڈالنا ضروری تھا۔ بہرطور میں تھوڑی دیر تک کمرے کی تلاشی لیتا رہا۔ پھر لباس تبدیل کرنے کے لیے میں نے سوٹ کیس کھول لیا۔ سوٹ کیس سے ضروری سامان نکال کر میں نے مناسب جگہوں پر رکھ دیا اور نیا لباس پہن لیا جو آرام دہ تھا۔

نیا لباس پہننے کے بعد میں نے کچھ سوچا اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ میں ٹہلتا ہوا راہداری کے اس سرے تک پہنچا جہاں محراب موجود تھی۔ محراب کے نیچے ہوٹل کا ملازم کرسی پر مزے سے بیٹھا ٹانگیں ہلا رہا تھا۔ میں اس کے قریب پہنچا تو وہ جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"جناب والا۔ میں کوئی خدمت کر سکتا ہوں؟"

"نہیں۔ بس ایسے ہی۔ میں ہوٹل کا جائزہ لے رہا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"لاس اینجلس میں پہلی بار آئے ہیں جناب؟" اس نے پوچھا۔

اس "پہلی بار" سمجھ لو کیونکہ اس سے پہلے میں جب یہاں آیا تھا تو اس بات کو دس سال گزر چکے ہیں۔"

"دس سال میں تو لاس اینجلس کی کایا ہی پلٹ گئی ہے جیسے لائق گرانقدر خدمت۔"

"اگر تم عمدہ سی کافی بھجوا سکو تو میں تمہارا شکر گزار ہوں گا۔" میں نے کہا۔

"ابھی لے کر حاضر ہوا جناب۔" اس نے کہا اور تیزی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہوا تو میں نے جلدی سے اس میز کی درازیں ٹٹولنا شروع کر دیں جس کے پاس وہ بیٹھا ہوا تھا اور میرا مقصد پورا ہو گیا۔ میں نے دراز میں سے چابیوں کا ایک گچھا نکالا اور پھر یکے بعد دیگرے بیرونی دروازے کے تالے پر آزمانے لگا۔ ان میں سے ایک چابی تالے پر لگ گئی۔ تب میں نے اسے گچھے سے علیحدہ کر کے اپنی جیب میں ڈال لیا اور گچھا اس کی جگہ واپس رکھ دیا۔ پھر میں اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میرے کمرے کا ویٹر کافی لے کر اندر داخل ہو گیا۔ اس نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔

"جناب عالی! میں حاضر ہونے ہی والا تھا کہ مجھے اطلاع ملی کہ آپ کو کافی کی ضرورت ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔" میں نے نرم لہجے میں کہا اور ویٹر کافی کی ٹرے رکھ کر چلا گیا۔ میں نے کافی بنائی اور دو پیالیاں پینے کے بعد تازہ دم ہو گیا۔ پھر میں نے احتیاط سے اپنا ریوالور نکال کر کوٹ کی خفیہ جیب میں ڈالا اور دبے پاؤں اس دروازے تک جا پہنچا۔ چابی کے سوراخ سے جھانک کر میں نے راہداری کا جائزہ لیا۔ وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ میں نے اطمینان سے دروازے کو باہر سے تالا لگا دیا۔ ہوٹل کی چابی جیب میں ڈالی۔ بالکونی کا دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ باہر گہری تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ بالکونی کے جنگلے کا سہارا لے کر پھرتی سے اوپر پہنچ گیا اور بلی کی طرح دبے پاؤں قدم اٹھاتا ہوا اس دوسری راہداری کے سرے پر آ گیا۔ جھانک کر نیچے دیکھا تو ایک سنسان و تاریک گلی نظر آئی۔ چند گز کے فاصلے پر آہنی زینہ موجود تھا جو آتشزدگی کی صورت میں آگ سے بچاؤ کے لیے بنایا گیا تھا۔ اس سے زینے کے ذریعے دوسری منزل پر پہنچنا مشکل کام نہیں تھا۔ چنانچہ میں زینے کا دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔

تالا کھول کر میں سیڑھیوں کے راستے اس ہال میں جا پہنچا۔ چوروں کی طرح ہوٹل سے باہر جانے کا یہ طریقہ بہت عجیب تھا لیکن میں احتیاطاً ہر طرح کا بچاؤ کر لینا چاہتا تھا۔ اگر یہ صورت حال پیش نہ آتی تو ان تمام چیزوں کی ضرورت نہ ہوتی۔ لیکن اب جب کہ مجھے یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ لاس اینجلس میں میری آمد کچھ لوگوں کی نگاہ میں آ چکی ہے تو پھر ہر قسم کی احتیاط ضروری تھی۔ ہال گاہکوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ استقبالیہ کلرک دکھائی نہ دیا۔ میں نے کمرے کی چابی کاؤنٹر کلرک کے حوالے کی اور باہر نکل آیا۔ باہر نکلا تو بوندا باندی ہو رہی تھی۔ سڑکیں گیلی ہو رہی تھیں۔ موسم بے حد خوشگوار تھا۔ میں ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھنے لگا۔ کوئی خاص مقصد نہیں تھا۔ بس ویسے ہی ماحول کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔ بے فکرے اس بوندا باندی کے موسم میں بھی چہل قدمی کر رہے تھے۔ لاس اینجلس کا ماحول نہایت شاندار تھا۔ ہالی ووڈ بہت ہی قریب تھا اس لیے اکثر یہاں فلمی ستارے بھی نظر آ جاتے تھے۔ ذہن میں ہالی ووڈ کے بارے میں ایک خاص احساس تھا لیکن میں یہاں جس مقصد کے تحت آیا تھا اس کے تحت اب کسی بھی چیز میں دلچسپی لینا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔

ان تمام چیزوں کو دیکھ کر ذہنی کوفت کا احساس ہو رہا تھا اور شدت سے پتہ نہیں یہاں میری آمد کو کس انداز میں دیکھا گیا تھا۔ ویسے اس بات کو حیرت انگیز ہی کہا جا سکتا ہے کہ میری آمد کے چند لمحات کے اندر ہی یہاں میرے بارے میں ان لوگوں کو معلومات حاصل ہو گئی تھیں۔ اس کا ذریعہ کیا تھا۔ یہ بات ابھی تک میرے ذہن میں نہیں آئی تھی کہ وہ مجھے کس انداز میں دیکھ رہے ہیں۔ کیا انہیں مجھ پر شبہ ہے۔ کیا انہیں یہ اندازہ ہو گیا ہے کہ راجہ نواز اعتراف کی راہ پر لگ گیا ہے۔ پتا نہیں کیا مقصد تھا۔ بہرطور جو کچھ بھی تھا اس وقت تو میں نے اپنی شخصیت ہی بدل لی تھی۔ راجہ نواز اصغر کے بجائے میں مسٹر ... نمائندہ تھا جو منشیات کی ناجائز تجارت کو روکنے کے لیے مصروف تھے اور مختلف جگہوں پر ان کے مختلف معاون کام کر رہے تھے۔

سڑکیں گیلی ہوتی جا رہی تھیں اور بوندیں اور موٹی ہو گئی تھیں لیکن میں بے فکروں کے سے انداز میں سیٹی بجاتا ہوا ایک طرف چلا جا رہا تھا۔ کافی دیر تک میں بلا مقصد ادھر ادھر گھومتا رہا۔ پھر ایک بڑے بازار سے گزر رہا تھا کہ اچانک میری چھٹی حس نے مجھے خبردار کیا کہ میرا تعاقب ہو رہا ہے۔ یہ معمولی بات نہیں تھی۔ میں اطراف سے پوری طرح باخبر تھا۔ اس لیے مجھے یہ بھی اندازہ تھا کہ یہاں کوئی بھی ایسی حرکت ہو سکتی ہے جو میرے لیے خطرناک ہو۔ تعاقب کا احساس ہوتے ہی میں نے اپنا رخ بدل لیا اور ایک سمت چل پڑا جس طرف زیادہ رونق نہیں تھی۔ سڑکوں کے کنارے درخت لگے ہوئے تھے اور تیز ہوا سے جھول رہے تھے۔ بوندوں کی رفتار تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی اور محسوس ہو رہا تھا کہ تھوڑی دیر کے بعد باقاعدہ بارش شروع ہو جائے گی۔ لوگوں کی رفتار میں تیزی آ گئی تھی۔ میں ایک درخت کے نیچے جا کھڑا ہوا۔

میں نے کن انکھیوں سے دیکھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر گھنگریالے بالوں والا ایک شخص بھورے رنگ کے سوٹ میں ملبوس ایک دوسرے درخت کے نیچے کھڑا تھا۔ لیکن درخت کا تنا پتلا ہونے کی وجہ سے وہ صاف نظر آ رہا تھا۔ میں نے ایسے اوقات کے لیے اپنی جیب میں سگریٹ کا پیکٹ رکھ چھوڑا تھا حالانکہ میں سگریٹ کا قطعی عادی نہیں تھا۔ لیکن اپنے آپ کو تبدیل کرنے کے لیے میں نے ایک مخصوص برانڈ کا سگریٹ بھی خرید لیا تھا تاکہ میری فطرت کے بارے میں جاننے والے میری طرف سے غلط فہمی کا شکار ہو جائیں اور اس بدلے ہوئے میک اپ میں مجھے کم از کم راجہ نواز اصغر کی حیثیت سے نہ پہچان سکیں۔ میں نے سگریٹ سلگایا اور چند منٹ وہیں کھڑا سگریٹ کے کش لیتا رہا۔

دوسرا آدمی اسی طرح اس درخت کے نیچے کھڑا ہوا تھا۔ انداز ایسا تھا جیسے بارش سے بچنے کے لیے درخت کے نیچے کھڑا ہو لیکن وہ درخت جس کے نیچے وہ کھڑا ہوا تھا ایک تو چھوٹا تھا دوسرا اس کا اوپری حصہ اتنا زیادہ گھنا بھی نہیں تھا کہ بارش کو روک سکتا۔ چند ہی لمحات کے بعد بارش پھر ہلکی ہو گئی اور اب صورت حال ایسی تھی کہ یہاں زیادہ رکنا مناسب نہیں تھا۔ میرا تعاقب کرنے والا خاموش کھڑا تھا۔ وہ شاید ابھی مجھ سے الجھنا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ چند لمحے انتظار کے بعد میں لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا ایک جانب چل پڑا۔ ایک لمبا راستہ گھوم کر میں پھر اسی بازار میں آ گیا جس سے گزر کر میں یہاں تک پہنچا تھا۔ دکانیں کھلی ہوئی تھیں اور ان میں لوگ موجود تھے۔ بارش کم ہو جانے کی وجہ سے سڑکوں پر پھر رونق ہونے لگی تھی۔ میں دکانوں میں جھانکتا اور کھڑکیوں میں سجی ہوئی اشیاء کو دیکھتا ہوا ایک اور سڑک پر جا نکلا۔

پھر کتابوں کی ایک دکان میں گھس کر میں رسائل کی ورق گردانی کرتا رہا۔ چند لمحات اسی طرح ورق گردانی کرتا رہا۔ پھر باہر نکلا اور چند قدم چل کر ایک اور جگہ رک گیا۔ خاکستری بالوں والا بدستور میرا پیچھا کر رہا تھا۔ جب میں کسی دکان کے سامنے رکتا تو وہ بھی رک جاتا۔ ہمارا درمیانی فاصلہ بیس گز سے زیادہ نہیں تھا۔ پھر ایک سڑک پار کرنے کے بعد میں نے اپنی رفتار اچانک تیز کر دی اور دو تین جگہوں سے گزر کر ایک انڈونیشی ہوٹل کے لان میں جا گھسا۔ ہوٹل کا دربان ایک بوڑھا ریٹائرڈ فوجی تھا۔ اس نے بڑی خوش اخلاقی سے مسکراتے ہوئے مجھے خوش آمدید کہا لیکن اپنے اسٹول پر جم کر بیٹھا رہا۔ میں دروازے کی اوٹ میں کھڑا تھا۔ جلد ہی خاکستری بالوں والا دروازے کے سامنے سے گزرا۔ میں نے اس کی عمر کا اندازہ لگایا۔ اچھی خاصی عمر کا آدمی تھا لیکن حیرت انگیز طور پر چاق و چوبند تھا۔

جب وہ آگے نکل گیا تو میں پھر واپس آ گیا۔ لیکن اب میں خود اس کا پیچھا کرنا چاہتا تھا۔ اس کام کے لیے میں نے پھرتی سے اپنا کوٹ الٹ کر پہنا۔ پہلے میرا کوٹ گہرے سرمئی رنگ کا تھا لیکن جب میں نے پلٹ کر اسے پہنا تو وہ نیلے اور سفید چیک کا کوٹ بن گیا۔ جو دور سے نمایاں نظر آتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے ایک مخصوص قسم کی ٹوپی نکالی جو کوٹ کی اس اندرونی تہہ کی جیب میں رکھی ہوئی تھی۔ یہ ٹوپی پہننے اور سر پر جمانے کے بعد میں نے ایک چشمہ نکالا اور اسے آنکھوں پر فٹ کر لیا۔ اب ایک نگاہ میں مجھے دیکھنے والا کم از کم یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ میں وہی شخص ہوں جو ابھی کچھ دیر پہلے سڑکوں پر چہل قدمی کر رہا تھا۔ اس فوری تبدیلی نے کم از کم میرا چہرہ اس کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا تھا۔ میں پھرتی سے باہر نکل آیا اور اب میں اس شخص کی تلاش میں نگاہیں دوڑا رہا تھا۔

چند لمحات کے بعد وہ مجھے نظر آ گیا۔ وہ مجھ سے تیس چالیس گز دور جا چکا تھا۔ میرے غائب ہو جانے سے وہ کافی بدحواس نظر آتا تھا۔ پھر وہ چونک پڑا۔ میں اس کی پریشانی محسوس کر کے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ پھر وہ ایک ٹیلی فون بوتھ میں داخل ہو گیا۔ اس وقت اگر میں چاہتا تو اسے باآسانی دبوچ سکتا تھا لیکن میں تو اب اس کا تعاقب کر کے اس کے بارے میں جاننے کا خواہش مند تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بوتھ سے باہر نکل آیا اور تیز تیز قدموں سے تھوڑے سے فاصلے پر بنے ہوئے بس اسٹاپ پر پہنچ گیا۔ میں حتی الامکان اس کی نظروں سے بچتا ہوا اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ پھر جب وہ ایک بس میں سوار ہوا تو اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں بھی اس کے ساتھ سفر کروں لیکن وقتی طور پر میں نے جو حلیہ تبدیل کیا تھا اس کی وجہ سے وہ میری طرف متوجہ نہیں ہوا تھا۔

پھر میں اس کے ساتھ ہی نیچے اتر گیا تھا۔ وہ خیالات میں اتنا الجھا ہوا تھا کہ ایک بار بھی اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ پھر وہ ایک گلی میں داخل ہو گیا۔ گلی تاریک تھی اور اس میں بوسیدہ اور پرانی طرز کی عمارتیں نظر آ رہی تھیں۔ جب وہ ایک عمارت کے فلیٹ میں داخل ہوا تو میں اس سے زیادہ دور نہیں تھا لیکن جب میں اس سلسلے میں ایک فیصلہ کر کے واپس مڑا تو ٹھٹک گیا۔ کوئی اور بھی تھا جو مجھ پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ یہ چار آدمی تھے جو ہاتھوں میں پستولیں تھامے مجھے گھور رہے تھے۔ ان کی آنکھیں شیشے کی گولیوں کی طرح چمک رہی تھیں۔ سب سے خاص بات یہ تھی کہ ان کے سر گنجے تھے۔ خطرے کا شدید احساس میرے ذہن میں جاگ اٹھا۔ مجھے بری طرح اس عمارت میں گھیر لیا گیا تھا۔ لیکن دفعتاً میرے اندر ایک طوفان اٹھا اور میری آنکھوں میں خون کی چادر رینگ آئی۔ یہ گنجے تھے اور ان کا تعلق میری ذہنی کو اغوا کرنے والوں سے تھا۔ خون — خون — چاروں طرف خون — میرے جبڑے بھنچ گئے۔ میں نے وحشت ناک نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

راجہ نواز صفدر جو کچھ بن گیا تھا اب وہ نہیں تھا۔
حالات نے سنبھلنے سے پہلے ہی ایک خوفناک شخص بنا دیا تھا۔ بظاہر میں مسٹر بیگن کے مقصد کو پورا کرنے آیا تھا لیکن میرے دل کی گہرائیوں میں جو لاوا کھول رہا تھا اس کی وجہ کچھ اور تھی۔

میری خوش قسمتی تھی کہ اب ان مختلف پیڑ کی زدہ ہوئی شخص۔ وہ سب مجھ پر حملہ کرنے کے لیے میری جانب بڑھ رہے تھے۔ وہ تعداد میں سے ایک نے ابتدا کر ڈالی۔ اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی اسٹک گھومی اور فضا میں کی آواز پیدا کرتی ہوئی میرے شانے کی طرف لپکی۔ میں نے بھی اس کے شانے کا خیال رکھا تھا۔ شانے کی ذرا سی جنبش نے اسٹک کے وار کا نام بنا دیا لیکن اس کے ساتھ ہی سر جھکا کر ذرا میرے نزدیک آ گیا تھا۔ کوئی اور ہوتا تو اس موقع سے فائدہ اٹھا کر فوراً اس کی اسٹک پر ہاتھ ڈال لیتا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ ایک خاص انداز میں میرے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اٹھیں اور میں نے [illegible] وہ دو نوکیلی چھریوں کی طرح اس کی گینگسٹر کی دونوں آنکھوں میں بھونک دیا۔ میری مشق اور تربیت یافتہ انگلیوں کا نشانہ بالکل درست تھا۔ ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ اس کی دونوں آنکھیں پھوٹ گئیں۔ میری انگلیوں کے دو دو پورے اس کی آنکھوں کے حلقوں میں اتر گئے تھے۔

گینگسٹر اس طرح چیخا جیسے اس کے منہ کے آگے مائیکروفون لگے ہوں۔ ہاکی اس نے خود پھینک دی اور اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے۔ لیکن اس دوران وہ تینوں بھی اپنی جگہ سے کر چکے اور انہوں نے اپنی دانست میں مجھ پر وار کر دیا۔ میں اس کے لیے پوری طرح تیار تھا۔ چنانچہ میں نے پھرتی سے اپنے پہلے شکار کو ان کے سامنے کر دیا۔ ان میں سے ایک کی ہاکی گینگسٹر کے سر پر کڑاکے سے ٹوٹ گئی دوسرے کی اس کے شانے پر نصیب کا وار الٹا ہو گیا تھا گینگسٹر کی کھوپڑی سے خون کا فوارہ بلند ہو گیا تھا۔ اور اس کے شانے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ لیکن اس دوران میں نے اپنے دوسرے شکار کو منتخب کر لیا تھا اور میرا دوسرا شکار وہ تھا جو اپنی ہاکی گینگسٹر کے سر پر توڑ چکا تھا۔ میں نے دونوں ہاتھ پھیلا کر اس کی کنپٹیوں پر مارے اور پھر حلق سے ایک غراہٹ کی آواز نکلی۔ میں نے اس کے دونوں کان پوری قوت سے کھینچ لیے۔ اس کے دونوں کان ربڑ کی طرح چہرے سے ادھڑ گئے تھے۔ میں نے ایک منٹ میں یہ حرکات کی تھیں ان دونوں پر اچھال دیا جو پیڑ بدل کر میرے عقب میں لگے تھے۔ دونوں اپنے ساتھی کی لپیٹ میں آ گئے تھے۔

اس دوران مجھے موقع مل گیا اور میں نے قریب پڑی ہوئی ٹوٹی اسٹک اٹھا لی۔ جونہی ان میں سے ایک اٹھا ٹوٹی ہوئی نوکیلی اسٹک اس کے کلیجے میں اتر گئی۔ چوتھے پر میں نے خود چھلانگ لگا دی تھی اور نیچے گرا ہلا نہیں جا رہا تھا۔ اگر وہ مر بھی نہیں تھا۔ لیکن اب اس کی ہمت کی

گر گئے تھے۔ اس کا سر زمین سے ٹکرایا تھا۔ اس لیے وہ ہوش و حواس برقرار نہیں رکھ سکا تھا۔ میں نے اس کی اسٹک اٹھا لی اور پوری قوت سے اس کی پنڈلیوں پر ماری اس کے بے ہوش ہونے کے باوجود وہ مچھلی کی طرح تڑپنے لگا تھا۔ باقی پہلے ہی مصیبت کا شکار تھے۔ ایک آنکھوں سے محروم ہو چکا تھا ایک کانوں سے۔ میں نے اس شخص کو دیکھا جس کے پیٹ میں ہاکی گھسی ہوئی تھی وہ الٹ کر دم توڑ چکا تھا چنانچہ میں ان دونوں پر پلٹ پڑا جو ابھی تک زندہ تھے لیکن جانکنی کی کیفیت کا شکار تھے۔ میں نے ہاکی مار مار کر ان کی پنڈلیوں کی ہڈیاں بھی توڑ دیں اور پھر ان میں سے ایک کو گریبان سے پکڑ کر اپنے قریب کرتا ہوا بولا۔
"اپنے سرغنہ کو بتا دینا کہ میرا نام راجہ نواز صفدر ہے۔" میں نے زمین پر پٹخ دیا اور پھر وہاں سے واپس پلٹ پڑا۔ میں نے اس عمارت کو نگاہوں میں رکھ لیا تھا جس میں میرا تعاقب کرنے والا داخل ہوا تھا اس وقت موقع نہیں تھا کہ میں اس عمارت کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کر سکوں لیکن اب یہ عمارت میری نگاہوں سے اوجھل نہیں تھی اور عمارت کے مکین بھی میری شناخت سے اچھی طرح واقف ہو گئے۔ کام کرنے کا انداز ایسی شکل میں تھا کہ دشمنوں کے سینوں پر خوف کا سانپ بن کر لوٹتا رہوں وہاں سے واپس چل پڑا۔ کچھ نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کروں۔

پھر ان دونوں لڑکیوں کا خیال آیا یعنی زرلیبا بیگم اور سوشیلا خانم۔ ان سے دوران کچھ خاص قسم کی گفتگو پہلے ہی ہو چکی تھی اور ہم نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ہم ایک دوسرے کے شناسا ہونے کے باوجود اجنبی بنے رہیں گے ویسے بھی لڑکیوں سے میں کوئی خاص فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا۔ بس جو کچھ مسٹر بیگن کی خواہش تھی اور انہوں نے اپنے خلوص کا ثبوت دینے کے لیے پیشکش کی تھی اس لیے میں نے بھی اسے اس خیال کے تحت قبول کر لیا تھا کہ اگر مسٹر بیگن کے دل کی گہرائیوں میں کوئی سازش ہو تو انہیں اس سازش کا بھرپور مزا چکھا دوں۔

یہ تصدیق میں کر چکا تھا کہ زرلیبا مسٹر بیگن کی بیٹی ہے اور سوشیلا اس کی بھتیجی۔ چنانچہ ان دونوں کی موجودگی میں مسٹر بیگن کے خلوص پر پوری طرح یقین کیا جا سکتا تھا تاہم اگر مسٹر بیگن کوئی چالاکی کرنے کی کوشش کریں گے تو میں ان دونوں لڑکیوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ ویسے یہ لڑکیاں بہت خوش اخلاق تھیں میری ان سے مختصر سی ملاقات تھی لیکن میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ شوخ و شنگ ہونے کے ساتھ ساتھ ذہین بھی ہیں۔ میں انہیں کسی خاص موقع پر استعمال کرنا چاہتا تھا اس لیے ابھی ان سے کوئی واسطہ نہیں رکھ سکتا تھا۔

تاہم اب میں نے ضرور سوچا کہ ان سے ملاقات کر لوں۔ یہ وقت ایسا تھا کہ میں چاروں طرف سے سٹپٹایا ہوا تھا یعنی وہ شخص جو میرا تعاقب

اگر اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو ان حالات میں نکلنے کے بجائے یہی کوشش کرتا کہ کم از کم امریکہ سے نکل جائے لیکن وہ آہنی اعصاب کی شخصیت کا مالک تھا اور اس کے ہیرو کا اس طرح سارے دو سال میں پیچھے ہٹنے کا اسے اس خطرے کا کوئی احساس بھی نہیں ہوا اور اس نے امریکہ ہی میں دوبارہ اپنا کام شروع کر دیا۔

ہرے کرشنا تحریک کے سلسلے میں ان دونوں کوئی خاص کارروائی دیکھنے میں نہیں آئی تھی لیکن میں جانتا تھا کہ یہ تحریک فنا نہیں ہوئی اور اسے فنا کرنے کا کوئی جواز بھی نہیں ہے بے شک اس کا بانی تر ہو گیا تھا لیکن یہ تحریک تو اب منشیات کے عادی لوگوں کے ذہنوں میں بیٹھ چکی تھی اور وہ صرف اس جگہ محدود نہیں تھی۔ خود لندن میں میں اس کے مظاہرے دیکھ چکا تھا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مجھے یہ کام کس طرح شروع کرنا چاہئے وہ ہوٹل تو سب سے بڑی طرح مشکوک ہو چکا تھا جس میں میرا قیام تھا کم از کم وہ لوگ میری رہائش گاہ کے بارے میں جانتے تھے اس لیے یہ ضروری تھا کہ پہلے میں اپنے لیے مختلف ٹھکانے بناؤں جہاں میں خطرات کے وقت پناہ لے سکوں لاس اینجلس میں آنے کے بعد میرے ہاتھوں قتل ہو چکے تھے۔ وہ ویٹر جو میرے کمرے میں میرا انتظار کر رہا تھا اور اتفاقیہ طور پر ہی مجھے کچھ بتائے بغیر مر گیا تھا اور وہ چاروں بھی کہ وہ عمارت بھی میرے ذہن میں آئی جسے میں رات کو دیکھ چکا تھا۔ لاس اینجلس اس علاقے کے پاس بڑی جھیلیں اور ویٹر نے اس کا نام گیبرزائن ول بتایا تھا گویا اگر میں اس عمارت کو تلاش کرنا چاہوں تو گیبرزائن ول کے حوالے سے کر سکتا ہوں۔

ویسے وہ چاروں مر گئے تھے حالانکہ مجھے امید تھی کہ ان میں سے ایک دو ضرور زندہ بچ جائے گا لیکن بہرطور مجھے ان کی موت سے کوئی خطرہ بھی نہیں ہوا تھا بلکہ یہ اچھا تھا کم از کم ڈیل پی کو اس طرح جوڑنے کا موقع ملے گا اور میرا دشمن بھی باخبر ہو جائے گا۔

ایک باخبر و ہوشیار دشمن کی نسبت زیادہ آسان ہوتا ہے کیونکہ وہ بھرپور طاقت کے زعم میں منظر عام پر آ جاتا ہے اور ٹھکانے تلاش کرنے کے لیے زیادہ تگ و دو نہیں کرنا پڑتی۔

تھوڑی دیر کے بعد میں ایک ٹیلیفون بوتھ کے نزدیک رک گیا اطراف کا ماحول دیکھا بظاہر تو یہی محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی میرے تعاقب میں نہیں ہے لیکن اگر کوئی ہو بھی تو پھر اب کہاں تک محتاط رہا جائے۔

اگر وہ لوگ میری شخصیت سے واقف ہو ہی گئے ہیں تو ٹھیک ہے جو کچھ وہ کرنے جا رہے ہیں کرتے رہیں میں نے ٹیلیفون بوتھ میں داخل ہو کر سوکس پام گرو کا نمبر گھمایا اور کچھ ہی دیر کے بعد وہ نمبر مل گیا جو ٹرلیسا اور سونیتا کے کمرے کا تھا۔ دونوں لڑکیاں مجھے اپنے کمرے میں ہی مل گئی تھیں۔ پہلے سونیتا نے فون ریسیو کیا اور پھر فوراً ہی ٹرلیسا کو دے دیا ٹرلیسا کی آواز فون پر سنائی دی۔

"ہیلو لوازٹ۔"

"ہیلو۔ کیسی ہو تم لوگ؟"

"بالکل ٹھیک سوچ رہے تھے کہ باہر نکلیں۔"

"کوئی خاص پروگرام ہے؟"

"نہیں کمرے میں قید ہوئے کافی گھنٹے گزر گئے ہیں۔" ٹرلیسا نے جواب دیا۔

"اگر تم لوگوں کے ذہن میں کوئی خاص پروگرام نہیں ہے تو مصروفیت میں تمہیں بتا سکتا ہوں لیکن صورتحال ذرا مختلف ہو گی۔"

"وہ کیا؟" ٹرلیسا نے پوچھا۔

"تم دونوں کو الگ الگ کام کرنا پڑے گا۔"

"ان تعلقات میں ہم دونوں تمہاری ہدایت پر عمل کرنے کے لیے تیار ہیں۔"

"ہاں یقیناً۔ لاس اینجلس میں تم ہی میری آرمی کی حیثیت رکھتی ہو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہم تمہیں اپنے سلیکشن پر افسوس کرنے کا موقع نہیں دیں گے۔" ٹرلیسا بولی۔

"تو پھر ٹرلیسا تم سونیتا کو گرین کاٹیج بھیج دو وہاں ریگی پر نگاہ رکھنا ضروری ہے سونیتا جانتی ہے کہ کس طرح اسے ہوشیار رہ کر اس کی مصروفیات کے بارے میں معلوم کرنا ہے تمہاری ڈیوٹی میں ایک مخصوص علاقے میں لگانا چاہتا ہوں جہاں گیبرزائن ول نامی ایک عمارت موجود ہے یہ عمارت ہماری توجہ کا مرکز ہے میں اس کے بارے میں مکمل رپورٹ چاہتا ہوں یہ رپورٹ خود میں تم سے وصول کروں گا جس وقت میں مناسب سمجھوں ویسے تمہاری ذمہ داری یہی ہے کہ اس عمارت کی پوری طرح نگرانی کرو اور اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرو۔"

"براہ کرم مجھے اس علاقے کا پتا نوٹ کرا دو۔" ٹرلیسا نے کہا اور میں نے ٹرلیسا کو گیبرزائن ول کے علاقے کا پتہ نوٹ کرا دیا تب ٹرلیسا بولی۔

"کیا اب میں فون سونیتا کو دے دوں؟"

"کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے کہا اور چند ہی لمحات کے بعد سونیتا کی آواز سنائی دی۔

"میں نے آپ کی ہدایت ٹرلیسا کی زبانی سن لی ہے جناب آپ مطمئن رہیں میں آپ کی توقع کے مطابق ہی کام کروں گی۔"

"لیکن تم لوگوں کو ایک دقت ہو گی سونیتا۔" میں نے کہا۔

"وہ کیا جناب؟" سونیتا نے مؤدب لہجے میں پوچھا۔

"تم لوگوں کے پاس کوئی اپنی ذاتی سواری نہیں ہے۔"

"اس میں کوئی مشکل نہیں پیش آئے گی جناب پام گرو میں کئی کاریں موجود ہیں جو یہاں رہنے والوں کو کرائے پر فراہم کی جاتی ہیں ایک آدھ کار حاصل کرنے میں کوئی دقت نہیں ہو گی۔"

"مگر یہ زیادہ بہتر ہو گا۔ لیکن کیا ان کا معاملہ پام گرو کے ذمے رہتے ہیں؟"

"میں نے غور نہیں کیا۔ کیوں؟"

"رہنے دو زیادہ بہتر ہے ویسے اگر یہی ہو تب بھی یقین ہے کہ تم بہت احتیاط سے کام کرو گی اور کسی کی نگاہوں میں نہیں آ سکو گی۔"

"آپ مطمئن رہیں ہم حتی الامکان یہی کوشش کریں گے کہ کام نہایت ہوشیاری سے انجام دیں۔" سونیتا نے کہا۔

"او کے سونیتا میں رات کو کسی بھی وقت تم سے مل کر تمہارے کام کی رپورٹ طلب کروں گا۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

ٹیلی فون بند کرنے کے بعد میں نے بوتھ کے شیشوں سے باہر اطراف میں دیکھا تمام لوگ اپنی اپنی مصروفیات میں لگے ہوئے تھے کوئی بھی شخص ایسا نظر نہیں آیا تھا جس کی توجہ میری جانب ہو۔ چنانچہ اس کے بعد میں وہاں سے نکل آیا اور پیدل ہی ایک جانب چل پڑا۔

یہ دونوں کام کرنے کے بعد مجھے خاصا اطمینان نصیب ہوا تھا۔ میں نے کسی ریسٹورانٹ میں بیٹھ کر اپنے آئندہ پروگرام کے بارے میں غور کرنا تھا چنانچہ میری نگاہیں کسی ریسٹورانٹ کی تلاش میں ادھر ادھر بھٹکنے لگیں۔

قرب و جوار میں کسی ریسٹورانٹ کا بورڈ نظر نہیں آیا لیکن میں دل ہی دل میں چلتا رہا تھا۔ پھر ایک چھوٹے سے چوراہے سے بائیں سمت مڑا تو مجھے وہاں بالٹی مور ریسٹورانٹ کا بورڈ نظر آ گیا میں بے اختیاری سے اسی کی جانب چل پڑا تھا۔

بالٹی مور ایک چھوٹا سا صاف ستھرا ریسٹورانٹ تھا اس کا ہال زیادہ بڑا نہیں تھا۔ تقریباً بیس میزیں پورے ہال میں لگی ہوئی تھیں۔ کاؤنٹر پر ایک دبلا پتلا منحنی سا آدمی بیٹھا ہوا تھا جس کی آنکھوں پر موٹے فریم کا چشمہ لگا ہوا تھا اور دور ہی سے دیکھنے پر احساس ہو جاتا تھا کہ اس کی نگاہ بہت کمزور ہے۔ وہ ایک رجسٹر کھولے بیٹھا ہوا تھا اور بڑی مصروفیت میں غرق تھا۔ دو ویٹر ایک طرف کھڑے آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ میں اندر داخل ہوا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

ہال میں صرف تین میزیں بھری ہوئی تھیں جن میں سے دو میزوں پر تین تین آدمی تھے اور ایک میز پر ایک ہی شخص بیٹھا ہوا تھا۔

میں نے اپنے بیٹھنے کے لیے ایک مناسب جگہ منتخب کی اور چودہ نمبر کی میز کے قریب پہنچ گیا یہ میز مجھے مناسب جگہ نظر آئی تھی۔

میز پر بیٹھنے کے بعد میں نے ویٹر سے ایک مشروب طلب کیا اور تھوڑی دیر کے بعد ویٹر نے نہایت نفیس برتنوں میں مشروب میرے سامنے سرو کر دیا۔ میں مشروب کے چھوٹے چھوٹے سپ لیتے ہوئے اپنے آئندہ پروگرام پر غور کرنے لگا۔

چند شخصیتیں میری نگاہ میں آئی تھیں لیکن فی الحال ان میں کوئی بھی ایسی جامع شخصیت نہیں تھی ہاں البتہ گیبرزائن ول سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ اس عمارت کے بارے میں کچھ تفصیلات معلوم ہو جائیں تو میں اسے بڑی کامیابی تصور کروں گا۔

وہ شخص بھی میری نگاہوں میں تھا جس نے میرا تعاقب کیا تھا اور جسے میں نے نہایت چالاکی سے دھوکا دے دیا تھا اگر وہ مجھے دوبارہ نظر آیا تو میں اس کی مصروفیت پر نظر رکھوں گا اور اگر نہ بھی نظر آیا تو میں اسے تلاش کر کے اس پر نگاہ رکھوں گا اور معلومات حاصل کروں گا کہ وہ کیوں میرا تعاقب کر رہا تھا۔ ویسے چاروں کی موت کی اطلاع مجھے ویٹر نے دی تھی اور میں اس بات پر بہت خوش تھا۔ یقیناً مسٹر ڈیل پی کو میرے بارے میں علم تو ہو گا ہی لیکن اب انہیں یہ بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ میرے ہی ہاتھوں ہلاک ہوئے یا پھر ممکن ہے ان کی توجہ اس طرف نہ گئی ہو۔ لیکن بہرطور مسٹر ڈیل پی ان کے بارے میں کسی ذریعے سے معلومات حاصل کر لی جائیں۔ اگر میں نے اس سلسلے میں ویٹر کا سہارا لیا تو کسی طور موزوں نہیں ہو گا۔ میں ویٹر کی توجہ اس طرف مبذول نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ اسے اس بات کا قطعی علم ہو چکا تھا کہ میں منشیات کے انسداد کے سلسلے میں یہاں آیا ہوں اس طرح میں اپنی اصل شخصیت کو مشکوک نہیں کر سکتا تھا۔

ابھی کوئی موثر ذریعہ سوچ بھی نہیں پایا تھا کہ دفعتاً وہ شخص جو میز پر تنہا بیٹھا ہوا تھا اٹھ کر میرے نزدیک پہنچ گیا۔

یہ بھی چھریرے بدن کا آدمی تھا شکل سے کچھ احمق سا معلوم ہوتا تھا سر پر ایک مخصوص قسم کی ٹوپی پہنے ہوئے تھا جو اس کے سر پر منڈھی ہوئی تھی کوٹ بھی ذرا بوسیدہ سا تھا اور اس کی پتلی پتلی مونچھیں پھیلی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا وہ میری میز کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

"ککک کیوں، کیوں، تم کیوں؟" اس نے کہا۔ ابھی چند دن میں اس کے لباس کی تلاشی لے چکا تھا، کوئی چیز نہیں تھی اس کے لباس میں۔ جب نام کا پتا تو مجھے بھی نہیں تھا، اب میں نے پریشان انداز میں گردن ہلا کر کہا۔

"بیٹھ جاؤ میرے دوست، معافی چاہتا ہوں کہ تمہارے ساتھ بدتمیزی کا سلوک کیا، لیکن معاف کرنا میرے دوست یہ ضروری تھا۔"

"کمال کے آدمی ہو، گروہ سے تعلق بھی نہیں رکھتے اور اس قسم کی حرکتیں بھی کرتے ہو۔ تم جانتے ہو اگر میں نے تمہاری شکایت کر دی تو تمہارا کیا حشر ہوگا۔"

"ہاں میں جانتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس کے باوجود۔"

"ہاں اس کے باوجود۔ اس لیے کہ میرا تعلق نہ تو تمہارے گروہ سے ہے اور نہ ہی ان لوگوں سے جو منشیات سپلائی کرتے ہیں۔"

"ککک کیا مطلب؟"

"تم کوکین لینے آئے تھے نا۔۔۔؟"

"ہاں یہی کہا گیا تھا مجھ سے کہ تم میرے پاس آؤ گے، مجھے پہچان لو گے اور پھر میں تم سے مال لے لوں اور رسید دے دوں۔"

"اب ذرا مجھے اس مال کی تفصیل بتاؤ، یعنی کوکین کی؟"

"ککک کیا مطلب؟"

"میں وہ نہیں ہوں میرے دوست جس کا تم انتظار کر رہے تھے بلکہ وہ ہوں جسے تمہارا انتظار تھا۔" میں نے کہا اور اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

"تت۔۔ تو۔۔ تم۔۔ تم۔۔ میرا مطلب ہے تو تم وہ نہیں ہو، تم مال نہیں لائے۔"

"نہیں، میں کوئی مال نہیں لایا، جو مال لایا تھا وہ موت کی نیند سو رہا ہے۔"

"تت تو تمہارا مطلب۔" اس نے پریشانی سے کہا۔

"میرا مطلب صرف یہ ہے کہ اب تم مجھے اپنے بارے میں، اپنے گروہ کے بارے میں اور اس مال کے بارے میں پوری تفصیل بتا دو، اگر اپنی زندگی چاہتے ہو تو۔ ورنہ تمہیں قتل کرنے میں مجھے ذرا بھی کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔"

"مم۔۔ میں۔۔ میں۔۔"

"دیکھو دوست، کہتے ہیں کہ اپنی زندگی بچاؤ۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں نہیں ماروں گا، بشرطیکہ تم مجھے سچ سچ بتا دو۔"

"اگر میں نے سچ بول دیا تو تم نہیں مارو گے تو کوئی اور مار دے گا۔" اس نے کہا۔

"اب اس کے لیے میں تمہاری کوئی ذمہ داری نہیں لے سکتا، لیکن اگر زندگی کو کچھ اور طویل کرنا چاہتے ہو تو کم از کم اس وقت اپنی جان بچا لو۔"

وہ کچھ سوچنے لگا تھا، پھر دفعتاً اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر کوئی چیز باہر نکال لی۔ لیکن میں نے جھپٹا مار کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

"نہیں نہیں، میں خودکشی نہیں کر رہا۔ یہ تو ایک ایسی گولی ہے جو مجھے تقویت دے گی۔" اس نے گولی میرے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

سفید رنگ کی ایک چھوٹی سی گولی تھی، میں نے اس کی بو سونگھ کر محسوس کر لیا تھا کہ وہ کیا چیز ہے، بہرصورت میں نے اسے گولی کھانے کی اجازت دے دی۔ اس نے گولی کھائی اور چند ساعت کے بعد اس کے چہرے پر بشاشت سی نظر آنے لگی تھی۔

"ہاں۔" وہ گہری سانس لے کر بولا۔ "اب پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو۔"

"تم لوگوں کا مال لینے اور دینے کا سلسلہ کہاں ہے؟"

"اگر تم ہمارے بارے میں معلومات رکھتے ہو تو تمہیں پتہ ہوگا کہ ہم یہاں منشیات کی سپلائی کرتے ہیں۔" اس نے کہا۔

"ہاں اس بات کا مجھے علم ہے اور یہ بھی علم ہے کہ تم چھوٹے چھوٹے لوگوں سے بھی منشیات خرید لیتے ہو۔"

"بالکل بالکل، مختلف لوگ مختلف ذرائع سے یہاں منشیات لاتے ہیں، اب جو بڑی کھیپ تو ہر جگہ وصول نہیں کی جا سکتی لیکن چھوٹے چھوٹے لوگ ہمارے لیے کام کرتے رہتے ہیں، ہم ان سے بھی مال لے لیتے ہیں اور انہیں معقول رقم ادا کر دیتے ہیں۔"

"اس وقت جو شخص مجھ سے پہلے مال لے کر آنے والا تھا وہ بھی تمہارے لیے پہلے کام کرتا رہا ہے۔"

"کئی بار، میں مال لے چکا ہے۔"

"تم اسے پہچانتے نہیں تھے؟"

"نہیں۔ ضروری نہیں ہے کہ ہم مال لانے والے کو پہچانیں، بس انہیں ہدایت کر دی جاتی ہے کہ فلاں جگہ سے مال لے لو اور پھر فلاں جگہ پہنچا دو۔"

"گڈ گڈ۔ میں اس فلاں جگہ کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"تمہیں معلوم تو ہو چکا ہے، مجھے اسی کیفے سے ایک آدمی سے منشیات وصول کرنی تھی۔ اس کے پاس غالباً ڈیڑھ کلو کے قریب کوکین تھی۔ میں اس سے منشیات وصول کرتا اور رسید اسے دے

جاتا۔" اس نے جیب سے ایک پرچی نکال کر میرے سامنے رکھ دی۔

پرچی پر کچھ مخصوص الفاظ لکھے ہوئے تھے، لیکن اس پرچی پر جو ایک نام چھپا ہوا تھا اسے دیکھ کر میری آنکھوں میں دلچسپی کی چمک پیدا ہو گئی۔

"یہ مارکوس ٹریڈرز کیا ہے؟" میں نے اس سے پوچھا اور وہ گھورنے لگا۔

"مارکوس ٹریڈرز کے بارے میں نہیں جانتے؟"

"نہیں۔"

"بس ایک اسٹور ہے، جہاں مال پہنچایا جاتا ہے اور جہاں سے رسید ملتی ہے۔"

"کہاں واقع ہے یہ اسٹور؟"

"کیمبرج وِل کی ایک عمارت میں۔" اس نے جواب دیا۔

"اوہو۔ وہ عمارت تو نہیں، جہاں جانا اشیں پائی گئی تھیں۔"

"ہاں، تمہیں کیسے معلوم؟"

"بس ایسے ہی۔ دراصل اس عمارت کا نام میں نے کسی اور سلسلے میں سنا تھا۔"

"مگر تم کون ہو۔۔۔؟"

"ابھی نہیں میرے دوست، ابھی تمہارے سوالات کا وقت نہیں آیا، مجھے یہ بتاؤ کیمبرج وِل کی یہ عمارت کس کی ملکیت ہے؟" میں نے سوال کیا اور اس کی آنکھوں میں وحشت کے آثار نظر آنے لگے۔ اس نے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔

"تم مجھے۔ تم مجھے بالکل ہی قتل کر دو گے، جو کچھ میں تمہیں بتا چکا ہوں اس سے زیادہ ایک لفظ بھی نہیں بتا سکتا۔"

"تمہیں بتانا پڑے گا میرے دوست، اگر نہیں بتاؤ گے تو میں تمہارے بدن میں اتنے سوراخ کر دوں گا کہ تم گن بھی نہ سکو گے۔" میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا اور وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ کافی دیر تک وہ اپنے اعصاب پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہا۔ پھر بولا۔

"دیکھو میں کمزور اعصاب کا انسان ہوں، کوئی ایسی بات برداشت نہیں کر سکتا، تو۔۔ جو میرے لیے تکلیف دہ ہو۔ خدا کے لیے تم۔۔ تم۔۔"

"بس بس، خدا کا نام درمیان میں نہ لاؤ، تم لوگ جو کچھ کر رہے ہو اس میں خدا کا کوئی دخل نہیں۔ مجھے جواب دو، مارکوس ٹریڈرز کس کی ملکیت ہے؟"

"میں نہیں بتا سکتا، میں نہیں بتا سکتا، وہ نام بتانے سے پہلے مر جانا ضروری ہوتا ہے۔ بھلے تم مجھے قتل ہی کر ڈالو۔"

"نہیں، میں تمہیں اس طرح قتل نہیں کروں گا، تمہیں زبان کھولنا پڑے گی، کیونکہ تمہیں زبان کھولنا ہی پڑے گی۔"

"اوہ، ایک منٹ، ایک منٹ رک جاؤ، میرے اعصاب بیٹھ رہے ہیں۔" اس نے ایک بار پھر جیب میں ہاتھ ڈالا اور وہی ننھی سی سفید گولی نکال لی۔ اس نے گولی نکال کر منہ میں رکھی اور دفعتاً قہقہہ لگا کر ہنس پڑا اور بولا۔

"یہ وہ گولی نہیں تھی جو میں نے پہلے کھائی تھی، بلکہ یہ وہ گولی تھی جو مجھے خاص طور سے اس لیے دی گئی تھی کہ اگر میں کوئی خطرہ محسوس کروں تو اسے کھا کر زندگی سے نجات حاصل کر لوں۔"

میرے بدن میں ایک لمحے کے لیے آگ سی دوڑ گئی تھی، دوسرے لمحے میں اس پر جھپٹا، لیکن اس نے پھرتی سے منہ بند کر لیا تھا اور پھر وہ گولی نگل گیا۔

گولی کے اثرات انتہائی خطرناک تھے، وہ ایک لمحے تک مجھے دیکھتا رہا اور پھر میری طرف لڑھک گیا۔

ایک اور قتل، ایک اور لاش، ایک اور خودکشی، میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ بہرصورت کوئی خاص بات نہیں معلوم ہو سکی تھی، البتہ کیمبرج وِل کی اس عمارت کے بارے میں ایک انکشاف ہو گیا تھا، جہاں مارکوس ٹریڈرز نامی کسی فرم کا گودام یا اسٹور تھا۔ بہرطور کچھ تو ہوا، میری یہ محنت مکمل طور پر رائیگاں نہیں گئی تھی۔ اب بہتر یہ تھا کہ جتنی جلد ممکن ہو سکے یہاں سے نکل لوں ورنہ کسی بڑی مشکل میں بھی پھنس سکتا تھا۔ چنانچہ میں برق رفتاری سے فلیٹ کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ خدا ہی دیکھنا، دو زندگیاں موت کی آغوش میں چلی گئی تھیں اور مجھے اس کا تھوڑا بہت افسوس بھی تھا۔

بہرطور پہلے میں نے ٹیکسی کو دوبارہ استعمال کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا، باہر آ کر میں نے ٹیکسی پکڑی اور اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں اپنے ہوٹل واپس چلا جاؤں۔ حالانکہ وہ ہوٹل بھی میرے لیے خطرات کا گڑھ تھا، لیکن اس سے پہلے کہ کچھ بندوبست نہ ہو جائے، مجھے اسی ہوٹل میں قیام کرنا تھا۔ خطرات تو قدم قدم پر بکھرے ہوئے تھے، اب کون کون سے خطرے کو نگاہ میں رکھوں اور بہتر تھا اس طرح سے ان لوگوں سے شناسائی تو حاصل ہو رہی تھی، ورنہ اس تنہائی کے سہارے زندگی تو متحرک رہے گی۔

ٹیکسی میں ہوٹل جاتے ہوئے میں مختلف خیالات ذہن میں لیے سفر کرتا رہا اور پھر ہوٹل پہنچ گیا۔ جس وقت ہال میں داخل ہوا تو میں نے اسی کاؤنٹر کلرک کو کاؤنٹر کے نزدیک دیکھا جو میری نگاہوں میں مشکوک تھا۔ کاؤنٹر کلرک کی نگاہیں مجھ سے ملیں تو مجھے

ہنگاموں میں گزار دی تھی۔ زندگی کی یہ تمام لطافتیں میرے قدموں میں پڑی رہتی تھیں اور میں اس دنیا سے اپنی ذات کے لیے پورا پورا خراج وصول کر رہا تھا، لیکن اب صورت حال دوسری تھی۔

میں خاصا تبدیل ہو چکا تھا جس طرح میں نے خود کو پاکیزگی کی طرف مائل کیا تھا اس کے تحت میرا ضمیر اب کسی دوسری شخصیت کو قبول نہیں کر سکتا تھا۔ ثریلیا نے بڑے اخلاق اور انداز میں مجھ سے کہا۔

"کچھ پئیں گے مسٹر نواز۔"

"نہیں ثریلیا ایک ریسٹورنٹ سے اٹھ کر آ رہا ہوں جہاں میں نے بہت کچھ کھا پی لیا ہے۔"

"ٹھیک تو پھر میں آپ کو اپنی رپورٹ پیش کروں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"ہاں میں اسی کا منتظر ہوں۔"

"آپ نے کیفرائٹن ولی کے لیے میری ڈیوٹی لگائی تھی۔ میں نے کیفرائٹن ولی میں جا کر اس ٹریڈرز کے بارے میں کافی معلومات حاصل کر لی ہیں۔ جا کر اس ٹریڈرز مختلف اشیاء سپلائی کرنے والی ایک فرم ہے۔ یہ اشیاء وہ بیرونی ممالک سے امپورٹ کرتی ہے۔ ہالینڈ، بلجیم اور اسی طرح کے دوسرے ممالک سے ان کے پاس مال آتا ہے جسے وہ مقامی طور پر دوسری فرموں میں سپلائی کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ ڈائریکٹ امپورٹ کرتے ہیں اور اس کے بعد اپنا مال یہاں فروخت کرتے ہیں۔ اس فرم کا مالک ایک شخص مسٹر وکٹر ولی ہے۔"

میری آنکھیں چمک اٹھیں۔ گویا میرا اندازہ درست تھا۔ مسٹر وکٹر ولی کا نام اس بات کی ضمانت تھا کہ میں صحیح راستے پر ہوں۔

"اور کچھ معلوم ہو سکا اس کے بارے میں۔"

"اور کوئی خاص بات نہیں۔ فرم صبح نو بجے کھلتی ہے اور پانچ بجے بند ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد وہاں خاموشی چھا جاتی ہے اور بلڈنگ سے متصل ہی کچھ فلیٹ ہیں جو فرم ہی کے ملازموں کی ملکیت ہیں۔"

"مسٹر وکٹر ولی کے بارے میں یہ بات معلوم ہو سکی کہ ان کا قیام کہاں ہے۔"

"نہیں، یہ تو میں نے معلوم نہیں کیا۔ ویسے بہت بڑا آدمی ہے اس سلسلے میں اگر کوشش کی جائے تو کوئی دقت نہیں ہو گی۔"

"یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا مس ثریلیا کہ وہ بہت بڑا آدمی ہے۔"

"جن لوگوں کو میں نے اپنی معلومات کا ذریعہ بنایا تھا انہی سے۔" ثریلیا نے جواب دیا۔

"آپ اس عمارت کے اطراف کا جائزہ لے چکی ہیں۔"

"ہاں، زیادہ بڑی عمارت نہیں ہے۔ نچلی منزل میں ایک چھوٹا سا

عقب میں گودام ہے جس کی اندرونی کیفیت کا مجھے کوئی علم نہیں ہے۔ عقبی دروازہ بھی ہے اس گودام کا جسے میں نے بخوبی دیکھا تھا، اور اسی وقت میں نے یہ سوچا تھا کہ اگر چوری چھپے اس گودام میں گھسنے کی ضرورت پیش آئے تو یہ دروازہ اس کے لیے نہایت موزوں ہے۔ ویسے میرا خیال ہے گودام کے مالکان نے بھی اسے اسی نظریے کے تحت بنوایا ہے۔" میں ثریلیا کی باتوں پر غور کرتا رہا اور پھر میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ثریلیا، تمھارے اس خیال کو میں عملی جامہ پہنانا چاہتا ہوں۔"

"میں نہیں سمجھی مسٹر نواز۔"

"اس گودام کا جائزہ لینا ضروری ہے ممکن ہے ہم مسٹر ویلنٹیر کے کام آ سکیں۔"

"یہ مسٹر ویلنٹیر کون ہیں۔"

"یہ ایک مقامی پولیس آفیسر ہیں۔ جو ہماری ہی طرح منشیات کے گروہ کے خاتمے کے لیے مصروف کار ہے۔"

"آپ کی اس سے شناسائی ہو گئی ہے۔"

"ہاں، تمھارے ڈیڈی کے فراہم کیے ہوئے اجازت نامے کے تحت مجھے یہاں بہت سی مراعات حاصل ہوئی ہیں۔" میں نے کہا اور ثریلیا گردن ہلانے لگی پھر بولی۔

"لیکن مسٹر نواز ہم گودام میں کس طرح داخل ہوں گے۔"

"عقبی دروازے کا تالا کھول کر۔ ویسے یہ دروازہ کہاں کھلتا ہے؟"

"ایک پتلی سی گلی میں، جس کے دوسری جانب ایک رہائشی بلڈنگ ہے اور اس سمت کی پوزیشن کو مد نظر رکھتے ہوئے اس طرف صرف سیڑھیاں یا پائپ لگے ہوئے ہیں کوئی کھڑکی وغیرہ نہیں ہے، جس سے یہ خطرہ ہو کہ اوپر کی کسی منزل سے ہمیں دیکھا جا سکتا ہے۔"

"کیا گلی اتنی پتلی ہے کہ اس میں گاڑیاں وغیرہ بھی داخل نہیں ہو سکتیں۔"

"نہیں گاڑیاں اس میں بآسانی داخل ہو سکتی ہیں لیکن کوئی بڑی ٹرک وغیرہ نہیں۔ اس کی چوڑائی زیادہ سے زیادہ دس فٹ یا ممکن ہے اس سے کچھ کم ہو۔" ثریلیا نے جواب دیا۔

"کیا خیال ہے یہ وقت مناسب رہے گا۔؟"

"ابھی۔ ویسے کوئی حرج بھی نہیں ہے کیونکہ وہ جگہ تو سنسان ہی رہتی ہے۔"

"زیادہ دیر گزرنے پر ممکن ہے کچھ لوگ وہاں پہنچ جائیں۔"

"وہ کیسے۔" ثریلیا نے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ اس وقت تو کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ کوئی غیر متعلق شخصیت گودام میں گھس سکتی ہے۔"

"ہاں یہ تو آپ درست کہہ رہے ہیں۔"

"تو پھر آؤ گودام چلتے ہیں۔"

"میں ذرا لباس تبدیل کر لوں۔" ثریلیا نے کہا۔

"ہاں ضرور ضرور۔ میں نیچے تمھارا انتظار کرتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"نہیں ساتھ ہی چلتے ہیں۔ بس آپ ذرا چند لمحات کے لیے۔" ثریلیا بولی۔ لیکن میں نے وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا۔ میں اپنے ذہن میں کسی ایسے تصور کو جنم نہیں دے سکتا تھا جو راستے سے بھٹکا دے۔ حقیقت یہ ہے کہ راجہ نواز اصغر کی پچھلی زندگی آلودہ تھی۔ اب اس وقت کے ماحول سے نکل چکا تھا۔ قتل و غارت گری کا دور چھوڑ دیا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی میں نے پچھلی زندگی کے بعد ہر قسم کے گندے خیالات ذہن سے نکال دیے تھے۔ لیکن اب جب پچھلی زندگی لوٹ آئی تھی تو ممکن تھا کچھ خرابیاں بھی ذہن میں پیدا ہو جائیں اور ان سے میں مستقل بچنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں وہاں نہیں رکا اور باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے ثریلیا کا استقبال نیچے پارکنگ لاٹ میں ہی کیا تھا۔ لنگی میں کالے رنگ کی جالی جھلملاتی ہوئی باہر آ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر مسکرا دی۔ میں اس کی مسکراہٹ کی وجہ نہیں سمجھ سکا تھا۔ کار میں بیٹھنے کے بعد بھی وہ ذرا خاموش خاموش سی تھی لیکن بار بار اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ سی پھیل جاتی تھی۔ چند لمحات کے بعد اس نے کہا۔

"مسٹر نواز کچھ ذاتی گفتگو کروں تو کوئی حرج تو نہ ہو گا؟ آپ کا ذہن الجھا ہوا تو نہیں ہے۔"

"نہیں ثریلیا، کہو کیا بات ہے؟"

"آپ شکل و صورت سے کم از کم امریکی باشندے نہیں معلوم ہوتے۔ اس کے علاوہ آپ کا نام جو ہے وہ بھی ذرا مختلف ہے۔ میں سوچتی اس سلسلے میں غور کرتی رہتی ہوں۔ لیکن کیا کریں ہماری معلومات دنیا کے بارے میں بہت محدود ہیں۔ آپ امریکی نہیں ہیں۔ کیا آپ کا تعلق کہیں باہر سے ہے؟"

"ہاں۔"

"کہاں سے۔؟"

"ایشیا سے۔"

"ایشیا کے کون سے ملک سے۔"

"ثریلیا! میرے دل میں بے پناہ زخم ہیں، تمھارے یہ الفاظ ان زخموں کو تازہ کر رہے ہیں۔ لیکن تم نے یہ سوال کیا ہے تو میں اپنے پیارے وطن کا نام لیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میں پاکستانی ہوں۔"

"اوہ پاکستانی۔" ثریلیا نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں۔؟"

"نہیں، نہیں، پاکستان سے متعلق بہت سی کہانیاں میرے کانوں تک پہنچ چکی ہیں۔ خاص طور سے میں اس پاکستانی جنگ کا تذکرہ کروں گی جو شاید ۱۹۶۵ء میں لڑی گئی تھی۔ ایک خیالی جنگ۔"

"میرا وطن جیالوں کا وطن ہے ثریلیا، تم میرے وطن کے بارے میں مکمل طور پر سوچ بھی نہیں سکتیں۔ میں پاکستان کے ایک چھوٹے سے علاقے سرائے عالمگیر کا رہنے والا ہوں۔ دریائے جہلم کے کنارے آباد یہ چھوٹی سی بستی حسن و عشق کی بستی ہے۔ وہاں ایسی ایسی رنگینیاں جنم لیتی ہیں کہ میں ان کا تصور بھی کرتا ہوں تو جھوم اٹھتا ہوں۔ لیکن ثریلیا میں اپنا وطن بہت عرصہ ہوا چھوڑ چکا ہوں۔"

"تمھیں اپنے وطن کی یاد تو آتی ہوگی۔"

"ہاں کیوں نہیں۔ وطن کی یاد ہی تو میری زندگی کا سرمایہ ہے۔"

"یہاں امریکہ میں تم نے کیوں سکونت اختیار کر لی۔"

"بس حالات۔"

"یہاں شادی نہیں کی تم نے۔" ثریلیا نے پوچھا۔

"کی تھی۔"

"تھی سے کیا مراد ہے تمھاری۔"

"مطلب یہ کہ جس سے شادی کی تھی جسے زندگی کا ساتھی بنایا تھا اسے ایک سانحہ پیش آ گیا۔" ثریلیا نے اس سانحے کے بارے میں تفصیلات نہیں پوچھی تھیں۔ چند لمحات وہ خاموش رہی اور پھر بولی۔

"مجھے ایشیائی بہت پسند ہیں اور مسٹر نواز تمھاری شخصیت میں ایک ایسی انوکھی بات ہے کہ میں اکثر تمھارے بارے میں سوچتی رہتی ہوں۔"

"میرے بارے میں نہ سوچا کرو ثریلیا، میں سوچنے کی چیز نہیں ہوں۔" میں نے پہلے ہی مرحلے پر ثریلیا کو خبردار کرنا ضروری سمجھا۔

"کیا مطلب۔؟"

"مطلب یہ ثریلیا کہ تم نے زندہ مردے دیکھے ہوں گے۔"

"نہیں صرف سنا ہے ان کے بارے میں۔" ثریلیا مسکرا کر بولی۔

"کیا سنا ہے۔؟"

"بس ایک افسانوی سی بات ہے ورنہ زندہ انسان زندہ ہی ہوتے ہیں اور مردے مردے ہی ہوتے ہیں۔"

"نہیں ثریلیا، جیتی جاگتی زندگیاں مر جاتی ہیں جن کے احساسات

مرجائیں، جس کی زندگی میں کوئی خوشی ہی نہ ہو۔ اسے تم زندہ نہیں کہہ سکتیں۔ میں اتنی عیش سے ایک بحث ہی۔"

"لیکن ہوا کیا مسٹر نواز؟ کیا کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں، بس خاص ہی بات ہے۔ وہ شخصیت جس نے مجھے برائی کی عمیق گہرائیوں سے نکال کر صاف ستھرا ماحول بخشا، وہ شخصیت مجھ سے چھین لی گئی ہے ثریا، وہ شخصیت مجھ سے چھین گئی ہے۔"

"کون تھی وہ...؟"

"میری بیوی زیبی۔"

"زیبی۔ یہ بھی پاکستانی تھی۔"

"نہیں، جرمن تھی لیکن وہ بھی ایک مثالی عورت۔"

"تو کیا ہوا اسے؟ کیا وہ۔ میرا مطلب ہے۔" ثریا نے اپنے الفاظ پورے نہیں کیے۔

"شکریہ ثریا، براہ کرم اس کے بارے میں کوئی ایسی بات مت کہنا۔ وہ مری نہیں زندہ ہے لیکن کچھ لوگوں نے اسے اغوا کر لیا ہے۔"

"اوہ کون لوگ تھے وہ...؟"

"شاید وہی لوگ، جو منشیات کی تجارت کرتے ہیں۔"

ثریا غور سے میری شکل دیکھنے لگی تھی کافی دیر تک وہ کچھ سوچتی رہی، پھر گہری سانس لے کر بولی۔

"اس کا مقصد ہے کہ تمہارے دل میں ان کے لیے انتقامی جذبہ بھی موجود ہے۔"

"ہاں، اسی جذبے کے تحت میں مسٹر جیکسن کے ساتھ تعاون کرنے پر آمادہ ہوا ہوں۔"

"افسوس نوبیڈی نے مجھے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ میں آپ سے دلی ہمدردی رکھتی ہوں مسٹر نواز، اور..." اور ثریا اچانک خاموش ہو گئی۔ میں نے اس اور کے آگے کے الفاظ نہیں پوچھے تھے۔ یوں بھی مجھے اس سلسلے میں اپنے تجربات تھے۔ ثریا کی آنکھوں میں ایک خاص چمک پیدا ہوئی تھی جسے میں نے محسوس کر لیا تھا اور یہ احساس میرے لیے بڑا خوشگوار تھا۔ میں اس احساس کو ہوا دینا نہیں چاہتا تھا۔ اچھا ہی تھا کہ میں ثریا کو اپنی شخصیت سے روشناس کرانے میں کامیاب ہو گیا تھا ورنہ بے وقوف لڑکی حماقتوں کی دنیا میں بھٹکتی رہتی اور کچھ حاصل نہ کر پاتی۔

بعد کا سفر خاموشی سے ہی طے ہوا تھا۔ ہم نے کار جیٹی روڈ سے تھوڑے فاصلے پر فٹ پاتھ کے کنارے ایک ایسی جگہ کھڑی کر دی جہاں دوسری کاریں بھی کھڑی ہوئی تھیں۔ پھر ہم ٹہلتے ہوئے پیدل ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھنے لگے لیکن ہماری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں اور کسی ایسی شخصیت کا جائزہ لے رہی تھیں جو ہماری طرف متوجہ ہو۔ لیکن ایسی کوئی خاص بات نہیں تھی جس پر شک یا گمان گزرتا کہ وہ ہمارا جائزہ لے رہا ہے۔ بہرطور ہم اس گلی میں گھس گئے جس کے بارے میں ثریا نے تفصیل بتائی تھی۔

میں اپنے ساتھ ایسی چیزیں لے آیا تھا جن سے تالے آسانی سے کھولے جا سکتے تھے۔ یہ چیزیں بازار میں آسانی سے مل گئی تھیں۔ لیکن ایک مخصوص قسم کی چابی جسے آپ ماسٹر کی کہہ سکتے ہیں، ہم اور ثریا کو اس کی ذمہ داریاں سونپ کر اس عقبی دروازے کی جانب بڑھ گیا جو ماسکو کی تحویل کا تھا۔

دروازے کا قفل بہت زیادہ الجھا ہوا نہیں تھا۔ اسے کھولنے میں مجھے بہت زیادہ وقت نہیں ہوئی اور چند ہی لمحات کے بعد میں نے بے آواز دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھولنے کے بعد میں نے ثریا کو آواز دی اور وہ میرے پاس پہنچ گئی۔ پھر کسی قدر حیرت سے بولی۔

"خدا کی پناہ! آپ نے یہ دروازہ کتنی آسانی سے کھول لیا مسٹر نواز۔"

"ثریا! میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ ایک ایسی زندگی گزار چکا ہوں جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتیں۔ یہ ساری چیزیں میرے لیے معمولی نوعیت کی ہیں۔" ثریا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اندر داخل ہو کر میں نے دروازہ بند کر دیا تھا۔

ہمارے پاس ننھی منی ٹارچیں موجود تھیں۔ ان کی روشنی میں اردگرد کا جائزہ لیتے ہوئے ہم آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگے۔ ثریا نے اپنی ٹارچ سے کمرے کے دوسرے گوشے کا جائزہ لیا اور اچانک اس کی سرگوشی سنائی دی۔

"مسٹر نواز... مسٹر نواز۔" میں اس کی طرف پلٹا تو وہ احتیاط سے قدم اٹھاتی ہوئی آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہی تھی اور اس کی نگاہیں سامنے ٹارچ کی روشنی کے دائرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"کیوں، کیا بات ہے؟"

"ابھی... ابھی میں نے اس طرف کوئی تحریک محسوس کی ہے۔"

میں نے پھرتی سے اپنی ٹارچ بجھائی اور ثریا نے بھی میری تقلید کی۔ تاہم تاریکی میں مجھے کچھ نظر نہیں آیا تھا۔ میں ثریا کی بات کو اس کا وہم بھی سمجھ سکتا تھا، چونکہ دروازہ سامنے کی سمت سے بند تھا اور یہ تالا جسے کھول کر ہم اندر داخل ہوئے تھے، اس قسم کا تھا کہ باہر ہی سے کھل سکتا تھا۔ یعنی کوئی شخص اندر داخل ہو کر اسے دوبارہ بند نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ اس بات کے امکانات

ذرا کم ہی تھے کہ کوئی اندر موجود ہو۔ لیکن ثریا کی اس سرگوشی کے بارے میں بھی میں کوئی صحیح فیصلہ نہیں کر سکتا تھا۔ ہم سانس روکے اپنی جگہ کھڑے رہے۔ میں یہ اندازہ لگا رہا تھا کہ کیا واقعی وہاں کوئی موجود ہے۔ خاموشی اور سناٹے میں اگر کوئی موجود ہوتا تو اس کے سانسوں کی آواز ضرور سنائی دے جاتی۔ لیکن چند ہی لمحات کے بعد مجھے بھی یہ احساس ہوا کہ کچھ نہ کچھ ضرور ہے۔ ممکن ہے چوہے وغیرہ ہوں یہاں۔ میں نے دفعتاً اپنی جگہ چھوڑ دی۔ ایک بڑی حماقت کر ڈالی تھی، اگر ہماری ٹارچوں کی روشنیاں دیکھ لی گئی تھیں تو پھر جو کوئی بھی اندر موجود ہے وہ ہمیں پستول کا نشانہ بنانے کی کوشش کرے گا۔ یہ کیا ہمیں اسی جگہ کھڑے رہنا بڑی حماقت کی بات تھی۔ حالانکہ میں ابھی اس ہال کا پوری طرح جائزہ بھی نہیں لے پایا تھا اور یہ اندازہ بھی نہیں لگا سکا تھا کہ کون کون سی چیزیں کہاں موجود ہیں۔ ثریا کو نزدیک لا کر میں نے آہستہ سے سرگوشی کی۔

"تمہیں یقین تھا کہ وہ کوئی انسان ہی ہے؟"

"نہیں، میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ بس ایک چیز ہلتی ہوئی سی نظر آئی تھی۔"

"ہوں، ٹھیک ہے۔ لیکن میرا خیال ہے ہمیں ہمت سے کام لینا چاہیے۔ تم یہاں رکو، میں اپنی جگہ تبدیل کر کے دوبارہ ٹارچ روشن کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور ثریا نے اثبات میں گردن ہلا دی۔ میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور ہاتھوں سے مختلف چیزوں کو ٹٹولتا ہوا ایک سمت بڑھنے لگا۔ دفعتاً میرے ہاتھ کسی قسم کی مخصوص چیز سے لگے اور میں اس کی آڑ میں اپنے بدن کو چھپا کر محفوظ ہو گیا۔ پھر میں نے ٹارچ کی روشنی کی اور ادھر ادھر کا جائزہ لینے لگا، لیکن مجھے کچھ نظر نہ آیا۔ اسی وقت میری پشت پر سے دو ہاتھ میری گردن پر آ گئے لیکن ان میں زیادہ طاقت نہیں تھی۔ حرکت بھی بے ربط سی تھی۔ وہ جو کوئی بھی تھا، نیچے زمین پر آ پڑا۔ میں نے فوراً ٹارچ کی روشنی اس کے چہرے پر ڈالی اور اپنا پاؤں اس کی گردن پر رکھ دیا۔

"خبردار! اگر منہ سے کوئی آواز نکالی تو زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔" ٹارچ کی روشنی میں مجھے ایک درمیانی جسامت کا آدمی نظر آیا، جس کی آنکھیں بری طرح پھٹی ہوئی تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی اور اس کے حلق سے ایک آواز سی نکل گئی۔ ثریا پھرتی سے میرے نزدیک پہنچ گئی تھی۔

"یہی تھا، سو فیصد یہی تھا۔ مجھے اسی کا شائبہ ہوا تھا۔" ہم اس شخص کو غور سے دیکھنے لگے۔ لیکن اس کے مرنے کی وجہ کچھ سمجھ نہیں آ سکی تھی۔ دفعتاً میں نے اس شخص کے منہ سے جھاگ نکلتے دیکھے۔ یقیناً اس نے کوئی زہریلی چیز نگل لی تھی۔ کسی کے کچھ بتائے بغیر ہی مر گیا تھا۔ پھر میں نے اس کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ اس کی اوپری جیب سے ایک سنہری رنگ کا سکہ برآمد ہوا جسے سونے کا بھی کہا جا سکتا تھا اور اس کے ساتھ ہی ایک مڑا تڑا کاغذ بھی۔ میں نے اس کاغذ کو نکالا اور ٹارچ کی روشنی میں اسے دیکھنے لگا۔ کاغذ پر چند ہندسے لکھے ہوئے تھے۔ دفعتاً میرے ذہن میں ایک ہلکی سی کھٹک ہوئی۔ ایسا ہی ایک کاغذ مجھے اس ویٹر کی جیب سے بھی ملا تھا جس پر ہندسے لکھے ہوئے تھے اور یہ بات تو نہیں کہی جا سکتی تھی کہ یہ وہی ہندسے تھے جو اس کاغذ پر لکھے ہوئے تھے۔ یہ کیا چکر ہے۔ تاہم میں نے ثریا سے اس کا تذکرہ مناسب نہیں سمجھا اور کاغذ جیب میں رکھ لیا۔ اس کی جیبوں سے اور کوئی قابل ذکر چیز برآمد نہیں ہوئی تھی۔ پھر ثریا گہری سانس لے کر بولی۔

"لیکن یہ مر کیسے گیا؟ کیا تم نے اسے...؟"

"نہیں ثریا، اس نے شاید خودکشی کی ہے۔"

"مگر کیسے...؟"

"ایک خاص قسم کی گولی کے ذریعے، جو فوراً ہی انسان کو ہلاک کر دیتی ہے۔"

"لیکن یہ یہاں اس بند دروازے میں..."

"کیا کہا جا سکتا ہے؟ اس سلسلے میں کوئی انکشاف نہیں کیا جا سکتا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ ثریا چند لمحات گہری گہری سانس لیتی رہی۔ غالباً اس موت نے اسے نروس کر دیا تھا۔ پھر میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"ثریا، یہ جگہ کارآمد معلوم ہوتی ہے۔ آؤ پھرتی سے اس کی تلاشی لیں اس سے قبل کہ کوئی اور یہاں پہنچ جائے۔"

"اوہ، کیا کسی کے پہنچنے کے امکانات ہیں؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے ثریا؟ تم اس شخص کو دیکھو، دروازے بند تھے اور اسی طرح بند تھے کہ انہیں اندر سے کھولے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود یہ شخص یہاں موجود تھا اور اس نے خودکشی کرنے میں اتنی پھرتی دکھائی۔ آخر کوئی بند ہی تو کر سکتا تھا۔"

"اس کے پاس کوئی ہتھیار بھی نہیں تھا۔" ثریا نے جواب دیا۔

"ہاں، ہتھیار نام کی کوئی چیز اس کے پاس موجود نہیں تھی۔ میں اس کی تلاشی لے چکا ہوں۔" ثریا خاموش ہو گئی۔ اس کے بعد میں نے اسے سہارا دے کر آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے اس کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں تھا، اگر ہوتا تو اس کی مدد کرنے کی کوشش ضرور کرتا۔"

"اوہ کے۔ آپ ہماری طرف سے مطمئن رہیں ہم نے اپنے لیے بڑا معقول بندوبست کر رکھا ہے۔" ٹریسا نے جواب دیا۔

"بس، اب مجھے اجازت۔" میں نے پوچھا اور وہ دونوں کھڑی ہو گئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد میں ان سے رخصت ہو کر باہر نکل آیا تھا۔

میں اگر چاہتا تو اپنے ہوٹل جا کر آرام کر سکتا تھا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ میں دوبارہ مکھرا ٹی ول واپس چلا جاتا اور وہاں پیٹرک کی کارروائیاں دیکھتا لیکن ان دونوں کاموں کو میں نے اس وقت مناسب نہیں سمجھا تھا۔ اول تو وہ ہوٹل جس میں میرا قیام تھا میری نگاہوں میں بری طرح مشکوک تھا اور میں سمجھتا تھا کہ زیادہ عرصہ میں وہاں اپنا کام جاری نہیں رکھ سکوں گا کسی بھی لمحہ دن یا رات کے وقت کوئی مصیبت مجھ پر نازل ہو سکتی ہے جبکہ وہ ہوٹل پوری طرح ان لوگوں کا اکھاڑا تھا لیکن ہوٹل اس وقت یوں بھی نہیں جانا چاہتا تھا کہ آربچ کلائیو کا نام دوسری بار میرے علم میں آیا تھا اور اب میں دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ چرچ ہے کیسی اور اس کی کیا حیثیت ہے۔

چنانچہ وہاں سے چل پڑا۔ ٹیکسی یہاں قدم قدم پر با آسانی مل جاتی تھی کوئی دقت نہیں ہوتی تھی مجھے اس میں چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد مجھے ایک ٹیکسی مل گئی اور میں نے ڈرائیور سے آربچ کلائیو چلنے کے لیے کہا۔ آربچ کلائیو اتنی غیر معروف جگہ بھی نہیں تھی کہ ڈرائیور کو اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا پڑتیں البتہ جس علاقے میں مجھے چلنا پڑا تھا وہ خاصا سنسان تھا تھوڑی دیر کے بعد اس نے مجھے آربچ کلائیو کے سامنے اتار دیا۔ میں نے ڈرائیور سے آربچ کلائیو کے بارے میں جاننے کی کوشش نہیں کی تھی وہ چرچ تو مجھے دور ہی سے نظر آ گیا تھا جس کی اوپری منزل پر ایک بلب روشن تھا اور اطراف میں چھوٹے چھوٹے مکانات بکھرے ہوئے تھے۔

اس چرچ کے بارے میں میری معلومات ابھی کچھ بھی نہیں تھیں تاہم میں اس سلسلے میں کسی الجھن کا شکار بھی نہیں تھا۔ سمجھنے کے انداز میں، میں آگے بڑھتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد چرچ کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی اور گہرا سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ چرچ کا دروازہ بند ضرور تھا مگر مقفل نہیں تھا میں نے اسے آہستہ سے دھکیلا اور وہ کھل گیا۔ میں خاموشی سے اندر داخل ہو گیا۔ پھر میں نے ٹارچ روشن کی اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ کوئی شخص دکھائی نہیں دیا۔ ایک طرف کونے میں ایک دروازہ نظر آیا اسے کھولا تو تہہ خانے کی سیڑھیوں پر نظر پڑی۔

سیڑھیوں سے اتر کر نیچے پہنچا، کمرہ خاصا وسیع تھا لیکن یہاں ایک تیز بو میرے نتھنوں سے ٹکرائی اور میں نے اندازہ لگا لیا کہ یہ افیون کی بو ہے۔ بجلی کا سوئچ تلاش کیا اور روشنی کر دی۔ وہاں چند ٹوٹی پھوٹی میزوں کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ صورت حال کی تحقیق کے لیے میں دائیں طرف چل پڑا۔ بیسمنٹ میں پوری طرح تیار تھا افیون کی بو نے بہ تدریج شدت اختیار کر لی تھی مجھے یقین ہو گیا کہ میں صحیح سمت جا رہا ہوں۔ پہلے دو کمرے خالی تھے تیسرے کمرے میں پہنچ کر کسی کو بے ساختہ سانس لیتے سنا۔ میں ایک لمحے کے لیے ٹھٹک گیا پھر اندر داخل ہو گیا۔ سامنے میز پر ایک دبلا پتلا نوجوان بے سدھ پڑا ہوا تھا اس کے نزدیک کئی رکھی ہوئی ایش ٹرے اور جلے سگریٹوں کے ٹکڑوں سے بھری ہوئی تھی۔ میں اس کے قریب آ کر اسے دیکھنے لگا۔ نوجوان نشے میں بری طرح دھت تھا جو سگریٹ ایش ٹرے میں بجھے ہوئے تھے ان سے بھی چرس کی بدبو اٹھ رہی تھی۔

بہرطور اسے اس حال میں چھوڑ کر میں اس دوسرے کمرے کی جانب بڑھ گیا جو یہاں سے قریب ہی تھا۔ یہاں میں نے چھوٹے چھوٹے بہت سے پیکٹ دیکھے لیکن ابھی تک کسی ایسے شخص سے مڈبھیڑ نہیں ہوئی تھی جو میری راہ میں مزاحم ہوتا۔ البتہ میں اپنی احتیاط کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتا تھا۔

پھر مزید تھوڑی دیر چلنے کے بعد میں ایک بائیں سمت کی راہداری میں مڑ گیا۔ راہداری میں بھی چھوٹے چھوٹے کمرے بنے ہوئے تھے۔ جب میں ایک کمرے میں داخل ہوا تو وہاں افیون کشید کرنے کا سامان دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ ان کمینوں نے عبادت گاہ کو بھی نہیں چھوڑا تھا۔ میں یہ ساز و سامان دیکھ کر حیران ہو رہا تھا کہ اچانک پشت پر ہلکی سی آہٹ سنائی دی۔ میرے علاوہ کمرے میں اور کوئی شخص بھی موجود تھا اس بات کا احساس ہوتے ہی ریڑھ کی ہڈی میں ایک لہر سی دوڑ گئی۔ تاہم میں نے اپنے اعصاب پر قابو رکھا اور اپنی کسی حرکت سے دلی پریشانی اور اضطراب کا اظہار نہ ہونے دیا بلکہ اس طرح مصروف ہو گیا جیسے کسی کی موجودگی کا احساس نہ ہوا ہو۔ میں مختلف چیزیں الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔

در اصل صورت حال کچھ ایسی تھی کہ اگر میں پلٹنے کی کوشش کرتا اور میرا دشمن مسلح ہوتا تو وہ با آسانی مجھ پر قابو پا سکتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ میری تمام حرکات دیکھ رہا ہے میرے چونکتے ہی وہ فوراً ہی فائر کر دے گا چنانچہ میں آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھا اور افیون کشید کرنے والی ایک مشین کے قریب پہنچ گیا۔

لیکن یہ میری چالاکی تھی۔ مشین کو میں نے اچھی طرح تاڑ لیا تھا ایسی تھی کہ اس کی آڑ میں بیٹھ کر اپنے آپ کو محفوظ کر سکتا تھا۔

میں پھرتی سے مشین کے پیچھے پہنچ گیا اور اب جو میں نے ذرا سی گردن نکال کر جھانکا تو ایک شخص ہاتھ میں ریوالور لیے میری طرف آتا

ہوا نظر آیا۔ اس کا رخ میری ہی جانب تھا۔ اب پس و پیش کی گنجائش نہیں تھی میں بادری کی طرح اس پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا جونہی وہ میرے قریب پہنچا دفعتاً میں نے مشین کے عقب سے اس پر چھلانگ لگا دی اور اس کے پستول والے ہاتھ کو قابو کر کے اسے زمین بوس کرنا چاہا۔

میرا شکار غالباً لڑنے بھڑنے کے فن سے اچھی طرح واقف تھا کیونکہ اس نے فوراً ہی پلٹ کر میری گردن میں اپنے پیروں سے قینچی ڈالی اور ایک دوسرے سے قلابازی کھائی۔ میں اس کی مہارت اور پھرتی کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا تھا اس نے اس طرح مجھے اچھالا کہ میں فوراً ہی دور جا گرا۔ دوسرے لمحے اس نے پستول سنبھال کر مجھ پر گولی چلا دی۔ میں نے فوراً ہی اپنی جگہ خالی کر دی گولی زمین پر لگی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے ایک لمبی چھلانگ لگانی پڑی تھی۔ میں اس مشین کی آڑ میں ہو گیا اس نے لگاتار تین فائر کیے۔

اور چوتھے فائر پر میں نے اپنے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکالی اور اس طرح زمین پر گر پڑا جیسے مجھے گولی لگ گئی ہو۔

میں زمین پر ساکت ہاتھ پاؤں پھیلے پڑا رہا تھا اور میری اس حرکت سے وہ دھوکا کھا گیا کیونکہ فوراً ہی وہ میرے نزدیک پہنچ گیا۔ اس نے پستول سیدھا کر رکھا تھا لیکن جیسے ہی وہ میری دسترس میں آیا میں نے اس کی دونوں ٹانگوں میں ٹانگیں ڈال کر ایک دم سے اپنے دونوں پاؤں پھیلا دیئے وہ اپنے آپ کو سنبھال نہ پایا تھا لیکن گرتے گرتے بھی اس نے ایک اور فائر جھونک دیا تھا لیکن اب میں اس کے قابو میں نہیں آ سکتا تھا۔

چنانچہ میں نے ایک الٹی قلابازی کھائی اور اس کے ہاتھ پر پوری قوت سے ٹھوکر لگائی۔ پستول میں اس کے ہاتھ سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا تھا چنانچہ اب ہم دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔

لیکن اس سلسلے میں وہ مجھ پر قابو نہیں پا سکتا تھا یا شاید اس نے جوڈو کراٹے کے کئی داؤ مجھ پر آزمانے کی کوشش کی لیکن اب میں سنبھل چکا تھا۔ میں نے اس کا ہر وار خالی کیا اور مسلسل اس سے مقابلہ کرتا رہا پھر وہ میرے قابو میں آ گیا۔ میں نے اس کے بال پکڑے اور پوری قوت سے اس کا سر اس مشین سے ٹکرا دیا جس کے پیچھے میں چھپا ہوا تھا۔

یہ ضرب خاصی کارگر ثابت ہوئی تھی مشین کا ایک ابھرا ہوا پرزہ اس کی پیشانی توڑ کر اندر داخل ہو گیا۔ مجھے اس ابھرے ہوئے پرزے کے نوکیلے ہونے کا احساس نہیں تھا ورنہ میں اسے ہلاک کرنے کی کوشش نہ کرتا۔

لیکن یہ تو بدقسمتی کا کام تھا ہر شخص موت کا شکار ہوتا جا رہا تھا۔

پرزہ اس کے سر میں گھسا اور دماغ میں دور تک اتر گیا وہ ایک لمحے کے لیے وہیں پھنسے پھنسے ہاتھ پاؤں مارتا رہا اور پھر اس کے نکلنے کا انتظار رہ گیا۔

میں حیرت سے گنگ رہ گیا تھا میرا خیال تو یہ تھا کہ اگر میں اس شخص پر قابو پا لوں گا تو اس سے کچھ نہ کچھ معلومات مزید حاصل ہو سکیں گی لیکن بدقسمتی نے یہاں بھی میرا پیچھا نہ چھوڑا تھا مجھے یقین ہو گیا کہ مقتول تنہا ہے اور اس کا اور کوئی ساتھی یہاں نہیں ہے مجبوری تھی اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ یہ چرچ بھی انتہائی خطرناک تھا لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ گروپ یہاں کس سے ملنے آئی تھی کیا اس شخص سے، کیا یہ شخص کوئی نمایاں حیثیت رکھتا ہے اس تصور کے ساتھ میں نے اس کے لباس کی تلاشی لی لیکن اتفاق کی بات تھی کہ اس کے پورے لباس میں ایک بھی چیز نہیں تھی۔

بڑی عجیب سی بات تھی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کیا جائے ہر جگہ ایک نہ ایک آدمی قتل ہو جاتا تھا۔ قتل و غارت گری کا یہ سلسلہ نہ جانے کتنا طویل ہے اور کہاں تک جائے گا۔ میں بے گناہ انسانوں کو قتل نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن یہ لوگ بے گناہ نہیں تھے کسی نہ کسی طرح ان کا تعلق ڈاکٹر ویلی سے تھا اور ڈاکٹر ویلی وہ تھا جو ترلوکا کا ساتھی تھا اس کے تمام ساتھیوں کو اسی طرح کتے کی موت مرنا چاہیے۔ میں نے اپنے دل میں پھر وہ احساس تازہ کیا جس سے میری طبیعت کی کوفت کسی حد تک کم ہو گئی۔

چند لمحات کے بعد میں نے یہاں کی بتیاں جلا دیں اور ادھر ادھر دیکھنے لگا چرس کے پیکٹ یہاں بھی موجود تھے لیکن کچھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہاں اس شخص کے علاوہ بھی کوئی اور ہے یا نہیں۔ بہرطور چرچ کی پوری طرح تلاشی لینے کے بعد میں وہاں سے چپ چاپ نکلتا تھا جیسے اس پورے علاقے میں چرس کی تجارت ہوتی ہو۔ تاہم میں نے چھپنے سے پہلے سب کچھ دیکھا تھا لیکن لاس اینجلس کی پولیس اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتی تھی اس کے لیے صرف یہی سوچا جا سکتا تھا کہ پولیس خود بھی ان معاملات میں کسی نہ کسی حد تک دخل رکھتی ہے یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ ڈاکٹر ویلی کے احکامات کام کرتے ہوں۔

اس لاش کو ٹھکانے لگانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ میں نے اسے گھسیٹ کر ایک مشین کی آڑ میں کر دیا اور پھر وہاں سے واپسی کے راستے پر چل پڑا۔ میں اس مدہوش نوجوان کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتا تھا جسے میں عقب میں دیکھ آیا تھا لیکن ابھی میں اس کمرے میں داخل ہوا ہی تھا کہ دفعتاً میں نے روشنی میں ایک عجیب منظر دیکھا ایک شخص اس نوجوان کو بانہوں میں دبائے ایک طرف بڑھ رہا تھا لیکن اس نے بھی میری آہٹ محسوس کر لی اور دوسرے لمحے اس نے

نوجوان کو زمین پر رکھ دیا اور میری طرف گھوم گیا۔ اس شخص کو غور سے دیکھ کر میرے ذہن کو ایک عجیب سا جھٹکا لگا تھا۔ اس کے سینے پر داڑھی جھول رہی تھی لمبے لمبے بال بکھرے ہوئے تھے آنکھیں بہت بڑی اور بہت خوفناک تھیں۔ قد تقریباً چھ فٹ کے قریب ہوگا اور کافی مناسبت سے اس کا تن و توش تھا۔

لیکن اس کے بدن پر ایک سیاہ لبادہ تھا جو پادریوں کا سا تھا اور سینے پر صلیب جگمگا رہی تھی وہ خوفناک نگاہوں سے مجھے تکنے لگا اس کے چہرے پر عجیب سا تاثر پھیلا ہوا تھا پھر اس نے مدھم لہجے میں کہا۔

"کیا بات ہے بیٹے۔ کون ہو تم اور یہاں کیسے آ گئے ہو اور یہ دھماکے کیسے تھے مجھے تو یوں محسوس ہوا جیسے یہ زمین گر رہی ہو یہاں چلنے کی ہوں۔"

"اوہ فادر۔ آپ پادری ہیں آپ یہاں کیسے؟"

"ہاں بیٹے۔ یسوع کے دربار میں رہتا ہوں۔"

"مگر۔ میں نے تو آپ کو پہلے نہیں دیکھا۔"

"میں چرچ کے برابر والے مکان میں رہتا ہوں یہ دھماکے سن کر اس طرف آ نکلا تھا لیکن تم کون ہو۔" پادری نے بدستور نرم لہجے میں کہا لیکن میں اس کے لہجے میں چھپی ہوئی بھیڑیوں کی سی غراہٹ کو بخوبی محسوس کر رہا تھا۔

"نادر۔ میں اس نوجوان کی تلاش میں یہاں آیا تھا آپ اسے کہاں لیے جا رہے تھے۔"

"اوہ۔ یہ راستے سے بھٹکا ہوا ہے میں اسے صحیح راستہ دکھانا چاہتا ہوں۔"

"خوب۔ ذرا صحیح راستہ مجھے بھی دکھا دیں فادر۔ کون سا ہے؟" میں نے مسکرا کر انداز میں کہا اور پادری کی مٹھیاں بھنچ گئیں وہ چند لمحات مجھے دیکھتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔

"صحیح راستہ دیکھنا چاہتے ہو تو میرے ساتھ آؤ۔" وہ واپس مڑ گیا لیکن میں اس کی طرف سے مشکوک ہوگیا اگر یہ پادری بھی تھا تو صحیح پادری نہیں تھا یقیناً پادری کی آڑ میں وہ کوئی اور ہی چیز چلائے ہوئے تھا کیا یہ ڈرگ ڈیلر ہے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا لیکن ڈرگ ڈیلر کے بارے میں ایسے کوئی شواہد نہیں ملے تھے جن سے یہ معلوم ہوتا کہ وہ پادری کے روپ میں رہتا ہے۔

وہ مڑ گیا تھا لیکن اب اپنی جگہ کھڑا ہی رہا تھا وہ مڑ کر ایک تھوڑے فاصلے پر بنے ہوئے ریک کے پاس پہنچ گیا تھا ریک پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"آؤ بیٹے رک کیوں گئے تم صحیح راستوں کی تلاش میں ہو نا میں تمہیں یسوع تک پہنچنے کا راستہ بتاتا ہوں۔"

"بہتر ہے کہ یہ راستہ آپ مجھے یہیں سے دکھا دیں۔" میں نے جواب دیا اور پادری کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ پھیل گئی اس کے سفید سفید دانت اس طرح چمک رہے تھے جیسے کوئی بھیڑیا غرا رہا ہو اور دوسرے لمحے ایک بجلی سی چمک گئی۔ پادری نے ریک کے عقب سے ایک کلہاڑی نکال لی۔

کلہاڑی کا تیز پھل بجلی کی روشنی میں بُری طرح چمکا تھا اور ایک لمحے کے لیے میری آنکھیں خیرہ ہو کر رہ گئی تھیں لیکن یہ چمک میرے لیے زیادہ سود مند ثابت نہیں ہوا تھا اگر تقدیر یاوری نہ ہوتی تو ایک لمحے میں گردن شانوں سے اڑ کر دور جا گرتی۔ چوڑے پھل والی کلہاڑی اس تیزی سے میری طرف لپکی تھی کہ میں حیران رہ گیا تھا۔ پادری نے گویا ہوا میں اڑتے ہوئے مجھ پر چھلانگ لگائی تھی اور مجھ پر حملہ کر دیا تھا۔

لیکن قسمت ہی اچھی تھی کہ اس کا حملہ ذرا سا چوک گیا تھا۔ اور کلہاڑی میرے بالوں کو چھوتی ہوئی ایک سمت نکل گئی تھی۔ پادری کے جلال کی شدت میرے بدن کو لگی اور میں اس کی زد میں آ کر گر پڑا۔ لیکن پادری نے فوراً سنبھلتے ہوئے دوسرا وار کیا تھا اس بار کلہاڑی میری طرف لپکی اور میں تڑپ کر دوسری طرف ہوگیا اور کلہاڑی ایک زوردار آواز کے ساتھ زمین سے ٹکرائی زمین سے چنگاریاں بلند ہوئی تھیں اور یقیناً کلہاڑی کا پھل کُند ہوگیا تھا لیکن پادری نے اس پر اکتفا نہیں کیا کلہاڑی خاصی وزنی محسوس ہوتی تھی کیونکہ اس کے دستے پر جو لوہے کا پھل لگا ہوا تھا اس کا نچلا حصہ ہی تقریباً ڈیڑھ فٹ سے کم نہیں ہوگا اس کے دستے کی آواز فضا میں گونج گئی۔

پادری نے اسے دوبارہ سیدھا کر کے میرے سر کی طرف بڑھایا لیکن اب میں سنبھل گیا تھا میں نے لیٹے ہی لیٹے کروٹ بدلی اور پادری کے پیروں کو ٹھوکر مار کر اسے نیچے لٹانا چاہا لیکن کمبخت کسی ستون ہی کی مانند اپنی جگہ جما ہوا تھا۔

دوسرے لمحے ہی راجہ نواز اصغر جاگ گیا وہ راجہ نواز اصغر جس کی وجہ سے بہت سوں نے خودکشی کر لی تھی اب اتنا چوپایہ بھی نہیں تھا کہ اس کے شکنجے میں آ جاتا اس بار میں تن کر کھڑا ہوگیا۔ پادری نے بھی اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا اس نے ایک ہاتھ سے کلہاڑی سنبھالی اور چند قدم پیچھے ہٹ گیا اب وہ اپنا لبادہ اتار رہا تھا۔ لبادے کے چند جھٹکے ہی لبادہ اس کے بدن سے اتر کر پیچھے زمین پر آ پڑا۔

اس کے بدن پر ایک چست قسم کا لباس تھا کر جو جلد رنگی

ہوتی تھی یہ اس کا اصلی روپ تھا گو داڑھی اب بھی ہل رہی تھی لیکن مجھے تو یوں ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ داڑھی بھی مصنوعی ہو میں اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا اور پادری کلہاڑا ہاتھ میں پکڑے ہوئے مجھ پر جھپٹنے کے لیے تُل رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سا تاثر طاری تھا اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے سامنے کوئی غیر انسانی شخصیت کھڑی ہو۔

دفعتاً اس نے کلہاڑے کو دونوں ہاتھوں میں گھمانا شروع کر دیا کبھی وہ اس کا سرا ایک ہاتھ میں پکڑتا کبھی دوسرے میں اس طرح جیسے کوئی دکھائی دے رہا ہو اور میں نے اس کے بارے میں جو اندازہ لگایا تھا وہ بالکل صحیح تھا۔

اس بار اس نے کلہاڑا سیدھے ہاتھ میں پکڑا اور پھر سیدھے ہاتھ کو اس طرح جنبش دی جیسے وہ کلہاڑا میرے پیروں کی طرف لانا چاہتا ہو لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے پھرتی سے اسے الٹے ہاتھ میں لے لیا اور جس طرف سے میں نے بچنے کی کوشش کی تھی اس طرف سے کلہاڑا میرے پیروں پر دے مارا تقدیر ہی یاور تھی کہ اس بار بھی میں اچھل گیا تھا اور کلہاڑا میرے پیروں کے نیچے سے نکل گیا تھا۔ لیکن اس نے فوراً ہی سنبھل کر ایک پینترا بدلا اور گھوم کر ایک بار پھر کلہاڑا میری کمر پر جڑنے مارا۔

یہ کلہاڑا اس کے ہاتھ سے نکل جانا چاہیے چونکہ وہ اسے چلانے کا ماہر معلوم ہوتا تھا چنانچہ میں نے پھرتی سے اس کی طرف چھلانگ لگائی اس بار وہ کسی قدر بوکھلا گیا تھا۔

یہ اندازہ تو اسے بھی ہوگیا تھا کہ اس کا مدمقابل اتنا معمولی نہیں ہے جتنا وہ سمجھ رہا تھا ممکن ہے وہ لڑائی بھڑائی میں مہارت رکھتا ہو لیکن اس کے باوجود میں اس سے بہتر انداز میں مقابلہ کر رہا تھا۔

چنانچہ وہ اس طرح میرے قریب آنے پر بوکھلا سا گیا تھا میں نے اس کے بالکل نزدیک پہنچ کر ادھر کلہاڑے کی زد سے نجات حاصل کر لی تھی اس کے ساتھ ہی میں نے ایک گھونسا اس کی پشت پر مارا اور وہ تھوڑا سا لڑکھڑاتا ہوا میری طرف پلٹا اس نے پھر کلہاڑے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور اس کے دستے کو میری گردن میں پھنسانے کی کوشش کی لیکن میں نے کلہاڑا اپنے ہاتھوں پر روک دیا تھا۔

اس کے بعد چند لمحات اس کے درمیان قوت آزمائی ہوتی رہی لیکن تھوڑی دیر میں مجھے اندازہ ہوگیا کہ وہ کمبخت واقعی فولادی تھا بلکہ وہ پھر دباؤ ڈالتا ہی چلا جا رہا تھا اور میرا بدن پیچھے کی جانب جھک رہا تھا لیکن اس سے نجات حاصل کرنے کا ایک طریقہ میرے ذہن میں آ گیا میں نے پھرتی سے اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا اور وہ دھوکا کھا گیا۔

وہ میرے اوپر اوندھا گرنے ہی والا تھا کہ میں اس کے نیچے سے نکل گیا اس بار پادری اوندھا گر گیا تھا۔ میں اب اس کی پشت پر سوار تھا کلہاڑا اب بھی اس کے ہاتھوں میں تھا اور وہ اسے میری زد سے نکالنے کے لیے زور لگا رہا تھا۔

آہستہ آہستہ میں اس کی پیٹھ پر غلبہ پاتا چلا گیا پادری اپنی خوفناک قوت کے بل پر اٹھنا چاہ رہا تھا اور میں اس کی پیٹھ پر اس طرح بیٹھا ہوا تھا جیسے بچے کبھی کبھی گھوڑے کی پیٹھ پر سواری کرتے ہیں وہ آہستہ آہستہ اٹھتا جا رہا تھا میں نے اس کی پیٹھ چھوڑ دی اور میں اس کے کندھوں پر آ پہنچا پادری نے کھڑے ہونے میں دیر نہیں لگائی تھی وہ مجھے اپنے کندھوں پر لادے ہوئے کھڑا ہوگیا۔

لیکن اسی وقت میری نگاہ دائیں جانب لٹکے فانوس پر پڑی فانوس لوہے کی زنجیر میں لٹکا ہوا تھا اور اس میں اسی قسم کی زنجیریں موجود تھیں کہ میں اگر چاہتا تو انہیں استعمال کر سکتا تھا۔ میں نے یہی موقع غنیمت سمجھا دوسرے لمحے میں نے ہاتھ بلند کیے اور فانوس کی ایک راڈ پکڑ لی پادری کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ میں یہ حرکت کر سکتا ہوں۔ وہ مجھے غالباً گرا کر مارنا چاہتا تھا لیکن جونہی اس نے ایک زوردار جھٹکا دیا میں نے فوراً اپنا بدن اس کے کندھوں کی گرفت سے آزاد کر لیا اور پادری جو نیچے جھٹکا دے چکا تھا اس لیے اپنے ہی زور میں نیچے جا گرا۔ میں نے فوراً ہی اس پر چھلانگ لگا دی اس بار میں اس کی گردن پر گرا میرے دونوں پاؤں پوری قوت سے اس کی گردن سے ٹکرائے تھے جس کی وجہ سے اس کا منہ بھی زمین سے ٹکرا گیا کلہاڑا پادری کے ہاتھوں سے نکل گیا تھا۔

میں یہی چاہتا تھا دوسرے لمحے میں نے کلہاڑے پر قبضہ کر لیا اور اس کا دستہ پکڑ کر پوری قوت سے پادری کی کمر پر دے مارا۔ کلہاڑے کا پھل تو اس کے جسم میں لگا تھا لیکن اس کا پچھلا حصہ پوری قوت سے اس کی کمر پر پڑا۔ اور پادری کی ریڑھ کی ہڈی چٹخ گئی۔

وہ بھینسے کی طرح ڈکراتے ہوئے پلٹا اور زمین پر تڑپنے لگا۔ اس نے ہاتھ ٹکا کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن ریڑھ کی ہڈی جو ٹوٹ چکی تھی اس لیے اٹھنا اس کے لیے ممکن نہ ہو سکا تاہم اس نے اپنا آدھا بدن اٹھا لیا تھا کہ میں نے کلہاڑا پھر پوری قوت سے اس کے سر پر دے مارا اس بار کلہاڑے کا پھل اس کے سر پر پڑا تھا اور پھل اس کی پیشانی کی ہڈی توڑ کر اندر داخل ہوگیا۔

میں نے قوت لگا کر کلہاڑے کو کھینچا اور پھر پے در پے اس کے بدن پر کئی وار کیے اس کے علاوہ اور کوئی کوشش کارگر نہیں ہو سکتی

تھی اگر میں کسی اور طریقے سے اس کو زیر کرنے کی کوشش کرتا تو یقیناً وہ بلاشبہ قوت میں مجھ سے اتنا زیادہ تھا کہ وہ با آسانی مجھے مار دیتا۔

چنانچہ مجبوری تھی میں نے کئی وار کر کے اسے قتل کر دیا اور پھر گہری گہری سانس لینے لگا۔ اس شدید جدوجہد میں میرا سانس پھول رہا تھا اور مجھے احساس ہو رہا تھا اور درحقیقت اگر یہ قدم اٹھاتا تو میری زندگی محال تھی۔ اب تک جو کچھ بھی واقعات پیش آ چکے تھے یہ ان میں سب سے خطرناک واقعہ تھا اور یہ پادری بھی بلاشبہ مجھ پر حاوی ہو سکتا تھا اس کی وجہ کیا ہے میں ایک لمحے اس کے بدن سے اٹھتے ہوئے خون کو دیکھتا رہا اور اس کے بعد میں نے کلہاڑا ایک طرف پھینک دیا لیکن پھر مجھے کچھ خیال آیا چنانچہ میں نے جیب سے رومال نکالا اور کلہاڑے کے دستے سے اپنے ہاتھوں کے نشانات صاف کرنے لگا۔

کوئی ایسا نشان چھوڑنا مناسب نہیں تھا چونکہ بہر طور پولیس اس قتل و غارت گری کا حساب کسی سے بھی طلب کر سکتی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اپنے سانسوں پر قابو پا لیا۔ پادری ٹھنڈا ہو چکا تھا میں کسی اور آفت کا منتظر تھا۔

یوں لگتا تھا جیسے یہاں اتنی ہی مصیبتیں ہوں لیکن پوشیدہ ہوں اور ایک کے بعد ایک سامنے آتی ہو۔ وہ آدمی جیمی آرچ گلاٹون میرے ہاتھوں موت کا شکار ہو گئے تھے تیسرا نوجوان تھا جو ابھی زمین پر پڑا ہوا تھا لیکن یوں لگتا تھا جیسے یہ میرے لیے کسی طور خطرناک نہیں ثابت ہو گا۔ پادری اس نوجوان کو کہاں لیے جا رہا تھا میں نے ادھر ادھر دیکھا لیکن اب یہاں رکنا میرے لیے بہت زیادہ سود مند نہیں تھا۔ جیمی آرچ گلاٹون کے بارے میں حالات سے میں واقف نہیں تھا کسی اور خوفناک واقعے سے نمٹنے کی ہمت بھی اب مجھ میں نہیں رہی تھی۔

چنانچہ یہاں سے واپسی ہی بہتر تھی یہی غنیمت تھا کہ میں یہاں سے اپنے پیروں پر زندہ واپس جا رہا تھا لیکن اس نوجوان کا کیا کروں کیا اسے اسی طرح اس کے حال پر چھوڑ دوں یا اسے ساتھ لے جاؤں؟ کیا چاہتا تھا۔ میں نوجوان کے قریب پہنچ گیا تیز روشنی میں میں نے اس بار غور سے اس کا چہرہ دیکھا اس کے چہرے سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ شدید قسم کی نشہ آور ادویات کا عادی تھا جنہوں نے کسی خیال کے تحت میں نے اس کا بازو کھول کر دیکھا بازو پر انجکشن کے نشانات موجود تھے وہی بات جو پہلے بھی سامنے آ چکی تھی اور جس کے لیے میں بہت پریشان تھا۔

یہ منشیات کا عادی نوجوان گہری گہری سانسیں لے رہا تھا لیکن اس کے بدن کی حالت سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ بالکل کھوکھلا ہو چکا ہے۔

"تاہم اسے یہاں نہیں رہنے دینا چاہیے کچھ بھی ہو حالات کچھ بھی ہوں" کسی خیال کے تحت میں نے اس کی جیب میں ہاتھ ڈالا چند چیزیں اس کی جیب میں موجود تھیں۔ کچھ چھوٹی کرنسی کے نوٹ ایک انگوٹھی جس پر ایک نگینہ جڑا ہوا تھا ایک جیبی ڈائری کی ڈائری میرے لیے باعث دلچسپی ہوئی چنانچہ میں نے اسے نکال کر درمیان سے کھول لیا۔

ڈائری کے پہلے ہی صفحے پر ایک ایڈریس لکھا ہوا تھا جسے دیکھ کر میں بری طرح چونک پڑا۔ اس ڈائری میں نوجوان کا نام بھی لکھا ہوا تھا۔ مائیکل باربچ اور اس کے ساتھ ہی گرین کاٹیج کا پتہ تھا۔ میں انگشت بدنداں رہ گیا کیا اس نوجوان کا تعلق کسی طرح گرین باربچ سے ہے؟ ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں لاکھوں خیالات کی لہریں دوڑ گئیں۔ گرین باربچ، گرین باربچ یہ نام میرے ذہن میں بار بار چکرا رہا تھا۔

کیا گرین باربچ کا اس نوجوان سے کوئی تعلق ہے؟ مائیکل باربچ ممکن ہے یہ گرین باربچ کا بھائی ہو یا وہ۔ اگر ایسا ہی ہے تو۔ تو اب میرے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ میں اس نوجوان کو یہیں چھوڑ دیتا۔

لیکن جس قدر مشکلات کا سامنا مجھے کرنا پڑتا وہ بھی میرے سامنے تھیں اس بے سدھ نوجوان کو لاد کر کہاں لے جاتا ٹیکسی بھی واپس جا چکی تھی اور یہ علاقہ سنسان تھا پتا نہیں واپسی کے لیے ٹیکسی مل سکے یا نہیں۔ لیکن کچھ بھی ہو جائے خواہ کتنا ہی پیدل چلنا پڑے اس نوجوان کو یہاں سے لے جانا ضروری تھا۔

چنانچہ میں نے اسے اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور پھر احتیاط سے باہر کی طرف قدم بڑھا دیے اب صورت حال کچھ بھی ہو اسے یہاں چھوڑنا میرے لیے کسی طور بھی ممکن نہیں تھا۔ مائیکل باربچ کو کندھے پر ڈالے ہوئے میں چرچ سے باہر نکل آیا اور تاریکی کی آڑ لیتا ہوا سڑک کی جانب چلنے لگا۔

میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہاں بنے ہوئے مکانات میں کون کون لوگ رہتے ہیں جو سب کے سب ہی ٹرکر ولیمی کے آدمی ہوں اس طرح میری زندگی خطرے میں پڑ سکتی تھی چنانچہ اس کا بہتر طریقہ یہی تھا کہ خاموشی سے پہلے سڑک پر پہنچ جایا جائے پھر یہاں سے جتنی دور نکل جایا جائے بہتر ہے اور اس کے بعد صورت حال کا اندازہ لگا کر کوئی کارروائی کی جائے۔ چنانچہ میں سڑک پر پہنچ گیا لیکن سڑک پر پہنچ کر میں رکا نہیں تھا بلکہ آرچ گلاٹون سے دور نکل جانے کے لیے میں پیدل ہی راستہ طے کرنے لگا تھا سڑک روشن تھی اور اس پر سے اکا دکا گاڑیاں گزرتی ہوئی نظر آ جاتی تھیں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ

میں کیا کروں۔ ایک بے ہوش انسانی بدن کو کندھے پر لادے ہوئے اتنی رات میں سفر کرنا بھی بے حد خطرناک بات تھی۔ پولیس کم از کم مجھے اس سلسلے میں پریشان کر سکتی تھی دوسری بات یہ کہ اس مصنوعی اجازت نامے کے ذریعے میں بعد میں اپنی گلو خلاصی کرا سکتا تھا لیکن اس طرح میرے راستوں میں رکاوٹ بھی پیدا ہو سکتی تھی۔ دفعتاً تھوڑے فاصلے پر ایک خالی ٹیکسی گزرتی نظر آئی اور میں زور زور سے سیٹیاں بجانے لگا۔

ٹیکسی ڈرائیور نے میری آواز سن لی تھی اس نے ٹیکسی ریورس کی اور میری سمت آنے لگا۔ اس لمحے تک میں یہ فیصلہ نہیں کر پایا تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور میرے قریب پہنچ گیا۔ اس نے مشتبہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر میرے کندھے پر پڑے نوجوان کو۔

"تمہاری آنکھوں میں میں شبہ کی جھلک دیکھ رہا ہوں دوست لیکن مطمئن رہو یہ میرا دوست ہے۔" میں نے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے پراطمینان انداز میں گردن ہلائی اور مسکرانے لگا پھر وہ دروازہ کھول کر نیچے آ گیا۔

"میں آپ کی کچھ مدد کروں جناب؟"

"بہت بہت شکریہ۔" میں نے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور کی مدد سے نوجوان مائیکل باربچ کو ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر لٹا دیا اور اس کے فوراً ہی بعد میرے ذہن میں دفعتاً ایک خیال روشن ہو گیا۔ ایک بہت اہم بات ذہن میں آ گئی تھی اس طرح ایک بہت بڑا مسئلہ حل ہو گیا تھا۔

چنانچہ میں نے بڑے اطمینان سے ٹیکسی ڈرائیور کے برابر کی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے اسے گرین کاٹیج کا پتا بتا دیا۔ بلاشبہ یہ خطرہ مول لینے والی بات تھی لیکن خطرات مول لیے بغیر کوئی چارۂ کار بھی نہیں تھا۔

چنانچہ اس سے بہتر اور کوئی ترکیب نہیں ہو سکتی تھی کہ مائیکل باربچ کو گرین باربچ کے پاس پہنچا دیا جائے اور اس کے بعد اس کے تاثرات کا جائزہ لیا جائے اپنے اس فوری فیصلے پر میں بڑا مطمئن تھا۔ ٹیکسی سڑکوں پر رینگتی رہی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ گرین کاٹیج کے پاس پہنچ گئی۔ گرین کاٹیج کا بیرونی حصہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا لیکن اندر سے روشنی جھلک رہی تھی گرین باربچ یقیناً اس وقت اپنے گھر پر موجود تھی بہر طور میں نے نیچے اتر کر کال بیل پر انگلی رکھ دی۔ اس کے ساتھ ہی ٹیکسی ڈرائیور بھی دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا تھا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ برآمدے کا بلب روشن ہو گیا اور میں نے روشنی کے سامنے ہی گیٹ سے اور بنگلے میں دروازہ کھلا گرین باربچ کو دیکھا جو شب خوابی کے لباس میں ملبوس تھی وہ چند لمحات برآمدے میں کھڑی گیٹ کی طرف دیکھتی رہی اور پھر اس کی آواز ابھری۔

"کون ہے؟"

"براہ کرم دروازہ کھولو۔" میں نے زور سے کہا اور گرین باربچ آہستہ آہستہ آگے بڑھ آئی پھر اس نے ذیلی کھڑکی کھول کر باہر جھانکا مجھے وہ ایک لمحے تک پہچان نہیں سکی تھی لیکن اس کی نگاہیں کسی قدر حیرت زدہ انداز میں ٹیکسی کو ٹیکسی ڈرائیور کو اور مجھے دیکھ رہی تھیں۔

"میڈم باربچ۔ مائیکل باربچ ٹیکسی میں موجود ہے براہ کرم اسے اندر لے چلنے میں میری مدد کیجیے۔" میں نے کہا۔

اور گرین باربچ بری طرح اچھل پڑی۔ اس نے مجھے دیکھا اور پھر شاید مجھے پہچان لیا۔ ایک لمحے کے لیے ٹھٹکی لیکن دوسرے لمحے گردن جھٹک کر وہ تیزی سے ٹیکسی کے قریب پہنچ گئی۔

ٹیکسی کی کھڑکی میں سے گردن ڈال کر اندر جھانکا۔ میں نے اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کو صاف دیکھ لیا تھا جسے وہ اضطراب کے عالم میں چھپانا بھی بھول گئی تھی حالانکہ وہ خطرے سے نمٹنے کے لیے تیار ہو کر آئی تھی اور یقیناً اس کے پستول میں اس وقت تمام چیمبر بھرے ہوئے ہوں گے لیکن مائیکل باربچ کا نام شاید اس کے لیے تعجب خیز تھا چنانچہ وہ اس کی تصدیق کر لینا چاہتی تھی۔ اور پھر جب اس نے تصدیق کر لی تو مستوحش نگاہوں سے مجھے دیکھا میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر میں نے دروازہ کھول کر ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔

"میرے دوست بلاشبہ یہ تمہارے فرائض میں سے نہیں ہے لیکن کسی نشے میں ڈوبے ہوئے انسان کی مدد کرنا انسانی فرض بھی ہے براہ کرم اسے اندر پہنچانے میں میری مدد کرو۔" ٹیکسی ڈرائیور نے اس وقت بھی خلوص دل کے ساتھ مائیکل باربچ کو اندر لے جانے میں میری مدد کی تھی۔

گرین باربچ پاگلوں کی طرح میرے پیچھے پیچھے چل رہی تھی برآمدے میں پہنچ کر میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو کچھ نوٹ دیے جو اس کے بل کی رقم سے کافی زیادہ تھے۔

"ارے نہیں نہیں جناب۔ اتنا نہیں۔"

"رکھ لو۔۔۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔" میں نے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے سلام کر کے نوٹ رکھ لیے۔ اور واپس مڑ گیا۔ گرین باربچ ہم دونوں سے لاپروا فرش پر گھٹنے ٹکائے بیٹھی ہوئی مائیکل باربچ کو دیکھ رہی تھی اس کے بدن پر رعشہ طاری تھا۔

میں نے ٹیکسی ڈرائیور کے فارغ ہونے کے بعد اس کی اس اضطراری کیفیت کو دیکھا اور پھر ٹیکسی ڈرائیور کے پیچھے گیٹ کی طرف

چلا گیا تھا۔

میں نے گفتگو بند کیا اور واپس گرینی باؤچ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اب مائیکل باؤچ کے سینے سے لپٹی ہوئی سسکیاں لے رہی تھی۔ اس کے منہ سے عجیب عجیب سی آوازیں نکل رہی تھیں وہ بڑبڑا رہی تھی۔

"میرا بھائی، میرا بھیا۔ میرا بھیا۔" میں چند لمحات کھڑا اس کی طرف دیکھتا رہا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"مس گرینی۔ اسے اندر لے چلیے۔" وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگی اور پھر اس کی آنکھوں میں عجیب سی کیفیت نظر آئی وہ اپنے بھائی کو اٹھانے کی کوشش کرنے لگی تھی میں نے آگے بڑھ کر مائیکل باؤچ کی بغلوں میں ہاتھ دیا اور اس سے کہا۔

"تم اس کے پاؤں پکڑ لو۔" گرینی باؤچ نے میری ہدایت پر عمل کیا تھا۔ ہم دونوں مائیکل باؤچ کو لے کر اندر کی طرف چل پڑے۔ گرینی باؤچ اب کسی قدر بہتر نظر آ رہی تھی۔ وہ مجھے راستہ بتاتی رہی اور چند لمحات کے بعد مجھے ایک خواب گاہ میں لے جا کر اسے بستر پر لٹا دیا۔ بستر پر لٹانے کے بعد گرینی باؤچ نے اچھی طرح اس کا جائزہ لیا اور پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی بولی۔

"میں۔ میں۔"

"ذرا بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں گرینی باؤچ۔ تم اپنی جگہ لیکن انسانی ہمدردی کے بھی کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔ تم اگر چاہو تو میں خاموشی سے واپس چلا جاؤں میں اس وقت تم سے اس بارے میں ایک بھی سوال نہیں کروں گا۔" میں نے کہا۔

"نہیں پلیز بیٹھئے۔ یہ۔ یہ میرا بھائی ہے مائیکل باؤچ میرا بھائی۔ چار سال کے بعد میں اس کی شکل دیکھ رہی ہوں پچھلے چار سال کے بعد۔" اس نے کہا اور اس کی آواز ایک بار پھر سسکیوں میں ڈوب گئی۔ میں اب بے کو گرم محسوس کر رہا تھا میں نے آگے بڑھ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"خود کو سنبھالو گرینی۔ میرا خیال ہے اسے طبی امداد کی فوری ضرورت ہے۔" وہ کچھ اس طرح بے اختیار ہو گئی کہ اس نے اپنا سر میرے سینے سے لگا دیا۔ روتی ہوئی لڑکی کو سہارا دے کر میں نے ایک صوفے پر بٹھا دیا۔ وہ بولی۔

"اس کی حالت خطرے میں ہے۔ یہ۔ یہ کس قدر لاغر نظر آ رہا ہے کیا آپ یقین کریں گے کیا آپ یقین کریں گے یہ اپنے وقت کا تنومند ترین نوجوان تھا کیا آپ یقین کریں گے کہ یہ رگبی فٹبال کا مشہور کھلاڑی تھا اور ایک زمانہ تھا اس کا نام فٹ بال کی حیثیت سے امریکی نوجوانوں میں بہت مقبول تھا۔"

"ہاں گرینی ہو سکتا ہے۔ لیکن میں اس بارے میں کچھ نہیں کہوں گا جو کچھ بھی کہوں گا تم اسے غلط معنی پہنا سکتی ہو۔" اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا پھر آہستہ سے بولی۔

"نہیں کہیے۔ کچھ کہیے۔"

"اسے اس حالت میں پہنچانے والے وہ لوگ ہیں گرینی جن کی زد کا شکار تم ہو۔ تم صرف ایک مائیکل باؤچ کی بات کر رہی ہو امریکی نوجوانوں میں یہ وبا جس تیزی سے عام ہو رہی ہے اور جس طرح کے ایسے یہاں رونما ہو چکے ہیں شاید تم نے ان کی طرف سے اپنی آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ دیکھو گرینی اس نوجوان کی تصویر دیکھو جس کے گال دھنسے ہوئے ہیں رخساروں کی ہڈیاں ابھری ہوئی ہیں آنکھوں میں حلقے پڑے ہوئے ہیں تم اسے کس عمر کا نوجوان کہہ سکتی ہو گرینی باؤچ لاکھوں نوجوان یہی شکل اختیار کر چکے ہیں اور معاشرہ کا بوجھ محسوس ہو رہے ہیں اب موت کے انتظار میں صرف موت کے انتظار میں۔" گرینی باؤچ نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا کافی دیر اسی طرح بیٹھی رہی پھر بے اختیار اٹھی اور مائیکل باؤچ کے قریب پہنچ گئی۔

"یہ ہوش میں نہیں آئے گا۔ کیا یہ ہوش میں نہیں آئے گا۔" اس نے میری طرف دیکھ کر کہا آنکھوں سے پھر آنسو رواں ہو گئے تھے۔

"نہیں میرا خیال ہے ابھی یہ اتنی بری حالت میں نہیں ہے یہ ہوش میں آ سکتا ہے بشرطیکہ اسے جلد ہی طبی امداد مل جائے۔" میں نے کہا۔

"گرینی میں تمہاری ہر طرح کی مدد کرنے کو تیار ہوں اگر میں تمہاری مدد نہ کرنا چاہتا تو ذہنی مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے یہاں تک کیسے آتا۔"

"مگر۔ مگر میں خطرات میں گھری ہوئی ہوں موجودہ حالات میں تو میں بے پناہ خطرات کا شکار ہو گئی ہوں۔ آہ یہ جگہ محفوظ نہیں ہے۔ میں کیا کروں۔ میں کیا کروں۔" وہ کھڑی ہو کر بھیلی پر گھونسے مارنے لگی۔

"میں نے تم سے کہا نا بالکل بے فکر رہو اگر تم پولیس کی مدد کرنا چاہتی ہو تو میں حاضر ہوں اگر پرائیویٹ کچھ کرنے کی خواہش مند ہو تو بھی میں تم سے ہر طرح تعاون کروں گا۔" میں نے کہا۔

"پلیز میری مدد کرو۔ میں ٹوٹ چکی ہوں بکھرتے بکھرتے بچ جاتی ہوں اب میرے وجود میں کوئی ایسی چیز باقی نہیں رہ گئی جس کے ذریعے میں اپنی مدافعت کر سکوں مجھے تمہاری مدد چاہیے۔ مجھے تمہاری مدد چاہیے۔"

"ٹھیک ہے تو کیا چاہتی ہو ہم اسے اسپتال لے چلیں۔"

"نہیں اسپتال غیر محفوظ ہیں جانتی ہوں اگر ایسے لوگ وہاں پہنچ جائے ہیں تو ان کا کیا حشر ہوتا ہے ان کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے تاکہ وہ کچھ کہہ نہ سکیں۔"

"پھر بتاؤ۔"

"ہاں میں کیا۔ تم بھی میرے ساتھ ایک جگہ چلنے میں میری مدد کر سکتے ہو۔"

"مجھ سے کوئی سوال نہ کرو گرینی۔ میں اس وقت مکمل طور پر تمہارے ساتھ ہوں میرے تمہارے درمیان جو اختلافات رہ چکے ہیں یا ہم جس طرح ایک دوسرے کی مخالف شخصیتوں کی حیثیت سے کام کر چکے ہیں میں نے اس وقت ان سب باتوں کو نظر انداز کر دیا ہے۔ میں اس وقت ہر طرح تمہارے ساتھ ہوں۔"

"پہلے ہم اس کا لباس تبدیل کرا لیں۔"

"کیا اس کا لباس یہاں موجود ہے؟"

"اس کے سارے کپڑے یہاں موجود ہیں میں لاتی ہوں۔" اس نے کہا اور کمرے سے نکل گئی۔ میں نے خیال انداز میں گردن ہلا رہا تھا گرینی باؤچ کی پوزیشن کسی حد تک سمجھ میں آ رہی تھی لیکن لڑکی اب موجودہ مشکل میں میرے لیے کافی مددگار ہو سکتی تھی لیکن اس کے لیے مجھے نہایت ہوشیاری سے کام لینا تھا اور جلد بازی نقصان دہ ہو سکتی تھی مائیکل باؤچ کے اس طرح مل جانے سے خود اس کی اپنی پوزیشن بھی خطرے میں پڑ گئی تھی صورت حال کافی حد تک سمجھ چکا تھا میں۔ بہر طور میں نے خاموشی ہی اختیار کرنا مناسب سمجھا وہ لباس لے کر آ پہنچ گئی اور مدد طلب نگاہوں سے مجھے دیکھا میں نے مائیکل باؤچ کا لباس تبدیل کرنے میں اس کی مدد کی میں نے اپنا لباس وغیرہ تبدیل کرنے کے بعد اس نے کہا۔

"میں اسے اپنے ایک فلیٹ میں لے جانا چاہتی ہوں فلیٹ میں نے خود خریدا تھا ابھی تک اسے استعمال نہیں کیا وہاں ضرورت کی تمام چیزیں موجود نہیں ہیں لیکن ہم اسے وہاں با آسانی رکھ سکتے ہیں۔"

"کوئی حرج نہیں ہے گرینی باؤچ۔ میں آپ کی ہر طرح سے مدد کرنے کو تیار ہوں لیکن جو کچھ صورت حال ہے مجھے طور پر میرے علم میں بھی نہیں ہے اس لیے میں اپنے طور پر کچھ نہیں کر سکتا۔ ایک بار پھر ہم مائیکل باؤچ کو وہاں سے نکال کر باہر لائے اس بار گرینی باؤچ نے اپنی کار استعمال کی تھی اس کو کار میں ڈالنے کے بعد میں مائیکل باؤچ کے نزدیک ہی بیٹھ گیا۔ گرینی نے اسٹیرنگ سنبھال لیا تھا اور اس کے بعد وہ باہر نکل آئی۔ پھر دفعتاً چونک کر بولی۔

"پستول ہے تمہارے پاس۔"

"ہاں کیوں۔؟"

"نہیں ممکن ہے اس کے استعمال کی ضرورت پیش آ جائے براہ کرم چاروں طرف سے محتاط رہنا۔"

"تم فکر مت کرو ڈیئر گرینی میں محتاط ہوں۔" میں نے کہا۔ دل ہی دل میں، میں مسکرا رہا تھا اب سے کچھ دیر قبل میں اس کی طرف سے محتاط تھا لیکن اب اسے احتیاط کی ضرورت پیش آ رہی تھی بہر طور وہ کار ڈرائیو کرتی رہی کافی فاصلہ طے کرنا پڑا تھا بہت سی سڑکیں طے کر کے پہنچی تھیں اور اس کے بعد وہ ایک ایسی عمارت کے قریب پہنچ گئی جو صرف چار منزلہ تھی نہ ہی کشادہ اور وسیع عمارت تھی غالباً شاید پوری طرح آباد بھی نہیں تھی مجھے شکر تھا کہ پہلی منزل پر اس کا فلیٹ تھا سیڑھیوں ہی کے ذریعے اوپر پہنچنا پڑا تھا یہاں لفٹ موجود نہیں تھی اس نے فلیٹ کا دروازہ کھولا اور ہم اندر داخل ہو گئے۔ فلیٹ کافی کشادہ روشن اور ہوادار تھا لیکن رات کا وقت ہونے کی وجہ سے میں صحیح طور پر اسے دیکھ نہیں پایا تھا گرینی باؤچ مائیکل باؤچ کو لیے ہوئے ایک کمرے میں آ گئی یہاں ایک بستر لگا ہوا تھا ایک طرف ڈائننگ ٹیبل رکھی ہوئی تھی جو کچھ سامان بھی موجود تھا ہم نے مائیکل باؤچ کو بستر پر لٹا دیا اور کرسی گھسیٹ کر مائیکل باؤچ کے بالکل نزدیک بیٹھ گئی۔ پھر اس نے کہا۔

"میں کیا کروں۔ میں کیا کروں۔؟"

"حوصلہ کرو گرینی۔"

"مجھے تو اب۔ مجھے تو اب کچھ بھی نہیں سوجھ رہا مجھے بتاؤ میں کیا کروں۔؟" وہ روتے ہوئے بولی اس کی آنکھوں میں آنسو بہہ رہے تھے۔

"میرا خیال ہے گرینی باؤچ۔ یہ صرف تھکے ہوئے ہیں۔"

گرینی باؤچ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اس کی نگاہیں بار بار مائیکل باؤچ کی طرف اٹھ جاتی تھیں پھر میں نے کہا۔ "مجھے اجازت دو گرینی۔ میرا خیال ہے میں اپنا فرض پورا کر چکا ہوں اس کے باوجود تمہیں میری کسی مدد کی ضرورت ہو تو بتا دو۔"

"کچھ دیر اور یہاں ٹھہرو گے کوئی بہت ضروری کام ہے تمہیں۔" اس نے کہا۔

"میں یہاں ساری رات رک سکتا ہوں لیکن گرینی ہماری تمہاری شناسائی جس انداز میں ہوئی ہے اس کے تحت میں خود کو تم پر بوجھ محسوس کر رہا ہوں اور یہ احساس میرے لیے بہت تکلیف دہ ہے۔ میں دشمن کو دشمن کی طرح مارنے کا عادی ہوں اور اس وقت تمہاری کیفیت دشمنوں کی نہیں ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں انسانی جذبوں کے تحت یہ میرا فرض تھا کہ میں مائیکل باؤچ کو تم تک پہنچاؤں میں نے صرف اپنا فرض پورا کیا ہے۔ اور میں نہیں چاہتا کہ اس فرض کے

"یہ مسئلہ شیزر بھی گھمبیر بن گیا۔"

"امریکی پولیس بھی ابھی حالات کا شکار ہے، یہ کیفیت تو پسماندہ ممالک کی ہوتی ہے۔"

"اس معاملے میں امریکہ سب سے زیادہ پسماندہ ہے۔ تم نے یہاں موجود یہودی بزنس مینوں کے بارے میں سنا ہوگا۔ امریکہ کی معیشت کے بہت بڑے حصے پر قابض ہیں۔ یہ شخص بھی یقیناً یہودی ہے۔"

"خوب۔ وہ آئش ہے۔ بہرحال آپ نے اس سلسلے میں کیا کیا؟" میں نے پوچھا۔

"مارکوس ٹریڈرز سے یہ سب کچھ برآمد کرنے کے بعد میں نے اس کی پوزیشن معلوم کی اور اس کے بعد وکٹر ولی کا نام سن کر مجھے اعلیٰ حکام سے رجوع کرنا پڑا۔"

"پھر کیا ہوا؟"

"ناکامی مسٹر نواز۔" شیزر نے مایوسی سے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"بات کو چھوڑیے مجھے اطلاع ملی کہ مسٹر ولی نے ان تمام واقعات سے کوئی تعلق ظاہر نہیں کیا۔"

"وضاحت۔۔۔؟" میں نے کہا۔

"ان کا کہنا ہے کہ یہ سب کسی دوسرے کا کام ہے۔ وہ اس طرح کے کاروبار نہیں کرتے۔"

"کیا صرف یہ کہہ دینے سے بات ختم ہو جاتی ہے؟"

"نام مسٹر ولی کا ہو تو ختم ہو جاتی ہے۔"

"پھر تم نے کیا کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مارکوس ٹریڈرز کے منیجر اور دوسرے چند لوگوں کو پکڑ کر پولیس کی کارروائی بھی نہیں روکی جا سکتی۔" شیزر نے کہا اور کافی کے ابلنے کی وجہ سے خاموش ہو گیا۔ پھر میں نے کافی کے سپ لیتے ہوئے کہا۔

"اور اب آپ جانتے ہیں کیا ہوگا؟"

"نہیں۔ یہ آپ کی باتیں ہیں مسٹر شیزر۔ میں کیا جانوں؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مارکوس ٹریڈرز کا منیجر اقرار جرم کرے گا اور کہے گا کہ اس نے ذاتی طور پر یہ کاروبار کر رکھا تھا۔"

"آپ کو یقین ہے؟"

"سو فیصدی۔"

"منیجر کو کہاں تک سزا مل سکتی ہے؟"

"کہیں تک نہیں۔ اسے آسانی سے آزاد کرا لیا جائے گا۔" شیزر نے غم آلود لہجے میں کہا۔

"اور اس کے باوجود آپ منشیات کی تجارت کی لعنت ختم کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں؟" میں نے طنزیہ انداز میں کہا اور شیزر افسردگی سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر وہ پرجوش لہجے میں بولا۔

"یہ میرا فرض ہے مسٹر نواز۔"

"کس طرح پورا کریں گے آپ اپنا فرض؟"

"کسی بھی طرح۔ ویسے تمہارا کیا خیال ہے، وکٹر ولی اس میں ملوث ہو سکتا ہے؟"

"میں لاس اینجلس میں اجنبی ہوں۔ آپ اس بارے میں بہتر طور پر جانتے ہوں گے۔"

"ہاں میں جانتا ہوں۔ اچھی طرح جانتا ہوں۔" شیزر نے میز پر گھونسہ مارتے ہوئے کہا۔ "کسی کی مجال ہے کہ وکٹر ولی کی مرضی سے اس کی اجازت کے بغیر ایسا کوئی کام کر سکے۔ لیکن میں ایک کام کر سکتا ہوں۔ اور وہ میں نے کر لیا ہے۔"

"وہ کیا۔۔۔؟"

"میں کچھ ایسے اخبارات کے بارے میں جانتا ہوں جو کسی کے تسلط میں نہیں ہیں اور خاص طور سے کچھ ایسے اخبارات جن سے مسٹر ولی کی نہیں بنتی۔"

"اوہ۔۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"وہ اخبارات ضرور میرا ساتھ دیں گے۔"

"کس طرح۔۔۔؟"

"چونکہ میں براہ راست مسٹر ولی کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتا لیکن جو واقعہ پیش آیا وہ تو اخبارات کو بتا سکتا ہوں۔ چنانچہ میں نے خاص طور سے ان اخبارات کو یہ خبر دی ہے جو مسٹر ولی کے خلاف لکھتے رہتے ہیں۔"

"گڈ۔ کیا خبر ہے۔۔۔؟"

"مارکوس ٹریڈرز کا نام میں نے انہیں پوری تفصیل کے ساتھ دے دیا ہے اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ مسٹر ولی نے خود کو اس کاروبار سے بری الذمہ قرار دے دیا ہے۔ اس طرح کم از کم لوگوں کے علم میں تو یہ آ جائے گا کہ ایک بڑا نام اس میں ملوث ہے۔ وہ لوگ جو اس بارے میں اپنے عزیزوں کی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ منشیات کی اسمگلنگ اور فراہمی سے سخت نالاں ہیں۔ وہ تو ولی کا نام جان جائیں گے اور یہ بات حکومت کے تمام حکام کے کانوں تک پہنچے گی۔ تمہیں معلوم ہے مسٹر نواز کہ حکومت امریکہ منشیات کے استعمال، اس کی آمد و رفت اور اس کی سپلائی کے خلاف مہم میں اربوں روپیہ خرچ کر رہی ہے۔ لوگوں کو اس کا اندازہ تو ہو جائے گا کہ اس کی ناکامی کی وجہ کیا ہے؟"

شیزر کا لہجہ پرجوش ہو گیا تھا۔

"وہ سب اخبارات اس کے قبضے میں ہیں؟"

"ہاں زیادہ تر۔"

"تمہاری پوزیشن خطرے میں پڑ جائے گی مسٹر شیزر۔"

"میں جانتا ہوں۔ اور اس سلسلے میں اخبارات کو خبر دے کر میں اپنی پوزیشن خطرے میں ڈال چکا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود مسٹر نواز میں یہ سب کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ میں ان لاشوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔"

میں ان واقعات سے اجنبی نہیں تھا۔ جانتا تھا کہ یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ اور اس خطرناک ماحول میں یہ سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ ایسے میں شیزر کی مجبوریاں میرے علم میں تھیں۔

"ٹھیک ہے مسٹر شیزر۔ گویا آپ کی اجازت ہے کہ اگر میں اس بارے میں اور کچھ معلوم کر سکوں تو آپ کو اس کی اطلاع دوں۔"

"میں آپ کا شکر گزار رہوں گا مسٹر نواز۔"

"لیکن مسٹر شیزر مجھے آپ کی امداد کی ضرورت ہے۔"

"میں آپ کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں مسٹر نواز۔"

"مجھے کوئی مناسب رہائش درکار ہے۔ اور ایک کار بھی تاکہ میں اپنا کام۔"

"میں سمجھ گیا۔ ہوٹل چھوڑ دیں گے آپ؟"

"نہیں۔ اسے بھی برقرار رکھوں گا۔"

"میں آپ کو ایک شاندار فلیٹ دے سکتا ہوں۔ ایک کار بھی۔ اس طرف سے بے فکر ہو جائیں۔"

"بہت بہت شکریہ۔ اب آپ یہ دونوں کاغذ دیکھیے کیا آپ اس سلسلے میں میری کوئی مدد کر سکتے ہیں؟" میں نے کاغذ کے وہ پرزے نکال کر شیزر کے حوالے کر دیے جو مجھے دو مختلف لوگوں سے ملے تھے۔ شیزر اس پر مصروف ہو گیا۔ اس نے کافی اور منگوائی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

"اوہ۔ مائی گاڈ۔۔۔ یہ صرف اتفاق ہے۔ یہ بندے مجھے یہ ایک شپ کے نمبر ہیں۔ اور یہ شپ ہے اوری کونا۔ میں نے یہ جہاز بندرگاہ سے کچھ فاصلے پر لنگر دیکھا ہے۔"

"اوری کونا۔۔۔؟"

"ہاں۔ سو فیصدی وہی۔"

"کون سی کمپنی اور کون سے ملک کا جہاز ہے یہ؟" میں نے پوچھا تھا۔

"غالباً بلجیم کا۔ لیکن میں تصدیق کروں گا۔ کیوں، اس میں کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں بہت خاص بات۔"

"کیا۔۔۔؟" شیزر نے پوچھا۔

"یہ میں ابھی خود بھی نہیں جانتا۔"

"اوہ۔ بے فکر رہو۔ میں اس کے بارے میں تفصیل معلوم کر کے تمہیں آگاہ کر دوں گا۔ اور اب آؤ میں تمہیں تمہارا فلیٹ دکھا دوں۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

"ارے اتنی جلدی۔۔۔؟"

"میں تمہارے کام کی اہمیت کو سمجھتا ہوں مسٹر نواز۔ کوئی حرج نہیں۔" ایک خوبصورت اور فیشن ایبل علاقے کی عمارت کا ایک آراستہ فلیٹ مجھے مل گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک لمبی سی کار بھی۔ میں نے خلوص دل سے شیزر کا شکریہ ادا کیا تھا۔

"میں جہاز کے بارے میں معلومات کر کے تمہیں اطلاع دوں گا۔ اب مجھے اجازت دو۔" شیزر مجھ سے رخصت ہو گیا۔ بڑی مشکل حل ہو گئی تھی۔ اب میں نسبتاً زیادہ دلچسپی سے کام کر سکتا تھا۔ میں نے فلیٹ کا ایک ایک گوشہ دیکھا۔ یہاں دو ٹیلی فون تھے جن میں سے ایک کے بارے میں شیزر نے بتایا کہ یہ خفیہ ہے اور صرف پولیس کے استعمال میں رہتا ہے۔ اس لیے اس کے نمبر کسی سے حاصل نہیں کیے جا سکتے۔

کافی دیر میں نے فلیٹ میں گزاری۔ شام کو پانچ بجے میں ہوٹل پہنچ گیا تھا تاکہ وہاں سے چند ضروری چیزیں لے آؤں۔ ساڑھے سات بجے میرے فلیٹ کے دروازے پر گھنٹی بجی اور میں نے دستک دینے والے سے اندر آ جانے کے لیے کہا۔

آنے والا پولیس آفیسر شیزر تھا۔ لیکن اس کے پیچھے ہی ایک اور شخصیت داخل ہوئی جسے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے میرا پورا وجود جھک سے اڑ گیا۔ مجھے اپنی بصارت پر شبہ ہونے لگا۔ یہ بہت خطرناک لمحات تھے میرے لیے۔ میری نئی زندگی کے یہ سب سے خطرناک لمحات۔ ایک ایسی مشکل میرے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی جو میرے اس سارے پروگرام کو تباہ کر سکتی تھی۔ ہاں ایک ایسی ہی شخصیت تھی وہ۔ مجھے محسوس ہوا جیسے میں کسی اندھے کنوئیں میں گر رہا ہوں۔ نیچے اور نیچے اور نیچے۔

بمشکل تمام میں نے خود پر قابو پایا۔ اور میرے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ میرے سامنے آنے والی شخصیت انسپکٹر پاؤل کی تھی۔ اب اس بات کی گنجائش نہیں تھی کہ میں پاؤل کو پہچاننے سے انکار کر دوں یا اس سے اجنبیت کا اظہار کروں یہ ساری باتیں احمقانہ تھیں۔

انسپکٹر پاؤل میرے سامنے پہنچ چکا تھا اور اب بظاہر فرار کی کوئی راہ نہیں تھی۔ میں اپنے فوری بچاؤ کے لیے کوئی چالاک قدم بھی اٹھا سکتا تھا۔ لیکن میرے سامنے انسپکٹر پینٹر بھی تھا۔ جس کے فلیٹ میں، میں اس وقت موجود تھا اور ہم دونوں بہت اچھا وقت ساتھ گزار چکے تھے گو ہمارا تعارف زیادہ پرانا نہیں تھا۔ لیکن اس کے باوجود انسپکٹر پینٹر نے جس طرح میرے ساتھ تعاون کیا تھا، میں ایک لمحے کو بھی اسے فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ جلد بازی میں کیا ہوا کوئی بھی اقدام میرے سامنے مشن کو ناکام بنا سکتا ہے بات اگر صرف میری ذات کی ہوتی تو میں شاید کچھ بھی کر ڈالتا لیکن زینی کا معاملہ بھی بڑا اہم تھا۔ کم از کم انسپکٹر پاؤل کو ٹٹولنے کی کوشش تو کر دوں۔ دیکھوں تو سہی انسپکٹر پاؤل کیا چاہتا ہے۔

انسپکٹر پاؤل نے آگے بڑھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"راجہ نواز اصغر"

"انسپکٹر پاؤل" میں نے بھی اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا اور انسپکٹر پاؤل نے مصافحے کے لیے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ میں نے کسی قدر متحیرانہ انداز میں اس کی شکل دیکھی اور پھر آہستہ سے بولا۔

"کیا ہمارے درمیان مصافحہ کرنے کی گنجائش ہے انسپکٹر پاؤل" میرے اس سوال پر انسپکٹر پاؤل کے چہرے پر پھیلی ہوئی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی۔ اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں کیوں نہیں راجہ نواز اصغر، اتفاق ہے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اس ملاقات میں مصافحہ کرنے کی گنجائش ہے۔"

"لیکن انسپکٹر پاؤل بدقسمتی سے میرا تعلق ایک ایسے ملک سے ہے، جہاں مصافحہ بہت بڑی حیثیت رکھتا ہے۔ ہم صرف دوستوں سے ہاتھ ملاتے ہیں اور جب ہاتھ ملا لیتے ہیں تو پھر خواہ مخواہ ہمارے اوپر کچھ فرائض عائد ہو جاتے ہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ اتنے دور دراز کا سفر کر کے مجھ تک پہنچے ہیں اور آپ کو میری وجہ سے یہاں تک زحمت کرنا پڑی ہے تو اس کے بعد ہمارے درمیان کوئی دوستانہ اور خوشگوار گفتگو ہو سکتی ہے۔"

"بڑی دلچسپ بات ہے راجہ نواز اصغر کہ ہماری اس ملاقات میں ہمارے درمیان دوستی کی گنجائش ہے۔" انسپکٹر پاؤل نے کہا۔

"بھئی یہ تو اور بھی دلچسپ بات ہے کہ تم دونوں نے ہی مجھے نظر انداز کر دیا ہے۔ انسپکٹر پاؤل تم نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ تم راجہ نواز اصغر سے اتنی واقفیت رکھتے ہو۔ بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ میں نے تمہاری ہی زبانی نواز اصغر کا پورا نام بھی سنا ہے۔ تم دونوں میں کہاں سے شناسائی ہے۔"

انسپکٹر پینٹر کی یہ بات سن کر مجھے قدرے حیرت ہوئی تھی۔ تب پاؤل نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"آؤ سکون سے بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔"

"ٹھہرو میں دروازہ بند کیے لیتا ہوں۔" اس نے خود ہی مڑ کر دروازہ بند کیا۔ میں نے اپنے آپ پر مکمل طور پر قابو پا لیا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ حالات دیکھیے اب کون سا رخ اختیار کرتے ہیں۔

ہم تینوں فلیٹ کے ڈرائنگ روم میں پہنچ گئے اور انسپکٹر پاؤل اطمینان سے صوفے پر دراز ہو گیا میرے لیے اس کا یہ اطمینان انتہائی حیرت انگیز تھا کم از کم انسپکٹر پاؤل یہ بات جانتا تھا کہ میں جیل سے بھاگا ہوا ایک قیدی ہوں اور اس کے علاوہ قاتل بھی ہوں، کیا وہ مجھ سے خوفزدہ نہیں ہے، یا پھر اس نے فلیٹ کے اطراف میں اتنا معقول بندوبست کر رکھا ہے کہ اسے میرے فرار کا خدشہ نہیں ہے بہر طور میں خود بھی اس کے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ تب پینٹر نے کہا۔

"ہاں اب تم لوگ اپنے درمیان واقفیت کا ذریعہ بتاؤ کہاں تمہاری ملاقات ہوئی تھی، اس کے بعد یقیناً گفتگو کا آغاز ہو گا۔"

"انسپکٹر یوں سمجھ لو، راجہ نواز اصغر سے میرے دیرینہ تعلقات ہیں۔ ان کی وجہ سے مجھے ایک اتنا بڑا فائدہ حاصل ہو چکا ہے کہ میں کبھی اسے نظر انداز نہیں کر سکتا لیکن ہم دونوں کی بدنصیبی ہے کہ بہترین تعلقات ہونے کے باوجود کچھ ایسے نازک مراحل آئے کہ ہم دونوں کو ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہونا پڑا۔"

"کیا مطلب۔ کیا تمہارے درمیان دشمنی موجود ہے؟"

"دشمنی تو نہیں بس یوں سمجھ لو کہ فرض اور دوستی کا ٹکراؤ ہو گیا اور بہر طور فرض کو دوستی پر غالب آنا ہی تھا لیکن دل

لیے بھی یہ بات تسلیم نہیں کی کہ راجہ نواز اصغر مجرم ہو سکتا ہے اور اس بات کو تم سے بہتر اور کوئی نہیں جان سکتا چیٹر کہ جب پولیس کسی سے دوستی ہے تو اس کی دوستی میں کوئی شبہ نہیں ہوتا، لیکن بدنصیبی سے ثبوت اگر اپنے دوست کے خلاف بھی مہیا ہو جائیں تو پھر دوستی کو بالائے طاق رکھنا پڑتا ہے۔"

"مگر راجہ نواز اصغر؟"

"نواز اصغر کی کہانی اگر تم انہی کی زبانی سن لو تو بہتر ہے۔"

"انسپکٹر پاؤل مجھے کہانیاں سننے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ میری بو سونگھتے ہوئے یہاں تک کس طرح پہنچے اور باہر کتنی پولیس موجود ہے؟"

"ارے نہیں بھئی، اگر کوئی ایسا معاملہ ہے بھی تو راجہ نواز اصغر اس وقت تم سے ملنے کے لیے ہم دوستوں کی طرح تمہارے پاس آئے ہیں، البتہ اگر انسپکٹر پاؤل کے سینے میں کوئی دوسرا جذبہ پنہاں ہے تو میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن اپنے بارے میں، میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں نہایت خلوص سے یہاں آیا ہوں اور میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ تم لوگ ایک دوسرے کے شناسا نکل سکتے ہو۔ البتہ ایسے شبہات ضرور ہیں، جس وقت میں نے پاؤل کے سامنے تمہارا نام لیا تھا تو ایک لمحے کے لیے یہ چونک پڑے تھے اور اس کے بعد انہوں نے خود کو پرسکون کر لیا تھا، اور تم سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔"

"تعجب کی بات ہے، بہرحال یہ بات آپ کہہ رہے ہیں انسپکٹر چیٹر اس لیے میں اس بات پر یقین ضرور کر لوں گا۔ میرا خیال ہے میری کہانی اگر انسپکٹر پاؤل خود دہرانا چاہیں تو آپ کو بھی اس بارے میں بتا دیں۔ اور اگر نہیں تو میں بھی ان فضولیات میں وقت ضائع کرنا پسند نہیں کرتا۔ البتہ مسٹر پاؤل سے میں کچھ ذاتی گفتگو بھی کرنا چاہتا ہوں۔"

"کہانی سننے کے بعد۔" پاؤل نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ پھر بولا۔ "تمہیں معلوم ہے مسٹر چیٹر کہ میں نے ایک ایسے گروہ کا خاتمہ کیا تھا، جو منشیات کی تجارت کے سلسلے میں بڑے زبردست پیمانے پر کام کر رہا تھا۔ کیلی لاس کی پہاڑیوں میں تیار ہونے والے منشیات کے ہیڈ کوارٹر کو تم نہیں بھول سکے ہو گے اس نے میری شہرت میں چار چاند لگا دیے تھے، اور میں آج بھی اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ اگر راجہ نواز اصغر اس کی نشاندہی نہ کرتے اور میری مدد نہ کرتے تو کیلی لاس میں منشیات کے اس بین الاقوامی تجارتی مرکز جس کا سربراہ ترلوکا ناتھ ایک ہندو سادھو تھا، جس کے بہت سے سادھو چیلا تھے اور تحریک کی آڑ میں یہ کاروبار شروع کر رکھا تھا اور بڑے خوفناک جال پھیلا رکھے تھے، بدقسمتی سے ترلوکا ہمارے ہاتھ سے نکل گیا البتہ ہم اس کا اڈہ تباہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے، لیکن اس کے بعد کچھ ایسے بدترین واقعات پیش آئے، جن پر مجھے آج بھی دلی افسوس ہے۔

راجہ نواز اصغر کی بیوی میڈم زیبی کو اغوا کر لیا گیا۔ حالانکہ راجہ نواز اصغر اس وقت نیویارک میں ایک معزز انسان کی حیثیت سے زندگی گزار رہے تھے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں مسٹر نواز کہ میں نے آپ کے خلاف کارروائی کر کے بھی خود کو مطمئن اور خوش نہیں محسوس کیا اور اسی دوران میں مسلسل آپ کے بارے میں جہاں سے بھی حاصل ہو سکیں معلومات حاصل کرتا رہا ہوں۔ میری بدقسمتی ہے کہ ایسے بدترین حالات میں پہلا آپ کا واسطہ پڑا، جس کے تحت ہم دونوں ایک دوسرے کو دشمن سمجھنے پر مجبور ہو گئے۔ انسپکٹر چیٹر، راجہ نواز اصغر کی بیوی کو اغوا کرنے والے کچھ تھے، میرا مطلب ہے اس گروہ کے افراد جو ناجائز منشیات کی تجارت کرتے ہیں، راجہ نواز اصغر نے ان میں سے دو افراد کو قتل کر دیا۔ یہ اپنی بیوی کی تلاش میں ذہنی طور پر مفلوج ہو گئے تھے اور تشدد پر اتر آئے تھے۔

"ایک منٹ مسٹر چیٹر۔ میں نے اپنی زندگی میں بہت کچھ کیا ہے۔ جس کی کہانی اگر انسپکٹر پاؤل کو معلوم ہو جائے تو یہ شاید اسے جھوٹ کہیں، اس پر یقین نہ کریں لیکن میں ایسے ثبوت مہیا کر سکتا ہوں، جو انہیں یقین دلانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ کیا آپ اس بات پر یقین کریں گے مسٹر پاؤل کہ سوئٹزرلینڈ کے بینکوں میں راجہ نواز اصغر کا اربوں روپیہ پڑا ہوا ہے۔

ہاں مسٹر پاؤل اگر آپ کو میری بات پر یقین نہ آئے تو ہمارے اور آپ کے درمیان اس وقت تک مخاصمت رہنی چاہیے، جب تک آپ میرے بیانات کی تصدیق نہ کر لیں یہ اربوں روپیہ بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ میری اپنی ملکیت ہے۔ لیکن یہ اس دور کی یادگار ہے، جب میں خود بھی منشیات کا اسمگلر تھا اور منشیات کی دنیا میں میرا نام دہشت کی علامت سمجھا جاتا تھا، یہ روپیہ اس دور کا کمایا ہوا ہے، ترلوکا کے گروہ سے میرا کوئی واسطہ نہیں تھا۔ بلکہ ہم دونوں اتفاقیہ طور پر سامنے آ گئے تھے، مذہباً میں مسلمان ہوں اور تعلق میرا سرزمین پنجاب سے ہے۔ جہاں پاکستان کی زمین پر بسنے والے جیالوں کا ایک نمایاں مقام ہے۔ ہم لوگوں نے ہر طرح اپنی سرزمین کا

نام اونچا رکھا ہے، لیکن خوبصورت گلاب کی شاخوں میں کانٹے بھی لگ آتے ہیں، میں ایسا ہی ایک کانٹا تھا، جسے حالات نے برائیوں کے راستوں پر ڈال دیا لیکن جب ترلوکا نے میرے دین کی توہین کی، تو میرے اندر کا وہ سویا ہوا نواز جاگ اٹھا جس نے مولویوں سے واعظ سنا تھا اور جس کے سینے میں خدا زندہ تھا۔ میں نے صرف دین کے نام پر ترلوکا کی تباہی کا بیڑہ اٹھایا اور پھر اسے تباہ کر دیا، جس کے نتیجے میں کیلی لاس کی پہاڑیوں میں آباد ترلوکا کی جنت اجڑ گئی۔

زیبی میری بیوی تھی، میری زندگی کا سب سے سنہرا ورق جسے میں نے مذہب کے نام پر اپنایا تھا۔ میں نے اور زیبی نے دن رات محنت و مشقت کر کے حلال کا رزق کمایا، اور اس کے بعد ہم نے اچھی تعمیر کے لیے نیویارک میں اپنے کاروبار کا آغاز کر دیا۔ اگر ہم چاہتے تو جو رقم ہمارے پاس تھی اور ہے اسے استعمال کر کے امریکہ کے متمول ترین لوگوں میں شمار ہونے لگتے لیکن جب ہمارے سینوں میں جذبہ انسانیت جاگا تو ہم نے اس ناجائز رقم کو خیرباد کہہ دیا اور اس پر لعنت بھیج دی۔ تو مسٹر پاؤل آپ اندازہ لگا سکتے ہیں اس نیک جذبے کا، جو میرے سینے میں موجزن تھا۔ میں نے جتنے عرصے بھی یہاں کاروبار کیا اور جب میں نے اپنی زندگی کا رخ بدلا تو حکومت امریکہ کو اس جگہ کو جہاں ہم رہتے تھے، کسی بھی شکایت کا موقع نہیں دیا۔ اور اگر ہماری زندگی یونہی اسی پرسکون انداز میں چلتی رہتی تو ہم اپنے آپ کو تازندگی ایک معزز اور پرامن شہری ثابت کرنے میں مکمل طور پر کامیاب ہو جاتے، لیکن حالات ہمارے ساتھ نہیں تھے۔ زیبی کو اغوا کر کے ان لوگوں نے سوئے ہوئے راجہ نواز اصغر کو جگا دیا، جو اپنی زندگی کے راستے بدل چکا تھا اور اس کے بعد کے حالات آپ کے علم میں ہیں۔ آپ مجھے بتائیے کہ ایک ایسا انسان جو اپنے وطن کی سرزمین چھوڑ چکا ہو، جو اپنے سینے میں صرف محبت اور انسانیت کے جذبے زندہ رکھے ہوئے ہو، اگر چھیڑا جائے تو کیا بن سکتا ہے۔ مسٹر پاؤل میں اب بھی آپ سے یہی کہتا ہوں کہ ان دو افراد کو میں نے قتل نہیں کیا تھا بلکہ یہ کارستانی میرے اپنی دشمنوں کی تھی جو مجھے ایک بار پھر گھسیٹ کر انہی راستوں پر لانا چاہتے تھے اور میں آپ سے یہ کہنے میں عار محسوس نہیں کرتا کہ اس کے پیچھے ترلوکا کا ہی ہاتھ ہے، جسے آپ گرفتار نہیں کر سکے۔ میں نے اپنی زندگی کے اس نئے دور میں داخل ہونے کے بعد پوری طرح چھان بین کی ہے اور یقینی طور پر کچھ ایسی معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں، جن کے نتیجے میں۔ میں اس جگہ موجود ہوں۔

انسپکٹر پاؤل اور چیٹر غور سے میری باتیں سن رہے تھے جب میں۔۔۔ چند لمحات کے لیے خاموش ہوا تو انسپکٹر پاؤل نے تعجب خیز لہجے میں پوچھا۔

"سوئٹزرلینڈ کے بینکوں میں راجہ نواز اصغر کا اربوں روپیہ موجود ہے۔"

"ہاں، یہ میری تمام تر گفتگو پر یقین کرنے کے لیے ایک شرط ہے، اگر یہ ثابت ہو جائے تو آپ میری سچائی پر یقین کر لیں۔ ورنہ اس کے بعد یوں سمجھیں کہ میں نا صرف آپ سے بلکہ آپ کی حکومت سے بھی فراڈ کر رہا ہوں اور میرا مقصد کچھ اور ہی ہے۔"

انسپکٹر پاؤل چٹکی سے پیشانی مسلنے لگا تھا پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیا گریس باؤچ کو آپ نے ہی قتل کیا تھا۔" مسٹر نواز

"ہاں۔ یہ وہی لڑکی تھی جس نے میرے خلاف جھوٹا بیان دے کر میرے لیے موت کی سزا تجویز کروائی تھی، چنانچہ یہی سزا میں نے اس کے لیے تجویز کی اور وہاں آپ کے لیے پیغام چھوڑ دیا۔"

"ہاں تمہارا وہ پیغام مجھے مل گیا تھا، لوگ مجھ سے پوچھتے رہے کہ میں اس بارے میں کیا جانتا ہوں، لیکن میں نے زبان بند رکھی اور تمہارا نام نہیں لیا۔"

"میں اس سلسلے میں شکریے کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا ہوں مسٹر پاؤل؟"

"بہرطور راجہ نواز اصغر تم یقین کرو کہ ایک انسان کی حیثیت سے میری تمام ہمدردیاں تمہارے ساتھ ہیں اور مجھے اس بات پر خوشی ہے کہ میں یہاں تمہاری گرفتاری کا ناگوار فریضہ انجام دینے کے لیے نہیں آیا ہوں۔ بلکہ یہ صرف اتفاق ہے کہ مسٹر چیٹر سے دوران گفتگو تمہارا ذکر نکل آیا۔ خاص طور سے مارکوس ٹریڈرز کے مسئلے پر مسٹر چیٹر نے تمہارا ذکر کیا تھا۔ تمہارا نام سن کر میں چونکا اور میں نے انسپکٹر چیٹر کو کچھ نہ بتاتے ہوئے اس بات کی خواہش ظاہر کی کہ میری ملاقات تم سے کرا دی جائے۔"

"لیکن کیا آپ کی یہاں آمد میری تلاش کے سلسلے میں نہیں ہے؟"

"نہیں، میں یہاں کسی اور مقصد سے آیا ہوں۔"

"اوہ" میں نے ایک گہری سانس لی پھر میں نے مسکرا کر کہا۔ "لیکن میرے یہاں آنے کے بعد کیا اپنے فرض کے سلسلے میں کوتاہی کریں گے آپ؟"

پاؤل کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا "یہ درست ہے کہ مجھے اپنے فرض کے سلسلے میں کوتاہی نہیں برتنی چاہیے یہ اپنے پیشے سے غداری ہے۔ لیکن ہم لوگوں کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں۔ میں اس وقت یہاں جس مقصد کی تکمیل کے لیے آیا ہوں صرف وہی انجام دوں گا۔ ویسے کچھ سوالات میرے ذہن میں ابھی تشنہ ہیں مسٹر نواز۔"

"فرمائیے مسٹر پاؤل۔" میں نے احترام سے کہا۔

"آپ لاس اینجلس کس طرح پہنچے اور وہ خصوصی اجازت نامہ آپ نے کہاں سے حاصل کیا۔ جس کے تحت لاس اینجلس کی انتظامیہ آپ سے تعاون کرنے پر مجبور ہو گئی۔"

"نیویارک ہی میں میرے ایک کرم فرما نے مجھے یہ مراعات دلوائی تھیں۔ دراصل اس بات کا مجھے علم ہو گیا تھا مسٹر پاؤل کہ ترلوکا کے پرکار سے زبردست تعلقات رکھتے ہیں اور امریکہ کے مختلف علاقوں میں وہ اس کے کاروبار کی نگرانی کرتے ہیں۔ مجھے یہ بھی علم ہو چکا تھا کہ ترلوکا کے اس گروپ میں شامل لوگوں کے سر گنجے ہوتے ہیں اور یہ ان کی شناخت ہے۔ چونکہ زینی کے اغوا کے سلسلے میں ایسے ہی گنجے سر والوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ میں نے کڑیاں ملائیں تو فوراً ہی ترلوکا میرے ذہن میں آ گیا۔ یہاں آ کر میں نے مسٹر جیفرسن سے اسی وجہ سے تعاون کیا کہ اس طرح میں مقامی سربراہ تک پہنچ سکوں۔"

"کیا آپ مقامی سربراہ کے بارے میں کچھ معلومات کر چکے ہیں۔" پاؤل نے پوچھا۔

"ہاں میرے علم میں مسٹر ڈکرڈ ولیمی کا نام آیا ہے اور اس بات کے شواہد مل چکے ہیں کہ ڈیلیمی ترلوکا کا ہی پرکار ہے جو یہاں بہترین اختیارات رکھتا ہے اور جس کے تحت یہ سارے کام ہو رہے ہیں۔ یقینی طور پر ان علاقوں میں مسٹر ڈیلیمی کا ہی عمل دخل ہے اور وہی زینی کے اغوا کا باعث بنا ہے، چونکہ نیویارک میں جو شخص ان لوگوں کے انچارج کی حیثیت سے طور پر کام کرتا تھا وہ مارا جا چکا ہے۔"

"وہ کون تھا۔" انسپکٹر پاؤل نے پوچھا۔ لیکن اسی وقت جیفرسن نے درمیان میں دخل دیتے ہوئے کہا۔ "یہ تمام باتیں تم لوگ بعد میں بھی کر سکتے ہو۔ میں تو اس بات پر شدید حیران ہوں کہ راجہ نواز اصغر اتنی بڑی حیثیت کے مالک نکلے" پاؤل مسکرا رہا تھا پھر اس نے کہا۔

"راجہ نواز۔ آپ کی محبت اور دوستی حاصل کرنے کے لیے فی الحال میں آپ کو یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں آپ کی گرفتاری کا وارنٹ لے کر نہیں آیا اور نہ ہی اس سلسلے میں آپ سے کوئی تعرض کروں گا۔ ہاں اگر حکومت نے یہ اختیارات مجھے سونپے اور اس کی ضرورت محسوس ہوئی تو ممکن ہے کہ پھر مجھے یہ ناگوار فریضہ انجام دینا پڑے۔ فی الحال ہم لوگ صرف ایک دوست کی حیثیت سے ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔"

میں نے سکون کی گہری سانس لی۔ انسپکٹر پاؤل اس سلسلے میں جو کچھ بھی کہہ رہا تھا کم از کم غلط نہیں کہہ رہا تھا۔ میں فوری طور پر ان لوگوں کے جال میں نہیں پھنسنا چاہتا تھا۔ ہاں اگر زینی کے بارے میں کوئی معلومات حاصل ہو جائیں اور مجھے اپنی گرفتاری کے بعد پولیس کی مدد حاصل ہو سکتی تو میں انسپکٹر پاؤل کو اپنی گرفتاری ضرور پیش کر دیتا۔ بہر صورت اس وقت تقدیر نے مجھے یہ موقع فراہم کیا تھا۔ میں نے چند لمحات سوچنے کے بعد انسپکٹر پاؤل سے کہا۔

"انسپکٹر پاؤل، آپ یہاں کس سلسلے میں تشریف لائے ہیں؟"

"میں منشیات کی روک تھام کے لیے اور ان گروہوں کا قلع قمع کرنے کے لیے یہاں بھیجا گیا ہوں۔ نیویارک کے ایک بہت بڑے شخص کی بیٹی منشیات فروخت کرنے والوں کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر چکی ہے، مجھے بھی کچھ کڑیاں ملی تھیں، جن سے یہ پتا چلا کہ لاس اینجلس میں ایک ایسا شخص موجود ہے جو منشیات سپلائی کرنے والے اس گروہ کو کنٹرول کرتا ہے جو نیویارک تک پھیلا ہوا ہے۔ لیکن اب یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ گروہ تو بہت وسیع ہے اور اس کا دائرہ کار بہت دور تک معروف عمل ہے۔ مسٹر جیفرسن سے میری ملاقات اس سلسلے میں ہوئی تھی۔ وہ شخص کہاں ہے، یہ بات تو مجھے پتا نہیں چل سکی، لیکن اس کا کام بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا جا رہا ہے۔ امریکہ کے معزز ترین لوگ اس کے ساتھیوں میں شامل ہیں۔ مسٹر جیفرسن تم ڈکرڈ ولیمی کو تو اچھی طرح جانتے ہو گے۔"

"کیوں نہیں۔ بڑا مضبوط خول رکھتا ہے یہ شخص بھی تاہم جرائم پیشہ افراد اپنے گرد کتنا ہی خول چڑھا لیں پولیس آہستہ آہستہ یہ تمام خول توڑ دیتی ہے۔"

"ہوں، تو نواز اصغر یہ ہے میری آمد کی وجہ اور یہ ہے اتفاقیہ ملاقات کا مقصد۔ ویسے آپ اس سلسلے میں جو کارروائی کر رہے ہیں، وہ میرا خیال ہے کسی بھی طور پولیس کی کارروائی

سے کم نہیں ہے بلکہ انسپکٹر جیفرسن کا کہنا تو یہ ہے کہ آپ بہت تیزی سے عمل کر رہے ہیں اور اس سلسلے میں خاص معلومات حاصل کر رہے ہیں چنانچہ میں فوری طور پر آپ کو اپنے تعاون کا یقین دلاتا ہوں۔

اب میں نے اٹھ کر انسپکٹر پاؤل سے مصافحہ کیا تھا، پھر میں نے کہا۔

"انسپکٹر پاؤل ہم لوگوں کے پیش نگاہ ایک ہی مقصد ہے یعنی ان لوگوں کی بیخ کنی کرنا۔ میں زینی کا حصول چاہتا ہوں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ترلوکا کا خاتمہ بھی، جس نے میری پرسکون زندگی کو تہہ و بالا کر دیا۔ اور میں یہ بھی فیصلہ کر چکا ہوں انسپکٹر پاؤل کہ اگر زینی کو کوئی نقصان پہنچا تو میں یہاں میں سے ہر شخص کو چن چن کر قتل کر دوں گا۔ پولیس کو ثبوت اور شواہد کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن مجھے ان تمام چیزوں کی ضرورت نہیں۔"

"لیکن اس کوشش میں کچھ ایسے لوگ بھی آپ کے ہاتھوں مارے جا سکتے ہیں مسٹر نواز جن کی موت مناسب نہ ہو۔"

"ہاں اس بات کے امکانات ہیں۔ لیکن میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ کسی کے خلاف مکمل معلومات حاصل کیے بغیر اسے ہلاک نہیں کروں گا۔"

انسپکٹر پاؤل اور جیفرسن کے ہونٹ سکڑ گئے تھے پھر انسپکٹر پاؤل نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے راجہ نواز اصغر بہر طور جہاں آپ کو ہماری مدد کی ضرورت ہو، وہاں آپ ہمیں نظر انداز نہ کریں۔"

"شکریہ مسٹر پاؤل بے حد شکریہ۔" میں نے کہا۔ انسپکٹر پاؤل کی شخصیت کے اس رخ پر مجھے بے حد حیرت ہوئی تھی اس نے بڑی فراخدلی کا ثبوت دیا تھا اور میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ انسپکٹر پاؤل مجھ پر قابو پانے کے بعد اس طرح نظر انداز کر دے گا۔ ممکن ہے اس کے ذہن میں کوئی گہرا منصوبہ ہو۔ بہر حال میں نے ان خیالات کو ذہن سے جھٹک دیا اور اب میں نے سوچ لیا تھا کہ جیسا کہ پاؤل نے کہا ہے کہ وہ منشیات کے سلسلے میں کام کر رہا ہے اور اس کے لیے میرا تعاون چاہتا ہے، وہاں تک تو میں اس سے تعاون کروں گا اور جہاں مجھے اس کے ارادے میں کوئی کھوٹ محسوس ہوا میں اس سے علاحدگی اختیار کر لوں گا۔ ظاہر ہے میں اب اپنی پرانی زندگی میں داخل ہو گیا تھا۔ تو ان لوگوں کے لیے ترنوالہ تو کبھی نہیں تھا اور اپنے بچاؤ کے لیے بہت کچھ کر سکتا تھا۔ لیکن اب صورت حال مختلف ہو گئی تھی میرے ذہن میں کم از کم یہ احساس تھا کہ میں کام کرنے کے لیے آزاد ہوں بہر طور اب زیادہ دلجمعی سے اپنا کام انجام دے سکتا تھا۔ ان دونوں کے جانے کے بعد میں نے ذہن دوڑانا شروع کر دیا۔ بلجیم کا وہ جہاز جس کا نام وکیونا تھا میرے ذہن میں تھا اور میں جاننا چاہتا تھا کہ وکیونا سے کس قسم کی کارروائیاں ہو رہی ہیں مسٹر ڈکرڈ ولیمی کے بارے میں مفصل تفصیلات تو بعد میں معلوم کی جا سکتی تھیں پہلے میں اپنے طور پر اطراف کی خبر لینا چاہتا تھا اور اس کے لیے میں نے دوسرے دن بندرگاہ کا انتخاب کیا۔ بندرگاہ بے حد شاندار تھی غیر ملکی سیاحوں کی کثرت نظر آتی تھی اور بے شمار سیاح اردگرد کے مناظر سے محظوظ ہونے کے لیے یہاں موجود ہوتے تھے لیکن اس وقت یہاں میری موجودگی کا سبب کچھ اور تھا اور میں دوربین آنکھوں سے لگائے اس جہاز کو دیکھ رہا تھا جو بندرگاہ میں تھوڑے فاصلے پر گہرے سمندر میں کھڑا تھا اس پر بلجیم کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ بہر طور یہ جہاز ہی میری توجہ کا مرکز تھا اور میں اس کے بارے میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ یہ قصہ کیا ہے یہاں چونکہ دوسرے سیاح بھی میری ہی طرح سمندر کا نظارہ کرنے میں مصروف تھے اس لیے کسی نے میری جانب کوئی خاص توجہ نہ دی جہاز کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد میں نیچے اترا اور ایک ریسٹورنٹ میں کھانا کھانے چلا گیا۔ ابھی تک میری شخصیت کسی خاص شبے سے بالاتر تھی یہاں جو کچھ میں کر چکا تھا اس کے بظاہر خاص نتائج میرے سامنے نہیں آئے تھے میں جانتا تھا کہ مجھ پر مکمل نگرانی رکھی جا رہی ہے لیکن میری اصل حیثیت ان لوگوں کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو گی ہاں جو کچھ میں کر چکا ہوں اس کے تحت مجھے خطرناک ترین انسان قرار دے دیا گیا ہو گا۔

دوپہر کا کھانا کھاتے ہوئے میں نے سوچا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے تب میرے ذہن میں ثریا اور سونیا کا خیال آیا۔ یہ دونوں کیا کر رہی ہیں میں نے سوچا کہ میں ان سے ملاقات کروں اور تھوڑی دیر کے بعد میں جیفرسن کی فراہم کردہ کار میں ہوٹل پام گرو کی جانب چل پڑا۔

ثریا اور سونیا اپنے کمرے میں موجود تھیں مجھ سے مل کر دونوں ہی مسرت سے کھل اٹھیں۔ میں نے بھی مسکراتے ہوئے ان کا خیر مقدم کیا تھا۔

"ہیلو ثریا۔ ہیلو سونیا۔ کیسے حال ہیں تم دونوں کے؟"

"ٹھیک ہیں۔ آپ سنائیے مسٹر نواز؟"

"میں بھی ٹھیک ہوں۔"

"کیا اس سلسلے میں مزید کوئی کارروائی عمل میں آئی ہے تو۔ ہمیں آپ کا انتظار کرتے رہتے ہیں چونکہ آپ کے بغیر ہمیں مزہ ہی نہیں آتا۔"

"میں اس کے لیے شکرگزار ہوں ویسے تم لوگوں نے جس ذہانت کا ثبوت دے کر میرے ساتھ تعاون کیا ہے میں اسے فراموش نہیں کر سکتا۔"

"بہت بہت شکریہ۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے سپرد کوئی نئی ذمہ داری کر دیں۔"

"ممکن ہے بہت جلد میں تمہیں اس سلسلے میں کچھ تفصیلات بتاؤں۔"

"مارکوس شریڈر پر سنا ہے چھاپہ پڑا ہے۔"

"ہاں چھاپہ پڑا تھا لیکن اس کے خلاف کوئی موثر کارروائی نہیں ہو سکی۔"

"کیوں۔؟"

"اس لیے کہ وہ ایسے صاحب اختیار لوگوں کے زیر اثر ہے کہ اس کے خلاف کوئی بڑی کارروائی کی بھی نہیں جا سکتی۔"

"یہ تو بہت افسوس ناک خبر ہے۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن بہر طور یہ سب کچھ ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر آپ اس سلسلے میں کیا کر رہے ہیں۔"

"جو کچھ کر سکتا ہوں ضرور کر رہا ہوں۔" میں نے ان دونوں کو اپنے بارے میں کچھ بتانا غیر ضروری سا سمجھا ظاہر ہے انہیں صرف مسٹر ہاقل سے دلچسپی ہو سکتی تھی اور وہ چیپٹر سے اور میرے معاملات سے وہ تو مجھے جس حیثیت سے جانتی تھیں بس اسی حیثیت سے ان کا جاننا مناسب تھا۔

تھوڑی دیر تک میں ان کے ساتھ رہا اور اس کے بعد وہاں سے چل پڑا۔ خیال یہ تھا کہ اگر صورت حال بہتر ہو تو ایک بار گرین باوچ سے ملاقات کی جائے اور اس سے پوچھا جائے کہ اس کے اپنے حالات کیسے ہیں۔ مائیکل کے بارے میں جاننا بھی ضروری تھا تھوڑی دیر تک مختلف سڑکوں پر چکر لگاتا ہوا اپنی کار میں سفر کرتا رہا اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرتا رہا کہ میرا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔ کیونکہ گرین باوچ کی زندگی میری زندگی سے بھی زیادہ قیمتی تھی وہ بے چاری جن حالات کا شکار ہوئی تھی اس کے تحت مجھے اس سے ہمدردی بھی ہو گئی تھی۔

پھر جب مجھے یقین ہو گیا کہ میرا تعاقب نہیں کیا جا رہا ہے تو بھی میں نے احتیاطاً مناسب سمجھا اپنی کار روک کر میں ایک ریستوران میں داخل ہوا اور اس کے عقبی حصے سے نکل کر پیچھے کی گلی میں آ گیا اس ریستوران کو میں پہلے بھی اپنے لیے استعمال کر چکا تھا اس لیے اس کی جائے وقوع کے بارے میں مجھے تمام تفصیلات معلوم تھیں میں عقبی گلی سے نکل کر سڑک پر پہنچا اور پھر وہاں سے ایک ایسی ٹیکسی پر رکی جس میں کچھ سواریاں ابھی ابھی نیچے اتری تھیں اس کا مقصد یہ تھا کہ ٹیکسی مشکوک نہیں ہو سکتی اس میں بیٹھ کر میں گرین باوچ کے اس فلیٹ کی جانب چل پڑا جہاں وہ اپنے بھائی مائیکل باوچ کے ساتھ مقیم تھی جب میں گرین باوچ کے فلیٹ پر پہنچا اور میں نے بیل بجائی تو چند لمحات کے لیے اندر بالکل خاموشی سی طاری رہی پھر آئی ہول سے باہر جھانکا گیا اور مجھے پہچان کر فوراً ہی دروازہ کھول دیا گیا گرین باوچ کے ہاتھ میں پستول میں دیکھ چکا تھا میں نے مسکراتے ہوئے اس سے رسمی کلمات ادا کیے اور اس نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا۔

"میں تمہارے ہاتھوں میں پستول دیکھ چکا ہوں گرین چھپانے کی کوشش بے سود ہے۔"

"سوری ڈیئر تم جانتے ہو کہ اب میرے لیے کتنا ضروری ہو گیا ہے۔"

"ہاں گرین تمہارے معاملات سے مجھے تشویش ہے۔"

"مائیکل کی حالت اب خاصی بہتر ہو گئی ہے آ جاؤ اس سے ملو۔" گرین باوچ نے کہا اور میں اس کے ساتھ اس کے کمرے میں داخل ہو گیا جہاں اس کا بھائی مائیکل بستر پر دراز تھا اس کی حالت کافی خراب تھی گرین باوچ کہنے لگی۔

"میں نے خود ہی اس کا علاج شروع کر دیا ہے کچھ ایسے انجکشن دیے ہیں اسے جس سے اس کی نشے کی طلب کم ہو گئی ہے تاہم تھوڑی تھوڑی سی نشہ آور ادویات میں اسے اب بھی دے رہی ہوں تاکہ اس کی زندگی برقرار رہے" مائیکل باوچ اس وقت پوری طرح ہوش میں تھا اس کے چہرے پر شرمندگی کے آثار نظر آ رہے تھے پھر اس نے کہا۔

"آپ مسٹر فواز ہیں۔"

"ہاں مائیکل۔ تمہاری کیسی طبیعت ہے۔؟"

"میں ٹھیک ہوں آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے یہ انسانی ہمدردی بھی تھی اور میرا فرض بھی۔"

"میں راستے سے بھٹکا ہوا انسان ہوں جناب کچھ میں نہیں جانتا کس طرح اس کا سامنا کروں یہ جب بھی میرے سامنے آتی ہے میری نگاہیں شرم سے جھک جاتی ہیں۔"

"کیا تمہیں معلوم ہے مائیکل باوچ کہ گرین باوچ کو تمہاری وجہ سے کن کن مصیبتوں کا شکار ہونا پڑا۔"

"یہ مجھے کچھ نہیں بتاتی میں اس سے پوچھ رہا ہوں لیکن یہ اس بارے میں مجھ سے کچھ نہیں کہتی۔"

"مجھ سے سنو تمہاری وجہ سے یہ ان لوگوں کی آلہ کار بن گئی جو بدترین جرائم پیشہ افراد ہیں وہ اسے طرح طرح سے مجبور کرتے رہے لیکن کچھ کر سکی اور اس کی ملاقات بس دشمن کی طرح سے ہوئی تھی لیکن شکر ہے درمیان میں ہم آ گئے اور ہمارے درمیان دشمن کے تانے بانے خود بخود ٹوٹ گئے۔"

"آہ۔ کاش میں یہ سب کچھ نہ ہوتا۔"

"اب افسوس کرنے سے کچھ نہیں ہوگا مائیکل باوچ مسئلہ یہ ہے کہ تمہارے جیسے لاکھوں انسان ان کے چنگل میں پھنسے ہوئے سسک رہے ہیں اور گرین باوچ جیسی لاتعداد لڑکیاں ان کے ظلم و ستم کا شکار بنی ہوئی ہیں انہیں اس ظلم و ستم سے نکالنے کے لیے کیا بندوبست کیا جائے کیا تم اس کا کچھ حل بتا سکتے ہو۔"

"میں ایک بے وقعت آدمی ہوں جناب بھلا میں کیا بتا سکتا ہوں البتہ ایک بات میں آپ کو ضرور بتا سکتا ہوں ممکن ہے آپ کے کام آ سکے۔"

"ہاں۔ ہاں کہو۔"

"آپ یہ تو جانتے ہیں کہ میں صرف منشیات استعمال کرنے والا ایک شخص تھا ان کے لیے کام بس کرتا رہا ہوں یہاں سے مغربی سلسلے میں یعنی جس طرف سے ایک سڑک ہالن روڈ نکل جاتی ہے اگر دائیں جانب ایک غیر آباد سڑک پر چلے جائیے تو تھوڑی دور چلنے کے بعد آپ کو ساحل مل جائے گا ساحل سے تھوڑے فاصلے پر ایک جزیرہ موجود ہے وہ جزیرہ ان لوگوں کا مرکز ہے اور وہاں سے یہ لوگ منشیات کی تجارت کے لیے موثر اقدامات کرتے ہیں اگر آپ اس کا جائزہ لے لیں تو ممکن ہے آپ کو کوئی کام کی بات معلوم ہو سکے۔" گرین باوچ غور سے یہ الفاظ سن رہی تھی اس نے تعجبانہ انداز میں کہا۔

"مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا مسٹر فواز۔"

"میں جانتا ہوں گرین وہ سب کو اپنی تمام باتیں تو نہیں بتاتے ہوں گے ممکن ہے مائیکل کو انہوں نے یہ سمجھا ہو کہ یہ تو بے کار سا آدمی ہے تھوڑے عرصے بعد مر جائے گا اس لیے انہوں نے اس سے یہ بات چھپانے کی ضرورت نہ محسوس کی ہو۔"

"یقیناً یہی بات ہے میں نے ان کے یہ الفاظ بھی سنے تھے۔" مائیکل نے جواب دیا۔

"اب تمہارا کیا پروگرام ہے گرین باوچ۔؟"

"دل چاہتا ہے یہاں سے نکل جاؤں کہیں اور چلی جاؤں کسی ایسی جگہ جہاں سے میں اپنے بھائی کو مکمل طور پر زندگی کی جانب واپس لے آؤں لیکن میں جانتی ہوں کہ وہ چپے چپے پر میری بو سونگھتے پھر رہے ہوں گے اس لیے مجبوری ہے تاہم میں اس کوشش میں مصروف ہوں کہ جب بھی مجھے موقع ملا یہاں سے نکل جاؤں گی۔"

"خدا تمہیں تمہاری کوشش میں کامیاب کرے ویسے ذاتی طور پر میری امداد کی جس قدر بھی ضرورت ہو میں حاضر ہوں۔"

"آپ جو کچھ مجھے دے چکے ہیں وہ میرے لیے اتنا ہے کہ میں آپ کے احسان کے بوجھ سے سر نہیں اٹھا سکتی۔"

"نہیں گرین باوچ! اس کے علاوہ۔ اس کے علاوہ بھی میں تمہارے لیے بہت کچھ کرنے کو تیار ہوں۔"

"اگر مجھے کبھی آپ کی ضرورت پیش آئی تو آپ کو ضرور تکلیف دوں گی۔" گرین باوچ نے آہستہ سے کہا۔

"اور میں آپ کے لیے اپنی جان بھی دے سکتا ہوں مسٹر فواز میری زندگی بے مصرف ہے اس سے کہو کہ یہ اپنی زندگی بچانے کی کوشش کرے میں نہیں کہہ سکتا کہ میرا اندرونی نظام کس حد تک بگڑ چکا ہے۔ ممکن ہے میں زندہ نہ رہ سکوں۔"

"میں تمہیں زندہ رکھوں گی مائیکل تمہارے علاوہ میرا اس دنیا میں ہے ہی کون۔"

"تم دونوں ہی زندہ رہو گے بے فکر رہو مایوس کن خیالات کو ذہن و دل میں جگہ مت دو۔" میں نے انہیں تسلی دے کر کہا مائیکل باوچ سے جو کچھ ___ معلوم ہوا تھا وہ میرے لیے قابل قدر تھا اور مجھے اس سلسلے میں فوری طور پر کوئی کارروائی کر لینا چاہیے تھا۔

چنانچہ ان لوگوں سے رخصت ہونے کے بعد میں اپنے فلیٹ پر واپس پہنچ گیا یہ فلیٹ میرے لیے واقعی ایک نعمت سے کم نہیں تھا یہاں سے میں اپنی تمام کارروائیاں کر سکتا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے میں نے اپنے چہرے پر ہلکا پھلکا سا میک اپ کیا اور تیار ہونے کے بعد وہاں سے نکل آیا میں نے اپنے ساتھ کچھ ایسا سامان بھی لے لیا تھا جس کے ذریعے میں اپنی اس کارروائی پر عمل کر سکتا تھا جو آج میرے ذہن میں تھی میری کار کا رخ اس سمت ہو گیا جدھر مائیکل باوچ نے مجھے اشارہ کیا تھا کار تیز رفتاری سے دوڑتی رہی میں اندازہ لگا رہا تھا کہ میرا تعاقب تو نہیں کیا گیا اس سلسلے میں ہر وقت ہی محتاط رہنا پڑتا تھا اور یہی احتیاط

میرے لیے کامیابی کی ضمانت تھی۔

پھر جب میں نے اس طرف سے اطمینان کر لیا تو میں شہر سے باہر نکل آیا۔ کافی فاصلے پر پہنچنے کے بعد دائیں ہاتھ پر ایک غیر آباد سی سڑک نظر آئی۔ سنگ میل پر سیکلو لکھا ہوا تھا۔ میں نے کار اس روڈ پر ڈال دی۔ راستے میں مجھے ایک چھوٹا سا قصبہ نظر آیا اس سے کچھ آگے جا کر میں نے درختوں کے ایک جھنڈ میں کار روک دی اور پیدل چل پڑا۔ کافی دور کا فاصلہ طے کرنے کے بعد مجھے ایک نہر نظر آئی جس کے پشتے پر بیٹھ کر میں نے ادھر ادھر دیکھا۔

یہاں سے ایک میل کے فاصلے پر وہ چھوٹا سا جزیرہ نظر آ رہا تھا جس کا نام سیکلو تھا۔ اس جزیرے کے بارے میں مجھے مائیکل بارچ نے بتایا تھا۔ واقعی جزیرہ کیا تھا مچھیروں نے سمندر میں مٹی ڈال کر ایک چھوٹا سا خطہ بنا لیا تھا۔ یہاں کے بارے میں کوئی خاص اندازہ لگانا مشکل تھا۔ بہر طور دوربین سے وہاں پر وہ چھوٹی سی بندرگاہ بھی دیکھی جا سکتی تھی جس پر چھوٹی چھوٹی لانچیں لنگر انداز ہو سکتی تھیں۔ بندرگاہ سے ہٹ کر باقی کا سارا علاقہ ویران دیران پڑا ہوا تھا۔ سیکلو پر چھوٹے موٹے مکانات بھی بکھرے نظر آ رہے تھے۔

میں ان کے بارے میں اندازہ لگاتا رہا۔ اگر اس تک پہنچنے کی کوشش کی جائے تو اس میں بہت زیادہ مشکل نہیں ہو گی۔ بہر طور اس وقت صرف اس کا جائزہ لینا مقصود تھا۔ چنانچہ میں اچھی طرح سیکلو کا جائزہ لینے کے بعد واپس مڑا اور اپنی کار تک پہنچ گیا۔

لیکن دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ کار اگر یہیں درختوں کے جھنڈ میں چھوڑ دی جائے تو میرے کام آ سکتی ہے۔ یہ بات میں نے اپنے منصوبے کے تحت سوچی تھی۔ یہاں سے تھوڑے فاصلے پر پیدل چلنا پڑتا اور اس کے بعد مجھے ایک ایسی بس مل سکتی تھی جو مجھے شہر تک پہنچا دیتی۔ کار کو اسی جگہ چھوڑنا مناسب تھا کیونکہ کسی غیر مناسب وقت میں مجھے یہاں سے سواری ملنا ممکن نہیں ہوتا۔

تھوڑے فاصلے تک چلنے کے بعد مجھے وہ بس مل گئی اور اس میں بیٹھ کر میں شہر آ گیا۔ پھر ایک ٹیکسی کر کے اپنے فلیٹ پر پہنچ گیا۔ باقی وقت میں نے سکون سے فلیٹ ہی میں گزارا تھا۔ شام کو ہلکا پھلکا سا ناشتہ کرنے کے بعد آرام کرنے لیٹ گیا اور پھر اس وقت اٹھا جب رات کے تقریباً پونے بارہ بج رہے تھے۔ میں نے اٹھ کر اپنا لباس پہنا۔ مخصوص قسم کے ربڑ سول کے جوتے پہنے، ریوالور جیب میں ڈالا اور فلیٹ سے باہر نکل آیا۔

میرا رخ اب بندرگاہ کی جانب تھا جہاں میں نے ریگورا کو دیکھا تھا۔ بندرگاہ کے مرکزی حصے میں پہنچا تو چاندنی چاروں طرف چھٹکی ہوئی تھی۔ میں ایک جگہ رک کر ادھر ادھر کا جائزہ لینے لگا۔ پچاس گز پیچھے ایک تاریک سی عمارت نظر آ رہی تھی۔ میں ہولے ہولے قدم اٹھاتا ہوا اس عمارت کی جانب چل پڑا۔ دفعتاً مجھے اس عمارت میں کچھ ہیولے سے نظر آئے تو میں چوکنا ہو گیا۔

میں نے دائیں طرف دیکھا تو ادھر سے بھی چند آدمی اپنی طرف بڑھتے ہوئے نظر آئے اور یہ اندازہ لگانے میں مجھے کوئی دقت نہ ہوئی کہ وہ مسلح تھے۔ ابھی آخری جائزہ لے پایا تھا کہ ایک لمحے کے لیے چاند بادلوں میں چھپ گیا اور تاریکی چھا گئی۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر میں نے پھرتی سے اپنا ریوالور نکالا۔ یہ اندازہ تو میں لگا ہی چکا تھا کہ مجھے چاروں طرف سے گھیرا جا رہا ہے۔ بہر طور اس وقت انتہائی ہوشیاری سے کام کرنا مناسب تھا۔ ان لوگوں کو میرے بارے میں شبہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ ریوالور ہاتھ میں نکال کر میں پھرتی سے ایک طرف دوڑ پڑا۔ کچھ دور جا کر پیچھے نظر ڈالی تو تعاقب میں آنے والوں کو اپنے پیچھے دوڑتے ہوئے پایا۔ ایک لمحے کے لیے میں ٹھٹکا تو مجھے دفعتاً پستولوں کے شعلے نظر آئے لیکن فائر کی آواز نہیں سنائی دی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ ان کے پستولوں پر سائلنسر لگے ہوئے ہیں۔ میں فوراً زمین پر گر پڑا اور دو گولیاں میرے بالوں کو چھوتی ہوئی گزر گئیں۔ بہت معمولی سا فرق رہ گیا تھا ورنہ شاید میری کھوپڑی میں دو سوراخ ہو جاتے۔ میں پھرتی سے اب ایک اور عمارت کے قریب پہنچ گیا تھا۔ دوسرے لمحے عمارت کا احاطہ پھلانگ کر میں اندر پہنچ گیا اور احاطے ہی کے ساتھ دوڑتا ہوا دوسری سمت نکل آیا۔

میں ایک جگہ رک کر یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا کہ میرے تعاقب کرنے والوں نے مجھے دیکھا ہے یا نہیں لیکن تھوڑی سی ہی دیر گزری تھی کہ دوڑتے ہوئے قدموں کی چاپ سنائی دی اور پھر کچھ آوازیں بھی میرے کانوں سے ٹکرائیں۔

تاریکی کی وجہ سے وہ میرے بارے میں صحیح طور پر اندازہ تو نہیں لگا سکے تھے لیکن کم از کم یہ اندازہ انہوں نے ضرور لگا لیا تھا کہ میں اسی عمارت میں داخل ہوا ہوں۔ چاند ایک بار پھر نکل آیا تھا۔ میں نے اوٹ سے جھانک کر دیکھا۔ دو آدمی چوکنے انداز میں ادھر ادھر دیکھتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ باقیوں کا کوئی پتہ نہیں تھا کہ وہ کہاں ہیں۔

میں چند لمحات سوچتا رہا۔ یہ دونوں آہستہ آہستہ اسی سمت بڑھتے چلے آ رہے تھے۔ اگر میں ان دونوں کو اس جگہ قابو میں کر

لوں تو میرا خیال ہے کچھ آسانی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ میں نے پستول تو جیب میں رکھ لیا اور اپنی جگہ چپک کر ان کا انتظار کرنے لگا۔ روشنی اس سلسلے میں خطرناک تھی اور مجھے خوف تھا کہ اگر انہوں نے مجھے دیکھ لیا تو فوراً ہی مجھ پر گولیاں چلا دیں گے لیکن چاند کی آنکھ مچولی میرے کام آ رہی تھی۔ اس بار جب چاند چند لمحوں کے لیے بادلوں کی اوٹ میں گیا اور تاریکی پھیلی تو میں نے دیر نہیں کی۔ میں خاموشی سے اپنی جگہ سے ہٹا اور برق رفتاری سے ان پر جا پڑا۔

گو ان کے ہاتھوں میں پستول تھے لیکن روشنی میں میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ان کی کیا پوزیشن تھی۔ چنانچہ عقب سے جب میں نے انہیں دبوچا تو وہ اوندھے منہ گر پڑے۔ میں نے سب سے پہلے ان کی پستولوں پر ہاتھ ڈالا تھا اور دونوں کے ہی سائلنسر لگے ہوئے دونوں پستول میں ان کے ہاتھ سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔ اب دیر کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ میں نے ان میں سے ایک کی گردن پر ایک زوردار ہاتھ مارا اور چٹاخ کی آواز سنائی دی۔ اس شخص کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی لیکن دوسرے نے انتہائی پھرتی سے میری گرفت سے نکل کر بھاگنے کی کوشش کی۔ یہ میری خوش قسمتی تھی یا اس کی بدقسمتی کہ وہ اپنے ساتھی کے بدن سے ٹکرا کر نیچے گرا اور اس زور سے گرا کہ اس کے حلق سے کراہ نکل گئی۔ اس کے بعد میں بھلا اسے کہاں موقع دے سکتا تھا۔

میں نے اس کی گردن پر ہاتھ جما دیے اور اس وقت تک زور لگاتا رہا جب تک کہ یقین نہ ہو گیا کہ اب اس میں زندگی کی رمق باقی نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی میں نے ان کے پستول اپنے قبضے میں لے لیے کیونکہ میرے پستول پر سائلنسر نہیں تھا۔

اب ایک سائلنسر لگا ہوا پستول میری جیب میں تھا اور دوسرا ہاتھ میں تھا۔ اس کے بعد میں احاطے کی عقبی دیوار پھلانگ کر دوسری طرف آ گیا۔ کچھ اور افراد بھی میری تلاش میں مصروف تھے لیکن تاریکی کی وجہ سے وہ ابھی تک یہ اندازہ نہیں لگا سکے تھے کہ میں کہاں ہوں۔ میں نے ایک اوٹ سے جھانک کر دیکھا تو تھوڑے ہی فاصلے پر مجھے ایک اسٹیمر نظر آیا جس کے قریب دو آدمی کھڑے ہوئے تھے اور اس کے مخالف سمت دو آدمی ایک اونچے ٹیلے پر کھڑے ہوئے تھے۔

میں نے محسوس کر لیا تھا کہ اس وقت خاموش تماشائی بن کر چھپے رہنا ممکن نہیں ہے کیونکہ وہ میرے چاروں طرف گھیرا ڈالے ہوئے تھے۔ اس سے قبل کہ وہ میرے فرار کے تمام راستے مسدود کر دیں مجھے اپنے لیے راستہ بنانا تھا۔ میں نے قریبی شخص کا نشانہ لیا اور

گولی چلا دی۔ گولی کھا کر وہ دفعتاً پانی میں جا گرا لیکن اپنے ساتھی کا یہ حشر دیکھ کر دوسرے نے بھاگ کر اسٹیمر کی آڑ میں پناہ لے لی تھی۔ ٹیلے پر کھڑے دونوں آدمی البتہ اپنے انجام سے بے خبر تھے۔ دور سے ان لوگوں کا نشانہ لگانا ممکن نہیں تھا لیکن پھر بھی میں نے تاک کر ایک گولی داغ دی۔ اچھلتے ہی مجھے ایک بھیانک چیخ سنائی دی تھی اور وہ شخص اپنی ایک ٹانگ پکڑ کر اچھلتا ہوا ٹیلے سے نیچے جا گرا۔ میں ایک اور فائر کرنا چاہتا تھا لیکن اچانک سیاہ بادلوں نے چاند کو ایک بار پھر اپنی آغوش میں لے لیا۔

میں نے تاریکی کو غنیمت جانا اور فائر کا ارادہ ترک کر کے گودام سے نکل کر ایک طرف دوڑ پڑا۔ بمشکل دس گز کا فاصلہ طے کیا ہو گا کہ چاند پھر نکل آیا۔ تعاقب کرنے والوں نے مجھے روشنی میں دوڑتے ہوئے بخوبی دیکھ لیا تھا اور پھر وہ چیخ کر ایک دوسرے کو آگاہ کرنے لگے۔ اب وہ چیخ پکار کرتے ہوئے میرے اطراف میں دوڑتے بھاگتے پھر رہے تھے اور مجھے گھیرے میں لینے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں نے ان کا گھیرا توڑنے کی بہت کوشش کی لیکن انہوں نے فرار کے سارے راستے بند کر دیے تھے اور مجھے قدم بقدم موت کی طرف بڑھنا پڑ رہا تھا۔ صرف سمندر کی طرف جانے والا راستہ کھلا ہوا تھا اور اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں جان بچانے کے لیے اس طرف دوڑتا رہوں۔

دوڑتے دوڑتے کسی عمارت یا کیبن کی آڑ لے کر ایک آدھ فائر داغ دیتا اور پھر بھاگنے لگتا۔ میری تمام تر کوشش کے باوجود ان کا گھیرا تنگ سے تنگ تر ہوتا جا رہا تھا کیونکہ ان کی تعداد بہت تھی۔ میں نے ایک ایک کر کے ریوالور کی ساری گولیاں ان پر خالی کر دیں اور پھر ریوالور ان کی جانب پھینک کر سمندر کی طرف دوڑ پڑا۔

کنارے پر پہنچا تو ایک ساتھ تین چار فائر ہوئے اور گولیاں سنسناتی ہوئی دائیں بائیں نکل گئیں۔ دو گولیوں نے میرے کوٹ کی آستین میں سوراخ کر دیا تھا۔ میں نے انہیں ایک چکمہ دینے کے لیے جھوٹ موٹ کی زوردار چیخ ماری اور ہاتھ لہرا کر بلند پانی میں چھلانگ لگا دی جیسے گولیاں صحیح نشانے پر لگی ہوں اور میرا کام تمام ہو گیا ہو۔

لیکن پانی میں کودنے سے پہلے میں نے پھیپھڑوں میں اچھی طرح ہوا بھر لی تھی۔ چند سیکنڈ تک پانی کے اندر آہستہ آہستہ سانس خارج کرتا رہا۔ اس طرح کہ پانی کی سطح پر بلبلے پیدا ہونے لگے جو انہیں میرے ڈوب مرنے کا یقین دلانے کے لیے کافی تھے۔ چند ہی لمحات کے بعد میں نے ٹارچوں کی روشنیاں دیکھیں جو

سطح آب پر پڑ رہی تھیں اور تاریکی کی روشنی میں وہ لوگ بغور اس جگہ کا جائزہ لے رہے تھے جہاں میں ڈوبا تھا جب انہیں میرے ڈوب جانے کا یقین ہو گیا تو وہ آہستہ آہستہ پیچھا ہونے لگے اور پھر میرے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے وہاں سے رخصت ہو گئے چنانچہ انہیں مجھ پر کیا شبہ ہوا تھا ممکن ہے صرف کسی اجنبی شخص کو وہاں دیکھ کر انہوں نے اسے گھیرنے کی کوشش کی ہو کیا کہا جا سکتا ہے اگر انہیں یہ شبہ ہو جاتا کہ کوئی اتنا ہی خطرناک آدمی یہاں موجود ہے تو وہ اس طرح مجھے نہ چھوڑ دیتے۔

بہر طور ان کے جانے کے بعد میں نے اپنا سر پانی سے نکالا اور خاموشی سے بائیں سمت لنگر انداز جہازوں کی جانب تیرنے لگا تھوڑی دیر تیرنے کے بعد میں ایک اسٹیمر کے نزدیک پہنچ گیا تھا۔ اسٹیمر کا کنارا پکڑ کر میں نے اپنا پھولا ہوا سانس درست کیا ذرا حواس بحال کیے اور پھر سمندر کے اس حصے کی جانب تیرنے لگا جو ایک ویران ساحل کی طرف لے جاتا تھا ساحل پر پہنچ کر میں ریت پر لیٹ کر گہری گہری سانسیں لیتا رہا۔

میرا اپنا پستول بھی جیب میں موجود تھا وہ ناکارہ ہو گیا تھا میرا سارا لباس پانی میں تر بتر ہو رہا تھا میں اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا کہ میں اس جگہ سے کتنے فاصلے پر ہوں جہاں سے میں یہاں آیا تھا۔ لیکن مجھے کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو سکا چاند اس وقت بادلوں کی اوٹ میں کچھ گہرا ہی چلا گیا تھا میں انتظار کرتا رہا اگر روشنی ہو جائے تو صورت حال کا جائزہ لوں۔

اس دوران ذرا سا سستا بھی سکتا تھا چنانچہ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد میری یہ مشکل حل ہو گئی میں نے اطراف میں دیکھا تو ایک لمحے کے لیے ساکت رہ گیا جس جگہ میں موجود تھا وہاں سے دیکونا تھوڑے ہی فاصلے پر تھا۔

یا تو دیکونا نے اپنی جگہ تبدیل کر دی تھی یا پھر دن کی روشنی میں، میں اس کا اچھی طرح جائزہ نہیں لے سکا تھا یا پھر اس کا یہ نزدیکی ساحل میری نگاہوں سے اوجھل رہا تھا چند لمحات میں سوچتا رہا میرے دل میں یہ خواہش شدید سے شدید تر ہو گئی کہ دیکونا کا قریب سے جائزہ لوں۔

کپڑے تو بھیگے ہوئے تھے بھلا اب مجھے کس بات کی پروا ہو سکتی تھی چنانچہ میں آہستہ آہستہ سمندر میں اتر گیا اور تیرتا ہوا دیکونا کی جانب بڑھنے لگا دیکونا کے پچھلے حصے کے قریب پہنچا تھا کہ اس کے بغلی حصے میں مجھے ایک اسٹیمر جھولتا ہوا نظر آیا سفید اسٹیمر پانی کی لہروں میں ڈول رہا تھا میں مزید صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے غوطہ لگا کر اس کے قریب پہنچ گیا اور پھر اس کے بالکل نزدیک پہنچ کر اس پر موجود لوگوں کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا۔

اسٹیمر بالائی حصے سے دیکھنے پر اتنی وسیع نظر نہیں آ رہی تھی جتنا قریب پہنچنے پر محسوس ہوا میں نے اس کے کنارے پکڑ کر خود کو ابھارا اور اسے سنسان دیکھ کر ایک دم اس پر چڑھ گیا۔ یوں اضطراری ہی حرکت تھی دیکونا کے قریب لنگر انداز اس اسٹیمر کا صحیح طور پر جائزہ لینا چاہتا تھا۔

اسٹیمر پر ایک جگہ کچھ لمبا سا ڈھکی ہوئی تھیں ایک طرف کچھ اور سامان چھپا ہوا تھا لیکن مجھے کار آمد چیز نظر آئی وہ رسوں کا ایک ڈھیر تھا جو خاصا بلند تھا میں نے ادھر ادھر دیکھا جہاز کے اوپری اگر نیچے جھانکا جاتا تو میری کارروائیاں باآسانی نظر آ سکتی تھیں اس لیے بہتر یہ تھا کہ اس رسوں کے ڈھیر میں چھپ کر یہاں کا جائزہ لوں۔

چنانچہ میں پھرتی سے آگے بڑھتا ہوا رسوں کے ڈھیر کے قریب پہنچ گیا اور اس کے بعد ان کے درمیانی خول میں داخل ہو کر پوشیدہ ہو گیا اب میری نظر اوپر کا بخوبی جائزہ لے سکتی تھیں پندرہ بیس منٹ یہاں بھی گزر گئے اور اس کے بعد دفعتاً اسٹیمر پر تیز روشنی پھیل گئی میں نے اس روشنی سے آنکھوں کو چکا چوند ہونے سے بچانے کے لیے نگاہیں جھکا لی تھیں لیکن روشنی کا زاویہ کسی حد تک بدل گیا تو میری آنکھیں دیکھنے کے قابل ہو گئیں اوپر سے اس کی سیڑھی لٹکائی جا رہی تھی۔ ان لوگوں نے لانچ کو بالکل ہی خالی چھوڑ دیا تھا ورنہ باتیں ہو سکتی تھیں یا تو لانچ پر زیادہ افراد تھے نہیں یا پھر سب کے سب اوپر چلے گئے تھے چند ہی لمحات کے بعد اس کی سیڑھی سے دو آدمی نیچے اترتے ہوئے نظر آئے اور اس کے بعد میں نے جہاز پر گھڑگھڑاہٹ کی ایک آواز سنی۔ اس گھڑگھڑاہٹ کے بارے میں میرے حساس کانوں نے فوراً اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ کرین چلنے کی آواز ہے۔ کرین سے کیا اتارا جا رہا ہے۔ میں نے سوچا اور خاموشی سے یہ منظر دیکھتا رہا اور پھر میری آنکھوں نے ایک دلچسپ منظر دیکھا ایک عجیب سی ساخت کا بنڈل اوپر سے نیچے اتارا جا رہا تھا ایک دو اور۔ تین بنڈل نیچے اتارے گئے اور پھر کرین کی آواز بند ہو گئی اس کی راڈ دوسری طرف مڑ گئی تھی ان بنڈلوں میں کیا ہے۔ میں نے سوچا لیکن سوچنے کے لیے زیادہ وقت نہیں تھا کیونکہ اسٹیمر ایک دم اسٹارٹ ہو چکا تھا اب اگر میں یہاں سے نکل کر سمندر میں کودنے کی کوشش کروں تو یقیناً مجھے دیکھ لیا جائے گا اور اس کے بعد میری زندگی ناممکن ہو جائے گی جہاز پر موجود لوگ غیر مسلح

ثابت ہوں گے دیکونا میری نگاہوں میں مشکوک تھا اور اسٹیمر پر جو دو افراد موجود تھے ان کے بارے میں بھی میرا اندازہ تھا کہ یہ باآسانی مجھے اپنا شکار بنا سکتے ہیں کیونکہ ایک آدمی بالکل فری تھا۔

میں اس کے بارے میں یہ اندازہ تو نہیں لگا سکا تھا کہ اس کے پاس ہتھیار کون سی قسم کے ہیں لیکن اتنا میں جانتا تھا کہ اس قسم کے کام کرنے والے بغیر مسلح نہیں ہوتے چنانچہ اب سوائے اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں رسوں کے درمیان چھپا رہوں ویسے یہ بھی عجیب صورت حال ہو گئی تھی اگر یہ اسٹیمر کسی لمبے سفر پر روانہ ہو گیا تو مصیبت کا شکار ہو جاؤں گا دیر تک سوچتا رہا لیکن پھر ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہی ہو جانا پڑا۔ کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

لیکن اسٹیمر کا سفر زیادہ طویل نہیں تھا وہ تقریباً آدھے گھنٹے تک چلتا رہا اور اس کے بعد ایک جگہ لنگر انداز ہو گیا میں نے ان دو لوگوں کو انہیں اپنا سر دبا کر دیں وہ کسی سے باتیں کر رہے تھے پھر کچھ اور افراد بھی لانچ پر آ گئے اور انہوں نے وہ بنڈل اٹھا لیے جنہیں لے کر وہ یہاں تک آئے تھے مجھے بڑا تعجب تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے لیکن اگر ذہن دوڑاتا تو یہ اندازہ لگانے میں کوئی دقت نہ ہوتی کہ دیکونا سے کچھ ناجائز قسم کا مال یہاں منتقل کیا جا رہا ہے۔

بہر طور ایک بار مجھے موقع مل گیا اور میں رسوں سے باہر نکل آیا پھر چھپتا ہوا تھوڑا سا آگے بڑھا اور ان لوگوں کی کارروائی کا جائزہ لینے لگا بنڈل اٹھائے ہوئے یہ تمام ہی افراد ایک سمت بڑھ رہے تھے میں نے یہ جگہ جانی پہچانی محسوس کی اور تھوڑی دیر کے بعد مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ میکلو کے نزدیک ہی وہ قصبہ ہے جسے میں دن کی روشنی میں دیکھ چکا تھا گویا اگر میں پہلی اس جگہ پہنچنے کی کوشش کروں جہاں میری کار چھپی ہوئی تھی تو مجھے اس میں کوئی دقت نہ ہو۔ حیرت انگیز طور پر میری دن کی کارروائی میرے کام آئی تھی۔

بہر طور میں ان لوگوں کا جائزہ لیتا ہوا آگے بڑھنے لگا اسٹیمر جس جگہ لنگر انداز ہوا تھا وہ ایک کھاڑی تھی جو سمندر سے اس طرف آئی تھی اور اس کھاڑی میں اسٹیمر کے لیے پوشیدہ جگہ موجود تھی جہاں سے وہ لوگ باآسانی خشکی تک پہنچ سکتے تھے یہ کھاڑی بھی دن کی روشنی میں میری نگاہوں سے محفوظ رہی تھی۔

بہر طور جس طرف وہ چلے تھے اسی سمت میں ان کا تعاقب کرتا ہوا پہنچ گیا چھوٹے سے قصبے میں مکمل تاریکی چھائی ہوئی تھی پتا نہیں یہاں کون رہتا تھا اسے قصبہ کہا بھی جا سکتا تھا یا نہیں کیونکہ میں اس کی آبادی کا مکمل اندازہ بھی نہیں لگا سکتا تھا دن کی روشنی میں تو بس یونہی سرسری نگاہ سے دیکھا تھا اور چند ہی مکانات مجھے نظر آئے تھے جس سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ کوئی چھوٹا سا پہاڑی قصبہ ہے لیکن اس وقت دیکھنے سے یہ اندازہ ہوا کہ اسے قصبہ قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا چونکہ یہاں مکانات کی تعداد بہت ہی کم تھی اس کا مقصد ہے کہ یہ کوئی ایسی ہی آبادی ہے جس کے بارے میں کوئی اندازہ لگانا مشکل ہے میں آبادی کے مکانوں کے پاس پہنچ گیا میں نے دیکھا کہ وہ ایک چھوٹے سے کھپریل کی چھت کے گودام کے نزدیک پہنچ گیا۔

اسے گودام ہی کہا جا سکتا تھا کیونکہ اس کی ساخت کچھ اس قسم کی تھی ان میں سے ایک نے گودام کا دروازہ کھولا اور پھر وہ تینوں بنڈل اندر پہنچا دیے گئے اس کے بعد وہ لوگ وہاں سے واپس اسٹیمر کی جانب چل پڑے تھے وہ دو آدمی جو اسٹیمر پر سامان لے کر یہاں آئے تھے اسٹیمر میں بیٹھ کر واپس چل پڑے باقی تین افراد قصبے کے ایک مکان کی جانب چل پڑے تھے لیکن یہ مکان یا جگہ وہ نہیں تھی جہاں میں نے انہیں سامان رکھتے ہوئے دیکھا تھا ایک بہت ہی دلچسپ بات مجھے معلوم ہو گئی تھی دل چاہتا تھا کہ اس سامان کا جائزہ لوں لیکن اب حد سے آگے بڑھنا مناسب نہیں تھا کم از کم یہ اطلاع تو پاؤں اور سٹر جیفرسن تک پہنچا ہی دوں اس کے بعد جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

چنانچہ اب واپسی کا سفر میرے لیے بہت موزوں تھا حالانکہ بھیگے ہوئے لباس سے بدن کو شدید الجھن ہو رہی تھی لیکن کسی نہ کسی طرح میں درختوں کے اس جھنڈ تک پہنچ گیا جہاں میری کار موجود تھی اس وقت اس کار کی موجودگی مجھے دنیا کی سب سے شاندار نعمت محسوس ہو رہی تھی اور میں اپنی ذہانت پر عش عش کر رہا تھا حالانکہ میں نے یہی سوچا تھا کہ ممکن ہے کبھی اس طرف آنا ہو جائے ایسے موقع پر یہ کار میرے کام آ سکتی تھی لیکن یہ وقت اتنی جلدی آ جائے گا اس کا خود مجھے بھی گمان نہیں تھا۔ میں نے کوٹ اتار کر کار کی پچھلی سیٹ پر پھینکا ٹائی کھول کر ایک طرف ڈالی پتلون کے پائنچے چڑھا لیے اور پھر کار کے اسٹیرنگ پر بیٹھ کر کار اسٹارٹ کر دی چند لمحات کے بعد میں درختوں کے جھنڈ سے کار نکال کر آگے بڑھ گیا اور پھر تیز رفتاری سے شہر کی جانب چل پڑا۔

ذہن میں بے شمار خیالات تھے۔ کامیابی کی اس قدر امید نہیں تھی بس ایک اندازے سے یہ سب کچھ کیا تھا لیکن تیر نشانے پر بیٹھا تھا اب صورت حال یہ تھی کہ مجھے ان کا ایک اہم ٹھکانہ

معلوم ہو گیا تھا اور خاص بات یہ تھی کہ حکومت امریکہ اس وقت
منشیات کی اسمگلنگ اور امریکہ میں اس کے بڑھتے ہوئے رجحانات
کو ختم کرنے کے لیے پوری طرح مصروف عمل تھی اور اس سلسلے میں
کافی دلچسپی لی جا رہی تھی۔ مسٹر پاؤل نے مجھ سے تعاون کیا تھا
میرے خیال میں یہ بہت بڑی بات تھی، ورنہ دیہات سے لے کر
شہر کے تنگ سے مجرم اور جیل توڑ کر خود فرار ہونے والے کو اتنی مراعات
دینے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔

مگر اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ میکلو کے بارے میں یہ معلومات
حاصل ہونے کے بعد اسے نظر انداز کرنا غیر مناسب تھا۔ ممکن ہے
اس دوران وہ کچھ اور کارروائی کر ڈالیں۔ ممکن ہے اس مکان سے
منشیات کا وہ ذخیرہ ہٹا دیا جائے جس کا تعاقب کرتا ہوا میں ٹیکی
جہاز وکیونا سے یہاں تک پہنچا تھا اتنی مشکل سے اتنی معلومات
حاصل ہونے کے بعد اگر میں اپنی کوششوں سے ناکام رہتا تو یہ بات
افسوس ناک بات ہوتی چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں فلیٹ پر پہنچ
گیا ہر چند کہ رات کافی ہو چکی تھی اور میرا حلیہ بہت خراب ہو گیا
تھکن سے بدن چور چور تھا لیکن دل میں ایک لگن تھی میں جانتا
تھا کہ میں حکومت امریکہ کے لیے کچھ نہیں کر رہا اس میں کوئی شک
نہیں کہ منشیات فروش موت کا سودا کرتے پھر رہے تھے بے شمار
انسان ان کے ہاتھوں موت کا شکار ہو رہے تھے ان کی زندگی
جانوروں سے بدتر ہو گئی تھی مسٹر جنیز نے مجھے جو کچھ اس مردہ خانے
میں دکھایا تھا اسے دیکھ کر دل دہل جاتا تھا منشیات کے عادی
نوجوان کتے بلیوں کی طرح ہلاک ہو رہے تھے ہر چند کہ ان کا تعلق
میرے رنگ اور میری نسل سے نہیں تھا لیکن اگر نسلی تعصب کو
نظر انداز کر دیا جائے تو انسانوں کی نسل تو یکساں ہی ہوتی ہے
چنانچہ یہ مسئلہ بھی میری نگاہوں کے سامنے تھا۔

میں نے فلیٹ پہنچنے کے بعد آرام کرنا مناسب نہیں سمجھا
ان لوگوں پر فوری ضرب لگائے بغیر چارہ کار نہیں تھا۔ چنانچہ تھوڑی
دیر بعد مسٹر جنیز سے میں نے ٹیلی فون پر رابطہ قائم کیا کافی دیر
کے بعد دوسری طرف سے فون ریسیو کیا گیا تھا مسٹر جنیز سو رہے
تھے یہ فون ان کی اہلیہ نے ریسیو کیا تھا میں نے ان سے اپنا
تعارف کراتے ہوئے کہا کہ مجھے فوری طور پر مسٹر جنیز سے ملاقات
درکار ہے۔

"بہتر ہے اگر فرض کا معاملہ ہے تو ظاہر ہے میں اس وقت
شوہر پرستی کا ثبوت نہیں دوں گی۔" دوسری طرف سے خوش
اخلاقی لہجے میں کہا گیا۔

"اگر کوئی ایسا موقعہ نہ ہوتا تو میں بھی آپ کے آرام
میں خلل انداز نہ ہوتا۔" میں نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا اور وہ مسکرا کر
آہستہ سے ہنس دیں۔ تھوڑی دیر کے بعد مسٹر جنیز کی بھرائی
ہوئی آواز فون پر سنائی دی۔

"اگر تمہارا نام نہ سن لیتا تو یقینی طور پر اس وقت انتہائی
بد اخلاقی کا مظاہرہ کرتا۔" مسٹر جنیز نے کہا۔

"شکریہ مسٹر جنیز۔ آپ جانتے ہیں کہ میں ذاتی مقصد کے
لیے کبھی آپ کو تکلیف نہ دیتا۔"

"ہاں، ہاں مجھے پوری بات کے الفاظ ادا کرنے کی ضرورت نہیں
یقیناً کوئی ایسا ہی مسئلہ ہو گا جس کے لیے تم نے رات کے اس
وقت مجھے فون کیا ہے۔"

"جی ہاں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ ذہنی طور پر بھی منشیات
فروشوں کے انسداد کے لیے اور یقینی طور پر اگر ان کے بارے
میں آپ کو کوئی موثر معلومات فراہم کی جائیں تو آپ رات کے
اس حصے میں جاگنا غیر مناسب نہیں سمجھیں گے۔"

"ان تکلفات کی ضرورت نہیں، اگر صرف تمہارا نام پیش
ہوتا مجھے جگانے کے لیے تو تمہارا کیا خیال ہے کیا میں خوشی سے
جاگنا نہ پسند کرتا۔"

"کیوں نہیں جناب، میں اس سلسلے میں آپ کا اور خاص طور
سے مسٹر پاؤل کا شکر گزار ہوں کیونکہ صورت حال آپ کے علم
میں آنے کے بعد اس بات کے امکانات نہیں رہے ہیں کہ میں آپ
کی نیک نفسی پر شبہ کر سکوں۔"

"اچھا کہو۔ کیا بات ہے۔"

"میں منشیات فروشوں کے ایک اور ٹھکانے کا پتا لگانے میں
کامیاب ہوا ہوں بہتر یہ ہو گا کہ ہم ملاقات کر کے تفصیلی گفتگو کریں
فون پر یہ تمام گفتگو مناسب نہیں ہو گی۔"

"بالکل نہیں ہو گی۔ میں کہاں پہنچ جاؤں تمہارے فلیٹ
پر؟"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں ویسے میرا خیال ہے کہ حالات کو سننے
کے بعد آپ فوری طور پر کارروائی کرنا ضروری سمجھیں گے۔"

"اگر تم یہ سمجھتے ہو تو پھر پولیس ہیڈ آ جاؤ وہاں تو تمہیں دفتر
کا سامنا ملے گا اور اگر تمہیں واقعی کوئی ایسی اہم ضرورت پیش آئی
تو پھر ہم وہیں سے اپنی ٹیم بنائیں گے۔"

"بہت مناسب تو میں پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچ رہا ہوں۔"

"مگر یہ بتاؤ کہ تم کہیں سے آ رہے ہو یا کسی اور جگہ سے
بول رہے ہو؟"

"نہیں بول تو میں اپنے فلیٹ ہی سے رہا ہوں مگر آپ کا

دیکھا درست ہے یعنی میں تھوڑی دیر پہلے ہی کہیں سے آیا ہوں۔"

"اچھا۔ اچھا۔ دراصل نیند سے جاگا ہوں، اس لیے حواس
پوری طرح ٹھکانے نہیں ہیں بک بک کیے جا رہا ہوں جبکہ
جانتا ہوں کہ فون پر مزید گفتگو کرنا مناسب نہ ہو گی۔"

"میں پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچ رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا
مسٹر جنیز نے فون بند کر دیا یہی مناسب تھا اگر مسٹر جنیز کوئی
بڑی کارروائی کرنے کے موڈ میں ہوئے تو پولیس ہیڈ کوارٹر
ہی سے اس سلسلے میں دوسرے انتظامات بھی کر لیں گے۔

پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچنے میں مجھے آدھے گھنٹے سے زیادہ
نہیں لگا تھا لباس وغیرہ تبدیل کر لیا تھا منہ پر پانی کے چھینٹے
مار کر چہرہ بھی کسی حد تک درست کر لیا تھا حالانکہ تھکن بے پناہ
ہو رہی تھی جو کچھ کرتا رہا تھا اس نے بے حد تھکا دیا تھا۔
لیکن اس تھکن کو ذہن پر طاری کرنا مناسب نہیں تھا جس
وقت میری کار ہیڈ کوارٹر میں داخل ہوئی تو میں نے سامنے ہی
مسٹر جنیز کو بھی دیکھ لیا وہ اپنی کار کے عقبی حصے سے ٹیک
لگائے کھڑے سگار پی رہے تھے غالباً نیند بھگانے کے لیے
یہ موثر نسخہ تھا مجھے دیکھ کر مسکرائے اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے
میرے نزدیک پہنچ گئے۔

"ہیلو۔"

"ہیلو مسٹر جنیز۔"

"آؤ میرے آفس میں آ جاؤ۔" انہوں نے کہا اور مجھے لیے ہوئے
اپنے آفس میں پہنچ گئے آفس میں داخل ہوا تو ایک دلچسپ
منظر دیکھا یہاں مسٹر پاؤل بھی بیٹھے ہوئے تھے ان کے سامنے
کافی کے برتن سجے ہوئے تھے لیکن ابھی شاید انہوں نے کافی
شروع نہیں کی تھی میں ٹھٹک کر کھڑا ہو گیا تو مسٹر پاؤل
مسکراتے ہوئے بولے۔

"حیرانی کیا ہے ہو تم لوگ تم ہی بہت زیادہ ان تمام
معاملات میں مصروف عمل ہو، مسٹر جنیز نے تمہارا ٹیلی فون ملنے کے
بعد مجھے فون کیا تھا اور دیکھ لو میں تم دونوں سے پہلے پہنچ گیا۔"

"آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی مسٹر پاؤل بہر طور مجھے
یقین ہے کہ میری اطلاع آپ کو اس بات کا احساس نہیں ہونے
دے گی کہ آپ نے رات کے اس حصے میں یہ سرگرمی دکھا کر
غلط کام کیا ہے۔"

"یقیناً یقیناً بیٹھو۔ میں نے تم لوگوں کے لیے کافی کا بندوبست
کر لیا ہے۔" مسٹر پاؤل نے جواب دیا اور تھوڑی دیر کے بعد
انہوں نے خود ہی ہم تینوں کے لیے کافی سرو کر دی۔

کافی کے سپ لیتے ہوئے میں نے تفصیلات بتانا شروع
کر دیں۔ میں نے ٹیکی جہاز وکیونا کے بارے میں بتایا اور ان
لوگوں سے کہا کہ کس طرح وہ لوگ مجھے نظر آئے تھے اور پھر پیچھے
مردہ گھر کا انہیں اطمینان ہو گیا اور اس کے بعد انہوں نے مزید
کارروائیاں شروع کر دیں میں نے اس کا شہر سے میکلو کی طرف
میں پہنچنے کا پورا قصہ اور پھر سامان وہاں منتقل کرنے کی
روئیداد سنائی دونوں آفیسر بہت زیادہ پر جوش نظر آ رہے
تھے مسٹر پاؤل نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"راجہ نواز صفدر کاش۔ کاش۔ ہمارے تمہارے درمیان
ایک چھوٹی سی گڑبڑ نہ ہوئی ہوتی لیکن۔ لیکن تم یوں سمجھو کہ اب جب
کچھ تمہاری راہ میں رکاوٹ نہیں ہے تو بس میں اس سلسلے میں
کچھ بھی کروں گا لیکن تمہیں حکومت امریکہ کی نظروں میں سرخرو
کر کے رہوں گا۔"

"یہ بعد کی باتیں ہیں مسٹر پاؤل۔ اگر میں مجرم ثابت ہو
جاؤں تو میں آپ سے درخواست کروں گا کہ مجھے سزا دے دیجیے
لیکن جن حالات نے مجھے غلط راستوں کی طرف مائل کیا اگر
آپ ان کا تجزیہ کر لیں اور آپ کا دل اس بات کی گواہی دے
کہ مجرم میں نہیں ہوں بلکہ وہ لوگ ہیں جو مجھے مجرم بنانے کے
لیے دن رات سرگرداں ہیں تو پھر میری معافی کا حق بنتا ہے۔"

"اچھا چھوڑو ان باتوں کو اب یہ بتاؤ کرنا کیا ہے؟"

"میرا خیال ہے مسٹر پاؤل کہ وہ لوگ مجھے مردہ سمجھ چکے ہیں
انہیں خیال بھی نہیں ہو گا کہ میں ان کی کسی پوزیشن سے
واقف ہو گیا ہوں سب سے پہلے تو میں یہ چاہتا ہوں کہ میکلو
کے علاقے کے اس مکان پر چھاپہ مار کر وہاں سے منشیات برآمد
کر لی جائیں خاص بڑی مقدار معلوم ہوتی ہے اچھا ہے یہ مقدار
نشہ باز نوجوانوں میں نہ پہنچنے پائے ہم جس طرح بھی اس کا سدباب
کر سکیں ہمارے لیے منافع بخش ہے ممکن ہے وہاں سے ہمیں
کچھ اور کام کی باتیں بھی معلوم ہو جائیں۔"

"بڑی اچھی بات ہے میں اس کے لیے تیار ہوں۔ کیوں مسٹر
جنیز کیا خیال ہے؟"

"بالکل۔ بالکل۔"

"تو پھر مسٹر جنیز ذہانت کے ساتھ آپ ایک پارٹی ترتیب
دیجیے اس میں ایسے آفیسرز کو بھی شامل کیجیے جو ہدایات خود بھی
پورا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں مقصد ہو کہ ممکن ہے ہمیں میکلو
میں بھی داخل ہونا پڑے۔"

"میں بھی غور کر رہا ہوں میرا خیال ہے اس وقت پیٹرولنگ

آ گیا اس کمرے میں پیٹیاں اور تھیلے چنے ہوئے تھے ہم لوگوں نے خنجروں کی نوک سے تھیلے اور پیٹیاں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا شروع کر دیں منشیات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہمارے ہاتھ لگا تھا۔ پاؤل اور مسٹر چینیڈر کی آنکھیں فرط حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

"میرا خیال ہے کہ منشیات کے اس خزانے کی مالیت اربوں روپے کی مالیت ہوگی۔"

"ہاں۔ یوں لگتا ہے یہ تازہ تازہ اس جیٹی جہاز سے اترا ہے۔ پاؤل کہنے لگا۔"

"کمال ہے اتنا بڑا ذخیرہ اگر امریکہ کے مختلف شہروں میں پھیل جاتا تو آپ تصور کر لیجیے۔"

"ہاں میرا خیال ہے یہ اس صدی کا سب سے بڑا ذخیرہ ہمارے ہاتھ لگا ہے۔ پاؤل نے کہا تھوڑی ہی دیر کے بعد پولیس اس عمارت میں بھر گئی دوسری گاڑیاں بستی کے دوسرے مکانوں کی تلاشی لے رہی تھیں چھوٹا سا قصبہ ہی تھا ایک ایک فرد کو وہاں سے نکال لیا گیا اور سب کو حراست میں لے لیا گیا کچھ عورتیں بچے بھی ہاتھ لگے تھے جنہیں پولیس نے بحالت مجبوری اپنے ہاتھ لے لیا تھا اس کے علاوہ مکانوں کے ایک ایک چپے کی تلاشی لی گئی لیکن اس مکان کے علاوہ یہاں اور کسی مکان میں کوئی قابل اعتراض چیز نہیں ملی تھی۔"

حالانکہ پولیس والے بڑی جانفشانی سے یہ کارروائی کر رہے تھے اس کارروائی میں تقریباً صبح ہوگئی سورج نہیں نکلا تھا لیکن روشنی پھوٹ پڑی تھی پاؤل نے گہری نگاہوں سے چینیڈر کو دیکھتے ہوئے۔

"کیا خیال ہے۔ کیا اب میکلو پہنچ کر کارروائی کی جائے۔"

"نہیں میکلو کے اطراف پوری طرح پولیس کے قابو میں ہیں۔ دوسرے سمندری راستوں پر کیا گیا ہے۔"

"میں کبھی بھی کو لیاں نہیں کھیلتا اس وقت ہماری دس لانچیں میکلو کے اطراف میں گردش کر رہی ہیں اور میکلو تک آنے جانے والی ہر چیز پر پابندی لگا دی گئی ہے نہ وہاں سے کوئی نکل سکتا ہے نہ وہاں کوئی جا سکتا ہے گویا ہم میکلو پر کسی بھی وقت یلغار کریں ہمیں وہاں کے حالات جوں کے توں ملیں گے ہاں یہ دوسری بات ہے کہ اگر منشیات کے ذخیرے وہاں بھی ہوں تو انہیں ضائع کر دیا جائے۔"

"بہر طور یہ بات حتمی طور پر نہیں کہی جا سکتی میرا خیال تو یہ ہے کہ انہوں نے میکلو کو منتخب کر کے یہاں اس قصبے میں اپنا بیز بنا رکھا

اسٹور بنایا ہوگا۔ اسٹور سے بہت سی چیزیں ہاتھ لگی تھیں ان میں کچھ کاغذات وغیرہ بھی ہاتھ لگے تھے جن کی جانچ پڑتال ابھی تک نہیں کی گئی تھی مزید پولیس یہاں بلوائی گئی تھی اور پورے کا پورا قصبہ گھیرے میں لے لیا گیا تھا ہر جگہ کی تلاشی ہو رہی تھی حالانکہ پولیس چیف نے اپنے محکمے کے دوسرے لوگوں کو بھی ہدایت کر دی تھی کہ اتنا ذخیرہ مل جانے کے بعد اب یہاں ہر طرح کی کارروائی ممکن ہو سکتی تھی۔

چنانچہ صبح ہی صبح پولیس کے بے شمار گاڑیاں یہاں پہنچ گئیں اور اطراف کے علاقے میں پولیس ہی پولیس نظر آنے لگی ہمارا کام تقریباً ختم ہو گیا تھا پولیس کا کام اب صرف یہ تھا کہ وہ ان مکانوں کو کھود کھود کر ان کی گہرائیوں میں تہہ خانے تلاش کرے اور وہاں منشیات کی موجودگی کا جائزہ لے۔

چینیڈر میں اور پاؤل واپس چل پڑے بڑی کامیاب کوشش تھی ہماری وہ دونوں مجھے اس سلسلے میں مبارکباد دے رہے تھے اور میری دل سے سراہنا کر رہے تھے تب چینیڈر نے کہا۔

"دوسرے پروگرام کے لیے کیا ارادہ ہے میرا مقصد ہے کہ جہاز پر چھاپہ مارا جائے گا۔"

"اوہ۔ میں اس سلسلے میں تم سے پوچھنا بھول ہی گیا تھا مسٹر چینیڈر کہ جہاز کی نگرانی کا بندوبست کر لیا گیا ہے۔"

"مکمل طور پر۔ میں نے مسٹر لونا اسمتھ کے انکشافات کے بعد جو کچھ کارروائیاں کی تھیں اس میں کسی بھی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑا چنانچہ ڈیکونا کے اطراف میں جو تین جہاز ٹھہرے ہوئے ہیں وہاں پر ہمارے آدمی اب تک پہنچ چکے ہوں گے وہ زمینوں اور مختلف ذرائع سے ڈیکونا کی نگرانی کر رہے ہوں گے اور وہاں ہونے والی ہر نقل و حرکت کا جائزہ لیا جا رہا ہوگا میرا خیال ہے اس سلسلے میں ڈیکونا والوں کو ابھی تک کوئی خبر نہیں ہوئی ہوگی سوائے اس کے کہ اس چھاپے کی اطلاع ان کو مل گئی ہوگی۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ فوری طور پر ڈیکونا کو یہاں سے لے جانے کا بندوبست نہیں کر سکتے۔"

"میں چاہتا ہوں مسٹر چینیڈر کہ آپ محکمہ جہاز رانی کو اس سلسلے میں ہدایات دے دیں اور ان سے کہہ دیں کہ ڈیکونا کو ابھی کوئی تحریری کلیرنس نہ دیا جائے نہ ہی اس کی پوزیشن تبدیل کرنے کی اجازت ان کو ملنی چاہیے۔"

"ٹھیک ہے یہ بھی ہو جائے گا۔"

"تو پھر اب میرا خیال ہے کہ آپ ہم لوگوں کو آرام کی اجازت دیجیے بہتر یہ ہوگا کہ آپ بھی اپنی چھوٹی موٹی کارروائیوں سے فرصت پانے کے بعد تھوڑی دیر سو لیں تا کہ ہم ڈیکونا پر حملہ کرنے

کے لیے خود کو مستعد کر سکیں۔"

"ٹھیک ابھی تجویز ہے آپ کی آئیے مسٹر لونا اسمتھ۔ میں آپ کو آپ کے فلیٹ پر چھوڑ دوں اس کے بعد ہم دونوں چلے جائیں گے کیونکہ مسکارا کو کرشن بلا رہی۔"

چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ان لوگوں نے مجھے اس بلڈنگ کے سامنے اتار دیا جہاں سے تھوڑے فاصلے پر چلنے کے بعد وہ بلڈنگ تھی جس میں میرا فلیٹ تھا۔

آنکھوں کے پپوٹوں میں جلن سی ہو رہی تھی دماغ میں ہلکے ہلکے چکروں کا سا احساس ہونے لگا تھا میں نے فیصلہ کیا تھا کہ فلیٹ میں داخل ہو کر سب سے پہلے غسل کروں گا اور اس کے بعد آرام سے سو جاؤں گا میں فون کا ریسیور اتار کر نیچے رکھ دوں گا تاکہ فون کی گھنٹی پریشان نہ کرے سونا نہایت ضروری تھا۔

چنانچہ میں اطمینان سے فلیٹ کا تالا کھول کر اندر داخل ہو گیا اور دروازہ بند کر کے میں جمائی لیتا ہوا اپنی خوابگاہ کی جانب چل پڑا باتھ روم ملحق تھا خوابگاہ میں داخل ہوا تو نجانے کیوں چھٹی حس نے ایک عجیب سا احساس دلایا کوئی گڑبڑ تھی۔ کیا میں نے سوچا اور متجسسانہ نگاہوں سے کمرے میں چاروں طرف دیکھنے لگا بظاہر کوئی خاص بات نظر نہیں آئی تھی۔

چند لمحات میں سوچتا رہا اور پھر ایک کرسی پر بیٹھ کر جوتے اتارے اور غسل خانے کی جانب چل پڑا تھا لیکن جیسے ہی میں باتھ روم کے دروازے تک پہنچا اور دروازہ کھول کر اندر قدم رکھا ہی تھا کہ دفعتاً ٹھٹھک گیا یقیناً میری چھٹی حس نے مجھے جس خطرے کا احساس دلایا تھا وہ بے معنی نہیں تھے باتھ روم کے ٹب میں ایک ہاتھ کنارے پر لٹکا ہوا نظر آ رہا تھا میں تیزی سے بڑھتا ہوا باتھ ٹب کے قریب پہنچ گیا پانی بھرا ہوا تھا اور پانی میں ایک لاش تیر رہی تھی۔

لیکن لاش پر نگاہ پڑتے ہی مجھے اتنی زور کا جھٹکا لگا کہ اگر میں ٹب کی ٹونٹی نہ تھام لیتا تو یقینی طور پر گر پڑا ہوتا جو ٹونٹی میں نے ٹونٹی پر ہاتھ رکھا مجھے ایک سفید کاغذ کی چٹ نظر آئی جو ٹونٹی میں پھنسی ہوئی تھی۔

میں نے پھٹی پھٹی ہوئی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اس چٹ کو ٹونٹی سے کھینچ لیا چٹ کھول کر دیکھی لکھا تھا۔

"ہیلو۔ میں تم ہی سے مخاطب ہوں تم تھوڑے فاصلے پر کھڑے ہو کر دیکھ رہے ہو اگر وہ بار یک تار اس سوئچ بورڈ میں پھنسا دیے جاتے اور ان کے دوسرے سرے نل کی اس ٹونٹی سے منسلک کر دیے جاتے اور سوئچ آن کر دیا جاتا تو تم خود سوچ

سکتے ہو کہ اس وقت تمہارا کیا حشر ہو رہا ہوتا باتھ ٹب سے پانی نکل کر نیچے فرش پر پھیلا ہوا ہے اور تم ننگے پاؤں ہو اس حالت میں دیکھنے والوں کو یہاں صرف دو لاشیں نظر آتیں ایک باتھ ٹب کے اندر اور دوسری باہر لیکن ہم تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتے تھے خود اربوں مالیت ہے ہمیں یقین ہے کہ تم اس شخص کو پہچانتے ہو گے بہر طور اس بات سے اپنے آپ کو اچھی طرح محسوس کر لو اور یہ جان لو کہ ہماری کیا حیثیت ہے۔

میں نے چکراتے ہوئے ذہن پر قابو پایا اور اس سوئچ بورڈ کی جانب دیکھنے لگا درحقیقت انہوں نے جو کچھ کہا تھا غلط نہیں کہا تھا ساکٹ میں بجلی کے ننگے تار جھنسا کر اسٹیل کی اس ٹونٹی سے باندھ دیے جاتے اور سوئچ آن کر دیا جاتا تو یہ بالکل فطری بات تھی کہ اس وقت میں بجلی کے کرنٹ کا شکار ہو جاتا۔ چونکہ باتھ ٹب سے پانی نکل نکل کر نیچے ٹائلز کے فرش پر کافی پھیل گیا تھا۔ نالی جس سے پانی کو بہہ جانا چاہیے تھا خاص طور سے بند کر دی گئی تھی اس کے سوراخوں میں سیمنٹ میں پھنسا دیے گئے تھے۔

میں نے ایک گہری سانس لی اور لاش کے قریب پہنچ گیا مائیکل باورچی کا مردہ چہرہ میرے سامنے تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی مجھے گرینی باورچی کی سسکیاں بھی سنائی دے رہی تھیں گرینی باورچی بے چاری بالآخر اپنے بھائی کو بچا نہ سکی لیکن کتنی تشویشناک بات تھی کتنے دکھ کی بات تھی کہ جس بھائی کے لیے اس نے اپنی زندگی کو داؤ پر لگا دیا وہ نہیں بچ سکا تھا اور وہ بے چاری اس سے ہاتھ دھو بیٹھی تھی۔ دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا اگر مائیکل باورچی ان کے قبضے میں آ گیا ہے تو یقیناً گرینی باورچی بھی ان کے پھندے سے نہ بچی ہوگی وہ تو بالکل ہی اجنبی جگہ چلی گئی تھی اور اپنی دانست میں ان لوگوں کے چنگل سے محفوظ ہو گئی تھی دوسرے لمحے میں دوڑتا ہوا کمرے میں آیا اور سوچا کہ گرینی باورچی کو ٹیلی فون کر کے صورت حال معلوم کروں، چنانچہ فون کے قریب پہنچ کر میں نے ریسیور اٹھایا لیکن ایک بار پھر میرے اعصاب جھنجھنا کر رہ گئے تھے۔

ریسیور اٹھاتے ہی ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا اور ٹیلی فون ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ریسیور کا تار اس دھماکے سے کٹ گیا تھا اور فون کا نچلا حصہ اس طرح بکھر کر نیچے گر گیا تھا کہ اس کی کوئی چیز سلامت نہیں رہی تھی، یقیناً یہ بم کا ہلکا سا دھماکہ تھا۔ اور بم کو اس طرح ریسیور کے ہکوں سے منسلک کیا گیا تھا کہ جونہی ریسیور اپنی جگہ سے ہٹے، اور اس جگہ کے کلپ اوپر اٹھیں بم کی پن ہٹ جائے اور فون دھماکے سے اڑ جائے، ہر چند کہ یہ دھماکہ

شدید نہیں تھا، لیکن میرے لیے بے حد اعصاب شکن تھا خاص طور سے اس لیے کہ رات بھر جاگتا رہا تھا اور پھر مائیکل باؤچ کی لاش دیکھ کر ذہن پر ویسے ہی قابو نہیں رہا تھا۔

ایک ہلکی سی چیخ کے ساتھ میں نے ریسیور پھینک دیا اور پھٹی پھٹی نگاہوں سے فون کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو دیکھنے لگا بہت سے پلاسٹک کے ٹکڑے بارود کے دھوئیں سے سیاہ ہوگئے تھے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی سفید کاغذ کا ایک ٹکڑا فون کی باڈی میں سے نکل کر باہر گر پڑا تھا، تہہ کیا ہوا چھوٹا سا ٹکڑا۔ بڑی ڈرامائی پوزیشن اختیار کی تھی ان لوگوں نے یقیناً کاغذ کے اس ٹکڑے میں میرے لیے کوئی اور پیغام موجود تھا۔

چند لمحات تو ہمت نہ ہوئی کہ اس کاغذ کو ہاتھ لگاؤں لیکن یہ جو کچھ ہو رہا تھا ایسا عجیب تماشہ تھا کہ یہی صورت حال معلوم کیے بغیر چین سے نہیں رہ سکتا تھا، چنانچہ اعصاب کو قابو میں کر کے میں نے کاغذ کا ٹکڑا بھی اٹھا لیا اور اسے کھولا اس پر بھی ایک مختصر سی تحریر موجود تھی۔

"نہیں نہیں تمہیں اپنے آپ پر مکمل کنٹرول کر کے صرف وہی کرنا ہے جس کی تمہیں ہدایت کی جائے۔ نہ کرنے کا نتیجہ اتنا خوفناک ہوگا کہ تم کسی کو اس بارے میں بتانے کے لیے زندہ نہ رہو گے۔ یہ بم خطرناک بھی ہو سکتا تھا اور جونہی تم ریسیور اٹھاتے تمہارے اپنے ٹکڑے بھی اسی طرح فضا میں بکھر جاتے جس طرح مضبوط پلاسٹک کی باڈی رکھنے والے ٹیلی فون کے ٹکڑے۔ چنانچہ اب تمہیں وارننگ دی جاتی ہے کہ اب تم اس فلیٹ میں قیام نہ کرو، بلکہ یہاں سے نکل کر واپس اسی ہوٹل میں پہنچ جاؤ جہاں تمہارا پہلے قیام تھا، ہمیں یقین ہے کہ تم ہماری اس ہدایت پر عمل کرو گے۔"

میں نے کاغذ کا یہ پرزہ احتیاط سے جیب میں رکھ لیا، عجیب تھی بڑا عجیب تماشہ شروع ہوگیا تھا، گویا ان لوگوں نے اس فلیٹ میں اپنی کارروائی خاصے اطمینان سے انجام دی تھی، اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ دونوں چھوٹے چھوٹے حادثے جو یہاں ہوئے تھے، بڑے اور جان لیوا حادثے بھی بن سکتے تھے اور شاید میں انہیں نہیں روک سکتا تھا۔ چند لمحات میں سوچتا رہا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ فلیٹ چھوڑنا یوں بھی اب ضروری ہوگیا تھا چونکہ یہ جگہ ان کے علم میں آچکی تھی، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ مجھے ہوٹل پہنچنے کی ہدایت کیوں کی گئی تھی۔ کیا اس ہوٹل میں ان لوگوں نے میرے لیے کوئی خاص انتظام کیا تھا۔ چند لمحات تو ذہن کوئی فیصلہ نہ کر پایا کہ کیا جائے۔ لیکن پھر دل میں ایک اور احساس ابھرا دیکھنا چاہیے کہ وہ لوگ میرے لیے کیا خیالات رکھتے ہیں۔ اگر قتل کرنا مقصود ہوتا تو یہ دونوں واقعے میری زندگی کو ختم کرنے کے لیے کافی ہو سکتے تھے، لیکن شاید وہ مجھے قتل نہیں کرنا چاہتے۔ اس کے علاوہ میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے جس وقت میرے فلیٹ میں یہ کارروائی ہوئی ہو، نہ تو میکلو کے اطراف میں اس قصبے پر پولیس ریڈ ہوا ہو گا اور نہ ہی ریکونا کے خلاف یہ کارروائی ہوئی ہوگی، ممکن ہے اس وقت ان کی ذہنی حالت اس حد تک خراب نہ ہوا ہو اور انہوں نے مجھے قتل کرنے کا فیصلہ نہ کیا ہو لیکن اب صورت حال تبدیل ہوگئی تھی۔ خوف کی اس فضا میں، سانس لینا میرے لیے مشکل ہو رہا تھا، میں عمل کی دنیا کا انسان تھا اور عملی طور پر ہر کام کرنے کا عادی تھا۔ میں نے سوچا کہ ان کی ہدایت کے مطابق عمل کر کے دیکھ لیا جائے، سب سے بڑا خوف ثریا اور سونیا کا تھا، اگر یہ دونوں بھی ان کی نگاہوں میں آگئیں تو بے چاری لڑکیاں مصیبت کا شکار ہو سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ گرینی باؤچ کے بارے میں اب یہ سوچنا تو بالکل ہی احمقانہ سی بات تھی کہ وہ اپنے فلیٹ پر موجود ہوگی، جب مائیکل باؤچ ان کے قبضے میں آچکا ہے تو گرینی باؤچ کی زندگی محال تھی، بے چاری لڑکی۔ میں نے دکھ بھرے انداز میں سوچا اور اس الماری کی جانب بڑھ گیا جس میں میرا لباس موجود تھا، کم از کم لباس تبدیل کر لیا جائے اس کے بعد سوچوں گا کہ آگے کیا کرنا چاہیے چنانچہ الماری کے نزدیک پہنچ کر میں نے اس کا تالا کھولا اور پھر اس کا پہلا پٹ ہٹایا ہی تھا کہ تیز آواز کے ساتھ کوئی میرے اوپر آ رہا۔ اس کی زد سے بچنے کے لیے میں نے چھلانگ لگائی تھی۔ لیکن الماری سے نکل کر مجھ پر حملہ آور ہونے والا اوندھے منہ نیچے گر پڑا۔

چھلانگ لگانے کے بعد میں اس کے اٹھنے کا انتظار کر رہا تھا اور اس بات کے لیے تیار تھا کہ اگر وہ دوبارہ مجھ پر حملہ آور ہو تو میں اسے خاطر خواہ مزا چکھاؤں، میں اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے خنجر کو صاف دیکھ چکا تھا لیکن حیرت انگیز بات یہ تھی کہ وہ گرنے کے بعد دوبارہ نہیں اٹھا تھا اور اوندھے منہ زمین پر پڑا ہوا تھا۔

چند لمحات میں اسی طرح کھڑا انتظار کرتا رہا میری سمجھ میں کچھ نہ آیا تھا۔ پھر جب وہ مسلسل پڑا رہا تو میں آگے بڑھا اور میں نے اس کے بال پکڑ کر اسے ایک زوردار جھٹکا دیا۔ جھٹکا اتنا زوردار تھا کہ وہ سیدھا ہوگیا۔ تب میں نے اس کے سینے میں ایک سوراخ دیکھا۔ اس سوراخ سے خون نہیں بہہ رہا تھا بلکہ خون جھانک رہا تھا، سوراخ گولی ہی کا تھا، لیکن غالباً اتنا پرانا تھا کہ اب خون اس کے منہ پر منجمد ہو چکا تھا۔

اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور شکل بے حد بھیانک نظر آرہی تھی۔ بدن سے ہلکا ہلکا سا تعفن بھی اٹھ رہا تھا جس کا مقصد تھا کہ لاش تقریباً دس بارہ گھنٹے پرانی ہے میں ایک لمحے کے لیے صورت حال کو سمجھ نہیں سکا تھا، لیکن اس کے جس ہاتھ میں خنجر دبا ہوا تھا، اسی میں کاغذ کا ایک پرزہ بھی دبا ہوا تھا۔ مجھے ہنسی آنے لگی، ان لوگوں نے کیا تماشہ کیا ہے۔ بہرطور کاغذ کے اس پرزے کی تحریر بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہوگی۔ میں نے بمشکل تمام اسے اس کی مٹھی سے نکالا اور کھول کر پڑھنے لگا۔

لکھا تھا۔

"یہ شخص زندہ بھی ہو سکتا تھا اور یہ خنجر جو اس کے ہاتھ میں ہے، الماری کھلتے ہی تمہارے سینے میں اتر سکتا تھا۔ میرا خیال ہے اگر تم باقی معاملات سے روشناس نہیں ہوئے ہو تو پھر ان دونوں سے بھی روشناس ہو جاؤ تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم یہاں سے جا کر اس ہوٹل میں مقیم ہو جاؤ۔ وہاں تم آرام سے رہ سکتے ہو اور صرف ہوٹل پہنچانے میں ہمارا کوئی خاص مفاد وابستہ نہیں ہے، سوائے اس کے کہ تم ہماری نگاہوں میں رہو اور ہم تمہاری آئندہ کارروائی کے بارے میں جانتے رہیں۔ لیکن اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ فلیٹ سے نکلنے کے بعد تم محفوظ کہیں اور پہنچ جاؤ گے تو تمہاری یہ تصور کو ذہن سے نکال دینا اس وقت تم بے شمار لفظوں کے افتادوں کی زد پر ہو۔" یہ پرچہ پڑھ کر میں نے گہری سانس لی یا الٰہی اس دھمکی کو صرف دھمکی ہی نہیں سمجھا جا سکتا تھا، جن لوگوں نے یہ تمام کارروائی یہاں پر کی تھی، انہوں نے آگے کے بارے میں بھی جو کچھ کہا ہے، وہ سچ ہی ہوگا، چنانچہ اس میں کوئی حرج نہیں تھا کہ میں دوبارہ اسی ہوٹل میں مقیم ہو جاؤں پاؤلی اور پیٹیرز کو اس بارے میں اطلاع دینا اس وقت کسی طور ممکن نہیں تھا۔

میں نے مختصر سا ضروری سامان اپنے ساتھ لیا اور فلیٹ کے دروازے سے باہر نکل آیا۔ سیڑھیاں اتر کر میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ وہ کار کھڑی ہوئی تھی، جو مجھے انسپکٹر پیٹیرز نے دی تھی میں نے اس کے استعمال میں کوئی قباحت محسوس نہ کی۔ دروازہ کھولا اندر بیٹھ کر کار اسٹارٹ کر دی۔

ہوٹل میں میرا کمرہ جوں کا توں موجود تھا، چنانچہ اسی ہوٹل پہنچنے میں مجھے کوئی دقت نہ ہوئی، میں اپنے ہوٹل کے اسی کمرے میں منتقل ہو گیا۔ ہاں میں اسے قید ہی کہہ سکتا تھا کیونکہ مجھے اندازہ تھا کہ بے شمار آنکھیں میری نگرانی کر رہی ہیں میں نے ساتھ میں یہ بھی محسوس کر لیا تھا کہ ان لوگوں نے جو کچھ کہا ہے اس میں کوئی بات غلط نہیں ہے۔ بہت سی کاریں میرے اطراف میں پھیلی ہوئی تھیں اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ باقاعدہ مجھے ہوٹل پہنچانے کے لیے متعین کی گئی ہوں۔

اس صورت حال سے نمٹنا انتہائی مشکل کام تھا چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ہوٹل تک پہنچنا ضروری ہے اس کے بعد جو کچھ صورت حال ہوگی، دیکھا جائے گا۔

میں ہوٹل میں داخل ہوا کاؤنٹر سے میں نے چابی طلب کی اور اس کے بعد اپنی منزل پر پہنچ کر ہوٹل کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس کمرے میں کون کون سی مصیبتیں میری منتظر ہیں۔ کمرہ خالی پڑا ہوا تھا اور بظاہر اس میں کوئی خاص تبدیلی بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔

میں تھکے تھکے سے انداز میں ایک کرسی پر جا بیٹھا کچھ بھی نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ ویسے اس بات کا مجھے اندازہ تھا کہ یہاں میرے لیے تمام انتظامات مکمل کر دیے گئے ہوں گے جب کوئی صورت حال ذہن میں نہ آئی تو ٹیلی فون کی جانب بڑھا، ڈرتے ڈرتے ریسیور اٹھایا اور اسے کان سے لگا لیا، لیکن بے کار۔

یہاں ٹیلی فون میں بم تو نہیں رکھا گیا تھا لیکن اس کی لائن بے کار کر دی گئی تھی، گویا یہاں میں ایک قیدی تھا۔

کافی دیر تک میں بیٹھا کچھ سوچتا رہا، دفعتاً دروازے پر دستک ہوئی، اور میں نے بھاری آواز میں کہا۔

"آ جاؤ۔" ایک ویٹر کمرے میں داخل ہوا تھا، کسی جیوری "حضرت جناب۔" اس نے مؤدبانہ انداز میں سوال کیا اور میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔ یہ شخص اپنے انداز و اطوار سے ویٹر نہیں معلوم ہوتا تھا۔ پڑھے لکھے آدمیوں کا سا چہرہ تھا، بس لباس ویٹر کا سا تھا۔ میں نے متجسس نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا اور آہستہ سے بولا۔

"میرے لیے اب کیا ہدایت ہے۔" ویٹر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"صرف اتنی کہ آپ یہاں آرام کریں اور کسی قسم کی پریشانی کا شکار نہ ہوں، میں آپ کی خدمت میں کوئی چیز پیش کروں؟"

"جو چیز تم پیش کرو گے یقینی طور پر وہ بہتر نہیں ہوگی۔"

"اس سلسلے میں کیا عرض کر سکتا ہوں، ویسے آپ کے لیے ایک خاص ہدایت یہ ہے کہ اب اس دروازے سے باہر قدم نہ رکھیں، ورنہ بے دریغ آپ کو گولی مار دی جائے گی۔" ویٹر نے کہا اور مؤدبانہ سے گردن جھکا کر دروازے کی طرف مڑ گیا۔

میرے دماغ میں شعلے اٹھنے لگے تھے، چند لمحات کے لیے میرے اندر جنون سا ابھرا اور میری مٹھیاں بھینچ گئیں، لیکن میں

ٹھا پنے جنون کو روکا اور پھر آہستہ سے ویٹر کو آواز دی۔

"اچھا سنو، میرے لیے کوئی مشروب لے آؤ کوئی ٹھنڈا مشروب۔"

"بہتر ہے۔" اس نے جواب دیا اور باہر نکل گیا۔ میں نے سوچا تھا کہ مشروب لے کر ویٹر واپس آئے گا تو اس کا خاطر خواہ بندوبست کرلوں گا۔ لیکن کم بخت بڑے چالاک لوگ تھے۔

اس بار جو ویٹر اندر آیا وہ، وہ نہیں تھا جو تھوڑی دیر پہلے میرے پاس آیا تھا، بلکہ ایک سادہ سی شکل کا آدمی تھا اور شکل و صورت سے ویٹر ہی نظر آتا تھا۔

"وہ پہلا ویٹر کہاں گیا، جو یہاں آیا تھا۔" میں نے اس سے سوال کیا۔

"جی۔" ویٹر حیرت سے بولا۔

"اس سے پہلے ایک ویٹر آیا تھا یہاں پر۔"

"جی مجھے نہیں معلوم۔"

"تو پھر اس مشروب کے لیے تم سے کس نے کہا؟"

"جی کاؤنٹر منیجر نے۔" ویٹر نے جواب دیا اور میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلا دی۔

یہاں بھی کم بختوں نے کمینے پن کا ثبوت دیا تھا۔ میں نے مشروب کا گلاس ویٹر کو ایک جگہ رکھنے کے لیے کہا اور ویٹر گلاس رکھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں۔ ابھی یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ خاصی پریشانی کا شکار ہو گیا تھا۔

بہت دیر تک میں اپنی جگہ بیٹھا کچھ سوچتا رہا۔ یہ مشروب پینا تو بالکل بے کار ہی تھا۔ جانتا تھا کہ اس میں کوئی ایسی چیز بھی حل ہو سکتی ہے، جو مجھے نقصان پہنچا دے۔ دفعتاً ایک خیال میرے ذہن میں آیا۔

کیوں نہ کوئی مناسب کارروائی کی جائے۔ ادھر ادھر دیکھا۔ دروازے کے قریب پہنچا۔ کی ہول سے آنکھ لگا کر باہر جھانکا اور پھر دروازہ کھول کر بھی دیکھا لیکن راہداری سنسان پڑی ہوئی تھی کوئی موجود نہیں تھا۔ میں نے احتیاط سے دروازہ بند کیا۔ مشروب کے گلاس کے قریب پہنچا اور پھر اس میں سے تقریباً تین چوتھائی مشروب غسل خانے میں لے جاکر واش بیسن میں انڈیل دیا۔ پھر میں گلاس رکھ کر اطمینان سے اپنے بستر پر آ لیٹا۔

تقریباً ایک گھنٹہ یونہی گزر گیا۔ مجھے واقعی نیند آرہی تھی اور نجانے کب اور کس طرح میں گہری نیند سو گیا۔

جاگا تو شاید سورج ڈھل چکا تھا۔ سامنے ہی ایک گول روشن دان سے شام کی گہلاہٹیں جھانک رہی تھیں۔ نیند پوری ہو چکی تھی اور طبیعت میں فرحت کا سا احساس جاگ رہا تھا۔

آہستہ آہستہ وہ واقعات مجھے یاد آتے گئے۔ مشروب کا وہ گلاس بھی یاد آیا جو میں نے نہیں پیا تھا۔ بلکہ جس کا مشروب میں نے گرا دیا تھا لیکن جب گلاس پر نگاہ پڑی تو اسے اپنی جگہ سے غائب پایا۔ ایک لمحے کے لیے میں اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازہ تو میں نے اندر سے بند کیا تھا، پھر یہ گلاس کہاں گیا اور دروازے کو دیکھتے ہوئے میرا سر ایک لمحے کے لیے چکرا سا گیا۔

دروازہ اس جگہ نہیں تھا جہاں میں نے پہلے دیکھا تھا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد مجھے احساس ہو گیا کہ میں اس جگہ نہیں ہوں جہاں سویا تھا۔ گڑبڑ ہو گئی۔ بہت بڑی گڑبڑ ہو گئی۔ میں نے مشروب کا گلاس تو نہیں پیا تھا کہیں اس گلاس سے تو مجھ پر بے ہوشی طاری نہیں ہوئی تھی لیکن نیند کی جو بے ہوشی مجھ پر طاری ہوئی تھی اس نے میرا کام تمام کر دیا تھا۔

لاحول ولا قوۃ۔ میں نے دل ہی دل میں خود پر لاحول پڑھی، پھنس گیا اب ان لوگوں کے چکر میں۔ ویسے بھی بظاہر یہی محسوس ہوتا تھا کہ ان لوگوں نے میرے بچنے کا کوئی موقع نہیں چھوڑا ہے۔

ہارڈی اور ہنیٹرا اپنے معاملات میں مصروف ہوں گے۔ ظاہر ہے انہوں نے اتنا بڑا کیس پکڑا تھا آسانی سے تو انہیں فراغت حاصل نہیں ہو سکتی تھی، ان حالات میں میری طرف توجہ کون دیتا اور کون یہ پتا چلانے کی کوشش کرتا کہ میں کس حال میں ہوں اور پھر اس کے علاوہ انہیں یہ گمان بھی نہیں ہو گا کہ میں اس طرح فلیٹ سے ہوٹل تک پہنچ گیا ہوں۔

کاش میں کاغذ کے کچھ پرزے ہی وہاں چھوڑ آتا جن سے انہیں میرے فلیٹ کی تلاشی لینے کے بعد یہ اندازہ ہو سکتا کہ مجھ پر کیا بیتی ہے۔ لیکن۔ لیکن یہ بھی ایک احمقانہ کوشش ہوتی۔

جو لوگ اس قدر چالاک ہوں اور جنہوں نے اتنی چالاکی سے یہ تمام کام انجام دیے ہوں، اگر کاغذ کے کچھ ٹکڑے وہاں پڑے مل جاتے تو وہ انہیں چھوڑ دیتے، یا پھر باتھ روم میں مائیکل یا رچ کی لاش اور الماری کے پاس اس شخص کی لاش کو انہوں نے اس طرح چھوڑ دیا ہو گا، میرا خیال ہے اگر وہ لوگ میرے فلیٹ کی تلاشی لیں گے تو انہیں وہ ثبوت بھی وہاں دستیاب ہو جائے گا جو پرزے پرزے ہو چکا تھا اس کی جگہ کوئی دوسرا فون رکھ دیا ہو گا تاکہ پولیس کو شبہ نہ ہو سکے۔

میں ابھی لیٹا حالات کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ یہ کونسی جگہ ہے اور کون سی جگہ ہو سکتی ہے کہ دفعتاً بڑے زور کا

چکر سا آیا۔ میں لرزتے ہاتھوں سے اپنے اس بستر کو پکڑنے کی کوشش کرنے لگا جس پر لیٹا ہوا تھا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد مجھے احساس ہوا کہ یہ چکر نہیں ہے بلکہ کمرہ چل رہا ہے۔ کمرے کے ہلنے پر غور کیا تھا تو ایک اور بھی احساس ہوا۔ یقیناً یہ لکڑی کا کمرہ تھا۔ دوسرے لمحے میرے ذہن میں ایک ہی خیال آیا۔ ڈیکونا۔ کیا وہ لوگ وہاں سے اغوا کر کے مجھے ڈیکونا تک لے آئے ہیں۔

اس تصور کے ساتھ ذہن میں روشنی کی ایک کرن پیدا ہو گئی تھی۔ ڈیکونا تو مسٹر کے آدمیوں کی نگرانی میں ہے۔ کیا کسی نے مجھے ان لوگوں کو یہاں لاتے ہوئے نہیں دیکھا ہو گا۔

واقعی۔ واقعی یہ خیال میرے لیے خاصا تسلی بخش تھا لیکن کچھ دوسرے بھی ذہن میں ابھر رہے تھے۔ ڈیکونا پر معمول انتظامات نہیں کیے گئے ہوں گے۔ ان لوگوں کو اس بات کا اندازہ ہو گیا ہو گا کہ میکسیکو کے اطراف میں ان کا اڈہ پکڑا گیا ہے اور منشیات اب پولیس کے قبضے میں جا چکی ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے ڈیکونا پر اس سلسلے میں معقول بندوبست ضرور کر لیا ہو گا۔ تو پھر پولیس کیا کر رہی ہے۔ کہیں یوں تو نہیں کہ ڈیکونا کے خلاف کارروائی ہو چکی ہو اور پولیس کو یہاں سے کچھ نہ ملا ہو اور اس لیے اسے بری الذمہ قرار دے دیا گیا ہو۔

بہت سے خیالات ذہن میں آرہے تھے، کافی دیر تک یونہی لیٹا سوچتا رہا۔ پھر دروازہ کھلا اور کسی نے اندر جھانکا۔ جھانکنے والی ایک قبول صورت لڑکی تھی۔ اس نے مجھے جاگتے دیکھا تو اندر آگئی۔ اندر آکر اس نے سپاٹ سے لہجے میں کہا۔

"کسی چیز کی ضرورت ہے؟"

"ہیلو۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"میں نے پوچھا کسی چیز کی ضرورت ہے؟" وہ اسی لہجے میں بولی۔

"بہت بد اخلاق ہو تم۔" میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا اور لڑکی عجیب سے انداز سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

"ہاں شاید تمہارا خیال درست ہے، میں واقعی بد اخلاق ہوں اگر اس کا جواب اس بار بھی مجھے نہ ملا تو پھر میں چلی جاؤں گی۔"

"مجھے بھوک لگ رہی ہے۔" میں نے کہا۔

"کھانا کھاؤ گے یا کوئی ہلکی پھلکی چیز پیش کروں؟" لڑکی نے پوچھا۔

"کیا وقت ہوا ہے۔" میں نے اپنی کلائی پر نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔ میری کلائی خالی تھی جس کا مطلب تھا کہ انہوں نے میری گھڑی

اُتار لی تھی۔

"تقریباً ساڑھے سات بجے ہیں۔"

"تو پھر ابھی کھانا نہیں کھاؤں گا۔ بہتر یہ ہے کہ چائے یا کافی کے ساتھ کوئی ہلکی پھلکی چیز لا دو۔"

"میں ابھی لاتی ہوں۔" اس نے کہا اور دروازے کی طرف مڑ گئی۔ جب وہ دروازے تک پہنچی تو میں نے اُسے پھر آواز دی۔

"اپنا نام تو بتاتی جاؤ۔" وہ ایک لمحے کے لیے رکی اور پھر بولی۔

"ڈمپل۔"

"کمال ہے ڈمپل نام کی لڑکیوں سے اس بار زیادہ واسطہ پڑ رہا ہے۔" اس نے ایک لمحے کے لیے مجھے دیکھا اور پھر باہر نکل گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک ٹرے میں چائے اور نفیس سینڈوچز کچھ خشک میوے اور کافی کا ایک جگ رکھے ہوئے اندر آگئی۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا اور بولا۔

"ڈمپل انسان کی سب سے اہم ضرورت کیا ہوتی ہے جانتی ہو۔"

"فضول باتیں سننے کے لیے اور ان کا جواب دینے کے لیے میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

"کمال ہے، شکل و صورت دیکھ کر یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ تم اس قدر بد مزاج ہو گی۔ لیکن خیر کوئی بات نہیں ہے کیا تمہیں ہدایت کر دی گئی ہے کہ مجھ سے کوئی سوال و جواب نہ کرو۔"

اس نے ترچھی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور واپس دروازے کی جانب مڑ گئی۔

میں نے ناشتے اچکائے اور اس کی لائی ہوئی چیزوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ چند ہی لمحوں میں ساری پلیٹیں خالی کر دی تھیں میں نے۔ کافی کا بڑا سا جگ تھا جس میں اتنی کافی موجود تھی کہ پیٹ بھر جائے۔ میں نے سوچا جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا کم از کم پیٹ تو خالی نہ رکھا جائے۔ کھانے پینے سے فارغ ہو کر میں اطمینان سے لیٹ گیا۔ اب سکون سے اپنے مستقبل کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے۔ چنانچہ آنکھیں بند کیں اور خیالات میں کھو گیا۔ موجودہ حالات کے بارے میں یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ میں انہی لوگوں کے ہتھے چڑھ گیا ہوں جن کے خلاف تیرہ آرہا تھا یعنی مسٹر وکٹر ویلی لی کے آدمیوں کے وکٹر ویلی کی پوزیشن کا مجھے کافی حد تک اندازہ ہو گیا تھا وہ یہاں لاس اینجلس میں خاصی مستحکم پوزیشن کا مالک تھا، پولیس آفیسر مسٹر ہنیٹرا اور ہارڈی جیسی شخصیت اس کے خلاف کوئی موثر کارروائی کرتے

کے مجاز نہیں تھے مارکوس ٹریڈرز کا مسئلہ بڑی آسانی سے ختم کر دیا گیا تھا۔ اور میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ویل بی کے خلاف کوئی کارروائی آسانی سے ممکن نہیں ہے منشیات کی اسمگلنگ کا معاملہ صرف اس لیے میرے لیے قابل توجہ ہو گیا تھا کہ مجھے اس سلسلے میں یہاں کے لیے خصوصی اجازت نامہ دیا گیا تھا اور ایک طرح سے پولیس کی مدد بھی حاصل تھی۔

ورنہ ظاہر ہے، میں تو اپنی ہی مصیبت میں گرفتار تھا کسی نئے مسئلے میں پڑنا میرے لیے کہاں ممکن تھا زیبی کی یاد اب میرے سینے میں ایک کسک بن کر رہ گئی تھی نجانے کیوں مجھے احساس ہونے لگا کہ اب زیبی کا حصول میرے لیے ممکن نہیں ہے اگر دل میں امید کی کرن کبھی کبھی پیدا ہوتی تھی تو صرف اس خیال کے ساتھ کہ ترلوکا مجھے اپنا مدمقابل مانتا ہے اگر صرف مجھ سے انتقام لینا مقصود ہوتا تو مجھے میرے مکان ہی میں قتل کیا جا سکتا تھا میرے ذہن میں یہ تصور بھی نہیں تھا کہ ترلوکا دوبارہ منظر پر میرے سامنے آ سکتا ہے ایسی صورت میں اگر اس کے ساتھی مجھے کسی بھی جگہ مجھ پر گولیاں برسا دیتے تو ظاہر ہے میں انسان تھا شیر بھی نہیں تھا کہ ان سے بچ ہی جاتا زیبی کو اغوا کر کے ترلوکا نے ایک طرح سے مجھے چیلنج کیا تھا اور اس بات کی دعوت دی تھی کہ میں ایک بار پھر اس کے راستے میں آؤں اور وہ مجھے شکار کرے مارے بعض جرائم پیشہ افراد اور خاص طور سے وہ لوگ جو اپنے پاس کوئی قوت رکھتے ہیں اپنے دشمنوں کے ساتھ چوہے بلی کا کھیل کھیلنا پسند کرتے ہیں یہ ان کی صفت ہوتی ہے دشمن پر قابو پانے کے باوجود وہ اسے ہلاک نہیں کرتے بلکہ آزاد چھوڑ کر اس کی بے بسی کا تماشہ دیکھنا پسند کرتے ہیں یہ خاص قسم کے لوگوں کی صفت ہوتی ہے اور عموماً وہ اپنی اسی صفت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ مدمقابل کو کمزور سمجھ کر اس کے خلاف چوہے بلی کا کھیل کھیلا جانا انہیں لے ڈوبتا ہے اور شاید اسے ہی تقدیر کا کھیل بھی کہا جاتا ہے چنانچہ ترلوکا نے اپنے آپ کو منظر کر لینے کے بعد زیبی کو اغوا کیا تاکہ میں مشتعل ہو جاؤں اور پھر اس کی تلاش میں مارا مارا پھروں ممکن ہے اس نے زیبی کو زندہ رکھا ہو ممکن ہے اسے میری کارروائیوں کا علم ہوا اس کا ثبوت اس طرح ملتا تھا کہ جب میں نیویارک سے لاس اینجلس پہنچا تھا تو ایئرپورٹ ہی سے میرے استقبال کی تیاریاں کر لی گئی تھیں۔

اور اس کے بعد سے میرے اور اس کے درمیان چوہے بلی کا کھیل ہو رہا تھا لیکن اس بات کا مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ترلوکا براہ راست اس کھیل میں شامل ہے یا اس نے اپنے نمائندے اور اپنے ہرکارے ویل بی پر بھروسہ کیا ہے ویل بی کو میرے بارے میں کیا ہدایات ملی ہیں یہ بات بھی میرے لیے قابل دلچسپی تھی بہرطور ان لوگوں نے اگر مجھے ذہنی اذیت کا شکار کرنے کے لیے یہ کارروائی کی تھی تو مجھے اس بات کا اعتراف کرنے میں عار نہیں محسوس کرتا تھا کہ انہوں نے یہ کارروائی مؤثر انداز میں کی تھی اور میرے دل پر کاری ضرب لگائی تھی زیبی کے بجائے اگر میں ان کا شکار ہو جاتا تو شاید مجھے حالات کی ذرا بھی پروا نہ ہوتی لیکن زیبی کے علاوہ اب میری زندگی میں اور تھا بھی کیا۔ مسئلہ یہ پیدا ہو گیا ہے کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔

جس جگہ میں قید تھا اس کے بارے میں یہ اندازہ مجھے ہوتا تھا کہ وہ کوئی سمندری جہاز لانچ یا بوٹ وغیرہ ہے کیبن کی بناوٹ سے اس بات کا جواب بھی مل جاتا تھا کہ کوئی چھوٹی بوٹ اتنے شاندار کیبن کی مالک نہیں ہو سکتی یقیناً یہ جہاز ہے اور اگر جہاز ہے تو پھر اس بات کا اندازہ لگانا بھی مشکل نہیں تھا کہ یہ وکٹوریا ہے۔

کیا پاؤل اور جینیٹ وکٹوریا کے بارے میں کوئی کارروائی کرنے میں ناکام رہے ہیں ممکن ہے وہ وکٹوریا تک پہنچے ہوں اور انہوں نے اس میں کوئی ایسی چیز نہ پائی ہو جس سے وکٹوریا اور اس کے عملے کو مجرم قرار دیا جا سکے۔ اس کے بعد بھلا اس بات کے کیا امکانات تھے کہ ایک غیر ملکی جہاز پر قبضہ رکھا جاتا ممکن ہے ان کی کارروائی کے بعد ہی مجھے یہاں لایا گیا ہو۔

بہرطور اب میں ان کے چنگل میں تھا اس جہاز سے فرار آسانی سے ممکن نہیں تھا اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب میرے ذہن میں نہیں تھی کہ خاموشی سے انتظار کیا جائے چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب انتظار کروں گا سکون سے اپنا وقت گزاروں گا اور اپنی باری کا منتظر رہوں گا البتہ یہ تصور بار بار میرے ذہن میں ایک مضحکہ خیز سی کیفیت پیدا کر دیتا تھا کہ وہ مجھے راجہ نواز اصغر کی حیثیت سے جانتے ہیں یا صرف اس حیثیت سے کہ میں منشیات کی اسمگلنگ کی روک تھام کے سلسلے میں پولیس کے ایک مددگار کی حیثیت رکھتا ہوں اگر وہ مجھے راجہ نواز اصغر کی حیثیت سے نہیں جانتے تو یہ بات میرے حق میں ہے میں کوشش کروں گا کہ اس حیثیت سے ان سے روشناس نہ ہو سکوں یہ تمام چیزیں ایک مبہم سی کیفیت کی حامل تھیں رات ہو گئی تھی جس کا اندازہ یوں بھی ہو جاتا تھا۔

روشنی جل اٹھی تھی اور کیبن جگمگا رہا تھا میں کچھ گھٹن سی محسوس کرنے لگا تھا تھوڑی دیر کے بعد میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میں

نے دروازہ پیٹنا شروع کر دیا دو تین ہی ہاتھ مارے ہوں گے کہ دروازہ کھلا اور ایک شخص نے سامنے آ کر کہا۔

"کیا بات ہے کیا چاہتے ہیں آپ؟" اس کا لہجہ نرم تھا۔

"کسی ایسی بااختیار شخصیت سے ملاقات جس سے میں اپنے موضوع پر بات کر سکوں۔"

"ابھی یہ ممکن نہیں ہے۔ آپ آرام کیجیے۔" اس شخص نے کہا۔

"میں یہاں شدید گھٹن محسوس کر رہا ہوں اگر یہاں کچھ دیر اور بند رہا تو مر جاؤں گا۔"

"کوئی حرج نہیں ہے آپ مر جائیے۔" اس نے کہا اور دروازہ بند کر دیا میں اس کے اس پرسکون انداز پر مسکرائے بغیر نہیں رہ سکا تھا ابھی میں کچھ سوچ ہی رہا تھا کہ دفعتاً کیبن کی دیوار کے اوپری حصے میں روشن دان کھل گئے اس سے قبل ان روشن دانوں پر نگاہ نہیں پڑی تھی ویسے بھی ان کی ساخت ایسی تھی کہ اگر وہ بند ہوں تو محسوس ہی نہ ہوں۔ انہوں نے میری گھٹن کا انتظام کر دیا تھا میں ایک گہری سانس لے کر رہ گیا اور ایک بار پھر اپنی مسہری پر دراز ہو گیا کافی دیر اسی طرح گزر گئی دفعتاً مجھے اپنا بدن ہلتا ہوا محسوس ہوا اس کے ساتھ ہی باہر جہاز کے انجن کی دھمک سنائی دی تھی میرا دل ایک لمحے کے لیے دھڑکا اور پھر ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں میرے منہ سے خارج ہونے لگیں جہاز چل پڑا تھا گویا میری زندگی کا ایک اور دور شروع ہو چکا تھا۔

اگر اس جہاز نے ساحل چھوڑ دیا تو پھر میں مکمل طور پر ان کے رحم و کرم پر ہوں یقیناً مجھے ایک قیدی کی حیثیت سے کہیں لے جایا جا رہا ہے ابھی میں یہی سب کچھ سوچ رہا تھا کہ کیبن کا دروازہ کھلا اور وہی لڑکی ڈیسلی اندر داخل ہوئی اس بار وہ کھانے کی ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر آئی تھی۔

بڑی سنجیدہ اور خاموش سی لڑکی تھی چہرے پر ایک پراسرار سی کیفیت طاری تھی میں نے سپاٹ سی نگاہوں سے اسے دیکھا اس نے خالی برتن پر نگاہ ڈالی اور پھر بولی۔

"بہتر ہو آپ نے اچھا کیا کہ کھانا پینا شروع کر دیا بسا اوقات ایسے لوگ بڑے خسارے میں رہتے ہیں جو اس طرح اپنی اہمیت جتانے کی کوشش کریں۔"

"تم مجھے ذلیل کرنا چاہتی ہو ڈیسلی؟" میں نے سنجیدگی سے کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی پھر اس نے کہا۔

"نہیں میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

"تم کو یہ نہیں کہنا چاہیے کہ بحالت مجبوری میں تم لوگوں کے رحم و کرم پر پڑا ہوں۔"

"مجبوریاں ایسی ہی ہوتی ہیں آپ اپنے پسند کی کوئی چیز ہو تو بتا دیجیے یہ کھانا میں آپ کے لیے لائی ہوں۔"

"ٹھیک ہے ڈیسلی تم کہہ چکی ہو کہ تم ضروری باتوں کے علاوہ مجھ سے اور کوئی بات کرنے کے لیے تیار نہیں ہو۔ اس لیے میں تم سے کوئی مزید بات نہیں کروں گا۔" اس نے پھر ایک بھرپور نگاہ مجھ پر ڈالی اس نگاہ میں اضطراب تھا میری گہری آنکھوں نے اسے محسوس کر لیا پھر وہ میرے قریب پہنچ گئی۔

"میں بھلا تمہارے لیے کیا کر سکتی ہوں۔؟"

"مجھ سے باتیں تو کر سکتی ہو۔"

"اس کی مجھے اجازت نہیں۔"

"تو ٹھیک ہے مجھے کیا حق پہنچتا ہے کہ میں تمہیں پریشانی میں ڈالوں۔"

"لیکن میں اندازہ کر چکی ہوں کہ یہاں ہماری گفتگو سننے کے لیے انتظامات نہیں ہیں۔"

"کیا مطلب۔؟" میں نے چونک کر کہا۔

"تم آہستہ بولو تو میں تم سے باتیں کر سکتی ہوں مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں تمہیں کھانا کھلانے کے بعد برتن لے آؤں۔"

"بولو بولو بتاؤ کیا چیزیں تمہارے ذہن میں اضطراب پیدا کر رہی ہیں۔"

"مجھے مضطرب کرنے کے لیے تو میری یہ قید ہی کافی ہے لیکن کچھ سوالات ہیں جو تم سے کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں۔ ہاں کہو۔ جلدی کہو۔"

"مجھ سے واقف ہو۔"

"نہیں بس صرف اس حد تک واقف ہوں کہ تم مسٹر ویل بی کے قیدی ہو۔"

"اوہ۔ تمہارا شکریہ۔ ڈیسلی تم نے مجھے اس شخص کا نام تو بتایا جو میری قید کا ذمہ دار ہے۔"

"ہاں، تم شاید مسٹر ویل بی کے گروہ کے خلاف پولیس کے کارکن کی حیثیت سے کام کر رہے ہو۔" وہ بولی۔

"میرا نام بھی نہیں جانتیں تم۔"

"نہیں۔"

"اچھا اس جہاز کا کیا نام ہے۔"

"وکٹوریا۔"

"اس کا تعلق بلجیم سے ہے۔"

"ہاں بلجیم سے ہے لیکن یہ مسٹر ویل بی کی ملکیت ہے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"اب تفصیل میں نہ جاؤ ڈمپل۔ سمجھ لو کہ ایک بہت بڑے آدمی کا معاملہ ہے۔ مسٹر وِیلی بی کا دنیا کے بہت سے ممالک میں کاروبار ہے۔"

"کیا وکٹر وِیلی بی کسی اور شخص کے لیے کام کرتا ہے؟" میں نے سوال کیا اور وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"اس کا مقصد ہے کہ تم بہت کچھ جانتے ہو۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم بھی بہت کچھ جانتی ہو۔" میں نے اسی کے انداز میں کہا اور وہ مسکرا دی۔ پھر بولی۔

"کاش میں تم سے زیادہ دیر تک گفتگو کر سکتی لیکن زندہ رہنا چاہتی ہوں۔" اس نے کہا۔

"ہوں۔ میں سمجھ رہا ہوں ڈمپل۔ گویا تم بھی بحالت مجبوری ان کے ساتھ ہو؟"

"برے راستوں پر خوشی سے چلنا کون پسند کرتا ہے۔ بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو فطرتاً مجرم ہوں یا جرائم پیشہ لوگوں کے ساتھ زندگی بسر کرنا پسند کرتے ہوں۔ عام طور سے مجبوریاں ہی انسان کو اس زندگی میں لے آتی ہیں۔"

"تمہاری کیا مجبوری ہے ڈمپل؟"

"نہ پوچھو۔ بلاوجہ کی طویل داستانیں جن میں تمام داستانوں کی ایک ہی کیفیت ایک ہی نوعیت ہوتی ہے اس میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوتی تم یوں سمجھ لو کہ میں بھی حالات کا شکار ہوں اور ان لوگوں کے لیے غلط قسم کا کام کرنے کے لیے مجبور۔"

"میں سمجھتا ہوں۔ بہرطور تمہارا شکریہ ڈمپل میں خود غرض انسان نہیں ہوں کہ اپنی انا کی تسکین کے لیے تمہاری زندگی خطرے میں ڈالوں۔" وہ خاموشی سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"کھانا کھاؤ۔"

"شکریہ ڈمپل۔ میں کھا لوں گا۔ بس اب تم جاؤ۔"

"ارے کمال کی بات ہے کہاں تو تم مجھ سے بہت سارے سوالات کرنے کے لیے بے چین تھے اور اب مجھ سے کہہ رہے ہو کہ جاؤ؟"

"پلیز ڈمپل جاؤ میں تمہاری زندگی کے لیے کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا۔" میں نے جواب دیا اور وہ تعجب سے مجھے دیکھنے لگی۔

"مجھ سے اتنی ہمدردی کیوں پیدا ہو گئی؟" چند لمحات کے بعد اس نے کہا۔

"اس لیے کہ مجھے تمہاری مجبوری کا احساس ہو گیا ہے اور میں اپنی خود غرضی کے تحت کسی بھی قیمت پر تمہیں نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔" میں نے کہا۔

"کھانا کھا لینا۔" اس نے آہستہ سے کہا اور واپس کیبن کے دروازے کی جانب مڑ گئی میں خاموشی سے اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا تھا۔ باہر نکل کر اس نے دروازہ بند کر دیا تھا یقیناً اس کو اسے ہدایت ہو گی لیکن میں اس کی شخصیت کے بارے میں سوچتا رہا پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر کھانے کی جانب متوجہ ہو گیا میں جانتا تھا گرینی باؤچ کا معاملہ بھی میری نگاہوں کے سامنے تھا وہ بے چاری صرف اپنے بھائی کے لیے اس مصیبت میں پڑ گئی تھی سب سے زیادہ فکر مجھے ثریا اور سونیا کی تھی جب میں بیچ میں پڑ گیا تھا تو کیا یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ بھی مصیبتوں کا شکار ہو گئی ہوں۔ کاش ایسا ہی ہوتا کہ میں پاؤل یا مسٹر جیفری کو ان کے بارے میں بتا دیتا کم از کم وہ ان کی مدد تو کر سکتے تھے لیکن اب یہ سب کچھ ممکن نہیں تھا مسٹر جیکسن نے مجھ پر اعتماد کر کے انہیں میرے حوالے کیا تھا لیکن افسوس میں ان کا تحفظ نہیں کر سکا البتہ دل میں موہوم سے خیالات یہ بھی تھے کہ لڑکیاں چالاک ہیں ممکن ہے صورت حال کو محسوس کر کے وہ اپنے تحفظ کا خود ہی بندوبست کر لیں۔

بہرطور سونیا اور ثریا کا احساس بہت دیر تک میرے ذہن پر حاوی رہا لیکن مجبوری کے ان لمحات میں ان کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا عمدہ چیزیں تھیں لیکن چونکہ ایک ہی جگہ جمود رہا تھا اس لیے کھانے سے زیادہ رغبت نہیں ہو سکی۔

تاہم میں نے تھوڑا بہت کھا لیا پانی پیا اور اس کے بعد ٹرالی ایک طرف سرکا کر کیبن میں چہل قدمی کرنے لگا ہاتھ پاؤں کو بالکل ہی چھوڑ دینا مناسب نہیں تھا چہل قدمی کرنے کے بعد میں آرام کرنے کے علاوہ اور کیا کر سکتا تھا کافی دیر تک کیبن میں گھومتا رہا آئندہ کے لیے کوئی فیصلہ کرنا قطعی ناممکن تھا چونکہ حالات کا اندازہ مجھے بالکل نہ تھا۔

جب کافی چہل قدمی کر چکا تو بستر پر جا بیٹھا رات خاصی ہو گئی تھی پتا نہیں ان کمبختوں نے گھڑی غائب کرنے کا فیصلہ کیوں کیا تھا اگر گھڑی ہوتی تو کم از کم وقت کا پتا تو چلتا رہتا بستر پر لیٹا کیبن کی چھت کو گھورتا رہا روشن دان اب بھی کھلے ہوئے تھے اور ان سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کے ساتھ ساتھ ہلکی ہلکی شور کی آوازیں بھی بلند ہو رہی تھیں ویکونا کا سفر جانے کس سمت تھا، اس کا کوئی اندازہ لگانا مشکل تھا۔

کافی دیر تک لیٹا سوچتا رہا اور پھر سونے کی کوشش شروع کر دی سوچنا نہ ہی میرے مفاد میں تھا ورنہ خیالات تو ذہن کو پریشان کرنے کے علاوہ اور کچھ نہ کر سکتے تھے ذہن کا تصور ذہنی

میں لیے بالآخر نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔ اور ذہن کو خواب میں دیکھنا شروع کر دیا۔ خواب میں بھی میرے ذہن میں یہی تاثر رہا تھا کہ ذہن میرے پاس نہیں ہے نجانے کن کن حالات میں اسے دیکھا نجانے کس کس طرح اس کی کیفیات کا تجزیہ کرتا رہا اور پھر رات کا شاید آخری پہر تھا کیونکہ روشندانوں سے ہلکی ہلکی روشنی چھننے لگی تھی صبح کی آمد کا پیغام تھا کہ میری آنکھ کھل گئی میں نے اپنا بازو ایک سمت رکھا ہوا تھا لیکن جب احساس جاگا تو اندازہ ہوا کہ کوئی میرے قریب ہے ایک لمحے کے لیے پورے بدن میں سنسنی سی دوڑ گئی میں چونکہ ذہن کے خواب دیکھتا رہا تھا اس لیے دل کو ایک عجیب سے جذبے کا احساس ہوا کیا ذہن واپس آ گئی ہے میں بری طرح اچھل پڑا اور اٹھ کر بیٹھ گیا کوئی میرے نزدیک سو رہا تھا ناممکن بات تھی ناقابل یقین میں نے بے چینی سے اس کی شکل دیکھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھتا رہا اور دوسرے لمحے میرے اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

یہ گرینی باؤچ تھی جو میرے بستر میں میرے بالکل نزدیک سو رہی تھی لیکن۔ لیکن کہیں میری آنکھیں دھوکا تو نہیں کھا رہی تھیں کہیں میں کسی غلط فہمی کا شکار تو نہیں ہو گیا میں اس کے چہرے پر جھکا اور اسے غور سے دیکھنے لگا تب مجھے ایک اور احساس ہوا گرینی باؤچ کا تنفس جاری نہیں تھا اور اس کے چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی ایک اور جھٹکا میرے ذہن کو لگا اور میں پیچھے ہٹ گیا میں نے کپکپاتے ہاتھوں سے گرینی باؤچ کی پیشانی کو چھو لیا۔ پیشانی سرد تھی پھر میں نے اپنا ہاتھ اس کی ناک کے سامنے کر دیا سانسوں کی آمدورفت کا کوئی احساس نہیں تھا میرے ذہن نے فوراً ہی فیصلہ کر لیا کہ گرینی باؤچ زندہ نہیں ہے یہ اس کی لاش ہے جسے میرے نزدیک لٹا دیا گیا ہے ایک عجیب سی کیفیت ہو گئی جاگنے کے فوراً بعد اس سانحے سے دوچار ہوا تھا اور میرے اعصاب شل تھے چنانچہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتا رہا گرینی باؤچ کی شخصیت میرے ذہن میں آ گئی بے چاری بالآخر موت کا شکار ہو گئی بھائی کو نہیں بچا سکی تھی خود بھی نہیں بچ سکی دل اس کے لیے رو رہا تھا بار بار میں اس کی شخصیت ٹٹول رہا تھا لیکن کہیں بھی میرے وہم کی نفی نہیں ہوتی تھی یہ وہم نہیں تھا بلکہ حقیقت تھی یہ گرینی باؤچ کی لاش تھی ان کمبختوں نے میرے ساتھ ایک بدترین مذاق کیا تھا اور ان کے مذاق نے مجھے چند لمحات کے لیے ذہنی طور پر معطل کر دیا تھا۔

ایک بار پھر میرے سینے میں شعلے بھڑکنے لگے دل چاہا کہ اس جہاز کو آگ لگا دوں سب کچھ تباہ کر دوں لیکن جہاز کو تباہ کرنے سے تو کچھ ختم نہیں ہو جائے گا زیبی کی زندگی نہیں بچ جائے گی گرینی باؤچ زندہ نہیں ہو سکے گی اور وہ بے شمار افراد جو ان لوگوں کے ہاتھوں لقمۂ اجل بن چکے ہیں واپس نہیں آ جائیں گے انہیں شکست دینا ضروری ہے انہیں جڑ سے اکھاڑنا ضروری ہے اور اگر اس کوشش میں کبھی زندگی موت کی آغوش میں پہنچ جائے تو سودا مہنگا نہیں ہو گا۔

صبر و سکون کا ایک بے پایاں احساس میرے وجود میں تیرنے لگا میں نے اپنی اعصابی قوتوں کو بحال کر لیا تھا خاموشی سے اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور چادر گرینی باؤچ کے مردہ بدن پر ڈال دی اس کے بعد میں پھر کیبن میں ٹہلنے لگا کیبن سے ملحق ایک چھوٹا سا باتھ روم تھا میں اس میں پہنچ کر سر پر پانی کے چھینٹے مارنے لگا اور پھر کپڑوں سمیت ہی شاور کے نیچے بیٹھ گیا۔

ٹھنڈا یخ پانی میرے سر سے بہہ کر پورے بدن کو بھگوتا رہا لیکن مجھے اس کا ذرا بھی احساس نہیں ہوا میرے وجود میں جو بے پناہ جلن تھی وہ اس ٹھنڈے پانی کو خاطر میں نہیں لا رہی تھی پورا لباس بری طرح بھیگ گیا تھا تر بتر ہو گیا تھا لیکن بہرحال میں شاور کے نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ باہر سے دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی پھر ایک اور ہلکی سی آواز۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر شاور بند کیا اور باتھ روم کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ میرا اندازہ درست تھا یہ ڈمپل ہی تھی جو پھٹی پھٹی نگاہوں سے کبھی مجھے اور کبھی گرینی باؤچ کو دیکھ رہی تھی میں جس حلیے میں اس کے سامنے پہنچا وہ اسے دیکھ کر چونک پڑی۔

"یہ۔ یہ۔" اس کے منہ سے آواز نکلی۔

"ہاں۔ ڈمپل۔ اس لڑکی کا نام گرینی باؤچ ہے۔"

"مگر۔ تم نے اسے کیوں قتل کر دیا۔ تم نے اس سے کس بات کا انتقام لیا ہے؟" میرے ہونٹوں پر ایک تلخ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"نہیں ڈمپل۔ یہ میرے ساتھ ایک دلچسپ مذاق کیا گیا ہے یہ لڑکی میری منتظر تھی پہلے اس کے بھائی کی لاش میرے ہوٹل کے کمرے میں پہنچائی گئی اور اب اسے مردہ حالت میں لا کر میرے کمرے میں لٹا دیا گیا تھا وہ مجھے اعصابی خلل کا شکار بنانا چاہتے ہیں ان کے ذہن میں میرے لیے نفرت کے جذبات ہیں اور وہ اپنی نفرت کا اظہار اس طرح کر رہے ہیں کہ مجھے توڑ دیں لیکن ڈمپل یہ ممکن نہیں ہے۔" ڈمپل اپنی جگہ کھڑی

گرینی کی لاش کو دیکھتی رہی اور پھر بولی۔

"مگر یہ لڑکی کون ہے کیا تم اسے جانتے ہو؟"

"ہاں۔ اس کا نام گرینی بانیچ ہے ان ہی لوگوں کے لیے کام کرتی تھی انہوں نے اس کے بھائی کو اپنے قبضے میں کر رکھا تھا اور اسے منشیات کا عادی بنا کر اپنے جال میں پھانس رکھا تھا اور گرینی بانیچ ان کے لیے کام کرتی تھی" ڈمیلی کی آنکھوں میں اس کے لیے عجیب سے تاثرات نظر آئے ایک لمحے کے لیے اس کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا پھر وہ آہستہ سے بولی

"نانسنس بیچاری روبی تھیں۔"

"نانسنس کہا نا۔ اس کے علاوہ وہ تمہاری زندگی میں اور کچھ نہیں ہے ڈمیلی۔"

"بہت کچھ ہے لیکن ڈمیلی اب صرف ایک نام ہے اور نام کی کوئی حیثیت نہیں ہے" اس نے کہا اور واپس جانے کے لیے دروازے کی جانب مڑ گئی میں تیزی سے آگے بڑھا اور میں نے اس کا راستہ روک دیا۔

"کیا اس وقت بھی تم خطرات سے دوچار ہو ڈمیلی" اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور آہستہ سے بولی۔

"مطلب۔ میں سمجھی نہیں۔"

"مجھ سے بات نہیں کرو گی؟"

"کیا آپ کے پاس دوسرا لباس موجود ہے؟"

"نہیں۔"

"مگر آپ کا یہ لباس، سردی خاصی ہے۔"

"میرے وجود میں شعلے بھڑک رہے ہیں ڈمیلی میں جل رہا ہوں اور اس جلن کو ٹھنڈا کرنے کے لیے میں نے اپنا وجود پانی میں بھگو دیا ہے۔"

"لیکن اس طرح بیمار ہو جاؤ گے۔"

"میں ذہنی طور پر بیمار ہوں۔ میں ان سب کو ختم کر دینا چاہتا ہوں انہیں فنا کرنے کا خواہشمند ہوں۔"

"یہ ممکن نہیں ہے تم تنہا ہو" اس بار ڈمیلی آہستہ سے بولی۔

"ہاں۔ میں تنہا ہوں لیکن تم میرے ان الفاظ کو یاد رکھنا ڈمیلی بالآخر میں ایک دن ان کی موت کا باعث بنوں گا میں ہی ان کی موت کا باعث بنوں گا۔" ڈمیلی نے بے چینی سے دروازے کی طرف دیکھا اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل گئی میں اس کی بے چینی کی وجہ سمجھتا تھا میں جانتا تھا کہ گرینی بانیچ کی طرح وہ بھی ایک مجبور لڑکی ہو گی لیکن اب کچھ کرنا ضروری تھا

گرینی بانیچ کی لاش انہوں نے میرے نزدیک ڈال کر میرے جذبات کو بھڑکا دیا تھا اگر میں چاہتا تو ڈمیلی کے ساتھ ساتھ کیبن سے باہر نکل سکتا تھا اور ہنگامہ کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکال سکتا تھا اس طرح بے چاری ڈمیلی عتاب کا شکار ہو جاتی چنانچہ میں نے صبر کیا۔

میں نے ناشتے کے لیے منع کر دیا تھا اس لیے ناشتہ نہیں لایا گیا گرینی بانیچ کی لاش کو دیکھ کر میری وحشت بڑھتی جا رہی تھی پھر اسی وقت میرے اندازے کے مطابق دن کے تقریباً دس بجے ہوں گے جب چند افراد کیبن کا دروازہ کھول کر اندر آ گئے ایک بھاری بھرکم شخص نے اپنے ساتھ آنے والے لوگوں کو اشارہ کرتے کہا۔

"لاش اٹھا لو۔" اور وہ لوگ گرینی بانیچ کی لاش کی جانب بڑھ گئے میں خاموشی سے اپنی جگہ کھڑا بھاری بھرکم شخص کو دیکھ رہا تھا میرا حلیہ اب بھی بہت زیادہ خراب تھا کپڑے کسی حد تک خشک ہو گئے تھے لیکن بالکل خشک نہیں ہوئے تھے۔

"یہ تمہارا لباس کیسے بھیگ گیا؟" بھاری بھرکم آدمی نے سوال کیا۔

"میں صرف ایک سوال کا جواب چاہتا ہوں تم سے گرینی بانیچ کی لاش میرے کیبن میں کیوں ڈالی گئی تھی؟"

"تمہاری تفریح طبع کے لیے۔"

"تم کون ہو۔؟" میں نے پوچھا۔

"یہ احمقانہ سوال ہے۔" اس شخص نے کہا۔

"میں ہر سوال کا جواب چاہتا ہوں۔"

"اور جواب نہ ملا تو۔"

"تو۔" میں نے غراتے ہوئے انداز میں کہا اور اس شخص نے پستول نکال لیا۔

"جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے ہم اس سلسلے میں صرف احکامات کے پابند ہیں۔"

"میں باہر نکلنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"آؤ۔" اس شخص نے غیر متوقع طور پر کہا اور ایک لمحے کے لیے مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا پھر طور یقین کرنے کے بعد میں آہستہ آہستہ آگے بڑھا وہ میری پشت پر آ گیا تھا۔

"چلو دروازہ کھولو اور باہر نکلو۔" اس شخص نے کہا اور میں دروازہ کھول کر باہر نکل آیا باہر نکلنے کے بعد میں نے گہری گہری سانسیں لیں ایک راہداری تھی جو سیدھی چلی جاتی تھی اور جس کے دونوں جانب کمروں کے دروازے بنے ہوئے تھے میں اس

راہداری سے گزر کر ایک کھلی جگہ آ گیا۔ بھاری بھرکم شخص نے مجھے ایک طرف مڑنے کے لیے کہا اس دوران وہ ایک لمحے کے لیے غافل نہیں ہوا تھا پستول اس کے ہاتھ میں تھا اور اس کا رخ میری ہی جانب تھا میں جانتا تھا کہ اس تنہا شخص کو میرے پاس بھیجنے کا مطلب کیا ہے۔

اگر میں کوئی کوشش کرتا تو یقینی طور پر مجھے گولی ماری جاتی چنانچہ کسی حماقت کا ثبوت دینا مزید حماقت ہوتی وہ شخص مجھے لیے ہوئے ایک ہال نما کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا اور چند لمحات کے بعد میں اندر تھا یہ ایک کیبن تھا لیکن کافی بڑا اور کشادہ ایک جانب تھوڑا سا سامان رکھا ہوا تھا یقیناً یہ جہاز کا ناکارہ سامان تھا ویسے بھی یہ کشادہ کیبن زیادہ صاف ستھرا نہیں تھا ایک طرف ایک میز پڑی ہوئی تھی جس کے گرد دو آدمی کرسیاں ڈالے بیٹھے ہوئے تھے ان کے سامنے کافی کا سامان رکھا ہوا تھا بھاری بھرکم آدمی نے مجھے ان کے سامنے جیسے لا کر کھڑا کر دیا ایک شخص ان میں سے نمایاں شخصیت کا مالک تھا لمبے تن و توش کا مالک وہ شخص کپتان کی وردی پہنے ہوئے تھا اور اس کے چہرے پر بے پناہ وحشت نظر آ رہی تھی فرنچ کٹ داڑھی اور گھنی مونچھوں میں وہ کافی حد تک خطرناک معلوم ہوتا تھا اس نے اپنی بڑی بڑی خونخوار آنکھوں سے مجھے دیکھا اور پھر نرم لہجے میں بولا۔

"بیٹھ جاؤ" اشارہ ایک کرسی کی جانب کیا گیا تھا جو ان لوگوں سے چند گز کے فاصلے پر پڑی ہوئی تھی۔

"میں تم لوگوں کے احکامات ماننے کا پابند نہیں ہوں۔"

"دیکھو مسٹر آسٹن! اولیں احمقانہ دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسی حرکات کرنا ہے بیٹھ جاؤ۔ ہم دوستانہ فضا میں گفتگو کریں گے۔"

"دوستانہ فضا اور تمہارے ساتھ۔"

"تم پاگل کیوں ہو رہے ہو آخر۔؟"

"اس لڑکی کو کیوں قتل کر دیا گیا اور اسے میرے بستر پر کیوں ڈالا گیا؟"

"تم اس سے کوئی جذباتی لگاؤ رکھتے تھے؟" کیپٹن کے لباس میں ملبوس شخص نے کہا۔

"میں ہر اس شخص سے جذباتی لگاؤ رکھتا ہوں جو تمہارے مظالم کا شکار ہے۔"

"بے وقوف آدمی ہو ہمارے کچھ سوالات کے جواب دو اور فضول باتوں سے گریز کرو۔"

"ہوں۔ فرمائیے۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"تم جیوڈیا لوک لوسیہ کے کون سے ڈپارٹمنٹ سے تعلق رکھتے ہو۔" کیپٹن نے پوچھا اور اس کے اس ایک سوال نے مجھے ایک لمحے میں ساری حقیقت سے روشناس کرا دیا۔ وہ لوگ مجھے لیجوناز اصغر کی حیثیت سے نہیں جانتے تھے بلکہ مقامی انتظامیہ کا کوئی فرد سمجھتے تھے ایک لمحے کے لیے میں فیصلہ نہیں کر پایا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے اپنی اصل شخصیت کو ان کے سامنے لاؤں یا پھر ان کی سوچ کے مطابق ہی خود کو ڈھال دوں۔ دوسرے ہی لمحے میں نے فیصلہ کیا کہ اگر وہ میرے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہیں تو انہیں غلط فہمی کا شکار رہنا چاہیے میری اصل پوزیشن ان کی نگاہ میں آ گئی تو پھر صورت حال تبدیل ہو جائے گی۔

"سوالوں کا تبادلہ زیادہ مناسب رہے گا مسٹر کیپٹن یہ الفاظ میں آپ کے لباس کو دیکھ کر ادا کر رہا ہوں۔"

"اوہو۔ گویا تم بھی سوالات کرنا چاہتے ہو ٹھیک ہے۔"

"آپ نے مجھے کس حیثیت سے گرفتار کیا ہے؟"

"تمہارے ذریعے جہاں جو نقصانات پہنچے ہیں وہ ناقابل تلافی ہیں اور ان کے سلسلے میں ہمیں تم سے بازپرس کرنا ہی تھی۔" کیپٹن نے کوئی معقول سے انداز میں جواب دیا۔

"ایلین کارپٹ کو کیوں قتل کیا گیا؟"

"تمہارا تعلق ایلین کارپٹ ہی سے تھا نا لیکن وہ تو ایک پرائیویٹ جاسوس تھا تمہارا اس سے کیا تعلق تھا؟"

"تم نے اسے کیوں قتل کیا اور مجھ تک کیسے پہنچ گئے؟"

"چلو ٹھیک ہے ہم تمہارے سوالات کا جواب دیتے ہیں۔ ایلین کارپٹ پرائیویٹ جاسوس کی حیثیت رکھتا ہے کم از کم ہمارے علم میں یہی تھا ہمیں اس بات کا اندازہ تھا کہ ممکن ہے وہ پولیس کے لیے بھی کام کر رہا ہو۔ چنانچہ ہم اس پر نگاہ رکھے ہوئے تھے لیکن ہم نے اسے گرفتار نہیں کیا اور جب ہم نے اسے ایئرپورٹ پر دیکھا کہ وہ کسی کا انتظار کر رہا ہے تو اس سے قبل کہ وہ اپنی معلومات تم تک منتقل کرتا ہم نے اسے قتل کر دیا۔"

"مارکوس رابرٹ مسٹر ولیمز ہی کی ملکیت ہے؟"

"ہاں۔ تمہاری معلومات خاصی آگے بڑھ چکی تھیں اس لیے ضروری سمجھا گیا کہ تمہیں ٹریس کر لیا جائے۔" اس شخص نے جواب دیا۔

"بس۔ تو پھر تم سوچ سکتے ہو کہ میں کون ہوں اور کیا کر رہا ہوں۔"

"یہ تو سوچ لیا گیا ہے تمہارے بارے میں بہر طور تمہیں تمہاری موت کی اطلاع دی جا رہی ہے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں ہلاک کر دیا جائے کیونکہ اب تم ہمارے لیے ایک بالکل

بے کار ہو کے رہ گئے ہو۔"

"مجھے قتل کر کے شاید تم لوگوں کو شدید ترین نقصانات سے دوچار ہونا پڑے مسٹر ویلی لی سے میری ملاقات کرا دو میں ان کے لیے بہت ہی کارآمد شخصیت ثابت ہوں گا۔" میں نے کہا اور کیپٹن اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر ہنس پڑا۔

"دیکھا بھئی تم نے۔ اب مسٹر وکٹر ویلی لی کے لیے اس قسم کے تھرڈ کلاس لوگ بھی کارآمد ہو سکتے ہیں۔"

"تمہارے کارا اپنا وقت ضائع کر رہے ہو کیپٹن اپنا کام انجام دو۔" دوسرے آدمی نے کھردرے لہجے میں کہا اور کیپٹن نے گردن ہلا دی چند لمحات کے بعد اس نے باہر کی طرف رخ کر کے کسی کو آوازیں دیں اور ایک ساتھ سات آٹھ لوگ اندر آ گئے۔

"ٹھیک ہے اسے لے جاؤ اور سمندر میں ڈبو دو۔" کیپٹن نے اس طرح کہا جیسے کسی معمولی کام کی ہدایت کر رہا ہو۔ آنے والوں نے مجھے چاروں طرف سے جکڑ لیا تھا کم بخت کیپٹن نے اس طرح اچانک یہ حکم دے دیا تھا کہ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا وہ چاروں ہی توانا ہیکل آدمی تھے جنہوں نے مجھے جکڑ لیا تھا اور پھر وہ مجھے گھسیٹتے ہوئے باہر لے آئے اگر مجھے سوچنے سمجھنے کا موقع مل جاتا تو شاید اس طرح میں ان کے چنگل میں نہ پھنستا اور کم از کم وکیو تا پر اپنی کچھ نہ کچھ کارروائی تو ضرور کرتا اگر بچ نہ سکتا تو ان میں سے دو چار کو ہلاک تو ضرور کر دیتا لیکن میں اس طرح بے دست و پا ہو گیا تھا کہ کوئی ترکیب ہی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی وہ چاروں جب مجھے گھسیٹتے ہوئے باہر لائے تو عقب سے دو اور نکل آئے جنہوں نے اپنے ہاتھوں میں پستول تھامے ہوئے تھے ان کے گھسیٹنے کے انداز میں اتنی درندگی تھی جیسے میں انسان ہی نہ ہوں میں ایک لمحے کے لیے سچ مچ بوکھلا گیا تھا زندگی اس طرح ختم ہو جائے گی کبھی سوچا بھی نہ تھا لیکن صورت حال ایسی تھی کہ اب میرے لیے کوئی چارہ کار نہیں رہ گیا تھا وہ مجھے باہر کھلے عرشے پر لے آئے۔ چاروں طرف سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

میری نگاہیں اطراف میں بھٹکنے لگیں ایسی کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آ رہی تھی جس سے میں اپنی جان بچا سکوں ویسے وکیو تا نے ساحل کو چھوڑ دیا تھا لیکن بہت زیادہ دور نہیں نکلا تھا۔ نگاہوں کی آخری حد پہ کچھ سرمئی لکیریں نظر آ رہی تھیں جو یقیناً لاس اینجلس کا ساحلی شہر تھا لیکن اتنی دور تک تیر کر پہنچنا ناممکن سا تھا اور پھر ابھی تو مسئلہ ہی کچھ اور تھا جدوجہد کرنے کا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہا تھا ان چاروں نے مجھے کسی جانور کی طرح زمین پر گرا دیا اور پھر میرے ہاتھ پاؤں باندھنے میں مصروف ہو گئے بے بسی کا احساس میرے رگ و پے میں شدت سے گردش کر رہا تھا میں کچھ اس طرح معطل ہو گیا تھا کہ جدوجہد بھی نہیں کر سکا انہوں نے مضبوطی سے میرے دونوں پاؤں رسیوں سے باندھ دیے اور پھر دونوں ہاتھ پشت پر کر کے انہیں بھی اسی طرح کر دیا کہ میں جنبش تک نہ کر سکوں۔

اب میں ساکت ہو گیا تھا اگر خدا کی یہی مرضی تھی کہ اس طرح مجھے موت نصیب ہو تو پھر میں کچھ نہیں کر سکتا تھا میری آنکھوں میں زیبی کا تصور نمایاں ہو گیا زیبی اگر زندہ ہے تو ساری عمر میرے لیے ترستی رہے گی ویسے میں یہ بات جانتا تھا کہ اگر کیپٹن میری حقیقت کو سن لیتا تو شاید مجھے خود قتل کرنے کے بجائے وکٹر ویلی لی کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کرتا لیکن اس وقت ذہن کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا جب میں کیپٹن کے سامنے تھا۔

اس کے فوراً بعد صورت حال بری طرح بگڑ گئی تھی میں ان کمبختوں کی درندگی سے اس طرح مفلوج ہو گیا تھا کہ اب ہاتھ پاؤں بھی نہیں ہلا سکتا تھا تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے لوہے کے دو وزنی ٹکڑے میری کمر سے باندھ دیے۔ گویا یہ اس لیے تھے کہ میں سمندر کی تہہ میں پہنچ جاؤں بے بسی کا شدید احساس میرے وجود میں بس گیا تھا انہوں نے مجھے اٹھایا اور کنارے پر لے گئے۔

"دیکھو۔" میں نے حواس مجتمع کر کے ان سے کہا۔ "مجھے وکٹر ویلی لی کے سامنے پیش کر دو ورنہ میری موت کے بعد تم لوگ بھی بدترین سزاؤں سے دوچار ہو گے۔" لیکن سننے والا کوئی نہیں تھا انہوں نے مجھے اٹھایا اور پھر ایک دم سمندر میں اچھال دیا۔

پانی کی چوٹ میرے بدن پر زور سے لگی تھی ایک لمحے کے لیے حواس معطل ہو گئے لوہے کے جو وزنی ٹکڑے میرے بدن سے باندھے گئے تھے انہوں نے اپنا کام شروع کر دیا اور انتہائی برق رفتاری سے میں پانی کی تہہ میں بیٹھنے لگا سانس روکنے کی کوشش بھی نہیں کر پایا تھا اوپر سے گرتے ہوئے بس حواس ایسے ہی معطل تھے اور اب کوئی امکان نہیں تھا کہ میری زندگی بچ جائے میں پانی میں نیچے ڈوبتا چلا جا رہا تھا اور دل ہی دل میں اپنی زندگی کی ان آخری گھڑیوں کا احساس کر رہا تھا پانی آہستہ آہستہ میرے حواس چھینتا جا رہا تھا ناک کے راستے پانی کچھ اندر چلا گیا تھا منہ میں نے سختی سے بھینچ رکھا تھا دفعتاً میرے کانوں میں ایک سرسراہٹ سی ابھری یقیناً یہ پانی کی تھرتھ

ا تھرتھی۔

نجانے کیا تھا یہ۔ نجانے کیا چیز تھی میں نے پلٹ کر دیکھنے کی کوشش کی لیکن آنکھیں مجسم طور پر ساتھ نہ دے سکیں ایک سایہ سا میں نے اپنے آپ پر جھپٹتے ہوئے محسوس کیا تھا اور پھر دفعتاً مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے نیچے گرنے کی رفتار تھم گئی ہے ایک خنجر کی چمک میری آنکھوں کے سامنے لہرائی تھی لیکن اس خنجر نے وہ رسیاں کاٹ دی تھیں جو میری پشت پر بندھے ہوئے لوہے کے ٹکڑوں سے منسلک تھیں اور یقیناً نیچے بیٹھنے کی رفتار اس وجہ سے مدھم پڑ گئی تھی پھر دو ہاتھ میرے نزدیک پہنچے انہوں نے مجھے سنبھالنے کی کوشش کی لیکن میں سنبھل نہ سکا البتہ چند ہی لمحات کے بعد میں نے اپنی پشت پر خنجر کی چبھن محسوس کی اور اس کے فوراً بعد میرے دونوں ہاتھ رسیوں سے آزاد ہو گئے۔

غالباً خنجر استعمال کرتے وقت میری پیٹھ میں اس کی نوک چبھ گئی تھی ہاتھ آزاد ہوتے ہی میں نے جدوجہد شروع کر دی لیکن یہ ایک ناکام جدوجہد تھی کیونکہ پاؤں اب بھی کسے ہوئے تھے البتہ میں نے اپنے بدن پر ہاتھ محسوس کیا جو مجھ پر سے گزر کر میرے پیروں پر پہنچ گیا پانی اب میرے اندر کوئی حد تک داخل ہو گیا اور سانس بند ہونے لگی تھی لیکن میں نے جانے ہوش کے آخری لمحات میں اپنے پیروں کی رسیوں کو بھی کٹتا ہوا محسوس کیا اب میرے ہاتھ پاؤں دونوں آزاد ہو گئے تھے۔

اس کے بعد میں نے کسی کے بازو کی گرفت اپنی کمر کے گرد محسوس کی اور خود ہی اوپر پہنچنے کے لیے جدوجہد کرنے لگا یہ میری قوت برداشت کی انتہا تھی کہ پیٹ میں پانی بھر جانے کے باوجود اور سانس بند ہونے کے باوجود میں اوپر پہنچنے کی مسلسل جدوجہد کر رہا تھا لیکن جو شخص اس وقت میرا مددگار بنا تھا وہ مجھے پانی کی سطح تک پہنچنے سے روک رہا تھا اور اس نے خود ہی میرے بدن کو سنبھالنے کی کوششیں شروع کر دیں۔

تھوڑی دیر کے بعد میرا سر پانی کی سطح سے ابھر آیا لیکن سانس اب بھی بحال نہیں ہو سکا تھا میرے مددگار نے مجھے تھوڑی دیر تک گھسیٹا اور پھر بازوؤں میں اٹھا کر ایک کشتی میں اچھال دیا میں نے اس کشتی کو بخوبی محسوس کیا تھا اس کے فوراً بعد ہی وہ شخص بھی اوپر چڑھ آیا اس نے مجھے اوندھا لٹا دیا اور میرے ہاتھ اور پاؤں موڑ موڑ کر منہ سے پانی نکالنے کی کوشش کرنے لگا تقریباً دس منٹ کی مسلسل جدوجہد کے بعد میری سانس واپس آ سکی اور میں اکھڑی اکھڑی سانسیں لینے لگا اس نے اب مجھے چت کر دیا میں خاموش نگاہوں سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا عجیب سی شکل و صورت کا آدمی تھا عمر کا کوئی تعین نہیں ہو سکتا تھا چہرے پر جھریاں پڑی ہوئی تھیں لیکن بدن خاصا مضبوط تھا بلکہ اگر ایک طرح سے یہ کہا جائے کہ اس کا تن و توش خاصا اچھا تھا تو یہ غلط نہیں ہوگا۔ وہ ہمدردانہ نگاہوں سے میری شکل دیکھ رہا تھا چند لمحات کے بعد میں نے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی تو وہ آہستہ سے بولا۔

"لیٹے رہو بیٹے رہو۔ جہاز ابھی زیادہ دور نہیں گیا ہے اگر کچھ لوگوں نے عرشے پر کھڑے ہو کر ہماری اس کشتی کو دوربین سے دیکھنے کی کوشش کی تو تم ان کی نگاہوں میں آ جاؤ گے۔"

میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا اور خاموشی سے لیٹا رہا اس نے فوراً اس کشتی کا انجن اسٹارٹ کیا اور اسے ایک سمت موڑ دیا اب اس نے اسٹیئرنگ سنبھال کر موٹر بوٹ کو تیزی سے ساحل کی جانب چھوڑ دیا تھا موٹر بوٹ اپنے پیچھے سفید جھاگوں کی ایک لکیر سی بناتی ہوئی دوڑ رہی تھی اور میں دزدیدہ نگاہوں سے تھوڑی سی گردن اٹھا کر وکیو تا کو دیکھ رہا تھا جو ایک مخصوص سمت میں بڑھتا چلا جا رہا تھا اس کا عرشہ خالی تھا ان لوگوں نے مجھے پھینکنے کے بعد غالباً اس بات کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی کہ جھانک کر یہ دیکھیں کہ میں مر چکا ہوں یا نہیں جو وزن انہوں نے میری کمر سے باندھے تھے وہ یقینی طور پر مجھے کبھی نہیں ابھرنے دے سکتے تھے کیونکہ وہ خاصے بھاری تھے۔

موٹر بوٹ ساحل کی طرف دوڑتی رہی اور چند منٹوں کے بعد اٹھ کر بیٹھ گیا میرے بیٹھنے پر میرے ساتھی نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور پھر سامنے کی سمت نگاہیں جما دیں میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں اس سے بات چیت کروں لیکن کیفیت ایسی تھی کہ کچھ بول بھی نہیں سکتا تھا اس وقت اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ شخص میرے لیے مسیحا ثابت ہوا تھا خدا نے یہ غیبی امداد بھیجی تھی ورنہ موت میں کوئی فاصلہ نہیں رہ گیا تھا اور یہ لمحات ایسے تھے کہ میں اس کے علاوہ کچھ اور نہیں سوچ سکتا تھا کہ بس میری موت نزدیک آ گئی ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد موٹر بوٹ ساحل سے جا لگی یہ ایک تفریحی ساحل تھا جہاں چھوٹے چھوٹے کیبن بنے ہوئے تھے ان کیبنوں پر موٹر بوٹ کرائے پر دینے والی کمپنیوں کے نام لکھے ہوئے تھے غالباً یہ کرائے کی بوٹ تھی جس پر یہ شخص سیر

کرنے نکلا تھا یا محض یہ اس کا کوئی اور مقصد ہو بہر طور اس نے میری طرف دیکھا اور بولا:

"کیا تم بہتر حالت میں ہو؟"

"ہاں میرے دوست میں ٹھیک ہوں۔"

"چل پھر سکتے ہو؟"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"ہمارے لباس بری طرح بھیگے ہوئے ہیں لیکن کوئی بات نہیں اس کی جواب دہی بھی کر لیں گے ہم دونوں سمندر کی سیر کو گئے تھے خیال رکھنا اس چیز کا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور وہ میرے ساتھ نیچے اتر آیا۔ حالت واقعی تباہ ہو رہی تھی زمین پر قدم رکھنے کے بعد ایسا محسوس ہوا جیسے بدن کا توازن درست نہیں وہ میرے کام آئی میں نے اپنی قوت ارادی کو کام میں لاتے ہوئے اپنے قدموں کو مضبوط رکھا اس نے موٹر بوٹ ساحل سے لگا دی تھی تھوڑی ہی ایک اٹینڈینٹ ہمارے پاس پہنچ گیا اس نے اٹینڈنٹ کو موٹر بوٹ کے انجن کی چابی سپرد کر دی اور اٹینڈنٹ نے ایک ٹوکن اس کی جانب بڑھا دیا۔

"ٹھیک ہے۔" وہ آہستہ سے بولا اور میرے ساتھ چلتا ہوا آگے بڑھ گیا لوگ تفریحات میں مشغول تھے موٹر بوٹ کرائے پر لے کر سمندر میں سیر کرنے والے اچھی خاصی تعداد میں یہاں موجود تھے جوڑے مختلف سمتوں میں رواں دواں تھے لیکن وہ شخص تیز بڑھتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک سیاہ رنگ کی فورڈ گاڑی کے پاس پہنچ گیا۔

"آؤ" اس نے کہا اور جیب سے چابی نکال کر فورڈ کا دروازہ کھول دیا پھر مسکرا کر بولا۔

"میرے لباس میں جو کچھ تھا وہ بری طرح بھیگ چکا ہے لیکن مجبوری ہے کیا کیا جا سکتا ہے تمہیں تھوڑی دیر تک اسی حالت میں رہنا پڑے گا" میں نے خاموش نگاہوں سے اسے دیکھنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا اور اس کے برابر والی سیٹ پر آ بیٹھا۔

"تمہارے حواس قابل تعریف ہیں ان حالات میں تو کوئی شخص ہوش میں نہیں رہ سکتا تھا لیکن میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم بہترین قوت ارادی کے مالک ہو۔"

"شاید" میں نے آہستہ سے کہا۔

"میں تمہارا نام پوچھ سکتا ہوں؟" اس نے سوال کیا۔

"تم مجھے ٹریفن سن کے نام سے پکار سکتے ہو" میں نے جواب دیا اب ہر شخص کو اپنا نام بتانا مناسب نہیں تھا اب تک میں نے جو حماقت کی تھی اس کا خمیازہ بھگت لیا تھا اس نے آہستہ سے کہا۔

"میرا نام ایڈرین کوربی ہے تم مجھے کوربی کے نام سے پکار سکتے ہو۔"

"شکریہ مسٹر کوربی دل تو چاہتا ہے کہ آپ کا شکریہ ادا کروں کیونکہ آپ نے اس وقت میری جان بچائی ہے لیکن میرا خیال ہے تکلفات کے لیے یہ وقت موزوں نہیں ہے۔"

"ہاں تم نے ٹھیک کہا واقعی تکلفات کے لیے یہ وقت موزوں نہیں ہے۔" اس نے کہا اس کے بعد ہم دونوں خاموش ہو گئے فورڈ برق رفتاری سے دوڑتی رہی اور پھر اس نے انجلس کے پر رونق بازاروں سے گزرتی ہوئی بالآخر پرانے شہر کی جانب بڑھ گئی پرانے شہر کی بوسیدہ بلڈنگ کے سامنے کار روک لی اور انجن بند کر کے نیچے اتر آیا۔

"آؤ" وہ آہستہ سے بولا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ دوسری منزل کے ایک فلیٹ کا تالا کھول کر اس نے مجھے اندر آنے کا اشارہ کیا اور میں اس کے ساتھ اندر پہنچ گیا۔

"میں تمہارے لیے لباس کا بندوبست کرتا ہوں اس کے ساتھ ہی کافی کا پانی بھی رکھ دیتا ہوں در اصل یہاں میرے علاوہ اور کوئی نہیں ہے اس لیے مجھے ہی یہ سب کچھ کرنا ہو گا۔"

"میں اس سلسلے میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟" میں نے پوچھا۔

"ارے نہیں نہیں تم صرف میری یہ مدد کرو کہ اندر جا کر آرام سے لیٹ جاؤ میرا خیال ہے تمہیں آرام کی ضرورت ہے اور سنو جس کمرے میں تم جاؤ گے میرا مطلب ہے وہ سامنے والے دروازے کی طرف وہاں وارڈ روب بھی موجود ہے اگر چاہو سب کچھ اور ضرورت محسوس کرو تو تھوڑی سی لے لینا۔"

"شکریہ" میں نے جواب دیا اور وہ ایک دوسرے گوشے کی جانب بڑھ گیا جس کمرے کی طرف اس نے مجھے اشارہ کیا تھا میں اس کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا اندر بوسیدہ سا فرنیچر پڑا ہوا تھا اس شخص کی مالی حالت زیادہ بہتر نہیں معلوم ہوتی تھی ایک سائیڈ ٹیبل رکھی ہوئی تھی جس پر برانڈی کی بوتل اور گلاس وغیرہ رکھے ہوئے تھے برانڈی کی بوتل تقریباً پوری بھری ہوئی تھی لیکن میں نے اس کی جانب توجہ نہیں دی اور مسہری کی جانب بڑھ گیا جو سنگل بیڈ کی شکل میں تھی۔

اس کے بعد میں آرام سے لیٹ گیا گزرے ہوئے واقعات کا ایک ایک لمحہ میرے ذہن پر ہتھوڑی بن کر برس رہا تھا یعنی

بات یہ ہے کہ میں ختم ہو چکا تھا اگر میں اس نئی زندگی کا تصور کرتا تو یہ صرف اس شخص کی مہربانی ہوتی تھی جس کا نام کوربی تھا لیکن میرے ذہن میں ایک اور خیال بار بار آ جاتا تھا جب تک میرا وقت پورا نہیں ہو جاتا کوئی مجھے کوئی نہیں مار سکے گا اور کی مدد شامل حال ضرور تھی لیکن میرا ایمان ہے اسے غیبی امداد کہنا تھا مگر یہ کوربی کون ہے اور وہ یہاں کیا کر رہا تھا بہت سے خیالات میرے ذہن میں آ رہے تھے تھوڑی دیر کے بعد کوربی ایک ٹرے ہاتھوں میں سنبھالے اندر پہنچ گیا اس پر ایک پلیٹ میں تھوڑے سے بسکٹ موجود تھے اور کافی کے دو بڑے بڑے مگ رکھے ہوئے تھے اس نے بڑے سلیقے سے یہ چیزیں میرے سامنے رکھ دیں اور بولا۔

"تم شروع کرو میں تمہارے لیے لباس لے آؤں یقیناً تم اس لباس میں شدید الجھن محسوس کر رہے ہو گے؟"

"کیا تمہارے پاس ایسا کوئی لباس موجود ہے مسٹر کوربی جو میرے بدن پر آ سکے؟"

"ہاں میرا خیال ہے ـــــ میرا اور تمہارا ناپ یکساں ہے میرا لباس تمہارے بدن پر آ جائے گا۔"

"تو پھر کوئی حرج نہیں ہے تھوڑی دیر انتظار کر لیں اب تو کپڑے کسی حد تک سوکھ بھی چکے ہیں۔" میں نے کہا اور وہ پرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھتا ہوا میرے سامنے بیٹھ گیا اب میں نے غور سے اس کے چہرے کو دیکھا میرا یہ مددگار شخص کچھ عجیب سی شخصیت کا مالک تھا چہرے پر جھریاں پڑی ہوئی تھیں لیکن تن و توش چہرے سے مطابقت نہیں رکھتا تھا اس کے علاوہ میں نے محسوس کیا کہ اس کے خدوخال میں کچھ اجنبیت سی ہے میری گہری نگاہوں نے فوراً ہی اس بات کا اندازہ لگا لیا تھا کہ اس کے چہرے پر میک اپ ہے۔ یقیناً اس کے چہرے پر میک اپ تھا لیکن۔ لیکن کیا میں اس سے کوئی سوال کروں اس بارے میں یا خاموشی اختیار کر لوں۔ کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا اس دوران میں بسکٹ اٹھا اٹھا کر چباتا رہا تھا کافی کے چند گھونٹ لینے کے بعد بولا۔

"انہوں نے تمہیں ڈیکونا سے نیچے پھینکا تھا؟"

"اوہ۔ ہاں مسٹر کوربی میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا آپ نے۔ آپ نے؟"

"میں اپنی موٹر بوٹ میں موجود تھا اور ڈیکونا کی نگرانی کر رہا تھا ڈیکونا ساحل سے رخصت ہونے کے بعد رفتار نہیں پکڑ سکا تھا جس سے اسے سفر کرنا چاہیے تھا اور پھر اس کے علاوہ اس نے اتنے دور تک چکر لگایا تھا اور گھوم پھر کر ساحل کے نزدیک پہنچ گیا تھا میں پچھلی رات سے اس کی تاک میں تھا۔"

"کوئی خاص وجہ مسٹر کوربی؟"

"ہاں کوئی بھی کام وجہ کے بغیر نہیں ہوتا لیکن کیا تم مجھے اپنے بارے میں بتانا پسند کرو گے؟"

"میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا مسٹر کوربی لیکن مجھے کہ میں ڈیکونا کے بارے میں مشکوک تھا کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ ڈیکونا کس کی ملکیت ہے" کوربی میری آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔

"مجھ سے چھپانے کی کوشش کر رہے ہو دوست ایک بات سن لو کوربی نے تمہیں صرف اس لیے بچایا کہ تمہیں ڈیکونا سے نیچے پھینکا گیا تھا اور یقیناً جن لوگوں نے تمہاری جان لینے کی کوشش کی وہ تمہارے دشمن ہی ہوں گے۔ ڈیکونا جس کی ملکیت ہے سن لو پھر لو کہ اس کے ایک ایک شخص سے مجھے نفرت ہے اس کے ایک ایک آدمی سے میں دلی نفرت کرتا ہوں اور اسے ختم کر دینے کا جذبہ رکھتا ہوں۔"

"اس کی وجہ مجھے بتائیں گے مسٹر کوربی؟" میں نے کوربی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا اس کا بے تاثر چہرہ تو مجھے کوئی جواب نہیں دے سکتا تھا لیکن آنکھیں بہر طور جواب دے دیا کرتی ہیں لیکن اس کی آنکھوں سے بھی میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا پھر اس نے کہا۔

"پہلے یہ بتاؤ کہ تمہارا ڈیکونا سے کیا تعلق تھا؟"

"میں نے کہا نا کہ اس سے میرا کوئی تعلق نہیں تھا لیکن مجھ کو مجھے اغوا کر کے ڈیکونا تک پہنچایا گیا تھا۔"

"اغوا کر کے!"

"ہاں۔"

"مگر اغوا کرنے کی کوئی وجہ تو ہو گی؟"

"ہاں ڈیکونا منشیات کی ناجائز تجارت کے سلسلے میں ملوث تھا اور میں پچھلے دنوں اس منشیات کے کاروبار کے خلاف بہت سی حرکتیں کر چکا ہوں حوالہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے میں نے مارکوس ٹریڈرز پر پولیس کا چھاپہ ڈلوایا اس کے علاوہ میکلوناں جزیرے کے آس پاس جو ایک چھوٹا سا قصبہ ہے وہاں سے ان لوگوں کا ایک بہت بڑا گودام پکڑوایا اور اس سلسلے میں ان کے کئی آدمی میرے اور پولیس کے ہاتھوں ہلاک ہو چکے ہیں!"

"کیا تمہارا تعلق پولیس سے ہے؟" اس نے سوال کیا اور

میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھنے لگا پھر میں نے کچھ سوچ کر کہا۔
"نہیں مسٹر کوہی میرا تعلق پولیس سے نہیں ہے بلکہ میرا ان سے ذاتی معاملہ ہے۔"
"مطلب۔ کیا تم ان لوگوں سے متعلق رہ چکے ہو؟"
"نہیں۔ میں ہمیشہ ان کے خلاف رہا ہوں اور اس کے نتیجے میں انہوں نے میرے ساتھ ایک ایسا سلوک کیا ہے جس کی وجہ سے میں ان کا دشمن بن چکا ہوں۔"
"میں تم سے صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں مسٹر فرینڈس اگر تم ان لوگوں کے دشمن ہو تو پھر لاس اینجلس میں تمہیں کوہی سے اچھا کوئی دوست نہیں مل سکے گا میرے سینے میں انتقام کا لاوا روشن ہے اور میں اپنی زندگی کی قیمت پر ان لوگوں کو فنا کرنے کا منصوبہ بنا چکا ہوں میں انہیں ہر حالت میں تباہ و برباد کر دینا چاہتا ہوں۔"
"اس کی وجہ معلوم کر سکتا ہوں مسٹر کوہی؟"
"وجہ۔" کوہی نے کرسی کی پشت سے گردن نکالی اور چھت کی طرف دیکھنے لگا چند لمحات خاموش رہا پھر بولا۔
"تم میرا جو چہرہ دیکھ رہے ہو وہ اصلی نہیں ہے۔"
"میں جانتا ہوں اس پر میک اپ ہے۔" میں نے کہا اور کوہی ایک دم سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔
"یہ تم نے کیسے جانا اس لیے مسٹر کوہی کہ آپ کے چہرے کے تاثرات آپ کے ذہنی تاثرات سے ہم آہنگ نہیں ہیں آپ نے شاید اپنی آنکھوں پر بھی میک اپ کیا ہوا ہے کیونکہ آپ کی آنکھوں پر بھی ان تاثرات کا پتا نہیں چلتا جو آپ کے ذہن میں موجود ہوتے ہیں۔"
"اس کا مقصد ہے کہ تم ایک ذہین آدمی ہو پہلے اپنے بارے میں مکمل تفصیلات بتاؤ اس کے بعد کوہی تمہیں بہت کچھ بتائے گا میرے اس جملے سے یہ مت سمجھنا کہ میں تمہیں کسی طور اپنے آپ سے کم سمجھتا ہوں بس یوں سمجھو کہ اتفاقات نے ہمیں ایک ہی کشتی کا سوار بنا دیا ہے کہ تم مجھے بتاؤ گے کہ ان لوگوں سے تمہاری کیا پرخاش ہے؟"
"لمبی کہانی ہے مسٹر کوہی۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا کوہی پر یقین کرنے کو دل چاہ رہا تھا اور پھر اپنے اس حادثے کے بعد میں محسوس کرتا تھا کہ میری ذہنیت میں تبدیلی پیدا ہوئی ہے بس خواہ مخواہ ہی ذہن پر ایک عجیب سا احساس طاری ہو گیا تھا تب میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
"مسٹر کوہی میرا اصل نام راحیل نواز اصغر ہے مسز میں پاکستان کا رہنے والا ہوں لیکن طویل عرصے سے نیو یارک کا شہری ہوں یوں سمجھو کہ میری زندگی کا بیشتر حصہ اس قسم کے لوگوں میں گزرا ہے برائیوں میں پھنس کر میں تمام اقدار بھول گیا تھا لیکن بالآخر حالات نے مجھے ایک ایسے راستے پر لا ڈالا جہاں سے میں نے ایک نئی زندگی کا آغاز کیا ایک جرمن لڑکی ماریہ ڈوسینگ مسلمان ہو کر میری بیوی بن گئی اور میں نے اس کا نام زیبی رکھا زیبی اور میں نیو یارک میں زیبی کارپٹ کے نام سے ایک فرم کھول کر اپنی زندگی اور اپنے مستقبل کو بہتر بنانے کا فیصلہ کر چکے تھے لیکن میرے اور ان کے درمیان دیرینہ دشمنی چل رہی تھی جس کی بنیاد پر میری بیوی کو اغوا کر لیا گیا نیو یارک میں، میں ایک مجرم بن گیا اور میں نے کچھ لوگوں کو قتل کر دیا وہاں سے بھاگ کر لاس اینجلس آ پہنچا مجھے اطلاع ملی تھی کہ وکٹر ویلی بی نامی شخص میرے ان دشمنوں میں سے ایک ہے جو میری بیوی کے اغوا کا باعث بن گئے ہیں میں بھی دل میں یہی منصوبہ لیے یہاں پہنچا تھا مسٹر کوہی کہ ان لوگوں سے ٹکراؤں اور انہیں فنا کر دوں میں نے اپنے طور پر کچھ کارروائیاں بھی کیں لیکن اس جگہ مجھے ان حالات سے دوچار ہونا پڑا یہ لوگ مسلسل میرے پیچھے لگے ہوئے تھے اور بالآخر ایک مرتبہ میں ان کے ہاتھوں دھوکا کھا گیا اور ان حالات میں تم نے میری مدد کی ہے مسٹر کوہی تم جو کوئی بھی ہو تمہارا تعلق کسی سے بھی ہو میرا ضمیر مجھ سے کہتا ہے کہ میں اپنے بارے میں تمہیں لاعلم نہ رکھوں۔" کوہی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے اپنی گردن کے نچلے حصے میں کچھ ٹٹولا اور وہ ماسک اتار کر میرے سامنے رکھ دیا جو اس کے چہرے پر چڑھا ہوا تھا اب میرے سامنے ایک پروقار شخص کا چہرہ تھا یہ شخص بھی عمر رسیدہ تھا لیکن اس کے چہرے کی سرخی اور تن و توش سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس عمر میں بھی وہ کافی طاقتور اور سخت گیر طبیعت کا مالک ہے میں نے مسکرائی نگاہوں سے اسے دیکھا لیکن کوہی کی آنکھوں میں آگ سلگ رہی تھی وہ غراتے ہوئے لہجے میں بولا۔
"مسٹر نواز اصغر بلکہ مسٹر فرینڈس بہتر یہی ہے کہ میں تمہیں تمہارے اصل نام سے پکارنے کے بجائے فرینڈس کے نام سے مخاطب کروں تاکہ تمہاری شخصیت پوشیدہ رہے میں اپنے بارے میں تمہیں سب کچھ بتانا چاہتا ہوں میرا نام جیسا کہ میں نے بتایا ایڈسن کاسبی ہی ہے اور میں یہاں لاس اینجلس میں بھاری مشینری کی درآمد برآمد کا کاروبار کرتا ہوں۔ میں نے ایک

ہری شخصیت اختیار کی ہوئی ہے اور میری موجودہ شخصیت میری پہلی شخصیت سے بالکل مختلف ہے میرے پاس دولت اور کی کمی نہیں ہے لیکن میرے سینے میں سلگتی ہوئی آگ مجھے اس کے لیے مجبور کر دیتی ہے کہ میں ایک عام آدمی کی حیثیت ان کے پیچھے لگا رہوں اور جس طرح بھی ممکن ہو ان میں زیادہ زیادہ افراد کو موت کے گھاٹ اتار دوں۔ جس شخص کا نام نے لیا یعنی وکٹر ویلی بی انتہائی مکار چالاک شخص ہے بے حد شخصیت کا مالک ہے لیکن اس کے باوجود منظر عام پر کبھی ہیں آتا لوگوں کے درمیان میں چھپتا پھرتا ہے میکسیکو میں اس کی موسمی رہائش گاہ ہے اور میں نے سنا ہے کہ وہ اکثر میکسیکو میں پایا تا ہے لیکن میکسیکو کے اطراف اس نے سیسہ پلائی ہوئی دیواریں ڑی کر رکھی ہیں اور ان تک پہنچنا ایک مشکل کام ہے میکسیکو ایک ست سے اس کی حکومت بن کر رہ گیا ہے حالانکہ یہ ایک سرکاری زیرہ، جزیرہ بھی کیا ہے بلکہ یوں سمجھو کہ اسے چھوڑ دیا گیا ہے لیکن پاس پر مکمل طور پر وکٹر ویلی بی کا قبضہ ہے اور وہاں وہ اپنی ہانی زندگی گزارتا ہے بہت سی داستانیں اس کے نام سے سوب ہیں تو میں تمہیں وکٹر ویلی بی کے بارے میں بتا رہا تھا یعنی یہاں بلکہ یوں سمجھو کہ امریکہ میں منشیات کی تجارت میں ف اول کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کی وجہ سے امریکی نوجوان اں تباہ حال ہو چکے ہیں وہ اخلاقی قدروں سے اتنے گر کے ہیں کہ اب ان میں انسانیت کی کوئی رمق باقی نہیں رہ گئی ہ میرا ایک بیٹا اور ایک بیٹی انہی کمینوں کا شکار ہو گئے یں انہوں نے ان دونوں کو منشیات کا عادی بنایا اور منشیات کا عادی بنا کر مجھ سے لاکھوں ڈالر وصول کیے ہیں انہوں نے یری بیٹی اور بیٹے کے ذریعے بلیک میل کر کے اور جب میں نے انہیں مزید رقم دینے سے انکار کر دیا اور ان کے خلاف کارروائی کرنے کا فیصلہ کیا تو۔" تو کوہی کی آواز بھرا گئی۔
"تو کیا ہوا مسٹر کوہی۔؟"
"انہوں نے ان دونوں کو قتل کر دیا میں جانتا تھا کہ لاس اینجلس میں پولیس وکٹر ویلی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی گروہ کے چھوٹے موٹے افراد مارے بھی گئے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے چنانچہ میں نے چند افراد کو جمع کر کے ان لوگوں کے خلاف کارروائی کا آغاز کیا اور جہاں بھی مجھ سے ممکن ہوتا ہے میں ان لوگوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہوں وکٹوریا کے بارے میں میرا خیال تھا کہ یہ جیم کا مہرہ ہے لیکن اس کا تعلق وکٹر ویلی بی سے ہے چنانچہ میں اس کے سلسلے میں مصروف تھا اور اس کی کارروائی کا جائزہ لے رہا تھا کہ اتفاقیہ طور پر تم مجھے نظر آ گئے میں نے تمہیں اپنی آنکھوں سے سمندر میں گرتے ہوئے دیکھا تمہارے جسم سے بندھے ہوئے وزن اس بات کے غماز تھے کہ تمہیں قتل کیا جا رہا ہے اور اس لیے میں نے تمہاری مدد کی۔" کوہی نے آخری الفاظ کہے اور ایک بار پھر کرسی کی پشت سے گردن ٹکا دی ایک بار پھر اس کی آنکھوں میں نمی تھی چند لمحات وہ اسی طرح خاموش رہا پھر اس نے آنکھوں کے پپوٹے پونچھتے ہوئے سیدھے بیٹھ کر مجھ سے کہا۔
"کیا تمہیں یقین ہے کہ تمہاری بیوی زندہ ہے کیا وہ بھی منشیات کی عادی بنا دی گئی تھی؟"
"نہیں منشیات کی عادی اسے نہیں بنایا گیا تھا بس دیرینہ انتقام کی بنیاد پر ان لوگوں نے اسے اغوا کیا۔"
"کیا تمہارے علم میں یہ بات ہے کہ اسے وکٹر ویلی بی کے بجائے ترلوکا نے اغوا کیا؟"
"وکٹر ویلی بی کا سلسلہ جس شخص سے جا کر ملتا ہے وہ ویلی بی سے کہیں زیادہ خطرناک شخصیت کا مالک ہے۔"
"یعنی ترلوکا۔" کوہی نے کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔
"اوہ۔ تو تم ترلوکا کو جانتے ہو۔؟"
"ہاں۔ میں نے اس دوران ان سب کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کی ہیں اور مجھے علم ہو گیا ہے کہ ہرے کرشنا، ہرے رام تحریک کا بانی ترلوکا ان کا پشت پناہ ہے مجھے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ ترلوکا نے کیلی فورنیا کے علاقے میں ایک اڈا بنا رکھا تھا جیسے کسی شخص۔" دفعتاً کوہی خاموش ہو گیا وہ متعجب نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا تھا اور پھر وہ چونک کر بولا۔
"کیا نام بتایا تھا تم نے اپنا۔؟"
"تمہارا خیال درست ہے مسٹر کوہی میں ہی راحیل نواز اصغر تھا جس نے نیو یارک کی پولیس کو اس اڈے کی جانب متوجہ کیا۔ جس میں ترلوکا نے اپنی جنت بنا رکھی تھی، لیکن افسوس پولیس ریڈ میں ترلوکا نہ پھنس سکا وہ ان لوگوں کے چنگل سے نکل گیا اور پھر کچھ عرصہ روپوش رہ کر اس نے خود کو دوبارہ منظم کر لیا اس کے بعد اس نے میرے خلاف دوبارہ کارروائی کی۔" "ترلوکا کے بارے میں، میں تمہیں بتا دوں مسٹر کوہی کہ وہ بین الاقوامی حیثیت کا مالک ہے، یورپ کے تمام ملکوں میں اس کے نمائندے پھیلے ہوئے ہیں، اس سے پہلے نیو یارک میں بھی اس کا ایک نمائندہ موجود تھا جو بعد میں کسی طرح پولیس کے ہاتھوں مارا گیا اور اب نیو یارک کے معاملات بھی وکٹر ویلی بی ہی کنٹرول

کرتا ہے۔"

کوبی خاموشی سے میری بات سن رہا تھا اُس کی آنکھوں میں خون کی سرخی جھلک رہی تھی اور اس کا چہرہ تانبے کی طرح تپ رہا تھا۔

"تمہاری معلومات بھی بہت شاندار ہیں راجہ نواز اصغر اور میں جانتا ہوں کہ تم یقینی طور پر ان معاملات میں کیا کیفیت رکھتے ہو۔ اگر میں تم سے دوستی کی درخواست کروں تو کیا تم اسے قبول کر لو گے۔؟"

"تم دوستی کی بات کر رہے ہو مسٹر کوبی، میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ اس وقت میری زندگی تمہاری مرہونِ منت ہے۔"

"تم یہ سمجھو کہ میرے دوست، میں نے یہ سب کچھ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر کیا تھا۔ اگر تم ڈیکونا کی بجائے کسی اور جگہ بھی اس طرح مصیبت کا شکار ہو رہے ہوتے تو شاید میں تمہاری زندگی بچانے سے دریغ نہ کرتا۔ اب یہ تو ہم دونوں کی خوش قسمتی ہے کہ ہم دونوں ایک ہی کشتی کے سوار نکلے تم وکٹر ولیمی کے خون کے پیاسے ہو، تو سنو اگر اسے قتل کر دو تو اس کی لاش میرے حوالے کر دینا اور اس کے بدلے میں تم مجھ سے جو کچھ مانگو گے میں خاموشی سے تمہیں دے دوں گا۔ میں اس کا خون پینا چاہتا ہوں، یہ میری زندگی کا سب سے بڑا عہد ہے اور اس عہد کو پورا کرنے کے لیے میں اپنی ہر چیز قربان کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"میں تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں مسٹر کوبی ہم مضبوط دوستوں کی حیثیت سے یہاں کام کریں گے۔" میں نے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا اور کوبی نے اپنا چوڑا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا، پھر بولا۔

"تم اب تک تنہا ہی کام کرتے رہے ہو۔؟"

"نہیں۔ یہاں میرا ایک اور ساتھی جس کا نام انسپکٹر پیٹر تھا میرے ساتھ کام کر رہا تھا۔ اس کے علاوہ وہ شخص جس کا نام باؤلن تھا اور جس کے سامنے میں نے تربوکا کی نشاندہی کی تھی وہ بھی میرے ساتھ لاس اینجلس میں کام کر رہا ہے۔ میں نے ان دونوں ہی سے جاوکوس ٹریڈرز اور میکلو کے قریبی ویرانے پر بند کرایا تھا۔"

"مگر تم کہہ چکے ہو کہ نیویارک میں تم سے کچھ غلطی بھی ہو گئی تھی۔؟"

"ہاں۔ اور اس کے بعد مجھے موت کی سزا دے دی گئی۔ لیکن میں ایک مفرور قیدی ہوں۔"

"اور اس کے باوجود پولیس والے تمہاری مدد کر رہے ہیں۔؟"

"ہاں صرف اس حد تک کہ میرے ذریعے وہ منشیات کی تجارت کا انسداد کر سکیں گے۔"

"بڑی دلچسپ اور بڑی عجیب بات ہے لیکن یہ مت سمجھنا کہ میں تمہاری بات پر کسی قسم کا شک کر رہا ہوں بعض اوقات حالات ایسے بھی ہو جاتے ہیں کہ کسی بڑے مفاد کے لیے چھوٹے مفاد کو قربان کر دیا جاتا ہے۔ ممکن ہے وہ لوگ تم سے مخلص ہوں لیکن تمہیں ان کی امداد کیسے حاصل ہوئی۔؟"

جواب میں میں نے مسٹر بگین کی کہانی سنائی اور یہ بھی بتایا کہ سوہیتا اور ڈرسیانا نامی دو لڑکیاں ہوٹل بام گرو میں مقیم ہیں جو میرے ساتھ کام کر رہی ہیں۔

"ٹھیک ہے۔ میں سب کچھ ٹھیک کر لوں گا تم مطمئن رہو میرا اور تمہارا ساتھ ان سب کے لیے مصیبت بن جائے گا۔ ویسے میں تمہیں اپنی کارروائی کے بارے میں بھی بتانا چاہتا ہوں۔"

"ہاں ہاں ضرور کہو۔ میں سن رہا ہوں۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"مسٹر نواز میری شخصیت کا ایک پہلو، جیسا کہ میں تم سے کہہ چکا ہوں نہایت مخفی ہے اور لوگ مجھے ایک باعزت شخص کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ اپنے بیٹے اور بیٹی کی موت پر میں نے کسی قسم کے جوش کا اظہار پولیس کے سامنے نہیں کیا چونکہ میں جانتا تھا کہ پولیس ہر معاملے میں مجھ سے ہمدردی کر سکتی ہے لیکن وکٹر ولیمی کے خلاف وہ کوئی اقدام عمل کرنے میں ناکام رہے گی جو میرے لیے سودمند ہو۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ کسی قسم کی جذباتی کیفیت کا مظاہرہ نہ کر کے خاموشی سے ولیمی کے خلاف مصروف عمل رہوں اور اس سلسلے میں میں تمہیں اپنی کارروائی کے بارے میں تفصیل بتا دینا چاہتا ہوں۔ ولیمی کا دست راست ہیڈن برگ ہے، ہیڈن برگ کو تم نہیں جانتے انتہا درجہ کا مسخرہ ہے وہ لاس اینجلس میں کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے وہ بھی ایک ولگا سیاہ ہے، خاموشی سے کھیلتا رہتا ہے اور کسی کو ہوا بھی نہیں لگنے دیتا۔ لیکن اس بار میرے ہاتھوں میں اس طرح پھنسا ہے کہ لطف آگیا ہوگا اسے بھی۔"

"کیا مطلب۔؟"

"میں نے ہیڈن برگ کی بیٹی کو اغوا کر لیا ہے اس کی بیٹی اینجلا برگ میرے قابو میں ہے۔ میں اینجلا برگ سے اپنے بچوں کا انتقام تو نہیں لے سکتا، چونکہ وہ لڑکی ان تمام معاملات سے بالکل ناواقف اور بے قصور ہے میں نے اسے ایک بڑی حویلی میں جنگل میں رکھا ہوا ہے، لیکن ہیڈن برگ کو اپنی بیٹی سے بے پناہ محبت ہے چونکہ وہ اس کی اکلوتی بیٹی ہے میں نے

یہ سب یہاں وکٹر ولیمی کا دست راست سمجھا جاتا ہے اور وہ ولیمی کے تمام گروہ کو کنٹرول کرتا ہے۔"

"بڑی دلچسپ بات ہے یہ مسٹر کوبی کہ ہمارے درمیان بہترین معلومات کا تبادلہ ہو رہا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں میں تمہاری اپنے ساتھ شمولیت سے بے پناہ خوش ہوں، تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ویسے میرے ملازم بے شمار آدمی ہیں، لیکن وہ سب کرائے کے لوگ ہیں اور صرف اس لیے میرے ساتھ کام کر رہے ہیں کہ میں انہیں اس کا معقول معاوضہ ادا کرتا ہوں، لیکن جس کے دل میں ولیمی کے خلاف جذبہ موجود ہو، اور جو میری ہی طرح ان جذبات کا شکار ہو وہ میرے لیے زیادہ قابل قدر ہے چنانچہ میں تم پر مکمل اعتماد کرتا ہوں۔"

"گڈ تو پھر یوں سمجھ لو کہ ہم تم دونوں گہرے دوست ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اس دوستی کو نبھاؤں گا۔ ویسے یہ ہیڈن برگ بے حد خطرناک آدمی ہے۔ بے شمار مجرم اس کے تحت کام کرتے ہیں اور اس کے تنخواہ دار ہیں۔"

"ٹھیک ہے ہم اسے بھی دیکھ لیں گے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور تھوڑی دیر کے لیے خاموشی طاری ہو گئی، پھر کوبی مجھ سے کہنے لگا۔

"اب تو ہم تم دونوں مستقل ساتھی بن گئے ہیں ہمارے تمہارے مفادات یکساں ہیں۔ چنانچہ میں تمہیں اپنے ساتھ رہنے کی پیش کش کرتا ہوں۔ تمہیں ہر طرح کی سہولتیں مہیا کی جائیں گی۔ در اصل میں خود بھی بے شمار الجھنوں کا شکار ہوں اپنی اس موجودہ پوزیشن کے بارے میں فکر مند ہوں۔"

"وہ کیوں۔؟"

"وہ اس لیے کہ میری مصروفیات میں نمایاں تبدیلیاں پیدا ہو گئی ہیں، اپنے بیٹے اور بیٹی کی موت کے بعد میں کافی دن تک لوگوں سے قطعی دور رہا، لیکن میرے دوست مجھے باہر کی دنیا میں کھینچ لائے، ان عنایت سے ایسے ہیں جو میری دلجوئی کے لیے سب کچھ کرنا چاہتے ہیں، لیکن میں ان سے دور رہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ میں اپنے بیٹے اور بیٹی کا غم برداشت نہیں کر سکا اور اس کی وجہ سے میرے معمولات میں تبدیلیاں آگئی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ چاہتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ میرے قریب رہیں، اور جب وہ مجھے کہیں نہیں پاتے تو پریشان ہو اٹھتے ہیں۔ ان میں سے کوئی نہیں جانتا کہ میرا اصل کام کیا ہے تمہاری موجودگی سے میری کہانی کا ایک مشکل مرحلہ حل ہو جائے گا وہ یوں کہ میں تمہیں اپنے دست راست کی حیثیت سے سامنے رکھوں گا اور ہم دونوں مل کر اس سلسلے میں کام کریں گے۔ جب کہ میں اپنے دوستوں کو بھی وقت دے سکتا ہوں۔ غالباً تم میرا مطلب سمجھ رہے ہو گے۔؟"

"بخوبی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرے دوست میری اس بات کو محسوس تو نہیں کر رہے؟"

"نہیں ہرگز نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ فلیٹ اس معمولی سی جگہ میں نے اسی مقصد کے تحت لے رکھا ہے کہ میں ان کی نگاہوں میں نہ آ سکوں اور اپنا کام انجام دے سکوں۔ یہاں سے ہم پچھلے دروازے سے نکل کر چلیں گے، پیچھے میری کار موجود ہے، میں تمہیں ایسی جگہ لے جاؤں گا جہاں تمہیں میک اپ وغیرہ کا سامان بھی مل سکے گا، اگر چہرے میں تبدیلی کر سکتے ہو تو بہت اچھی بات ہے اور اگر نہیں تو اس کی مشق میں تمہیں کرا دوں گا۔ میں نے بہت سی وگیں تیار کی ہیں بہت سے میک اپ ماسک میرے پاس موجود ہیں جن میں سے کچھ یقیناً تمہارے چہرے پر مناسب ہوں گے۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر میں نے کہا۔

"مسٹر کوبی میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ میں خود بھی اس بری دنیا کے راستوں کا مسافر رہ چکا ہوں، چنانچہ یہ سارے کھیل مجھے آتے ہیں۔"

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ مجھے واقعی تم جیسے کسی ساتھی کی تلاش تھی راجہ نواز۔"

"ویسے آپ کا کیا خیال ہے مسٹر کوبی کیا یہ شخص ہیڈن برگ وکٹر ولیمی کے معاملات سے پوری طرح سے واقفیت رکھتا ہوگا۔؟"

"میں تو یہ کہتا ہوں کہ وکٹر ولیمی در اصل اُسی کے کاندھوں پر سوار ہو کر سفر کرتا ہے۔"

"گڈ، اس کا مقصد ہے کہ میں اس سے ولیمی کے بارے میں معلومات بھی حاصل کر سکتا ہوں۔؟"

کوبی کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد وہ بولا۔

"بہترین آئیڈیا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے راجہ نواز اصغر کیا وکٹر ولیمی یہ بات جانتا ہے کہ اب اس کے خلاف جو لوگ کام کر رہے ہیں ان میں سرفہرست نام راجہ نواز اصغر کا ہے؟"

"نہیں، ہرگز نہیں۔ بلکہ جب ڈیکونا کے کیبن نے مجھے بلا بھیجا تھا تو میں نے اس قسم کی کوشش کی تھی کہ اسے اپنے بارے میں تفصیلات بتا دوں۔ میں جانتا ہوں کہ اگر وہ میرا نام سنتا اور وکٹر ولیمی سے ملاقات کرتا اور یہ بات بتا دیتا تو شاید ولیمی

مجھے قتل کرنے کی اجازت دے دیتا چونکہ میں براہ راست زلوکا کا شکار ہوں اور زلوکا مجھ سے انتقام لینے کے لیے نجانے کون کون سے منصوبے بنا چکا ہے۔"

"گڈ ویری گڈ۔ تو پھر یہ نیا نام سامنے لاؤ۔" کوبی بولا۔

"کیا مطلب۔؟"

"میرا مطلب ہے زامی لغازو اصغر یہ نام اس کے لیے اجنبی تو ہوگا کیونکہ زلوکا نے اس بارے میں اسے تفصیلات ضرور فراہم کی ہوں گی۔ اور وہ اگر ذہین ہوگا تو ڈیلی بی نے جس اغوا کرایا ہے خود پھر اپنی برگ کے ذریعے تمہارا نام مجرم بن سکتا ہے۔ ہیڈن برگ کو مجبور کرے کہ وہ زیبی کو اتنی کے عوض تمہارے حوالے کردے اگر وہ بھی اس کی دسترس میں نہیں ہے تو پھر یہ اس کا کام ہوگا کہ وہ زیبی کو حاصل کرے۔ کیونکہ اسی شکل میں اسے اپنی ہیڈن برگ واپس مل سکتی ہے۔ تم میرا مطلب سمجھ رہے ہو گے۔؟"

میں کوبی کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ بلاشبہ یہ بہترین تدبیر تھی۔ کوبی تو واقعی میرے لیے فرشتہ رحمت ثابت ہوا تھا۔ میں نے اس کی یہ بات منظور کرلی۔ پھر میں نے پوچھا۔

"اپنی برگ کہاں ہے۔؟"

"میں جس کوٹھی میں تمہیں لے چل رہا ہوں وہیں اپنی برگ کو رکھا گیا ہے۔ لیکن سنو میں نے اس سے یہ بات نہیں کہی، دراصل اس بچی پہ مجھے بھی رحم آتا ہے وہ بے قصور ہے۔ میں نے اسے یہی بتایا ہے کہ اس کے باپ ہیڈن برگ نے تحفظ کے لیے اسے میرے حوالے کردیا ہے اور میں اسے اس کے دشمنوں سے بچا کر اس جگہ پوشیدہ رکھے ہوئے ہوں اور یہ سب کچھ اس کے باپ کے ایما پر ہی ہورہا ہے۔"

"گڈ یہ بھی اچھی بات ہے۔"

"میں تو یہ کہتا ہوں کہ تم اسی عمارت میں رہائش اختیار کرو اور اس طرح تم اپنی برگ پر نگاہ بھی رکھ سکتے ہو اور وہیں سے دوسرے معاملات بھی کنٹرول کرسکتے ہو۔"

"میں تمہاری اس اعانت کو ضرور قبول کروں گا مسٹر کوبی۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر اٹھو۔ ہم یہاں سے چلتے ہیں۔" کوبی نے اس بار ہوٹل سے نکلنے کے بعد سامنے کے دروازے کا رخ نہیں کیا تھا بلکہ وہ عقبی سمت سے ہوتا ہوا ایک شاندار شیورلیٹ کار میں جا بیٹھا۔ مجھے بھی اس نے اپنے قریب بیٹھنے کی دعوت دی اور کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھادی۔

ہم لوگ خاموشی سے سفر کرتے رہے، تھوڑی دیر [illegible] دی گئی تھی جس کے بارے میں کوبی نے مجھے بعد میں بتایا کہ وہ اسی جگہ کھڑی رہتی ہے اور جب وہ خود فورڈ کو استعمال کرنا چاہتا ہے، وہیں سے اٹھالیتا ہے۔

ہم لوگ خاصا طویل سفر طے کرنے کے بعد بالآخر ایک ایسے علاقے میں پہنچ گئے، جو شہر کے مغربی کنارے پر واقع تھا جہاں فارم ہاؤس نما ٹائپ کی ایک خوبصورت عمارت موجود تھی جس کا احاطہ بے حد وسیع تھا اور جس میں بہت سے خوبصورت حصے نظر آرہے تھے درمیان میں وہ سفید عمارت تھی جسے کوبی نے کوٹھی کا نام دیا تھا۔ دو آدمی یہاں موجود تھے جو شیورلیٹ کو دیکھ کر مستعد ہوگئے تھے۔ کوبی بڑے اہتمام سے نیچے اترا اور میرے ساتھ اندر داخل ہوگیا۔

میں نے محسوس کیا تھا کہ کوبی نے یہاں حفاظت کے مناسب انتظامات کر رکھے ہیں۔ احاطوں کے آخری حصوں پر مجھے کچھ ایسے افراد نظر آئے، جو مسلح تھے اور مخصوص انداز میں گشت کررہے تھے۔

عمارت میں داخل ہوکر بالآخر ہم ایک بڑے کمرے میں پہنچ گئے، جس سے ملحق ایک اور کمرہ تھا کوبی نے مجھے دوسرا کمرہ دکھاتے ہوئے کہا۔

"یہ تمہاری رہائش گاہ ہے مسٹر لیزو، یہاں ٹیلی فون موجود ہے اور دیکھو یہ ایک خاص ٹیلی فون ہے اس کا تعلق کسی ایکسچینج سے نہیں ہے نہ اسے ٹیپ کیا جاسکتا ہے نہ اس پر ہونے والی گفتگو کہیں اور سنی جاسکتی ہے۔"

"اوہ گڈ، مجھے اس کی ضرورت تھی۔" میں نے خوش ہوکر کہا

"اور یہ مسٹر ہیڈن برگ کا فون نمبر ہے۔" کوبی نے ایک نمبر میرے سامنے کرکے کہا۔ "میرا مطلب تم سمجھ رہے ہوگے۔؟"

"اچھی طرح۔" میں نے جواب دیا۔ پھر میں نے کہا "ایک بات اور بتاؤ مسٹر کوبی۔"

"پوچھو جان من ضرور پوچھو۔"

"اپنی برگ کو اغوا کرنے کے بعد تم نے ہیڈن برگ سے رابطہ قائم کیا تھا؟"

"ہاں صرف ایک بار۔"

"کیا گفتگو ہوئی؟"

"میں نے اسے اطلاع دی تھی کہ اس کی بیٹی اب میرے قبضے میں ہے۔" کوبی نے جواب دیا۔

"اس نے تمہارے بارے میں پوچھا؟"

"طاقت کے نشے میں چور تھا۔ فوراً بولا کہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر میں اپنی برگ کو واپس پہنچا دوں ورنہ میرے خاندان کا نشان تک مٹا دیا جائے گا۔ میں نے ہنس کر فون بند کرلیا تھا۔

"اس نے تمہارے بارے میں جاننے کی کوشش نہیں کی۔"

"نہیں۔"

"تو یہ پوچھا کہ اس کے عوض تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں نے کہا تھا کہ وہ طاقت کے نشے میں چور ہے یہاں کے سارے خطرناک غنڈے اس کے قبضے میں ہیں اسے تو پوچھا ہوگا کہ فوراً میرا پتا چلالے گا اور اپنی برگ کے حصول میں اسے کوئی دقت نہیں ہوگی۔"

"اس کے بعد کوئی رابطہ نہیں ہوا۔"

"نہیں۔"

"تمہارے خیال میں اس کی توجہ تم تک جاسکتی ہے۔؟"

"مشکل ہے۔ عام حالات میں میں ایک مرنجاں مرنج قسم کا آدمی ہوں اور ایسی کسی کارروائی میں ملوث نہیں ہوسکتا لوگ میرے بارے میں یہ سوچ بھی نہیں سکتے۔ اور پھر اس انداز میں ہلاک ہونے والے صرف میرے ہی نہیں یہاں بے شمار لوگ ان کے شکار ہیں اور ایسے المیہ سے دوچار ہوچکے ہیں میں تنہا ہی نہیں ہوں۔"

"گڈ مسٹر کوبی تمہارا نقطہ نگاہ [illegible] لوگوں کی تباہی ہے۔ یا اس کے علاوہ اور کچھ۔؟"

"میں ان لوگوں کو تباہ کرنا چاہتا ہوں جو بے شمار خاندانوں کی تباہی کا سبب ہیں۔"

"تم نے کہا تھا ڈیر کوبی کہ کچھ گرانے کے لوگ تمہارے تحت کام کررہے ہیں ان میں کوئی کالی بھیڑ تو نہیں ہوگی۔"

"میرے خیال میں نہیں۔"

"کیوں۔؟"

"اس لیے کہ یہ سب مختلف راستوں سے آئے ہوئے لوگ ہیں اور مقامی غنڈوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"گویا پوزیشن مضبوط ہے۔"

"ہاں بظاہر میرے پلان میں جھول نہیں ہے۔"

"وہ سب تمہیں مسٹر کوبی کی حیثیت سے جانتے ہیں۔"

"نہیں مسٹر ڈیڈ کی حیثیت سے۔"

"تو کیا تم یہاں اپنی اصل شکل میں ہو۔؟"

"نہیں دوست میری اصل شکل یہ بھی نہیں ہے۔ میں ڈبل میک اپ میں تھا۔" کوبی کے جواب پر اور میں حیران رہ گیا۔ پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اور میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے مسٹر کوبی اب آپ کا مشن میں نے سنبھال لیا اور میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے اور آپ کے مفادات کو ہمیشہ مدنظر رکھوں گا آپ کی وجہ سے مجھے جو بہترین سہولتیں حاصل ہوئی ہیں انہیں میں کبھی نظرانداز نہیں کروں گا۔"

"میں صرف ڈیلی بی اور اس کے گروہ کی تباہی چاہتا ہوں مسٹر فرینڈس اور اس کے لیے میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہوں یاد رکھا میرے ذہن میں یہ خیالات بھی آئے کہ میں اپنے حلقہ اثر میں ایک دوسری حیثیت سے متعارف ہوں اگر کبھی منظر عام پر آیا تو مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن اپنا اور آپ کا مشن ایک دیکھنے کے بعد میری یہ مشکل جس طرح حل ہوئی ہے آپ اس کے بارے میں بہتر طور سے سمجھ سکتے ہیں اور اس لیے آپ میرے لیے بہت محسن ہیں۔"

"تو پھر اب ہم اپنے معاملات کس طرح سنبھالیں گے۔"

"میرے جو آدمی یہاں موجود ہیں انہیں ہدایت کردی جائے گی کہ ہر لمحہ آپ کے احکامات کی پابندی کریں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی آپ کو جو تمام سہولتیں درکار ہوں گی میں فراہم کروں گا آپ اپنے طور پر کام کرنے کے لیے آزاد ہیں ہاں اگر کوئی مشکل صورت حال درپیش ہو اور آپ محسوس کریں کہ یہاں آپ کو میری ضرورت ہے تو میں اس کے لیے اپنی خدمات پیش کرتا ہوں آپ جب چاہیں مجھے اپنا شریک کار بنالیں۔"

"ٹھیک ہے مسٹر کوبی۔ اب آپ مطمئن ہوجائیں اپنی ہیڈن برگ کے مسئلے کو بھی میرے کنٹرول میں دے دیں ویسے اپنی آپ کی صورت سے واقف تو ہوگی۔"

"کیوں نہیں۔ وہ اچھی طرح یہ بات جانتی ہے کہ میں اس کے باپ کے وفاداروں میں سے ہوں اور اس کی حفاظت کے لیے میں نے اسے یہاں رکھ چھوڑا ہے۔"

"آئیے کیوں نہ ایک نگاہ اپنی کو دیکھ لیا جائے۔" میں نے کہا اور مسٹر کوبی نے اس بات پر آمادگی کا اظہار کردیا۔

"ہاں کیوں نہیں۔ آپ اس سے مل سکتے ہیں" ہم دونوں اپنی جگہ سے اٹھے اور عمارت کے ایک اندرونی حصے میں پہنچ گئے جہاں کوبی نے اپنی ہیڈن برگ کو ایک مخصوص جگہ رکھا ہوا تھا کمرے کے دروازے پر دو آدمی پہرہ دے رہے تھے کوبی نے ان سے صورت حال دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ سب کچھ ٹھیک ہے چنانچہ ہم دونوں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگئے اپنی ہیڈن برگ اداس سی شکل بنائے ہوئے ایک صوفے پر بیٹھی تھی ہم دونوں کو دیکھ کر اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھر آئے شکل و صورت سے معصوم لڑکی

تھی تھی آنکھوں میں عار اس کی چمک بھی شوخیاں سی لیے ہوئی تھی بلاشبہ اس لڑکی کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی جا سکتی تھی اس نے کوبی کی شکل دیکھتے ہوئے کہا۔

"انکل اس عمارت میں فون کے تار تو موجود ہیں فون کیوں نہیں ہے۔؟"

"کیوں۔ تم فون۔ کرو گی بے بی۔" کوبی نے نرم لہجے میں کہا۔

"میں ڈیڈی سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"یہ مناسب نہیں ہوگا ظاہر ہے مسٹر ہیڈنبرگ نے تمہیں خود سے جدا رکھ کر تمہاری حفاظت کے لیے یہ سب کچھ کیا ہے اگر تم ان سے فون پر گفتگو کرو گی تو پھر پوشیدہ کہاں سے رہ سکو گی۔"

"مگر میں یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں مجھے یقین نہیں ہے کہ تم۔ تم ڈیڈی کے آدمی ہو۔" اس نے روہانسی آواز میں کہا۔

"کیوں بے بی۔ تمہیں کیوں یقین نہیں ہے۔؟"

"اگر تم ڈیڈی کے آدمی ہوتے تو میرے ساتھ اس طرح پیش نہ آتے ڈیڈی کے کسی آدمی کی یہ جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ۔ وہ مجھ سے آنکھ ملا کر بات کر سکے۔"

"لیکن۔ میں نے تمہارے ساتھ کوئی بدسلوکی تو نہیں کی بے بی۔" کوبی نے کہا۔

"بدسلوکی نہیں تو کیا ہے یہاں فون نہیں ہے جبکہ میں فون کی خواہش مند ہوں۔"

"یہ اس لیے ہے کہ مسٹر ہیڈنبرگ یہ پسند نہیں کریں گے کہ تم ان سے رابطہ قائم کرو اور ان کے دشمن اس فون کال کے سہارے تم تک پہنچ جائیں تم سمجھتی کیوں نہیں ہے بے بی یہ سب تمہاری بہتری کے لیے کیا گیا ہے تمہارے نقصان کے لیے نہیں۔"

"میرا دل گھبرا رہا ہے میں کسی بھی قیمت پر ڈیڈی سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے میں کسی نہ کسی طرح ان سے تمہاری گفتگو کرا دوں گا۔" کوبی نے جواب دیا۔

"او ہو انکل۔ میں اس بات کے لیے تمہاری شکر گزار ہوں گی" اس نے جواب دیا پھر بولی۔

"تو تم کب میری گفتگو ڈیڈی سے کرا رہے ہو۔"

"بہت جلد۔"

"یہ کون ہیں۔" اس بار وہ میری طرف رخ کر کے بولی اور میرے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں بھی تمہارے ہمدردوں میں سے ہوں بے بی۔ تم بے فکر رہو جس وقت بھی تمہارے دشمنوں کا خطرہ ٹل گیا ہم تمہیں مسٹر ہیڈنبرگ تک پہنچا دیں گے انہی کے ایما پر ہم نے تمہیں یہاں رکھا ہے۔"

"مگر میں تنہا بور ہوتی ہوں یہاں کوئی بھی ایسا شخص نہیں جس سے میں بات کر سکوں اب دیکھو تنہائی کتنی تکلیف دہ چیز ہوتی ہے حالانکہ یہاں میری بے شمار دوست ہیں کیا تم ایسا نہیں کر سکتے کہ میری کچھ دوستوں کو بھی یہاں لے آؤ۔"

"نہیں بے بی بات پھر چھپی نہیں رہ جائے گی لیکن تمہارے دشمن تمہاری کسی دوست کے ذریعے تمہارا حال معلوم کر سکتے ہیں۔"

"اچھا کرو۔ میں تمہیں بتا دوں۔" وہ بچوں کے سے انداز میں بولی "تم کیٹی پارک سن اور میری خاص دوست ہیلنڈا کو خاموشی سے اٹھا کر یہاں لے آؤ انہیں بھی یہیں بند کر دو اور ان کے والدین کو بھی نہ بتاؤ کہ وہ کہاں ہیں بڑا لطف آئے گا جب وہ مجھے یہاں دیکھیں گی اور پھر ان دونوں کی موجودگی میں میں بور بھی نہیں ہوں گی۔ کیا تم ان دونوں کو جانتے ہو۔؟"

"اگر نہیں جانتے تو ان کے بارے میں معلومات حاصل کر لیں گے تم بے فکر رہو اس کے لیے بھی مسٹر ہیڈنبرگ سے اجازت لینا ضروری ہوگی۔" کوبی نے جواب دیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اسے سمجھا بجھا کر باہر نکل آئے باہر نکلتے ہوئے کوبی نے کہا۔

"اب تم بتاؤ وہ بدنصیب شخص اس معصوم لڑکی کا باپ ہے کیا اس کے جرائم کے پاداش میں اس لڑکی کو کوئی سزا دی جا سکتی ہے۔"

"ہرگز نہیں مسٹر کوبی، میں کسی بھی قیمت پر اس معصوم لڑکی کو کوئی نقصان پہنچانے کے حق میں نہیں ہوں۔"

"میں بھی اتنا درندہ نہیں ہوں پالوں مجھ کو ذہنی طور پر مجرم نہیں ہوں حالانکہ اس لڑکی کو اغوا کرتے وقت میرے ذہن میں یہی خیال تھا کہ اس کا ایک ایک عضو پارسل کر کے ہیڈنبرگ پہنچا دوں لیکن تھوڑی سی گفتگو کرنے کے بعد میں نے یہ محسوس کر لیا کہ میں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا میں اس قابل نہیں ہوں۔" کوبی نے جواب دیا۔

"بس مسٹر کوبی اب آپ آرام کریں میں اپنے طور پر سارے کام سنبھال لوں گا۔"

"تمہارا شکریہ بے فکر رہو یہاں اس جگہ تم ہر طرح محفوظ ہو اور تمہارا سامان تمہارے پاس پہنچا دیا جائے گا اور ــــ اگر تمہیں ضرورت محسوس ہوئی تو میرے کسی بھی آدمی سے کہہ دینا

یہ لوگ ایسے کاموں میں ماہر ہیں غرض یہ کہ جس طرح بھی تمہیں جس چیز کی ضرورت پیش آئے اس کا بندوبست با آسانی کیا جا سکتا ہے میں تم سے فون پر رابطہ قائم کروں گا لیکن اس فون پر جہاں تک گفتگو دوسری جگہ نہیں سنی جا سکتی اب مجھے اجازت دو۔" میں نے مسٹر کوبی کو شکریے کے ساتھ رخصت کیا تھا کوبی واقعی میرے لیے بہت بڑی چیز ثابت ہوا تھا اور پھر اس شخص نے ایسے تباہ کن حالات میں میری مدد کی تھی کہ میں اپنی موت کا یقین کر چکا تھا اس کے بعد اس شخص کے خلاف کوئی بات نہیں سوچی جا سکتی تھی۔ کافی دیر تک آرام کرنے کے بعد میں نے اس مخصوص فون پر جس کا ٹیلی فون ایکسچینج سے تعلق نہیں رکھتی تھیں وہ نمبر ڈائل کیا جس پر ہیڈنبرگ کے مل جانے کی امید تھی چند ہی لمحات کے بعد دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا اور ایک غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"چلو۔ کون بول رہا ہے۔؟"

"تمہارا دوست ہیڈنبرگ۔"

"کون بدتمیز ہے تمیز سے گفتگو کرنا سیکھو۔"

"افسوس۔ میں ایک بدتمیز آدمی ہوں اگر بدتمیز نہ ہوتا تو تمہارے سینے میں سوراخ نہ کرتا۔"

"میں کہتا ہوں۔ کون ہو تم۔" ہیڈنبرگ کسی بھیڑیے کی طرح غرایا۔

"جو کچھ بھی تم سمجھو تو تمہاری مرضی ہے ویسے اگر تم چاہو تو حوالے کے لیے میں تمہیں اپنی ہیڈنبرگ کا حوالہ دے سکتا ہوں۔"

"اوہ۔ اوہ کتے۔ تو اپنی موت یقینی بناتا جا رہا ہے میں دیکھوں گا تو میرے ہاتھ سے کس طرح بچ سکتا ہے میں دیکھوں گا تو کتنا چالاک ہے اور کب تک محفوظ رہ سکتا ہے۔"

"اگر یہ بات ہے تو دیکھتے رہو ویسے۔ تم نے مجھے جو گالیاں دی ہیں ان کا حساب کتاب تم سے الگ لوں گا۔"

"تو کیا چاہتا ہے آخر کیا چاہتا ہے تو اپنی کہاں ہے۔؟" ہیڈنبرگ نے بے چینی سے پوچھا۔

"میرے پاس موجود ہے اور ابھی تک خیریت سے ہے مگر تم اس کے لیے گہری سے گہری قبر تیار کرتے جا رہے ہو جوں جوں تم میرے معاملے میں تاخیر کرو گے اس کی خیریت خطرے میں پڑ جائے گی تم اب تک اپنی کوششوں میں ناکام رہے ہو میں جانتا ہوں کہ ڈکٹر ویلی بانکے غنڈے اس شہر کے چپے چپے پر میری تلاش میں سرگرداں ہیں اور تمہاری بیٹی کو تلاش کر لینا چاہتے ہیں لیکن اتنے دن کی ناکامی کے بعد بھی تمہارے عقل ٹھکانے نہیں آئی بے وقوف انسان اب بھی میں تمہیں موقع دے رہا ہوں اس سے قبل کہ ایمی برگ کی لاش کے ٹکڑے تمہارے پاس پہنچائے جائیں بہتر ہوگا کہ تم عقل سے کام لو اور مجھ سے تعاون کرو۔" جس آواز کو میں نے ٹیلی فون پر سنا تھا اس سے اس کے مالک کی شخصیت کا اندازہ لگ سکتا تھا اور مجھے جیسا کوبی نے بتایا تھا کہ ہیڈنبرگ ان لوگوں میں سے ہے جو ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتے اگر ان کے لیے یہ الفاظ کہے جائیں تو ان کی ذہنی کیفیت کیا ہو سکتی ہے میرا اندازہ تھا کہ وہ اس وقت غصے سے کھول رہا ہوگا یا پھر ہو سکتا ہے اس ٹیلی فون کال کے سلسلے میں کوئی کارروائی کر رہا ہو پھر اس کی آواز سنائی دی۔

"تم کیا چاہتے ہو۔" اس بار اس کے لہجے میں نرمی تھی اور آواز کافی حد تک بدلی ہوئی تھی۔

"تمہاری بدقسمتی ہے ہیڈنبرگ کہ معاملہ اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہے ہو اگر تم میرا نام سنو گے تو تمہارے چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔"

"سناؤ سناؤ اپنا نام سناؤ آج کل تو لاس اینجلس کے کتے بھی آسمان کی طرف منہ کر کے بھونکنے لگے ہیں۔" اس نے کہا

"لاس اینجلس کے کتے میں تم ہی سے یہ بات کہہ رہا ہوں خود کو میرا نام سن اور اس کے بعد اپنا جوتا اٹھا کر اپنے سر پہ بیس بار مار لے تاکہ خود تمہیں اپنی بے وقوفی کا احساس ہو جائے میں راجہ نواز اصغر ہوں اور میں جانتا ہوں کہ ڈکٹر ویلی بانکے میرے جوتوں کی خاک سے زیادہ نہیں ہیں میرا براہ راست مقابلہ اس گندے انسان سے ہے جس کا نام ترلوکا ہے میں وہی ہوں ہیڈنبرگ جس نے ترلوکا کی جنت کو اجاڑ دیا اور کیلی لاس کی لیبارٹری میں اس کے آدمی چوہوں کی طرح پکڑ کر بل میں بند کر دیے۔ میں وہی راجہ نواز اصغر ہوں جس نے ترلوکا کے سینے میں سوراخ کر کے اسے کتوں کی طرح در بدر مارا مارا پھرنے پہ مجبور کر دیا تھا لیکن اس کے بعد میں نے سکون کی زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن ترلوکا کی بدنصیبی ایک بار اسے پھر میرے سامنے لے آئی ہیڈنبرگ ابھی تو میں نے ابتدا کی ہے اور اس ابتدا کے نتیجے میں تمہارا مارکوس ٹریڈرس تباہ ہو چکا ہے اور میکسیکو کے اطراف میں تم نے جو منشیات کا اڈا بنا رکھا ہے وہاں سے کروڑوں روپے کی نشہ آور ادویات پولیس کے قبضے میں جا چکی ہیں ابھی تک میں نے یہاں قتل عام نہیں شروع کیا ہے اور اس انداز میں کام کر رہا ہوں کہ میرے ہاتھ زیادہ سے زیادہ خون سے رنگین نہ ہو سکیں لیکن تم لوگ سن لو اگر میری بیوی عزت و احترام کے ساتھ مجھے واپس نہ کی گئی تو میں تم

میں سے ایک ایک کے ساتھ وہ سلوک کروں گا کہ زمین و آسمان کانپ اٹھیں گے میرا نام نواز اصغر ہے اور اگر تم ترلوکا کے تحقیقی کی حیثیت سے کام کرتے ہو تو یہ نام تمہارے لیے اجنبی نہیں ہو گا دوسری طرف مکمل خاموشی چھا گئی تھی سانس لینے کی آواز البتہ ریسیور سے صاف سنائی دے رہی تھی۔ کافی دیر اسی طرح گزر گئی تو پھر میں نے اسے مخاطب کیا۔

”کیا تمہارا ہارٹ فیل ہو گیا ہیڈ برگ؟“

”سنو سنو راجہ نواز اصغر سنو واقعی مجھے یہ اندازہ تھا کہ یہ تم ہو سکتے ہو واقعی مجھے یہ اندازہ نہیں تھا مسٹر نواز اصغر لیکن تم۔ تم یہاں لاس اینجلس میں اور تم نے۔ میرا مطلب ہے یہ سب کچھ مجھے تو اطلاع ہی مل تھی۔ ہیڈ برگ کے انداز میں جو نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی تھی وہ بہت ہی عجیب سی تھی اس کی آواز کی ہلکی سی کپکپاہٹ کو میں اچھی طرح محسوس کر سکتا تھا میں نے چند لمحات خاموشی اختیار کی اور پھر کہا۔

”میں تمہارے سپرد چند ذمہ داریاں کر رہا ہوں ہیڈ برگ ایڈن برگ کو اس قیمت پر حاصل کر سکتے ہو کہ زیبی مجھے واپس مل جائے؟“

”تم۔ مگر۔ مگر۔ یہ میرا معاملہ نہیں ہے۔ میں نے۔ میں نے؟“

”میں تمہیں آخری بار وارننگ دے رہا ہوں کہ یہ کام تمہیں ہی کرنا ہے زیبی کو تین دن کے اندر اندر میرے پاس پہنچ جانا چاہیے اس وقت تمہیں اپنی برگ بھی مل جائے گی لیکن ایک بات پر غور کر لو جو کچھ زیبی کے ساتھ ہوا ہو گا وہ ہی اپنی برگ کے ساتھ بھی کیا جائے گا لیکن تین دن کے بعد ان تین دنوں میں وہ بالکل محفوظ رہے گی اس لیے بہتر ہے کہ تم فوری طور پر زیبی کے حصول کے لیے کوشش کرو تاکہ تمہاری بیٹی بچ جائے میں چند لمحات خاموش رہا اور ہیڈ برگ کے جواب کا انتظار کرتا رہا ہیڈ برگ کے انداز میں اب نمایاں تبدیلی ہو گئی تھی اس نے کہا؟“

”سنو راجہ نواز اصغر یہ بات صرف میرے اور تمہارے درمیان ہے میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں ترلوکا کے ساتھیوں میں سے ہوں لیکن میری پوزیشن بہت بڑی نہیں ہے میں ترلوکا کے بہت ہی معمولی آدمیوں میں شمار ہوتا ہوں یہاں کا انچارج وکٹر ویلی ہے تم مجھے اس بات کا موقعہ دو کہ میں اس سلسلے میں معلومات حاصل کروں تین دن کی مہلت کسی کام نہیں آ سکتی اتنی جلدی میں کچھ نہیں کر سکتا تم نے جو کچھ کیا ہے وہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے ابھی تک ان لوگوں کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ اس کارکردگی کی پشت پر راجہ نواز اصغر ہے میں تم سے یہ بھی نہیں کہوں گا کہ میں تمہارے بارے میں کچھ نہیں جانتا یہ حقیقت ہے کہ مسٹر ویلی کو تمہارے بارے میں ہدایات ملی تھیں لیکن نیو یارک میں تمہاری بیوی کے اغوا کے سلسلے میں میرا کوئی ہاتھ نہیں رہا یہ کام کسی اور کے سپرد کیا گیا تھا البتہ مجھے اس کی بھنک ضرور مل گئی تھی میں ذاتی طور پر تمہیں یہ بتا دینا پسند کرتا ہوں کہ تمہاری بیوی کا کم از کم وکٹر ویلی کے پاس نہیں ہے البتہ چونکہ وہ وکٹر ویلی کے ذریعے اغوا ہوئی ہے اس لیے ویلی اس کے بارے میں ضرور جانتا ہو گا۔ مجھے یقین ہے کہ زیبی کو ترلوکا کے حوالے کر دیا گیا ہو گا۔“

”ترلوکا کا قیام کہاں ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”یقین کرو مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہے۔“ ہیڈ برگ نے کہا۔

”اگر تمہیں نہیں معلوم مسٹر ہیڈ برگ تو یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ تم معلومات حاصل کرو وکٹر ویلی کے بارے میں مجھے تو کافی تفصیلات درکار ہوں گی لیکن میں تمہیں اس کی مہلت دے رہا ہوں کہ تم اپنے طور پر کارروائی کر کے یہ معلومات حاصل کرو کہ زیبی کس جگہ ہے؟“

”میرے دوست تم اس تمام کارروائی کے لیے مجھ پر بھروسہ کر سکتے ہو میں تمہیں تفصیلات معلوم کر کے بتانے کی کوشش کروں گا لیکن میری بیٹی کو چھوڑ دو۔“

تم جانتے ہو ہیڈ برگ کہ تمہارے یہ الفاظ حماقت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہیں میں یہ کام تم ہی سے لے سکتا ہوں تم جس طرح اس سلسلے میں معلومات حاصل کر لو گے کوئی اور نہیں کر سکتا یہ بات کان کھول کر سن لو کہ اگر زیبی کے بارے میں مجھے معلومات حاصل نہ ہوئیں تو تمہاری بیٹی تمہیں کبھی نہیں مل سکے گی اس کے ساتھ وہ سلوک کیا جائے گا کہ تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے زیبی کے عوض میں ایسی ایسی ہزاروں لڑکیوں کو قتل کر سکتا ہوں۔

”نہیں۔ خدا کے لیے نہیں“ ہیڈ برگ خوفزدہ لہجے میں بولا۔

”میں تمہیں پھر فون کروں گا ہیڈ برگ اور اس کے بعد تمہیں مزید ہدایت دوں گا اس وقت تک کے لیے خدا حافظ“ میں نے فون بند کر دیا۔

ایڈن کو میرے اقدامات سے بہت خوشی تھی واقعی وہ بڑی شخصیت کا مالک یہ شخص میرے لیے بے حد کارآمد تھا اس کے سینے میں سلگتے ہوئے انتقام کے شعلے اس کے چہرے پر نظر نہیں آتے تھے۔ لیکن میں اس کے دل میں جھانک چکا تھا۔ اس کے دل میں انگارے ہی انگارے تھے۔

”تم غور کرو راجہ نواز اصغر“ میرے دو ہی بچے تھے۔ میرے پاس بے انتہا دولت ہے۔ ہر انسان اپنے بچوں کے لیے ہی سب کچھ کرتا ہے۔ میں ایک امن پسند انسان تھا۔ لیکن میرے ساتھ جو کچھ ہوا کیا اس کے بعد انسان بننے کی کوئی گنجائش ہے؟“

”مجھے آپ کے دکھوں کا احساس ہے مسٹر کومبی۔“

”میں تو خودکشی کر لیتا کوئی دلکشی نہیں رہ گئی میرے لیے اس دنیا میں۔ لیکن کوئی کو زندہ رکھنے والے بے وقوف ہیں۔ اب کومبی نہیں صرف اس کی شکل میں انتقام زندہ ہے۔“

میں نے اس کے الفاظ میں شدید تپش محسوس کی تھی میں نے اس کی تائید کی۔

”اس کے باوجود ابھی تک ایڈن برگ کی بیٹی زندہ ہے لیکن میں اپنے جنون سے خوفزدہ ہوں۔ کون جانے کس وقت وہ لڑکی میرے ہاتھوں ہلاک ہو جائے۔ بار بار میرا دل چاہتا ہے کہ اس کے بدن کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دوں اور ویران گزرگاہوں کو کسی نہایت گمنام مقام پر اس طرح بہا دوں کہ ان سے میرے بچوں کے نام ابھر آئیں تب پتا چلے گا ایڈن برگ کو کہ دل کا درد کیا ہوتا ہے۔“

”آپ اپنی سوچ میں حق بجانب ہیں مسٹر کومبی! لیکن آپ نے اپنے بچوں کی یاد میں ایک مشن اپنایا ہے۔“

”مشن؟“ وہ بولا۔

”ہاں، منشیات کے تاجروں نے نوجوان نسل کے خلاف ایک مہم چلا رکھی ہے۔ نہ صرف آپ کے بچے بلکہ ان کی طرح کے دوسرے بچے بھی ان کا شکار ہو رہے ہیں۔ آپ ان کے لیے کام کریں۔“

”وہی تو کر رہا ہوں۔ اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟“

”میں نے آپ کو ہیڈن برگ سے ہونے والی گفتگو سنا دی ہے“ میں نے کہا۔

”ہاں، تم نے اسے تین دن کا الٹی میٹم دیا ہے۔ لیکن تمہارا کیا خیال ہے کیا وہ تمہاری بیوی کو تلاش کرے گا؟“

”مشکل ہے۔“ میں نے مایوسی سے کہا۔

”میرا بھی یہی خیال ہے۔ ایسی شکل میں تم کیا کرو گے؟“ کومبی نے سوال کیا۔

میں چند لمحات کے لیے سوچ میں ڈوب گیا اور پھر میں نے گردن اٹھا کر کہا۔

”میں فیصلہ نہیں کر سکتا مسٹر کومبی! کہ اس کے بعد میں کیا کروں گا۔ باقی جہاں تک مسئلہ رہا اینی کا تو میرا خیال ہے کہ اس کا قتل کسی طور مناسب نہیں ہو گا۔ تاہم اس بات کے امکانات ہیں کہ ہم طویل عرصے تک ایڈن برگ کو ہیڈن برگ کے حوالے نہ کر دیں۔“

”میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ بلکہ اگر مناسب ہوا تو میں ایڈن برگ کو امریکہ سے نکال دوں گا اور ایسی جگہ پہنچا دوں گا جہاں اسے کوئی تکلیف تو نہ پہنچے اور پرسکون زندگی بسر کرے لیکن ہیڈن برگ اسے دوبارہ نہ حاصل کر سکے۔“

میں کومبی کی دلی کیفیات کو بخوبی محسوس کر رہا تھا۔ جانتا تھا کہ اپنے دونوں بچے کھونے کے بعد بھلا کسی ایسے شخص سے کیا دلچسپی رہ سکتی ہے جو اپنا بچی کے بے ترتیب۔ بالخصوص جب کہ ان کا شمار انہی لوگوں میں ہو جنہوں نے اس کے بچوں کو اس بات تک پہنچا دیا ہو۔ میں کومبی پر اپنا کوئی فیصلہ مسلط بھی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس کی دلی کیفیات کا مجھے بخوبی اندازہ تھا بہر طور اب یہ تین دن گزارنے تھے۔ اور اس دوران چند ضروری کام کر لینا بھی نہایت ضروری تھے۔ کومبی اپنے کاروبار کو بھی سنبھالتا تھا حالانکہ یہ صرف ایک نفسیاتی کام دواتی تھی اس جیسے شخص کو اب بھلا کاروبار دولت سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی لیکن انتقام کا جو جذبہ اس کے سینے میں پروان چڑھ رہا تھا۔ اس نے اسے بہت زیادہ محتاط کر دیا تھا۔ ایڈن برگ اسی عمارت میں تھی اور اس کی حفاظت کے لیے میں نے جو انتظامات کیے تھے یہاں ان کا بخوبی جائزہ لے چکا تھا۔ اندازہ تو یہی تھا کہ کسی کو اس بات کا شبہ نہیں ہو سکتا کہ ایڈن برگ یہاں موجود ہے۔ لیکن اس کے باوجود اگر کوئی ایسی صورتحال پیش آ گئی تو اس کا مقابلہ کیا جا سکتا تھا۔

کومبی چلا گیا اور میں اس کی آرام دہ رہائش گاہ میں موجود اپنے بیڈروم میں آ گیا۔ زیبی کی طرف سے اب کسی قدر قرار سا آ گیا تھا درد جب حد سے گزر جاتا ہے تو اس کی دوا خود بخود ہی ہو جاتی ہے یہی کیفیت اب میری بھی تھی جب بھی زیبی کی یاد آتی دل میں ایک ہوک سی اٹھتی لیکن اب یہ احساس ایک خوفناک انتقام کی شکل اختیار کر گیا تھا۔

زیبی کے بارے میں اب یہ بھروسہ نہیں رہ گیا تھا کہ وہ دوبارہ مجھے مل ہی جائے گی لیکن یہ بات بھی ذہن میں موجود تھی کہ اگر وہ نہ ملی تو اپنی زندگی ختم کرنے سے پہلے کم از کم ترلوکا کو اس روئے زمین سے مٹا دوں گا۔ جتنا بھی خون کرنا پڑے گا کروں گا اور اس میں کوتاہی نہیں کروں گا۔

اپنی دانست میں ان لوگوں نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی تھی اور بظاہر اس میں کامیاب بھی ہو گئے تھے لیکن ایسا نہیں

"کوئی خاص نہیں۔ انتظار کرنا ہوگا۔"

"وہاں یہی مناسب ہے۔" کوبی نے جواب دیا۔

رات ہی کو میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ جو کچھ کروں گا کسی دوسرے کو اس کا رازدار نہیں بناؤں گا۔ کوبی اپنا سب بتا رو دے گا اور مجھے پھنسا دے گا کہ جلد بازی مناسب نہیں ہے لیکن میرا دل جانتا تھا کہ میں کیسے کرب سے گزر رہا ہوں۔ اسی لیے میں نے کوبی کو اپنا پروگرام نہیں بتایا۔

کوبی نے میرے ساتھ ناشتہ کیا۔ اور دیر تک اس کے بارے میں گفتگو کرتا رہا۔ پھر اس نے اجازت مانگی اور چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے تیاریاں کیں اور باہر نکل آیا۔ میرے ارادے خطرناک تھے۔ سب سے پہلے مجھے ایک گاڑی کی ضرورت پیش آئی۔ میں نے تھوڑے فاصلے پر ایک پارکنگ لاٹ کا رخ کیا۔ بہت سی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ میں کسی نئی گاڑی کا انتظار کرنے لگا۔ پانچ منٹ کے بعد مجھے ایک کار پسند آئی اور میں نے اس کے اترنے والے کو غور سے دیکھا۔ اس نے کار روکی اور چابی جیب میں رکھ کر آگے بڑھا۔ اس کے ہاتھ میں بریف کیس تھا۔ میں پھرتی سے آگے بڑھا اور اس سے ٹکرا گیا۔ بریف کیس اس درمیانی عمر کے آدمی کے ہاتھ سے گر گیا۔

میں نے انتہائی معذرت اور شرمساری کے انداز میں بریف کیس اٹھا کر اسے دیا لیکن اسی دوران اس کی کار کی چابی میرے ہاتھ آ گئی۔ اس کے نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہی میں نے کار کا دروازہ کھولا اور اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

ابھی گاڑی پارکنگ لاٹ سے باہر نہیں نکلی تھی کہ دفعتاً ایک چوڑے چکلے بدن کا آدمی جس کے بائیں گال پر زخم کا نشان تھا، نزدیک آ گیا۔ اس کے سامنے آ جانے کی وجہ سے کار روکنی پڑی۔

"کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"صرف اگلے چوراہے تک پارٹنر۔ پلیز۔" وہ لجاجت سے بولا اور میں نے اسٹیئرنگ کے دوسری طرف کا دروازہ کھول دیا۔ وہ اندر آ بیٹھا تو میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی اور پھر رفتار تیز کر دی۔

"میرا نام جکیب ہے۔" اس نے کہا۔

"ہوں۔" میں نے لاپروائی سے کہا۔

"چاقو کا کاریگر ہوں۔" وہ پھر بولا۔ اور میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر نگاہ سامنے جما دی۔

"مجھے نہیں پارٹنر!" وہ پھر بولا۔

"نہیں اگلے چوراہے تک جانا ہے نا؟" میں نے کہا۔

"مونیٹیری۔" اس نے جواب دیا۔

"تو اتنے سے فاصلے تک سفر کرنے کے لیے تم اپنی زبان بند نہیں رکھ سکتے؟"

"ذرا مجبوری ہے پارٹنر!"

"کیا مجبوری ہے پارٹنر؟"

"یہی کہ میری زبان بند نہیں رہتی۔"

"تو پھر میں گاڑی روک رہا ہوں۔ اتر جاؤ۔" میں نے کہا اور بریک پر پاؤں ڈال دیا۔

"ارے۔ نہیں نہیں پارٹنر! چلتے رہو چلتے رہو۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں چاقو کا کاریگر ہوں۔" اور اب اس کی بات میری سمجھ میں آ گئی تھی۔

اس نے لباس سے ایک پتلی سی دھار کا چمکتے سے پھل والا چاقو نکال لیا جو کمانی دار تھا اور ایک چھوٹا سا بٹن دبانے سے کھل گیا تھا۔

"اوہ۔ لوٹنا چاہتے ہو مجھے؟"

"نہیں پارٹنر! لوٹنے کا کیا سوال ہے۔ اپنی برادری کے آدمی ہو۔ آپس میں کوئی ایک دوسرے کو کہاں لوٹتا ہے۔" میں نے ایکسیلیٹر پر دباؤ بڑھا دیا اور سیدھا دیکھنے لگا۔ اس کے الفاظ اب میری سمجھ میں آ رہے تھے۔ لیکن اسے مجھ پر شبہ کیونکر ہوا؟ میں نے سوچا۔

چند لمحے خاموش رہنے کے بعد اس نے چاقو بند کیا اور میری گود میں ڈال دیا۔

"مقصد یہ نہیں تھا کہ یہ کاریگری تمہیں بھی دکھاؤں۔ بس یوں سمجھ لو کہ اس جدید دور میں بھی میں پستول وغیرہ کا قائل نہیں۔ دھماکہ بھی ہوتا ہے اور پھر خواہ مخواہ کی مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ چاقو کی بات ہی دوسری ہے۔ پارٹنر! اس طرح بدن کو چھوتا ہوا نکل جاتا ہے جس طرح بادِ صبا اور آدمی کو اس وقت پتا چلتا ہے جب اس کی آنتیں باہر آ جاتی ہیں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ البتہ اس بات پر مجھے حیرانی تھی کہ اس نے چاقو میری گود میں ڈال دیا تھا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر میں نے کہا۔

"مقصد بتاؤ گے؟"

"پارٹنر! بات دراصل یہ ہے کہ میں نے تمہیں اس کی جیب سے چابی اڑاتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ آج میرا بھی یہی پروگرام تھا کہ کوئی کار اڑاؤں گا اور فروخت کر دوں گا۔"

"اوہ! یہ بات ہے۔"

"ہاں۔"

"تو پھر تم نے اپنا کام کیوں نہیں کیا؟"

"جب اپنی لائن کا آدمی مل جاتا ہے تو دل چاہتا ہے کہ مل جل کر کھایا جائے۔"

"گاڑی کہاں فروخت کرو گے؟" میں نے پوچھا۔

"جکیب ہے میرا نام پارٹنر! اور تقریباً پندرہ سال سے یہاں کے چپے چپے کی خاک چھان رہا ہوں۔ بھلا یہ بات مجھے کیونکر معلوم ہوگی کہ گاڑیاں ہاتھوں ہاتھ کہاں بکتی ہیں۔ گو کہ رقم زیادہ نہیں ملتی لیکن کام بن جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ گاڑی بہت اچھی خاصی رقم دے جائے گی۔ اگر تم چاہو تو ففٹی پرسنٹ۔" اس نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اور اگر میں نہ چاہوں تو؟"

"نہیں پارٹنر! چاہنا تو ہوگا۔ ایک سے دو بہتر ہوتے ہیں۔ جکیب بڑے کام کی چیز ہے۔ اسے ارے اس طرف کہاں۔ پورا ایاکو اس طرف ہے۔"

"ذرا تم سے مکمل تعارف حاصل کر لیا جائے۔" میں نے کہا اور کار ایک ایسی سڑک پر موڑ دی جو کافی حد تک سنسان نظر آ رہی تھی۔

"تعارف تو ہو گیا۔ میرا نام جکیب ہے۔ تم ہی نے اپنا نام نہیں بتایا کہ کب سے یہ کام کر رہے ہو۔"

"آج ابتدائی ہے کہ درمیان میں تم ٹپک پڑے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میری نگاہیں کسی ایسی سنسان جگہ کی تلاش میں تھیں جہاں میں اسے سبق سکھا سکوں۔ گو کہ اس نے چاقو میری جیب میں ڈال کر دوستی کا ثبوت دیا تھا لیکن کسی ایسے آدمی کو منہ لگانا میرے لیے ممکن نہیں تھا جو پیشے کا چور اچکا ہو۔ آخر ایک ایسی جگہ مجھے نظر آ رہی تھی اور میں نے پھرتی سے کار کا رخ موڑ دیا۔ جکیب نے اپنے بدن کو سنبھالنے کے لیے کھڑکی پکڑ لی تھی۔ اور جب میں نے کار کو بریک لگایا تو اس کا سر ونڈ اسکرین سے ٹکرا گیا۔

"ارے ارے پارٹنر خطرناک موڈ میں نظر آ رہے ہو۔" اس نے کہا۔ لیکن میں نے انجن لاک کر دیا۔ اور پھر میں نے کار کی چابی اپنی انگلی میں گھماتے ہوئے کہا۔

"آؤ مسٹر جکیب! ذرا تعارف ہو جائے۔"

"ارے ارے پارٹنر! بات یہ نہیں تھی۔ م۔ میں۔ تو میں تو۔"

"لو اپنا چاقو سنبھالو۔ میں ذرا تمہاری کاریگری دیکھنا چاہتا ہوں۔" میں نے درمیان سے اس کی بات کاٹی اور چاقو اس کی جانب بڑھا دیا۔

جکیب منہ پھاڑ کر ہنسنے لگا۔ اس کے دانت ٹیڑھے میڑھے تھے۔ اور یوں لگتا تھا جیسے مٹھی بھر کر اس کے منہ میں گھسیڑ ڈال دیے گئے ہوں۔ حالانکہ خود وہ حال خوبصورت تھا اور اگر چہرے پر زخم کا نشان نہ ہوتا تو اسے ایک حسین آدمی کہا جا سکتا تھا۔ بدن بھی اچھا خاصا تندرست اور توانا تھا۔ اس کے ہنسنے پر مجھے غصہ آ گیا۔ میں نیچے اتر آیا۔ وہ بھی دوسری طرف سے اتر آیا تھا۔

"دیکھو پارٹنر! استاد نے کہا تھا کہ اگر چاقو کو للکارا جائے تو کبھی نہ چوکنا۔ حالانکہ تم سے ملاقات کا مقصد یہ نہ تھا۔ لیکن چاقو کی بات مت کرو۔ اگر میرے پاس پستول ہوتا اور تم اسے چیلنج کرتے تو میں خاموش ہو جاتا اور اپنی ہار مان لیتا۔ لیکن استاد کنگ لوئی زمی نایاب چیز تھے۔"

"کون؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"کنگ لوئی چینی تھے۔ ستر سال کی عمر میں بھی چاقو کا وار ایسا کرتے تھے کہ بس یوں سمجھ لو کہ پتا بھی نہ چلے اور دو ٹکڑے ہو جائیں۔ مجھے چاقو کا وار انہوں نے ہی سکھایا تھا۔ اور کہہ دیا تھا کہ پستول کا استعمال بے وقوفوں کا کام ہوتا ہے۔ چاقو کی بات ختم کر دو پارٹنر اور یاری کی بات کرو۔"

"پہلے تمہارے چاقو کی جھلکیاں دیکھ لی جائیں پھر یاری بھی کر لی جائے گی۔" میں نے کہا۔

"دن کا وقت ہے پارٹنر! لوگ ہماری طرف متوجہ ہو جائیں گے۔"

"تو پھر بھاگ جاؤ۔ فضول قسم کی باتوں سے گریز کرو۔ میں گدھے قسم کے لوگوں کو زیادہ منہ نہیں لگاتا۔"

"اوہو۔ پارٹنر! گڑبڑ کر رہے ہو۔ باز آ جاؤ۔ دیکھو چاقو کا کھیل اچھا نہیں ہوتا۔ کیا تمہارے پاس چاقو موجود ہے؟"

"اگر تم ڈر رہے ہو تو میں تمہیں موقع دیتا ہوں کہ فوراً بھاگ جاؤ۔"

"نہیں پارٹنر! یہ بات نہیں ہے۔ آ جاؤ۔ میں تمہارے بدن کو زخمی نہیں کروں گا۔ بس تمہیں کچھ کھیل دکھاؤں گا۔ مثلاً تمہاری یہ قمیص اس سرے سے اس سرے تک کٹ جائے۔ یا یہ آستین اوپر سے نیچے تک دو حصوں میں تقسیم ہو جائے تو پھر مان لینا اپنے یار کو اور اگر نہیں کر سکا تو پھر تمہیں اجازت ہے کہ میرے جبڑوں کی ہڈیاں توڑ دینا۔" اس نے کہا اور کمانی دار چاقو ایک جھٹکے سے کھل گیا۔

میرے لیے یہ ایک نیک شگون تھا۔ راجر لوڈا اسفورکی واپسی کا نذرانہ بھی کرنا چاہتا تھا میں۔ اب تک جو کچھ کرتا رہا تھا اس پر خود اپنے آپ سے جھلاہٹ ہو رہی تھی۔ جتنا بڑا کام کرنے کے لیے نکلا تھا اسے ٹرے بہانے پر ابھی تک چھوڑ رکھا تھا۔ اسے کم محنت سے منٹ لیا جائے اپنی قوتوں کو آزما لیا جائے۔ اگر

جیسے پر ناکامی ہوئی تو پھر سوچ لو، ناکامی زندگی ہمیشہ سے میری زندگی سے نکل گئی ہے۔

جیکب چاقو ہاتھ میں لیے ادھر سے ادھر گھما رہا تھا۔ اس کے بے ترتیب دانت باہر نکلے پڑ رہے تھے۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"لو پارٹنر! سنبھالو چاقو۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ پھرتی سے آگے بڑھا لیکن میں اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ اور آنکھیں کبھی دھوکا نہیں دیتیں۔ میں جانتا تھا کہ وہ کس سمت سے وار کرے گا۔ اس سمت سے وار نہیں کرے گا۔ لیکن میں بھی اس کے لیے کوئی تیار تھا۔ وہ کسی بھی سمت سے آتا۔ میرے واقف نہیں رہ سکتا تھا۔

جواب میں اس نے چاقو بائیں ہاتھ میں لینے کے بعد میری طرف وار کیا اور پھر پلٹ کر چاقو دائیں ہاتھ میں لے لیا۔ عین اسی وقت میں نے اس کے دائیں ہاتھ کے نیچے سے بغل پر ایک زناٹے دار کک لگائی تھی۔ وہ اچھل کر تین چار فٹ دور جا گرا اور چاقو بھی ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اب اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار تھے۔

"زندہ باد استاد، زندہ باد استاد، کیا بات ہے۔ بالکل صحیح چیک کیا تو نے۔" اس کے ساتھ ہی وہ زمین پر بیٹھ گیا۔ اس نے سوئپ لگا کر میرے پیروں کو الجھانے کی کوشش کی لیکن بدنصیب تھا بے چارہ۔ پنڈلی کی ہڈیوں پر پڑنے والی ٹھوکر گئی تھی اس کے حلق سے کریہہ آواز نکالی دی تھیں۔ میں نے اسی پر اکتفا نہ کیا اور ایک دم سے قلابازی کھا کر اس کی کلائی پر پہنچا اور دوسرے ہی لمحے اس کے ہاتھوں پر۔ پہلے پنڈلی پر ٹھوکر لگی تھی جبکہ اس کے دونوں ہاتھ پنڈلی پر آ گئے، پھر بازوؤں پر اور اس کے بعد وہ ایک دم ساکت ہو گیا۔

جونہی وہ چت ہوا میں نے اپنا پاؤں اس کی کلائی پر رکھ دیا جس میں چاقو دبا ہوا تھا اور دوسرے لمحے اس کی مٹھی کھل گئی۔ اس کے بعد میں نے پلٹ کر چاقو اٹھایا تھا اور پھر چاقو کو میں نے ورزش کے انداز میں اپنی مٹھی میں پکڑ لیا۔

وہ حیران سا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"کمال ہے، کمال ہے۔ نام تو بتا دو بھائی! اب تو نام بتا دو؟"

"بتاتا ہوں۔" میں نے کہا اور دوسرے لمحے میں نے چاقو ایک عجیب انداز سے اس کی طرف اچھالا۔ وہ اچھل کر پیچھے ہٹا لیکن میرا مقصد کچھ اور ہی تھا۔ اس کے پیچھے ہٹتے ہی میں نے زمین پر بیٹھ کر ایک سوئپ لگائی اور وہ میرے داؤ میں آ گیا۔ اس سے قبل کہ وہ اچھلتا میں نے چاقو کا ایک دوسرا وار اس کے پیٹ پر کر دیا اور درحقیقت میرا مقصد یہی تھا کہ اس کی قمیض کاٹ دوں لیکن ہوا یہی کہ اس کی قمیض بائیں سے دائیں سمت اس طرح کٹ گئی تھی کہ اس کے پیٹ تک خراش نہیں آئی تھی۔ اس نے حیرت سے مجھے دیکھا اور اس کے بعد کٹی ہوئی قمیض کو اور پھر اس کے چہرے پر شرمندگی کے آثار نظر آنے لگے۔

"یہ بتاؤ، کنگ لوئی سے ملاقات ہوئی ہے کبھی؟ تم پہلے مجھے اس کا نام بتاؤ۔" وہ پھیکی ہنسی ہنستا ہوا بولا۔

"نہیں، مگر میں تمہاری اس سے ملاقات کرا دیتا ہوں۔ کیا وہ زندہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ارے نہیں نہیں بھائی! اگر تم کسی جہاں میں جیکب کی بیٹی سے ملاقات کرانا چاہتے ہو تو یہ تصور ذہن سے نکال دو۔ کیونکہ کنگ لوئی زندہ ہے اور اس وقت جاپان میں ایک بہت بڑا کلب کھولے لوگوں کو تربیت دے رہا ہے۔ مگر کیا صفائی ہے۔ واقعی یہ صفائی تو میرے ہاتھ کی بھی نہیں۔ چاقو میرے ہاتھ سے نکال لینا تمہارا فن ہے۔ گویا ایک فن میں تم میرے باپ ہو گئے۔ پلیز باپ، اپنی اولاد کو قتل مت کرو۔" اس نے گردن جھکا کر کہا اور کچھ اس قدر پُرمزاح انداز میں کہا کہ مجھے ہنسی آ گئی۔

"دیکھو باپ! میں شروع ہی سے تمہاری دوستی کا متلاشی رہا ہوں۔ بھلا اپنے پروفیشن کے آدمی ہو، اگر ذرا سی نفع بخش کی بات کر لی تو کیا مصیبت آ گئی۔ چلو جیب پر سنٹ دے دینا۔ تمہاری واقفیت بھی ہوگی کار خریدنے والوں سے۔ لیکن اگر ایک غریب آدمی کو بھی اس میں شامل کر لو تو کیا حرج ہے؟"

میں خاموشی سے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا اور اس بار میں نے اس کی آنکھوں کو پڑھ کر اندازہ لگایا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے غلط نہیں کہہ رہا ہے۔ چنانچہ میں نے چاقو بند کر کے اس کی طرف اچھال دیا اور بولا۔

"تمیز سے بات کرنا چاہو تو واقعی میں تیار ہوں۔"

"واقعی میں بالکل تمیز سے بات کروں گا پارٹنر! مجھے موقع تو دو۔ ویسے تم نے مجھے اپنا غلام بنا لیا ہے۔ یقین کرو کنگ لوئی کے بعد ایسا صاف ہاتھ پہلی بار دیکھا ہے۔ لو ایک فن میں تو تم بہر طور مجھ سے آگے نکل گئے۔"

"دیکھو جیکب! ایک فن کی بات مت کرو۔ تم جس طرح چاہو مجھ سے مقابلہ کر سکتے ہو۔ اگر مقابلے میں جیت جاؤ تو یہ گاڑی تمہارے حوالے، میں یہاں سے واپس چلا جاؤں گا۔"

"پارٹنر، پارٹنر! جیکب نے بڑی محنت کی ہے لیکن ایک چیز سے پرہیز کیا ہے، جسے دوست کہہ دیا اسے کہہ دیا۔ اس سے لڑائی جھگڑا کبھی نہیں کیا۔ ابتدا تم نے ہی کی تھی اگر چاقو کی بات نہ کرتے تو میں کبھی اس پر اصرار بھی نہ کرتا۔"

"ہوں، گویا تمہارا مقصد ہے؟"

"ہاں چیف! بہت کچھ سیکھا ہے مگر چلو تم سے ہار مانے لیتا ہوں۔ ہار کے لیے بھی تیار رہو۔"

"تو پھر یہ بتاؤ کہ اس کار کی قیمت کتنی وصول ہو سکے گی؟"

"درحقیقت میں کوئی خاص نہیں۔ ویسے ان پارکنگ لاٹ پر جتنی کاریں کھڑی ہوتی ہیں، وہ ایسے لوگوں کی ہوتی ہیں جو دفاتر میں کام کرتے ہیں اور اپنی گاڑیاں کھڑی کر کے دوپہر تک کے لیے روپوش ہو جاتے ہیں۔ ہمارے پاس دوپہر تک کا وقت ہے۔ اس دوران ہم یہ گاڑی بیچ سکتے ہیں۔"

"گاڑی کی کتنی قیمت مل جائے گی؟"

"اب مت پوچھو مجھے۔ یہ تو وہاں جا کر پتا چل جائے گا۔ ورنہ اصل قیمت کی چوتھائی قیمت لگاتے ہیں۔ رسک بھی تو ہوتا ہے۔"

"چوتھائی رقم کتنی ہوگی؟"

"کم از کم پانچ ہزار ڈالر۔" اس نے کہا اور میں اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ آخری رقم تو میرے پاس بھی جیبی تھی لیکن خاصی رقم نکل آئی۔ میں نے چند نوٹ اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"یہ پیشگی ایڈوانس قبول کرو اور یوں سمجھو کہ مجھے گاڑی نہیں بیچنی۔ تمہاری باقی رقم رات کو ادا کر دی جائے گی۔" میں نے کہا، اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"فروخت نہیں کرو گے گاڑی؟"

"نہیں۔ کافی دیر تک نہیں۔"

"او ہو ہو، جلدی یا دیر کا معاملہ ہے تو دوسری بات ہے۔ تم یوں کرو اپنا کام کر لو اس کے بعد ہم یہ گاڑی بیچ دیں گے۔ ویسے بھی دیکھو دوپہر تک یہ گاڑی ہمارے پاس رہ سکتی ہے۔ اس کے بعد پولیس اسے یقیناً تلاش کرے گی اور پولیس سے تو خدا ہی بچائے۔ ذرا سی دیر میں اندازہ لگا لے گی کہ گاڑی کہاں ہے۔"

میں نے چند لمحات غور کیا، اور پھر میں نے کہا۔ "مگر جیکب! مجھے خود بھی گاڑی چاہیے۔"

"کس کام کے لیے؟ کوئی ڈاکہ واکہ ڈالنا ہے کیا؟" اس نے رازدارانہ انداز میں پوچھا۔

"یہی سمجھ لو۔"

"تو پھر یوں کرتے ہیں کہ اس گاڑی کو جتنی دیر تک تمہاری مرضی ہو اپنے ساتھ رکھو۔ اس کے بعد اسے بیچ دیں گے۔ اور یہ رقم بھی تم اپنے پاس ہی رکھو۔ تمہاری جیب سے رقم لینا مجھے اچھا نہیں لگتا۔"

"نہیں کوئی بات نہیں، تم ٹھیک کہتے ہو۔ مگر پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ مجھے گاڑی مستقل چاہیے۔"

"مستقل تو نہیں پارٹنر! ویسے شہر کی ساری گاڑیاں تمہاری جیب چاہو گے اٹھا لیں گے۔ تو میں کام کیا بتانا ہے، یہ بتاؤ۔"

اب میں اسے کیا بتاتا کہ مجھے کیا کرنا ہے لیکن آدمی کچھ دلچسپ معلوم ہو رہا تھا۔ چنانچہ میں نے اس کی بات مان لی اور چوری والا بلکہ گاڑی فروخت کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

وہ مجھے ساتھ لے کر چل پڑا، اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک عجیب و غریب مارکیٹ پہنچ گئے۔ بظاہر عمدہ قسم کی نظر آنے والی دکانوں میں اس قسم کا کاروبار بھی کرتی ہوں گی، اس کا مجھے اندازہ نہیں تھا۔

جیکب نے مجھے دکان میں بیٹھنے کے لیے کہا اور خود اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک دراز قامت شخص کو لے کر آیا جس نے ادھر ادھر سے گاڑی دیکھی، اس کی نمبر پلیٹ دیکھی اور پھر جیکب سے گفتگو کرنے لگا۔ جیکب نے گردن ہلا دی تھی۔

تھوڑی دیر بعد جب جیکب واپس آیا تو اس کے ہاتھوں میں نوٹوں کے بنڈل دبے ہوئے تھے۔ جن میں سے آدھا حصہ تھما کر رقم اس نے میرے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"پارٹنر، یہ رہا تمہارا حصہ لے لیجئے۔"

"جیکب یہ رقم بھی رکھو، مجھے تم سے کچھ اور بھی کام ہے۔"

"ارے پارٹنر! نہیں، ایسی بات نہیں۔"

"اچھا تو پھر ففٹی پرسنٹ ٹھیک ہے۔ کام چونکہ تم نے کیا ہے اس لیے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"یہ تمہاری مہربانی ہے پارٹنر! دس ہزار ڈالر کی رقم کافی عرصہ تک چل جائے گی۔ میں ذرا آرام پسند قسم کا آدمی ہوں۔ اگر پیسے جیب میں آ جاتے ہیں تو پھر کام کرنا پسند نہیں کرتا۔ میرا مطلب ہے کم از کم چوری کرنا۔"

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ اب یہاں سے چلو کوئی ٹیکسی پکڑ کر کسی ہوٹل میں بیٹھیں گے اور کچھ بات وغیرہ کریں گے۔"

"ہاں، یہ ٹھیک ہے۔ تمہارے بارے میں جاننا بے حد ضروری ہے۔ حالانکہ تم نے مجھے اپنا نام ابھی تک نہیں بتایا۔"

"مجھے ارجنڈر کے نام سے پکار سکتے ہو۔" میں نے کہا اور اس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک ٹیکسی لے کر چل پڑے۔

ہوٹل کا سیلف سروس ریسٹورنٹ ہال میں میں اور جیکب ناشتے کے لیے داخل ہوئے تھے اور پھر ہم ایک میز پر جا کر بیٹھ گئے۔ جیکب نے خاصی چیزوں کا آرڈر دے دیا تھا۔ وہ جیکسن کا آدمی تھا۔ میں نے تھوڑی سی چیزیں ان میں سے لیں۔ وہ بڑے طریقے سے

معاف کرتا رہا اور جب کھانا ختم ہوا تو بولا۔

"ہاں پارٹنر، میرا مطلب ہے فرینڈ! تم کتنے عرصے سے یہاں کام کر رہے ہو؟"

"گاڑی چرانے کا کام پہلے کبھی نہیں کیا۔"

"پھر کیا کرتے ہو؟ ویسے یہ چاقو کی صفائی والی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ تم مجھے بتا دو اگر یہ قمیض کیا بیچ ڈالو دبالیتا تو یقیناً اس وقت مجھے کھلے پیٹ پھرنا پڑتا۔"

"مجھے افسوس ہے کہ تمہاری قمیض ضائع ہو گئی لیکن اب کسی اسٹور سے کپڑے خرید لینا۔"

"یہاں سے اٹھنے کے بعد یہی کروں گا۔ ویسے یہ قمیض بھی چل جائے گی، چونکہ نیچے سے کٹی ہے۔ اگر اوپر سے کٹی ہوتی تو نظر آتا۔ مجھے فوراً ہی کپڑے تبدیل کرنا پڑتے، چونکہ لوگوں کی نظریں بلاوجہ اور اُلجھی رہتی ہیں۔"

"جیکب! میں یہاں اجنبی ہوں۔" میں نے کہا۔ اور جیکب چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں اس جگہ کا باشندہ نہیں ہوں۔"

"باہر سے آئے ہو اور گاڑیاں چرانے کا کام کر رہے ہو۔"

"گاڑیاں چرانے کا کام میں نہیں کرتا۔ مجھے اس گاڑی کی ضرورت تھی۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں۔"

"اچھا اچھا میں بھول گیا تھا، خیر، تو بتاؤ یہاں کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟"

"بہت سے کام ہیں۔ لیکن تم اپنے بارے میں بتاؤ کیا تم کسی کی دوستی قبول کر کے اس دوستی کو نبھانے کا فن بھی جانتے ہو؟"

"جانتا تو بہت کچھ ہوں پارٹنر مگر اس میں کچھ سمجھ نہیں آتا۔ بہتر یہ ہوگا کہ ایک آدھ دن تک یاری رہے اور پھر ختم کر دی جائے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے، ہمارا تمہارا کام ہو گیا۔ یہاں سے اٹھنے کے بعد ہم لوگ ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہو جائیں گے۔" میں نے کہا اور جیکب کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر آہستہ سے بولا۔

"فرینڈ! تمہاری طرف دل کھنچ رہا ہے مگر لگتا ہے تم مجھ پر بھروسہ نہیں کرو گے۔ کوئی کام بتاؤ، یا جو کام تم کرنا چاہتے ہو، مجھے اس میں شریک کر لو۔ وعدہ ہے کہ پارٹنر شپ نہیں ہوگی، یہ کام صرف تمہارے لیے کروں گا میں۔"

"کہاں رہتے ہو؟"

"مارلبرو اسٹریٹ۔" اس نے جواب دیا۔

"میں ان علاقوں سے ابھی صحیح طور پر واقف نہیں ہوں۔"

"کوئی بات نہیں، میں تمہیں اپنا فلیٹ دکھاؤں گا۔ یہ فرسٹ کلاس فلیٹ رکھا ہوا ہے میں نے اور اس میں ایک شریف آدمی کی رہائش گاہ کا پورا پورا بندوبست کر رکھا ہے میں نے۔ اور جب میں وہاں جاتا ہوں تو لوگ سمجھتے ہیں کہ بہت ہی شریف قسم کا آدمی دفتر سے ملازمت کر کے واپس آ رہا ہے۔ تھکا ہارا، بے مزہ اور لوگ میری تنہائی پر افسوس بھی کرتے ہیں۔ لیکن یقین کرو پارٹنر! میں نے آج تک کسی کو منہ نہیں لگایا۔ دراصل میرا کام کرنے والے کے لیے یہی ضروری ہے کہ وہ جس محلے میں بھی رہے وہاں اپنے آپ کو شریف سے شریف تر ظاہر کرے تاکہ اگر پولیس کبھی وہاں تک پہنچ بھی جائے تو محلے والے گواہی دے سکیں کہ ایک شریف آدمی ہے۔ ان کا آج تک کسی سے واسطہ نہیں پڑا ہے۔"

جیکب کی باتیں خاصی دلچسپ تھیں۔ مجھے یہ نوجوان پسند آیا۔ تب میں نے اس سے کہا۔

"جیکب! تمہاری تو خاصی واقفیت ہوگی یہاں؟"

"اسے کون نہیں جانتا جیکب کو۔ جس جگہ نکل جاتا ہوں لوگ پیار سے پکارتے ہیں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ میں کبھی کسی سے جھگڑا نہیں کرتا۔ عام طور سے اپنے آپ کو تمام معاملات سے پیچھے ہٹا لیتا ہوں۔ اب اگر تم غصے سے یہ بات کرتے کہ یہ گاڑی سے نیچے اتر جاؤ، اور پارٹنر شپ کی بات نہ کروں تو یقین کرو کہ شاید میں تیار ہو جاتا، چونکہ جھگڑے کا قائل ہی نہیں ہوں۔ اب دیکھو نا انسان اپنی زندگی جھگڑے میں گزار دے تو پھر کوئی مزے کی بات ہے۔ لطف تو یہی ہے کہ دوستی زیادہ سے زیادہ اور دشمنی کا کوئی تصور نہ ہو۔"

"مگر میری دشمنی تمہیں مہنگی پڑ سکتی ہے۔"

"میں مہنگی سستی کی پروا نہیں کرتا دوست۔ جیسے دوست کہہ دیا سو کہہ دیا۔"

"تو پھر یوں سمجھو جیکب! مجھے ایک بہت خطرناک کام کرنا ہے۔ ایک اتنا خطرناک کام جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"وہ کیا ہے؟"

"میں منشیات کی اسمگلنگ کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔ اور دفعتاً جیکب کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آنے لگے۔ تھوڑی دیر تک وہ میری شکل دیکھتا رہا پھر اس کے انداز میں ایک اضمحلال کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ اور اس نے کہا۔

"سوری پارٹنر! اس سلسلے میں جیکب تمہارا ساتھ نہیں دے سکے گا۔"

"کمال ہے، ابھی دوستی کا دم بھر رہے تھے اور ایک اتنی

سی بات کے لیے بھاگ رہے ہو۔" "میں، دیکھیے نہیں بہت برباد منشیات کی اسمگلنگ سے میرے دل کا درد وابستہ ہے۔ تم یقین کرو میں اس کے ہاتھوں اجڑا ہوں۔" جیکب نے کہا اور میری آنکھوں میں دلچسپی کی چمک پیدا ہو گئی۔

چند لمحات میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

"مجھے اپنی کہانی نہیں سناؤ گے جیکب؟"

"میں کیا سناؤں پارٹنر! بس یوں سمجھو پڑھا لکھا آدمی ہوں۔ ایک فرم میں ملازمت کرتا تھا۔ ایک بھائی تھا اپنا، مجھ سے دو سال چھوٹا تھا۔ ماں باپ بچپن ہی میں مر چکے تھے۔ ہم دونوں بھائیوں کی محبت بے مثال تھی۔ وہ پڑھ رہا تھا اور میں اس کے لیے ملازمت کرتا تھا۔ وہ غلط صحبت میں پڑ گیا۔ نشہ آور ادویات کا عادی ہو گیا اور پڑھنے لکھنے سے بھاگ کر برائیوں کے راستے پر چل پڑا۔ میں آوارہ گرد بن گیا تھا۔ میں اس کی شکل دیکھ دیکھ کر کڑھتا تھا۔ لیکن بعد میں مجھے احساس ہوا کہ دراصل اس کا سپلائر ان منشیات کے ملوث ہے جنہوں نے اسے یہ لت شروع کرائی اور مجھ سے بار بار وعدہ کرنے کے باوجود نشہ آور ادویات کے استعمال سے باز نہ رہ سکا۔ اور پھر ایک دن میری سرزنش سے تنگ آ کر اس نے خودکشی کر لی۔ ہاں وہ مر گیا۔ اور میری دنیا ویران ہو گئی۔ بس یوں سمجھو پارٹنر! اس دن کے بعد سے میرا اس دنیا سے دل اچاٹ ہو گیا۔ اب ایسے ہی زندگی گزارتا ہوں جیسے تنہا لوگ گزارتے ہیں۔ بھائی تھا تو زندگی سے دلچسپی بھی تھی۔ لیکن اب ادھر ادھر کے لوگ رہ گئے ہیں۔ دوستی کا قائل ہوں، جھگڑے نہیں کرتا کسی سے۔ بس چھوٹا موٹا کام کرتا ہوں اور زندگی گزار رہا ہوں۔"

"کبھی تمہارے دل میں یہ خیال پیدا نہیں ہوا جیکب! کہ تم ان لوگوں سے انتقام لو، جو تمہارے بھائی کی موت کی وجہ بنے ہیں۔"

"بھلا میرے بھائی کی موت کا ذمہ دار اور کون ہو سکتا ہے میرے علاوہ؟" اس نے کہا۔

"کیا وہ نہیں جو منشیات کی تجارت کرتے ہیں؟" میں نے اسے سمجھانے کے انداز میں کہا۔

"ہاں، وہی ہیں۔ لیکن یہ تو ان کا کاروبار ہے، میں بھلا انہیں ان کے کاروبار سے کیسے روک سکتا ہوں؟"

"خواہ اس کاروبار سے تمہارے جیسے کئی افراد موت کے گھاٹ اتر جائیں؟"

"مگر تم کہہ کیا رہے ہو پارٹنر، تم تو خود یہ کام کرنے ہو کیا میں تم سے انتقام لوں گا؟"

"نہیں، جیکب! میں یہ کاروبار نہیں کرتا۔"

"ارے، ابھی تو تم کہہ رہے تھے؟"

"نہیں یار، میں تو تمہیں آزما رہا تھا، تمہیں جاننا چاہتا تھا۔" میں نے کہا۔

"تو پھر سمجھو کہ دنیا میں برے کاموں میں سے سب سے برا کام مجھے یہی لگتا ہے کہ انسان کو زندگی سے دور کر دیا جائے۔"

"ہم زندگی سے دور کرنے والے افراد کو زندگی سے دور کر دیں گے جو اس کے ذمہ دار ہیں۔"

"مگر کیسے؟ میں کسی کو قتل بھی نہیں کر سکتا۔"

"نہیں کر سکتے۔ مگر میرا ساتھ تو دے سکتے ہو۔"

"وہ کیسے پارٹنر؟"

"تمہارا زیر زمین دنیا سے تعلق رہا ہوگا؟"

"تعلق نہیں رہا بلکہ کاموں سے میں گھبراتا ہوں۔ کئی بار مجھے ایسے کام سونپنے کی کوشش کی گئی لیکن میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا۔" جیکب بولا۔

"ایسے لوگوں کو جانتے ہو جو اسلحہ سپلائی کرتے ہیں؟"

"کیا بات ہے، ضرورت ہے اس کی؟"

"ہاں۔"

"کیا چاہیے؟"

"بہت کچھ، اسٹین گن، ہینڈ گرینیڈ اور ایسی ہی دوسری چیزیں۔"

"ارے باپ رے۔ کیا کسی کا ذہن بنا رہے ہو؟" اس نے مسکرانہ انداز میں کہا۔

"بس یہی کچھ لو جیکب!"

"مل سکتا ہے، سب کچھ مل سکتا ہے۔ لیکن پارٹنر بات ذرا کھو کر دیتی ہے۔ لوگ پوچھیں گے نہیں کہ جیکب تمہیں ان چیزوں کی ضرورت کیوں پیش آ گئی ہے۔"

"یہ تمہارا معاملہ ہے، اگر تم دوستی چاہتے ہو جیکب تو پھر یہ چیزیں مجھے مہیا کر دو۔"

"لیکن کرو گے کیا؟"

"یہ بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے یہ بتاؤ کہ تم یہ کام کرنے کے لیے تیار ہو یا نہیں؟"

جیکب کچھ دیر تک کچھ سوچتا رہا، پھر آہستہ سے بولا۔

"ہاں۔ یہ کام مشکل نہیں ہے میرے لیے۔ مسٹر کیلیو کو جانتا ہوں جو اسلحے کی خرید و فروخت کا کام کرتے ہیں۔ ذرا مشکل قسم کا آدمی ہے۔ لیکن میں اسے ہینڈل کر لیتا ہوں۔ البتہ ہینڈ گرینیڈ کے بارے میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ ان کے پاس ملیں گے یا

نہیں، انہیں گن تو یوں سمجھو کہ تمہارے قبضے میں آگئی۔ ویسے کیا یہ بات سچ کہہ رہے ہو کہ تم منشیات کی اسمگلنگ کرنے والوں کو ہلاک کرنا چاہتے ہو۔ کسی بینک میں ڈاکہ ڈالنا چاہتے ہو۔ ہینڈ گرینیڈ تو بینک کے لاکر توڑنے کے کام بھی آسکتے ہیں۔"

"احمق آدمی کبھی بینک لوٹا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے کہا نا کہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اپنا کاروبار تو بس یہ ہے کہ چھوٹا موٹا کام کرتا ہوں، چھوٹی موٹی ضرورتیں پوری ہو جاتی ہیں۔ کاموں سے پوری ہو جاتی ہے لیکن یہ بتاؤ تمہیں اسلحہ کب چاہیے؟"

"اگر آج مل جائیں تو آج ہی۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر ٹھیک ہے آجاؤ ہم اس مطلوبہ شخص کے پاس چلتے ہیں۔" جیکب نے جواب دیا۔

جیکب پر اعتماد کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا وہ مجھے لے کر چل پڑا۔ اور پھر ہم مختلف گلیوں، سڑکوں اور راستوں سے گزرتے ہوئے ایک ایسے قدیم راستے میں جا نکلے جہاں کی عمارتیں بوسیدہ تھیں۔ اس خوبصورت شہر کا یہ انوکھا رخ تھا جو آج پہلی بار میرے سامنے آیا تھا۔

جیکب ایک عمارت کے گراؤنڈ فلور میں پہنچ گیا اور یہاں اس نے بیل بجا کر ایک شخص سے ملاقات کی جو اسلحے کی سپلائی کے سلسلے میں ہمارے کام آسکتا تھا۔ یہ شخص بھی مدقوق سی شکل کا ایک بوڑھا آدمی تھا۔ جیکب کو دیکھ کر اس نے گردن ہلائی اور مسکرا کر بولا۔

"اندر آجاؤ۔" ہم دونوں اندر داخل ہو گئے۔ ہمیں بٹھانے کے بعد وہ شخص ہم سے ہماری آمد کا مقصد پوچھنے لگا اور جیکب نے کہا۔

"ہاں میرے محترم بزرگ، ہمیں کچھ اسلحہ درکار ہے۔"

"جیکب! تمہیں جو اسلحہ چاہیے ہوتا ہے اس کے بارے میں جانتا ہوں۔ وہ تیرا پرانا سامان کیا ہوا؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"ختم ہو چکا ہے، میں صرف چاقو استعمال کرنے کا قائل ہوں۔ چنانچہ اس آتشیں اسلحے کی ضرورت مجھے نہیں۔"

"پھر اسلحہ کسے چاہیے؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"میرے گہرے دوست مسٹر فرینڈس کو۔ وہ اسلحہ استعمال کرنے کے سختی سے قائل ہیں۔"

"خوب بہت خوب، تو کیا چاہیے انہیں؟"

"ہینڈ گرینیڈ، کیا تم انہیں عمدہ قسم کے ہینڈ گرینیڈ فراہم کر سکتے ہو۔" جیکب نے کہا۔

"خود ساختہ ہیں، بہترین استعمال ہے ان کا، دل چاہو جس کے مقابلے پر رکھو تو سمجھو ان کا کام ہو گیا۔"

"میں نے کہا کہ مجھے نہیں، میرے پارٹنر کو ان کی ضرورت ہے۔"

"دیکھو جیکب بات یہ ہے کہ پولیس کے کانوں میں میرے بارے میں بھنک پہنچ چکی ہے۔ آخر تو میں بوڑھا ہی ہوں کبھی بہت اسلحہ خرید کر اٹھانے میں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ یہ نگاہ بھی رکھتے ہیں کہ میں نے کس کو کیا دیا؟"

"جو کچھ ہے اسے پہنچا دیا جائے گا وہ انتہائی صیغہ راز میں رہے گا۔ ہینڈ گرینیڈ دکھاؤ۔" جیکب نے کہا اور بوڑھے شخص نے تھوڑی دیر کے بعد اندر سے عام سائز کے کچھ چھوٹے سائز کے ہینڈ گرینیڈ نکال کر ہمارے سامنے رکھ دیے۔

"بہترین کارکردگی رکھتے ہیں یہ۔ افسوس یہاں تجربہ نہیں کر سکتا، ورنہ تمہیں دکھاتا۔"

"یہ تجربہ ہم خود کر لیں گے، آپ یہ بتائیے کتنی قیمت ادا کی جائے آپ کو؟"

"دو ہزار ڈالر، یہ چھ ہینڈ گرینیڈ ہیں اس کی قیمت دو ہزار ڈالر ہوئی۔"

"ہمیں ایک اسٹین گن بھی درکار ہے۔"

"جیکب تم تو ان چیزوں کے قائل ہی نہیں تھے۔" بوڑھے نے کہا "تمہارے مطلب کا اسلحہ میرے پاس موجود نہیں ہے۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میں اب بھی ان چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا، میرا پارٹنر تمہیں ان چیزوں کی ادائیگی کرے گا۔ اسٹین گن بھی لے کر دو۔" اور تھوڑی دیر کے بعد جب ہم وہاں سے اٹھے تو وہ دونوں چیزیں خرید چکے تھے جنہیں اس نے نہایت نفاست سے پیک کر دیا تھا۔

جیکب کچھ خوش نظر آرہا تھا۔ اس نے کہا۔

"اگر ہم اس سارے سامان سمیت پکڑے گئے تو یقین کر کہ ضمانت بھی ناممکن ہو جائے گی۔"

"مگر ہم پکڑے کیوں جائیں گے؟"

"بس یونہی لگتا ہے فرینڈس، اب یہ بتاؤ کیا پروگرام ہے؟"

"فی الحال کچھ نہیں۔ مجھے یہ بتاؤ تمہاری اس دوستی کا کیا معاوضہ ادا کروں۔"

"ادا کر دو گے؟" جیکب نے سوال کیا۔

"ہاں دل تو یہی چاہتا ہے، تم نے جس طرح بے لوث

میرے لیے کام کیا ہے۔ وہ میرے لیے بہت ہی متاثر کن ہے۔ ہماری تمہاری ملاقات کو زیادہ وقت نہیں گزرا، لیکن تم نے میرے دل میں اپنے لیے مخصوص جگہ بنالی ہے۔"

"بس تو یہ سمجھو اپنا معاوضہ پورا ہو گیا۔" اس نے کہا۔

"نہیں جیکب! پھر بھی کچھ تو۔"

"جیکب پارٹنر! مسئلہ یہ نہیں ہے، ادائیگی کی بات درمیان میں نہ لاؤ، یہ بتاؤ تم رہتے کہاں ہو۔ کہاں لے جاؤ گے اس اسلحہ کو اور کس جگہ استعمال کرو گے۔"

"جہاں میں استعمال کروں گا جیکب! افسوس تمہیں یہاں نہیں لے جا سکتا۔ نہیں نہیں، دکھا سکتا کہ میری ضرورت کیا ہے۔ لیکن بہرطور میں تم سے ملاقات ضرور کرتا رہوں گا۔"

"نہیں تمہیں میرے فلیٹ چلو، تھوڑی دیر میرے ساتھ رہو اس کے بعد واپس چلے جانا۔"

"کیا تم مجھے اپنے فلیٹ لے جانا پسند کرو گے؟"

"ہاں کیوں نہیں، میری نسبت تمہارا لباس بہت ہی شاندار ہے، لوگ مجھے غنڈہ سمجھتے ہیں، لیکن تمہیں کون کچھ کہے گا۔" جیکب نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر جیکب کے فلیٹ کی جانب چل پڑے تھے۔

جیکب کی وجہ سے مجھے جو آسانیاں فراہم ہو گئی تھیں وہ بے مثال تھیں اور اس اتفاق پر میں دل ہی دل میں بہت مسرور تھا۔ ٹیکسی بالآخر ایک جگہ رک گئی۔ اور ہم کرایہ ادا کر کے چل پڑے۔

فلیٹ بہت خوبصورت بے حد کشادہ تھا۔ اس کا فرنیچر بھی نہایت نفاست سے آراستہ تھا میں نے تعریفی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ جیکب میرے لیے کچن میں چائے بنانے چلا گیا تھا۔

"یہاں تمہارے ساتھ کوئی اور نہیں رہتا؟"

"پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ اک بھائی کے علاوہ دنیا میں اور کوئی نہیں تھا۔ بھلا کون رہے گا میرے ساتھ؟" جیکب نے جواب دیا۔

"اتفاق کی بات ہے جیکب کہ اس چھوٹے سے واقعے نے ہمیں اتنا قریب کر دیا۔"

"مگر میں خود کو تم سے قریب محسوس نہیں کرتا۔" جیکب نے جواب دیا۔

"ہاں، ظاہر ہے اتنی جلدی یہ کیسے ممکن ہے؟" میں بولا۔

"نہیں پارٹنر یہ بات نہیں ہے۔ تم نے خود مجھے اپنے آپ سے دور رکھا ہے، اب تم بتاؤ کہ آپ کو اچھا آدمی یا ایک مخلص

دوست ثابت کرنے کے لیے انسان مزید کیا کچھ کر سکتا ہے۔ کیا اتنی جلدی کوئی کسی کے دل تک پہنچ سکتا ہے۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو میں وہ کوشش بھی کر ڈالتا لیکن تم مجھے اس کا موقع نہیں دے سکتے۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو جیکب؟"

"یہی کہ تم مجھے اپنے دوستوں میں شمار نہیں کر رہے جو کچھ کرتا رہا ہوں اب تک میں ہی کرتا رہا ہوں۔"

"نہیں جیکب! اس اعلان کے بعد تو میں تمہیں اپنا دوست سمجھنے پر مجبور ہوں۔"

"تو پھر بتاؤ کیا پروگرام ہے تمہارا؟"

"جیکب! میرا پروگرام بہت خراب ہے۔ مجھے کل وہ سب کچھ کرنا ہے جن میں، میں تمہیں شریک نہیں کر سکتا۔"

"کیا کہنا ہے کہ تم یہ تو بتا دو اگر دولت کے حصول کا کوئی معاملہ ہے تو چلو وعدہ کرتا ہوں کہ اس میں سے کمیشن نہیں مانگوں گا۔ مانگوں تو گولی مار دینا۔ اب تو تمہارے پاس اسٹین گن وغیرہ موجود ہے۔"

"اگر کمیشن کی بات ہوتی تو میں تمہیں کچھ کمیشن دینا پسند کرتا لیکن جس کام کے لیے میں یہ سب کچھ جمع کیا ہے وہ دولت کا معاملہ نہیں ہے۔"

"اچھا اچھا چلو ٹھیک ہے جیکب کو تمہاری دوستی عزیز ہے۔ البتہ ایک وعدہ تو کرلو اگر کسی الجھن کا شکار ہوجاؤ تو جیکب سے رابطہ قائم کرو گے۔"

"ہاں جیکب! یہ میرا وعدہ ہے تم سے۔"

"یہ بھی نہیں بتاؤ گے کہ کہاں رہتے ہو؟"

"ہاں، فی الوقت یہ بھی نہیں بتاؤں گا۔ البتہ ایک بات ہے، جب میں اپنا کام مکمل کر لوں گا تو وعدہ کرتا ہوں کہ سیدھا تمہارے پاس آؤں گا اور تمہیں اس بارے میں تفصیل بتا دوں گا۔"

"واہ! میں مطمئن ہو گیا اور اب مجھے اس سلسلے میں تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔" جیکب نے چہچہا کر کہا اور پھر بولا۔ "پارٹنر اگر کوئی صحیح جگہ نہ ہو تمہارے پاس رہنے کے لیے تو پھر جیکب کے اس فلیٹ کو اپنا ہی فلیٹ سمجھو، دل چاہے جب یہاں آجانا بلکہ میرے پاس دو چابیاں ہیں اس فلیٹ کی تم چاہو تو تم بھی یہاں آسکتے ہو۔" میں چند لمحات جیکب کو دیکھتا رہا اتنا مخلص انسان تھا کہ یقین نہیں آتا تھا اس دنیا میں خلوص کہاں ملتا ہے۔ گو پہلے بھی تو تھا جس نے میرے ساتھ مخلصانہ سلوک کیا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس نے ایک احسان کے جواب میں یہ سب

کچھ کیا تھا لیکن جیکب، اس پر تو میں نے کوئی احسان نہیں کیا تھا۔
بہرطور میں نے شکریے کے ساتھ اس سے چابی قبول کر لی اور جیکب میرے اعتماد پر مسکرانے لگا پھر اس نے کہا۔
"دیکھو جیف! میں دوست قسم کا آدمی ہوں۔ دوستوں کے لیے خوشی سے جان دے سکتا ہوں اور جب ایک ہی مقصد کے دو آدمی مل جائیں تو پھر زیادہ لطف آتا ہے۔ میں جو کچھ تم سے کہہ چکا ہوں اس میں کوئی اضافہ نہیں کروں گا۔ جیکب بزدل آدمی ہے اور صرف چھوٹے موٹے کام کر کے زندگی گزار سکتا ہے۔ لیکن دوستوں کے لیے وہ بھی بہت کچھ کرنے کو تیار رہتا ہے۔ تم نے یہ اسلحہ کہیں سے بھی حاصل کیا ہوگا لیکن تم اس کے بارے میں مجھے نہیں بتانا چاہتے تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔ البتہ جیکب کی مدد کی ضرورت پیش آئے تو اس سے احتراز نہ کرنا۔ جیکب ہر وہ کام کر سکتا ہے جو اس کے لیے ممکن ہو۔"
رات تک میں جیکب کے ساتھ رہا اور پھر میں نے اس سے واپسی کی اجازت مانگی۔ اپنا اسلحہ اور سامان وغیرہ میں نے جیکب کے فلیٹ ہی میں چھوڑ دیا تھا۔ بس اب اسے ساتھ لے جانے کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔ واپس ایک ٹیکسی لے کر چل پڑا۔
دن بھر کی جو کارکردگی رہی تھی وہ بڑی دلچسپ تھی حالانکہ سب کچھ اتفاقات کے سہارے ہوا تھا۔ جیکب اگر مجھے کار چڑھاتے ہوئے دیکھ لیتا تو یقیناً اس سے ملاقات نہ ہوتی چونکہ وہ خود بھی اسی لائن کا آدمی تھا اس لیے اس نے یہ نئی کارروائی کی تھی اور اس نئی کارروائی سے مجھے بے حد فائدے حاصل ہوئے تھے کیونکہ بڑی رقم کا مسئلہ میرے لیے فی الحال مشکل ہی ہو جاتا۔ ظاہر ہے اس کے لیے مجرمانہ کارروائی کرنی پڑتی۔ یہ جو کچھ ہوا تھا وہ بہت غنیمت تھا۔
جیکب کی وجہ سے میں ایک اچھے کام سے روشناس ہو گیا تھا جو آئندہ بھی با آسانی کیا جا سکتا تھا۔ مسٹر کوہی کی اس نئی رہائش گاہ میں کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ ایبی برگ سے ملا۔ وہ حسب معمول اداس اور خاموش تھی۔ مجھے کیتھی کا اس کا قطعی خیال نہیں لگ رہا۔ یہ ڈیڈی بلا وجہ دشمن پال بیٹھے تھے۔ ان کی وجہ سے اسے یہاں قید ہونا پڑا ہے۔ میں اسے تسلیاں دیتا رہا اور اس کے بعد آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا۔
پچھلی رات بے سکون رہا تھا۔ اس لیے آج نیند ذرا گہری آئی۔ دوسری صبح جاگا تو طبیعت ہشاش بشاش تھی۔ مسٹر کوہی کو غالباً یہی وقت ملا تھا۔ چنانچہ صبح کے ناشتے پر وہ بھی میرے ساتھ موجود تھے۔
"ایک ایک لمحہ شاق گزر رہا ہے مسٹر فراز احمر!" [illegible]

پھر بولا۔ "میرا خیال ہے ہم نے اسے تین دن تک کا وقت دے کر غلطی کی ہے۔"
"اب تو جو کچھ ہونا تھا ہو ہی چکا ہے۔ مسٹر کوہی! آپ کو تھوڑا سا صبر کرنا ہوگا۔ جب آپ میرے سلسلے میں مجھ سے اس قدر تعاون کر رہے ہیں تو اتنا تعاون اور سہی۔"
"ارے نہیں، میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ یہ بات میں نے یونہی کہہ دی تھی۔" مسٹر کوہی نے کہا۔ اور پھر بولا۔ "اس کے علاوہ تو کوئی خاص پروگرام نہیں بنایا تم نے؟"
ایک لمحے کے لیے دل چاہا کہ مسٹر کوہی کو اپنے آج کے پروگرام سے آگاہ کر دوں، لیکن پھر پتہ نہیں کیوں زبان رک گئی۔ ممکن ہے مسٹر کوہی کوئی اور مشورہ دے ڈالتے اور میرا سارا منصوبہ کھٹائی میں پڑ جاتا۔
چنانچہ میں نے ان سے کچھ نہ کہا۔ مسٹر کوہی تھوڑی دیر کے بعد حسب معمول واپس چلا گیا۔ اور میں منصوبہ بندی کرنے لگا۔ جیکب کو اپنے پروگرام میں شامل کر لوں تو کوئی حرج نہیں ہے اور پھر ایک ایسے آدمی کی ضرورت بھی ہے جو میری مدد کر سکے۔ چنانچہ میں نے فوراً گھر سے نکل جانے کا فیصلہ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں ایک ٹیکسی میں بیٹھا جیکب کے فلیٹ کی طرف جا رہا تھا۔ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں جیکب نکل نہ گیا ہو۔
لیکن وہ اپنے فلیٹ ہی میں موجود تھا۔ مجھے دیکھ کر مسکرایا۔ اور دروازے سے ہٹ گیا۔ میں اندر داخل ہوا تو اس نے دروازہ بند کر دیا۔
"اتفاق کی بات ہے۔ میں تمہارے ہی بارے میں سوچ رہا تھا مسٹر فرینڈلس۔"
"کیا سوچ رہے تھے جیکب؟"
"یہی کہ تم خاصے عجیب آدمی ہو۔"
"کہیں باہر نکلے نہیں تم؟" میں نے پوچھا۔
"نہیں۔ فی الحال کوئی پروگرام نہیں ہے ابھی۔ میرے پاس چونکہ رقم موجود ہے۔ وہ کافی دن تک مجھے گھر میں سکون دے سکتی ہے۔ اور میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں اس قسم کا آدمی ہوں جسے لمبے ہاتھ مارنے اور دولت جمع کرنے کا شوق نہیں ہے۔"
"تمہیں تنہائی کی زندگی پسند ہے جیکب؟"
"تمہارا کیا خیال ہے۔ رات کو میری محبوبہ آ رہی ہے۔ ہم نے ایک عمدہ سے ہوٹل میں ڈنر کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اس کے بعد ہم لوگ ساتھ ہی رہیں گے۔"
"لو بھئی — اور یہ — گویا تم کوئی محبوبہ بھی رکھتے ہو؟"

"کوئی — یوں کہو کئی؟" جیکب نے ہنستے ہوئے کہا۔
"تمہاری اس صفت کے بارے میں تو مجھے معلوم ہی نہیں ہوا۔"
"تم نے معلوم کرنے کی کوشش ہی کہاں کی پارٹنر۔ بس اپنے آپ میں مست رہنے کے عادی ہو تم۔"
"معذرت جیکب! اس کے لیے میں تم سے معافی چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔
"ارے نہیں نہیں، مذاق کر رہا تھا میں تو۔ ویسے تنہائی کی زندگی کیسے گوارہ کر لیتے ہو تم؟"
"بس جیکب کرنی پڑ جاتی ہے لیکن تم نے اپنی محبوبہ کو دعوت دی کہاں، بتایا؟"
"میں کہا تھا۔ مگر وہ ٹیلی فون ڈیپارٹمنٹ میں ملازمت کرتی ہے۔ شام کو پانچ بجے میرے پاس پہنچے گی۔"
"اوہ اچھا اچھا، یہ بات ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ جیکب نے مجھے کافی بنا کر پلائی اور کافی کے دوران میں نے اس سے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔
"تم سے ایک کام لینا چاہتا ہوں جیکب!"
"ہاں ہاں، یہ ہوئی نا کام کی بات۔ بولو بولو، کہو کیا کام لینا چاہتے ہو؟" جیکب نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"یقیناً تمہیں بوٹنگ سے دلچسپی ہوگی۔"
"ارے تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟ شاید تمہیں یہ سن کر خوشی ہو کہ میں دو بار کشتی رانی کا مقابلہ جیت چکا ہوں۔"
"یہ تو اچھی بات ہے۔ جیکب! یقیناً کرائے کی کشتیاں بھی یہاں مل جاتی ہوں گی؟"
"یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ سانتو میں بے شمار بوٹنگ کمپنیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ ایک ہزار کشتیاں چاہو تو حاصل کر لو۔ ایک کشتی کی کیا بات کرتے ہو۔"
"تو پھر تیاری کر لو، وہیں چلنا ہے۔" میں نے کہا۔ اور جیکب حیرانی سے مجھے دیکھنے لگا۔
"کچھ تو کھل کر بتاؤ پارٹنر! کہاں چلنا ہے؟ کیسے چلنا ہے؟ بالکل اتنا تو تمہیں بتانا ہی چاہیے۔"
"سمندر میں مجھے ایک کارروائی کرنی ہے جیکب اور مجھے اس سلسلے میں تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ یوں سمجھو تمہارے علاوہ اس وقت میرا کوئی اور مددگار نہیں ہو سکتا۔"
"شرمندہ مت کرو۔ جیکب کو جب دوست کہہ دیا ہے تو پھر ذہن میں بلکہ جو کچھ تم کرو گے وہ میرا بھی فرض ہوگا۔" جیکب بولا۔ "اس کے لیے میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ بس یوں سمجھو کہ مجھے

ایک جہاز کے خلاف کارروائی کرنی ہے۔"
"جہاز کے خلاف؟" جیکب کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔
"ہاں۔"
"کس قسم کی کارروائی کرنی ہے تمہیں؟"
"جیکب! براہ کرم تفصیلات اس وقت پوچھنا جب میں اپنا کام مکمل کر لوں۔"
"اچھا اچھا ٹھیک ہے۔ کوئی بات نہیں ہے۔ میں تمہاری ہدایت پر عمل کرنے کو تیار ہوں۔ تم جیسے دوست کی دوستی مجھے بہت عزیز ہے۔" جیکب نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ اس کے بعد میں نے جیکب سے اور کچھ فرمائشات کیں اور شرم بھی آ رہی تھی۔ اس بے چارے مخلص شخص کو بار بار تکلیف دیتے ہوئے۔ لیکن اس کا سہارا میرے لیے بڑی اہمیت رکھتا تھا۔
تمام ڈائنامائٹ پلاسٹک کے ایسے لفافوں میں محفوظ کیے گئے۔ جو واٹر پروف تھے اور سمندر میں ان پر پانی کے اثرات نہیں ہو سکتے تھے۔ اسٹین گن کو بھی پلاسٹک کے ایک ایسے ہی بیگ میں محفوظ کر لیا گیا۔ اور اس کے بعد میں نے ان تمام چیزوں کو اپنے بدن پر باندھنے کے امکانات سوچے۔ جیکب دلچسپی سے یہ تمام کارروائی دیکھ رہا تھا۔ پھر جب میں اپنے ساتھ لایا ہوا پلاسٹک سوٹ پہننے لگا تو جیکب نے ایک گہری سانس لی تھی۔
"خوفناک منصوبہ معلوم ہوتا ہے! اور تم جیکب کو اس میں شریک نہیں کر رہے تھے۔"
"میں تمہاری دوستی سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہتا تھا جیکب! لیکن کیا کروں تم خود ہی میرے ساتھ آ گئے۔"
"بہر طور پارٹنر! تمہارے ساتھ رہ کر سب کچھ کر سکتا ہوں۔ بڑی محبت ہو گئی ہے تم سے۔ رات کو تمہارے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ تمہاری شخصیت میں ایک ایسی کشش ہے جو انسان کو اپنی جانب کھینچتی ہے۔ ورنہ جیکب ہمیشہ جھگڑوں سے گھبراتا رہا ہے۔ بہرطور تم فکر مت کرو جو کام تم میرے سپرد کرو گے میں خلوص دل سے انجام دینے کے لیے تیار ہوں۔"
"اس کے لیے میں تمہارا شکریہ ادا نہیں کروں گا جیکب! کیونکہ شکریہ ادا کرنا دوستی کو بدنام کرنے کے مترادف ہے۔"
جیکب خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔
"چلو جیکب! اب ہمیں چل دینا چاہیے۔"
"ٹھیک ہے میں کپڑے تبدیل کر لوں۔"

پر حیرت کے نقوش نظر آنے لگے لیکن پھر ان میں سے ایک نے نہایت پھرتی سے زمین پر لوٹ لگائی اور اپنے لباس سے پستول نکالنے کی کوشش کی، بھلا یہ کہاں ممکن تھا کہ وہ اس کوشش میں کامیاب ہو جاتا میں نے اس وفادار شخص کو گولیوں سے چھلنی کر دیا۔ کیپٹن اور دوسرا آدمی خوفزدہ انداز میں اٹھ کھڑے ہوئے تھے انہوں نے اپنے ہاتھ بلند کر دیئے تھے میں مسکراتی نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔

"ہیلو کیپٹن! مجھے پہچاننے میں تمہیں کوئی دقت تو نہیں ہوئی ہوگی؟"

"تت۔ کون ہو تم؟" کیپٹن نے ہکلاتے انداز میں پوچھا۔

"کمال ہے۔ کیا لوگوں کی زندگی موت تمہاری آنکھوں میں اس قدر ارزاں ہے کہ تم موت کے حوالے ہونے والوں کی شکلیں بھی نہیں پہچانتے؟"

"تت۔ تم۔ تم میرا مطلب ہے تم۔"

"ہاں۔ میں وہی ہوں جسے تم نے انتہائی دلیری سے سمندر میں غرق کرا دیا تھا۔"

"مگر۔ مگر تم۔ میرا مطلب ہے تم؟"

"ہاں! میں روح کی شکل میں واپس آگیا ہوں البتہ تمہیں اس بات پر حیرت ضرور ہوئی ہوگی کہ ایک روح اسٹین گن کیسے چلا سکتی ہے تو دیکھو میرا خیال ہے میں تمہیں اس کا نمونہ دکھا دوں کیونکہ اب میں عقب میں آوازیں سن رہا ہوں یقیناً اسٹین گن کے برسٹ کی آواز جہاز پر سنائی دی ہے۔" میں نے کہا اور اس کے بعد دیر کرنے کا کیا موقع تھا چنانچہ میں نے ان کے پورے جسموں میں لاتعدادوں کی شکل میں سوراخ بنا دیئے کیپٹن کے دونوں ہاتھ فضا میں پھیلے اور پھر وہ اوندھے منہ زمین پر آ رہا یہی کیفیت اس کے دوسرے ساتھی کی ہوئی تھی۔

چند ملاح دوڑتے ہوئے کیبن کی جانب آ رہے تھے میں پھرتی سے ایک آڑ میں ہو گیا۔ ملاحوں نے آوازیں تو سنی تھیں لیکن شاید صحیح صورت حال کا اندازہ نہیں لگا پائے تھے۔

چنانچہ جب میں نے دیکھا کہ تقریباً سات افراد ان سیڑھیوں سے چڑھ کر اوپر پہنچ چکے ہیں جو شیشے سے صاف نظر آتی تھیں تو میں نے پھرتی سے اسٹین گن کی نال سے شیشے کو توڑا اور اس کے بعد ان پر گولیوں کی بارش شروع کر دی۔ ایسی کھلی جگہ تھے وہ لوگ کہ ان کے لئے چھپنے کا موقع نہیں تھا اور پھر اسٹین گن زیادہ دیر نہیں لیتی۔

چنانچہ ان کے بدن فضا میں اچھلے اور نیچے گر گئے تھے۔ میں چھلانگ لگا کر باہر آ گیا تھا کیونکہ اب پورے جہاز پر اس ہنگامہ خیزی کی اطلاع ہو چکی ہوگی۔ جو تھوڑے بہت افراد یہاں موجود تھے میرا باہر نکل آنا ان کے لئے سود مند ثابت ہوا کیونکہ کم از کم میں انہیں دیکھنے میں کامیاب ہو گیا تھا جو ادھر ادھر سے جمع ہو کر اس سمت آ رہے تھے اس کے فوراً بعد میں نے ایک دستی بم کا سیفٹی کیچ نکال کر اسے ان لوگوں پر اچھال دیا۔

ایک خوفناک دھماکہ ہوا اس کے ساتھ ہی بے شمار انسانی چیخیں سنائی دیں۔ اسی دوران میں دوسرے بم کا سیفٹی کیچ بھی ہٹا چکا تھا۔ دوسرا بم پھینکنے کے بعد میں پھرتی سے نیچے اترا اور اسٹین گن سے گولیاں برساتا ہوا جہاز کے دوسرے حصے کی طرف دوڑنے لگا۔

وقفے وقفے سے میں دستی بم بھی استعمال کر رہا تھا میں نے کنٹرول کیبن پر ایک بم پھینک کر اڑا دیا اور پھر ان کیبنوں پر بھی بم پھینکے جو ایک قطار میں بنے ہوئے تھے۔ کیبن بری طرح الٹ گئے تھے اس کے ساتھ ہی کنٹرول کیبن میں آگ لگ گئی تھی جو تیز ہواؤں کی وجہ سے جہاز کے دوسرے حصوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لیتی چلی آ رہی تھی۔ پھر کیبنوں میں بھی آگ بھڑک اٹھی۔

انسانی شور جہاز پر بری طرح سنائی دے رہا تھا اور جو ملاح موجود تھے ان بے وقوفوں نے سمندر میں کودنے کے بجائے پیچھے آ کر حالات کا جائزہ لینا مناسب سمجھا تھا اور اس طرح وہ بھی موت کا شکار ہو گئے تھے۔

میں نے جتنی پھرتی سے یہ کام کر لیا تھا اس کی مجھے خود بھی توقع نہیں تھی۔ یہ کام خوش اسلوبی سے ہو گیا تھا ویکونا پر مرنے والوں کی تعداد کا مجھے کوئی صحیح اندازہ نہیں تھا لیکن اس کے باوجود یقین تھا کہ کم از کم چھتیس چالیس افراد اس خوفناک تباہی کا شکار ہو گئے ہیں۔

جہاز کے نچلے حصے میں جو کارروائی ہوئی تھی اس کے اوپر کیا تاثرات ہیں اس کا جائزہ لینا ضروری تھا اور پھر یہ بھی دیکھنا تھا کہ میرے اس جہاز سے بچ کر فرار ہونے کے امکانات ہیں۔ بہرحال میں برق رفتاری سے دوسرے حصے میں جا پہنچا اور ــــ اوپر کی طرف چل پڑا۔

عرشے پر پہنچ کر میں نے سمندر پر نگاہ دوڑائی اندازہ

لگانا چاہتا تھا کہ آس پاس کے دوسرے جہازوں یا اس ہنگامے کی خبر پہنچ گئی ہے یا نہیں۔ لیکن یہ بھی خوش قسمتی تھی کہ بالکل قریب کوئی جہاز موجود نہیں تھا اور چونکہ دن کا وقت تھا اس لئے دستی بموں کے دھماکوں کی آوازیں بھی دب گئی تھیں اس لئے کوئی اس طرف متوجہ نہیں تھا میں پھرتی سے اس طرف دوڑا جہاں سے میں اوپر آیا تھا جیکب کی لانچ زیادہ فاصلے پر نہیں تھی۔

اس وقت آرام سے اترنے کا موقع نہیں تھا اس لئے تھوڑا سا نیچے اتر کر میں نے سمندر میں چھلانگ لگا دی آن کی آن میں جیکب میرے پاس پہنچ گیا۔ اور میں لانچ پر چڑھ گیا۔ جیکب نے برق رفتاری سے لانچ آگے بڑھا دی تھوڑی دور پہنچ کر میں نے جہاز سے دھوئیں کے مرغولے اٹھتے دیکھے تھے۔

"تم نے تو جہاز تباہ ہی کر دیا؟" جیکب نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں جیکب یہ ضروری تھا۔"

"اب کیا پروگرام ہے؟"

"کوئی پروگرام نہیں آگے بڑھ جاؤ۔ ہم دوسرے لوگوں کی طرح جہاز کی تباہی کا منظر دیکھیں گے۔" میں نے کہا۔

جیکب نے ٹھنڈی سانس لے کر لانچ آگے بڑھا دی۔ اب پورا جہاز آگ کی لپیٹ میں آ گیا تھا اور سمندر میں چاروں طرف ہلچل مچ گئی تھی۔ بے شمار موٹر کشتیاں جہاز کی طرف دوڑی تھیں۔ سمندر میں ویکونا آگ کے ایک گولے کی مانند نظر آ رہا تھا اور اب کوئی کوشش اسے تباہ ہونے سے نہیں بچا سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے جیکب سے کہا۔

"او کے جیکب واپس چلو۔" جیکب نے خاموشی سے لانچ کا رخ کی طرف کر دیا تھا۔

راستے میں وہ بالکل خاموش رہا۔ ہم نے لانچ واپس کی اور پھر ایک ٹیکسی کر کے واپس چل پڑے۔ ٹیکسی ڈرائیور کو میں نے ایک اور جگہ کا پتہ بتا دیا تھا۔ یعنی یہ وہ جگہ نہیں تھی جہاں جیکب کا فلیٹ تھا۔

جیکب نے صرف میری طرف دیکھا تھا وہ اس بارے میں کچھ بولا نہیں تھا۔ جب ہم مطلوبہ جگہ پہنچ گئے تو میں نے ٹیکسی سے اتر کر بل ادا کیا اور ٹہلنے کے انداز میں جیکب کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

"یہاں کوئی کام ہے؟" جیکب نے پوچھا

"ہاں۔"

"اوہ اب کہاں چلو گے؟"

"کسی عمدہ سے ریستوران میں۔" میں نے جواب دیا اور جیکب گہری گہری سانس لینے لگا۔

"ایسی جگہ چلو جہاں بار بھی ہو۔" اس نے کہا۔

"تم نروس ہو؟" میں نے پوچھا۔

"بے حد۔ میں نے زندگی میں کوئی قتل نہیں کیا۔" جیکب نے میرے ساتھ چلتے ہوئے جواب دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک ریستوران میں داخل ہو گئے جہاں بار بھی تھا۔ جیکب نے اپنے لئے مشروب اور میرے لئے کافی منگوائی تھی۔

مشروب کی چسکیاں لیتے ہوئے اس نے کہا "جہاز خالی تو نہ ہوگا؟"

"کیا مطلب؟"

"اس میں انسان بھی ہوں گے۔"

"تم انہیں انسان سمجھتے ہو جن کی نگاہوں میں دوسروں کی زندگی کوئی وقعت نہیں رکھتی۔"

"گویا وہاں لوگ موجود تھے۔"

"میں خالی جہاز تباہ کرنے کو نہیں گیا تھا۔"

"کتنے افراد تھے وہاں؟"

"بہت تھے۔" میں آہستہ سے بولا۔

"سب مر گئے ہوں گے آگ بہت زوردار تھی۔ زندہ جل گئے ہوں گے وہ لوگ۔"

"نہیں۔ جلنے سے پہلے وہ مر چکے تھے۔" میں سنگدلی سے جواب دیا۔

"اوہ۔ تو۔ تو تم انہیں قتل کر چکے تھے؟"

"ظاہر ہے جیکب! ویسے جیکب آج بھی ہم مسٹر ڈیکلو کے پاس چلیں گے۔" میں نے کہا اور جیکب کو مشروب کا پھندہ لگ گیا اس نے گلا صاف کرتے ہوئے پوچھا۔

"اب کس لئے؟"

"مجھے ان سے کچھ اور درکار ہوگا۔"

"کیا؟"

"وہی جو ان کے پاس ہوتا ہے۔"

"اب کیا پوری بندرگاہ تباہ کرنے کا ارادہ ہے؟" جیکب نے پوچھا۔

"نہیں جیکب وعدہ کرتا ہوں کہ کسی بے گناہ کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ میں صرف ان لوگوں سے دشمنی رکھتا ہوں جو انسانیت کے قاتل ہیں۔ صرف ان لوگوں کو ہلاک کیا ہے میں نے جو میرے بیٹے جیسے بیٹے کے ذمہ دار ہیں۔"

"تم کوئی جنونی قاتل ہو، خدا کے لئے اپنے انتقام کا یہ روپ بدل دو۔" جیکب نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

"اسی جہاز سے جیکب! میرے بدن میں لوہے کے وزن باندھ کر مجھے سمندر میں پھینک دیا گیا تھا۔ ان لوگوں نے اس ہستی کو مجھ سے چھین لیا جو دنیا میں مجھے سب سے زیادہ عزیز تھی۔ تڑپ رہا ہوں میں اس کے لئے۔ تم میرے دل کی گہرائیوں میں نہیں جھانک سکتے جیکب۔"

جیکب خاموشی سے مشروب پیتا رہا۔

"یہاں سے ہم مسٹر گیلو کے پاس چلیں گے جیکب۔" میں پھر بولا۔

"جیسی تمہاری مرضی۔" جیکب آہستہ سے بولا اور میں مسکرانے لگا۔ بہر حال ہم مسٹر گیلو کے پاس ہی گئے تھے اور پھر اس وقت جب جیکب اپنی محبوبہ کے ساتھ کسی عمدہ سے ہوٹل میں ڈنر کر رہا ہوگا۔ میں مارکوس ٹریڈرز میں مصروف تھا۔ رات کو پونے نو بجے مارکوس ٹریڈرز کی عمارت خوفناک دھماکوں سے گونج اٹھی۔ یہی نہیں پٹرول بموں سے اس میں آگ بھی لگا دی گئی تھی۔

ساڑھے نو بجے گرانڈ پارک کے قریب تین گنجے گولیوں کا شکار بنا دیئے گئے اور ساڑھے دس بجے ہوٹل نیو پارک کے لان پر ایک دستی بم پھینکا اور چار گنجے اپنی کار میں ہلاک ہو گئے۔ آج کا کوٹا پورا ہو گیا تھا۔

کوئی سوا گیارہ بجے میں مسٹر کومبی کی رہائش گاہ پر پہنچا تھا۔ مسٹر کومبی وہاں موجود تھے۔ ان کے چہرے پر گہری سنجیدگی پائی جاتی تھی۔ مجھے دیکھ کر مسکرائے لیکن اس مسکراہٹ میں پھیکا پن تھا۔

"اس وقت مسٹر کومبی؟" میں نے سوال کیا۔

"سنا ہے صبح سے غائب ہو؟"

"کوئی کام؟" میں نے آرام کرسی میں دراز ہوتے ہوئے پوچھا۔

"بس ایک خیال کھینچ لایا ہے۔"

"کب آئے آپ؟"

"زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ کچھ خبریں سن کر آیا ہوں۔ یہاں پہنچا تو پتہ چلا کہ تم صبح سے موجود نہیں ہو۔"

"میں ہاں گیا ہوا تھا۔"

"کیا میں یہ عظیم الشان کارنامے تمہارے نام سے منسوب کر دوں؟"

"کون سے کارنامے؟"

"ویکونالا کو کوشش کے باوجود غرق ہو گیا۔ وہ مکمل تباہ ہو چکا ہے۔ بہت سی لاشیں سمندر میں گم ہیں لیکن جو مل سکی ہیں وہ یا تو گولیوں سے چھلنی ہیں یا پھر بم کے ٹکڑے ان کے بدن میں پیوست ہیں۔"

"خوش خبری نہیں ہے آپ کے لئے؟"

"مارکوس ٹریڈرز کی عمارت زمین بوس ہو گئی ہے۔ اس پاس کی عمارتوں کو بھی شدید نقصان پہنچا ہے۔"

"باقی دو خبریں آپ کو صبح ملیں گی۔" میں نے کہا اور مسٹر کومبی چونک پڑے۔

"وہ۔ وہ کہاں ہیں؟"

"گرانڈ پارک کے نزدیک تین گنجے ہلاک ہوئے۔ ہوٹل نیو پارک میں چار گنجوں کو ان کی کار میں اڑا دیا گیا۔ وقت ختم ہو گیا تھا مسٹر کومبی ورنہ دل تو بہت کچھ کرنے کو چاہ رہا تھا۔"

"میرے خدا تو تم نے؟"

"ہاں۔ یہ وارننگ تھی ہیڈن برگ کے لئے۔ اس خاموشی کے موقع میں بالکل معطل ہو کر بیٹھ جانا بھی تو ٹھیک نہیں تھا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور مسٹر کومبی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ مضطربانہ انداز میں ٹہلنے لگے تھے۔

"کیا مسٹر کومبی آپ کچھ پریشان ہو گئے؟" میں نے کہا۔

"پریشان؟" مسٹر کومبی نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں! کیا آپ کو یہ کھیل پسند نہیں آیا؟"

"میں واقعی پریشان ہو گیا ہوں۔ اس لئے نہیں کہ تم نے یہ طوفانی مہم کیوں انجام دی۔ بلکہ اس لئے کہ تمہاری اس شاندار کارکردگی کو نظر نہ لگ جائے۔ ان وارداتوں کی طرف پولیس بھی متوجہ ہو جائے گی اور تمہیں دوہری دشمنی سے واسطہ پڑے گا۔"

"مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔"

"مجھے ہے۔ میں ہر قیمت پر تمہارا تحفظ چاہتا ہوں۔ تم میرے لئے کس قدر قیمتی ہو اس کا اندازہ تمہیں نہیں ہے۔ فرینڈس۔" مسٹر کومبی نے کہا۔

"آپ بہت ٹھنڈی طبیعت کے مالک ہیں مسٹر کومبی لیکن میں آپ جیسی ہمدردی فطرت نہیں رکھتا۔ میں زیبی کے بغیر زیادہ عرصہ جینا بھی نہیں چاہتا اور یہ تو بتا چکا ہے میں نے اپنے ذہن کے بند دروازے کھول دیئے ہیں اور اب ہر دروازے سے آگ نکل رہی ہے۔ میں شہر بھر میں قتل عام کروں گا۔ گنجے سر کے ایک شخص کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا یہ میرا عہد ہے۔ آخر خود کام آ گیا تو کوئی حرج نہیں ہے۔"

"مگر اس میں خطرات ہیں۔"

"میں کہہ چکا ہوں کہ مجھے زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"میرا خیال تھا تھوڑا انتظار کر لو۔ کل آخری دن ہے اگر ہیڈن برگ کوئی امید افزا جواب دیتا ہے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ پھر اس قتل عام میں میں بھی تمہارا شریک ہوں گا۔"

"آج کا کوٹا ختم ہو گیا ہے۔ کل میں ہیڈن برگ سے رابطہ قائم کروں گا۔"

"کل کس وقت؟"

"جب آپ کہیں۔"

"میرا خیال ہے کل صبح ناشتے کے بعد ہم اس سے رابطہ قائم کریں گے۔ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں گا۔ اس کے بعد ہم ایک لائحہ عمل بنائیں گے۔"

"ایک بات کہوں مسٹر کومبی؟" میں نے کہا۔

"ضرور کہو۔"

"آپ کی فطرت میں ٹھہراؤ ہے۔ اپنے بچوں کی موت کے بعد آپ نے جس طرح انتظار کیا وہ عام لوگوں کے لئے ممکن نہیں تھا۔ جذبات ایک طوفانی دھارے کی طرح ہوتے ہیں۔ طوفان کے سامنے بند باندھنا بہت مشکل کام ہے میں نے اپنے اس پروگرام سے اسی لئے آپ کو آگاہ نہیں کیا تھا کہ آپ مجھے نصیحتیں کریں گے، روکنے کی کوشش کریں گے۔"

"اوہ۔ یہ عمر کا فرق بھی ہے فرینڈس۔ میں یہ لمحہ احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہتا۔ اگر اپنے مقصد سے قبل ہی موت آ جائے تو ہم اسے عقلمندی تو نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہمارا دشمن بہرحال بچ جاتا ہے۔"

"آپ کی یہ منطق بھی درست ہے۔"

"بہرحال یہ وعدہ ہے تمہارا کل سے قبل کچھ نہیں کرو گے۔"

"یقیناً۔ آج رات میں صرف سونے کا ارادہ رکھتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

مسٹر کومبی ایک محدود انسان تھے۔ میں ان کی ذہنی کیفیت کو سمجھتا تھا چنانچہ میں نہایت احترام سے ان سے گفتگو کرتا تھا اور پھر اس شخص کا مجھ پر احسان تھا اس نے میری زندگی بچائی تھی۔ اس لئے میں بھی اس سے کوئی ایسی بات نہیں کہہ سکتا تھا جو اس کی طبع نازک پر گراں گزرے۔ مسٹر کومبی کا اپنا ایک مقام تھا میری نگاہوں میں کافی دیر تک وہ میرے ساتھ بیٹھے رہے اور میں نے ان سے وعدہ کیا کہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے اس پر عمل کروں گا۔ اس کے بعد مسٹر کومبی رخصت ہو گئے۔

رات کو میں خاصا مطمئن تھا آج کے ہنگاموں میں جو کچھ ہوا وہ اطمینان بخش تھا اور وہ وکٹر ویلی کو سوچنے پر مجبور کر دینے کے لئے کافی تھا۔

پھر طبعی دوسری صبح غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ناشتے کے لئے تیار ہوا ہی تھا کہ مسٹر کومبی حسب ارادہ پہنچ گئے۔ وہ پرسکون تھے۔ میں نے مزاج پرسی کے بعد ان کے ساتھ ناشتہ کیا اور ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد مسٹر کومبی نے مجھے ہدایت کی کہ بہتر ہے میں ہیڈن برگ سے گفتگو کر لوں۔

ہیڈن برگ عموماً الگ ہی ناشتہ کرتا تھا اور اس کی ذہنی کیفیت کا ہمیں کوئی اندازہ نہیں تھا۔ ہیڈن برگ سے میرا فوراً ہی رابطہ قائم ہو گیا اور میری آواز سننے کے بعد اس نے چیخ کر کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ مسٹر مسٹر میں بے چینی سے آپ کے ٹیلیفون کا انتظار کر رہا تھا۔ براہ کرم بتائیے کیا کل کی وارداتوں میں آپ ہی کا ہاتھ ہے کل جو کچھ ہوا ہے؟"

"ہاں، مسٹر ہیڈن برگ آپ کو غور کرنے کے لئے وقت دیا تھا وہ کافی تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"جلد بازی کی آپ نے۔ جلد بازی کی ہم بہتر انداز میں آپ کے بارے میں سوچ رہے تھے۔"

"مجھے تم سے کوئی بہتری نہیں چاہئے یہ آخری وقت ہے جب تمہیں فیصلہ کر لینا ہے میں جواب چاہتا ہوں۔"

"دراصل مسٹر لواز مغفر آپ شاید اس بات پر یقین نہ کریں کہ میں ان تین دنوں میں خود کو سولی پر لٹکتا ہوا محسوس کر رہا ہوں میں جن لوگوں کے زیر نگین کام کر رہا ہوں وہ جس قدر طاقتور ہیں اس کا اندازہ کسی حد تک آپ کو بھی ہوگا۔ میں یہ بات مانتا ہوں کہ میں اہم کارکن ہوں ان لوگوں کے ساتھ کام کرنے والا لیکن میرے لئے بھی کچھ حدود مقرر ہیں۔ زیب النساء یا زیبی کے بارے میں مجھے کوئی تفصیل معلوم نہیں ہوگی البتہ صرف اتنا اندازہ لگا سکتا ہوں میں کہ مسٹر ویلی پی اس سلسلے میں

ہمارے گرانڈ چیف کے معاون کار رہے ہیں۔ مسٹر ریل بی بذات خود یقیناً آپ کو آپ کی بیوی کا صحیح پتہ بتا سکیں گے مجھے اس کی امید نہیں ہے کہ اس وقت بھی وہ ان کی تحویل میں ہو۔ براہ کرم میری باتوں پر یقین کیجئے گا اس سے زیادہ میں کچھ اور معلومات حاصل نہیں کر سکا تھا۔"

"مسٹر ڈاکٹر ریل بی سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"میں آپ کو ایک ایسی جگہ کا پتہ بتا رہا ہوں جس کے بارے میں بہت کم لوگوں کو معلوم ہے بظاہر مسٹر ڈاکٹر ریل بی یہیں رہتے ہیں اور ان کا تمام کاروبار اسی جگہ پھیلا ہوا ہے لیکن یہاں سے تقریباً سو میل دور ایک قصبہ چیسٹر میلو ہے۔ چیسٹر میلو میں ڈاکٹر ریل بی کی خصوصی رہائش گاہ ہے اور بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ مسٹر ریل بی درحقیقت وہیں سے یہاں کے معاملات کنٹرول کرتے ہیں بہت کم ہی وہ کسی خاص تقریب میں یہاں نظر آ جاتے ہیں ورنہ وہیں پر رہائش رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر ریل بی ایک طرح سے چیسٹر میلو کے مالک ہیں۔ وہاں ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں آپ کو کوئی دقت نہیں ہوگی لیکن اس بات کا خیال رکھیے گا کہ وہاں جتنے مکانات ہیں وہ سب ہی مسٹر ریل بی کے آدمیوں کے ہیں اور کسی مقامی شخص سے آپ کو مدد حاصل ہونا تقریباً ناممکن ہوگا بلکہ یوں سمجھئے کہ وہاں پہنچ کر آپ کو نہایت خطرناک حالات سے دوچار ہونا ہوگا اجنبی لوگ وہاں آتے جاتے رہتے ہیں کسی اجنبی کو بہت ہی مشکل سے نہیں گزرنا ہوتا لیکن وہاں کے مقامی لوگ ڈاکٹر ریل بی کے نمک خوار ہیں۔ آپ اگر چاہیں تو وہاں ڈاکٹر ریل بی کو تلاش کر سکتے ہیں۔"

"آپ اس سلسلے میں میری کیا مدد کر سکتے ہیں مسٹر برگ؟" میں نے سوال کیا۔

"آپ جو بھی کہیں لیکن آپ یوں سمجھئے کہ آپ کی مدد کرنے کا مقصد ہے کہ میں زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھوں۔"

"ہاں اور اگر مسٹر ریل بی سے وہاں ملاقات نہ ہوئی تو؟"

"تو پھر آپ جو سلوک میرے ساتھ کرنا چاہیں اس کے لئے حق بجانب ہوں گے۔"

"آپ نے اچھی طرح سوچ لیا ہے؟"

"ہاں۔ میں اپنی بیٹی کی زندگی کو دنیا کے تمام مفادات پر ترجیح دوں گا اگر آپ میری اس معلومات کے صلے میں مجھے میری بیٹی واپس کر دیں گے تو میں زندگی بھر احسان مند رہوں گا۔"

"شاید آپ مجھے بے وقوف سمجھتے ہیں مسٹر ہیڈ برگ۔ این برگ آپ کو اسی وقت ملے گی جب زینی میرے قبضے میں آ جائے گی۔"

"سنیئے تو سہی مسٹر پرواز مسٹر! سنیئے تو سہی" ہیڈ برگ چیختا رہا اور میں نے ٹیلی فون بند کر دیا۔ مسٹر کومبی مجھے سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے میں نے ٹیلیفون رکھ کے چند لمحات خاموشی اختیار کی اور پھر مسٹر کومبی سے کہا۔

"اس نے ایک قصبے کا نام لیا ہے جس کا نام چیسٹر میلو ہے۔"

"اوہ چیسٹر میلو۔ میلو سے ریل بی کا کیا تعلق؟" کومبی نے سوال کیا۔

"ریل بی کے بارے میں بیگان برگ نے یہی بتایا ہے کہ وہ وہیں رہتا ہے اور بہت کم یہاں آتا ہے وہیں سے وہ یہاں کے معاملات کنٹرول کرتا ہے۔"

"امکانات ہیں اس بات کے۔"

"بس تو ٹھیک ہے مجھے چیسٹر میلو ہی میں ریل بی سے ملاقات کرنا ہوگی۔"

"تنہا جاؤ گے؟" کومبی نے سوال کیا۔

"ہاں! بالکل تنہا۔"

"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

"نہیں مسٹر کومبی براہ کرم آپ این برگ کی نگرانی کیجئے گا مجھے وہاں تنہا ہی جانا چاہیئے۔"

"مگر۔ مگر وہاں اس کے آدمی بھی ہوں گے تم وہاں تنہا رہ جاؤ گے۔"

"نہیں میں جو کچھ بھی کروں گا تنہا ہی کروں گا آپ کو میری طرف سے مطمئن ہی رہنا چاہیئے۔" میں نے کہا اور مسٹر کومبی پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگے اور پھر بولے۔

"میں کسی بھی کام کے لئے ضد نہیں کرتا لیکن تم سے ایسی انسیت ہو گئی ہے کہ تمہاری زندگی ہر قیمت پر سلامت چاہتا ہوں۔"

"آپ مطمئن رہیں میں آسانی سے موت کا شکار ہونے والوں میں سے نہیں ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"مجھے کوئی خدمت بتاؤ میں اس سلسلے میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں۔"

"ابھی میں اپنے پروگرام پر غور کروں گا یہ اندازہ لگاؤں

گا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے اور اس کے بعد میں آپ کو تفصیلات بتا دوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

مسٹر کومبی کی یہ نصیحت آمیز گفتگو مجھے سخت ناپسند تھی اور میں ان سے اس بارے میں متفق نہیں تھا کہ میں میلو جاتے ہوئے بہت زیادہ احتیاط رکھوں بعض اوقات ضرورت سے زیادہ احتیاط بھی نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ میں نے مسٹر کومبی کو ایک طرح سے ٹال دیا تھا یہ کہہ کر کہ میں ابھی پروگرام بنا رہا ہوں یہ معلوم کرنے کے بعد کہ ڈاکٹر ریل بی سے زینی کا پتہ چل سکتا ہے میں بھلا کیوں کر چپکے آپ پر قابو پا سکتا تھا۔ مسٹر کومبی کافی دیر تک میرے ساتھ بیٹھے مجھ سے گفتگو کرتے رہے میلو کے بارے میں وہ اپنی جغرافیائی معلومات مجھے بہم پہنچا رہے تھے اور اس کے بعد وہ مطمئن ہو کر وہاں سے رخصت ہو گئے لیکن اس کے بعد سارا کام میرا اپنا تھا مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی کہ این برگ کب تک یہاں رہتی ہے لیکن مجھے اپنے کام کے سلسلے میں کچھ ضروری انتظامات فوری طور پر کرنا تھے۔

مسٹر کومبی کے جاتے ہی میں فوراً اپنی جگہ سے نکل آیا اور اس بات کا خیال رکھتے ہوئے کہ کہیں مجھ پر کوئی نگاہ نہ رکھی جا رہی ہو سفر کرنے لگا۔

بازار سے میں نے بے شمار اشیاء خریدی تھیں خصوصاً میلو تک کا سفر کرنے کے لئے میں وہ تمام ذرائع معلوم کر چکا تھا جو اس سلسلے میں ممکن تھے۔ مجھے معلوم ہوا کہ چیسٹر میلو راستے میں پڑتا ہے اور وہاں تک جانے کے لئے بس کا سفر بھی اختیار کیا جا سکتا ہے اور یہی سفر میں نے سب سے بہتر تصور کیا تھا۔

جیکب سے ملاقات کا خیال بھی دل میں آیا تھا لیکن میں نے سوچا کہ ضروری اشیاء اب مسٹر کیڈلوٹ براہ راست بھی حاصل کی جا سکتی ہیں اور پھر اس وقت تو مجھے کسی خاص چیز کی ضرورت بھی نہیں تھی بس اپنی حفاظت کے لئے چند اشیاء درکار تھیں اور مسٹر کیڈلوٹ نے اس سلسلے میں مجھ سے عدم تعاون نہیں کیا کیونکہ وہ مجھے پہچان چکے تھے ویسے اس شخص کے بارے میں میری کیفیت عجیب سی تھی یہ بوڑھا آدمی یوں سمجھا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ اسلحے کا شہنشاہ تھا کوئی بھی چیز اس سے حاصل کر لو حاضر سٹاک میں ہے نہیں ہوگی تو دوسرے دن کا وعدہ کر لیتا۔ میں نے کئی خطرناک قسم کے لوگوں کو اس سے ہتھیار خریدتے دیکھا تھا۔

پتہ نہیں اس کاروبار کی قانونی حیثیت کیا تھی مجھے اس سلسلے میں معلومات حاصل کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی کیڈلوٹ سے رخصت ہونے کے بعد میں واپس آ گیا یہاں کے حالات بدستور تھے یہاں پہنچ کر میں نے اپنے سامان سے ایک کٹ نکالی اور پھر آئینے کے سامنے بیٹھ کر اپنے چہرے کی مرمت کرنے لگا۔ آج میں نے طویل عرصے کے بعد اپنے ہاتھوں سے میک اپ کیا تھا اور یہ میک اپ میری تمام تر مہارت کا نتیجہ تھا۔ میں اپنے چہرے کو مکمل طور پر تبدیل کر لینا چاہتا تھا اور اس طرح کہ آسانی سے میری شناخت نہ ہو سکے۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں آخری پروگرام کے تحت نکل آیا اور پھر اس طرف چل پڑا جہاں سے چیسٹر میلو کے لئے بس چلتی تھی۔

شاندار ایئر کنڈیشن بس لمبے راستوں پر سفر کرتی تھی بھانت بھانت کے مسافر اس میں موجود تھے میں ان کے درمیان اجنبی بن کر سفر نہیں کرنا چاہتا تھا چنانچہ لوگوں سے گھل مل کر گفتگو کرتا ہوا میں چیسٹر میلو کی جانب چل پڑا۔

مسافروں سے گفتگو کر کے میں اپنے ذہن کو پرسکون رکھنا چاہتا تھا۔ چیسٹر میلو کے بارے میں مجھے زیادہ معلومات حاصل نہیں تھیں۔ لیکن میں نے جس انداز میں کام کرنے کا فیصلہ کیا تھا اس کے تحت میں براہ راست اقدام کر سکتا تھا جو میرے مفاد میں ہوا اور وہ ڈاکٹر ریل بی سے زینی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے سلسلے میں تھا۔ بس خاصی تیز رفتاری سے سفر کر رہی تھی اور میں اپنا چھوٹا سا بیگ سنبھالے کبھی کبھی کھڑکی سے باہر کے مناظر دیکھنے لگتا تھا۔ بیگ میں میری ضرورت کی تمام چیزیں موجود تھیں جو چیسٹر میلو میں میرے کام آ سکتی تھیں۔

ان میں پستول اس کے فالتو راؤنڈ اور میک اپ کا سامان نمایاں حیثیت رکھتا تھا جس کی مجھے کسی بھی جگہ ضرورت پیش آ سکتی تھی۔ چیسٹر میلو پر بس رکی اور میں نیچے اتر گیا۔ چاروں طرف سرسبز میدان بکھرے ہوئے تھے باغات جگہ جگہ نظر آ رہے تھے اور یہاں کا موسم ان درختوں کی وجہ سے انتہائی خوشگوار ہو گیا تھا۔

بس سے اترتے ہی تھوڑے سے فاصلے پر ایک آبشار نظر آیا جو کہ بلندی سے نیچے گر رہا تھا اور اس کے دامن میں

ایک ایسا سبزہ زار پھیلا ہوا تھا جسے دیکھ کر آنکھیں دنگ رہ جاتیں یہاں میرے علاوہ اور کوئی نہیں اترا تھا چھوٹی سی جگہ تھی جہاں بازار پھیلا ہوا تھا، بازار میں لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے اس بلندی سے جو اس جگہ تھی جینیٹر سیلو کا قصبہ دور دور تک نظر آتا تھا، مکانات مخصوص طرز کے بنے ہوئے تھے جن کے چھتوں پر خاص طور سے گھاس ڈالی گئی تھی اس کے علاوہ کھپریل کی چھتیں بھی نظر آرہی تھیں لیکن ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔

آتش دانوں کی چمنیاں دھواں اگل رہی تھیں اور جگہ جگہ دھوئیں کی پتلی لکیریں فضا میں منتشر ہوتی نظر آتی تھیں پتلی پتلی سڑکیں اطراف میں بکھری ہوئی تھیں جن پر سفر کرتے ہوئے واقعی لطف آتا ہوگا چونکہ ان کے دونوں طرف سبزہ زار پھیلے ہوئے تھے بلاشبہ ولکڑویلی نے اس علاقے کو اپنے لئے جنت نظیر بنا رکھا تھا۔

لیکن سوال یہ تھا کہ اب اس جنت میں میرا ٹھکانہ کون سی جگہ ہونا چاہیئے اور اس کے لئے مجھے کیا کرنا ہوگا۔ ظاہر ہے یہاں کے لوگوں میں داخل ہونے کی کوشش کرونگا۔ تو ایک اجنبی کو صاف طور پر پہچان لیا جائے گا۔

چنانچہ کوئی ایسی حرکت کرنا تھی جو میری اجنبیت کو چھپا سکے۔ شام کے سائے پھیلتے جا رہے تھے اور بہت دور سے روشنیوں کی جگمگاہٹ ابھرنے لگی تھی میں نے سڑک سے ہٹ کر سنسان راستے اختیار کئے تھے تاکہ ایک اجنبی کی آمد کی شہرت فوری طور پر دور دور تک نہ پھیل جائے اس بات کے بھی امکانات تھے کہ ولکڑویلی یہاں نئے آنے والوں پر نگاہ رکھتا ہوگا۔

بہر طور یہ سفر اس وقت تک جاری رہا جب تک بستی کا پہلا مکان نظر آگیا اس پہلے مکان تک جب میں پہنچا تو آسمان تاریک ہو چکا تھا اور چاروں طرف تاریکی کا راج تھا البتہ قصبے کی روشنیاں جاگ رہی تھیں۔ کہیں کہیں مویشیوں کے چھوٹے چھوٹے فارم بھی نظر آرہے تھے۔ یہاں رات گزارنے کے لئے ایسی جگہ کی تلاش مشکل نہیں تھی جہاں چھپ کر وقت گزارا جا سکے۔

اور فی الحال میں نے یہی مناسب سمجھا چنانچہ میں پہلے مکان کے احاطے میں داخل ہو گیا جو زیادہ کشادہ نہیں تھا لیکن بہت خوبصورت بنا ہوا تھا۔ احاطے کے ایک طرف مویشیوں کا باڑہ بنا ہوا تھا جس میں اسٹرابوری طرز کی گائیں موجود تھیں ایک سمت کچھ بھیڑیں بھی نظر آرہی تھیں۔ میں نے ان بھیڑوں کے درمیان سفید ایپرن پہنے ہوئے ایک خوبصورت سی لڑکی کو دیکھا جو خدوخال نمایاں نہ ہونے کی وجہ سے صحیح طور پر نظر نہیں آرہی تھی لیکن اس کی عمر کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا . . . .

چند لمحات کچھ سوچتا رہا اور پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھ گیا۔ لڑکی نے میرے قدموں کی آہٹ سن لی تھی وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی اور پھر شاید اس نے مجھے دیکھ لیا میں اس کے سامنے جا کھڑا ہوا تھا لیکن وہ مجھے دیکھ کر نہ گھبرائی سر ہی اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار پیدا ہوئے۔ سامنے ہی تھی ہوئی روشنی کی جھلک اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی جس سے اب اس کے خدوخال نمایاں ہو گئے تھے اور میرے اندازے کی تصدیق ہو جاتی تھی۔ چند لمحات کے بعد اس نے مترنم آواز میں پوچھا۔

"کوئی چور ہو تم؟" میں چونک پڑا اس لہجے اور اس لہجے میں کوئی ہم آہنگی نہیں تھی اگر وہ مجھے چور سمجھ رہی تھی تو اسے خوفزدہ ہو جانا چاہیئے تھا لیکن ایسی کوئی کیفیت اس کے انداز میں نہیں تھی تب میں نے نرمی سے کہا۔

"نہیں بے بی، میں چور نہیں ہوں۔"

"تو پھر کون ہو؟ یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"بس یوں سمجھو مصیبت کا مارا ہوں اور پناہ لینے کے لئے یہاں آگیا ہوں پتہ نہیں تم مجھے کیا سمجھو لیکن بعض اوقات مجبوریاں انسان کو پتہ نہیں کیا کیا کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔"

"مصیبت زدہ تو میں بھی ہوں میری ماں مجھ پر بہت مظالم کرتی ہے اور میرا باپ وہ ہر وقت نشے میں ڈوبا رہتا ہے اب دیکھو ناں ان بھیڑوں کی دیکھ بھال بھی میرے ذمے ہے بھلا یہ کام کرنے سے مجھے کوئی خوشی ہوتی ہوگی۔" لڑکی میرے مطلب کی نظر آرہی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا۔

"تمہارا کیا نام ہے بے بی؟"

"ڈینی، ڈینی پلوشو۔" اس نے جواب دیا۔

"یہ پلوشو کون ہے؟"

"کوئی نہیں ہے بس یہ میرا پورا نام ہے۔ میری ماں مجھے ڈینیا کہتی تھی لیکن میری سوتیلی ماں نے میرا نام صرف ڈینی رہنے دیا۔ کیونکہ ایک ملازم کو اس نام سے آسانی پکارا جا سکتا ہے۔"

سی حسین لڑکی اور اس طرح پریشانی کا شکار ہو یہ اس سے غمناک اور کوئی بات نہیں ہو سکتی۔"

"تم نے اپنا نام نہیں بتایا مجھے؟"

"فریڈینڈس ہے میرا نام۔" میں نے جواب دیا۔

"مسٹر فریڈینڈس آپ کا مکان کہاں ہے اور آپ کس مصیبت کا شکار ہیں؟"

"میں کیا بتاؤں ڈینی کچھ لوگ میرے دشمن بن گئے ہیں مجھے قتل کر دینا چاہتے ہیں اس لئے میں اپنا مکان چھوڑ بھاگا ہوں۔"

"اوہ۔ یہ انسان کس قسم کے ہوتے ہیں بھلا کسی کی زندگی لے کے انہیں کیا ملے گا لوگ تو خود بخود مر جاتے ہیں پھر نہیں مارنے کے لئے یہ جدوجہد کیا معنی رکھتی ہے؟" وہ فلسفیانہ انداز میں بولی۔

"مجھے افسوس ہے ڈینیا میں نے تمہیں پریشان کیا میں واپس چلتا ہوں۔" اور وہ چونک پڑی۔

"سنو، سنو۔ تم نے مجھے ڈینیا کے نام سے پکارا ہے؟"

"ہاں، چونکہ تمہارا نام یہی ہے۔"

"تم نے مجھے میری ماں کی یاد دلا دی ہے کچھ دیر رک جاؤ نہیں اور تم چھپنے کے ارادے سے یہاں آئے تھے۔"

"اب کیسے چھپوں گا تم نے تو مجھے دیکھ لیا ہے۔"

"ارے واہ۔ تو کیا میں تمہاری دشمن ہوں جو تمہارے بارے میں لوگوں کو بتاؤں گی۔"

"ڈینیا میں تمہارے لئے اجنبی ہوں بھلا اجنبیوں کے ساتھ لوگ اچھا سلوک کہاں کرتے ہیں؟"

"میں کروں گی۔" اس نے جواب دیا اور میں شکر گزار نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

"تم غور کرو میں ہنس رہا ہوں بول رہا ہوں تم سے باتیں کر رہا ہوں اور میرے دشمن میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں اگر وہ مجھے مار ڈالیں گے تو پھر میں کہاں بول سکوں گا یہ دنیا ختم ہو جائے گی میرے لئے۔"

"وہ تمہیں کبھی نہیں مار سکیں گے میں تمہیں یہاں پوشیدہ رکھوں گی۔"

"تمہیں تکلیف ہوگی ڈینیا۔"

"نہیں۔ کوئی تکلیف نہیں ہوگی آؤ میرے ساتھ۔" اس نے کہا اور پھر مجھے عمارت کے عقبی حصے میں لے گئی سامنے کا حصہ خاصا خوبصورت تھا لیکن عقبی حصہ بدنما اور بدصورت تھا وہیں پھر ایک چھوٹے سے کمرے میں لے جا کر اس نے مجھے بیٹھنے کے لئے کہا۔

"یہ کمرہ سب سے الگ تھلگ ہے کوئی یہاں نہیں آتا اس میں جو یہ دروازہ ہے یہ میرے کمرے میں کھلتا ہے یہاں دراصل پرانا سامان پڑا تھا لیکن ہم نے سارا سامان بیچ دیا ہے اور اب یہ کمرہ بیکار پڑا ہوا تھا تمہارے چھپنے کے لئے اس سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہو سکتی۔ اس مکان میں میری سوتیلی ماں میرا بوڑھا نشے میں ڈوبا ہوا باپ اور میں صرف تین افراد رہتے ہیں یا پھر وہ دونوں ملازم جو صبح ہی صبح یہ بھیڑیں لے کر نکل جاتے ہیں اور پھر یہاں واپس پہنچانے کے بعد چلے جاتے ہیں ان کی دیکھ بھال کی ذمہ داری انہی کا کام ہے لیکن یہاں میری ماں کی وجہ سے صفائی رہتی ہے وہ لوگ بھیڑوں اور گایوں کے معاملات میں دوسری جگہ کام کرتے ہیں۔"

"تمہیں جو تکلیف میں نے دی ہے ڈینیا اس کے لئے مجھے بے حد شرمندگی ہے۔"

"نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے اچھا اب تم رکو میں جا رہی ہوں آخری کام کرنے کے بعد میں رات کو اس دروازے سے نکل کر تمہارے پاس آجاؤں گی پھر ہم بیٹھ کر باتیں کریں گے۔"

"کسی کو شک نہیں ہوگا؟"

"کبھی نہیں ہوگا نشے میں ڈوبا ہوا شخص اپنا مقصد پورا کرنے کے بعد گہری نیند سو جائے گا"

"اچھا اب میں جاتی ہوں تم دروازہ اندر سے بند کر لو دونوں طرف سے۔" اس نے کہا اور باہر نکل گئی۔

ایک لمحے کے لئے مجھے سکون سا محسوس ہوا تھا کم از کم یہاں پوشیدہ رہنے کے لئے کوئی جگہ تو مل گئی تھی میرے حق میں بہتر تعاون کی روشنی میرے کام کے لئے معاون ثابت نہیں ہو سکتی تھی لیکن رات کی تاریکیوں میں میں اپنا کام کر سکتا تھا اور یہ ضروری نہیں تھا کہ میں یہاں آنے کے بعد فوراً ہی مصروف عمل ہو جاتا۔

چنانچہ کچھ وقت سکون سے گزار لینا غیر مناسب نہیں تھا۔ رات کو تقریباً گیارہ بجے لڑکی میرے پاس اس درمیانی دروازے سے پہنچ گئی۔ اس نے اپنے ہاتھوں میں ایک ٹرے اٹھائی ہوئی تھی جس میں کھانے پینے کی چیزیں لگی ہوئی تھیں میں اس کی توقع کر رہا تھا عجیب انداز کی وہ لڑکی مجھے نظر آئی تھی اس سے یہ بات پہلے سے سوچی جا سکتی تھی کہ وہ میری اس ضرورت کو نظر انداز نہیں کرے گی میں نے ایک بار پھر شکر گزار نگاہوں سے اسے دیکھا، اور پھر بولا۔

"ڈینیا، تمہیں میری وجہ سے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔"

"دیکھو میں خود بھی پریشان حال ہوں تم نہیں جانتے کہ میں کن حالات سے گزر رہی ہوں اگر جوئن کا سہارا مجھے نہ ہوتا تو شاید میں مر ہی جاتی لیکن جوئن ایک ایسا لڑکا ہے جس نے ہمیشہ مجھے زندہ رہنے کی تلقین کی ہے اور کہا ہے کہ زندگی میں یہ اس قسم کے مراحل تو آتے ہی رہتے ہیں کبھی نہ کبھی یہ مصیبتیں ختم ہو جائیں گی۔"

"اوہ، یہ جوئن کون ہے۔؟"

"میرا دوست ہے بہت ہی مخلص انسان ہے اگر موقع ہوا تو تمہیں اس سے ضرور ملاؤں گی۔" اس نے کہا اور میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا پھر میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا تم جوئن سے محبت کرتی ہو۔؟"

"بے پناہ۔ اس کے علاوہ میں ساری دنیا میں کسی کو نہیں چاہتی دنیا نے مجھے دیا ہی کیا ہے۔"

"تو پھر میرا شمار کن لوگوں میں ہوتا ہے۔؟"

"ایک ہمدرد انسان کی حیثیت سے میں تمہاری مدد کر رہی ہوں۔ باقی بھلا میرے اور تمہارے درمیان اور کون سی بات ہو سکتی ہے۔"

"میں اس کے لئے تمہارا شکر گزار ہوں ڈینیا۔ واقعی میں بھی صرف تمہاری ہمدردی کا ہی خواہاں ہوں۔"

"کھانا شروع کرو میں اس سے زیادہ اور کچھ تمہارے لئے نہیں لا سکتی کیونکہ یہاں یہی سب کچھ ہوتا ہے۔"

"یہ تو بہت کچھ ہے ڈینیا۔ مجھے یہ بتاؤ کہ یہاں کے معاملات کیسے ہیں۔؟"

"کیا مطلب۔؟"

"میرا مطلب ہے چیسٹر میلو میں کیا ہوتا ہے۔؟"

"اوہ، تو کیا تم اس قصبے کے رہنے والے نہیں ہو۔؟"

"نہیں، میں نے کہا تھا میرے دشمن میری تلاش میں سرگرداں تھے اور میں ان سے چھپتا ہوا یہاں آ نکلا ہوں۔"

"اوہ، میں تو یہ سمجھی تھی کہ تمہارے وہ دشمن اس قصبے سے تعلق رکھتے ہیں اور تم خود بھی۔"

"نہیں ڈینیا۔ میں شہر سے آیا ہوں۔"

"اچھا اچھا تبھی تو ورنہ تم چھپنے کے لئے یہ جگہ منتخب نہ کرتے۔" وہ خواہ مخواہ ہنس پڑی۔ میں نے کھانا شروع کر دیا تھا وہ مجھے دیکھتی رہی اور اس کے بعد اس نے کہا۔

"یہاں تمہیں زیادہ آرام تو نہیں مل سکے گا لیکن تم اپنے دشمنوں سے محفوظ ہو جاؤ گے جب تم محسوس کرو گے کہ تمہارے دشمن یہاں سے چلے گئے ہیں تو پھر تم یہاں سے چلے جانا۔"

"ٹھیک ہے ڈینیا۔ لیکن تمہیں میرے لئے یہ تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے کھانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں نہیں۔ اس سے مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی کیونکہ ہم لوگ اتنے قلاش نہیں ہیں میری ماں بہت کچھ کما لیتی ہے۔"

"وہ کیسے۔؟"

"وہ یہاں ملازمت کرتی ہے۔"

"یہاں ملازمت، کیسی ملازمت۔؟" میں نے سوال کیا۔

"اوہ تم مسٹر ویلی پی کو نہیں جانتے، مسٹر ویلی پی بہت بڑے آدمی ہیں یوں سمجھ لو کہ یہ قصبہ زیادہ تر انہی کے آدمیوں پر مشتمل ہے دوسرے لوگ بھی یہاں رہتے ہیں لیکن ان میں زیادہ تر لوگ وہی ہیں جو مسٹر ویلی پی کے آدمیوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔"

"اچھا، یہ مسٹر ویلی پی پورا نام کیا رکھتے ہیں۔؟"

"ڈاکٹر ویلی پی، بہت بڑا کاروبار ہے ان کا شہر ویلنی میں لیکن وہ قیام یہیں کرتے ہیں۔"

"کیا تم نے انہیں کبھی دیکھا ہے۔؟"

"ہاں کیوں نہیں، کئی بار اکثر وہ چہل قدمی کرتے ہوئے نظر آ جاتے ہیں۔"

"اس قصبے میں کس طرف رہتے ہیں۔؟"

"یہاں سے بائیں سمت چلے جاؤ گے تو آخری سرا انہی کے مکان کا نظر آتا ہے اور ان کا مکان کیا ہے محل ہے پورا۔ مسٹر ویلی پی بہت شاندار شخصیت کے مالک ہیں بے شمار ملازم ہیں ان کے۔ ان کے مکان کے اطراف میں ملازمین کے ہی اتنے کوارٹر بکھرے ہوئے ہیں جتنی یہاں آدھی آبادی کے۔"

"خوب خوب بہت بڑے آدمی کا نام بتایا تم نے مجھے اچھا تمہارا وہ بوائے فرینڈ جوئن کیا کرتا ہے۔؟"

"وہ بھی ڈاکٹر ویلی پی کے خاص آدمیوں میں سے ہے محل ہی میں رہتا ہے اور اس کی دیکھ بھال پر متعین ہے۔"

"خوب۔ کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا کہ میں ڈاکٹر ویلی پی کا محل دیکھ سکوں۔"

"جوئن یہ کام کر دے گا لیکن عام لوگوں کو اس محل میں

جانے کی اجازت نہیں ہے اگر میں جوئن سے سفارش کر دوں گی تو وہ تمہارا یہ کام ضرور کر دے گا۔"

"کہیں ایسا نہ ہو کہ جوئن ڈاکٹر ویلی پی کو میرے بارے میں بتا دے۔"

"کبھی نہیں بتائے گا جو کام میں اسے منع کر دوں گی وہ کبھی نہیں کرتا۔ یوں سمجھ لو مجھے اس پر اتنا اعتماد ہے جتنا اپنی ذات پر۔"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے لیکن جوئن سوچے گا تو سہی کہ تم مجھ پر اس قدر کیوں مہربان ہو۔"

"جوئن کبھی نہیں سوچے گا یہ بات تم اسے نہیں جانتے۔" ڈینیا نے بڑے اعتماد سے کہا اور میں گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ اس کا مقصد ہے کہ تقدیر مجھ پر مہربان ہے۔ ڈاکٹر ویلی پی کے مکان تک پہنچنا مشکل نہیں ہو گا۔

تھوڑی دیر بعد ڈینیا چلی گئی اور میں اپنے آئندہ پروگرام پر غور کرنے لگا اگر واقعی جوئن میرے لئے کارآمد ہو سکتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ کوئی اور ترکیب بھی کی جا سکتی ہے لیکن پتہ نہیں وہ کس ٹائپ کا آدمی ہو۔ لڑکی تو معصوم سی ہے لیکن اس کے بارے میں مجھے اندازہ نہیں تھا البتہ اس کے لئے مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ دوسرا دن میں نے اسی جگہ نہایت سکون سے گزارا تھا اور ڈینیا نے میرا ہر طرح خیال رکھا تھا یہاں تک کہ وہ مجھے چائے بھی پہنچاتی رہی تھی۔

رات کو تقریباً دس بجے جوئن ڈینیا کے ساتھ یہاں آیا تھا اسے دیکھ کر میں نے گہری سانس لی۔ اس کی عمر بھی پچیس تیس سال سے زیادہ نہیں تھی پوری طرح مونچھیں بھی سیاہ نہیں ہوئی تھیں اور شکل و صورت میں بھی وہ خاصا خوبصورت تھا۔

"ڈینیا مجھے تمہارے بارے میں بتا چکی ہے مسٹر فرنینڈس تم بالکل بے فکر رہو ڈینیا نے جو کچھ کیا ہے میں اس سے بہت خوش ہوں اور اپنی خدمات بھی تمہیں پیش کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم دونوں کتنے اچھے انسان ہو۔ میں تو اس دور میں ایسے انسانوں کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"تم نے شاید ڈینیا سے مسٹر ویلی پی کا محل دیکھنے کی خواہش کی تھی۔"

"ہاں۔ ڈینیا نے کچھ اس طرح تعریف کی تھی اس جگہ کی کہ میں اس کے لئے مجبور ہو گیا۔"

"میں تمہارے لئے بندوبست کر سکتا ہوں بڑی دلچسپ بات ہے یہ مجھے آج ہی اس بات کی ہدایت ملی تھی کہ کسی آدمی کو محل میں کام کرنے کے لئے لے آؤں۔ یہ شخص محل کی دیکھ بھال میں میرا معاون ثابت ہو گا کیا تم ایک ایسے شخص کی حیثیت سے وہاں رہنا پسند کرو گے یہ بڑی بات نہیں ہے کہ تم وہاں زندگی گزارو اور جب تک ملازمت کرنا چاہو کر لینا اس طرح تم اپنے دشمنوں سے بھی محفوظ رہ سکو گے اور پھر جو شخص مسٹر ڈاکٹر ویلی پی کے محل میں ملازم ہو جائے بھلا کس کی مجال ہے کہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے۔"

"اوہ ڈیئر جوئن تم نے ایک اتنی بڑی بات کہی ہے مجھ سے کہ میرا دل خوشی سے پھولا نہیں سما رہا کیا اتنی آسانی سے یہ سب کچھ ہو جائے گا کیا لوگ یہ نہیں پوچھیں گے کہ میں کون ہوں کہاں سے آیا ہوں۔"

"نہیں۔ کیونکہ تمہیں میرے ساتھی اور میرے معاون کی حیثیت سے وہاں رہنا ہو گا جس شخص کو میں منتخب کر لوں بھلا اس کام کے لئے کسی اور کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"تو پھر تم کب مجھے اس محل میں وہاں روشناس کراؤ گے۔"

"مسٹر فرنینڈس کو اگر اعتراض نہ ہو تو مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" ڈینیا نے جواب دیا۔

"ڈینیا میں تم لوگوں کا جس قدر شکر گزار ہوں کم ہے تم نے میرے اوپر اتنے احسانات کئے ہیں کہ میں تمہیں اس کا صلہ کبھی نہیں دے سکتا۔"

"دے سکتے ہو۔" ڈینیا نے جواب دیا۔

"ہمارے دوست بن کر جب بھی تم کو فرصت ہو ہمارے ساتھ کھانا پینا اور ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔" ڈینیا نے بڑے خلوص سے کہا اور میں آنکھیں بند کر کے گردن ہلانے لگا۔

جوئن سے میری کافی دیر تک بات چیت ہوتی رہی تھی یہ فرشتہ صفت لوگ میرے لئے بڑے کارآمد تھے جن سے میری اس طرح ملاقات ہو گئی تھی بلکہ یہ کہنا غلط نہیں ہو گا کہ یہاں اس قصبے میں مجھے اتنا بڑا سہارا حاصل ہو گیا تھا۔

جوئن نے مجھے ایک جگہ بتا دی جہاں مجھے پہنچنا تھا۔ اس کے بعد اس نے کہا تھا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ محل لے جائے گا۔ اس نے مجھے بڑا اعتماد دلایا تھا اور میں یہ خطرہ مول لے لینا چاہتا تھا۔ اس سے اچھی ترکیب تو کوئی اور نہیں ہو سکتی تھی کہ میں اس طرح ڈاکٹر ویلی پی کے محل میں داخل ہو جاؤں

ممکن ہے جوئن پہلے ہی کہہ رہا ہو بہر طور مجھے اپنے طور پر بھی جائزہ لے لینا تھا۔

میں نے دوسری صبح اپنے سامان کا تھیلا اٹھایا اور اس جگہ پہنچ گیا جہاں کا جوئن نے مجھے پتہ دیا تھا زیادہ دیر انتظار میں نہیں گزری تھی کہ جوئن میرے پاس پہنچ گیا اس کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ تھی۔

"آؤ۔" اس نے کہا اور میں دھڑکتے دل کے ساتھ جوئن کے ساتھ چلتا ہوا وکٹر ویلی بی کے مکان نما محل کی جانب چل پڑا۔

ویلی بی کی رہائش گاہ واقعی شاندار تھی۔ بے شمار ملازم موجود تھے یہاں اور ملازموں کی اس فوج میں کسی ایک آدمی کا گم ہو جانا کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ جو شخص یہاں کام کرتا تھا اسی کے سپرد سارے کام تھے اور کوئی دوسرا اس معاملے میں مداخلت نہیں کرتا تھا جوئن نے مجھے میرا کام سمجھایا۔ عمدہ کام تھا اس طرح مجھے ویلی بی کے سامنے جانے کا موقع مل سکتا تھا۔

یہاں آکر میں نے چند فیصلے کئے تھے۔ جلد بازی نقصان دہ ہوگی مناسب وقت میں اور صورت حال کا اچھی طرح جائزہ لے کر کام کروں گا تاکہ کوئی خطرہ نہ رہے۔

جوئن میری ذمہ داریاں میرے سپرد کر کے مطمئن ہو گیا تھا میں نے شروع ہی سے اپنا کام شروع کر دیا اور جو فرائض مجھے سونپے گئے تھے انہیں انجام دینے لگا۔ رہنے کے لئے جوئن نے مجھے ایک جگہ دے دی تھی۔ جوئن کا کہنا درست تھا کوئی میری طرف متوجہ نہیں ہوا تھا۔

تین دن گزر گئے میں نے یہی وطیرہ اختیار کیا کہ کام کرتا اور رات کو آرام سے سو جاتا تاکہ کسی نے اگر مجھ پر نگاہ بھی ڈالی ہو تو وہ مطمئن ہو جائے۔ چوتھے دن جوئن نے کہا۔

"مسٹر فرینڈس! آپ بے حد عجیب انسان ہیں۔"

"کیوں جوئن؟"

"آپ نے خود کو اس قدر محدود کیوں کر لیا ہے؟"

"تو پھر کیا کروں۔؟"

"یہاں تفریح گاہیں بھی ہیں۔ زندگی کی دوسری دلچسپیاں بھی موجود ہیں مناسب جگہ میں۔"

"مجھے اپنے دشمنوں سے خطرہ ہے جوئن۔"

"وہ کوئی آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ یہ فستان جو آپ کے جسم پر آویزاں ہے آپ کے تحفظ کی ضمانت ہے اس کی موجودگی میں آپ کی طرف آنکھ اٹھانے والا ہمیشہ کے لئے اندھا ہو سکتا ہے۔"

"کیا واقعی۔؟"

"سو فیصدی۔"

"تب ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور چوتھے دن میں نے میلوں کے پورے علاقے کی سیر کی۔ اس دن میں ڈینیا سے بھی ملاقات کی اور وہ میرے اطمینان سے بہت خوش ہوئی۔ اس نے مجھے چائے پلائی اور بہت سی باتیں بھی کیں اس نے۔ کافی دیر کے بعد میں واپس پہنچ گیا۔ اسی شام میں نے یہاں آنے کے بعد پہلی بار وکٹر ویلی بی کو دیکھا۔ اس کی شخصیت میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ عام سا آدمی تھا۔ بہر حال شکل و صورت سے کیا ہوتا ہے۔

ایک ہفتہ میں نے نہایت سکون سے گزارا۔ اب میں اندرونی علاقے میں فرائض تھا اور زیادہ سے زیادہ اندر پہنچنے کی کوشش کرتا تھا۔ یہ ایک شام کی بات ہے میں ویلی بی کے رہائشی حصے کی صفائی کر رہا تھا۔ اس دن اتفاق سے باہر کوئی موجود نہیں تھا۔ میں نے جائزہ لے لیا تھا چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ ویلی بی کے خاص رہائشی کمرے کا جائزہ لوں گا۔

اور موقع غنیمت جان کر میں ویلی بی کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور پھر نہایت پھرتی سے وہاں رکھی چیزوں کو ٹٹولنے لگا۔ ابھی میں نے یہ کام شروع ہی کیا تھا کہ دفعتاً کمرے میں ایک آہٹ ہوئی اور میں چونک کر پلٹ پڑا۔ پھر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں ایک پوری دیوار اپنی جگہ سے غائب ہو گئی تھی اور دیوار کے دوسری طرف ایک وسیع ہال مجھے نظر آ رہا تھا۔ ہال میں ایک کرسی پر ویلی بی بیٹھا ہوا گہری نگاہ سے مجھے دیکھ رہا تھا اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی کے آثار نظر آ رہے تھے۔

دفعتاً اس نے مجھے اشارہ کیا اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا تلاش کر رہے تھے؟" اس نے پوچھا۔

"میں صرف صفائی کر رہا تھا مسٹر ویلی بی۔"

"بکواس مت بولو۔ دلیر لوگوں کی طرح بات کرو تم کون ہو میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"میں آپ کا ایک ادنیٰ ملازم ہوں جناب۔" میں نے کہا۔

"نہیں دوست۔ لوگوں کا خیال ہے کہ میں ایک بے خبر

ت مند ہوں جو اپنی اس رہائش گاہ کے حالات سے قطعی نف رہتا ہے لیکن ایسا نہیں ہے میں ایک ایک فرد کا ریکارڈ رکھتا ہوں۔"

"میرے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے مسٹر ویلی بی؟"

"کسی خاص مقصد سے یہاں آئے ہو ورنہ چہرے پر داپ نہ ہوتا۔"

"میک اپ؟"

"ہاں عمدہ میک اپ ہے۔ لیکن میں خود بہر طور میک اپ کا ماہر ہوں اس لئے میں نے اندازہ لگا لیا۔"

"ہوں۔ اس کا مقصد ہے آپ سے کھل کر بات کرنا چاہئے گا۔ میں اس کی دعوت دیتا ہوں تمہیں۔"

میری اصلیت جاننے کے بعد آپ اس قدر پرسکون نہ رہ سکیں گے مسٹر ویلی بی۔" میں نے کہا

ممکن ہے ایسا ہو لیکن اگر ایسا ہوا بھی تو تم کیا کر لو گے؟ میں آسانی سے بے بس بھی نہیں ہوں، کم از کم تمہیں ضرور ختم کر دوں گا۔"

بہت بڑی بات کہی ہے تم نے۔ مجھے پسند بھی آئی ہے ھل رکھے ہوئے ہیں جن سے تم ناواقف ہو اس لئے سے مار کھا سکتے ہو۔ لیکن میں تم سے وعدہ کرتا ہوں یں سے کوئی چیز استعمال نہیں کروں گا اور صرف جسمانی ول کا تم سے۔ لیکن ممکن ہے کہ اس کی ضرورت بھی آئے اور میرے تمہارے درمیان کوئی مفاہمت ہو جائے۔ وجہ۔ تمہارے لئے یہ کام مشکل ہوگا۔"

ن ہے مشکل نہ ہو۔"

سٹر ویلی بی۔ سب سے پہلے میں تمہیں اپنا نام بتا دوں کر تمہیں خوشی ہوگی۔"

تاؤ۔"

ں خادم کو راجہ فواز اصغر کہتے ہیں۔" میں نے اس کے ر نگاہ جماتے ہوئے کہا۔ ویلی بی اچھل پڑا تھا۔ پھر وہ بولا۔

انی گاڈ۔ واقعی مجھے حیرت ہوئی ہے کچھ اور ہی سمجھا خیال تھا تم ان دوسرے پاگلوں میں سے ہو جو اپنے کی موت کے بعد مجھ سے انتقام لینے کی کوششوں میں لگے ہیں۔ مگر تم، تم میرے خدا، تم یہاں

"عجیب کہانی ہے مسٹر ویلی بی! مجھے خوشی ہے کہ تم نے میرے نام سے اجنبیت کا اظہار نہیں کیا۔"

"ایک بات بتاؤ۔ یہاں کے بارے میں تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"کچھ کرم فرماؤں سے جن کی زندگی خطرے میں ڈالنا میرے لئے ممکن نہیں ہے۔"

"راجہ فواز اصغر! میں نے تم سے کسی اجنبیت کا اظہار نہیں کیا کیونکہ تم کسی تعارف کے محتاج نہیں ہو۔ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"زیبی کہاں ہے۔؟"

"تمہاری بیوی۔؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"وہ ترلوکا کی تحویل میں ہے۔"

"اسے تم نے اغوا کرایا تھا؟"

"ہاں یہ ذمہ داری مجھے دی گئی تھی۔"

"مقصد۔؟"

"تمہاری ترلوکا سے دشمنی۔ کیلی لاس میں ترلوکا کے ہیڈ کوارٹر کو تباہ کرنے میں تمہارا ہاتھ تھا۔ ترلوکا تمہیں سبق دینے کے لئے بے چین تھا۔"

"اور یہ سبق اس طرح دیا گیا۔"

"ہاں۔ تم تہلکے مچا رہے ہو نیویارک میں تمہاری ہنگامہ خیزیوں کی خبریں ملتی رہی تھیں لیکن یہ نہیں معلوم تھا کہ تم یہاں تک آ پہنچے ہو۔"

"تب تمہاری معلومات نہایت ناقص ہیں۔ ساٹو کی ٹریڈرز پر پولیس ریڈ اور پھر اس کی تباہی، ریگونا کی تباہی کے بارے میں تمہاری کیا معلومات ہیں۔" میں نے کہا اور وہ حیران ہو گیا۔

"تو کیا۔ تو کیا۔؟"

"ہاں۔ اور اس کے بعد جو کچھ ہوگا اس کا اندازہ تمہیں نہیں ہے ویلی بی! تمہیں زیبی کو اغوا کرنے کی سزا ملے گی تمہیں بتانا ہوگا کہ ترلوکا کہاں ہے۔؟"

"ترلوکا سان انتونیو کی پہاڑیوں میں مقیم ہے اس بار اس نے جس جگہ کا انتخاب کیا ہے وہاں پوری امریکی حکومت بھی نہیں پہنچ سکتی تمہاری اوقات ہی کیا ہے۔" ویلی بی نے حقارت آمیز لہجے میں کہا۔

"سان انتونیو۔ ٹھیک ہے مسٹر ویلی بی۔ زیبی کو اغوا کر کے تم

نے اسے یہاں پہنچا دیا ہے اس سے تو لگتا ہے میں حساب کتاب ہو جائے گا۔ یہاں میں تمہارے لئے آیا ہوں۔"

"میرے لئے۔" وطبی ہنسا "کم از کم میرے بارے میں مکمل معلومات تو حاصل کر لیتے۔ میں نے یہ تمام اپنی محنت سے حاصل کیا ہے مسٹر نواز اصغر۔ تمہارے بارے میں میں نے بہت کچھ سنا ہے آؤ حسرت پوری کر لو میرے گھر میں مجھے سزا دو یہ تجربہ میرے لئے کافی دلچسپ رہے گا۔" وطبی نے کہا۔

میں نے غور سے اسے دیکھا اور پھر گہری سانس لے کر بولا "ہاں مسٹر وطبی۔ تمہارے بارے میں بھی سنا تھا کہ تم ایک ناقابل تسخیر سمجھا جاتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ تمہارا کھیل ختم کر دیا جائے۔"

"حالانکہ کھیل میں ختم کرتا ہوں۔ لیکن یہ کھیل میں ختم نہیں کروں گا کیونکہ۔"

"ہاں کیونکہ۔؟"

"کیونکہ مجھے اس کی اجازت نہیں ہے۔"

"کوئی نئی سو جھی۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم احمق ہو راجہ نواز اصغر! مجھے تعجب ہے تم لوگ اتنی اہمیت کیوں دی ہے۔"

"تفصیل بتاؤ وطبی صاحب! میں نے کون سی حماقت کی ہے۔" میں مروڑ میں ہوتا جا رہا تھا۔

"تم لوگ تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتا۔"

"تو پھر۔؟"

"اگر وہ تمہیں قتل کرنا چاہتا تو کہیں بھی کسی بھی جگہ تمہارے بدن میں لاتعداد سوراخ کئے جا سکتے تھے۔"

"پھر وہ کیا چاہتا ہے۔؟"

"میں نہیں کہہ سکتا کیونکہ مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم لیکن چونکہ تم نے اس کے ایک ٹھکانے کو تباہ کیا ہے اور اسے تمہاری وجہ سے کچھ پریشانیاں اٹھانی پڑی ہیں اس لئے شاید اس نے تمہارے بارے میں کچھ اور ہی سوچا ہے۔"

"وقت ضائع کر رہے ہو وطبی! کسی کا انتظار ہے شاید۔" میں نے کہا اور وطبی کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ میرے سامنے جھک گیا اس نے دونوں ہاتھ پھیلائے۔

میری نگاہیں بغور اس کا جائزہ لے رہی تھیں اور میں اندازہ لگا رہا تھا کہ وہ لڑائی بھڑائی کے فن سے کس حد تک واقف ہے۔ مجھے ہوئے بدن کا مالک تھا جو چیتے جیسا بدن

رہا تھا وہ ماہرانہ تھے گویا مقابلہ برابر کا ہو گا۔

وفعتاً اس نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی تھی اور یہ تو یقیناً اس چھلانگ سے غلط فہمی کا شکار ہو جاتا اور فوراً ہی پینترہ بدل لیتا کیونکہ اس کا اندازہ ایسا ہی تھا لیکن میں اس کی ٹانگوں کی جنبش سے اندازہ لگا چکا تھا کہ یہ چھلانگ صرف دھوکہ ہے دراصل وار اس کے بعد ہو گا۔ چنانچہ میں نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی۔ وہ دوبارہ اور پھر تیسری بار اسی انداز میں اچھلا لیکن میں نے جنبش نہیں کی۔ البتہ چوتھی بار اس نے انداز بدل دیا اور میری طرف آیا اور اس بار میں نے اسے شاندار جواب دیا تھا۔ میں تو وطبی اچھلا اور فضا میں ہمارے پاؤں وزنی ہتھوڑوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرائے۔ وطبی کو اس بار سنبھلنے کے لئے سخت محنت کرنی پڑی تھی کیونکہ اس نے وار کیا تھا اور اس کی قوت مدافعت کرنے کے لئے اطمینان بخش نہیں تھی اس لئے اس کا چوٹ کھا جانا یقینی تھا لیکن جب وہ زمین پر گرا اور اس کا گرنا میرے لئے تسلی بخش ثابت نہ ہوا تو میں سنبھل گیا۔ یقیناً وہ عام قسم کا آدمی نہیں تھا حالانکہ اس سے قبل میں نے اسے عام سا آدمی سمجھا تھا اور یہ سوچا تھا کہ وہ لڑنے بھڑنے کے لئے بہت زیادہ موزوں نہیں ہے لیکن بعض لوگ ظاہری شخصیت سے جو نظر آتے ہیں باطن میں وہ نہیں ہوتے۔ وطبی بے حد چست اور پھرتیلا تھا۔

چنانچہ اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور کھڑا ہو گیا البتہ اس کے ہونٹوں پر مجھے مسکراہٹ نظر آئی تھی۔

"گڈ۔ گڈ ویری گڈ۔ میں اپنا ارادہ بدلتا جا رہا ہوں۔"

"کیا مطلب مسٹر وطبی؟" میں نے بھی دلچسپی سے پوچھا۔

بظاہر میرا انداز ایسا نہیں تھا جیسے میں اس سے جنگ کر رہا ہوں بلکہ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ہم دونوں کسی خاص قسم کے کھیل میں مصروف ہوں۔

"تم نے بہترین قوت مدافعت کا اظہار کیا ہے بے شک میں اس بات کی تعریف کئے بغیر نہیں رہوں گا کہ ان حملوں سے بچنا عام آدمی کے لئے ممکن نہیں ہے۔"

"چلو مسٹر وطبی آجاؤ ہم دونوں کو تھوڑی سی پریکٹس اور کرنی ہے۔" میں نے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا اور وطبی اپنے دونوں ہاتھ فضا میں گھما کر سیدھا ہو گیا اس نے کئی بار قلابے بدلے اور اپنی جگہ چھوڑ کر ادھر سے ادھر لپکنے لگا پھر اس

نے دفعتاً اپنے دونوں ہاتھ فضا میں گھمانا شروع کر دیئے اور فضا میں ایک سنسناہٹ کی آواز پھیل گئی اس کے ہاتھ فولاد کا پھڑ پھڑ یاں محسوس ہو رہے تھے یوں لگ رہا تھا جیسے ہوا ان پر حملہ کر کے شدید ہو اور جب وطبی ان ہاتھوں کو گھما کر آگے بڑھا آیا تو میں نے اپنے آپ کو ان سے بچانے کے لئے بھرپور کوشش کی میں اس کی ایک ایک جنبش پر نگاہ رکھ رہا تھا۔

دفعتاً اس نے مجھ پر حملہ کر دیا لیکن ہاتھوں کو گھمانے کے انداز سے میں سمجھ چکا تھا کہ وہ کس انداز میں مجھ پر حملہ کرے گا جیسا اس کا کوئی ایسا ہی شاندار جواب دینا چاہتا تھا کہ وطبی بے لطف آ جائے۔ چنانچہ جب وطبی سامنے سے میری سمت آیا تو دفعتاً میں سیدھا زمین پر لیٹ گیا اور لیٹنے کا یہ انداز عام نہیں تھا میں نے اسے بڑی محنت سے سیکھا تھا یعنی نہ پیٹ زمین سے لگیں نہ بدن کا کوئی دوسرا حصہ بلکہ صرف پاؤں کے ذریعے زمین تک آیا جائے اور اپنے آپ کو سنبھالے رکھا جائے۔

جب اس کے ہاتھوں کی پہنچ مجھ تک ختم ہوئی تو وہ بے اختیار آگے بڑھ آیا اور میرے لئے یہی موقع غنیمت تھا۔ میں نے دونوں پاؤں وطبی کے پیروں میں پھنسائے اور ایک زوردار جھٹکا دے کر اسے پلٹ دیا۔

لیکن وطبی نے پھرتی سے زمین پر ہاتھ ٹکائے اور جب وہ ہاتھوں کے بل الٹا کھڑا ہو گیا یعنی اب اس کے دونوں پاؤں اوپر تھے اور ہاتھ نیچے تھے۔

یعنی وہ اگر یہ نہ کرتا تو بلاشبہ زمین پر جا پڑتا میں اس کے اس فن کی تعریف کئے بنا نہ رہ سکا اتنا خوبصورت مقابلہ مجھے نہیں ملا تھا واقعی اس سے جنگ کرنے میں لطف آ رہا تھا وہ ہاتھوں کے بل کھڑا ہو جاتا تو میں نے اسے دونوں پیروں سے پکڑ لیا تھا۔

لیکن ہاتھوں کے بل کھڑے ہونے کے بعد اس نے قلابازی کھائی یعنی ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر اچھلا اور پاؤں کے بل کھڑا ہو گیا اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی "گڈ ویری گڈ۔ واقعی راجہ نواز اصغر۔ راجہ نواز اصغر ہے" اس نے کہا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"مگر تم ابھی تو مجھ پر حملہ کرو۔ ابھی تک تم صرف حملے روک رہے ہو۔"

"مناسب وقت آنے دو مسٹر وطبی کہیں تمہارے کوئی حسرت نہ رہ جائے میں تمہیں پورا پورا موقع دینا چاہتا ہوں۔"

میں نے کہا اور وطبی نے فوراً پینترا بدل لیا اس نے ایک چکر لگا کر فضا میں چھلانگ لگائی اور دونوں ٹانگیں میری طرف اچھال دیں۔ لیکن میں تو صرف اسے طرح دے رہا تھا میں دونوں ٹانگوں کے بیچ سے دوسری جانب نکل گیا۔

پھر میں نے پہلا وار اس کی گردن پر کر دیا اس بار وطبی لڑکھڑا گیا تھا وہ اپنے آپ کو سنبھالتا ہوا سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا لیکن اس نے دونوں ہاتھ دیوار سے ٹکرا دیئے تھے اور سانپ کی طرح پلٹ رہا تھا۔

اب اس کے چہرے کی مسکراہٹ کافور ہو گئی تھی ایک بار پھر اس نے کوشش کی لیکن میں نے پھر اسے ناکام بنا دیا اور اس کے بعد وہ میرے قریب آکر کھڑا ہو گیا اس کے چہرے پر عجیب سی کیفیت پھیلی ہوئی تھی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"ویری گڈ۔ اگر ہم دشمنوں کے انداز میں سامنے نہ آتے تو میں تم سے یہ داؤ سیکھنے کی کوشش کرتا۔"

"سیکھ لو سیکھ لو اب بھی کیا حرج ہے جہنم میں تمہارے کام آئے گا۔" میں نے کہا۔

"آؤ فیصلے کھٹا کریں۔" اس نے کہا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ میں نے اس کا یہ چیلنج بھی قبول کر لیا اور ہم دونوں کو ایک دوسرے کے ہاتھوں میں انگلیاں پھنسائیں وطبی کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ پھیل گئی تھی وہ اپنے آپ کو اس سلسلے میں بہت طاقتور سمجھتا تھا اس نے بہت پھرتی سے میری انگلیاں موڑنے کی کوشش کی لیکن پنجہ کشی تو ہمارا خاندانی ورثہ ہے۔

سرزمین سرائے عالمگیر کے جوان زندگی کی کڑی دھوپ سے گزرتے ہیں اور ان کے فولادی ہاتھ ناقابل تسخیر ہوتے ہیں۔ میں وہ تو نہیں تھا لیکن میری رگوں میں دوڑنے والا خون سرزمین پنجاب سے تعلق رکھتا تھا۔

اور پنجاب کی قسم میں نے وطبی کے دونوں ہاتھوں کو اس طرح موڑا کہ اس کے حلق سے چیخیں نکل گئیں۔ اسے امید نہیں تھی کہ وہ اس طرح میرے ہاتھوں میں آ پھنسے گا۔ میری انگلیاں اس کے ہاتھوں میں پیوست ہو گئی تھیں اور اب صرف ایک ہی کام ہو سکتا تھا کہ اس کے ہاتھ ناکارہ ہو جائیں۔ میں انہیں چھوڑنے پر آمادہ نہیں تھا۔ اس نے دفعتاً

میرے ہاتھوں کے وزن پر اٹھ کر میرے پیٹ پر گھونسا مارا یہ ضرب زوردار تھی لیکن میں اسے برداشت کر گیا اور جواب میں میرے حلق سے ایک غراہٹ نکلی میں نے اس کے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور پھر اس طرح انہیں اونچا کر دیا کہ وہ جوڑوں کی طرف او نیچے الٹ گئے اور اس کے بعد میں نے ایک خوفناک جھٹکا دیا اور ویلبی کے حلق سے کٹے ہوئے بکرے کی سی آواز نکل گئی۔

اس کی دونوں کہنیاں ٹوٹ گئی تھیں اسے شاید موت کے بعد بھی اس بات کا افسوس رہا ہوگا کہ اس نے میرے ہاتھوں میں ہاتھ کیوں ڈالے تھے وہ بری طرح پلٹا اور نیچے گر پڑا۔

لیکن نیچے گرنا تکلیف کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اس بار بھی وہ چال چل گیا تھا اس نے دونوں پاؤں پوری قوت سے میری پنڈلیوں پر مارے اور اس بار میں اس کی ضرب سے نیچے گر پڑا تھا وہ پھرتی سے اٹھا اور بے اختیار اس دروازے کی جانب دوڑ پڑا جہاں سے باہر نکلا جا سکتا تھا۔

غالباً بازو ٹوٹ جانے کی وجہ سے وہ بے بس ہو چکا تھا اور اب اس میں لڑائی کی سکت نہیں تھی لیکن مجھے اس کے اس طرح بھاگ نکلنے کی امید نہیں تھی میں نے بھی ایک چھلانگ لگائی اور دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ ویلبی ہاتھوں سے دروازہ نہیں کھول سکتا تھا لیکن اس نے اپنے پیروں سے اس پھرتی سے دروازہ کھولا کہ میں حیران رہ گیا اور پھر دوسرے لمحے وہ باہر نکل گیا۔ اگلے لمحے میں بھی اس دروازے سے باہر تھا۔

ویلبی اس قدر برق رفتاری سے دوڑ رہا تھا پھر وہ اس بڑے ہال میں گھس گیا جہاں میں پہلی بار اس سے ملاقات کی تھی اس نے دروازہ بھی اس پھرتی سے بند کیا تھا یقیناً وہ اب اپنی جان بچانے کے چکر میں تھا لیکن میں اسے کوئی موقع نہیں دینا چاہتا تھا چنانچہ میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ مجھے ایک چھوٹا سا روشندان نظر آیا تھا اس تک پہنچنا خاصا مشکل کام تھا۔

بہرطور میں اس روشندان تک پہنچنے میں کامیاب ہو ہی گیا اور میں نے وہیں سے ویلبی کو دیکھا وہ ہال کے اندر موجود تھا اور بڑی بے چینی سے اپنے ہاتھوں کو جنبش دے رہا تھا لیکن اس کے دونوں ہاتھ ٹوٹ چکے تھے اور اس طرح جھول رہے تھے کہ اب انہیں سنبھالنا اس کے لئے مشکل تھا۔ میں روشندان سے اندر کود گیا اور ویلبی چونک کر مجھے دیکھنے لگا اس حال میں شاید وہ اضطراری کیفیت میں گھس آیا تھا ورنہ یہ جگہ اس کے لئے مناسب نہیں تھی میں بند دروازہ کے سامنے آ گیا۔

ڈاکٹر ویلبی متوحش نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا بھاگنے کی کوئی راہ اس کے سامنے نہیں تھی پھر اس نے بھولی آواز میں کہا۔

"سنو، سنو۔ بات سنو۔ مذاق ہی مذاق میں کھیل خراب ہو گیا تم نے میرے دونوں ہاتھ ناکارہ کر دیئے میں تمہیں خود سے برتر تسلیم کرتا ہوں لیکن اب یہ کھیل ختم"

"ہاں مسٹر ویلبی کھیل ختم ہی کرتا چلا آیا ہوں تک ترلوکا تک براہ راست پہنچنے کا طریقہ بتا دیجئے۔"

"میں میں تمہیں اس تک لے چلوں گا لیکن تم کیا کرو گے؟"

"مجھے اپنی بیوی کی تلاش ہے۔"

"ترلوکا نے اسے اپنے لئے ایک چیلنج بنا لیا ہے آسانی سے تمہاری بیوی تمہیں واپس نہیں کرے گا۔"

"میں اس مشکل کو آسان بنا لوں گا مسٹر ویلبی تمہیں رخصت کرنا ہے۔"

"سنو، سنو مجھے ہلاک نہ کرو میں اس وقت بے بس ہوں مجھے موقع دو کہ میں تمہارے لئے کچھ کر سکوں۔"

"بہتر یہ ہوگا کہ اب تم اپنی روحانی قوتیں استعمال کرو کے لئے بند سنا ہے کہ روحانی قوتیں بڑھ جاتی ہیں" میں اس کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ میری آنکھوں میں خون جھانک رہا تھا۔ ویلبی کو چھوڑ دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا جانتا تھا کہ وہ سانپ ہے اور سانپ کی فطرت ڈسنا ہے وہ مجھے ضرور ڈس لے گا۔ ترلوکا پہلے سے زیادہ ہوشیار ہو جائے گا اور پھر اس چیلنج کو پورا کرنا بھی میرے لئے ضروری تھا چنانچہ میں نے آگے بڑھ کر ویلبی پر حملہ کر دیا اس نے اب بھی اپنے پیروں کو استعمال کرنا چاہا اور میں اس کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا کہ ٹوٹے ہوئے ہاتھوں والا پیروں سے اپنی بہترین مدافعت کر رہا تھا۔

بلاشبہ وہ اپنے فن کا ماہر تھا لیکن مجھ پر خون سوار تھا میں بھلا اسے کیسے چھوڑ سکتا تھا چنانچہ میں نے بالآخر اس

پکڑ لیا اور اس کے بعد میں نے ڈاکٹر ویلبی کے نرخرے پر اپنے انگوٹھے جما دیئے۔ میں اس کی گردن دبا رہا تھا اور ویلبی کی آنکھیں اور زبان باہر نکلی چلی آ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ تو مدافعت کے لئے بالکل ناکارہ تھے۔

چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد وہ سرد ہو گیا وہ مر چکا تھا ڈاکٹر ویلبی کی موت یقینی طور پر لاس اینجلس کے لئے ایک عجیب و غریب حادثہ ہوگی۔

لیکن بہرطور میرے لئے یہ سب کچھ ضروری تھا میں یہ کرنے کا دل سے خواہش مند تھا۔ اسے ہلاک کرنے کے بعد اب چیسٹر سیلو میں میرا رکنا بے سود تھا۔ یہاں میرے کچھ دوست بھی تھے جن کی مدد سے مجھے یہاں پہنچنا نصیب ہوا تھا لیکن ہدایات تھیں انہیں اب میرے لئے ضروری نہیں تھیں ان سے ملنا ضروری نہیں تھا۔ بہتر یہ تھا کہ چیسٹر سیلو سے نکل جاؤں۔

پہلا مسئلہ ڈاکٹر ویلبی کی رہائش گاہ سے نکلنے کا تھا میں نے واپس پلٹ کر دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا۔ راہداری سنسان تھی۔ چونکہ یہ راہداری میں کوئی نہیں تھا کیونکہ یہ خاص ویلبی کا علاقہ تھا اس لئے لوگ یہاں آتے ہوئے کتراتے تھے اتفاقیہ طور پر میں ویلبی کی اس رہائش گاہ میں چکر لگاتا رہا۔

نکلنے کے لئے کوئی مناسب موقع دیکھ رہا تھا اور پھر جونہی مجھے موقع ملا میں خاموشی سے باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں ویلبی کی رہائش گاہ کے احاطے میں تھا یہاں کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ چونکہ میں یہاں ایک خاص آدمی کی حیثیت سے روشناس ہو چکا تھا اس لئے مجھ پر زیادہ نگاہ نہیں رکھی جاتی تھی۔

میں ان کاروں میں ایک ایسی کار تلاش کرنے لگا جس میں چابی لگی ہوئی ہو لیکن ایسی کوئی کار یہاں موجود نہیں تھی البتہ ایک شخص میرے قریب پہنچ گیا یہ ڈرائیوروں کی وردی میں تھا اس نے بغور مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا تلاش کر رہے ہو؟"

"مجھے کار چاہئے" میں نے کہا

"کیا مطلب؟"

"مسٹر ویلبی نے ایک ضروری کام میرے سپرد کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ کوئی بھی کار لے کر میں نکل جاؤں۔"

"کار تو میری بھی ہے اگر تم چاہو تو میں تمہیں تمہاری مطلوبہ جگہ لے جا سکتا ہوں۔"

"جلدی چلو مسٹر ویلبی نے ایک اہم کام میرے سپرد کیا ہے" میں نے اس شخص سے کہا اور باوردی شخص نے جیب سے جلدی سے چابی نکال کر کار کا دروازہ کھول دیا۔ پھر وہ اسٹیئرنگ پر آ بیٹھا میں جلدی سے عقبی دروازہ کھول کر پیچھے بیٹھ گیا تھا۔

"کہاں چلنا ہے؟"

"شہر" میں نے جواب دیا اور کار اسٹارٹ ہو کر چل پڑی یہ جاننے کی کوشش نہیں کی تھی اس نے کہ میں کہاں جا رہا ہوں اور مسٹر ویلبی نے کیا کام میرے سپرد کیا ہے۔ کار برق رفتاری سے چیسٹر سیلو سے لاس اینجلس کی طرف بڑھ گئی تھی اور میں دل ہی دل میں خوش تھا کہ میں نے ایک اہم کام سرانجام دے دیا تھا۔ کار جب ایک ایسی ہی سنسان جگہ پہنچی جہاں میں اپنا کام کر سکتا تھا تو دفعتاً میں نے ڈرائیور کو مخاطب کر کے کہا۔۔۔

"مسٹر"

"جناب کیا بات ہے"

"براہ کرم ذرا کار روک دو"

"کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں۔ میں ذرا جھاڑیوں کی سمت جاؤں گا" میں نے ایک مخصوص اشارہ کرتے ہوئے کہا اور اس نے کار سڑک کے کنارے کر کے روک دی۔ جیسے ہی اس نے بریک لگا کر کار کا انجن بند کیا میں نے دفعتاً پچھلی سیٹ سے آگے بڑھ کے اس کی گردن دونوں ہاتھوں میں دبوچ لی۔

اور پھر اس شخص کو بھی اپنی زندگی سے ہاتھ دھونے پڑے تھے۔ میں نے اسے ہلاک کرنے کے بعد ڈرائیونگ سیٹ کے برابر کا دروازہ کھولا اور پھر اسے ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے ان جھاڑیوں کی طرف چل پڑا جن کی طرف میں نے اسے اشارہ کیا تھا اور چند لمحات کے بعد میں نے اسے جھاڑیوں میں اچھال دیا۔ اب کار میں بیٹھ کر شہر تک آنے میں مجھے کوئی دقت نہیں پیش آ سکتی تھی چنانچہ میں نے کار اسٹارٹ کی اور برق رفتاری سے چل پڑا۔

ویلبی کی موت کے بارے میں متعدد خیالات ذہن میں آ رہے تھے دل چاہ رہا تھا کہ کس طرح جینیفر اور مسٹر باؤف کو اس بارے میں اطلاع دوں لیکن یہ دونوں حضرات بہت خطرناک ثابت ہو سکتے تھے اب میرے لئے اور پھر انسپکٹر پاول کے بارے میں میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کے ذہن

میں کیا ہے۔ میں ایک خطرناک مجرم تھا۔ قتل کئے تھے میں نے جیل سے بھاگا ہوا تھا۔ باؤل نے بے شک مجھے اس بات کا موقع دیا تھا کہ میں ویلبی کے خلاف کام کروں اور یہاں سے منشیات کی اسمگلنگ کا سلسلہ ختم کردوں۔

لیکن یہ کام ختم کرنے کے بعد وہ نہایت معذرت کے ساتھ مجھ سے کہے گا کہ وہ قانون سے مجبور ہے اور مجھے نہیں چھوڑ سکتا۔

میں ان تمام جھگڑوں میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔ سان انتونیو کے بارے میں مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ کم از کم میں اپنے اس مشن کو نامکمل نہیں کہہ سکتا تھا۔ سان انتونیو کی پہاڑیوں میں ترلوکا کو تلاش کرنا اب میرے لئے ضروری ہو گیا تھا۔

ڈاکٹر ویلبی کو اس بات کی امید نہیں تھی کہ وہ میرے ہاتھوں مارا جائے گا اس لئے اس نے جوش میں آ کر مجھے یہ بات بتا دی تھی کہ ترلوکا سان انتونیو کی پہاڑیوں میں موجود ہے لیکن اب یہ اطلاع میرے لئے نہایت کارآمد تھی اور میں اپنی پہلی فرصت میں سان انتونیو جانا چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں شہر میں داخل ہو گیا۔ کار کو اس جگہ تک لے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا جہاں میری رہائش گاہ تھی۔ مجھے مسٹر کوسبی کے اس مکان پر جانا تھا جہاں میں مقیم تھا۔ کار چھوڑنے کے بعد میں کافی دور تک پیدل چلتا رہا اور پھر میں نے ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر اس جگہ چل پڑا جہاں مسٹر کوسبی کا مکان تھا۔

مکان کی کیفیت حسب معمول تھی۔ ملازم اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ مسٹر کوسبی یہاں موجود نہیں تھے میں انجی برگ کے کمرے کی جانب چل پڑا اس سے ملنا چاہتا تھا۔ ویسے ہیملٹن برگ نے جس طرح میری رہنمائی مسٹر ویلبی تک کی تھی اس سلسلے میں اس کا شکرگزار تھا اور اب انجی برگ کو چھوڑ دینا برا نہیں تھا چونکہ ویلبی ہلاک ہو چکا تھا۔

ہاں اگر مسٹر کوسبی ہیملٹن برگ کو بھی ہلاک کر دینا چاہتے تھے تو پھر دوسری بات تھی لیکن اس کے لئے ان سے کم از کم مشورہ کر لینا ضروری تھا۔ انجی برگ کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا یہ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔

کمرے میں داخل ہوا تو انجی برگ موجود نہیں تھا بہت بڑی حیرت ہوئی تھی مجھے اس بات پر۔ کیا مسٹر کوسبی نے انجی برگ کو چھوڑ دیا یا انجی برگ خود ہی نکل گئی۔ میں نے کچھ ملازموں کو بلایا اور ان سے انجی کے بارے میں پوچھا۔

"مس روہ مسٹر کوسبی کے ساتھ ہی کہیں چلی گئی تھیں۔"

"کہاں....؟"

"ہمیں نہیں معلوم۔"

"اوہ اچھا اچھا" میں نے کہا اور اپنے کمرے میں آ گیا یہاں سے میں نے مسٹر کوسبی کو ان کے آفس ٹیلی فون کیا تھوڑی دیر بعد مسٹر کوسبی سے رابطہ قائم ہو گیا تھا میری آواز سن کر انہوں نے حیرت سے کہا۔

"اوہ۔ واپس آ گئے مسٹر فرینڈس۔"

"ہاں۔"

"کیا رہا....؟"

"کیا آپ سے ملاقات نہیں ہو سکتی مسٹر کوسبی....؟"

"کیوں نہیں ہو سکتی جہاں کہو وہاں آ جاؤں۔"

"بہتر ہے یہیں آ جائیں۔"

"مگر فون پر مجھے کچھ تو بتا دو تمہیں کامیابی ہوئی یا نہیں۔"

"ہاں۔ میں کامیاب ہو گیا ہوں۔"

اوہ۔ گڈ ویری گڈ۔ ویری گڈ۔ مسٹر کوسبی کا لہجہ عجیب سا تھا جس پر میں نے اس وقت غور نہیں کیا تھا۔

بہرحال تھوڑی دیر کے بعد مسٹر کوسبی وہاں پہنچ گئے بہت ہی بدحواس نظر آ رہے تھے چہرے پر تحقیق تجسس اور جوش کے آثار تھے میرے کمرے میں داخل ہوئے تھے دروازہ اندر سے بند کر لیا پھر وہ متجسس نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگے اور پھر انہوں نے آہستہ سے پوچھا۔

"تم مسٹر سیلو گئے تھے....؟"

"ہاں۔ وہیں گیا تھا میں آپ کو بتا دیا تھا میں نے۔"

"ہاں۔ وہ تو بتا دیا تھا لیکن۔ لیکن کامیابی کے بارے میں کیا بات ہے کیا رپورٹ ہے....؟"

"میں نے ڈاکٹر ویلبی کو قتل کر دیا۔" میں نے جواب دیا اور مسٹر کوسبی بھیچے سکتے میں رہ گئے۔

"کیا واقعی....؟" تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے پوچھا۔

"میں جھوٹ نہیں بولتا مسٹر کوسبی! میں نے آپ کے بدترین دشمن کو قتل کر دیا۔ میں نے اس کے ہاتھ توڑ دیئے اور اسے ایسی موت مارا کہ موت کے بعد بھی اسے افسوس رہے گا۔"

"مگر تم۔ مگر تم وہاں تک پہنچے کس طرح....؟"

"بس یوں سمجھ لیجئے کہ جدوجہد کبھی مایوس نہیں کرتی؟"

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے" مسٹر کوسبی اٹھے اٹھے سے بیٹھے میں بولے اور پھر وہ مجھ سے ڈاکٹر ویلبی کی موت کے بارے میں تفصیلات معلوم کرنے لگے۔ میں نے انہیں پوری کہانی سنا دی تھی۔ مسٹر کوسبی کے چہرے سے یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ خوش ہیں کہ ناخوش۔ لیکن بہرطور میں جانتا تھا انہیں اس بات سے خوشی ہوئی ہوگی۔ ذرا غیر جذباتی قسم کے آدمی تھے کسی بھی بات پر پرجوش نہیں ہوتے تھے یہ ساری باتیں کرنے کے بعد میں نے ان سے پوچھا۔

"آپ نے انجی برگ کو کہاں چھوڑ دیا؟"

"میں نے اسے اس کے باپ ہیملٹن برگ کے پاس واپس پہنچا دیا۔"

"کیوں اتنی جلدی کیوں....؟"

"اس لئے کہ ہیملٹن برگ نے اپنا کام کر دیا تھا۔"

"کیا یہ بات عجیب نہیں ہے مسٹر کوسبی....؟"

"میرا خیال ہے عجیب نہیں ہے کیا تم اسے روکنا چاہتے تھے؟" مسٹر کوسبی نے سوال کیا۔

"ہاں۔ ابھی اس سلسلے میں سوال کرنا ضروری تھا۔" میں نے کہا۔

"اب کیا معلوم کرنا چاہتے تھے....؟"

"ترلوکا کے بارے میں۔" میں نے کہا

"ترلوکا کے بارے میں کیا معلوم کرنا چاہتے تھے....؟"

"بس ہیملٹن برگ اس سلسلے میں ہماری کیا مدد کر سکتا تھا۔ یہی اس سے پوچھنا تھا لیکن بہرطور مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اگر آپ نے اپنے طور پر کوئی کام کر لیا ہے تو بھلا مجھے اعتراض کا کیا حق پہنچتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تم نے مجھے ایک ایسی خبر سنائی ہے کہ میں بدحواس ہو گیا ہوں۔" مسٹر کوسبی پیشانی ملتے ہوئے بولے۔

"کیا آپ کی یہ خواہش نہیں تھی مسٹر کوسبی....؟"

"بے شک تھی لیکن۔ لیکن تمہاری کامیابی پر۔ تمہاری کامیابی پر میں کچھ نروس سا ہو گیا ہوں۔"

"نا صرف یہیں تک مسٹر کوسبی بلکہ میں مسٹر ویلبی کی زبان تک کھلوانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔"

"کیا مطلب....؟"

"مجھے علم ہو چکا ہے کہ ترلوکا سان انتونیو کی پہاڑیوں میں موجود ہے اور اس بار اس نے اپنا یہ اڈا بنایا ہے۔" میں نے جواب دیا اور مسٹر کوسبی کا چہرہ ایک دم سرخ ہو گیا وہ عجیب سے انداز میں مجھے دیکھ رہے تھے اور پھر آہستہ سے بولے۔

"میرے خدا۔ میرے خدا۔ یہ جواب تمہاری معلومات کا کوئی جواب نہیں ہے۔ آخر تم نے اس شخص کی زبان کس طرح کھلوائی وہ ایسا انسان تو نہیں تھا جتنی آسانی سے اس نے تمہارے سامنے یہ سب کچھ اگل دیا۔"

"یہ میرا اپنا کام تھا مسٹر کوسبی! بہرطور اب ترلوکا کے بارے میں ہم جان چکے ہیں اور ہمارا کھیل یہیں پر ختم نہیں ہوتا مسٹر کوسبی آپ کو مزید محنت کرنا ہو گی اپنا انتقام لینے کے لئے آپ کو میرا ساتھ دینا پڑے گا۔"

"میں خلوص دل سے تیار ہوں ڈاجر فواز! میں خلوص دل سے تیار ہوں واقعی تم نے مجھے حیران کر دیا ہے۔" مسٹر کوسبی نے جواب دیا کافی دیر تک ہم لوگ ساتھ ساتھ بیٹھے رہے مسٹر کوسبی مجھ سے اسی موضوع پر باتیں کرتے رہے تھے میں نے ان سے انجی برگ کی واپسی کے بارے میں تفصیلات معلوم کیں اور مسٹر کوسبی مجھے تفصیلات بتانے لگے۔ میں نے اس بات پر کسی حیرت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ بہرطور تھوڑی دیر کے بعد مسٹر کوسبی نے مجھ سے واپسی کی اجازت مانگی اور کہنے لگے۔

"میرے خیال میں تم اب آرام کرو۔ یا کوئی اور پروگرام ہے....؟"

"نہیں کوئی پروگرام نہیں ہے۔"

"پھر میں چلتا ہوں کچھ ضروری کام رہتے ہیں....؟"

"اوکے مسٹر کوسبی!" میں نے جواب دیا اور پھر میں انہیں رخصت کرنے دروازے تک آیا تھا۔

شام تک سوتا رہا تھا تقریباً چھ بجے جاگا غسل کیا اور پھر باہر نکل کر ایک ملازم کو پکارا۔

"جناب عالی۔"

"چائے کے ساتھ کوئی ہلکی پھلکی چیز۔ مسٹر کوسبی نے تو فون نہیں کیا....؟"

"کیا تھا جناب۔"

"کوئی پیغام میرے لئے۔"

"نہیں بس آپ کے بارے میں پوچھا تھا اور ہمیں ہدایت کی تھی کہ انہیں آرام سے سونے دیا جائے۔ رات کا کھانا وہ آپ کے ساتھ ہی کھائیں گے۔"

"جاؤ۔ چائے لگا دو۔" میں نے کہا اور ملازم نے چائے لگا دی ساڑھے آٹھ بجے مسٹر کوسبی آ گئے تھے۔

"ہیلو فرینڈس۔"
"ہیلو مسٹر کومبی۔"
"خوب آرام کیا۔ تھکن اتر گئی ہو گی۔"
"ہاں۔"
"شہر کی پوزیشن معلوم ہے۔؟"
"کوئی خاص بات۔"
"ہاں مسٹر ڈاکٹر ڈیلبی کی موت کی اطلاع پولیس کو دے دی گئی ہے۔ اخبارات نے راجہ نواز اصغر کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے شام کے اخبارات بہت سنسنی خیز ہیں۔"
"اوہ۔ اخبارات کو نواز اصغر کے بارے میں اطلاع کیسے مل گئی۔"
"پولیس آفیسر مسٹر پاول نے بیان دیا ہے۔ انہوں نے قوم سے اپیل بھی کی ہے کہ وہ جہاں بھی ہو ان سے ملاقات کرے۔ یہ بہت مزیدار ہے۔" مسٹر کومبی نے کہا۔
"خوب۔ مسٹر پاول کو اپنی خیریت بھی خطرے میں نظر آ رہی ہو گی۔"
"وہ کیوں۔؟"
"ظاہر ہے وہ بھی اس قاتل کا ساتھ دے چکے ہیں انہیں خدشہ ہو گا کہ میں کسی اور کے ہاتھوں گرفتار ہو کر کہیں ان کے بارے میں تفصیلی بیان نہ دے دوں۔"
"اوہ۔ یہ معاملہ ہے۔"
"آپ کا کیا خیال ہے۔؟"
"ہاں اس بات کے امکانات تو ہیں پھر تمہارا کیا خیال ہے اس بارے میں۔" مسٹر کومبی نے دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"احمق ہیں وہ لوگ۔ میرا مشن اتنا مختصر تو نہیں ہے۔ ابھی مجھے بہت کچھ کرنا ہے۔"
"یقیناً۔" مسٹر کومبی نے کہا اور بولے "میرا خیال ہے اب ہمیں آئندہ کا طریقہ کار تعین کر لینا چاہیے۔"
"کس سلسلے میں۔"
"تم سان انتونیو جانے کا ارادہ رکھتے ہو نا۔"
"ہاں مسٹر کومبی۔ میری زندگی کا تو اب ایک ہی مقصد ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
"لیکن وہاں تک پہنچنے کے لئے کیا طریقہ کار اختیار کرو گے۔"
"مجھے معلومات حاصل کرنا ہوں گی انتظامات کرنے ہوں گے اس کے بعد ہی فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔"

"میں نے کچھ اور ہی سوچا ہے۔"
"کیا۔؟"
"میں تمہیں آسانی سے سان انتونیو پہنچا سکتا ہوں۔"
"وہ کیسے مسٹر کومبی۔" میں نے سوال کیا۔
"میں نے ایک شخصیت کو رات کے کھانے پر مدعو کیا ہے وہ اس سلسلے میں ہمارے لئے بے حد کارآمد ہو گی۔"
"کون ہے وہ۔؟"
"تمہارے لئے اجنبی نہیں ہے ملاقات کرو گے تو حیران رہ جاؤ گے۔" مسٹر کومبی نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"آپ سسپنس پیدا کر رہے ہیں مسٹر کومبی۔"
"بات اتنی ہی دلچسپ ہو گی تمہارے لئے کہ تمہیں لطف آنے لگا جب تم اس شخصیت کو دیکھو گے۔"
"کیا میں اس سے پہلے بھی مل چکا ہوں۔؟"
"بہت اچھی طرح۔"
"ٹھیک ہے۔ اگر آپ بچوں کی طرح کھیلنا چاہتے ہیں تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے مسٹر کومبی کیونکہ بڑی سے بڑی شخصیت بعض اوقات بچوں کی سی حرکتیں کرتی ہے۔"
"بھئی دراصل میں تمہارے اس کارنامے پر اس قدر خوش ہوں کہ بے اختیار میرا دل قہقہے لگانے کو چاہتا ہے تم شاید اس بات پر یقین نہ کرو کہ مجھے ڈیلبی کی موت سے کتنی خوشی ہوئی ہے اور یہ بات صرف میری نہیں ہے۔ مقامی پولیس اور انٹلامیہ کے اہم ترین عہدے داروں اس بات پر دل ہی دل میں بے پناہ خوش ہیں کہ ڈیلبی جیسے عفریت سے انہیں نجات مل گئی۔ یہاں کون نہیں جانتا تھا کہ منشیات کی اس زبردست اسمگلنگ کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے۔ لیکن ڈاکٹر ڈیلبی نے اس طرح اپنے پنجے حکومت میں گاڑ رکھے تھے کہ کوئی اس کا نام بھی نہیں لے سکتا تھا اس سلسلے میں بڑے بڑے لوگوں نے کوششیں کیں اور فنا ہو گئے۔ گو مسٹر ڈیلبی کو ایک بہت بڑے صنعت کار اور تاجر کی حیثیت سے اہمیت دی جاتی تھی لیکن انٹلامیہ کے وہ نیک نفس عہدے دار جو منشیات کی اسمگلنگ کے خاتمے کی خواہش رکھتے تھے اس سلسلے میں بے بس تھے اور انہیں اب اس بات پر بے پناہ خوشی ہوئی کہ ڈیلبی جیسا خطرناک شخص فنا ہو گیا۔ باقی رہی اس کے گروہ کی بات تو وہ کوئی ایسی بات نہیں ہے انٹلامیہ اس سے نمٹ سکتی بلکہ میں تمہیں بتا دوں جگہ جگہ چھاپے مارے جا رہے ہیں اور منشیات کے ذخیرے پکڑے گئے ہیں کیونکہ اس بات کا علم تو انٹلامیہ کو تھا کہ سپلائی کہاں کہاں سے ہوتی ہے اور جس قدر المناک واقع رونما ہوئے ہیں، وہ کس کے ذمے ہیں لیکن بس ہاتھ ڈالتے ہوئے سب ہی گھبراتے تھے جانتے تھے کہ ڈیلبی کی دشمنی کس قدر مہلک ہو گی ان کے لئے اس لئے کسی نے کوشش نہیں کی تھی۔ ڈیلبی کی موت کے فوراً بعد سب ہی مصروف عمل ہو گئے ہیں تو انسپکٹر پاول اور ہیملٹن کے بارے میں بھی میں کہتا ہوں کہ اگر ان کی تم سے ملاقات ہو تو شاید وہ تمہارا شکریہ ادا کرنے سے گریز نہیں کریں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ایک قاتل کی حیثیت سے وہ دوبارہ تمہیں گرفتار کر لیں۔ قانون اپنی جگہ اور شکر گزاری اپنی جگہ۔" مسٹر کومبی نے کہا اور ہنس پڑے۔

اس وقت باہر سے ملازم نے آ کر اطلاع دی کہ معزز مہمان پہنچ گئے ہیں۔ مسٹر کومبی نے گردن ہلائی اور ملازم کو ہدایت کی کہ مہمانوں کو آرام سے بٹھایا جائے۔ ملازم فوراً ہی واپس پلٹ گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد مسٹر کومبی نے مجھ سے کہا۔

"آؤ اب ہم اپنے مہمانوں سے ملتے ہیں۔" میں ان کے ساتھ اٹھ گیا۔ مسٹر کومبی ڈرائنگ روم میں جانے کی بجائے ایک مخصوص کمرے کی طرف چل پڑے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا۔

"اس طرف کہاں۔؟"
"وہ لوگ وہیں بیٹھے ہوں گے، چونکہ ہماری یہ نشست خاص پرائیویٹ ہے اس لئے میں نے ملازموں کو حکم دے دیا تھا کہ مہمانوں کو اسی جگہ بٹھایا جائے۔"
مسٹر کومبی کی اس بات پر میں نے زیادہ توجہ نہ دی اور ان کے ساتھ اس اندرونی کمرے میں داخل ہو گیا جو زیادہ کشادہ نہیں تھا لیکن جسے میں دیکھ چکا تھا۔
مسٹر کومبی نے کمرے کا دروازہ کھولا اور مجھے اندر چلنے کا اشارہ کیا۔ میں اندر چلا گیا لیکن واقعی مسٹر کومبی نے جو کچھ کہا تھا وہ درست ہی کہا تھا۔ ان مہمانوں میں سے ایک کو دیکھ کر کم از کم میری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں مجھے اپنی بصارت پر یقین نہیں آ رہا تھا یہ کیسے ممکن ہے بھلا یہ کیسے ممکن ہے۔
وہ ایمی برگ تھی۔ وہی معصوم لڑکی جسے مسٹر کومبی نے یرغمال بنا رکھا تھا اس کے ساتھ ہی ایک بھاری جثے والا ایک پستہ قامت آدمی تھا جو عمدہ سوٹ میں ملبوس تھا دونوں مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ میں نے پلٹ کر مسٹر کومبی کی طرف دیکھا اور مسٹر کومبی مسکرانے لگے۔

"ہاں یہ ایمی برگ ہے۔ تم انہیں ایمی برگ کہہ سکتے ہو اور یہ مسٹر ہیملٹن برگ ہیں۔ وہی جن سے تم گفتگو کرتے رہے ہو۔"
"ہیلو۔" ہیملٹن برگ نے گردن خم کر کے کہا۔
"ہیلو۔" میں نے چکراتے ہوئے انداز میں کہا اور پھر میں نے آگے قدم بڑھا دیئے۔ وہ ایک میز کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ مسٹر کومبی نے میرے لئے کرسی گھسیٹی اور میں اس پر بیٹھ گیا۔ لیکن میرا ذہن اس وقت واقعی کام کرنا چھوڑ چکا تھا سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا قصہ ہے تب مسٹر کومبی نے کہا۔
"کیوں مسٹر فرینڈس یا راجہ نواز اصغر آپ کو ان دونوں مہمانوں کو دیکھ کر حیرت نہیں ہوئی۔؟"
"یہ کھیل میری سمجھ میں واقعی نہیں آ سکا مسٹر کومبی۔" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔
"ہم آپ کو سمجھا دیں گے مسٹر راجہ نواز اصغر مکمل طور پر سمجھا دیں گے۔" مسٹر کومبی بولے اور پھر انہوں نے ہیملٹن برگ کی طرف رخ کر کے کہا۔
"کیا خیال ہے مسٹر ہیملٹن برگ کھانا کھا لیا جائے یا ابھی آپ گفتگو کرنا پسند کریں گے۔؟"
"ہماری گفتگو اب کھانے کی میز پر ہی ہو تو زیادہ بہتر ہے ایمی کہتی ہے کہ اسے بھوک لگ رہی ہے۔" مسٹر ہیملٹن برگ نے کہا۔
"لیکن میں پہلے اس بارے میں تفصیل جاننا چاہتا ہوں مسٹر کومبی۔"
"فکر نہ کرو ڈیئر! ساری تفصیل تمہیں معلوم ہو جائے گی اور وہ تمہارے لئے غیر دلچسپ نہیں ہو گی۔" مسٹر کومبی نے کہا۔
"نہیں مسٹر کومبی ان تمام معاملات میں پہلی بار آپ کی پوزیشن میری نگاہوں میں مشکوک ہوئی ہے اور جب تک میرا ذہن آپ کی طرف سے صاف نہیں ہو جائے گا کچھ اور نہیں کہا جا سکتا۔" میں نے کہا اور مسٹر کومبی عجیب سے انداز میں مجھے دیکھنے لگے۔ پھر وہ گہری سانس لے کر بولے۔
"ٹھیک ہے جیسا آپ پسند کریں مسٹر نواز اصغر کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں آپ؟"
"ایمی برگ آپ کی قیدی تھیں اور مسٹر ہیملٹن برگ

"وہ تھے جنہیں آپ بلیک میل کر رہے تھے۔" میں نے کہا اور مسٹر کومبی گردن ہلانے لگے۔

"افسوس یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔" کومبی نے کہا اور میں چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب۔؟"

"بات ذرا تفصیل سے بتانا پڑے گی راجہ نواز صاحب۔ یعنی وہاں سے جب تم وکیوتا پہنچے تھے اور وہاں سے تمہیں کیپٹن نے سمندر برد کر دیا تھا اور درحقیقت یہ کیپٹن کی بہت بڑی غلطی تھی اور اس غلطی کے محرک مسٹر ڈکٹر ویلبی ہی تھے۔ ترلوکا نے انہیں یہ ہدایات دی تھیں کہ راجہ نواز صاحب کو کسی اس طرح نقصان نہ پہنچایا جائے۔

•

بلکہ اس کی زندگی کا تحفظ کیا جائے کیونکہ وہ ترلوکا کا شکار ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ لوگ تمہارے بارے میں نہیں جان سکے تھے اگر وہ جانتے تو تمہیں ہلاک نہ کرتے وہ تمہیں پولیس کا آدمی ہی سمجھے تھے۔"

کومبی ایک لمحے کے لئے رکا۔ اور پہلی بار مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا۔ میرے بدن میں چیونٹیاں سی رینگنے لگیں اور میری چھٹی حس کچھ کہہ رہی تھی۔ بہرحال میں نے خود کو پرسکون رکھا اور خاموش بیٹھا رہا۔

"لیکن۔ ترلوکا نے اپنے خصوصی اسکواڈ کو ہدایت کر دی تھی کہ تم پر نگاہ رکھے۔"

"خصوصی اسکواڈ؟" میں نے کہا۔

"یہ لوگ اس وقت سے تمہارے پیچھے تھے مسٹر نواز جب تم نے زیبا کی گمشدگی محسوس کی تھی۔"

اب مجھے اس بات کا کوئی شبہ نہیں رہا تھا کہ مسٹر ایڈلن کومبی وہ نہیں ہیں جو آج تک نظر آتے رہے ہیں، ان کی شخصیت کچھ اور ہی تھی۔

انہوں نے کہا۔ "تو مسٹر نواز یہ خصوصی اسکواڈ متعین تھا کہ اگر کہیں سے آپ کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو وہ آپ کی مدد کرے اور آپ کو محفوظ رکھے۔ چنانچہ آپ کو سزائے موت نہیں دی جا سکتی تھی کیونکہ اس جگہ انتظامات کر لئے گئے تھے جہاں سزائے موت دی جانے والی تھی۔ لیکن آپ نے خود ہی اپنا بچاؤ کر لیا اور پولیس کے چنگل سے نکل گئے۔"

"ایک سوال کر سکتا ہوں مسٹر کومبی؟" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"ضرور۔"

"آپ کو یہ معلومات کہاں سے حاصل ہوئیں۔؟"

"اوہ۔ یہ سوال وقت سے کچھ پہلے کر رہے ہیں مسٹر نواز!" کومبی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ ضروری ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"آپ کی مرضی۔ یہ معلوم کرنے کے بعد آپ کی اس کہانی سے دلچسپی ختم ہو جائے گی۔"

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ براہ کرم آپ اس کی وضاحت کر دیں۔"

"جیسی آپ کی مرضی۔ آپ کو یہ سن کر شاید خوشی ہوگی کہ میں اس خصوصی اسکواڈ کا انچارج ہوں۔"

"آپ؟" میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

"جی ہاں۔"

"گویا آپ۔؟"

"ہاں۔ میں ترلوکا کے خصوصی اسکواڈ کا چیف ہوں۔" مسٹر کومبی نے جواب دیا اور میرا ہاتھ بے اختیار جیب کی طرف رینگ گیا۔ پستول میری جیب میں موجود تھا۔ دوسرے لمحے میں نے اسے باہر نکال لیا۔

"بقیہ کہانی میں ذرا مختلف انداز میں سنوں گا مسٹر کومبی۔" میں نے غراتے ہوئے انداز میں کہا۔

"میرا تعلق ترلوکا کے خصوصی اسکواڈ سے ہے اور ترلوکا نے بلا وجہ یہ منصب مجھے نہیں دیا۔ تمہارے بارے میں مجھے مکمل ہدایات مل چکی ہیں اور میں نے ہر لمحہ تم پر نگاہ رکھی ہے۔ تمہارا پستول اس وقت خالی کر دیا گیا تھا جب تم سو رہے تھے۔"

"اوہ۔" میں نے پستول کے وزن کو محسوس کیا اور پھر اسے میز پر ڈال دیا۔ وہ واقعی خالی تھا۔

"باقی کہانی سنانے کی اجازت ہے؟" کومبی نے کہا۔

"ضرور۔" میں گہری سانس لے کر بولا۔ یہ ذہنی جھٹکا برداشت کرنا بڑا مشکل کام تھا لیکن اب کیا کیا جا سکتا تھا مسٹر کومبی نے کہا۔

"بات یہیں تک محدود نہیں ہے مسٹر نواز۔ ایک نگاہ عقب میں بھی ڈال لو۔" میں چونک کر پلٹا۔ عمارت کے دو ملازم دروازے پر موجود تھے جانے پہچانے لوگ تھے اس سے قبل یہ میری خدمت کرتے تھے۔ لیکن اس وقت دونوں کے ہاتھوں میں سٹین گنیں نظر آ رہی تھیں اور وہ مستعد تھے۔ کومبی نے کہا۔

"آپ مسٹر ہیگن سے ملے معمولی سے کارکن تھے ان کے بعد آپ یہاں پہنچے اور ہمیں بھی آپ کے ساتھ سفر کرنا

پڑا۔ اس کے بعد آپ کی کارکردگی پر نگاہ رکھی گئی۔ مسٹر ویلبی کو آپ کے بارے میں اطلاع دے دی گئی تھی لیکن وہ آپ پر نگاہ رکھنے میں ناکام رہے جس کے نتیجے میں وہ ترلوکا کی نگاہ سے گر گئے۔ ایک بے خبر انسان کو ترلوکا جیسے شخص کا خادم نہیں ہونا چاہیے۔ چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ ویلبی کو اس منصب سے ہٹا دیا جائے۔ آپ کو انہوں نے ——— جہاز سے نیچے پھینک دیا اور میں نے آپ کو بچا لیا اور یہاں لے آیا۔ بینڈلٹ برگ وکٹر ویلبی کے نہیں میرے ساتھیوں میں تھے اور زینتا برگ بھی میرے لئے کام کر رہی تھیں۔ پھر منصوبے کے تحت آپ کو ویلبی کے راستے پر لگا دیا گیا۔ لیکن وکیونگو تہا کی سات گنجوں کا قتل اور مارکوس ٹریلینڈز کی تباہی ہماری غفلت کے نتیجے میں ہوئی میں یہ سوچ کر مطمئن ہو گیا تھا کہ اب آپ میرے قبضے میں ہیں اور میرے بغیر کچھ نہیں کریں گے۔ لیکن آپ نے مسٹر نواز مجھے بتائے بغیر یہ کام کر ڈالا۔ بہرطور یہ نقصان افسوسناک تھا لیکن برداشت کرنا پڑا۔ بینڈلٹ برگ نے آپ کو ویلبی کا پتہ بتا دیا اور آپ نے ویلبی کو ختم کر دیا۔ ترلوکا بہت بڑا انسان ہے وہ کیا کرتا ہے اس کا کسی کو پتہ نہیں چلتا۔ آپ کے لئے اس کی ہدایت ہے کہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

میں سکتے کے عالم میں بیٹھا تھا۔ شدید دکھ تھا اس بات کا کہ کومبی نے مجھے بڑے اطمینان سے بے وقوف بنایا تھا لیکن بہرحال جو ہونا تھا ہو چکا تھا۔

"اب کیا پروگرام ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں آسانی سے آپ کو سان انتونیو پہنچا سکتا ہوں۔"

"اوہ۔ تو اب تم مجھے ترلوکا کے پاس بھجواؤ گے؟" میں نے کہا۔

"ہاں۔ یہ اس کا حکم ہے۔"

"ترلوکا وہاں کیا کر رہا ہے۔؟"

"وہ کیا کرتا ہے کسی کو نہیں معلوم۔"

"تم اس کے غلام کیوں بنے ہوئے ہو۔؟"

"اس لئے کہ اس کی غلامی کسی ملک کا وزیراعظم ہونے سے کہیں بہتر ہے اس کے خادموں کو جو حیثیت حاصل ہوتی ہے وہ بڑے بڑوں کو حاصل نہیں ہوتی۔"

"ٹھیک ہے میں خود بھی اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور وہ تینوں مسکرا دئے۔ زہر لگ رہی تھی ان کی مسکراہٹ مجھے لیکن اس وقت واقعی بے بس تھا۔

زینتا برگ نے کہا۔ "میں آپ کے ساتھ سان انتونیو جاؤں گی مسٹر نواز!"

"کب جانا ہے ہمیں وہاں۔؟"

"ابھی۔ آج ہی۔ یہ معلومات آپ کو فراہم کرنے کے بعد یہ ضروری ہے کہ فوری عمل کیا جائے۔" زینتا برگ نے کہا اور دفعتاً اس نے اپنا داہنا ہاتھ سامنے کر دیا جو میز کے نیچے تھا۔ اس ہاتھ میں لپ اسٹک دبی ہوئی تھی اس نے لپ اسٹک کا نچلا حصہ دبایا اور اس سے ایک دھویں کے رنگ کا غبار سا نکل پڑا جس کا رخ میرے چہرے کی طرف تھا۔ مجھے اپنا سانس بند ہوتا محسوس ہوا تھا۔ میں نے دونوں ہاتھ میز کی سطح پر ٹکا کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن۔ یوں لگتا تھا جیسے میرے ہاتھ میرے شل رہ گئے ہوں۔ پورا بدن بے جان ہو گیا تھا اور اس کے بعد مجھے ہوش نہ رہا۔

جس وقت ہوش آیا تو چاروں طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا ایک لمحے تک تو کوئی احساس نہ ہوا لیکن پھر احساسات جاگنے لگے واقعات یاد آئے اور میں اچھل پڑا۔ پھر میں نے اپنے بدن کے نیچے کی جگہ ٹٹولی۔ کوئی بستر ہی تھا نرم اور آرام دہ بستر۔ اور غور کیا تو ایک تیز ٹھنڈک محسوس ہوئی۔ کانوں میں ائیر کنڈیشنر چلنے کی آواز آ رہی تھی لیکن یہ اندھیرا۔ کیا میں اندھا ہو گیا ہوں۔ روشنی کی کوئی رمق بھی تو نہیں تھی۔

میں نے پاؤں زمین پر رکھے قالین تھا اتر کر کھڑا ہو گیا اور اس جگہ کے بارے میں اندازہ لگانے لگا۔ تاریکی میں سیدھا آگے بڑھا اور ایک دیوار کے قریب پہنچ گیا۔ دیوار ٹٹولی تو سوئچ بورڈ پر ہاتھ پڑا تین بٹن تھے ایک ایک کر کے دبائے تو ایک بٹن سے کمرے میں روشنی ہو گئی۔

ہاں اسے کمرہ ہی کہا جا سکتا تھا لیکن گول اور ناہموار دیواریں قدرتی تھیں یعنی پتھروں کی۔ اور یہ جگہ یقیناً غاروں میں تھی۔ فوراً ہی ایک نام ذہن میں ابھرا۔ سان انتونیو۔ یقیناً مجھے بے ہوش کر کے سان انتونیو میں ہی لایا گیا تھا۔ دل کو ایک عجیب سا احساس ہوا تھا۔ اگر یہ جگہ سان انتونیو ہی ہے تو ممکن ہے زیبی بھی یہاں موجود ہو۔ میں بلاشبہ ترلوکا کی تحویل میں آ گیا تھا۔ کیا وہ آسانی سے زیبی کو میرے حوالے کر دے گا۔ وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ بے شمار خیالات ذہن میں آ رہے تھے۔ غاروں کی یہ دنیا مجھے بڑی عجیب لگ رہی تھی۔ گو پہلی بار اس قسم کے واقعات سے واسطہ نہیں پڑا تھا اس سے قبل بھی بعض اوقات ایسا ہوا تھا لیکن اس بار صورتحال کچھ مختلف تھی۔

میں سوچ رہا تھا کیا اب قبیلہ مجھے زندہ چھوڑ دے گا۔ میرے اور اس کے درمیان ابھی بہت سے حسابات باقی تھے پھر اور زندگی کی اتنی پرواہ نہیں تھی۔ بات صرف تیزی کی تھی اور اس کے لئے مجھے کوئی فیصلہ کرنا تھا۔

کافی دیر تک غار میں کھڑا یہ تمام باتیں سوچتا رہا پھر غور کیا کہ یہ ائیرکنڈیشنر کہاں چل رہا ہے ہوا کہاں سے آ رہی ہے غار کی دیواروں میں مجھے چھوٹے چھوٹے تین تین سوراخ دو تین جگہ نظر آئے اور تیز سرد ہوا انہی جانب سے آ رہی تھی۔ نیچے فرش پر ہوتا سرخ قالین بچھا ہوا تھا جس میں پاؤں دھنسے جاتے تھے۔ ایک جانب بڑی خوبصورت سی ڈائننگ ٹیبل رکھی ہوئی تھی۔ دو آرام کرسیاں پڑی ہوئی تھیں اور ایک پیڈ۔ اس چھوٹے سے گول غار میں نہایت ہی مناسب انتظام کیا گیا تھا۔

پھر مجھے اس کے دروازے کی تلاش ہوئی اور ایک سمت دروازہ بھی نظر آ گیا گول سوراخ تھا جس کے اوپر سیاہ رنگ کا ایک خوبصورت بٹن لگا ہوا تھا۔ میں نے اس کے قریب پہنچ کر بٹن پر انگلی رکھی تو پتھریلا دروازہ اتنا بے آواز کھسکا کہ ہلکی سی سرسراہٹ بھی محسوس نہ ہو سکی۔ گول سوراخ جس کا قطر چھ فٹ سے کم نہیں تھا کھل گیا۔

اس میں سے بآسانی باہر نکلا جا سکتا تھا۔ سوراخ کھلنے کے بعد دوسری طرف ایک روشن جگہ نظر آئی گویا مجھے قید نہیں کیا گیا تھا۔ اگر ان لوگوں نے اس بات کا انتظام نہیں کیا تھا تو پھر مجھے کیا پڑی تھی کہ اس غار میں چھپا ہوا سڑتا رہتا۔ چنانچہ میں باہر نکل آیا۔

یقیناً رات کا وقت تھا اور رات بھی کافی آ چکی کہ شاید اس کا دوسرا پہر گزر چکا ہو۔ کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا تو دو بجے تھے میرا اندازہ درست تھا۔

غار کے باہر ایک طویل سی راہداری تھی جسے راہداری کہا جا سکتا تھا ورنہ درحقیقت وہ ایک سرنگ سی تھی۔ سرنگ کے دونوں طرف پتھریلی اور سپاٹ دیواریں تھیں۔ البتہ چھت پر تقریباً دس فٹ کی بلندی پر بلب لگے ہوئے تھے ہر بلب تقریباً دو سو واٹ کا تھا اور ان سے تیز روشنی ہو رہی تھی۔

سرنگ کا اختتام ایک بڑے سے ہال میں ہوا تھا جہاں روشنی تھی یہ ہال بھی قدرتی غار میں تھا۔ سامنے بھی ایک دروازہ نظر آ رہا تھا میں تجسس میں ڈوبا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا اور پیچ در پیچ راستوں سے گزرتا ہوا بالآخر ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں اس غاروں کی دنیا کا آخری دروازہ تھا۔ تازہ ہوا کے جھونکے اندر آ رہے تھے۔ اب تک مجھے کوئی انسان نہیں ملا تھا جس پر مجھے حیرت ہوئی تھی۔ لیکن اتنی آزادی سے میں یہاں آ گیا تھا۔ یہ انوکھی بات تھی۔

چنانچہ باہر نکل آیا۔ سر پر تاروں بھرا کھلا آسمان تھا چاند نہیں نکلا تھا اس لیے بس تاروں کی مدھم روشنی میں پہاڑ دیو زادوں کی مانند نظر آ رہے تھے۔

جگہ جگہ روشنیاں جھلک رہی تھیں۔ ایک عجیب سی آواز کانوں میں آ رہی تھی۔ ہاں یہ آواز اس وقت مجھے عجیب سی لگی تھی حالانکہ ایک طویل عرصہ اس آواز سے میرا واسطہ رہا تھا۔ یہ گٹار کی آواز تھی۔

نہ جانے اس آواز نے کیا سحر طاری کیا مجھ پر کہ اس کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جگہ جگہ آوارہ گردوں کے گروہ نظر آ رہے تھے۔ چرس اور دوسری منشیات کی بو فضا میں رچی ہوئی تھی پرانی یادیں تازہ ہونے لگیں۔ اس ماحول ان آوازوں نے مجھے پھر یاد دلا دیا تھا۔ ماضی کے اوراق کھلنے لگے تھے۔

دل میں ایک عجیب احساس لیے آگے بڑھتا گیا اور اس جگہ پہنچ گیا جہاں آوارہ گرد نشے میں ڈوب کر رقص کر رہے تھے درمیان میں ایک سوکھا مدقوق سا شخص گٹار بجا رہا تھا۔ میں ان کے درمیان آ کھڑا ہوا۔ کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی تھی۔ میں کھڑا گٹار سنتا رہا۔ پھر نہ جانے دل میں کیا آئی کہ آگے بڑھ کر میں نے گٹار بجانے والے کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"لاؤ گٹار مجھے دے دو۔" میں نے کہا۔

"ضرور لو۔" اس نے خوش اخلاقی سے کہا اور گٹار میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ آوارہ گرد رک کر مجھے دیکھنے لگے تھے۔ میں نے گٹار کے تار چھوئے۔ انہیں ترتیب دیا۔ اور پھر یہ سوال پھر اٹھا ایک نغمہ گٹار سے پھوٹ پڑا۔ میں اس نغمے میں گم ہو گیا اس سے قبل بھی گٹار بجایا تھا۔ ماہر تھا میں اس فن کا لیکن آج جو نغمہ میں نے اس گٹار پر بجایا اس سے قبل کبھی نہ بجایا تھا۔ آج میرا دل رو رہا تھا میں ٹوٹا ہوا تھا۔ میں قیدی تھا چنانچہ گٹار رو رہا تھا اور آوارہ گرد ساکت تھے۔

میں گٹار بجا رہا تھا مست ہو گیا تھا اس کی دھن میں پھر میں اس وقت چونکا جب کسی نے گٹار کے تاروں پر ہاتھ رکھ دیا۔

ایک نوجوان لڑکی تھی حسین خدوخال کی مالک۔ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "لاؤ گٹار مجھے دے دو۔ کتنا رلاؤ گے۔"

اس نے گٹار میرے ہاتھ سے لے لیا

"رلانے والے کہاں سے آ گیا تو؟" ایک طرف سے آواز ابھری۔ "ہم پیاسا ہوئے تھے تو رو رہے تھے۔ ہوش سنبھالا تو رو رہے تھے ہم نے بڑی مشکل سے آنسو روکے تھے۔ تو نے ہمیں پھر رلا دیا کون ہے تو۔" ایک اور آواز ابھری۔

"آج تو نے ہمیں غمزدہ کر دیا۔"

"کون ہے تو۔"

"موسیقی کے دیوتا۔ ہمارے ڈوبے ہوئے دلوں کو تازہ کر دے ایک نغمہ ہمارے لئے۔"

"ایک نغمہ ہمارے لئے۔"

چاروں طرف سے آوازیں ابھرنے لگیں۔ میں سنبھل گیا خواہ مخواہ جذباتی ہو گیا تھا۔ واقعی اپنے ساتھ ان بے چاروں کو رلانے سے کیا فائدہ۔ میں اب اس منزل میں کہاں تھا کچھ سوچا اور گٹار لڑکی کے ہاتھ سے لے لیا۔

مجھے یقین نہیں تھا کہ گٹار پر میری انگلیاں اب بھی اسی انداز میں چل سکتی ہیں۔ میں نے ایک نغمہ چھیڑا۔ ایک مست کن نغمہ۔ اور ذرا سی دیر میں آوارہ گردوں پر سرور چھا گیا وہ خوشی سے رقص کرنے لگے۔ چاروں طرف سے سسکاریاں ابھر رہی تھیں۔

وہ لڑکی میرے شانے سے شانہ لگائے کھڑی تھی اس کی آنکھوں میں حیرت کی چمک تھی۔ دیر تک میں گٹار بجاتا رہا۔ میں نے وہ کیا دھن شروع کر دی تھی جو میری ہی پیدا کردہ تھی۔ پھر میں نے گٹار اس شخص کے حوالے کر دیا جس سے لیا تھا۔

"نہیں فنکار۔ یہ میرا نہیں ہے۔" وہ عاجزی سے بولا۔

"کیا مطلب۔"

"یہ گٹار میرا نہیں ہے۔ اب تک اس نے یہ سحر نہیں پھونکا تھا۔ اس نے اپنے نغمے چھپا رکھے تھے مجھ سے۔"

"کیا نام ہے تمہارا۔"

"جونس الباغو۔"

"ڈیئر جونس۔ ان تاروں کو اپنا پیار دے دو یہ تمہارے لئے نغمے تخلیق کریں گے۔ تمہارے پیار میں کمی ہو گی۔"

"وہ پیار کہاں ہے۔"

"تمہارے دل میں۔ اپنا دل ان تاروں میں شامل کر دو تمہیں مایوسی نہ ہو گی۔"

"میں اسے تمہارا عطیہ سمجھ کر وصول کرتا ہوں۔" اس نے کہا اور بڑی عقیدت سے گٹار میرے ہاتھوں سے لے لیا۔

میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ وہ میرے بارے میں تعریفی فقرے کہہ رہے تھے۔ کافی دور چل کر میں نے محسوس کیا کوئی میرے پیچھے آ رہا ہے۔ پلٹ کر دیکھا تو وہی لڑکی تھی جس نے گٹار میرے ہاتھ سے لے لیا تھا۔

"ہیلو۔" میں رک گیا اور وہ خاموشی سے میرے قریب آ گئی۔ "کیا بات ہے۔"

"میرا دل تمہاری انگلیوں میں رہ گیا ہے۔ واپس کر دو گے۔" وہ بولی۔

"نہیں بے بی۔ زندگی خوابوں کا نام نہیں ہے۔"

"خواب تو زندگی ہوتے ہیں۔ میں نے ہمیشہ تمہارے خواب دیکھے ہیں۔"

"زندگی جاگتی آنکھوں میں بستی ہے۔ خواب دھوکہ ہوتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"میں دھوکہ کھانا چاہتی ہوں۔"

"ہوش آئے گا تو ختم ہو جاؤ گی۔"

"ہوش میں نہیں آؤں گی۔" اس نے کہا اور میں اسے دیکھنے لگا پھر آگے بڑھ گیا۔ وہ میرے ساتھ آ رہی تھی۔

"کیا نام ہے۔"

"گیتلو۔" اس نے کہا۔ میں ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ وہ میرے پیروں کے پاس بیٹھ گئی تھی۔

"تنہا ہو۔"

"ہاں۔"

"یہاں کب سے ہو۔"

"ایک ماہ سے۔ ایک ٹولی کے ساتھ آئی تھی۔ یہاں ہرے کرشنا ہرے راما کا سب سے بڑا اجتماع ہوتا ہے۔"

"کیا نام ہے اس جگہ کا۔ کونسی جگہ ہے یہ۔"

"تم نہیں جانتے۔"

"تم بتا دو۔"

"سان اختوبیو۔" اس نے کہا اور میں ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔ شبہ تو پہلے بھی تھا لیکن اب یقین ہو گیا تھا۔

●

مسئلہ ان لوگوں کے بارے میں میری معلومات نہ ہونے کے برابر تھی گیتو سے اس سلسلے میں معلومات حاصل کر سکتا تھا لیکن جو کچھ بھی کرنا تھا سوچ سمجھ کر کرنا تھا۔ پہاڑی غار میں جہاں مجھے

ہوش آیا تھا میری ضروریات کا تمام سامان موجود تھا اور اس کے بعد مجھ پر کوئی پابندی نہیں لگائی گئی تھی تیز ترلوکا کے بارے میں تو کچھ پتا تھا اس سے یہ اندازہ تو بخوبی ہو گیا تھا کہ وہ اپنی دنیا کا معروف ترین آدمی ہے اور کسی کو کسی خاطر میں نہیں لاتا۔ میرے ساتھ اس نے جو بے تکا کھیل شروع کیا تھا اگر وہ چاہتا تو جس طرح زیدی کو اغوا کیا تھا اسی طرح ہم دونوں پر گولیوں کی بارش بھی ہو سکتی تھی اور یوں اس کے دشمن راجہ نواز اصغر کا کھیل ختم ہو جاتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا تھا میں اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ مجھ سے انتقام لینا چاہتا ہے اور شاید یہ انتقام اسی طرح ہو کہ مجھ اپنی شخصیت سے ہی محروم ہو جائے اور میں خود کو اس کے سامنے ایک حقیر اور لاچار انسان کی حیثیت سے پیش کروں یقیناً ایسی ہی بات تھی اور اس لیے اس نے مجھے خوفناک نئے نئے جال بچھائے تھے۔ مجھ میں نہیں آیا تھا اب کیا کروں۔ میں نے سوچا کہ اپنی انا کو برقرار رکھنا ضروری نہیں ہے یہاں اس ماحول میں آنے کے بعد یہ تو دیکھا جائے کہ ترلوکا کتنے پانی میں ہے اور اس کے لیے میں نے اپنے دل میں یہی فیصلہ کیا کہ میں یہاں ایک انسان کی حیثیت سے رہوں گا۔ نواحی علاقے کافی سرسبز و شاداب نظر آ رہے تھے۔

سامان ان تو کا یہ حلقہ صرف پہاڑیوں پر ہی مشتمل نہیں تھا بلکہ یہاں آوارہ گردوں کے لیے کچھ بھی بنائی گئی تھی اور پختہ دو ایک جگہ سڑک بھی نظر آ رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ اس سڑک کی طرف نکلا جائے پتہ تو چلے کہ ترلوکا مجھے کہاں تک قید رکھنا چاہتا ہے یا اس نے مجھے ذہنی طور پر معطل کرنے کے لیے کچھ اور انتظامات بھی کیے ہیں۔ چنانچہ میں مجوزہ سے تھا میں دیر تک گفتگو کرنے کے بعد میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ چیتو نوجوان تھی گیتوں سے پیار کرتی تھی اور میرے گرد اس کی کشش لیے میرے نزدیک سے آئی تھی۔ اس سے جان چھڑانے کے لیے مجھے کافی محنت کرنا پڑی اور اس کے بعد میں سڑک کی سمت نکل آیا۔ میں نے سڑک کے کنارے کنارے سفر شروع کر دیا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ سڑک کہاں جاتی ہے ممکن ہے یہ مجھے کسی آبادی تک لے جائے ممکن ہے یہاں سے نکل لینے کا مجھے راستہ ہی مل جائے۔ بھٹک لینا پڑے لیکن تجربات تو اب زندگی میں شامل ہو گئے تھے اس سے آگے جو کچھ بھی ہو گا دیکھا جائے گا۔ میں چلتا رہا ذہن کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ کوئی فکر خود پر مسلط نہیں کی تھی بس میں نے محسوس کر لیا تھا کہ میں ایک آوارہ گرد ہوں، دنیا کے جھمیلوں سے آزاد کھانے پینے کے لیے بھی کوئی چیز نہیں تھی لیکن مجھے کوئی فکر نہیں تھی اب بھوک کا کوئی احساس نہیں تھا۔ سڑک کے دونوں جانب درخت نظر آ رہے تھے جہاں پھل لگے ہوئے تھے۔ میں نے اطمینان سے پھل کھائے اور وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ ابھی تک مجھے کسی نے روکنے کی جدوجہد نہیں کی تھی

تا حد نگاہ خشک پہاڑ اور ویرانے نظر آ رہے تھے۔ کوئی سواری مجھے سڑک پر چلتی ہوئی نظر نہیں آئی تھی۔ یہاں تک کہ کافی وقت گزر گیا۔ بھوک لگ رہی تھی کیونکہ اس دوران کھانے پینے کا کوئی تذکرہ نہیں ہوا تھا۔ بہر طور غم کھانے کے علاوہ اور کیا کیا جا سکتا تھا۔ سفینہ زیدی کا تصور آیا تو میں نے اپنے ذہن کے تمام راستے بند کر لیے۔ اس وقت اسے یاد کرنا مناسب نہیں تھا۔ ترلوکا نے مجھے اپنے مدمقابل طلب کر لیا تھا اور اب جو کچھ کیا جاتا تھا وہ اس طرح کیا جاتا تھا کہ ترلوکا خود ہی بے بسی کا شکار ہو جائے۔

نہ جانے کتنا وقت مزید گزر گیا پھر دائیں ہاتھ پر ایک پہاڑ نظر آیا جس کی چوٹی پر سفید برف جمی ہوئی تھی لیکن مجھے پہاڑ کے دامن میں کچھ سبز جھاڑیاں بھی نظر آئیں۔ مخصوص انداز کی سبز جھاڑیاں تھیں۔ پیاس شدید لگ رہی تھی میری نگاہیں پانی کی تلاش میں بھٹکنے لگیں بہر طور میں نے سڑک چھوڑ دی۔ وہاں سبز جھاڑیوں کی جانب قدم بڑھا دیے۔ چوٹی کے ایک مخصوص حصے تک پہنچنے کے لیے کافی سبز جھاڑیاں طے کرنی پڑی تھیں۔ مشکل چڑھائی تھی لیکن میں اوپر پہنچ گیا۔ اوپر پہنچنے کے بعد مجھے ایک دلچسپ جگہ نظر آئی۔ ایک چٹان سائبان کی طرح جھکی ہوئی تھی اور اس کے نیچے کافی ٹھنڈک تھی۔ میں اس مسطح جگہ بیٹھ گیا۔ سب یوں لگتا تھا جیسے کوئی بہت تھکا ہوا مسافر ہو۔ تقریباً ایک گھنٹہ آرام کرنے کے بعد میں اٹھا اور پھر اپنے سفر پر روانہ ہو گیا۔ عجیب بات تھی گویا ترلوکا نے مجھے پوری آزادی دی تھی۔ میں سست رفتاری سے چلتا رہا۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی سورج چھپ گیا بہت دور سے آسمان پر بادلوں کے ٹکڑے جمع ہونا شروع ہو گئے تھے جس کی وجہ سے دھوپ کی شدت کم ہو گئی تھی۔ اب میرے دونوں سمت ہری گھاٹیاں شروع ہو گئی تھیں البتہ یہ سڑک سیدھی اور ہموار چلی رہی تھی۔ پھر کانوں کو ایک عجیب سی آہٹ کا احساس ہوا۔ غالباً کسی گاڑی ہی کے انجن کی آواز تھی۔ اتنے طویل سفر کے دوران پہلی بار اس سڑک پر کسی گاڑی کے انجن کی آواز سنائی دی تھی۔ میں مڑ کر دیکھنے لگا ایک خوبصورت کار تھی جس کے انجن کی آواز بہت مدھم تھی۔ اطراف کے سناٹے میں یہ آواز سنائی دے رہی تھی۔ میں رک کر اسے دیکھنے لگا۔ جھٹپٹا ہو چکا تھا اس لیے ڈرائیو کرنے والے کی شکل نظر نہیں آ رہی تھی۔ لیکن بہر طور وہ میرے قریب آتی جا رہی تھی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔ میں نے اس پر نگاہ ڈالی لیکن رکنے یا لفٹ لینے کی کوشش نہیں کی۔ وہ میرے قریب سے آگے بڑھ گئی لیکن پھر تھوڑی دور جانے کے بعد رک گئی۔ میں یونہی آگے بڑھتا رہا تھا۔ کار رکی ہوئی تھی اور میں بالکل نزدیک پہنچ گیا۔ ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں بے شمار خیالات آئے۔ اتنی دیر کے بعد اور اتنے طویل سفر کے بعد یہ گاڑی ادھر سے گزری ہے یقیناً ان لوگوں نے

بھی نظر انداز کر دیا ہے۔ ممکن ہے کسی خاص ذریعے سے نگاہ رکھی جا رہی ہو اور اب وہ مزید کوئی قدم اٹھانے کے خواہش مند ہوں۔ فیصلہ تو کر ہی چکا تھا۔ خود کو اس طرح معصوم بنا کر ترلوکا کو اپنے راستے کی تمام مزاحمتیں ختم ہونے کا احساس ہو جائے وہ محسوس کرے کہ میں گویا اس کی دعوت پر یہاں پہنچا ہوں اور یہیں سے زندگی گزار رہا ہوں۔ بہر طور میں ٹھہر گیا۔ کار کی کھڑکی سے کسی نے منہ نکال کر میری طرف دیکھا اور میں دو قدم آگے بڑھ گیا۔ کار کے اندر جو کوئی تھا اس کے حلق سے ایک ہلکی سی آواز نکل گئی۔ وہ ایک خوبصورت نقش و نگار والی لڑکی تھی جس کے بال گہرے سنہرے تھے اور اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ جرمن نسل سے تعلق رکھتی ہے۔

"ہیلو!" اس نے شیریں آواز میں کہا۔

"ہیلو!" میں نے بھی اسی انداز میں جواب دیا۔

"آوارہ گرد؟" اس نے شاید مجھے کوئی آوارہ گرد ہی سمجھا تھا اور اس سے اختیار کر لیا تھا کیونکہ ان علاقوں میں ہپیوں کی گزر اس نے برابر کا دروازہ کھول دیا اور میں اطمینان سے اندر داخل ہو کے برابر کی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اندر پہنچ کر میں نے دیکھا کہ وہ لباس پہنے ہوئے تھی شانوں پر سمور کی کھال پڑی ہوئی تھی حیرت انگیز طور پر اس کے بال چھوٹے چھوٹے جرمن لڑکیاں بال بہت کم رکھتی ہیں۔ بدن سے کوئی اعلیٰ قسم کی خوشبو اٹھ رہی تھی میرے اندر بیٹھنے کے بعد اس نے کار آگے بڑھا دی۔

"کہاں سے آ رہے ہو؟" تھوڑی دور چلنے کے بعد اس نے بالوں کو جھٹکتے ہوئے کہا۔

"سامان ان تو سے۔" میں نے جواب دیا۔

"کہاں ہے؟"

"سامان ان تو میں۔" میں نے پھر کہا اور وہ ہلکا سا قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

"کیوں۔ اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

"اس سے پہلے ان علاقوں میں نہیں آئے شاید" اس کے لہجے میں شرارت آمیز مسکراہٹ تھی۔

"نہیں اب پہلی بار آیا ہوں"

"اسٹیل۔ میرا نام اسٹیل ہے"

"شکریہ مس اسٹیل۔ میرا نام فرشند ہے"

"اوہ اچھا اچھا مسٹر فرشند۔ آپ ان علاقوں میں شاید نئے ہیں"

"میں بھی معلوم کرنا چاہتا ہوں آپ نے یہ الفاظ کیوں کہے"

"اس لیے کہ سامان ان تو کوئی محدود علاقہ نہیں ہے۔ آپ اگر چار دن اور چار رات اسی طرح سفر کرتے رہیں تب بھی سامان ان تو کی مکمل وسعتوں میں نہیں گھوم سکتے۔"

"اوہ یہ بات ہے۔" میں ہنس پڑا۔

"تو اب بتائیے آپ نے کیوں کہا کہ آپ سامان ان تو سے آ رہے تھے۔"

"دراصل میں جن پہاڑیوں میں موجود تھا میں انہیں ہی سامان ان تو کی پہاڑیاں سمجھتا تھا۔"

"کوئی کیمپنگ ہو گی شاید" لڑکی نے کہا۔

"شاید۔"

"ویسے آپ مجھے تارک الدنیا معلوم ہوتے ہیں مسٹر فرشند۔"

"نہیں۔ گم کردہ دنیا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور ایک لمحے کے لیے اس کا پاؤں ایکسیلیٹر سے ہٹ گیا۔ پتہ نہیں یہ کوئی اضطراری کیفیت تھی یا صرف اتفاق۔ کیونکہ دوسرے لمحے گاڑی نے پھر موشن بنا لیا تھا۔

"عجیب جواب دیا تھا آپ نے۔ آوارہ گردوں کا عموماً خیال تو نہیں ہوتا۔"

"میں نہیں جانتا کہ لوگ کس کس انداز میں سوچتے ہیں۔ میں صرف حالات کا قائل ہوں حوادث کا قائل ہوں ہمارا رشتہ صرف ماحول سے ہے ہم حالات کے ہاتھوں کی کٹھ پتلیاں ہیں نظر نہ آنے والے تاروں کی حرکت سے متحرک۔ خود ہماری اپنی کوئی حیثیت نہیں۔ ہم وقت کے غلام ہیں اور غلاموں کی سوچ اپنی نہیں ہوتی۔ میں نے جسے کچھ کہا کہ میں تارک الدنیا نہیں گم کردہ دنیا ہوں تو میں نے خود اپنی منزل کھو دی ہے اور اب مجھے خود پتا نہیں کہ کس سمت جانا ہے۔ صحیح بات تو یہ ہے مس اسٹیل کہ زندگی صرف ایک سفر ہے۔ سفر کے مختلف انداز ہوتے ہیں۔ ایک مختصر زمین کے چھوٹے سے مکان میں رہ کر بھی سفر جاری رہتا ہے اور دنیا گردی میں بھی سفر کے راستوں سے گزر کر بھی بالآخر یہ سفر ختم ہو جاتا ہے اور زندگی شاید کسی کی دوسری منزل ہے۔ میں کیا سوچتا ہوں۔"

"فلاسفر ہو۔" وہ ہلکے سے مسکرائی۔

"زندگی کا فلسفہ یکساں ہی ہے۔ تم مجھے اپنی زندگی کے بارے میں بتاؤ کیا تمہاری زندگی کے سفر کا رخ کسی اور جانب ہے یا تم ساکت ہو"

"مجھے بوجھل باتیں ناپسند ہیں۔" وہ بولی۔

"اوہ۔ معافی چاہتا ہوں۔ واقعی لڑکیوں کو ایسی بوجھل باتوں سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔"

"میں لڑکی ضرور ہوں لیکن جاہل نہیں ہوں۔ البتہ مجھے گھٹے گھٹے ماحول کی باتیں پسند نہیں ہیں۔ شاید تمہاری زندگی کے ساتھ کوئی گہری کہانی وابستہ ہے۔"

"انہیں تمام کہانیاں بھول چکا ہوں۔ صرف یہ سڑک یاد ہے جو سیدھی چلی جا رہی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس سڑک کے راستے کس کس طرف منقطع ہوتے ہیں۔"

"آگے ایک بستی ہے۔ گرینو۔ خوبصورت علاقہ ہے۔ تمہیں پسند آئے گا۔"

"تم کہاں جا رہی ہو۔؟"

"بس یوں سمجھو فی الحال گرینو تک لیکن یہ بھی ممکن ہے اس سے آگے بڑھ جاؤں۔"

"تم بھی آوارہ گرد ہو۔"

"ہاں یہ سمجھ سکتے ہو تمہارے فلسفے کی زبان میں، میں بھی آوارہ گرد ہی ہوں۔" اس نے گول مول سا جواب دیا۔ میں اس جواب کو بخوبی سمجھتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ کون ہے لیکن خود کو بہلا دینے کے لیے میں اس سے احمقانہ گفتگو کر رہا تھا۔ اور اگر یہ عقل مند ہے اور میرے بارے میں جانتی ہے تو اس کے دل میں بھی یہ خیال ہو گا کہ میں اتنا احمق نہیں ہوں کہ اس کی شخصیت کو سمجھ سکوں تاہم میرا اضطراب بھی وہی ہے کہ حالات کو سطحی نگاہ سے دیکھو اور نظر انداز کرتے رہو۔

"تمہارا شکریہ کہ تم نے اپنی کار میں مجھے کسی آبادی تک جگہ دی۔"

"اگر ہو سکے تو بتانا ایک میل پہلے ایک خوبصورت جھیل ہے۔ دراصل تم نے مجھے میرے سوالوں کا جواب نہیں دیا ویسے یہ جواب مجھے خود مل گیا ہے۔"

"بڑی اچھی بات ہے لیکن میں تمہارے الفاظ کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔"

"میں نے کہا نا تم سے نہ پوچھ رہی کہ سیاح ہو تو تم کیا جانتے ہو لیکن اس سے پہلے ہی تم نے مجھ سے ایک بات کہی تھی جس سے میں سمجھ گئی کہ ان علاقوں کے بارے میں تمہاری معلومات نہ ہونے کے برابر ہے۔ ویسے تم ذرا مختلف قسم کے انسان معلوم ہوتے ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"اس سے قبل بھی میں کئی آوارہ گردوں کو لفٹ دے چکی ہوں۔ وہ سب کے سب زندگی کے لطف میں ڈوبے ہوئے دنیا سے بیزار ظاہر ہے جرم لیکن تمہاری یہ خوبی ہے کہ تم ان آوارہ گردوں کی طرح گندے نہیں ہو۔ ان میں سے بعض تو ایسے تھے کہ مجھے اپنی حماقت پر شرمندہ ہونا پڑتا تھا۔"

وہ ہنسنے لگی۔ پھر اس نے ایک خوبصورت جگہ گاڑی روک دی۔ سامنے ہی ایک خوبصورت جھیل نظر آ رہی تھی جس کے کنارے درختوں میں گھرے ہوئے تھے۔ اس نے دونوں بازو پھیلا کر اور پاؤں پھیلا کر ایک انگڑائی لی اور آہستہ سے بولی۔

"خوب تھک گئی ہوں لیکن ابھی تھوڑی دیر کے بعد چاند نکل آئے گا اور یوں محسوس ہو گا کہ یہ جھیل اس چاندنی کا ایک ٹکڑا ہے۔ ساری جھیل چاندنی سے جگمگا اٹھے گی تو ماحول میں پھول ہی پھول کھل جائیں گے اور اس وقت یہ علاقہ اتنا خوبصورت ہو جائے گا کہ تم تصور نہیں کر سکتے۔"

"ہوں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ دفعتاً وہ چونک کر بولی۔

"بھوکے ہو؟" میری آنکھوں میں مسکراہٹ آ گئی۔

"محسوس تو یہی ہوتا ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ! ایک منٹ۔" وہ دروازہ کھول کر نیچے اتر گئی۔ کار کی ڈگی میں کھانے کی کافی لسٹ تھی اور پوری ڈگی بھری ہوئی تھی۔ خوراک کے ڈبے پیٹرول کے ٹن اور نہ جانے کیا کیا۔ اس نے بڑی پھرتی سے خوراک کے چند ڈبے ڈبل روٹی اور پانی کا ٹن نکال لیے اور پھر ایک چھوٹی سی دری نکالی اور اسے قریب ہی زمین پر بچھا دیا۔

"بیٹھو۔" وہ بے تکلفی سے بولی۔ اور پالتی مار کر بیٹھ گئی۔ ابھی چاند نہیں نکلا تھا لیکن ستاروں کی مدھم روشنی میں اس کے خدوخال بے حد حسین نظر آ رہے تھے۔ وہ ٹن کے ڈبے کاٹنے لگی۔ میں نے کٹر اس کے ہاتھ سے لیا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ اور پھر وہ مسکرا پڑی۔

"کیوں؟" میں نے ایک ڈبہ کھولتے ہوئے پوچھا۔

"اگر تم موجود نہ ہوتے تو مجھے ہی یہ کام کرنا پڑتا۔ دراصل مرد خود کو عورت سے برتر سمجھنے کا عادی ہو چکا ہے۔ اچھے اور برے انداز میں وہ خود کو عورت پر فوقیت دیتا ہے اور اس برتری پر وہ مطمئن ہوتا ہے۔ حالانکہ عورت جسمانی طور پر مرد سے طاقت ور ہے۔"

"ہاں میں اسے تسلیم کرتا ہوں۔" میں نے شرارت بھرے انداز میں کہا۔ اور اس طرح وہ مجھے دیکھنے لگی جیسے میرا جملہ سمجھ نہ پائی ہو۔ پھر بے حد خاموشی سے ڈبے کھول کر اس کے سامنے رکھے تو وہ بول پڑی۔

"تم کچھ بہکے بہکے لگ رہے ہو۔"

"نہیں میں اعتراف کر چکا ہوں۔" میں نے شرارت سے کہا۔

"تم نے عورت کی جسمانی قوت کو تسلیم کیا تھا آخر کیوں؟"

"بھوک کی شدت۔ بیکار باتیں ہیں۔" میں نے کہا۔ اور دفعتاً وہ ہنس پڑی۔

"اوہ۔ اوہ۔ اب بھی میں۔ اب بھی۔ بڑی دلچسپ بات ہے۔"

"ویسے کیا شکل تم مجھ سے متفق نہیں ہو؟"

"ابھی میں اس سلسلے میں تجربات نہیں رکھتی۔" اس نے کہا۔ چند لمحے کھانے کے بعد ہم نے سرکا کافی پی اور خالی ڈبے ایک طرف اچھال دیئے۔ پھر کچھ سوچ کر جانا خالی ادھر تک بس سرہانے بچا ہوا سامان بھی رکھ دیا گیا۔ لڑکی نے ایک کارتوس نما سگریٹ کا پیکٹ نکال لیا اور میری طرف بڑھا کے بولی۔

"پیتے ہو۔"

"نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"بدقسمتی سے پیتا نہیں ہوں۔"

"بڑے بھولے ہو۔" اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے لیکن میں پیتا نہیں ہوں۔"

"تعجب کی بات ہے، ویسے میں بھی پیتی ہوں۔" اس نے کہا اور کش لینے لگی۔ چرس کی ہلکی ہلکی بو فضا میں پھیل گئی تھی۔ سنہری کرنوں کے شیشے چڑھا کر چاند نے آگ لگا دی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی تھا۔ ہم دونوں جھیل کے کنارے کنارے چہل قدمی کرنے لگے۔ پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"ان آوارہ گردوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ آوارہ گردی زندگی سے اکتاہٹ ہے یا زندگی کی تشنگی کی عکاسی کرتی ہے؟"

"پتہ نہیں۔ لیکن یہ لوگ انسانی تہذیب کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ پچھلے دور کا انسان زیادہ مہذب اور امن پسند تھا اور اس دور کا انسان غیر مہذب اور وحشی ہے۔ موجودہ تہذیب دولت کی تہذیب ہے۔ یہ خود کو فریب دیتے ہیں۔ لذت اندوزی کو غرق کر کے اپنے آپ کو بھول جانے کے خواہش مند ہوتے ہیں مگر یہ دنیا ہے۔ اپنے آپ کو ہم آہنگ نہیں کر سکتے۔ اسی طرح آنکھیں بند کر لینے پر انحصار کرتے ہیں۔ حالانکہ آنکھیں بند کر لینے سے قدریں نہیں بدل جاتیں۔ تبدیلی سوائے اس کے کہ انسان دنیا سے الگ ہو جاتا ہے۔"

"صحیح کہا تم نے۔ بڑی خوبصورت بات ہے۔ میں خود بھی ان لوگوں میں نہیں ہوں کیا ضرورت ہے کہ سر جھاڑ منہ پہاڑ بنا کر دنیا بھول کر سڑکوں پر بنگلوں میں شہروں میں آوارہ پھرو۔ بھوکے پیٹ رہو، چرس کے کش لگاتے رہو اور بالآخر خود کو ایک نسل کہلو۔ میں تو اس نسل کو بدترین نسل تصور کرتی ہوں۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہم دونوں کافی دیر تک جھیل کے کنارے چہل قدمی کرتے رہے اور پھر پہاڑوں کی اوٹ سے چاند نے سر ابھارا اور پھر مسکراتا ہوا ابھر آیا۔ اس کی حسین روشنی نے بہت کچھ منور کر دیا۔ تاریکی چھٹی اور مناظر جاگ گئے لیکن اس کے ساتھ ہی کہیں سے سازوں کی آواز ابھری اور ہم دونوں چونک پڑے۔ گٹار کی آواز تھی بے ہنگم اور بے سری۔

"یہ کون ہے؟" میرے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ وہ ہلکی سی مسکرانے لگی تھی۔

"تمہارے خیال میں کون ہو سکتا ہے؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے۔ یہاں تو اس جھیل اور جھیل کے اطراف بکھرے ہوئے درختوں کے علاوہ کچھ نظر نہیں آ رہا۔"

"گویا تمہارے خیال میں یہ کوئی آفاقی نغمہ ہے۔" اس نے سوال کیا۔ "روحوں کی کارستانی۔ ویسے کیا تم روحوں پر یقین رکھتے ہو؟"

"روح ہی تو کائنات کی سب سے لطیف شے ہے۔ بھلا روح پر کون یقین نہیں رکھتا۔"

"ویسے یہ مجھے اسی نسل کے لوگ معلوم ہوتے ہیں۔ ان اطراف میں جگہ جگہ بکھرے ہوئے ہیں۔ ان کے لیے کوئی بھی جگہ ان کی پسند کی ہو سکتی ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ آبادیاں قریب ہوں۔ ویسے گرینو میں کئی منشیات کے اڈے موجود ہیں اور وہاں سے ہی انہیں منشیات حاصل ہو سکتی ہے۔ آؤ چلیں دیکھیں یہ کیسے بھی ہوتے ہیں انہیں دیکھ کر لطف آتا ہے۔" میں اس کے ساتھ ساتھ چل پڑا۔ ہم دونوں اس آواز کی سمت بڑھ رہے تھے۔ میں سست رفتاری سے چل رہا تھا۔ اس بات پر اس نے مجھے چونک کر دیکھا اور ہنستے ہوئے بولی۔

"تمہارے قدموں میں روانی نہیں ہے۔ تم واقعی شاید روحوں کی حقیقت پر غور کر رہے ہو۔" میرے ہونٹ سکڑ گئے لیکن پھر میں نے خود کو سنبھال لیا اور خاموشی سے اس کے ساتھ آگے بڑھتا گیا۔ اس نے صحیح سمت کا رخ کیا تھا تقریباً دو فرلانگ چلنے کے بعد ہمیں کچھ روشنی نظر آئی۔ راستے میں اس کے بعد کوئی منظر نہیں تھا اور روشنی میں لگا ہمیں جہاں سے آگے بڑھتے رہے۔ وہاں مشعلیں جل رہی تھیں اور اس روشنی میں آوارہ گردوں کا ایک ہجوم نظر آ رہا تھا۔ مرد تھے، عورتیں اور عورت نما مرد۔ وہ مگن رہے تھے۔ قہقہے لگ رہے تھے۔ فضا میں غلیظ دھواں گھومتا تھا اور چاندنی دھوئیں کو کاٹ رہی تھی۔ ہماری طرف کسی نے توجہ نہیں دی۔ یہاں کوئی کسی کی طرف توجہ نہیں دیتا تھا۔ اطراف میں چھوٹے چھوٹے خیمے بکھرے ہوئے تھے۔ ہم دونوں بھی ایک خیمے کے نزدیک بیٹھ گئے۔ اس طرف کوئی مشعل روشن نہیں تھی۔ ہم ان لوگوں کو دیکھنے لگے ایک بڑا

قد اور آوارہ گرد گٹار بجا رہا تھا اور جھوم رہا تھا۔ دوسرے آوارہ گرد رقص کر رہے تھے۔ دفعتاً شنگی نے میری طرف دیکھا اور بولی۔

"تمہیں موسیقی سے دلچسپی ہے؟"

"کیوں آپ نہیں موسیقی سے ناپسندیدگی ہے؟"

"مجھے گٹار بہت پسند ہے لیکن یہ آدمی بالکل اناڑی ہے یا پھر اسے گٹار بجانا نہیں آتا۔"

"تمہیں گٹار پسند ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بے حد۔ میں خود بھی بجاتی ہوں لیکن اتفاق سے میرا گٹار ٹوٹ گیا ہے۔"

"اور یہ نغمہ تمہیں ناپسند ہے؟"

"یہ کوئی نغمہ ہے جس نے کہنا یہ گٹار کے ساتھ مذاق ہو رہا ہے۔"

"تو پھر میں اس شخص سے درخواست کرتی ہوں کہ تم گٹار بجاؤ۔"

"ارے نہیں نہیں۔ میں مطلب۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ میں گہری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ میرا خیال تھا کہ وہ مجھ سے فرمائش کرے گی۔ اور یہ خیال اس وجہ سے تھا کہ اگر اس کو میرے انداز اچھا لگا ہے تو یہ بھی بتا پایا ہو گا کہ گٹار میرے ہاتھوں میں آنے کے بعد کچھ اور بن جاتا ہے۔ لیکن اس کے انداز سے ایسی کوئی بات ظاہر نہیں ہوئی تھی۔ ویسے یہ ضروری بھی نہیں تھا کہ میرے بارے میں بتاتے ہوئے اسے میرے گٹار بجانے کی تفصیل بھی بتائی گئی ہو۔ بہرطور وہ میری فرمائش پر گئے جیسی ادھیم وولف ان آوارہ گردوں میں شامل ہو گئے۔ وہ ناز قد اپنے نغمے کی آخری دھن بجا رہا تھا۔ پھر اس نے نغمہ ختم کیا۔ گلے سے گٹار کی ڈوری نکالی اور اسے رکھنے لگا لیکن میں نے آگے بڑھ کر گٹار تھام لیا تھا۔ اس نے سوالیہ آنکھوں سے مجھے دیکھا اور فراخ دلی سے گٹار میرے حوالے کر دیا۔

میں نے گٹار بڑے احترام سے شنگی کو پیش کر دیا تھا۔ وہ شرمندہ شرمندہ سی گٹار کی ڈوری گلے میں ڈال کر گٹار کے تاروں پر انگلیاں پھیرنے لگی۔ آوارہ گردوں نے تالیاں بجائی تھیں اس کے بعد شنگی نے ایک نغمہ چھیڑ دیا۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ وہ گٹار بجانے کے سلسلے میں کس قدر مہارت رکھتی ہے۔ لیکن مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ کام چلانے والی بات ہے۔ آوارہ گردوں کا لطف ہی رہے تھے بہرطور یہ اس وقت کا سب سے اچھا نغمہ تھا جس پر وہ جھوم رہے تھے۔ شنگی نے ایک نغمہ سنانے کے بعد گٹار کی ڈوری اپنے گلے سے نکالی لیکن آوارہ گرد اس سے فرمائش کرنے لگے کہ وہ کچھ اور نغمے سنائے۔

"ارے نہیں نہیں۔ بس میں زیادہ نہیں جانتی۔" اس نے کہا اور میں نے گٹار کی ڈوری اپنے گلے میں ڈال لی۔ شنگی میرے اس

انداز کو دیکھ کر چونک پڑی تھی۔ بہت ہی عرصے کے بعد میں نے گٹار پر وہ دھن چھیڑی۔ جس کا تعلق میری روح سے تھا جس کا تعلق میرے وطن سے تھا اور جس کو چھیڑنے کے بعد خود مجھے اپنے ہوش و حواس پر قابو نہیں رہتا تھا۔ میں نے آہستہ آہستہ گٹار کے تاروں پر لال بیری بٹ کی دھن شروع کر دی۔ اب اس کے سُر و دم میرے تھے جبکہ گٹار رو رہی تھا لگتے ہیں بدمست تھی یہ بھی چونک پڑے۔ دھن ہی ایسی تھی کہ دلوں کو بدمست کر دیتی تھی۔ نغمہ بلند ہو گیا۔ اور شریانوں میں زندگی دوڑ گئی کسی نے میری طرف دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی سب رقص میں مصروف ہو گئے تھے۔ لال بیری بٹ جھیو۔ میری آنکھوں سے ندی نالے کب آنسوؤں کی لڑی بہنے لگی۔ لال بیری بٹ قلندر۔ دل میں درد تھی وہ تکلیف تھی، ایک تصور تھا اس کا جو میری زندگی بن گئی تھی اور جو دریا نے بہاؤ کر لی تھی۔ ان بہاؤوں میں یا کہیں اور وہ کیا اب زندگی سے اس کا کوئی تعلق نہیں رہا تھا۔ زندگی جو میری آنکھوں میں دہکتی ہوئی آگ بن گئی تھی میرے دل میں سلگتا ہوا انگارہ بن گئی تھی اب میری نگاہوں سے اتنی دور تھی کہ میں اس کا صرف تصور کر سکتا تھا اور یہی تصور گٹار کے تاروں میں درد بن کر سما گیا تھا۔

میں گٹار بجاتا رہا۔ شنگی بھی پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی دفعتاً کسی طرف سے ایک لڑکی آگے بڑھی اور میرے قریب پہنچ گئی۔

درمیانے قد و قامت کی وہ لڑکی میرے بالکل قریب تھی

لیکن میں نے ان آوارہ گردوں میں ایسی خانہ بدوش زندگی گزاری تھی چنانچہ اس حرکت پر مجھے کوئی تعجب نہیں ہوا۔

بدمست آوارہ گرد گٹار کی دھن پر سر دھنتے رہے رقص کرتے رہے اور پھر نغمہ ختم ہو گیا پھر رک گئے عجیب آوازیں سنائی دینے لگیں۔

لیکن فوراً بعد میں نے ایک اور دھن شروع کر دی تھی۔ یہ ایک طربیہ دھن تھی سسکاریاں، ہیجان خیز آوازیں، [illegible] میں ڈوبے لگیں ولولے مست ہو گئے وہ ناچنے لگے اور تھوڑے فاصلے پر شنگی خاموش کھڑی مجھے دیکھتی رہی نغمہ آخری مرحلے میں داخل ہوا اور پھر رک گیا۔ ناچتے بدن رک گئے جیسے جان ختم ہو گئی ہو پھر میرے نزدیک پہنچی ہوئی لڑکی نے آہستہ سے سر اٹھایا اور اس کی آواز ابھری۔

"ایک اور صرف ایک اور۔" میں نے اس کی جانب دیکھا۔ چمپئی لمبوترا چہرہ مجھے بہت ہی بدلا ہوا لگا لیکن بمشکل میری جانی پہچانی

تھی۔ میں اسے دیکھنے لگا پھر آہستہ آہستہ مجھے یاد آ گئی اس کا نام لیلی فرنچیسن تھا آوارہ گرد ہی تھی۔ کہیں کسی جگہ مجھے ملی تھی مگر یہ اس دور کی بات تھی جب میں بھی کچھ اور تھا۔

اس کے ساتھ گزرے ہوئے لمحات مجھے یاد آ گئے۔ میں نے اس کا بازو پکڑ کر اسے اٹھایا اور آہستہ سے بولا۔

"لیلی۔"

"پہچانتے ہو مجھے؟" اس نے جواب دیا۔

"ہاں۔ کیوں نہیں مگر تم میں بہت فرق ہو گیا ہے۔"

"ہاں۔ اب مر چکی ہوں۔ میں بہت پہلے مر چکی ہوں۔ لوارز میں مر چکی ہوں۔"

"کیسی ہو لیلی؟"

"ایک روح کیسی ہوتی ہے تمہارے سامنے ہے۔"

"کس چیز کی ضرورت ہے تمہیں؟"

"نہیں۔ موت چاہیے صرف موت۔"

"نہیں اتنی کیپ ... ہوئے بہانے جو رنگا ہوں سے شنگی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں نہیں ملتی ہوں۔"

"میں تم سے پھر ملاقات کروں گا۔" لیلی کچھ نہ بولی۔ میں نے گٹار واپس اس کے مالک کو دے دیا اور وہ شنگی لیے میں بولا۔

"نہیں فنکار نہیں۔ میں اب اس کے قابل نہیں ہوں۔ ان تاروں سے جو نغمے نکل چکے اب وہ ان ہی میں قید ہو کر رہ جائیں گے دوبارہ یہ نغمے ان تاروں سے نہیں نکلیں گے اس لیے اسے اپنے ساتھ لے جاؤ صاحب ورنہ میں یہ گٹار بجاؤں گا مجھے اپنی کم علمی کا احساس ہو گا۔"

"نہیں دوست۔ یہ تمہاری ملکیت ہے۔" میں نے گٹار کی ڈوری اس کے گلے میں ڈال دی اور اس کے شانے پر تھپکی دی وہ زود حجہ کا کر کھڑا رہ گیا تھا۔ پھر میں شنگی کے نزدیک پہنچ گیا اور میں نے اس سے کہا۔

"چلو شنگی واپس چلیں۔" اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے میرے قدموں سے قدم ملا کر چلنے لگی۔ میں اس کی گہری خاموشی کو محسوس کر رہا تھا۔ تھوڑی دور چل کر میں نے کہا۔

"کیا بات ہے شنگی کوئی الجھن ہے تمہیں؟"

"اوہ نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔" وہ چونک کر مسکرا دی۔

"کیا سوچنے لگی تھیں؟"

"بس ابھی لوگوں کی زندگی کے فلسفے پر غور کر رہی تھی۔ مجھے یہ لوگ کس طرح زندہ ہیں کیوں زندہ ہیں ہر چیز کا جب

مقصد ہوتا ہے بظاہر ان کے سامنے کوئی مقصد نہیں ہے مجھے تو اپنا باتوں کو لیکن یہ گٹار اتنا خوبصورت گٹار کیسے بجا لیتے ہو؟"

"تمہیں پسند آیا؟" میں نے پوچھا۔

"تم پسند آنے کی بات کرتے ہو۔ میں نے اتنا خوبصورت گٹار کبھی نہیں سنا۔ کاش میرا گٹار میرے پاس ہوتا تو میں جھیل کے کنارے بیٹھ کر رات بھر تمہارے نغمے سنتی۔"

"کوئی بات نہیں ہے زندگی طویل ہے اور لوگوں کے کہنے کے مطابق دنیا گول بھی ہے کبھی ہماری تمہاری ملاقات اس طرح ہو جائے کہ ہم دونوں میں سے کسی ایک کے پاس گٹار موجود ہو۔"

"وہ لڑکی کون تھی؟"

"ایک کہانی تھی سا۔ یونہی کبھی کسی ایسی آوارہ زندگی کے سفر میں مل گئی تھی۔"

"بہت بے تکلف معلوم ہوتی تھی تم سے۔" شنگی کے لہجے میں عورت ابھر آئی۔

"نہیں شنگی ایسی بات نہیں۔ ان لوگوں کی اپنی دنیا ہوتی ہے اور اس دنیا میں وہ اپنے ساتھیوں کا تعین کر لیتے ہیں۔"

"اس نے تمہیں اپنا ساتھی بنایا تھا؟"

"جس انداز میں تم سوچ رہی ہو اس انداز میں نہیں۔"

"نہیں نہیں۔ میں کسی انداز میں نہیں سوچ رہی۔" وہ آہستہ سے بولی۔

ہم دونوں کار کے نزدیک واپس پہنچ گئے۔ چاندنی شباب پر تھی۔ میں کار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا اور جھیل کے چمکتے ہوئے پانی کی طرف دیکھتا رہا۔ شنگی کے انداز میں میں نے ایک عجیب سی کیفیت محسوس کی تھی۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی تھی۔ یہ بے وقوف لڑکی میرا تعاقب کرنے کے لیے میرے پیچھے لگائی گئی ہے لیکن اگر آج یہ میرے جال میں پھنس جائے تو کیسا ہو۔ ممکن ہے مجھے اس کے ذریعے زلوکا کے بارے میں کچھ تفصیلات معلوم ہو سکیں یہ کام مشکل تھا لیکن کوشش کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے ذہن میں منصوبہ بندی کر لی۔

بہت عرصہ ہوا تھا جب دل آزاد تھا کوئی پابندی نہیں تھی تنہائی تھی لیکن اب جبکہ زیبی نے میری زندگی میں شمولیت اختیار کر لی تھی تو میرے ذہن سے پرانی باتیں بالکل نکل چکی تھیں اور میں خود کو ایک مکمل انسان سمجھتا تھا جسے پچھلی زندگی پر بار بار شرم محسوس ہوتی تھی۔

زیبی نے میری زندگی میں آنے کے بعد دوسری تمام چیزوں سے بے نیاز کر دیا تھا لیکن آج زیبی کے تصور کے لیے بھی میں

ایک بار پھر اسی راستوں کی طرف موڑ رہا تھا۔ اب اس راہ نواز اصغر کو انہی راستوں پر لوٹا دیا گیا تھا جہاں سے وہ کبھی کا گزر چکا تھا۔ یہ راستے قتل و غارت گری کے راستے تھے۔ یہ وہ راستے تھے جن کے بارے میں اس نے سوچا تھا کہ اب کبھی ان پر واپسی نہیں ہوگی۔ میں نے زیبی سے ایک دن کہا تھا۔

"زیبی انسان کبھی سوچ بھی نہیں سکتا کہ آئندہ اس کی زندگی کیسا ہوگی۔"

"یہ جہانے کیوں نے یا نواز۔"

"تمہارے ساتھ یہ زندگی گزار رہے ہوتے۔"

"یہ زندگی تمہیں پسند ہے نواز؟"

"ہاں زیبی اور میری دعا ہے کہ زندگی میں کبھی ان راستوں پر دوبارہ سفر نہ کروں۔" میں نے خلوص دل سے کہا تھا۔

یہی بات تو یہ ہے کہ اب مجھے وہ راستے یاد ہی نہیں رہے تھے۔ شیلی کے بارے میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کا موڈ کچھ بگڑا ہوا ہے جس طرح اس لڑکی سے ملا تھا اس کو دیکھتے ہوئے شیلی کے اندر کی عورت جاگ اٹھی تھی۔ حالانکہ میرا اس کا رشتہ ہی کیا تھا۔

ہر طور پر ہی عورت اپنے آپ کو مرد کے ہم پلہ ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اپنے جتنے بھی ہوتے ہو وہ کا ثبوت اس نے اس طرح دیا کہ کار میں داخل ہو گئی اور اندر داخل ہو کر تمام شیشے چڑھا لیے۔ کار کی سیٹ کھولی اور لیٹ گئی۔

میں چند لمحات اپنی جگہ کھڑا اس کی اس ادا کو دیکھتا رہا اور پھر جھیل کے کنارے کی جانب بڑھ گیا۔ میں اب خود بھی اسے دوسرے طریقوں سے منانا چاہتا تھا۔ میں نے جھیل کے کنارے ایک جگہ پسند کی اور لیٹ گیا۔

میری نگاہ جب چاند پر ٹکی ہوئی تھیں اور ذہن آہستہ آہستہ ماضی کی طرف لوٹ رہا تھا۔ یہی چاند میرے گھر کے آنگن پر بھی نظر آتا تھا۔ جو زیبا چھپکا آنگن جہاں دوسری چارپائیاں بچی تھیں۔ بہار کی بارشوں کے موسم میں بھیگی بھیگی ہوائیں ہمارے آنگن میں لہراتی تھیں۔

ڈیوڑھی سے ختو کی آوازیں ابھرتی تھیں اور پھر شہر سے چلتے ہوئے ہواؤں کی سوندھی سوندھی خوشبو پورے آنگن میں بکھرائی ہوتی پھیلی تھی۔

اس وقت جب ڈھلتے ہوئے آسمان سے بادل چھٹتے تو چاند کی مسکراہٹ کیسی پاکیزہ ہوتی تھی۔ ہنستا ہوا کیسا اجلا لگتا تھا وہ لیکن آج کا چاند داغ دار تھا۔ یہ داغ دل کے داغ تھے مجھے کے یہ داغ بلند ہو کر جو دھک پیشانی پر جا چمکے تھے۔ کل اور آج میں بہت فرق تھا۔ چاند سے نگاہیں ہٹا لی تھیں۔

زیبی یاد آ رہی تھی۔ مرحوں کا طوفان بڑھتا جا رہا تھا۔ اگر یہ طوفان کناروں سے بہہ نکلا تھا تو پھر کبھی نیند نہیں آئے گی۔ ان طوفانوں کو روکنا چاہیے۔ اس سیلاب کو دل سے دھکیلنا چاہیے جو زندگی کا روگ بن جاتے ہیں۔ زیبی جہاں بھی ہو نہ کسے زندگی کی دلچسپیوں سے بہرہ ور ہو خدا کرے اسے کوئی ذہنی کرب نہ ہو۔

لیکن یہ دعا بھی اپنے آپ کو ایک مجرم کی حیثیت سے محسوس ہو رہی تھی۔ زیبی مجھ سے کم متاثر نہیں ہوگی۔ اگر وہ زندہ ہے تو یقینی طور پر اس کی کیفیت مجھ سے مختلف نہ ہوگی۔

میں نے کروٹ بدلی اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ جھیل کی طرف سے چلنے والی ہوا نے بڑی فرحت بخش تھیں۔ ہواؤں کا جادو سر چڑھتا اور آنکھوں میں بھاری پن پیدا ہو گیا اور میرا آنکھ جھپکنے ہی والی تھی کہ پشت پر قدموں کی چاپ محسوس ہوئی اور میں اٹھ کر چونک پڑا۔

کوئی جانور بھی ہو سکتا ہے۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک انسانی بدن میرے قریب آ چکا تھا۔ میں نے اسے غور سے دیکھا فرینکلین ہی تھی۔ بکھرے ہوئے بال، بہکی بہکی چال، چاندنی رات میں وہ ایک چڑیل معلوم ہونے لگی تھی۔

حالانکہ حسین ماحول سنسان کنارہ، رومانیت پرور فضا ذہن میں دوسرے خیالات پیدا کرنے کے لیے کافی تھی اور یہ لڑکی جانی پہچانی تھی۔ اس کے سحر والی آنکھوں میں لپٹے ہوئے تھے اس نے آہستہ سے مجھے پکارا۔

"نواز!"

"کیا بات ہے۔" میں نے کسی قدر درشت لہجے میں کہا۔ میرا سارا منصوبہ فیل ہوا جا رہا تھا۔ جانتا تھا کہ شیلی کار کے شیشوں میں سے مجھے ضرور دیکھ رہی ہوگی۔ وہ رک گئی۔ اس نے تو بھی پلکیں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ پھر ایک قدم آگے بڑھ کر میرے قریب پہنچ گئی۔

"نواز۔ میں تمہارا ساتھ چاہتی ہوں۔"

"کیا فضول باتیں کر رہی ہو۔ کیسا ساتھ۔" میں نے تیکھے انداز میں پوچھا۔

"نواز۔ میں بے سہارا ہوں مجھے زندگی میں اتنے داغ ملے ایک کتاب میں داغ داغ ہوں۔"

"شیلی۔ سوری مس فرینکلین۔ میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ میں اب وہ نواز نہیں ہوں جو کبھی تمہیں ملا تھا۔"

"میں پرانے نواز کو واپس لانا چاہتی ہوں۔"

"کیا بکواس کر رہی ہو تم۔ جاؤ واپس لوٹ جاؤ میری دنیا بدل گئی ہے۔"

"نواز۔ میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہتی۔ نواز میں گزرے ہوئے لمحات کو لوٹانا چاہتی ہوں۔"

"بدقسمتی سے میں مشرق کا باشندہ ہوں مس فرینکلین ہم لوگ مر بھرے ہوتے ہیں جو آنسو آنکھ سے ٹپک جائے اس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ یہ ہمارا ایمان ہے تم عورت کے معیار سے گری ہوئی شخصیت ہو۔ بس یہ جلی جاؤ۔ میں سونا چاہتا ہوں۔"

وہ مجھے دیکھتی رہی لیکن مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ تب وہ آہستہ آہستہ اٹھی اور کھڑی ہو گئی۔

"سنو۔ میں تمہیں کسی قیمت پر نہیں چھوڑوں گی کچھ بھی ہو جائے مجھے زندگی کے وہ لمحات واپس چاہئیں جو تم میرے ساتھ گزار چکے ہو۔"

"میں کہتا ہوں یہاں سے چلی جاؤ۔ میں سونا چاہتا ہوں۔"

"میں بھی تمہارے قدموں میں سو جاؤں گی۔" اس نے کہا۔

"میں تمہیں اٹھا کر جھیل میں پھینک دوں گا۔" میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ سہم گئی۔ تھوک نگلنے کی آواز یہاں سنائی دی تھی۔ پھر اس کی لرزتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"تمہارے پاس تھوڑی سی چرس ہوگی۔" میرا دل چاہا کہ ایک زوردار تھپڑ لگاؤں اس کے منہ پر۔ آخر وہ اپنی اصلیت پر آ گئی تھی۔

"چرس نہیں ہے لیکن تم اس رقم سے چرس خرید سکتی ہو۔" میں نے جیب سے کچھ کرنسی نوٹ نکال کر اس کے حوالے کر دیے۔

"او تھینک یو ڈیئر۔ تھینک یو۔ ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔ تھینک یو۔" اس نے پیسے لیتے ہوئے کہا اور واپسی کے لیے مڑ گئی۔ لیکن اس انداز میں پلٹ پلٹ کر دیکھتی جا رہی تھی کہ جیسے میں اسے آواز دوں گا۔

پھر جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو میں نے گہری سانس لی اور سوچنے لگا کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مس فرینکلین کے ساتھ میرا بہترین وقت گزرا تھا۔

لیکن۔ لیکن وہ میرا بیان فیل کر گئی تھی کمبخت۔ شیلی نے اس کی وجہ سے مجھ سے کنارہ کشی اختیار کی تھی اور اب تو وہ اور بھی بگڑ گئی ہوگی۔

سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں لیکن ابھی اتنا ہی سوچ پایا تھا کہ دوسری طرف سے پھر آواز ابھری اور میں چونک پڑا۔ وحشت زدہ ہو کر دیکھا۔

شیلی مسکرا رہی تھی۔ وہ میرے بالکل قریب کھڑی تھی اس نے اپنے طویل بال پیچھے کر کے باندھ رکھے تھے اور اس انداز میں وہ خاصی حسین نظر آ رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک میٹھی مسکراہٹ تھی۔

"ہیلو شیلی نیند نہیں آئی۔"

"چاندنی رات میں کار کی چھت کے نیچے نیند کیسے آئے گی۔"

"میں نے سوچا تم سو گئی ہو۔"

"ایک سائے کو تمہارے قریب دیکھ کر آ گئی۔ میں نے سوچا وہ تمہیں نقصان نہ پہنچا دے۔"

"شکریہ۔" میں نے شکرانہ کیا اور وہ گھاس پر میرے نزدیک بیٹھ گئی۔ کافی دیر تک خاموش رہی اور اس کے بعد کہا۔

"وہ لڑکی تمہیں کسی اور نام سے مخاطب کر رہی تھی۔"

"ہاں نواز کے نام سے، اس وقت میرا یہی نام تھا۔"

"اس وقت؟"

"ہاں۔ ماضی کی باتیں ہیں۔ ماضی ہی میں رہنے دو، حال میں لاؤ گے تو مجھے دکھ ہوگا۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔ بس یوں سمجھ لو کہ میں نے سب کچھ بھلا دیا لیکن میں تم سے اپنے سلوک کی معافی چاہتی ہوں۔ ذہن کچھ الجھ سا گیا تھا میری نگاہوں میں تمہاری وقعت بڑھ گئی ہے۔"

"شرمندہ نہ کرو شیلی۔ تم نے میرے اوپر احسانات کیے ہیں۔"

"میں نے؟"

"ہاں۔ بس تم مجھے وہاں سے یہاں تک لائی ہو اور تم نے خواہ مخواہ ایک اجنبی کو اتنی حیثیت دی ہے۔" میں نے کہا اور وہ آہستہ سے مسکرا دی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات نظر آ رہے تھے۔

بدمست آوارہ گرد غل غپاڑہ مچا رہے تھے۔ کنٹری کی مچلتی فضاؤں کے دوش پر تیرتی ہوئی یہاں تک پہنچ رہی تھیں۔ شیلی جھیل کے پانی پر نگاہیں جمائے بیٹھی ہوئی تھی اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ زیبی سے غداری ٹھیک نہیں ہے۔

لیکن میرے دل نے اندر سے کہا کہ زیبی کے حصول کے لیے ہی تو یہ سب کچھ ہو رہا ہے ورنہ راجہ نواز اصغر کی تو زندگی کا رخ ہی بدل گیا تھا۔

رات کے آخری پہر میں میں نے شیلی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ساری رات آنکھوں میں گزر چکی ہے شیلی کیا تمہیں نیند نہیں آ رہی؟"

"اوہ۔ ڈیئر فرینڈس تمہاری موجودگی میں نیند کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے سو گئی تو آنکھ کھل جانے گی یہ لمحات مجھے خوابوں سے الگ نہیں محسوس ہو سکتے۔" میرے چہرے پر کرب کے آثار ابھر آئے جو سو فیصدی اداکاری پر مبنی تھے۔ شیلی نے اس کیفیت کو محسوس کر لیا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"ارے میں نے کوئی ایسا جملہ تو نہیں کہا تھا جس سے تم اداس ہو جاتے کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں شیلی بس ایسے ہی ذرا بے وقوف قسم کا آدمی ہوں۔"

"فرینڈس ڈیئر کیا بات ہے بتاؤ مجھے بتاؤ۔" وہ بے چینی سے بولی۔

"جو تصور میرے ذہن میں ابھرا ہے شیلی۔ تم اسے الفاظ کی شکل میں برداشت نہیں کر سکو گی۔"

"میں بھی نہیں۔" وہ ایک بار پھر بولی۔ اس کے ورائل کھل گئے تھے۔

میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"شیلی۔ زندگی میں کچھ دوست اس طرح ملتے ہیں کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ دل و جان کے اس قدر قریب ہو جائیں گے کیا ہم اپنے ان چند لمحات کو کوئی اور نام دے سکتے ہیں؟"

"نہیں۔"

"بعض اوقات دھوکا کھانے کو جی چاہتا ہے بعض دھوکے ایسے حسین ہوتے ہیں کہ انسان اپنے آپ کو ان میں لپیٹے رکھنا چاہتا ہے لیکن جب یہ احساس ہو جائے کہ سب کچھ ایک وقتی کیفیت کا نتیجہ ہے تو تم خود سوچو کہ دل کے ٹوٹنے کی آواز کتنی دردناک ہوتی ہے۔"

"تمہارا ایک لفظ بھی میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"شیلی کیا تم اس بات سے انکار کرو گی کہ تم وہ نہیں ہو جو نظر آ رہی ہو۔" میرے ان الفاظ پر وہ ایک دم سیدھی ہو گئی اس نے اپنے بکھرے ہوئے بال سمیٹے میں اس کے چہرے کی ہیجان انگیز کیفیت بخوبی دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا میرے لفظوں نے اس پر کاری ضرب لگائی تھی۔ وہ کسی قدر لڑکھڑا کر بولی۔

"کیا۔ میں ابھی نہیں سمجھی۔"

"ڈیئر شیلی۔ زندگی ایک بار جاتی ہے ایک بار ملتی ہے لیکن بعض لمحات ایسے ہوتے ہیں کہ زندگی ان پر قربان کر دینے کو جی چاہتا ہے۔ تم صرف ایک بار صرف ایک بار یہ کہہ دو کہ تم وہ نہیں ہو جو نظر آ رہی ہو اور یہ بھی کہہ دو شیلی کہ یہ تمہاری مجبوری ہے اور اس کے بعد مجھے قتل کر دو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ یقین کرو میں خود تمہیں کہہ رہا ہوں تمہیں شیلی۔ یہ سب کچھ میں کہہ رہا ہوں تم سے۔" شیلی ایک دم سنبھل گئی تھی پھر اس نے کہا۔

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو فرینڈس؟"

"بس یہی دکھ کی بات ہے شیلی۔ تم نے جو الفاظ ادا کیے ہیں مجھے یقین نہیں آ سکتا کیونکہ دل و دماغ میں خاموشی ہو گئی ہے۔" وہ نیم باز آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کے انداز میں ایک عجیب سی کیفیت تھی لیکن دوسرے لمحے وہ سنبھل گئی۔

"اگر تم میری طرف سے کسی غلط فہمی کا شکار ہو تو میں چاہتی ہوں کہ اسے دل سے نکال دو۔" میں ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں چند لمحات اسی طرح خاموش رہا۔ اس نے مجھے اتنی طویل خاموشی میں مبتلا پا کر پھر مخاطب کیا۔

"فرینڈس۔"

"ہاں شیلی۔"

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"وہ سوچ رہا ہوں شیلی جو سوچنا نہیں چاہتا لیکن بدبخت ہے کہ خیالات سے باز نہیں آ رہا۔ چلو ٹھیک ہے جو کچھ بھی کرنا چاہتی ہو کرو۔ مگر میرے سامنے صاف صاف شخصیت اختیار کرو شیلی۔ میں تم سے بے حد متاثر ہوں۔"

"اور میں بھی تم سے متاثر ہوں فرینڈس۔"

"یہی تو شیلی تمہارے یہ الفاظ حقیقتوں پر مبنی نہیں ہیں۔ کچھ کہنا چاہتی ہو کچھ جاننا چاہتی ہو تو سنو۔ میں تم سے صرف ایک بات کہوں گا۔"

"کہو فرینڈس۔"

"میرے بارے میں تم اچھی طرح جانتی ہو شیلی کہ میں کون ہوں اور میں بھی یہ بات جانتا ہوں کہ تم لوگوں نے تمہیں میرے پیچھے لگایا ہوا ہے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں شیلی کہ میں ترلوکا کے جال میں آ پھنسا ہوں اور یہاں سان ہان آنے کے بعد میں قدم قدم پر اس کے رحم و کرم پر ہوں۔ شیلی اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہم نے یہ لمحات جس انداز میں بھی گزارے ان کے حسن سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن۔ لیکن شیلی میں تمہارے بارے میں جذباتی انداز میں سوچنے لگا ہوں۔ میں ذرا مختلف قسم کا انسان ہوں کوئی عورت میری زندگی کی منزل نہیں بن سکتی۔ تم تو شیلی تم میرے وجود میں بہت دور تک اتر گئی ہو شاید تمہیں اس بات پر یقین نہ آئے۔ اگر تم ساری حقیقتوں کو جانتی ہو تو تم اس

بات پر یقین ضرور کرو گی لیکن شیلی میں۔ میں تم سے بہت متاثر ہو گیا ہوں۔"

شیلی منہ پھاڑے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کے انداز میں حیرت تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ خاموشی سے مجھے گھورتی رہی پھر اس نے کہا۔

"فرینڈس۔ ان ساری باتوں کا مقصد میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"سب کچھ سمجھنے کے بعد انکار کرتی رہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔ اور وہ دوسری طرف دیکھنے لگی۔

ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اپنے ذہن کو بھٹکنے سے بچانا چاہتی ہو۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"تمہارے خیال میں میرا کردار کیا ہے؟"

"شیلی بس۔ جو کچھ کہنا چاہتا تھا کہہ چکا ہوں اس سے زیادہ میں کیا کہوں۔"

"تو پھر سنو فرینڈس میں تمہیں زندہ سلامت دیکھنا چاہتی ہوں۔ میں تمہاری ذات کے نقوش کو اپنے احساسات میں جذب کر لینا چاہتی ہوں۔ میں اس زندگی میں کسی آلودگی کو پسند نہیں کرتی۔ میرا خیال تھا کہ شاید تم اس حد تک نہیں جاؤ گے لیکن۔ لیکن۔"

"میرے طور پر جو کچھ بھی ہوا شیلی میں اس سے آگے کچھ نہیں بولوں گا۔"

"تم نے میرے پندار کو شکست دی ہے فرینڈس۔ اس کے بعد ممکن ہے میں کسی ایسی مصیبت میں پھنس جاؤں کہ میری زندگی بھی ممکن نہ ہو لیکن میں اتنی بے کردار بھی نہیں ہوں۔ سمجھے آپ۔ آپ بتا کر میں کیا کروں؟"

"کوئی الجھن اپنے ذہن پر سوار نہ ہونے دو شیلی جذبات کے بھنور سے نکل آؤ۔" میرے دل میں ایک بات آئی تھی جسے بغیر کہے نہ رہ سکا میں بس یوں سمجھ لو کہ... میں خاموش ہو کر جھیل کے پانی کی طرف دیکھنے لگا۔ شیلی خاموشی سے میری شکل دیکھ رہی تھی اور پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ غالباً میری نگاہوں سے چھپنا چاہتی تھی۔ میں نے بھی کوئی تعرض نہیں کیا۔ میں انتظار کر رہا تھا اور اب اس کے بعد سمجھنا چاہتا تھا کہ اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔

شیلی نے پھر میرے پاس آنے کی کوشش نہیں کی یہاں تک کہ صبح کی روشنی نمودار ہو گئی اور تھوڑی دیر کے بعد اطراف میں اجالا پھیل گیا۔ شیلی نیم دراز تھی۔ جب سورج کی کرنیں براہ راست ہم دونوں پر پڑنے لگیں تو ہم اپنی اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ جھیل کے پانی سے منہ ہاتھ دھویا اور جب اچھی طرح اپنے آپ کو صاف ستھرا کرنے کے بعد میں شیلی کی طرف بڑھ گیا۔

"ظاہر ہے کہ یہ نہیں پوچھ سکتا میں تم سے کہ تم سوئی تھیں یا نہیں؟"

"نیند کا کیا سوال ہے اور پھر وقت ہی کتنا رہ گیا تھا۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"آؤ کچھ کھا لو۔ اس کے بعد گرینو چلیں گے جو یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اور ہم نے خاموشی سے مختصر قسم کا ناشتہ کیا۔ جس کا بندوبست شیلی کے پاس تھا۔ ناشتے کے بعد میں اس کے ساتھ کار میں آ بیٹھا اور شیلی نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ آگے سڑک نسبتاً وسیع تھی۔ اس نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔

"یہ یہاں کی کچھ تاریخی عمارتیں ہیں۔"

میں نے ان عمارتوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا تاریخ ہے ان کی؟"

"مجھے اس سلسلے میں تفصیلات نہیں معلوم بس ایک دو بار ادھر سے گزری تھی اور ان عمارتوں کے بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا تھا مجھے آؤ دیکھیں۔ ایک نگاہ ان پر قریب سے ڈال لی جائے۔"

"نہیں تم جانتی ہو کہ میں گرد راہ ہوں۔ کوئی خاص منزل نہیں ہے کہیں بھی چلا جاؤں۔ میری زندگی کا مقصد تمہارے علم میں ہے۔"

شیلی نے کار ایک طرف موڑ دی اور پھر اسے ان کھنڈرات کے پاس لے جا کر روک دیا۔ میں نے سڑک کے دوران ایک اور کار کو پیچھے آتے ہوئے دیکھا تھا لیکن اس پر غور نہیں کیا تھا۔ کھنڈرات کے نزدیک شیلی نے کار روکی اور نیچے اتر گئی۔ میں اس کے قریب ہی کھڑا ہوا تھا۔ دفعتاً میں نے محسوس کیا کہ وہ پیچھے سے آ رہی ہے اور پھر چند ہی لمحات کے بعد میں نے دوسری کار کے انجن کی آواز سنی۔

وہ بہت برق رفتاری سے اس طرف آئی تھی پچھلی سیٹ پر کار کا دروازہ کھلا اور اس میں سے تین آدمی نیچے اتر آئے۔ وہ تینوں تنومند تھے اور عمدہ سوٹوں میں ملبوس تھے وہ سب میرے اطراف میں آ کھڑے ہو گئے۔ شیلی پیچھے ہٹ گئی تھی وہ عجیب نظروں سے مجھے دیکھ رہے تھے اور پھر وہ آہستہ آہستہ میری طرف بڑھنے لگے۔

میں خاموشی سے اپنی جگہ کھڑا رہا تھا۔ شیلی نے اپنی اصلیت نمایاں کر دی تھی یہ جانتے ہوئے کہ میں اس کی طرف سے ....

کو بھی جو اس انجلس میں ترلوکا کے لیے بڑی اہمیت کا حامل تھا۔"
"ہاں۔ یہ میرے دل میں خواہش ہے کہ میں اسے اتنے نقصانات پہنچاؤں کہ وہ بدحواس ہو جائے۔"
"ہوں۔ بہرحال فواز اصغر تم تنہا ہو نا۔"
"ہاں۔ میں تنہا نہیں۔"
"تنہا ہونے کے باوجود تم ترلوکا سے ٹکرانے کی ہمت کر رہے ہو۔ کیلی ناس میں ترلوکا تمہارے ہاتھوں دھوکا کھا چکا ہے تو یہ بھی سمجھ لو کہ یہ صرف اس کی بدقسمتی تھی ورنہ اس کا کیا سوال ہے حکومتیں اس کا کچھ نہیں بگاڑ پا رہیں تو ایک شخص کیا بگاڑ لے گا۔"
"بہرحال۔ مجھے تم جیسی ذہین لڑکی کی ضرورت ہے پہلے میں تمہارے بارے میں کوئی صحیح اندازہ نہیں لگا سکا تھا لیکن اب اگر تم چاہو تو۔"
"مجھے کیا ملے گا اس سے میں کیا کروں گی اپنی زندگی کھو کر۔"
"مقصد۔ میں نہیں سمجھا۔"
"مجھے بھی تو زندگی میں ... خوشیوں کے راستے چاہئیں بولو۔ تم میری کیا مدد کر سکتے ہو اور پھر تمہارے ذہن میں ایک ایسی لڑکی موجود ہے جو تمہاری بیوی بن چکی ہے پھر میرے لیے کیا رہ جاتا ہے۔"
میں اس کے ان الفاظ پر دنگ رہ گیا تھا۔ یہ لڑکیاں کبھی کبھی ہوں میرا تجربہ ہے کہ احمق ضرور ہوتی ہیں نہ جانے کیا سمجھ بیٹھی۔ آدمی جو کسی طور اس کے لیے کارآمد نہیں تھا اس کی توجہ کا مرکز بن گیا تھا صرف اس کی رفاقت میں۔ پتا نہیں اس کی کیا وجہ تھی تاہم میں نے اس سے کہا۔
"تم بتاؤ کیا چاہتی ہو شیلی۔"
"کچھ نہیں بے کار ہے۔" وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔
"تم جس انداز میں سوچ رہی ہو شیلی مجھے تمہارا ان راستوں پر آنے میں قطعی ناکامی ہو گی۔"
"نہیں نہیں اب میں کسی انداز میں نہیں سوچ رہی تم مجھ سے کیا چاہتے ہو یہ بتاؤ۔"
"شیلی میں تو تم سے کچھ بھی نہیں چاہتا تھا تم بھی میری ہم سفر بن گئی تھیں اور اس کے بعد جو کچھ کیا تم نے ہی کیا تم خود سے اگر کہہ دیتیں تو میں ان تینوں کو میرے ہاتھوں زخمی ہو جانا تھا بھلا مجھے کیا پتہ تھا کہ میں تمہارے ساتھ یہاں تک آ پاؤں گا تم خود مجھے یہاں تک لائی ہو اس کے بعد جو بھی تم چاہو گی۔" لڑکی کسی سوچ میں ڈوب گئی پھر اس نے کہا۔
"اگر میں تمہارے ساتھ مل جاؤں تو کیا تم میری مدد بھی کرو گے۔"
"مگر تم تو کہتی ہو کہ ترلوکا سے بچنا کسی طور ممکن نہیں ہے پھر کیا فائدہ میرا ساتھ دے کر۔"
"اب تم خود ایسی گفتگو کر رہے ہو! خیر کچھ تو حاصل ہو مجھے بھی آخر کچھ تو لوگوں کو جواب دہ ہوں۔"
"اچھا ایک بات بتاؤ۔" میں نے کہا۔
"کیا۔؟"
"کیا ترلوکا سے تمہاری براہ راست ملاقات ہے؟"
"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا بڑے بڑے اسے نہیں دیکھ سکتے تو میں کیا چیز ہوں وہ ایک بہت بڑی قوت ہے۔ اچھا فواز اصغر اتنی بڑی قوت کے مجھے تعجب ہے کہ کیلی ناس میں اسے تمہارے ہاتھوں نقصانات کیسے ہو گئے۔ بہرطور شاید تمہیں یہ کر دلچسپی ہو کہ تمہیں سان انتونیو لے آیا گیا ہے وکٹر ولی بی کو ترلوکا خود ختم کرنا چاہتا تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو تم اس طرح کامیاب نہ ہو پاتے۔ یہ کام تمہارے ہاتھوں کرانے کے بعد ترلوکا نے تمہیں یہاں لا ڈالا ہے۔ اور اب تمہارے لیے کوئی خاص ہدایت نہیں ہے سوائے اس کے کہ تمہیں سان انتونیو میں آزاد چھوڑ دیا جائے لیکن اتنا کہا ہے اس نے کہ تمہارے مشاغل پر نگاہ رکھی جائے۔"
"اور اس کے ساتھ ساتھ ہی اس نے یہ تین آدمی بھی میرے پیچھے لگا دیے بات کچھ ہضم نہیں ہو رہی شیلی۔"
"میں جھوٹ نہیں بول رہی اگر تم تیار ہو تو تمہارے لیے میں یہاں ایک مصروفیت تلاش کر دوں۔"
"کیا؟"
"تم میری مدد کرو میرا ایک کام کرنا ہو گا تمہیں۔"
"کیا کام ہے۔؟" میں نے سوال کیا۔
"چند لوگوں کو تمہارے ذریعے بے وقوف بنانا چاہتی ہوں اس کے لیے ایک پروگرام ہے میرے ذہن میں۔"
"میرے ذریعے؟"
"ہاں۔ تمہارے ذریعے۔"
"کون لوگ ہیں وہ۔ اور اس کا مقصد کیا ہو گا؟"
"بہت معمولی سا" لڑکی نے جواب دیا۔
"لیکن میری حیثیت کیا ان لوگوں کو یہ اندازہ نہیں ہو گا کہ میں کون ہوں۔"
"تم ذہین آدمی ہو اور اس کے ساتھ ساتھ میں تمہیں آسانیاں بھی فراہم کروں گی۔"
"ہوں۔" میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی اور پھر آہستہ سے بولا۔

"اس کا مقصد مجھے کیا ملے گا شیلی۔ دیکھو تاہم دونوں ایک دوسرے کی مدد کر رہے ہیں اور مجھے کم از کم یہ معلوم ہونا چاہیے کہ میں اپنے مقصد میں کس طرح کامیاب ہو سکتا ہوں۔"
"اس سلسلے میں تمہارا جو کام ہے وہ میں کر دوں گی۔"
"مطلب۔"
"تم اپنی بیوی کی تلاش میں یہاں آئے ہو نا یہ بتاؤ! اگر ترلوکا کو ختم کرنے کا تصور تمہارے ذہن سے نکل جائے اور تمہاری بیوی تمہیں مل جائے تو کیا تم یہ بات تسلیم کر لو گے۔"
میں کسی سوچ میں ڈوب گیا کم از کم زینی کے ذریعے اگر یہی کام ہو جائے کہ زینی کے بارے میں پتا چل جائے تو کیا حرج ہے۔ ترلوکا کا مسئلہ بعد میں بھی نمٹا جا سکتا تھا۔ میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی اور آہستہ سے بولا۔
"یہ ممکن ہے۔"
"اس کے علاوہ میں تمہیں ایک بڑا معاوضہ بھی پیش کر سکتی ہوں۔"
"جو معاوضہ تم مجھے دو گی اس کے بعد کسی اور چیز کی ضرورت مجھے نہیں رہتی۔"
"پھر بھی۔ میں تمہارے لیے بہت کچھ کروں گی۔"
"چلو پھر تم ان باتوں کو اب یہ بتاؤ کہ کام کیا ہو گا۔" میں نے کہا اور وہ پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگی پھر کہنے لگی۔
"بتا دوں گی اس کے بارے میں اب تم یہاں دوستوں کی مانند رہو۔"
"کیا ترلوکا کو اس بات کا پتا نہیں چل سکے گا کہ ان تینوں کو زخمی کرنے کے بعد تم نے میرا ساتھ دیا ہے۔"
"نہیں نہیں۔ تم اس سلسلے میں فکر مت کرو میں سب کچھ ٹھیک کر لوں گی۔" میں پرخیال انداز میں اس کی شکل دیکھنے لگا تھا یوں لگ رہا تھا جیسے لڑکی کچھ الجھ سی گئی تھی اس کے خیال میں بلکہ میرے الفاظ میں ترلوکا وہ آدمی تھا جو سان انتونیو کے چپے چپے کی نگرانی رکھتا تھا لڑکی نے یہ بھی کہا تھا کہ میں کہیں بھی ہوں ترلوکا کی نگاہ مجھ پر ہو گی اور اس کے بعد وہ مجھے کسی ایسے کام میں ملوث کر رہی تھی جو ایک ذاتی نوعیت کا حامل تھا۔
اس وقت ترلوکا کی نگاہیں کہاں بھٹک جائیں گی یہ بات سمجھ میں نہ آنے والی تھی اگر لڑکی کسی طور فراڈ کر رہی ہے تو پھر کیا ضروری ہے کہ وہ مجھے زینی کے بارے میں معلومات حاصل کر کے بتا بھی دے۔
میں نے پرسوچ نظروں سے دیکھا تاہم لڑکی کے بارے میں اس میں رہتے بستے ہوئے نظر آ رہے تھے یہ بات کم از کم زینی کو مطمئن نہیں کرتی تھی لیکن سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ اب کیا کیا جائے سان انتونیو کے بارے میں جس قدر معلومات حاصل ہو سکتی تھیں وہ اس لڑکی سے حاصل کی جا چکی تھیں آخر کیلی کیا نئے ہنگامے میں مجھے پھنسانا چاہتی ہے تو پھر یہ فیصلہ کرنا تھا کہ میں ان ہنگاموں میں پھنسوں یا نہ پھنسوں۔
"کیا سوچ رہے ہو۔" وہ آہستہ سے بولی۔
"کوئی خاص بات نہیں شیلی بس ایسے ہی کچھ الجھنیں ذہن میں آ گئی ہیں۔"
"میرا تو یہی مشورہ ہے کہ تمام الجھنوں کو ذہن سے نکال دو۔"
"کیا تم مجھے اپنا کام نہیں بتاؤ گی۔ اگر تم اپنا کام مجھے بتا دو تو میں اس کے لیے ایک نظریہ تو قائم کر لوں کہ مجھے کیا کرنا ہو گا۔"
"اتنی جلدی بھی کیا ہے ڈارلنگ۔ آرام سے رہو یہ گھر محفوظ ہے تمہارے لیے۔"
"تمہارے الفاظ کے مطابق تو میں پورے سان انتونیو کو ہی اپنے لیے محفوظ سمجھتا ہوں اچھا چلو یہ بتاؤ کہ ترلوکا کا قیام کہاں ہو گا۔"
"سان انتونیو کے علاقے ہی میں ہے کبھی کہیں ہوتا ہے اور کبھی کہیں۔"
"کیا یہاں باقاعدہ درس نہیں ہوتا۔"
"درس؟" اس نے سوال کیا۔
"ہاں۔ لیکن لاس اینجلس کی جھاڑیوں میں تو ترلوکا ہرے کرشنا ہرے راما تحریک کے پیروکاروں کو باقاعدہ درس دیتا تھا انسانیت کے بارے میں بتاتا تھا۔"
"میرے خیال میں اب ایسا کوئی درس نہیں دیا جاتا۔ بس خاموشی سے اپنے کام میں مصروف ہے۔" شیلی نے جواب دیا اور میں خاموش ہو گیا پھر شیلی آہستہ سے بولی۔
"اب اٹھو یہاں سے اٹھو۔ میں تمہیں تمہاری آرام گاہ دکھا دوں میں کچھ فیصلے کر رہی ہوں اور اس کے بعد تمہیں ان فیصلوں سے آگاہ کر دوں گی۔" اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں اس کی بات مان لیتا۔
اس نے جو آرام گاہ مجھے دکھائی وہ انتہائی نفیس اور آرام دہ تھی ملحقہ باتھ روم میں غسل کرنے کے بعد میں اس بستر پر آ کر لیٹ گیا جو میرے لیے ہی تھا۔ لڑکی چلی گئی تھی پہلے تو میں نے اس کے بارے میں یہی سوچا تھا کہ وہ میرے بارے میں سنجیدہ ہو گئی ہے لیکن کیا کہا جا سکتا ہے اس کی ابھی ہونے والی گفتگو پر یقین کسی طور نہیں کیا جا سکتا تھا۔

لیکن اس کے سوا چارہ کار بھی کیا تھا میرے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں تھا اگر ترلوکا نے اس لڑکی کے ذریعے مجھ پر یہ جال پھینکا ہے اور میرے سلسلے میں کوئی پروگرام ترتیب دیا گیا ہے تو یہ بات یہیں تھی کہ اس وقت میں اسے اس کی کارروائیوں سے نہیں روک سکتا تھا بہتر یہی تھا کہ میں اپنے طور پر اس کا آلۂ کار بنا رہوں اور جب بھی مجھے موقعہ ملے میں کوئی داؤ کھیل جاؤں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

چنانچہ اب اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں آرام کی نیند سو جاؤں اور میں نے یہی کیا۔

صبح کو جاگا تو شیلی میرے لیے ناشتہ تیار کر چکی تھی اس کے چہرے پر اب بھی شگفتگی تھی یوں لگتا تھا جیسے وہ تر و تازہ ہو گئی ہو میں نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ مسکرا دی۔

"ہیلو۔ رات کیسی گزری؟"

"بہت خوب گزری بڑی آرام دہ۔ طویل عرصے کے بعد ایسی نیند نصیب ہوئی ہے۔"

"ہم آج یہ جگہ چھوڑ دیں گے۔"

"کہاں چلو گی۔؟"

"میٹر وول" اس نے جواب دیا۔

"کیا وہاں تمہارا بھی کوئی علاقہ ہے؟"

"ہاں۔ ایک طرح سے یہ ایک شہر ہے لیکن انتہائی عمدہ اور اعلیٰ خصوصیات کا حامل۔"

"وہاں کیوں چلنا ہے ہمیں۔؟"

"میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ تم میری مدد کرو گے۔ اور میں تمہاری اسی وقت تک ہوں جب تک مجھے تم سے کوئی نقصان نہ پہنچے یہ بات ذہن نشین رکھنا کہ میں دل سے تمہاری ہمدرد ہوں ممکن ہے کہیں کچھ ایسے واقعات پیش آئیں جو تمہاری سمجھ میں نہ آتے ہوں لیکن یوں سمجھ لو کہ میں اس سلسلے میں تمہاری رہبر رہوں گی۔"

"شیلی، اس انداز میں میں نے کبھی کام نہیں کیا زندگی بھر لیکن تم پر بھروسہ کر رہا ہوں۔"

"مطمئن رہو جو کچھ ہو گا تمہارے حق میں بہتر ہو گا" شیلی نے جواب دیا اور میں دل ہی دل میں مسکرانے لگا میں سوچ رہا تھا کہ احمق لڑکی اپنی دانست میں مجھے بیوقوف بنانے میں کامیاب ہو گئی ہے حالانکہ ایسی بات نہیں تھی۔

"جن لوگوں سے ہمارا واسطہ پڑے گا اس سلسلے میں نواز اصغر وہ بہت خطرناک لوگ ہیں ممکن ہے تمہیں ان سے اپنا ہنر دکھانے کی ضرورت پیش آئے۔"

"شیلی میری سمجھ میں ایک بات نہیں آئی ترلوکا نے کیا اپنے کارکنوں کو اس بات کی اجازت دے دی ہے کہ وہ اپنے ذاتی معاملات میں بھی ملوث رہیں؟"

"یہ ذاتی معاملہ میری زندگی سے گہرا تعلق رکھتا ہے یوں سمجھ لو کہ اگر میرا یہ کام ہو جاتا ہے تو میں اپنی زندگی بھی داؤ پر لگانے کے لیے تیار ہوں۔"

"اور تم مجھے کام کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گی؟"

"ابھی نواز اصغر ابھی کچھ نہیں" اس نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔

شیلی اپنے طور پر کارروائیاں کرتی رہی میں چونکہ دل میں فیصلہ کر چکا تھا کہ اب اس کے معاملات میں کوئی دخل نہیں دوں گا اس لیے میں صرف ایک خاموش تماشائی بنا رہا۔

دوپہر کو گیارہ بجے کے قریب وہ ضروری تیاریوں کے ساتھ باہر نکل آئی میں اس کے ساتھ تھا اور اس کے باڈی گارڈ کی حیثیت رکھتا تھا۔

کھانے پینے کا سامان اس نے ساتھ لے لیا تھا اس کا مقصد تھا کہ میٹر وول کا سفر بھی لمبا ہی ہے بہر طور ہم دونوں کار میں بیٹھ کر چل پڑے شیلی ڈرائیو کر رہی تھی اور میں پر سکون نگاہوں سے اطراف کا جائزہ لے رہا تھا خاصا خوبصورت علاقہ تھا جس سے کار گزر رہی تھی دور تک کھیت پھیلے ہوئے تھے ان کے اختتام پر باغات نظر آ رہے تھے جن میں جھولتے ہوئے پھلوں کی خوشبو ہواؤں کی روش پر تیرتی ہوئی سڑک پر پھیل رہی تھی اور موسم بڑا خوشگوار محسوس ہو رہا تھا۔

سفر جاری رہا ایک طرح سے پکنک کا انداز تھا پھر راستے میں ایک جگہ شیلی نے کار روکی یہاں ہم نے لنچ کیا لنچ کے بعد شیلی کہنے لگی۔

"ہم ایک ایسی جگہ جا رہے ہیں میٹر وول کے بارے میں تو میں تمہیں بتا ہی چکی ہوں لیکن میٹر وول میں ایک شخص چارلس نامی ہے جو کافی خطرناک ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ تمہارا مقابلہ چارلس سے ہو جائے۔"

"شیلی اچانک تم نے یہ فیصلہ کیوں کر لیا کہ مجھے اپنے کام میں اسی طرح شریک کر لو۔"

"اس کی وجہ ہے ان تین آدمیوں کی تم نے جس طرح پٹائی کی تھی اس سے مجھے اندازہ ہو گیا کہ تم ذہن کے ساتھ ساتھ ہاتھ پاؤں کا استعمال بھی خوب جانتے ہو۔"

"کیا تمہیں یہ خوف نہیں ہے کہ میں بالآخر تمہارے راستے

الگ ہو جاؤں گا۔"

"دیکھو نواز اصغر صرف ابتدائی باتیں تم جن سے واقف ہو تمہیں بتانا چاہتی ہوں۔ سمجھ لو کہ کچھ ایسے لوگ ہیں جن سے میرا ذاتی معاملہ چل رہا ہے اگر وہ لوگ زیر ہو جاتے ہیں تو میں ترلوکا کی نگاہوں میں بہت بڑی حیثیت کی مالک بن جاؤں گی ترلوکا کے کام کہیں بھی رکے نہیں رہتے لیکن بعض اوقات وہ ہاتھ ڈالنا پسند نہیں کرتا اس لیے کہ ان لوگوں سے وہ جھگڑا مول لینا نہیں چاہتا اگر یہ کام میں کر لوں تو تم یقین کرو کہ ترلوکا اس کے عوض مجھے بہت کچھ دے سکتا ہے اور اگر مجھے اعلیٰ قربت حاصل ہو گئی تو اس بات کے امکانات ہیں کہ میں ترلوکا کو ہاتھ میں لے لوں اگر یہ بھی ہو سکا تو کم از کم یہ تنہا لوگوں کے قریب جا سکوں گی۔" میں خاموشی سے گردن ہلا کر رہ گیا۔

دل ہی دل میں، میں سوچ رہا تھا کہ بے وقوف لڑکی ایک وقت ایسا آئے گا جب تم اپنی تمام تر چالوں سمیت میرے ہاتھوں ہی فنا ہو جاؤ گی اگر ترلوکا کے سلسلے میں تو نے میری مدد نہیں کی تو میں اپنے اس وقت کے ضائع ہونے کا تجھ سے پورا پورا حساب وصول کروں گا چنانچہ میں نے پوری طرح خاموشی اختیار کر لی تھی۔

میں اس شخص چارلس کے بارے میں سوچ رہا تھا جس کا حوالہ مجھے دیا گیا تھا بالآخر ہم میٹر وول پہنچ گئے دیکھنے کے قابل جگہ تھی صاف کشادہ سڑکیں وسیع و عریض جگہ جگہ سبزہ بھی نظر آ رہا تھا خوبصورت طرز کے دو منزلہ مکان بنے ہوئے تھے یہاں تیسری منزل کسی مکان کی نہیں تھی ایک مثالی قصبہ آباد کیا گیا تھا جس کا حسن قابل دید تھا اطراف میں پہاڑ پھیلے ہوئے تھے جن کی دھندلی چوٹیوں پر برف پھیلی ہوئی تھی۔

بادل پہاڑوں کی چوٹیوں سے نیچے آئے ہوئے تھے اور ماحول میں خنک سی کیفیت نظر آ رہی تھی۔

ہم نے ایک انتہائی خوبصورت جگہ قیام کیا یہاں ایسے مکانات مل جاتے تھے جو یہاں آنے والوں کے لیے بنے ہوئے تھے اور ان کا معقول کرایہ وصول کیا جاتا تھا۔

شیلی نے ایک ایسی ہی جگہ پسند کی تھی اور وہاں وہ خوش ہو گئی۔

کمرہ ہوٹل نما نہیں تھا بلکہ ایک طرح سے اسے گیسٹ ہاؤس کہا جا سکتا تھا نیچے کاؤنٹر بنا ہوا تھا جس پر ایک معمر عورت بیٹھی ہوئی تھی جس کے بال سفید تھے سروس بہت عمدہ تھی ضرورت کی ہر چیز یہاں فراہم کر دی جاتی تھی۔

یہاں پہنچ کر کھانے وغیرہ کا انتظام بھی اسی انداز میں کر دیا جاتا تھا جیسے ہوٹلوں میں ہوتا تھا شیلی بہت مستعد نظر آ رہی تھی اس نے اپنے ساتھ لائے ہوئے سامان میں سے ایک عمدہ ساخت کا پستول نکال کر مجھے دیا اور میں پستول کے چیمبر چیک کرنے لگا۔

"یہ کس لیے شیلی۔؟"

"تم کیا سمجھتے ہو کیا یہاں ہماری آمد پوشیدہ ہو گی۔"

"کیا مطلب۔؟"

"کچھ لوگوں کو ہماری آمد کا علم اس سے پہلے کہ ہم شہر میں پہنچیں ہو چکا ہو گا۔"

"اور وہ کون ہیں وہ لوگ۔؟"

"چارلس اور اس کے ساتھی۔"

"یہ چارلس ہے کیا چیز۔؟"

"بہت بڑی چیز ہے یوں سمجھ لو کہ یہ وہ لوگ ہیں جن پر ترلوکا بھی ہاتھ نہیں ڈالتا اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ ترلوکا کے راستے میں مزاحم نہیں ہوتے۔"

"گویا بات وہیں پہنچ جاتی ہے کہ یہ صرف تمہارا ذاتی معاملہ ہے۔"

"ہاں۔ ایک طرح سے ذاتی ہی سمجھ لو لیکن میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ در پردہ ترلوکا ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا یوں سمجھ لو کہ ایک تنظیم ترلوکا کی ہے تو دوسری تنظیم ان لوگوں کی ہے۔"

"ان لوگوں کی تنظیم کا کیا نام ہے۔؟"

"کوئی نام نہیں ہے بس تنظیم کہلاتی ہے۔"

"ان کا کام کیا ہے؟" میں نے سوال کیا اور شیلی الجھی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر اس نے معذرت آمیز انداز میں گردن ہلائی۔

"اگر یہ بات صرف میری زندگی کی ہوتی تو میں تمہیں اپنا رازدار بنا سکتی تھی لیکن ایسا نہیں ہے تمہیں بہت سی الجھنوں سے گزرنا ہو گا جو کچھ میں کہوں کرتے جاؤ۔"

"حالانکہ اس سے قبل میں نے کبھی کسی عورت کے احکامات پر اس طرح عمل نہیں کیا شیلی لیکن میں اپنی فطرت کے خلاف تمہارے ساتھ یہ رعایت برت رہا ہوں۔"

"میں اس کے لیے زندگی بھر تمہاری شکرگزار رہوں گی" شیلی نے جواب دیا۔

یہ لمحات ہم نے اسی قیام گاہ ہی میں گزارے میں اور شیلی مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے تھے۔ رات ہو گئی ہوٹل یا ہوٹل نما مکان کا کاروبار بند ہو گیا اس کی مالکہ نے ہم سے ہماری ضروریات کے بارے میں پوچھا اور جب ہم نے اس

جیسے اس کا شکریہ ادا کر کے کہا کہ اب کوئی چیز ضروری نہیں ہے تو وہ چلی گئی گویا اب ان لوگوں سے رابطہ نہیں قائم ہو سکتا تھا رات کے تقریباً گیارہ بجے تھے جب ہمارے کیبن کے دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور شیلی چونک پڑی اس کے چہرے پر ایک معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی تب اس نے آہستہ سے کہا۔

"میں اس کا انتظار کر رہی تھی۔ جاؤ دیکھو کون ہے۔"

میں مستعد ہو کر دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ پستول میرے پاس موجود تھا اور میں کسی بھی لمحے اسے نکال سکتا تھا۔ میں نے دروازہ کھولا اور ایک لمحے کے لیے ساکت ہو گیا۔ بھاری بدن کا ایک شاندار اور صحت مند آدمی میرے سامنے کھڑا تھا لیکن اس کے ہاتھ میں سیاہ پستول کی نال میری پیشانی سے آ کر چپک گئی تھی۔

"پیچھے ہٹو۔" اس نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا اور میں پیچھے ہٹ گیا۔ دفعتاً عقب سے کوئی ایسی حرکت ہوئی جس کی وجہ سے ہلکی سی آواز ہوئی اور آنے والا چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ یہی ایک لمحہ میرے لیے کافی تھا۔ میں نے اس کے ریوالور والے ہاتھ پر ٹھوکر ماری اور جیسے ہی اس کا ہاتھ بلند ہوا میں نے اس کی کلائی کو گرفت میں لے کر اس کے ہاتھ کو اوپر اٹھا دیا۔ بھاری بھرکم شخص نے ہاتھ چھڑانے کی بھرپور کوشش کی وہ اگر چاہتا تو فائر بھی کر سکتا تھا لیکن وہ یہ بات جانتا تھا کہ یہاں گولی چلانا اس کے حق میں نہیں ہو گا چونکہ اطراف میں اور بھی لوگ مقیم تھے اس کی یہ کمزوری میرے لیے بہتر ثابت ہوئی میں نے پوری قوت سے گھٹنا اس کے پیٹ پر مارا اور پھر اس کی گردن پر دوسرا گھونسا رسید کر دیا۔ اس طرح ریوالور پر اس کی گرفت مضبوط نہ ہو سکی اور ریوالور اس کے ہاتھ سے گر گیا۔ وہ زمین پر جا پڑا تھا پیٹ پر پڑنے والی ضرب نے اسے خاصی تکلیف میں مبتلا کر دیا تھا میں اب اس کو موقع نہیں دے سکتا تھا چنانچہ میں نے اسے گریبان سے پکڑا اور ایک جھٹکے سے ایک طرف دھکیل دیا وہ دیوار سے جا ٹکرایا تھا اس دوران شیلی بھی باہر نکل آئی اور اس نے اندر آنے والے کا پستول اپنے قبضے میں کر لیا میرا شکار بری طرح دیوار سے ٹکرایا تھا اس نے بمشکل تمام خود کو سنبھالا لیکن کھڑا ہونے کی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اسی وقت شیلی اس کے نزدیک پہنچ گئی اس نے پستول کی نال آنے والے کی پیشانی پر رکھتے ہوئے کہا۔

"ہیلو چارلس! کیسے مزاج ہیں تمہارے۔"

"ہاں ہاں! خبردار اپنے ہاتھوں کو جنبش مت دو ورنہ میں تمہیں زندہ نہ چھوڑوں گی۔" شیلی کی آواز میں بے پناہ غراہٹ تھی۔ آنے والے نے جس کا نام چارلس لیا تھا اور جس کا تذکرہ شیلی مجھ سے پہلے ہی کر چکی تھی قہر آلود نگاہوں سے شیلی کی طرف دیکھا اور پھر اس کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پیدا ہو گئی۔

"تم جانتی ہو تم مجھے کبھی گولی نہیں مار سکتیں۔" اس نے کہا۔

"نہیں چارلس وقت بدل گیا ہے مجھے تمہاری زندگی سے اب کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"جھوٹ بول رہی ہو اگر ایسا ہوتا تو تم سب سے پہلا کام یہی کرتیں کہ مجھے ختم کر دیتیں۔" میں ان کے درمیان ہونے والی گفتگو سن رہا تھا اور میری نگاہیں معنی خیز انداز میں دونوں کا چہرہ دیکھ رہی تھیں۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ یہ سب کیا ڈرامہ ہے لیکن میں نے جو کچھ کیا تھا وہ خاصا مناسب تھا۔ چارلس کے ہونٹوں پر خون جمع ہو گیا تھا اس نے اپنی آستین سے خون پونچھا اور میری طرف متوجہ ہو کر بولا۔

"تمہارا کیا خیال ہے مسٹر! کیا یہ لڑکی مجھے گولی مار سکتی ہے۔"

میں نے گہری نگاہوں سے چارلس کو دیکھا اور آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ گیا اور پھر میری بھرپور ٹھوکر اس کے پیٹ پر پڑی وہ خوفزدہ سا اٹھ کر بیٹھ گیا تھا لیکن اس ٹھوکر نے اسے اوندھا کر دیا اور وہ سر کے بل پیچھے گر گیا۔

"یہ تمہیں گولی مار سکتی ہو یا نہ مار سکتی ہو لیکن میں ٹھوکریں مار مار کر تمہیں ختم کر دوں گا۔" میں نے کہا لیکن اس بار وہ مجھے دھوکا دینے میں کامیاب ہو گیا تھا وہ اسی طرح اوندھا گرا کہ مجھے یہ گمان گزرے کہ اس کے پیٹ میں سخت تکلیف ہوئی ہے اور اس کی وجہ سے وہ اوندھا ہو گیا ہے لیکن نیچے گرتے ہی اس نے دونوں ہاتھ آگے بڑھائے اور میرے ٹخنوں کو اپنی گرفت میں لے کر پھرتی سے کھینچ لیا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ میں نے انتہائی تیزی اور مہارت سے کام لیتے ہوئے الٹی قلابازی کھائی تھی ورنہ اس طرح گرتا کہ کھوپڑی کا پچھلا حصہ خاصا بیکار ہو جاتا۔ میں الٹی قلابازی کھا کر پیروں کے بل نیچے آ گیا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے اسے سزا بھی دینی تھی چنانچہ جیسے ہی میرے دونوں پاؤں زمین پر ٹکے میں نے اچھل کر ایک ٹھوکر اس کے گھٹنے میں رسید کر دی۔ البتہ یہ ٹھوکر ہلکی پڑی تھی چونکہ وہ بھی کچھ پیچھے ہو گیا تھا البتہ اس بار اس نے جو حرکت کی وہ میرے لیے متوقع نہیں تھی وہ اسی طرح اچھلا تھا جیسے مجھ پر حملہ کرنا چاہتا ہو لیکن ہوا یوں کہ اس کی دونوں ٹانگیں شیلی کی کمر کے گرد لپٹ گئیں اور اس نے عقب سے شیلی کے ریوالور والے ہاتھ کو پکڑ لیا۔ میں ٹھٹھک کر رہ گیا صورتحال یکایک تبدیل ہو گئی تھی اب اس صورتحال سے نجات کا ذریعہ

صرف شیلی تھی اور مجھے یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ شیلی بالکل ہی احمق لڑکی نہیں تھی۔ چونکہ چارلس کا پورا وزن اس کے بدن پر پڑا تھا اس لیے وہ اس طرح ڈگمگائی جیسے گر رہی ہو لیکن وہ پھرتی سے پیچھے ہٹ گئی تھی اتنی کہ وہ چارلس کو لیے ہوئے دیوار تک جا پہنچی اور پھر اس نے پوری قوت سے چارلس کو پیچھے رگڑ دیا۔ بہرحال یہی لمحہ تھا جس کی مجھے توقع تھی میں پھرتی سے اچھلا اور چارلس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے اس کے بال پکڑے اور پوری قوت سے اس کا سر دیوار پر دے مارا۔ شیلی کو تو ویسے ہی اس سے خلاصی مل گئی تھی لیکن سر کی یہ ضرب اس کے حواس چھیننے کا باعث بن گئی اور وہ دیوار پر گہری خون کی لکیر چھوڑ کر نیچے آ رہا۔ شیلی نے اپنا پستول اس کی گردن پر رکھ دیا تھا لیکن چند لمحات کے بعد ہم دونوں کو احساس ہو گیا تھا کہ درحقیقت وہ بے ہوش ہو گیا ہے۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور شیلی کی طرف متوجہ ہو گیا جو خوفناک نگاہوں سے چارلس کو گھور رہی تھی۔ کمرے میں خاموشیاں چھائی ہوئی تھیں ہماری یہ ہنگامہ خیزیاں اگرچہ مختصر تھیں اور انتہائی مہارت سے کی گئی تھیں کہ ابھی اطراف میں رہنے والوں کو اس کمرے میں ہونے والی کسی واردات کی کوئی اطلاع نہیں ہو سکی تھی تاہم میں غور سے باہر کی آوازیں سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کہیں کوئی جاگ نہ گیا ہو بہرطور کیبن تھے معمولی سے دھماکے تو ہوتے ہی تھے لیکن آس پاس کے لوگ بے خبر تھے کسی کو اس ہنگامہ خیزی کی اطلاع نہیں ہو سکی تھی۔ شیلی نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور پھر چارلس کی طرف متوجہ ہو گئی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیا یہ یہاں تنہا آیا ہو گا نواز اصغر؟"

"یہ بات تم زیادہ جانتی ہو شیلی۔" میں نے بیزار سے انداز میں کہا۔

"اوہ میرا خیال ہے یہ تنہا نہیں ہو گا۔"

"تو پھر؟"

"تمہیں تکلیف ہو گی تمہیں باہر جانا ہو گا۔"

"او کے۔ میں دیکھتا ہوں۔" میں نے کہا اور خاموشی سے دروازے سے باہر نکل آیا۔ پستول میرے پاس موجود تھا۔ ادھر کے ڈرامے کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا پا رہا تھا کہ وہ کس حد تک ہے لیکن جو کچھ ہوا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ کم از کم چارلس کی حد تک کوئی ڈرامہ نہیں ہے کیونکہ وہ بیچارا خوفزدہ ہو رہا تھا۔

اور پھر تفتیش پر شیلی پر قابو پالینا چاہتا تھا میں نے دروازہ احتیاطاً باہر سے بند کر دیا تھا اور چند لمحات کے بعد میں باہر نکل آیا۔ دروازے کا چوکیدار دروازے پر موجود تھا مجھے دیکھ کر اس نے گردن جھکائی اور میں سر ہلاتا ہوا فٹ پاتھ پر نکل آیا۔ باہر آ کر میں نے دونوں اطراف کا جائزہ لیا کوئی مشکوک شخصیت نظر نہیں آئی تھی البتہ تھوڑے ہی فاصلے پر سڑک کی دوسری جانب ایک سیاہ رنگ کی کار کھڑی ہوئی تھی میں نے دروازے کی طرف دیکھا چوکیدار میری جانب ہی متوجہ تھا میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"یہ کار کس کی ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ابھی ایک صاحب اندر گئے ہیں۔" چوکیدار نے جواب دیا۔

"اوہ اوہ اچھا اچھا۔ دراصل وہ میرا دوست ہے اور میرے ہی پاس آیا تھا مجھے اس کی کار سے کچھ سامان نکالنا ہے۔" میں نے کہا اور کار کے نزدیک پہنچ گیا۔ چوکیدار نے میری جانب توجہ نہیں دی۔ بہرطور میں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر یہ شخص کار میں تنہا آیا ہے تو کیا کار کی تلاشی لے لینا مناسب ہو گا۔ میں نے اندر جھانکا اور پھر کسی کو نہ پا کر اوپر پہنچ گیا۔ جب میں نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا تو شیلی چارلس کو ایک مضبوط رسی سے باندھ کر فارغ ہو چکی تھی۔ میری آہٹ پا کر اس نے مستعد نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"کیا پوزیشن ہے؟" اس نے پوچھا۔

"کوئی نہیں ہے۔ سب ٹھیک ٹھاک ہے۔"

"گو کہ میں عقبی کھڑکی سے جھانک کر باہر دیکھ چکی ہوں ادھر بھی کوئی نہیں ہے۔ بہرطور یہ شخص تنہا ہی آیا ہے اور مجھے اس بات پر حیرت ہے۔"

"میں یہ نہیں پوچھوں گا کہ تمہیں یہ حیرت کیوں ہے۔" میں نے جواب دیا اور شیلی ہنسنے لگی۔

"ہاں میں جانتی ہوں کہ تمہارا ذہن بے پناہ الجھن کا شکار ہو گا لیکن یہ بھی جانتی ہوں کہ اس کے لیے مجھے تم معاف کر دو گے۔"

"بہت پہلے معاف کر چکا ہوں۔ اب اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"ہونا تو یہ چاہیے کہ میں پہلی فرصت میں اسے ٹھکانے لگا دوں۔ اس کی زندگی میرے لیے بے حد خطرناک ہے لیکن ایک خطرہ بھی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"وہ سوزی ہوسٹن ایک خطرناک عورت ہے نیویارک کی لوگو وہ اس کی محبوبہ ہی نہیں اس کی دست راست بھی ہے۔"

"خوب، یہ کون خاتون ہیں؟"
"بتا چکی ہوں۔"
"تو اب آپ کو سورڈی کی فکر ہے۔"
"ہاں، میں اس کو بآسانی ٹھکانے لگا سکتی ہوں لیکن صورت حال کا مجھے کوئی خاص اندازہ نہیں ہے۔"
"اگر ایسا ہے تو سورڈی کا زندہ رہنا ہمارے لیے خطرناک ہوگا۔ تم یوں کرو کہ اگر تم کو سورڈی کا ٹھکانہ معلوم ہے تو تم اس کے پاس چلی جاؤ۔ اس شخص کو میں سنبھالے رکھوں گا۔"
"نہیں میرے ذہن میں ایک اور ترکیب ہے۔"
"کیا؟"
"میں تمہیں ایک فون نمبر دیتی ہوں تم اسے فون کر کے یہاں بلا لو۔"
"کمال ہے شیلی۔ تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی لیکن اب میں اسے سمجھنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ فون نمبر بتاؤ۔" میں نے کہا اور شیلی نے ایک فون نمبر مجھے بتا دیا۔ میں نے ٹیلی فون کے نزدیک پہنچ کر شیلی کے بتائے ہوئے نمبر ڈائل کیے۔ اور دوسری طرف سے فوراً ہی فون ریسیو کر لیا گیا۔
"ہیلو۔"
"کون؟ مس سورڈی بول رہی ہیں؟"
"ہاں! کیا بات ہے؟"
"میں چارلس کا دوست ہوں۔ براہ کرم آپ میرے بتائے ہوئے پتہ پر پہنچ جائیں چارلس آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہے۔"
"اس وقت اسے کیا مصیبت درپیش آ گئی۔ کہاں ہے، پتہ بتاؤ۔" میں نے پتہ دوہرا دیا اور پھر فون بند کر دیا۔ شیلی اس دوران میری گفتگو سن رہی تھی۔ چارلس آہستہ آہستہ ہوش میں آ رہا تھا لیکن جونہی اس نے آنکھیں کھولیں شیلی نے تیزی سے پستول کا دستہ اس کے سر کی پشت پر مار دیا اور چارلس پھر بے ہوش ہو گیا۔ تب شیلی آہستہ سے بولی۔
"میرا خیال ہے ہم اسے باتھ روم میں بند کیے دیتے ہیں اس کا سامنے ہونا مناسب نہیں ہے۔"
"ٹھیک ہے جیسا تم پسند کرو۔" میں نے جواب دیا اور پھر چارلس کو گھسیٹتا ہوا باتھ روم میں لے گیا۔ اس کے ہاتھ پیر تو بندھے ہوئے تھے اس لیے خطرہ نہیں تھا کہ وہ باتھ روم میں کوئی کارروائی کر سکے گا۔ چنانچہ میں اسے خوب ٹٹول کر باتھ روم میں ڈال آیا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور شیلی نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ اندر آنے والی ایک بھرے بھرے بدن کی عورت تھی یقیناً یہی سورڈی تھی۔ شیلی کے اشارے پر وہ خاموشی سے اندر آ گئی اس نے ادھر ادھر دیکھا اور میں دروازہ بند کر کے اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔
"ہیلو مس سورڈی۔"
"کون ہو تم؟" اس نے اچانک خطرے کا احساس کر لیا تھا۔
"چارلس کا وہی دوست جس نے آپ کو فون کیا تھا۔"
"چارلس کہاں ہے؟"
"چارلس! اس کے بارے میں تو یہ محترمہ ہی بتا سکیں گی۔" میں نے شیلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
"کون چارلس؟ یہاں کوئی چارلس نہیں ہے۔" شیلی نے جواب دیا اور لڑکی کسی قدر سراسیمہ سی ہو گئی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے آثار نظر آ رہے تھے پھر اس نے ایک دیوار سے ٹکتے ہوئے کہا۔
"میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔"
"کہاں جانا چاہتی ہو ڈیئر سورڈی۔"
"تم لوگ مجھے کیسے جانتے ہو۔ چارلس کو کیسے جانتے ہو؟"
"اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں تو ڈاکٹر ڈی کو بھی جانتی ہوں تو تم کیا محسوس کرو گی۔" میں نے شیلی کی زبان سے یہ نام پہلی بار سنا تھا۔ ڈاکٹر ڈی کون ہے اس بارے میں مجھے کوئی علم نہیں تھا۔
"ہوں! اس کا مقصد ہے کہ تم لوگ کوئی بہت چالباز ہو مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"
"ڈاکٹر ڈی کے بارے میں معلومات اور ان کاغذات کا پتہ جو تمہارے پاس محفوظ ہیں۔"
"کون سے کاغذات؟"
"برنس ٹو۔" شیلی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ میری کھوپڑی ہوا میں تیرنے لگی تھی۔ یہ شیلی تو آفت لڑکی ہے۔ نہ جانے کیا کیا جھگڑے پال رکھے ہیں اس نے۔ بہرطور میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اب اس کا ساتھ ہی دوں گا۔
"تمہیں پتہ نہیں کیسی فضول باتیں کر رہی ہو۔"

"ڈیئر تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میں کون ہوں، نظر انداز کر رہی ہو وہ دوسری بات ہے برنس ٹو کے کاغذات میرے ہاتھ لگنے ہی چاہئیں ورنہ یہ سمجھ لو کہ تم مصیبت میں پھنس جاؤ گی بلکہ تمہاری زندگی ممکن نہیں ہے۔ اگر برنس ٹو کے کاغذات تم میرے حوالے کر دو تو شاید میں تمہیں زندہ بھی چھوڑ دوں گی۔"
"فضول بکواس مت کرو میں اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتی۔"
"تب تم ہمارے بارے میں جان چکی ہو اور بہتر یہ ہے کہ تم سے نجات حاصل کر لی جائے۔ جہاں تک معاملہ رہا برنس ٹو کا تو میرا خیال ہے کہ ڈاکٹر ڈی وہ کاغذات میرے حوالے کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔"
"ہوں اگر ایسی بات ہے تو تم نے سیدھا ڈاکٹر ڈی پر ہی ہاتھ کیوں نہیں ڈالا؟"
"اس لیے کہ اسے ہماری یہاں آمد کا علم ہو گیا ہے اور ابھی وہ اسی چکر میں ہو گا کہ ہم کون ہیں اور کیا کر رہے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو مسٹر چارلس یہاں آنے کی کوشش نہ کرتے۔"
"یہاں؟" سورڈی پھر چونک پڑی۔
"ہاں وہ غسل خانے میں آرام کر رہے ہیں۔" شیلی نے کہا اور سورڈی بے اختیار غسل خانے کی طرف جھپٹ پڑی۔
"جونہی وہ غسل خانے میں داخل ہوئی میں نے شیلی کو تیر کی طرح غسل خانے کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔ غسل خانے کا دروازہ ایک دھماکے سے بند ہو گیا۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے کے قریب پہنچا اور اسے کھول کر دیکھنے کی کوشش کی لیکن شیلی نے دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا پھر میرے کانوں میں عجیب سی آوازیں آنے لگیں جیسے شیلی اور سورڈی آپس میں لڑ پڑی ہوں لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے ایک لمحے کے لیے تو دل چاہا کہ یہاں سے نکل جاؤں لیکن اس طرح فرار ہو جانا بھی عقل کی بات نہیں تھی۔ میں اپنے آپ کو آزمانا چاہتا تھا دیکھتا ہوں وہ کب تک نہیں نکلتی۔
تھوڑی دیر تک اندر ہنگامہ ہوتا رہا اور اس کے بعد دروازہ کھلا۔ شیلی باہر نکل آئی لیکن میں اس کی حالت دیکھ کر چونک پڑا۔ اس کے بال الجھے ہوئے تھے لباس بے ترتیب تھا آنکھیں دیوانگی کے تاثرات سے خوفناک ہو گئی تھیں۔ چہرہ آگ کی طرح سرخ ہو رہا تھا مجھ سے نگاہ ملی تو اس کے چہرے پر عجیب سی کیفیت نظر آئی پھر وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور میرے نزدیک پہنچ گئی۔ میں شیلی کے بارے میں پہلے ہی اندازہ لگا چکا تھا کہ وہ جو کچھ نظر آتی ہے اس سے کہیں آگے کی چیز ہے۔ اس کا سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا میرے نزدیک آ کر وہ بیٹھ گئی اور اپنے سانس کو اعتدال پر لانے لگی میں خاموشی سے اس کا جائزہ لے رہا تھا پھر اس نے آہستہ سے پوچھا۔
"باہر کا تو سب معاملہ ٹھیک ہے؟"
"بالکل ٹھیک۔ لیکن تمہاری حالت ٹھیک نہیں ہے۔"
"ہاں میں اپنے آپ کو نارمل کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔"
"سورڈی کا کیا ہوا؟"
"میں نے ان دونوں کو ٹھکانے لگا دیا۔"
"دونوں کو؟" میں چونک پڑا۔
"ہاں دونوں کو۔ میں اپنے پیچھے کوئی نشان نہیں چھوڑ سکتی سمجھے تم، ایک بھی نشان میں نہیں چھوڑنا چاہتی۔"
"شیلی میں تمہاری مزید کیا مدد کر سکتا ہوں؟" اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا گھورتی رہی اور پھر اس کی آنکھوں سے آنسو لڑھک پڑے۔
"ارے ارے! کمال کی عورت ہو بھئی، ابھی ابھی دو شخصوں کا خون کر کے آ رہی ہو اور اب معصوم لڑکیوں کی طرح رو رہی ہو۔"
"ہاں میں معصوم لڑکی ہی تو تھی سمجھے تم نواز اصغر میں معصوم لڑکی تھی لیکن مجھ سے میری معصومیت چھین لی گئی۔ ساری دنیا میں میرا کوئی نہیں تھا سوائے ایک بھائی کے۔ صرف ایک بھائی ہی تھا میرا جس پر میں جان چھڑکتی تھی۔ سنا نواز اصغر! اب میں تم سے جھوٹ نہیں بول رہی۔ اب تک جو فریب تم سے کرتی رہی ہوں اس پر شرمندہ ہوں۔ ان لوگوں نے میرے بھائی کو قتل کر دیا۔ ان لوگوں نے مجھے بے سہارا بنا دیا۔ میں حسن و عشق کی وادیوں میں بھٹک رہی تھی۔ میں محبت کے جھولے جھول رہی تھی ایک نوجوان سے میری دوستی تھی بہت ہی خوبصورت آدمی تھا وہ جان چھڑکتا تھا مجھ پر لیکن میں نے اس کی ضد پر اسے فنا کر دیا کیونکہ اب میرے سینے میں انتقام کی آگ روشن تھی۔ مجھ سے میرا پیارا بھائی چھین لیا گیا تھا مجھ سے میرا سب چھین لیا گیا تھا اور اسے چھیننے والے کون لوگ تھے جانتے ہو؟ یہی ڈاکٹر ڈی۔ ڈاکٹر ڈی کا گروہ بہت بڑا ہے وہ دنیا کا ہر برا کام کرتا ہے۔ خود ڈاکٹر ڈی کس بلا کا

کی طرح چھپا رہتا ہے کبھی سامنے نہیں آتا۔ اس کے گروہ کے
آدمی مختلف علاقوں پر قبضہ جمائے بیٹھے رہتے ہیں۔ نوابی
ریاستوں میں ان کا عمل دخل ہے۔ اور میرے جیسے اتنے بڑے
گروہ سے نمٹنا آسان کام نہیں تھا۔ مجھے کسی ایسے گروہ کی تلاش
تھی جس میں شامل ہو کر میں ڈاکٹر ڈی کے خلاف کام کر سکوں۔
ہاں نواز اصغر میں تمہیں اپنی زندگی کا وہ راز بتا رہی ہوں جو
اس سے پہلے کبھی کسی کو نہیں بتایا۔ ہم لوگ بے پناہ دولت
رکھتے تھے میرا بھائی بھی اس دولت کا وارث تھا اور ہم سکون
کی زندگی گزار رہے تھے کہ ڈاکٹر ڈی کے آدمیوں نے مجھ کو اپنے
جال میں جکڑ لیا اور اس دولت کے لیے اسے موت کی نیند
سلا دیا۔ یہاں ایک بہت بڑی فیکٹری موجود ہے جو کسی دور میں
میری ملکیت تھی۔ میرے سینے میں انتقام کی آگ سلگ
رہی تھی اور مجھے ترلوکا کے گروہ کے بارے میں معلومات
حاصل ہوئیں۔ سان ان تونیو میں ڈاکٹر ڈی اور ترلوکا کے
درمیان کئی معرکے ہوئے اور ان میں ترلوکا کے آدمیوں نے
ڈاکٹر ڈی کے آدمیوں کو نیچا دکھایا۔ چنانچہ میں ترلوکا کے گروہ
میں شامل ہو گئی۔ ایسے ایسے کام کیے میں نے ترلوکا کے گروہ
کے لیے کہ وہاں میری ایک وقعت ہو گئی مجھے ایک باقاعدہ
سیکشن کا انچارج بنا دیا گیا۔ ہاں راجہ نواز اصغر مجھے تمہارے
بارے میں تمام تفصیلات پہلے ہی بتا دی گئی تھیں میں نے اب
تک تم سے جھوٹ بولا تھا تم میرے لیے اجنبی نہیں تھے۔ میں
نے بڑی کاوشوں کے بعد ترلوکا اور ڈاکٹروں کے درمیان ٹھنوا
دی اور دونوں آپس میں ایک دوسرے سے نبرد آزما ہو گئے۔
اکثر ان گروہوں میں ہنگامہ خیزیاں ہوتی رہتی ہیں۔ ڈاکٹر ڈی
کے آدمی بھی مارے جاتے ہیں اور ترلوکا کے آدمیوں کا بھی
نقصان ہوتا ہے لیکن ترلوکا کے نام سے نہیں بلکہ منشیات
کے اسمگلر کی حیثیت سے۔ کیونکہ ڈاکٹر ڈی بھی بعض اوقات
منشیات کی ہیرا پھیری میں دلچسپی لیتا ہے۔ سمجھے تم یہ ہے میری
کہانی اور اس کے جرائم نکات ہوں گے۔ وہ میں تمہیں بتا دوں
کہ راجہ نواز اصغر میں باقاعدگی سے ترلوکا کے آدمیوں کے ذریعے
اپنے مقصد کی تکمیل نہیں کروا سکتی۔ مذہبی ٹی نے ان پر اپنا
ماضی واضح کیا ہے۔ لیکن جس طرح بھی درپردہ ہو سکتا
ہے میں اپنا کام تمام رکھتی ہوں۔ مجھے تمہارے پیچھے لگایا
گیا تھا لیکن تمہاری کہانی نے بہت متاثر کیا تھا اور میں نے
فیصلہ کر لیا تھا کہ کسی طرح بھی میں تمہیں ترلوکا کے ہاتھ

ہاتھ میں لے ہوں گی۔ میں نے ترلوکا کے متعدد خاص سے بات
کی ہے اور اس نے مجھے یہ کیس دے دیا ہے۔ میں نے اس
سے وعدہ کیا ہے کہ جو کچھ بھی ہو گا میں تمہیں نگاہوں میں رکھوں
گی۔ ترلوکا کی خواہش ہے کہ ابھی تمہیں سان ان تونیو میں آزاد
چھوڑ دیا جائے جیسا کہ میں نے تم سے کہا کہ وہ اس بات کا
خواہش مند ہے کہ تمہیں خودکشی پر مجبور کر دے۔ میرے
سپرد یہی ذمہ داری کی گئی ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے میں
تمہیں نچاتی رہوں اور جب تم بالکل ہی زندگی سے عاجز آ
جاؤ تو تمہیں ترلوکا کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ ترلوکا کچھ
ایسے پروگرام بنائے ہوئے ہے جن کی وجہ سے تمہیں موت
ہی اپنانی پڑے گی۔"

"اوہ اگر یہ بات ہے تو تمہیں زیبا کے بارے میں بھی
معلومات ہوں گی۔"

"خدا کی قسم میں نہیں جانتی لیکن جو کچھ بھی میں نے
تم سے کہا ہے اس میں بھی جھوٹ نہیں ہے۔ میں زیبا کے
بارے میں تمہیں معلومات کر کے بتا دوں گی۔ یہ کام میرے
لیے بہت زیادہ مشکل نہیں ہو گا لیکن اگر تم میرا مقصد پورا کر
سکے۔" میں گہری سوچ میں ڈوب گیا ایک نیا معاملہ میری
نگاہوں کے سامنے آیا تھا مجھے اپنے ان سوالوں کے جواب
بھی مل سا گئے تھے جو میرے ذہن میں پیدا ہو رہے تھے یعنی
یہ کہ بقول شیلی کے ترلوکا مجھے نگاہوں میں رکھے ہوئے
تھا ہے اور یہ کہ اگر میں شیلی کے معاملے میں کام کر دوں تو
ترلوکا سے محفوظ رہ سکوں گا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ شیلی
میرے سلسلے میں انچارج بنا دی گئی تھی لیکن اس کے
دل میں کچھ اور تھا اب اس بات میں کوئی تردد نہیں رہا
تھا میں تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر میں نے آہستہ
سے کہا۔

"پہلے ہمیں ان دونوں لاشوں کو ٹھکانے لگا دینا
چاہیے۔" شیلی میری طرف دیکھنے لگی اور پھر بولی۔

"کیا تم نے میری باتوں پر یقین کر لیا ہے۔"

"ہاں شیلی۔" میں نے حتمی لہجے میں کہا اور اس کی آنکھوں
سے تشکر کے آثار جھانکنے لگے۔ پھر وہ بولی۔

"راجہ نواز اصغر اگر تم میری مدد کرو گے تو میں اپنی زندگی
تمہارے مقصد کے لیے وقف کر دوں گی۔ مجھے تم سے
کچھ نہیں چاہیے۔" میں نے جو کچھ کہا تھا وہ فریب پر

مبنی تھا۔ میں تو اپنی محبت کو اپنے ہاتھوں سے قربان کر چکی ہوں
اب میرے سینے میں ایک انتقام روشن ہے جسے میں ہر قیمت
پر پورا کرنا چاہتی ہوں۔ اگر میں تمہارے ذریعے ان لوگوں کو فنا
کرنے میں کامیاب ہو گئی اور وہ کاغذات میرے ہاتھ لگ گئے
تو سمجھو کہ تمہاری بیوی کی حیثیت بھی میری ذمہ داری ہو گی۔"

"میرا خیال ہے شیلی اب تم آرام کرو۔ میں اپنا کام کرتا
ہوں۔" میں نے کہا اور میں ایک پروگرام ترتیب دینے لگا۔
ہوٹل کا تمام حصہ خالی تھا سوائے گیٹ کے چوکیدار کے لاشوں
کو کسی دوسری سمت سے دفعتاً میرے ذہن میں اس عقبی کھڑکی
کا خیال آیا جو ساحل کی سمت کھلتی تھی پیچھے سیاہ دیواریں
اور میرا ذہن روشن ہو گیا میں نے شیلی کو اس سلسلے میں ملوث
کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا چنانچہ میں غسل خانے کی طرف
بڑھ گیا۔ غسل خانے میں آ کر میں نے ان دونوں لاشوں کو دیکھا
تو سینے کا لہو پورے بدن میں ایک جھرجھری سی دوڑ گئی۔ انسانی
زندگی میرے اپنے ہاتھوں میں فنا ہو چکی تھی۔ میں بھی قاتل تھا
لیکن جو منظر میں نے یہاں دیکھا وہ رونگٹے کھڑے کر دینے کے لیے
کافی تھا۔ نرگس کا خوبصورت چہرہ اس قابل نہیں رہ گیا تھا کہ
اس کو کسی عورت کا چہرہ کہا جا سکے اس کے ہونٹ ٹکڑوں
میں تقسیم ہو گئے تھے دانت منہ سے غائب تھے رخسار
بری طرح پھٹ گئے تھے اور وہ ایک خوفناک لاش کی
شکل میں نظر آ رہی تھی۔ یہی کیفیت مرد کی بھی تھی۔ بہر طور میں
نے اس کو اس احساس سے الگ کیا مرد کا کوٹ اتار کر ایک طرف
رکھ دیا۔ ہیٹ اتار کر چارلس ایک جگہ رکھ چکا تھا۔ البتہ
دونوں چیزوں کی مجھ کو ضرورت تھی۔ اس کے بعد میں نے
آسمانی رسی سے جس سے شیلی نے چارلس کو باندھا تھا ان کی
لاشیں کھڑکی سے نیچے لٹکائیں اور نیچے تک پہنچا دیں۔ دونوں
لاشوں کو میں نے کھڑکی سے نیچے پہنچا دیا۔ اور کھڑکی بند کر دی۔
اس کے بعد میں دروازے کی سمت چل پڑا تھا۔ دروازے
پر میں نے رک کر شیلی سے کہا۔

"اگر تم چاہو تو آرام کر سکتی ہو۔ میں تھوڑی دیر تک واپس
جاؤں گا" شیلی نے آہستہ سے گردن ہلا دی۔ وہ خشک ہونٹوں
پر زبان پھیر رہی تھی۔ میں نے چارلس کا کوٹ پہنا اور فلیٹ
ہیٹ لگا کر اس انداز میں آگے بڑھنے لگا کہ چوکیدار یہی سمجھے
کہ میں ٹھٹھکا سا ہوں جو کسی سے ملنے آیا تھا اس نے مجھ سے
کچھ نہیں کہا اور میں خاموشی سے باہر نکل کر کار کے قریب

پہنچ گیا پھر میں نے کار اسٹارٹ کی اور اسے ایک طرف تیزی
سے گھماتے ہوئے عمارت کی عقبی سمت میں لے آیا جہاں
دونوں لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ دونوں لاشوں کو ڈگی میں
ڈالنے کے بعد میں کار اسٹارٹ کر کے چل پڑا اس علاقے کے
بارے میں مجھے معلومات نہیں تھیں بس جس طرف منہ اٹھ
چل پڑا تھا لیکن اس بات کو ذہن میں رکھنا چاہتا تھا کہ
فاصلہ زیادہ نہ ہو تاکہ میں واپسی میں یہ راستہ پیدل طے کر سکوں
چارلس کا کوٹ اور ہیٹ اتار کر میں نے ایک سمت رکھ دیا
تھا پھر مجھے ایک تیز رفتار نالہ نظر آیا اور میں نے یہی مناسب
سمجھا کہ لاشوں کو اس نالے میں ڈال دوں۔ نالہ کہاں جاتا ہے
کہاں سے آیا ہے اس بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔
اطراف سے بے خبر تھا لیکن چاروں طرف خاموشی اور ویرانی
کا راج تھا۔ چنانچہ میں نے اطمینان سے دونوں لاشیں
اٹھائیں اور پانی میں ڈال دیا۔ چھپاک کی آواز ہوئی اور
دونوں لاشیں تیزی سے میری نگاہوں کے سامنے بہتی
ہوئی بہت دور نکل گئیں۔ دیکھتے دیکھتے وہ میری آنکھوں
سے اوجھل ہو گئیں تھیں۔ میں نے ان لاشوں کے ساتھ
ہی چارلس کا کوٹ اور ہیٹ بھی پھینک دیا تھا اور اس
کے بعد میں نے کار اسٹارٹ کی اور اسے موڑ کر بالکل
مختلف سمت ایک کنارے کے قریب پہنچ گیا عمارت کے
عقب میں میں نے کار کھڑی کی اس پر سے اپنی انگلیوں کے
نشان وغیرہ صاف کیے۔ اور دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا
اس کے بعد واپسی کا سفر میں نے پیدل ہی طے کیا تھا۔
میں اندر پہنچا تو باتھ روم میں پانی گرنے کی آوازیں آ رہی
تھیں اور شیلی کمرے میں موجود نہیں تھی۔ جب وہ باہر نکلی
تو میری نگاہیں ایک لمحے کے لیے اس پر جم کر رہ گئیں۔
شب خوابی کے لباس میں وہ بہت خوبصورت نظر آ رہی تھی
لیکن میں اپنے آپ کو سنبھالنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ البتہ شیلی
کی نگاہوں کی کیفیت بہتر نہیں تھی۔ اس کے چہرے سے
اس کے جذبات کا اظہار ہوتا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے
اس کا خیر مقدم کیا اور وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"کیا رہا؟" اس نے پوچھا۔

"سب ٹھیک ہے شیلی بے فکر ہو جاؤ۔" میں نے جواب
دیا۔ تو وہ بے اختیار مسکرا پڑی۔

”بہر طور یہ سب کچھ ضروری تھا۔ شیلی اب میرا خیال ہے آرام کرو، تم تھک گئی ہو گی۔“

”ہم لوگ اس سلسلے میں مزید کوئی گفتگو نہیں کریں گے۔ میں جب کچھ کر چکی ہوں تو میری بساط سے باہر کی چیز تھی۔ لیکن بس جب اپنے بھائی کا تصور میرے ذہن میں آتا ہے میں بے قابو ہو جاتی ہوں۔“

”شیلی واقعی اب ان خیالات کو ذہن سے نکال دو اور آرام کرو۔“ شیلی نے ایک بار پھر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر اس کی طرف سے رُخ بدل لیا۔ دوسرے دن تقریباً گیارہ بجے تک ہم لوگ اپنی رہائش گاہ میں رہے۔ پھر شیلی نے کہا۔

”میرا خیال ہے معاملات واقعی ٹھیک ٹھاک ہیں کسی کو صورت حال کا اندازہ نہیں ہو سکا۔“

”میں نے تم سے کہا تھا شیلی میں نے جو کچھ کیا ہے پورے اطمینان کے ساتھ کیا ہے۔“

”تو پھر آؤ میرڈوویل کے مناظر سے لطف اندوز ہوا جائے۔ اس علاقے کے بارے میں تم نے اندازہ لگا لیا ہو گا کہ یہ کافی خوبصورت ہے۔ صرف یہی نہیں اس کے اطراف میں ایسی قدرتی انداز کی چیزیں بنائی گئی ہیں کہ انسان وہاں پہنچ کر ان مناظر میں گم ہو جاتا ہے۔“

”مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے شیلی، چلو۔“ میں نے جواب دیا۔ ذہن میں رات کے واقعات چکرا رہے تھے لیکن خود کو سنبھالے رکھنا بھی ضروری تھا۔ شیلی کی خوبصورت کار میں بیٹھ کر ہم لوگ موٹر گیراج پہنچے جہاں شیلی نے کار پارک کی تھی۔ پھر کار کو اسٹارٹ کر کے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک پٹرول پمپ سے پٹرول بھروایا اور اس کے بعد وہ چل پڑی۔ شاید اسے اس علاقے کے بارے میں خاصی تفصیلات معلوم تھیں۔ سفر کرتے ہوئے میں نے پوچھا۔

”شیلی تم نے یہ تو بتایا ہے کہ تم اپنے بھائی کے انتقام کی پیاسی ہو لیکن تم نے یہ نہیں بتایا کہ پیاس کیسے بجھے گی؟“

”خون سے، صرف خون سے۔ اتنا خون پینا چاہتی ہوں ان کا کہ میری پیاس بجھ جائے۔ اور اگر ڈاکٹر ڈی کی [illegible] ہاتھ لگ جائے تو پھر یوں سمجھو کہ میرا مقصد ہی پورا ہو جاتا ہے۔“

ڈاکٹر ڈی کی کہانی میں جس حد تک سن چکا تھا اس سے زیادہ سننے کی خواہش نہیں تھی۔ ہم لوگ میرڈوویل کے مختلف حصوں میں گھومتے رہے۔ شیلی نے میرڈوویل کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا وہ واقعی حقیقت تھی۔ حسین ترین قدرتی مناظر سے سجا ہوا یہ علاقہ بے مثال تھا۔ مصنوعی جھیلوں اور آبشاروں سے سجایا گیا تھا۔ ہم نے جھیل کے کنارے بنے ہوئے ایک ریسٹورنٹ میں دوپہر کا کھانا کھایا اور اس کے بعد جھیل کی ایک شاخ سے ترتیب دیئے ہوئے سوئمنگ پول کے کنارے بیٹھے۔ وہاں تیرنے والوں کی خوش فعلیاں دیکھتے رہے۔ اس کے بعد وہاں سے آگے بڑھے اور ایسے اوپن ایئر ریسٹورنٹ میں پہنچ گئے جہاں چھوٹے چھوٹے مختلف کھیلوں کا بندوبست کیا گیا تھا۔ شیلی نے مجھے ایک نئے کھیل سے روشناس کرایا جو بہت دلچسپ تھا میں اور وہ یہاں پہنچ کر گویا گزرے ہوئے لمحات کو بھول گئے تھے۔ شام ہونے کا پتا ہی نہ چل سکا اور جب سورج ڈوب گیا اور رات کی تاریکی میں گھر گیا تو ہم واپسی کے راستے پر چل پڑے۔ اتنی دور نکل آئے تھے میرڈوویل کی شہری آبادی سے کہ واپسی کا سفر بھی تین ساڑھے تین گھنٹے سے کم نہیں تھا۔ شیلی نے اس وقت ڈرائیونگ میرے ہی حوالے کر دی تھی اور خود میرے نزدیک بیٹھی ہوئی تھی۔ واپسی کے سفر میں ہم نے کسی جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا اور سست رفتاری سے چلتے رہے۔ ابتدائی راتوں کا چاند تھا جو تھوڑی دیر بعد نکل آیا اور ہر طرف نکھری نکھری چاندنی پھیل گئی۔ مناظر کا حسن کچھ اور بڑھ گیا تھا۔ میں پرخیال انداز میں سامنے سڑک پر نگاہیں دوڑاتے کار ڈرائیو کر رہا تھا کہ دفعتاً میری نگاہ عقب نما آئینے پر جا پڑی۔ میں نے دیکھا کہ چند ٹرک اسی جانب آ رہے تھے۔ ان کی رفتار خاصی تیز تھی نہ جانے کیوں میری چھٹی حس نے اعلان کیا کہ حالات ہمارے موافق نہیں ہیں اور پھر دفعتاً ہی میں نے تیز تیز چیخوں کی آوازیں سنیں۔ بے اختیار ہی میرا پاؤں بریک پر پڑ گیا۔ پتا نہیں چیخیں کیسی تھیں۔ میں نے کار سڑک کے کنارے اتار کر روک دی۔ شیلی نے بھی شاید یہ چیخیں سن لی تھیں اس نے پھرتی سے اپنا پستول نکالا اور عقب میں دیکھنے لگی۔

”تم اسی جگہ کوئی محفوظ پناہ گاہ تلاش کرو شیلی۔ میں ذرا دیکھتا ہوں۔“ میں نے پھرتی سے نیچے اترتے ہوئے کہا اور پھر سڑک کی ڈھلان پر دوڑتا ہوا ٹرکوں کی طرف بڑھنے لگا جو رک گئے تھے۔ میں نے ٹرکوں کے قریب پہنچ کر دیکھا کہ چند افراد کچھ لوگوں پر [illegible] تانے کھڑے ہوئے ہیں۔ ان کی تعداد خاصی تھی اور پھر اس کے ساتھ ہی دفعتاً فائرنگ شروع ہو گئی کسی اور طرف سے ان لوگوں پر گولیاں برسائی گئی تھیں۔ میں اس ہنگامے میں جانے بوجھے بغیر کوئی حصہ لینا نہیں چاہتا تھا لیکن صورت حال میری توقع

کے مطابق نہیں رہی دفعتاً مجھے عقب میں ایک آواز سنائی دی اور میں نے مڑ کر دیکھے بغیر فوراً ہی پلٹ کر گولی چلا دی۔ میرے عقب میں صرف دس فٹ کے فاصلے پر ایک شخص موجود تھا میری چلائی ہوئی گولی اس کی پیشانی پر لگی تھی۔ دوسرے لمحے وہ گر گیا۔ اسی وقت داہنی سمت سے ایک گولی آئی اور سنسناتی ہوئی میرے بالوں کو چھوتی گزر گئی۔ میں نے پھرتی سے زمین پکڑ لی تھی لیکن جوں ہی مجھے سڑک پر ایک سایہ نظر آیا میں نے فوراً ہی فائر کر دیا اور میری یہ کوشش بھی ناکام نہیں رہی تھی دوسرا آدمی بھی سڑک کی ڈھلان سے لڑھکتا ہوا بالکل میرے قریب آ گیا تھا۔ میں نے لیٹے لیٹے اس کا چہرہ دیکھا پتا نہیں کون سے علاقے کا آدمی تھا۔ اچھے خاصے سوٹ کا مالک تھا۔ ایک بار پھر مجھے قدموں کی چاپ سنائی دی اور میں کسی سانپ کی مانند پلٹ پڑا لیکن اسی وقت شیلی کی آواز ابھری۔

”[illegible] میں ہوں، میں۔“ میرے قریب پہنچ کر بیٹھتے ہوئے وہ بولی۔ اس کا سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔

”اوہ شیلی تمہیں اس طرف نہیں آنا چاہیے تھا۔“

”وہ، وہ۔ دراصل میں اس جگہ محفوظ نہیں تھی۔“ اس نے جواب دیا۔

”ہم کو یہیں یہ جگہ چھوڑ دینی چاہیے۔“ میں نے کہا اور ہم لوگوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ پتا نہیں اوپر کیا ہو رہا تھا بہرطور کوئی ایسی ہی بات تھی جو خاصی خطرناک تھی۔ ہم تو بلاوجہ ہی اس میں ملوث ہو گئے تھے۔ دفعتاً میں نے ٹرک اسٹارٹ ہونے کی تیز آوازیں سنیں اور پھر دوسرے ہی لمحے وہ تمام ٹرک آگے بڑھ گئے۔ مجھے شبہ ہوا کہ کہیں وہ ہماری کار نہ دیکھ لیں اور اسے نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کریں لیکن ایسا نہیں ہوا۔ میں تھوڑی دیر تک انتظار کرتا رہا اور پھر شیلی کا ہاتھ پکڑ کر اوپر پہنچ گیا۔

”پتا نہیں کون لوگ تھے۔“

”ڈاکٹر ڈی کے آدمی۔“ شیلی نے جواب دیا۔

”تم پورے وثوق سے یہ بات کیسے کہہ سکتی ہو۔“

”چاندنی رات تھی ایک ٹرک پر ایک بڑا سا مونوگرام بنا ہوا تھا ڈی اینڈ کو کا نام میں نے صاف پڑھ لیا تھا۔“

”مگر یہ لوگ ہماری سمت تو نہیں آ رہے تھے۔“

”کیا کہا جا سکتا ہے؟“

”میں نے ایک اور منظر دیکھا تھا ان لوگوں نے کچھ دوسرے لوگوں کو رائفل کی نال سے کور کر رکھا تھا۔ غالباً یہ ہمارا معاملہ نہیں تھا شیلی۔ ویسے تمہارا کیا خیال ہے چارلس کی موت کی اطلاع ان لوگوں کو مل گئی ہو گی؟“

”بہت پہلے مل چکی ہو گی اور یقینی طور پر وہ اس کے قاتلوں کی تلاش میں سرگرداں ہوں گے۔“

”بہر طور اس بات کا میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ وہ ہمارا سراغ نہ پا سکیں گے۔“

”تمہیں ڈاکٹر [illegible] وہ بہت چالاک لوگ ہیں میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ وہ میرڈوویل میں داخل ہونے والوں پر گہری نگاہ رکھتے ہیں۔ کوئی بھی اجنبی اگر یہاں آتا ہے تو وہ اس کی ٹوہ میں لگ جاتے ہیں۔“

”اگر یہ بات ہے تو پھر معاملات خاصے پریشان کن ہو سکتے ہیں۔“

”کیوں؟“

”وہ اب تک چارلس کے بارے میں معلومات حاصل کر کے ہماری رہائش گاہ تک پہنچ گئے ہوں گے۔“ شیلی نے سختی سے میرے شانے کو دبوچ لیا اور ایک بار پھر مجھے کار کے کنارے پر دبا کر ڈالنا پڑا۔ ”کیا ہوا شیلی؟“ میں نے چونک کر پوچھا۔

”اوہ۔ نواز، معذرت۔ ہوا کچھ نہیں ہے تمہاری اس بات نے میرے ذہن کو اچانک جھٹکا دیا ہے۔“

”اور تم نے میرے شانے کو بھنبھوڑ دیا۔“ میں نے مسکراتی ہوئی آواز سے کہا۔ شیلی بھی پھیکے سے انداز میں مسکرا دی اور مجھ سے معذرت کرنے لگی پھر اس نے کہا۔

”تمہارا خیال درست ہے وہ ہمیں تلاش کرتے ہوئے بالآخر اس جگہ پہنچ گئے ہوں گے جہاں ہمارا قیام ہے۔ مجھے یقین ہے اس بات پر۔“

”اچانک اس یقین کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔“ میں نے کہا۔

”وجہ کوئی خاص نہیں ہے بس میں جانتی ہوں کہ ڈاکٹر ڈی کوئی احمق آدمی نہیں ہے چارلس کی موت اس کی محبوبہ کی گمشدگی اور پھر یہاں ٹرکوں کے نزدیک یہ ہنگامہ اس کے لیے بہت تعجب خیز ہو گا اور اس جیسے شخص کے لیے یہ معلوم کر لینا مشکل نہ ہو گا کہ میرڈوویل میں داخل ہونے والے اجنبی کون ہیں اور ان کا قیام کہاں ہے۔“

”تو پھر کیا پروگرام ہے شیلی؟“

”کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تاہم نہ جانے کیوں میرا دل ڈر رہا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ہم لوگ اس رہائش گاہ سے نکل آئیں اور

پھر کوئی گمنام گوشہ اپنا لیں۔"

"وہاں جانا ہے یا نہیں؟" میں نے سوال کیا۔

شیلی چند لمحات کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔

"اپنا سامان تو لینا ہی ہوگا۔" میں نے کار آگے بڑھا دی۔ ان راستوں کی تھوڑی بہت شناخت مجھے بھی ہو گئی تھی چنانچہ تھوڑی دیر بعد ہم اپنی رہائش گاہ کے قریب پہنچ گئے۔ کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی۔ کار سے اتر کر اندر داخل ہوتے ہوئے میں نے پوچھا۔

"کیا کوئی ایسا گوشہ تمہاری نگاہ میں ہے شیلی؟" شیلی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ آہستہ آہستہ ہوٹل کی مالکہ کی جانب بڑھ رہی تھی۔ سفید فام عورت کاؤنٹر کے پیچھے بیٹھی ہماری ہی جانب دیکھ رہی تھی۔ شیلی کی خاموشی پر میں نے چونک کر کاؤنٹر کی طرف دیکھا اور دوسرے لمحے میرے ذہن کو ایک عجیب سا احساس ہوا۔ ہوٹل کی مالکہ ہماری جانب دیکھ ضرور رہی تھی لیکن اس کے بدن میں ذرا بھی جنبش نہیں تھی۔ وہ ساکت و جامد نظر آ رہی تھی اس کی آنکھوں کی پتلیاں غیر متحرک تھیں۔ میں شیلی سے پہلے اس کے نزدیک پہنچ گیا اور میں نے جھک کر اسے مخاطب کیا۔ لیکن اس کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکلی۔ قریب سے دیکھنے پر اندازہ ہوا کہ اس کا چہرہ خوف و دہشت کا مظہر نظر آ رہا تھا۔ میں نے اسے چھو کر دیکھا تو وہ ایک جانب لڑھک گئی۔ یقیناً وہ مردہ تھی اسی وقت اچانک روشنی چلی گئی اندھیرا پھیل گیا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی فائرنگ کی آواز ابھری۔ سامنے کی طرف سے چلائی گئی گولی کاؤنٹر کی لکڑی میں پیوست ہو گئی اور دوسری میرے سر پر سے گزر گئی۔ میں پھرتی سے نیچے گر پڑا اور رینگتا ہوا دروازے کی جانب بڑھنے لگا۔ دفعتاً میرے ہاتھ شیلی کے پاؤں سے ٹکرائے تو شیلی کی چیخ ابھری تھی لیکن پھر مجھے محسوس ہوا کہ کوئی میرے قریب سے گزر رہا ہے۔ مجھے یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ شیلی نہیں ہے۔ تاریکی میں میں نے ایک بار پھر شیلی کو ٹٹولنے کی کوشش کی لیکن وہ دوبارہ میرے ہاتھ نہیں آئی۔ مجھے یقین تھا کہ حملہ آوروں نے عمارت کا مین سوئچ بند کر دیا تھا ورنہ اس طرح تاریکی نہ پھیل جاتی۔ باہر سے دوڑتے قدموں کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے اس تاریکی میں تو میں کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔ تاہم میرے قدم دروازے ہی کی جانب بڑھ رہے تھے اور میں سوچ رہا تھا کہ اگر میں دروازے سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو جاؤں تو پھر ان کے ہاتھ آنا مشکل ہوگا۔ شیلی کے بارے میں تو میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کہاں ہے اس کی پراسرار خاموشی یہ بتا رہی تھی کہ یا تو وہ کسی حادثے کا شکار ہو گئی ہے یا پھر یہاں موجود ہی نہیں ہے۔ نہ جانے کس طرح میں ٹٹولتا ہوا دروازے تک پہنچا کہ دفعتاً اندھیرے میں کسی پستول کی ٹھنڈی نال میری گردن سے آ لگی اس کے ساتھ ہی کسی نے مجھے بالوں سے پکڑا اور اندر گھسیٹ لیا لیکن اب جو کچھ بھی کرنا تھا اس کے لیے احتیاط کا وقت ہی ہوتا۔ حالانکہ اس شخص نے میرے بال جکڑے ہوئے تھے لیکن میں نے پھرتی سے قلابازی کھائی اور اس کی پستول پر ہاتھ ڈال دیا۔ دروازہ قریب ہی تھا میں عجلت اور گھبراہٹ میں سوچ رہا تھا کہ اگر میں اسے ڈاج دے کر ایک اور کوشش دروازے سے باہر نکلنے کی کروں تو کام بن سکتا ہے لیکن میرا مد مقابل بھی پھرتیلا تھا۔ اس نے اپنا پستول والا ہاتھ پھرتی سے پیچھے کھینچ لیا اور اس کے ساتھ ہی پوری قوت سے میرے چہرے پر گھونسہ رسید کر دیا۔ بھرپور چوٹ تھی میں کراہ کر پیچھے الٹ گیا۔ لیکن میرا مدمقابل شاید الو کی نسل سے تھا اور رات کی تاریکی میں بھی بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ اس نے مجھے زمین پر گرنے سے پہلے ہی گریبان سے تھام لیا شاید اسی اثناء میں اس نے اپنا پستول جیب میں رکھ لیا تھا چونکہ اب اس نے ایک ہاتھ سے میرا گریبان پکڑا ہوا تھا اور اس کا دوسرا ہاتھ میرے جبڑوں پر گھونسے برسا رہا تھا۔ گھونسوں کی وحشیانہ بوچھاڑ نے میرے اوسان خطا کر دیئے وہ ایسے تاک تاک کے نشانے لگا رہا تھا کہ میں اس کی زد سے نکل نہیں پا رہا تھا۔ تاہم میں نے سنبھل کر اپنا چہرہ بچاتے ہوئے اس کے پیٹ میں پوری قوت سے ایک ضرب لگائی۔ اس کے حلق سے کراہ نکلی مگر وہ پیٹ کی ضرب کو سہہ گیا۔ میں نے دو تین مرتبہ اس کے چہرے کو زخمی کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ کمبخت کسی سائے کی طرح اپنے قدموں پر جھولتے ہوئے میرے وار خالی کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے میری کنپٹی پر ہتھوڑے نما ہاتھ کی سمت میں ایک زوردار گھونسہ لگایا اور اس بار میری آنکھوں میں تیز روشنیاں لہرانے لگیں میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن نہ سنبھال سکا اور میرا ذہن تاریکیوں میں ڈوب گیا۔ آنکھ کھلی تو شاید تکلیف کی شدت ہی تھی جس نے مجھے جگا دیا تھا۔ درد کہاں کہاں ہو رہا ہے اس کے بارے میں اندازہ لگانا ممکن نہیں تھا مگر چہرہ چھونے سے پتہ چلا کہ میرا پورا چہرہ سوجا ہوا ہے۔ جبڑے شدید درد کر رہے تھے البتہ بدن کے نیچے فرش کی بجائے نرم بستر موجود تھا جس پر میں ایک بستر پر پڑا ہوا انگلیوں سے اپنے جبڑوں کی مالش کرتا رہا درد کی شدت تمام تر تھی کو مزاجی گیا ہے۔ جلد کسی جگہ سے ادھڑی ہوئی تھی اور خون جم گیا تھا گردن گھمانا بھی دشوار ہو رہا تھا۔ بہرطور کسی نہ کسی طرح میں کروٹ لے کر اس کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ ایک مدھم بلب روشن تھا۔ کمرہ زیادہ کشادہ نہیں تھا۔ اس کی دیواروں کا رنگ اکھڑا ہوا تھا اور اس کی شکل و صورت یوں محسوس ہوتی تھی جیسے قدیم عرصے کے بعد اس کو استعمال کیا گیا ہو لیکن میرے نیچے جو بستر تھا وہ بہتر تھا غالباً بعد میں اسے اس کمرے میں ڈالا گیا تھا۔ بے ہوشی سے قبل کے واقعات میرے ذہن میں گردش کرنے لگے اور مجھے شیلی یاد آئی۔ پھرتی سے اپنے بدن کو جنبش نہیں دے سکتا تھا لیکن پھر بھی کر کے دونوں طرف نگاہیں دوڑائیں کہ ممکن ہے کہیں شیلی بھی نظر آ جائے لیکن ایسا نہیں تھا اسی وقت کسی طرف سے قدموں کی چاپ ابھری اور پھر دروازہ کھول کر ایک لڑکی میرے کمرے میں آ گئی خوش شکل لڑکی تھی چہرے پر شگفتگی کی کیفیت طاری تھی۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پا کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی میں غور سے لڑکی کا جائزہ لے رہا تھا لڑکی خوش لباس اور خوبصورت تھی وہ میرے بستر سے چند قدم کے فاصلے پر رک گئی اور مسکراتے ہوئے بولی۔

"ہیلو کیسے مزاج ہیں تمہارے؟"

"بہت عمدہ۔ بہت حسین ماحول ہے یہ۔" میں نے خوش مزاجی سے کہا۔

"کیا بات تھی؟ کسی سے جھگڑا ہوا تھا؟" اس نے سادگی سے سوال کیا۔

"ہاں! موت کے فرشتے سے اکھاڑ پچھاڑ ہوئی ان کے درمیان مگر ایک ساتھ ایسا پڑ گیا کہ انہیں بھاگنے کا موقع مل گیا۔" میں نے جواب دیا۔

"خاصے دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہو لیکن مجھے تعجب ہے کہ تم اتنے زخمی کیسے ہوئے؟"

"اور مجھے تعجب ہے کہ تم اتنی معصوم کیوں ہو؟" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تمہیں یہ نہیں معلوم کہ میرے چہرے کا جغرافیہ کیوں تبدیل ہوا ہے۔"

"مجھے۔ مجھے یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ میں ڈاکٹر ہوں۔" اس نے تعجب سے کہا اور میرے چہرے پر طنزیہ انداز دیکھ کر دوبارہ گھبرا ہو گیا۔

"کیونکہ تمہاری عمر ابھی بہت کم ہے۔" میں نے سوال کیا۔

"مسٹر یہ ہسپتال ہے۔" وہ کسی قدر خشک لہجے میں بولی اور اب میرے چونکنے کی باری تھی۔ میں نے ایک لمحے تک اسے دیکھا اور پھر معذرت آمیز انداز میں بولا۔

"اوہ سوری۔ مجھے یہ اندازہ نہیں تھا میں تم سے معافی چاہتا ہوں۔" اس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

"کوئی بات نہیں ہے ویسے کیا اب تم مجھے یہ بتاؤ گے کہ کیسے زخمی ہوئے؟"

"افسوس میرے دماغ میں کوشش کے باوجود وہ واقعہ نہیں آ رہا جب میں زخمی کیا گیا تھا۔ ویسے مجھے یہاں لانے والا کون ہے؟"

"وہ لوگ اس ہسپتال کے مالکان میں شمار ہوتے ہیں۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"کون لوگ ہیں وہ؟"

"اس بارے میں میں نہیں جانتی۔"

"تو پھر کون جانتا ہے؟"

"بس ہماری چیف ڈاکٹر اس سلسلے میں معلومات رکھتی ہیں۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"تمہیں میرے پاس کس نے بھیجا ہے؟"

"کسی نے نہیں میری ڈیوٹی ہے۔"

"ویسے کیا تم بتا سکتی ہو کہ میرے چہرے کے زخم کس نوعیت کے ہیں؟"

"یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے تمہیں دیواروں سے ٹکریں مار کر اپنا چہرہ سجایا ہے۔"

"اوہ نہیں۔ یہ ایک باکسر کا کمال ہے۔"

"کیا مطلب؟ باکسر!"

"کیوں ہاں۔ اس بات پر تم نے حیرت کا اظہار کیوں کیا؟"

"کچھ نہیں۔ میرے ذہن میں ایک نام آ گیا تھا۔"

"کیسا نام؟"

"ڈاکٹر ڈی۔" اس نے جواب دیا اور میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

"کیوں اس کا نام کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"سوری میرے لیے یہی بہتر ہے کہ میں خاموشی اختیار کروں تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے؟"

"دوست مجھے تمہاری ہمدردی کی ضرورت ہے اگر تم میرے ساتھ ہمدردی کرو گی تو میں تمہارا احسان مانوں گا۔"

"تم نہیں سمجھے۔ تم نہیں سمجھے۔ ڈاکٹر ڈی بہت خونخوار آدمی ہے۔ انہیں اس کے بارے میں بات کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے بہتر یہ ہوگا کہ تم اس کا تذکرہ مت کرو۔" اس نے کہا اور پھر

سے کام نہیں لیا تھا۔ اگر اندر میں ڈاکٹر ڈی کو تنہا پا کر کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کرتا، مجھے شدید خطرات سے دوچار ہونا پڑتا۔ بہرطور وہ دونوں بھی پیچھے پیچھے باہر نکل آئے۔

باہر ایک خوبصورت سفید رنگ کی کار کھڑی تھی۔ دونوں باڈی گارڈز نے موٹر سائیکلیں سنبھال لیں اور باوردی ڈرائیور نے کار کے پچھلے دونوں دروازے کھول دیئے اور میں ڈاکٹر ڈی کے ساتھ پچھلی نشست پر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد کار چل پڑی۔ اس سفر کا اختتام ایک خوبصورت عمارت پر ہوا تھا جو بہت ہی خوبصورت تھی۔ اور اس کے چاروں طرف خوشنما درخت جھول رہے تھے۔ ڈاکٹر ڈی بلاشبہ ایک خوش مذاق انسان تھا۔

میں اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ جو خوبصورت اور جدید طرز پر فرنش تھا۔ اس نے مجھ سے کہا۔

"میں تھوڑی دیر کے لیے اجازت چاہوں گا۔ تم آرام کرو، ہم بعد میں گفتگو کریں گے۔ امید ہے تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟"

"نہیں مسٹر ڈی۔" میں نے جواب دیا۔ ڈاکٹر ڈی نے اپنے چند آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ میرے قیام کے لیے معقول بندوبست کر دیا جائے۔ اور میں ان کے آدمیوں کے ساتھ چل پڑا۔

یہاں بھی میرے لیے ایک پرسکون اور آرام دہ رہائش گاہ مہیا کر دی گئی۔ اس کمرے میں منتقل ہونے کے بعد میں نے ڈاکٹر ڈی کے بارے میں سوچا۔ اس طرح آرام کا مشورہ دینا عجیب چیز تھی کیونکہ وہ مجھ سے یہ کہہ گیا تھا کہ وہ مجھ سے گفتگو کرے گا۔

بہرحال میں ایک آرام کرسی پر بیٹھ کر چھت کو گھورنے لگا۔ میں نے سوچا کہ اتنی جلدی یہاں آ کر میں کیا فائدہ حاصل کر سکتا ہوں۔ کیپٹن شکی کے بارے میں ابھی تو یقین نہیں تھا کہ اس نے جو کچھ کہا ہے ٹھیک کہا ہے۔ اگر اس نے تر لوکا اور ڈاکٹر ڈی کے بارے میں مجھے غلط اطلاعات دی ہیں تو خواہ مخواہ نئی الجھنوں سے دوچار ہو جاؤں گا۔ اگر یہ اندازہ ہو جائے کہ ڈاکٹر ڈی اور تر لوکا میں ٹھنی ہوئی ہے تو پھر میرے لیے یہ کام آسان تھا کہ میں ڈاکٹر ڈی کو تر لوکا کے بارے میں معلومات فراہم کروں اور خود اس سے فائدہ اٹھاؤں۔ لیکن جلد بازی حماقت تھی۔ تمام معلومات حاصل کیے بغیر کوئی قدم اٹھانا میرے لیے بھی نقصان دہ ہو سکتا تھا۔ بہتر یہی ہے کہ خاموشی ہی اختیار کی جائے اور ڈاکٹر ڈی کی گفتگو کا انتظار کیا جائے۔ وہ خود اس سلسلے میں میرے بارے میں کیا نظریہ رکھتا ہے اس کا اندازہ کرنا ضروری تھا۔

تو یہ واقعات تھے جن میں میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ اگر کوئی اور سچویشن ہوتی تو شاید میں ان واقعات سے [illegible]

لیکن صورت حال غیر یقینی تھی کوئی بات پورے وثوق سے نہیں کہی جا سکتی تھی۔ میں دشمنوں کے درمیان تھا اور اس کائنات میں بیک وقت تنہا تھا۔

لے دے کر ایک ذری تھی۔ بیچاری کہاں چلی گئی وہ۔ دل سے دھواں سا اٹھنے لگا تھا۔ اس کی یاد ہی اب میرے تنہا لمحوں کی ساتھی تھی۔ اور کچھ نہیں تھا میری زندگی میں۔

اس آرام دہ کمرے میں داخل ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دو آدمی اندر داخل ہو گئے۔ انھوں نے میرے چہرے اور بدن کے دوسرے حصوں کا اچھی طرح معائنہ کیا اور پھر اپنے ساتھ لائے ہوئے باکس میں سے انتہائی جدید ساخت کی کچھ چیزیں نکالی تھیں۔

ایک ماہر نے میرے چہرے پر پھوار سی ماری گئیں پھر اسے تولیہ سے خشک کر کے اس پر ایک لوشن کی ہلکی ہلکی مالش کی گئی اور آخر ایک بار پھر سالوشن سے میرے چہرے پر پھواریں ماری گئیں پھر ان میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا کہ بدن کے جن جن حصوں میں درد ہے ان کے بارے میں تفصیلات بتاؤں۔ میں نے بلا تامل انھیں سب کچھ بتا دیا۔ اور انھوں نے میری مرہم پٹی شروع کر دی۔

وقت پر کھانا لایا جاتا تھا چہل قدمی کے لیے پائیں باغ میں دعوت دی گئی۔ رات کو ڈنر کے بعد مجھے گولیاں دی گئیں جنھیں کھا کر میں گہری نیند سو گیا دوسرا دن بھی چہل قدمی کا تھا البتہ اس دن صبح کو جب میں نے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا تو مجھے انتہائی حیرت ہوئی چونکہ میں بڑی تیزی سے نارمل ہوتا جا رہا تھا۔ چوٹوں کی تکلیف تو پہلے سب سے غائب ہی ہو گئی تھی۔ اس طرح تقریباً چار دن گزر گئے۔

ڈاکٹر ڈی نے مجھ سے ملاقات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن پانچویں دن وہ میرے سامنے آ گیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

"ہاں فوبر، تم ابھی تک میری نگاہوں سے روپوش ہو؟"

"میں نہیں سمجھا ڈاکٹر۔" میں نے جواب دیا۔

"تمھاری اصلیت مجھے نہیں معلوم ہو سکی۔ تم کون ہو آخر؟"

"ڈاکٹر، میں آپ سے کہہ چکا ہوں کہ ایک قطعی غیر متعلق آدمی ہوں۔ کچھ عرصے ایک سیاح اور آوارہ گرد تھا لیکن بیچوں کی مانند عورت انسان کی بہت بڑی کمزوری ہے اور ایک عورت ہی مجھے یہاں تک لانے کا باعث بنی تھی۔"

"یعنی شیلی۔"

"ہاں۔ اس نے اپنا یہی نام بتایا تھا۔"

"مسٹر، وہ تمھاری کہانی اور اس کے متعلق یہاں کیا گیا ہے ایک کچھ شکوک و شبہات میرے ذہن میں ہیں دوست البتہ اگر تم انھیں رفع کر دو تو میں تمھیں وہ تمام آسانیاں فراہم کر سکتا ہوں جن کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"میں انتہائی کوشش کروں گا ڈاکٹر کہ آپ کو مطمئن کر دوں۔ آپ نے جو سلوک میرے ساتھ کیا ہے اس کا میں بہت ممنون ہوں۔"

"نہیں، میرے ہاتھوں تمھاری جو درگت بنی تھی مجھے خوشی ہے کہ میرے ہی ذریعے تمھاری یہ چوٹیں درست ہوئیں مجھے خود ان کا افسوس ہے لیکن وہ لڑکی۔ مجھے وہ لڑکی درکار ہے۔"

"کیا مطلب، وہ آپ کے قبضے میں نہیں ہے؟"

"اوہ۔ نہیں نہیں۔ وہ نکل گئی کمبخت۔ اتنی چالاک ہے کہ تم تصور نہیں کر سکتے۔ مجھے تو یہی تعجب ہے کہ وہ تمھارے ساتھ اس انداز میں کیوں وقت گزار رہی تھی۔"

"واقعی اب تو مجھے بھی تعجب ہے۔"

"خیر کوئی بات نہیں ہے۔ میں تم سے ایک سودا کرنا چاہتا ہوں۔"

"فرمایئے۔ فرمایئے۔"

"اس لڑکی کو تلاش کرو، اسے تلاش کر کے میرے حوالے کر دو۔ اس کے نتیجے میں تم جو چاہو گے میں تمھیں دوں گا۔" اس نے ایک سمت اشارہ کیا اور ایک آدمی سیاہ رنگ کا ایک بریف کیس لے کر اندر داخل ہو گیا۔ اس نے بریف کیس کھول کر میرے سامنے رکھ دیا۔ بریف کیس میں نوٹ ہی نوٹ بھرے ہوئے تھے اس نے چند گڈیاں نکال کر میرے سامنے سجا دیں اور کہنے لگا۔

"یہ سب تمھاری ملکیت ہے چاہو تو ابھی لے جاؤ، چاہو تو انھیں بطور امانت میرے پاس رہنے دو۔ کام پورا ہو جانے پر یہ تمھاری ہو گی۔"

"کام یہ؟" میں نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ میں ایسی اداکاری کر رہا تھا جیسے اتنی بڑی رقم دیکھ کر میرے حواس گم ہو گئے ہوں۔

"اس لڑکی کو تلاش کرو صرف اور صرف اس لڑکی کو تلاش کر کے مجھ تک پہنچا دو۔"

"اس کا طریقہ کیا ہو گا؟"

"باہر جاؤ۔ ان میں سے کچھ نوٹ اپنے پاس رکھ لو یہاں عیش و عشرت سے وقت گزارو اور اسے تلاش کرو میرا خیال ہے وہ یہاں سے باہر نہیں گئی لیکن میڈرڈ کوئی چھوٹی جگہ نہیں ہے بے شمار چھپنے کے مقامات ہیں ممکن ہے وہ تمھارے نزدیک پہنچنے کی کوشش کرے۔"

"اوہ۔ میں یہ کام بخوبی انجام دے سکتا ہوں۔"

"تو پھر انتظار کس بات کا ہے بس اپنا کام شروع کر دو۔"

"ٹھیک ہے میں آپ کی یہ پیشکش منظور کرتا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد میرے وہاں سے نکلنے کے انتظامات کر دیئے گئے۔ میں اس عمارت سے باہر نکل آیا اور پیدل ہی ایک سمت چل پڑا۔

اس وقت سہ پہر گزر رہی تھی اور خاصی گرمی ہو گئی تھی۔ میں ایک فٹ پاتھ پر تیز رفتاری سے چلتا رہا اطراف میں کوئی موجود نہیں تھا پھر مجھے جو پہلا موڑ نظر آیا اس پر میں مڑ گیا اور اس کے بعد میں گرد آلود سڑکوں پر آگے بڑھتا رہا تقریباً بیس منٹ سفر کرنے کے بعد ایک ویلی شاہراہ پر نکل آیا۔ جہاں میں نے رفتار سست کر دی۔ اس جگہ اکا دکا افراد کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری تھا مگر ان میں مجھے کوئی ایسا چہرہ نظر نہیں آیا جس پر شبہ کیا جا سکتا اس سڑک پر کچھ دور چل کر ایک دلچسپ سا رہائشی ہوٹل نظر آیا جس میں، میں پہلے قیام کر چکا تھا اور وہاں میں نے پہلے کی مانند ایک کمرہ حاصل کیا اور خوشگوار حرارت میں لیٹے ہوئے اس کمرے میں پہنچ گیا۔

کمرے میں مقیم ہو کر میں نے کافی طلب کی اور کافی پیتے ہوئے میں اپنے آئندہ پروگرام پر غور کرنے لگا ذری کی تلاش کا سلسلہ جو انھیں اختیار کر چکا تھا اس کے بارے میں یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ ساری زندگی اسی طرح گزر جائے گی اور مجھے ذری کی شکل نظر نہیں آئے گی لیکن یہ بھی میری وفا کا امتحان تھا۔ میں ساری زندگی اس کی تلاش میں صرف کر سکتا تھا البتہ افسوس صرف یہ تھا کہ تر لوکا کو برباد کرنا چاہتا تھا اور اس وقت میں اس کے لیے فٹ بال بنا ہوا تھا۔

ڈاکٹر ڈی کے بارے میں بس وثوق سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کیا چیز ہے پھر خود کچھ ہی ہو جائے۔ میں اپنا کام نہیں چھوڑوں گا۔

آزادی عیش و عشرت کی زندگی پر کوئی پابندی نہیں تھی مجھے نوٹوں کی جو گڈیاں ڈاکٹر ڈی نے مجھے دی تھیں وہ اتنی کافی تھیں کہ میں یہاں طویل وقت گزار سکتا تھا باہر نکلتا تو کبھی کسی کو اپنے تعاقب میں نہ پایا گویا میری نگرانی یا تعاقب بھی نہیں ہو رہا تھا۔

ڈاکٹر ڈی کے یہ احسانات مجھے اس بات پر مجبور کر رہے تھے کہ میں اس پر اعتماد کر لوں اور تر لوکا کے خلاف اس کی مدد حاصل کر لوں۔

لیکن اس کے لیے ابھی میری ہمت نہیں پڑ رہی تھی اور میں جلد بازی میں کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتا تھا۔ میڈرڈ ویلی کے مختلف

علاقوں میں گھومتا رہا تھا جو میں شیلی کے ساتھ گھوم چکا تھا اب میرے جانے پہچانے تھے چنانچہ اس طرف بھی گئی۔ تنہا لیکن شیلی نظر نہیں آئی۔ اس رات اس کا نکل جانا واقعی عجیب تھا جبکہ میں ان لوگوں کے نرغے سے نہیں نکل سکا تھا۔

بہر طور شیلی کے اپنے وسائل تھے وہ ان علاقوں کی طرح باخبر تھی۔

غالباً چوتھے دن میں باہر سے گھوم کر واپس آیا ہال میں داخل ہوا تو زیادہ میزیں آباد نہیں تھیں اور کچھ لوگ کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک لڑکی پر میری نگاہ جا ٹکی اور نہ جانے کیوں مجھے اس کے انداز میں جانی پہچانی سی کیفیت محسوس ہوئی۔ لڑکی بھی میری طرف گھومی اور ایک دم مجھے دیکھ کر ششدر رہ گئی۔ چند لمحات وہ مجھے اسی طرح گھورتی رہی پھر آہستہ آہستہ میرے نزدیک پہنچ گئی اور میرے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ میں رک کر اسے دیکھنے لگا تھا۔

"چلتے رہو۔ چلتے رہو کہاں قیام ہے تمہارا؟" اس نے کہا اور میں اچھل پڑا۔ شیلی کی آواز کو میں بخوبی پہچان سکتا تھا۔

"تم...؟"

"ہاں! کیا تمہارا قیام یہاں ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"ہاں۔"

"تو پھر چلتے رہو کوئی نہیں ورنہ دوسرے لوگوں کو تمہاری طرف متوجہ ہونے کا موقع مل جائے گا۔"

میں آگے بڑھتا رہا اور چند لمحات کے بعد ہم روم پہنچ گئے۔ شیلی نے غالباً چہرے پر میک اپ کیا ہوا تھا لیکن یہ بہت ہی ہلکا میک اپ تھا جس سے اس کی شکل تھوڑی سی تبدیل تو ضرور ہو گئی تھی لیکن اسے پہچانا جا سکتا تھا۔ وہ میرے کمرے میں آگئی اور گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"تمہارے بارے میں میرا یہ خیال تھا کہ یا تو تم اب تک مر چکے ہو گے یا ٹرانکا کوڈی کے عتاب کا شکار ہو گئے۔"

"شکریہ۔ گویا تمہیں ان دونوں باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔" میں نے سوال کیا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہو ماجد نواز اصغر! میں تمہارے لئے جس قدر پریشان رہی ہوں تم اس کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے ہو۔"

"شاید مجھے تو تمہیں یہاں دیکھ کر تعجب ہی ہوا ہے میرا خیال تھا تم یہاں سے نکل چکی ہو گی۔"

"اگر تم یقین کر سکتے ہو تو کہوں کہ میں صرف تمہاری وجہ سے یہاں رکی ہوئی ہوں۔"

"کہاں ہے؟"

"کیسی باتیں کر رہے ہو نواز اصغر کیا تمہارے دل میں میرے لئے کوئی برائی پیدا ہو چکی ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"ارے نہیں نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں اس دور میں تو اب کسی کے لئے کوئی برائی بھی پیدا نہیں ہوتی میں ان تمام چیزوں کا عادی ہو گیا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور وہ عجیب سی صورت بنا کر مجھے دیکھنے لگی۔ دفعتاً دروازے پر ہلکی دستک ہوئی اور وہ اچھل پڑی۔ میں نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا تو مجھے دروازے میں ایک دراز قد آدمی نظر آیا جس کے ہاتھ میں پستول دبا ہوا تھا اور اس کی نال کا رخ شیلی کی جانب ہی تھا۔ شیلی نے شاید پہلے ہی وہ کھڑکی تاڑ لی تھی جو اس نے اندر داخل ہوتے ہی کھول دی تھی اور جس میں سلاخیں نہیں تھیں۔

اس شخص نے اپنے پیچھے کھڑے لوگوں کو اشارہ کیا اور وہ برق رفتاری سے اندر گھس آئے لیکن اتنی ہی برق رفتاری سے میں نے شیلی کو کھڑکی کی طرف بڑھتے دیکھا۔ اگر میں نہ ہوتا تو یقیناً دراز قد آدمی گولی چلا دیتا میری وجہ سے اس نے گولی نہیں چلائی تھی اور شیلی نے اسی سے فائدہ اٹھایا تھا وہ کھڑکی سے دوسری طرف نکل گئی۔

اور دراز قد آدمی دوڑتا ہوا کھڑکی کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس کے پیچھے ہی تین آدمی اور بھی آئے تھے۔ انہوں نے کھڑکی سے باہر دیکھا اور پھر دراز قد آدمی نے دوسروں کو اشارہ کیا وہ خود دروازے کی جانب بڑھ گئے تھے اور دراز قد آدمی اور پیچھے کود گیا تھا حالانکہ کھڑکی سے نیچے کافی گہرائی تھی۔

میں ایک لمحے کے لئے بدحواس سا ہو گیا تھا اور کھڑکی کے قریب کھڑا باہر کا منظر دیکھ رہا تھا کہ دفعتاً دروازے سے کوئی اندر داخل ہو گیا۔ اندر داخل ہونے والی شیلی ہی تھی میرا سر چکرا کر رہ گیا۔ میں یہ سمجھ نہیں پایا تھا کہ شیلی کھڑکی سے باہر نکل کر دروازے سے کیسے اندر داخل ہو گئی۔ اس کا مقصد ہے کہ اس نے ان لوگوں کو خاصا لمبا چکر دیا ہے اور وہ دراز قد آدمی یقیناً حماقت کا شکار ہو گیا ہے۔

لیکن میرا یہ نظریہ غلط تھا شیلی ابھی اندر داخل ہوئی ہی تھی کہ وہی دراز قد آدمی عقب سے نمودار ہو گیا۔ وہ بھی کسی طور شیلی سے کم نہیں تھا۔ شیلی ایک لمحے کے لئے رکی ہوئی اور دوسرے لمحے اس نے دراز قد آدمی کے پستول

والے ہاتھ پر جھپٹا مارا۔ پستول اس کے ہاتھ سے نکل گیا اور اب وہ شیلی کے قبضے میں تھا اس نے دونوں پستول ہم دونوں کی طرف کر کے کہا۔

"چلو۔ دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ!" اس کا لہجہ سرد تھا۔ اس وقت وہ بالکل ہی بدلی ہوئی نظر آ رہی تھی اس نے یہ الفاظ میرے لئے بھی کہے تھے چنانچہ میں ایک لمحے کے لئے حیران ہوا لیکن پھر میں نے اندازہ لگا لیا کہ شیلی کا مقصد کیا ہے۔

دراز قد آدمی نے حقارت آمیز انداز میں زمین پر تھوک دیا اور غراتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"میں تمہارے پورے بدن میں سوراخ ہی سوراخ بنا دوں گا۔"

"اس وقت وہی کرو جو میں کہہ رہی ہوں۔" وہ زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"کتیا! تو ٹرانکا کوڈی سے ٹکرائی ہے میں..." ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ دفعتاً شیلی نے حیرتناک پھرتی سے چھلانگ لگائی اور دراز قد آدمی پر سوار ہو گئی۔ دراز قد آدمی غالباً اپنی جیب سے دوسرا پستول نکال رہا تھا۔

لیکن شیلی نے اس سے وہ پستول بھی چھین لیا۔ شیلی کا یہ روپ میرے لئے انتہائی حیرت ناک تھا۔ اس نے پستول چھیننے کے ساتھ ہی دراز قد آدمی کی پسلیوں پر بھی ایک کاری ضرب لگائی تھی اور وہ اذیت کے عالم میں زمین پر بیٹھتا چلا گیا تھا۔

"کیا خیال ہے تمہارے ساتھی کو ہلاک کر دوں؟" اس نے میری طرف دیکھا اور آنکھ دبا دی۔

"اوہ۔ اسے۔ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہئے۔ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔" میں نے فوراً ہی شیلی کا انداز سمجھ لیا تھا وہ سرد نگاہوں سے مجھے گھور رہی تھی۔

لیکن اس وقت دراز قد آدمی نے اسے دبوچنے کی کوشش کی۔ اس نے فضا میں اچھل کر نہ صرف خود کو بچا لیا بلکہ دراز قد آدمی کی بائیں کنپٹی پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ ایک طویل کراہ کے ساتھ لمبا ہو گیا غالباً وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

میں نے آگے بڑھ کر اسے ٹٹولا اور اس کے لباس کا جائزہ لینے کے بعد سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"اس کے تین ساتھی اور بھی ہیں۔" میں نے کہا۔

"ہاں! مجھے پتہ ہے لیکن اب میں یہاں نہیں رکوں گی وہ اگر مجھے بھی تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ تم بھی تھوڑی دیر کے لئے بے ہوش ہو جاؤ۔ میں تم سے دوبارہ ملاقات کروں۔ اس وقت اس کا موقع نہیں ہے کہ میں تم سے اس درمیان کی معلومات کروں۔ چنانچہ دوسری ملاقات پر یہ سب کچھ ہو گا۔"

میں نے طویل سانس لے کر گردن ہلائی اور شیلی پھرتی سے دروازے سے باہر نکل گئی۔ اس کے بعد وہ کسی چھلاوے کی طرح ہی غائب ہو گئی تھی۔ اس کا یہ انداز دیکھ دیکھ کر مجھے چکر آ رہے تھے یہ لڑکی اس قدر خطرناک ہو گی میں نے خواب و خیال میں بھی نہیں سوچا تھا۔

زندگی کے ان طویل راستوں میں اور خاص طور سے ماضی کی ہنگامہ خیزیوں میں جو وقت گزرا تھا وہ جرائم کی دنیا ہی میں گزرا تھا۔

بہت سے لوگ میری زندگی میں آئے تھے اور ان سے میرا واسطہ رہا تھا مگر شیلی کی شخصیت دوسری ہی تھی میں اس کے بارے میں جس قدر سوچتا حیران ہوتا چلا جاتا۔ بہر طور ان واقعات میں کوئی ربط نہیں تھا یا اگر ربط تھا بھی تو کم از کم میں اپنے مقصد سے اتنا دور ہٹ گیا تھا کہ اب یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ایک پتنگ ہے جو بغیر کسی ڈور کے فضا میں اڑتی پھر رہی ہے یا ایک فٹ بال ہے جو صرف دوسروں کے رحم و کرم پر ادھر ادھر آ جا رہی ہے۔

کیا میں واقعی ان لوگوں کے ہاتھوں میں کھلونا بننے کے قابل ہوں۔ کیا میری اپنی صلاحیتیں مردہ ہو گئی ہیں۔ بے شک میں سال اخوری میں ہوں لیکن ہوں تو ماجد نواز اصغر۔ میں اتنا سست کیوں پڑ گیا ہوں۔

کیا ترانکا نے مجھے اغوا کرنے کے بعد یہاں ذہنی طور پر معذور کرنے کے لئے بلایا ہے۔ اگر نہیں تو پھر میں اس کے خلاف ابھی تک کوئی موثر کارروائی کیوں نہیں کر سکا۔

ڈاکٹر ویل بی کے قتل کے بعد سے لے کر اب تک میں کچھ بھی تو نہیں کر سکا ہوں بلکہ پتہ یہ چلا کہ ڈاکٹر ویل بی کا قتل بھی ترانکا کی مرضی کے مطابق ہوا ہے۔

اب تک میں نے ترانکا کے جتنے آدمیوں کو ہلاک کیا تھا وہ اس کے لئے کوئی حقیقت نہیں رکھتا تھا اور ترانکا جیسا آدمی اپنے مقصد کے لئے ان جیسے ہزاروں کو بے ساختہ قتل کرا سکتا تھا۔

اور اس کے بعد سے لے کر اب تک میں جو کچھ بھی

کرتا رہا ہوں وہ ایسا نہیں ہے کہ اس سے ترلوکا کو کوئی نقصان پہنچا ہو۔ نہیں راجہ نواز اصغر ہرگز نہیں اگر صورتحال یہی ہے تو تمہارے لئے بہتر ہے خودکشی کر لو۔

ہاں خودکشی جو ترلوکا کی خواہش ہے۔ مدمقابل پر قابو نہ پاسکو تو شکست کا اعتراف کر لینا ہی بہادری کی علامت ہے اور اگر یہ نہ ہو تو واپس اپنی اسی پرانی زندگی پر آجاؤ مر جاؤ یا مار دو۔ یہی تمہاری زندگی کا مقصد ہونا چاہیئے۔

جلد میں جھرجھری سی دوڑ گئی اور ایک بار پھر دماغ پر خون سوار ہو گیا۔ ترہی کو اغوا کرنے والے زندہ نہیں رہیں گے۔ ہاں انہیں زندہ نہیں رہنا چاہیئے۔

بہت دیر تک بیٹھا پروگرام بناتا رہا اور پھر تیار ہو کر اپنی جگہ سے نکل آیا۔ کافی دیر تک سڑکوں پر آوارہ گردی کرنے کے بعد میں نے ڈاکٹر ڈی کی رہائش گاہ کی جانب رخ کیا۔ ڈاکٹر ڈی نے میرے لئے یہاں خاصی آسانیاں پیدا کر دی تھیں۔

چنانچہ اس کی اس رہائش گاہ پر مجھے خوش آمدید کہا گیا میں نے ڈاکٹر ڈی کے بارے میں معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ موجود نہیں ہے۔

چنانچہ میں اس کی آرام گاہ کی جانب بڑھ گیا۔ مقصد یہی تھا کہ اس کا انتظار کروں۔ ہر چند کہ اس نے مجھے آزادی دے دی تھی لیکن اس سے رابطہ قائم کرنے میں مجھے کوئی دشواری نہیں تھی چنانچہ میں جس کمرے میں بیٹھا تھا وہ ڈاکٹر ڈی کی خوابگاہ کے بالکل قریب تھا۔

ایک ملازم نے مجھ سے میری خواہش کے بارے میں پوچھا تو میں نے اس سے ایک ٹھنڈا مشروب طلب کر لیا چنانچہ چند ہی منٹ کے بعد مشروب سرو کر دیا گیا۔

مشروب کے گھونٹ لیتے ہوئے نجانے میرے ذہن میں کیا خیال آیا کہ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل آیا اطراف بالکل سنسان پڑے ہوئے تھے۔

میں نے ڈاکٹر ڈی کی خوابگاہ کے دروازے کو دبا کر دیکھا دروازہ کھلا ہوا تھا چند لمحات کے بعد میں اندر داخل ہو گیا دروازہ اندر سے بند کرنے کے بعد میں نے پھرتی سے ادھر ادھر دیکھا سامنے ہی لوہے کا ایک ریک رکھا ہوا تھا اس کے قریب پہنچ کر میں نے ریک کی درازیں کھولیں اور جلدی جلدی ان میں رکھے ہوئے کاغذات کا مطالعہ کرنے لگا۔

وہاں کوئی کام کی چیز نہیں ملی تو میں ایک کونے میں لگی ہوئی رائٹنگ ٹیبل کے نزدیک پہنچ گیا اور اس کی درازیں ٹٹولنے لگا۔ رائٹنگ ٹیبل پر کچھ کاغذات رکھے ہوئے تھے جن کے مطالعے سے مجھے کچھ حاصل نہ ہوا۔ وقت کافی گزر چکا تھا اس لئے میں وہاں سے واپسی کا فیصلہ ہی کر رہا تھا کہ دفعتاً ایک طرف سے ایک ہلکی سی آواز ابھری ایک مخصوص قسم کی اشارتی آواز تھی میں اس طرف متوجہ ہوا تو میں نے دیوار میں ایک چوکور سا خانہ روشن ہوتے ہوئے دیکھا میری آنکھوں میں حیرت کے آثار پیدا ہو گئے تھے اس کے قریب پہنچ کر میں نے یہ جائزہ لینے کی کوشش کی کہ یہ سب کیا قصہ ہے تو مجھے دیوار میں تین ننھے ننھے بٹن لگے ہوئے نظر آئے جن میں سے ایک پر آن دوسرے پر آف اور تیسرے پر نیوٹرل لکھا ہوا تھا۔ میں نے آن کا بٹن دبا دیا اور دوسری طرف سے آواز ابھری۔

"ڈاکٹر ڈی۔ ڈاکٹر ڈی۔ شیلی اسپیکنگ۔" ایک لمحے کے لئے میں ششدر رہ گیا۔ شیلی کی آواز اور اس کا نام میرے لئے اجنبی نہیں تھا لیکن جس انداز میں ڈاکٹر ڈی کو پکارا گیا تھا وہ تعجب خیز تھا۔ میں نے پھرتی سے جیب سے رومال نکال کر منہ پر رکھا اور ڈاکٹر کے انداز میں بھاری لہجے میں بولا۔

"ہیلو شیلی! کیا بات ہے۔؟"

"رنگ نمبر تین پر مال اترنے والا ہے۔ اس کے بارے میں کیا ہدایت ہے۔؟"

"مال کب اتر رہا ہے شیلی۔؟" میں نے ڈاکٹر ڈی کے انداز میں سوال کیا۔

"اس کے صحیح وقت کا تعین تو نہیں کیا گیا لیکن یہاں سے یہ مال اترتے ہی فوری طور پر کیمپ پہنچا دیا جائے گا۔ ترلوکا کی یہی ہدایت ہے۔"

"کوئی الجھن ہے شیلی۔؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں۔ مجھے دس آدمی درکار ہوں گے دراصل ڈبل کام کرنا پڑ رہا ہے ڈاکٹر ڈی! ایک طرف اس بے وقوف آدمی کو چکر دینے پڑ رہے ہیں۔ میں کہتی ہوں یہ مصیبت میرے ہی سر کیوں ڈال دی گئی ہے کسی اور کو اس پر لگا دیا جائے مجھے میرے کام میں دقت ہو رہی ہے اور اسے سنبھالے رکھنا مشکل ہو رہا ہے میرے لئے۔"

"راجہ نواز اصغر کی بات کر رہی ہو۔؟" میں نے ڈاکٹر ڈی کے لہجے میں پوچھا۔

"اور کیا۔ گدھا آدمی ہے بلکہ میں تو اسے آدمیوں کی نسل ہی سے نہیں سمجھتی۔ اب تک میں نے جو کچھ کیا ہے وہ میں جانوں رکھنا میرے لئے مشکل ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر ڈی میری خواہش ہے کہ اب کسی اور کو اس پر لگا دیا جائے۔"

"اس سلسلے میں ترلوکا سے بات کرنی پڑے گی شیلی!" میں نے جواب دیا۔

"پلیز میرا یہ کام کر دیا جائے اور ہاں وہ آدمی مجھ تک کب پہنچ جائیں گے۔"

"ان کی تم پرواہ مت کرو دس کیا بیس آدمی دے سکتا ہوں میں تمہیں، اس سلسلے میں تم سے کل بات کروں گا۔ مال پہنچنے کا تعین تو نہیں ہو سکا ہے اگر کوئی جلدی ہو تو مجھ سے رابطہ قائم کر لینا۔"

"اوکے چیف!" جواب ملا اور اسکرین تاریک ہو گیا میں نے آف بٹن دبا دیا تھا لیکن اس وقت میرا دماغ ہواؤں میں اڑ رہا تھا میری شریانوں میں خون کی جگہ پارہ دوڑنے لگا تھا اتنا ہیجان پیدا ہو گیا تھا میرے ذہن میں کہ بیان سے باہر ہے میرے پورے بدن نے پسینہ چھوڑ دیا تھا میری رگ رگ میں چنگاریاں بھر گئی تھیں۔ اتنا شدید غصہ آرہا تھا مجھے اس وقت کہ اگر شیلی یا ڈاکٹر ڈی میں سے کوئی ہوتا تو میں اپنے دانتوں سے ادھیڑ کر رکھ دیتا۔ آہ کمبخت عورت نے کتنا لمبا جال بچھایا تھا کس طرح بے وقوف بنایا گیا تھا مجھے یہ کہتی رہی تھی کہ ڈاکٹر ڈی سے اس کی دشمنی ہے اس نے اپنی کہانی سنائی تھی اتنی زبردست اداکارہ آج تک میری نگاہوں سے نہیں گزری تھی اور مجھے اعتراف کرنا پڑ رہا تھا کہ وہ لڑکی نہیں شیطان کی خالہ ہے بلکہ ممکن ہے شیطان کی تربیت بھی اسی نے کی ہو۔ میں نے اپنے آپ کو انتہائی احمق اور گدھا محسوس کیا تھا اور شیلی کے ان الفاظ سے متعلق تھا میرے دل و دماغ میں دھواں ہی دھواں بھر گیا اور اس لئے میں اس کے کمرے سے باہر نکل آیا مشروب کا گلاس ابھی آدھا باقی تھا میں نے اپنے کمرے میں پہنچ کر اسے حلق میں اتار لیا میرا سینہ جل رہا تھا میرا سارا وجود پھنک رہا تھا بمشکل تمام میں نے اپنے کو ٹھنڈا کیا۔ دل چاہ رہا تھا کہ مشروب کے ایسے دس گلاس آجائیں تو میں انہیں حلق سے اتار لوں۔ ان دونوں کے گٹھ جوڑ سے مجھے ذہنی اذیت ہوئی تھی اور یہ معلوم کر کے مجھے شدید حیرت کا جھٹکا ہو گیا تھا کہ ڈاکٹر ڈی بھی ترلوکا کی ایک شاخ ہی تھا۔ ترلوکا نے میرے لئے بڑی عظیم منصوبہ بندی کی تھی۔ بلاشبہ میں دل سے اس کا قائل ہو گیا تھا کہ میں ابھی اس کی گرد تک نہیں پہنچ سکتا اس نے اتنے بڑے جال پھیلائے ہوئے ہیں کہ جب تک میں اس کی زد سے آتی وقت نکل جاؤں کہ وہ میری گرد بھی نہ پا سکے میں ان جالوں میں الجھا رہوں گا۔ اب تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے ساری دنیا ترلوکا ہی کی پیروکار ہے۔ سارا انتظام اسی کے اشاروں پر چل رہا ہے اگر یورپ امریکہ میں نہیں تو کم از کم ساؤتھ ایشیا میں ترلوکا کے شکنجے سے نکلنا مشکل ہو جائے گا۔ ان حالات میں میں بھلا ترلوکا سے کیا مقابلہ کر سکتا تھا۔ کافی دیر تک بیٹھا رہا۔ ڈاکٹر ڈی کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ملی تھی پھر کسی خیال کے تحت میں دروازے سے باہر نکل آیا جونہی باہر نکلا میری ملاقات ایک ملازم سے ہو گئی جو اس طرف سے گزر رہا تھا میں نے اشارے سے اسے قریب بلایا تو وہ میرے قریب پہنچ گیا۔

"جناب عالی!" اس نے گردن خم کر کے پوچھا۔

"ابھی تک ڈاکٹر ڈی نہیں آئے؟" میں نے سوال کیا

"نہیں۔ ابھی تک تو وہ تشریف نہیں لائے۔"

"اچھا دوست! تمہیں میرا ایک کام کرنا ہے۔"

"جی فرمایئے۔"

"ڈاکٹر ڈی آجائیں تو انہیں میرا یہ پیغام دے دینا کہ میں کسی بھی وقت انہیں ٹیلیفون کروں گا۔ بلکہ اب سے چار پانچ گھنٹے بعد میں ٹیلی فون پر ان سے مخاطب کرنے کی کوشش کروں گا۔ اگر وہ آگئے تو ٹھیک ہے ورنہ میں دوبارہ انہیں پھر رنگ کر لوں گا۔"

"بہت بہتر جناب!" اس نے جواب دیا اور میں باہر نکل آیا۔

ڈاکٹر ڈی کے بارے میں یہ معلومات حاصل ہونے کے بعد میں اپنے طور پر کچھ خاص کارروائیاں کرنے کا خواہشمند تھا اور مجھے یہ موقع مل گیا تھا چنانچہ میں پہلی بار سیڈرویل کے بازاروں کی سیر کرنے کے لئے نکل گیا اس سے قبل بھی میں بازاروں سے گزرا تھا لیکن ظاہر ہے کہ مجھے خریداری سے کوئی دلچسپی نہ تھی اور نہ ہی کوئی چیز مجھے درکار تھی چنانچہ میں نے ان بازاروں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی تھی لیکن اب جب میں گہری نگاہوں سے ان کا جائزہ لیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ یہاں جدید ترین دوکانیں ہیں جن میں ضروریات زندگی

کے تمام سامان مہیا ہو سکتے ہیں۔ البتہ میں نے اس بات کا پورا پورا خیال رکھا تھا کہ میرا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔ اب تو شیلی کی طرف سے بھی ذہن قابو میں رکھنا تھا۔ وہ کسی بھی صورت میں کسی بھی شکل میں مل جائے میرے لئے ایک خوفناک ناگن سے کم نہیں تھی۔ یہ خطرہ مجھے مول لینا پڑا تھا کیونکہ میں شیلی سے ڈاکٹر ڈی کی حیثیت سے گفتگو کر چکا تھا بدقسمتی سے اگر ڈاکٹر ڈی اور شیلی کے درمیان کوئی ملاقات ہو گئی تو شیلی ضرور اسے بتائے گی کہ ٹیلیفون پر اس نے کیا بات کی ہے اور اس کے بعد ڈاکٹر ڈی محتاط ہو جائے گا۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ فوراً میرے بارے میں سوچنے لگے گا لیکن اس کے خیال میں یہ سوال ضرور پیدا ہو جائے گا کہ وہ کون شخصیت ہے جس نے اس کی آواز میں اس کا ٹیلیفون ریسیو کیا تھا اور پھر ملازموں سے اسے یہ بھی پتہ چل جائے گا کہ جب شیلی کا ٹیلیفون آیا تھا میں ہی وہاں موجود تھا۔ چنانچہ اس طرح وہ مجھ پر شبہ بھی کر سکتا ہے لیکن خطرہ مول لئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ اب جو ہونا ہے وہ ہو ہی جائے گا۔ بازار کی ایک بہترین دوکان سے میں نے میک اپ کا سامان خریدا اور جو کچھ منصوبہ بندی میرے ذہن میں ہوئی تھی اس کے تحت اب میں صورت حال کو بالکل تبدیل کر لینے کا خواہشمند تھا اور ان لوگوں کو ایک ایسا سبق دینا چاہتا تھا کہ یہ لوگ بھی زندگی بھر یاد رکھیں سب کچھ اسی انداز میں کرنا تھا لیکن اس سلسلے میں سارے معاملات تقدیر پر چھوڑ دیئے تھے میں نے۔ تقدیر اگر ساتھی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ کھیل بگڑ جائے گا اور کبھی کبھی تقدیر کو آزما لینے میں کوئی حرج نہیں ہوتا اس طرح کم از کم انسان اپنے راستوں کا تعین کر سکتا ہے۔

میک اپ کا یہ سامان خریدنے کے بعد میں نے اپنی رہائش گاہ کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر آئینے کے سامنے بیٹھ گیا۔ دروازہ بند کر لیا تھا طویل عرصے کے بعد میں نے اپنے میک اپ کی مہارت کو آزمانا شروع کر دیا اور تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ اس کام میں صرف کیا۔ میں ڈاکٹر ڈی کا ہم شکل بننے کی کوشش کر رہا تھا۔ بازار سے خریدا ہوا سامان میرا معاون تھا اس طویل ترین وقت میں میک اپ کرنے کے بعد میں نے آئینے میں اپنا جائزہ لیا۔ پتہ نہیں یہ میری خوش فہمی تھی یا حقیقت کہ میں اپنے اس میک اپ کو اپنی زندگی کا بہترین میک اپ قرار دے سکتا تھا اور صورت حال کچھ یوں تھی کہ اگر ڈاکٹر ڈی بھی میری شکل دیکھ لیتا تو ششدر رہ جاتا میں نے نیا لباس تبدیل کر لیا اور پھر اس کام سے فارغ ہونے کے بعد ڈاکٹر ڈی کو ٹیلیفون کیا۔ دوسری طرف سے ملازم ہی نے ٹیلیفون ریسیو کیا تھا۔ مجھے اطلاع ملی کہ ڈاکٹر ڈی ابھی واپس نہیں پہنچا ہے چنانچہ میں نے فون بند کر دیا اور اپنی اس رہائش گاہ سے واپس نکل آیا۔ میں نے سر پر ایک چوڑا فلیٹ ہیٹ پہنا ہوا تھا جیسے ڈاکٹر ڈی پہنتا تھا یہ فلیٹ ہیٹ وغیرہ بھی میں نے بازار ہی سے خریدے تھے۔ فلیٹ ہیٹ کے گوشے لمبے ہونے کی وجہ سے کسی نے میری شکل غور سے نہیں دیکھی اور میں اطمینان سے باہر نکل آیا۔ میں نے فلیٹ ہیٹ کا گوشہ سر پر جھکا رہنے دیا تھا اسی انداز میں کافی دور تک چلتا رہا اور پھر ایک ٹیکسی لے کر بازار پہنچ گیا یہاں سے میں نے میٹروویل کے بارے میں مکمل نقشے وغیرہ خریدے تھے۔ ایک ریسٹورنٹ کے کیبن میں بیٹھ کر میں ان نقشوں پر غور کرنے لگا اور میٹروویل کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا۔ رات ہو چکی تھی اس وقت تقریباً سوا نو بجے تھے اس وقت میں نے ایک ٹیلیفون بوتھ سے ڈاکٹر ڈی کو دوبارہ فون کیا اور اس بار وہ ٹیلیفون پر مل گیا۔

"ہیلو ڈاکٹر ڈی؟"

"ہیلو کون بول رہا ہے؟"

"آپ کا خادم ڈاکٹر۔"

"اوہ تم۔ میں نے سنا ہے کہ تمہیں میری ضرورت تھی تم یہاں آئے تھے؟"

"ہاں ڈاکٹر ڈی! کچھ ایسے دلچسپ معاملات ہیں جو تمہارے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔"

"کہاں ہیں رہ؟"

"ملاقات ہو سکتی ہے ڈاکٹر؟" میں نے سوال کیا۔

"کیوں نہیں آ جاؤ۔"

"نہیں ڈاکٹر میرا خیال ہے آپ کیروسین کیبن کے علاقے میں پہنچ جائیں میں آپ کو ایسی چیز دکھانا چاہتا ہوں جسے دیکھ کر آپ بھی حیران رہ جائیں گے۔"

"کیروسین کیبن کے علاقے میں کیوں؟" ڈاکٹر ڈی نے چونکے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"ڈاکٹر ڈی اگر آپ وہاں تشریف لے آئیں تو اس سے

بہتر کوئی بات نہیں ہوگی۔"

"او کے۔ میں آ رہا ہوں۔" ڈاکٹر ڈی نے جواب دیا اور پھر بولا۔

"کیروسین کیبن کے علاقے میں تمہیں کہاں تلاش کروں؟"

"بلیک کارنر پر۔" میں نقشوں کی مدد سے دیکھے ہوئے علاقوں کے بارے میں اسے بتانے لگا۔

"او کے میں پہنچ رہا ہوں۔" ڈاکٹر ڈی نے جواب دیا اور میں نے فون بند کر دیا۔ میری رگوں کا سارا خون میرے چہرے پر جمع ہو گیا تھا بس اب مسئلہ یہ تھا کہ ڈاکٹر ڈی تنہا وہاں پہنچے اور اسے میرے اوپر شبہ نہ ہوا ہو۔ میں نے خود بھی اس علاقے کو نہیں دیکھا اس لئے ضروری تھا کہ میں فوری طور پر کیروسین کے علاقے میں پہنچ جاؤں چنانچہ میں نے باہر نکل کر ایک ٹیکسی لی اور ڈرائیور کو کیروسین کیبن کے علاقے کے بارے میں تفصیلات بتا دیں۔ یہ علاقہ خاصا سنسان تھا تھوڑے ہی فاصلے پر ایک آئل ریفائنری تھی جس کی چمنی سے ایک اونچا شعلہ نکل رہا تھا اس لئے شاید یہ علاقہ کیروسین کیبن کے نام سے مشہور تھا۔ بلیک کارنر ایک چھوٹا سا گارڈن تھا جس کے بارے میں مجھے نقشے کے ذریعے معلوم ہو چکا تھا اس چھوٹے سے گارڈن کے عین درمیان ایک پانی کی جھیل بنی ہوئی تھی جو کافی خوبصورت تھی۔ سنگ مرمر کی بنچیں اس کے چاروں طرف بچھی ہوئی تھیں۔ میں اس جگہ پہنچ گیا یہاں سے بلیک کارنر کے گیٹ پر نگاہ رکھی جا سکتی تھی۔ میں بے چینی سے گھڑی میں وقت دیکھنے لگا اگر ڈاکٹر ڈی فوراً ہی وہاں سے چل پڑا ہے تو پھر اسے دس منٹ کے اندر اندر بلیک کارنر پہنچ جانا چاہئے۔

درخت کی آڑ میں کھڑا کھڑا میں صورت حال کا جائزہ لیتا رہا۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا دس منٹ کے بعد بلیک کارنر کے گیٹ کے باہر کسی کار کی روشنیاں چمکیں اور اس کے بعد گاڑی کا انجن بند ہو گیا۔ پھر مجھے ڈاکٹر ڈی کا منحوس وجود نظر آیا وہ اپنے خاص لباس میں ملبوس پُراطمینان انداز میں آگے بڑھ رہا تھا۔ میں نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی ابھی تک تو اطراف میں کوئی موجود نہیں تھا۔ اس لئے مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرا کام ہو ہی جائے گا۔ اس وقت تو شاید ڈاکٹر ڈی کے اپنے باڈی گارڈز بھی ساتھ نہیں آئے تھے۔ پتہ نہیں اس نے اس سلسلے میں کیا نظریہ قائم کیا تھا یا پھر میری خوش بختی تھی۔ اگر باڈی گارڈز اس کے ساتھ آئے ہوتے تو مجھے خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ ڈاکٹر ڈی آگے بڑھتا ہوا جھیل سے تھوڑے فاصلے پر رک گیا۔ اس نے اپنا فلیٹ ہیٹ اتار کر ہاتھ میں لے لیا تھا اور ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ میں نے خود بھی اپنا فلیٹ ہیٹ اور کوٹ اتار کر ایک طرف رکھ دیا اور پھر درخت کی آڑ سے نکل کر ڈاکٹر ڈی کے پاس پہنچ گیا وہ قدموں کی چاپ سن کر ہی چونک پڑا تھا مجھے دیکھ کر اس نے گہری سانس لی۔

"ہیلو!" وہ بھاری آواز میں بولا۔ اس کی نگاہیں میرا جائزہ لے رہی تھیں۔

"ہیلو ڈاکٹر!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا بات ہے تم مجھ سے ملاقات کے لئے خاصے بے چین نظر آتے تھے کافی دیر تک تو میرا انتظار کرتے رہے تھے گھر پہ۔ خیریت تو ہے؟"

"نہیں ڈاکٹر خیریت نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" ڈاکٹر نے چونک کر کہا۔

"یہ بتائیے کہ شیلی آپ کو مل گئی؟"

"نہیں کیوں؟" میں نے محسوس کیا کہ ڈاکٹر تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہا ہے۔

"کب سے آپ سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی؟" میں نے سوال کیا۔

"تمہیں معلوم ہے وہ مجھ سے چھپتی پھر رہی ہے وہ کیا بھلا مجھ سے کیا ملاقات کرے گی؟"

"اوہ ڈاکٹر ڈی براہ کرم اپنے باڈی گارڈز کو بلوا لیجئے؟" میں نے کہا۔

"کیوں آخر کیا بات ہے؟"

"میں آپ کو بتا دوں گا ڈاکٹر براہ کرم بلوا لیجئے ایک ضروری کام ہے؟"

"اوہ مگر وہ اس وقت میں انہیں ساتھ نہیں لایا!"

"ڈرائیور ہی کو بلوا لیجئے ایک اہم مسئلہ ہے ڈاکٹر۔" میں نے کہا۔

"تم مجھے بتاؤ کار میں ڈرائیور موجود نہیں ہے میں تنہا ہی آیا ہوں تمہارے اس طرح بلانے پر مجھے بھی تعجب ہوا تھا

اس لئے میں تنہا ہی چلا آیا۔" ڈاکٹر ڈی نے جواب دیا۔

"تب تو بڑی مشکل ہو گئی۔" میں دل ہی دل میں مسکراتا ہوا بولا۔۔۔۔

اس بات سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ تقدیر یاور ہے اور معاملات میرے حق میں جا رہے ہیں بشرطیکہ راجا نواز اصغر آج بھی زندہ ہو سکے وہ جس نے اپنے مدمقابل کو کبھی سامنے نہیں ٹکنے دیا تھا۔

"اس جھیل میں ایک لاش موجود ہے ڈاکٹر ڈی۔" میں نے آہستہ سے کہا اور ڈاکٹر ڈی چونک پڑا۔

"لاش؟" اس نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

"ہاں لاش۔"

"کس کی لاش ہے؟"

"اس کا ابھی کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا ڈاکٹر ڈی، آؤ اس بات کا فیصلہ کر لیں۔" میں نے کہا اور ڈاکٹر ڈی چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو تم تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہیں۔"

"سب کچھ سمجھ میں آ جائے گا ڈاکٹر ڈی۔ اس جھیل میں اگر لاش موجود نہیں ہے تو تھوڑی دیر بعد ضرور موجود ہو گی میری یا تمہاری لاش۔" میں نے جواب دیا۔ میری عقابی نگاہیں ڈاکٹر ڈی پر جمی ہوئی تھیں اور میں نے محسوس کیا کہ وہ ایک دم چوکنا ہے۔ دوسرے ہی لمحے اس کا ہاتھ بغلی ہولسٹر کی طرف گیا لیکن چوک جانے کا یہی لمحہ تھا اور میں اس لمحے میں چوکنا نہیں چاہتا تھا چنانچہ میں نے اپنی کمر پر دونوں ہاتھ رکھے اور جیسے ہی ہولسٹر سے ڈاکٹر ڈی کا پستول باہر نکلا میری بجلی کی سی ٹانگ اس کی کلائی پر پڑی۔ پستول کو میں نے فضا میں اچھلتے ہوئے دیکھا اور یہ میری خوش بختی تھی کہ وہ جھیل ہی میں گر گیا تھا۔ ڈاکٹر ڈی نے سانپ کی طرح لوٹ لگائی اور پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس بار اس نے بغلے ہی دوسرا پستول نکال لیا تھا مجھے اس بات کی توقع تھی کہ اس جیسا آدمی ایک پستول اپنے ساتھ نہیں رکھتا ہو گا اور اسی تصور نے مجھے کامیابی سے ہمکنار کیا۔ چونکہ دوسرا پستول نکالتے ہی میں اچھل کر ڈاکٹر ڈی کے شانے پر جا بیٹھا تھا اور میں نے پوری قوت سے اس کا ہاتھ مروڑ کر پکڑ لیا تھا۔ پستول سے ایک فائر ہوا لیکن دوسرے فائر کی نوبت

نہیں آئی اور یہ پستول بھی ڈاکٹر ڈی کے ہاتھ سے نکل کر جھیل میں جا پڑا۔ تب میں نے پھرتی سے اس کے کندھے پر سے پیچھے چھلانگ لگا دی اور اب میں اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔

آسمان پر چاند نکل رہا تھا اور آہستہ آہستہ اس کی روشنی پھیلتی جا رہی تھی۔ ڈاکٹر ڈی پوزیشن بنائے ہوئے کھڑا تھا اور اب وہ مجھ پر حملہ کرنے کے لئے تیار تھا لیکن پھر جیسے ہی روشنی میں اس کی نگاہ مجھ پر پڑی اس کی نگاہیں حیرت سے پھیل گئیں غالباً اس نے پہلی بار میری شکل پر غور کیا تھا۔

"تم۔ تم۔ یہ سب کیا ہے آخر؟"

"میں نے تم سے کہا تھا ڈاکٹر ڈی کہ جھیل میں ایک لاش موجود ہے میری یا تمہاری اور یہی فیصلہ کرنا ہے مجھے اس وقت کہ وہ لاش کس کی ہو گی۔"

"کیا تم پر اس وقت جنون کا دورہ پڑا ہے؟" اس نے خونخوار لہجے میں سوال کیا۔

"ہاں ڈاکٹر ڈی مجھ پر جنون کا ہی دورہ پڑا ہے شاید تمہیں یہ نہیں معلوم ڈاکٹر ڈی کہ تم جس کے جوتے چاٹتے ہو میں اس کا خانہ خراب کر چکا۔ شاید تمہیں یہ نہیں معلوم کہ ترلوکا مجھے براہ راست اپنا دشمن سمجھتا ہے اور میری وجہ سے اسے کیٹی لا کی پہاڑیوں سے چوروں کی طرح بھاگنا پڑا تھا۔ تمہیں یقیناً یہ بات نہیں معلوم ہو گی ڈاکٹر ڈی ورنہ تم اتنے احمقانہ انداز میں راجہ نواز اصغر کا سامنا نہیں کرتے۔ تم کیا سمجھتے ہو گدھے۔ کیا تم راجہ نواز اصغر کو اپنے قابو میں رکھ سکتے تھے۔ تمہاری یہ مجال تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ابتداء میں وہ کتیا اور تم مل کر میرے ساتھ ایک اچھا خاصا ڈرامہ کر چکے ہو لیکن یہ نہیں سوچا تم نے کہ بالآخر اس ڈرامے کا راز فاش ہو جائے گا اور اس کے بعد تمہارا کیا حشر ہو گا۔"

"اوہ۔ اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ تمہیں سب کچھ معلوم ہو گیا۔" ڈاکٹر ڈی نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"ہاں ڈاکٹر ڈی سب معلوم ہو گیا مجھے اور یہ بھی پتہ چل گیا کہ تم اور شیلی مل کر اپنی دانست میں مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہو لیکن ترلوکا نے تمہیں میرے بارے میں ہدایت دیتے ہوئے یہ نہیں بتایا تھا کہ میں

تمہارے لئے کتنی ٹیڑھی کھیر ثابت ہوں گا۔"

"گڈ۔ گڈ۔" ڈاکٹر ڈی ہنسوں سے اچھلتے ہوئے بولا۔ "میں ہر ٹیڑھی کھیر کو سیدھا کر لینے کی مشق رکھتا ہوں چلو آ جاؤ ایک بار پہلے بھی تم میرے گھونسوں کا مزا چکھ چکے ہو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری ناک کو نشانہ نہیں بناؤں گا لیکن تمہارے یہ جبڑے ہمیشہ کے لئے ناکارہ کر دوں گا۔" ڈاکٹر ڈی نے کہا۔

"ہاں ہاں ڈاکٹر آ جاؤ مجھے معلوم ہے کہ باکسر ہو اور ممکن ہے کہ تم اپنے حلقے میں اچھے باکسروں میں شمار ہوتے ہو لیکن تمہیں آج تمہاری زندگی کا مزا آ جائے گا۔" میں نے ایک باکسر کے انداز میں پوز بنا لیا لیکن یہ صرف ڈاکٹر ڈی کو دھوکا دینے کی بات تھی باکسنگ سے مجھے واقفیت ضرور تھی لیکن کسی پیشہ ور باکسر سے مقابلہ کرنا میں نہیں جانتا تھا۔ البتہ اس انداز میں، میں اسے دوسری طرف سے ہوشیار ہونے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا اور یہی باور کرانے کا خواہش مند تھا کہ میں بھی باکسنگ ہی کا مقابلہ کروں گا۔ اس نے پینترے بدلے اور گھونسے ہلاتا ہوا میرے نزدیک پہنچ گیا پھر اس نے اپنا رائٹ پنچ آگے بڑھایا لیکن اس کے لئے وہ تیار نہیں تھا کہ میری ٹھوکر اس کی پنڈلی پر پڑے جوں ہی اس کا رائٹ پنچ میرے چہرے کی طرف لپکا میں نے اس کی پنڈلی پر ایک ٹھوکر لگائی پھر دوسری پنڈلی پر دوسری ٹھوکر۔ اور ڈاکٹر ڈی حلق سے عجیب سی آواز نکالتا ہوا زمین کے نیچے طرف جھک گیا۔ اسی وقت میرا گھونسہ اس کی ٹھوڑی پر پڑا اور وہ چاروں شانے چت گرا۔

"کیسی رہی ڈاکٹر۔ کیسا تھا میرا گھونسہ۔" میں نے کہا ڈاکٹر ڈی پھرتی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور کھڑا ہو گیا۔

"تم نے بدمعاشی کی ہے تم کیا سمجھتے ہو جوڈو کراٹے سے صرف تم ہی واقف ہو۔"

"نہیں نہیں تم بھی واقف ہو ڈاکٹر ڈی۔ میں کب منع کرتا ہوں آ جاؤ آ جاؤ۔" میں نے کہا اور ایک بار پھر باکسنگ ہی کی کیفیت بنا کر میں اس کے سامنے کھڑا ہو گیا لیکن اس بار ڈاکٹر ڈی میرے دھوکے میں نہیں آیا اس نے ایک سوئیپ لگائی اور میری ٹانگوں کو الجھانے کی کوشش کی لیکن میرے خیال میں یہ ایک معمولی سا داؤ تھا میں

نے اس کے پہلے ہوتے پاؤں پر ایک زوردار ٹھوکر لگائی اور ڈاکٹر ڈی کسی بھینسے کی طرح ڈکراتا ہوا اوندھا ہو گیا یہ ٹھوکر پہلے سے زیادہ زبردست تھی تیسری بار میں نے اس کی ران کو نشانہ بنایا تھا اور درحقیقت میرا یہ وار کامیاب ہو جاتا تو ڈاکٹر ڈی میں اٹھنے کی سکت نہ رہتی۔ لیکن میرا پاؤں اچکا ہوا اس کے پاؤں پر پڑا تھا وہ ایک دم پیچھے ہٹا اور پھر سیدھا کھڑا ہو گیا اس بار اس نے کسی ریسلر کے انداز میں فلائنگ کک مارنے کی کوشش کی لیکن یہاں بھی اس کے شایان شان مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھا۔ میں نے پیچھے بیٹھ کر اس کی فلائنگ کک خالی دی لیکن اسے زمین پر نہ گرنے دیا بلکہ اس کے نیچے جھک کر اسے اپنی پشت پر سنبھال لیا اور اس کے بعد میں نے اس کو پلٹ کر زمین پر اوندھے منہ دے مارا۔ زمین پر گرتے ہی میں اچھلا اور اپنی دونوں ٹانگیں اس کی کمر پر ریڑھ کی ہڈی کی جگہ ماریں۔ ڈاکٹر ڈی زمین پر لوٹ لگانے لگا تھا یہ ضرب اتنی سخت تھی کہ اس کے لئے اٹھنا مشکل تھا اس لئے میں نے اسے اپنی ٹھوکروں پر رکھ لیا۔ میں نے اسے ہاتھ نہیں لگایا تھا وہ جس طرف بھی سرکتا اسی طرف سے میری ٹھوکر اس کے منہ یا بدن کے کسی حصے پر پڑتی۔ میں نے ڈاکٹر ڈی کو فٹ بال بنا لیا تھا اس کی ہر کوشش کو میں نے ناکام بنا دیا چنانچہ جب بھی اس کے ہاتھ زمین پر ٹکتے اس کے حلق سے ایک دھاڑ ضرور نکلتی چونکہ میرے پاؤں کی ٹھوکر اس کے ہاتھوں پر پڑتی۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر ڈی! میں نے اپنے ہاتھوں کو ترلوکا کے لئے مخصوص کر رکھا ہے یہ ہاتھ میں اس پر استعمال کروں گا۔ تم جیسے معمولی انسان کو ہاتھوں سے مارنا مجھے پسند نہیں۔" ڈاکٹر ڈی کے منہ سے گالیاں نکل رہی تھیں اب وہ بالکل ایک عام آدمی بن گیا تھا۔ بڑے ٹھاٹ تھے اس کے نام کے لیکن اگر کوئی اس وقت اسے پٹتے ہوئے دیکھ لیتا تو ڈاکٹر ڈی کو زندگی بھر برا بھلا کہتا رہتا جس نے خواہ مخواہ لوگوں کو اپنے نام سے پریشان کر رکھا تھا۔ اب اس کے منہ ناک اور کانوں سے خون بہہ رہا تھا۔ میں نے کوئی رعایت نہیں کی تھی اس کے ساتھ۔ اپنے پے در پے وار کئے تھے کہ اس کی کئی پسلیاں ٹوٹ چکی تھیں۔ ان ٹوٹی ہوئی پسلیوں کے بارے میں میں نے خود اندازہ لگایا تھا۔ ڈاکٹر ڈی کو اپنی زندگی کے

سب سے بدترین واقعہ سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ وہ اب نیم بے ہوشی کی کیفیت میں تھا لیکن میں اب اس سے کچھ پوچھنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ بس اسی بات کا خواہش مند تھا کہ وہ نیم مردہ ہو جائے تو میں اس پر آخری وار کر دوں اور اس کے بعد میں نے آخری وار اس کی گردن پر کیا۔ میں نے اس کی گردن پکڑ لی اور زور سے گھوما اور ڈاکٹر ڈی کی گردن کے کئی منکے ٹوٹ گئے۔ اس کے حلق سے آخری ہچکیاں نکلیں اور پھر اس کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔ اپنے بدترین دشمن کا میں صفایا کر چکا تھا۔ ڈاکٹر ڈی اپنی تمام تر چالاکیوں کے ساتھ موت کی آغوش میں جا سویا تھا۔ میں نے جھک کر اس کے لباس کی تلاشی لی اور ہر وہ چیز نکال لی جو اس کے لباس میں موجود تھی۔ پھر ان تمام چیزوں کو ایک جگہ جمع کرنے کے بعد میں نے ادھر ادھر اپنی ضرورت کی چیزوں کے لئے نظریں دوڑائیں۔ کافی بڑے بڑے پتھر اطراف میں پھیلے ہوئے تھے۔ میں نے ان پتھروں کو جمع کر کے ڈاکٹر ڈی کے کوٹ کے اندر بھرا۔ اس کی ٹائی اتاری اور ایک بڑا وزنی پتھر اس میں احتیاط سے باندھ کر اسے مشکل تمام جھیل میں غرق کر دیا۔ اس طرح ڈاکٹر ڈی کی کہانی انجام کو پہنچ گئی۔

ڈاکٹر ڈی کی موت کے بعد میرے سامنے پھر ایک خلا تھا۔ میں ڈاکٹر ڈی کی شکل میں ابھی بہت کچھ کر سکتا تھا لیکن فیصلہ یہ کرنا تھا کہ کیا کروں۔

شیلی کو بھی اس کے فراڈ کی سزا دی جا سکتی تھی۔ اب اس شکل میں اسے موت کے گھاٹ اتارنا میرے لئے کوئی مشکل مسئلہ نہیں تھا لیکن صورت حال وہی تھی۔ شیلی کی موت سے مجھے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ زیبی تو اس کے ذریعہ کسی طور نہیں مل سکتی تھی۔ ترلوکا نے اپنی دانست میں مجھے سان انتونیو میں پھانس لیا تھا۔ ممکن ہے اب تک وہ میری تمام نقل و حرکت کی نگرانی کر رہا ہو۔ لیکن اس بات کا مجھے یقین تھا کہ اس وقت میں اس کی نگاہ میں نہیں ہوں۔

کیونکہ اس جھگڑے میں الجھنے کے بجائے پہلے اس کی نگاہوں سے دور ہونے کی کوشش کروں۔ میں پہلے اس خطرے کو ٹال دوں اس کے بعد ہی کچھ عود کرنا مناسب ہوگا۔ اس لئے یہ ضروری تھا کہ میں خود کو یکسر بدل لوں۔ کسی بھی طرح۔ شیلی کو بعد میں دیکھ لوں گا۔ پہلے اس سلسلے میں کچھ کر لوں۔

ڈاکٹر ڈی کی کار سے کر میں سفر کرتا رہا۔ میں نے اس کی کوٹھی میں جانے کا ارادہ ترک کر دیا تھا اور میرے ذہن میں بے شمار منصوبے ترتیب پا رہے تھے۔

اور پھر میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ اس فیصلے کے تحت میں نے ڈاکٹر ڈی کی کار ایک کھڈ میں گرا دی اور پیدل وہاں سے آبادی میں واپس آ گیا۔ میک اپ کا سامان میرے پاس موجود تھا۔ میں نے ڈاکٹر ڈی کا میک اپ بدل دیا۔ اب میں پھر سے راجہ نواز اصغر کو زندہ کرنا چاہتا تھا۔ اس بار میں نے جو میک اپ کیا تھا وہ ایک خطرناک شکل کے غنڈے کا تھا۔ اس میک اپ میں بھی میں نے بہت محنت کی تھی۔ لباس وغیرہ بھی اسی طرح کے استعمال کئے تھے اور اس کے بعد میں نے سان انتونیو کے مختلف حصوں کی سیر شروع کر دی۔ میرا رخ کسی ایسے جرائم کے اڈے ہوتے تھے۔ میں مجرموں کی دنیا میں اپنا ایک مقام بنانا چاہتا تھا جوئے خانے، شراب خانے اور ایسی ہی جگہیں۔ وہیں میری ملاقات گریچی سے ہوئی۔ ایک نڈر، بے خوف اور لاپرواہ لڑکی۔ اسے شیشے میں اتارنے کا فن مجھے آتا تھا۔ چنانچہ دنیا میں سب سے کارآمد چیز دولت ہے۔ میں تاش کا فن جانتا تھا اور اسی فن کے ذریعہ میں نے دولت اکٹھی کرنی شروع کر دی۔ گریچی کو اس رقم کا بڑا حصہ مل جاتا تھا اس لئے وہ بہت خوش تھی۔ اس طرح میں نے اپنے کچھ دشمن بھی بنائے تھے اور یہ سب ضروری تھا اپنے آپ کو تبدیل کرنے کے لئے۔ ترلوکا کی نگاہ سے بچنے کے لئے۔ مجھے محسوس ہوا کہ اس طرح مجھے کافی کامیابی حاصل ہو رہی ہے۔

گریچی میری دوست تھی ایک سودے باز عورت میں نے اسے احساس دلا دیا تھا کہ میں اسے پسند بھی کرتا ہوں۔ لیکن میری پسند سے زیادہ اسے میرے ہاتھوں کی کمائی سے بھی دلچسپی تھی۔

اس شام بھی اس نے مجھ سے ملاقات کی۔ ”ہم ڈیپر وچلی رہے ہیں تیار ہو جاؤ۔“

”یہ ڈیپرو کیا ہے۔؟“

”دولت کی کان تمہارے جیسوں کے لئے۔“

”سمجھا نہیں۔“

”سمجھ لیا سمجھ لیا۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تو تیار ہو جا۔“

”تمہارا حکم ہو اور میں تیار نہ ہوں۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”لباس وغیرہ تبدیل کر لو۔“ اس نے کہا اور میں تیاری کرنے لگا۔ گریچی نے مجھے ہدایت کی تھی کہ تھوڑا سا حلیہ بھی بدل لیا جائے چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ میک اپ کے اوپر ایک اور میک اپ کر لیا اور گریچی مجھے دیکھ کر اچھل پڑی۔

”کمال ہے اتنا عمدہ میک اپ۔“

”تمہیں پسند ہے؟“ میں نے کہا۔

”ہاں بہت زیادہ۔“ گریچی مسکراتی ہوئی بولی اور پھر اس کے بعد ہم ڈیپرو چل پڑے۔ ڈیپرو کے بارے میں گریچی نے جو کچھ بتایا تھا وہ بالکل درست تھا۔ یہاں خاصا رش تھا تاہم ہمیں کونے کی ایک خالی میز مل گئی اور ہم دونوں اس کے گرد بیٹھ گئے۔ بہت سی نگاہیں ہمارا طواف کر رہی تھیں۔

گریچی سے گفتگو کے دوران میں نے پورے ہال کا جائزہ لیا۔ طرح طرح کے لوگ یہاں موجود تھے۔ میں نے گریچی کی طرف رخ کر کے کہا۔

”تم تو یہاں آتی رہتی ہوگی۔“

”ہاں! اکثر۔“

”یہاں کس پیمانے کا جوا ہوتا ہے؟“

”بہت اعلیٰ پیمانے کا۔ ہر طرح کے لوگ یہاں آتے ہیں کچھ لوٹ کر جاتے ہیں اور کچھ لٹ کر جانے والوں میں شامل ہوتے ہیں۔“

”کیا اس کی حیثیت قانونی ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”یہی تو نہیں ہے اس کی وجہ سے یہاں کا کھیل پرکشش ہوتا ہے۔“

”اوہ۔ گڈ۔ لیکن غیر قانونی ہونے کے لئے ان لوگوں کو کوئی دقت پیش نہیں آتی؟“

”نہیں! ہر شخص اپنا اپنا کام چلا ہی لیتا ہے۔ ان لوگوں نے بھی اپنے لئے بندوبست کر رکھا ہے لیکن جوئے خانے میں جانے کے لئے ذرا کچھ دشواریاں پیش آتی ہیں اس کے لئے شناسائی ضرور قرار دی گئی ہے۔“

”تو پھر ہم کیسے داخل ہوں گے؟“ میں نے سوال کیا اور گریچی مسکرانے لگی۔

”میں یہاں چند دوستوں کے ساتھ آ چکی ہوں اور یہاں پر موجود لوگ مجھے جانتے ہیں۔“

”تو پھر آؤ گریچی اسٹارٹ کرتے ہیں۔“

”کچھ ہو گئے نہیں۔“

”میرا خیال ہے کھیل کے درمیان ہی۔“ میں نے جواب دیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے۔

گریچی کے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ وہ عام قسم کی لڑکی ہے اور اس میں ایسی کوئی خوبی نہیں ہے جس سے وہ مختلف قرار پائے لیکن میرے مقصد کی چیز تھی اس لئے سب کچھ چلتا تھا۔ کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے شخص نے مسکرا کر اسے مخاطب کیا اور پھر میری طرف دیکھنے لگا۔

”میرے دوست۔“ گریچی نے آہستہ سے کہا۔

”اوہ۔ پہلی بار۔“ کاؤنٹر مین کے لہجے میں تشویش کی جھلک تھی۔

”باہر سے آئے ہیں۔“ گریچی مسکرائی اور کاؤنٹر مین نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ گریچی نے ہاتھ کاؤنٹر پر رکھا اور اس کی درمیانی انگلی کاؤنٹر پر دستک کے انداز میں کھٹ کھٹ کرنے لگی۔ کاؤنٹر مین نے اس کی انگلی کی طرف دیکھا۔ میں بے تعلق سا کھڑا تھا لیکن میری آنکھیں کاؤنٹر مین اور گریچی کے درمیان ہونے والی اشارے بازی دیکھ رہی تھیں۔ ان اشاروں کا صاف مطلب یہی تھا کہ وہ ان کے لئے ایک شکار لائی ہے اور اس شکار کو جلد از جلد حلال کرنے کی اجازت دی جائے۔

کاؤنٹر مین نے میری طرف گردن خم کر کے کہا۔

”ہم آپ کی میزبانی کو فخر سمجھتے ہیں جناب۔“

”شکریہ۔“

”اگر ستارے عروج پہ ہوں تو کچھ اور لوگوں کو بھی اپنی خوش قسمتی میں شامل کر لینا مناسب ہوتا ہے۔“ کاؤنٹر مین بولا۔

”ٹھیک ہے میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا۔“ میں نے جواب دیا اور کاؤنٹر مین نے مسکراتے ہوئے گردن خم کر دی۔

ہم لوگ کاؤنٹر سے ہٹ کر ایک عقبی کمرے میں داخل ہوئے۔ یہاں آ کر میں نے دیکھا کہ چند لوگ اپنے چہروں پر نقاب

لگا رہے ہیں۔ یہاں کھیلنے والوں کے لئے شاید یہ آسانیاں فراہم کر دی گئی تھیں کہ اگر وہ چاہیں تو نمایاں ہو کر کھیلیں اور نقابیں اپنے چہروں پر لگا لیں۔ چنانچہ یہاں سے نقابیں فراہم ہوتی تھیں۔

میں نے اور گرینی نے بھی اپنے اپنے چہروں پر نقابیں لگا لیں۔ گرینی مسکرا کر بولی۔

"ویری گڈ۔ یہ ان لوگوں نے ایک نیا انتظام شروع کیا ہے۔ ورنہ اس سے پہلے یہاں پر یہ سب کچھ موجود نہیں تھا۔"

"کیا مطلب؟ کیا بالکل نئی بات ہے؟"

"ہاں! چند روز قبل ہی شاید انہوں نے ایسا شروع کیا ہے۔"

"بہر طور بہتر ہے۔" میں نے جواب دیا اور ہم ایک عقبی دروازے کے دوسرے حصے سے اندر داخل ہو گئے۔ گرینی میرے آگے آگے چل رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہم اس زینے تک پہنچ گئے جہاں ایک بلب روشن تھا۔ یہاں آتے ہی تہہ خانوں جیسی محسوس ہونے لگی تھی۔ میں نے ناک بھوں چڑھائی۔

"غلیظ جگہ ہے۔"

"ہاں، لیکن اس کے باوجود یہاں داخلہ آسان نہیں ہوتا۔" اس نے سیڑھیوں سے اترتے ہوئے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ویسے کیا خیال ہے کیا میں کھیل میں تمہاری حصے دار بنوں گی؟"

"کیا مطلب؟"

"ہمارے درمیان سو سے بازی مکمل ہو جانی چاہئے۔"

"اوہ!" میں نے نفرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا حالانکہ اسے بہت کچھ مل چکا تھا مجھ سے لیکن اس وقت اس کا یہ تقاضا کچھ عجیب تھا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا۔۔۔

"تم کیا چاہتی ہو تم؟"

"آدھی، آدھی۔"

"اور ہارنے پر کیا ہو گا؟" میں نے سوال کیا۔

"تم ہارنا نہیں جانتے۔"

"ٹھیک ہے، اوکے۔" میں نے جواب دیا۔ کسی قدر اکتاہٹ سی طاری ہو گئی تھی اور گرینی کی صورت مکروہ نظر آنے لگی تھی حالانکہ میں نے جب بھی اس کا ساتھ حاصل کرتے ہوئے جوئے میں کچھ رقم جیتی تھی تو ہمیشہ اس کا بڑا حصہ اس کے حوالے کر دیا تھا لیکن وہ پرہوس عورت اس وقت نہ جانے کیوں مجھ سے دولت کے بارے میں بات کر رہی تھی۔ اس طرح اس کی شخصیت میری نگاہوں کے سامنے عریاں ہو جاتی تھی۔ بری لڑکی تھی۔ اچھی باتیں کیسے کر سکتی تھی۔

ہم جوئے خانے کے بڑے ہال میں داخل ہو گئے بہت سی نگاہوں نے یہاں بھی ہمارا استقبال کیا تھا۔ چند لوگوں نے گرینی پر بھی جملے کسے تھے لیکن میں جانتا تھا کہ گرینی اسی قسم کے لوگوں کے درمیان کی چیز ہے ان سے الجھنا بے معنی تھا۔

میں نے ایک نگاہ میں پورے جوئے خانے کا جائزہ لے لیا۔ وسیع و عریض ہال میں بے شمار میزیں پڑی ہوئی تھیں۔ ماحول میں گھٹن سی گھٹن تھی۔ منشیات کے دھواں کی خوشبو فضا میں چکرا رہی تھی۔ ایک طرف ایک کاؤنٹر بنا ہوا تھا جس کے ساتھ دو ہیبت ناک صورت آدمی کہنیاں ٹکائے شراب کے گھونٹ لے رہے تھے ان کے نزدیک ہی ایک سرخ رنگ کا اونچا سا بیگ رکھا ہوا تھا جس میں نہ جانے کیا تھا۔

ہم کاؤنٹر کے سامنے سے گزر کر اپنی نشست کی جانب آ رہے تھے اور دفعتاً میں نے محسوس کیا وہ دونوں میری جانب متوجہ ہو گئے ہیں۔ میرے اعصاب میں تناؤ پیدا ہو گیا تھا لیکن مجھے حیرت تھی بے پناہ حیرت تھی میں نقاب میں بھی تھا اور اس کے نیچے میک اپ بھی کیا ہوا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ان لوگوں نے میری طرف توجہ کیوں دی ہے۔ تاہم میں آہستہ سے آگے بڑھ گیا۔ اسی وقت ان میں سے ایک نے گرینی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنی طرف مخاطب کیا اور گرینی کے حلق سے ایک ہلکی سی آواز نکل گئی۔ اس نے خوفزدہ نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھا۔ اس آواز کو سن کر میں بھی پلٹ گیا تھا۔

"اوہ۔ بہت اچھل رہی ہو آج۔ کوئی نیا مرغا؟" ان میں سے ایک نے کہا۔

"شٹ اپ۔ تمہیں یہ باتیں کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔" گرینی نے میرا بازو تھام کر مجھے آگے بڑھانے کی کوشش کی۔ مقصد یہ تھا کہ ان سے نہ الجھوں۔ لیکن میں ان کی

طرف دیکھ رہا تھا۔

"اگر یہ مرغا تمہیں کھلا پلا دے اور تمہاری گردنوں پر چھری پھیر دے تو کیا رہے گا؟" میں نے سوال کیا اور وہ دونوں ایک دم سیدھے ہو گئے۔ ان کی مٹھیاں بھنچ گئی تھیں اور ان میں سے ایک نے گرینی کو راستے سے ہٹا دیا۔

"ہاں! میں کھلا پلانا چاہتا ہوں۔" اس نے کہا۔

"تو پھر ٹھیک ہے۔ میں قصائی کا فرض بھی انجام دینے کی اہلیت رکھتا ہوں۔" میں مسکرا کر بولا۔ گرینی ہم دونوں کے درمیان پھنس گئی تھی۔

"پلیز۔ پلیز ایسا نہ کہو۔" دفعتاً اس شخص نے گرینی کے بال پکڑ لئے اور اسے زور سے جھٹکا دے کر ایک طرف دھکیل دیا۔ اس کی آنکھوں میں خوف کی سرخی جھلک رہی تھی۔ وہ میرے بالکل قریب تھا اور وہ سرد لہجے میں بولا۔

"تم کون ہو؟ اگر پہلی بار یہاں آئے ہو تو تمہیں یہ معلوم کر کے اندر آنا چاہئے تھا کہ مجھ سے گفتگو کا انداز کیا ہوتا ہے۔"

"تم مجھے کیسے نظر آتے ہو میں نے تمہیں ذبح کرنے کی بات کر لی بس۔ اس میں جاننے یا نہ جاننے کی کیا بات پیدا ہو گئی ہے؟"

"اوہ، تم! تم۔" وہ پھرتی سے آگے بڑھا لیکن اس کے دوسرے ساتھی نے اس کا ہاتھ روک لیا۔

"نہیں نہیں۔ جیکر نہیں یہاں یہ سب کچھ مناسب نہیں ہو گا۔ تم جانتے ہو۔"

"اوہ۔ ٹھیک ہے۔ یہاں نہ سہی لیکن باہر کی دنیا بہت وسیع ہے۔"

"چلو ڈیئر۔ تمہارا نام مجھے معلوم ہو گیا۔ جیکر جیسا تمہارا نام ہے! باہر کی دنیا میں واقعی اس قسم کے کھیل زیادہ مزیدار ہوتے ہیں فی الحال کیا پروگرام ہے؟"

"تم کس پروگرام سے آئے ہو؟ کیوں چڑیا کیوں لے آئی ہے اس کو یہاں پر مرغا بنانے کے لئے؟"

"ہاں۔ مرغا ہی بنانے کے لئے لائی ہے یہ مجھے، مگر بدقسمتی سے یہاں مجھے کوئی ایسا گدھا نظر نہیں آتا جو مجھے مرغا بنا سکے۔" میں نے کہا۔

"گڈ۔ گڈ! تو پھر آؤ دیکھتے ہیں۔" جیکر نے کہا اور اپنے ساتھی کی طرف رخ کر کے بولا۔

"تم اس چوہیا کو اپنے ساتھ لے جاؤ میں اسے بھی تھوڑی دیر میں تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔"

"نہیں دوست! یہ غلط ہے۔ اسے یہیں رہنے دو یہ میرے ساتھ آئی ہے۔" میں نے کہا اور جیکر ایک بار پھر خونی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ لیکن پھر اس نے شانے ہلا کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے آؤ! نوٹ نکالو۔" میں نے جیب سے نوٹوں کی گڈی نکال کر میز پر رکھ دی اور ہم سب میز کے گرد بیٹھ گئے لیکن گرینی کی حالت ٹھیک نہیں تھی اس نے آہستہ سے کہا۔

"مسٹر! یہ جو کچھ ہوا ہے ٹھیک نہیں ہوا ہے۔ آؤ چلیں یہاں سے چلیں۔"

"بیٹھو بیٹھو۔" میں نے اسے شانے سے پیچھے دباتے ہوئے کہا۔ کارڈ آئے اور فوراً ہی کھیل شروع ہوا۔ جیکر خود ہی کارڈ تقسیم کر رہا تھا۔ کارڈ آئے تو مجھے ایک خاص بات محسوس ہوئی۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ نئی چیٹنگ نہیں تھی اور کارڈ یقینی طور پر بنائے ہوئے تھے چنانچہ کھیل کے آغاز میں ہی مجھے چند بازیاں ہارنی پڑیں۔

گرینی کی بے چینی ہر گزرتے ہوئے لمحے کے ساتھ بڑھتی جا رہی تھی لیکن اب میں کھیل کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔ میں انہیں چکر دے رہا تھا اور نئے تاشوں کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ دونوں جوئے کے ماہر نہیں تھے البتہ شرارتیں ضرور کر رہے تھے۔

جس تاش سے کھیل ہو رہا تھا وہ مشکوک تھے اس لئے کھیل درست ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ میں کافی رقم ہار گیا۔ اس دوران ان لوگوں کو ذرا سکون ہوا تھا اور ان کے ذہن سے وہ کیفیت ختم ہو گئی تھی جو میرے خلاف تھی۔ اتنی بڑی رقم وہ جیت چکے تھے کہ کوئی پریشانی نہیں رہ گئی تھی ان میں سے ایک نے کہا۔

"تمہارا ستارہ کچھ ساتھ نہیں دے رہا دوست۔"

"پرواہ نہ کرو کھیلتے رہو۔"

"اب تو تمہارے پاس بہت کم رقم رہ گئی ہے۔"

"ہاں، کوئی بات نہیں یہ خالی کر دوں گا تو تم سے معذرت کر لوں گا۔" میں نے جواب دیا اور کنکھیوں سے گرینی کی طرف دیکھا اس کا چہرہ کسی تاش کی طرح سفید نظر آ رہا تھا۔ شاید

آج کی بدنصیبی تھی کہ وہ دل ہی دل میں کڑھ رہی تھی۔ پتہ نہیں کونسا بُرا وقت تھا جب اس نے ڈیپو آنے کا فیصلہ کیا تھا۔

میں نے اب یہ تاش سمجھ لیا تھا اور اس کوشش میں تھا کہ ذرا سا موقع مل جائے تو بازی اپنے حق میں تبدیل کرلوں۔ اور یہی ہوا کارڈ تقسیم کئے گئے تھے لیکن اس بار میں اپنا کام دکھا گیا تھا۔ دو کارڈ جو کٹنگ کے دوران میرے ہاتھ میں رہ گئے تھے میری گڈی میں شامل ہوگئے اور باقی دو کارڈ جو میری گڈی میں شامل تھے واپس اس گڈی میں شامل ہوگئے۔ یہ کام ہر چند کہ بہتر نہیں تھا لیکن اس وقت یہ سب کچھ کرنا ضروری تھا کیونکہ بےایمانی انہوں نے ہی شروع کی تھی۔ چنانچہ اب میں اپنی آخری پونجی لگا دینا چاہتا تھا۔ مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ کس کس کے پاس کیا موجود ہے۔ کھیل شروع ہوگیا اور جب شو ہوا تو ان کے چہرے حیرت سے کھلے کے کھلے رہ گئے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جو کارڈ انہوں نے دیئے تھے وہ کہاں گئے۔

گڈی میرے ہاتھ میں آگئی تھی۔ وہ لوگ شاید اس بار کو اپنی حماقت ہی تصور کر رہے تھے اور ان کے چہروں پر تعجب کے آثار نظر آ رہے تھے۔ دوبارہ کارڈ تقسیم ہوئے۔ اس بار تو کارڈ مجھے ہی بانٹنے تھے چنانچہ میں نے بڑے اہتمام سے کام دکھا دیا اور بازی الٹ کر رکھ دی۔ اب میں وہی حربے ان دونوں پر آزما رہا تھا جنہیں وہ شروع کھیل سے مجھ پر آزما رہے تھے۔

انہیں ابھی تک احساس نہیں ہو رہا تھا کہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ وہ بہترین کھلاڑی تھے تو میں نے بھی ایک زندگی اسی دلچسپی میں گزاری تھی۔ میں نے ان کی آنکھوں میں حیرت کے نقوش بڑھتے ہوئے دیکھے اور ان کے چہرے پھیکے ہوگئے۔ مجھے اس بات کا بخوبی احساس تھا کہ اس وقت میں ایک خوفناک جگہ بیٹھا ہوا ہوں جو قاتلوں کا مسکن معلوم ہوتا ہے اور یہاں اطراف میں تمام لوگ ایسے ہی موجود ہیں جن کا تعلق جرائم کی زندگی سے ہے۔

میں نے اس میز کی طرف دیکھا جو میری میز کے بالکل قریب تھی اور یہاں بھی پورے زور و شور سے جوا ہو رہا تھا پھر جیتا ہوا کھلاڑی نوٹوں کو جیب میں ٹھونس کر اٹھ کھڑا ہوا اور دروازے سے باہر نکل گیا۔ اسی وقت گریٹی نے مجھے کہنی مار کر سرگوشی کی۔

"بس اب اٹھ جاؤ۔"

"اوہ۔ نہیں گریٹی اب تو میں نے جیتنا شروع کیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"گریٹی تم خاموش بیٹھو اور اپنے اس دوست کو سکون سے کھیلنے دو۔ قسمت اس پر مہربان ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ بیکر ہمیشہ قسمت کے ہاتھ سے شکست چھین کر اپنی جیت میں بدل لیا کرتا ہے۔"

"اوہ۔ یقیناً یقیناً مسٹر بیکر! آپ کی شکل ایسی ہی ہے۔" میں نے کہا۔

"مذاق مت کرو۔" اس کے ساتھی نے مجھے مشورہ دیا۔ "یہ کوئی بھی آسانی سے برداشت نہیں کرسکتا۔"

"رفتہ رفتہ ٹھیک ہوجائے گا۔" میں نے کارڈ انگلیوں میں تھامے اور پھر پوری قوت سے ان کے پھینکے ہوئے پتوں پر دے مارا۔ یہ بہت بڑی بازی تھی جو میں نے جیتی تھی۔ پھر میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے بہت وقت ہوگیا کیوں بیکر؟" میرا یہ طنز بیکر کو بہت ناگوار گزرا کیونکہ میں نے اس کے آگے سے نوٹوں کی گڈیاں ختم ہوتی ہوئی دیکھیں تھیں۔

"ہاں۔ اب اٹھنا چاہیئے۔" بیکر نے ناگواری سے کہا۔

"حالانکہ یہ کھیل کے اصول کے خلاف ہے۔" میں نے کہا۔

"اصول۔ بیکر کے تمام اصول اس کے خود بنائے ہوئے ہوتے ہیں سمجھے تم۔"

"نہیں سمجھے۔" بیکر کا ساتھی بولا۔

"بھلائے اس نے کتنی بازیاں لگائی ہیں کیوں نہ جو کچھ بھی پاس ہے ایک ہی بار داؤ پر لگا دیا جائے۔"

"واہ۔ کیا ترکیب ہے۔" میں نے تسلی کے انداز میں گردن ہلائی۔

"تو پھر ہوگیا طے۔"

"بالکل طے۔" میں نے کہا اور آخری بازی کی تیاری ہونے لگی۔ اس بار وہ دونوں مطمئن اور پُراعتماد نظر آ رہے تھے۔ بیکر کے ساتھی کا چہرہ بھی خوش مزاجی کے تاثرات پیش کر رہا تھا لیکن یہ آخری بازی بھی وہ ہار گئے اور میرے حلق سے بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔ بیکر دفعتاً جھلا کر کھڑا ہوگیا۔

"دانت کیوں نکال رہے ہو۔ مذاق اڑا رہے ہو میرا۔" اس نے پستول نکال لیا۔ دوسرے آدمی نے بھی اس کی پیروی کرنے میں دیر نہیں کی تھی۔ جوئے خانے کی فضا میں ایک لمحے کے لئے خاموشی چھا گئی۔ گریٹی خوفزدہ ہوکر پیچھے ہٹ گئی اور اپنے حلق سے نکلنے والی چیخ بمشکل تمام روک سکی تھی۔

بیکر اور اس کا ساتھی پستول تانے خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے گریٹی کی چیخ نکل گئی صورتحال کا جائزہ سب ہی لوگ لے چکے تھے اور ایک لمحے میں میں نے ہال خالی ہوتے ہوئے دیکھا۔ دفعتاً بیکر نے پھرتی سے میز الٹ دی اگرچہ میں ان کی طرف سے ہر ترکیب کی توقع کر رہا تھا لیکن میز الٹتے ہی کوئی چیز میری ٹھوڑی پر لگی۔ یہ بیکر یا اس کے ساتھی کا گھونسا ہی ہوسکتا تھا یا پھر ممکن ہے میز الٹتے وقت اس کا کنارا لگ گیا ہو۔

میں چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن دوسرے لمحے میں نے اپنا ریوالور بھی نکال لیا تھا۔ فضا میں دھندلاہٹ تھی میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ گریٹی ایک سمت کھڑی ہوئی تھی اور بیکر اور اس کا ساتھی گریٹی کی آڑ لئے کھڑے تھے۔ میں نے میز کی طرف … متواتر گولیاں چلائیں اور ہال گولیوں کے دھماکوں سے گونج اٹھا۔ یہ سب کچھ چند لمحات میں ہوگیا تھا میز کے پرخچے اڑ گئے لیکن ان دونوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکا البتہ مجھے فوراً ہی اچھل کر کاؤنٹر کے پیچھے پناہ لینی پڑی تھی حالانکہ ان دونوں کی طرف سے کوئی فائر نہیں ہوا تھا جو میرے لئے حیران کن تھا۔ انہوں نے میز الٹتے ہی صرف پوزیشن لی تھی حالانکہ ریوالور ان کے ہاتھوں میں پہلے ہی دکھائی دے رہے تھے۔ پتہ نہیں انہوں نے گولی کیوں نہیں چلائی۔ میری یہ الجھن جلد ہی دور ہوگئی۔ وہ مجھے اور گریٹی کو قتل نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن میری فائرنگ کے بعد اندازہ ہوگیا تھا کہ انہوں نے میرے بارے میں جو بھی سوچا وہ غلط ہی تھا۔ میں کوئی عام قسم کا جواری نہیں تھا بلکہ ایک ایسا آدمی تھا جس کے پاس پستول بھی ہوسکتا ہے اور صرف پستول ہونا ہی کچھ نہیں تھا بلکہ اسے استعمال کرنے میں بھی میں نے کوتاہی نہیں کی تھی۔

چنانچہ انہوں نے اپنی پوزیشن تبدیل کرکے فائرنگ شروع کردی اور اسی وقت گریٹی کو بھی عقل آگئی اور اس نے اسی وقت خود کو فرش پر گرا دیا اور رینگتی ہوئی ایک طرف چلی گئی۔ ورنہ شاید کوئی گولی اب تک اسے چاٹ چکی ہوتی۔

کاؤنٹر کی اوٹ میں آکر میں نے کوئی فائر نہیں کیا بلکہ جنگ کو جلد از جلد ختم کرنے کے لئے میں نے ایک اور ترکیب کی۔ میں نے اپنے پستول کی چرخی گھمائی اور تمام خول سامنے کرلئے جن سے فائرنگ ہوچکی تھی اس کے بعد میں نے پھر فائرنگ کی اور کٹ کٹ کی آوازیں بلند ہوکر رہ گئیں۔ اس بات سے یہ تاثر دینا تھا کہ میرا پستول خالی ہوگیا ہے اور گھوڑا بار بار خالی چیمبر سے ٹکرا رہا ہے۔ یہ ایک چال تھی جس کی کامیابی کا انحصار ان دونوں کے رد عمل کے علاوہ اس بات پر بھی تھا کہ انہیں میرا پستول خالی ہونے کا احساس ہوجائے اور میری یہ کوشش رائیگاں نہیں گئی۔ دفعتاً وہ دونوں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ پستول ان کے ہاتھ میں موجود تھے پھر بیکر کی آواز سنائی دی۔

"ہاہا۔ اب تمہارا کھیل ختم ہوگیا ہے۔" اس کے لہجے میں فتح ہی کا تاثر تھا اور میں نے اس کے لہجے میں سفاکی بھی محسوس کرلی لیکن میں اپنی جگہ سے نہیں ہلا تھا اور ان کے اقدامات کا انتظار کر رہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ فرنیچر راستے سے ہٹاتے ہوئے میرے نزدیک آرہے ہوں لیکن جیسے یہ آوازیں قریب آئیں میں نے کاؤنٹر کے دروازے کی طرف لوٹ لگاتے ہوئے دو فائر کئے ایک گولی کارگر ہوئی کیونکہ اس کے جواب میں ایک چیخ ابھری تھی۔ میں نے فرش پر رینگتے ہوئے کاؤنٹر کی آڑ سے نکل کر دیکھا تو ایک دلچسپ منظر میری نگاہوں کے سامنے تھا بیکر فرش پر جھکا ہوا تھا اور اس کے پیچھے ہی مجھے گریٹی نظر آرہی تھی جس کے دائیں ہاتھ میں کوئی چیز تھی۔ غالباً اس چیز سے اس نے بیکر کی کھوپڑی پر ایک ضرب لگائی تھی۔۔۔

"کیا یہ مرگیا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں!" گریٹی کی لرزتی ہوئی آواز ابھری۔

میں آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ گیا۔ بیکر کا ریوالور نیچے پڑا ہوا تھا جسے میں نے اٹھا کر گریٹی کے حوالے کردیا اور اس نے کانپتے ہاتھوں میں ریوالور تھام لیا۔

"اس کا دوسرا ساتھی مرچکا ہے۔" وہ بڑبڑائی۔

"تم کیوں چیخی تھیں؟" میں نے ہنس کر کہا اور وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگی۔

"اور تم ہنس رہے ہو؟"

"تو پھر کیا کروں۔ ان میں سے کوئی بھی میرا عزیز نہیں

تھا۔"

"نکل چلو یہاں سے۔ نکل چلو ورنہ مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔"

"اوہ۔ واقعی۔" میں نے بیکر کی طرف دیکھا وہ اب فرش پر اوندھا پڑا ہوا تھا اس کے ساتھی کی لاش کاؤنٹر کے بالکل پاس موجود تھی۔ وہ میز کئی ٹکڑوں میں تبدیل ہو گئی تھی۔ جہاں ہم بیٹھے کھیل رہے تھے اور جسے ان لوگوں نے آڑ بنانے کی کوشش کی تھی۔ نوٹوں کی گڈیاں نیچے بکھر گئی تھیں اور ہوا سے اڑ کر دور تک پہنچ چکی تھیں۔ بیکر کے حلق سے کراہیں نکل رہی تھیں۔ غالباً گریٹی کی ضرب نے اسے ذہنی طور پر معطل کر دیا تھا۔ میں نے یہ جاننے کی کوشش کی کہ گریٹی نے کس چیز سے اس کے سر پر ضرب لگائی ہے تو میری نگاہ گریٹی کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی بوتل پر پڑی جسے وہ ابھی نیچے نہیں پھینک سکی تھی۔

"تو ڈیئر گریٹی اب ہمیں یہاں سے چلنا چاہیے۔"

"ہاں۔ کیا یہ ممکن نہیں ہوگا کہ ہم اپنے دوست کو بھی ساتھ لے جائیں۔"

"اسے؟" گریٹی نے تعجب سے کہا۔

"ہاں۔"

"لیکن لیکن یہ ممکن نہیں ہے اور تم اس کا کرو گے بھی کیا۔؟"

"اچھا چلو یہ نوٹ بھی سمیٹ لو۔"

"نوٹ میرا خیال ہے۔ ارے وہ دیکھو سرخ بیگ اس میں کیا ہے۔" دفعتاً گریٹی نے کہا اور میری نگاہیں بھی اس بیگ کی جانب اٹھ گئیں جو میں نے کاؤنٹر کے پاس رکھے ہوئے دیکھا تھا اور وہ زمین پر ایک جگہ رکھا ہوا تھا۔

"گڈ گڈ۔ اچھا آئیڈیا ہے تمہارا۔" میں نے کہا اور بیگ کے قریب پہنچ گیا۔ پھر ٹپ نے بیگ کی زپ کھول کر دیکھی تو اس میں اوپر تک نوٹ بھرے ہوئے تھے۔

"واہ ہمیں کیا معلوم تھا اگر یہ بات تھی تو پھر تاش کھیلنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی تھی۔"

"چلو اٹھاؤ۔" میں نے گریٹی کو اشارہ کیا اور گریٹی نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے نوٹوں کا بھرا ہوا بیگ اٹھا لیا اس کے قدم لرز رہے تھے اور وہ اتنے سارے نوٹ دیکھ کر بہت زیادہ نروس ہو گئی تھی۔

"چلو! یہاں سے نکل چلیں اور بہتر یہی ہے کہ اس شخص کو اپنے ساتھ لے لیا جائے۔" میں نے جھک کر بیکر کا گریبان پکڑا اور اسے سیدھا کھڑا کرتے ہوئے پستول کی نال اس کی کمر سے لگا دی۔

"اگر تم ہمارا ساتھ باہر تک نہ دے سکے تو اس سے بہتر یہی ہوگا کہ میں تمہارے پورے بدن میں سوراخ کر دوں۔"

"نہیں، نہیں، میں تمہارے ساتھ۔" بیکر بمشکل تمام کہہ سکا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ میں اور گریٹی اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ چند لمحات کے بعد ہم اس ہال سے باہر آ گئے لیکن باہر نکلنے کے لیے ہم نے وہ راستہ نہیں اختیار کیا تھا جس سے یہاں تک آئے تھے بلکہ گریٹی نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔

"اس سمت کو چلو ہم الٹے ہاتھ کو گھوم جائیں گے" میں خاموشی سے اس کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ بیکر لڑکھڑاتے قدموں سے آگے چل رہا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم لوگ اس جگہ سے باہر نکل آئے۔ میں نے بیکر کو ایک دیوار کے سہارے کھڑا کر کے گریٹی کو اشارہ کیا کہ وہ اس کو سنبھالے رہے اور پھر عقبی گلی کا جائزہ لینے لگا۔ یہ ایک بدبودار گلی تھی اور اس میں ہر طرف کوڑا کرکٹ پھیلا ہوا تھا۔ بائیں جانب بھی ایک عمارت کا عقبی حصہ اسے بند کر دیتا تھا جبکہ دائیں طرف ایک میدان دکھائی دے رہا تھا۔

"چلو ابھی سمت مناسب رہے گی۔" میں نے کہا۔ اور ایک بار پھر بیکر کو آگے بڑھانے لگے۔ وہ بدستور آہستہ آہستہ قدموں سے چل رہا تھا گریٹی کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی یوں لگ رہا تھا جیسے وہ جاگتی آنکھوں سے کوئی خواب دیکھ رہی ہو۔ اس کا بدن بار بار کانپنے لگتا تھا۔ بہرطور ہم اس میدان میں پہنچ گئے میں نے گریٹی سے کہا۔

"میرا خیال ہے گریٹی تم یہاں رکو میں کار اسی طرف لے آتا ہوں۔" گریٹی نے عجیب سی نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے گردن ہلا کر بولی۔

"ٹھیک ہے۔ یہ بیگ تم اپنے ساتھ لے جاؤ گے۔"

"اوہ احمق لڑکی اسے تم اپنے پاس رکھو۔" میں نے کہا اور گریٹی کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

میں جانتا تھا کہ لالچی لڑکی صرف دولت کے لیے ہی میرے سے چپکی ہوئی ہے اس کا مقصد کچھ بھی ہو لیکن میں اس کے ذریعے اپنا مقصد پورا کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں پھرتی سے کار کے قریب پہنچ گیا دروازہ کھولا اور ڈرائیونگ سیٹ پر

بیٹھ کر چابی اگنیشن میں لگائی۔ کار اسٹارٹ ہو گئی تو میں اسے لے کر اس جگہ پہنچ گیا جہاں وہ لوگ موجود تھے۔ اس دوران میں چاروں طرف سے چوکنا تھا میدانی حصے کو پار کر کے میں ان کے نزدیک پہنچ گیا۔

گریٹی پریشانی کے عالم میں انگلیاں مروڑ رہی تھی اس کے نزدیک ہی بیکر اوندھا پڑا ہوا تھا۔ بیکر کو اس حالت میں دیکھ کر میں نے گریٹی کو تعجب سے دیکھا اور وہ آہستہ سے بولی۔

"یہ گر کر بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا۔"

"اوہ۔ اچھا اچھا تم نے؟"

"ہاں! میں نے اس کا سر سہلا دیا۔"

"کوئی بات نہیں۔" میں جھکا اور بیکر کو سہارا دے کر کار کی سیٹ پر ڈال دیا۔ اس کے بعد میں ڈرائیونگ سیٹ کی طرف چل پڑا۔ گریٹی بھی میرے پیچھے پیچھے تھی لیکن میں نے اسے عقبی سیٹ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور وہ بیکر کے نزدیک بیٹھ گئی۔ میں نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

"بہتر ہے اسے سیٹ کے نیچے لڑھکا دو۔ تاکہ کسی کی نگاہ اس پر نہ پڑ سکے۔"

"او کے۔" گریٹی نے کہا اور بیکر کو سیٹ کے نیچے دھکیل دیا۔ کار آہستہ روی سے آگے بڑھ رہی تھی۔ میں میدان میں اسے آگے ہی آگے دوڑاتا رہا۔ مجھے ان راستوں کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا لیکن بہرطور اس وقت یہاں سے دور نکل جانا مناسب تھا۔ دفعتاً گریٹی بولی۔

"بائیں سمت لے لو درختوں کی طرف۔" اور میں نے کار کا رخ اسی جانب موڑ دیا۔ درختوں سے نکلتے ہی ایک کچی سڑک مل گئی عمارتوں کے کنارے بنے ہوئے اس کچے راستے پر کار دوڑاتا ہوا میں جلد وہاں سے کافی دور نکل آیا پھر میں نے ایک جگہ گاڑی روکی اور پلٹ کر گریٹی کی طرف دیکھنے لگا۔ گریٹی نے چونک کر مجھے دیکھا تھا۔

"گریٹی!" میں نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"کیا بات ہے؟" وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

"کیا تم کسی ایسی جگہ تک رہنمائی کر سکتی ہو جہاں بیکر کے ساتھ کچھ وقت تنہائی میں گزارا جا سکے؟" میں نے سوال کیا اور گریٹی پرخیال انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔

"مگر۔ مگر تم اس سے کیا چاہتے ہو؟"

"گریٹی میرا خیال ہے تمہیں میری زندگی میں ابھی اتنا دخل نہیں حاصل ہوا ہے کہ تم مجھ سے میرے ذاتی معاملات کے بارے میں بھی پوچھنے لگو۔"

"اوہ۔ میں تو اس لیے پوچھ رہی تھی کہ بیکر سے تمہارا کوئی ذاتی معاملہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"اس کا فیصلہ میں ہی کر سکتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ اگر تم چاہتے ہو تو میں تمہیں راستہ بتا سکتی ہوں لیکن ایک بات تم سے کہہ دینا چاہتی ہوں۔"

"کہیے! وہ بھی کہیے۔" میں نے گریٹی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ لوگ بہت خونخوار ہیں۔"

"ہوں! میرے بارے میں کیا خیال ہے۔" میں نے یکایک لہجہ بدل کر کہا اور گریٹی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے خشک ہونٹوں کو تر کرنے لگی۔

"تم میرا مطلب ہے کہ ---- مگر تم کون ہو؟" وہ سرسراتی آواز میں بولی۔

"گریٹی، بہت دیر کے بعد تمہیں یہ جاننے کی خواہش پیدا ہوئی کہ میں کون ہوں، میرا خیال ہے ان باتوں میں وقت ضائع کرنے کے بجائے تم مجھے کسی ایسی جگہ لے چلو جہاں میں اس سے کچھ معلومات حاصل کر سکوں۔"

"تمہارے ساتھ میں بھی مصیبت میں پھنس جاؤں گی۔ یہاں تک کوئی بات نہیں ہے تم نے ان لوگوں کے ذریعے رقم حاصل کر لی ہے، بیکر نے گڑبڑ کی تھی اسے نقصان اٹھانا پڑا لیکن اگر اس سے آگے کوئی کام کیا گیا تو نہ تمہارے حق میں بہتر ہوگا نہ میرے حق میں۔"

"میں کہتا ہوں بکواس بند کرو تم نے دولت کے لیے یہ سب کچھ کیا ہے ایک لمحے میں فیصلہ کر لو تمہیں کیا کرنا ہے اگر ایسی کوئی جگہ تمہارے ذہن میں ہے تو اس کی نشاندہی کر دو اور اس کے بعد جو چاہتی ہو وہ لے کر اپنا راستہ ناپو۔ تمہارے بارے میں میرا نظریہ ذرا کچھ غلط ثابت ہوا۔"

"کیا نظریہ تھا تمہارا؟" وہ چونک پڑی۔

"بس گریٹی تم اپنے آپ کو وہ ثابت نہ کر سکیں جس کی مجھے توقع تھی۔" وہ میری آنکھوں میں دیکھتی رہی اور دفعتاً اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"دیکھو ڈیئر! تم جو کوئی بھی ہو میں اس بات کو کہنے میں عار نہیں سمجھتی کہ تمہارے بارے میں کوئی صحیح فیصلہ نہیں کر پائی ہوں لیکن میں کسی بھی طرح تمہارے نقصان میں نہیں رہ سکتی۔ تم ایک حیرت انگیز انسان ہو۔ اچھا! چلو چھوڑو یہ

بتاؤ میں تمہاری کیا خدمت کر سکتی ہوں۔"
"تم سے ایک بات پوچھی تھی اس کا تم نے ابھی تک جواب نہیں دیا۔"
"اوہ۔ ہوا ایک جگہ ہے جہاں تم اسے لے جا سکتے ہو۔"
"تو پھر جلدی بتاؤ۔" میں نے کہا۔ اسی وقت عقب سے پولیس سائرن کی آواز سنائی دینے لگی تھی۔ غالباً ٹیرو کے ہنگامے کی اطلاع پولیس کو مل ہی گئی تھی۔ گرینی یہ آواز سن کر جلدی سے بولی۔
"شہر سے باہر ویرانہ ہے۔"
"مجھے ایسے ہی کسی مقام کی ضرورت ہے۔ چلو جلدی سے راستہ بتانا شروع کر دو۔"
"سیدھے ہی چلتے رہو۔ آگے تھوڑے فاصلے پر ایک پل آئے گا اس سے بائیں سمت گھوم جانا۔" اس نے کہا اور میں نے کار اسٹارٹ کر کے ایک دم تیز کر دی۔ میں خاصی برق رفتاری سے اس طرف جا رہا تھا۔ گرینی کے بارے میں میرا یہ اندازہ تھا کہ اب اس پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔
بہر طور کار اس کے بتائے ہوئے راستے پر دوڑتی رہی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم پل پر سے گزر کر ایک ویران علاقے میں پہنچ گئے۔ بالآخر ایک جگہ میں نے گاڑی روک دی اور پلٹ کر گرینی کی جانب دیکھنے لگا۔ اب اس کے چہرے پر خاصا اطمینان نظر آ رہا تھا لیکن اس کی آنکھوں میں میرے لئے تجسس تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔
"کیا تم واقعی وہی ہو جو ظاہر کرتے ہو؟"
"مقصد؟ میں نے تم پر کیا ظاہر کیا ہے؟"
"مجھے تمہاری شخصیت بالکل نئی نئی لگ رہی ہے۔ اب تک میں نے تمہیں اس انداز میں نہیں دیکھا تھا۔"
"پھر کس انداز میں دیکھا تھا تم نے مجھے؟"
"میں ایک لاابالی سا انسان پایا تھا جسے کسی سے اس حد تک دشمنی نہیں ہو سکتی۔"
"تو تمہارا کیا خیال ہے گرینی! میں اس شخص کا دشمن ہوں؟"
"نہیں! میرا یہ مقصد نہیں۔ اگر تمہیں اس سے کچھ اور نہیں معلوم کرنا تھا تو پھر تم اسے اس طرح کیوں لے آئے؟"
"ہوں! سوال ذہانت کا ہے اور اس سوال نے مجھے بھی کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے گرینی۔"
"اوہ۔ نہیں نہیں! میرے بارے میں کسی غلط انداز میں مت سوچنا۔"
"یہ اندازہ تم نے کیسے لگا لیا کہ میں تمہارے بارے میں غلط انداز میں سوچ رہا ہوں؟"
"میں تم سے بحث بھی نہیں کر سکتی۔"
"تمہیں کرنی چاہئے بحث! جب ہم لوگ ایک دوسرے کے بارے میں ذاتی معلومات حاصل کرنے کے خواہش مند ہو گئے ہیں تو میرا خیال ہے کہ ہم دونوں کو ایک دوسرے کے بارے میں معلومات حاصل کرنی ہی چاہئیں۔"
میرے بدلے ہوئے لہجے کو گرینی نے بھی محسوس کیا تھا وہ تعجب سے مجھے دیکھنے لگی کسی حد تک تردد بھی نظر آ رہی تھی اس ویرانے میں خود مجھ سے گھبرا گئی تھی اور وہ اگر یہ دیکھ چکی تھی کہ میں عام قسم کا آدمی نہیں ہوں بلکہ اپنے دشمنوں پر قابو پانے کی سکت رکھتا ہوں۔ اس نے ایک بار پھر اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب ہو گئی۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ کافی چالاک لڑکی ہے یہ سب کچھ میرے ذہن میں فوراً ہی آیا تھا بس ذہن کی ایک گرہ کھل گئی تھی اور اسی کھلی ہوئی گرہ نے مجھے بہت کچھ سمجھا دیا تھا۔
چنانچہ اب میں گرینی اور پیٹر کو ٹٹولنا چاہتا تھا میں نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔
"ویسے یہ علاقہ خاصا خوبصورت ہے گرینی! کیا خیال ہے؟"
"آں۔ ہاں۔ ہاں! نہیں خوبصورت کہاں ہے یہ ویران ہے بالکل۔" میرے حلق سے قہقہہ نکل گیا تھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک فارم نظر آ رہا تھا لیکن شاید اب یہ آباد نہیں تھا۔ ایک احاطہ تھا جو ٹوٹا پھوٹا تھا کبھی یہاں خاردار تاروں کی باڑ لگی ہوئی ہو گی اب صرف وہ لکڑیاں لگی رہ گئی تھیں اور ان میں کہیں کہیں باڑھ الجھی ہوئی تھی۔
"گرینی تمہیں تو ابھی بہت سی جگہوں کے بارے میں معلومات حاصل ہوں گی؟"
"کیا مطلب؟"
"تم جس پیشے سے تعلق رکھتی ہو اس میں یہی فائدہ ہے۔"
"اوہ۔ تم مجھ پر طنز کر رہے ہو؟"
"نہیں! ڈیئر طنز کی بات نہیں ہے مقامات کی تبدیلیوں کو جتنا تجربہ تم جیسی عورتوں کو ہوتا ہے عام عورتوں کو نہیں ہوتا۔ اب یہی جگہ دیکھ لو اس ویرانے میں بھلا کون کبھی آیا ہوگا لیکن تم اس بارے میں جانتی ہو۔"
"تم مجھ پر مسلسل طنز کئے جا رہے ہو یہ علاقہ میرا بارہا

اچھا ہے۔ شاید تمہیں یقین نہ آئے کہ بہت عرصے پہلے اس ... یہاں سے میرا گہرا تعلق تھا۔"
"اچھا اچھا گڈ چلو خیر۔ مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ تم اپنے بارے میں کس حد تک بتا چکی ہو۔ اس سے ... میں مزید پوچھنا نہیں چاہتا۔ آؤ ذرا مسٹر پیٹر سے ملاقات کریں۔ میرا خیال ہے تمہارا ہاتھ کچھ سخت ہی پڑ گیا تھا۔" میں نے کہا اور ساتھ کی پچھلی سیٹ سے پیٹر کو اٹھا لیا۔ میں نے اسے اسی طرح ٹٹولا اور کندھے پر اٹھائے ہوئے اس فارم ہاؤس کی طرف بڑھ گیا جو اب ویران پڑا تھا۔

باقی دوسرے حصے میں ملاحظہ فرمائیں۔

وال کی تلاش
حصہ دوم

سلسلہ: اس انسان کی کہانی جس نے شرافت کا لبادہ اوڑھ لیا تھا، وہ سابقہ زندگی سے تائب ہوگیا تھا، لیکن جب اسے شرافت کی زندگی سے پھر واپس اس گناہ آلود زندگی کی طرف لوٹ جانے پر مجبور کیا گیا تو...؟

نروان کی تلاش

ایک حوصلہ مند شخص کی کہانی جو ناقابلِ تسخیر قوتوں کا مالک تھا

احاطہ کا دروازہ اب ہر خاص و عام کے لئے کھلا ہوا تھا ممکن ہے کبھی یہاں کوئی پھاٹک لگا ہوا ہو لیکن اس وقت اس پھاٹک کا نام و نشان نہیں تھا۔ ضرورت مند اس پھاٹک کو یہاں سے اٹھا لے گئے ہوں گے۔

سامنے ہی ایک ٹوٹی پھوٹی عمارت نظر آ رہی تھی میں اس عمارت کے دروازے کی طرف چل پڑا۔ گریجی میرے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ چند لمحات کے بعد وہ مجھے ایک ایسے کمرے میں لے آئی جس کی حالت کافی بہتر تھی۔ فرش صاف ستھرا تھا۔ دیواریں البتہ خراب ہو چکی تھیں چھت بھی سلامت تھی اور ضرورت کا تھوڑا بہت سامان موجود تھا۔ ایک طرف ایک پلنگ پڑا ہوا تھا جس پر چادر وغیرہ نہیں تھی میں نے بیکر کو پلنگ پر لٹا دیا اور ہاتھ جھاڑتے ہوئے گریجی کی طرف دیکھا گریجی کے چہرے پر عجیب و غریب تاثرات تھے کبھی وہ خود کو مطمئن کرنے کی کوشش کرنے لگتی اور کبھی خوفزدہ ہو جاتی تھی۔ رقم کا بیگ البتہ اس نے بڑی احتیاط سے اپنے ساتھ لے لیا تھا اور اسے اپنی جان کے ساتھ لگائے لگائے پھر رہی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس کی جانب دیکھا اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے وہ بولی۔

"اب تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"بس پرسکون جگہ ہو۔ بیکر یہاں موجود ہے۔ تم ہو زندگی نہیں گزار دو گی تو کیا حرج ہے؟"

"نہیں۔ براہ کرم سنجیدگی سے پتہ نہیں کیوں میں تم سے خوفزدہ ہو رہی ہوں۔"

"اوہ۔ اوہ۔ اب ایسا بھی نہیں۔ مجھ سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے تم جانتی ہو کہ میں کیا ہوں۔" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا اور وہ پھر بھیکے ــــــ

انداز میں مسکرا دی۔

"نہیں! لیکن لیکن بہرطور میں کچھ پریشان ہوں۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم اس کے مٹنے سے نمٹنے کے بعد جلدی سے یہاں سے چل پڑیں؟"

"نہیں ڈیئر۔ اب ایسا بھی نہیں۔ اس جگہ سے تو تم واقف ہو۔ یہاں کیا کیا چیز سلامت ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"کیا مطلب؟"

"اس کمرے کے علاوہ بھی کوئی اور کمرہ ایسا ہے جو قابلِ رہائش ہو؟"

"کیوں؟" اس نے سوال کیا۔

"اوہ۔ ہو۔ دراصل مجھے بڑے بڑے سوال کرنے والی لڑکیاں بالکل پسند نہیں۔" میں نے جواب دیا اور وہ خاموشی سے میری طرف دیکھتی رہی۔

چند لمحات کے بعد بیکر کے جسم میں حرکت پیدا ہونے لگی اس کے حلق سے دو تین کراہیں نکلیں اور پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ کچھ دیر وہ اسی انداز میں لیٹا پلکیں جھپکاتا رہا جیسے اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا ہو کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہے۔ پھر اس کے حواس آہستہ آہستہ جاگنے لگے اور اس کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے دونوں ہاتھ نیچے ٹکا کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ میں نے اس کے ہاتھ پاؤں نہیں باندھے تھے۔ بس میں جانتا تھا کہ اس پر قابو پانا میرے لئے مشکل نہیں ہو گا اور پھر اس کے پاس کوئی ہتھیار وغیرہ بھی نہیں تھا۔

گریجی خاموشی سے کھڑی اسے دیکھ رہی تھی اور پھر آہستہ سے بولی۔

"ہوش میں آ گیا۔" میں نے گردن ہلا دی اور ہم دونوں کی آوازوں پر ہی بیکر کی نگاہیں ہم دونوں کی جانب اٹھ گئی تھیں۔ مجھ پر نگاہ پڑتے ہی اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ پھر وہ گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"میں کہاں ہوں؟"

"یقیناً دنیا میں ہو۔ اگر آخرت کی جانب چل پڑے ہوتے تو تمہاری یہ حالت نہیں ہوتی۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور وہ عجیب نگاہ سے مجھے دیکھنے لگا۔

"تم لوگ۔ تم لوگ مجھے یہاں کیوں لے آئے؟" اس

نے سوال کیا۔

"ڈیئر بیکر! کسی بُری نیت سے نہیں لائے ہیں اور پھر تمہیں فکر کی ضرورت بھی نہیں۔ شاید تم یہ بات بھول رہے ہو کہ تم ایک نوجوان، قوی ہیکل مرد ہو کوئی نازک اندام حسینہ نہیں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ بیکر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اس نے ایک بار پھر ادھر ادھر دیکھا اور بولا۔

"میرا کوئی ساتھی بھی کیا یہاں موجود ہے؟"

"نہیں! بے کار تھا ان لوگوں کو یہاں لانا۔ تم ہی کافی ہو۔" میں نے کہا اور وہ خاموش ہو گیا غالباً اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ میں کون ہوں اور اس سے یہ باتیں کیوں کر رہا ہوں بالآخر اس نے تھوڑی دیر کے بعد کہا۔

"تم کیا چاہتے ہو؟" اس مرتبہ بھی اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"معقول سوال ہے۔ میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں ڈیئر بیکر لیکن شرط یہی ہے کہ ہر سوال کا جواب صحیح دو گے اگر غلط جواب دیا تم نے تو یہ ایک ویرانہ ہے اور تم یہ اندازہ لگا چکے ہو کہ میں تم سے زیادہ طاقتور ہوں اور طاقت ہمیشہ سوال پوچھنے کا حق رکھتی ہے۔ جواب دینے کا نہیں۔" وہ خاموشی سے میری طرف دیکھنے لگا۔ میں نے سچویشن کو اور ڈرامائی بنانے کے لئے اپنے ہاتھ میں ایک لمبا چاقو کھول لیا۔ بیکر کے ساتھ ساتھ ہی گرینی کی نگاہیں اس چاقو کی جانب اٹھ گئی تھیں۔ اس نے بیکر کی طرف دیکھا اور بیکر نے اس کی طرف اور اس ایک لمحے میں مجھے یہ احساس ہوا کہ اس وقت گرینی کی سوچ پہلے سے ذرا مختلف ہو گئی ہے۔

بیکر کو لوٹتے وقت گرینی نے اس سلسلے میں ذرا بھی تردد کا اظہار نہیں کیا تھا لیکن اب یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے وہ بیکر کے لئے دل میں ہمدردی رکھتی ہو یا اگر یہ بات نہ بھی ہو تو ان دونوں کا آپس میں کوئی نہ کوئی ایسا تعلق ضرور ہے جو اب تک میرے علم میں نہیں آسکا ہے۔

ایک لمحے کے لئے میرے ذہن میں عجیب سے خانے کھل گئے یہ کوئی نئی بات تو نہیں تھی۔ آج تک جو بڑی بڑی شخصیت میرے سامنے آتی رہی تھیں ان میں تضاد ہی پایا جاتا تھا۔ ان میں سب کی سب مشکوک تھیں فراڈ تھیں۔ کوئی بھی سچ نہیں بولتا تھا تو پھر میں گرینی سے یہ توقع کیوں رکھوں کہ وہ میرے لئے ایک اچھی شخصیت ثابت ہوگی۔

لیکن اگر بیکر اور اس کے درمیان کوئی ایسا سلسلہ ہے تو پھر گرینی سے بھی پوری طرح ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

گرینی کے ذہن میں جو کچھ تھا اس وقت میں اسے اچھی طرح جانتا تھا۔ بہرطور اس ویران علاقے میں میرا کام مشکل نہیں تھا۔ اور میں ان دونوں پر باآسانی قابو پا سکتا تھا بشرطیکہ گرینی کھل کر ظاہر ہو جائے۔ البتہ یہ فیصلہ میں نے ضرور کر لیا تھا کہ اگر گرینی نے کھلم کھلا کوئی حرکت کرنے کی کوشش نہ کی تو میں اسے اپنے شبہات سے دور رکھوں گا۔ بیکر کی جانب سوالیہ نگاہوں سے میں نے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ڈیئر بیکر! میرا پہلا سوال یہ ہے کہ ترلوکا کہاں ہے؟"

یہ سوال بیکر کے سر پر بم کی طرح پھٹا تھا وہ ایک لمحے کے لئے ششدر رہ گیا لیکن پھر اس نے اپنے آپ کو فوراً سنبھال لیا۔

"کون ترلوکا؟" اس نے کہا لیکن میں اس جھانسے میں نہیں آسکتا تھا کیونکہ میں نے اس کی آنکھوں میں وہ کیفیات دیکھ لی تھیں جن سے اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ ترلوکا ہی سے نہیں بلکہ اس کے شجرے میں سب سے واقف ہے۔

میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ پوری طرح پر کوئی ایسی ترکیب سوچنے کی کوشش کر رہا ہے جس سے اس کی جان بچ جائے لیکن اب یہ میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ اسے میری ذات پر کوئی شبہ ہوا تھا یا نہیں۔ بہرحال وہ خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا۔ میں نے چاقو کی نوک کو انگلی پر پھیرا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ میرے قدم آہستہ آہستہ بیکر کی جانب بڑھ رہے تھے۔ اور اس کے چہرے پر دہشت پھیلتی جا رہی تھی۔ البتہ اس نے ہونٹ سختی سے بھینچ لئے تھے۔ وہ ذہنی طور پر خود کو سنبھالنے میں کسی حد تک کامیاب بھی ہو گیا تھا۔ نہ جانے کیا بات تھی اب اس کے انداز سے سفاکی نہیں جھلک رہی تھی جو اس کے چہرے کا ایک حصہ

تھی۔ بہرطور میں آہستہ سے اس کے قریب پہنچ کر بیٹھ گیا۔

"ڈیئر بیکر! سوال کا صرف جواب درکار ہے مجھے۔ ترلوکا کہاں ہے؟"

"میں کسی ترلوکا کو نہیں جانتا۔" اس نے جواب دیا اور دوسرے لمحے چاقو کی نوک اس کی پیشانی پر ایک نشان بناتی ہوئی گزر گئی۔ پیشانی کی اس لکیر سے خون رسنے لگا تھا جو پسینے ہونے کی وجہ سے بیکر کی دونوں کنپٹیوں کی جانب چل پڑا تھا لیکن بیکر کے منہ سے سسکاری بھی نہیں نکلی۔ میں نے چاقو کی نوک ہٹائی اور پھر خونخوار نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ترلوکا کہاں ہے؟" اس بار میں نے چاقو کی نوک اس کی گال پر لگا دی تھی۔ اچھا خاصا اندر گھس گیا تھا اس کے گال پر لیکن بیکر کے انداز میں اب بھی کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ بس یہی محسوس ہوا تھا کہ وہ اپنے تمام اعصاب ختم کر چکا ہو اور کوئی تکلیف اس کے لئے تکلیف نہیں رہ گئی ہو۔ لیکن وہ میرے سامنے اکڑا۔ قوت ارادی کا مظاہرہ کر رہا تھا جس کے سینے میں آگ کا ایک جہنم کھول رہا تھا اس آتش فشاں میں پگھلے ہوئے پتھروں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ بھلا میرے دل میں اس کے لئے کوئی گنجائش کیسے ابھر سکتی تھی۔

میں نے دفعتاً چاقو کی نوک اس کے داہنے بازو میں اتار دی۔ اب انسان ہی تھا اتنی قوت برداشت بھی نہیں تھی کہ وہ اس زخم کو نظر انداز کر دیتا۔ گال کا زخم، پیشانی کا زخم برداشت ہو گیا تھا لیکن چاقو کی تقریباً ایک انچ نوک اس کے بازو میں اتر کر باہر نکل آئی تھی۔ چاقو کا اتنا حصہ نشان زدہ ہو گیا تھا۔ میں نے بڑے اطمینان سے اسے اس کے سینے پر رکھ دیا۔

"پسلیوں کے درمیان اگر یہ چاقو دو یا تین انچ بھی اتر گیا تو تمہاری موت بھی واقع ہو سکتی ہے بیکر! میں اپنے سوال کا جواب چاہتا ہوں۔ سنو! ترلوکا کے بارے میں تمہیں بتانا ہوگا۔ وہ کہاں ہے؟ اگر تم نہ بتا سکے بیکر تو صرف اور صرف تمہاری موت واقع ہو گی۔"

"میں کسی ترلوکا کو نہیں جانتا۔"

"نہیں ڈیئر! اس علاقے میں جتنے بدمعاش ہیں ترلوکا کے ہی بل پر زندہ ہیں۔ ڈاکٹر ڈی جیسی شخصیت جسے ترلوکا کا مخالف سمجھا جاتا تھا ترلوکا ہی کی غلام تھی۔ سان توشیو میں ڈیئر بیکر اگر کوئی شخص جرائم پیشہ زندگی گزار رہا ہے تو یوں سمجھ لو کہ وہ ترلوکا ہی کا آدمی ہے۔"

"تم اپنے بارے میں کیا کہتے ہو؟" بیکر نے سوال کیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ڈیئر گرینی! شاید تم بھی نہیں جانتیں لیکن میں تمہیں بتاتا ہوں اور تم اس شخص کو بتا دو کہ ترلوکا کا اس روئے زمین پر مجھ سے بڑا دشمن کوئی نہیں ہے۔"

"تب کیا؟" گرینی بے اختیار ہکلا کر بولی۔

"ہوں۔ تمہیں بھی یقیناً اس بات پر تعجب ہوا ہو گا بہرطور بیکر میرا یہ سوال مسلسل ہے اور تمہیں اس کا جواب دینا ہو گا۔ دوسری ایک بات میرے لئے ذرا اور تعجب خیز ہے جس کے بارے میں تم ہی سے پوچھ لینا مناسب ہے یہاں ترلوکا کے ٹریڈ مارک کیوں نظر نہیں آتے۔"

"ٹریڈ مارک؟" بیکر نے بے اختیار کہا۔

"ہاں، وہ گنجے سر والے جو ان علاقوں میں دہشت گردی کراتے رہتے ہیں۔ بلکہ جہاں بھی ہیں ترلوکا کے ہیرو کار ہیں۔"

"مگر میں تو کچھ بھی نہیں جانتا۔"

"پھر بھٹکے۔ پھر بھٹکے۔" میں نے چاقو سیدھا کرتے ہوئے کہا اور اسے بیکر کے سینے پر دبانے لگا۔

"نہیں، نہیں، ٹھہرو۔ تم اس درندگی سے کچھ نہیں حاصل کر سکتے۔ تم یہ درندگی مت کرو۔"

"ٹھیک ہے تو پھر بتاؤ ترلوکا کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔ میں بالکل نہیں جانتا۔" وہ چیخ پڑا۔

"میں بالکل نہیں جانتا۔ کون جان سکتا ہے تو جانتی ہے؟" اس نے گرینی کی طرف رخ کر کے کہا۔

"اوہ۔ بیکر کتے! مجھے کیوں اس سلسلے میں ملوث کر رہا ہے؟"

"بکواس مت کر! تو بھی اس کی برابر کی شریک ہے سنو مسٹر! اگر تم جو کوئی بھی ہو صرف میں واحد نہیں ہوں جو ترلوکا کو جانتا ہے اور جو اس کے لئے کام کرتا ہے یہ لڑکی بھی ان ہی میں سے ایک ہے۔ یہاں پھیلی ہوئی بے شمار لڑکیاں اور جرائم پیشہ لوگ صرف ترلوکا ہی کے لئے کام کرتے ہیں۔ کسی کی مجال ہے کہ ترلوکا کے حکم کے بغیر کسی قسم کی حرکت کر جائے۔"

"ہاں۔ ہاں بیکر! تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں اس بات کو مانتا ہوں لیکن گریٹی کا معاملہ دوسرا ہے۔ میرے اور اس کے درمیان ایک اور رشتہ ہے جس کی بنا پر میں اس کے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہیں کر سکتا۔" میں نے کہا اور گریٹی گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

"تو پھر ڈیئر بیکر! کیا خیال ہے؟"

"سنو! میں۔ میں۔ کچھ نہیں جانتا اس بارے میں۔ تم میرے اوپر تشدد کرنے دو۔ کوشش کرو کہ تم مجھ سے کچھ معلومات حاصل کر لو لیکن تم ان ہونٹوں سے کوئی آواز نہیں سن سکو گے۔"

"اوہ۔ اچھا اچھا دیکھتا ہوں کوشش کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور ایک زوردار ٹھوکر بیکر کی پسلی پر رسید کر دی لیکن اس بار مجھے واقعی حیرت ہوئی کہ اس ٹھوکر سے تو اچھے اچھے چیخ پڑتے تھے لیکن بیکر خاموش تھا۔ اس کے چہرے پر اب خوفناک تاثرات ابھرتے آ رہے تھے جبڑے ایک دوسرے پر جم گئے تھے آنکھوں میں شکست ہی کے آثار تھے لیکن دل سے اس نے اپنی شکست نہیں مانی تھی۔

بہرطور اسے قتل کرنا میرے لئے فائدہ مند نہیں تھا البتہ اس سے معلومات حاصل کرنا ضروری تھا۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ بیکر کی آنکھوں میں کبھی خوف ابھر آتا کبھی وہ اپنے آپ کو سخت بنا لیتا۔ خون مسلسل اس کے زخموں سے بہہ رہا تھا۔ تب میں نے آخری بار اس سے پوچھا۔

"بیکر! اس سوال کے بعد میں تمہیں گردن پر چاقو پھیر کر قتل کر دوں گا اس کے بعد مجھے تم سے اور کوئی سوال نہیں کرنا۔ آخری بار پوچھ رہا ہوں۔ ترلوکا کہاں ہے؟"

"میرا خیال ہے اگر تم ہرے راما ہرے کرشن تحریک کے بانی ترلوکا کے بارے میں سوال کر رہے ہو تو یہ تو میں تمہیں بتا سکتی ہوں مگر تمہارا اس سے کیا واسطہ؟"

گریٹی کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ میں ایک لمحے کے لئے ساکت رہ گیا تھا اور پھر میری توجہ گریٹی کی طرف ہو گئی۔

"تم مجھے اس کے بارے میں کیا بتا سکتی ہو؟"

"پہلے میں تم سے ایک سوال کروں گی ڈیئر! تم اس کے بارے میں کیوں جاننا چاہتے ہو؟"

"میں نے کہا نا گریٹی یہ سوال مجھے پسند نہیں۔ میں صرف جواب چاہتا ہوں۔"

"اوہ ہو۔ دیکھو یہ شاید۔ یہ شاید" گریٹی نے دفعتاً چونک کر بیکر کی جانب اشارہ کیا اور میں بیکر کی طرف دیکھنے لگا لیکن مجھے اس بات کی امید نہیں تھی کہ وہ کمبخت چھوٹا سا اتنا بڑا اقدام کر بیٹھے گی۔ وہ شاید کوئی انتظام کر چکی تھی۔ میں اس کا اندازہ نہیں لگا سکا تھا چونکہ میری توجہ بیکر ہی کی جانب تھی۔ دوسرے لمحے میرے سر کی پشت پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ اتنی زوردار ضرب تھی کہ سر کا پچھلا حصہ غالباً کھل ہی گیا تھا۔ میرے دونوں ہاتھ فضا میں پھیلے چاقو کی نوک زمین میں پیوست ہو گئی اور میں اوندھے منہ نیچے آ رہا۔ دوسری ضرب نے میرے حواس بالکل ہی چھین لئے تھے اور اس کے بعد مجھے کوئی احساس نہیں رہا۔

نہ جانے کتنی دیر اسی عالم میں گزری وقت کا کوئی اندازہ نہیں ہوا لیکن مجھے یقین تھا کہ زیادہ وقت نہیں گزرا ہے میں ہوش میں آ گیا۔ سر کا پچھلا حصہ خون میں ڈوبا ہوا تھا ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ میں نے ادھر ادھر ٹٹول کر اپنے آپ کو سہارا دیا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بیکر مجھ سے تھوڑے ہی فاصلے پر پڑا تھا اس کی آنکھیں بند تھیں اور چہرہ دھلے ہوئے لٹھے کی مانند سفید پڑ چکا تھا۔

میں نے ادھر ادھر دیکھا گریٹی کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ وہ یقیناً یہاں سے فرار ہو گئی تھی۔ اوہ۔ کمبخت عورت ایک بار پھر مجھے دھوکہ دے گئی تھی۔ مسئلہ ہی غلط ہے سارے معاملات اپنی جگہ لیکن اس پر اس قدر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے تھا مجھے۔ اور خاص طور سے ان حالات میں جبکہ یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح اس معاملے سے واقفیت رکھتی ہے۔

میں نے بمشکل تمام خود کو سنبھالا۔ سر کے زخم کا خود بخود علاج ہو گیا تھا چونکہ خون گاڑھا ہو کر بالوں میں چپک گیا تھا اور اس نے اپنے راستے خود ہی بند کر دیئے تھے۔ بیکر کو دیکھا اس کے زخموں نے بھی خون اگلنا بند کر دیا تھا اور جو بچا ہوا لال لال خون نظر آ رہا تھا ---- البتہ زمین پر خاصا خون جما تھا جو اس کے زخموں سے بہا تھا۔

گریٹی کے بارے میں تو ابھی سوچنا ہی بےکار تھا کہ وہ یہاں موجود ہو گی۔ چنانچہ میں بیکر کی جانب متوجہ ہو گیا

میں نے اسے ہلا جلا کر دیکھا وہ ابھی بے ہوش تھا خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے اس پر نقاہت طاری ہو گئی تھی۔ بہرطور میرے ہلانے جلانے سے ہوش میں آ گیا آنکھیں کھولیں اور مجھے دیکھنے لگا۔ پھر رفتہ رفتہ اس کے حواس واپس آ گئے اور وہ ایک ہلکا سا قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"یہ سب کیا ہو گیا دوست۔ نہیں۔ یہ اچانک کیا ہو گیا؟" اس نے سوال کیا۔ میں خاموشی سے بیکر کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا اس نے آہستہ سے کہا۔

"میرا خیال ہے میرے بدن سے کافی خون نکل گیا ہے یوں لگ رہا ہے جیسے صحیح طور پر چل پھر بھی نہیں سکوں گا۔"

"اٹھنے کی کوشش کرو۔" میں نے کہا اور وہ میری ہدایت پر اٹھنے کی کوشش کرنے لگا اس میں اسے ناکامی نہیں ہوئی تھی وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں اپنے سر کو زور زور سے جھٹک رہا تھا اس نے غالباً میری پشت پر خون کے دھبے دیکھ لئے تھے اور ایک بار پھر اس کا قہقہہ نکل گیا۔

"تو وہ تمہیں بھی دھوکہ دے گئی۔" اس نے کہا۔ دفعتاً میری نگاہیں ادھر ادھر بھٹکنے لگیں۔ میں رقم کے بارے میں جاننا چاہتا تھا جو گریٹی کے پاس تھا۔ بیگ یہاں موجود نہیں تھا۔ میں نے گہری سانس لی اور بیکر ہنستا ہوا بولا۔

"رقم لے گئی وہ۔"

"تم بار بار ہنس کیوں رہے ہو؟"

"نہیں میں ایک عجیب و غریب کیفیت محسوس کر رہا ہوں تم مجھ سے ترلوکا کے بارے میں پوچھ رہے تھے نا؟"

"ہاں۔ اس میں عجیب و غریب کیفیت کی کیا بات ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"شاید تمہیں یہ سن کر ہنسی آ جائے کہ ترلوکا کا اصل ساتھی میں نہیں گریٹی تھی۔"

"کیا مطلب؟"

"ہاں۔ وہ منشیات کے ان اڈوں پر لڑکیوں کو تلاش کرتی ہے جو ترلوکا کے کھولے ہوئے ہیں اور پھر انہیں نشہ آور دوائیں استعمال کراتی ہے اور انہیں عادی بنا دیتی ہے۔ اس قسم کی بے شمار لڑکیاں ترلوکا نے چھوڑی ہوئی ہیں۔"

"اور تم کیا کرتے ہو؟"

"کچھ نہیں بس کرائے پر ترلوکا کے لئے کام کر لیتا ہوں۔ تم مجھ سے اس کا پتہ پوچھ رہے تھے اگر تمہیں ترلوکا کا پتہ درکار ہے تو میں تمہیں بتاؤں دوست کہ کم از کم مجھ جیسی سطح کے لوگوں سے اس بارے میں آئندہ مت پوچھنا میری طرح انہیں بھی ہنسی آ جائے گی کیا ترلوکا اتنی معمولی شخصیت ہے کہ ہم عام قسم کے لوگ اس کی رہائش گاہ کے بارے میں جانتے ہوں۔ وہ کہیں بھی نہیں ہوتا لیکن ہر جگہ ہوتا ہے۔"

"بس بس میں اس کے بارے میں زیادہ نہیں سننا چاہتا لیکن یہ گریٹی۔ ٹھیک ہے اگر ایسی بات ہے تو وہ میرے ہاتھوں سے بچ نہیں سکے گی۔"

"پتہ نہیں کیوں تم سے بہت سارے سوالات کرنے کو جی چاہتا ہے میں شاید تمہیں مطمئن نہیں کر سکوں گا کیونکہ میرے پاس اس کا کوئی ذریعہ نہیں ہے لیکن اگر تم چاہو تو اس سلسلے میں میری مدد لے سکتے ہو۔"

"کس سلسلے میں؟"

"اگر تم چاہو تو مجھے بتا دو کہ تم ترلوکا کو کیوں تلاش کر رہے ہو اور تمہارا معاملہ کیا ہے۔ نہ بتانا چاہو تب بھی میں اس کی تلاش کے سلسلے میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔"

"وہ کیسے؟"

"کوئی پروگرام نہیں ہے میرے ذہن میں بس یوں سمجھ لو کہ میں ذاتی طور پر اس سے نفرت کرتا ہوں بے شک میں اب تک اس کے لئے کام کرتا رہا ہوں لیکن وہ صرف اس لئے کہ مجھے ان علاقوں میں زندہ رہنا تھا۔"

"اب تم غالباً مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہو۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"میں نہیں کہہ سکتا میرے ذہن میں کوئی ترکیب نہیں ہے کہ میں تمہیں اپنے خلوص کا یقین دلا سکوں۔ حالانکہ میرا تمہارے ساتھ مخلص ہونا کسی طور ممکن نہیں ہے میں تمہارے ہاتھوں شدید زخمی ہو چکا ہوں اور ان حالات میں کوئی بھی شخص کسی کا دوست نہیں ہو سکتا لیکن پتہ نہیں کیوں اندر سے ایک آواز ابھرتی ہے کہ میں تمہارے ساتھ تعاون کرنے کا خواہش مند ہوں۔"

"وہ کمبخت گریٹی کہاں گئی؟"

"غالباً وہ ہم دونوں کو اس لئے چھوڑ گئی ہے کہ..."

ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ باہر کچھ آہٹیں سنائی دیں دور سے کوئی آواز آئی تھی لیکن یہ کیسی آواز تھی اس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا ہم لوگ خاموشی سے [illegible]

کا تذکرہ کرتے رہے لیکن اس کے بعد کوئی آواز نہیں ابھری تو اس نے آہستہ سے کہا۔

"اب کب تک یہاں پڑے رہو گے؟ بصورت حال کہیں خطرناک نہ ہو جائے۔" میرے ذہن میں شدید کشمکش ہو رہی تھیں۔ گریٹی کمبخت دھوکہ دے کر نکل بھاگی تھی بہر طور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کیا جائے۔ دفعتاً مجھے کوئی خیال آیا اور میں نے اپنی ساری جیبیں ٹٹول ڈالیں۔ ریوالور موجود نہیں تھا البتہ وہ چاقو اسی طرح زمین میں پیوست تھا جس سے میں نے بیکر کو زخم لگائے تھے۔

کمرے میں ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے یہ اندازہ ہوتا کہ اب میں کیا کر سکتا ہوں۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"بیکر! میں آج تک جس بری طرح بھی جدوجہد کرتا آیا ہوں اس سے مجھے نقصان اٹھانا پڑا ہے یہ کتیا بھی ان ہی میں سے ایک تھی۔"

"ایک بات بتاؤ! تاش کے کھیل کا کیا معاملہ تھا؟" بیکر نے سوال کیا۔

"مطلب؟"

"یہ تو حقیقت نہیں ہے کہ تم ایمان داری سے وہ سب کچھ جیتے تھے؟"

"چلو چھوڑو۔ بے ایمانی ہی سہی مگر اب تو ہو گئی۔"

"ہاں، جو گزر گیا سو گزر گیا۔ موجودہ حالات نے ہمیں ایک دوسرے کے بہت قریب کر دیا ہے۔ میں ترلوکا کے سلسلے میں تمہاری جو کچھ بھی مدد کر سکتا ہوں اس کے لئے تیار ہوں۔ اگر دل چاہے تو مجھے اپنے ساتھ شامل کر لینا لیکن اس طرح کہ دوسروں کو کوئی اندازہ نہ ہو سکے۔ وہ جو بیکا کم از کم یہ تو بتا ہی سکے گی کہ میرے بدن پر لگنے والے زخم تمہارے ہاتھوں کے ہیں۔"

"گریٹی کی بات کر رہے ہو؟"

"ظاہر ہے اور کس کی؟"

"تو پھر اس سے کیا فائدہ ہو گا؟"

"فائدہ یہ ہو گا کہ وہ ہم دونوں کو دوست نہیں سمجھ سکے گی اور ہم دونوں کو اظہار بھی ایسا ہی کرنا ہے۔ زخمی ہونے کی وجہ سے ہم ایک دوسرے کے دوست تصور کئے جا سکتے ہیں لیکن درحقیقت نہیں۔ ویسے ظاہر ہے ہمارا دشمنی کا ہی رشتہ رہے گا۔"

"اور تم یہ سب کچھ، یہ سب کچھ؟"

"ہاں۔ میں یہ سب کچھ کروں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے۔ تم مجھے کوئی ایسی بات مت بتاؤ جس کا بتانا تمہارے حق میں بہتر نہ ہو لیکن اگر تم ترلوکا کے خلاف کمربستہ ہو تو یوں سمجھو کہ میں بھی تمہارا ساتھی ہوں۔"

"کیا دشمنی ہے تمہاری ترلوکا سے؟" میں نے سوال کیا۔

"تم نے مجھے بتایا؟"

"نہیں اور میں تمہیں بتا بھی نہیں سکتا۔"

"تو پھر مجھ سے پوچھنے کی بھی کوشش مت کرو بلکہ یوں محسوس کرو کہ میرے ذریعے کوئی کام بن سکتا ہے تو اس میں تکلف مت کرنا۔ یہ میں اس لئے نہیں کہہ رہا کہ تم مجھے چھوڑ دو اور معاف کر دو۔ اگر تم ان باتوں پر راضی نہ ہو تو آئندہ اقدامات تمہارے ہاتھ میں ہیں جو چاہو کرو۔"

میں خاموشی سے سوچتا رہا۔ بکر ناکیا تھا میں تو خود چکر میں پھنس گیا تھا۔ دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں آہستہ سے بولا۔

"وہ یقیناً کار میں گئی ہو گی۔"

"ظاہر ہے۔ اس کے علاوہ وہ یہاں سے جا کیسے سکتی تھی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے کچھ سوچتا رہا۔ پھر میری نگاہ اس کھڑکی پر جم گئی جو اس کمرے کی عقبی دیوار میں بنی ہوئی تھی اور اس وقت بند تھی۔

میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔ کھڑکی کھول کر میں نے باہر دیکھا باہر ویرانہ تاریک تھا اور آسمان پر ستارے ٹمٹما رہے تھے۔ اس کے علاوہ اطراف میں کچھ اور نہیں تھا۔ ہوا سائیں سائیں کر رہی تھی۔ دفعتاً میں نے کھڑکی کی چوکھٹ پکڑی اور اس کی پچھلی جانب کود گیا۔ پھر میں نے وہیں سے بیکر کی طرف رخ کر کے کہا۔

"تم یہاں رکو بیکر! میں ذرا باہر نگاہ دوڑا لوں۔" میں باہر نکل آیا لیکن یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ کار وہیں موجود تھی جس میں ہم یہاں تک آئے تھے۔ یہ بات ناقابل یقین تھی۔ اگر ایسی بات ہے تو اس کا مطلب ہے گریٹی یہیں موجود ہے۔

اس بات کا تو مجھے یقینی طور پر اندازہ ہو چکا تھا گریٹی ہی نے میرے سر کی پشت پر ضرب لگائی تھی۔ اس کے علاوہ بھلا یہاں اور کون موجود تھا لیکن وہ کار کیوں نہیں لے گئی۔ اس طرح دو ہی باتیں سامنے آتی تھیں۔ پہلی یہ کہ وہ یہیں آس پاس موجود ہے یا پھر کسی اور کار میں رخصت ہوئی ہے لیکن دوسری کار کہاں سے آئی اس سلسلے میں بھی کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا۔

اگر یہ سوچا کہ کوئی اور کار بھی ہمارا تعاقب کرتی رہی ہے اور گریٹی اس سے واقف تھی تو میرا خیال ہے کہ اس طرح مجھ سے بڑا احمق اس روئے زمین پر کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا تھا۔ میرے کان اس آہٹ کو سن چکے تھے جو تھوڑی دیر پہلے یہاں ابھری تھی۔ چنانچہ میں نے یہی فیصلہ کیا کہ گریٹی کو یہیں تلاش کرنا چاہئے۔

میں آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ ہوا کی سرسراہٹ سنائی دے رہی تھی۔ یہ فارم ہاؤس اس چھوٹی سی عمارت پر مشتمل تھا جو خستہ اور بوسیدہ تھی اور جس کا بیشتر حصہ تباہ ہو چکا تھا لیکن اندر بہترین کمرے ایسے موجود تھے جو ابھی قابل استعمال سمجھے جاتے تھے۔ ایک تو وہی جس سے میں نکل کر آیا تھا اور اب اس میں بیکر کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ برابر کے کمرے میں بھی کسی کی موجودگی کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ اگر یہاں کوئی موجود ہوتا تو شاید ہمیں اتنی آسانی سے آزاد نہ ہونے دیتا۔ اب رہ گیا وہ تیسرا کمرہ جو یہاں سے ذرا فاصلے پر تھا۔

میں دیوار کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ ہوا کافی تیز تھی اور درختوں کی آوازیں اس کی سنسناہٹ میں گم ہو جاتی تھیں لیکن اس کے باوجود میں انتہائی محتاط انداز میں چل رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں اس کمرے کے قریب پہنچ گیا۔ یہ ایک الگ تھلگ کمرہ دوسرے کمروں کی طرح تاریک تھا۔ میں اس کے دروازے سے کان لگا کر اندر کی سن گن لینے لگا لیکن اندر بالکل خاموشی تھی۔ اس کمرے میں بھی کوئی موجود نہیں تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ اب یہاں میرے علاوہ کوئی اور موجود نہیں ہے۔ یہ بات میں نے اس لئے سوچی تھی کہ میں بیکر کو جس انداز میں چھوڑ آیا تھا اگر وہ عقلمند آدمی ہے تو اب تک بھاگ چکا ہو گا۔

ترلوکا کے سلسلے میں اس نے جس طرح اپنے تعاون کی پیشکش کی تھی میں نے یقین نہیں کیا تھا۔ بیکر مجھے چکر بھی دے سکتا تھا۔ پھر جلد میں واپس اسی کھڑکی کے قریب آ گیا جس سے باہر نکلا تھا اور پھر میں نے اندر جھانک کر دیکھا بیکر دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

میں نے آہستہ سے سانس لی اور کھڑکی کی چوکھٹ پر دونوں ہاتھ رکھ کر اپنے آپ کو بلند کرنے لگا۔ اس دوران بیکر کی نگاہ مجھ پر پڑ گئی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیوں کیا رہا؟" اس نے پوچھا۔

"پورا مکان خالی ہے اور میرا خیال ہے کہ اس فارم ہاؤس کے احاطے میں بھی کوئی نہیں ہے۔"

"نکل گئی۔ وہ کمینی نکل گئی۔ میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا۔"

"بہر طور اب جو کچھ بھی ہوا بیکر۔ تم یہاں سے فرار نہیں ہوئے؟" میرے اس سوال پر بیکر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"سوال ہی یہ حماقت کی بات ہوئی کیونکہ یہاں سے فرار ہونے کے لئے کوئی سواری نہیں ہے ہمارے پاس۔" بیکر نے کہا اور وہ مسکرانے لگا۔

"بات تو تم ٹھیک کہتے ہو بیکر، چلو تو پھر ہم پیدل ہی یہ راستہ طے کرنے کی کوشش کریں گے۔" بیکر میرے ساتھ ہی کھڑکی کے راستے باہر نکل آیا اور ہم فارم ہاؤس کے بیرونی احاطے کی جانب چل پڑے جسے صرف احاطہ اس لئے کہا جا سکتا تھا کہ یہاں لکڑی کے لمبے لمبے ستون لگے ہوئے تھے جن کے درمیان کبھی تار لپٹے ہوئے ہوں گے۔ ایک گیٹ بھی تھا جو اب صرف اپنی نشانیاں چھوڑ گیا تھا۔

ابھی ہم اس گیٹ سے باہر بھی نہیں نکلے تھے کہ دفعتاً دور سے تیز روشنیاں نظر آئیں جن کا رخ اتفاق سے ہماری ہی جانب تھا اور کچھ اس طرح کسی موڑ سے وہ سامنے آئی تھیں کہ ہم ان کی لپیٹ میں آ گئے تھے۔ یقینی طور پر ہمیں کار سے دیکھ لیا گیا ہو گا۔

ایک لمحے کے لئے تو ہم ٹھٹھک کر رہ گئے تھے لیکن دوسرے لمحے میں نے بیکر کا ہاتھ پکڑا اور واپس اسی مکان کی طرف دوڑنے لگا جہاں سے نکل کر باہر آیا تھا۔ بیکر نے میرے ساتھ ساتھ دوڑتے ہوئے کہا۔

"کیوں اندر کیوں؟ اگر وہ لوگ آ رہے ہیں تو ہمیں فوراً یہاں سے نکل جانا چاہئے۔"

"آ جاؤ بیکر! آ جاؤ۔ کیا معلوم یہ لوگ ہیں کون؟" میں نے

کہا۔ اور ہم پھرتی سے احاطے کے اندر بنے ہوئے مکان کی دیوار کے نزدیک پہنچ گئے۔ بیگر کے بارے میں میرا اندازہ ہوتا جا رہا تھا کہ وہ شاید کسی طرح نروس ہو گیا ہے اور میرے ساتھ کو بہتر سمجھتا ہے۔ یہاں سے ہم احاطے کے سامنے والے حصے کی سمت دیکھ سکتے ہیں جب یہ وہ کار تیزی سے اچھلتی کودتی چلی آ رہی تھی اس کی روشنیاں بار بار منتشر ہو رہی تھیں کچے راستے میں پڑے ہوئے گڑھوں کی وجہ سے کار کا اگلا حصہ بار بار جھک رہا تھا۔

"کون ہو سکتا ہے اس کار میں؟" میں نے کہا۔

"کیا کہہ سکتا ہوں۔ ممکن ہے وہ اپنے ساتھیوں کی امداد لینے گئی ہو۔" بیگر نے آہستہ سے کہا۔

"اور یہ بھی ممکن ہے کوئی اور ہو۔"

"ہاں۔ ہو سکتا ہے۔ لیکن گریٹی بہت ہی خطرناک عورت ہے۔"

"کہیں وہ پولیس نہ ہو۔"

"پولیس۔ یہاں آ کر کیا کرے گی؟" بیگر بولا۔

"ہو سکتا ہے ترولکا کے آدمی ہوں۔"

"ترولکا براہ راست اپنے آدمیوں کو اس طرح نہیں بھیجتی لیکن تم۔ تم! میں نہیں جانتا تم کون ہو اور کیا چکر چلا رکھا ہے تم نے۔ اگر ترولکا سے تمہاری دشمنی ہے تو پھر گریٹی تمہاری مخالفت پر کیوں آمادہ ہوئی ہے۔"

"کیا مطلب؟" بیگر کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

"دیکھو دوست اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہم تم اچھے حالات میں ایک دوسرے سے نہیں ملے اور ہمارے درمیان اعتبار کا رشتہ کسی طور قائم نہیں ہو سکتا لیکن اس وقت ہم ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ یہاں میں نہیں جانتا کہ تمہاری کیا پوزیشن ہے لیکن میں خود کو تمہارے چکر میں پھنسا ہوا محسوس کرتا ہوں۔ تاہم میں تمہیں یہ بتا دوں کہ گریٹی مشکوک شخصیت کی حامل ہے۔ وہ ترولکا سے زیادہ ڈومینگو کی ساتھی سمجھی جاتی ہے اور اگر ڈومینگو کا نام لیا جاتا ہے تو اس بات پر بھی یقین کر لیا جاتا ہے کہ وہ ترولکا کے دشمن ہیں۔"

"اوہ۔ کوئی نئی کہانی، کوئی نیا کردار۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

ہماری نگاہیں باہر تاریکی میں روشن کار کی ہیڈ لائٹوں پر جمی ہوئی تھیں اور ہم آپس میں یہ گفتگو کر رہے تھے۔

"شاید تمہارے لیے یہ کہانی نئی ہو لیکن سان ان تونیو کے رہنے والے جانتے ہیں کہ سان ان تونیو کے تمام ہی لوگوں نے ترولکا کی برتری قبول نہیں کی۔ وہ روحانیت کا چکر چلائے ہوئے ہے اور تم دیکھتے ہو کہ اس علاقے میں اس کی کامیابی کتنی مستحکم ہو جاتی ہے۔ بدقسمتی تو یہ ہے کہ شعبدہ گری کے شعبدوں کے ذریعے لوگوں کو بے وقوف بنا رکھا ہے اور کچھ بات تو یہ ہے کہ ترولکا کے غنڈوں سے زیادہ اس کے معتقدین کی تعداد ہے اور یہ سب ہی خطرناک لوگ ہیں جو جرائم کرنے سے پہلے توہمات کا سہارا لیتے ہیں اور اس کے بعد جرم کرتے ہیں۔ اور اس کے لیے انہیں کسی روحانی پیشوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ سو ترولکا ان کا روحانی پیشوا ہے لیکن چند لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اس کی برتری قبول نہیں کی۔ ان میں ڈومینگو بھی ہے۔ ڈومینگو کا گروہ کوئی زیادہ بڑا نہیں ہے لیکن خطرناک لوگوں پر مشتمل ہے اور پھر اس نے ایک اور چکر چلا ڈالا ہے۔"

"کیا؟" میں نے دلچسپی سے سوال کیا۔

"اس نے اپنے آدمیوں کو ترولکا کے گروہ میں گھسا دیا ہے۔ وہ اسی گروہ میں رہتے ہوئے ڈومینگو کے لیے کام کرتے ہیں۔ اور اس طرح ترولکا کو ایک عجیب دشمن سے سابقہ پڑا ہے۔ ڈومینگو کے آدمی ترولکا کے سینے پر بیٹھ کر اپنا کام کرتے ہیں۔ یہاں ان علاقوں میں ترولکا کے دو ہی بدترین دشمن تھے۔ ایک پر وہ حاوی ہو گیا یعنی ڈاکٹر ڈوفی۔ ڈاکٹر ڈوفی اس کے حاشیہ بردار میں مجبوراً شامل ہو گیا لیکن ڈومینگو آج تک اس کے قابو میں نہیں آیا۔"

"وہ ڈاکٹر ڈوفی پر حاوی ہوا تھا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ہاں، ڈاکٹر ڈوفی خطرناک آدمی تھا۔ اچھا خاصا گروہ رکھتا تھا لیکن ترولکا کے ہتھکنڈوں میں پھنس کر وہ بالآخر اس کے غلاموں میں شامل ہو گیا۔" بیگر نے جواب دیا اور پھر ایک دم خاموش ہو گیا کیونکہ کار اب بالکل قریب آ گئی تھی۔

ہم تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کار کے اندر موجود لوگوں کا جائزہ لینے کی کوشش کرتے رہے۔ روشنیاں جل رہی تھیں لیکن خاموشی طاری تھی۔ بیگر کی سانسیں میری گردن سے ٹکرا رہی تھیں۔ وہ میری ہی طرح اس کار پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔ میں نے آہستہ سے اسے پکارا۔

"بیگر۔"

"ہاں کیا بات ہے؟" اس نے سرگوشی کی۔

"کیا میں تم پر اعتماد کر سکتا ہوں؟"

"اگر ممکن ہو سکے تو کر ہی لو۔ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میں تمہارا مخالف نہیں ہوں۔"

"تو پھر سمجھ لو میں تمہارا بہترین دوست ثابت ہو سکتا ہوں۔"

"میں جانتا ہوں تم خطرناک آدمی ہو جو کچھ کہو گے۔ سچ ہو گا۔"

"تو پھر جب تک میں تمہیں واضح اشارہ نہ کروں اپنی جانب سے کوئی حرکت نہ کرنا۔"

"نہیں۔ نہیں میں تم سے مکمل طور پر تعاون کروں گا۔"

"کار سے ابھی تک کوئی نہیں اترا۔"

"ہاں۔ پتا نہیں وہ کون ہے شاید وہ ـ" بیگر نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ دفعتاً کار کا دروازہ کھلا اور ایک سایہ سا نیچے اترتا ہوا نظر آیا۔ دروازہ بند ہونے کی آواز ابھری اور اس کے بعد سایہ ایک لمحے کے لیے ساکت سا وہیں کھڑا رہا غالباً وہ ماحول کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کی نگاہیں اسی عمارت کی طرف اٹھی ہوئی تھیں لیکن ہم دونوں اس کی نگاہوں میں نہیں آ سکتے تھے۔

چند لمحات کے بعد وہ وہاں سے آگے بڑھ آیا اور پھر جب وہ کار کے سامنے سے گزرا تو روشنیوں کی زد میں آ گیا جنہیں اس نے بند نہیں کیا تھا اور ان کے ذریعے عمارت کے اس حصے کو روشن کیا ہوا تھا۔ یہیں ایک لمحے کے لیے اس کی جھلک نظر آئی تھی۔ وہ ایک لمبا تڑنگا آدمی تھا جس پر سوٹ تھا۔ چست پتلون جس کی وجہ سے اس کی ٹانگیں نظر آ رہی تھیں۔ سر پر سیاہ فلیٹ اور اس کا ایک ہاتھ اس نے کوٹ کی جیب میں ٹھونس رکھا تھا۔ یقیناً اس کی انگلیاں ریوالور کے دستے پر جمی ہوئی ہوں گی۔

"کیا تم اسے پہچانتے ہو؟" میں نے سرگوشی میں پوچھا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کا لباس ہی دیکھا جا سکتا ہے شکل کہاں نظر آئی۔" بیگر نے جواب دیا۔

میں خاموش ہو گیا۔ ہماری نگاہیں اس متحرک سائے پر جمی ہوئی تھیں۔ جو اب آہستہ آہستہ بڑی احتیاط سے مکان کی جانب بڑھ رہا تھا۔ اس کے انداز میں بے چینی نہیں تھی۔ بالکل ٹہلنے کا سا انداز تھا۔ لیکن اس وقت مجھے سب سے زیادہ احساس بے بسی کا ہو رہا تھا کہ بیگر میرا پستول لے گئی تھی۔ اگر میرے پاس اس وقت کوئی ہتھیار ہوتا تو میرے کام میں بڑی آسانیاں ہو سکتی تھیں۔

بیگر بھی خاموش کھڑا سامنے کی سمت دیکھ رہا تھا۔ سایہ ایک دیوار کی آڑ میں پہنچ کر غائب ہو گیا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب وہ کس طرف جا رہا ہے لیکن اس سے زیادہ انتظار میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ میں نے بیگر کا شانہ تھپتھپایا اور آہستہ سے اندھیرے میں ایک طرف رینگ گیا۔

اب میں اس سائے کا تعاقب کرنا چاہتا تھا۔ ہواؤں کے شور میں قدموں کی کوئی آواز سنائی دے رہی تھی۔ دیوار کے ساتھ ساتھ میں آگے بڑھتے ہوئے بہت محتاط تھا اور پوری طرح چوکنا بھی تاکہ کوئی بھی اچانک دیکھ لے تو اس سے نمٹنے میں مجھے کوئی دقت نہ ہو لیکن بیگر کے بارے میں میرا یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ کہاں موجود ہے۔

میں چند لمحات دم سادھے کھڑا رہا۔ مجھے اس سائے کے قدموں کی آہٹ کا انتظار تھا۔ لیکن وہ مجھے نظر نہیں آ رہا تھا۔ بیگر غالباً کسی دوسرے حصے کی جانب چلا گیا تھا کیونکہ اس کی موجودگی بھی قریب محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے ایک نیا نام مجھے بتایا تھا یعنی ڈومینگو۔ جانے اس میں کوئی فراڈ ہے یا حقیقت۔ لیکن ابھی ان تمام باتوں کے سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ میں اپنی جگہ بدل کر آگے بڑھا اور اس کھڑکی کے قریب پہنچ گیا جو اس کمرے کی تھی جس میں ہم موجود تھے۔ کھڑکی سے اندر کمرے کو دیکھا جا سکتا تھا۔ اور باہر چونکہ تاریکی تھی اس لیے یہ خطرہ نہیں تھا کہ مجھے دیکھ لیا جائے۔ میں نے کمرے میں جھانکا تو مجھے نظر آ گیا۔ دروازے کے قریب کھڑا ہوا تھا۔ وہ خاصے لمبے قد کا مالک تھا۔

اس کی کھوپڑی پر رکھے ہوئے فلیٹ کا اوپری حصہ دروازے کو چھو رہا تھا۔ اور اب اس روشنی میں مجھے اس کا چہرہ صاف نظر آ رہا تھا۔ وہ ایک خشک چہرے والا آدمی تھا۔ بدن کی نسبت اس کا چہرہ چھوٹا تھا لیکن آنکھوں میں بے پناہ چمک تھی۔ جبڑے بھنچے ہوئے تھے۔ وہ کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ ہاتھ میں ریوالور موجود تھا۔ وہ چند لمحات اس طرح کھڑا رہا اور پھر دفعتاً چونک کر دروازے کی سمت مڑا۔ دروازے پر دفعتاً مجھے بیگر نظر آیا جسے نہ جانے کہاں سے ایک رائفل مل گئی تھی۔ میں اسے دیکھ کر بری طرح چونک پڑا۔ رائفل کی نال اس شخص کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔ بیگر شاید یہ رائفل اس کی کار سے نکال لایا تھا۔

میں نے ایک گہری سانس لی اس کا مقصد تھا بیگر کام کا آدمی ہے اور اس وقت تو اس نے واقعی ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔ یعنی سیدھا حملہ کرنے کے بجائے اس نے سوچا تھا کہ پہلے کار کا جائزہ لے لیا جائے۔ ممکن ہے کہ اس میں کوئی کام کی چیز مل جائے دفعتاً بیگر کی آواز ابھری۔

"ہاتھ اٹھاؤ اور ریوالور پھینک دو۔ اگر تم نے پلٹنے کی کوشش کی تو یہ تمہاری زندگی کی آخری حرکت ہوگی۔ میں تمہارے جسم کی ہلکی سی جنبش پر بے دریغ گولی چلا دوں گا۔"

اس وقت اس طویل القامت آدمی کا چہرہ میری طرف یعنی کھڑکی کی طرف تھا۔ بیکر کی آواز سن کر اس کی سانپ جیسی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی۔ لیکن بیکر کی ہدایت کے مطابق اس نے ریوالور نہیں پھینکا تھا اور نہ ہی پلٹ کر دیکھنے کی کوشش کی تھی۔ وہ کوئی نڈر اور سخت مزاج آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اس کے خطرناک تیوروں سے مجھے اندازہ ہو گیا کہ بیکر اس پر آسانی سے قابو نہیں پا سکے گا۔

بہرحال نازک صورت حال پیدا ہو گئی تھی۔ بیکر کی طرف سے مجھے توقع تھی کہ شاید وہ اس موقع پر صبر سے کام نہ لے اور گولی چلا دے۔

لیکن یہ شخص مجھے زندہ درکار تھا اور اسی کے لیے میں نے موزوں طور پر خود بھی اس معاملے میں مداخلت کرنا مناسب سمجھا۔

"تم دونوں طرف سے گھرے ہوئے ہو۔ ریوالور پھینک دو ورنہ تمہارا جسم چھلنی کر دیا جائے گا۔" یہ الفاظ میرے لیے خطرناک ثابت بھی ہو سکتے تھے اور وہ آواز پر نشانہ لگا سکتا تھا چونکہ اس کا رخ میری جانب تھا۔ لیکن بیکر اس کی ہر جنبش پر گولی چلانے کے لیے تیار تھا۔

میرا بولنا ضروری تھا کہ بیکر کو میری موجودگی کا اندازہ ہو جائے۔ میری اس آواز کا خاطر خواہ اثر ہوا اور وہ طویل القامت اس آواز کو سن کر چونک پڑا۔ اور کھڑکی کی طرف دیکھنے لگا۔

لیکن اب اس کے چہرے پر نمایاں تبدیلی پیدا ہو گئی تھی وہ کسی حد تک متحیر نظر آنے لگا تھا۔

"ریوالور پھینک دو۔" میں نے پھر سخت لہجے میں کہا لیکن وہ بے حس و حرکت کھڑا رہا۔

میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ شاید اس صورتحال سے نمٹنے کے لیے کوئی فیصلہ کر رہا ہے۔ لیکن اس بات میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں تھا کہ وہ آخری وقت تک ہار ماننے والوں میں سے نہیں معلوم ہوتا تھا۔

"میں کہتا ہوں کہ ریوالور پھینک دو صرف ایک لمحہ۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔" بیکر بولا اور دوسرے لمحے اس نے آہستہ سے گردن گھمائی۔

"کون گولی مار دے گا۔ تم؟" اس کے لہجے میں طنز تھا۔

"میں صرف دس تک گنتی گنوں گا۔"

"مگر پستول۔ پستول کہاں ہے تمہارے پاس؟" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ یقیناً اس نے بیکر کو نہیں دیکھا تھا۔ مجھے اس بات پر حیرت ہوئی۔ وہ پورے یقین سے یہ بات کہہ رہا تھا کہ ہم دونوں غیر مسلح ہیں۔

یقیناً اسی معاملے میں اسے ایک ہی شخصیت اطلاع دے سکتی تھی اور وہ تھی گرین جو ہمارے پستول لے گئی تھی۔

"ٹھیک ہے۔" بیکر نے کہا اور گولی چلا دی لیکن نشانہ لمبا آدمی نہیں تھا بلکہ اس نے دیوار کا نشانہ لے کر گولی چلائی تھی اور اس دھماکے نے لمبے آدمی پر خاطر خواہ اثر کیا۔ اس کے چہرے پر تشویش کے سائے لہراتے دکھائی دیئے اور پلٹ گیا۔ اس کی حیرت قابل دید تھی۔

یقیناً گرین نے اس سے جو کچھ کہا تھا یہاں اس سے مختلف ہوا تھا۔

چنانچہ اس نے آہستہ سے ہاتھ بڑھا کر ریوالور پھینک دیا۔ میں نے کھڑکی کی اوٹ سے کہا اور وہ تھوڑا سا پیچھے ہٹ گیا۔

"اپنے دونوں ہاتھ دیوار پر رکھ کر کھڑے ہو جاؤ۔" میں نے پھر کہا اور اس نے اس بات پر بھی عمل کیا۔ غالباً اس کو اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کو ملی ہوئی اطلاع غلط ہے یا پھر اس نے یہ اندازہ بھی لگا لیا ہوگا کہ یہ پستول اسی کی کار سے حاصل کی گئی ہے۔

یہاں وہ مات کھا گیا تھا چنانچہ اب وہ ہمارے احکامات پر عمل کر رہا تھا۔ میں نے بیکر سے کہا۔

"بیکر! اس کا ریوالور اٹھا لو۔" بیکر نے پھرتی سے آگے بڑھ کر ریوالور اٹھا لیا۔ اور پھر دروازے میں جا کھڑا ہوا۔

"باہر کار میں اور کوئی تو نہیں ہے بیکر؟" میں نے بلند آواز میں پوچھا۔

"نہیں، یہ تنہا ہے۔" بیکر نے جواب دیا۔

دراز قد آدمی دیوار کی طرف منہ کیے کھڑا تھا۔ میں نے اس کی پشت کو گھورتے ہوئے اس پر نگاہ ڈالی۔ اس کے ہاتھوں میں بار بار تشنج کی کیفیت پیدا ہو رہی تھی۔ غالباً غصے کی زیادتی سے اس کا برا حال تھا۔ میں اب بھی کھڑکی کے اندر دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"بیکر! یہ ریوالور مجھے دے دو۔"

بیکر آہستہ آہستہ چلتا ہوا کھڑکی کے قریب آ گیا اور اس نے کھڑکی میں سے ریوالور میری طرف بڑھا دیا۔

"اب تم اس کی تلاشی لو۔ یہ ریوالور کی زد میں ہے۔" اور بیکر نے آہستہ سے گردن ہلا دی۔ وہ دراز قد کی پشت کی طرف کر کے آگے بڑھا اور دیوار کی طرف منہ کیے کھڑے ہوئے آدمی کی پشت دیوار سے لگی ہوئی تھی اور وہ بیکر کو گھور رہا تھا پھر اس کی نگاہیں میری جانب اٹھیں۔ ان آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے جنہیں میں کوئی مفہوم نہ دے سکا۔

وہ ہم دونوں کو مسلسل گھورے جا رہا تھا اور پھر اس کے حلق سے غراہٹ ابھری۔

"کون ہو تم لوگ؟ مجھے کیسے جانتے ہو؟"

"نہیں۔ نہیں۔" بیکر کسی قدر سنبھل گیا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اب وہ اس آدمی سے مرعوب ہو گیا ہو اور یہ صورت حال بہتر نہیں تھی۔ لیکن اب میں اس صورت حال کو سنبھالنے کے لیے اندر موجود تھا۔

ڈینگو کا نام سن کر مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔ بیکر نے تھوڑی دیر پہلے ہی اس کا تذکرہ کیا تھا۔

"مسٹر ڈینگو! میں آپ کو پہچانتا ہوں۔"

"میں پوچھتا ہوں کون ہو تم۔ کیا ڈاکٹر ڈی کے آدمی ہو؟"

"نہیں مسٹر ڈینگو! میں کسی کا آدمی نہیں ہوں۔ ڈاکٹر ڈی یا ٹرلوکا سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"یہ کون ہے؟" اس نے میری طرف اشارہ کر کے کہا۔

"یہ تم اس سے پوچھ سکتے ہو۔" بیکر نے جواب دیا۔ اور ڈینگو میری جانب گھوم گیا۔ ڈینگو کا چہرہ اس کے بدن ہی کی طرح شاندار تھا ہر چند کہ بدن کی جسامت کے مطابق یہ چہرہ چھوٹا تھا، لیکن جو سفاکی اس کے چہرے سے جھلکتی تھی اس سے اندازہ ہو جاتا تھا کہ ڈینگو کیا چیز ہے۔

"ہوں۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم دونوں مجھ سے اپنا تعارف کرا دو۔" وہ بولا۔

"سب سے پہلی بات تو یہ ہے مسٹر ڈینگو کہ یہاں آپ کی آمد پر حیرت ہے۔ میرا ساتھی بیکر مجھے آپ کے بارے میں بتا رہا تھا اور یہ سن کر حیرت ہوئی تھی کہ آپ ٹرلوکا جیسی خطرناک شخصیت سے ٹکرانے والوں میں سے ہیں۔"

"ٹرلوکا۔ وہ بہروپیا، وہ مکار، وہ غنڈہ، وہ لوگوں کو بے وقوف بنانے والا، تم دیکھ لینا ایک دن ڈینگو ہی اس کی موت کا باعث بنے گا۔"

میں اس کے چہرے اور اس کے انداز سے اس کی اندرونی کیفیت کا جائزہ لینے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"حیرت کی بات ہے مسٹر ڈینگو۔ حیرت کی بات ہے اس خوفناک ماحول میں سان انتونیو میں ایک ایسی شخصیت بھی موجود ہے جو ٹرلوکا کے قتل کا ارادہ رکھتی ہے۔"

"تم نہیں جانتے۔ ڈینگو کو نہیں جانتے۔ ڈینگو کے دشمن یا تو سکون سے نہیں سو سکتے۔ نا صرف راتوں کو بلکہ دن کو بھی وہ چین نہیں پا سکتے۔"

"لیکن مسٹر ڈینگو! ٹرلوکا۔"

"بس بس۔ پہلے یہ بتاؤ تم کون ہو؟ اور ٹرلوکا کے بارے میں کیا خیال رکھتے ہو؟"

"اس سے پہلے بہتر ہے مسٹر ڈینگو! جو آپ کے ذہن میں ہے۔"

"وجہ؟" ڈینگو نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"وجہ اتنی مختصر نہیں ہے جو ایک لمحے میں آپ کو بتا دی جائے۔" ڈینگو مجھے گھورتا رہا۔ پھر اس نے بیکر کی طرف رخ کر کے کہا۔ "کیا یہ آدمی سچ کہتا ہے؟"

"میں نہیں جانتا مسٹر ڈینگو! میرا اس کا واسطہ زیادہ پرانا نہیں ہے۔ ہم دونوں دو دشمنوں کی طرح ملے ہیں لیکن حالات نے ہمیں ایک دوسرے سے تعاون کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔"

"کیا نام ہے تمہارا؟" اس نے میری طرف رخ کر کے کہا۔

"پارکو۔"

"ہوں۔ مسٹر پارکو! یہ شخص جسے تم بیکر کہہ کر مخاطب کر رہے ہو سان انتونیو ہی کا باشندہ معلوم ہوتا ہے لیکن تم کون ہو؟"

"میں ان علاقوں میں اجنبی ہوں۔"

"آوارہ گرد؟" ڈینگو نے سوال کیا۔

"ان معنوں میں آوارہ گردی کے بارے میں تجزیہ کیا جائے تو ان میں نہیں۔"

"ٹرلوکا کے دشمن کیوں ہو؟"

"میں بتا چکا ہوں کہ یہ ایک لمبی کہانی ہے۔"

"چلو۔ تو پھر کیا ارادہ رکھتے ہو ترلوکا کے بارے میں؟"

"سب سے پہلے تو میں آپ کے بارے میں اپنے دل میں فیصلہ کرنا ہے مسٹر ڈینگو! ذرا یہ تو پتا چل جائے کہ آپ یہاں کس لیے تشریف لائے ہیں؟"

"تم سے ملنے کے لیے۔" ڈینگو نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"شاید تقدیر نے ہم دونوں کے لیے دوستی متعین کر دی ہے۔" ڈینگو نے کہا۔

"لیکن آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا مسٹر ڈینگو کہ ہم یہاں آپ کا انتظار کر رہے ہیں؟"

"تمہاری نگرانی کی جا رہی تھی۔"

"کون کر رہا تھا؟" میں نے سوال کیا۔

"میرا آدمی۔ جس طرح تم لوگ اپنے معاملات میں اپنے آپ کو ہشیار رکھتے ہو ڈینگو بھی چاروں طرف نگاہ رکھتا ہے۔"

"لیکن یہاں آپ کچھ غلط بول رہے ہیں مسٹر ڈینگو!"

"کیوں؟" ڈینگو کی آواز میں غراہٹ پیدا ہو گئی۔

"نگرانی کرنے والا آدمی تھا یا عورت تھی؟"

"عورت۔" ڈینگو ایک لمحے کے لیے متحیرانہ انداز میں بولا۔

"ہاں عورت۔"

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم کس عورت کا تذکرہ کر رہے ہو مجھے نہیں معلوم۔"

"اس عورت کا مسٹر ڈینگو جو تمہیں یہاں لائی تھی۔"

"میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔"

"میرا خیال ہے یہاں تم جھوٹ بول رہے ہو مسٹر ڈینگو۔"

"سنو۔" ڈینگو ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں عام قسم کے لوگوں کے سامنے جھوٹ بولنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ جن لوگوں کو دوست بنانے کا تجربہ کر چکا ہوتا ہوں ان کے سامنے نرم رہتا ہوں۔ ورنہ یہ لمحات نہیں آ سکتے تھے۔ تم ڈینگو کی صلاحیتوں سے واقف نہیں ہو۔ اگر تم ترلوکا سے نفرت کرتے ہو تو یوں سمجھ لو کہ ڈینگو بھی اس کے خون کا پیاسا ہے۔"

"مسٹر ڈینگو سب سے پہلے تو آپ یہ فرمائیے کہ گرجی کا تعلق آپ سے ہے یا نہیں؟"

"جب کچھ باتیں اس طرح رہنے دی گئی ہیں تو یہ سوال مجھ سے مت کرو۔ بہر طور میں صرف ایک بات یہ بتا سکتا ہوں کہ ترلوکا کی موت کے سلسلے میں مجھ سے زیادہ تمہارا مددگار اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"

"مانتا ہوں، تسلیم کیے لیتا ہوں لیکن گرجی کا تم سے تعلق ضرور ہے، ممکن ہے کہ اس نے براہ راست اطلاع نہ دی ہو لیکن کسی نہ کسی طرح تمہیں یہ اطلاع ضرور ملی ہے کہ ہم لوگ یہاں موجود ہیں اور گرجی تمہیں یہاں چھوڑ کر فرار ہو گئی ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے مان لیتا ہوں۔ مجھے تمہارے بارے میں اپنے ایک آدمی ہی سے اطلاع ملی ہے لیکن میں یہاں تمہاری مدد کے لیے آیا ہوں۔ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ اس کے نتیجے میں اب دوستانہ کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔"

"اگر تم کسی خطرناک ارادے سے نہیں آئے تھے مسٹر ڈینگو! تو تم نے باہر ہی سے ہمیں پکارنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟" میں نے سوال کیا۔

"یوں سمجھ لو کہ میں یہ سوچ کر کہ اگر میں تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہتا تو تنہا یہاں نہ آتا۔"

"یہ کیسے ممکن ہے کہ اس مکان کے گرد چھپے ہوئے اندھیرے میں تمہارے اور ساتھی موجود نہ ہوں۔"

"اگر تمہیں گھیرنا چاہتا تو اس کے دوسرے ذرائع بھی ہو سکتے تھے۔ کچھ تم اب بھی یہ نہیں جانتے کہ تم کتنے چکروں میں پھنسے ہوئے ہو۔"

"گڈ۔ گڈ۔ میرے بارے میں تمہاری معلومات خاصی عجیب معلوم ہوتی ہیں۔ بہر طور کوئی بات نہیں ہے صرف اس بات پر میں تم پر بھروسہ کر سکتا ہوں کہ تم ترلوکا کے دشمن بھی ہو۔"

"نہ صرف دشمن بلکہ دشمن نمبر ایک۔" اس نے جواب دیا۔

"گڈ۔ تو پھر ہمارا تمہارا تعاون کیا گل کھلائے گا۔"

"بہت کچھ۔ میں تمہاری دوستی اور تمہارا تعاون چاہتا ہوں۔ ترلوکا کی ہلاکت میری زندگی کا ایک بہت بڑا مقصد ہے۔ میرا اپنا گروہ بھی یہاں کافی مضبوط ہے۔ لیکن میں نے جو کچھ کیا ہے وہ ذرا مختلف بات ہے۔"

"بیکر مجھے اس بارے میں بتا چکا ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ کیوں بیکر! کیا یہ سچ ہے؟"

"ہاں مسٹر ڈینگو! میں نے مسٹر بابر کو اس بارے میں تفصیلات بتا دی ہیں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے میں تمہیں پیشکش کرتا ہوں کہ میرے ساتھ چلو۔ اگر اس وقت یہ مناسب نہ سمجھو تو بیکر! تم میری رہائش گاہ کے بارے میں جانتے ہو یا نہیں۔ تو میں تمہیں بتا دوں گرسان تلوروں میں کوٹھی نمبر ایک سو بیس میری ملکیت ہے۔ وہاں پہنچ کر تم مجھ سے ملاقات کر سکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے کوئی حرج نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں۔" ابھی میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ دفعتاً کچھ عجیب سی آوازیں سنائی دیں یوں محسوس ہوا تھا جیسے بہت سی گاڑیاں اچانک اسی طرف سے نکل آئی ہوں۔ ڈینگو ایک دم مستعد ہو گیا۔ وہ پھرتی سے اس کھڑکی کے قریب آیا جس سے باہر کا منظر دیکھا جا سکتا تھا۔ کئی بڑی روشنیاں ہم دونوں نے بھی دیکھ لی تھیں۔ ڈینگو بولا "کوئی ہے، بہت سے لوگ ہیں اوہ۔ فارم ہاؤس کو گھیر لیا گیا ہے۔" میں اس بات پر چونک پڑا تھا۔ میں نے ڈینگو کے چہرے پر شدید الجھن کے آثار دیکھے تھے۔ اس کے جبڑے سختی سے بھینچ گئے تھے اور وہ کچھ سوچنے میں مصروف تھا۔ دفعتاً بیکر کی آواز ابھری۔

"مسٹر ڈینگو! یہ سب کیا ہے؟"

"فضول باتیں مت کرو۔ میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں نے تمہیں کوئی دھوکہ نہیں دیا۔"

"مگر پھر کون ہو سکتے ہیں؟" اسی وقت باہر سے میگافون پر ایک آواز ابھری۔

"تم سب باڑے گھیرے میں ہو جہاں ہو اور جس جگہ پر ہو اپنی جگہ سے جنبش مت کرو ورنہ تمہارے بدن چھلنی ہو جائیں گے۔"

"کیا یہ تمہارے آدمی نہیں ہیں؟" بیکر غرایا۔

"اوہ۔ ہرگز نہیں۔ یہ میرے آدمی ہوتے تو — چلو میرا پستول واپس کر دو۔ میں ان سے مقابلہ کرتا ہوں گا۔"

"نہیں مسٹر ڈینگو! یہ ممکن نہیں ہے۔" میرے بجائے بیکر نے کہا اور وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

"میں کہتا ہوں موت تمہارے سروں پر منڈلا رہی ہے۔ اس وقت تمہیں مجھ پر بھروسہ کرنا ضروری ہے۔"

اسی وقت باہر سے پھر آواز ابھری۔

"میں کہتا ہوں ہتھیار باہر پھینک دو ورنہ ہم فائرنگ شروع کر رہے ہیں۔" ڈینگو میری طرف دیکھنے لگا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"رائفل اور پستول باہر اچھال دو۔ ایک پستول اپنے دو، ہم ان سے کام چلا لیں گے میں یہاں سے نکلنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"بیکار باتیں مت کرو۔ اس وقت یہ سب ہمارے لیے ممکن نہیں ہے۔"

"نہیں بیکر! مسٹر ڈینگو کا کہنا درست ہے۔ ہمیں ان کی بات مان لینی چاہیے۔" میں نے کہا چونکہ میں اندازہ لگا چکا تھا کہ اب صورت حال بہتر نہیں ہے۔ "اگر وہ ڈینگو کے آدمی نہیں ہیں تو بہر طور ہم گھرے ہوئے ہیں اور اگر ڈینگو ہی کے آدمی ہیں تو بھی نکلنا مشکل ہے۔ انہیں کھل کر سامنے آنا چاہیے۔" میری اس بات پر بیکر نے میری طرف دیکھا اور پھر ایک طویل سانس لے کر رائفل اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دی۔ اس کے بعد پستول پھینک دیا گیا تھا۔ ڈینگو نے میری طرف دیکھا تو میں نے مسکرا کر کہا۔

"سوری مسٹر ڈینگو! میں اس حسین شے سے محروم ہوں۔"

"کیا مطلب؟" ڈینگو تعجب سے بولا۔

"مطلب بعد میں بتا دوں گا پہلے ان لوگوں سے نمٹ لیا جائے۔" میں نے کہا، اور ڈینگو اس طرف متوجہ ہو گیا۔

باہر سے اب کوئی آواز نہیں آ رہی تھی۔ گاڑیاں بھی معدوم ہو چکی تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے چند لمحات کے لیے ان سب کو سانپ سونگھ گیا ہو۔ ڈینگو، میں اور بیکر خاموشی سے انتظار کر رہے تھے۔ ہم ایک ایک لمحے کے لیے بے چین تھے اور یہ جاننا چاہتے تھے کہ وہ لوگ آخر کون ہیں، جنہوں نے اس طرح یہاں آ کر ہمیں گھیرا ہے۔ ویسے اس رات کو میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ پے در پے ایسے واقعات پیش آ رہے تھے جن کا عقل سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ ڈینگو کا ذکر بیکر نے تھوڑی دیر پہلے کیا تھا۔ تو ڈینگو موجود ہوا اور اب یہ نئے لوگ۔ بہر طور چند لمحات اس طرح خاموشی سے گزر گئے۔ اس کے بعد ہمیں کھڑکی میں چند چہرے نظر آئے اس کے ساتھ ہی رائفل کی نالیں اندر جھانکنے لگیں۔

"خبردار! تم لوگ اپنے ہاتھ بلند کر لو۔"

"ہمارے ہتھیار تمہارے پاس موجود ہیں۔ پھر ہاتھ بلند کرنے کی کیا ضرورت ہے؟" ڈینگو نے کہا۔

"اس کے باوجود اپنے ہاتھ بلند کر لو۔"

ہم تینوں کھڑکی کی طرف متوجہ تھے کہ دفعتاً دروازے پر ایک زور دار لات پڑی۔ دروازہ چونکہ بند نہیں کیا گیا تھا اس لیے بآسانی کھل گیا اور پھر بہت سے آدمی دھڑا دھڑ اندر داخل ہو گئے۔ ان سب کے چہرے نقابوں میں چھپے ہوئے تھے اور ان کے خدوخال نہیں دیکھے جا سکتے تھے۔

ڈینگو کینہ توز نگاہوں سے انہیں گھور رہا تھا اور پھر اس نے ان کی خواہش پر اپنے ہاتھ بلند کر دیے۔ میں نے اور بیکر نے بھی ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔ اندر والوں میں سے ایک آدمی دراز قامت اور بھاری بدن کا مالک تھا۔ اس نے ذرا طنزیہ انداز

میں نے کہا۔
"اوہ۔ امید نہیں تھی کہ یہاں اتنے بڑے بڑے لوگوں سے ملاقات ہو جائے گی۔"
"کون ہو تم؟"
"ظاہر ہے اگر میں یہ بتانا ہوتا مسٹر ڈونگو، تو ہمارے چہرے نقابوں میں کیوں چھپے ہوتے۔"
"کیا چاہتے ہو؟"
"آپ کو نہایت عزت و احترام کے ساتھ یہاں سے لے جانے کے خواہش مند ہیں۔"
"تم جانتے ہو کہ اس کے نتائج کیا ہوں گے؟"
"نہیں۔ ہم نہیں جانتے مسٹر ڈونگو!"
"کیوں؟"
"اس لیے کہ جس نے ہمیں یہاں بھیجا ہے وہ تمام نتائج سے آگاہ ہے۔"
"اوہ۔ میں اس شخصیت کے متعلق جاننا چاہتا ہوں۔"
"میرا خیال ہے اس شخصیت کے متعلق جاننا اتنا آسان نہیں ہے۔ تو کیا آپ حضرات ہمارے ساتھ چلنا پسند کریں گے؟ مگر ٹھہریے۔" پستہ قد آدمی نے کہا اور اپنے ساتھیوں کی طرف مڑ کر بولا۔
"اس کے باوجود کہ ان حضرات نے ایک عدد دو انفل اور پستول باہر پھینک دی ہے مگر ان کی تلاشی لینا ضروری سمجھتے ہیں، کم از کم پستولیں تو تین ہونی چاہیے تھیں۔ کیوں مسٹر، کیا خیال ہے آپ کا؟"
اس بار اس نے میری طرف رخ کر کے کہا تھا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا البتہ میں ان لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ان میں سے چند افراد ایسے تھے جو مجھے شبہ کا شکار کر رہے تھے۔ ان کے چہرے نقابوں میں ڈھکے ہوئے تھے۔ لیکن دوسرے لوگ جو نقاب پہنے ہوئے تھے ان کے سروں پر کچھ ابھرے ہوئے نشانات نظر آ رہے تھے۔ جس کی وجہ سے یہ محسوس ہوتا تھا کہ ان کے سروں پر بال موجود ہیں لیکن چند افراد ایسے تھے جن کے سر چکنے اور سپاٹ نظر آ رہے تھے۔ اگر سپاٹ سر والے تروکا کے آدمی ہوتے تو اس کا مقصد ہے کہ مجھے ان کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا۔ اور یہی احساس مجھے ایک لمحے کے لیے خاموشی پر مجبور کر رہا تھا۔
بہر طور ہماری تلاشی لی گئی اور اس کے بعد انہوں نے ہمارے ہاتھ پشت پر کس کر باندھ دیے گئے، لیکن چوک ہو گئی تھی ان سے۔ میں نے اپنے ہاتھوں کو اس طرح ہموار کیا تھا کہ باندھتے وقت ہاتھ سختی سے نہ جکڑے جائیں۔ ان لوگوں نے بھی اس بات کا خیال نہیں کیا کہ میرے ہاتھوں کی درمیان جو خلا رہ گئی ہے وہ ان کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔ جس شخص نے میرے ہاتھوں میں رسی کسنے کی کوشش کی تھی۔ وہ زیادہ طاقت ور نہیں تھا۔ اور میری اپنی قوت اس سلسلے میں کارگر ثابت ہوئی تھی کہ میں اپنے ہاتھوں کو ایک دوسرے سے دور رکھوں چونکہ رات کا وقت تھا۔ اور وہ لوگ میری ایک ایک حرکت پر نگاہ نہیں رکھ سکتے تھے۔ اس لیے انہوں نے میری اس کاوش کو نہیں دیکھا تھا پھر جب وہ ہاتھ باندھ کر فارغ ہو گئے تو میں نے اپنے ہاتھوں کو معمولی سی جنبش دے کر دیکھا۔ با آسانی رسی میں اپنے ہاتھوں میں سے نکال سکتا تھا لیکن میں نے اس کام کو کسی مناسب وقت کے لیے رہنے دیا۔ فی الحال میں خاموشی سے ان لوگوں کے احکامات پر عمل کر رہا تھا۔ اور یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ بیکر اور ڈونگو ان کے ساتھ کیا رویہ رکھتے ہیں۔
ڈونگو بہ دستور کینہ توز نگاہوں سے اس شخص کو گھورے جا رہا تھا۔ جو پستہ قامت تھا۔ اس کے ہاتھ بھی پشت پر کس دیے گئے تھے۔ بیکر بھی باندھ دیا گیا تھا۔ اس کے بعد ان لوگوں نے اس کمرے کی تلاشی لینی شروع کر دی تھی۔ شاید ان کے دوسرے ساتھی باقی کمروں کی تلاشی لینے پر مامور تھے۔ جس وقت ہم باہر نکلے تھے۔ انہوں نے ہمیں دیکھا تھا۔ پھر طویل راہداری میں آ نکلے۔
احاطے میں بے شمار عجیب قسم کی جیپیں کھڑی تھیں۔ جیپوں کے آس پاس لوگ موجود تھے۔ ان لوگوں کی تعداد کا اندازہ لگانا مشکل ہو رہا تھا۔ یوں لگتا کہ ایک پوری فوج ہمیں گھیرے میں لینے کے لیے آ پہنچی ہو۔
ہمیں ایک جیپ میں بٹھا دیا گیا۔ پستہ قد نقاب پوش اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ اسی جیپ میں آ بیٹھا تھا۔ جیپ خصوصی ساخت کی تھی۔ اور اس میں کافی گنجائش تھی۔ اگلی سیٹ پر صرف ایک ڈرائیور بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی ساخت کچھ ایسی ہی تھی کہ آگے اور پیچھے کا حصہ تقسیم نہیں تھا۔ بلکہ ایک سیدھی سی جگہ تھی۔
ڈونگو خاموش نگاہوں سے ان سب کو گھور رہا تھا۔ جیپ اسٹارٹ ہو کر واپس مڑی تو دوسری گاڑیاں بھی ان لوگوں نے سنبھال لیں۔ اور سب کی سب قافلے کی شکل میں ہمارے ساتھ چل پڑیں۔ تمام افراد میں سے کسی نے سڑک تک آتے ہوئے کوئی خاص بات چیت نہیں کی۔ ہم سب خاموش تھے۔ ڈونگو بھی کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ لیکن اس کے انداز میں ایک اضطراب سا محسوس

ہو رہا تھا۔
میں خاموشی سے اس کی اور بیکر کی شکل دیکھتا رہا۔ میں یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ ان لوگوں کے ذہنوں میں کیا بات ہے۔ لیکن وہ دونوں بھی خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ نقاب پوش نے اس کے بعد سے اب تک کوئی اور بات نہیں کی تھی۔ وہ اس طرح خاموش ہو گئے تھے جیسے رات کے اس پہر انہیں نیند نے آن گھیرا ہو۔ وہ پشت پر بندھے ہوئے ہاتھوں کی وجہ سے ہماری طرف سے بہت زیادہ مطمئن معلوم ہو رہے تھے۔ لیکن میں سوچ رہا تھا کہ کوئی ایسی کارروائی کی جائے جس سے میں ان لوگوں کے چنگل سے فرار ہو سکوں۔ اپنی اس کوشش میں بظاہر مجھے کامیابی نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں خاموشی سے ان تمام حالات کا تجزیہ کر رہا تھا۔
بیکر کا یہ شبہ درست بھی ہو سکتا تھا کہ ڈونگو نے خود ہی کوئی لمبا جال پھیلایا ہو ممکن ہے یہ لوگ ڈونگو ہی کے آدمی ہوں۔ ویسے ڈونگو کی کیفیت سے میرے اس خیال کی نفی ہو رہی تھی کیونکہ وہ خود ہی اتنا پریشان نظر آ رہا تھا کہ اس کا احساس مجھے آسانی سے ہو رہا تھا۔
تھوڑی دیر کے بعد ڈرائیور نے اسٹیئرنگ ہاتھوں سے سنبھال کر سگریٹ کا پیکٹ جیب سے نکالا اور اس میں سے ایک سگریٹ لے کر ہونٹوں میں دبا لیا۔ دفعتاً ہی میرے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی تھی میں خاموشی سے ڈرائیور کو سگریٹ سلگاتے دیکھتا رہا۔ چند کش لینے کے بعد اس نے سگریٹ ہونٹوں سے نکال لیا اور گاڑی کے سامنے لگی ہوئی ایش ٹرے میں رکھ دیا۔
میں کسی قدر بے چینی کا اظہار کرنے لگا لیکن اس دوران میں نے اپنے ہاتھ اس رسی سے نکال لیے تھے جس میں مجھے جکڑا گیا تھا۔ گو اب بھی میرے دونوں ہاتھ پیچھے تھے لیکن یہ بات صرف میں ہی جانتا تھا کہ میں آزاد ہوں۔ نقاب پوش نے میری بے چینی بھی محسوس کر لی اور میری طرف رخ کر کے پوچھا۔
"کیا بات ہے؟ تم کچھ پریشان نظر آ رہے ہو؟"
"نہیں۔ دراصل سگریٹ کی طلب مجھے مجبور کر رہی ہے۔"
"کیا مطلب؟"
"میں نے تقریباً آٹھ گھنٹے سے سگریٹ نہیں پیا، بس کچھ ایسی ہی بدقسمتی تھی۔"
"سگریٹ پینا ضروری نہیں ہے۔" پستہ قامت نے تیکھے لہجے میں کہا۔
"یہ بات بہتر تو نہیں ہے اگر تم چاہو تو مجھے سگریٹ کے چند کش دے سکتے ہو۔"
"اوہ۔ کوئی حرج نہیں ہے سگریٹ دے دو۔" پستہ قامت کے برابر بیٹھے ہوئے دوسرے نقاب پوش نے کہا۔
"لیکن یہ پیئے گا کیسے؟" پستہ قامت بولا۔
"سگریٹ سلگا کر اس کے ہونٹوں میں دبا دو چند کش سے زیادہ کی ضرورت نہیں ہے۔" دوسرے نقاب پوش نے کہا اور میں دل ہی دل میں مسکرانے لگا کم از کم میرے ہمدرد نے میری ایک مشکل آسان کر دی تھی۔
میں نے ممنون نگاہوں سے اسے دیکھا۔ پستہ قامت نے اپنے لباس کی جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا۔ اعلیٰ قسم کا سگریٹ تھا پھر اس نے نقاب کے اندر ہی اندر سگریٹ ہونٹوں میں دبا کر اسے لائٹر سے سلگایا اور اس کے بعد اسے میرے ہونٹوں سے لگا دیا۔
"بہت بہت شکریہ میرے دوست، میں تمہارا یہ احسان یاد رکھوں گا۔" میں نے کہا اور سگریٹ کے کش لے کر دھواں منہ سے نکالنے لگا۔ میں جس جگہ بیٹھا ہوا تھا وہ دروازے کے بالکل ہی قریب تھی۔ نقاب اور ڈرائیور کی قمیص کے کالر کے درمیان گردن کا تقریباً چھ انچ حصہ کھلا ہوا تھا اور اس وقت میری ایک ہی کوشش کارگر ہو سکتی تھی۔
میں اپنے کام کے لیے تیار ہو گیا۔ میں چاہ رہا تھا کہ کوئی ایسی جگہ نظر آ جائے جہاں سے مجھے فرار میں آسانی ہو تب میں اپنا کام کروں۔ سگریٹ کے کش میں بڑی بے نیازی سے لے رہا تھا اور ان لوگوں کو میرے منہ سے سگریٹ نکالنے کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔
پھر کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد دور سے ایک پل نظر آیا۔ یہ پل تنگ تھا اور گاڑیاں کسی قدر سست رفتاری سے یہاں سے گزر سکتی تھیں۔ یہ جگہ میرے کام کے لیے سب سے موزوں تھی چنانچہ میں تیار ہو گیا صرف ایک لمحہ، صرف ایک لمحہ مجھے حرکت کرنا تھی سگریٹ میرے ہونٹوں میں دبی ہوئی تھی اور آدھی سے زیادہ جل چکی تھی اس کا گل بڑھ رہا تھا اور دھواں جیپ میں پھیلا ہوا تھا پھر دفعتاً میں نے برق رفتاری سے اپنا چہرہ جھکایا اور سگریٹ کا جلتا ہوا سرا ڈرائیور کی گردن پر رکھ دیا۔
ڈرائیور کے حلق سے ایک تیز آواز نکلی اور اس کے ساتھ ہی اس کا پیر بریک پر جا پڑا لیکن میرے لیے یہی موقع تھا ہاتھ تو پہلے ہی کھلے ہوئے تھے میرا ایک گھونسہ پستہ قامت کی پیشانی پر پڑا اور اس کے ساتھ ہی میں نے جیپ کے عقبی حصے میں چھلانگ لگا دی اس سے پہلے کہ وہ لوگ کچھ سمجھ سکیں میں نے جیپ کے ہڈ کا پچھلا حصہ پکڑا اور اب صرف ایک اور بھرپور چھلانگ لگانی تھی۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ پل کے نیچے جو دریا بہہ رہا ہے اور جس کی اندر کی گہرائی کتنی ہے وہ کتنی گہرائی ہے بس ایک اندھی چھلانگ تھی چنانچہ میں جیپ کے اوپر سے گزرتا ہوا پل کی ریلنگ پر پہنچا اور

پھر وہاں سے دریا کے پانی کی طرف گرنے لگا۔

تاہم ان میں سے کسی کو بھی اس بات کی توقع نہیں تھی کہ ایسا کوئی حادثہ ہو سکتا ہے اس لیے کوئی بھی اس کے لیے تیار نظر نہیں آتا تھا۔ یہ قدم اتنا خطرناک تھا کہ شاید وہ سوچ بھی اس کے بارے میں نہیں سوچ سکتے تھے۔ ان لوگوں کو اتنا بھی موقع نہیں مل سکا کہ مجھے گرفتار ہی کر دیتے۔ میں چند لمحوں تک ہوا میں کسی پتھر کی طرح نیچے گرتا رہا اور پھر میرا بدن پانی سے ٹکرایا۔ پانی سے ٹکراتے ہی میں ڈوبتا چلا گیا۔ میں جانتا تھا کہ تمام سپاہی اب تک اکٹھے ہو چکے ہوں گے۔ اور وہ سب پہاڑی سے اتر کر پل کے نزدیک آ رہے ہوں گے اس لیے پانی سے سر ابھارنا اس وقت موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا البتہ پورے لباس اور جوتے کی وجہ سے پانی کے اندر تیرنا بہت مشکل تھا لیکن دریا کے تیز بہاؤ نے میری یہ پریشانی تھوڑی دور کر دی۔

میں بہاؤ کے سہارے اپنے آپ کو چھوڑ کر تیزی سے دور تک بہتا چلا گیا۔ سانس گھٹنے کی وجہ سے سینے پر بوجھ محسوس ہو رہا تھا لیکن اس کے علاوہ کوئی اور ترکیب نہیں تھی کہ ان لوگوں کے چنگل سے دور نکل جاؤں۔

مجھے تیرتے ہوئے دو تین منٹ گزر گئے اور اس کے بعد ضروری ہو گیا کہ میں پانی کی سطح پر سر ابھاروں۔ چنانچہ ایک لمحے کے لیے میں نے پانی سے سر ابھارا اور عقب میں دیکھا۔ پتہ نہیں پل کتنی دور رہ گیا تھا کچھ اندازہ نہیں ہو رہا تھا لیکن یقینی طور پر دریا کی تیز رفتاری نے فاصلہ اتنا کر دیا تھا کہ اب پل پر سے مجھ پر گولیاں چلائی جاتیں تو مجھے ہلاک کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔

جوتوں میں پانی بھر گیا تھا لباس کی تمام جیبیں خالی ہو چکی تھیں اور بدن خاصا وزنی وزنی محسوس ہو رہا تھا۔ اس کے علاوہ یہ بھی تھا کہ میں کنارے کی جانب بڑھوں کیونکہ پانی کے تیز بہاؤ کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ وہ مجھے کہاں سے کہاں لے جائے گا۔

تاہم کوشش کے بغیر چارہ کار نہیں تھا۔ میں دریا کے تیز دھارے کو کاٹتا ہوا کنارے کی جانب بڑھنے لگا کافی دیر کے بعد میں کنارے تک پہنچ سکا کیونکہ ایک تیز پانی کو کاٹنا آسان کام نہیں تھا اس سلسلے میں مجھے بہت سخت محنت کرنا پڑی تھی۔

کنارہ پانی سے اتنا بلند تھا کہ اس تک ہاتھ نہیں پہنچ سکتے تھے۔ تاہم میں نے ہمت کر کے کنارے تک چڑھنے کی کوشش شروع کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں کنارے تک پہنچ گیا۔ بدن کچھ اس طرح تھکن سے چور ہو گیا تھا کہ مجھے محسوس ہوتا تھا کہ میں اپنے آپ کو حواس میں نہیں رکھ سکوں گا۔

کچھ عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی۔ دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ بہرطور میں زمین پر رخسار ٹکا کر آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔ ہوا کے تیز جھونکے میرے بدن سے ٹکرا رہے تھے اور کوشش کے باوجود پلکیں جڑی جا رہی تھیں یہاں تک کہ آنکھیں بند ہو گئیں اور میں دنیا سے بے خبر ہو گیا۔ یہ نیند نہیں بلکہ میں اسے بے ہوشی کہہ سکتا تھا کیونکہ نیند اس طرح نہیں آ جاتی۔ خطرات چاروں طرف منڈلا رہے تھے کسی بھی لمحے مجھے تلاش کرنے والے یہاں تک پہنچ سکتے تھے کوئی بات نہیں کہی جا سکتی تھی۔

بہرطور اب تو کچھ کہنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا یہ تمام چیزیں تو بے ہوشی میں آنے کے بعد سوچی تھیں پہلی ہوش مجھے دریا کے کنارے ہی آیا تھا۔ اچھا خاصا گھنا جنگل تھا۔ اطراف میں پرندوں کی چہچہاہٹ سنائی دے رہی تھی۔ سورج ابھی پوری طرح طلوع بھی نہیں ہوا تھا گویا رات گزر چکی تھی صبح کی روشنی نمودار ہو رہی تھی۔

میں ایک کراہ کے ساتھ اٹھ کر بیٹھ گیا اور اپنے اطراف کے ماحول کو دیکھنے لگا۔ اس بے ہوشی یا نیند نے کم از کم بدن سے وہ تھکن دور کر دی تھی جس نے مجھے رات کو نڈھال کر دیا تھا۔

دفعتاً ہی مجھے احساس ہوا کہ میرے آس پاس کوئی اور موجود ہے۔ یہ احساس ایک حسین خوشبو سے پیدا ہوا تھا اور یہ خوشبو یقیناً پھولوں کی نہیں تھی بلکہ عمدہ قسم کے سینٹ کی تھی۔ میں چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ تب ہی میری نگاہ ایک نازنین پر پڑی۔ بے حد حسین نازنین مجھ سے تقریباً دس پندرہ گز کے فاصلے پر ایک درخت سے ٹیک لگائے بیٹھی ہوئی تھی۔

گہرے سنہرے گھونگھریالے بال ان کے نیچے ایک سرخ و سپید حسین چہرہ جو کسی قسم کے میک اپ سے عاری تھا لیکن انتہائی روشن سا تھا۔ میں متعجبانہ انداز میں اسے دیکھنے لگا وہ بھی میری جانب ہی متوجہ تھی۔ اس اطمینان سے بیٹھی ہوئی تھی کہ مجھے ایک لمحے کے لیے حیرت ہوئی شاید وہ میرے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہی تھی لیکن یہ جنگل کی جا ہے کون اور یہاں اس خاموشی اور اطمینان کے ساتھ میرے نزدیک بیٹھی ہوئی کیوں ہے۔ میں نے سوچا۔ بھاری لگا جب ایک دوسرے کی آنکھوں میں الجھی ہوئی تھیں پھر وہ لڑکی اپنی جگہ سے اٹھی اور میرے نزدیک آ پہنچی۔

"ہیلو۔"

"ہیلو۔" میں نے بھی خوش مزاجی سے کہا۔

"کیسے مزاج ہیں؟"

"بہت اچھا محسوس کر رہا ہوں اپنے آپ کو ہلکی ہلکی ٹھنڈی

ہوائیں اور ان کے ساتھ ساتھ تمہارے بدن سے اٹھتی ہوئی یہ خوشبو۔ بس یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے الف لیلیٰ کی وادیوں میں گھوم رہا ہوں۔"

"یہ الف لیلیٰ کیا ہوتا ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"ہمارے یہاں ہوتا ہے۔ افسوس تمہارے یہاں نہیں۔"

میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"میں نے کہا نا الف لیلیٰ کا مطلب صرف الف لیلیٰ ہے اسے کوئی دوسرے معنی دینا اچھا نہیں لگے گا۔"

"اوہ۔ تمہارے سر میں کہیں چوٹ لگی ہے۔"

"ہاں۔ الف لیلیٰ کا تذکرہ نکالا ہے پاگل پن ہی محسوس ہوتا ہے لیکن ہم جانتے ہیں کہ وہ کیا ہے۔"

"بہت خوب۔ بہرطور میں تمہاری الف لیلیٰ سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتی۔"

"خود تمہاری الف لیلیٰ کیا ہے۔" میں نے سوال کیا اور لڑکی پھر الجھی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

میں اب پوری طرح سنبھل گیا تھا اس ویران مقام پر اس حسین لڑکی کی موجودگی عام بات نہیں ہو سکتی تھی چنانچہ سنبھل کر گفتگو کرنی چاہیے۔ اس کی الجھی ہوئی نگاہوں کے جواب میں میں نے اس سے کہا۔

"سوری۔ اور اصل میں یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ تم کون ہو؟ اور یہاں کیسے آ گئیں؟"

"بس یوں سمجھ لو میں آوارہ گرد ہوں اور احمق بھی ہوں شاید میرے اہل خانہ کا یہی خیال ہے۔ تفریح کرنے نکل آتی ہوں آج بھی بہت صبح اس وقت جب روشنی پھوٹی بھی نہیں تھی میں ادھر نکل آئی تھی شاید اس لیے کہ یہاں تم مل جاؤ گے۔"

وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اس کے قہقہے میں بہت حسن تھا۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ الہڑ سی قسم کی لڑکی معلوم ہوتی تھی۔ بہرطور اس کے باوجود میں یہ یقین کر سکتا تھا کہ اس کی آمد بے مقصد ہو، لیکن محتاط رہنا تھا۔ حالات میرے لیے جو راستے منتخب کر رہے تھے ان پر چلنے کے سوا اور چارہ کار تھا ہی کیا۔

"بہرطور میں تمہیں سورج کی پہلی کرن کہہ سکتا ہوں۔"

"اوہ۔ اگر دل چاہے تو کہہ لو مجھے کیا اعتراض ہو گا۔"

"ویسے نام پوچھ سکتا ہوں تمہارا۔؟"

"سورج کی پہلی کرن۔" اس نے جواب دیا۔

"ہمارے یہاں ایک نام کرن بھی ہوتا ہے۔ اگر تم مجھے اپنا
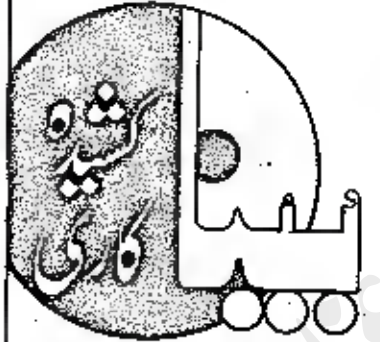
نام نہیں بتائیں گی تو میں تمہیں کرن کہہ کر پکاروں گا۔"

"بہت خوبصورت نام ہے۔ مجھے پسند ہے۔"

"ٹھیک ہے مس کرن۔ اب فرمائیے اس کے بعد کیا ہونا چاہیے۔"

"سب سے پہلے آپ اپنے جوتے اتار دیجئے بھیگ کر عجیب سی شکل اختیار کر گئے ہیں۔" لڑکی بولی۔

"اوہ۔ ہاں! واقعی۔" میں نے اپنے جوتوں کی طرف دیکھ کر کہا جن میں اب تک پانی بھرا ہوا تھا۔ میں نے آہستہ سے پوچھا۔

"اور کپڑوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"بس جوتوں ہی سے کام چل جائے گا کپڑے خشک ہو چکے ہیں۔" وہ ہنستی ہوئی بولی اور میں نے جوتے اتار کر ایک طرف اچھال دیے۔ اب میں ننگے پاؤں تھا۔

"اب آپ اسی طرح میری جیپ تک تشریف لے چلیے۔ جو تھوڑے فاصلے پر آپ کا انتظار کر رہی ہے۔"

"اچھا! آپ جیپ بھی رکھتی ہیں۔"

"ہاں! کیوں نہیں۔ ظاہر ہے اتنا فاصلہ پیدل تو طے نہیں کیا ہوگا میں نے۔"

"ٹھیک ہے مجھے انکار نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا ہوا اس جگہ پہنچ گیا جہاں پر ایک سفید رنگ کی خوبصورت جیپ کھڑی ہوئی تھی۔ لڑکی نے مجھے جیپ میں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور میں بلا جھجک کسی تردد کے بیٹھ گیا۔ اس کے علاوہ کوئی اور چارۂ کار بھی نہیں۔

جیپ اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ میں پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا ایک بار پھر میری آنکھیں بند ہونے لگیں۔ جسم اتنا دکھ رہا تھا یوں محسوس ہو رہا تھا کہ کسی نے مجھے مار مار کے ہڈی پسلی ایک کر دی ہو لیکن ذہن بیدار تھا اور یہ سوچ کر سکون ہو رہا تھا کہ کم از کم صورت حال تبدیل ہو گئی۔

"اب آپ سوتے ہی رہیں گے یا کچھ گفتگو بھی کریں گے۔"

"میں سوچ رہا ہوں کہ تمہارا شکریہ کیسے ادا کروں۔"

"بات چیت کر کے اپنے بارے میں بتا کر۔ میرا نام تو آپ نے کرن رکھ دیا۔ میں آپ کو کیا سمجھوں؟"

"سورج کہہ سکتی ہو۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ یہ زبردستی نہیں چلے گی۔"

"کیا مطلب؟"

"آپ نے ابھی مجھے سورج کی کرن کہا تھا گویا ایک خوبصورت نام دیا تھا مجھے لیکن مجھے اپنے بدن کا ایک حصہ بنا کر آپ نے اپنے آپ کو مجھ سے برتر کر لیا۔"

"ٹھیک! یہ کام تو صدیوں پہلے ہوا تھا۔ حضرت آدم نے بھی تو کیا تھا۔ عورت مرد کے بدن کا ایک حصہ ہی تو ہے۔"

"فلسفہ نہ بگھارو۔ نام بتاؤ اپنا۔"

"پارکر۔"

"اوہ۔ چلو۔ ٹھیک ہے۔ چل جائے گا۔"

جیپ ناہموار راستے پر سفر کر رہی تھی اور میں نہیں جانتا تھا کہ اس کا رخ کس طرف ہے لیکن اندازہ یہ تھا کہ ابھی ہم مضافات ہی میں ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک جھٹکے سے رک گئی۔

"آؤ۔ نیچے اترو۔" لڑکی کی آواز میری سماعت سے ٹکرائی میں اٹھ گیا۔

"یہاں کہاں مس کرن!" میں نے کہا لیکن اسی وقت کسی سیٹی کے بجنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں اور پھر کچھ انسانی قدموں کی آوازیں میرے کانوں سے ٹکرائیں اور اب میرے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ میں بچوں کی طرح کار کی پچھلی سیٹ پر پڑا رہوں۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا اس سے پہلے کہ میں لڑکی سے اس سلسلے میں سوال کرتا ایک مضبوط بدن کا درمیانی عمر کا آدمی ہمارے نزدیک پہنچ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کتے کی زنجیر تھی اور کتا اس سے زیادہ تیز رفتاری سے دوڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ جیپ کے نزدیک پہنچ گئے۔ اس شخص نے آتے ہی میری طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا اور میں نے لڑکی کی طرف دیکھا۔

"ہیلو ڈیڈی! یہ ایک پریشان حال آدمی ہیں۔ میں انہیں ازراہ ہمدردی یہاں لے آئی ہوں۔"

"پریشانی اس شخص کے چہرے ہی سے ٹپک رہی ہے لیکن کون ہے یہ؟"

"دریا کے کنارے اوندھے پڑے ہوئے تھے۔ میں نے سوچا کہ اتنی خوبصورت چیز دریا کے کنارے ضائع نہیں ہونی چاہیے اسے اپنے ساتھ لے آئی۔"

"تم فضول باتیں نہ کیا کرو۔" اس شخص نے پیار بھرے انداز میں کہا اور پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔

"تم! مسٹر تم! تمہارا لباس دیکھ کر واقعی یہ محسوس ہوتا ہے کہ تم دریا کے کنارے پڑے ہوئے۔"

"جی ہاں! فی الحال تو یہی کہا جا سکتا ہے۔"

"تو پھر آؤ میرے ساتھ، آؤ میں تمہیں صاف ستھرا کر دوں۔" اس نے کہا۔ کتے نے اب زور لگانا بند کر دیا تھا اور لڑکی کے قدموں میں لوٹ رہا تھا۔

صورت حال میرے لیے ناقابل فہم تھی اس جگہ میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا۔ جا بجا اونچی اونچی گھاس اگی ہوئی تھی جس کی دوسری طرف نہیں دیکھا جا سکتا تھا لیکن گھاس کے درمیان ہی ایک پگڈنڈی بنی ہوئی تھی۔ ہم لوگ اسی پگڈنڈی پر آگے بڑھنے لگے اور تھوڑے فاصلے پر مجھے ایک خوبصورت عمارت نظر آ گئی۔ لڑکی کے بارے میں ابھی تک کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ درمیانی عمر کا یہ شخص چہرے مہرے سے پڑھا لکھا آدمی معلوم ہوتا تھا ایک اچھے لباس میں ملبوس تھا۔ کتا بھی بہت خوبصورت اور مہذب سا لگتا تھا۔ ہم تینوں آگے بڑھتے ہوئے عمارت کے بالکل سامنے پہنچ گئے اور میں نے لڑکی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"مس کرن کم از کم یہ تو بتا دیجئے یہاں میں آپ کو کس نام سے مخاطب کروں۔"

"کرن۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔

"بہتر ہے۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور ہم عمارت کی سیڑھیاں طے کر کے اوپر پہنچ گئے۔ لڑکی نے معمر آدمی سے کہا۔

"انکل آپ چلیں میں ذرا ان کے لیے۔"

"نہیں۔ یہ کام میں کیے لیتا ہوں۔"

"نہیں۔ انکل پلیز آپ جائیے۔" لڑکی بولی اور معمر شخص نے ایک نگاہ اس کی طرف دیکھا پھر خاموشی سے کتے کی زنجیر کھینچتے ہوئے ایک سمت چل پڑا۔

"آؤ۔" لڑکی بولی اور میں اس کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ گیا۔ وہ ایک راہداری میں چلتی رہی تھی اور پھر ہم ایک ایسے کمرے میں پہنچ گئے جس کا دروازہ کھول کر لڑکی اندر داخل ہوئی تو میں نے اسے اچھا خاصا سجا ہوا پایا۔ لڑکی نے میری طرف دیکھ کر کہا۔

"وہ سامنے الماری ہے اس میں بہت سے لباس موجود ہیں شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو۔ کہ یہ سارے کے سارے لباس میرے انکل کے ہیں۔"

"کون انکل؟"

"یہی جن سے تم ملے تھے انکل جون۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"اوہ۔ یقیناً ان کی جوانی کے لباس یقیناً دلچسپ ہوں گے۔"

"ہاں۔ ان میں دلچسپی ضرور ہوگی کہ وہ تمہیں اس بھیگے ہوئے لباس سے نجات دلا دیں۔" اس نے کہا اور پھر دروازے کی طرف منہ کر کے بولی۔

"لباس تبدیل کر لو میں ابھی واپس آتی ہوں۔"

میں نے لاپرواہی سے شانے ہلائے اور اسے دروازے سے باہر نکلتے ہوئے دیکھتا رہا۔ جب وہ چلی گئی تو میں نے کپڑوں کی الماری کھولی اور اس میں سے ایک ایسا لباس منتخب کر لیا جو میرا جسم ڈھک سکتا تھا۔

بہرطور اس وقت بدن ڈھکنا ہی مقصود تھا۔ بھیگے کپڑوں سے نجات پا کر میں نے آئینے کے سامنے پہنچ کر اپنے بال وغیرہ سنوارے۔ عجیب سی شکل ہو گئی تھی۔ بہرطور تھوڑی دیر کے بعد میں ٹھیک ٹھاک ہو گیا۔ میں نے گیلے کپڑے ایک سمت ڈال دیے اور تھوڑے

ٹی مسلے پر پڑی ہوئی ایک آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔

چند لمحات گزرے تو ایک ملازمہ کافی کے برتن ہاتھ میں لیے ہوئے اندر آ گئی۔ اس نے کافی میرے سامنے رکھی اور میرے گیلے کپڑوں کو گھورتے ہوئے چلی گئی۔ میں نے اس سے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ آدھ کپ کافی پی جانے کے بعد اس کے گھونٹ لیتے ہوئے صورت حال پر غور کرنا شروع کر دیا۔

لڑکی اور معمر آدمی ابھی تک میری نگاہوں میں تھے جس انداز میں وہ مجھے گھر لائی تھی وہ خاصا تعجب خیز تھا لیکن میں کچھ گیا تھا کہ بات معمولی نہیں ہے۔ سوال ان لوگوں کا تھا کہ کیا چکر چل رہے ہیں ان کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں ہے۔

پھر طویل کافی دیر تک میں اس طرح بیٹھا رہا پھر دروازے پر آہٹ سنائی دی اور اس کے بعد وہ مسکراتی ہوئی اندر داخل ہو گئی۔

"ہیلو کرن۔" میں نے اسے دیکھ کر کہا۔ اس نے بھی لباس تبدیل کر لیا تھا۔

"چلو! ناشتہ تیار ہے تشریف لے چلیے۔"

"اوہ۔ بہت بہت شکریہ۔" میں نے جواب دیا اور اس کے ساتھ باہر نکل آیا وہ مجھے لے کر ناشتے کے کمرے میں پہنچ گئی میز پر معمر شخص کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

"میں تمہارا تعارف انکل جون سے کرا چکی ہوں لیکن عجیب بات ہے کہ انکل جون یقین کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ تم دریا کے کنارے آ گئے تھے۔"

"انکل جون اچھے دار آدمی ہیں۔" میں نے جواب دیا ناشتہ شروع ہوا ہی تھا کہ ایک ملازم اندر داخل ہوا اور اس نے جھک کر معمر آدمی سے کچھ کہا معمر آدمی نے آہستہ سے گردن ہلائی مقصد یہی تھا کہ بھیج دو۔

"کون تھا انکل؟" لڑکی نے سوال کیا لیکن اس سے قبل کہ انکل جون کوئی جواب دیتا ایک شخص اندر داخل ہو گیا اور اسے دیکھ کر میری آنکھیں شدت حیرت سے پھیل گئیں یہ ڈینگو تھا وہ اندر داخل ہوا اور مسکراتی ہوئی نگاہوں سے میری طرف دیکھنے لگا۔

"ہیلو! پاکر۔ کیسے ہو تم؟" میں حیرت سے منہ پھاڑے اسے دیکھ رہا تھا۔ ڈینگو کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"صبح کا ناشتہ بہت عمدہ نظر آ رہا ہے اس وقت تمہارا اس طرح دیکھنا مجھے کچھ اچھا نہیں لگ رہا۔"

میری نگاہ اس لڑکی کی طرف اٹھ گئی۔ وہ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ ڈینگو نے بڑی بے تکلفی سے ناشتے کی جانب ہاتھ بڑھا دیا اور پھر بولا۔

"باقی ساری باتیں بعد میں ہوں گی پہلے ناشتہ کیا جائے۔"

اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں خاموشی سے ناشتہ کروں۔ ڈینگو کو دیکھ کر اتنا اطمینان ہوا تھا کہ میں کم از کم ٹرولا کے کسی جال میں نہیں پھنسا ہوا ہوں یہ جو کچھ بھی معاملہ ہے ڈینگو کا ہی معلوم ہوتا ہے۔

غور کرنے سے ساری صورت حال خود بخود ذہن میں واضح ہوتی جا رہی تھی اور اب ڈینگو کے علاوہ کسے معلوم تھا کہ میں کہاں مل سکتا ہوں اور اس نے اس کے لیے اس لڑکی کو ہی استعمال کیا لیکن یہ لڑکی۔ میں نے تمام باتیں ذہن سے جھٹک دیں اور ناشتے میں مصروف ہو گیا۔

بوڑھے کے انداز سے بھی ایسا ہی لگ رہا تھا کہ ڈینگو کی آمد اس کے لیے تعجب خیز نہ ہو بلکہ وہ اس کا انتظار ہی کرتا رہا ہو۔ ہم ناشتے سے فارغ ہو گئے تو ڈینگو نے مجھ سے کہا۔

"آؤ۔ اب ذرا یہاں سے ہٹ کر تھوڑی دیر کسی جگہ بیٹھیں کیوں مسٹر جون آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا؟"

"نہیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" جون نے اس طرح کہا جیسے کہہ رہا ہو دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ کرن نے بھی اس سلسلے میں کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔

ڈینگو مجھے لیے ہوئے عمارت کے ایک الگ تھلگ کمرے میں پہنچ گیا اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور مجھے دیکھ کر مسکرانے لگا۔ اس وقت بھی اس کی آنکھوں میں وہی چمک لہرا رہی تھی جو میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا عجیب سی چمک تھی یہ ہونٹوں کی مسکراہٹ دوستانہ تھی۔

"کہو دوست! کیسے مزاج ہیں؟" اس نے بے تکلفی سے میرے کاندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہوں! لیکن تم مجھے حیران کرنے میں کامیاب ہو گئے۔"

"اس میں حیرانی کی کیا بات ہے؟" اس نے کہا۔

"تو پھر بہتر ہو گا کہ مجھے تمام تفصیلات خود بخود بتا دو۔" وہ ہنسنے لگا اس کے ہنسنے کے انداز سے زندہ دلی جھلک رہی تھی۔ پھر اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"تم سے مجھے اس پھرتی کی توقع نہیں تھی۔ بلاشبہ اس وقت تم نے بہترین کارنامہ انجام دیا اور ہماری بھی رہائی کے باعث بنے لیکن یہ بات میری ابھی تک سمجھ میں نہیں آئی کہ تمہارے ہاتھ کس طرح کھل گئے تھے۔"

"کوئی ایسی اہم بات نہیں تھی کہ جس کا سمجھنا زیادہ ضروری ہو۔"

"وہ پھر بھی تمہارے اس فن سے میں بے پناہ متاثر ہوا۔ جبکہ ہمیں اس سلسلے میں خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔"

میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"سیسل سے ملے۔"

"کون سیسل؟" میں نے سوال کیا۔

"ارے تم سیسل کو نہیں جانتے۔" وہ تعجب سے بولا۔

"ہاں۔ بھائی میرا تعارف آج تک کسی سیسل سے نہیں ہوا۔"

"وہ لڑکی! اس نے کیا نام بتایا ہے تمہیں اپنا۔"

"کون۔؟"

"ارے بھئی وہی جو تمہیں یہاں تک لائی ہے۔" ڈینگو بولا۔

"اوہ۔ اس نے مجھے اپنا کوئی نام نہیں بتایا البتہ میں اسے کرن کے نام سے مخاطب کرتا رہا ہوں۔"

"گڈ۔ کرن خوبصورت نام ہے۔ ویسے وہ سیسل ہے جانتے ہو وہ کون ہے؟"

"بدقسمتی سے نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"وہ میری بہن ہے۔" ڈینگو بولا اور اس بار میرے حیران ہونے کی باری تھی۔

"بہن؟" میں نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

"ہاں۔ ساری دنیا میں میرا اس کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔"

"اور یہ مسٹر جون؟" میں نے سوال کیا۔ یہ جان کر مجھے واقعی حیرت ہوئی تھی کہ کرن یا سیسل ڈینگو کی بہن ہے۔ بہرطور میری نگاہ بہرحال ڈینگو پر بھی رہی۔

"انکل جون! میرے والد کے دوست ہیں۔ انھوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ ہمارے ساتھ ہی گزارا ہے۔ جب میرے والد کا انتقال ہوا تو ہم دونوں بہن بھائی بہت چھوٹے تھے والد کی جائیداد بے پناہ تھی مرتے وقت انھوں نے اپنے دوست انکل جون کو ہمارا نگران مقرر کیا اور سب کچھ انھیں دے گئے۔ انھوں نے ہم دونوں کی پرورش کی اور بلاشبہ ایک باپ ہی کی طرح چاہتے رہے۔ ہم لوگ بھی انھیں بہت عزیز رکھتے ہیں۔"

"لیکن کیا انکل جون جانتے ہیں ڈینگو کہ سماج ان لوگوں میں تمہاری کیا حیثیت ہے؟"

"ہاں۔ وہ سب کچھ جانتے ہیں۔ دراصل معاملات کچھ ایسے الجھے ہوئے تھے کہ میں تمہیں کیا تفصیل بتاؤں۔ میرے والد کا تعلق ایک ایسے گروہ سے تھا جو خطرناک مقاصد رکھتا تھا۔ ٹرولا اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں تھا لیکن پھر خود ٹرولا سے ان کا تعلق قائم ہو گیا اور وہ لوگ ٹرولا کے جال میں پھنس گئے۔ میں نے اس سلسلے میں بھی کچھ معلومات حاصل نہیں کی تھیں لیکن بعد میں والد صاحب کے بارے میں جب یہ پتہ چلا کہ وہ ٹرولا کی پھیلائی ہوئی سازشوں کا شکار ہوئے ہیں تو میرے دل میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھی اور میں نے بھی وہی راستہ اپنا لیا لیکن میرے سینے میں ٹرولا کے خلاف انتقام کی آگ سلگ رہی ہے۔ مجھ سے تعلق رکھنے والے نہیں جانتے کہ انکل جون کا اور میرا کیا تعلق ہے یا یہ کہ سیسل میری بہن ہے میں ان معاملات کو ان لوگوں سے الگ ہی رکھتا ہوں اور یوں سمجھ لو یہاں جیسے چھپ کر آتا ہوں۔"

"اوہ۔ تعجب کی بات ہے۔"

"ہاں۔ شاید تم اس بات پر تعجب محسوس کر رہے ہو ویسے تمہیں یقیناً اس بات سے دلچسپی ہوگی کہ تم سیسل کے پہنچ جانے کے بارے میں معلوم کرو۔ سیسل بعض معاملات میں میری دست راست ہے تم دریا میں کود گئے تھے تمہارے ساتھ ہم تو تھے ہی اور پکے بھی ان لوگوں کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے اس کے بعد میرا ایک ہی کام باقی رہ گیا تھا تمہارے بارے میں معلومات حاصل کروں جو ممکن اس وقت ممکن نہیں تھی لیکن بعد میں میں نے اپنے ایک ذریعے سے یہ بات معلوم کر لی کہ تم ان لوگوں کے ہاتھ نہیں لگے۔ تیز رفتار دریا کا دھارا تمہیں کافی دور لے گیا تھا اس لیے وہ لوگ بھی تمہیں تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے اور میں نے اس سلسلے میں سیسل کا سہارا لیا بالآخر سیسل تمہیں تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئی کیونکہ وہ اس علاقے کے چپے چپے سے واقف ہے اور بس اس کے بعد کے حالات تمہارے علم میں ہیں۔" ڈینگو نے کہا اور خاموش ہو گیا تھا۔

میں کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا ڈینگو نے میرے ساتھ واقعی مہربانی کا سلوک کیا ہے کم از کم اس وقت میں اس سے انکار نہیں کر سکتا تھا لیکن اس کے جواب میں وہ کیا چاہتا ہے یہ بات میرے ذہن میں الجھی ہوئی تھی چند لمحات خاموش رہنے کے بعد میں نے اس سے کہا۔

"تمہارے اس احسان کو میں کبھی نہیں بھول سکوں گا مسٹر ڈینگو لیکن مجھے بتاؤ اب مجھے تمہارے لیے کیا کرنا چاہیے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے مسٹر پاکر کیا میں نے تمہیں اس لیے بچایا ہے کہ تم میرا کوئی کام انجام دو۔ نہیں مسٹر پاکر ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں بہرحال اس شخص سے دلچسپی رکھتا ہوں جو ٹرولا کا دشمن ہے اور اس کی وجہ اب تم بخوبی جان چکے ہو۔"

"ہاں مسٹر ڈینگو۔ لیکن پھر بھی میں تم سے ٹرولا کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں گا۔"

ایران کے بادشاہ نوشیرواں نے اپنے ایک عقلمند وزیر سے ناراض ہو کے اسے قید میں ڈال دیا۔ کسی کو قیدی کے قریب جانے یا اس کی مدد کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ کچھ عرصے بعد قیدی کے ایک عزیز نے ہمت کی۔ وہ روزانہ قیدی کے لیے کھانے پینے کی چیزیں لے کر جانے لگا۔ بادشاہ کو اطلاع ملی تو اس نے وزیر کو طلب کر کے سوال کیا۔ باوجود قید کے تم مطمئن ہو ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ وزیر نے جواب دیا۔ عالی جاہ! آپ سے پہلے بھی ... ہے۔ اس کے متعلق میں ... نہیں رکھتی۔ بادشاہ نے پوچھا: ... ہے۔ وزیر نے جواب دیا: ... کے مقابلے میں ... ہیں۔

خیمہ دینے والوں ہی نے اسے نصب کرنے کے لیے مناسب جگہ منتخب کر دی تھی۔ چنانچہ ہم خیمے میں فروکش ہو گئے چنانچہ کچھ گزر جانے کے بعد بیرن نے حسب معمول سنجیدگی سے کہا۔

"جگہ واقعی اچھی ہے۔"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ "اطراف میں بکھرے ہوئے لوگ زندہ دل نظر آتے ہیں۔"

"زندگی یہاں آوارہ گردوں میں زندگی کہاں ہے بیرن؟"

"نہیں۔ یا ہی ان کی زندگی اس وقت تک مسوئی رہتی جب تک ان کے دماغ نشے سے خالی ہوں۔"

"یہ بھی کوئی زندگی ہے جو خود کو بھلا کر حاصل کی جائے۔"

"زندگی تو خود کو بھول جانے ہی کا نام ہے جیف! ورنہ اگر ہوش و حواس کی دنیا میں رہو تو پھر دکھوں کے سوا اور کچھ نہیں ملتا۔"

"فلسفے میں ڈوبے ہوئے معلوم ہوتے ہو۔"

"شاید۔" اس نے جواب دیا اور پھر ایک دم ہنس پڑا۔

"کن چکروں میں پڑ گئے جیف اطراف میں دیکھو بڑی اچھی اچھی شکلیں نظر آ رہی ہیں تجھے کیا انہیں حسین لڑکیوں سے دلچسپی نہیں ہے۔"

"نہیں۔ بیرن جس انداز میں تم ان پر تبصرہ کر رہے ہو اس انداز میں نہیں ہے۔"

"مجھے بھی نہیں ہے لیکن اس کے باوجود میں دیکھنا ہوں کہ انھیں چہرے زندگی پر اچھے تاثرات چھوڑتے ہیں۔"

"شاید۔ ویسے ہمارے پڑوسی خیمے بھی برے نہیں ہیں۔"

"ہاں۔ شاید۔" میں نے جواب دیا اور بیرن ہنسنے لگا پھر کافی دیر ہم خیمے میں رہے اور اس وقت باہر نکلے جب باہر کسی قدر شور کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ عجیب سا شور تھا باہر نکل کر ہم نے دیکھا آواز پڑوس کے ایک خیمے سے آ رہی تھی۔

ہمارے علاوہ شاید کوئی اور اس طرف متوجہ نہیں ہوا تھا ہم نے ان سب آوازوں کو سنا۔ وہ لڑکیوں کی آوازیں تھیں۔ دونوں کسی قدر چیخ رہی تھیں۔ بیرن نے مجھے متحیرانہ انداز میں دیکھا۔ ابھی تھوڑی دیر قبل اس نے چرس بھری ایک سگریٹ پی تھی اس لیے اس وقت اس کا دماغ روشن تھا چنانچہ وہ آہستہ سے بولا۔

"جیف! میرا خیال ہے ہمیں ان مظلوم لڑکیوں کی مدد کرنی چاہیے۔"

"مگر ان پر ظلم کیا ہو رہا ہے یہ تو پتا چلے!" میں نے کہا اور ہم دونوں اندر پہنچ گئے۔ دونوں لڑکیاں ایک بوڑھے آدمی کو سنبھالے ہوئے تھیں۔ بوڑھا آدمی ایک پاؤں پر کھڑا ہوا غصیلے انداز میں کچھ کہہ رہا تھا۔

"وہ ایک ظالم شخص ہے روم اس کی وجہ سے تباہ ہو جائے گا۔ میں روم کی تباہی نہیں چاہتا بہتر یہ ہے کہ ہمیں وقت سے پہلے اس کا بندوبست کر لینا چاہیے۔"

"اوہ۔ پاپا۔ پلیز پاپا۔" دونوں لڑکیاں طویل القامت بوڑھے کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر روکنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"میں نہیں رک سکتا۔ میں نہیں رک سکتا روم نیرو کی ملکیت نہیں ہے اسے کوئی حق نہیں ہے کہ وہ روم کو جلا کر خاکستر کر دے۔ ہمیں کچھ کرنا پڑے گا۔ ہم اب نہیں رک سکتے۔ یہ سرزمین میری ہے یہ سرزمین میری ہے۔"

"جیف!" بیرن نے آہستہ سے کہا۔

"بوڑھا جذباتی ہو گیا ہے میرا خیال ہے ہمیں اس کی مدد کرنی چاہیے۔"

"ہوں۔ آؤ دیکھیں لڑکیوں کو کافی پریشانی اٹھانی پڑ رہی ہے۔ انسانیت کا تقاضا ہے کہ ہم ان کی مدد کریں۔"

"ہاں جیف۔ انسانیت کا اس سے بڑا تقاضا اور کیا ہو سکتا ہے۔" بیرن بولا اور ہم آہستہ آہستہ آگے بڑھ گئے۔

"ہاں کیا بات ہے۔ نیرو کے حاشیہ بردار کیا تم میری گرفتاری کا منصوبہ بنا کر یہاں پہنچے ہو لیکن یہ ممکن نہیں ہے نیرو ایک ظالم حکمران ہے ظلم کی تاریخ میں اس کا نام سرفہرست

ہوگا۔"

"نہیں۔ مسٹر سرفہرست اس کا نام نہیں ہوگا۔" بیرن نے آگے بڑھ کر کہا۔

"ہوگا۔ یہ فہرست میں ثبت رہے گا۔"

"میں تمہارا قلم چھین کر بھاگ جاؤں گا۔" بیرن نے آہستہ سے کہا اور بوڑھا اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا۔

"قلم! ارے میرا قلم کہاں گیا۔ لڑکیو نہایت نامعقول ہو تم میرا قلم لے گئیں تو میں تاریخ لکھنا چاہتا ہوں۔"

"ہرگز نہیں۔ بالکل نہیں لاؤ میرا قلم۔" بیرن پر بھی شاید نشہ کچھ زیادہ ہی اثر کر گیا تھا۔

"سنو! نیرو کو شکست دینا کچھ آسان نہیں ہے لیکن میں اسے قلم سے مار دوں گا۔"

"کمال ہے! بھلا قلم سے اسے کیا چوٹ لگے گی۔" بیرن بولا۔

"لگے گی کیسے نہیں۔ اگر تم قلم میرے ہاتھ میں دے دو تو میں تمہیں بتاؤں۔"

"نہیں ہرگز نہیں۔ میں قلم تمہارے ہاتھ میں نہیں دے سکتا۔" بیرن بولا اس کا ڈٹ ہو جانا بڑا تعجب خیز تھا کیونکہ مجھے اس بات کی توقع نہیں تھی کہ وہ بھی ایک دم بہک جائے گا۔ دونوں لڑکیاں سنجیدہ ہو گئی تھیں اور اب وہ بیرن کو گھور رہی تھیں ایک نے میری طرف بھی دیکھا۔

"سنا تم نے جاؤ واپس جاؤ نیرو سے کہہ دو کہ روم اس کے باپ کی ملکیت نہیں ہے۔"

"تو پھر کس کے باپ کی ملکیت ہے۔" بیرن بولا۔

"ارے تم میرے باپ کو نہیں جانتے۔" بوڑھے نے تعجب سے کہا۔

"ہاں۔ ٹھیک ہے ٹھیک ہے جانتا ہوں تمہارے باپ کو لیکن روم اس کی ملکیت بھی نہیں ہے۔" بیرن نے کہا۔

"اوہ۔ بیرن! ہوش میں آؤ۔ کیا فضول بکواس لگا رکھی ہے تم نے۔" میں نے اسے ڈانٹا۔

"نہیں جیف! یہ نیرو کو برا کہہ رہا ہے آپ خود سوچیں نیرو زیرو۔ تم دونوں میں کیا فرق ہے۔"

"آپ لوگ آپ لوگ کون ہیں۔" اس لڑکی نے سہمی ہوئی نگاہوں سے ہمیں گھورتے ہوئے کہا۔

"ہم روم نہیں جلانے دیں گے یہ فیصلہ کر کے آئے ہیں ہم۔" بیرن بولا اور دفعتاً بوڑھا چونک پڑا۔

"تو میں اور کیا کہہ رہا ہوں کوئی جلا کر دکھائے روم کو۔ اسے لڑکی تمام ماچسیں چھپا دو۔" بوڑھے نے کہا اور لڑکیاں پریشانی سے بوڑھے کو دیکھنے لگیں۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"کیا آپ بھی نشے میں ہیں جناب۔"

"شاید۔ ہمیں کچھ نشے ہی میں ہوں لیکن یہ قصہ کیا ہے۔"

"اوہ۔ آپ پاپا کی حالت دیکھ رہے ہیں اگر شراب میں کسی قسم کی ملاوٹ ہو تو پاپا کا یہی حال ہو جاتا ہے۔ کہیں سے غلط مل گئی ہے۔" لڑکی پریشانی سے بولی۔

"اور اگر خالص پیتے ہیں تب۔" میں نے پوچھا۔

"کبھی نشہ نہیں ہوتا۔"

"کمال ہے۔" میں نے شانے اچکائے۔

"آپ کے ساتھی بھی شاید غلط شراب پی گئے ہیں دونوں مل کر ہنگامہ نہ شروع کر دیں۔ براہ کرم پاپا کو سنبھالیے ہماری مدد کیجیے۔" ان میں سے ایک لڑکی نے کہا۔

"مگر ان پر نیرو کا بھوت کیوں سوار ہو گیا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"یہ بہت بڑے تاریخ دان ہیں۔ پینے کے دوران روم کی تاریخ پڑھ رہے تھے۔"

"بہت خوب! لیکن خطرناک تو نہیں ہے۔"

"نہیں۔ ہاتھا پائی نہیں کرتے۔ آپ کوشش کر کے دیکھیے۔" لڑکی نے کہا اور میں نے بیرن کو آواز دی تب بوڑھے نے چونک کر میری طرف دیکھا اور پھر بولا۔

"اوہ۔ جاسوس۔ جاسوس نمبر ا۔ یقیناً یہ اتحادی جاسوس ہے۔ کرنل اسے پکڑ لو یہ اتحادی جاسوس ہے!" اس نے بیرن سے کہا اور پھر اپنی کمر پھیر کر بولا۔

"ارے میری اسٹک کہاں گئی۔ ارے ارے۔"

"وہ کھڑا تو ہے۔" بیرن نے ایک لڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہا اور میرے ہونٹوں پر ـــــ بے ساختہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ لڑکی نے بھی اس کا یہ جملہ سن لیا تھا لیکن ان پر کوئی رد عمل نہیں ہوا۔

"ارے سامنے پکڑو یہ جاسوس ہمارے فوجیوں کے راز لیے جا رہا ہے" بوڑھا دھاڑا اور پھنسی آواز میں بولا۔

"میں اسے گرفتار کر کے آپ کی چھاؤنی لیے چلتا ہوں جنرل۔ آپ بے فکر رہیں۔"

"ہاں۔ شاباش ہوشیاری سے حملہ نہ کر دے۔ شاباش۔" بوڑھا خود بستر سے ہٹنے لگا اور بیرن میرے پاس پہنچ گیا۔

"آؤ جیف! اب گرفتار ہو جاؤ عمدہ موقع ہے۔" اس نے ایک آنکھ دبا کر کہا اور میری کمر سے ہاتھ لگا دیے۔

"خبردار! چلو! پیدل چلو!" اس نے کہا اور میں آگے بڑھنے لگا۔ بوڑھا ہم دونوں کے پیچھے تھا اور اس کے پیچھے لڑکیاں۔ چونکہ اس دوران وہ خیمے کے دروازے سے باہر نکل آیا تھا اس لیے ہم اندر ہی ہمارے دیکھنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔

خیمہ خاصا کشادہ اور عمدہ سامان سے آراستہ تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اچھی حیثیت کے مالک ہیں۔ بوڑھا ہمارے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ اب وہ گہری نگاہوں سے مجھے گھور رہا تھا پھر اس نے ہیرن کو مخاطب کر کے کہا۔

"ارے۔ تم کون ہو...؟"

"دوم کے وفاداروں میں سے ایک ہوں۔"

"دوم۔ یہ دوم کہاں سے آ گھسا ہمارے درمیان؟"

"تو کون پھر؟" ہیرن نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"اوہ۔ تمہارا تعلق دوم سے ہے۔ ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہے بہرطور ہم اس شخص سے اتحادی فوجوں کے بارے میں معلوم کریں گے۔"

"تو کیا اب آپ کا تعلق جرمنی سے ہو گیا ہے۔"

"تعلق! ہم جرمنی میں پیدا ہوئے۔ ہماری وہیں پرورش ہوئی۔ لیکن تم شاید نہیں جانتے ہم ہٹلر کے نواسے ہیں۔" بوڑھے نے جواب دیا۔

"جھوٹ بولتے ہو تم ہٹلر کا کوئی نواسہ نہیں تھا۔"

"ابے تم خود جھوٹے۔ جب چنگیز خان کا پوتا ہو سکتا ہے تو ہٹلر کا نواسہ کیوں نہیں ہو سکتا!" بوڑھے نے ہیرن کو گھونسا دکھاتے ہوئے کہا اور ہیرن کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ "ہاں یہ تو سچ ہے ہٹلر کا پوتا ضرور تھا چنگیز خان کا نواسہ کیوں نہیں ہو سکتا۔" میں نے تعجب سے ہیرن کی طرف دیکھا میرا خیال تھا وہ بھی حیران کر رہا ہے لیکن ہیرن بھی شاید کھسک ہی گیا تھا۔

بہر حال اس صورت حال نے تھوڑی دیر کے لیے ذہن سے اداسی اور پریشانی کی گرد صاف کر دی تھی اور مجھے اس گفتگو میں لطف آ رہا تھا۔ بوڑھے نے ایک طرف بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اے گرفتار شدہ قیدی۔ تم ہمیں اتحادی فوجوں کے راز بتاؤ۔ تمہاری زندگی صرف اسی میں چھپی ہوئی ہے کہ تم اتحادی فوجوں کے بارے میں تفصیلات مجھے بتا دو۔"

"پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو۔" ہیرن بولا۔

"اتحادی فوجیں کہاں ہیں؟"

"اس وقت کسی شاپنگ سینٹر میں شاپنگ کر رہی ہیں" ہیرن نے جواب دیا۔

"اوہ۔ کیا غضب کر رہی ہیں؟"

"غالباً فیشن کا سامان؟"

"گڈ۔ گڈ۔ پوائنٹ نوٹ کیا جائے۔ اس فیشن کے سامان میں اتحادی فوجیں جرمنی کے خلاف کیا کرنا چاہتی ہیں" بوڑھے نے کہا۔

"پاپا! براہ کرم ہوش میں آئیں کیا تماشہ بنا رکھا ہے آپ نے؟" ان میں سے ایک لڑکی نے کہا۔

"خاموش! خاموش۔ مفید معلومات حاصل ہو رہی ہیں!" بوڑھے نے کہا اور پھر ہیرن کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

"ہاں۔ بقیہ رپورٹ جواب دو۔"

"پلیز آپ لوگ! آپ لوگ پاپا کا مذاق مت بنائیں۔ براہ راست ہم سے بولیں" اور پھر دوسری لڑکی کی طرف رخ کر کے بولی۔

"تم پاپا کو اور پلاؤ ان کا سو جانا بہتر ہے۔"

"اگر وہ سو گئے تو پھر باقاعدہ یا تو خبر ہو جائیں گے یا اتحادی فوجوں کا تیا پانچا کر کے رکھ دیں گے!"

دوسری لڑکی نے کہا اور ہنس پڑی۔

"تم ہنس رہی ہو؟" پہلی نے ملامت آمیز انداز میں کہا۔

"کیوں نہ ہنسوں پاپا خود اپنا تماشہ بنوا رہے ہیں۔"

"تم سب جہنم میں جاؤ" پہلی لڑکی نے کہا اور پیر پٹختی ہوئی باہر نکل گئی۔ ہیرن خاموشی سے اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔ میں چند ساعت رکا پھر میں بھی باہر نکل آیا تھا۔ اپنے عقب میں، میں نے بوڑھے کی بھرائی آواز سنی تھی۔

"وہ اتحادی جاسوس فرار ہو گیا۔ کیا تم اسے پکڑو گے نہیں نوجوان؟"

"نہیں، میں کیونکہ دھوکے کا قائل نہیں ہوں" ہیرن کی بھرائی آواز بھی سنائی دی تھی۔

بہر حال میں وہاں نہیں رکا اور وہاں سے باہر نکل آیا۔ تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ دفعتاً عقب سے آواز آئی وہی لڑکی مجھے مخاطب کر رہی تھی۔

"جی فرمائیے؟" میں نے پوچھا۔

"آپ آئیے۔ میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"فرمائیے۔"

"کیا آپ اس طرف نہیں گئے؟" لڑکی بولی۔ اس کا اشارہ ایک پتھر کی طرف تھا جو وہیں پڑا ہوا تھا۔ میں خاموشی سے اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں پتھر پر بیٹھ گئے تھے۔

"وہ میرے پاپا" لڑکی نے کہا۔

"یقیناً ہیں۔"

"یہ ان کی کمزوری ہے کہ بعض اوقات بہک جاتے ہیں لیکن کسی بہکے ہوئے آدمی کو تفریح کا ذریعہ بنانا کہاں کی شرافت ہے۔"

"واقعی آپ کے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہو گی لیکن آپ نے دیکھا ہو گا کہ میں اس میں شریک نہیں تھا میرا ساتھی لگے ہی تھا!"

"ہاں۔ اور میری بہن بھی بہت بدتمیز ہے شریر اور کھلنڈری۔ ہر چیز میں دلچسپی لیتی ہے خواہ وہ کتنی سنجیدہ کیوں نہ ہو۔"

"بہرطور میں اپنے ساتھی کو روک سکتا ہوں۔"

"نہیں چھوڑیے۔ پاپا خود بھی تو تماشہ بن جاتے ہیں۔" اس نے نرم لہجے میں کہا اور میں اسے دیکھنے لگا۔

"پھر جیسے آپ کی مرضی۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"آپ کا خیمہ کہاں ہے؟" اس نے پوچھا۔

"آپ کے بالکل سامنے۔ وہ اس طرف۔"

"اوہ۔ تب تو آپ ہمارے پڑوسی ہوئے" وہ مسکرائی۔

"ہاں۔"

"اور کون ہے آپ کے خیمے میں؟"

"بس ہم دو لوگ ہی ہیں۔"

"وہ آپ کا دوست ہے!"

"ہاں۔"

"کیا نام ہے آپ کا؟" لڑکی اب کھل گئی تھی اور کسی حد تک بے تکلف ہو گئی تھی۔

"پارکو" میں نے جواب دیا۔

"اور آپ کے ساتھی کا؟"

"اس کا نام ہیرن ہے۔ ویسے اپنے الٹے سیدھے نام بتاتا رہتا ہے اسے جنون ہے۔"

"عجیب آدمی ہے مگر مجھے پاپا کا مذاق اڑانے والے بالکل پسند نہیں۔ آپ نے میری بہن کا نام سنا ہے، ٹینی مارکوس اور میرا نام لوجینی مارکوس ہے۔" لڑکی نے بتایا۔

"آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی مس لوجینی ویسے آپ کے پاپا کی یہ حالت کب سے ہے؟"

"بس۔ بس پاپا کو نجانے کیا ہو گیا ہے عام حالات میں وہ اچھے خاصے آدمی ہیں لیکن بس بہک جاتے ہیں اب میں کیا کہوں ان سے۔"

"بڑی خوشی ہوئی آپ لوگوں سے مل کر۔" میں نے کہا۔

"شکریہ۔ ویسے آپ اپنے ساتھی کی نسبت زیادہ با اخلاق ہیں۔"

"لیکن آپ لوگ اس کیمپنگ میدان آوارہ گردوں کے ساتھ یہاں آپ لوگ کیا کر رہے ہیں؟"

"تفریح۔ بہرطور تفریح۔ ہم سیاحت کے لیے نکلے ہوئے ہیں۔"

"خوب۔ بہرطور آپ سے مل کر خوشی ہوئی مس لوجینی۔"

"آپ سے تو ملاقات ہوتی رہے گی۔"

"کیوں نہیں بشرطیکہ آپ پسند کریں۔"

"نہیں آپ کے بارے میں، میں کہہ چکی ہوں کہ آپ مجھے پسند آئے ہیں نرم مزاج اور خوش اخلاق لوگ مجھے بہت متاثر کرتے ہیں۔" میں خاموشی سے گردن ہلانے لگا۔ دفعتاً وہ بولی۔

"آپ شادی شدہ ہیں مسٹر پارکو؟"

"نہیں۔"

"اور آپ کا ساتھی؟"

"میرا خیال ہے وہ بھی شادی شدہ نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"آپ نے کہاں کہاں کی سیاحت کی...؟"

"مختلف جگہوں کی" میں اسے اپنی تفریحات کے بارے میں بتانے لگا اور پھر میں نے اسے اپنے خیمے میں چلنے کی پیشکش کی وہ بے تکلفی سے اٹھ کر میرے خیمے میں آ گئی تھی۔ یہاں بھی ہم لوگ کافی دیر تک باتیں کرتے رہے اور اس کے بعد جب لوجینی نے مجھ سے اجازت مانگی تو میں اٹھ کر اس کے ساتھ باہر نکل آیا خیمے کے عین سامنے ہیرن، ٹینی کے ساتھ نظر آ رہا تھا ان کا رخ خیمے ہی کی جانب تھا۔ ہمیں دیکھ کر وہ دونوں ٹھٹک گئے اور پھر ٹینی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیجیے ادھر بھی وہی کیفیت ہے۔" وہ ہمارے نزدیک پہنچ گئے۔

"عجیب۔ یہ لڑکیاں تو بہت دلچسپ ہیں اور ان کے پاپا وہ تو انتہائی نفیس آدمی ہیں۔ ٹینی نے میری دوستی قبول کر لی ہے اور مجھے خوشی ہے کہ لوجینی تمہارے ساتھ ہے اب مسٹر پارکوس آؤ اب کے فٹ میں بتانے کب تک سوتے رہیں گے جناب ہم نے طے کیا ہے کہ یہاں سے نکل کر اطراف کی سیر کی جائے — سان انتونیو کے اس علاقے میں خاصی خوبصورت آبادیاں ہیں" میں نے لوجینی کی طرف دیکھا اور وہ گردن ہلا کر مسکرا دی۔

"کوئی حرج نہیں ہے اس میں جناب ہم ان علاقوں کی

سبز کو مل پڑے اس چھوٹی سی آبادی کی خصوصیت اس کے دیدہ زیب مکانات تھے پر سکون اور پھولوں سے لدے ہوئے ان مکانوں کی طرزِ تعمیر انتہائی خوبصورت تھا تقریباً سب ہی کے سامنے چھوٹے چھوٹے احاطوں میں باغیچے لگے ہوئے تھے۔ آبادی کے بیچوں بیچ ایک چھوٹی سی پر سکون ندی بہہ رہی تھی جس پر لوہے کی سلاخوں کے خوبصورت پل بنے ہوئے تھے پلوں کے ساتھ پانی کی سطح کے قریب پن چکیاں رواں تھیں۔ جہاں قصبے کی آبادی ختم ہوتی تھی وہاں سے جو کے کھیت شروع ہو جاتے تھے اور کھیتوں سے پرے پہاڑی سلسلے نظر آ رہے تھے جن کی چوٹیوں پر نیلگوں مائل برف بھی پھیلی ہوئی تھی۔

ہم کھیتوں کے درمیان ایک تنگ سی پگڈنڈی سے گزرنے لگے بڑے مزے سے دونوں لڑکیاں بہت خوش نظر آ رہی تھیں۔ ہمارے درمیان خاصی بے تکلفی ہو گئی تھی اور ہم اس طرح آپس میں گھل مل گئے تھے جیسے صدیوں کے ساتھی ہوں۔ لوجین نے آہستہ سے کہا۔

"یار کو کیا تم نے پہلے یہ علاقہ نہیں دیکھا؟"

"نہیں اس سے پہلے میں اس طرف نہیں آیا۔"

"یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک خوبصورت نہر ہے جو اس پر سکون ندی سے نکالی گئی ہے اس طرف کا علاقہ بے حد خوبصورت ہے آؤ اس طرف چلتے ہیں۔" میں نے خاموشی سے اس کی اس خواہش پر عمل کیا اور ہم لوگ آگے بڑھ گئے۔ بیرن اور شینی اب ہم سے کافی دور چلے گئے تھے بلکہ شاید انہوں نے جان بوجھ کر رخ بدل لیا تھا۔

نہر کے دوسرے کنارے پر کافی دور تک مٹی کا پشتہ پھیلا ہوا تھا دفعتاً اس پشتے کے عقب سے ہم نے دو آدمی برآمد ہوتے ہوئے دیکھے وہ آپس میں باتیں کرتے ہوئے پشتے پر چڑھ آئے پھر نہر کی طرف اترنے لگے ان کا رخ ہماری ہی جانب تھا پھر جب ان کی نگاہ ہم پر پڑی تو وہ ٹھٹک گئے فاصلہ کافی تھا۔

لیکن میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ انہوں نے ایک دوسرے کو کوئی اشارہ کیا تھا یہاں اطراف میں زیادہ لوگ موجود نہیں تھے اس لیے مجھے ان کی یہ اشارہ بازی عجیب سی لگی میں نے بغور انہیں دیکھا ان میں سے ایک تو اچھے خاصے قد و قامت کا آدمی معلوم ہوتا تھا اور دوسرا کسی قدر پستہ قد تھا۔

پستہ قد آدمی لمبے آدمی کی نسبت زیادہ مضبوط معلوم ہوتا تھا اس کا بدن گینڈے ہی کی طرح پھیلا ہوا تھا اس نے اپنی جیکٹ کی آستین چڑھا رکھی تھی اس کے بال شانوں سے نیچے بکھرے ہوئے تھے داڑھی بھی تھی جو ٹھوڑی سے شروع ہو کر خاصے نیچے تک گئی تھی اور اس کے بال گھونگریالے تھے۔

دوسرا دراز قد آدمی ذرا بہتر لباس میں تھا اس کی مونچھیں بہت چھدری چھدری تھیں چند لمحات وہ ہماری طرف دیکھتے رہے پھر آہستہ آہستہ ہماری طرف بڑھنے لگے لوجین کو بھی شاید اس بات کا احساس ہو گیا تھا کہ وہ ہماری طرف آ رہے ہیں چند لمحات کے بعد وہ ہم سے چند گز کے فاصلے پر پہنچ کر رک گئے۔

وہ دونوں میری طرف نہیں دیکھ رہے تھے بلکہ ان کا رخ لوجین کی طرف تھا اور ان کی آنکھوں میں بڑی گندگی نمایاں تھی۔

"ہیلو، ان میں سے ایک نے مکروہ لہجے میں کہا۔ لوجین بدحواس سی ہو کر مجھے دیکھنے لگی تھی۔

"ہیلو، میں نے آگے بڑھ کر کہا۔ لیکن اس شخص نے میری طرف دیکھے بغیر۔ مجھے ہاتھ سے پیچھے ہٹانے کی کوشش کی لیکن وہ مجھے اپنی جگہ سے ہلانے میں ناکام رہا تھا۔

تب وہ چونک پڑا۔ اور اس کا رخ بدل گیا۔

"کون ہے یہ تمہارا؟" اس نے کہا۔

"میری نہیں تمہاری ہے۔" میں نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔

"او وہ عقل آ گئی تمہیں۔"

"یہ نہیں پوچھا تم نے کہ یہ تمہاری کیا ہے؟"

"کیا ہے۔؟" اس نے سرسری کہا

"موت" میں نے جواب دیا۔

"غلط۔ موت اتنی خوبصورت نہیں ہوتی۔"

"اندازہ لگانا چاہتے ہو؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ اس نے کہا۔ لیکن جملہ پورا ہونے سے پہلے میں نے اس کے جبڑے پر گھونسہ رسید کر دیا تھا۔ اور یہ گھونسہ میں نے اس کے تن و توش کا اندازہ رکھتے ہوئے مارا تھا۔

وہ اچھل کر پیچھے جا پڑا۔ اس کے ساتھی نے پھرتی سے چاقو نکال لیا تھا لوجین کی چیخ نکل گئی۔ میں سنبھل کر پلٹا اور اب اس کے سوا چارہ کار نہیں تھا کہ میں باقاعدہ ان سے لڑوں۔

راجہ نواز اضطراب بھی کوئی مد نہیں تھا قدرت کے پیار نے اسے نڈھال کر دیا تھا۔ ورنہ اب بھی اس کے نفس میں مچھلیاں کوندتی تھیں۔ آج بھی وہ چیتے کی مانند جنگ کر سکتا تھا۔

میں نے ان دونوں کی پٹائی شروع کر دی۔ چاقو والے نے مجھ پر وار کیا میں نے اس کی کلائی پر ہاتھ ڈال کر اسے الٹ دیا اور پھر اس کی کمر پر ایک زوردار لات رسید کی کہ وہ اچھل کر دور تک قلابازیاں کھاتا چلا گیا اسی دوران دوسرا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ لیکن اسے امید نہیں تھی شاید کہ میں اتنی پھرتی سے اسے دوبارہ زمین چٹا دوں گا۔ میں نے پوری توجہ اس شخص پر مرکوز کر دی اور مار مار کر اس کا حلیہ خراب کر دیا۔

لوجین حیرت سے منہ پھاڑے میری ان کوششوں کو دیکھ رہی تھی۔ اور جب تھوڑی دیر کے بعد میں نے انہیں ناکارہ کر دیا اور وہ لڑکھڑاتے ہوئے لڑکھڑاتے ہوئے وہاں سے فرار ہو گئے تو لوجین آہستہ آہستہ چل کر میرے نزدیک پہنچ گئی اس کی آنکھوں میں تشکر کے جذبات تھے اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارا یہ خاور روپ بھی میرے لیے تعجب خیز ہے۔"

"خاور روپ؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"عام حالات میں تم ایک نرم و نازک سے انسان نظر آتے تھے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم اس طرح دو خطرناک آدمیوں کے لیے مصیبت بن جاؤ گے۔"

"لوجین تم میری ساتھی ہو۔ مجھ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ میں تمہارا تحفظ کروں۔"

"آہ۔ اس فرض کو جاننے والے اب کہاں ملتے ہیں۔"

"اس کی کچھ وجوہات ہیں لوجین۔"

"کیا؟" اس نے سوال کیا۔

"میرا تعلق ایک ایسے ملک سے ہے جس میں خواتین کا بے حد احترام کیا جاتا ہے لیکن شاید تم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہو گی۔"

"ہاں، شاید۔" اس نے آہستہ سے جواب دیا لہجہ دکھ بھرا تھا۔

"کیوں، کیا بات ہے لوجین۔ تم کچھ دکھی سی ہو گئی ہو۔"

"نہیں، یہ بات نہیں ہے بس یونہی مجھے خیال آ گیا تھا کہ ہمارا تحفظ کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ پیارے تم دیکھ چکے ہو، ہو ایک بے کار سے انسان ہیں ہمارے لیے کیا وہ خود اپنے لیے کچھ نہیں کر سکتے ہیں لوگ بس یونہی کچھ کہ بنانے کے لیے گھر بار چھوڑ کر آوارہ گردی کرتے پھر رہے ہیں۔ میں خاموش ہو گیا مجھے اس کے دکھ کا احساس ہو گیا تھا یہ بالکل درست تھی اسے اداس ہونا ہی چاہیے تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم بیرن اور شینی سے جا ملے وہ دونوں خوش نظر آ رہے تھے ہمارے ساتھ جو واقعہ پیش آیا تھا اس کا انہیں وہم و گمان بھی نہیں تھا پھر کیمپنگ میں واپسی ہو گئی بیرن بہت خوش نظر آ رہا تھا کہنے لگا۔

"حبیب۔ یہ لڑکیاں تو خاصی خوش اخلاق معلوم ہوتی ہیں۔ شینی نے مجھے پیشکش کی ہے کہ میں اس کے ساتھ ہی وقت گزاروں اور حبیب میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ لڑکیاں واقعی کسی سہارے کی ضرورت مند ہیں تو پھر میں سوچتا ہوں کہ کیوں نہ انہیں سہارا دے ہی دوں۔"

"اچھا آئیڈیا ہے بیرن اگر شینی تمہیں اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہے تو میرا خیال ہے تمہیں اس کا ساتھ دینا چاہیے۔"

"تمہاری طرف سے اگر اجازت ہو تو۔" بیرن نے کہا۔

"ہاں ہاں۔ کیوں نہیں۔" میں نے جواب دیا اور بیرن خوش ہو گیا۔

بیرن اس کا ساتھ دینے ہی کیا تھا بس وقت گزاری کے لیے ایک آدمی مل گیا اور میں نے اسے قبول کر لیا تھا بیرن رات ہی کو چلا گیا مجھے اب اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی کہ وہ کس طرح وقت گزار رہا ہے۔

بلکہ میں نے یہ بھی سوچا کہ کیوں نہ میں یہاں سے بہت ہی جاؤں اس طرح کم از کم مجھے ان کے دکھوں کو برداشت تو نہ کرنا پڑے گا۔ بے چاری لڑکی کتنے حسین تصورات کے تحت اس نے مجھ سے اپنے بارے میں تفصیل بتائی ہے۔

چنانچہ میں نے وہ جگہ رات ہی کو چھوڑ دی اور وہاں سے کافی فاصلے پر ایک جگہ قیام کیا یہ کیمپنگ بھی خاصی بارونق تھی چھوٹے چھوٹے منشیات کے اڈے بنے ہوئے تھے جہاں آوارہ گردوں کے لیے ہر شے مہیا ہو جاتی تھی رات گزارنے کے لیے اب میرے پاس کوئی خیمہ نہیں تھا چنانچہ میں نے بھی ایک اڈے کا رخ کیا اور اندر داخل ہو گیا۔

منشیات کے دھوئیں سے پورا ماحول لپٹا ہوا تھا چاروں طرف لٹکے نظر آ رہے تھے ہلکی ہلکی موسیقی بکھری ہوئی تھی نشے میں ڈوبے ہوئے لوگوں کی بدمست آوازیں بدمست قہقہے چاروں طرف ابھر رہے تھے۔ میری جانب کسی نے توجہ نہیں دی یہاں بے شمار آوارہ لوگ موجود تھے اور کوئی میز خالی نہیں تھی۔

بہت سے لوگ یہاں وہاں بیٹھے ہوئے نشہ آور اشیا سے شغل کر رہے تھے میں بھی ایک دیوار سے جا ٹکا اور ایک

ویٹر میرے پاس پہنچ گیا۔

"کیا پیش کروں۔" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا اور میں نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"یس سر ویٹر اٹینشن ہو گیا۔"

"کچھ نہیں۔ یہ تمہارا انعام ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ اس کا مقصد ہے کہ آپ فارغ ہو چکے ہیں؟" ویٹر نے حیرت سے مجھے گھورتے ہوئے کہا لیکن اتنی دیر میں میں دوسرا نوٹ نکال چکا تھا۔

میں نے دوسرا نوٹ اس کے ہاتھ پر رکھ کر ایک نشہ آور شئے طلب کی جب یہاں آ گیا تھا تو اتنا غیر متعلق نہیں رہنا چاہیے تھا کہ کسی کو شبہ ہو جائے۔

ویٹر چلا گیا اور چند لمحات کے بعد وہ میری مطلوبہ شئے لے آیا۔

میں نے اسے ہاتھ میں پکڑ لیا اور ویٹر وہاں سے آگے بڑھ گیا تھوڑی دیر تک میں ادھر ادھر دیکھتا رہا اور پھر میں نے اس نشہ آور سیال کو آہستہ آہستہ پینا شروع کر دیا۔

بدمست آوارہ گردوں کی یہ مستیاں بڑھتی جا رہی تھیں ان میں سے ایک نے میز پر کھڑے ہو کر رقص کرنے کی کوشش کی تو دو آدمی آگے بڑھ آئے دونوں کی صورت سے خوفناک نظر آ رہے تھے وہ لوگوں کو ہٹاتے ہوئے رقص کرنے والے کے نزدیک پہنچ گئے اور پھر انہوں نے اسے گود میں اٹھا لیا۔

"بس اب تمہارے اندر گنجائش نہیں ہے اس لیے باہر نکل جاؤ۔"

"ہائے ابھی تو سفیدی سیاہی میں تبدیل بھی نہیں ہوئی مجھے مدہوش ہو جانے دو۔" نشے میں ڈوبا ہوا شخص مچلنے لگا لیکن ان لوگوں نے اسے ہاتھوں پر اٹھایا اور باہر پھینک دیا۔ اس کے بعد وہ ہاتھ جھاڑتے ہوئے اندر آ گئے تھے پھر ان میں سے ایک نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کوئی آؤٹ ہونے کی کوشش نہ کرے ورنہ اس کے ساتھ یہی سلوک کیا جائے گا۔" ایک لمحے کے لیے کھلبلی جیسی جھنجھناہٹ تھی اور اس کے بعد لوگ پھر اپنے اپنے مشاغل میں گم ہو گئے۔ میں دزدیدہ نگاہوں سے اس پورے ماحول کو دیکھ رہا تھا اور میرے دل میں ہوک سی اٹھ رہی تھی کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی آخر میں اب کوئی قدم اٹھاؤں تو کس طرح۔ کیا کرنا چاہیے مجھے۔

عیش کیمپ کے بارے میں مجھے پتا چلا تھا کہ ترلوکا یہاں مل سکتا ہے لیکن ابھی تک مجھے اس کا کوئی نشان نہیں ملا تھا میں ہر قیمت پر اسے تلاش کرنے کا خواہش مند تھا۔

ذہن پر جنون سا سوار ہونے لگا دل چاہا کہ یہاں بیٹھے ہوئے تمام لوگوں کو قتل کر دوں ان میں سے کوئی بھی مجھے ترلوکا کا پتا نہیں بتا رہا۔ یوں بھی ذہن پر بوجھل پن سا طاری ہوتا چلا گیا اور پھر میرے اندر ایک نئے انسان نے جنم لیا۔ میں نے سوچا کہ کچھ کرنا ضروری ہے۔ خواہ کچھ بھی ہو۔

چنانچہ چند لمحات کے بعد میں نے اس ویٹر کو اشارہ کیا جو ابھی ابھی مجھے سیال کی پیالی فراہم کر کے گیا تھا ویٹر میرے نزدیک پہنچا تو میں نے ایک نوٹ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"اور چاہیے لارڈ؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔ میں تم سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیسی معلومات؟" اس نے نوٹ دیکھتے ہوئے کہا۔ میں نے ایک اور نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھا تو ویٹر کے حواس درست ہو گئے وہ اٹینشن ہو کر کھڑا ہو گیا۔

"کہیئے کیسی معلومات درکار ہیں آپ کو؟"

"مجھے اس عظیم ہستی کی تلاش ہے جو لوگوں کے دلوں سے دکھ دور کر دیتی ہے جس کا درجہ ہم جیسے انسانوں کے لیے بہت عظیم ہو جاتا ہے۔"

"اوہ۔ آہ۔ ترلوکا۔ عظیم ترلوکا کی بات کر رہے ہیں آپ شاید۔"

"ہاں۔ یہی مقدس نام مجھے یہاں تک کھینچ کر لایا ہے یہی عظیم نام میری آرزو کا مرکز ہے۔"

"ترلوکا کسی ایک جگہ نہیں ہوتا اس کے بارے میں بھلا کون جان سکتا ہے کہ اس وقت وہ کہاں ہے۔"

"لیکن میں نے سنا ہے کہ یہاں اکثر اس کا دیدار ہو جاتا ہے۔"

"ہاں تم ٹھیک کہتے ہو ان دنوں وہ یہیں موجود ہے۔"

"آہ۔ مجھے اس سے ملنے کے لیے کیا کرنا ہوگا۔"

"اس سے کسی طرح ملا نہیں جا سکتا بس انتظار کرو کہ وہ درشن دینے کے لیے منظر عام پر آئے اور تم اس سے مل لو۔"

"ایسا کب ہوتا ہے؟"

"کوئی وقت نہیں طے کیا جا سکتا بس وہ اچانک ہی نروان کی تلاش میں بھٹکے ہوئے لوگوں کے سامنے نمودار ہوتا ہے انہیں زندگی کا سبق دیتا ہے اور پھر کہیں روپوش ہو جاتا ہے۔"

میں نے جیب سے کچھ نوٹ اور نکالے اور ویٹر کی طرف بڑھائے ویٹر نے تھوک نگلتے ہوئے ان نوٹوں کو دیکھا اور اس کے لرزتے ہوئے ہاتھ نوٹوں کی جانب بڑھے لیکن میں نے انہیں مٹھی میں بھینچ لیا۔

"تم اس سلسلے میں میری مدد کرو گے اور یہ نوٹ تمہاری جیب میں ہوں گے۔"

"تم۔ میں کیا مدد کر سکتا ہوں لارڈ؟" اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"مجھے کوئی ایسا نام بتاؤ۔ کوئی ایسا پتا بتاؤ جس کے ذریعے میں ترلوکا تک پہنچ سکوں۔"

"اوہ۔ مگر شیزو تمہیں اس کا موقع کیوں فراہم کرے گا وہ اپنی مرضی کا بادشاہ ہے کوئی معمولی آدمی نہیں ہے وہ۔"

"شیزو کون ہے؟"

"وہ۔ وہ تمہیں گرین جاؤ میں مل جائے گا۔ گرین جاؤ ایک نشہ خانہ ہے وہاں جا کر تم شیزو کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہو۔ لیکن شیزو کے اطراف میں جو لوگ پھیلے ہوئے ہیں وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ وہ یہ ضرور جاننا چاہیں گے کہ آخر تم شیزو سے کیوں ملنا چاہتے ہو۔"

"خواہ میں انہیں یہ بتا دوں کہ میرا مقصد کیا ہے پھر بھی۔"

"ہاں ترلوکا سے آسانی سے ملاقات نہیں کی جا سکتی شیزو کے علاوہ میں تمہیں کسی اور کا پتا نہیں بتا سکتا۔" میں نے شیزو کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کیں گرین جاؤ کا پتا پوچھا اور کسی حد تک مطمئن ہو گیا۔

اس کا مقصد ہے کہ کچھ کام بن سکتا ہے اگر میں شیزو کو ترلوکا کا پتا بتانے کے لیے مجبور کر دوں تو شاید میری تقدیر کے دروازے کھل جائیں۔ میں نے وہ نوٹ ویٹر کو دیے اور پھر آہستہ آہستہ ٹہلتا ہوا یہاں سے باہر نکل آیا۔

میرے ذہن میں آگ سلگ رہی تھی بس یونہی آوارہ گردی کرتا رہا ہیرن یا لوچیمی وغیرہ کی طرف جانے کا تصور بھی میرے ذہن میں ـــــ تھا یہ لوگ ذہن کو بوجھل کرنے کا باعث بن سکتے ہیں۔ ـــــ چنانچہ میں نے کسی ایسی ویران سمت کا رخ کیا جہاں سکون کے چند لمحات گزار سکوں۔

گرین جاؤ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے بھی وقت چاہیے تھا اور دوسری صبح سے اس کا آغاز کرنا چاہتا تھا تاکہ شیزو اور گرین جاؤ کی مکمل تفصیل میرے علم میں آ جائے۔

ایک جگہ میں نے مجمع دیکھا یہاں کچھ لوگ رقص و موسیقی میں مصروف تھے بس خواہ مخواہ ہی قدم اس جانب اٹھ گئے تھے لیکن یہاں پہنچنا میری زندگی کا ایک اہم مرحلہ تھا ان لوگوں کے درمیان میں نے ایک شخص کو دیکھا ایک بے ہنگم شخص کو جو گٹار پر ایک الٹی سیدھی دھن بجا رہا تھا، ایک ایسی دھن جس کا کوئی سر پاؤں نہیں تھا اور آوارہ گرد اس پر تھرکتے نظر آ رہے تھے۔ لیکن میں ـــ ہزاروں لوگوں میں اس شخص کو پہچان سکتا تھا ہاں لاکھوں انسانوں میں میں اس کی شناخت کر سکتا تھا مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کیا یہ وہی ہے۔ کیا یہ واقعی وہی ہے۔ یہ میرا دوست سرہانے تھا۔ میرا عزیز ترین دوست۔

آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ سرواسے کبھی اس طرح اچانک یہاں مجھے مل سکتا ہے لیکن جو کچھ دیکھ رہا تھا اسے نظر انداز بھی نہیں کر سکتا تھا وہ سرواسے ہی تھا سو فیصدی سرواسے وہی رنگ و روپ وہی انداز وہی ڈھنگ بس ذرا سا بدلا ہوا تھا لیکن ان میں نمایاں نظر آ رہا تھا جیسے اپنے جوش و جذبات کے متعلق تمام قابو میں کیے ہوئے انگارا لگانے کا لقمہ ختم ہو جانے کا انتظار کر رہا ہو۔ پھر اس نے لقمہ بند کر دیا اور گردن جھکائے وہاں سے واپس پلٹ پڑا۔ یقین اس کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے جب وہ وہاں سے کافی دور ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں زیادہ لوگ موجود نہیں تھے تو میں نے تیزی سے اس کا پیچھا کیا اور اس کے نزدیک پہنچ کر رک گیا۔ سرواسے کسی کے قدموں کی آہٹ محسوس کر کے تو یقیناً ٹھٹک گیا تھا لیکن میرے چہرے کو وہ پہچان نہیں سکا تھا وہ خالی خالی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا میں اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ اب مجھے اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہا تھا کہ وہ سرواسے ہی ہے چنانچہ میں آہستہ سے اس کے قریب پہنچ گیا۔ اس وقت کسی قسم کی اداکاری کرنا بے مقصد تھا دوسرے لمحے میں اس سے لپٹ گیا پھر اسی طرح لپٹا تھا میں آ کے کر سرواسے کے ہاتھ سے گر گیا اور وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں میری شکل دیکھنے لگا تب میں نے رندھی آواز میں کہا۔

"سرواسے یہ میں ہوں راجہ نواز اصغر۔" اس کی حالت مجھ سے بھی بدتر ہو گئی تھی۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو اس طرح بھینچے رہے جیسے اب کبھی جدا نہ ہوں گے۔ کافی دیر تک ہمارے دل کی دھڑکنیں ایک دوسرے سے ہم آہنگ رہیں اور پھر سرواسے آہستہ سے علیحدہ ہو گیا۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"ظالم کسی بھی کیفیت میں ہے شکل تو دکھا دے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"سرواسے ٹھیک اب اتارتے ہیں زیادہ وقت ہو گی خاصا مضبوط میک اپ ہے لیکن تم چشم تصور سے مجھے دیکھ سکتے ہو۔"

"ہاں میں تیری آواز لاکھوں میں پہچان سکتا ہوں راجہ نواز اصغر آ میرے ساتھ آؤ۔" اس نے کہا اور ہم دونوں ایک سنسان گوشے کی طرف چل پڑے جہاں ایک پتھر پر بیٹھ کر سرواسے نے میری شکل دیکھی اور ایک بار پھر مجھ سے لپٹ گیا میں نے بھی اسی گرم جوشی سے اس کی محبت کا جواب دیا تھا۔ سرواسے سے مل کر میرے روئیں روئیں میں خوشی کی لہریں دوڑ گئی تھیں دیر تک ہم جذبات میں کھوئے رہے پھر میں نے کہا۔

"لیکن تم یہاں اس جگہ۔۔؟"

"تیری تلاش میں ہی آیا تھا جان من اس کے علاوہ میری زندگی میں اور ہے کیا؟" سرواسے کی اردو اب پہلے سے کہیں زیادہ صاف ستھری ہو گئی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"تو اس دوران ہالینڈ میں رہا ہے میرے یار یا لکھنؤ گیا۔"

"میں نے تجھے یاد رکھنے کے لیے اس زبان کو بھی یاد رکھا ہے نواز اصغر لیکن مجھے تجھ سے بڑی شکایت بھی ہے۔"

"کیا۔" میں نے پوچھا۔

"کس پریشانی کا شکار تھا تو سرواسے کے علاوہ اور کوئی ہو سکتا تھا جو تیری محبت میں دوڑا چلا آتا۔"

"اوہ سرواسے تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں کسی پریشانی کا شکار ہوں؟"

"تم نے یہ نہیں سوچا کہ آخر میں یہاں تک پہنچ کیسے گیا۔"

"میں تو اس پر حیران ہوں۔"

"گولیو میرے پاس پہنچ گیا تھا وہی آدمی تھا نا وہ۔"

"اوہ تو گولیو نے تمہیں ساری صورت حال بتا دی۔"

"ہاں اور میری آنکھوں میں تو اندھیرا آ گیا۔ تم کیا سمجھتے ہو نواز! میں کب سے تمہاری تلاش میں سرگرداں ہوں؟ اسے پوچھو کہ کون کون سی جگہ نہیں چھان ماری، یورپ امریکہ گھوما ہے میں نے تمہارے لیے بڑی مشکل سے یہاں تک پہنچا ہوں اور یہاں کیا کیا سوانگ رچاتا رہا ہوں تمہیں کیا معلوم۔" میں نے ایک بار پھر سرواسے کو چوم لیا۔

"میرے یار بس تجھے تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا ایسی ہی کچھ بات زندگی میں مجھے تمہیں ہی اتنا چاہتا تھا۔"

"یہ تم نے غیریت کی بات کی نواز اصغر۔"

"چل اب چھوڑ معاف کر دے تنہا آیا ہے نا؟"

"نواز دیکھا تمہاری تلاش کے لیے اور کسے ساتھ لاتا۔ اب سرواسے اتنا بزدل اور کمزور بھی نہیں ہوا ہے کہ اپنے نواز کے لیے فوج لے کر آتا۔"

"مگر تیرا یہاں پہنچ جانا سرواسے میری عقل سے باہر کی بات ہے۔"

"بس یوں سمجھ لے تیرے وجود کی لہریں مجھے یہاں کھینچ کر لائی ہیں۔ تیری بو سونگھتا ہوا یہاں پہنچ گیا ہوں یقین کر نواز میں اپنے دل کی کیفیت بتا نہیں سکتا اور یہ بھی یقین کر لے کہ اگر تو مجھے نہ ملتا تو میں اپنی زندگی کا ہی خاتمہ کر دیتا" میں نے طے

کر لیا تھا۔ سرواسے کی جذباتی کیفیت کا مجھے اچھی طرح اندازہ تھا اپنے دوست کے مل جانے سے جو مسرت مجھے نصیب ہوئی تھی اس نے تھوڑی دیر کے لیے میرے ذہن سے تمام کیفیات دھو ڈالی تھیں۔ کافی دیر تک ہم مختلف موضوعات پر باتیں کرتے رہے۔ پھر سرواسے نے کہا۔

"مجھے گولیو سے ساری صورت حال معلوم ہو گئی ہے یہ بتاؤ مہاراج کا پتہ چلا یا نہیں؟"

"ابھی تک نہیں۔"

"کچھ تو معلوم ہوا ہو گا۔"

"ہاں صرف یہ کہ اس کے اغوا میں ترلوکا کا ہاتھ ہے اور ترلوکا یہیں اس علاقے میں موجود ہے۔"

"اوہ وہ بدمعاش زندہ ہے ابھی تک۔"

"ہاں نہ صرف زندہ ہے بلکہ اب اس کی تنظیم پہلے سے کہیں زیادہ طاقت ور ہے۔"

"تو پھر یہی سمجھو نواز کہ ہم دونوں آدمی مل کر اسے اور اس کی تنظیم کو فنا کر دیں گے۔ یہ ہمارا عہد ہے۔"

"تو آ گیا ہے سرواسے میری ہمت بڑھ گئی ہے۔ میرے وجود کی طاقت ہزاروں گنا بڑھ گئی ہے۔"

"لیکن اس کے باوجود ہمیں ہوشیاری سے کام لینا ہو گا نواز۔"

"کوئی ہوشیاری نہیں۔ ہمیں صرف اندھے اقدامات کرنے ہوں گے قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیں گے ہم۔ اتنی تباہی پھیلائیں گے کہ ترلوکا کے تصور سے باہر ہو گی۔" میں نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"ایسا ہی ہو گا میرے یار ایسا ہی ہو گا۔" سرواسے نے میرے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہا۔ پھر ہم دنیا جہان کی باتیں کرتے رہے میں نے اسے اب تک کی تمام کارروائیوں کے بارے میں بتایا اور سرواسے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"تو یہاں بھی کچھ بیوقوفوں نے تمہیں وشنو بنا دیا ہے ٹھیک ہے آج کل دنیا صرف گولی کی زبان سمجھتی ہے لیکن اب تمہارا نیا اقدام کیا ہو گا؟"

"سرواسے مجھے وہ نام معلوم ہوئے ہیں گری جاؤ ایک مقدس مقام ہے اور وہاں کا سربراہ تیجرو کے بارے میں پتہ چلا ہے کہ وہ ترلوکا کے بارے میں تمام حقیقتوں سے واقف ہے۔"

"تو پھر ہم اسے دیکھ لیں گے۔" سرواسے نے کہا اور ہم لوگ گری جاؤ کے بارے میں مسلسل گفتگو کرتے رہے۔

دوسرے دن ہم نے اس سمت کا رخ کیا جہاں گری جاؤ واقع تھا گری جاؤ جس علاقے میں واقع تھا وہ یہاں سے کافی فاصلے پر تھا اور یہ باقاعدہ بستی تھی جس میں کشادہ سڑکیں اور خوبصورت مکانات بکھرے ہوئے تھے اس بستی کا نام گری تاؤ تھا۔ مجھے گری جاؤ کے بارے میں تفصیلات معلوم نہیں ہو سکی تھیں اس لیے مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ گری جاؤ یہاں سے کافی فاصلے پر ایک آبادی میں ہے گری تاؤ ایک نواحی شہر تھا جہاں زندگی کی تمام جدید چیزیں موجود تھیں۔ ہم نے گری جاؤ کا معائنہ کیا اعلیٰ درجے کی عمارت میں موجود دلفا سا ایک بارہ دری تھا لیکن مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ یہ خاندان اور باز دوں کا اڈہ ہے اس کے اطراف میں بھی آوارہ گردوں کے گروپ پھیلے ہوئے تھے پھر باقی وقت تیجرو کے بارے میں معلومات حاصل کرنے گزر گیا اور تقریباً دن بارہ گھنٹے کے اندر اندر ہم نے تیجرو کے بارے میں تمام تفصیلات معلوم کر لی تھیں۔ تیجرو اس لفٹے خانے کا مالک بھی تھا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ترلوکا کے نام پر اپنے مریدوں میں ترلوکا کی تعلیمات کی تبلیغ بھی کرتا تھا وہ ایک راہب نما آدمی تھا لمبے چوڑے بدن کا مالک اور انتہائی سفاک و خونخوار تیجرو کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئی تھیں وہ خاصی دلچسپ تھیں سرواسے نے اسے بہت سی گالیاں دی تھیں پھر اس نے کہا۔

"کیا خیال ہے چیف۔ کیوں نہ اس گدھے کو بالکل درست کر دیا جائے۔"

"ہاں یہی کرنا پڑے گا۔ لیکن اس سے پہلے میں ذرا اس سے کچھ اور صاف بات چیت کرنا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر کہاں ملاقات کرو گے اس سے؟"

"میرا خیال ہے اس کی اس عبادت گاہ میں جہاں وہ ترلوکا کی تعلیمات کا پرچار کرتا ہے۔ لیکن سرواسے ہم دونوں کو ناٹک الگ رچانا ہو گا اور یہ بتاؤ کہ کیا تم اسلحہ وغیرہ رکھتے ہو؟"

"فکر مت کر چیف۔ تمام تیاریاں مکمل کر سکتا ہوں۔" سرواسے نے اپنی گاڑی کی طرف اشارہ کیا جس میں بیٹھ کر ہم گری جاؤ تک پہنچے تھے۔

"اس گاڑی میں ایک پورا اسلحہ خانہ موجود ہے ضرورت کی کوئی چیز طلب کرو میں تمہیں پیش کر دوں گا۔"

"مگر تم یہ یہاں سے لائے؟"

"یہاں امریکہ آنے کے بعد میں نے یہ گاڑی تیار کرائی تھی بہت کچھ سوچنا اور کرنا رہا ہوں چیف اس بارے میں اب تمہیں تفصیلات کیا بتاؤں۔" میں نے تحسین آمیز نگاہوں سے سرواسے کو دیکھا اور پھر ہم عبادت گاہ کے نزدیک پہنچ گئے۔ اس عبادت گاہ کا ہم نے بہت اچھی طرح جائزہ لے لیا۔ یہاں اس وقت تمام دروازے بند تھے اور ان کے کھلنے کا وقت شام کا تھا چنانچہ ہمیں شام کا انتظار

کرنا تھا، کافی دیر تک ہم لوگ ادھر ادھر گھومتے رہے اور پھر شام کو ٹھیک ساڑھے چھ بجے ہم عبادت گاہ کے سامنے والے دروازے پر پہنچ گئے۔ دروازے پر دو نگران موجود تھے انھوں نے جسموں پر عجیب قسم کا گیروا لباس پہن رکھا تھا ننگے ہوئے سروں پر چوٹیاں نظر آ رہی تھیں اور وہ ان ہی سے پہچانے جا سکتے تھے یہ سب کرشنا مرمت کے لوگ تھے کے رنگین ہیں۔ میں مروا رے سے الگ ہٹ کر ٹہلتا ہوا دروازے کی جانب پہنچ گیا۔ میرے کرشنا مرے والا تحریک کے پیروکاروں کی بہت تعداد تھی یہاں یہ لوگ دروازے سے اندر جا رہے تھے قریب پہنچ کر مجھے احساس ہوا کہ نگران اندر جانے والوں کا گہری نگاہوں سے جائزہ لے رہے ہیں اس کا مطلب تھا کہ وہاں جانے والوں پر کڑی نگاہ رکھی جاتی تھی۔ چند لمحات کے بعد جب میں آگے بڑھا تو وہ دونوں ہی کسی دیوار کی طرح میرے سامنے آ گئے۔

"تم۔ تم مختلف شکل اور مختلف لباس کے مالک ہو اندر کہاں جا رہے ہو؟"

"کیوں۔ کیا لباس اور شکل و صورت عظیم ترلوکا کی تعلیمات کے حصول کے لیے ضروری ہے۔ میں اندر جانا چاہتا ہوں۔"

"لیکن تم۔ تم کسی اور کے ساتھ آئے ہو؟"

"نہیں۔"

"تو پھر تم اندر نہیں جا سکتے۔"

"باقی لوگ کیوں جا رہے ہیں۔"

"یہ ترلوکا کے مرید ہیں۔"

"میں بھی اس کا پرانا مرید ہوں۔" میں نے مسکرا کر کہا اور آگے بڑھ گیا وہ لوگ ایک لمحے کے لیے مجھے دیکھتے رہے اور پھر خاموش ہو گئے میں تیز رفتاری سے آگے بڑھتا ہوا اندر پہنچ گیا اور ایک تنگ سی راہداری سے گزر کر ایک اور جگہ پہنچ گیا یہاں کچھ لوگ کھڑے ہوئے تھے اور آنے والوں کو باری باری اندر بھیج رہے تھے کافی پراسرار ماحول تھا مجھے حیرت تھی کہ کس طرح تیمروز نے اس ماحول کو اپنایا تھا۔ میں اندر پہنچ گیا اور ایک بہت بڑے ہال میں داخل ہو گیا۔ جہاں بے شمار افراد موجود تھے لوگ اپنی اپنی کرسیاں سنبھال رہے تھے ہال میں ہزاروں کی تعداد میں کرسیاں موجود تھیں۔ ٹھیک سات بجے ہال کے عقبی حصے کا دروازہ کھلا اور ایک طویل القامت آدمی گیروا لباس میں ملبوس تھا گھٹے ہوئے سر کا مالک تھا اور اس کے گلے میں مختلف قسم کی مالائیں پڑی تھیں اندر آتا ہوا نظر آیا۔ میں نے عجیب سی نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا تھا پھر میں نے ادھر ادھر دیکھا سروا رے مجھے نظر نہیں آ رہا تھا شاید اسے اندر داخل ہونے سے روک دیا گیا تھا اور وہ اندر نہیں پہنچ سکا تھا۔ تیمروز نے اسٹیج پر آ کر سب کو عجیب و غریب دونوں

سے لوازا اور پھر ایک طویل لیکچر دینے لگا۔ وہ عظیم ترلوکا کے بارے میں بتا رہا تھا اور اس کی تعلیمات کی پیروی کرنے کا طریقہ بتا رہا تھا کتنی دیر وہ بولتا رہا، اس کی یہ تقریر جاری رہے گی یا مجھے یاد ہے کہ مروا رے کا خیال آ رہا تھا جو بے چارہ کسی بھی طرح اندر نہیں آ سکا تھا آخر میں اس کا کام ختم ہو گیا اور لوگ ایک ایک کر کے دروازے سے باہر نکلنے لگے کافی دیر بعد اچانک تیمروز کی نگاہ میری طرف اٹھی اور وہ پھر ٹھٹکا میں جلدی سے کھڑا رہا مجھے ایک لمحے کے لیے حیرت ہوئی تھی اس شخص کو مجھ پر کیا شبہ ہو سکتا ہے بہرحال میں خاموشی سے وہیں کھڑا رہا انداز ایسا تھا جیسے دوسرے لوگوں کے بعد میں بھی باہر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اسی وقت تیمروز نے کسی کو اشارہ کیا اور ایک آدمی اس کے قریب پہنچ گیا تیمروز نے اس سے کچھ کہا اور چند لمحات کے بعد وہ شخص میرے نزدیک پہنچ گیا اس نے آہستہ سے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"عظیم تیمروز تم سے ملنا چاہتا ہے۔"

"مجھ سے۔؟"

"ہاں۔"

"کیوں کیا کوئی خاص بات ہے۔"

"یہ میں نہیں جانتا تم اس سے مل لو بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جن سے تیمروز ملتا ہے۔" میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور آگے بڑھ گیا وہ مجھے ایک کمرے میں پہنچا کر واپس چلا گیا۔

کمرہ خالی تھا لیکن یہاں فرنیچر موجود تھا میں ایک تپائی پر بیٹھ گیا چند لمحات کے بعد تیمروز ایک اندرونی دروازے سے اندر داخل ہو گیا اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔ وہ تیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس کے ہونٹوں پر ایک خفیف سی مسکراہٹ ابھری لیکن آنکھیں جذبات سے عاری نظر آ رہی تھیں۔

"کس پریشانی کا شکار ہو میرے بچے۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"عظیم ترلوکا کے عظیم پیروکار تم اس بات کو جانتے ہو۔"

"ہاں۔ میں جانتا ہوں ترلوکا نے میری آنکھوں میں جو روشنی بھر دی ہے جو انسانوں کو پہچان سکے لیکن میرے بچے جس غلط فہمی کا شکار ہو کر تم یہاں تک آئے ہو اسے اپنے دل سے نکال دو۔" اس نے کہا۔

"ہوں۔ اگر تم سب کچھ جانتے ہو تو پہلے میں اپنا نام تم سے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"فقیروں کے منہ نہ لگو۔"

"تم جیسے فقیروں کو میں اچھی طرح جانتا ہوں مسٹر تیمروز بہت اچھی طرح تم نشہ آور ادویات کی تجارت بھی کرتے ہو اور روحانی تبلیغ

بھی ہے۔"

"انسان کی ضرورت کہاں کہاں سے رسوا نہیں کرتی۔ تم نے ان روحانی چیلوں کو محدود کر دیا ہے۔"

"کیسا چل رہا ہے آجکل دھندا۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"ٹھیک ہے اگر تم یہی سب کچھ بتانا چاہتے ہو تو مجھے تمھاری زبان پر اعتراض نہیں ہے۔" میں اس دوران اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ کر یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ یہ شخص کتنا گہرا ہے پھر میں نے کہا۔

"تو تمھیں میرے آنے کا مقصد معلوم ہے۔"

"ہاں۔ راجہ نواز اصغر میں جانتا ہوں کہ تم ایک اہم معاملے میں یہاں آئے ہو۔ بتاؤ کیا چاہتے ہو کیا میں تمھاری کوئی خدمت کر سکتا ہوں۔"

"جب تم راجہ نواز اصغر کے بارے میں جانتے ہو تو زیبی بھی تمھارے ذہن سے اوجھل نہ ہو گی۔"

"کیوں نہیں۔ میں سن چکا ہوں۔ مجھے علم ہے کہ وہ تمھارے پاس سے چلی گئی ہے۔"

"چلی نہیں گئی اسے اغوا کر لیا گیا ہے۔"

"میں تمھارے لیے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمھیں مل جائے۔"

"مجھے دعا کی نہیں مسٹر تیمروز دوا کی ضرورت بھی ہے۔"

"کاش میں تمھارے لیے کچھ کر سکتا۔"

"تم میرے لیے بہت کچھ کر سکتے ہو تیمروز۔ بتاؤ زیب النساء کہاں ہے؟"

"تم سے کس نے کہا کہ میں اس کی رہائش گاہ سے واقف ہوں۔"

"تم اپنے علم کے ذریعے ہی بتا سکتے ہو تم ویسے بھی بتا سکتے ہو وہ ترلوکا کے پاس ہے ترلوکا ہی وہ شخص ہے جس نے زیبی کو اغوا کیا ہے۔" میں نے اس کی آنکھوں میں ایک دم تلخی محسوس کی تھی اس نے بھاری لہجے میں کہا۔

"مسٹر نواز۔ ترلوکا کے بارے میں تمھاری معلومات بہت کم معلوم ہوتی ہیں تم پہلے بھی اس کے خلاف کام کر چکے ہو لیکن وہ عظیم ہے برائی کرنے والوں کو معاف کر دیتا ہے۔ زیبی کو اغوا کرنے والوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے وہ تو صرف انسانیت کی بھلائی کے لیے اپنی زندگی وقف کیے ہوئے ہے اور ویسے میں تمھیں مشورہ دیتا ہوں کہ اب زیبی کو بھول ہی جاؤ۔"

"اس مشورے کے پس منظر میں کیا ہے۔" میں نے سوال کیا۔ میری مٹھیاں اب بھینچنے لگی تھیں اسے دیکھ کر میرے دل میں نفرت کے طوفان امنڈ رہے تھے۔

"بس جو کچھ میں نے تم سے کہا وہی تمھیں کرنا ہو گا۔"

"ٹھیک ہے مسٹر تیمروز جو کچھ تم نے کہا وہ میں نے ذہن نشین کر لیا میں جاننا چاہتا ہوں کہ زیبی اس وقت کہاں ہے اور زیبی نہیں ترلوکا کہاں ہے۔" اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ ابھری جس میں نفرت کی پرچھائیاں صاف نظر آ رہی تھیں پھر اس نے کہا۔

"تم سوچ بوجھ چھوڑتے جا رہے ہو۔ تم ضبط کا دامن ہاتھ سے چھوڑ رہے ہو اور ایسی صورت میں تمھاری زندگی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ تم کچھ کیے بغیر یہاں سے واپس نہ جاؤ لیکن میں تمھارے ساتھ دوستانہ انداز ہی میں پیش آؤں گا۔" اس نے کہا۔ اور ایک کرسی پر جا بیٹھا پھر اس کی آنکھیں چھت کی جانب اٹھ گئیں۔

"تم بہت گستاخ بھی ہو ترلوکا کا نام اس طرح لیتے ہو کہ مجھے غصہ آنے لگتا ہے لیکن میرے بیٹے زبان ہی ایسی ہے کہ میں غصے سے پرہیز کروں۔" اس نے کہا اور ہنس پڑا۔

"کیوں ہنس رہے ہو کیا زندگی کی آخری ہنسی محسوس کر رہے ہو۔" میں نے سوال کیا۔

"نہیں بیٹے ایسی بات نہیں ہے میری زندگی کب ختم ہو گی اس کا مجھے علم ہے۔"

"تو پھر سن لو اگر تم اس کا پتہ نہیں بتاؤ گے تو شاید اس وقت میرے ہاتھوں سے نہ بچ سکو۔"

"تم اپنے فیصلے پر نظر ثانی نہیں کر سکتے میرے معصوم بچے مجھے تم سے ہمدردی ہے چاہتا ہوں اگر تم نے میری بات نہ مانی تو مجھے اس سلسلے میں زندگی بھر دکھ رہے گا۔"

"اب تم ہر دکھ سے آزاد ہو جاؤ گے۔"

"ہاں تمھیں باہر جانے کا راستہ ہے۔" اس بار اس نے غراتی ہوئی آواز میں کہا اور میں ایک لمحے کے لیے سوچ میں ڈوب گیا تیمروز سے جو گفتگو ہو چکی تھی وہ کافی تھی اس کے بعد جو صورت حال پیش آئے گی اس کا اندازہ کرنے کے لیے مجھے اس وقت جلد بازی سے کام نہیں کرنا چاہیے چنانچہ میں دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ دروازے کے باہر کوئی محافظ موجود نہیں تھا۔ میں رفتہ رفتہ آگے بڑھتا ہوا ایک اور دروازے کی جانب پہنچ گیا ابھی میں باہر بھی نہیں نکل پایا تھا کہ دفعتاً دو مسلح افراد مجھے باہر سے اسی سمت آتے ہوئے نظر آئے ان کی آنکھوں میں نفرت کے آثار صاف نظر آ رہے تھے مجھے اندازہ ہو گیا کہ کوئی گڑبڑ ہونے والی ہے۔ انھوں نے آگے بڑھ کر میری گردن پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی لیکن میں پیچھے ہٹ گیا تھا۔

دیکھنا چاہتے ہو تم لوگ۔۔؟"

"چلو۔ یہاں سے نکل جاؤ ورنہ اس کے بعد کبھی ادھر کا رخ نہ کرنا۔ جیمز تو نرم دل ہے ورنہ تمہاری وہاں سے واپسی ممکن نہ ہوتی۔"
میں ایک لمحے کے لیے خاموش رہا اور پھر اس انداز میں آگے بڑھا کہ انہیں یہ محسوس ہو کہ میں دروازے سے باہر نکل رہا ہوں لیکن دروازہ کھولنے سے پہلے ہی میں نے اچانک ریوالور نکال لیا اور ریوالور کا دستہ قریب کھڑے ہوئے ایک شخص کے جبڑے پر پڑا۔ اور میری بائیں ہتھیلی دوسرے کی گردن پر۔ اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز سنائی دی تھی جس شخص پر میں نے ریوالور کا دستہ استعمال کیا تھا وہ ابھی سنبھل ہی رہا تھا جبکہ جس کی گردن کی ہڈی ٹوٹی تھی وہ اوندھے منہ زمین پر پڑا تھا اور اس کا بدن مچھلی کی طرح زمین پر تڑپ رہا تھا۔ میں نے پھرتی سے دوسرے کی گردن پر ایک بھرپور ہاتھ مارا اور اس بار چوٹ پہلے سے زیادہ شدید تھی پھر میرے بائیں پیر کی ٹھوکر دوسرے کی کنپٹی پر پڑی۔ یوں ان دونوں کی کہانی ختم ہو گئی میں ایک لمحے کے لیے فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے لیکن دوسرے لمحے میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب جیمز کو چھوڑنا مناسب نہیں ہے۔ چنانچہ میں پھرتی سے اندر کی طرف چل پڑا۔ میں نے پھرتی سے جھانک کر دیکھا۔ جیمز کمرے میں ایک میز کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کی پشت دروازے کی طرف تھی۔ وہ غالباً کسی ٹیلیفون کا ریسیور تھامے ہوئے تھا اور بھاری آواز میں کسی سے کہہ رہا تھا
"ہاں۔ وہ یہاں موجود ہے تم ٹھیک کہتے ہو تم اسے پہچان نہیں سکے اس کا یہاں تک پہنچ جانا کتنا خطرناک تھا۔ اس کا تمہیں اندازہ نہیں ہے۔ میں اسے قتل کر سکتا ہوں لیکن وہ پاگل ہو چکا ہے اور اسے سمجھانا بیکار ہے۔ وہ بہت سے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا ہے اور ہم اسے مزید اجازت نہیں دے سکتے۔ تم کچھ بھی کرو اب اس کی زندگی مناسب نہیں ہے۔" میں اس کی ساری باتیں سن رہا تھا چند لمحات کے بعد اس نے ٹیلیفون رکھ دیا اور میں آہستہ آہستہ اندر داخل ہو گیا۔ میرا ریوالور والا ہاتھ اٹھا ہوا تھا۔ تب اسے اچانک میرے قدموں کی چاپ کا احساس ہوا اور وہ کسی سانپ ہی کی طرح پلٹا۔ مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو میرے بچے۔ لیکن یہ تمہارے لیے ممکن نہیں ہے۔"

"کیوں۔ کیا تمہاری جان کسی طوطے وغیرہ میں ہے۔"

"نہیں میرے بچے نہیں۔ سنو میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"مجھے صرف ایک بات بتاؤ ترلوکا کہاں ہے۔؟"

"تو تم ایسے نہیں مانو گے۔" اس نے کہا اور میری قوت برداشت جواب دے گئی۔ میں نے اس کی پیشانی کا رخ کر کے پستول کا ٹریگر دبا دیا۔ اس کی پیشانی میں ایک سوراخ ہو گیا تھا۔ اور پھر خون کی چادر اس کے چہرے پر پھیل گئی۔ وہ خون کی سرخ نقاب پہنے چند لمحوں خاموش کھڑا رہا اور پھر منہ کے بل فرش پر گر پڑا میں نے ٹھوکر سے پلٹ کر اسے دیکھا وہ مر چکا تھا گولی اس کی پیشانی سے گھس کر کھوپڑی کے پچھلے حصے سے باہر ہو گئی تھی اور نیچے زمین پر خون پھیلتا جا رہا تھا۔

چند لمحات کے بعد میں پھرتی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ دونوں محافظ وہاں پڑے ہوئے تھے۔ باہر کوئی موجود نہیں تھا۔ میں سیڑھی کی ایک بار چھلانگ لگا کر ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں خاصی تاریکی پھیل گئی تھی۔

سردارے ایک بار پھر میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا اس کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا اور وہ کہاں گیا اس کے بارے میں مجھے معلوم نہیں تھا۔ اس جگہ تاریکی تھی اور ہلکی ہلکی بدبو پھیلی ہوئی تھی۔ غالباً کوڑا کرکٹ کی بدبو تھی۔ چند قدم آگے بڑھا تو نالی ڈبے بار بار میرے قدموں سے ٹکرانے لگے۔ میں احتیاط سے آگے بڑھنے لگا کافی دیر چلنے کے بعد میں اس علاقے سے باہر نکل آیا میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب میں کیا کروں سردارے کو کہاں تلاش کروں سردارے کو اصولاً یہاں کہیں آس پاس ہی موجود ہونا چاہیے تھا۔ بہرطور میں کم از کم اس جگہ سے دور نکل جاؤں کیونکہ تھوڑی دیر کے بعد یہاں محافظوں کو جیمز کی موت کا علم ہو جائے گا۔ میں تیز رفتاری سے آگے بڑھ گیا کوئی اندازہ نہیں تھا کہ میں کس طرف جا رہا ہوں لیکن میں چلتا جا رہا تھا۔ دفعتاً ہی ایک گلی سے سردارے نکل آیا اور میں اسے دیکھ کر چونک پڑا۔

"اوہ سردارے۔"

"ہاں چیف۔ کہاں تم چلے گئے تھے۔" اس نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

"تم کہاں رہ گئے تھے۔؟"

"چیف۔ میں تو اندر داخل ہی نہیں ہو سکا تھا کم بختوں نے کسی قیمت پر مجھے اندر نہیں جانے دیا ہر ممکن کوشش کر لی میں نے لیکن ناکام رہا۔ ویسے تم ٹھیک تو ہو۔"

"ہاں۔ میں ٹھیک ہوں لیکن شیرو اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"میں جانتا تھا مجھے یقین تھا آؤ۔" اس نے کہا اور تھوڑے فاصلے پر کھڑی گاڑی کی طرف اشارہ کر دیا۔ میں گاڑی میں بیٹھ گیا تب اس نے کہا۔

"چیز تو مر چکا ہے اب تم کہاں کرو گے؟"

"کچھ نہیں ترقی کو تلاش کروں گا۔" میں نے کہا۔ سرواسے نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا تھا۔ ہم باہر کے مناظر دیکھ رہے تھے۔ دفعتاً عقب میں مجھے کچھ ہیڈ لائٹس نظر آئیں جو یقینی طور پر ہمارا تعاقب کر رہی تھیں۔ میں چونک کر ان کی جانب متوجہ ہو گیا۔ سرواسے نے بھی دور سے ہی یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ اس کا تعاقب ہو رہا ہے۔ اس نے کار کی رفتار بڑھا دی چونکہ ان لوگوں سے بچنے کے لیے اس آبادی سے دور نکل جانا بہتر تھا۔

ہم تھوڑی دیر کے بعد آبادی کی حدود سے نکل آئے تعاقب میں آنے والی کاریں اب بھی ہمارے تعاقب میں مسلسل لگی ہوئی تھیں۔ میں پستول ہاتھ میں لیے انتظار کر رہا تھا کہ مجھے اپنا کام کرنے کا موقع ملے۔ پیش آنے والے انسانی زندگی اب میری نگاہوں میں بالکل بے وقعت ہو گئی تھی اور ان میں کسی کو بھی خون کا دریا بہانے پر مجبور ہو سکتا تھا۔

آگے راستہ پیچیدہ ہوتا جا رہا تھا اور پیچھے سے آتی ہوئی ان کاروں کی آوازیں گونج رہی تھیں جو مسلسل ہمارے تعاقب میں تھیں۔ اس دوران خاموشی رہا۔ سرواسے بھی خاموشی سے ڈرائیونگ کرتا رہا وہ شاید صورت حال کا صحیح جائزہ لینے میں مصروف تھا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"استاد کیا خیال ہے؟" میں نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے کار کے پچھلے شیشے سے باہر کی طرف جھانکا۔ راستہ خاصا اُبھرا ہوا تھا اور دور سے آتی ہوئی کاریں نشیب میں نظر آ رہی تھیں کیونکہ ہماری کار خاصی بلندی پر پہنچ گئی تھی۔ اس وقت بھی ہمارا ان کا فاصلہ زیادہ سے زیادہ ایک یا ڈیڑھ فرلانگ رہا ہوگا۔ اس راستے کے دونوں طرف اُبھار اور بے ترتیب جھاڑیاں تھیں اور ان چٹانوں پر سڑک بنی ہوئی تھی۔ جگہ جگہ خطرناک موڑ نظر آتے تھے اور یہاں تیز رفتاری برقرار نہیں رکھی جا سکتی تھی۔ واپسی کی کوئی صورت نہیں تھی اس کے لیے اب زیادہ بہتر یہی تھا کہ یہاں سے آگے بڑھ جایا جائے۔ سرواسے بھی یقیناً ان راستوں سے واقف نہیں ہوگا۔ راستے خطرناک تھے اس کا یقین قدم قدم پر اندازہ ہو رہا تھا۔

چنانچہ میں نے سرواسے کو اشارہ کیا اور اس نے کار روک دی۔

"میں بس یہی فیصلہ کر رہا تھا چیف کہ اب ہمیں آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔"

"ہوں آؤ پیچھے آ رہے ہیں۔" میں نے کہا اور ہم دونوں دروازہ کھول کر نیچے اتر گئے۔ ہم تیزی سے آگے بڑھ کر ایک ایسی چٹان کے عقب میں پہنچ گئے جہاں سے ان کاروں کو بخوبی دیکھا جا سکتا تھا۔ کاریں آہستہ آہستہ ہمارے قریب آتی جا رہی تھیں اور میرے ذہن میں کسی وحشی درندے ہی کی طرح کار پر پستول کی دستک ہو رہی تھی۔ اور دوسرے ہی لمحے ہم دونوں نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔ کاریں چونکہ خاصی رفتار سے آ رہی تھیں اس لیے ہمارے پہلے ہی فائر صحیح ثابت ہوئے اور ان دونوں کاروں کے ٹائر پھٹ گئے۔

ہر چند کہ وہ دونوں کاریں آگے پیچھے تھیں لیکن فاصلہ اس حد تک بہت تھا اور اسی طرح سے لگائے گئے تھے کہ وہ اپنے آپ کو سنبھال سکے اور یہ دوسرے لمحے دونوں زوردار دھماکے سنائی دیے کاریں چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئی تھیں اور ان میں آگ لگ گئی تھی۔

ہم گہری گہری سانسیں لے رہے تھے پھر دوسرے دھماکے بھی سنائی دیے اور کھیل ختم ہو گیا۔ سرواسے خاموشی سے جائزہ لے رہا تھا۔

"راستہ بند ہو گیا۔" سرواسے نے کہا "اب کار کو آگے لے جانے میں مشکل ہوگی۔"

"ہاں استاد یہ تو ہے۔ آؤ کار کے پاس چلیں اور کچھ سوچیں۔"

ہم واپس اپنی کار کی جانب چل پڑے۔ میں بھی اس کے ساتھ ساتھ ہی اس کے نزدیک پہنچ گیا تھا۔ میں نے کار کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھنے کی کوشش کی تو سرواسے بولا۔

"چیف کچھ دیر انتظار کر لینا بہتر نہیں رہے گا؟ ہمیں جلد بازی نہیں کرنی چاہیے۔"

"وجہ...؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی وجہ نہیں ہے چیف۔ بس ایسے ہی کہہ رہا تھا۔"

"نہیں سرواسے یہ لوگ ختم ہو چکے ہیں۔ اب بھلا یہاں رکنا کہاں کی دانش مندی ہے۔" میں نے کہا اور سرواسے نے شانے ہلا کر کار کا اسٹیئرنگ پھر سنبھال لیا۔

جگہ بہت تنگ تھی لیکن سرواسے ایک ذہین اور ماہر ڈرائیور تھا۔ اس نے کار کو موڑ لیا اور ہم واپسی کا سفر طے کرنے لگے اور پھر بلندی سے نیچے اتر ہی رہے تھے کہ دفعتاً ہمیں کچھ اور روشنیاں نظر آئیں۔ ایک کار اسی طرف چلی آ رہی تھی۔ اس سڑک پر اس جگہ کسی کار کا آنا بھلا کیا معنی رکھتا تھا؟ یقیناً یہ کار بھی اس کار کے تعاقب میں ہی اس طرف چلی ہوگی۔ میں نے تشویش بھرے انداز میں سرواسے کو دیکھا اور سرواسے آہستہ سے بولا۔

"پیچیدگی پیدا ہو گئی چیف۔ آسان بات نہیں ہے ان لوگوں کے درمیان سے نکل جانا۔ چونکہ راستہ بہت تنگ ہے۔" اس کے بعد اس نے کار کے بریکوں پر دباؤ ڈال دیا اور اسے ریورس گیئر میں ڈال کر تیزی سے پیچھے چلاتا ہوا اس جگہ لے آیا جہاں تباہ شدہ کاریں موجود تھیں۔ ایک بار پھر ہمیں اپنی کار سے نیچے اترنا پڑا تھا۔

دوسری کار میں سے شاید اس تباہ شدہ کار کو دیکھ لیا گیا تھا چنانچہ اس کی رفتار بھی سست ہو گئی اور پھر وہ ایک جگہ رک گئی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ہمیں ایک ایسی چٹان نظر آئی جس کے نیچے اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ پناہ لینے کے لیے یہ جگہ بہت اچھی تھی۔ اور یہاں کسی اور طرف سے حملے کا خطرہ نہیں ہو سکتا تھا۔

میں سرواسے کے ساتھ اس چٹان کے نیچے آ گیا۔ میں نے محسوس کر لیا تھا کہ دوسری کار سے اترنے والے پہلی کار کا جائزہ لینے کے بعد اب چاروں طرف منتشر ہو گئے ہیں۔ لیکن ہمیں یہ اندازہ نہیں تھا کہ ہمیں تلاش کرنے والوں کی تعداد کتنی ہے۔ وہ چار یا اس سے زیادہ بھی ہو سکتے تھے۔ بہرحال اب اور کوئی ترکیب تو تھی نہیں۔ ان لوگوں سے بھی نمٹنا ہی ہے۔ موت کا کھیل ایک بار پھر کھیلنا پڑے گا۔ ہمارے پستول تیار تھے اور ہم ہر قسم کی مدافعت کے لیے پوری طرح آمادہ۔

دفعتاً ہمیں اپنے سامنے کچھ سرسراہٹ سی محسوس ہوئی اور کوئی اس طرف سے گزرا۔ لیکن ہماری آنکھیں پہاڑ کے علاوہ کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ یہ ان لوگوں کی چال بھی ہو سکتی تھی۔ اس کے بعد ایک بار پھر گہرا سناٹا چھا گیا۔ جیسے وہ لوگ ہمارے رد عمل کا انتظار کر رہے ہوں۔ ایسے موقعوں پر اعصاب کو سختی سے قابو میں رکھنا پڑتا ہے اور ہم دونوں میں سے کوئی بھی اتنا کچا نہیں تھا جو ان لوگوں کی اس احمقانہ چال میں آ جاتا۔

کافی دیر اسی طرح گزر گئی اور پھر وہ لوگ خود ہی جھنجلا گئے۔ انہوں نے ہماری کار پر نشانہ بازی شروع کر دی۔ وہ اسی طرح اپنا انتقام لے رہے تھے۔ گولیوں کی بوچھاڑ سے کار کے شیشے چھلنی ہو گئے اور کئی گولیاں کار کی باڈی اور ٹائروں میں پیوست ہو گئیں لیکن جب ہماری طرف سے کسی رد عمل کا اظہار نہ ہوا تو پہلی مرتبہ ایک آدمی کی آواز سنائی دی۔ وہ چیخ چیخ کر اپنے ساتھیوں کو گولیاں چلانے سے منع کر رہا تھا۔ کچھ یہ آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اس کی آواز کے ساتھ ہی گولیاں چلنی بند ہو گئیں اور پھر وہی آواز دوبارہ سنائی دی۔ اس بار وہ ہمیں مخاطب کر رہا تھا۔

"بیوقوف لوگو... ہم نے تمہیں دیکھ لیا ہے۔ باہر آ جاؤ ورنہ بے موت مارے جاؤ گے۔"

میں نے سرواسے کو اشارہ دیا اور سرواسے بکری سی آواز میں ہنس پڑا۔

"اگر ہمیں معلوم ہوتے ہیں تو بس کیسے للکار رہے ہیں؟"

"میں آخری بار کہتا ہوں کہ باہر آ جاؤ۔" وہ شخص ایک بار پھر چیخا۔ اس بار اس کی آواز کچھ قریب سے آتی ہوئی محسوس ہوئی تھی اور یہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی۔ وہ ہماری سمت کا اندازہ تو کر نہیں سکا تھا، لیکن ہم نے اس کی سمت کا اندازہ کر لیا تھا۔ اور پھر میرے ہاتھ میں دبی ہوئی پستول کا ٹریگر دبا۔ ایک دھماکہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی ایک بھیانک چیخ فضا میں گونج گئی۔

یہ اندازہ لگانے میں کوئی وقت نہیں ہوئی تھی کہ وہ شخص میری گولی کا شکار ہو گیا تھا۔ اس کے گرنے کی آواز سنائی دی اور ایک لمحے کے لیے خاموشی طاری ہو گئی۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ میں جانتا تھا کہ ان لوگوں نے شعلے سے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ ہم لوگ کہاں موجود ہیں۔ چنانچہ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ ہم اپنی یہ جگہ چھوڑ دیں۔ لیکن یہ جگہ چھوڑنے سے پہلے کوئی ایسی جگہ تلاش کرنا ضروری تھی جو اس کا نعم البدل ثابت ہو۔ میں نے سرواسے کو زمین پر جھکا دیا اور خود بھی اوندھے منہ زمین پر لیٹ گیا۔ ہم دونوں جس جگہ تھے وہاں اپنی پوزیشن تبدیل نہیں کر سکتے تھے۔ اور اس مجبوری کے عالم میں دشمن بڑی آسانی سے ہماری سمت کا اندازہ لگا کر ہمیں گولیوں کی زد پر رکھ سکتا تھا، اور پھر میری گولی نے ان کے لیے آسانی پیدا کر دی تھی لیکن یوں لگ رہا تھا جیسے یہ لوگ اپنے ساتھی کی موت سے بوکھلا گئے ہوں۔ کچھ دیر تک ایک مسلسل خاموشی چھائی ہوئی تھی البتہ یہ خاموشی زیادہ طویل ثابت نہیں ہوئی۔

اس بار انہوں نے جو گولیوں کی بارش کی تو یوں محسوس ہوا جیسے وہ پاگل ہی ہو گئے ہوں۔ میں ان بے پناہ گولیوں سے کس طرح بچا، یہ بات آج تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔ ہم نے جوابی فائرنگ نہیں کی تھی اور نا ہی اس کا موقع تھا۔ کئی گولیاں میرے سر کے بالکل قریب سے سنسناتی ہوئی گزر گئی تھیں۔ واقعی ان لوگوں نے ہمیں دیکھ لیا تھا۔ چند لمحات کے بعد سرواسے کی آواز اُبھری تھی۔

"چیف یہاں رہنا اب خطرناک ہو گیا ہے۔ وہ لوگ پیچھے ہاتھ کر کے گولیاں چلا رہے ہیں۔ کوئی بھی گولی ہمیں چاٹ سکتی ہے۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں۔"

"تو چیف پیچھے کھسکیں۔"

"لیکن اس چٹان کی آڑ سے نکلنے کے بعد اگر ہم کوئی مناسب پناہ گاہ تلاش نہ کر سکے تو؟"

"تو دیکھا جائے گا۔ اس چٹان کے پاس بھی تو موت آ ہی سکتی ہے" سردارے نے بے خوفی سے کہا۔ میں اس کی بات سے متفق تھا۔ چنانچہ میں پیچھے کھسکنے لگا۔ ہم لوگ پیچھے کھسکتے ہوئے کافی دور نکل آئے۔ گولیاں اب بھی ہمارے آس پاس سے گزر رہی تھیں لیکن تھوڑے ہی فاصلے پر ہمیں ایک چٹان کے پاس ایک غار سا محسوس ہوا۔ ہم دونوں اس غار کے اندر تو گھس گئے۔ لیکن میں احساس ہوا کہ ہم کھسکتے ہوئے غار کے منہ کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ اگرچہ یہ ہمارے لیے ایک بہتر موقع تھا کہ ہم ان کی اندھیرے میں چلائی ہوئی گولیوں سے بچ سکیں۔ چنانچہ ہم غار میں داخل ہو گئے۔ یہاں گولیوں سے بچاؤ ہو گیا تھا۔ لیکن آگے مکمل تاریکی پھیلی ہوئی تھی کہ کچھ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ غار کتنا کشادہ اور کتنا وسیع ہے۔

کچھ دور اندر جانے کے بعد احساس ہوا کہ غار کافی کشادہ ہے اس میں بڑی آسانی سے کھڑا ہوا جا سکتا تھا۔ پتہ نہیں یہ غار قدرتی تھا یا مصنوعی۔ بہرطور اس وقت اس نے ہمیں اپنے دامن میں پناہ دے دی تھی۔ البتہ میں سوچ رہا تھا کہ وہ یقیناً ہمارے گرد اپنا گھیرا تنگ کر رہے ہوں گے۔ ہم غار کے دوسرے حصے کی جانب بڑھنے لگے۔ لیکن میرے ذہن میں یہ خیال بھی تھا کہ اگر انھوں نے اپنے ایک دو ساتھیوں کو پہلے سے اس طرف کھڑا رکھا ہو تو یقیناً یہ غار ہمارے لیے موت کا دہانہ ثابت ہو گا اور ہم بے بس چوہوں کی طرح گھر جائیں گے۔

اس وقت کی صورت حال ضرورت سے زیادہ سنگین ہو گئی تھی۔ غار کے بارے میں ہمیں کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔ بہرحال ہم ایک ایک انچ آگے کھسکتے رہے۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ لیکن ابھی ہم کوئی فیصلہ نہیں کر پائے تھے کہ ہمیں قدموں کی چاپ سنائی دی۔ یہ چاپ ہمارے عقب سے آئی تھی۔ گویا وہ غار کے قریب پہنچ چکے تھے لیکن غار میں قدم رکھنا موت کے منہ میں داخل ہونا تھا۔

دفعتاً ایک ہلکی سی روشنی غار میں پیدا ہوئی۔ یقیناً کوئی ٹارچ جلائی گئی تھی لیکن فاصلہ اتنا تھا کہ اس کی روشنی ہم تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ لیکن یہ صورت حال بے حد خطرناک تھی۔ اگر ٹارچ کی روشنی ہم تک پہنچ گئی اور انھیں یہ اندازہ ہو گیا کہ ہم غار میں موجود ہیں تو پھر وہ اپنی ساری قوت اس طرف صرف کر دیں گے اور ہمارا بچنا مشکل ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ روشنی ختم کر دی جائے۔ اندازہ تو انھیں اس طرح بھی ہو جاتا لیکن کم از کم انھیں غار سے باہر بھاگنا پڑتا۔ اس دوران ہم کوئی بہتر ترکیب سوچ لیتے۔ چنانچہ میں نے سردارے کے شانے پر ہاتھ رکھا اور سردارے آہستہ سے بولا۔

"وہ اندر آ رہے ہیں چیف۔"

"ہاں سردارے، میرا خیال ہے ان سے نمٹ لینا زیادہ بہتر ہے۔ جو بھی اندر آئے اسے ہلاک کر دو۔"

"اوکے چیف۔" سردارے نے قلقاری لگا کر کہا اور ہم اپنی جگہ سانس روک کر کھڑے ہو گئے۔

آنے والے چند آدمی تھے لیکن روشنی صرف ایک ہی کے پاس تھی اور اس نامعلوم شخص میں اپنے چہرے کے سامنے محسوس ہو رہے تھے جو بھی وہ ہمارے نشانے کی زد پر آئے، میں نے اور سردارے نے اندھا دھند گولیاں چلا دیں۔ غار میں چلنے والی گولیوں کی آواز کافی خوفناک تھی اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ان کی ہولناک چیخیں بھی بہت زیادہ بلند ہوئی تھیں۔ اس کے فوراً بعد ہم نے دوسری طرف تیزی سے دوڑنا شروع کر دیا۔ اب جو کچھ بھی ہو گا دیکھا جائے گا۔

لیکن ہماری یہ کوشش ہمارے لیے کارگر ثابت ہوئی۔ چند ہی لمحوں کے بعد ہم غار کے دوسرے سرے پر پہنچ گئے۔ میں نے سر نکال کر جھانکا۔ دور دور تک گہرا سناٹا طاری تھا۔ پہاڑیوں کا سلسلہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ اس طرف کوئی دکھائی نہیں دیا۔ غالباً دشمنوں نے اس طرف دھیان ہی نہیں دیا تھا۔ یہ لمحے ہمارے حق میں بہت بہتر ثابت ہو سکتے تھے۔ لیکن تقدیر ہمارا ساتھ دے سکتی تھی۔ اور ہم تیزی سے ایک طرف چل پڑے۔ ہم جس راستے پر چل رہے تھے وہ ایک پتلی سی پگڈنڈی تھی جو پہاڑی ڈھلانوں سے ہوتی ہوئی ایک طرف کو چلی گئی تھی۔ ہم اس پگڈنڈی پر تیزی اختیار کیے چاروں طرف دیکھتے ہوئے چلتے رہے حتیٰ کہ اس پگڈنڈی نے ہمیں ایک نیم پختہ راستے پر پہنچا دیا۔

"ارے چیف یہ تو کوئی راستہ ہے۔" سردارے نے چونک کر کہا۔

"ہاں شاید۔ یا تو ہم لوگ غار کے راستے گھوم کر ان کی کار سے آگے نکل آئے ہیں یا وہ کار ہمارے آگے ہے۔"

وہاں کھڑے ہو کر ہمیں صحیح راستوں کا اندازہ نہیں ہو رہا تھا اور یہ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ جس راستے پر ہم نے لڑکی کا تعاقب چھوڑا تھا وہ کس طرف ہو سکتا ہے۔

"اگر ہم لوگ اس طرف پہنچ جائیں تو دشمن پر وار کرنے میں آسانی رہے گی۔" سردارے بولا۔

"آؤ پھر۔" میں نے کہا اور ہم لوگ آگے بڑھنے لگے۔

"ہمیں سمت کا کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔ تیز چل رہے تھے۔ پیدل ہی چل رہے تھے، اس کے ساتھ ہی گولیاں بھی مسلسل برسائی جا رہی

تھیں، وہ لوگ صرف ہوا میں فائر کر رہے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ دائیں مشرقی سمت سے آ رہی ہیں اور فاصلہ بھی زیادہ نہیں ہے گویا دشمن ابھی غار کے آس پاس ہی منڈلا رہا ہے اور غالباً وہ لوگ اپنے ہی ساتھیوں پر گولیاں برسا رہے ہیں یا پھر انھوں نے غار میں جا کر معلوم کر لیا ہو گا کہ ہم وہاں موجود نہیں ہیں یوں ایک ساتھی کو کام تمام کر دیا ہو گا کہ وہ دہشت میں گولیاں چلا رہے ہوں۔ باقی لوگ غار کے دوسرے حصے کی طرف روانہ ہو گئے ہوں گے۔ میں نے سردارے کو اشارہ کیا اور ہم لوگ راستے کے دوسری طرف نشیب میں اتر گئے۔ ہم نے مشرق کا رخ اختیار کیا تھا۔ گولیوں کی سمت کا تعین کرنے کے بعد مجھے یقین ہو گیا تھا کہ دشمن کی کار ایک ڈیڑھ فرلانگ سے زیادہ دور نہیں ہے۔ انھوں نے اسے سڑک کے کنارے اس طرح کھڑا کیا ہو گا کہ دوسری کاروں کو راستہ نہ مل سکے۔ ابتدا ہی میں ہمیں مطلوبہ کار نظر آ گئی۔ یہ ان لوگوں کی حماقت تھی کہ کار کی نگرانی کے لیے انھوں نے کسی کو مقرر نہیں کیا تھا۔ دراصل انھوں نے اپنی دانست میں ہمیں پوری طرح سے گھیر لیا تھا۔ میں نے کار کی طرف دیکھا۔ ہماری اپنی کار تو تباہ ہو چکی تھی اور واپسی کے سفر کے لیے ہمیں ایک کار کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اس سے بہتر صورت حال اور کیا ہو سکتی تھی۔ میں نے اطراف میں نگاہ دوڑائی اور پھر سردارے کو لے کر کار کی طرف بڑھا ہی تھا کہ مجھے ٹھٹک جانا پڑا۔

وہ لوگ ہماری تلاش میں ناکام ہو کر واپس آ رہے تھے اور ہم نے انھیں دیکھ لیا تھا۔ ہمارا اور ان کا فاصلہ اتنا زیادہ نہیں تھا کہ اگر ہم کار لے کر نکل جانے کی کوشش کرتے تو ان کی چلائی ہوئی گولیوں سے بچ سکتے۔ چنانچہ اب یہ مجبوری تھی کہ انھیں ٹھکانے لگائے بغیر ہم یہاں سے آگے نہیں بڑھ سکتے تھے۔ میں نے سردارے کو اشارہ کیا اور ہم لوگ کار کے دوسری جانب پہنچ گئے۔ ہماری نگاہیں ان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں اور ہمارے پستول تیار تھے۔

ہم انتظار کر رہے تھے کہ وہ ہماری زد میں آ جائیں اور ہم ان سے نمٹ لیں۔ یہ راستہ عام شاہراہ سے ہٹ کر تھا اس لیے اس پر آمد و رفت کا کوئی وجود نہیں تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یقیناً وہ لوگ اتنی دلیری سے کام نہ کر سکتے۔ ہمیں کچھ آسانی پیدا ہو گئی۔ چند لمحات اسی طرح گزر گئے اور اس کے بعد وہ ہمارے قریب پہنچ گئے۔ یہ تین آدمی تھے اور تینوں ہی مسلح تھے۔ رات کی تاریکی میں ہم ان کے خدوخال تو نہیں دیکھ سکتے تھے لیکن وہ جس انداز میں جھک کر چل رہے تھے اس سے یہی محسوس ہوتا تھا جیسے انھیں ہمارے کسی بھی جگہ مل جانے کی امید ہو۔

میں نے سردارے کے کان میں سرگوشی کی۔ "سردارے ہمارے فائر ضائع نہیں ہونے چاہئیں۔"

"ٹھیک ہے باس، اس کی تم فکر ہی مت کرو۔" سردارے نے کہا۔ اور دوسرے لمحے ان پر گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ میری چلائی ہوئی گولی نے مطلوبہ شخص کا بھیجا اڑا دیا تھا۔ اس کے بدن کو میں نے فضا میں کئی فٹ اوپر اچھل کر نیچے گرتے ہوئے دیکھا۔ میرے ساتھ ساتھ ہی سردارے نے بھی اپنے سامنے والے کے سینے میں گولی اتار دی تھی اور اب تیسرا اور آخری آدمی باقی رہ گیا تھا جس نے ایک دم ہی ایک سمت چھلانگ لگا دی تھی۔ لیکن میں نے اسے بھی نہیں چھوڑا۔ میرے ریوالور کی دو گولیاں یکے بعد دیگرے اس کی پشت میں پیوست ہو گئیں اور وہ فضا میں اچھل کر دور جا گرا۔ یوں ان تینوں کا کھیل ختم ہو گیا تھا۔ گولیوں کی بازگشت کے بعد گہرا سناٹا محسوس ہونے لگا۔ فی الحال ہمارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ ہم نے اپنے دشمنوں کو ختم کر دیا تھا اور اب سب سے پہلا کام ہمیں یہ ہونا چاہیے تھا کہ ہم کار لے کر یہاں سے نکل جائیں۔ یہ بھی ممکن تھا کہ دوسرے لوگ اس طرف دوڑنے کی کوشش کریں لیکن ابھی ان کا فاصلہ کافی ہو گا۔ دوسرے لمحے ہم کار کی جانب بڑھ گئے۔

ابھی سردارے نے کار کا دروازہ کھولا ہی تھا کہ ایک فائر ہوا اور کار کا ایک شیشہ ٹوٹ گیا۔ بدقسمتی تھی اس شخص کی جس نے فائر کیا تھا کیونکہ اس کا نشانہ زیادہ اچھا نہیں تھا ورنہ ہم میں سے کوئی نہ کوئی اس کی گولی کا نشانہ ضرور ہو جاتا۔ کار کا پچھلی سمت کا شیشہ ٹوٹا تھا اور ہم دونوں بچ گئے تھے۔ کار میں داخل ہونا خاصا مشکل ثابت ہو رہا تھا کیونکہ یکے بعد دیگرے گولیاں چل رہی تھیں۔

ہم خاموش رہے۔ تین چار گولیاں چلانے کے بعد دوسری طرف بھی خاموشی چھا گئی تھی۔ ہمیں یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ گولیاں ایک ہی ریوالور سے چلائی جا رہی ہیں۔ اس کا مقصد ہے کہ وہ شخص تنہا ہی ہے۔ بس اب اس تنہا شخص ہی کو ختم کرنا تھا۔ اس کی موت سے پہلے ہم کار کو نہیں لے جا سکتے تھے کیونکہ وہ کسی صورت حال اب بھی درپیش تھی۔ کار کو سیدھا کرنا تھا اور اس کے بعد آگے بڑھانا تھا۔ اتنی دیر میں بازی الٹ سکتی تھی۔

سردارے چند لمحات کچھ سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ "استاد ترکیب ہی آ گیا ہے۔"

"کیا ہے؟" میں نے مشتبہ انداز میں پوچھا۔

"بس ایک منٹ استاد۔"

"سردارے گڑبڑ مت کرو۔ کہیں پچھلے کی طرح تم مجھے ندامت

ہو جاتا۔"

"نہیں اُستاد میں ابھی آیا ہوں۔" اس نے کہا اور ایک سمت رینگ گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ بہرطور بڑی عجیب صورت حال تھی۔ دوسری طرف گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی اور ادھر سرواسے کسی جگہ میں پڑا ہوا تھا۔ پتہ نہیں کیا کرنے گیا تھا وہ۔ ایک لمحے کے لیے ذہن اس کی جانب بھٹک گیا۔ اس کا آنا ابھی میرے لیے بڑا عجیب تھا۔ پتہ نہیں کس کس طرح میرا پتہ لگاتا ہوا یہاں تک پہنچا ہوگا۔ حالانکہ اس کے آنے سے دل کو جس تقویت کا احساس ہوا تھا اسے میں کسی طور نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔ سرواسے بلاشبہ ایک ایسا دوست، ایک ایسا ساتھی تھا جس پر جتنا بھی ناز کرتا کم تھا۔ میں جانتا تھا کہ گوسو نے اسے جا کر میری داستان سنائی ہوگی۔ اور اس کے بعد بھلا سرواسے چین سے کہاں بیٹھ سکتا تھا۔ وہ میری تلاش میں نکل کھڑا ہوا لیکن جن نامساعد حالات سے گزر کر میں یہاں تک پہنچا تھا ان کے تحت میں یہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کوئی شخص میری بو سونگھتا ہوا یہاں تک آ جائے گا۔ یہ سرواسے ہی تھا جس نے یہ ناقابل یقین کارنامہ سرانجام دے دیا تھا۔

مگر وہ کمبخت کہاں گیا۔ میں تاریکی میں دور دور تک نگاہیں دوڑانے لگا لیکن سرواسے کا کہیں نام و نشان نہیں مل رہا تھا۔ دفعتاً ایک کربناک چیخ نے میری محویت توڑ دی۔ چیخ کی آواز کس سمت سے آئی تھی اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں ہو سکا لیکن چیخنے والا کون تھا؟

سرواسے کا خیال آیا۔ ذہن پر زور دیا تو اندازہ ہوا یہ چیخ کم از کم سرواسے کی نہیں ہو سکتی۔ کافی دیر تک اسی طرح خاموشی چھائی رہی، پھر قدموں کی چاپ سنائی دی اور میں کسی سانپ کی طرح پلٹ کر کار کی اوٹ میں ہو گیا۔ سرواسے موجود نہیں تھا اس لیے اب فائر کرتے ہوئے مجھے ذرا احتیاط سے کام لینا تھا۔ چند ہی لمحات کے بعد سرواسے کی آواز سنائی دی۔

"اُستاد گولی مت چلانا میں ہوں۔" میں نے گہری سانس لی اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ سرواسے چلا آ رہا تھا۔ تاریکی میں بھی میں اس کا ہیولا دیکھ سکتا تھا لیکن کچھ عجیب سی شکل تھی اس کی۔ پتہ نہیں کس قسم کی چال چل رہا تھا۔ کیا صورت حال تھی۔ جب وہ میرے پاس پہنچا تو میں نے اس کے اوپر لدے ہوئے ڈھیر کا اندازہ لگایا۔ اس ڈھیر کی وجہ سے ہی سرواسے کے جسم میں کچھ تبدیلی ہو گئی تھی۔ سرواسے کے شانے پر کوئی شخص لدا ہوا تھا۔

"ارے یہ کون ہے؟"

"کام کی چیز ہے سردار۔ گاڑی میں رکھ لو کام آئے گی۔" اس نے مخفی تیز انداز میں کہا۔

"اور یہ بیوقوف آدمی کون ہے؟ اور اس لاش کا تم کیا کرو گے؟"

"لاش نہیں ہے اُستاد۔ بس یوں سمجھو لاش بنتے بنتے رہ گئی۔"

"کیا مطلب؟"

"بے ہوش ہے بس۔ میں نے اسے بے ہوش کر دیا ہے۔"

"اوہ، مگر کیوں؟"

"اُستاد کبھی کبھی شاگردوں کو بھی کچھ کام کرنے دیا کرو۔ ویسے تو بے ہوش ہے لیکن یہاں سے نکلنے کے بعد ہم اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر منہ میں کپڑا ٹھونس دیں گے۔ اس وقت یہاں سے نکلنا ضروری ہے۔ کیا کہا جا سکتا ہے کہ اطراف میں کتنے آدمی چھپے ہوئے ہیں۔ بڑے تعجب کی بات ہے اُستاد۔ یہ لوگ صرف دو گاڑیوں میں آئے تھے۔ ایک گاڑی تو ہمارے سامنے ہی تباہ ہو گئی تھی اور اس کے تمام لوگ مر گئے تھے لیکن اس دوسری گاڑی میں، میرا مطلب ہے اس گاڑی میں جو اس وقت تمہارے پاس موجود ہے کتنے افراد آ گئے، ان کی تعداد تو کافی معلوم ہوتی ہے۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے، ممکن ہے کچھ لوگ پہلے ہی سے یہاں موجود ہوں۔"

"اس کے کیا امکانات ہیں باس۔"

"تیرا امکانات کو چھوڑو۔ اب یہاں سے نکلنے کی سوچو۔"

"ٹھیک ہے باس۔ میں اسے اوپر بٹھا رہا ہوں، تم گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے لے چلو۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور سرواسے اس شخص کو پچھلی سیٹ پر ڈال کر خود اس کے اوپر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ اس شخص کی مضحکہ خیز حرکتیں آج بھی جوں کی توں تھیں۔ وہ آج بھی زندہ دلی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ بہرطور کار اسٹارٹ ہو کر آگے چل پڑی۔ میں نے اسے پوری رفتار سے چھوڑ دیا تھا۔ بہترین کار تھی اور اس کا انجن انتہا شاندار اور بے آواز تھا۔ کر چلتا ہوا افسوس بھی نہ ہوتا تھا۔ ہم ان کی ان میں کافی دور نکل آئے۔ کسی نے ہمارا تعاقب کرنے کی کوشش نہیں کی تھی یا تو وہ تمام کے تمام لوگ مارے گئے تھے یا پھر اب وہ ہم سے مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ ویسے اس بات پر مجھے اب بھی حیرت تھی کہ اس کار سے اترنے والے زیادہ سے زیادہ تین یا چار آدمی ہو سکتے تھے یا پھر بہت ہی زیادہ ہوتے تو پانچ افراد ہو سکتے تھے لیکن ہم تو بہت سے لوگوں کو گولیوں کا نشانہ بنا چکے تھے۔ یہ لوگ کہاں سے آ گئے؟"

ذہن خود فکر میں ڈوبا ہوا تھا۔ سرواسے اس دوران اپنا کام کر چکا تھا۔ اس نے غالباً بے ہوش آدمی کے کپڑوں سے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے تھے اور منہ میں کپڑا بھی ٹھونس دیا تھا۔ اس کے بعد وہ پچھلی نشست سے اچھل کر اگلی نشست پر آ گیا۔

میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا اور وہ بھی مسکرانے لگا۔

"اب کیا کرنا ہے چیف۔ اب بتاؤ اس تحفۂ درویش کو کہاں لے چلو گے؟"

"میں خود بھی اُلجھا ہوا ہوں سرواسے۔ مگر تم نے اسے آخر پکڑ کیوں لیا ہے؟"

"ممکن ہے باس اس سے کوئی کام کی بات معلوم ہو سکے۔" سرواسے نے کہا اور میں چونک پڑا۔

"ارے ہاں یہ خیال تو میرے ذہن میں آیا ہی نہیں تھا۔" میں نے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔" سرواسے کے ذہن میں آ گیا تھا۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب اسے کہاں لے جائیں؟"

"کسی بھی جگہ لے چلتے ہیں۔ بستی میں پہنچنے کے بعد یہ فیصلہ کریں گے کہ اسے کہاں رکھا جائے۔"

"اوہ اُستاد معاملہ گڑبڑ ہو جائے گا۔ بستی میں داخل ہونے کے بعد تو بیکار بھی شناخت کی جا سکتی ہے۔ ممکن ہے یہ بہت سے لوگوں کی نگاہوں میں ہو اور جتنی لوگوں کو چلاتے دیکھ کر دوسرے لوگ چونک پڑیں۔"

سرواسے کی یہ بات بھی وزنی تھی۔ میں نے کار کی رفتار سست کر دی تو سرواسے چونک کر بولا۔

"ارے کیا تمہیں باس، چلتے رہو، پیچھے دور وہ دیکھو وہ بائیں سمت روشنی کیسی نظر آ رہی ہے۔" اس نے کہا۔

واقعی ابھی دور معلوم ہوتی تھی لیکن بائیں سمت ایک مدھم سی روشنی جاگ رہی تھی۔ میں سرواسے کی طرف دیکھنے لگا اور سرواسے میری طرف۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"چلو ٹھیک ہے قسمت آزمانے میں۔ اللہ مالک ہے۔"

میں نے کار کا رخ اس روشنی کی جانب موڑ دیا۔ راستہ کچا اور ناہموار تھا۔ کار اچھلتی کودتی اس پر جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم روشنی کے قریب پہنچ گئے۔ یہ ایک چوڑا احاطہ تھا جس میں لکڑی کے کھمبے گاڑ کر ایک باڑھ باندھی گئی تھی۔ اندر ایک چھوٹی سی کھپریل کی عمارت نظر آ رہی تھی شاید یہ کوئی فارم تھا۔ اطراف میں کھیت پھیلے ہوئے تھے۔ یقیناً یہاں کھیتوں کے رکھوالے ہوں گے لیکن صورت حال بڑی پریشان کن تھی۔ تمام خطرات مول لیے بغیر چارہ کار نہیں تھا کہ کوئی شخص غالباً ہمیں دیکھ رہا تھا، چونکہ جب ہم نے کار اس احاطے کے سامنے روکی تو ہمیں ایک نامعلوم روشنی نظر آئی جو ہم پر ڈالی جا رہی تھی۔

میں اور سرواسے نیچے اتر آئے اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگے۔ اسی وقت ایک غرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"کون ہو تم لوگ۔ کیا بات ہے؟"

"مسافر ہیں۔ ہم راستہ بھٹک کر اس طرف آ گئے ہیں۔ کیا ہمیں رات کے ان چند لمحات کے لیے پناہ مل سکتی ہے؟"

دوسرا آدمی آہستہ آہستہ ہمارے قریب آیا اور ہمارے حلیوں کا جائزہ لینے لگا۔ ہم بھی اس دوران اس کا جائزہ لیتے رہے تھے۔ درمیانی عمر کا آدمی لیکن مضبوط ہاتھ پاؤں کا مالک۔

"مگر تمہارا حلیہ تو عجیب ہو رہا ہے۔" اس نے کہا۔

"بابا سینکڑوں مصائب سے گزر کر یہاں تک پہنچے ہیں، یہ کونسی جگہ ہے؟"

"یہ ایک فارم ہاؤس کی عمارت ہے۔"

"کس کا ہے یہ فارم ہاؤس؟"

"میرے مالک کا۔ میں ملازم ہوں ان کا۔"

"اوہ کیا یہاں تم اکیلے رہتے ہو بابا؟" سرواسے نے سوال کیا۔

"ہاں میں اس علاقے کا محافظ ہوں۔"

"بہرطور ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ ہم تو تھوڑی دیر کے لیے پناہ چاہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ یہ گاڑی احاطے میں لے آؤ۔ میں تمہارے لیے برآمدے میں ہی بندوبست کر سکتا ہوں۔ اندر کی عمارت کو میں خود بھی استعمال نہیں کر سکتا۔ اجازت نہیں ہے۔" بوڑھے نے کہا۔

"ہمیں اندر کی عمارت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ ہمیں بھی ہمارا انتظام کر دیں۔ ہم تھوڑی دیر گزارنے کے بعد صبح ہی صبح یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔" میں نے مکاری سے کہا اور سرواسے کو اشارہ کیا۔ سرواسے کار اندر لے آیا تھا۔

کار ہم نے اس برآمدے کے قریب ہی کھڑی کر دی جس کے بارے میں بوڑھے نے ہم سے کہا تھا کہ وہ ہماری رہائش گاہ بن سکتا ہے۔ برآمدے سے ملحق ایک بہت ہی چھوٹا کمرہ تھا جو غالباً اس بوڑھے کی رہائش گاہ تھا۔

فارم کے اندر کی عمارت بہت ہی خوبصورت نظر آ رہی تھی لیکن باہر سے اس میں تالا لگا ہوا تھا اور یقیناً یہ تالا مالک کی

آمد ہی کھولا جاتا ہوگا۔

بوڑھے نے اندر سے کچھ سامان نکال کر باہر ڈال دیا، لیمپ، کمبل، تکیے وغیرہ تھے۔ پھر اس نے مجھ سے کہا۔

"کار بند کر کے یہاں لیٹ جاؤ۔ میں مزید تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکوں گا۔"

"بابا! اس قدر مدد تم نے کر دی ہے، وہی کیا کم ہے۔" میں نے سمروارے نے کہا۔

بوڑھا ہمارے پیچھے رکھ کر ایک بار پھر اپنی کوٹھری میں چلا گیا تھا اور سمروارے اس کے پیچھے ہی پیچھے دروازے تک پہنچا تھا۔ پھر جیسے ہی بوڑھا واپس آیا سمروارے نے اس کی گردن میں ہاتھ ڈال دیا۔ اور اس کے بعد بیچارے بوڑھے کے ہوش و حواس بجا نہ رہ سکے تھے۔ سمروارے نے اسے بے ہوش کر کے ایک سمت ڈال دیا اور احتیاط کے ساتھ جھک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔ بوڑھا گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ سمروارے نے اس کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اسے اس کی کوٹھری میں ڈال دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی اس نے بوڑھے کی کوٹھری کا جائزہ بھی لے لیا تھا لیکن یہاں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے خطرہ محسوس ہو۔ عمارت بھی بند تھی۔ اگر یہ شخص اکیلا نہ ہوتا تو خطرہ پیش آ سکتا تھا۔ بہرطور یہیں ایک عارضی رہائش گاہ مل گئی تھی اور اب اس کار سے فوری طور پر چھٹکارا پا لینا ضروری تھا کیونکہ یہ کار ہی ان کی سراغ رسانی کر سکتی تھی۔

میں نے سمروارے سے کہا کہ وہ اس کار کو لے جا کر ایسی جگہ چھپا دے جہاں سے اسے آسانی سے تلاش نہ کیا جا سکے۔ اسے اس وقت تباہ کرنا مناسب نہیں ہوگا، چونکہ ممکن ہے اطراف میں کچھ اور لوگ بھی موجود ہوں جو کار کا دھماکہ سن کر اس طرف تفتیش حال کے لیے دوڑے چلے آئیں۔

سمروارے نے میری بات سے اتفاق کیا تھا۔ اس نے مجھے بھی ہدایات دیں کہ میں یہاں کے معاملات کو پوری طرح کنٹرول کروں اور اس کے بعد وہ کار لے کر نکل گیا۔

برآمدے میں مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ لائٹ کے لیے یہاں غالباً جنریٹر کا انتظام کیا گیا تھا کیونکہ ہلکی ہلکی جنریٹر کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ فارم ہاؤس کی اس عمارت میں جنریٹر لگانے کا مقصد میری سمجھ میں نہیں آیا۔ بہرطور میں نے اس پر غور بھی نہیں کیا۔ بوڑھا بے ہوش پڑا ہوا تھا جو اس فارم ہاؤس کا نگران تھا۔ اس کے بعد میں اس بے ہوش شخص کی طرف متوجہ ہو گیا جسے ہم اغوا کر کے لائے تھے۔ وہ اب بھی گہری گہری سانسیں لے رہا تھا اور اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ جلد ہی ہوش میں نہیں آئے گا۔

بہرطور فی الحال یہ جگہ ہمارے لیے مناسب تھی۔ میں سمروارے کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد سمروارے واپس آ گیا۔ اس کے چہرے پر کوئی خاص بات نہیں تھی۔

"چھپا دی؟"

"ہاں چیف، کام تمہاری مرضی کے مطابق ہو گیا۔"

"کیا اطراف میں کوئی ایسی جگہ موجود ہے؟"

"ساری جگہیں ہی ایسی ہیں چیف۔ گھنی جھاڑیوں کے جھنڈ یہاں سے بائیں سمت تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ جھاڑیاں ایسی ہیں کہ یہاں اگر تم چاہو تو ٹرک بھی چھپا سکتے ہو اور دور سے دیکھنے پر پتہ بھی نہ چل سکے۔"

"گڈ۔ کار کی تلاشی لے لی تھی؟"

"ہاں چیف، اس سے تو بڑی کام کی چیزیں برآمد ہوئی ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"پیش کروں۔" سمروارے نے کہا اور میں اس کے بدن کا جائزہ لینے لگا۔ سمروارے کے بدن پر تو کوئی ایسی چیز نہیں تھی۔ جب میں نے اس سے وہ چیزیں پیش کرنے کے لیے کہا تو وہ اپنی جگہ سے آگے بڑھا اور فارم ہاؤس کی عمارت کے احاطے کی طرف سے وہ لمبی لمبی رائفلیں اٹھا لایا۔ اس کے ساتھ ہی کچھ دستی بم وغیرہ بھی تھے۔ میں نے حیرت و دلچسپی کی نگاہوں سے انہیں دیکھا تھا۔ پھر سمروارے نے دو پستولیں میرے سامنے ڈال دیں۔

"کمبختوں نے کار کی ڈکی میں پورا اسلحہ خانہ بنا رکھا تھا اور یہ بہتر ہی ہوا بابا، کیونکہ میری کار میں کافی سامان موجود تھا جو ان بدبختوں نے تباہ کر دیا۔" سمروارے بولا۔

"ہاں واقعی یہ رائفلیں ہمارے کام آ سکتی ہیں۔"

"لیکن چیف اب پروگرام کیا ہے؟" سمروارے نے پوچھا۔

"تم اس شخص کو کس مقصد کے لیے لائے ہو؟"

"اسے ہوش میں لا کر اس سے معلومات حاصل کریں گے۔"

"تب پھر عمارت کا اندرونی دروازہ کھول لو۔" میں نے کہا اور سمروارے عمارت کے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے عمارت کا دروازہ کھول لیا تھا۔

جنریٹر کی وجہ اب میری سمجھ میں آ گئی تھی۔ عمارت میں باقاعدہ لائٹ کا انتظام تھا۔ چار کمرے تھے، چاروں انتہائی اعلیٰ پیمانے پر سجے ہوئے تھے۔ ہر قسم کا فرنیچر اور کھانے پینے کا سامان بھی وہاں موجود تھا۔ ایک کچن تھا، باتھ روم تھا، غرض رہائش کے لیے تمام ضروریات یہاں موجود تھیں۔ میں نے آہستہ سے سمروارے سے کہا۔

"سمروارے کیا یہ جگہ ہماری پناہ گاہ کے طور پر موزوں

ہوگی۔"

"استاد! اسے دیکھ کر تو یہی لگتا ہے جیسے یہ ہمارے لیے ہی تخلیق کی گئی ہو۔"

"لیکن ممکن ہے یہاں فوراً ہی کسی سے سابقہ پڑ جائے۔"

"کیا مطلب؟"

"فارم ہاؤس کا مالک کب یہاں آتا ہے، کس طرح آتا ہے، اس کے بارے میں کیسے معلومات حاصل ہو سکتی ہیں؟"

"استاد! یہ کوئی مشکل بات ہے۔ یہ بوڑھا محافظ ہمیں بتائے گا۔" سمروارے نے کہا اور میں مسکرانے لگا۔

"تمہارا دماغ اب بھی اسی طرح چلتا ہے سمروارے، تم سے تو اب تک کوئی بات ہی نہیں چھوٹی۔"

"ہو باتیں کریں گے استاد! اچھی طرح باتیں کریں گے، پچھلے ان معاملات سے ہٹ کر نہیں، بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سمروارے زندہ ہو اور زندگی بچا بھی ان لوگوں کے شکنجے میں پھنسی رہیں۔ ویسے استاد تم اس دوران خاصی خونریزی کرتے رہے ہو، تمہاری فطرت میں تو یہ بات نہیں تھی اور دوسرے معاملات کا کیا ہے۔"

"دوسرے معاملات سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"میرا مطلب ہے لڑکی۔" سمروارے نے کہا اور شوخی بھرے انداز میں ہنسنے لگا۔

"لڑکی سے اپنی زندگی وابستہ کرنے کے بعد سمروارے میں نے اپنی زندگی مکمل پرسکون کر لی تھی۔ اگر یہ ہنگامہ خیزی نہ ہوتی تو شاید میں زندگی میں کبھی اس طرف راغب نہ ہوتا، لیکن ان لوگوں نے مجھے مجبور کر دیا اور بے شمار انسانی جانیں میرے ہاتھوں سے ضائع ہو گئیں۔"

"اب اس کے لیے مجبوری ہے استاد، کیا کیا جا سکتا ہے۔ ویسے بہرطور بخت ترکی کا پھیرا اب تمہاری مضبوط ہو گیا ہے۔"

"ہاں تمہارا کیا خیال ہے، ہم یہ سمجھ لیں کہ ہو گیا تیرے کے قتل کا مسئلہ حل ہو گیا۔"

"ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ ظاہر ہے یہ بات چھپی نہیں رہی ہوگی۔" میں نے کہا اور سمروارے گردن ہلانے لگا۔ پھر وہ اس آدمی کو اندر لے آیا جو ابھی تک بے ہوش تھا۔ یہاں لانے کے بعد اسے ہوش میں لانے کی کوششیں کی گئیں۔ باہر کی طرف سے ہم قطعی غافل نہیں رہ سکتے تھے چنانچہ دروازہ کھلا چھوڑ دیا گیا تھا اور ہم میں سے ایک ایک آدمی باہر کا گشت کر کے دروازے کا جائزہ لیتا تھا لیکن چاروں طرف ہولناک سناٹے اور ویرانی کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ تب سمروارے نے کہا۔

"استاد یہ دروازہ بند کر دیا جائے تو زیادہ مناسب ہے بلکہ بہتر ہوگا کہ باہر کی روشنی بھی بند کر دی جائے، کیونکہ جس طرح ہم لوگ اس فارم ہاؤس کی عمارت کی جانب متوجہ ہوئے ہیں، اسی طرح دوسرے لوگ بھی متوجہ ہو سکتے ہیں۔"

"بات معقول تھی اس لیے میں نے سمروارے کی ہدایت پر عمل کیا۔ البتہ بوڑھے بے ہوش محافظ کو بھی ہم اندر کمرے میں اٹھا لائے تھے۔ پھر سمروارے نے اس شخص پر طبع آزمائی شروع کر دی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ہوش میں آ گیا۔ وہ متوحش نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اور سمروارے پر نگاہ پڑتے ہی اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔ اس نے گھگھیائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تت۔ تم۔ تم۔۔۔؟"

"ہاں۔ ہم۔ ہم۔" سمروارے اسی کے انداز میں بولا اور ہنس پڑا۔

وہ شخص عجیب نگاہوں سے ہمیں دیکھنے لگا۔ آہستہ آہستہ اس کی آنکھوں میں زندگی واپس آنے لگی اور پھر اس نے ایک دم اٹھنے کی کوشش کی لیکن ہاتھ بندھے ہونے کی وجہ سے ایک طرف لڑھک گیا۔

"واہ میری جان! خوب، اچھل کود کر لیتے ہو تم، لیکن ذرا غور کرو ابھی تمہاری گردن پر ایک تیز چھری پھر جائے گی اور تمہارا نرخرہ کٹ جائے گا۔ اس سے خون کی دھاریں پھوٹ کر اس قالین کو سرخ کر دیں گی لیکن ہمیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہوگی کیونکہ یہ قالین ہمارے باپ کی ملکیت نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟ کیا بکواس ہے؟" اس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ایسا ہی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ہم، یہ دیکھو۔" سمروارے نے اپنی آستین میں سے ایک لمبی چھری نکال لی جس پر چمڑے کا خول چڑھا ہوا تھا۔ اس نے خول نکالا تو چھری کی تیز چمک نگاہوں کے سامنے لہرا گئی۔ اس شخص نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری تھی۔

"مگر تم، تم مجھے قتل کیوں کرو گے؟"

"اس لیے میری جان کہ تم ہمیں قتل کرنا چاہتے تھے۔" سمروارے نے کہا۔

"اوہ تو تم لوگ۔ تم لوگ وہی ہو۔ وہی ہو تم لوگ۔" وہ شخص بری طرح بوکھلا گیا تھا۔

"ہاں وہی ہیں ہم لوگ۔ کیا کہتے ہو اب بولو۔"

"مم۔ میں کیا بولوں۔"

"جو ہم کہیں وہی بولو۔ بولو کیا بولو گے۔" سمروارے نے اس

سے الجھا ہوا تھا۔ وہ خاموشی سے کبھی مجھے کبھی سروارے کو دیکھنے لگا۔ سروارے نے چھری اس کی آنکھوں کے سامنے لہراتے ہوئے کہا۔

"ہاں اب بتاؤ، کون ہو تم اور کس نے تمہیں بھیجا تھا؟"

وہ کانپ گیا۔ اس کی آنکھوں میں دہشت ابھر آئی تھی۔ اس نے سروارے کے ہاتھ میں دبی ہوئی چھری کو دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا

"م... میں... میں کچھ نہیں جانتا۔ میں کچھ نہیں جانتا۔"

"جان لو گے، جان لو گے، ہم تمہیں سب کچھ بتا دیں گے کہ کس طرح۔ پہلے یہ جان لو۔" سروارے نے اس کی پیشانی پر چھری سے ناک کی پھنگی تک ایک لکیر بنا دی۔ اس لکیر سے خون کی دھار پھوٹ پڑی حالانکہ بہت ہلکا سا نشان تھا لیکن خون تیزی سے بہنے لگا تھا۔ اس شخص کے حلق سے کرب ناک چیخ نکلی اور وہ دہشت سے کانپنے لگا۔ اس نے گردن ادھر ادھر جھٹکی لیکن یہ بھی اس کے لیے ہی نقصان دہ ثابت ہوا۔ میں نے سروارے کی طرف دیکھا۔ سروارے مسکرا رہا تھا۔ میں نے سروارے کے انداز میں بڑی سفاکی محسوس کی۔ اس سے پہلے وہ اتنا سفاک نہیں تھا۔ پتہ نہیں اس کی زندگی اس دوران کس طرح گزر رہی ہو۔ بظاہر تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے سروارے میری ہی مانند پرسکون زندگی گزارتا رہا ہو لیکن اس وقت جو کچھ وہ کر رہا تھا وہ میرے لیے ذرا اجنبی تھا۔

خون بہہ بہہ کر اس کی آنکھوں پر آنے لگا تو سروارے نے اطمینان سے ہاتھ بڑھا کر اس کی آنکھوں سے خون پونچھ دیا۔

"ہاں اب ذرا غور کرو، یہ چھری تمہارے جسم کے کسی اور حصے پر رقصاں ہو سکتی ہے۔ ہاں اگر میں تمہاری ناک کا ذرا سا سرا کاٹ دوں تو کیسا رہے گا۔ لیکن دوست ساری زندگی تم نکٹے پھرتے رہو گے، بہتر یہ ہے کہ مجھے اس کا موقع نہ دو۔"

"مار ڈالو، مجھے جان سے مار ڈالو، پلیز مجھے جان سے مار ڈالو" اس نے کہا۔

"مار دیں گے، مار دیں گے۔ ہم تمہاری ہر خواہش پوری کر دیں گے لیکن اس وقت تک نہیں جب تک تم اپنی زبان نہیں کھولو گے۔"

وہ تھوک نگل کر رہ گیا۔ اس کی آنکھوں میں بے پناہ خوف ابھر آیا تھا۔ سروارے کی سفاک گفتگو اس کے لیے اعصاب شکن ثابت ہوئی تھی۔ چند لمحات وہ خاموش رہا۔ اس کی ایک ایک حرکت سے اس کے شدید خوف کا اظہار ہو رہا تھا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"تم جانتے ہو کہ مجھے کس نے بھیجا ہوگا؟"

"دیکھو عزیز من ہم پہیلیاں نہیں بوجھ رہے، صاف گفتگو کرو ورنہ تمہارا حشر خراب ہو سکتا ہے۔"

"نہیں... میں... میں ترلوکا کا آدمی ہوں۔"

"ہاں یہ ہوئی نا بات۔ لیکن یہ بات تو ہم جانتے ہیں کہ تم ترلوکا کے آدمی ہو۔ کیا تمہیں براہ راست ترلوکا نے ہی ہمارے پیچھے لگایا ہوا ہے؟"

"نہیں۔"

"پھر کون ہے وہ؟"

"مہیرو۔"

"او وہ کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ مہیرو مارا جا چکا ہے؟"

"ہاں اس کی موت کی اطلاع ہمیں مل گئی تھی اور ہم فوراً ہی عمل میں آ گئے تھے۔ یہ ہماری ڈیوٹی تھی کہ ہم تم پر نگاہ رکھیں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تم لوگوں کو جگہ جگہ چیک کیا جا رہا ہے۔ تم تو نئے آدمی ہو اور تمہارے بارے میں ہمارا ایک شعبہ تحقیقات کر رہا ہے کہ تم کون ہو سکتے ہو لیکن یہ۔ یہ" اس نے میری طرف اشارہ کر کے کہا۔

"ہاں میں تمہاری نگاہوں میں ہوں۔"

"ہاں۔ ہمارا ایک پورا ڈیپارٹمنٹ تمہارے ایک ایک لمحے کی نگرانی کر رہا ہے۔"

"لیکن تم لوگوں نے مجھ تک پہنچنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟"

"یہ ترلوکا کا حکم تھا۔" اس نے جواب دیا۔ میں ایک لمحے کے لیے سوچ میں ڈوب گیا۔ یہ حقیقت تھی اس سے پہلے بھی مجھے اس بات کے شواہد مل چکے تھے کہ ترلوکا پوری طرح مجھ پر نگاہ رکھ رہا ہے لیکن بعد میں، میں اس غلط فہمی کا شکار ہو گیا تھا کہ اب میں ترلوکا کی نگاہ سے محفوظ ہو گیا ہوں۔ لیکن یہ کمبخت یہ کیا کہہ رہا ہے۔ اب میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"ہوں، ترلوکا میرے بارے میں کیا جانتا ہے؟"

"تم راجہ نواز اصغر ہو۔" اس نے کہا۔

"ہاں ہوں۔"

"اور تم ترلوکا کے مخالفوں میں سے ہو۔"

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"بس وہ یہ جانتا ہے۔ تمہارے معاملے میں ایک ایک جگہ کی نگرانی کی جا رہی ہے۔ ہر اس جگہ جہاں تم موجود ہوتے ہو ہمارے آدمی تمہارے بارے میں مہیرو کو اطلاعات فراہم کرتے رہتے تھے۔"

"اور مہیرو ان اطلاعات کو ترلوکا تک پہنچاتا ہوگا۔"

"ہاں یہ اس کی ذمہ داری تھی۔"

"گویا اس پورے علاقے کو مہیرو ہی کنٹرول کرتا تھا۔"

"ہاں۔"

"اس کی موت کے بعد کیا ہوگا؟"

"میں نہیں جانتا۔ میں تو ایک معمولی کارکن ہوں۔"

"ٹھیک ہے، یہ تو تم ضرور جانتے ہو گے کہ میری بیوی زیبی کہاں ہے؟"

"یقین کرو مجھے نہیں معلوم۔ یہ بات تو شاید مہیرو بھی نہیں جانتے ہوں گے۔"

"میں اس کو تسلیم نہیں کرتا۔"

"تمہیں تسلیم کرنا ہوگا۔ میں جو بات جھوٹ نہیں کہہ رہا۔ یہ سب کچھ تمہیں بتا کر میں نے اپنی موت کے کاغذ پر دستخط کر دیئے ہیں اب مجھے کسی قیمت پر نہیں چھوڑا جائے گا۔"

"ترلوکا کہاں ہے؟" میں نے سوال کیا اور وہ اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

"دیکھو۔ دیکھو مجھ سے اس کے بارے میں کچھ مت معلوم کرو۔"

"ٹھیک ہے تم نہ معلوم کرو جیسے میں معلوم کیے لیتا ہوں" سروارے نے چھری کی نوک ایک بار پھر اس کی گردن پر رکھ دی۔ وہ خوفزدہ ہو گیا تھا۔

"سنو بات سنو۔ مجھے قتل کر کے تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔ اگر کچھ معلوم ہی کرنا چاہتے ہو تو جاؤ گیری کوپ کے پاس چلے جاؤ۔ گیری کوپ کے پاس تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

"واہ یہ تم نے قصہ حاتم طائی شروع کر دیا کہ یہاں سے شمال چلے جاؤ، وہاں سے جنوب میں چلے جاؤ۔ میرے دوست تمہیں مجھے یہ بتانا ہوگا کہ گیری کوپ کے بارے میں ہمیں کیا مل سکتا ہے؟"

"ترلوکا، وہاں تمہیں ترلوکا مل سکتا ہے۔" اس نے تھکے تھکے لہجے میں کہا اور پھر ایک دم اپنا منہ بند کر لیا۔ اس کے انداز سے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس کے بدن سے سارا خون نچڑ گیا ہو، جیسے یہ الفاظ کہہ کر اس نے اپنی موت کی وارنٹ لے لی ہو۔ لیکن اب ہم اسے غور سے دیکھ رہے تھے۔

"گیری کوپ کے بارے میں مزید تفصیلات معلوم ہونی چاہئیں تمہیں" میں نے اس کا بازو جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

"تمہیں گیری کوپ کے بارے میں تفصیلات بتانا ہوں گی۔"

"تم خود اس کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہو۔" اس نے کہا اور دفعتاً اس نے ایک زوردار جھٹکا دیا۔ سروارے جو اب تک اس کی گردن پر چھری رکھے ہوئے تھا، اپنے آپ کو سنبھال نہیں سکا۔ ایک جھٹکے سے چھری آدمی کے قریب اس کی گردن میں پیوست ہو گئی تھی۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ اس کی گردن سے خون کا فوارہ ابل پڑا تھا۔ سروارے کے حلق سے ایک آواز سی نکل کر رہ گئی تھی۔

اس نے یہ خودکشی کیوں کی تھی، اندازہ ہے۔ مجھے یقین تھا کہ اس انکشاف کے بعد اس کی موت اس سے کہیں زیادہ کربناک ہوگی۔ سروارے نے پھرتی سے چھری اس کی گردن سے کھینچ لی اور اس پر جھک گیا۔

"اب بتاؤ، اب تو بتا دو۔ تم نے خود ہی تو خودکشی کی ہے، میں نے تو تمہیں قتل نہیں کیا۔" اس نے کچھ بولنے کی کوشش کی لیکن آواز کی تال ٹوٹ چکی تھی۔ اس کے حلق سے خرخراہٹ کے سوا کچھ نہ نکل سکا۔ اور چند لمحات کے بعد اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔

سروارے ایک گہری سانس لے کر کھڑا ہو گیا تھا۔ "کم بخت نے خوفزدہ ہو کر خودکشی کر لی۔ کاش یہ ہمیں گیری کوپ کے بارے میں کچھ اور بتا سکتا۔" میں خاموشی سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ سروارے بھی افسردہ ہو گیا تھا۔ بہرطور اب اس کے بعد یہاں اور کوئی کام نہیں تھا لیکن رات کے اس آخری حصے میں کہیں جانا بھی ممکن نہیں تھا چنانچہ آخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ رات یہیں گزار لی جائے۔

میں نے سروارے سے کہا۔

"اب کیا پروگرام ہے سروارے؟"

"کس سلسلے میں چیف؟"

"بقیہ زندگی کہیں گزار رہے ہو؟"

"جگہ تو ایسی ہی ہے چیف، مگر اب نہ وہ نواز اصغر ہے اور نہ وہ سروارے۔"

"کیا مطلب؟"

"یاد نہیں ہے ہر جگہ اپنی جاگیر ہوتی تھی جہاں پھیل گئے وہیں ڈیرہ جما لیا۔"

"ہاں سروارے۔ زندگی واقعی بڑی عجیب چیز ہے۔ بہرحال رات تو یہاں ہی گزارنی پڑے گی۔"

"اس وقت جا بھی کہاں سکتے ہیں چیف" سروارے ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

غلام ہاؤس کا محافظ لوٹھا اسی جگہ بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ ہمارے شکار کی گردن سے بہا ہوا خون نیچے بچھے ہوئے قالین میں جذب ہو گیا تھا چونکہ قالین ہلکے رنگ کا تھا اس لیے خون اس پر نمایاں نظر آ رہا تھا۔ اس آدمی کی موت کا ہم دونوں کو کوئی افسوس نہیں تھا سوائے اس کے کہ اگر گیری کوپ کے بارے میں کچھ اور تفصیلات معلوم ہو جاتیں تو ہمیں ہمارے کام میں آسانی ہوتی۔

کافی دیر اس طرح گزر گئی، میں اور سروارے وہیں فرش پر دراز ہو گئے تھے۔ باہر کے معاملات کو اب کہاں تک کنٹرول کیا جا سکتا تھا۔

البتہ ہمارے ہتھیار ہمارے پاس موجود تھے جن کے ذریعہ اگر کوئی واقعہ پیش بھی آ جاتا تو ہم اپنی حفاظت کر سکتے تھے حالانکہ بدن تھکن سے چور چور ہو رہا تھا لیکن نیند نہیں آ رہی تھی کافی دیر تک لیٹے رہنے کے بعد سرواسے ایک دم اچھل پڑا۔

"چیف۔" اس نے مجھے آواز دی۔

"ہاں کیا بات ہے سرواسے۔؟"

"چیف بالکل خاموش لیٹے ہوئے ہو کیا نیند آ رہی ہے؟"

"نہیں۔ میرا بھی خیال تھا اس لیے میں نے تمہیں آواز دے لی تھی۔"

"کوئی خاص بات تمہارے ذہن میں آئی ہے سرواسے؟"

"ہاں چیف۔"

"وہ کیا۔؟"

"گیری کوپ ہمیں کوئی فریب تو نہیں دے رہا۔؟"

"یہ نہیں ہو سکتا۔" میں نے جواب دیا پھر میں ہی بولا۔

"اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو آدمی خود کشی نہ کرتا۔" سرواسے کسی سوچ میں گم ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا

"ہاں تم ٹھیک کہتے ہو چیف۔ بے خوفی کی انتہا تھی کہ اس نے خود ہی مر جانا پسند کیا۔ مگر کاش یہ ہمیں گیری کوپ کے بارے میں کچھ اور تفصیل بتا دیتا۔ تاہم میرے ذہن میں ایک خیال آیا ہے۔"

"کیا سرواسے۔؟" میں نے سوال کیا۔

"چیف۔ کیا یہ بوڑھا ہمیں گیری کوپ کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا۔" میں سرواسے کی اس بات پر اچھل پڑا تھا چند لمحات خاموشی سے کچھ سوچتا رہا پھر میں نے کہا۔

"ہاں سرواسے۔ اس کے امکانات ہیں سو فیصدی امکانات ہیں۔"

"ہاں چیف میرا خیال ہے اگر وہ کوئی مشہور شخصیت ہے تو بوڑھا اسے ضرور جانتا ہوگا۔"

"کیا یہ زبان کھول سکے گا۔"

"ہم اچھے اچھوں کی زبان کھلوا لیتے ہیں چیف۔" سرواسے نے جواب دیا اور پھر خاموش ہو گیا۔ رات آہستہ آہستہ بھیگ رہی تھی۔ ہم لوگوں نے تھوڑی دیر کے لیے پلکیں جھپکائی تھیں لیکن نیند خود بخود اچٹ گئی اور ہم جاگ گئے۔ صبح کی روشنی بہت پھیل چکی تھی۔ سرواسے اٹھ کر بیٹھ گیا اور کچن کی جانب دیکھا اور پھر اندر سے اس کے چلنے کی آواز سنائی دی۔

"یوں محسوس ہوتا ہے چیف جیسے ان لوگوں نے ہمارے لیے سارے انتظامات کر رکھے ہیں۔ ارے یہاں تو بہت کچھ موجود ہے۔"

"بھوک لگ رہی ہے سرواسے جو کچھ ہے لے آؤ [illegible]" میں نے کہا۔ اور سرواسے کچن میں مصروف ہو گیا اندر سے مختلف آوازیں سنائی دے رہی تھیں اور سرواسے کسی گھریلو عورت کی طرح سارے کام کر رہا تھا تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک ٹرے سنبھالے ہوئے اندر آ گیا جس میں رکھے ہوئے برتنوں سے کافی کی سوندھی سوندھی خوشبو اٹھ رہی تھی مختلف اقسام کے بسکٹ موجود تھے اور کچھ خشک میوے بھی جو اس وقت کھانے کے لیے لذیذ محسوس ہوئے۔ ہم نے سب کچھ چٹ کر ڈالا تھا کیونکہ یہ اندازہ نہیں تھا کہ اس کے بعد ہمیں کب کھانا نصیب ہو۔ بوڑھا ابھی شاید ہوش میں آ گیا تھا لیکن اس کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکلی تھی۔ اتفاقاً ہی ہماری نگاہ اس کی طرف اٹھ گئی تو ہم نے اسے پلکیں جھپکاتے ہوئے پایا وہ خوفزدہ نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہا تھا تب سرواسے اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"شریف آدمی کچھ کھاؤ گے۔؟"

"تم۔ تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو۔" اس نے کہا۔

"فی الحال ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم ناشتہ کر لو کیا خیال ہے میں تمہارے لیے ناشتہ لاؤں۔"

"آہ۔ شاید تم نے عمارت کا تالا کھول لیا ہے۔ تم نے اچھا نہیں کیا۔"

"کیا اچھا کیا ہے کیا برا کیا ہے اس کے بارے میں ابھی تفصیلات معلوم ہو جائیں گی فی الحال تم یہ بتاؤ کہ تمہیں کچھ کھانے کے لیے پیش کیا جائے یا پھر تم ہم سے گفتگو کے لیے تیار ہو۔"

"تم۔ میں۔ اگر تم چور ہو تو رات کو یہاں سے بھاگ کیوں نہیں گئے۔"

"اور اگر چور نہیں ہیں تو۔؟"

"تو پھر یہاں کیوں آئے ہو اور کیا چاہتے ہو۔؟"

"ہاں یہ ہوئی نا بات تم سے صرف ایک بات معلوم کرنا چاہتے ہیں بزرگوار اور ہمیں یقین ہے کہ تم اس کا ہمیں سچ سچ جواب دو گے۔"

"کیا مطلب کیا چاہتے ہو تم۔؟"

"ہم بتا کر بیٹھو ذرا یہ دیکھو ہم تمہارے لیے کیا تحفہ لائے ہیں۔" سرواسے نے اسے سہارا دے کر بٹھا دیا اور تب اس کی نگاہ اس لاش پر پڑ گئی۔ بوڑھے کا منہ کھلا اور کھلے کا کھلا رہ گیا وہ ایک پاگل سا معلوم ہوتا تھا پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور ادھر ادھر جھومنے لگا۔

"نہیں اگر تم بے ہوش ہو گئے تو پھر زندگی میں کبھی ہوش میں نہ آ سکو گے۔" بوڑھے نے پھرتی سے آنکھیں کھول لی تھیں پھر وہ خوفزدہ لہجے میں بولا

"ہاں تم کیا چاہتے ہو۔؟"

"گیری کوپ کہاں رہتا ہے۔؟" میں نے سوال کیا اور بوڑھا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"میں تفصیل نہیں جانتا لیکن اس کی رہائش گاہ یہاں سے تھوڑے ہی فاصلے پر تقریباً دو میل چلنے کے بعد بستی کے آخری سرے پر ہے۔"

"ہوں۔ ہمارے جانے کے بعد تم اپنے مالک سے کس طرح رابطہ قائم کرو گے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"مطلب یہ کہ تم ان حالات کے بارے میں بتانے تو جاؤ گے۔"

"نہیں میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ میں یہاں سے کہاں جاؤں گا۔؟"

"تو پھر اس لاش کا کیا کرو گے۔؟"

"اس کے۔ اس کے بارے میں تم ہی فیصلہ کر سکتے ہو۔"

"ہم نے تو یہی فیصلہ کیا ہے کہ اسے یہیں چھوڑ جائیں۔"

"تو پھر چھوڑ جاؤ۔"

"تمہارے مالک سے رابطہ قائم کرنے کا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے۔"

"کوئی ذریعہ نہیں جب وہ لوگ خود یہاں آتے ہیں تو آتے ہیں۔"

"یہ بتاؤ میرے دوست کہ اب تم اسے اطلاع دینے کے لیے کیا بندوبست کرو گے۔"

"اسے اطلاع دینا تو ضروری ہے چونکہ میری بھی گردن پھنس جانے کا معاملہ ہے لیکن تم بے فکر رہو میں اس بارے میں تمہارا نام نہیں لوں گا۔"

"کیا واقعی۔؟"

"ہاں۔ میں غریب آدمی ہوں مجھے تم سے کچھ نہیں لینا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں ان سے یہی کہوں گا کہ رات کو کچھ لوگ اس طرف آ گئے تھے اور ایک لاش چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ وہ کون تھے کیا تھے اور انہوں نے مجھ سے کیا گفتگو کی اس کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گا چونکہ اس طرح میری بھی گردن پھنستی ہے۔" بوڑھا وحشت زدہ لہجے میں یہ تمام باتیں کہہ رہا تھا۔ سرواسے نے میری طرف دیکھا اور میں نے گردن ہلا دی۔

"ٹھیک ہے سرواسے لیکن گیری کوپ کے بارے میں ابھی اسے کچھ اور بتانا چاہیے۔"

"قسم ہے بوڑھے میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا تم آگے بڑھو گے تو تمہیں اس کی رہائش گاہ خود بخود نظر آ جائے گی۔" اس نے کہا اور ہم نے فیصلہ کر لیا کہ بوڑھے کو ہلاک کرنا کسی طور مناسب نہیں ہے۔

بہر طور اس کے ہاتھ پاؤں کھول دیئے گئے اور ہم رات تمام باڑوں کے دروازے تک لائے۔ یہاں سے اس نے ہمیں وہ سمت بتائی جہاں سے گزر کر ہم گیری کوپ کی قیام گاہ تک پہنچ سکتے تھے اور اس کے بعد ہم چل پڑے۔ بقیہ سفر آرام سے گزرا تھا کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جو قابل ذکر ہو۔ گیری کوپ کی قیام گاہ دیہاتی طرز کی ایک عمارت تھی لیکن اس کے اطراف کے علاقے بے حد حسین تھے کافی فاصلے پر ایک بستی نظر آ رہی تھی جس میں چھپے ہوئے مکانات بکھرے ہوئے تھے آخری سرے پر شاید کچھ بڑے مکانات بھی تھے اور اس کے بعد کیا تھا اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ یہ عمارت بستی کے آخری سرے پر بالکل الگ تھلگ واقع تھی اس عمارت سے قریب ترین عمارت کا فاصلہ بھی تین چار میل سے کم نہیں رہا ہوگا۔ اور سڑک سے کافی دور یہ قیام گاہ دیکھنے کی چیز تھی۔

بہرحال یہ اندازہ نہیں ہو پایا کہ گیری کوپ خود بھی اس عمارت میں موجود ہے یا نہیں ہمیں اس کے لیے پورا دن گزارنا تھا اور رات کو ہم اپنی کاروائی کر سکتے تھے چنانچہ دن گزارنے کے لیے عمارت سے کافی فاصلے پر ایک کھیت تلاش کر لیا گیا جس میں گھنے درخت بھی تھے۔ میں نے اور سرواسے نے طے کیا کہ ہم سارا دن ان گھنے درختوں میں گزاریں گے اور پھر ہم نے ایک مناسب جگہ تلاش کر لی۔ طبیعت کافی مضمحل ہو رہی تھی اور تھکن کی وجہ سے ذہن و دل پر غبار چھا رہا تھا چنانچہ ہم لوگ جھاڑیوں میں گھس کر سو گئے اور پھر اس وقت جاگے جب شام کو اپنے اپنے گھونسلوں کی جانب پرواز کرنے والے پرندے چیخ رہے تھے۔ ذہن سائیں سائیں کر رہا تھا اور طبیعت پر ایک عجیب سی اداسی چھائی ہوئی تھی لیکن تھوڑی دیر بعد جب ہم نے ہلکی سی ورزش کی تو سارا بدن تر و تازہ ہو گیا۔ نیند پوری ہو گئی تھی۔ ہمارے ہتھیار وغیرہ ہمارے پاس موجود تھے جس کا مقصد تھا کہ ابھی تک کوئی ذرہ برابر کھٹکا نہیں ہے اور نہ ہی کسی نے ہمارے بارے میں کوئی اندازہ لگایا ہے۔

گیری کوپ کی عمارت یہاں سے صاف نظر آتی تھی عمارت کے اندرونی حصوں میں روشنیاں جل اٹھی تھیں اور اب ہمیں اس عمارت کے بارے میں اندازہ لگانا تھا کہ گیری کوپ کیا چیز ہے اور اندر کیا کچھ موجود ہے۔ میرے اور سرواسے کے درمیان یہ فیصلہ ہوا کہ سرواسے باہر رہ کر صورت حال پر نگاہ رکھے گا اور میں اندر کا جائزہ لوں گا۔ دونوں کا ایک جگہ جانا مناسب نہیں تھا۔ چنانچہ اس تمام کاروائی کے بعد ہم لوگ آگے بڑھ گئے۔

عمارت سنسان ہوتی جا رہی تھی۔ البتہ ایک حصہ تاریک تھا۔ یہ عقبی حصہ تھا میں آگے بڑھ گیا۔ اس عمارت کے چاروں طرف

لکڑی کی باڑھ لگی ہوئی تھی۔ میں نے وہ بڑی وسیع عمارت کے گرد ایک چکر لگایا اور پھر لکڑی کی باڑھ کو پار کر کے اندر داخل ہو گیا۔ میں نے داخلے کے لیے عقبی حصے ہی کا استعمال کیا تھا جہاں تاریکی تھی۔

اس طرف اونچے گھنے درخت لگے ہوئے تھے۔ یہ اس قدر گھنے تھے کہ ان کے درمیان بآسانی چھپا جا سکتا تھا۔ میں ان کے سائے سائے چلتا ہوا عمارت کے بائیں حصے کی جانب بڑھ گیا۔ اس طرف ایک سوئمنگ پول نظر آ رہا تھا۔ بہت خوبصورتی سے یہ جگہ بنائی گئی تھی۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ گیری کوپ جو کوئی بھی ہے بہرحال اچھے ذوق کا بھی مالک ہے۔ سوئمنگ پول میں اس وقت کوئی نظر نہیں آ رہا تھا البتہ اس سے تھوڑے فاصلے پر برجی پر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا اطراف میں اور کوئی موجود نہیں تھا۔ یہ شخص کسی حد تک میرے کام کا آدمی ثابت ہو سکتا تھا بشرطیکہ اس پر قابو پانے میں مجھے کوئی دقت نہ ہو جاتی۔ میں دبے پاؤں اس طرف بڑھنے لگا۔ پلکوں کی باڑھ نے مجھے چھپائے رکھا تھا اور میں عقب ہی عقب میں چلتا ہوا اس جگہ تک پہنچ سکتا تھا جہاں سے بنچ تک کا فاصلہ دس بارہ گز سے زیادہ کا نہ تھا۔

میں دبے قدموں چلتا ہوا اس کے بالکل نزدیک پہنچ گیا لیکن جب میں اس کے پاس پہنچا تو دفعتاً مجھے ایک چیز نظر آئی۔ یہ بنچ پر اس کے برابر رکھی ہوئی ایک اسٹین گن تھی۔ اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے میں متحیر رہ گیا۔ مجھے اس کی امید نہ تھی۔ اگر وہ شخص ذرا بھی قدموں کی چاپ سن لیتا تو اسٹین گن اٹھا کر مجھ پر برسٹ مار سکتا تھا۔ چنانچہ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ جب تک وہ اس پر حملہ کروں۔ میں نے پھرتی سے آگے بڑھ کر پوری قوت سے پستول کا دستہ اس کے سر کے پچھلے حصے پر مارا اور اس کے حلق سے ایک کراہ نکل گئی۔ میں نے اسے عقب سے پکڑ کے پیچھے کھینچ لیا تھا۔ نیچے گرنے کے بعد میں نے اس کی گردن پر پاؤں رکھ دیا اور پوری قوت سے اس کی گردن مسل دی۔ اس کے ہاتھ پاؤں بری طرح پھڑکے اور اس کے بعد ساکت ہو گئے۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر اسٹین گن اٹھا لی تھی۔ اسٹین گن لوڈ تھی۔

اس کے بعد میں اندرونی عمارت کی طرف چل پڑا۔ یہاں سے میں نے سامنے ہی کا رخ کیا تھا۔ میں اندر داخل ہو گیا۔ یہ اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ یہاں کتنے افراد ہیں لیکن ایک کمرے سے چند لوگوں کے بولنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں اسے نظر انداز کرتا ہوا وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ اسٹین گن اب میرے پاس تھی اور میں بآسانی اس کا استعمال کر سکتا تھا۔ چند لمحے کے بعد میں ایک کمرے کے سامنے پہنچا جس سے روشنی چھن رہی تھی۔ جب میں اندر داخل ہوا تو میری نگاہ ایک عورت کی پشت پر پڑی۔ وہ آئینے کے سامنے کھڑی غالباً اپنا میک اپ سنوار رہی تھی لیکن اس نے آئینے میں مجھے دیکھ لیا چنانچہ وہ پھرتی سے پیچھے پلٹی۔ اس کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا پھر اس پر دہشت طاری ہو گئی۔ وہ خاموش اور پھٹی پھٹی نگاہوں سے میرے ہاتھ میں دبی ہوئی اسٹین گن کو دیکھ رہی تھی۔ میں آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچ گیا اور میں نے اسٹین گن کی نال اس کے سینے پر رکھ دی۔

"غور کرو تم۔ غور کرو اس اسٹین گن میں سے نکلی ہوئی گولیاں تمہارے اس خوبصورت بدن کو چھلنی کر دیں تو کیسا رہے گا؟" اس کے حلق سے ایک آواز سی نکل گئی۔ اس کی خوبصورت آنکھیں کسی مردے کی مانند نظر آنے لگیں۔ دہشت کی زیادتی کی وجہ سے اس کے خدوخال تک خراب ہو گئے تھے۔ وہ لہرائی اور فرش پر گر گئی۔ بے ہوشی نے اس کے خوف و دہشت پر قابو پا لیا تھا لیکن یہ صورت حال میرے لیے غیر معمولی تھی۔ میں اس کی بے ہوشی نہیں چاہتا تھا۔ میں نے اسے ٹٹول کر دیکھا وہ گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ زیادہ دیر بے ہوش نہیں رہ سکے گی۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا اور اندر کی بتی بجھا کر مدھم بلب روشن کر دیا۔

پھر میں اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔ جلد ہی اس کے ہونٹوں میں کپکپاہٹ شروع ہو گئی اور پھر آنکھیں کھل گئیں لیکن وہ ذہنی طور پر ابھی غیر حاضر تھی۔ اس کی آنکھوں میں خالی خالی سے تاثرات ابھرے ہوئے تھے پھر اس کا چہرہ ایک دم خوف و دہشت کا آئینہ بن گیا۔ وہ خوف زدہ نگاہوں سے میرے ہاتھ میں دبی اسٹین گن کو دیکھ رہی تھی۔ میں نے ایک بار پھر اسے مخاطب کیا۔

"سنو۔ سب سے پہلے تو یہ بتاؤ کہ اس عمارت میں تمہارے علاوہ اور کون کون ہے اور کتنے آدمی یہاں موجود ہیں۔" اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کچھ کہنا چاہا لیکن منہ سے آواز نہیں نکل سکی تھی چند لمحات تک وہ اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرتی رہی اور پھر آہستہ سے بولی۔

"پانچ آدمیوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔"

"ان پانچوں کا گیری کوپ سے کیا تعلق ہے۔؟"

"وہ سب۔ وہ سب اس کے ملازم ہیں۔" میں نے اندازہ لگایا کہ ان پانچ میں سے چند آدمیوں کو تو بے ہوشی کی نیند سلا چکا ہوں باقی جو کوئی بھی ہے گر اندر یہاں موجود نہیں ہے۔ پھر میں نے اس سے سوال کیا۔

"تم کون ہو۔ گیری کوپ سے تمہارا کیا تعلق ہے۔؟"

"میں۔ میں اس کی ہے۔"

"ہاں بیوی ہوں۔"

"بس میں اس کی دوست ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"گیری کوپ اس وقت کہاں ہے۔؟" میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"تم بتاؤ تم کون ہو۔؟" اس کا سوال ابھی پورا بھی نہیں ہوا تھا کہ میرا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا اور وہ اچھل کر دور جا گری۔ اس کے چیخنے سے پہلے میں نے ایک بار پھر اس کی گردن پر اسٹین گن کی نال رکھ دی تھی۔

"تمہارے منہ سے آواز نکلی اور میں نے یہ آواز ہمیشہ کے لیے بند کی۔" وہ خوف زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔

"گیری کوپ اپنے بار میں ہوگا۔ وہ یہاں بہت کم آتا ہے پہلی لائن کے انتہائی سرے پر ترکی کے غاروں کے قریب اس کا بار ہے اور وہ وہیں ہے۔"

"ہوں ہوں۔ بس میں یہی پوچھنا چاہتا تھا کہ بار کس سمت ہے۔ میرا مطلب ہے گیری کوپ کا وہ بار کس طرف ہے۔؟"

"کیا تم نہیں جانتے۔ تم ہو کون۔؟" اس نے سوال کیا۔ لیکن اس کے جواب میں پھر ایک تھپڑ اس کے منہ پر پڑا تھا۔

"مجھے صرف جواب چاہیے۔" میں نے کہا۔ اور وہ بائیں گال سہلانے لگی۔

"جلدی بتاؤ۔" میں نے پھنکارتی آواز میں کہا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے اور اس کا بدن دھیرے دھیرے کانپ رہا تھا۔ غالباً اسے یقین ہو گیا تھا کہ مجھے بتائے بغیر اس کی گلو خلاصی ممکن نہیں ہے۔ پھر خود وہ مجھے گیری کوپ کے بار کے بارے میں تفصیلات بتانے لگی اور میں اس کے چہرے سے اس کی سچائی کا جائزہ لینے لگا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"تم، تم گیری کوپ سے کس قدر قریب ہو۔ کیا تم اس کے ذاتی معاملات کے بارے میں بھی کچھ جانتی ہو۔؟"

"نہیں۔"

"بکواس بالکل بکواس۔ میں جانتا ہوں کہ تم۔ تم گیری کوپ سے کیا تعلق رکھتی ہو۔ جو یہاں نہیں آ گھسا تھا تم سے بہت ساری معلومات کی توقع لے کر یہاں تک پہنچا تھا لیکن تم شاید زندگی ہی کھو دینا چاہتی ہو۔"

"نہیں نہیں۔ اب میں تم سے کوئی بات نہیں چھپاؤں گی لعنت ہے مجھ پر کہاں پھنس گئی۔ تم کون ہو۔ مجھے بتاؤ تم کون ہو۔؟"

"اگر میں تمہیں اپنا نام بتا دوں تو کیا تم مجھے حقیقت حال سے آگاہ کر دو گی۔"

"کوشش کروں گی۔"

"تو پھر سنو۔ میرا نام راجہ نواز اصغر ہے۔" میں نے کہا اور اس کے چہرے پر ان الفاظ کا رد عمل دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ ایک دم چونک پڑی تھی۔ اس کے چہرے پر شدید خوف کے آثار ابھر آئے۔

"تم۔ تم۔ تم نواز اصغر ہو۔"

"ہاں۔ جانتی ہو مجھے۔" اس نے گردن ہلا دی تھی اور پھر آہستہ سے بولی۔

"تمہارے سلسلے میں ایک اہم میٹنگ ہونے والی ہے غالباً تم، تم"

"ٹھیک ہے یہ میٹنگ کہاں ہوگی۔؟"

"وہیں گیری کوپ کے بار میں۔ شاید تم تو کام بھی وہیں پہنچ جائے۔"

"ہوں ٹھیک ہے کوئی بات نہیں۔ میں ذرا تمہارے ساتھیوں کو دیکھ لوں۔" میں نے کہا اور اس کی گردن پر ایک زوردار ضرب لگا دی۔ وہ اس ضرب کی متوقع نہیں تھی چنانچہ بے سدھ ہو گئی۔ میں نے اسے فرش پر گرنے سے پہلے ہی سنبھال لیا اور مسہری پر لٹا دیا پھر دروازے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ میں وہاں سے باہر نکل آیا اب کام یہی تھا کہ یہاں سے نکل جاتا اگر یہ عورت گیری کوپ سے رابطہ قائم کر کے اسے میرے بارے میں بتاتی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے ظاہر ہے ان لوگوں کو میرے بارے میں مکمل معلومات حاصل ہیں۔ میں ان لوگوں کی زد میں تھا جو اس عمارت میں موجود تھے یہاں وقت نہیں ضائع کر سکتا تھا البتہ اب سے باہر نکلتے ہی رفتہ میں نے کچھ قدموں کی آوازیں سنیں اور میں سنبھل گیا۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ ایک بار پھر میں گولیاں چلاؤں چنانچہ جو پہلا شخص میرے سامنے آیا اسٹین گن کی نال نے ایک گولی اگل دی اور اس کا بدن تڑپ کر فضا میں اچھلتا ہوا نیچے گر پڑا۔ لیکن اس کے ساتھ دوسرے لوگ چونکے وہ سنبھل گئے تھے چنانچہ انھوں نے مقابلہ شروع کر دیا۔ تڑتڑ تڑ کی آواز کے ساتھ بہت سی گولیاں ان کے ہاتھوں میں دبی ہوئی اسٹین گن سے نکلیں اور چھت میں پیوست ہو گئیں لیکن وہ گولیاں چونکہ بدحواسی کے عالم میں چلائی گئی تھیں اس لیے ان سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا البتہ میرے دوسرے برسٹ نے ان سب کو خاموش کر دیا تھا اندر موجود عورت کے بارے میں مجھے کوئی اندیشہ نہیں تھا اتنے لوگوں کو قتل کر چکا تھا تو پھر اس عورت کی زندگی بھی میرے لیے مناسب نہیں تھی۔ ہاں ایک اور خیال میرے ذہن میں آیا تھا اب کم از کم اس طرف سے یہ اطمینان ہو گیا تھا کہ مزید کوئی شخص مجھے ڈسٹرب کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ میں نے اس عورت پر جو گولی چلانے کا ارادہ کیا تھا وہ ایک آخری کوشش تھی اور میرا خیال تھا وہ اس کوشش سے بے ہوش ہو گئی ہے لیکن وہ بھی جاگ اٹھی۔ معلوم ہوتی تھی جب میں اندر

پہنچا تو میں نے محسوس کیا کہ اس نے ایک دم آنکھیں بند کر لی ہیں یقیناً مجھ سے چوک ہو گئی تھی میں اس کے نزدیک پہنچ گیا پھر میں نے اس کے بالوں کو پکڑ کر اسے اوپر اٹھا لیا اور اس کے حلق سے ایک آہ نکلی چیخ نکل گئی اور میرے حلق سے قہقہہ۔

"مجھے اندازہ تھا کہ تم بے ہوش نہیں ہوئی ہو۔"

"باہر۔ باہر کیا ہو رہا تھا۔؟"

"ان سب سے نجات حاصل کی جا رہی تھی جو میرے لئے خطرناک ثابت ہو سکتے تھے۔"

"اب۔ تو۔ تو۔ تم نے ان سب کو مار دیا۔"

"ہاں۔ بدنصیبی تھی جان من اور اب تمہاری باری ہے۔"

"نہیں خدا کے لیے مجھے قتل نہ کرو۔ مجھے قتل نہ کرو۔ مجھے قتل کر کے تمہیں کیا مل جائے گا۔؟"

"ملے گا تو نہیں لیکن تمہاری زندگی سے مجھے بہت سے نقصانات بھی ہو سکتے ہیں۔"

"وعدہ کرتی ہوں، وعدہ کرتی ہوں جیسا تم کہو گے ویسا ہی کروں گی تم مجھے ہلاک نہ کرو۔" اس نے گھگھیاتے ہوئے کہا۔

"وعدہ کیا تم نے۔؟"

"ہاں۔"

"اچھا تو پھر یہ بتاؤ کہ راجہ نواز اصغر کو کس حد تک جانتی ہو۔"

"زیادہ نہیں جانتی لیکن ان لوگوں کی زبانی تمہارے بارے میں سنا ہے خاص طور سے گیری کوپ کی زبانی۔ گیری کوپ ایک مرتبہ تمہارا ذکر کرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ تم بے حد خطرناک آدمی ہو اور ترلوکا کو ایک بار شدید نقصان پہنچا چکے ہو اور دوبارہ اس کی راہ پر لگ گئے ہو۔ ترلوکا گیری کوپ کے ذریعے تم پر نگاہ رکھنا چاہتا تھا بس یہ سنا ہے میں نے۔"

"تمہیں راجہ نواز اصغر اور ترلوکا کی دشمنی کی وجہ نہیں معلوم۔"

"نہیں مجھے کیا معلوم میرا بھلا اس سے کیا تعلق۔؟"

"تو پھر زیب النساء کے بارے میں تمہیں ضرور معلوم ہو گا۔"

"یہ کون ہے۔؟"

"راجہ نواز اصغر کی بیوی۔؟"

"اوہ۔ میں۔ میں۔ میں اس کے بارے میں یقین کرو میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔"

"سوچ لو خوب۔"

"میں زندگی سے موت کی طرف نہیں جانا چاہتی اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں اس وقت تم سے کوئی بات نہیں چھپاتی۔"

"لیکن میرے یہاں سے نکلنے کے بعد گیری کوپ کو اطلاع دو یا تو تمہارا سب سے پہلا کام ہو گا۔"

"نہیں دوں گی۔"

"اس پر کیسے یقین کروں۔؟"

"تم یقین کرو مجھے اپنی زندگی عزیز ہے۔" اور میں نے ایک لمحہ سوچنے کے بعد بہتر طور پر اسے معاف کر دینے کا فیصلہ کیا وہ اس طرح گڑگڑا رہی تھی کہ اس کی زندگی لینا اب مجھے اچھا نہیں معلوم ہو رہا تھا جو لوگ مقابلے پر آ جائیں انہیں ہلاک کرنا مشکل کام نہیں ہوتا لیکن جو گڑگڑا کر زندگی کی بھیک مانگیں انہیں قتل کرنا دنیا کا سب سے مشکل کام ہے چنانچہ میں اسے اس کے حال پر چھوڑ کر وہاں سے باہر نکل آیا۔

سردارے کو باہر میں نے مستعد پایا لیکن وہ کافی پریشان تھا مجھے دیکھ کر اس نے سکون کی گہری سانس لی اور بولا۔

"جانتا ہوں استاد۔ سانے بوڑھے نہیں ہوئے ہو اس لیے مطمئن تھا ورنہ گولیوں کی آواز نے تو میرے حواس ہی خراب کر دیئے تھے اور خاص طور سے اسٹین گن کی گولیوں کی آواز نے۔"

"آؤ سردارے واپس چلیں۔"

"کام ہو گیا۔؟"

"کسی حد تک اب ہمیں گیری کوپ کے بار کی تلاش ہے یوں سمجھ لو کہ ترلوکا تک پہنچ گئے۔" میں نے کہا اور سردارے نے گردن ہلا دی۔ اب ہمیں گیری کوپ کے بار کی تلاش تھی۔

سردارے نے مشورہ دیا کہ ہمیں کوئی نیا رخ اختیار کر لینا چاہیے کیونکہ ان علاقوں میں ہم پر نگاہ رکھی جا رہی ہے

میں نے کئی بار سردارے سے کہا کہ وہ میرے معاملے میں آ کر اپنا ملوث نہ ہو اس کی زندگی ایک مخصوص ڈگر پر آ چکی ہے اور اب زمانہ نہیں ہے کہ وہ ہر جگہ پر میرا ساتھ دیتا ہے۔ وہ اپنے اہل خاندان کو چھوڑ چھاڑ کر یہاں آ گیا ہے۔ لیکن جواب میں سردارے کی وہی پیار بھری ڈانٹ سنائی دی تھی۔

"راجہ نواز اصغر کیا سردارے کو اتنا فضول سمجھ لیا ہے تم نے ارے ہم نے زندگی کا آدھا وقت ساتھ گزارا ہے تو بقیہ وقت کو ہم سے کون چھین سکتا ہے۔"

"اس کے باوجود سردارے میں چاہتا ہوں کہ تم واپس چلے جاؤ۔"

"نہیں جائیں گے تو تو ہی بتا کیسے کر لے جائیں گے۔"

سردارے نے جواب دیا۔ اس کے بعد ہم نے حلیہ تبدیل کر لیا اور اجنبیوں کا حلیہ اختیار کرنے کے لیے کسی خاص چیز کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ ہم آوارہ گردی کرتے رہے ادھر ادھر بھٹکتے رہے کبھی کبھی آوارہ گردوں سے کسی سے معلومات حاصل کر لی جاتی تھیں جہاں

یہ ہوا کہ ایک دن ہم ایک ایسے پہاڑی سلسلے کے قریب پہنچ گئے جس کے اطراف میں خیموں کا ایک شہر آباد تھا کہیں کہیں پر لکڑی کی عمارتیں بھی بنی ہوئی تھیں بڑی بڑی اور چھوٹی چھوٹی عمارتیں جہاں سے آوارہ گردوں کو منشیات سپلائی ہوتی تھی اور پھر خیموں کی اس بستی میں ہمیں ایک جگہ گیری کوپ لکھا ہوا نظر آ گیا۔ ایک بہت بڑے پہاڑی ٹیلے کے دامن میں لکڑی کی ایک خوبصورت عمارت بنی ہوئی تھی جس کا سامنے کا حصہ ہی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ باقی شاید غاروں کے اندر واقع تھا ہم آوارہ گردوں کے روپ میں اس عمارت سے تھوڑے ہی فاصلے پر خیمہ زن ہو گئے۔ یہاں کسی آوارہ گرد کو قیام کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی۔ بس کہیں بھی ڈیرا جما لیجئے ہر چیز دستیاب تھی چنانچہ ہم نے بھی یہاں سکون کے لمحات گزارنے شروع کر دیے۔ اس دوران میں اور سردارے گیری کوپ کے اس شراب خانے یا منشیات خانے کا جائزہ لیتے رہے۔ یہاں سے بڑی بڑی سپلائی ہوتی تھی ہر وقت آوارہ گردوں کے لیے منشیات مل جاتی تھی۔ اور اس سلسلے میں بے شمار کاؤنٹر بنے ہوئے تھے ہم نے مخصوص قسم کے گیروا لباس میں ترلوکا کے خاص آدمیوں کو بھی یہاں دیکھا اور ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگے۔ یہ مرید ایک پہاڑی غار کے دہانے میں چلے جاتے تھے اور یہی دہانہ ترلوکا کا مسکن تھا گویا اب ہم ترلوکا کی شہ رگ کے قریب پہنچ چکے تھے۔ سردارے نے ایک دن مجھ سے کہا۔

"چیف یہ جو خاص قسم کے مرید ہوتے ہیں یہ با آسانی غار میں داخل ہو جاتے ہیں اور میں نے ایسے دو مریدوں کو تاکا ہے جو بہت ہی مختصر اور معتبر سمجھے جاتے ہیں وہ ادھر ادھر ہی گھومتے ہیں اور لوگ ان کے احترام میں جھک جاتے ہیں تمہارے خیال میں کیا یہ ترلوکا کے خاص چیلے نہیں ہیں۔"

"میں نے غور نہیں کیا۔ ہوں۔"

"تو پھر آج شام کو غور کرنا میں تمہیں ان کے بارے میں بتاؤں گا۔ آؤ ذرا جگہ بدلنے کے پاس تھوڑا سا وقت گزار لیں۔" میں سردارے کے ساتھ چل پڑا اور پھر میں نے بھی ان دونوں مریدوں کو دیکھا لمبی لمبی داڑھیوں والے مخصوص قسم کے لوگ تھے لیکن جس چیز نے مجھے ان کی طرف متوجہ کیا وہ ان کا قد و قامت اور جسامت تھی سردارے شاید ابھی ان کے بارے میں سوچ رہا تھا جب میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا کر بولا۔

"ہاں چیف۔ دونوں اپنے آپ بھائی بند معلوم ہوتے ہیں۔ ایک تمہاری طرح اور ایک میری طرح۔"

"بالکل سردارے۔؟"

"لیکن دیکھنا کچھ نہیں چیف آج رات کو یہ کام کرنا ہے۔"

"اور ٹینک اپ کا سامان۔"

"وہ تم سردارے سے حاصل کر لینا ایسی کیا بات ہے۔؟"

"منگ یہاں ہے۔"

"سردارے بہت کچھ کر سکتا ہے چیف آج بھی وہ اتنا ہی چالاک ہے جتنا کبھی پہلے تھا۔"

"اگر تم نے ایسا کر لیا تو مجھے تعجب ہو گا۔"

"بالکل تعجب نہیں ہو گا چیف۔ میں سارے انتظامات کر لوں گا تم بالکل بے فکر رہو۔" میں نے سردارے پر اعتبار کیا اور اس رات سردارے تقریباً ساڑھے بارہ بجے میرے پاس آ پہنچا اس سے پہلے وہ غائب رہا تھا۔

"چیف۔ آ جاؤ ایک بڑا شاندار موقع مل گیا ہے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"وہ دونوں بے وقوف یہاں سے کافی فاصلے پر ایک چٹان پر بیٹھے تمباکو پی رہے تھے غالباً وہ انہیں حسب منشا چاہیے ہوں گے لیکن دلچسپی کی بات یہ ہے کہ اس چٹان کے آس پاس ایسی تنہائی تھی کہ گنجائش کو خوب دیکھ لیا ہے۔"

"اوہ۔ اوہ۔ میں سمجھ گیا کیا وہاں آوارہ گردوں کے گروہ نہیں ہیں۔"

"دنیا کو تیاگ دینے والے دنیا سے بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں وہ سنسان جگہ کا انتخاب کرتے ہیں اب یہ دوسری بات ہے کہ لوگ اس سنسان جگہ پر بھی انہیں تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں"

سردارے کی بات کا میں نے کوئی جواب نہیں دیا اس کے بعد ہم لوگ وہاں سے چلتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔

کافی فاصلہ طے کرنا پڑا تھا۔ سردارے واقعی کام کا آدمی تھا میرے لیے کوئی نئی بات نہیں تھی مجھے پہلے بھی اس کے بارے میں تمام معلومات حاصل تھیں اس نے جس سلسلے میں بھی قدم اٹھایا تھا اس میں کامیابی ضرور حاصل کی تھی میں اس کی ذہانت کا دل سے قائل تھا ہم یہ طویل سفر طے کرنے کے بعد اس جگہ پہنچ گئے جہاں سے ہم چٹان پر بیٹھے ہوئے ان دونوں مریدوں کو دیکھ سکتے تھے صورت حال واقعی شاندار تھی سردارے نے اپنی جیب سے رسی کا ایک لچھا نکال کر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"چیف۔ ہونا یہ چاہیے کہ رسی بالکل ان کی گردن میں فٹ ہو۔"

"کیا مطلب۔؟"

"اے چیف کیا تم ایک پھندہ نہیں ڈال سکتے ان کی گردن میں۔"

"منگ۔ منگ۔"

"پھندہ بالکل فٹ آنا چاہیے اور اس کے بعد ہم انہیں کھینچ

کھینچ لیں گے۔ اس طرح یہ براہ راست آسمان میں پرواز کر جائیں گی۔"

"خطرناک کام ہے اگر وہ ہوشیار ہو گئے تو۔؟"

"ان کے بعد بھی دیکھ لیا جائے گا چیف۔ اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔؟"

"مگر دونوں کو ایک ساتھ کیسے۔؟"

"ایک رسی میں پھندا۔" اس نے سردار سے رسی کا ایک لچھا اپنی جیب سے نکال کر دکھایا اور میں مسکرا کر رہ گیا۔ سردار سے کام مکمل ہو گیا تھا اپنے ساتھ وہ ایک کٹ بیگ بھی لایا تھا جس میں یقینی طور پر میرے اندازے کے مطابق میک اپ کا سامان ہو گا۔

میں نے پھندہ تیار کیا اور اس کے بعد ہم دونوں بڑی احتیاط سے یہ پھندہ ان کی گردن کی طرف پھینکنے کے لیے تیار ہو گئے۔ میں نے پھندا اچھالا اور وہاں میں نے ایک مرید کی گردن میں پھندہ پھنس گیا تو دوسرے لمحے میں نے ایک جھٹکا مارا اور وہ نیچے آ رہا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی سردار نے اپنا کام دکھا دیا تھا۔ دونوں کے بدن بلندی سے نیچے گر پڑے تھے۔ گردن کے پھندے کے زیادہ زور سے سخت ہو گئے تھے وہ پھر زمین پر گر پڑے تھے گر کر ہوش کھو بیٹھے تھے اس کے بعد ان کے جسموں نے حرکت نہیں کی تھی ہم نے انہیں ٹٹول کر دیکھا تو وہ دونوں مر چکے تھے ان کی زبانیں باہر نکل آئی تھیں۔

"ارے تیرا کام مزید اور آسان ہو گیا مر گئے چیف یہ دونوں۔"

"ہاں شاید" میں نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا اور سردار میری شکل دیکھنے لگا۔

"کیوں یاس کیا میرے اس منصوبے سے تم متفق نہیں ہو؟"

"نہیں سردار۔ بس ایسے ہی پتہ نہیں کیوں ان کی موت ناگوار گزر رہی ہے۔"

"نہیں چیف سب کو مرنا ہے رام کے یہ بیکار لوگ کسی کے کام کے نہیں ان کی موت پر افسوس نہیں کرنا چاہیے۔ اب جلدی سے فوراً ان کے لباس وغیرہ دیکھ لیں۔"

"لیکن ان کی لاشوں وغیرہ کا کیا کرو گے؟"

"انتظام کر لیا ہے چیف۔ وہ دیکھو اس گہری کھائی کو دیکھ رہے ہو اس میں بڑے بڑے پتھر ہی پتھر ہیں اس کھائی کی طرف کوئی نظر بھی نہیں کرتا میرا خیال ہے اگر ہم ان لاشوں کو اس کھائی میں اچھال دیں تو۔"

"ٹھیک ہے۔"

"مگر کا بندوبست بھی کر لیا ہے۔" سردار نے کہا اور جیب سے ایک استرا نکال لیا۔ اس نے ان دونوں کی داڑھی مونچھیں اور بھنویں مونڈ دی تھیں اس کے بعد ان کے لباس وغیرہ اتار لیے گئے۔ تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے تک ہم یہاں مصروف رہے تھے میک اپ کرنے کے لیے بھی سردار نے سارے انتظامات کر لیے تھے۔ اس میک اپ کٹ میں بہت سی ایسی چیزیں تھیں جو میرے لیے ناقابل یقین تھیں۔ پتہ نہیں یہ سب اس نے کہاں سے حاصل کی تھیں پھر جب ہم وہاں سے واپس پلٹے تو ہماری تمام کارروائیاں مکمل ہو چکی تھیں اور اب ہمیں ان غاروں میں داخل ہونا تھا جو ترلوکا کے غار تھے۔ سردار نے غار میں داخل ہونے کے بعد مجھ سے کہا۔

"چیف میرے خیال میں ہم دونوں کو الگ الگ طور پر کام کرنا چاہیے مقصد پہلا تو یہ ہے کہ زینی بھابھی کی تلاش اور دوسرا یہ کہ ترلوکا کے مشاغل پر نگاہ رکھنا۔ تو میرا اپنا خیال ہے کہ پہلے زینی بھابھی کو تلاش کر لیا جائے اور ہم دونوں اس سلسلے میں جتنا بھی وقت صرف کر سکتے ہیں کریں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد ہم الگ الگ اور سردار سے رخصت ہو گئے۔ رخصت ہوتے وقت ہم نے ایک ٹھکانہ جگہ ملنے کا پروگرام بنایا لیکن کام ہونے کے بعد اس سے پہلے ہم ان غاروں میں مل سکتے تھے اور اپنا اپنا کام دوبارہ شروع کر سکتے تھے۔ ابھی ترلوکا سے مڈبھیڑ کرنا مقصود نہیں تھا۔

میں نے سردار سے الگ ہونے کے بعد اس عظیم الشان پہاڑی غاروں کے سلسلے کو دیکھا ایک پوری دنیا آباد تھی یہاں چھوٹے چھوٹے غاروں میں لوگ فروکش تھے۔ یہ سب عابد و زاہد اور ہر وقت عبادت کرتے رہتے تھے ہر ملک اور ہر مذہب کے لوگ تھے کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ترلوکا نے یہ جال کس طرح اور کتنا وسیع پھیلا رکھا ہے۔ میں نے ان غاروں میں لڑکیوں کو بھی دیکھا تھا حسین لڑکیاں دیوداسیوں کے لباسوں میں ادھر سے ادھر گھومتی پھرتی تھیں اور مجھے ان کے چہروں پر تقدس کا کوئی نشان نظر نہیں آتا تھا ترلوکا کی حیثیت کے بارے میں مجھے پہلے بھی اندازہ ہو چکا تھا اور زینی نے مجھے بتایا تھا کہ وہ کتنا اوباش فطرت انسان ہے۔

دنیا کا بہترین حسن اس نے یہاں جمع کر رکھا تھا۔ بڑی عجیب و غریب صورت حال تھی۔ میں ان کے درمیان زینی کو تلاش کرتا رہا پہلا دن گزر گیا رات گزر گئی دوسرے دن تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد میں نے پھر اپنا کام شروع کر دیا۔ اس دوران نہ تو کسی نے میری طرف توجہ دی تھی اور نہ مجھے کوئی ایسی الجھن پیش آئی تھی کھانے پینے کا انتظام یہیں ہوتا تھا کوئی بھی شخص کسی بھی جگہ ہو تو چاندی کے تھال اس کے سامنے آ جاتے تھے جن میں کھانے پینے کی چیزیں موجود ہوتی تھیں۔ اور وہ کہیں بھی بیٹھ کر کھانا کھا سکتا تھا۔ میں نے اپنے جیسے بے شمار لوگوں کو غار میں دیکھا تھا یہ سب قربانیاں حیثیت کے حامل تھے لیکن ابھی تک مجھے زینی کا کوئی سراغ نہیں مل سکا تھا۔ میری آنکھیں ایک ایک دیوداسی میں اسے تلاش کر رہی تھیں ایک ایک غار میں میں نے اسے ڈھونڈا تھا لیکن مجھے اس کا کہیں پتہ نہیں چل سکا تھا۔

بڑی عجیب و غریب کیفیت پیش آ گئی سردار سے اس دوران ذرا بھی مڈبھیڑ نہیں ہوئی تھی حالانکہ ہم اس کے لیے فکر مند تھے لیکن غاروں کی اس وسیع و عریض دنیا میں کسی ایک آدمی کو تلاش کر لینا ناممکن تھا سوائے اس کے کہ ہم غاروں سے باہر نکلنے کے بعد ایک دوسرے سے ملاقات کرتے۔ چنانچہ دوسرا دن گزرنے کے بعد میں رات کو غار سے باہر نکلا اور اس جگہ پہنچ گیا جہاں سردار سے ملاقات کا فیصلہ ہوا تھا لیکن سردار یہاں موجود نہیں تھا تقریباً دو گھنٹے انتظار کرنے کے بعد میں واپس پلٹ رہا تھا کہ سردار میرے قریب پہنچ گیا۔

"اوہ۔ یوں مجبور دل کی کشش ہمیں یہاں کھینچ لائی ہے۔ کیا رہا استاد۔ کوئی پتہ چل سکا۔"

"نہیں سردار۔ بالکل نہیں۔"

"استاد تم یقین کرو میں نے خود بھی بڑی کوششیں کی ہیں لیکن ابھی تک سراغ نہیں مل سکا ویسے میرا خیال ہے ممکن ہے میں کچھ کامیابی حاصل کر لوں۔"

"وہ کیسے سردار۔؟"

"بس چیف۔ ایک چکر چلایا ہے۔"

"کیا۔؟"

"تم نے غاروں میں بسنے والی دیو کنیاں دیکھی ہیں۔"

"نہیں۔"

"تو بس ان کی نسوانیت کا نبض اٹھی ہے ان تمام چیزوں پر ایسے مناظر دیکھے ہیں کہ آپ یقین نہیں کر سکتا۔"

"عجیب بات ہے میں نے نہیں دیکھا۔"

"تم شریف آدمی ہو۔" سردار بولا۔

"خیر مجھے ان حالات یا لوگوں ترلوکا کے بارے میں یہ باتیں تو پہلے بھی جانتا تھا لیکن تم نے کیا کوشش کی ہے؟"

"چیف۔ ایک دیوداسی میری معتقد ہو گئی ہے۔ ویسے میرا نام چندر سروپ ہے اور تمہارا نام۔"

"مجھے اپنا نام ابھی تک نہیں معلوم ہوا۔"

"خیر چھوڑو۔ وہ ترلوکا کی خاص داسیوں میں سے ہے۔ میرا خیال ہے آج رات میں اس سے زینی بھابھی کے معاملے میں تھوڑی بہت معلومات بھی حاصل کر لوں گا۔"

"اوہ۔ میں شدت سے اس بات کا انتظار کر رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

"بات اصل یہ ہے چیف کہ ہم سارے کام نہیں کر سکتے اب اس دیوداسی سے اس کے منہ کی بات ویسے ہی تو نہیں اگلوائی جا سکتی۔" سردار نے آنکھ دبا کر کہا۔

"بکواس مت کرو۔ میں اس وقت بالکل بھی مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔" میں نے کہا اور سردار سنجیدہ ہو گیا۔

"چیف میں آپ سے ایک درخواست کرتا ہوں۔ زندگی میں پتہ نہیں کیا کیا مراحل آتے ہیں سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو تھکا ہوا محسوس نہ کرے تم لڑ رہے ہو چیف لڑتے رہو اور اپنا مقصد حاصل کیے بغیر دم نہ لو یہ تھکا تھکا سا لہجہ اکتاہٹ کا نشان ہوتا ہے اگر ابھی سے اکتاہٹ سوار ہو گئی تو پھر زینی بھابھی کے حصول کے لیے تم کچھ نہیں کر سکو گے" میں خاموشی سے سردار کی صورت دیکھتا رہا پھر میں نے گردن ہلا کر کہا۔

"ٹھیک ہے سردار تم اپنا کام جاری رکھو میں اپنا کام شروع کرتا ہوں۔"

"فکر مت کرو چیف۔ بس اب تم جاؤ۔" ہم ایک ایک کر کے پھر ان غاروں میں داخل ہو گئے یہاں ہمارے اوپر کوئی پابندی نہیں تھی کسی ایک جگہ رکے رہنا بھی ضروری نہیں تھا جن غاروں میں جانا چاہتے جا سکتے تھے۔ میں اپنی ان کاوشوں میں مصروف رہا وہ رات بھی گزر گئی اور پھر دوسرا دن بھی۔ اس وقت شام کے تقریباً سات بجے تھے۔ غاروں میں مشعلیں روشن ہو گئی تھیں کسی خاص طریقے سے یہ مشعلیں بنائی جاتی تھیں چونکہ ان میں دھواں نہ تھا اور نہ کوئی ایسی بدبو جو چربی وغیرہ جلنے سے پیدا ہوتی ہے اس کے علاوہ روشنی بھی تیز تھی۔

ترلوکا نے یہ ماحول پیدا کرنے کے لیے بڑی محنت کی تھی۔ اس کے سارے انتظامات میں دیکھ رہا تھا اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کمبخت نے اپنی ایک باقاعدہ حکومت قائم کر لی ہو تعجب کی بات یہ تھی کہ امریکہ جیسے جدید ملک میں اس قسم کی کوئی تنظیم کام کر رہی تھی اور ترلوکا ویسے بھی امریکی حکام کی نگاہوں میں آ چکا تھا لیکن اس کے باوجود کیلی فورنیا کی ان پہاڑیوں میں آوارہ گردوں کی اس کارروائیوں کو تشویش کی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا تھا کیونکہ ان کے لیے خاص مراعات موجود تھیں پتہ نہیں یہ سب کچھ کیوں تھا۔

بہرطور ساڑھے سات بجے کا وقت ہو گا کہ دفعتاً ایک

بلند ہو رہا تھا۔ وہ ایک مخصوص سمت اختیار کر کے چل پڑا۔ میری نگاہیں پیچھے چھٹ رہی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے پھیلے ہوئے تھے اور ٹیلوں کے دوسری جانب پہاڑی سلسلے تھے۔ کہیں کہیں جنگل بھی نظر آ رہے تھے پھر ہم تقریباً ڈھائی گھنٹے کا سفر طے کر کے ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں تھوڑے فاصلے پر مکانات وغیرہ نظر آ رہے تھے۔ بظاہر یہ کوئی عظیم الشان شہر تھا کیونکہ ان مکانات سے بہت کچھ اونچی اونچی عمارتیں بھی نظر آ رہی تھیں لیکن کونسی جگہ تھی اس کے بارے میں مجھے کچھ علم نہ تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے ہیلی کاپٹر یہاں بھی رکنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو اور یقینی طور پر وہ اس شہر سے گزر جائے گا لیکن آبادی ابھی کافی دور تھی اور اس طرف چٹیل میدان پھیلا ہوا تھا۔ ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں دیوانوں کی طرح اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔

میرے ہاتھ احتیاط سے اپنے لباس کی جانب بڑھے اور میں نے پستول نکال لیا۔ اس دوران انتہائی احتیاط سے میں ترلوکا کے بدن کو ٹٹول کر دیکھ چکا تھا کہ اس کے لباس میں کوئی چیز چھپی ہوئی تو نہیں ہے لیکن اس کی جو سمت میرے پاس تھی اس کا تو میں جائزہ لے چکا تھا۔ دوسری سمت کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا ممکن ہے بغلی ہولسٹر میں کوئی ایسی چیز موجود ہو۔

جب پستول مضبوطی سے میرے ہاتھ میں آ گیا تو میں تھوڑا سا پیچھے کھسکا اور اس کے بعد میں نے انتہائی خوفناک آواز میں کہا۔

"پائلٹ ہیلی کاپٹر نیچے اسی جگہ نیچے اتار لو ورنہ میں اس کا انتظار نہیں کروں گا کہ ہیلی کاپٹر کی تباہی سے میں بھی زندگی سے جاؤں گا۔"

پائلٹ نے غالباً میری بات نہیں سنی لیکن ترلوکا تعجب سے اچھل پڑا تھا۔ اس نے میری طرف گھور کر دیکھا لیکن میں نے نگاہیں جھکا لی تھیں۔

"ہاں ترلوکا پستول بھرا ہوا ہے۔ نہیں تم اپنے دونوں ہاتھ سامنے رکھو میں اس کی تمام گولیاں تمہارے بدن میں اتار دوں گا صرف ایک گولی باقی رکھوں گا جو اس پائلٹ کے لیے ہو گی۔"

"شیفو کیا تو پاگل ہو گیا ہے میری طرف دیکھو۔"

"نہیں ترلوکا۔ میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ پائلٹ سے ہیلی کاپٹر نیچے اتارنے کے لیے کہو۔"

"نہیں، نہیں اسے یہ حکم نہیں دوں گا۔" میں نے پستول ایک سائڈ کر کے اپنا وہ لمبا چاقو نکال لیا جو میں نے اپنے لباس میں محفوظ کر رکھا تھا۔ ترلوکا نے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن میں نے چاقو کی نوک اس کی کمر پر رکھ دی۔

"یہ چاقو تیرے آرام کے ساتھ تمہاری پسلیوں کے پار ہو سکتا ہے۔"

"کیا تو پاگل ہو گیا ہے شیفو؟ مجھے بتا تجھے ہو کیا گیا۔ تو میری طرف تو دیکھ۔"

"ترلوکا مجھے تیری آنکھوں سے اچھی طرح واقفیت حاصل ہے مجھے آ تو اس کے بعد میں تجھے ساری تفصیلات بتا دوں گا اور اگر تو نے ذرا سا بھی تساہل سے کام لیا تو اب تیری زندگی ممکن نہیں رہے گی میرا مقصد صرف تیری موت ہے۔" میں نے چاقو کا دباؤ ڈالا اور وہ تھوڑا آدھا انچ ترلوکا کی پسلیوں میں اتر گیا اور اس نے کرب زدہ انداز میں پائلٹ کو مخاطب کیا۔

"ہیلی کاپٹر نیچے اتار دو۔ یہیں اسی جگہ۔" ترلوکا نے کرب زدہ لہجے میں اسے حکم دیا اور پائلٹ نے اس کی حالت دیکھتے ہوئے ہیلی کاپٹر نیچے اتارنا شروع کر دیا۔ چند لمحات کے بعد ہیلی کاپٹر ایک ایسی جگہ اتر گیا جہاں ایک تیز رفتار نالہ نظر آ رہا تھا۔ نالہ چوڑائی زیادہ نہیں تھی۔ لیکن اس کے بہنے کی رفتار کافی تیز تھی۔ اطراف کا علاقہ سنسان پڑا ہوا تھا۔ غالباً شہر سے کافی فاصلے کی جگہ تھی، اس لیے یہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ ہیلی کاپٹر نیچے اتر گیا لیکن اس کی مشین اب بھی چل رہی تھی۔ میں نے پائلٹ کو حکم دیا کہ وہ مشین بند کر دے۔ اس کے ساتھ ہی میں نے پستول کا رخ اس کی کھوپڑی کی طرف کر دیا تھا۔ پائلٹ نے بوکھلا کر مشین بند کر دی۔ ترلوکا کے بدن کے اس حصے سے خون بہہ رہا تھا جہاں میں نے چاقو کی نوک گھسیڑی تھی اور وہ اپنے زخم پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا۔

پھر اس نے خود ہی دروازہ کھولا اور نیچے اتر گیا۔ اس کے ساتھ ہی پستول کے اشارے پر پائلٹ بھی نیچے اتر گیا تھا۔ لیکن میں نے پائلٹ کا خطرہ مول نہیں لیا اور نیچے اترتے ہی اس کے سر کا نشانہ لے کر گولی چلا دی۔ پائلٹ کے بھیجے کے چیتھڑے اڑ گئے۔ میری اس حرکت نے ترلوکا کو کسی قدر بدحواس کر دیا تھا۔ اس کی آنکھیں خوف سے ابل رہی تھیں لیکن میں نے ان آنکھوں میں دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں نگاہیں جھکائے کھڑا رہا تھا۔ حالانکہ اس کی ایک ایک جنبش میری نگاہ میں تھی۔ خاص طور سے اس کے ہاتھوں کا عمل۔

پھر جب اس نے اپنا ایک ہاتھ بائیں سمت بڑھانے کی کوشش کی تو میں نے پستول سے ایک اور گولی داغ دی جس سے اس کے پاؤں کا انگوٹھا شدید زخمی ہو گیا۔

"ترلوکا میں اپنے بدن پر بڑا اختیار رکھتا ہوں۔ بیٹھ جا، چٹان پر بیٹھ جا۔ اس کے بعد میرے اور تیرے درمیان گفتگو ہو گی سن اگر تو نے ذرا بھی بدتمیزی کرنے کی کوشش کی تو ابھی اس پستول میں

کافی گولیاں باقی ہیں۔"

"کون ہے تو؟ کیا چاہتا ہے؟ تو شیفو نہیں ہو سکتا۔"

"ہاں میں شیفو نہیں ہوں۔ میں تیرا پرانا دوست ہوں ترلوکا جس کے لیے تو نے اپنی ساری قوت صرف کر دی تھی۔ مجھے پہچان ترلوکا میں نواز ہوں، راجہ نواز اصغر۔"

ترلوکا کے بدن میں ایک لمحے کے لیے تھرتھری پیدا ہوئی تھی اور پھر وہ ساکت ہو گیا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر پستول کی نال اس کی پیشانی پر رکھ دی اور اس کی بائیں سمت کا جائزہ لینے لگا۔ لیکن دلچسپ بات یہ تھی کہ اس طرف بھی کوئی ہتھیار وغیرہ موجود نہیں تھا۔ وہ جس قسم کا لباس پہنے ہوئے تھا اس میں ہتھیار چھپانے کی کوئی خاص گنجائش نہیں تھی اور اگر کوئی چیز ہوتی تو فوراً ہی سامنے آ جاتی۔ جب میں نے اس کی تلاشی لے لی تو مجھے اطمینان ہو گیا۔ اب وہ کوئی ایسی کارروائی کرنے سے قاصر تھا۔ ہاں اگر اس کے پاس ہتھیار تھا تو صرف ایک اور وہ تھیں اس کی آنکھیں جن سے میں اب تک بچتا رہا تھا۔

ترلوکا میری ہدایت کے مطابق پتھر پر بیٹھ گیا۔ میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"پہچان لیا ہو گا تو نے مجھے ترلوکا۔ اپنے قدیم دشمن راجہ نواز اصغر کو اچھی طرح پہچان لیا ہو گا۔ کیا تجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ میں ایک بار تیرے قدم کاٹ چکا ہوں دوسری بار تو نے مجھ سے ٹکرانے کی کوشش کیوں کی؟"

"راجہ نواز اصغر اس وقت تو میں چاہتا تو تو میرے رحم و کرم پر تھا۔ جس وقت بھی چاہتا تیری روح قبض کر لیتا اور تجھے پتہ بھی نہ چلتا کہ موت کے فرشتے کہاں سے آئے۔ لیکن میں تجھے تیری اوقات کا احساس دلانا چاہتا تھا۔ ایک امتحان کی کامیابی پر خوش ہو کر تو نے یہ سمجھ لیا تھا کہ ترلوکا کو شکست ہو گئی۔ کیا تجھے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ ترلوکا کے قدم اس زمین کے ایک ایک گوشے میں جمے ہوئے ہیں۔ کہاں کہاں سے تو ان قدموں کو اکھاڑ سکتا تھا۔"

"ترلوکا تو نے دیکھ لیا۔ میں نے تجھے ایک جگہ سے تباہ کیا اور اب تو یہی اس عظیم الشان پناہ گاہ میں بھی اپنا بچاؤ نہیں کر سکا۔ کتنے لوگوں کو تو نے مجھ پر مامور کیا تھا لیکن کیا وہ تیرا بچاؤ کر سکے۔"

"میں تو اپنا بچاؤ کر سکتا تھا ہوں احمق، تو یہ پستول اپنی جیب میں رکھ لے اور بتا کیا چاہتا ہے۔"

"ترلوکا میری بیوی کہاں ہے؟"

"اوہ! وہ تیری بیوی ہونے سے پہلے میری کنیز تھی۔"

"لیکن اب وہ میری بیوی ہے۔"

"نہیں تو اسے جبراً طور پر میرے پاس سے لے گیا تھا۔ میں نے اسے واپس حاصل کر لیا۔ میں نے اسے علم دے دیا ہے میں نے اسے گیان دیا ہے اور اب وہ ایک جگہ میرے گیان کا پرچار کر رہی ہے وہ کام کی عورت بن چکی ہے۔"

"افسوس تو نے جس گیان کا پرچار کرنے کے لیے اسے بھیجا ہے اس سے تجھے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ میں دیکھتا ہوں تیرا گیان تجھے کیسے بچاتا ہے۔"

"بکواس بند کر، چل یہاں سے نکل چل۔ تو نے جو کچھ کیا ہے اس کی بدترین سزا تجھے دی جائے گی لیکن ابھی میں چاہتا ہوں کہ تیری زندگی کے کچھ لمحات باقی رہیں۔"

"مجھے زیبی کے بارے میں تفصیل بتاؤ وہ کہاں مل سکتی ہے؟"

"جہنم میں تو کبھی اسے نہیں پاسکے گا۔"

"تو ٹھیک ہے آ۔ میں بعد میں تلاش کر لوں گا جس جہنم کو تو نے حوالے کیا ہے اب تو خود اس کی جانب روانہ ہو جا۔"

"حماقت مت کر نواز میری زندگی تیرے لیے کارآمد ہے اگر کبھی میں تجھ سے خوش ہو گیا تو زیبی تیرے حوالے کر سکتا ہوں ورنہ تو کبھی اسے نہیں پاسکے گا۔"

"فی الحال تو تو اپنی زندگی کی فکر کر ترلوکا۔" میں نے کہا۔ لیکن یہ بات میں نہیں سوچ سکتا تھا کہ اپنے بھاری بھرکم وجود کے ساتھ ترلوکا اس چٹان سے عقب میں چھلانگ لگا دے گا۔ وہ بھاری بدن کا آدمی تھا اس لیے میں اس سے کسی پھرتی کی توقع نہیں رکھتا تھا دوسرے لمحے وہ دوڑنے لگا میں نے برق رفتاری سے چٹان کی دوسری سمت چھلانگ لگا دی تھی۔

ترلوکا ابھی مجھ سے تقریباً پچاس گز ہی دور نکلا تھا میں نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"ترلوکا۔ رک جا۔ ورنہ میں گولی چلا دوں گا۔" مگر وہ نہ رکا۔ وہ دوڑتا رہا اور میں اس کا پیچھا کرتا رہا چند ہی لمحات کے بعد میں اس کے سر پر پہنچ گیا تھا۔

"میں تجھ سے کہتا ہوں کہ رک جا۔ یہ تیری زندگی کے آخری لمحات ہیں بہتر ہے مجھے زیبی کے بارے میں بتا دے شاید میں تجھے چھوڑ دوں ہاں ترلوکا میں تجھے چھوڑ دوں گا۔ میں اس بستی کا رخ کر کے پاس تجھے چھوڑ کر واپس چلا جاؤں گا یہاں سے لیکن تجھے زیبی کے بارے میں بتانا ہوگا۔"

"پستول پھینک دے۔" دفعتاً ترلوکا عجیب آواز میں چیخا اور مجھے اپنے ذہن میں کرنٹ سا دوڑتا محسوس ہوا جیسے ذہن کو ایک شدید جھٹکا لگا تھا۔

"میں کہتا ہوں پستول پھینک دو۔" ترلوکا نے پھر کہا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے قدم ڈگمگانے لگے ہیں ترلوکا اپنی قوتوں کا اثر آواز کے ذریعے اپنی سماعت پر ڈال رہا تھا میں نے کان بند کر لیے۔

"پستول پھینک دے راجہ نواز اصغر۔" اس نے کہا اور دفعتاً میں نے اپنے ہاتھ میں دبے ہوئے چاقو کی نوک اپنے بازو میں اتار لی۔ درد کی ایک تیز لہر میرے بازو میں دوڑ گئی اس کے ساتھ ہی میرا ذہن ترلوکا کے سحر سے آزاد ہو گیا۔ میں نے اپنے بازو کے اس زخم کو بری طرح نوچ ڈالا اور شدید تکلیف کے عالم میں ترلوکا کی طرف دیکھنے لگا ترلوکا نے مجھے خونی نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"ہاں ترلوکا۔ اب بتا۔ اب میرے ذہن کو اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کر۔" میں نے کہا اور ایک بار پھر اپنے زخم پر ناخن سے نشان ڈال دیا۔ شدید تکلیف کی بنا پر میرا ذہن تکلیف کی طرف راغب ہو گیا تھا اور ترلوکا کی تنویمی قوت مجھ پر بے اثر ہو گئی تھی۔

"بول ترلوکا۔ زیبی کہاں ہے۔" بے شک ترلوکا کو اس صورتحال سے تھوڑی سی حیرت ہوئی تھی لیکن وہ اپنے لیے خوفناک فیصلہ تعین کر چکا تھا چنانچہ دفعتاً اس نے پھر بھاگنا شروع کر دیا لیکن اس بار میں نے اسے نہیں چھوڑا تھا میں نے چاقو اس کی پنڈلی پر کھینچ کر مارا اور میرا پھینکا ہوا چاقو اس کی پنڈلی میں اندر تک دھنس گیا ترلوکا کے حلق سے ایک کراہ نکلی لیکن لنگڑاتے ہوئے بھی اس نے بھاگنا شروع کر دیا۔

تب مجبوراً میں نے اس پر دو گولیاں چلائیں۔ دونوں گولیاں اس کی رانوں کو چیرتی ہوئی نکل گئی تھیں۔ ترلوکا نے ٹھوکر کھائی مگر اس کے بعد وہ میری نگاہوں سے غائب ہو گیا۔ ایک لمحے کے لیے میں بھونچکا سا رہ گیا تھا لیکن دوسرے لمحے میں اس طرف دوڑا اور مجھے یہ اندازہ ہوا کہ وہ کہاں غائب ہو گیا ہے۔

نیچے کافی گہرائی تھی تقریباً پچیس یا تیس فٹ کی گہری کھائی تھی اچانک ہی آگئی تھی اور ترلوکا اس کھائی میں اوندھے منہ پڑا ہوا تھا میں نے ادھر ادھر دیکھا اور نیچے اترنے کا راستہ تلاش کرنے لگا ایک جگہ سے مجھے نیچے اترنے کا موقع مل گیا اور میں نیچے آ گیا میرے بازو سے خون بہہ رہا تھا ترلوکا کو میں تڑپتے ہوئے دیکھ رہا تھا پتھروں پر کچھ خون پڑا ہوا تھا اور ترلوکا ان کے درمیان اینٹھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب میں اس کے قریب پہنچا تو ایک عجیب منظر میرے سامنے تھا ترلوکا کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور وہ دم توڑ چکا تھا میری سمجھ میں نہیں آیا کہ ان چھوٹے چھوٹے زخموں نے اسے موت کے گھاٹ کیسے اتار دیا لیکن بعد میں مجھے اندازہ ہوا کہ اوپر سے گرتے ہوئے اس کے دماغ میں کوئی ایسی چوٹ لگ گئی ہے جس سے اس کی فوری موت واقع ہو گئی۔ میں نے اس کی نبض ٹٹولی سینے کی دھڑکن محسوس کی اور پھر میرے حلق سے ایک گہری سانس خارج ہو گئی۔ ہاں ترلوکا مر چکا تھا اور زیبی۔

زیبی میری نگاہوں سے اوجھل تھی۔ زیبی مجھے اب بھی نہیں ملی تھی۔ ترلوکا عظیم ترلوکا موت کے گھاٹ اتر گیا تھا۔ وہ اس دنیا سے دم توڑ چکا تھا۔

ترلوکا مر گیا تھا ایک تاریخ ختم ہو گئی تھی ایک خونخوار عفریت سے دنیا کو نجات مل گئی تھی۔ وہ ایک بدترین مجرم تھا۔ قانون کا سماج کا۔ ان گنت گھرانوں کو اس نے تباہ کیا تھا۔ آج اس کی لاش لاوارث پڑی تھی۔ کوئی اس کا پرسان حال نہیں تھا۔

لیکن مرنے کے بعد بھی اس نے میرے دل کو ایک اور گھاؤ دیا تھا۔ زیبی کے بارے میں معلومات نہیں مل سکی تھیں۔ وہ زیبی کے راز کو اپنے سینے میں لے گیا تھا۔

آہ زیبی۔ انسان کی بدنصیبی کی اس سے بڑی کیا مثال ہوگی۔ ایک آوارہ منش اوباش انسان کو جس نے اپنے بچپن کی قدروں کو پامال کر دیا تھا جس نے اپنے آپ کو اس قدر پستیوں میں گرا دیا تھا کہ مثال ملنا مشکل تھی۔ زیبی نے پھر سے انسان بنا دیا تھا۔ ہاں اسے پھر انسان بنا دیا گیا تھا۔ ایک کمزور انسان۔

راجہ نواز اصغر جب اس حالت میں تھا تو اس کا کوئی ثانی ہی نہیں تھا۔ وہ وحشت و بربریت میں بے مثال تھا۔ اور جب انسان بنا تو عام انسانوں کی مانند کمزور ہو گیا۔

اب کیا کروں۔ کہاں زیبی کو تلاش کروں۔ کاش میں ترلوکا کی لاش سے پوچھ سکتا۔ کاش اس سے کچھ سنتا۔ بدبخت انسان مرنے سے پہلے مجھے میری منزل کا پتہ تو بتا دے۔

جو کچھ اس نے کہا تھا اس پر بھی کس طرح یقین کیا جا سکتا تھا ممکن ہے کمبخت نے جھوٹ بولا ہو۔ بہرحال اب میرے پاس ان الفاظ کے سوا کچھ نہیں تھا۔

زیبی اس کی تعلیمات کا پرچار کر رہی ہے۔ ناقابل یقین بات تھی۔ لیکن ترلوکا جیسے شخص کے لیے یہ مشکل بھی نہیں تھا۔ پراسرار قوتوں کے مالک اس وحشی نے نہ جانے کس طرح زیبی کو یہ شکل دی ہوگی اسا

کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں اس کی تلاش میں اپنی زندگی صرف کر دوں، جہاں سے بھی ہو اس کے بارے میں معلومات حاصل کروں۔

امریکہ میں رہنا اب میرے لیے ممکن نہیں تھا، میں وہاں سے با مقصد صرف میرے لیے آیا تھا۔ لیکن اب میں کسی کا دلدار نہیں تھا۔ اب میں کوئی دوستی نہیں نبھا سکتا تھا، میرے دل کی کائنات تہہ و بالا ہو چکی تھی، میں اپنے وجود میں بکھر چکا تھا۔

آہ، وہ بھی مجھے کہاں تلاش کروں۔

بہرحال، یہ زندگی اب میرے لیے نہیں ہے۔ دل میں خیال آیا خودکشی کر لوں، لیکن اس طرح کیوں، جس دنیا نے میرا سکون چھینا ہے اسے بے سکون کر کے کیوں نہ مروں۔ میری موت زینی کی تلاش میں ہونی چاہیے اس طرح میں اپنے پیار کو خراج پیش کر سکتا تھا۔

یہاں سے میری زندگی کا رخ بالکل بدل جانا چاہیے۔ تڑپ، بے سکونی، اپنے جیتی بیتے کے خول میں بند ہو جانی چاہیے۔ اب اس کا اظہار صرف عمل ہی کی صورت میں ہو، صرف عمل کی شکل میں۔

ایک پاگل، ایک جنونی وہاں سے چل پڑا۔ کوئی منزل نہیں تھی، کوئی رہگزر نہیں تھی۔ بس ایک طوفان تھا جو خاموش تھا، ایک آگ کا وجود تھا جو آتش فشاں بنا ہوا تھا۔ ہاں ایک آتش فشاں ٹھنڈی آگ سینے میں چھپائے آگے بڑھ رہا تھا۔

اب میں ذرا ہوش میں تھا۔ زندگی بھرپور دلچسپی لینے کے لیے تیار تھا، لیکن دل میں آگ سلگ رہی تھی۔ جب زندہ ہوں مجھے ہر حال میں ختم ہو جانا چاہیے۔ دوستی کوئی چیز نہیں ہے۔ انسانیت کوئی چیز نہیں ہے۔ سب کچھ دل کے ہیں، جو دل چاہے کرو، اور بس۔ کسی کے جال میں نہ پھنسو، کسی کے پیار میں نہ الجھو۔ دل چاہے تو کسی خارش زدہ کتے کو سر پر چڑھا لو اور دل چاہے تو کسی کے لیے کچھ نہ کرو۔ ایک آگ تھی جو میرے وجود میں سلگ رہی تھی۔

میں دور نکل آیا۔ سب کچھ پیچھے چھوڑ آیا۔ اب کسی شے سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی تھی۔ میں ایک نئے انسان کی تخلیق چاہتا تھا۔ ایک بالکل نئے انسان کا جنم چاہتا تھا۔ نئے ساتھی چاہتا تھا، ہوں اور مجھے نئے روپ میں دیکھیں۔

عالم ہوش تھا یا عالم دیوانگی۔ وقت اور حالات کے گزرنے کا کوئی احساس نہیں ہو سکا تھا۔ نجانے کون کون راستوں میں گزرا، نجانے کس کس کے ساتھ وقت گزارا۔ یہ بھی کسی نے مجھے کس انداز میں دیکھا، لیکن وہ لڑکی جو میرے ساتھ تھی کچھ عجیب سی محسوس ہوئی تھی اس کے نقوش دل کے کہیں ایسے گوشوں کو چھو گئے تھے جو نجانے کیوں منجمد ہو گئے تھے تو یہ بھی یاد نہیں کہ اس نے کس طرح مجھے پایا۔ ہاں جب حالات کا تھوڑا تھوڑا احساس ہونے لگا تو سونیا کو پایا سب سے زیادہ ہمدرد اور غمگسار پایا۔ میں ایک اسپتال میں تھا بظاہر کوئی بیماری نہیں تھی، جسم تندرست و توانا تھا اور ہاتھ پاؤں بھی اسی طرح مضبوط، لیکن بس کچھ لمحات کھو گئے تھے۔

یہ لمحات میں نے کس طرح گزارے، اس کے بعد سے نقوش میرے ذہن پر ابھر رہے تھے اور سونیا کا چہرہ میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ شاید اس کا تعلق اس سے تھا اس کے پیچھے نقوش کسی قدر سانولاہٹ لیے چہرہ اور سب سے زیادہ حسین اس کی آنکھیں میرے ذہن پر کندہ تھیں، اس کے احسانات بھی مجھے یاد تھے، لیکن وہ کون تھی اور مجھ تک کس طرح آئی تھی اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ جب میں نے پہلی بار اسے اس کے نام سے مخاطب کیا تو اس کے چہرے پر اس قدر مسرت کے آثار ابھرے کہ بیان سے باہر ہیں۔

"تو تم واپس آ گئے۔" اس نے مسرور لہجے میں کہا۔

"میں کہاں چلا گیا تھا؟"

"نجانے کہاں۔ خدا نے کہاں۔" اس نے آہستہ سے جواب دیا۔ میں کھوئی کھوئی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ وہ میرے لیے سونے کا چوہن سے آئی تھی جسے اس نے بڑے پیار سے سہارا دے کر بچالیا۔ میں ایک بیمار اس لیس کا عادی تھا اب اور کس طرح ہو گیا تھا، اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا، لیکن اب مجھے سب کچھ یاد آ گیا تھا۔ نجیب راجہ لوانا، مصطفیٰ تھا، جو خود کو بھول جانا چاہتا تھا اور میں نے اپنی یہ کیفیت برقرار رکھی جو میں بیٹھے کے بعد اس نے مجھے بتا دیا۔

"اس کا مقصد ہے کہ اب ہم چل سکتے ہیں۔"

"ایں۔" میں نے کھوئے کھوئے لہجے میں پوچھا۔

"پلیز، اپنے ذہن پر زیادہ زور نہ دو گبرائیل میں تمہیں بچے سے نہیں کھونا چاہتی۔"

"گبرائیل۔" میں نے متحیرانہ انداز میں سوال کیا۔

"ہاں، تمہارا نام گبرائیل ہے۔"

"شاید مجھے۔ تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"شاید۔ اگر تمہیں یہ نام پسند نہیں ہے تو جس نام سے کہو میں تمہیں مخاطب کروں۔"

"مگر عزیزہ میں گبرائیل نہیں ہوں۔"

"نہیں ہو گے۔ میرے لیے گبرائیل ہی ہو۔"

"تم کہاں میری مصیبت پال بیٹھیں، پریشان ہو جاؤ گی میرے ہاتھوں۔"

"میں پریشان ہونا چاہتی ہوں۔"

"مگر میں تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا۔"

"کیوں؟" اس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"اس لیے کہ تم۔ تم میرے ذہن میں نجانے کیوں مجھے تمہاری طرف کھنچاوٹ محسوس ہوتی ہے۔ دیکھو سونیا میرا ماضی بہت برا ہے میں تمہیں اس برے ماضی میں شامل کرنا نہیں چاہتا ہوں۔"

"ایک درخواست کر سکتی ہوں گبرائیل۔"

"مجھے گبرائیل نہ کہو۔"

"نہیں۔ تم گبرائیل ہو۔ میں تمہیں گبرائیل ہی کہوں گی مجھے تم سے پیار ہے۔ جیلیو۔" سونیا نے جواب دیا اور میں عجیب انداز میں اس لڑکی کو دیکھنے لگا جو نجانے کس غلط فہمی کا شکار ہو گئی تھی۔ پھر دفعتاً میرے سینے میں ایک طوفان اٹھا۔ راجہ لوانا، مصطفیٰ پھر احمق بن رہا ہے۔ تو تو اس دنیا سے صرف انتقام کا فیصلہ کر چکا تھا، کوئی بھی یہاں غرض سے خالی نہیں ہے۔ یہ لڑکی اگر مجھے گبرائیل بنانا چاہتی ہے تو اس کے پیچھے کوئی ایسی غرض ہی ہوگی جو ظاہر نہیں ہو گی۔ تو اس کو دیکھ۔ وقت گزرنے کے بعد کوئی اور راستہ تو ہے نہیں، اگر یہ ساتھی تجھے اس حیثیت میں رکھنا چاہتا ہے تو تجھے اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ تو مکمل طور پر گبرائیل بن جا۔ حالات کا تجزیہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ واقعات کسی بھی شکل میں پیش آئیں، انہیں اپنے ہاں آنے دے اپنانے اور دفعتاً میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے اسے دیکھ کر اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"سوری سونیا سوری۔"

"اوہ۔ تم۔ تم گبرائیل ہو۔"

"ہاں۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میری ذہنی قوتیں بحال ہوتی جا رہی ہیں۔" میں نے کہا اور سونیا ایک لمحے کے لیے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ لیکن پھر اس کی حسین آنکھوں میں مسکراہٹ نظر آئی۔

"بس تو تمہیں وہ کرنا ہے جو میں کہوں۔"

"میں تیار ہوں۔"

"تمہاری طبیعت اب بالکل ٹھیک محسوس ہوتی ہے میں تمہیں آج ہی اسپتال سے گھر لے چلتی ہوں اور اس کے بعد ہم وارتھن چلیں گے۔"

"وارتھن۔" میں نے زیر لب دہرا کر کہا۔

"ہاں۔ اب تم مجھ سے پوچھو گے کہ وارتھن کہاں ہے؟"

"اور تم مجھے نہیں بتاؤ گی۔"

"ہاں۔ میں تمہیں بتاؤں گی کیونکہ تم اب خود کو میری تحویل میں دے چکے ہو۔"

"چلو منظور ہے مجھے۔" میں نے کہا۔ اس کے بعد سونیا نجانے کہاں کہاں کارروائی کرتی رہی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ مجھے ایک خوبصورت کار میں بٹھا کر جس عمارت میں لائی وہ نہایت حسین تھی۔ عمارت سہ منزلہ تھی۔ اس کی درمیانی منزل کے ایک خوبصورت فلیٹ میں سونیا رہتی تھی۔ اس خوبصورت فلیٹ میں میرے لیے ایک آرام دہ کمرہ کا بندوبست کر دیا گیا۔ میرے بدن کی تمام قوتیں بحال تھیں۔ اب میں ذہنی طور پر بھی ٹھیک ٹھاک ہی تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے آپ کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا۔ اگر وہ مجھے گبرائیل کہہ رہی ہے تو ٹھیک ہے۔ اگر وہ وارتھن جانا چاہتی ہے تو یہ بھی ٹھیک ہے۔ سونیا نے دو دن تک مجھے یہاں رکھا۔ اس دوران اس نے میری اتنی خاطر مدارات کی تھی کہ میں اس کا شکر گزار ہو گیا۔ لیکن اوپری دل سے، اندر ہی اندر میں اپنے طور پر پکے ہوئے تھا کہ جب میرا دل اس لڑکی سے اکتا جائے گا اور جب بھی مجھے یہ معاملات غیر دلچسپ محسوس ہونے لگے میں اسے خیرباد کہہ دوں گا۔ زندگی کے لیے اب کوئی راستہ نہیں ہے۔ ہاں اگر کبھی کسی راستے میں زینی مل گئی تو میں اسے حاصل کر لوں گا۔ اور اس کے بعد ممکن ہے راجہ لوانا، مصطفیٰ اپنی زندگی میں واپس آ جائے، اس وقت تو میں گبرائیل تھا، سونیا کا گبرائیل۔ حالات جو کچھ بھی ہوں گے خود بخود میرے علم میں آتے رہیں گے، اس کے لیے پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے، چنانچہ ہم نے تیسرے دن اپنے سفر کا آغاز کر دیا۔ سونیا مجھے وارتھن لے جا رہی تھی، کیوں اور کس لیے اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ اس نے مجھے وارتھن کے راستے بتائے اور خود میرے ساتھ ایک عجیب سی شکل اختیار کر گئی۔ اس نے راستے میں مجھے تھوڑی سی تفصیلات بتائی تھیں اور یہ بھی بتایا تھا کہ مجھے کس طرح معاملات کو آگے بڑھانا ہے۔ ان مختصر تفصیلات میں ایک دلچسپ کہانی چھپی ہوئی تھی لیکن میں نے اس پر بہت زیادہ غور نہیں کیا تھا جب سونیا سے تعاون کی بات تھی تو پھر ان تمام چیزوں کے بارے میں جاننے کی ضرورت بھی کیا تھی۔ ہم ایک سنسان سڑک پر سفر کرتے رہے۔ اور کافی دور پہنچ گئے جب ہم سڑک کے مخصوص حصے سے گزر رہے تھے تو ہم نے دیکھا کہ کچھ مسلح اور قوی ہیکل آدمی ہمارا راستہ روکے کھڑے ہوئے ہیں۔ میں نے کار روکنے کی کوشش نہیں کی اور ان کے قریب ہی جا کر رکا۔ سونیا نے بھی اس دوران کچھ نہیں کہا تھا بس وہ خاموش نگاہوں سے انہیں دیکھتی رہی تھی۔

وہ لوگ چند قدم آگے بڑھ آئے اور کار کے بالکل نزدیک پہنچ گئے۔ شکل و صورت سے اور لباس سے وہ فوجی معلوم ہو رہے تھے

توی ہیکل اور خطرناک شکلوں والے مجسمے تھے۔ ان کا تعلق کون سے ملک سے تھا۔ غالباً اسپین سے کیونکہ ان کے خدوخال اسی قسم کا اظہار کر رہے تھے۔

"کیا بات ہے جناب، سڑک کیوں بند ہے۔" اولاً میں نے پوچھا۔ لیکن میری بات کا کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ دونوں کار کے نزدیک آگئے اور اچانک کر اندر دیکھا۔ سونیا کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ہوئے تھے اور اس کے ہاتھ میں رومال تھا۔

"سڑک کیوں بند ہے۔" اس نے رومال سے ناک رگڑتے ہوئے پوچھا۔

"تم لوگ کہاں جا رہے ہو۔" آنے والوں میں سے ایک نے سوال کیا۔

"وارنگٹن۔ کیوں کیا کوئی خاص بات ہے۔" سونیا گلو گیر لہجے میں بولی۔ اس کے چہرے کی جھلملیوں پر میں حیران تھا۔ راستے میں وہ خوش و خرم تھی اور ہنستی مسکراتی مجھ سے گفتگو کرتی آئی تھی۔ لیکن اس وقت یوں لگ رہا تھا جیسے اس سے زیادہ غمزدہ لڑکی اس روئے زمین پر موجود نہ ہو۔

"وارنگٹن کیوں جا رہے ہو؟" اس شخص نے سوال کیا۔

"اپنے بچھڑے ہوؤں سے ملنے۔" سونیا کی آواز غم میں ڈوبی ہوئی تھی۔

"براہ کرم صحیح جواب دو۔ آگے بڑھنے سے قبل یہ ضروری ہے۔" مسلح شخص نے کسی قدر نرم آواز میں کہا۔

"آپ نے ہمیں کیوں روکا ہے۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ اس سڑک کی نگرانی کی جا رہی ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"اوہ۔ میں وارنگٹن کے قبرستان جا رہی ہوں وہاں میرے کچھ عزیز دفن ہیں۔"

"کون سے عزیز ہیں۔" اس شخص نے سوال کیا۔

"برفانی وادیوں میں یہاں سے چند میل کے فاصلے پر ایک گاؤں تھا وہیں میرے ان عزیزوں نے موت کو گلے لگایا تھا کیا تم اس زلزلے سے ناواقف ہو جو وارنگٹن کے اطراف میں آیا ہے۔"

"اوہ۔ سوری میڈم سوری۔ بہرطور بات یہ ہے کہ اس موسم میں یہ سڑک خطرناک ہو جاتی ہے۔ آپ نہایت احتیاط سے سفر کریں۔" وہ راستے سے ہٹ گیا۔

"چلو۔" سونیا نے مجھ سے کہا۔ اور میں نے کار آگے بڑھا دی۔ یہ تمام کہانی میری سمجھ میں نہیں آئی تھی اور بس اس میں گم تھا۔ جب ہم کافی دور نکل آئے تو سونیا نے اچانک ایک قہقہہ لگایا۔

"تم نے دیکھا ایمرائل میں نے کس طرح انہیں بیوقوف بنا دیا۔"

"اب میں اگر تم سے اس بارے میں کچھ پوچھوں گا تو تم کہو گی کہ میں اپنے ذہن پر زور نہ ڈالوں۔"

"نہیں نہیں۔ کیوں نہیں۔ دراصل راستے واقعی خطرناک ہیں اور ہم جس سے ملاقات کرنے کے لیے جا رہے ہیں وہ عام حیثیت نہیں ہے ایمرائل میں تمہیں تمام تفصیل سے آگاہ کر دوں گی اس وقت صرف میرا ساتھ دو۔"

"میں نے کب منع کیا ہے۔ مگر تم کس سے ملنے جا رہی ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"ہیڈ رو سے۔" وہ بولی۔

"ہیڈ رو کون ہے؟"

"ہمارا محب، ہمارا ہمدرد۔ ہمارے لیے راستے کا انتخاب کرنے والا۔"

"ٹھیک ہے لیکن ہمارا راستہ کیوں روکا گیا تھا؟"

"اوہ۔ شاید کچھ لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا ہے کہ مسٹر ہیڈ رو انہی علاقوں میں موجود ہیں۔"

"لیکن کیا کچھ لوگ مسٹر ہیڈ رو سے پرخاش رکھتے ہیں؟"

"ہاں۔ معلوم چلتے رہو۔" اس نے کہا اور میں خاموشی سے کار ڈرائیو کرتا رہا۔

یہ لڑکی کافی پراسرار محسوس ہوتی تھی لیکن سوال یہ تھا کہ اس نے زلزلے کو کسی مقصد کے لیے استعمال کیا ہے۔ میں نے بھی دل میں فیصلہ کر لیا کہ جو کچھ وہ کہے گی وہی کروں گا خواہ کچھ بھی ہو جائے میری زندگی اگر کسی اور حادثے سے دوچار ہونے جا رہی ہے اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ یہ تو سب ہی حادثے کی آغوش میں ہیں۔ چند لمحات کے بعد میں نے پوچھا۔

"کیا ان اطراف میں زلزلہ آیا ہے؟"

"ہاں۔ ابھی تھوڑے دن پہلے کی بات ہے کچھ عرصہ پہلے یہاں زلزلے نے خاصی تباہی پھیلائی ہے۔"

"ہوں۔ تو سونیا تم نے اس کے بارے میں پہلے سے معلومات حاصل کر لی ہوں گی۔"

"ہاں کیوں نہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"ٹھیک ہے لیکن اب کیا پروگرام ہے۔"

"بس کوئی پروگرام نہیں ہے پہلے ہم اس علاقے میں جائیں گے جہاں زلزلے سے مرنے والوں کی یادگاریں تعمیر کی گئی ہیں تاکہ کسی

نے ہم پر نگاہ رکھی ہو تو اسے شبہ نہ ہونے پائے اور اس کے بعد ہم مسٹر ہیڈ رو سے ملاقات کر لیں گے۔ میں نے تمہیں جو تھوڑی بہت تفصیلات بتائی ہیں براہ کرم ان کی روشنی میں ہیڈ رو کے سامنے اپنے آپ کو ایمرائل کی حیثیت سے پیش کرنا ورنہ ہمارے لیے مشکلات پیش آئیں گی۔"

"میں اب تم سے یہ نہیں پوچھوں گا سونیا کہ معاملہ کیا ہے بس تم جو کچھ کہو گی وہی کروں گا۔"

"اور ایک بات تم بھی ذہن نشین کر لو کہ میں جو کچھ کروں گی وہ ہم دونوں کے حق میں بہتر ہوگا۔" سونیا نے جواب دیا اور میں مسکرا کر رہ گیا۔ میرے حق میں کیا بہتر ہوگا اور کیا نہیں اس کے بارے میں سونیا کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔ بہرطور میں نے اس سے تعاون کا فیصلہ کر لیا جو مختصر معلومات اس کے ذریعے حاصل ہوئی تھیں وہ یہ تھیں کہ اس کے پاس کوئی ایسا راز تھا جو بہت سے لوگوں کے لیے باعث دلچسپی ہو سکتا تھا۔ میں اس کے راز میں اس کا شریک تھا اور اس سلسلے میں میرے ذہن کو اوتھیں نے معطل کر دیا تھا۔ سونیا نے مجھے دوبارہ حاصل کیا اور حاصل کرنے کے بعد اس نے میرا علاج کرایا تاکہ میں ٹھیک ہو جاؤں تو وہ اپنے پاس موجود راز کو بیچ کر دولت کما سکے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ سونیا کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے یا تو وہ میری شکل سے دھوکا کھا گئی ہے ممکن ہے اس کا ساتھی ایمرائل میرا ہی ہم شکل ہو اور اب اس دنیا میں اس کا وجود نہ ہونے کے امکانات تھے کیونکہ سونیا جس طرح مجھ سے مخاطب تھی اور جو تفصیلات اس نے بتائی تھیں اس سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ وہ میری شکل سے دھوکا کھا گئی ہے۔

بہرطور اگر ایسی کوئی بات تھی تو میں سونیا کو مایوس نہیں کرنا چاہتا تھا تفصیلات مجھے کسی حد تک معلوم ہو گئی تھیں اور پھر دل میں اچانک ان حالات سے دلچسپی لینے کا خیال پیدا ہوا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ زندگی کے لیے جو فیصلہ میں نے کیا ہے اس سے مجھے گریز نہیں کرنا چاہیے چنانچہ اب میں ان معاملات میں پوری طرح ملوث ہو گیا اس کے سہارے میں نے آہستہ آہستہ ایک پروگرام ترتیب دیا اور اپنے ذہن میں یہ فیصلہ کر لیا کہ اس راز کی فروخت سے جو رقم حاصل ہو گی اسے میں اپنے مقاصد کے لیے استعمال کروں گا اور سونیا کو بھی اس کا ایک بڑا حصہ دوں گا۔ چنانچہ میں پوری طرح اب اس معاملے میں دلچسپی لے رہا تھا اور وارنگٹن میں مسٹر ہیڈ رو سے ملاقات کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار کر چکا تھا۔ میں نے اس سے سوال کیا۔ "آپ کا کیا خیال ہے مس سونیا جو راز ہمارے پاس موجود ہے دوسرے لوگ بھی اس سے واقف ہو گئے کیا؟"

"ہاں، اس کے بے شمار گاہک ہیں لیکن وہ دوکروڑ ہیں اور ایمرائل تم یقین کرو کہ ہم ہی کامیاب ہوں گے۔ ہم اس راز کو ایسی قیمت پر فروخت کریں گے کہ اس کے بعد ہمیں اپنی زندگی میں کسی اور چیز کی ضرورت پیش نہ آئے۔ ہم اور تم اطمینان سے ایک حسین زندگی بسر کر سکیں گے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور میں خاموش ہو گیا۔

ویسے میں اس سلسلے کا تانا بانا اپنے ذہن میں مرتب کر رہا تھا اور جاننا چاہتا تھا کہ آگے مجھے کیا کرنا ہو گا۔

"اگر یہ لوگ راستے میں اس طرح کی نگرانی کر رہے ہیں تو اس کا مقصد ہے کہ کسی نہ کسی طرح انہیں ہمارے بارے میں بھنک مل چکی ہے۔" سونیا تھوڑی دیر بعد بولی۔

"ہوں۔ ممکن ہے۔ ویسے کیا انہیں معلوم ہے مس سونیا کہ ہیڈ رو یہاں موجود ہے؟"

"ہاں۔ مجھے اس بات سے بھی تشویش ہو گئی ہے اور یہ اندازہ بھی ہو گیا کہ کتنا ہی حکومت بھی اس معاملے میں کافی دلچسپی لے رہی ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے دیکھ لیں گے۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا اور سونیا کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے گردن اٹھا کر کہا "ہمیں انتہائی احتیاط کرنا ہو گی۔"

"دراصل۔" میں نے سوال کیا۔

"میں نے ان لوگوں سے جو کچھ کہا ہے وہی کرنا لازمی ہے ہم سب سے پہلے اس قبرستان میں چلیں گے۔"

"ٹھیک ہے مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔" سونیا مجھے راستہ بتاتی رہی اور میں کار ڈرائیو کرتا رہا پھر جب ہم ایک چھوٹی سی پہاڑی بستی کے نزدیک سے گزرے اور ایک پرانے اور کائی لگے کلیسا کی دیواروں کے ساتھ مڑ کر ایک اور سڑک پر پہنچ گئے۔

بستی کے دوسری طرف پہاڑوں پر بے پناہ برف جمی ہوئی تھی

"کیا تم اس جگہ سے واقف ہو جہاں زلزلے سے مرنے والوں کی قبروں کو تعمیر کیا گیا ہے۔"

"ہاں مجھے پہلے سے اس کے بارے میں اندازہ ہے۔"

"تو پھر مجھے اس طرف گائیڈ کرو۔"

"کیوں نہیں۔ آگے چل کر ایک دو شاخہ سڑک نظر آئے گی ہمیں بائیں سمت مڑنا ہے زیادہ دور نہیں جانا پڑے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور کار اس دوسرے راستے پر

نکال دی۔ یہ سڑک ایک کلیسا پر جا کر ختم ہو گئی تھی لیکن ان ٹیلوں پہ بے پناہ برف تھی جس کی وجہ سے کار کی رفتار سست ہو گئی تھی کلیسا کے سامنے جا کر میں نے گاڑی روک دی اور پیچھے دیکھا، لیکن تعاقب کے کوئی آثار نظر نہیں آتے تھے۔ دور ہی کلیسا کے قریب دیوار تک کوئی نظر آ رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ ان لوگوں نے یہاں تک ہمارا تعاقب کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ بہر طور ہم نیچے اتر آئے اور سونیتا میرے ساتھ آگے بڑھ گئی کلیسا کے دروازے پر برف جمی ہوئی تھی جسے ہٹا کر ہمیں دروازہ کھولنا پڑا تھا۔

لکڑی سے بنا ہوا کلیسا اندر سے بالکل تاریک اور سنسان تھا لکڑی کی کرسیوں اور بنچوں سے ایک ناگوار سی بو اٹھ رہی تھی۔ سامنے دیوار پر حضرت عیسیٰ کا مجسمہ نصب تھا اس کے نیچے جنگ عظیم میں ہلاک ہونے والوں کے نام کندہ تھے۔

سونیتا نے میز پر پڑے موم بتیوں کے بنڈل سے ایک موم بتی نکال کر روشنی کی اور چند ساعت عبادت کرتی رہی۔ میں اس دوران بالکل بے تعلق کھڑا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ فارغ ہو گئی اور مسکراتی ہوئی میری جانب دیکھ کر بولی۔

"یوں محسوس ہوتا ہے جیسے حالات ہمارے حق میں جا رہے ہیں۔"

"اس کا اندازہ تم خود کرو سونیتا، تم جانتی ہو میرا ذہن پوری طرح حاضر نہیں ہے۔"

"ہاں۔ میں جانتی ہوں۔ بہر طور ہمیں سخت احتیاط کرنا ہو گی مسٹر پیڈرو بھی یہی چاہتے ہیں۔"

"احتیاط۔" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"کیوں تمہیں کوئی اعتراض ہے؟"

"ہاں۔"

"کیا مطلب؟"

"کیا ہم اپنے پیچھے لگے ہوئے لوگوں سے نمٹنے کے لیے کوئی وسیلہ رکھتے ہیں۔"

"مثلاً کیا۔؟"

"ہتھیار۔ آپ کیا ہمارے پاس۔؟"

"اوہ۔ کیوں نہیں۔ کار کی سیٹوں کے نیچے خفیہ خانوں میں اسٹین گن اور دستی بم موجود ہیں۔"

"ٹھیک ہے آ جاؤ۔" میں نے کہا۔ اور وہ میرے ساتھ کار میں آ بیٹھی۔ پھر میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

"اب تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا ان لوگوں کو نظر انداز کر دیا جائے۔"

"کن لوگوں کو؟"

"وہی جنہوں نے ہمیں راستے میں روکا تھا۔ اور جن کے بارے میں ہمارا یہ خیال ہے کہ وہ بلا وجہ وہاں موجود نہیں ہوں گے۔"

"ہاں۔ میرا خیال ہے انہیں ہم پر شبہ نہیں ہو سکا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ لیکن ان چالاک لوگوں کے لیے اگر ہم تھوڑا وقت مزید برباد کر لیں تو کیا حرج ہے۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔ میں کسی کام پر اعتراض نہیں کروں گا۔"

"میں تمہاری شکر گزار ہوں کیپٹن اور تم پر بے حد اعتماد کرتی ہوں۔ چلو کار واپس سڑک پر لے جانے کے بجائے تھوڑی دیر تک ان میدانی حصوں میں چلاؤ۔ سڑک کافی خطرناک ہے اور خاص طور سے اس موسم میں۔ میدان کے دوسرے سرے پر ہم اس سڑک پر دوبارہ پہنچ جائیں گے۔"

"میدان ہموار ہے۔" میں نے سوال کیا۔

"ہاں ڈرائیونگ میں کوئی دقت نہیں ہو گی۔" میں نے اس کی خواہش کے مطابق کار کا رخ میدان کی طرف کر دیا۔ وہ میرے ساتھ خاموش بیٹھی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ اسی طرح بیٹھی رہی تھی۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ لیکن چند لمحات بعد اس نے ایک چھوٹی اسٹین گن نکال کر میرے برابر والی سیٹ پر رکھ دی۔ "ہمیں حالات سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ میں نے اسی لیے نکال لیا ہے۔" وہ بولی۔ میں نے گردن ہلا دی تھی۔

میدان میں برف جمی ہوئی تھی اور میں احتیاط سے ڈرائیونگ کر رہا تھا چند لمحات کے بعد سونیتا نے مجھے مخاطب کیا۔

"رفتار اس سے تیز نہیں کی جا سکتی۔؟"

"میرا خیال ہے برف سے ڈھکے میدان کے ایک ایک حصے سے واقفیت مشکل ہے اور میں تو اس کے بارے میں بالکل نہیں جانتا۔"

"ٹھیک ہے میں بھی بہت زیادہ نہیں جانتی لیکن میں اس لیے کہہ رہی تھی کہ دھند نیچے اتر رہی ہے۔" سونیتا نے کہا۔

میں خود بھی محسوس کر رہا تھا کہ پہاڑوں کی دھند اب نیچے اتر رہی تھی اور ماحول میں تاریکی پھیلتی جا رہی تھی۔ پھر ہلکی ہلکی بارش شروع ہو گئی۔ بارش کی وجہ سے یہاں سردی کا احساس مزید بڑھ گیا تھا جبکہ اس سے پہلے بھی خاصی سردی تھی لیکن بارش کی وجہ سے ماحول میں ٹھٹھرن سی پیدا ہو گئی تھی، میں نے رفتار تھوڑی سی بڑھا دی۔ خوب جھٹکے لگ رہے تھے، لیکن بہر حال کار شاندار تھی۔ سونیتا کئی بار چور نگاہوں سے دیکھ چکی تھی اس کی آنکھوں میں نجانے کیا تھا، میں نے محسوس کیا شاید وہ مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتی

ہو یا بہت ہی عجیب سی کیفیت تھی اس کی۔ وہ کشمکش کا شکار معلوم ہوتی تھی۔ بالآخر اس نے کہا۔

"کیپٹن۔"

"ہوں کہیے۔"

"تمہیں اپنی پچھلی زندگی کے بارے میں کچھ یاد نہیں آتا۔"

"میری پچھلی زندگی کے بارے میں آپ نہیں جانتیں کیا سونیتا۔" میں نے کہا۔

"یہ اچانک تمہاری گفتگو میں تکلف کیسے پیدا ہو گیا ہے۔؟"

"اس کی وجہ بھی آپ کو معلوم ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب۔؟"

"مطلب یہ کہ آپ میرے بارے میں سب کچھ ہی جانتی ہیں۔" میں نے کہا۔ وہ خاموش ہو گئی۔ وہ کسی قدر نروس سی نظر آنے لگی تھی، لیکن پھر آہستہ آہستہ اس نے خود کو سنبھالا اور بولی۔

"کیپٹن! انسان کی زندگی میں کچھ ایسے واقعات بھی پیش آتے ہیں، جب وہ دوسروں سے سہارا لینے کے لیے مجبور ہو جاتا ہے، بس میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہوں گی اور یہ بات بھی میں تمہیں بتا دوں کہ اس وقت تم میرے لیے بہت بڑا سہارا ہو۔"

"تم نے میرا انتخاب کس طرح کیا سونیتا۔" میں نے ایک چبھتا ہوا سوال کیا۔

"حالات کے تقاضوں کے ہاتھوں۔ کاش میں تمہیں گزرے ہوئے واقعات کے بارے میں کچھ بتا سکتی۔"

"جب بتانے کی پوزیشن میں ہو تو اس موضوع پر بات کرنا، فی الحال خاموشی ہی مناسب رہے گی۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے آہستہ سے جواب دیا اور پھر تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد بولی۔

"میرا خیال ہے ہم سڑک پر آ گئے ہیں، لیکن برف میں اس کی تمیز کرنا مشکل ہو گیا تھا۔"

"ہاں سڑک برف سے ڈھکی ہوئی ہے، لیکن درختوں کی قطاروں سے اس کا تعین ہو جاتا ہے۔" میں نے سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔

بڑی خطرناک سڑک تھی، ایک طرف پہاڑیاں بلند ہوتی چلی گئی تھیں، جن پر برف ہی برف نظر آ رہی تھی۔ دوسری طرف درختوں کی قطاریں تھیں جن کی دوسری سمت گہری کھائی چلی گئی تھی۔

ہم برف کی موٹی تہہ پر سست رفتاری سے سفر کر رہے تھے اور کافی دور نکل آئے تھے، لیکن اب آگے کا سفر بہت مشکل ہو گیا تھا۔ کیونکہ دھند نے تاریکی پھیلا دی تھی اور رفتہ رفتہ ایسا ماحول پیدا ہو گیا کہ اب چند گز دور کی چیز بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔

سونیتا کے چہرے پر تشویش کے آثار پھیلنے لگے میں نے روشنی جلا دی، لیکن بے حد تیز روشنیاں بھی کوئی خاص اثر نہ کر سکیں۔

"میرا خیال ہے سونیتا سفر جاری نہیں رہ سکتا۔" میں نے کار روکتے ہوئے کہا۔

"ہاں ان علاقوں میں موسم ہمیشہ خراب ہی رہتا ہے۔" سونیتا تشویش زدہ لہجے میں بولی۔

"پھر کیا ارادہ ہے۔؟"

"یہاں تو قیام بھی ممکن نہیں ہے۔"

"لیکن کار کو آگے لے جانا کافی خطرناک ہو سکتا ہے، ممکن ہے سڑک آگے چل کر کسی طرف مڑ جائے اور ہم سیدھے کسی کھائی میں جا گریں۔" میں نے جواب دیا۔

"میرے خیال میں بھی یہی مناسب ہو گا۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں کہ رات یہیں گزاری جائے۔"

"لیکن یہ سڑک ہے۔؟"

"مجبوری ہے۔" سونیتا نے شانے ہلائے اور سونیتا میری کار کی طرف دیکھنے لگی، پھر اچانک ہی میں نے اس کے چہرے پر تغیر محسوس کیا اور وہ آہستہ سے بولی۔

"ٹھیک ہے تم میرے ساتھ ہو، مجھے پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے اس خطرناک موسم میں کوئی اور بے وقوف نہیں ہو گا جو ہماری طرح سفر کرے اس لیے کسی گاڑی کے ٹکرانے کا خوف نہیں ہے۔ پھر بھی احتیاطاً ہم روشنیاں جلائے رکھیں گے۔"

"کب تک۔؟" میں نے سوال کیا۔

"جب تک بیٹری ساتھ دے۔" وہ ہنس پڑی۔

"لیکن صبح کو کیا ہو گا محترمہ۔؟"

"صبح کی بات صبح دیکھی جائے گی۔ چھوڑو اب ان پریشان کن خیالات میں وقت مت ضائع کرو اور انجن بند کر دو۔" اس نے کہا اور میں نے گاڑی کو جس حد تک ممکن ہو سکا سائڈ میں لگا کر کھڑا کر دیا۔ نیچے اتر کر میں نے اطراف کا جائزہ لیا اور اطمینان کر لیا کہ آگے کوئی کھائی نہیں ہے۔ پھر ہم نے گاڑی کے شیشے بند کر لیے، سونیتا ایک بار پھر اپنی جگہ سے ہٹی اور کار کی ڈکی سے سامان نکالنے لگی، اس نے اس سفر کے لیے مکمل

انتظام کر لیا تھا، اور ابھی تک ہمیں اس سامان میں سے کوئی چیز استعمال کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔ اس نے مجھے عمدہ سینڈوچ اور کافی نکال کر دی جو اس وقت اس موسم میں اتنی لذیذ معلوم ہوئی تھی کہ بیان نہیں کر سکتا۔

دھند نے اب ہر چیز چھپالی تھی، یوں بھی شام کے ساڑھے سات بج رہے تھے، میں نے کار کی دونوں سیٹیں کھول لیں اور ہم ان پر دراز ہو گئے۔

"زندگی میں بعض لمحات کتنے عجیب ہوتے ہیں۔" سونیتا گہری سانس لے کر بولی۔

"کس طرح ...؟"

"جیسے اس وقت۔"

"ہاں سونیتا! اس وقت ان لمحات کو ہم واقعی عجیب کہہ سکتے ہیں، ہم دونوں کتنے قریب ہیں، لیکن لیکن ...!"

"لیکن کیا ...؟"

"لیکن آگے کے حالات تم خود جانتی ہو!"

"کیا تم ان حالات کو نظر انداز نہیں کر سکتے ...؟"

"ایک شکل میں سونیتا۔"

"وہ کیا شکل ہو گی ...؟"

"تم اس کا اعتراف کر لو۔" میں نے جواب دیا۔ سونیتا گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگی، پھر بولی۔

"نہیں کچھ نہ کچھ تو یاد ہو گا، تم ہسپتال کیسے پہنچے تھے؟"

"کاش مجھے یاد ہوتا ..."

"تو اس کے بعد تم یہ کیوں نہیں تسلیم کرتے کہ تم کبرائیل ہو؟"

"میں نے کب انکار کیا ہے!"

"اقرار بھی نہیں کیا، بس یوں سمجھ ہی ہوں جیسے تم نے کسی خاص وجہ سے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا ہو۔"

"کوئی خاص وجہ نہیں ہے سونیتا! باقی تمہارا دوسرا خیال درست ہے۔"

"چھوڑو ان باتوں کو، ہم اجنبی ہی سہی، کبرائیل ہم اجنبی ہی سہی، لیکن تمہارا وجود مسلم ہے۔"

"ایک فلسفیانہ بات ہے جو میری سمجھ میں نہیں آسکی۔"

"تم ... تم جو کبرائیل ہو، سمجھے، تم ہو، یہ دوسری بات ہے کہ تم نہیں ہو۔"

"یہ دوسرا فلسفہ ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پلیز، مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔"

"تو میں نے کب انکار کیا ہے اس سے سونیتا، میں نے جواب دیا۔

"اگر مجھے تمہارا سہارا مل جائے تو مجھے اور کسی چیز کی تمنا نہیں رہے گی۔"

"آپ اپنی زندگی میں کسی سے متاثر ہوئی ہیں؟"

"اس سے قبل نہیں ہوئی تھی۔"

"اس سے قبل، کیا مراد ...؟"

"آپ اگر یقین کریں مسٹر کبرائیل تو میں یہ کہوں گی کہ تم سے سب سے زیادہ متاثر ہوئی ہوں اور تمہارے قرب نے مجھے ایک عجیب سا احساس دلایا ہے۔"

"کیسا احساس ...؟"

"کاش تم وہ ہوتے جو میرے ذہن میں تھے۔"

"بہر طور بہتر ہے کہ کام کو کوشش کرنے سے نہیں ہونے دو۔" میں نے جواب دیا اور سونیتا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے پر کچھ ایسے تاثرات نظر آرہے تھے جنہیں سمجھنا میرے لیے مشکل نہیں تھا۔ بہر حال عالمگیر کا راجہ نواز اختر جیسی دور اور جس ماحول سے گزر رہا تھا اس میں ان چیزوں کو جانچنے کی اسے چنداں ضرورت نہیں تھی لیکن پھر بھی ہو جاتا، میں اب اس دور کا انسان نہیں رہا تھا، میری زندگی وہ نہیں رہی تھی جو اب سے کچھ عرصے قبل تھی، ایک حسین بلا نے میری زندگی کا رخ بدل دیا تھا اور میں ایک ایسا انسان بن گیا تھا جو اس کے سوا کسی کو دیکھنے کا قائل نہیں تھا۔"

"ہاں نہیں میری زندگی کا سب کچھ تھی۔ اس بات وہ دور کر بھی میں اس کے احساس کو اپنے ذہن سے فراموش نہیں کر سکتا تھا۔" پھر سونیتا کی نگاہوں کے جواب میں میں نے گردن جھکالی، جو مختلف انداز سے اپنی کیفیات کا اظہار کر رہی تھیں۔ میری طرف سے خاموشی پاکر اس نے جیسے اپنے آپ کو مطمئن کر لیا ہو، رات آہستہ آہستہ گزر رہی تھی۔ باہر کا ماحول اتنا خوفناک تھا کہ کوئی چیز نظر نہیں آرہی تھی۔ ہمیں کافی دیر ہو گئی تھی، میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں، سونیتا بھی گہری گہری سانسیں لے رہی تھی، لیکن میں سمجھا کہ وہ نہیں سوئی ہے۔

کافی دیر تک اسی طرح وقت گزرتا رہا، پھر سونیتا کی سانسیں گہری ہونے لگیں، میرا خیال تھا کہ تھک ہار کر وہ سو گئی ہے، کافی دیر اسی طرح گزر گئی اور اس کے بعد دفعتاً مجھے ایک مدھم سی روشنی نظر آئی۔ میں چونک پڑا، میں نے گردن اٹھا کر دیکھا، عقب میں جو کچھ نظر آیا اسے دیکھ کر میں چونک پڑا، غالباً

کسی کار کی روشنیاں تھیں۔ سونیتا کو اس وقت غافل رکھنا مناسب نہیں تھا، چنانچہ میں نے اسے جھنجھوڑ کر جگا دیا، وہ پوری طرح سوئی نہیں تھی، ایک دم چونک کر اٹھ بیٹھی۔

"کیا بات ہے ...؟" اس نے سوال کیا۔

"پیچھے دیکھو سونیتا!" میں نے کہا اور وہ عقب میں دیکھنے لگی، پھر اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"غالباً کسی کار کی روشنی ہے۔"

"ہاں ایسا ہی لگ رہا ہے۔"

"تو پھر کیا خیال ہے ...؟"

"وہ کوئی بھی ہوں سونیتا ہمیں غافل نہیں رہنا چاہیے۔"

"کیا مطلب ...؟"

"ہمارے دشمن بھی ہو سکتے ہیں۔"

"اوہ ... ہاں واقعی۔" سونیتا نے دو تین بار سر کو جھٹکا اور پھر بولی۔

"جلدی سے نیچے اتر آؤ۔ ہم زیادہ دور نہیں جا سکیں گے لیکن کار کے اندر رہنا مناسب نہیں ہے۔ اگر وہ لوگ ہمارے مخالف نہ ہوئے تو واپس آ کر کار میں بیٹھ جائیں گے۔ لیکن تھوڑی سی تکلیف اٹھانی پڑے گی۔"

"کوئی حرج نہیں ہے آؤ۔" میں نے کہا، ہم باہر نکل آئے۔ کار کی گرمی ایک دم ختم ہو گئی تھی۔ باہر کا ماحول ایک دم سرد تھا۔ ہم نے کان کے جبڑے وغیرہ چادر سے ڈھکے ہوئے تھے اور اندر موجود ہیٹر چلا رکھا تھا اس لیے ہمیں زیادہ سردی نہیں لگ رہی تھی لیکن باہر بے پناہ سردی تھی۔ ہم سڑک کے کنارے پہنچ گئے۔ دھند میں نظر نہیں آرہا تھا کہ دوسری طرف کیا ہے۔ بہر طور سڑک سے تھوڑا سا نیچے اتر کر ایک بڑے پتھر کی آڑ میں پہنچ گئے جہاں سے ہم سڑک پر نگاہ رکھ سکتے تھے۔ سفید روشنیاں انتہائی طاقتور تھیں اسی لیے اس دھند میں بھی کامیابی سے اپنا سفر کر رہی تھیں ورنہ اس وقت عام روشنیاں تو نظر بھی نہیں آسکتی تھیں۔

بالآخر وہ ہمارے قریب پہنچ گئیں لیکن وہ ایک کار کی نہیں تھیں، تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کئی گاڑیاں تھیں اور خاص قسم کی تھیں۔ اب ہماری کار ان روشنیوں کی زد میں تھی، کار کی روشنیاں بجھائی نہیں گئی تھیں، ان کے سناٹے میں ہم نے چند افراد کو نیچے اترتے دیکھا جو خاص قسم کے لباس پہنے ہوئے تھے وہ ہماری کار کے نزدیک پہنچ گئے اور انہوں نے تیز روشنی والی ٹارچوں سے اندر کے ماحول کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ سونیتا نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا اور آہستہ سے بولی۔

"یہ لوگ ہمیں ہی تلاش کر رہے ہیں۔"

"ہاں ... ایسا ہی لگتا ہے۔"

"میں نیند کے عالم میں تھی کبرائیل ورنہ اسٹین گن ضرور اٹھا لاتی۔"

"لو ..." میں نے اسٹین گن اس کی طرف بڑھا دی اور وہ خوشی سے اچھل پڑی۔

"ارے ... یہ ... یہ ...؟"

"ہاں ... میں تمہارے فراہم کیے ہوئے دستی بم بھی اپنی جیب میں ڈال لایا ہوں۔"

"تم کام کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

"اسلحے کا استعمال تو کر سکتی ہو نا؟"

"ہاں کیوں نہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"لیکن اس وقت سے اسے استعمال نہ کرنا جب تک اس کی ضرورت پیش نہ آئے۔" میں نے جواب دیا اور سونیتا نے گردن ہلا دی۔

ہم دونوں خاموشی سے ان کا جائزہ لینے لگے وہ اطراف میں پھیل کر ہمیں تلاش کر رہے تھے۔ ٹارچوں کی لمبی روشنیاں ہر جانب چاروں طرف تلاش کر رہی تھیں اور ان کی تعداد کے بارے میں صرف ٹارچوں سے ہی اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔

چھ ٹارچیں تھیں اور یقینی طور پر وہ چھ ہی افراد تھے پھر ان میں سے دو آدمی ٹرک کے کنارے کی طرف بڑھے جس طرف ہم موجود تھے اگر تھوڑا سا اور آگے بڑھ آتے تو ہمارا ان کی نگاہوں سے بچنا مشکل ہو جاتا۔ چنانچہ ہم تیار ہو گئے اگر اس جگہ سے واقفیت ہوتی تو ہم یقیناً ان کی نگاہوں سے محفوظ رہ کر کہیں دور نکل جانے کی کوشش کرتے لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ صورت حال اس وقت ہمارے حق میں نہیں تھی۔ چنانچہ رفتہ رفتہ خطرہ قریب آتا گیا اور پھر وہ دونوں ٹارچیں روشن کیے ہوئے اس ٹیلے کے عقب میں پہنچ گئے جہاں ہم موجود تھے لیکن اس سے زیادہ انتظار نہیں کیا جا سکتا تھا جیسے ہی ٹارچ کی روشنی ہم پر پڑی سونیتا نے فائر کھول دیا۔ ویران ماحول میں اسٹین گن کی آواز کئی گنا بڑھ کر معلوم ہو رہی تھی سارے سناٹے چیخ پڑے تھے اور اس میں انسانی چیخیں بھی شامل تھیں۔ ٹارچیں جلتی ہوئی ہاتھوں سے گر پڑی تھیں وہ دونوں شکار ہو گئے تھے جو ہم تک پہنچے تھے لیکن اس کے ساتھ ہی دوسرے لوگوں کو بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ ہم کس طرف ہیں چنانچہ وہ چیختے ہوئے ادھر ادھر دوڑنے لگے تھے اور پھر پستولوں سے ہوائی فائر ہوئے اور سناٹے میں شگاف پڑ گیا۔

میں جانتا تھا کہ وہ اس فوری حملے سے بری طرح بوکھلا گئے تھے ان کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں لیکن میں جانتا تھا کہ تھوڑی دیر بعد وہ منظم ہو جائیں گے اور اس کے بعد یہ جگہ ان کی نگاہوں سے دور نہیں رہ سکے گی چنانچہ ہم اپنے آپ کو ان کی نگاہوں سے محفوظ نہیں رکھ سکیں گے۔ چونکہ اگر وہ مختلف حصوں میں پھیل کر ہم پر فائرنگ کریں گے تو اس ٹیلے کے پیچھے چھپنا ممکن نہیں ہو گا۔

"کیرائل۔" سونیتا کی آواز ابھری۔

"ہوں۔"

"تم سن رہے ہو نا ان کی آوازوں کو۔"

"ہاں۔" میں نے کہا۔

"وہ ہمیں تلاش کر لیں گے وہ ہمیں یقیناً تلاش کر لیں گے۔ یہ جگہ اب ہمارے لیے مناسب نہیں رہی ہے۔"

"تمہارا خیال درست ہے۔"

"تو پھر اب کیا کریں کیا انہیں یہیں سے نشانہ بنائیں یا اپنی جگہ چھوڑنے کی کوشش کریں۔"

"میرا خیال ہے جگہ تبدیل کر لی جائے۔" میں نے جواب دیا۔

"آؤ۔" وہ بولی۔ اور پھر ہم دونوں اپنی جگہ سے ہٹ گئے ان کے کسی اقدام سے قبل ہمیں کوئی محفوظ جگہ تلاش کرنی تھی ورنہ ہم مارے جاتے۔ میں اوپر کی طرف سرکنے لگا گاڑی ہم سے زیادہ دور نہیں تھی پھر میں نے ایک دستی بم کا سیفٹی پن ہٹایا اور اسے اپنی گاڑی کی جانب اچھال دیا ایک زوردار دھماکہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی بے شمار چیخیں سنائی دیں لیکن وہ نہیں ہوا جو میں چاہتا تھا۔

میں نے دوسرا بم استعمال کیا اور میری کوشش کارگر ہوئی اس بار ہونے والا دھماکہ پہلے دھماکے سے زیادہ خوفناک تھا اور پھر پے در پے دھماکے ہونے لگے برف کا طوفان فضا میں بلند ہو گیا اور یہی میری اسکیم تھی۔

ان دھماکوں نے ان کو لرزہ براندام کر دیا تھا۔ وہ لوگ میرے پھینکے ہوئے دستی بموں کا شکار ہو گئے تھے اور جو بچے تھے وہ بری طرح ایک سمت میں دوڑ پڑے تھے میں چند لمحات ان کا جائزہ لیتا رہا اور پھر میں نے سونیتا کو پکارا لیکن سونیتا اپنی جگہ موجود نہیں تھی اسے اس کی جگہ نہ پا کر ایک لمحے کے لیے میں پریشان ہو گیا یہاں تک اس کے ساتھ آیا تھا اب اسے کھونا میرے لیے ممکن نہیں تھا چنانچہ میں بے اختیار ادھر ادھر اسے تلاش کرنے لگا۔

لیکن برف کی سفید چادر میں اس کا وجود کہیں نظر نہیں آ رہا تھا میں حیران و پریشان قدم قدم چلا جا رہا تھا کہ ایک دم سے برف میرے قدموں کے نیچے سے نکل گئی اور میں لڑھکنے لگا بمشکل تمام میں نے خود کو گرنے سے بچایا تھا پتہ نہیں کتنی گہرائی تھی جہاں میں جا رہا تھا میرے قدم جم گئے میں نے اپنے آپ کو سنبھال کر ادھر ادھر دیکھا اور اس کے بعد میں آگے بڑھنے لگا تھوڑے فاصلے پر کسی متحرک شے کا احساس ہوا۔ میں اپنے آپ کو سنبھال کر اس طرف چل پڑا تا حد نگاہ برف ہی برف تھی۔ کہیں کہیں برف سے ڈھکے ہوئے درخت نظر آ رہے تھے بہر طور میں اس متحرک دھبے کے نزدیک پہنچ گیا اور میرا اندازہ غلط نہیں تھا وہ سونیتا ہی تھی، لیکن وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ غالباً وہ بھی اپنی جگہ چھوڑ کر کسی اور طرف دوڑنے کے سلسلے میں گہرائیوں کا شکار ہو گئی تھی لیکن خوش

تھی ہم دونوں کی کہ یہ جگہ زیادہ گہری نہیں تھی میں اس کے قریب پہنچ کر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ حواس بحال کرنے میں کامیاب ہو گئی۔

سردی سے اس کا بدن برف ہو گیا تھا اور کافی خراب حالت میں نظر آ رہی تھی۔ میں نے اسے سنبھالا اور وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"تم ٹھیک ہو کیرائل۔" اس نے کمزور آواز میں پوچھا۔

"ہاں۔ تمہاری کیا کیفیت ہے۔"

"ٹھیک ہوں۔ گر پڑی تھی کسی جگہ سے۔"

"میرا خیال ہے اٹھ کر بدن کو جنبش دو کہ کچھ گرمی پیدا ہو۔" میں نے کہا اور وہ اٹھ گئی۔ غیر معمولی قسم کی لڑکی معلوم ہوتی تھی تھوڑی دیر میں اس نے خود کو پوری طرح درست کر لیا اور پھر گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

"کیا صورت حال ہے۔"

"میرا خیال ہے ہمارے حق میں مناسب۔"

"کیا تم سب کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہو گئے۔"

"سب کو نہیں لیکن باقی اس طرف کا رخ نہیں کریں گے۔"

"کیوں۔"

"اس لیے کہ میں نے انہیں بہت دور بھگا دیا ہے۔"

"اس غلط فہمی کا شکار نہ رہو وہ واپس آئیں گے ہمیں تلاش کرنے کے لیے زیادہ لوگوں کے ساتھ۔"

"تو پھر کیا جائے۔"

"اب کار کی طرف جانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔"

"کار کے بارے میں میرا اندازہ ہے کہ دستی بم سے تباہ ہو گئی ہو گی۔"

"اور ان کی گاڑیاں۔"

"ان کے سلسلے میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"اس کے باوجود میں اس طرف نہیں جاؤں گی آؤ اس طرف چلیں۔" اس نے ایک طرف اشارہ کیا اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ وہ بہت سست رفتار سے چل رہی تھی پھر اس نے کہا۔

"یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میرے داہنے گھٹنے میں شدید چوٹ آئی ہے چلنے میں مجھے دقت محسوس ہو رہی ہے۔"

"لاؤ۔ میں تمہیں سہارا دوں۔" میں نے کہا اور اسے اپنے شانے کا سہارا دے کر آگے بڑھانے لگا۔ اس کی چال کا لنگڑا پن میں خوب محسوس کر رہا تھا۔

کافی دیر تک ہم برف کی اس چادر پر سفر کرتے رہے ہلکی ہلکی بوندا باندی اب بھی ہو رہی تھی۔ کہر اتنی گہری تھی کہ تھوڑے فاصلے پر دیکھنے کے لیے بھی محنت کرنی پڑ رہی تھی۔ اس وقت شاید آسمان پر چاند سے بادل سرک گئے تھے جب برف کی سفیدی میں مجھے سونیتا کا بدن نظر آیا تھا غالباً یہ قدرت کا ایک اشارہ تھا اور اسے اس کی زندگی مقصود تھی ورنہ اس گاڑھے کہر اور شدید سردی میں آنکھیں تک ٹھٹھر کر رہ گئی تھیں۔

سونیتا حسب توفیق میرا ساتھ دیتی رہی اور پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیرائل میرا بدن سرد ہوتا جا رہا ہے ٹانگیں بے جان ہو رہی ہیں کیا تمہاری بھی یہی کیفیت ہے۔"

"مجھے اپنی کیفیت کا کوئی اندازہ نہیں سونیتا چلتی رہو اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرتی رہو۔"

"میں جتنی کوشش کر رہی ہوں تم اندازہ نہیں لگا سکتے ویسے ایک بات سوچ رہی ہوں۔"

"کیا۔"

"بڑی ہوئی ہمارے ساتھ۔ ہم دارالحکومت آنے کی مصیبت کا شکار ہو گئے مجھے اس کی امید نہیں تھی کہ یہ کیفیت اور یہ صورت حال پیش آئے گی۔"

"حالات جو کچھ پیش آنا ہوتے ہیں سونیتا کوئی انہیں روک نہیں سکتا۔"

"لیکن لیکن اب کیا ہو گا۔"

"ہم چلتے رہیں گے۔"

"ناممکن ہے کیرائل۔ میں تمہارا ساتھ نہ دے سکوں۔"

"نہیں سونیتا اگر تم چلنے میں تکلیف محسوس کر رہی ہو تو میں تمہیں اپنے شانوں پر بھی اٹھا سکتا ہوں۔" میں نے کہا اور سونیتا گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

"یہ سب کچھ تم میرے لیے کیوں کر رہے ہو کیرائل۔"

"انسانی ہمدردی کی بنیاد پر۔"

"صرف انسانی ہمدردی۔"

"ہاں یہی سمجھو۔" میں نے جواب دیا اور وہ خاموش ہو گئی۔ جب اس کی خاموشی طویل ہو گئی تو میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں تم اور کیا سننا چاہتی تھیں مجھ سے۔"

"نہیں — کچھ نہیں پلیز — میں محسوس کر رہی ہوں کہ زندگی بہت مختصر ہوتی جا رہی ہے میری، میرے بدن میں شدید درد اٹھ رہا ہے کیرائل۔ شاید میں سردی کا شکار ہو گئی ہوں، ہو بھی سکتا ہے کہ میں مر جاؤں ایسے حالات میں تم اپنے ذہن سے یہ بتاؤ کیا کیا تصورات لے کر زندہ رہو گے۔"

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو۔ تم آنی یا بہت لڑکی ہونے کے باوجود ہمت ہارتی جا رہی ہو۔"

"حالات ہی کچھ ایسے ہیں کیرائل۔ میں اب تم سے جھوٹ نہیں بولنا چاہتی کیرائل، اور حقیقت صورت حال کچھ عجیب سی ہے۔ میں اعتراف کرتی ہوں کہ تمہارا نام کیرائل نہیں ہے۔ یہ نام میں نے رکھا تھا۔ میں عجیب و غریب زندگی گزارتی رہی ہوں۔ ایک ایسی زندگی جو میری اپنی پسندیدہ نہیں تھی، پتہ نہیں کیسے کیسے حالات کا شکار رہی ہوں جرائم پیشہ لوگوں میں، میں نے پرورش پائی ہے اور پھر انہی جیسی ہو کر رہ گئی تھی، میرا تعلق ایک گروہ سے تھا لیکن اس کے بعد میں نے گروہ کو چھوڑ دیا اور سان ہیں سے دو افراد کو قتل کر کے نکل آئی کیرائل میرا بچپن کا ساتھی تھا ایک شریف النفس آدمی جو زندگی کو شرافت کے ساتھ گزارنا چاہتا تھا وہ مجھے بھی ایک اچھی لڑکی سمجھتا تھا، لیکن جب اس پر یہ ظاہر ہوا کہ میں غلط راستوں پر بھٹک کر آتی دور پہنچ گئی ہوں کہ اب میری واپسی ممکن نہیں ہے۔ تو وہ کشمکش کا شکار ہو گیا۔ وہ فیصلہ کرنے لگا کہ اسے میرا ساتھ دینا چاہیے یا مجھ سے کنارہ کشی اختیار کر لینی چاہیے لیکن میری محبت اسے مجبور کرتی رہی اور بالآخر اس نے ایک دن میرے سامنے گردن جھکا دی۔ تب ہم نے پیڈرو کی نشاندہی پر ایک ایسا راز حاصل کیا جس کی قیمت ہمیں کئی ملکوں سے مل سکتی تھی۔ زیادہ سے زیادہ قیمت ہم نے ایک منصوبہ ترتیب دیا، لیکن تقدیر کیرائل کا ساتھ نہ دے سکی۔ وہ ایک ہنگامے کے دوران سمندر میں ڈوب کر ہلاک ہو گیا۔ میں اسے کسی طرح نہیں بچا سکی تھی۔ راز میرے پاس موجود تھا اور میں کیرائل کی موت کے بعد بھی اپنا مستقبل بنانے کی خواہاں تھی۔ یہ صرف اتفاق تھا کہ تم مجھے نظر آ گئے اور شاید تم اس بات کا یقین نہ کرو مسٹر، تمہارا نام جو کچھ بھی ہے کہ تم کیرائل سے اس حد تک ملتے ہو کہ تمہیں دیکھ کر کوئی بھی دھوکہ کھا سکتا تھا۔ ہاں میں نے تمہیں کیرائل کی جگہ پایا۔ میں نے تمہیں اس جگہ دیکھا تھا جہاں میں پہلی بار تم سے ملی اور مجھے تمہارے بارے میں علم ہوا کہ تم ایک ذہنی مریض ہو، آوارہ گردی کرتے ہوئے عجیب و غریب انداز میں دیکھا جا رہے تھے اور تمہیں اس اسپتال میں داخل کر دیا گیا۔ تمہارا اسپتال والوں کے پاس بھی کوئی ریکارڈ نہیں تھا چنانچہ میں نے اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور تمہیں کیرائل بنا دیا ہے۔"

"تم جس قسم کے انسان تھے اس سے میں نے اندازہ لیا کہ تم میرے لیے کارآمد ہو سکتے ہو اور اس کے بعد میری خود غرضی تمہیں یہاں تک لے آئی ہے۔ تم جو کوئی بھی ہو، تم سے تمہارا نام نہیں پوچھوں گی بلکہ اگر خوش قسمتی سے زندہ بچ گئی تو آخر تک تمہیں کیرائل ہی کہتی رہوں گی۔ میں تم سے وہ سب کچھ طلب نہیں کروں گی جو کیرائل سے حاصل کرتی تھی۔ میں تم سے معافی کی خواستگار ہوں، سر جاؤں تو مجھے کر دینا اور زندہ رہوں تو تم جو چاہو میرے ساتھ کرنا۔ میں اپنے سینے میں ہلکا سا گداز محسوس کرنے لگا۔ زندگی گمشدگی کے بعد میری ذہنی کیفیت جو ہو گئی تھی اس نے تم نے فیصلہ کیا تھا کہ کسی کے ساتھ ہمدردی نہیں کروں گا لیکن دل کم بخت پھر مچل جاتا تھا۔ نا ممکن — نا ممکن۔ اپنے آپ کو سہارا دینے کی کوشش کی اور پھر مجبوری کے ساتھ یہ بھی سوچا کہ اگر اس لڑکی کے ذریعے مجھے حاصل ہو جاتی ہے تو کیا حرج ہے، اسے زندہ رکھنے کی کوشش کرنا ضروری ہے اس کے ساتھ ایک شاندار وابستہ ہے۔ وہ دولت حاصل کرنا چاہتی ہے اگر وہ رہے۔ تو پھر یہ سب کچھ ہونا ہی چاہیے۔ تاہم میں نے اس سے پوچھا۔

"وہ راز کہاں ہے۔؟"

"دوسرا جملہ میرا ابھی اس سلسلے میں ہوتا ہے۔ لباس میں سینے کے بالکل قریب ایک چھوٹا سا چکور بندھا ہوا ہے میری موت کے بعد اسے کھول لینا اور سمجھ کر کیرائل کی حیثیت سے پیڈرو سے ملاقات کر لینا۔"

"اوہ، بہر طور میں تمہاری موت نہیں چاہتا، تمہیں بار رہی ہو تو آؤ میرے شانوں پر آ جاؤ۔"

"کیرائل پلیز — مجھے زندگی کے خواب نہ دکھاؤ آنکھوں میں تاریکی پھیلتی جا رہی ہے لیکن میں چلوں گی تمہارے ساتھ ضرور چلوں گی۔ میں ابھی تمہارے اوپر بوجھ نہیں بننا چاہتی۔ ہاں جب گر پڑوں اور جب میرا ساتھ دینا چھوڑ دیں تو پھر تمہیں اختیار ہے جو دل چاہے کرنا۔" اس نے چلنا شروع کر دیا۔ راستے میں بے پناہ خوفناک مراحل آئے۔ ایک بار برف کے درمیان ایک جھیل نے ہمارا راستہ روک لیا، اور بڑی پریشانی سے اس کے دوسرے سرے کی تلاش میں چلنا پڑا۔ کافی دور پہنچ کر ہمیں کنارہ مل سکا لیکن اس دوران ہم برف کے میدانوں سے پیچھا نہیں چھڑا سکے تھے۔ برف کا ایک عظیم الشان ویرانہ تھا اور ہم دو تنہا مسافر جن میں سے ایک زندگی کی بازی ہارتا جا رہا تھا۔ رات گزر گئی اور سورج کی روشنی نمودار ہو گئی۔

سورج کے ساتھ ساتھ دھند بھی چھٹ گئی تھی۔ دور دور تک کسی کا کوئی پتا نہیں تھا۔ اس وقت سردی بھی کسی حد تک کم ہو گئی تھی۔ سونیتا کی حالت اب پہلے سے کسی حد تک بہتر نظر آ رہی تھی۔ غالباً صاف موسم نے اس پر اثرات ڈالے تھے۔ لیکن دوپہر کے بعد جب ہم کافی سستا کر دوبارہ سفر کا آغاز کرنے ہی والے تھے۔ دفعتاً پھر ہوائیں چلنا شروع ہو گئیں اور یہ ہوائیں ہماری سانسوں کے لیے آخری ضرب ہو سکتی تھیں۔ میں ان سے بچنے کی کوئی تدبیر سوچنے لگا لیکن کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

بھوک کے مارے بُرا حال تھا۔ پیاس کا البتہ کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ دو تین بار میں نے برف ہاتھوں میں لے کر پگھلائی اور اس سے حلق تر کیا۔ میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں اور میں کسی ایسی پناہ گاہ کی تلاش میں تھا۔ جہاں ہم ہواؤں سے بچ سکیں۔

ایک بار پھر دھند پہاڑوں سے نیچے اترنے لگی۔ اور آناً فاناً ان میں گہرا اندھیرا پھیل گیا۔ ہوائیں خوفناک آوازیں سنا رہی تھیں۔ سردی ہڈیوں میں اترتی جا رہی تھی۔ لیکن ہم آگے بڑھ رہے تھے۔ سونیتا کی قوت برداشت میرے لیے حیرت انگیز تھی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا کیرائل کہ تم۔ تم اپنے طور پر اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرو۔ میری وجہ سے یہ سفر بہت سست رفتاری سے گزر رہا ہے۔"

"فضول باتیں مت کرو سونیتا میں اس وقت تک تمہارا ساتھ دوں گا، جب تک میرے سینے میں سانس ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم مایوس کن خیالات ذہن سے نکال دو۔ جیسے یقیناً ہماری منزل مل جائے گی۔" سونیتا خاموش ہو گئی تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک جگہ رک گئے۔ یہ بھی برف کا ایک تودہ ہی تھا۔ سونیتا پر غنودگی سی طاری ہو رہی تھی۔ یہ نقاہت اور تکلیف کا نتیجہ بھی ہو سکتی تھی۔

ہوائیں اب بھی براہِ راست ہمارے جسموں سے ٹکرا رہی تھیں۔ اور ہمارے بدن برف کی مانند سرد تھے۔ یہ رات جتنی تکلیف دہ تھی۔ اس سے پہلے ایسی کسی خوفناک رات کا کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ آسمان سے ایک بار پھر سفیدی جھلکنے لگی۔ لیکن شریانوں میں خون جما ہوا تھا۔ جسم اس طرح اکڑ گیا تھا کہ سیدھا کرنا مشکل تھا۔ دھند چھٹ گئی تھی۔ لیکن پوری طرح نہیں، ہلکی ہلکی دھند اب بھی فضا میں پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے سونیتا کو دیکھا اس کی آنکھیں بند تھیں اور سانسیں بے ترتیب تھیں، میں نے اسے جھنجھوڑا لیکن مجھے احساس ہوا کہ اب وہ زندگی کی آخری سانسیں لے رہی ہے۔ موت اس کی جانب آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے میرا ذہن دکھ کا شکار ہو گیا۔ سونیتا کا اس طرح مر جانا بہتر نہیں تھا۔ بہر حال میں اسے شانے پر لاد کر چل پڑا اس سے قبل میں نے اس سے اتنی ہمدردی کبھی نہیں محسوس کی تھی۔ برف کے ویرانے کا سفر جاری رہا مجھے اس کا کوئی اندازہ نہیں تھا کہ میں نے کتنا فاصلہ طے کیا ہے بس یہی محسوس ہو رہا ہے کہ میں چل رہا ہوں اور سونیتا کو شانے پر لادنے کی وجہ سے میرے بدن میں گرمی سی دوڑتی جا رہی تھی۔

پھر اس وقت نجانے کیا وقت تھا کون سا پہر تھا جب مجھے اپنے کانوں میں کسی گاڑی کے انجن کی آواز سنائی دی۔ میری آنکھیں دھندلا رہی تھیں۔ دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ سونیتا اب بھی میرے بدن پر لدی ہوئی تھی۔ لیکن مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ تمام احساسات دھندلاتے جا رہے

تھے اور اس کے بعد میرے اردگرد تاریکی پھیل گئی گہری تاریکی۔ میں بے ہوش ہو گیا تھا۔ ہوش آیا تو صورتحال میرے ذہن میں اجاگر ہو گئی۔ لیکن آنکھیں کچھ اندر ہی منظر پیش کر رہی تھیں۔ اب میں برف کے اس ویرانے میں نہیں تھا بلکہ میرے بدن کے نیچے نرم گرم بستر تھا۔ اوپر بھی ہوا یا سردی کا کوئی احساس نہیں تھا۔ کمرے کا ٹمپریچر غالباً میری وجہ سے بڑھا دیا گیا تھا۔ تھوڑے فاصلے پر ایک ہیٹر سلگ رہا تھا۔

میں اپنے اطراف کا یہ ماحول دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ رفتہ رفتہ واقعات میرے ذہن میں ابھرتے آ رہے تھے۔ گاڑی کے انجن کی آواز یقیناً میری سماعت سے ٹکرائی تھی اور اس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا تھا۔ لیکن کچھ ہو گیا تھا اس دوران کیا؟ اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔

پھر مجھے اپنے عقب سے ایک مترنم آواز سنائی دی اور میں گردن گھما کر دیکھنے لگا۔ سفید لباس میں ملبوس ایک نرس سرہانے کی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی اور اب جب میں نے آنکھیں کھولیں تو اٹھ کر میرے نزدیک آ گئی۔ بڑا خوبصورت چہرہ تھا اس کا اور اس کی آنکھوں میں انسانیت کروٹ بدل رہی تھی۔

"ہیلو" اس نے ایک بار پھر مجھے مخاطب کیا۔

"ہیلو" میں نے بھی خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"کیسی طبیعت ہے؟"

"ٹھیک ہوں سسٹر" نجانے کیوں میرے منہ سے یہ لفظ نکل گیا۔

"میں ڈاکٹر کو آپ کے بارے میں اطلاع دے دوں؟" اس نے سوال کیا۔

"دے دیں لیکن اب تو میں ٹھیک ہوں" میں نے کہا۔

"صرف چند لمحات ابھی آئی" وہ بولی اور باہر نکل گئی پھر ایک بھاری بھرکم شخص کے ساتھ اندر آئی۔ اس کے گلے میں اسٹیتھسکوپ پڑا ہوا تھا۔ اس نے اسٹیتھسکوپ میرے سینے پر اور میرے جسم کے مختلف حصوں پر لگا کر میرا جائزہ لیا اور پھر مسکراتا ہوا بولا۔

"اب یہ بالکل ٹھیک ہیں"

"ڈاکٹر ان کے لیے کوئی اور بندوبست؟"

"ہاں۔ انہیں سوپ پلاؤ" اس نے کہا اور ایک بار پھر میری طرف رخ کر کے بولا۔

"نئی زندگی کی مبارکباد قبول کریں مسٹر کیرائل" میں گہری سانس لے کر رہ گیا۔ اس کا مقصد تھا کہ میں کسی ایسی جگہ ہوں جہاں مجھے کیرائل کے نام سے جانا جاتا تھا۔ ڈاکٹر باہر نکل گیا نرس بھی اس کے ساتھ ہی چلی گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ سوپ لے کر اندر آ گئی تھی۔ اس نے بڑے احترام سے مجھے اٹھا اور تکیے کے سہارے بٹھا دیا۔

"مسعود کی نرس؟"

"نہیں یہ تو میری ڈیوٹی ہے جناب" نرس نے نرم لہجے میں کہا اور پھر مجھے چمچے سے سوپ پلانے لگی۔

"یوں لگ رہا ہے جیسے کئی دن سے بھوکا ہوں" میں نے کہا۔

"آپ کئی دن سے بھوکے ہیں"

"کیا مطلب؟"

"تیسرے دن تو آپ کو ہوش آیا ہے"

"کیا مطلب؟" میں اچھل پڑا۔

"جی ہاں پورے تین دن تک آپ شدید بے ہوش رہے ہیں۔ ڈاکٹر آپ کے بارے میں شدید تشویش کا شکار تھے"

"اوہ" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ اور اس وقت میرے ذہن میں سونیتا ابھر آئی۔ میں نے چونک کر پوچھا۔

"سسٹر میرے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی؟"

"آپ مس سونیتا کی بات کر رہے ہیں"

"ہاں" میں نے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔

"مس سونیتا بالکل ٹھیک ہیں لیکن انہیں بھی آرام کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔ آپ لوگوں کی زندگی واقعی بڑی حیرت ناک ہے۔ آپ پر سردی کا شدید حملہ ہوا تھا"

"سونیتا کو کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟"

"نہیں۔ وہ بالکل ٹھیک ہے" نرس نے کہا۔ اور اس کے چہرے پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں سوپ پیتے ہوئے اس کے چہرے کو دیکھتا رہا تھا۔ پھر میں نے کہا۔

"سسٹر آپ کی اس مسکراہٹ کی کوئی خاص وجہ؟"

"اوہ۔ نہیں نہیں" نرس ایک دم سنجیدہ ہو گئی۔

"مجھے آپ کی سنجیدگی پسند نہیں آئی سسٹر۔ آپ جس طرح مسکرا رہی تھیں مسکراتی رہیں۔ میں نے شاید ہی زندگی میں کبھی کسی کو سسٹر کہا ہو لیکن آپ کو دیکھ کر نجانے کیوں منہ سے یہ لفظ نکل گیا ہے۔ شاید اس میں آپ کی صورت پاکیزگی کو دخل ہے"

"تھینک یو۔ تھینک یو ویری مچ" وہ آہستہ سے بولی اور میں خاموش نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ تین آدمی اندر داخل ہو گئے۔ ان میں آگے والا دراز قامت غیر ملکی تھا۔ غالباً اس کا تعلق یا تو آئرلینڈ سے تھا یا پھر کہیں اور کا باشندہ تھا۔ سرخ ناک چوڑا چکلا بدن عقابی آنکھیں میرے نزدیک آ کر وہ کھڑا ہو گیا۔ اس کے باریک ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"میرا نام پیڈرو ہے"

"اوہ مسٹر پیڈرو۔ میں ہیں"

"جی فرمایئے۔ کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟"

"ہم۔ میرا نام؟"

"ارے۔ آپ کو اپنا نام بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ سونیتا ہمیں آپ کے بارے میں سب کچھ بتا چکی ہے۔ میں سونیتا کی زندگی کی حفاظت کرنے کے لیے ذاتی طور پر آپ کا شکر گزار ہوں مسٹر کیرائل آپ نے واقعی جس جواں مردی اور ذہانت سے اپنے دشمنوں پر قابو پایا اور سونیتا کی جان بچائی اس کی داد نہیں دی جا سکتی۔ بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے آپ نے۔ خوش قسمتی ہے ہماری کہ ہم عین اس وقت وہاں پہنچ گئے جب آپ سردی کی وجہ سے موت کی آغوش کی طرف قدم بڑھا رہے تھے۔ اور ہم اس بات پر ہمیشہ فخر کرتے رہیں گے کہ ہم نے آپ کو صحیح وقت پر مدد فراہم کی"

"اوہ۔ جی ہاں میں نے کسی گاڑی کے انجن کی آواز سنی تھی۔ بس وہ میرا آخری احساس تھا"

"آپ اس وقت تک خود پر قابو رکھے رہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ بہرطور ہم اس تعاون کے دلی طور پر شکر گزار تھے۔ آپ نے ہمیں دوسروں پر ترجیح دی۔ میں بھی کوشش کروں گا مسٹر کیرائل کہ میرے اور آپ کے درمیان سارے معاملات خوش اسلوبی سے طے ہو جائیں۔ میں اس تعاون کا دلی طور سے شکر گزار ہوں" میں نے خاموشی سے ایک نگاہ اس پر ڈالی۔ جانے ہمیں وہ کون سے تعاون کا شکریہ کر رہا تھا۔ لیکن آہستہ آہستہ میرا ذہن صاف ہوتا گیا۔ اور میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ سونیتا کیرائل کی مدد سے جس راز کا سودا کرنا چاہتی تھی۔ غالباً پیڈرو سے ملاقات اسی سبب سے تھی۔ چنانچہ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ پیڈرو نے مجھ سے میری تمام خیریت کے بارے میں پوچھا اور میں نے اسے یہ کہا کہ یہاں مجھے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہے۔ تب وہ بولا۔

"مس سونیتا بخیریت ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد آپ کو ان سے شاید ملاقات کی اجازت بھی دے دی جائے۔ فی الحال آپ آرام کریں۔ کیوں سسٹر آپ کا مریض آپ کے خیال میں بہتر ہے؟" اس بار اس نے نرس کی طرف دیکھ کر کہا۔ اور نرس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"شکریہ۔ مجھے یقین ہے کہ آپ ان کی مکمل دیکھ بھال کریں گی اور انہیں کوئی تکلیف نہیں ہونے دیں گی"

"آپ مطمئن رہیے جناب عالی۔ یہ میری ڈیوٹی ہے" سسٹر نے جواب دیا۔ پیڈرو چلا گیا تھا۔ نرس کے اخلاق سے کافی متاثر ہوا تھا۔

اس کے بعد میری حالت دم بدم درست ہوتی چلی گئی۔ پھر سونیتا دوسری رات مجھ سے ملنے آئی۔ اسے بھی غیر چلنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ دو نرسیں اس کے ساتھ آئی تھیں۔ میرے نزدیک آ کر وہ میرے بستر پر بیٹھ گئی اور اس نے نرسوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ لوگ باہر جائیں میں کیرائل سے گفتگو کروں گی" نرسیں چلی گئیں۔ سونیتا نے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا پھر میرے نزدیک آ بیٹھی۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"کیرائل جس طرح تم نے میری زندگی بچائی ہے اس طرح کوئی بھی کسی کے لیے نہیں کرتا۔ اصل کیرائل بھی ہوتا تو یقیناً اس سے زیادہ میرے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا میں نہیں جانتی کہ اپنے سینے میں تمہارے لیے کون سا مقام رکھتی ہوں لیکن کوئی فیصلہ نہیں کر پائی ہوں اس بارے"

"چھوڑو سونیتا۔ بہرطور تمہاری زندگی میرے لیے اہم تھی" میں نے جواب دیا۔

"اور تمہاری زندگی میرے لیے اہم ہے" سونیتا نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"میں نہیں سمجھا"

"مقصد یہ کہ ہم دونوں ایک دوسرے کی زندگی کا سہارا ہیں"

"شاید" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ مجھے اپنی زندگی کا سہارا یاد آ گیا تھا لیکن اس لڑکی کو ابھی مایوس کرنا مناسب نہیں تھا۔ نجانے حالات کون کون سے رخ اختیار کریں اور

میں اپنی اس نئی زندگی کو کھونا نہیں چاہتا تھا۔ جس سے میرا دل بہل گیا تھا۔

"پروگرام کیا ہے سونیتا؟"

"مسٹر پیڈرو ہمارے صحت یاب ہونے کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس کے بعد ہم سے کاروباری گفتگو شروع کر دی جائے گی۔ اور مسٹر کیرائل۔ یہ گفتگو وہ تم ہی سے کریں گے۔ صورتحال کچھ اسی قسم کی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ تم اصلی کیرائل ہو۔ اور دراصل اصلی کیرائل ہی تھا اس معاملے میں سودے بازی کر سکتا تھا۔ چنانچہ میری خواہش ہے کہ اس راز کے سلسلے میں تم ہی ان سے گفتگو کرو۔ یہ معاملہ حکومتوں کا ہے جیسا کہ میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ اس راز میں کئی ملک دلچسپی لے رہے ہیں۔ اور ہمارے دشمن جنہوں نے ہمیں راستے میں گھیرنے کی کوشش کی تھی۔ انہی میں سے کسی ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔ یقینی طور پر یہ توجی صفدری جو انہوں نے استعمال کی تھی۔ یہ دھوکا دہی کے لیے تھی ورنہ اصل معاملہ دوسرا تھا۔"

"ٹھیک ہے سونیتا مجھے بتاؤ کہ اب مجھے کیا کرنا ہے؟"

"راز کے سلسلے میں تم ہی مسٹر پیڈرو سے سودے بازی کرو گے۔ اور جس طرح بھی صورتحال ہمارے حق میں بہتر ہو، کر لینا۔"

سونیتا مجھے اس بارے میں آہستہ آہستہ بہت سی تفصیلات بتاتی رہی اور میں نے وہ تفصیلات ذہن نشین کر لیں۔ کیونکہ اب میں سونیتا کے سلسلے پوری طرح ملوث ہو چکا تھا۔ اسی لیے اس سے روگردانی میرے لیے مناسب نہیں تھی۔

سونیتا کچھ دیر بیٹھ کر چلی گئی۔ اس نے بتایا کہ وہ ایک الگ کمرے میں مقیم ہے اور اب صورتحال ایسی ہے کہ وہ جلد از جلد مجھ سے ملتی رہے گی۔ میں نے گردن ہلا دی تھی۔ چند روز اسی طرح گزر گئے۔ اب مجھے کمرے سے باہر نکلنے کی بھی آزادی تھی۔ چہل قدمی کیا کرتا تھا۔ جس عمارت میں ہمارا قیام تھا وہ بے حد خوبصورت تھی۔ اور میری رہائش گاہ بھی اعلیٰ قسم کے فرنیچر سے آراستہ تھی۔ ہر چیز سے نفاست کا اظہار ہوتا تھا۔

اسی شام پیڈرو نے چائے کی میز پر مجھ سے ملاقات کی اور بولا۔

"ہر انسان تھوڑا سا خود غرض ہوتا ہے مسٹر کیرائل۔ حالانکہ آپ کو ابھی ایک ہفتہ اور آرام کرنا چاہیے۔ اور اصولاً آپ کے ذہن پر کوئی بوجھ نہ ہو تو بہتر ہے۔"

"نہیں مسٹر پیڈرو۔ میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔"

"شاید۔" پیڈرو نے آہستہ سے کہا۔

"میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ آپ جو کچھ بھی کہنا چاہتے ہیں۔ اب اس میں تساہل سے کام نہ لیں۔ میں اچھے طور پر اپنے آپ کو بہتر محسوس کرتا ہوں۔"

"دراصل میرے اوپر بھی دباؤ ہے مسٹر کیرائل۔"

"ہاں میں جانتا ہوں۔"

"تو کیا آپ اس بات کے لیے تیار ہیں کہ ہمارے درمیان کاروباری گفتگو ہو جائے؟"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"میں اس کے لیے انتہائی شکر گزار ہوں جو کام میرے سپرد کیا گیا ہے آپ اس کے بارے میں صحیح طور پر اندازہ نہیں لگا سکتے۔ دراصل بے شمار افراد اس سلسلے میں کوشاں ہیں اور ہم نہیں چاہتے کہ کوئی ایسی صورتحال پیش آ جائے جس کی وجہ سے ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکیں۔"

"ٹھیک ہے آپ اپنے طور پر جو چاہیں کر سکتے ہیں۔"

"تو پھر ہم آپ کو زحمت دیں گے۔"

"ہر طرح سے تیار ہوں میں۔" میں نے جواب دیا۔

"اس بارے میں گفتگو کرنے کے لیے اور صحیح فیصلے کرنے کے لیے چند افراد کا انتخاب کیا گیا ہے۔ ان میں میرا نمبر تیسرا ہے۔ ہمارے دو اعلیٰ افسران آخری گفتگو کرنے کے لیے کل ہی یہاں پہنچے ہیں۔ میں نے انہیں اطلاع دی تھی کہ آپ کے ساتھ رابطہ قائم ہو چکا ہے۔"

"آ گئے ہیں وہ لوگ؟"

"ہاں۔ مسٹر کیپل اور مسٹر فلورنس یہ دو بڑے افسر بڑے بڑے اختیارات رکھتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے آپ جب یہ گفتگو کرنا چاہیں میں تیار ہوں۔"

"اگر آج ہی رات ممکن ہو سکے تو تاکہ کل ہی وہ لوگ واپس چلے جائیں۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"بہت بہت شکریہ۔ آج رات ہی ہم کسی مناسب جگہ گفتگو کے لیے نشست رکھیں گے۔ میں انتظام کرتا ہوں۔"

"میں تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا اور پیڈرو نے شکریہ ادا کیا۔ میں سونیتا سے اس موضوع پر بات کر لینا چاہتا تھا۔ حالانکہ اس نے مجھے مکمل اختیارات دیے تھے کہ جب بھی چاہوں اور جس طرح چاہوں اس سلسلے میں ان لوگوں سے گفت و شنید کر سکتا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود میں سونیتا سے ملنا چاہتا تھا۔ میں نے جب ان لوگوں سے اس بات کی خواہش کی تو انہوں نے بتایا کہ سونیتا سے اس وقت ملنا ممکن نہیں ہے۔ رات کو تقریباً ساڑھے نو بجے جب میں ان کے فراہم کردہ گرم کپڑوں میں ملبوس تیار ہو گیا تھا۔ پیڈرو میرے پاس آ گیا۔

"آپ تیار ہیں مسٹر کیرائل؟"

"جی ہاں۔"

"تو پھر ہمیں یہاں سے کچھ دور چلنا پڑے گا۔"

"کوئی حرج نہیں ہے میں سفر کے لیے تیار ہوں۔" سونیتا سے چونکہ ملاقات ہی نہیں ہو سکی تھی۔ اور اس نے مجھ سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ میں اسے زیادہ منظر عام پر نہ لاؤں بلکہ پس منظر ہی میں رہنے دوں۔ تاکہ وہ اپنے طور پر اپنی کوششیں جاری رکھے۔"

چنانچہ میں نے اس کے سلسلے میں کسی خاص تردد کا اظہار نہیں کیا۔ ایک بڑی لینڈ روور میں مجھے بٹھا کر لے چلے۔ پیڈرو بھی میرے ساتھ ہی تھا۔ لینڈ روور نیچے راستوں پر اچھلتی چلی جا رہی تھی۔ باہر گہری تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور باہر کا منظر بخوبی نظر نہیں آ رہا تھا۔ تقریباً ہم ایک گھنٹے تک سفر کرتے رہے۔ اس کے بعد ایک عمارت میں داخل ہو گئے۔ یہ عمارت کسی قدر بلندی پر واقع ہوئی تھی۔ چونکہ میں نے محسوس کیا تھا کہ لینڈ روور چڑھائی چڑھ رہی ہے۔ اس کی رفتار کافی سست ہو گئی تھی۔

یہ عمارت بھی خوبصورت تھی باہر بے پناہ سردی تھی۔ ہم اندر داخل ہو کر سکون کی گہری سانسیں لینے لگے اور پیڈرو نے مسکرا کر میری جانب دیکھا۔

"آپ تو شدید سردی سے گزر چکے ہیں مسٹر کیرائل۔"

"ہاں۔ اس کا احساس کر کے میرے رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے۔"

"بہر صورت تشریف لائیے۔ آپ کو کیپل اور فلورنس سے مل کر خوشی ہوگی۔" ہم لوگ ایک ایئر کنڈیشنڈ ہال میں داخل ہو گئے یہ ہال کافی خوبصورت فرنیچر سے آراستہ تھا اور وہاں پانچ افراد بیٹھے ہوئے تھے۔

پیڈرو نے انہیں مہذبانہ انداز میں سلام کیا اور پھر ان لوگوں سے مجھے متعارف کرایا جو کیپل اور فلورنس تھے۔ ایک تیسرا شخص بھی تھوڑی دیر بعد اندر آیا اور اس نے آ کر مسٹر کیپل سے کہا۔

"سارے معاملات درست ہیں جناب اور میں باہر ہدایات پر تعینات ہوں۔"

"بہتر۔" کیپل نے جواب دیا۔ ہم لوگ اس بڑی میز کے گرد بیٹھ گئے جس پر کیپل اور دوسرے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے سامنے شراب کے برتن سجا دیئے گئے۔ میں نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ میں ابھی آپ کو شراب پینے کے قابل نہیں پاتا۔

"بہر طور۔ آپ کے لیے کچھ اور منگوایا جائے؟" کیپل نے پوچھا۔

"نہیں مسٹر کیپل بہت بہت شکریہ۔"

"تو پھر مسٹر کیرائل ہمیں معاملات پر گفتگو کر لینا چاہیے۔ اس سلسلے میں ہم زیادہ تفصیلات میں نہیں جائیں گے۔ جو کچھ ہمیں معلوم ہو چکا ہے وہی کافی ہے۔"

"ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور کیپل نے فلورنس کی طرف دیکھا جو کسی قدر خاموش طبع معلوم ہوتا تھا۔ فلورنس نے کوٹ کی جیب سے ایک سگار بکس نکال کر سامنے رکھا چند لمحات سوچتا رہا پھر سگار بکس کا ڈھکنا کھول کر اس نے اس میں ہاتھ ڈال دیا۔ ہم میں سے کسی نے اس بات پر کوئی خصوصی توجہ نہیں دی تھی لیکن جب اس کا ہاتھ باہر آیا تو اس میں سیاہ رنگ کا ایک چھوٹا سا پستول تھا جس کے سامنے کے حصے پر نفیس قسم کا سائلینسر لگا ہوا تھا۔ اس نے پستول سیدھا کیا اور دوسرے لمحے ایک ٹھس کی ہلکی سی آواز بلند ہوئی۔ پیڈرو کی پیشانی میں سوراخ ہو گیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک لمحے میں کیا تبدیلی پیدا ہو جائے گی۔

پیڈرو کے دونوں ہاتھ میز پر تھے اور اس کا سر میز سے جا لگا۔ دوسرے لمحے کیپل اور فلورنس اٹھ کھڑے ہوئے۔ فلورنس نے اس بار پستول کا رخ میری جانب کر دیا تھا۔ پھر وہ بھاری لہجے میں بولا۔

"اگر اپنی جگہ سے کوئی جنبش کی یا حلق سے کوئی آواز نکالنے کی کوشش کی تو تمہارا حشر اس سے مختلف نہیں ہوگا۔" میں ساکت و جامد بیٹھا رہ گیا تھا۔ یہ سب کچھ میری توقع کے بالکل خلاف تھا سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کوئی ایسی صورتحال پیش آ سکتی ہے۔ چند لمحات کے بعد فلورنس میری جانب بڑھا اس نے میری طرف بڑھ کر میرے منہ پر ایک رومال رکھ دیا۔

رومال کی تیز بو میرے دماغ تک پہنچی۔ یقیناً وہ کلوروفارم میں بھیگا ہوا رومال تھا۔ میرا ذہن تاریکیوں میں گم ہو گیا اور اس کے بعد مجھے کوئی احساس نہ رہا۔

بہر طور ہوش تو آنا ہی تھا اور جس طرح آنا تھا، اس کا اندازہ بخوبی کیا جا سکتا تھا۔ یعنی ایک نئی جگہ نئے کمرے۔ البتہ کمرہ بالکل خالی نہیں تھا۔ میری طبیعت زیادہ خراب نہیں تھی۔ کلوروفارم کی بو سے ذہن پر ایک بوجھ سا طاری تھا۔ کافی دیر تک میں سوچتا رہا پھر چونک کر اٹھ بیٹھا۔ جو کچھ ہوا تھا وہ اتنا غیر متوقع تھا کہ شاید کوئی بھی سوچ نہیں سکتا تھا۔ میں ابھی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ اچانک یہ سب کچھ کیسے ہو گیا تھا۔ ذہن سوچنے سے قاصر تھا۔ اب جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔ ظاہر ہے کچھ نہ کچھ تو ضرور ہو گا۔

لیکن پیڈرو کی موت کا مجھے افسوس تھا۔ چند ہی ملاقاتیں ہوئی تھیں۔ اس شخص سے لیکن اچھا آدمی تھا۔ بہر طور زندگی کے اس دلچسپ مرحلے میں کچھ اور نئے تجربات حاصل ہو رہے تھے۔ میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ کیل اور فلورینس کے سلسلے میں پیڈرو کو کیسے دھوکا ہوا تھا لیکن ایک معمولی سا دھوکا اس کی موت کا باعث بن گیا تھا۔ چند لمحات کے بعد دو آدمی اندر داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے پوچھا۔

"تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے؟"

"نہیں۔ تمہارا شکریہ۔ لیکن میں زیادہ عرصے یہاں رہنا نہیں چاہتا۔"

"اس کا فیصلہ کچھ اور لوگ کریں گے۔"

"مثلاً ہم۔" جواب ملا اور دروازے سے دو آدمی اور اندر داخل ہو گئے۔ یہ کیل اور فلورینس تھے۔

"ہیلو مسٹر کیرائل۔ کیسے مزاج ہیں آپ کے؟"

"تم۔ تم لوگ۔ میں تمہیں قتل کر دینا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ سوری فی الحال ہم آپ کو اس کی اجازت نہیں دیں گے۔"

"میں تمہاری اصلیت جاننا چاہتا ہوں۔"

"اس سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔"

"نہیں۔ فائدہ ہونا چاہیے۔"

"وہ کیسے؟"

"پتہ تو چلے کہ تم نے ایک شریف انسان کو دھوکا کس طرح دیا۔"

"دراصل جن معاملات سے ہم گزر رہے ہیں مسٹر کیرائل آپ ان کے بارے میں بخوبی جانتے ہیں۔ اس میں عمل کرنے والا ذہین کہلاتا ہے دھوکے باز نہیں۔"

"مقصد؟"

"مقصد یہ کہ ہم اپنے ملک کی طرف سے اس راز کو حاصل کرنا چاہتے ہیں جبکہ پیڈرو اپنے ملک کے لیے کام کر رہا تھا۔"

"لیکن اس نے تو یہ کہا تھا کہ تم دونوں کا تعلق اسی کے ملک سے ہے۔"

"ہاں۔ ہم دونوں کا نہیں بلکہ ان دونوں کا جن کے میک اپ میں اس وقت ہم موجود ہیں۔"

"ہوں۔ تو تم لوگ میک اپ میں ہو۔"

"یہ بھی آپ کو بتا دیا گیا ہے بہر طور آپ اس سلسلے میں کیا فیصلہ کرتے ہیں۔ ہم اپنے کئی آدمیوں کو اس سلسلے میں قربان کر چکے ہیں۔ اگر آپ اس وقت ہمارے ہاتھ لگ جاتے جب برف پر آپ انتہائی کسمپرسی کے عالم میں تھے تو شاید صورتحال بدلی ہوئی ہوتی۔ اور شاید پیڈرو کو موت کے گھاٹ بھی نہ اترنا پڑتا۔"

"اوہ۔ تو وہ آپ ہی کے آدمی تھے جنہوں نے مجھے برف پر گھیرنے کی کوشش کی تھی۔"

"اور تم جن کے چنگل سے صاف نکل آئے تھے۔ نہ صرف نکل آئے تھے بلکہ ان میں سے چند کو ہلاک بھی کر دیا تھا۔ ہم یہ نقصانات صرف اس شرط پر برداشت کر سکتے ہیں مسٹر کیرائل کہ آپ ہم سے سودا کر لیں۔" صورتحال میری سمجھ میں آ چکی تھی اور سونیتا کی غیر موجودگی میں اب مجھے اپنے طور پر ہی سب کچھ کرنا تھا۔ چنانچہ ایک لمحے میں میں نے اپنے ذہن میں فیصلے کر لیے اور ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"دوستو! جو کچھ ہوا ہے اور جس طرح ہوا ہے۔ اگر میں تمہیں اس کی حقیقت بتاؤں تو شاید تم یقین نہیں کرو گے۔"

"کوشش کریں گے۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"تو پھر سنو۔ درحقیقت میں کیرائل نہیں ہوں۔"

"واہ۔ کیا انکشاف کیا ہے خوشی ہوئی ہے یہ سن کر لیکن تم یہ مذاق کب تک جاری رکھ سکتے ہو؟"

"حقیقتوں کو مذاق کہنے سے حقیقتیں تبدیل نہیں ہو جاتیں۔ بہتر یہ ہے کہ پہلے تم میرے متعلق اپنی تحقیقات مکمل کر لو۔ میں کیرائل نہیں ہوں بلکہ ایک قطعی غیر متعلق شخص ہوں۔ ایک ہسپتال میں زیر علاج تھا۔ سونیتا نامی لڑکی مجھ تک پہنچی اور میری شکل سے دھوکا کھا گئی۔ اس نے مجھے کیرائل کہہ کر

مخاطب کیا لیکن میں نے اپنی حقیقت اس پر بھی واضح کر دی۔ تب اس نے مجھ سے درخواست کی کہ وہ کچھ ایسے حالات کا شکار ہے جن سے نکلنا اس کے لیے مشکل ہو گیا ہے۔ میں اگر کچھ دیر کے لیے کیرائل بن جاؤں تو وہ میری احسان مند ہو گی۔" دوستو! میں یوں سمجھو کہ میں بھی اپنی زندگی میں کچھ تبدیلیوں کا خواہش مند تھا۔ میں نے اس صورتحال میں خود کو ضم کر دیا۔ اور کیرائل کی حیثیت سے اس کے ساتھ سفر کیا۔ راستے میں تمہارے ساتھیوں سے ملاقات ہوئی اور اس وقت صرف اس لڑکی کے دشمنوں کو ٹھکانے لگانے کے لیے میں نے کچھ کارروائیاں کی تھیں۔ باقی ان معاملات سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ تم جس سودے کی بات کر رہے ہو اس کا ذکر مسٹر پیڈرو نے بھی مجھ سے کیا تھا۔ لیکن صرف سونیتا کی وجہ سے میں نے انہیں اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ اب چونکہ میری زندگی کو خطرہ درپیش ہے اس لیے میں اپنے آپ کو چھپا بھی نہیں سکتا۔ میں بالکل بے کار آدمی ہوں تمہارے لیے۔ اگر اپنا وقت ضائع کرنا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے جب تک چاہو مجھے قید رکھو یا جو کچھ بھی تمہارے ذہن میں ہو۔ لیکن تمہیں مجھ سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔"

وہ لوگ میرے لہجے کی سنجیدگی اور چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیتے رہے۔ آپس میں انہوں نے ایک دوسرے کی شکلیں بھی دیکھی تھیں اور میں نے صاف محسوس کیا تھا کہ وہ کسی تردد کا شکار ہو گئے ہیں۔ لیکن پھر ان میں سے ایک بھاری چہرے والے شخص نے کہا۔

"یہ شخص خود کو بہت زیادہ چالاک ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن ہمارے پاس اتنا وقت ہے کہ ہم اس کی چھان بین کر سکیں۔ البتہ اگر یہ کیرائل نہیں بھی ہے تب بھی سونیتا کا ساتھی ضرور ہے۔ اور اس کے ہاتھوں ہمارے کئی آدمی مارے گئے ہیں۔ چنانچہ یہ سزا سے نہیں بچ سکتا۔ بہتر یہی ہے کہ اسے بند کر دو۔ اور سونیتا کی جستجو کرو۔ پیڈرو کی موت کے بعد سونیتا یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرے گی۔ اسے قابو میں کرنا تمہارا کام ہے۔ اور مسٹر تم۔ تمہارا اصل نام کیا ہے؟" اس بار اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نام سے تمہیں کوئی دلچسپی نہیں ہونی چاہیے۔ بس صرف یہ معلوم کر لو کہ میں کیرائل ہوں یا نہیں۔ میرا خیال ہے اصل کیرائل مارا جا چکا ہے اور سونیتا کو بھی اس کا علم ہے۔ یا اگر پہلے نہیں تھا تو بعد میں ہو گیا ہے۔ یہ تمہاری اپنی کوششیں ہیں کہ تم صحیح بات معلوم کر لو اور اس کے بعد تم اپنے کام کے سلسلے میں آزاد ہو گے۔" انہوں نے مجھے اس کمرے میں بند کر دیا اور وہاں سے چلے گئے۔ یہ عمدہ رہائش گاہ اس قابل تھی کہ کچھ وقت یہاں آرام سے گزار لیا جائے۔ میں ایک بستر پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گیا۔ اور گزرے ہوئے واقعات کا تجزیہ کرنے لگا۔

سونیتا کے جال میں پھنس کر الجھنیں ہی الجھنیں پیدا ہو گئی تھیں جبکہ مجھے ان معاملات سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ میں نے سوچا کہ اگر ان لوگوں کے ہاتھوں سے کسی طرح رہائی مل جائے تو اس کے بعد زندگی کو کسی اور رخ پر ڈالنے کی کوشش کروں گا لیکن موجودہ صورتحال سے نمٹنا بظاہر میرے لیے ممکن نہیں تھا کوئی ایسی ترکیب سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ بہت دیر تک سوچتا رہا اور پھر جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو بستر پر لیٹ گیا۔ نجانے کتنی دیر اس طرح گزری تھی۔ پھر دروازے پر آہٹیں سنائی دیں اور کوئی اندر داخل ہو گیا۔ آنے والی ایک سادہ سی شکل و صورت کی مالک لڑکی تھی۔ عمر تقریباً چوبیس پچیس سال کے لگ بھگ ہو گی۔ ہاتھوں میں ایک ٹرے لیے ہوئے تھی۔ جس میں چائے کے برتن اور دیگر لوازمات رکھے ہوئے تھے۔ اس نے چائے کی ٹرے میرے سامنے رکھ دی اور خود سامنے کرسی پر جا بیٹھی۔ انداز کچھ عجیب سا تھا۔ میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا اور وہ بولی۔

"پلیز۔ چائے پئیں۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"گرانتا۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا تم میرا ایک پیغام ان لوگوں تک پہنچا سکتی ہو؟"

"کیوں نہیں فرمائیے؟" لڑکی نے کہا۔

"ان سے کہو کہ سونیتا سے ایک بار میری ملاقات کرا دیں۔ اس کے بعد مجھے ان کی یہ شرط منظور ہو گی۔"

"سونیتا کون ہے؟" گرانتا نے پوچھا۔

"تم اسے نہیں جانتیں؟"

"نہیں۔"

"وہ جانتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے میں تمہارا پیغام انہیں دے دوں گی لیکن میں تم سے کچھ اور بھی کہنا چاہتی ہوں۔"

"اوہ۔ ضرور کہو۔ کیا بات ہے؟" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم بہت خطرناک لوگوں کے درمیان ہو۔ جو کچھ یہ تم سے چاہتے ہیں پورا کردو، ورنہ تمہیں نقصانات سے دوچار ہونا پڑے گا۔"

"کیا واقعی؟" میں نے تحیرانہ انداز میں کہا۔

"ہاں۔ میں سچ کہہ رہی ہوں۔ میں بہت دنوں سے ان لوگوں کے ساتھ ہوں۔ اور ان کے بارے میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ اتنے خطرناک لوگ میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھے ہیں۔" وہ بولی۔

"تمہاری زندگی کتنی طویل ہے گرانتا؟" میں نے سوال کیا۔

"ہم۔ میں نہیں سمجھی۔" وہ متعجبانہ انداز میں بولی۔ کس قدر بے وقوف سی لڑکی تھی۔ غالباً انہوں نے اس سے یہ بات کہی تھی کہ مجھے سمجھایا جائے اور وہ جس انداز میں مجھے سمجھا رہی تھی وہ میرے لیے کافی دلچسپی کا باعث تھا۔

"میرا مطلب ہے تمہاری زندگی کل کتنی ہے؟"

"میں۔ میں اکیس سال کی ہوں۔"

"اور اس اکیس سالہ زندگی میں تم نے اس سے زیادہ خطرناک لوگ کبھی نہیں دیکھے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کبھی نہیں۔ یقین کرو کبھی نہیں۔"

"اچھا یہ بتاؤ اور کیا کہا انہوں نے؟"

"بس یہی کہ کہ تمہیں سمجھاؤں اور اس بات کے لیے آمادہ کروں کہ تم وہ سب کچھ انہیں دے دو۔ جو یہ چاہتے ہیں۔"

"مثلاً وہ کیا چیز ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"یہ تو میں نہیں جانتی۔" لڑکی پرخیال انداز میں بولی، اور میں بے اختیار ہنس پڑا۔ وہ تعجب سے میری شکل دیکھنے لگی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"لو بھلا اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں بے بی کچھ نہیں۔ تم جاؤ انہیں میرا پیغام دے دو۔"

"اور تم میری بات نہیں مانو گے کیرل؟" اس نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"تمہاری بات مان لینے کو جی تو بہت چاہتا ہے۔ لیکن تم خود ہی بتاؤ کہ جو کام میں نہیں کر سکتا ہوں، وہ کیسے کروں؟"

"کیا چاہتے ہیں آخر وہ تم سے؟"

"ان کا خیال ہے کہ میں کیرائل ہوں۔ بات دراصل یہ تھی بے بی کہ میں بیمار پڑا ہوا تھا ایک ہسپتال میں۔ ایک لڑکی جس کا نام مونتیا تھا میرے پاس آئی اور اس نے مجھے کیرائل کے نام سے پکارا۔ اس وقت میں ایسی ذہنی کیفیت میں تھا کہ نہ تو میں یہ بات اس سے منع کر سکا کہ میں کیرائل نہیں ہوں اور نہ ہی اس کا اقرار کر سکا۔ بالآخر وہ مجھے اپنے ساتھ لے کر چل پڑی ہم سفر کے درمیان تھے۔ راستے میں ہمارا مقابلہ کچھ لوگوں سے ہوا۔ لڑکی کا کہنا تھا کہ یہ اس کے دشمن ہیں۔ اور اسے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ ان سے مقابلے پر آمادہ ہوگیا اور شاید میرے ہاتھوں ان میں سے چند لوگ ہلاک بھی ہوگئے۔"

"یہ انہی کے آدمی تھے۔ آہ کئی آدمی ہلاک ہوگئے ہیں۔" لڑکی نے دردبھرے انداز میں بتایا۔

"مگر وہ میری مجبوری تھی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ بس میں تو ایک نیک جذبے کے تحت یہ کام کر رہا تھا۔"

"اچھا پھر کیا ہوا؟" لڑکی اپنی کہانی بھول کر میری کہانی میں گم ہوگئی۔

"پھر کسی پیڈرو نامی آدمی نے ہمارا استقبال کیا اور ہمیں اپنے ساتھ لے گیا اور اس کے بعد وہ آدمی پیڈرو تک پہنچے اور ہم ان کے جال میں پھنس گئے۔ یہ کیپل اور فلوٹیبین تھے۔"

"آہ۔ یہ پیڈرو کے ساتھی تو نہیں ہیں۔"

"نہیں پیڈرو کے ساتھی نہیں ہیں۔ لیکن کیا ان کا نام فلوریز ہی ہے؟"

"نہیں۔ وہ ماشرون اور ماشرلو کہلاتے ہیں۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"تو پھر تم خود سوچ لو کہ میرا اس میں کیا قصور ہے۔ اگر وہ لوگ مجھے یہ بتا دیتے ہیں کہ میں ان کے لیے کیا کر سکتا ہوں، تو پھر مجھے کو بتاؤ، پھر جو کچھ تم کہو گی اس پر آمادہ ہو جاؤں گا۔"

"وعدہ کرتے ہو؟"

"ہاں بالکل۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ان سے بات کروں گی۔" لڑکی نے کہا اور میں مسکرائی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر وہ بولی۔

"اچھا میں چلتی ہوں۔ تم آرام کرو۔ اور ہاں کسی چیز کی ضرورت ہو تو یہ گھنٹی بجا دینا۔ میں تمہاری مدد کروں گی۔"

"بہت بہت شکریہ بے بی گرانتا۔ مجھے تم بہت نیک دل لڑکی معلوم ہوتی ہو۔ میں تمہاری عزت کرنے لگا ہوں۔" وہ چند لمحات میرے پاس رکی اور پھر گردن جھکا کر باہر نکل گئی۔ وہ ایک معصوم لڑکی تھی۔ پتہ نہیں ان کمبختوں کے چنگل میں کیسے پھنس گئی۔

بہرحال یہ دلچسپ صورتحال میرے لیے بڑی عجیب تھی۔ اس

تمام واقعات سے میرا کوئی تعلق نہیں تھا۔ مجھے علم نہیں تھا کہ پیڈرو کس طرح دھوکہ کھا گیا اور جس وقت وہ ہمیں برف کی سرزمین سے واپس لے کر آیا تھا اس وقت وہ راز جس کا تذکرہ سونیا نے کیا تھا کہاں تھا۔ پیڈرو کو اس کے بارے میں کچھ پتہ چل سکا تھا یا نہیں وہ۔ وہ اسے حاصل کرنے میں کامیاب ہوا تھا یا نہیں۔ اگر کامیاب ہوگیا ہوتا تو پھر یقینی طور پر ہمارے ساتھ وہ سلوک نہ کرتا جو اس نے کیا۔ لیکن پسند کیا جاتا، آخر وہ راز کہاں غائب ہوگیا تھا۔

بہرطور میری زندگی اب میری اپنی نہیں تھی۔ ذہن کے بیٹنے سے کسی قدر مایوسی فرحت پر طاری ہوگئی تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اب میں کبھی اسے نہ پاسکوں گا۔ لیکن زندگی کا مفہوم بھی تو کوئی نہیں رہا تھا۔ سرداب نے تو ایک بار پھر چھوڑ دیا تھا اور اب اس سے ملنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ وہ بیچارہ اچھا خاصا گھر پیدا آدمی بن گیا تھا۔ میری طرح بدنصیب نہیں تھا کہ ٹھوکریں کھاتا! پھرتا۔ پھر یہ کیوں اسے دردِ سر بھرا بنا، اپنی دوستی کا یہ صلہ میں اسے وصول نہیں کر سکتا تھا۔

چنانچہ میں نے خود ہی اسے چھوڑ دیا تھا۔ اور اب ان کے جنگل میں آ پھنسا تھا۔ اگر میں چاہتا تو ان کے چنگل سے نکلنے کے لیے جدوجہد کی کوشش کر سکتا تھا، لیکن میرے دل میں اس کی خواہش بھی نہیں تھی۔ دیکھنا چاہتا تھا کہ حالات کونسا رخ اختیار کرتے ہیں۔ یوں سمجھا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ اس وقت میں ایک تماشائی کی حیثیت رکھتا تھا۔ راجہ لوانا صفر تو کہیں جا سویا تھا۔ شاید ذہنی کے ساتھ ہی گم ہوگیا تھا۔ میں ان خلاؤں میں جس طرح میں ان لوگوں کے جال میں پھنسا تھا اگر کوئی اور ہوتا تو سخت بددل ہوگیا ہوتا۔ خاص طور سے اس شکل میں کہ میرے پیچھے کوئی ایسی بات سامنے نہیں تھی جو میری دلچسپی کا باعث ہوتی۔

بہرطور آرام کرتا رہا اور اس کے بعد نجانے کب نیند آگئی۔

تیسری بار جب آنکھ کھلی تو میری طبیعت پر جھنجلاہٹ سی تھی۔ میں خاموشی سے اپنے بستر پر پڑا رہا۔ اور پھر پہلی شکل جو مجھے نظر آئی وہ گرانتا ہی کی تھی۔ وہ چوروں کی طرح میرے پاس آئی تھی۔ شاید اس نے میری کھلی آنکھیں نہیں دیکھی تھیں۔

"آؤ۔" میں نے کہا اور وہ ایک دم اچھل گئی۔ اس نے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر دوبارہ مسکرا دی۔ اس مسکراہٹ میں بھی ایک خوف کا احساس تھا۔

"تم پھر مجھے کچھ سمجھانے آئی ہوگی۔" میں نے کہا۔

"آپ۔ آپ جاگ رہے ہیں مسٹر کیرائل۔"

"میں کیرائل نہیں ہوں۔"

"ہاں۔ وہ تو ٹھیک ہے لیکن۔"

"لیکن کیا۔؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ۔ وہ پھر میں آپ کو اور کس نام سے پکاروں۔"

"ٹھیک ہے۔ تم اسی نام سے پکارتی رہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ تم نے ان لوگوں سے میرے بارے میں بات کی یا نہیں۔"

"ہاں کی تھی۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"پھر کیا جواب دیا انہوں نے۔"

"کچھ نہیں۔ کوئی جواب ہی نہیں دیا۔"

"اور تم میرے پاس چلی آئیں۔"

"وہ تو۔ وہ تو میں تھی۔"

"لڑکی دیکھو۔ حماقت کی باتیں مت کرو۔ مجھے بھی غصہ آسکتا ہے۔"

"تو تم ہی مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟" اس نے بے بسی سے کہا۔

"کیا مطلب۔؟"

وہ لوگ یہی کہتے ہیں کہ میں تم سے اس راز کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں اور تم ۔ تم الگ ٹائپ نکلے ہو۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میرے دل میں نرمی سی پیدا ہو گئی۔

"دیکھو بی بی۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ راز کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتا۔ میں کیرانکل ہی نہیں ہوں۔ اصلی کیرانکل کو تلاش کرو، صورت حال تمہارے سامنے آ جائے گی یا پھر ممکن ہے اس کی نشاندہی کر سکے گی۔"

"جہنم میں گئی سوچ۔ مجھے نہیں معلوم وہ کہاں مر گیا۔" لڑکی نے جھنجلاتے ہوئے انداز میں کہا اور میں ہنس پڑا۔ پھر میں نے کہا۔

"اچھا یہ بتاؤ۔ ہم اس وقت کہاں ہیں۔؟"

"یہ نہیں بتایا جا سکتا۔"

"کیوں۔؟"

"منع جو کر دیا ہے انھوں نے۔"

"لیکن اگر میں تمہاری گردن دبا دوں تو۔ کیا تم زبان کھولنے کے بجائے مرنا پسند کرو گی۔" میں نے تمسخرانہ لہجے میں کہا۔

"ایک ہی بات ہے۔" وہ سکون سے بولی۔

"کیا مطلب۔ کیا ایک ہی بات ہے۔"

"نہ بتانے پر تم مار دو گے اور بتا دینے پر وہ ہلاک کر دیں گے۔ تمہیں شاید اس بات کا علم نہیں ہے کہ ہم اب ان دونوں کی تحویل میں نہیں ہیں۔"

"کن دونوں کی۔؟"

"وہی جو تم سے بطور بیٹس اور سیکل کی حیثیت سے ملے تھے۔"

"اوہ تو پھر ہم کس کی تحویل میں ہیں۔؟"

"کنگ ٹوبوسو اب ہمارا نگران ہے۔"

"خوب۔ اچھے اچھے نام سننے میں آ رہے ہیں مجھے۔ یہ ٹوبوسو کیا چیز ہے۔؟"

"ہاں۔ اسے کالی موت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔"

"سبحان اللہ۔ اب یہ کالی موت میرے سر پر مسلط ہو گئی۔ لیکن یہ ہو کیسے۔؟"

"کچھ نہیں۔ بس کنگ ٹوبوسو ان سب کا انچارج تھا اور تم اسے نہیں جانتے۔ وہ موت کا دوسرا نام ہے۔"

"کالی موت کا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہی سمجھ لو۔"

"لیکن لڑکی تم مجھے ضرور بتاؤ گی کہ یہ کون سی جگہ ہے۔"

"سنو۔ بتا دینے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا سوائے اس کے کہ میری زندگی خطرے میں پڑ جائے۔ میرا خیال ہے میں ان لوگوں کی ساتھی ہوں لیکن کسی طور تمہیں نقصان نہیں پہنچانا چاہتی۔ تم بڑے کرم ہو۔ تم کیوں میری زندگی کے دشمن ہو گئے ہو۔ میں اگر تمہیں بتا دوں گی تو ماری جاؤں گی بلاوجہ زندہ رہوں گی تو ممکن ہے تمہارے لیے کچھ راستے ہموار کر سکوں۔"

میں خاموشی سے اسے دیکھنے لگا۔ لڑکی کے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ وہ غلط آدمی نہیں ہے بلکہ بولتی جاتی ہے یہ بو شاید اس کا پیشہ کرتی ہے۔ بہر طور اب یہ کنگ ٹوبوسو کا معاملہ آ گیا تھا جو کالی موت تھا۔ تھوڑی دیر تک میں خاموش رہا۔ پھر میں نے پوچھا۔

"اب یہ بتاؤ کہ یہاں کیوں آئی ہو۔؟"

"آخری بار تم سے یہ کہنے کہ انہیں اس راز کے بارے میں بتا دو اس کے بعد میرا کام ختم ہو جائے گا۔"

"اور اگر میں تمہیں ختم کر دوں تو۔"

"اگر کر دو تو اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے۔ میں تو ویسے بھی ماری جاؤں گی۔" اس نے اس معصومیت سے کہا کہ مجھے پھر ہنسی آ گئی۔ میں نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"جاؤ گڑیا۔ واپس چلی جاؤ۔ میں ایک بار کہہ چکا ہوں کہ میرا نام کیرانکل نہیں ہے بلکہ نواز اصغر ہوں۔ اگر تم چاہو تو یہ نام انھیں بتا دو ورنہ کوئی حرج نہیں ہے۔ کیرانکل کے بارے میں انھیں چاہیے کہ خود ہی پتہ لگائیں۔ میں ان کے لیے بے مقصد وجود ثابت ہوں گا۔ اس کے باوجود وہ اگر مجھے قید رکھنا چاہتے ہیں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ میں دیکھوں گا کہ وہ لوگ کیا کر سکتے ہیں۔"

لڑکی چند ساعت کھڑی مجھے گھورتی رہی پھر خاموشی سے وہاں سے چلی گئی۔ میں اب کسی زخمی سانپ کی طرح بل کھا رہا تھا۔ بیکار بیٹھنا اب مجھے ناپسند تھا۔ چنانچہ کچھ کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ میں نے سوچا اور اپنے ذہن میں کوئی ایسا پروگرام ترتیب دینے لگا جس سے یہاں سے گلو خلاصی ہو۔ اگر مجھے علاقے کے بارے میں معلوم ہوتا تو میں یہ تصور کر سکتا تھا کہ میں کس طرح یہاں سے نکل سکتا ہوں لیکن علاقے کے بارے میں کچھ معلومات نہیں تھیں۔ تاہم میں نے اب کوئی نہ کوئی ٹھوس قدم اٹھانے کا فیصلہ کر لیا۔

کافی دیر کے بعد ایک بار پھر چند افراد میرے کمرے میں آئے اور انھوں نے مجھے اپنے ساتھ چلنے کو کہا اور میں خاموشی سے ان کے ساتھ چل پڑا۔ میں نے سوچا تھا کہ دیکھوں تو سہی وہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔ بہر طور میں ان کے ساتھ ایک بڑے ہال میں داخل ہو گیا جس کے ایک حصے میں ایک میز پڑی ہوئی تھی اس کے پیچھے چوڑے شانوں والا ایک شخص چشمہ لگائے بیٹھا تھا اس کی آنکھیں نظر نہیں آ رہی تھیں لیکن اس کی سرخ ناک دور ہی سے دیکھی جا سکتی تھی۔ مجھے لانے والے اس کے سامنے لے گئے اور وہ دونوں سمت ہٹ کر ادب سے کھڑے ہو گئے۔

"میرا نام ٹوبوسو ہے۔"

"کیا۔؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"ٹوبوسو۔"

"مگر تمہارے چہرے پر جو سفیدی جھلک رہی ہے وہ تمہیں کالا ماننے سے انکار کر رہی ہے۔" میں نے پرمسرت انداز میں کہا۔

"مذاق کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ کوئی بات نہیں میں برا نہیں مانتا۔"

"نہیں مسٹر ٹوبوسو۔ میں مذاق نہیں کر رہا۔ آپ کا نام سننے کے بعد میں نے سوچا تھا کہ آپ افریقی نژاد ہوں گے لیکن آپ کا رنگ کافی نکھرا ہوا ہے اور مجھے تعجب ہے کہ لوگ آپ کو کالی موت کیوں کہتے ہیں۔"

"تم تو میرے بارے میں بڑی معلومات رکھنے لگے۔" اس شخص نے بھاری لہجے میں کہا۔

"بہر طور مسٹر ٹوبوسو میں آپ کی اس پیاری سی بچی سے کہہ چکا ہوں کہ آپ کو بتا دیا جائے میرا نام کیرانکل نہیں ہے اور آپ لوگ شدید غلط فہمی کا شکار ہیں۔ پوری کہانی بھی میں بار بار سنا چکا ہوں اگر آپ نے نہ سنی ہو تو آپ کو بھی سنا دوں۔"

"گویا تم اب بھی تسلیم نہیں کرو گے کہ تم کیرانکل ہو۔"

"اگر انسان اپنے بچپن اور اس کے بعد کے گزرے ہوئے دور کو بھلا سکتا ہے تو پھر آپ جو چاہیں میرا نام تجویز کر دیں مجھے اعتراض نہیں ہو گا۔ میں اگر کیرانکل ہوتا تو تسلیم کر لیتا لیکن میں تمام صورت حال بتا چکا ہوں اور اس کے ساتھ ہی میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ دوسرے لوگوں کی مانند حماقت کا ثبوت نہ دیں بلکہ میرا مشورہ ہے کہ آپ اصل کیرانکل کو تلاش کریں۔ مجھے یہ سب کچھ معلوم کرنا حماقت کے سوا کچھ نہیں۔ بہتر ہے کہ آپ کیرانکل کو تلاش کر لیں۔ اس دوران میں رضاکارانہ طور پر اپنے آپ کو آپ کی قید میں رکھنے کے لیے تیار ہوں لیکن بہتر ہو گا کہ خواہ مخواہ میرا وقت خراب نہ کیا جائے۔ ہاں اگر کیرانکل نہ ملے تو پھر آپ میرے سلسلے میں جو چاہیں کر سکتے ہیں۔" کہہ کر میں خاموش ہو گیا۔ ٹوبوسو کو حیرت ہوئی تھی وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں اتنی بہادری سے اس کے سامنے بول سکتا ہوں۔ چند ساعت وہ مجھے گھورتا رہا پھر نرم لہجے میں بولا۔

"اگر یہ بات ہے تو ہم کیرانکل کو ڈھونڈنے کی کوشش کریں گے لیکن تمھیں ایک آخری بات بتا دی جاتی ہے کہ اگر کیرانکل نہیں مل سکا یا اس بات کی تصدیق نہ ہو سکی کہ تم اصل کیرانکل نہیں ہو تو ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔ اگر یہ راز ہمیں نہ معلوم ہو سکا تو ہم یہ بھی نہیں پسند کریں گے کہ وہ کسی اور کو معلوم ہو جائے اس کے بعد جو صورت حال ہو گی وہ سامنے آ ہی جائے گی چنانچہ تم اس چیز کو ذہن میں رکھنا۔"

"مجھے منظور ہے ٹوبوسو۔ لیکن براہ کرم اب مجھے کیرانکل نہ کہا جائے۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن تمہیں اپنے بارے میں بھی تفصیل بتانا ہو گی۔"

"کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں آپ۔؟"

"سب سے پہلی بات تو یہ کہ تمہارا تعلق کون سے ملک سے ہے۔"

"پاکستان سے تعلق رکھتا ہوں۔"

"اوہ۔ ایشیائی ہو۔ میرا اندازہ تمہارے بارے میں غلط تھا۔ میں تمہیں ہسپانوی سمجھتا تھا۔"

"نہیں۔ ایشیا کا باشندہ ہوں نام راجہ نواز اصغر ہے پاکستان کے ایک پرفضا تفریحی مقام کا رہنے والا ہوں۔ نیویارک میں ایک خوبصورت شوروم کھولا ہوا تھا جس کا نام زیبی کارپٹس تھا۔ چند ناگزیر وجوہات کی بنا پر اسے چھوڑ چکا ہوں اور اب یوں بھٹکتا ہوا پھر رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ یہ تمام تفصیلات نوٹ کر لی جائیں اور مسٹر کیرانکل یا آپ نے اپنا جو نام بتایا ہے کیا نام بتایا تھا آپ نے۔؟"

"نواز اصغر۔"

"سوری۔ مجھے نہیں بتایا۔ بہرطور مسٹر اصغر آپ کو اس دوران ہمارا مہمان بن کر رہنا ہو گا کوشش یہ کریں گے کہ آپ کو کوئی خاص تکلیف نہ ہونے پائے۔ لیکن میری شرائط آپ کے سامنے ہیں۔ اگر اصلی کیرانکل مل گیا تو آپ کو باعزت یہاں سے روانہ کر دیا جائے گا اور اگر نہیں ملا تو میں آپ سے دوسری بار گفتگو نہیں کروں گا۔ جاؤ انہیں لے جاؤ۔ اور کسی پرفضا مقام پر بند کر دو جہاں انھیں خصوصی تکلیفوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔" اس نے اپنے آدمیوں سے کہا اور وہ گردن جھکا کر میرے قریب پہنچ گئے۔ انھوں نے مجھے شانے پر ہاتھ رکھ کر چلنے کا اشارہ کیا اور ہم باہر آ گئے۔

اس مرتبہ مجھے اس عمارت میں نہیں رکھا گیا۔ البتہ عمارت سے نکلنے سے قبل میری آنکھوں پر ایک پٹی باندھ دی گئی تھی جس سے مجھے بالکل نظر نہیں آ رہا تھا۔ پھر شاید کسی گاڑی میں مجھے سفر کرنا پڑا۔ اور کافی دیر تک یہ گاڑی ناہموار راستوں پر دوڑتی رہی اس کے بعد وہ کسی جگہ رک گئی۔ مجھے بازوؤں سے پکڑ کر اتارا اور میری آنکھوں کی پٹی اتار دی گئی۔

میں نے اپنے اطراف میں دیکھا عجیب ویران سا علاقہ تھا سامنے ہی چٹانوں میں تراشی ہوئی کچھ سیدھی سیڑھیاں تھیں جن کے کنارے ٹوٹے ہوئے تھے۔

"آؤ اوپر چلو۔" کسی نے مجھ سے کہا اور میں آگے بڑھنے لگا۔ وہ تمام

لوگ جو میرے ساتھ آئے تھے میری پشت پر موجود تھے۔ سب کے سب مسلح تھے اور میرے لیے کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں کسی طرح ان سے نٹ سکوں۔ چنانچہ میں سیڑھیاں طے کرنے لگا۔ پھر ایک بلند چٹان پر پہنچ گیا جس کے کنارے پر ریلنگ لگی ہوئی تھی اس کے تین اطراف سمندر کا نظارہ بخوبی کیا جا سکتا تھا۔ یہ کوئی سمندری خانقاہ تھی شاید پہلے زمانے کا کوئی ایسا علاقہ جو کسی وجہ سے ناقابل استعمال ہو گیا ہو۔

چٹان پر جو عمارت نظر آ رہی تھی وہ بھی عجیب و غریب تھی۔ ایک سادھو کی سی شکل تھی جو سرخ پتھروں سے بنائی گئی تھی۔ ایک دروازہ بھی نظر آ رہا تھا۔ وہ لوگ مجھے لیے ہوئے اس دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ایک بار پھر مجھے سیڑھیاں طے کرنی پڑیں اور میں عمارت کے اوپری حصے میں پہنچ گیا۔

"ہم۔ ایک وسیع اور گول کمرے میں داخل ہوئے جس میں ایک لوہے کی چارپائی پڑی ہوئی تھی ایک گول کھڑکی تھی جو سمندر کی نمکین ہواؤں سے اپنا رنگ و روپ کھو چکی تھی اور ساتھ ہی اٹیچ باتھ روم بھی تھا جس کا دروازہ نہیں تھا۔

یہ میری نئی رہائش گاہ تھی مجھے لانے والوں نے مجھے یہاں پر چھوڑ دیا اور پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"سنو۔ یہاں تمہیں کھانے پینے کی تمام چیزیں بآسانی مل جائیں گی لیکن باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہو گی اس وقت تک جب تک مسٹر ٹوپوسو تمہارے سلسلے میں کوئی فیصلہ نہ کر دیں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور وہ لوگ باہر چلے گئے۔ دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا ان کے جانے کے چند منٹ تک میں اسی جگہ کھڑا رہا۔ کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ یہ قید خانہ بہت ہی انوکھا تھا میں نہیں جانتا تھا کہ یہاں میری زندگی کس طرح گزرے گی اور میں کتنے دن اس سلسلے میں زندہ رہوں گا لیکن اس سلسلے میں سوال کس سے کرتا۔ میں نے اس کمرے کا جائزہ لیا کمرے میں کھڑکیاں بھی تھیں لیکن انسانی قد سے بلند۔ میز پر چڑھ کر ہی ان سے باہر دیکھا جا سکتا تھا میں نے یہی کوشش کی میز سرکا کر ایک کھڑکی کے نیچے رکھی۔ میز سال خوردہ ضرور معلوم ہوتی تھی لیکن اس کے باوجود مضبوط تھی۔

کھڑکی سے سمندر کے نظارے صاف نظر آتے تھے چھوٹے چھوٹے سفید پرندے فضاؤں میں پرواز کر رہے تھے۔ ماحول میں گھٹن کا ذرا بھی احساس نہیں تھا۔ میں ایک گہری سانس لے کر نیچے اتر آیا اور پھر پلنگ پر لیٹ گیا قید خانے میں، میں نے بہت سے دن اسی طرح سے گزارے۔

اس دن مجھے کچھ کھانے پینے کو نہیں دیا گیا تھا۔ رات کو بھی یہ سکون رہا۔ اور شدید غصے کے گھونٹ پیتا رہا یہ تو حماقت ہو گئی تھی ان لوگوں نے اگر یہاں مجھے اسی طرح بھوکا پیاسا مار دیا گیا ہو گا۔ حالانکہ ٹوپوسو نے کہا تھا کہ وہ مجھے ایک معزز مہمان کی حیثیت سے رکھے گا اور مجھے کوئی تکلیف نہ ہو گی۔ لیکن یہ پہلا دن بھوک پیاس میں گزر گیا تھا۔ یہاں کوئی پوچھنے والا بھی نہیں۔

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر مضبوط دروازے کو آزمایا اور مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ دروازہ صرف لکڑی کا ہی نہیں ہے بلکہ اس کے باہر شہتیر یا چٹانوں کا بھی کوئی سلسلہ موجود ہے۔

رات بھی گزر گئی اور اب واقعی نقاہت محسوس ہو رہی تھی دوسرے دن دوپہر کو بھوک کی شدت میں کچھ اور زیادہ ہو گیا اور میں انتظار کرنے لگا تھوڑی دیر کے بعد دو آدمی نظر آئے جو گنوں سے مسلح تھے اور پوری طرح چوکس تھے ان کے پیچھے دو آدمی اور تھے جن کے ہاتھوں میں کچھ برتن تھے۔

"یہ تمہاری خوراک ہے۔ کم از کم تین دن تک تمہیں یہ خوراک حاصل ہو گی۔ یہاں ہم تمہیں روزانہ تازہ خوراک مہیا نہیں کر سکتے یہ پانی ہے اسے پینے کے لیے استعمال کرو گے اور یہ کاغذ اور قلم ہے اگر تمہارے ذہن میں آ جائے کہ تم غلط راستے پر ہو تو اس پر لکھ کر کھڑکی سے نیچے پھینک دینا ہمیں مل جائے گا۔" اس نے کہا۔

"اٹیچ باتھ روم میں پانی کا کیا انتظام ہے؟" میں نے غراتے لہجے میں پوچھا۔

"وہاں پائپ لائن موجود ہے تم اس سے سمندر کا نمکین پانی حاصل کر سکتے ہو۔"

"ٹوپوسو نے کہا تھا کہ وہ مجھے معزز مہمان کی حیثیت سے اکرام دے گا۔ کیا معزز مہمانوں کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا ہے؟"

"اس سے بہتر سلوک اور کیا کیا جا سکتا ہے۔ میرے دوست آرام کرو۔"

"لیکن یہ سب کچھ معاہدے کی خلاف ورزی ہے۔"

"اس کا فیصلہ مسٹر ٹوپوسو ہی کر سکتے ہیں۔"

"تو پھر مجھے ان سے ایک بار پھر ملاؤ۔"

"ابھی نہیں۔ ابھی وہ یہاں موجود نہیں ہیں۔"

"لیکن میں یہاں وقت نہیں گزار سکتا۔"

"تو پھر دیواریں موجود ہیں۔ ان سے ٹکرا کر سر پھوڑ لو۔" ان میں سے ایک نے کہا اور میں تلملا کر رہ گیا۔ کیا کر سکتا تھا خاموشی کے سوا۔ وہ لوگ واپس چلے گئے۔ دروازہ پھر بند کر دیا گیا۔ میں سخت بھوکا تھا اس لیے دوسری باتیں بھول کر کھانے میں مصروف ہو گیا۔ کھانا نہایت گھٹیا تھا لیکن بھوک میں سب چلتا ہے پانی بھی

سے بجھا لی تھی پاؤں میں سرسراہٹ ہونے لگی اور میں لیٹ گیا پھر نیند آ گئی۔ نجانے کب تک سوتا رہا۔ اس وقت شاید آدھی رات گزر چکی تھی جب آنکھ کھلی چاند آسمان کی بلندیوں میں تھا کیونکہ ایک کھڑکی سے روشنی اندر آ رہی تھی۔ میں نے ایک انگڑائی لی اور اٹھ کر بیٹھ گیا سمندر کی آواز سنائی دے رہی تھی اور میرا دل یادوں کی کروٹ میں مصروف رہا تھا۔

ماحول کی خاموشی پانی کے شور سے مجروح ہو رہی تھی اور میرے اندازے کے مطابق سمندر موجزن تھا۔ نجانے کتنا وقت یہاں گزرے۔ کس طرح یہ وقت گزاروں گا کیا کروں گا۔

لیکن آہستہ آہستہ وقت گزرتا ہی رہا۔ میں بری طرح اکتا رہا تھا۔ زندگی دوبھر معلوم ہو رہی تھی اس قید خانے میں میرا دل پھڑپھڑا رہا تھا لیکن یہاں جب بھی سکون سے بیٹھ کر سوچتا تو بہت سی باتیں ذہن میں آنے لگتیں۔ یہ تقدیر کا کون سا رخ تھا۔ مجھے کس گناہ کی سزا مل رہی تھی۔ میں نے درحقیقت برائیاں کی تھیں اور اگر زندگی میں برائیوں کی سزا ملتی ہے تو میں ان برائیوں کی سزا ہی بھگت رہا تھا۔ اس سے زیادہ تکلیف دہ ماحول اور کیا ہو سکتا ہے۔ زندگی بکھر گئی تھی۔ اپنی خوبصورت زندگی کو پیچھے چھوڑ کر آیا تھا۔ دربدر بھٹکتا پھر رہا تھا۔ ورنہ تو ٹھوکریں کھاتا پھر رہا تھا کیا کروں کیا کرنا چاہیے۔ کس طرح میں ان لوگوں سے اپنی گلوخلاصی کراؤں۔ یہ تقدیر تو نہ رہی تھی۔ لیکن۔ لیکن کیا یہ سب کچھ مناسب ہے۔ کیا مجھے اس طرح ان لوگوں کا غلام بن کر رہنا چاہیے۔ کچھ نہ کچھ کرنا ہی ہو گا اب۔ اب تو کچھ کرنا ہی ہو گا۔

شام کافی دیر تک سوچتا رہا اور پھر میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ کاغذ پر میں نے ایک تحریر لکھی اور اسے کھڑکی سے نیچے گرا دیا۔

میں نے اس میں لکھا تھا کہ میں مسٹر ٹوپوسو کو کچھ ضروری معلومات فراہم کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد میں بے چینی سے جواب کا انتظار کرنے لگا۔ رات ہوئی تو کچھ آوازیں سنائی دیں۔ یہ آوازیں انسانی ہی تھیں مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی اس دروازے ہی کی جانب آ رہا تھا۔

پھر دروازہ کھلا اور چند مسلح افراد میرے کمرے میں گھس آئے "آؤ۔" ان میں سے ایک نے مجھ سے کہا۔ اور میں سکون کی سانس لے کر باہر نکل آیا۔ اس منحوس تہہ خانے میں واپس آنے سے بہتر تھا کہ زندگی کی بازی لگا دی جائے۔ یہی سوچ کر میں باہر نکلا تھا لیکن یہ فیصلہ بھی کر لیا تھا میں نے کہ پہلے اپنے طور پر کوئی مناسب کارروائی کرنے کی کوشش کروں گا اگر ان لوگوں کو اپنے جال میں پھانسنے میں کامیاب ہو گیا تو ٹھیک ہے ورنہ پھر دیکھا جائے گا۔

وہ لوگ باہر نکل آئے اور مجھے لے کر ایک ہال میں پہنچ گئے عمارت کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا پہلے میں نے اسے ایک چھوٹی سی عمارت سمجھا تھا لیکن وہ مختلف حصوں میں بٹی ہوئی تھی جس ہال میں وہ لوگ مجھے لے کر گئے تھے وہاں کرسیاں پڑی ہوئی تھیں ایک لیمپ روشن تھا اور ایک کرسی پر مسٹر ٹوپوسو بیٹھے ہوئے مسکرا رہے تھے۔ میں ان کے سامنے جا کھڑا ہوا اس نے پہلی بار چشمہ اتار کر میری طرف دیکھا اس کی آنکھیں بلاشبہ بے حد خوفناک تھیں۔

"ہیلو مسٹر کیرانل۔" ٹوپوسو نے بھاری لہجے میں کہا۔

"ہیلو مسٹر ٹوپوسو۔ آپ سے مل کر واقعی خوشی ہوئی ہے بالخصوص اس لیے کہ آپ وہ نہیں جو آپ کہتے تھے بلکہ کچھ اور ہیں۔"

"شکریہ۔"

"مجھے واقعی آپ نے ایک معزز مہمان کی حیثیت سے رکھا تھا۔"

"فضول باتوں سے گریز کرو۔ تم نے مجھ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔"

"ہاں۔"

"کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔؟"

"میں نے فیصلہ کیا ہے مسٹر ٹوپوسو کہ میں آپ کی بات مان لوں۔ چنانچہ میں معاملات طے کرنا چاہتا ہوں۔"

"اوہ۔" ٹوپوسو نے معنی خیز انداز میں گردن ہلائی۔ "میں آپ کو اس فیصلے پر مبارکباد دیتا ہوں لیکن اس کے لیے آپ کی کیا شرائط ہوں گی۔"

"آزادی۔ صرف آزادی۔"

"یہ کوئی ایسی شرط نہیں ہے جسے ماننے میں کوئی عار ہو لیکن ایک بدقسمتی آپ کا پیچھا نہیں چھوڑ رہی مسٹر لوانا سکر۔" ٹوپوسو نے کہا اور میں متحیرانہ انداز میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"کیا پایا جا سکتا ہے آپ کو۔" ٹوپوسو نے کہا اور ایک طرف رخ کر کے ہاتھ تھپتھپایا چند افراد اندر داخل ہو گئے اور ان کے ساتھ ایک آدمی موجود تھا جس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں اسے روشنی میں لایا گیا اور میں یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا کہ وہ میرا ہم شکل تھا۔ ہاں ہو بہو میری ہی جیسی شکل کا مالک۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اس کی رنگت میں ذرا سی تبدیلی تھی اور وہ عینک بھی نہیں لگائے رکھتا تھا۔ تب ٹوپوسو نے کہا۔

"ان سے ملو۔ یہ مسٹر کیرانل ہیں۔" میں خاموشی سے بت کے مانند پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہ گیا تھا میرا ہم شکل کسی نقل جیسا

کھڑا ہوا تھا۔ اس کے انداز میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جس طرح اسے دیکھ کر چونکا تھا وہ مجھے دیکھ کر اس طرح نہیں چونکا تھا۔

"ہاں، تو مسٹر نواز اصغر۔ اچانک آپ کو یہ خبر کیسے ہوئی کہ آپ مسٹر گیرائل ہیں؟"

"قطعی۔ بے شک تمہیں یہ حقیقت ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کمال ہے جب ہم حقیقت آپ کی زبانی کھلوانا چاہتے تھے تو آپ اتنی بحث کر رہے تھے اور آج جب ہمیں اصل آدمی مل گیا ہے تو آپ ہمیں حقیقت بتانے پر مصر ہیں۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ اس کی ہنسی بے حد خوفناک تھی۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد میں نے اس شخص کو مخاطب کر کے کہا۔

"سنو۔ کیا تم گیرائل ہو؟"

"نہیں جناب میرا نام پیٹر وڈ ہے۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ اور میرے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تو پھر یہ بات تم مسٹر ٹو بوسو کو بتاؤ۔"

"تم لوگ کیا سمجھتے ہو مجھے۔ دونوں کو کرو نیما دیا کر ہمیں ایک جگہ بٹھا دو گا اور لا کہ تمہیں یہاں سرطان رہیں گی۔ اسے تم جواب دو۔ تم میں سے اصلی گیرائل کون ہے۔؟"

"میں ہوں۔ جب میں آپ سے اعتراف کر رہا ہوں مسٹر ٹو بوسو کہ میں اصلی گیرائل ہوں اور جب میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں وہ راز آپ کے حوالے کر دوں گا تو پھر آپ اس شریف آدمی کو کیوں پریشان کر رہے ہیں۔" ٹو بوسو کی آنکھوں میں حیرت نظر آنے لگی تھی غالباً وہ اس بات پر شدید حیران تھا کہ اچانک میری کایا پلٹ کیسے ہو گئی ہے۔

"تو پھر وہ راز کہاں ہے۔؟"

"وہ میرے پاس ہے وہ میں تمہیں دے سکتا ہوں۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو اب تک تم نے اس کے بارے میں مجھ سے بات چیت کیوں نہیں کی۔"

"میں بتانا چاہتا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہاری موت ہی آئی ہے۔ اے تم بتاؤ کیا تم گیرائل نہیں ہو؟" ٹو بوسو نے اس شخص سے پوچھا۔

"نہیں جناب میں پیٹر وڈ ہوں ایک غریب آدمی آپ کے آدمیوں نے بلا وجہ مجھے پکڑ لیا ہے آپ تحقیق کر لیں میں سو فیصد پیٹر وڈ ہوں۔ آپ میرے بارے میں تفصیلات معلوم کر سکتے ہیں۔ میں ایک غریب آدمی ہوں جناب اور بڑی مشکل سے زندگی بسر کر رہا تھا کہ آپ مجھے پکڑ لائے۔" اس کے اس جواب پر ٹو بوسو کا چہرہ گہرا سرخ ہو گیا اور وہ خونخوار انداز میں کھا جانے والی نگاہوں سے دیکھتا ہوا آگے بڑھا اور بولا۔

"سنو! تمہیں مر جانا چاہیے۔ تم دونوں کو مر جانا چاہیے مجھے تمہاری زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ کیا تم دونوں مجھے احمق سمجھتے ہو۔ میں تمہیں صرف بیس منٹ دیتا ہوں ان بیس منٹوں کے اندر تم فیصلہ کر لو کہ تم میں سے اصلی گیرائل کون ہے اور کون مجھے وہ راز دے رہا ہے اگر تم یہ فیصلہ نہ کر سکے تو تم دونوں کو گولی مار کر سمندر میں پھینک دوں گا اور اس کے بعد اصل گیرائل کو تلاش کروں گا۔" ٹو بوسو کی آواز برف کی مانند سرد تھی۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے کہا۔

"ان کی زندگی صرف بیس منٹ کی ہے اس کے بعد اگر یہ لوگ آپس میں فیصلہ نہ کر سکیں تو انہیں ہلاک کر دیا جائے کم سے کم انہیں گولی مار دینا مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔"

"مگر مسٹر ٹو بوسو۔ جب میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ وہ راز میں آپ کے حوالے کر رہا ہوں تو پھر آپ اتنا طیش میں کیوں آ رہے ہیں۔؟"

"کوئی تعرض نہیں کرو، وہ راز تم مجھے کب کہاں دے سکتے ہو۔؟"

"میں تمہیں یہ دوسرے شخص کو رہا کرنے کے بعد دیتا ہوں۔ مجھے اس ہنگامے میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔" ٹو بوسو شاید بری طرح پریشان ہو گیا تھا۔ اور یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ چنانچہ وہ جھنجلاتے ہوئے انداز میں دہاڑتا ہوا باہر نکل گیا۔

ہمارے محافظوں نے ایک بار پھر ہمیں پکڑ کر ایک ہی جگہ اسی کمرے میں بند کر دیا تھا جہاں ہم پہلے سے قید تھے۔ کمرے میں پہنچ کر میں نے مسکراتی نگاہوں سے اپنے ہم شکل کو دیکھا اور بولا۔

"کیوں بھائی پیٹر وڈ۔ کیسے مزاج ہیں آپ کے؟"

"مسٹر نواز اصغر یہی نام لے رہے تھے وہ لوگ آپ کا۔"

"ہاں۔"

"یہ حقیقت ہے کہ میرا نام پیٹر وڈ ہے۔"

"اوہ۔ تم تو مجھ سے بھی زیادہ چالاک نکلے مسٹر گیرائل۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"گیرائل نہیں ہوں۔ میں گیرائل نہیں ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"تو تھوڑے دن پہلے میں بھی یہی کہتا تھا۔" گیرائل نے جواب دیا اور وہ بے اختیار ہنس پڑا۔

"اچھی بات ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"

"تم ان لوگوں کے چنگل میں کس طرح پھنس گئے۔"

"بس یار۔ بد قسمتی کبھی بھی آ سکتی ہے۔" اس نے بے تکلفی سے کہا اور دیوار سے پشت ٹکا کر بیٹھ گیا۔

"ٹھیک ہے آرام کرو۔ میں تو یہاں رہتے رہتے اکتا چکا ہوں۔"

"فکر نہ کرو بہت جلد ہمیں یہاں سے رہائی مل جائے گی۔" میں نے کہا۔

"کس طرح۔"

"یہی گولی مار دیں گے وہ لوگ ہمیں۔ اور اس طرح ہماری روحیں آزاد ہو جائیں گی۔ کیا وہ ہماری روحوں کو یہاں رکھ سکتے ہیں۔"

"خوب۔ دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہو موت کے شکنجے میں پھنس جانے کے بعد بھی مسکرانے والے۔ مجھے ایسے لوگ پسند ہیں۔"

"اور مجھے بھی آپ جیسے لوگ پسند ہیں مسٹر نواز اصغر۔" اس نے کہا۔

"تمہارا نام گیرائل ہی ہے نا۔؟"

"نہیں یہ بات میں آپ سے سچ کہہ رہا ہوں کہ میں گیرائل نہیں ہوں۔"

"کیا۔ لیکن پھر تم میرے ہم شکل کیوں ہو۔"

"کہاں ہوں بھائی۔ ہوں نہیں بنا دیا گیا ہوں۔" اس نے کہا اور میں حیرانہ نگاہوں سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں۔"

"ارے کیا سمجھاؤں تمہیں۔ نہیں بس سمجھ لو یہاں تمہارا ہم شکل بنا دیا گیا ہوں۔ صرف تمہارے لیے۔"

"ایک بار پھر میں وہی سوال کروں گا۔؟"

"میں جانتا تھا۔ جواب بھی تیار ہے۔ میڈم سونیتا نے مجھے تمہاری تلاش میں روانہ کیا ہے۔"

"اوہ۔ وہ خیریت سے ہے۔"

"ہاں جبھی تو بات یہاں تک آ پہنچی۔"

"کہاں ہے وہ۔؟"

"جہاں بھی ہیں انہیں یہ اندازہ نہیں ہو گا کہ تم آج دوپہر کے آس پاس کہاں... خدا کی پناہ میرا مقدر بھی کتنا طویل تھا۔"

"سونیتا سے تمہارا کیا تعلق ہے۔؟"

"کچھ زیادہ گہرا نہیں ہے جس کے اظہار پر تم مجھے ان لوگوں سے پہلے قتل کرنے کی کوشش کرو۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نہیں دوست ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کیا مطلب۔؟"

"سونیتا سے میرا ایسا کوئی رشتہ نہیں ہے جس کی وجہ سے میرے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا ہو۔"

"لڑ رہے ہو، کہہ دو گے تو کوئی نقصان نہیں ہو گا۔ میں اور بھی پہلے ہی اندازہ لگا چکا ہوں۔"

"کیا اندازہ لگا چکے ہو۔؟"

"مسٹر اصغر، سونیتا کو میں طویل عرصے سے جانتا ہوں اتنا جتنا کہ میڈم کبھی کسی کے بے انتہا ہوئی حقیقی تمہارے لیے بے چین تھیں طویل عرصے سے ہم دونوں ایک دوسرے سے جدا تھے۔ انہوں نے خصوصاً مجھے طلب کیا اور اس کے بعد یہ ذمہ داری میرے سپرد کی۔ میرے چہرے پر گیرائل کا میک اپ کیا گیا ان کا خیال تھا کہ جن لوگوں نے تمہیں گیرائل کی حیثیت سے اغوا کیا ہے انہیں یہ پتہ چل گیا ہو گا کہ تم اصلی گیرائل نہیں ہو۔ چنانچہ انہوں نے مجھے اصلی گیرائل بنا کر ان کی بھینٹ چڑھا دیا اور اب میری زندگی بھی صرف بیس منٹ کی رہ گئی ہے۔"

میں دنگ رہ گیا تھا سونیتا نے میرے لیے اتنا بڑا کام کیا

تھا میں نے اس کی شخصیت میں ایک اور ہی بات محسوس کی تھی لیکن میں جن راستوں کا راہی نہیں تھا ان کے سلسلے میں کسی کو بھی کوئی مدد نہیں دے سکتا تھا۔ میں تو خود ایک لٹا ہوا انسان تھا، چنانچہ میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ پیٹر وڈ میری شکل دیکھ رہا تھا پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"اب بھی اعتراف نہیں کرو گے مسٹر اصغر؟"

"سوری پیٹر وڈ سونیتا کے ذہن میں اگر یہ بات ہے تو مجھے افسوس ہے کہ اسے مایوسی ہوگی۔"

"یار تم تو سنجیدہ معلوم ہوتے ہو۔" پیٹر وڈ نے بے تکلفی سے کہا۔

"ہاں میں سچ کہہ رہا ہوں پیٹر وڈ۔"

"مگر کیا سونیتا کو اس بات کا احساس نہیں کہ تم اس کی جانب متوجہ نہیں ہو۔"

"میں نہیں جانتا۔ ہمارے درمیان کبھی اس طرح کی کوئی بات نہیں ہوئی۔ اور پھر ہماری ملاقات تو بہت مختصر سی ہے۔"

"اصولاً ایسا ہونا تو نہیں چاہئے لیکن زندگی کے ان چند گھنٹوں میں سے اگر ہم کچھ دیر آپس کی گفتگو کریں تو کوئی حرج ہے۔ اس طرح ہم دونوں ایک دوسرے سے قربت بھی حاصل کر لیں گے۔"

ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں ایک اور خیال ابھرا، یہ شخص جو پیٹر وڈ کی حیثیت سے لایا گیا ہے درحقیقت کہیں پولیس کا آدمی تو نہیں ہے، اس طرح ممکن ہے تو ہو سکے میری کھوج لینے کے لیے اسے مقرر کیا ہو۔ میں چند لمحات سوچتا رہا، پیٹر وڈ میری شکل دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

"اس کے باوجود اگر کوئی ایسا ہی مسئلہ ہے جسے تم بتانا چاہو تو میں تمہیں کبھی اس کے لیے مجبور نہ کروں گا۔"

"نہیں پیٹر وڈ ایسی کوئی بات نہیں ہے میں کچھ اور سوچ رہا تھا۔"

"بتاؤ گے کیا؟"

"یہ کہ کہیں تم پولیس کے آدمی تو نہیں ہو اور مجھ سے میرا راز لینے تو نہیں آئے۔" پیٹر وڈ چند لمحات مجھے دیکھتا رہا پھر اس کی آنکھوں میں تحسین کے جذبات ابھر آئے۔

"خدا کی قسم بات ہی ہے کچھ بھی ہو، میں تم سے اب ایک لفظ نہیں پوچھوں گا تمہارے بارے میں، لیکن ایک بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ تم ذہین آدمی ہو بہت اچھے انداز میں سوچتے ہو۔ بتاؤ اب کوئی ضرورت نہیں ہے میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا انسان کے اپنے اپنے معاملات ہوتے ہیں لیکن دوست کبھی ان میں گھٹنے ٹیک دیتے ہیں پورے ہو جانے کے بعد ان سے نکلنے کا بندوبست کرتا ہے۔" پیٹر وڈ کے لہجے میں ایک لمحے کے لیے سنجیدگی سی آ گئی تھی۔ میں بغور اسے دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

"پیٹر وڈ کم از کم تم میری صاف گوئی کا احساس ضرور کرو گے اور اس سے ناراض نہیں ہو گے۔"

"نہیں، نہیں بے شک اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر تم چاہتے تو اپنے دل کی یہ بات مجھ سے چھپا سکتے تھے لیکن بات کھری ہے اور اس میں برا ماننے کی کوئی بات نہیں ہے، ہر انسان کو اپنے اپنے طور پر اپنا دفاع کرنے کا حق پہنچتا ہے۔"

"تم ناراض ہو گئے؟"

"نہیں بھائی نہیں ہوا۔ مجھ سے چاہو تو میری کہانی سن سکتے ہو۔ انٹرنیشنل آدمی ہوں ہندوستان میں پیدا ہوا، وہیں پلا بڑھا، اس کے بعد ویسٹ افریقہ چلا گیا پھر وہاں سے ہنگری پہنچا۔ ہنگری میں کچھ جرائم پیشہ لوگوں سے چپقلش ہو گئی، کچھ آدمی قتل ہو گئے میرے ہاتھوں، وہاں سے بھاگا اور اس کے بعد کافی عرصے سے مس سونیتا کے ساتھ کام کر رہا ہوں۔"

"ہوں۔ جیسا میں تمہیں بتا چکا ہوں میرا نام نواز اصغر ہے پاکستان کا رہنے والا ہوں اچھا، ایک عجیب سے انداز میں بہرحال تھی یوں سمجھ لو کہ زمانے کا ستایا ہوا خودکشی کرنا چاہتا تھا کہ کچھ لوگوں کے ہاتھوں لگ گیا ایک دوسرے کردار کی حیثیت سے انہوں نے مجھے اسمگلنگ کے لیے استعمال کیا۔ وہاں سے نکلنے کا موقع مل رہا تھا باہر کی دنیا میری نگاہوں کے سامنے تھی چنانچہ میں نے ان کی پیشکش قبول کر لی اور اس کے بعد شہزاد کی حیثیت سے سفر کرتا ہوا بالآخر امریکہ پہنچ گیا اس دوران زندگی ایک ایسے انسان کی حیثیت سے گزاری جس کا کوئی کردار نہیں ہوتی اپنے آپ کو کھو چکا تھا کہ واپس اپنی ... پر جاؤں۔ لیکن ایک ایسا موقع آ گیا کہ مجھے اپنی کھوئی ہوئی شخصیت یاد آ گئی۔ ... نامی ایک شخص جو میرے ... رہا تحریک کا بانی تھا میرے دین کا مذاق اڑا رہا تھا جو مجھ سے برداشت نہ ہو سکا اور میں اس کی سرکوبی کے لیے کمر بستہ ہو گیا اس سلسلے میں ایک لڑکی نے میرا ساتھ دیا اور میں نے ... کی دھجیاں اڑا کر پھینک دیں، کہیں لاس کی پہاڑیوں میں ... سب سے بڑا ہیڈ کوارٹر تھا، تو میری وجہ سے تباہ ہو گیا، اور اس کے بعد وہ لڑکی میری زندگی کی سب سے بڑی ساتھی بن گئی، میں نے اس کا نام زینب السناء رکھا اور نیویارک کے ایک فیشن ایبل علاقے میں زینی کارپٹس کے نام سے ایک شوروم کھول لیا لیکن تریو کا پیچھا کر رہا تھا جیسا گیا تھا اس نے زینی کو اغوا کر لیا اور اس کے بعد میری زندگی پھر بڑی راہ پر آ گئی اور اس کے بعد سے میں اپنی کھوئی ہوئی جنت کی تلاش میں سرگرداں ہوں، تریو کا میرے ہاتھوں سے جا چکا ہے اور مسٹر پیٹر وڈ، میں نے پیٹر وڈ کے چہرے کی طرف دیکھا لیکن اس کے چہرے پر شدید حیرت پھیلی ہوئی تھی اس کا منہ حیرت کے انداز میں کھلا ہوا تھا۔

"تو تم ہو۔ پچھلے دنوں۔ پچھلے دنوں۔"

"ہاں میں تریو کا سے الجھا ہوا تھا۔"

"اوہ۔ خدا کی پناہ، تو وہ نواز اصغر ہو۔ کیا سونیتا کو یہ بات معلوم ہے۔"

"نہیں۔ ابھی کوئی تذکرہ نہیں ہوا۔"

"مجھے معلوم ہے میں جانتا ہوں، تمہیں میکلینو مسٹر میکلینو کے بارے میں جانتے ہو۔" اس نے کہا اور میں نے چونک کر پیٹر وڈ کو دیکھا۔ "میکلینو سے میری زندگی کا ایک طویل عرصہ وابستہ رہا تھا" میں نے حیرت زدہ انداز میں اسے دیکھا اور بولا۔

"تم میکلینو کو جانتے ہو؟"

"کیوں نہیں۔ میں میکلینو کے گروہ کا آدمی رہ چکا ہوں، بہت عرصے کی بات ہے شاید تمہیں اس بات پر یقین نہ آئے کہ ایک زمانے میں مس سونیتا بھی میکلینو کی ساتھی تھی لیکن اس کے بعد میکلینو کا انتقال ہو گیا اور ہم نے اپنی الگ آرگنائزیشن بنا لی۔"

"اوہ۔ میرے خدا، یہ مسئلہ ہے اس کا مقصد ہے کہ تم تو مجھے جانتے ہو۔"

"ہاں۔ لیکن کیسی دلچسپ بات ہے مذاق ہی مذاق میں تم نے اپنے بارے میں تفصیلات بتا دیں۔"

"نہیں پیٹر وڈ مذاق مذاق میں نہیں بس تم پر اعتماد کرنے کو جی چاہا، تمہیں کچھ سنجیدہ سنجیدہ سا دیکھا اور محسوس کیا تو یہ کچھ اچھا ہے وہ غلط ہے تم پر شبہ نہیں کیا جا سکتا اس لیے میں نے تمہیں اپنے بارے میں بتا دیا ہے۔"

"بہت شکریہ میرے دوست، میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے میرا نام پیٹر وڈ، رنگ ہے چہرے پر گہرا تل کا نشان ہے اور ... تھا، لگانے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے، بہرطور اب مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں اور کیا کرنا چاہیے راجہ نواز اصغر۔"

"یہ فیصلہ تو تم ہی کرو تو بہتر ہو گا۔"

"واقعی ہمیں خاصے خطرناک لوگوں سے واسطہ پڑا ہے کیا ہم باآسانی ان لوگوں کے چنگل سے نکل سکتے ہیں۔"

"کوشش کیے بغیر تو ہم بازنہیں رہ سکیں گے بے وقوف لوگوں نے ہمیں یہاں گھٹنے دیے ہیں چنانچہ ان سے نمٹنا ضروری ہے۔"

"کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ مسٹر پیٹر وڈ کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے۔"

"ہاں کیوں نہیں۔ مس سونیتا نے یہ بات مجھے بتائی تھی۔"

"ٹھیک بہرطور اب صورت حال یہ ہے کہ ہم دو دوست ہیں اور ہمیں یہاں سے نکلنا ہے۔"

"تو پھر اب کیا کرنا چاہئے۔ فرار کے کوئی راستہ تمہارے ذہن میں ہے۔"

"جن راستوں سے ہم گزر کر آئے ہیں ان میں فرار کی گنجائش کہاں ہے۔"

"تھوڑا فرش کی بات نہیں راستے پہلے سے تیار نہیں ہونے چاہئے ہیں۔"

"افسوس یہاں بتانے کے لیے بھی کوئی راستہ نہیں ہے۔"

"یہ سوراخ۔ میرا مطلب ہے یہ کھڑکیاں جو کھلی ہوئی ہیں اور جن کے تعطل کا کوئی بندوبست نہیں کیا گیا۔" میں نے کہا۔

"مگر ان کے نیچے سینکڑوں فٹ گہرے کھڈ ہیں اگر اوپر سے کودنے کی کوشش کی جائے تو ہمارے ہاتھ پاؤں ٹوٹ سکتے ہیں۔"

"ہوں۔" میں پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"دوست۔ ایک طریقہ کار اختیار کیا جا سکتا ہے کیا ہم ان لوگوں سے نمٹنے کی کوشش نہ کریں جو ہمیں خوراک پہنچاتے ہیں۔ بیس گھنٹے میں آخر ہمیں کھانے پینے کی چیزوں کی ضرورت تو ہو گی۔"

"یہ لوگ اخلاقیات کی ان باتوں سے نابلد ہیں اور اگر انہیں یاد نہ رہے تو کھانے وغیرہ کا بندوبست بھی نہیں کرتے۔"

"تو پھر اس دروازے پر ہی قسمت آزمائی کی جائے۔"

اس نے کہا اور میں پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔

"ہاں اگر دروازے کو توڑنے کی کوشش کی جائے تو ممکن ہے کہ وہ لوگ ہماری طرف متوجہ ہو جائیں۔"

"تو پھر آؤ شروع کرتے ہیں۔" اس نے کہا اور ہم نے اس سلسلے میں چاروں طرف کا جائزہ لیا میز کے علاوہ یہاں اور کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے کارآمد بنایا جا سکے یا پھر یہ چارپائی تھی جس کے پائے نکال کر دروازے پر کوشش کی جا سکے۔

چنانچہ ہم نے یہی کیا۔ چارپائی کو کھول لیا اس کے تمام انجر پنجر الگ کر دیئے اور اس کے بعد دروازے پر مصروف ہو گئے۔ دروازے پر ہماری ضربیں صاف سنائی دے رہی تھیں لیکن اس سلسلے میں زیادہ کوشش نہیں کرنی پڑی تھوڑی ہی دیر بعد باہر سے غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"اگر تم لوگ دروازے کے پاس سے نہیں ہٹے تو ہم لوگ اسٹین گن کے فائر کھول دیں گے۔"

"دروازہ کھولو! ہم میں سے ایک آدمی حادثے کا شکار ہو گیا ہے۔" پیروڈ نے کہا اور چند لمحات کے بعد دروازہ کھل گیا۔ دونوں محافظ اسٹین گن لیے ہوئے اندر آ گئے تھے۔ میں فرش پر اوندھا لیٹ گیا تھا۔ پیروڈ کی یہ چال مجھے بہت پسند آئی تھی۔

"کیا ہوا۔ کیا ہو گیا اسے۔؟"

"پتہ نہیں۔ تھوڑی دیر پہلے ہی ٹھیک ٹھاک تھا اچانک ہی فرش پر گر کر تڑپنے لگا اور پھر بے ہوش ہو گیا۔" ان میں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا دوسرے نے اسٹین گن سنبھالی اور پیچھے جا کر دروازے سے ٹک کر کھڑا ہو گیا۔ اور پہلا آدمی اپنی اسٹین گن اس کے ہاتھوں میں تھما کر میری طرف آیا اس نے مجھے سیدھا کیا لیکن اس دوران مجھے کام کرنا تھا۔

جونہی میرا بدن سیدھا ہوا میں نے دونوں ٹانگیں جوڑ کر پوری قوت سے اس پر ماریں۔ نشانہ اس طرح رکھا تھا کہ وہ پوری قوت سے اپنے ساتھی پر جا گرے اسٹین گن کی آواز ابھری اور اس کے ساتھ ہی اس شخص کا جسم کو میں نے اچھال کر دوسرے کی طرف پھینکا تھا بدن گولیوں سے چھلنی ہو گیا۔ میں نے اسے موقع نہیں دیا تھا پیروڈ نے اپنی جگہ چھوڑی اور میں نے عقب سے اس کے قریب پہنچ کر اس کے شانوں پر ضرب لگائی تھیں وہ ایک لمحے کے لیے جھول سا گیا تھا اور اسی لمحے پیروڈ نے وہ فالتو اسٹین گن اس کے ہاتھ سے لے لی جو پہلے آدمی نے اس کے ہاتھوں میں تھمایا تھا دوسرے لمحے پیروڈ کی اسٹین گن سے گولیاں نکلیں اور یہ پہلا شخص بھی ڈھیر ہو گیا۔

"گڈ۔ ویری گڈ۔ یہ تجربہ نہایت کامیاب رہا اب باہر کی طرف چلتے ہیں۔" پیروڈ بولا اور ہم دونوں برق رفتاری سے نکل آئے پیروڈ نے تعریفی انداز میں کہا۔

"تم ذہین بھی ہو اور پھرتیلے بھی۔ میرا خیال ہے کہ ہمارا بہت شاندار رہے گا۔"

"چلو۔ چلو۔ ہم ایک دوسرے کی تعریف و توصیف پھر کر لیں گے۔" میں نے کہا۔ ہم عمارت سے باہر آ گئے تعجب کی بات تھی کہ یہاں اس عمارت میں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں تھا۔ ضرورت بھی نہیں سمجھی گئی ہوگی اس کی بڑی وجہ چاروں طرف برف کے ویرانے نظر آ رہے تھے۔ اس عمارت کے آس پاس اور کوئی عمارت نہیں تھی اور اس کے پاس نشانات پائے جاتے تھے۔

بڑا پر ہول منظر تھا چاروں اطراف میں۔ سمندر مار رہا تھا۔

"کاش ہمارے پاس سمندری سفر کا کوئی بندوبست ہوتا۔" میں نے کہا۔

"میرے ذہن میں بھی یہی خیال تھا۔"

"بہرطور زندگی تو جدوجہد ہی کا نام ہے۔ ہم یہاں سے نکل جائیں گے۔ تم مایوس تو نہیں ہو۔"

"مایوس نہیں ہوں میرے دوست کاش میں تمہاری توقعات سے زیادہ آسانیاں فراہم کر سکتا۔"

"خیر۔ خیر یہ بیکار باتیں مت کرو۔ آؤ ہمیں یہاں سے چلنا چاہئے ویسے کیا تم نے راستے کا کوئی تعین کیا ہے پیروڈ۔"

"نہیں۔ کیا تم اس بارے میں کوئی اندازہ لگا سکتے ہو۔"

"افسوس نہیں۔ مجھے بھی یہاں بند گاڑی میں لایا گیا تھا۔"

"بالکل ایسی ہی کیفیت میری تھی۔"

"پھر تم اس طرف کیوں چل رہے ہو۔"

"صرف احتیاطاً۔ دوسرا راستہ ان کی گزرگاہ ہے یقیناً یہاں موجود ہوں گے۔ ہمیں دیکھنا نہیں چاہئے۔"

"ہاں۔ یہ تو درست ہے لیکن۔"

"لیکن کیا۔؟"

یہ پتھریلی، دشوار گزار ہو گی اور یہ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کہ ان کے دوسری طرف کیا ہے۔"

"پرواہ مت کرو جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ جب اس خوفناک جگہ سے باہر نکل آئے ہیں تو آئندہ بھی کوشش کی جا سکتی ہے۔ اب تک ہاتھ پہ ہاتھ رکھے بیٹھے ہوئے تھے اور درحقیقت بات یہ ہے پیروڈ کہ تنہا آدمی کچھ نہیں کر سکتا۔ ایک سے دو ہو جائیں تو گیارہ بن جاتے ہیں۔"

"گیارہ۔" پیروڈ نے مزاحیہ انداز میں کہا اور میں ہنسنے لگا۔

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ایک سے دو آدمی زیادہ باہمت ہو جاتے ہیں۔ بہرطور پیروڈ ہمیں یہاں سے نکلنے کا موقع مل گیا ہے تو ہم اسے کھونا نہیں چاہتے اور خوش قسمتی سے ہمارے پاس اسٹین گن بھی موجود ہیں۔"

"بے شک۔ لیکن جن چیزوں کی ضرورت ہو سکتی تھی وہ نہیں ہیں۔" پیروڈ نے کہا۔

"مثلاً؟"

"مثلاً اس برف پر سفر کرنے کا کوئی معقول بندوبست۔ بہرطور آؤ چلتے ہیں۔" ہم لوگ بلندیوں کی طرف سفر کرتے رہے۔ کافی دور تک ہم اسی طرح چلتے رہے اور اس کے بعد پیروڈ نے کہا۔

"کافی دیر ہو گئی ہے۔ چلتے چلتے ہوئے میرا خیال ہے اب ہمیں آرام کر لینا چاہئے۔"

"ابھی نہیں پیروڈ۔ ہم بلندیوں کی اس طرف ہیں۔ اس کا مطلب ہے ہمیں دیکھا جا سکتا ہے ہمیں چوٹی کے دوسری طرف پہنچ جانا ہے ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو جانے میں مدد ملے گی۔"

"اوہ۔ ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی۔ لیکن چوٹی ابھی کافی دور ہے۔"

"بہرطور اس کے باوجود ہمیں وہاں پہنچنا ہو گا۔" میں نے کہا اور رفتار تیز کر دی۔ پیروڈ میرا ساتھ دے رہا تھا۔ میں نے اس کا ہاتھ کھینچتے ہوئے کہا۔

"پیروڈ اگر ذرا بھی تھکن محسوس کرو تو مجھے بتا دینا۔"

"ارے نہیں میں بھی بڑا سخت جان آدمی ہوں۔" پیروڈ نے جواب دیا اور میں خاموش ہو گیا۔

سردی بے پناہ تھی اور ہمارے بدن کپکپاہٹ محسوس کر رہے تھے۔ لیکن ہم میں سے کوئی ایک دوسرے پر اپنی تھکن یا سردی کا احساس ظاہر کرنے کی کوشش نہیں کر رہا تھا۔ برف کی بلندیاں طے ہوتی رہیں اور پھر دفعتاً پیروڈ کے منہ سے غراہٹ سی نکلی۔

"کیا تم بادلوں کے اس غول کو دیکھ رہے ہو جو اپنے اندر سیاہی سمیٹے اوپر چڑھ رہا ہے۔" اس نے کہا۔

"نہیں۔" میں نے رک کر کہا۔ اور اس کے اشارے کی طرف دیکھا سیاہ بادلوں کے دل کے دل جمع ہو رہے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کہیں خوفناک آگ لگ گئی ہو اور دھوئیں کے پہاڑ بن رہے ہوں۔ اس خوفناک منظر نے دل ہلا دیا تھا۔ سمندر کا پر ہول منظر ہماری نگاہوں کے سامنے تھا اور ہم اس سفر کے تنہا مسافر۔ آنے والے لمحات کیا ہوں گے۔

"آسمان دھند کے رنگ بدلے ہوئے تھے۔" پیٹر تشویش آمیز انداز میں بولا۔

"یہ بادل خطرناک بھی ہو سکتے ہیں۔"

"ہاں اگر بارش ہو گئی تو کہیں پناہ بھی نہیں ملے گی۔" میں نے کسی قدر پریشان سے انداز میں کہا۔ بہرطور ہم دونوں کے چہرے اترے ہوئے تھے اور ہم نے رفتار مزید تیز کر دی تھی۔ بلند بالا دشوار گزار تو نہیں تھیں لیکن بہرحال چوٹیاں کافی بلند تھیں اور ہم ان کی جانب سفر کرتے ہوئے بری طرح تھکن محسوس کرنے لگے تھے۔

یکساں رفتار سے ان بلندیوں پر چڑھتے رہنا معمولی بات نہیں تھی۔ بادلوں کی سیاہ فوج نے پہاڑوں کی طرف کوچ کرنا شروع کر دیا اور خطرہ سر پر آ گیا جب اچانک بجلی چمکنے لگی۔ سڑک ایسی خوفناک تھی کہ رفتار تیزی کی جگہ چھوڑنے لگے تھے اور سرد ہوائیں طوفان کی شکل اختیار کرتی جا رہی تھیں اور ان کے تھپیڑے ہمارے جسموں پر کوڑوں کی طرح برس رہے تھے پھر بارش شروع ہو گئی ایسی طوفانی بارش تھی کہ اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا ابتدائی چھینٹوں ہی میں ہمارے کپڑے بھیگ گئے اور سرد ہوائیں ہمارے بدن کے آر پار ہونے لگیں۔ ہمارے بدن اب نمایاں طور پر کانپ رہے تھے۔ پیٹر ووڈ کے ہونٹوں پر نیلاہٹ دوڑتی جا رہی تھی لیکن اس نے ابھی تک کسی قسم کی پریشانی کا اظہار نہیں کیا تھا۔

بارش کے شور سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی پیٹر نے چیخ کر کہا۔

"کیا خیال ہے مسٹر اصغر کیا ہمیں رکنا نہیں چاہیے پانی کی پھسلتی جا رہی ہے اور برف پر پھسلن ہو رہی ہے کاش ہمارے پاس کوہ پیمائی کے جوتے ہوتے۔"

"یہاں رکنے کے علاقے میں بیٹھنا بھی تو خطرناک ہے جس جگہ ہم رکیں گے ممکن ہے برف وہاں سے پگھل جائے اور پھر اس بارش سے کس طرح فرار حاصل کیا جا سکتا ہے آگے بڑھیں ممکن ہے ہمیں کوئی پناہ مل جائے۔" میں نے کہا۔

چنانچہ پیٹر میرے ساتھ آگے بڑھتا رہا جوں جوں بارش کی شدت اور بڑھ گئی تھی بادل گرجتے تو پہاڑیاں ہل جاتیں اور قدم جمانے مشکل ہو جاتے آوازیں اس قدر بھیانک ہوتی تھیں کہ کان سائیں سائیں کرنے لگتے۔ ہر لمحہ پہلے لمحے سے زیادہ خوفناک ہوتا جا رہا تھا۔ پیٹر نے کہا۔

"رک جانا مناسب ہے مسٹر اصغر۔ ورنہ ہم کسی حادثے کا شکار ہو جائیں گے۔"

"ہم اب ڈھلانوں پر ہیں پیٹر ممکن ہے ہمیں کوئی ایسی جگہ مل جائے۔" اچانک میں خاموش ہو گیا مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے آگے کچھ ہو۔ بارش کی تیزی آنکھیں کھولنے نہیں دے رہی تھی پھر آنکھیں کھلی بھی ہوں تو کچھ نظر آنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہو رہا تھا۔ چنانچہ میں نے دونوں ہاتھوں سے ٹٹولا اور میرے ہاتھ کسی چیز سے ٹکرائے یہ کوئی پتھر پھیلا ہوا تھا۔ میں نے چیخ کر پیٹر سے کہا۔

"کچھ دیکھ رہے ہو پیٹر۔"

"کیا۔ کچھ بھی تو نظر نہیں آ رہا۔"

"آگے آؤ۔" میں نے کہا اور لپک کر اسے چٹان کا احساس دلایا۔ پیٹر کا بدن بری طرح سرد ہو گیا تھا اور اس کی آواز میں بھی کافی لرزش تھی لیکن بہرطور ہمیں اس مشقت کا پھل مل گیا یہ ایک ایسی محفوظ جگہ تھی جو تین طرف سے ڈھکی ہوئی تھی اور سامنے سے کھلی تھی اس وقت اس سے بہتر پناہ گاہ ہمارے لیے کوئی نہیں ہو سکتی تھی یوں محسوس ہوا جیسے یہ چٹان اسی وقت کے لیے بنائی گئی ہو۔ ہم اس کے درمیان گھس گئے۔ اندر آ کر میں نے اطمینان کی سانس لی اور پیٹر کو بھی کھینچ لیا۔

"کمال کی بات ہے۔ اس وقت اس جگہ کا مل جانا ایک معجزہ ہی کہا جا سکتا ہے۔"

"بہرطور یہ ہماری مدد کر سکتی ہے۔"

"خدا کی پناہ بارش ہے کہ قیامت اور پھر ہوائیں یہ جھکڑ۔ آہ میرے دوست تمہاری کیا حالت ہے۔ بلاشبہ تم سخت جان آدمی ہو یہ معمولی بات نہیں ہے۔"

"اور تم۔" میں نے سوال کیا۔

"بس یوں سمجھو میں تمہارا ڈپلیکیٹ ہوں۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ پیٹر کی گفتگو میں زندگی پائی جاتی تھی اور مجھے اس کا ساتھ بے حد عجیب محسوس ہو رہا تھا اس نے چند لمحات کے بعد کہا۔

"یہ یخ بستہ طوفانی ہوائیں بارش کے بعد بھی جاری رہیں گی۔ ہمارا یہ ٹھکانہ کیا دیرپا ثابت ہو سکتا ہے۔"

"دیکھتے ہیں۔" میں نے کہا اور مضبوط چٹان کو ٹٹولنے لگا۔ "یہ جانے کتنی برف یہاں دفن تھی۔" بہرطور میں نے اطمینان کا سانس لے کر کہا۔

"ہاں۔ پیٹر ہم اسے اپنا دیر تک کے لیے ٹھکانہ بنا سکتے ہیں۔

صبح بھی دن کی روشنی میں ہم یہاں سے باہر نکلیں گے۔"

"ٹھیک ہے لیکن میرا خیال ہے یہ سردی ہمارے لیے کافی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ اگر ہم رات بھر اسی دوران یہاں رکے رہے تو کل صبح ہماری لاشیں نظر آئیں گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہماری لاشوں کا یہاں کوئی پتہ نہ چل سکے۔"

"تو پھر۔" میں نے تحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"بس میرے ذہن میں یہ خیال آیا تھا کہ کیوں نہ ہم یہ سفر جاری رکھیں۔"

"ناممکن پیٹر ناممکن۔ آخر تم نے ہوا کیا ہے یہ فیصلہ کیسے کیا۔"

"بس یونہی میں سوچ رہا تھا کہ اگر وہ ہمیں تلاش کرنے نکلیں تو ممکن ہے یہاں تک پہنچ جائیں۔"

"دیکھا جائے گا۔ ہمیں مستقبل کے اندیشوں سے آزاد رہنا چاہیے۔" ہواؤں کا شور اور بارش کی آواز جاری رہی۔ یہ شور اس قدر شدید تھا اور چٹان کی دیواروں سے اس طرح ٹکرا رہا تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ اک دم یخ بستہ اور طوفانی ہواؤں میں خاموشی بھی عجیب سی محسوس ہو رہی تھی اور ہم دونوں ہی اسے بری طرح محسوس کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد پیٹر نے کہا۔

"تمہاری یہ خاموشی یقیناً کسی سوچ کی حامل ہوگی۔"

"ہاں میں یہی سوچ رہا تھا کہ انہیں کتنی دیر میں ہمارے بارے میں اطلاع ہو جائے گی۔"

"تم مجھ سے پہلے سے یہاں موجود ہو مسٹر اصغر تمہارا کیا خیال ہے وہ لوگ کتنے عرصے کے بعد یہاں آتے ہیں۔"

"مشکل ان میں گھنٹوں کا تھا بیس گھنٹے ختم ہونے کے بعد یقیناً کوئی کارروائی عمل میں آئے گی اور وہ یہاں کا جائزہ لے لیں گے۔"

"اس کا مقصد ہے کہ بیس گھنٹے تک ہم محفوظ ہیں۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے کوئی اور ذریعہ ہو جس سے وہ ہمارے فرار کے بارے میں معلومات حاصل کر سکیں ویسے میں جانتا ہوں کہ ہماری گمشدگی ان کے لیے سخت تشویش کا باعث ہوگی اور وہ ہمیں پوری قوت سے تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔" پیٹر سر ہلانے لگا۔ باہر بارش آہستہ آہستہ کم ہوتی جا رہی تھی لیکن ابھی دن باقی نہیں رہ گیا تھا اس لیے بہتر تھا کہ رات گہری ہونے سے قبل زیادہ سے زیادہ سفر کا موقع مل جاتا۔ پیٹر بہتر تھا یہاں کی چوٹی پر اس جگہ قیام کرنے کے بعد یہ سوچا تھا کہ ہمارے لیے ایک بہتر پناہ گاہ ہے لیکن اب حالات کا تجزیہ کر کے اس کا احساس ہوا کہ یہاں سے نکل جانا بہت ضروری ہے ممکن ہے ڈھلانوں پر ہمیں کوئی ایسی جگہ مل جائے جس کو ہم بہتر طور پر استعمال کر سکیں۔ بارش کچھ اور کم ہو گئی اور پھر آہستہ آہستہ بند ہو گئی۔

لیکن ہوائیں اب بھی سرسراتی ہوئی گزر رہی تھیں ہمارے لباس بھیگے ہوئے تھے اگر ہم غیر معمولی قوت برداشت کا مظاہرہ نہ کرتے تو سردی میں یقیناً کسی خطرناک حادثے کا شکار ہو چکے ہوتے۔

بہرطور ہم وہاں سے بھی آگے بڑھ گئے مطلع اب صاف ہو گیا تھا اور آسمان سے چاند جھانکنے لگا تھا ہم اپنے سفر کو نہایت خوش اسلوبی سے طے کرتے رہے اور اس کے بعد دفعتاً پیٹر ووڈ ایک لمحہ کے لیے رک گیا۔

"مسٹر ذرا اس طرف دیکھ رہے ہو۔"

"کہاں؟"

"وہ اس طرف ایک سیاہی سی نظر آ رہی ہے۔ ڈھلانوں کے آخری سرے پر بائیں جانب۔" اس نے کہا اور میں اس کے اشارے کی جانب دیکھنے لگا۔

"شاید جنگل ہے۔" میں نے تھوڑی دیر تک اس طرف دیکھنے کے بعد کہا۔

"اگر ہم کسی طرح اس جنگل میں داخل ہو جائیں تو کم از کم سردی کی شدت سے بچ سکتے ہیں۔" وہ بولا۔

"بیشک۔ ہمیں اس طرف بڑھنا چاہیے۔" میں نے چونکہ اس بات پر آمادگی کا اظہار کیا تھا اس لیے ہم دونوں برق رفتاری سے اسی سمت چل پڑے۔

لیکن ابھی زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ دفعتاً فضا میں ایک آواز ابھری اور ہم دونوں چونک پڑے۔

"یہ آواز۔ یہ آواز۔" پیٹر ووڈ نے کہا۔

"ہیلی کاپٹر کی آواز ہے۔"

"اوہ۔ اس کا مطلب یہ ہے ہماری تلاش شروع ہو گئی۔" میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اور ممکن ہے انہیں اس سمت کا شبہ بھی ہو گیا ہے۔"

"اس کے امکانات ہیں لیکن اب کیا کیا جائے ہم برف کی اس سفید چادر پر بخوبی دیکھے جا سکتے ہیں۔" میں نے کسی قدر سہمے انداز میں کہا۔ اور اسی وقت ہیلی کاپٹر کے نچلے حصے میں روشنی ہو گئی گو ہیلی کاپٹر کافی بلندی پر تھا لیکن ایک تیز روشنی فضا میں پھیل گئی تھی۔ پیٹر ووڈ نے آہستہ سے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمیں تلاش کیا جا رہا ہے۔"

"کیا ہیلی کاپٹر اسٹیشن کی رینج میں ہے۔" میں نے پوچھا۔

"نہیں کچھ بلندی ہے۔" پیٹر نے کچھ مایوسی سے کہا۔
"اچھا ہے ابھی رکو۔ میں کچھ اوپر چلا جاتا ہوں۔" میں نے جلدی سے اسٹین گن سنبھالتے ہوئے کہا اور اس کی بات کا جواب دیئے بغیر اس سے دور ہوتا چلا گیا۔ پیٹر وہیں برف پر چت لیٹ گیا تھا۔ گو اس کا بدن اوپر سے ایک دھبے کی مانند صاف دیکھا جا سکتا تھا لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار بھی نہیں تھا۔ البتہ میں ایک اونچی جگہ پہنچ گیا تھا یقیناً یہ ایک پہاڑی ٹیلا تھا میں نے اسٹین گن ہاتھ میں سنبھالی۔ اور ہیلی کاپٹر کی روشنی پر نگاہیں جما دیں ہیلی کاپٹر چند لمحات کے بعد ہمارے سروں پر پہنچ گیا اور اس کے بعد وہاں سے آگے بڑھ گیا پھر تھوڑی دور جا کر دوبارہ روشنی کی گئی میں نے گہری سانس لی یعنی آگئی دور سے دیکھا جانا مشکل تھا۔ گو ہم روشنی کی زد میں نہ تھے لیکن ابھی خطرہ دور نہیں ہوا تھا ہیلی کاپٹر ایک جگہ رک کر دوبارہ واپس آئے گا۔ میں اسے دیکھتا رہا پھر وہیں سے جنبش کی اور ایک اور محفوظ جگہ پہنچ گیا بڑی ہوشیاری سے کام کرنا تھا ہمارا اندازہ درست تھا۔ ڈھلانوں کے اختتام پر جنگل تھا تو پھر ہیلی کاپٹر فوراً ہی واپس آئے گا کیونکہ جنگل میں کسی کا دیکھ لیا جانا ممکن نہیں ہے اور اس کی تصدیق تھوڑی ہی دیر بعد ہو گئی۔ ہیلی کاپٹر کی روشنی دوبارہ نظر آئی اور اس کی آواز بھی سنائی دی۔ وہ اسی طرف آ رہا تھا اور اس سے بار بار روشنی خارج ہو رہی تھی۔

پھر وہ ہمارے سروں پر سے گزر کر آگے بڑھ گیا لیکن اتفاق کی بات تھی کہ اس نے ہم سے چند گز آگے جا کر دوبارہ روشنی پھینکی تھی ایک لمحے کے لیے تو مجھے خطرہ ہوا کہ شاید اب ہمیں دیکھ لیا جائے گا لیکن ہیلی کاپٹر ایک سیدھ میں آگے بڑھ گیا۔ میں دل ہی دل میں عجیب سے احساسات کا شکار ہو گیا تھا۔ اگر انھوں نے ہمیں نہیں دیکھا تھا تو پھر یہ تقدیر کی خوبی ہی ہو سکتی تھی۔

لیکن میرا خیال غلط نکلا اس میں تقدیر کی کوئی خوبی نہیں تھی کیونکہ چند ساعت کے بعد ہیلی کاپٹر دوبارہ پلٹا اس بار وہ کافی نیچے جھک کر آ رہا تھا اور اس کی وجہ یہی تھی کہ ہمیں دیکھ لیا گیا تھا میری انگلیاں اسٹین گن کے ٹریگر پر مستعد ہو گئیں ہیلی کاپٹر والے شاید ابھی تک الجھن میں تھے اور اس بات کی تصدیق نہیں کر سکے تھے کہ ہم یہاں موجود ہیں یا انھیں کوئی شبہ ہوا ہے ورنہ وہ اس طرح دھوکا نہ کھاتے وہ صرف جائزہ لے رہے تھے کہ کیا ان کا اندازہ درست ہے لیکن اس جائزے میں وہ مارے گئے انھیں ہیلی کاپٹر نیچے نہیں لانا چاہیے تھا جونہی ہیلی کاپٹر اور نیچے ہوا میں نے اسٹین گن سے فائرنگ کر دی اور بے تحاشا گولیاں برسانے لگا۔

ہیلی کاپٹر کو ایک جھٹکا سا لگا تھا اور اس کے انجن کی آواز بے ترتیب سی ہو گئی تھی البتہ وہ ہمارے سروں سے آگے بڑھ گیا اور چند ہی گز دور جانے کے بعد اس پر سے فائرنگ شروع ہو گئی لیکن وہ لوگ ریفا گوانٹ نہ سنبھال سکے تھے شاید کوئی گولی ان میں لگی تھی کیونکہ ہیلی کاپٹر سے دھواں سا اٹھتا محسوس ہو رہا تھا۔ پھر وہ زمین کی طرف آنے لگا۔ میں نے پیٹر کو ان کی طرف دیکھا پتہ نہیں پیٹر کی کیا کیفیت تھی وہ یقینی طور پر اس صورت حال سے واقف ہو گا۔ ہیلی کاپٹر برف سے ٹکرایا اور ایک خوفناک دھماکے کے ساتھ برف پر نارنجی شعلے پھیل گئے۔ میں نے مسرت کی آواز حلق سے نکالی تھی دوسری طرف سے پیٹر کی آواز سنائی دی۔

"زندہ باد مسٹر لوانا کاظمر زندہ باد۔" ہیلی کاپٹر کافی دور گرا تھا لیکن میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھ رہا تھا انہیں کسی کے زندہ بچنے کے امکانات نظر نہیں آ رہے تھے۔ پھر دوڑ میں وہاں سے ہٹ کر پیٹر کے پاس پہنچ گیا۔ پیٹر نے پرجوش انداز میں میرے بازو پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"تم۔ تم راجہ ہو لوانا کاظمر تم بلاشبہ معمولی آدمی نہیں ہو ورنہ تم صورت حال پر پوری طرح قابو پا سکتے ہو۔"
"شکریہ پیٹر، یوں سمجھ لو کہ ہم بال بال بچے ہیں۔"
"مجھے اندازہ ہے۔"
"کیا ان میں سے کوئی زندہ بچ سکا ہو گا؟"
"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہیلی کاپٹر کے پرخچے اڑ گئے ہیں۔" پیٹر نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔
"تو کیا اب صبح تک کے لیے خطرہ ٹل گیا ہے دوسرا ہیلی کاپٹر ابھی تو نہیں آ سکے گا۔"
"اس بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے؟"
"کیوں؟" میں نے سوال کیا۔
"ممکن ہے اطراف میں کچھ اور تنصیبات بھی کی ہوں ان لوگوں نے بہرحال ہمیں اپنے دشمنوں کے بارے میں مکمل معلومات حاصل نہیں ہیں۔"
"جو ہو گا دیکھا جائے گا۔" میں نے کہا اور پیٹر بولا۔
"لوانا تم نے ایک کام کیا ہے؟"
"کیا؟" میں نے سوال کیا۔
"ہیلی کاپٹر سے جو روشنی پھینکی جا رہی تھی اس سے میں نے قرب و جوار کے ماحول کا جائزہ لیا۔ ڈھلان صاف ستھرے ہیں اور اس اندازے سے معلوم ہوتا ہے جیسے برف پر پھسلنے والے

یقین کے لیے بنائے جاتے ہیں اس طرح اگر ہم برف کے اس پہلے سے نکل کر جنگل میں داخل ہونے کی کوشش کریں تو ہمیں ناکامی اس وقت نہیں ہو گی۔"
"ٹھیک ہے میں تم سے متفق ہوں۔"
"تو پھر میرا خیال ہے مزید دیر نہیں کرنی چاہیے۔"
"چلو۔" میں نے کہا اور ہم برف کے ان ڈھلانوں سے نیچے اترنے لگے جنگل اتنا قریب نہیں تھا جتنا ہم سمجھ رہے تھے۔ چاند کے ساتھ ساتھ ہمارا سفر بھی جاری رہا۔ اور پھر جب چاند نے منزل طے کر لی تب ہم جنگل میں پہنچے۔ ایک سایہ دار درخت کے نیچے پہنچ کر ہم نے گہری گہری سانسیں لیں۔
"اف بڑی بری طرح تھک گیا ہوں۔"
"تھکن کیا چیز ہوتی ہے پیٹر۔ بدن کتنا ہی تھک جائے جب ذہن اس تھکن کو قبول نہ کرے تو انسان کا کچھ نہیں بگڑتا۔" پیٹر نے کوئی جواب نہیں دیا تھا بہرحال برف کے اس ویرانے سے جنگل کا ماحول بے حد پرسکون تھا۔ بقیہ رات ہم نے اس درخت کے نیچے گزاری۔ صبح کی روشنی پھوٹ رہی تھی۔ لیکن موسم کچھ ٹھیک نہیں تھا۔ بادلوں کے ٹکڑے پھر سے آسمان پر جمع ہونے لگے تھے۔ پیٹر کے چہرے پر تشویش کے آثار پیدا ہو گئے ویسے سردی سے اس کی حالت مجھ سے زیادہ خراب تھی ہونٹ نیلے پڑ گئے تھے۔ اور چہرہ بھی اترا ہوا تھا میں جانتا تھا کہ اس کی کیا کیفیت ہے بہرطور ہمارے پاس آگ وغیرہ کا بھی کوئی بندوبست نہیں تھا۔ بھوک سے آنتیں قل ہو اللہ پڑھ رہی تھیں لیکن سب کچھ بے کار تھا کچھ کہا نہیں جا سکتا تھا اور یہ بھی اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ اس جنگل میں ہمیں کھانے پینے کی کوئی چیز مل سکے گی یا نہیں۔

کافی دیر تک ہم لوگ یہاں رہے وقت گزرتا رہا اور اس کے بعد پیٹر نے کہا۔
"ہم جنگل کے ابتدائی سرے میں ہیں مسٹر لوانا اگر انھوں نے ہماری تلاش کا دوسرا مرحلہ شروع کر دیا تو یہاں تک پہنچنے میں انھیں دقت نہ ہو گی۔"
"آئیڈیا بالکل درست ہے پھر کیا خیال ہے؟"
"کیوں نہ ہم کسی اندرونی علاقے میں کوئی پناہ گاہ تلاش کر لیں۔"
"مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا تھا۔ اور ایک بار پھر ہم نے سفر شروع کر دیا۔ ہم سفر کرتے رہے۔ گھنے جنگلوں میں سفر کرنا بھی خاصا مشکل کام ہوتا ہے جگہ جگہ درختوں کے جھنڈ راستہ روک رہے تھے لیکن ہمارے عزم کے سامنے بے بس ہو جاتے تھے۔ بہرحال یہی شکر تھا کہ بادل ہونے کے باوجود بارش نہیں ہوئی تھی اگر بارش شروع ہو جاتی تو بے شک جنگل گھنے تھے لیکن اس کے باوجود یہ سفر مشکل ہو جاتا۔

کافی طویل و عریض جنگل تھا اور اسے عبور کرنے میں ہمیں کئی گھنٹے لگے لیکن ایک دلچسپ صورت حال اس وقت پیش آئی جب جنگل کے ایک خاص حصے میں ہمیں بے رنگ کے پھلوں کے درخت نظر آئے جن کے بارے میں ہمیں کچھ اندازہ نہیں تھا کہ یہ کون سے پھل ہیں۔

بہرطور اس پھل کو چکھ کر دیکھا گیا اور چند لمحات انتظار کیا گیا اور جب پیٹ اور معدہ پر پھلوں نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا تو ہم نے انھیں کافی مقدار میں توڑ لیا اور ان سے اپنے پیٹ کی آگ بجھائی۔

پھلوں کے بارے میں تھوڑی ہی دیر کے بعد یہ اندازہ ہو گیا کہ وہ نقصان دہ نہیں بلکہ اس کی نسبت بہت بہتر ہیں کیونکہ ان سے پانی کی کمی بھی پوری ہو جاتی تھی۔ ان پھلوں نے ہمارے جسموں میں نئی زندگی پیدا کر دی اور اس کے بعد جنگل کا سفر ہمارے لیے زیادہ آرام دہ اور پرسکون رہا۔

راستوں کا کوئی تعین نہیں تھا بس ایک نامعلوم منزل کی جانب سفر جاری تھا۔ جنگل میں داخل ہونے کے بعد یہ احساس بھی نہیں ہوا تھا کہ ہمیں تلاش کرنے والے اب بھی ہمارے پیچھے لگے ہیں۔ غالباً ہیلی کاپٹر کے حادثے کے بعد ان لوگوں کی ہمت نہیں ہوئی تھی کہ ہمیں تلاش کریں۔ جنگلوں کا سلسلہ بلاشبہ کافی طویل و عریض تھا اس کے بعد ان کا اختتام ایک پرجوش ندی پر ہوا۔ ندی کی رفتار کافی تیز تھی اس کے دوسری طرف گھنی جھاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں اور ان گھنی جھاڑیوں میں ایسی ندی کے اس کنارے ہی سے حشرات الارض رینگتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ دوسرے سرے پر خوفناک گھڑیالوں کے گروہ کے گروہ نظر آ رہے تھے کئی الجھے ہوئے خوفناک مناظر ہماری نگاہوں کے سامنے آئے جنھوں نے ہمارے رونگٹے کھڑے کر دیئے۔ ان گھڑیالوں کے انبوہ عظیم میں کبھی کوئی جانور پہنچ جاتا تو ان کی آہ ہی ان کا نوالہ بن جاتا۔ پیٹر نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔
"اس کا مقصد ہے کہ آگے راستہ ختم ہے۔"
"ہاں پیٹر۔ ہم اس راستے سے کہیں نہیں جا سکتے۔"
"تو پھر یہاں سے واپس جانا بھی تو ممکن نہیں ہے۔"
"ایک بات بتاؤ پیٹر۔ تم نے اب پہلے سلسلے میں کیا کیا تھا؟"
"اوہ۔ دراصل سوچنا کو دو اس کا اندازہ نہیں تھا کہ

صورتِ حال آگے چل کر کیا ہو جائے گی۔ اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ اگر میں بیرائیل کی حیثیت سے ان لوگوں کے سامنے آیا تو وہ لوگ مجھے کہاں لے جائیں گے یقینی طور پر سوچنا بھی ان تمام چیزوں سے ناواقف تھی ورنہ وہ اس طرح مجھے جہنم میں نہ جھونکتی۔ پیٹر وڈ کے لہجے میں ایک ہلکے سے خوف کا احساس نظر آ رہا تھا۔

"تو پھر اب کیا کرو گے پیٹر وڈ۔"

"ہمارے پاس اتنی مچھلیاں ہیں اور ان میں گوشت کی موجودگی ہے۔ جب تک زندہ رہ سکتے زندہ رہیں گے اور اس کے بعد جب محسوس کیا کہ اب زندگی ممکن نہیں ہے تو پھر موت کو گلے لگا لیں گے۔" میں نے چونک کر پیٹر وڈ کی طرف دیکھا۔ اس آدمی کی آنکھوں میں شکست خوردگی کے آثار نظر آ رہے تھے تب میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"پیٹر وڈ! میں نے ابھی زندگی سے شکست نہیں مانی ہے۔"

"ہاں میں محسوس کر رہا ہوں کہ میری نسبت تم سخت جان اور باہمت آدمی ہو۔" پیٹر وڈ نے جواب دیا۔

"لیکن تب تمہیں بھی اس کی اجازت نہیں دوں گا کہ تم زندگی کا دامن ہاتھ سے چھوڑنے کی کوشش کرو۔"

"میرے دوست اب کوئی راستہ نہیں رہا ہے۔ میں اب تک تم سے اس سلسلے میں کچھ نہیں کہہ پایا۔ دراصل سردی نے میرے اعضاء کو مفلوج کر دیا ہے اور میرے بدن کے کئی حصے سن ہو رہے ہیں۔"

"اس کے باوجود ہم یہاں سے زندگی کی تلاش میں سفر کریں گے۔"

"مگر کس طرح۔"

"کچھ نہ کچھ ضرور کریں گے۔" میں نے پُرعزم لہجے میں کہا اور پیٹر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ میرا ذہن گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ صورتِ حال واقعی بے حد پریشان کن تھی۔ اس دریا کے دوسرے کنارے پر جانا موت کو دعوت دینا تھی اور اگر یہیں بیٹھے رہتے تو بھی خوفناک موت ہماری منتظر تھی۔ کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا جسے اپنا کر اس مصیبت سے نجات حاصل کی جا سکے۔

پیٹر اب تک جس ہمت سے میرا ساتھ دیتا رہا تھا اب مفقود ہو گئی تھی۔ اس کے چہرے کی مردنی صاف … کی جا سکتی تھی۔ گزرے ہوئے لمحے پیٹر پر غنودگی طاری ہو گئی تھی لیکن وہ سو نہیں رہا تھا۔ میں چونکہ میری نگاہ اس پر جمی ہوئی تھیں۔ اس ناگہانی کے لیے میں کسی طور تیار نہیں تھا۔ لیکن یہی بات سچی تھی کہ پیٹر پر مردنی طاری نہیں ہو رہی تھی اور یہ ممکن بھی نہیں تھا۔ میرے سامنے زندگی اور موت کوئی مسئلہ نہیں تھی۔ بے بسی کے لمحے زندگی موت سے ابتر تھی، کبھی بھی مر جانا کیا فرق پڑتا

تھا۔ ہاں پیٹر وڈ کی زندگی ہمیں نہ جانے کون کون تھا۔

کافی دیر کے بعد پیٹر کے بدن میں جنبش ہوئی اور وہ مجھے دیکھنے لگا۔ میں مسکرا رہا تھا لیکن اس کے جواب میں اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نہیں آئی تھی۔

"مجھے تم پر تعجب ہے پیٹر۔"

"کیا۔۔؟"

"تم اچانک ہمت ہار گئے ہو۔"

"ہاں۔" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"کیوں۔۔؟"

"بس۔ یوں سمجھو کہ۔۔ آہ۔ کہ مجھے اپنی زندگی سے مایوسی ہو گئی ہے۔"

"ہم زندہ رہیں گے پیٹر۔ بھروسہ رکھو ہم زندہ رہیں گے۔ میں اپنی جان دے کر بھی تمہیں زندہ رکھوں گا۔"

"مسٹر نواز میرے سینے میں سخت درد ہے۔ شاید میں سردی کا شکار ہو گیا ہوں۔"

"اوہ۔ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔"

"تمہاری الجھنوں میں اضافہ کرنے سے کیا فائدہ۔" اس نے کہا۔ اور میں تشویش زدہ انداز میں کچھ سوچنے لگا۔ جو کچھ کر سکتا تھا پیٹر کی صحت اور بھی ضروری تھی اگر وہ دل ہار بیٹھا تو پھر۔۔

میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ لباس میرے پاس بھی مختصر تھا اس بارے میں پیٹر کی مدد نہیں کر سکتا تھا لیکن ایک ترکیب میری سمجھ میں آ گئی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر ان درختوں کے پاس پہنچ گیا۔ ان کی جڑوں میں خشک گھاس نظر آ رہی تھی۔ میں نے گھاس کھینچی اور کافی تعداد میں لے کر پیٹر کے پاس آ گیا۔ پھر میں نے یہ گھاس اس کے لباس کے نیچے اچھی طرح لپیٹ دی اور پھر اسے لباس سے کس دیا۔ پیٹر نے کچھ آرام محسوس کیا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

رات ہو گئی۔ میری نگاہیں تیزی سے اطراف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ کچھ کرنا ضروری تھا۔ پھر ایک ترکیب ذہن میں آ گئی۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ پیٹر نیم بے ہوشی کی کیفیت میں تھا۔ اسے سخت بخار چڑھا ہوا تھا۔ لیکن میں اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ خود میری کی حالت بھی … لگتا تھا کیا کرنے اور کیا ہو گا۔ حالات بہرحال کچھ بھی ہوں تو خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دینا چاہیے۔ ممکن ہے میری موت کے لیے یہی جگہ متعین کی گئی ہو۔

بہرحال دوسری صبح سے میں نے کام شروع کر دیا۔ [illegible] کے انسانوں کی طرح میں نے خشک لکڑیاں جمع کیں اور پتھروں کی چنگاری کی مدد سے آگ روشن کر دی۔ اس کے بعد حالات سے بے نیاز ہو کر اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔

بے سرو سامانی کے عالم میں تھا جو کچھ کر سکتا تھا اپنے ذہن کی … کیا تھا۔ چنانچہ بڑی بڑی درخت کی شاخیں میں نے صرف اپنی جسمانی قوت کے بل پر توڑی تھیں۔ پھر نوک دار لکڑیوں سے درخت کی چھال کاٹی اور اس کی رسیاں بٹنے لگا۔ اسٹن کی ابھی محفوظ تھیں اور میں نے انہیں گھاس میں چھپا دیا تھا تاکہ خراب نہ ہوں۔ پھر وقت کے ساتھ ساتھ وہ پھل بھی تھے جنہیں میں احتیاط سے خرچ کر رہا تھا۔ بمشکل تمام چند پھل پیٹر کو کھلائے اور چند خود کھائے اور دن رات کام میں مشغول رہا۔ لکڑیوں اور چھال کی مدد سے میں نے مضبوط لکڑیوں کے جال بنائے اور تین دن کی مسلسل محنت سے اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ پیٹر کی حالت خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی تھی۔ دو دن سے اس نے کوئی بات نہیں کی تھی۔

بہرحال تیسرے دن میں نے پہلا جال پانی میں اتار دیا پیٹر کو میں نے چھال کی رسیوں کی مدد سے جال میں باندھ دیا تھا۔ پھر دوسرا جال جس نے اس پر رکھا اور خود بھی درمیان میں آ گیا۔ ایک لمبی اور نوک دار لکڑی کی مدد سے میں نے جال کی بندش کھول اور تیز رفتار پانی نے ہماری اس عجیب کشتی کو آن کی آن میں کنارے سے دور کر دیا۔

بہاؤ کافی تیز تھا۔ اور میں آنکھیں تک نہ کھول پا رہا تھا۔ دماغ سنسناہٹ کا شکار تھا۔ وہ دیر تک میں اس کیفیت کا مقابلہ کرتا رہا اور پھر میرا ذہن تاریکیوں میں کھو گیا۔ اسے نیند نہیں کہا جا سکتا تھا صرف بے ہوشی تھی جو کافی طویل رہی۔ ہوش آیا تو آسمان تاریک تھا۔ چاروں طرف گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد پیٹر کو دیکھا تو وہ ہولے سے بولا۔ "مسٹر نواز۔"

"اوہ پیٹر۔ کیسی طبیعت ہے؟"

"کافی بہتر ہے۔ آپ کا کیا حال ہے؟"

"میں ٹھیک ہوں۔"

"ٹھیک ہیں آپ۔" وہ عجیب سے لہجے میں بولا۔

"ہاں بالکل ٹھیک۔"

"اسی لیے کل دن بھر بے ہوش رہے ہیں۔"

"کیا۔ ج۔ ہاں۔" میں نے چونک کر کہا۔

"ایسے ہی بے ہوش۔"

"کیا کہہ رہے ہو پیٹر۔؟"

"اچھا تم بتا سکتے ہو کہ ہم کہاں ہیں۔؟"

"ہم کشتی میں ہیں میری بنائی ہوئی کشتی میں۔"

"اور یہ کشتی کہاں ہے۔؟"

"دریا میں۔"

"جی نہیں۔ یہ سمندر میں ہے۔"

"کیا۔" میں ایک بار پھر اچھل پڑا۔

"جی ہاں۔ وہ دریا سمندر میں آ گرا تھا۔ ہم نہ جانے کس طرح بچ گئے کوئی بات عقل میں نہیں آتی۔"

"اور ایک دن گزر چکا ہے۔"

"ہاں کل سمندر میں تیز دھوپ میں رہے ہیں اسی وجہ سے میری حالت بہتر ہو گئی ہے۔"

"میں سخت حیران ہوں پیٹر۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ تمہاری حالت بہتر دیکھ رہا ہوں۔"

"ہاں کل کی دھوپ نے بڑا کام کیا ہے۔ آپ کی طبیعت واقعی بہتر ہے یا نہیں بے پناہ محنت سے کام لے رہے ہیں۔"

"کل کی بے ہوشی خود میرے لیے ناقابل یقین ہے۔ پھر طویل نیند ہو۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔" پیٹر کی اس کیفیت نے میرا دل خوش کر دیا تھا۔ وہ موت کے منہ سے نکل آیا تھا۔ اس طرح بچانے والے ہاتھ پر میرا یقین پختہ ہو گیا تھا۔ خدا کی وحدت اور اس کی برتری کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا تھا۔

رات آہستہ آہستہ گزر رہی تھی۔ چاروں طرف گھپ اندھیرا تھا۔ آسمان پر عجیب بادل جمع ہو رہے تھے۔ وہ ٹکٹکی باندھ کر ایک دوسرے سے ٹکراتی نظر آ رہی تھیں۔

"یہ کشتی حیرت انگیز ہے۔" پیٹر بولا۔

"ہاں۔ یہ ہمارے عزم کی … ہے۔"

"اتنی تیزی سے گرنے کے باوجود یہ نہیں ٹوٹی۔"

"خدا کی قدرت ہے پیٹر۔ وہ ہماری زندگیاں بچانا چاہتا تھا۔" میں نے کہا۔

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"لیکن اب کیا ہو گا؟"

"فکر کیوں کرتے ہو پیٹر۔ مستقبل بھی اس کے پاس محفوظ ہے جس نے ہمیں اتنے مصائب سے گزار کر یہاں تک پہنچایا ہے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

صبح کی تبدیلی کرنیں بہت سی امید ساتھ لائی تھی لیکن روشنی پوری طرح جاگی تو ہم نے ایک ہولناک منظر دیکھا اس منظر کو دیکھ کر ہماری آنکھیں خوف سے پھٹی رہ گئی تھیں۔ بدن کے سارے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ہمارے اطراف میں سینکڑوں خونناک مچھلیاں سفر کر رہی تھیں ان کے خوفناک جبڑے کھلے ہوئے تھے۔

میں نے پیٹر کی طرف دیکھا۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ شاید اسے بھی یہی خیال تھا کہ اب مچھلیاں ہمیں اپنے جبڑوں میں دبوچ لیں گی اور ہمارا اختتام ہو جائے گا۔

لیکن اس وقت کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ دشمن مچھلیوں کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ اس طوفانی سفر میں وہ بھلا کہاں ساتھ دے سکتی تھیں بہرحال آنکھیں بند کرنے کے سوا چارہ کار نہیں تھا۔ خوف کا یہ سفر جانے کب تک جاری رہا۔ دھوپ خوب پڑ رہی تھی۔ بدن جھلس رہا تھا۔ پھر جب دھوپ کی تیزی ختم ہو گئی تو ہم نے آنکھیں کھولیں۔ پیٹر ہوش میں ہی تھا۔

"کیا اس سفر کو کسی سے بیان کیا جا سکتا ہے۔" اس نے کہا

"کیا مطلب؟"

"زندہ بچ گئے اور کسی سے اس کا تذکرہ کیا تو یقین نہیں کرے گا۔"

"ہاں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ بھوک سے بدن نڈھال ہو رہا تھا اور پیاس سے حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے۔ رات ہو گئی اور تاریک سمندر پر سکون ہو گیا اور نہ جانے کب غشی طاری ہو گئی۔ گردش آسمان جاری تھی۔ دوسری صبح ابھر نکلی۔ اب بینائی بھی ساتھ چھوڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ نہ جانے کس طرح پیٹر کو آواز دی لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ دوبارہ اور پھر تیسری بار بھی کوئی جواب نہیں ملا تو میں نے ہمت کر کے گردن اٹھائی لیکن جو منظر میری نگاہوں کے سامنے آیا۔ اس نے حواس چھین لیے۔ پیٹر میرے پاس ہی موجود تھا لیکن اس کی گردن کہاں تھی۔ سر کہاں تھا۔ اور دونوں پاؤں کہاں تھے۔

خون کے چھینٹے ضرور آئے ہوں گے لیکن پانی نے انہیں دھو دیا تھا۔ پیٹر کی گردن اور سر اس کے شانوں پر موجود نہیں تھا۔ کسی شارک مچھلی نے اس کی گردن کاٹ لی تھی۔ دونوں پاؤں رانوں کے پاس سے کاٹ کر لے گئی تھی اور اب اس کے دو ہاتھ اور بے سر کا دھڑ کشتی سے بندھا ہوا تھا۔

"پیٹر" میرے حلق سے ایک دلخراش آواز نکلی اور پھر ہوش گم ہو گئے۔ دن، رات، دن رات۔ ساری زندگی سمندر ہی میں گزر گئی تھی۔ زبان سوکھ کر چھوارا ہو گئی تھی۔ نہ جانے زندگی اور کیا دکھانا چاہتی تھی۔ کیوں زندہ تھا۔ آسمان بے رحم تھا۔ بادلوں کے آوارہ ٹکڑے تیرتے ہوئے۔ اور میری حسرت بھری نظریں ان پر جم جاتیں۔ کاش بارش ہو جائے۔ دھوپ میں جھلسا بدن سنسناتا تھا لیکن کوئی احساس نہیں تھا۔

اور پھر بے ہوشی طاری ہو جاتی تھی۔ لیکن کوئی وقت یکساں نہیں رہتا۔ سانسوں کی گنتی جب تک پوری نہیں ہو جاتی اس وقت تک کہانیاں جنم لیتی رہتی ہیں۔ نہ جانے کیا کیا کہانیاں اور پھر جب ہوش آیا تو مناظر پلٹے ہوئے تھے۔ لیکن ناقابل یقین۔ منظر یہ تھا کہ ایک عمدہ سا کمرہ تھا اور میرے بدن کے نیچے نرم بستر تھا ناک میں آکسیجن کی نلکیاں لگی ہوئی تھیں اور رفتہ رفتہ گلوکوز چڑھایا جا رہا تھا۔ جسمانی کیفیت بھی بری نہیں تھی۔

"یہ سب کیا ہے؟" میں نے سوچا۔ غور کرنے سمجھنے کی قوت جاگ رہی تھی۔ سب کچھ سوچ سکتا تھا۔ گردن گھما کر ادھر ادھر دیکھا تو ایک نرم و نازک ہاتھ سینے پر آ ٹکا۔

"جنبش نہ کرو۔" ایک آواز ابھری۔ میں نے گردن موڑ کر دیکھا۔ نرس تھی۔ سفید لباس میں ملبوس۔ آنکھوں میں اشارے کیے جو اس کے بارے میں اظہار کر رہے تھے۔

میں ساکت ہو گیا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیسے ہوا میرے ساتھ۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ گزرے ہوئے واقعات ایک ایک کر کے ذہن میں آ رہے تھے۔ اور پھر میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ زبان بند رکھوں گا۔ کسی کو اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ صرف حالات کا تجزیہ کروں گا۔ تقدیر کے اس نئے کھیل کو دیکھوں گا۔

نرس نے تھوڑی دیر کے بعد میرے چہرے سے آکسیجن ماسک ہٹا دی اور مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"اب کیسی طبیعت ہے؟" اس نے سوال کیا اور میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ "بولو۔ جواب دو۔" وہ پھر بولی لیکن میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

اس وقت کوئی اندر آیا۔ نرس نے چونک کر اسے دیکھا اور سیدھی کھڑی ہو گئی۔

"ہیلو نرس۔؟"

"ہیلو کیپٹن۔"

"آکسیجن ہٹا دی۔؟"

"ہاں اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔"

"اوہ۔ یہ ہوش میں آ گیا ہے۔"

"جی، بس ابھی ہوش آیا ہے۔"

"میرا خیال تھا بچ گیا۔"

"جی ہاں اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ڈاکٹر ڈوسٹر نے پہلے ہی اس کا اظہار کر دیا تھا۔" نرس نے جواب دیا۔

"کوئی بات کی اس نے۔؟"

"جواب نہیں دیتا۔"

"ابھی اس کے ذہن کو نہ چھیڑو۔ ڈوسٹر سے مشورہ کرو۔ چلو کون ہے بے چارہ۔ گلوکوز کب تک لگے گا۔"

"یہ بوتل خالی ہو جائے اس کے بعد ضرورت نہیں رہے گی۔"

"او کے۔ میں چلتا ہوں۔" اس شخص نے کہا اور میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔ اب صورت حال واضح ہو گئی تھی کسی جہاز پر تھا یقینی طور پر سمندر سے نکال لیا گیا تھا۔ لیکن بے چارہ پیٹر۔ اس کی ہولناک موت میں زندگی بھر نہیں بھول سکتا تھا۔ میری زندگی کی نئی کہانی شروع ہو گئی تھی اور میری زندگی آج تک بھی بس اسی طرح مرتا تھا۔

آنکھوں کی کوروں سے آنسوؤں کے دو قطرے پھسل پڑے اپنے اس دوست کو اس وقت میں یہی خراج پیش کر سکتا تھا۔ اب میری زندگی میں کون کہانی شروع ہوگی۔ کون سی کہانی؟

حیات کی تمام کہانیاں یکساں ہی ہوتی ہیں۔ پیدا ہوئے پرورش پائی۔ بچپن میں سوچا کہ زندگی ماں باپ کے سائے تلے گزر جائے گی۔ عمر اور تجربہ نے بتایا کہ اس کائنات میں کوئی وجود نہیں لیکن حقائق اس شدت سے سامنے آ گئے اور حقیقت بن گئے کہ زمانے کے بنائے ہوئے اصولوں سے دل برداشتہ ہو کر ایک دن خودکشی کرنے نکلا تھا کہ زندگی کے نئے راستے سامنے آ گئے۔ حالات بھٹکاتے ہوئے نہ جانے کہاں سے کہاں لے گئے۔ اور کیا تھا کیا بن گیا۔ اپنی سرزمین سے شرمندہ تھا اس لیے وہاں کا تصور بھی ذہن سے نکال پھینکا تھا۔ مجھ جیسے غلیظ وجود کا اس پاک زمین سے کیا تعلق۔ واپسی کا کبھی سوچا ہی نہ تھا اور پھر نئی زندگی میں آ گئی تھی زندگی بن گئی۔ زندگی میں آنے والے کس طرح خواب بن جاتے ہیں یہ کہانی کوئی مجھ سے پوچھتا۔

سرد و گرم دن اور رات بدلتے موسم مجھے کہاں سے کہاں لے آئے تھے۔ سمندر کی لہروں سے نکال کر ان لوگوں نے مجھے اس جہاز پر گھسیٹ لیا تھا۔ کاش وہ زندگی کی شام واپس ہو جانے دیتے۔

بہت کچھ سوچتا رہا تھا میں۔ پھر یوں محسوس ہوا جیسے یہاں جو کوئی بھی ہے کم از کم انسانی ہمدردی ضرور رکھتا ہے۔ ورنہ ایک بے یار و مددگار شخص کے لیے زندگی کی تلاش اور اس کے لوازمات کی کیا ضرورت ہوتی۔ تھوڑی دیر کے بعد نرس نے پھر میرے نزدیک آ کر میرے سینے پر ہاتھ رکھا اور میں نے آنکھیں کھول دیں۔

"کیا تم یہاں پر کچھ گرانی محسوس کر رہے ہو؟"

"نہیں نرس شکریہ میں ٹھیک ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"کسی قسم کی کوئی ضرورت ہو تو مجھے بتاؤ۔"

"نہیں تمہارا بہت بہت شکریہ۔"

"کچھ پوچھ سکتی ہوں تمہارے بارے میں۔"

"پوچھو نرس یہ تو انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔ تجسس اگر انسان کے وجود میں نہ ہو تو پھر وہ اپنے آپ کو مکمل انسان نہیں کہہ سکتا۔" میں نے جواب دیا۔

"پڑھے لکھے آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

"جانے وہ ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔ کتنا پڑھا ہوں کتنا لکھا ہوں کیسے کچھ یاد نہیں۔"

"سمندر میں کہاں سے آ گرے تھے۔؟"

"شاید آسمان سے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"ہاں آسمان سے گرا تھا اور اس کے بعد پریشانیوں کا سمندر ہی سمندر تھا میرے سامنے۔"

"اوہ تو تم نے خودکشی کی ہے۔"

"کہاں کی ہے نرس۔ کرنا چاہتا تھا لیکن تم لوگوں نے وہ بھی نہ کرنے دی۔"

"زندگی ایک مختصر سی چیز ہے اسے ضائع کر دینا اچھی بات تو نہیں۔" نرس نے جواب دیا۔

"اتنی چھوٹی سی عمر میں تم نے زندگی کے بارے میں کیا جان لیا نرس۔"

"کچھ نہیں لیکن جاننے والوں کی باتیں تو سنی ہیں۔" نرس بولی۔

"ہاں باتیں صرف باتوں کی حد تک ہوتی ہیں جن پر گزرتی ہے وہ ہی جانتے ہیں۔"

"میں تمہاری کچھ مدد کر سکتی ہوں۔؟"

"دل چاہے تو کر دو۔"

"ہاں ہاں بولو ضرور۔"

"بس مجھ سے دلچسپی کی باتیں کرو۔"

"اور تم خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کرو۔ زندگی کھونا اچھی بات نہیں ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"نرس مجھے کس طرح بچایا گیا۔"

"سمندر سے نکالا گیا تھا تمہیں۔ ہمارے کپتان نے تمہیں دیکھ لیا تھا۔"

"یہ جہاز ہے۔"

میں نے جیرڈ کی طرف دیکھا۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور مجھے یہی خیال تھا کہ اب مچھلیاں ہمیں اپنے جبڑوں میں دبوچ لیں گی اور ہمارا اختتام ہو جائے گا۔

لیکن اس وقت کچھ نہیں ہو سکا تھا۔ شارک گینگوں کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ اس طوفانی سفر میں وہ جانے کہاں ساتھ چھوڑ گئی تھیں بہرحال آنکھیں بند کرنے کے سوا چارہ کار نہیں تھا۔ خوف کا یہ عرصہ نہ جانے کب تک جاری رہا۔ دھوپ خوب پڑ رہی تھی۔ بدن جھلس رہا تھا۔ پھر جب دھوپ کی تیزی ختم ہو گئی تو ہم نے آنکھیں کھول لیں۔ جیرڈ بے ہوشی میں ہی تھا۔

"کیا اس سفر کو کسی سے بیان کیا جا سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"زندہ بچ گئے اور کسی سے اس کا تذکرہ کیا تو یقین نہیں کرے گا۔"

"ہاں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ بھوک سے بدن نڈھال ہو رہا تھا اور پیاس سے حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے۔ رات ہو گئی اور تاریک سمندر پر ہول ہو گیا اور نہ جانے کب غشی طاری ہو گئی۔ گردش آسمان جاری تھی۔ دوسری صبح بیدار ہو کر کھلی۔ اب بینائی بھی ساتھ چھوڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ نہ جانے کس طرح جیرڈ کو آواز دی لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ دوبارہ اور پھر تیسری بار بھی کوئی جواب نہیں ملا تو میں نے ہمت کر کے گردن اٹھائی لیکن جو منظر میری نگاہوں کے سامنے آیا۔ اس نے حواس چھین لیے۔ جیرڈ میرے پاس ہی موجود تھا لیکن اس کی گردن کہاں تھی۔ سر کہاں تھا۔ اور اور دونوں پاؤں کہاں تھے۔

خون کے چھینٹے ضرور اڑے ہوں گے لیکن پانی نے انہیں دھو دیا تھا۔ جیرڈ کی گردن اور سر اس کے شانوں پر موجود نہیں تھا۔ کسی شارک مچھلی نے اس کی گردن کاٹ لی تھی۔ دونوں پاؤں رانوں کے پاس سے کاٹ کر لے گئی تھی اور اب اس کے دو ہاتھ اور بدن کا دھڑ کشتی سے بندھا رہا تھا۔

"جیرڈ" میرے حلق سے ایک دلخراش آواز نکلی اور پھر ہوش گم ہو گئے۔ دن، رات، دن، رات۔ ساری زندگی سمندر ہی میں گزر گئی تھی۔ زبان سوکھ کر چمڑا ہو گئی تھی۔ نہ جانے زندگی اور کیا دکھانا چاہتی تھی۔ کیوں زندہ تھا۔ آسمان بے رحم تھا۔ بادلوں کے آوارہ ٹکڑے جمع ہوتے۔ اور میری حسرت بھری نظریں ان پر جم جاتیں۔ کاش بارش ہو جائے۔ دھوپ میں جھلسا بدن تپتا رہتا لیکن کوئی احساس نہیں تھا۔

اور پھر بے ہوشی طاری ہو جاتی تھی۔ لیکن کوئی وقت یکساں نہیں رہتا۔ سانسوں کی گنتی جب تک پوری نہ ہو جائے اس وقت تک کہانیاں جنم لیتی رہتی ہیں۔ نہ جانے کیا کیا کہانیاں اس بار جب ہوش آیا تو مناظر بدلے ہوئے تھے۔ لیکن نا قابل یقین منظر ہاں یہ تو ایک عمدہ سا کمرہ تھا اور میرے بدن کے نیچے نرم بستر تھا۔ ناک میں آکسیجن کی نلکیاں لگی ہوئی تھیں اور .... شاید گلوکوز چڑھ رہا تھا۔ جسمانی کیفیت بھی بہتری کی علامت تھی۔

"یہ سب کیا ہے؟" میں نے سوچا۔ غور کرنے سوچنے کی قوت جاگ رہی تھی۔ سب کچھ سوچ سکتا تھا۔ گردن گھما کر ادھر ادھر دیکھا تو ایک نرم و نازک ہاتھ سینے پر آ رکا۔

"جنبش نہ کرو۔" ایک آواز ابھری۔ میں نے گردن گھما کر دیکھا۔ نرس تھی۔ سفید مخصوص انداز کے کپڑے اس کے بارے میں اظہار کر رہے تھے۔

میں ساکت ہو گیا۔ یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ ہسپتال کیسے مل گیا ہوا میرے ساتھ۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ گزرے ہوئے لمحات ایک ایک کر کے ذہن میں آ رہے تھے۔ اور پھر میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ زبان بند رکھوں گا۔ کسی کو اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ صرف حالات کا جائزہ لیتا رہوں گا۔ تقدیر کے اس نئے رخ کو دیکھوں گا۔

نرس نے تھوڑی دیر کے لیے میرے چہرے سے آکسیجن ماسک ہٹا دیا اور مسکرائی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"اب کیسی طبیعت ہے؟" اس نے سوال کیا اور پیار بھری نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ "بولو۔ جواب دو۔" وہ پھر بولی لیکن میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

اس وقت کوئی اندر آ گیا۔ نرس نے چونک کر اسے دیکھا اور سیدھی کھڑی ہو گئی۔

"ہیلو نرس۔"

"ہیلو کیپٹن۔"

"کیپٹن تہادی؟"

"ہاں اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔"

"اوہ۔ یہ ہوش میں آ گیا ہے؟"

"جی۔ بس ابھی ہوش آیا ہے۔"

"میرا خیال تھا بچ گیا۔"

"جی ہاں اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ڈاکٹر ڈمرے نے پہلے ہی اس کا اظہار کر دیا تھا۔" نرس نے جواب دیا۔

"کوئی بات کی اس نے۔؟"

"جواب نہیں دیتا۔"

"ابھی اس کے ذہن کو نہ چھیڑو۔ ڈمرے سے مشورہ کر لو۔ جانے کون ہے بے چارہ۔ گلوکوز کب تک لگے گا؟"

"یہ بوتل خالی ہو جائے اس کے بعد ضرورت نہیں رہے گی۔"

"او کے۔ میں چلتا ہوں۔" اس شخص نے کہا اور میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔ اب صورت حال واضح ہو گئی تھی میں کسی جہاز پر تھا یقیناً مجھے سمندر سے نکال لیا گیا تھا۔ لیکن بے چارہ جیرڈ۔ اس کی ہولناک موت میں زندگی بھر نہیں بھول سکتا تھا۔ میری زندگی کی نئی کہانی شروع ہو گئی تھی اور جیرڈ کی زندگی آئی ہی تھی اسے اسی طرح مرنا تھا۔

آنکھوں کی کوروں سے آنسوؤں کے دو قطرے بہہ نکلے تھے اپنے اس دوست کو اس وقت میں آنسوؤں کا خراج پیش کر سکتا تھا۔ اب میری زندگی میں کون سی کہانی شروع ہوگی۔ کون سی کہانی؟

حیات کی تمام کہانیاں یکساں ہی ہوتی ہیں۔ پیدا ہوئے پرورش پائی۔ بچپن میں سوچا کر زندگی ماں باپ کے سائے تلے گزر جائے گی اور اس کے علاوہ کسی شے کا اس کائنات میں کوئی وجود نہیں لیکن حقائق آہستہ آہستہ سامنے آتے گئے اور تبدیل ہوتے گئے زمانے کے بدلتے ہوئے اصولوں سے دل برداشتہ ہو کر ایک دن خودکشی کرنے نکلا تھا کہ زندگی کے نئے راستے سامنے آ گئے۔ حالات بھٹکاتے ہوئے جانے کہاں سے کہاں لے گئے اور کہاں تھا کہاں پہنچ گیا۔ اپنی سرزمین سے شرمندہ تھا اس لیے وہاں کا تصور ہی ذہن سے نکال پھینکا تھا۔ مجھ جیسے غلیظ آدمی کا اس پاک زمین سے کیا تعلق لیکن یہ بھی سوچا تھا اور پھر نئی زندگی میں آ گئی تھی زندگی میں آ گئی۔ زندگی میں آنے والے کس طرح خواب بن جاتے ہیں۔ یہ کہانی کوئی مجھ سے پوچھتا۔

سرد و گرم دن اور رات بدلتے ہوئے موسم مجھے کہاں سے کہاں لے آئے تھے۔ سمندر کی لہروں سے نکال کر ان لوگوں نے مجھے اس جہاز پر کھینچ لیا تھا۔ کاش وہ زندگی کی شام وہیں ہو جانے دیتے۔

بہت کچھ سوچتا رہا تھا میں۔ پھر یوں محسوس ہوا جیسے یہاں جو کوئی بھی ہے کم از کم انسانی ہمدردی ضرور رکھتا ہے۔ ورنہ ایک بے یار و مددگار شخص کے لیے زندگی کی تلاش اور اس کے لیے لوازمات کی کیا ضرورت ہوتی۔ تھوڑی دیر کے بعد نرس نے پھر میرے نزدیک آ کر میرے سینے پر ہاتھ رکھا اور میں نے آنکھیں کھول دیں۔

"کیا تم اب کچھ گرانی محسوس کر رہے ہو؟"

"نہیں نرس شکریہ۔ میں ٹھیک ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"کسی قسم کی کوئی ضرورت ہو تو مجھے بتاؤ۔"

"نہیں تمہارا بہت بہت شکریہ۔"

"کچھ پوچھ سکتی ہوں تمہارے بارے میں؟"

"پوچھو نرس یہ تو انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔ تجسس اگر انسان کے وجود میں نہ ہو تو پھر وہ اپنے آپ کو مکمل انسان نہیں کہہ سکتا۔" میں نے جواب دیا۔

"پڑھے لکھے آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

"جانے دو ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔ کتنا پڑھا ہوں کتنا لکھا ہوں بس کچھ یاد نہیں۔"

"سمندر میں کہاں سے آ گرے تھے۔"

"شاید آسمان سے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"ہاں آسمان سے گرا تھا اور اس کے بعد پریشانیوں کا سمندر ہی سمندر تھا میرے سامنے۔"

"اوہ تو تم نے خودکشی کی ہے۔"

"کہاں کی ہے نرس۔ کرنا چاہتا تھا لیکن تم لوگوں نے وہ بھی نہ کرنے دی۔"

"زندگی ایک مختصر سی چیز ہے اسے ضائع کر دینا اچھی بات تو نہیں۔" نرس نے جواب دیا۔

"اتنی چھوٹی سی عمر میں تم نے زندگی کے بارے میں کیا جان لیا نرس۔"

"کچھ نہیں لیکن جاننے والوں کی باتیں تو سنی ہیں۔" نرس بولی۔

"ہاں باتیں صرف باتوں کی حد تک ہوتی ہیں جن پر گزرتی ہے وہی جانتے ہیں۔"

"میں تمہاری کچھ مدد کر سکتی ہوں۔"

"دل چاہے تو کر دو۔"

"ہاں ہاں ضرور ضرور۔"

"بس مجھ سے دلجوئی کی باتیں کرو۔"

"اور تم خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کرو۔ زندگی کھونا اچھی بات نہیں ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"نرس مجھے کس طرح بچایا گیا؟"

"سمندر سے نکالا گیا تھا تمہیں۔ ہمارے کپتان نے تمہیں دیکھ لیا تھا۔"

"یہ جہاز۔"

"ہاں اس کا نام ڈوسل ہے۔"
"کہاں سے تعلق رکھتا ہے۔؟"
"ہانگ کانگ کی ایک کمپنی سے اس کا تعلق ہے۔"
"مسافر بردار ہے۔"
"ہاں۔"
"کتنے مسافر ہیں اس پر۔؟" میں نے پوچھا۔
"اس وقت اس پر زیادہ مسافر نہیں ہیں کیونکہ ایک مخصوص سلسلے میں جا رہا ہے۔"
"کیا مطلب۔؟"
"کسی بڑے آدمی نے اسے کسی مقصد کے لیے حاصل کیا ہے، میرا مطلب ہے کرائے پر۔ اور بس اسی کی تکمیل کے لیے یہ سفر ہو رہا ہے۔"
"کہاں جا رہا ہے یہ جہاز۔؟"
"یقین کرو۔ مجھے خود بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔" نرس نے جواب دیا اور میں چونک پڑا۔ کچھ پراسراری بات تھی۔

میں نے چند لمحات خاموش رہ کر پھر نرس سے سوال کیا۔
"اور اس کے مسافر کہاں جا رہے ہیں۔؟"
"کسی نامعلوم منزل کی جانب۔ کسی کو شاید اس کا پتہ بھی نہ ہو۔"
"عجیب بات نہیں ہے نرس۔ تمہارے یہ الفاظ تو مجھے حیرت کا شکار کر رہے ہیں۔"
"نہیں حیرت کی بات نہیں ہے۔ اکثر بہت بڑے بڑے لوگ پورے پورے جہاز کو کرائے پر حاصل کر لیتے ہیں اور انہیں اپنے مقصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ شاید ایسا ہی کوئی مشن اس بار بھی درپیش ہے۔"
میں خاموش ہو گیا۔ اس سلسلے میں زیادہ تجسس بے کار تھا۔ نرس کافی دیر تک مجھ سے باتیں کرتی رہی اور اس کے بعد کسی کام سے باہر چلی گئی۔
میں ان حالات کے بارے میں سوچنے لگا تھا۔ پتہ نہیں کہاں میری نئی منزل ہے لیکن یہی بات تو ہے کہ اب اس نئی منزل کے

بارے میں مجھے کوئی تردد نہیں تھا۔ اگر زندگی کا نشان میرے سامنے ہو تو میں شاید اپنی زندگی میں کوئی جدوجہد کرتا، لیکن وہ جو فلاڈوں پیچھے چھوٹ چکی تھی، وہ جو مجھے کہاں تھی اسے تلاش کرنا آسان کام تو نہیں تھا۔ دنیا اتنی وسیع ہے اور اس وسیع دنیا کے کسی بھی گوشے میں نکل جاؤں ظاہر ہے زندگی کے سانس پورے کرنے ہیں۔ اگر کوئی منزل سامنے ہوتی انسان اس کی جانب بڑھتا ہے۔ میرے سامنے تو کبھی کوئی منزل رہی ہی نہیں تھی، تاہم اس کا نشان باقی تھا۔ خیر خود کو حالات کے دھارے پر بلکہ سمندر کے دھارے پر چھوڑ دیا۔
"بہت اچھا۔" بہر صورت حال ٹھیک ہو گئی۔ بیرٹ کی یاد اب دل سے نکال پھینکی تھی۔ بیچارے کو ان کون کون تحفے دیتا تھا۔ ایک بیرٹ کا تذکرہ جاناڈو کی ایسی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ جب میری حالت بالکل بہتر ہو گئی تو پہلی بار میں نے باہر قدم رکھا۔
جہاز پر خلاصی کام کر رہے تھے۔ مسافروں کی تعداد واقعی بہت کم معلوم ہوتی تھی اور بظاہر عرشے وغیرہ پر کوئی نہیں تھا۔ میں ٹہلتا ہوا عرشے پر نکل آیا اور ایک ریلنگ پر جھک کر سمندر کی لہروں کو دیکھنے لگا۔ کسی نے میری جانب کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ لیکن زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ مجھے کچھ فاصلے پر قدموں کی چاپ سنائی دی اور آنے والے کو دیکھ کر کسی قدر ٹھٹھک سا گیا تھا۔
وہ لمبے قد کا ایک شخص تھا۔ انتہائی قیمتی سوٹ پہنے ہوئے دانتوں میں سگار دبائے۔ اگرچہ اس کا چہرہ وہ آہستہ آہستہ میرے نزدیک آ رہا تھا اور اس کی بڑی بڑی ابھری ہوئی آنکھیں گھور رہی تھیں۔ ایک عجیب سی شخصیت کا مالک معلوم ہوتا تھا یہ شخص۔ وہ میرے بالکل نزدیک پہنچ کر رک گیا اور پھر اس نے اپنی پراسرار آنکھوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔
"راجہ تو آئی صفدر۔"
یہ ایک بم تھا جو میرے کانوں کے پاس پھٹا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کوئی مجھے میرے نام سے مخاطب کرے گا۔ آنے والے کے سراپا کا جائزہ لیتے ہوئے میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس کا جائزہ لیتا رہا۔ تب اس نے سگار کے دو تین گہرے گہرے کش لیے اور پھر پُراطمینان انداز میں بولا۔
"اپنا نام میرے منہ سے سن کر تمہیں یقیناً حیرت ہوئی ہوگی لیکن یہ دنیا حیرتوں کا سمندر ہے۔ کیا تم اس سے انکار کرتے ہو۔؟"
میں خاموشی سے اسے گھورتا رہا۔ تب وہ ادھر ادھر دیکھتا ہوا بولا۔

"میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"
"لیکن تم مجھے کیسے جانتے ہو۔؟"
"دوران گفتگو یہ بات تمہیں معلوم ہو جائے گی۔" اب تک میں بری طرح الجھ گیا تھا۔ بڑے تعجب کی بات تھی آخر اس شخص کو میرا نام کیسے معلوم ہو گیا تھا۔ تب میں نے آہستہ سے کہا۔
"تم ویسے تو کافی میرا تجسس بڑھا رہے ہو۔"
"اگر تم میرا تعارف چاہتے ہو تو پہلے میں تمہیں اپنا نام بتا دوں۔ مجھے پروفیسر ٹارگو کہتے ہیں۔"
"ٹارگو۔" میں نے آہستہ سے کہا۔
"ہاں ٹارگو۔"
"عجیب نام ہے۔ کون سے ملک سے تمہارا تعلق ہے۔؟" میں نے اس سے پوچھا۔
"میرا تعلق اسی زمین سے ہے اور بس اس سے کچھ زیادہ جاننا تمہارے لیے ضروری نہیں ہے۔"
"لیکن مسٹر ٹارگو اب پھر میں وہی سوال کروں گا کہ آپ مجھے کیسے جانتے ہیں۔؟"
"جانتے نہیں جب ڈیڑھ گھڑیوں کو ایک جنگ چل رہی ہے ہمارے اور تمہارے درمیان۔ اس وقت سے جب سے تم اس عظیم چیز کے پیچھے لگے تھے جو تمہاری دسترس سے بہت باہر کی چیز ہے۔"
"کیا مطلب۔؟"
"نام لوں گا تو تم شاید مجھے سمندر میں اٹھا کر پھینکنے کی کوشش کرو گے۔ تاہم اپنے آپ کو اپنے ماضی میں لے جاؤ جب راجہ گوانہ اصغر کا نام لیا جا سکتا ہے تو پھر عظیم ترلوکا کا نام نہ لینا کیا معنی رکھتا ہے۔"
میرے ہونٹ دھواں چھوڑتے جا رہے تھے۔ یہ ترلوکا کا نام ایک بار پھر میرے سامنے آ گیا تھا۔ میں خاموشی سے اپنے قوی ہیکل شخص کو گھورتا رہا اور اس کی ابلتی ہوئی آنکھیں میرے بدن کا طواف کرتی رہیں۔ تب میں نے کہا۔
"ترلوکا مر چکا ہے۔" جواب میں وہ شخص استہزائیہ انداز میں ہنسا اور اس نے کہا۔
"ایک عظیم شخص کبھی مر سکتا ہے؟ تمہارا کیا خیال ہے، کیا وہ جو کائنات کو نئی نئی کہانیاں سناتے ہیں اور بھٹکے ہوؤں کو راستہ دکھاتے ہیں، انسانی ہاتھوں سے فنا ہو سکتے ہیں۔ نہیں میرے ننھے منے سے دوست تم صرف شبہات کے شکاروں کے کام کرتے رہے ہو۔ ایک احمقانہ سی جدوجہد کرتے رہے ہو تم آج تک یہ نہیں

اس کا اندازہ نہیں کہ جس سے تم ٹکرائے تھے وہ لاتعداد روحانی قوتوں کا مالک بھی ہے اور وہ جو روحانی قوتیں حاصل کر لیتے ہیں وہ کسی تحریک سے باقی ہوتے ہیں کسی انسان کے ہاتھوں فنا نہیں ہوتے وقت تم نہیں نہیں مار سکتا وہ لافانی ہوتے ہیں' اور ان کا کام روئے زمین پر ہمیشہ باقی رہتا ہے۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو تم۔ میں تمہاری کوئی بات نہیں سمجھا۔"

"راجہ نواز اصغر زندگی کے کون کون سے موڑ پر شکست کھا گئے تم ابھی دانستہ میں ترلوکا کو مار چکے ہو لیکن ایک جاہلانہ آدمی کی حیثیت سے تم نے اس پر گولی داغ دی اور تمہاری آخری کوشش کیپلی لاس میں اسے قتل کرنے کی تھی۔ لیکن کیا تم بھول گئے کہ وہ حبس دم کا ماہر ہے' وہ ایک منٹ' ایک گھنٹہ' ایک دن ایک ہفتہ' ایک مہینے تک اپنا سانس بند کیے مردہ حالت میں رہ سکتا ہے' اس وقت بھی وہ اتفاقیہ طور پر تم سے دھوکا کھا گیا تھا' لیکن تمہیں احمق بنانے کے لیے اس نے اپنا سانس بند کر لیا اور تم اسے مردہ سمجھ کر چلے آئے۔ ارے بے وقوف شخص کیا تمہارا خیال ہے کہ ایک اتنی بڑی ہستی تمہارے جیسے ننھے اور ناپاک ہاتھوں سے مر سکتی ہے۔"

"میں۔ میں واقعی تمہیں اٹھا کر سمندر میں پھینک دوں گا۔"

"نہیں میرے بیٹے یہ سب کچھ تمہارے بس میں نہیں ہے تم غور کرو اس کے بعد تم کہاں کہاں بھٹکتے رہے کیسے کیسے معاملات میں ملوث رہے لیکن ہماری نگاہ میں تم ہر موڑ پر رہے۔ یہ انسانی قوت نہیں بلکہ روحانی قوت کا کرشمہ ہے۔ تم کسی انسان سے نہیں بلکہ لاتعداد قوتوں کے مالک ترلوکا سے بھڑے ہوا اور تم جانتے ہو کہ وہ تمہارے بس کی چیز نہیں۔"

"تو وہ زندہ ہے۔" میں نے غراتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں اس کی زندگی تو ابدی ہے' ترلوکا ایک انسان نہیں ایک مشن ہے ایک تحریک ہے' ایک عزم ہے' ایک ولولہ ہے جو اس دنیا سے کیا گیا ہے' لیکن اس کی موت کیا معنی رکھتی ہے۔"

"لیکن تمہاری موت کوئی نہ کوئی معنی ضرور رکھتی ہے۔"

"ٹھیک ہے تو چلو پہلے یوں کرو کہ مجھے ہلاک کر دو۔" اس نے کہا اور مجھ پر جنون سوار ہو گیا۔ میں برق رفتاری سے آگے بڑھ کر کسی بھیڑیے کی طرح اس شخص کو ٹکر ماری۔ لیکن مجھے یوں لگا جیسے کہ میرا سر کسی نرم نرم گیلے میں دھنس گیا ہو۔ اس نے مسکرا کر مجھے دیکھا اور بولا۔ "یوں کرو مجھے اٹھا کر پانی میں پھینک دو۔" واقعی اس بار میں نے یہ کوشش بھی کر ڈالی لیکن اس کی حماقت کے بعد مجھے خود ہی شرمندگی ہونے لگی تھی۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے میں زمین میں پیوست کسی ستون سے لپٹ گیا ہوں۔

"کوشش کر کے تھک جاؤ تو مجھے بتا دینا۔" اس نے سگار کا گہرا دھواں چھوڑتے ہوئے کہا اور میں اسے چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔ سانس تیز ہو رہا تھا۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ عجیب کیفیت میرے لیے ناقابل فہم تھی؟ لیکن آہستہ آہستہ میں نے خود کو پرسکون کر لیا۔

عجیب الخلقت شخص اس پر اطمینان سے مجھے گھور رہا تھا اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کروں۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد میں نے خود کو پرسکون کر لیا اور پھر اس کے سامنے بیٹھ کر بولا۔

"کیا یہ بات قابل حیرت نہیں کہ تم اس جہاز پر موجود ہو اور پر سے مجھے اچانک یہاں آ گئے ہو؟"

"تمہاری نگاہ میں یہ قابل حیرت ہو گی میری نہیں۔"

"کیوں۔؟"

"اس لیے کہ تمہیں یہاں تک لایا گیا تھا۔"

"کیا مطلب۔؟"

"مطلب یہ کہ جو کچھ تم پر بیتی تھی اور جو ساتھی تمہارے ساتھ موت کا شکار ہو گیا جن معاملات میں تم پڑے ان میں سے کوئی بھی اتفاق نہیں ہوا تھا۔ ایک ایک لمحہ ہم تو تم پر نگاہ رکھے ہوئے تھے۔"

"اوہ۔ بات ناقابل یقین ہے لیکن اب تو تم جو چاہو کہہ سکتے ہو۔"

"نہیں دوست تمہیں آئندہ اس کا تجربہ ہو جائے گا۔ تمہیں ایک دلچسپ بات بتاؤں تمہیں لطف آئے گا۔"

"کیا۔؟"

"یہ جہاز ایک نامعلوم منزل کی طرف جا رہا ہے اس پر سفر کرنے والے نہیں جانتے کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔ ان کے راستے مختلف ہیں' سمتیں مختلف ہیں اور وہ مختلف انداز میں اس جہاز پر سوار ہوئے ہیں' لیکن سب کی منزل ایک ہے' سب کی منزل ایک ہے۔"

"میں نہیں سمجھا مسٹر۔ میں نہیں سمجھا۔"

"یہ سب وہ ہیں جو کسی نہ کسی طرح ترلوکا کو درکار ہیں۔ وہ ان کے ساتھ اپنا کھیل کھیلنا چاہتا ہے چنانچہ انہیں مختلف راستوں سے یہاں لایا گیا ہے اس جہاز پر وہ اپنی مرضی ہی سے پہنچے ہیں اپنے معاملات کی تکمیل کے لیے لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ ان سب کو یکجا کیا جا رہا ہے اور اس بار ان سب کو ملایا گیا ہے۔" میں حیرانی سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ موٹے آدمی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ راجہ نواز اصغر تمہیں کچھ عرصے کے بعد اس کا یقین بھی آ جائے گا۔"

"اور ان میں سے کوئی نہیں جانتا کہ وہ کسی سازش کا شکار ہو چکے ہیں۔" میں نے سوال کیا۔

"نہیں۔ یہ تمہاری بات اور ہے تمہیں یہ سب کچھ بتا دینے میں کوئی حرج نہیں تھا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے کیا میں تمہارے ساتھ تعاون کروں گا۔" میں نے سوال کیا۔

"مطلب۔؟" موٹے آدمی نے سگار منہ سے نکال کر کہا۔

"مطلب یہ کہ میں ان سب کو وقت سے پہلے آگاہ کر دوں گا اور اس کے بعد یہ سب جہاز کے کپتان کو دیکھ لیں گے تم کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے ان سب پر۔" "نہیں۔" موٹا آدمی ایک بار پھر ہنس پڑا اور اس نے کہا۔

"یہ تمہاری خام خیالی ہے لوگ جان چکے ہیں کہ تم سمندری سفر میں پاگل ہو چکے ہو لہٰذا ایک پاگل جو کچھ بھی کہے گا اس پر کون توجہ دے گا۔ نہیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ کوشش کرتے رہو کوئی حرج نہیں ہے دلچسپ بات ہے کوشش کرو مجھے اس سے لطف آئے گا کیونکہ مجھے اس بات کا یقین ہو گا کہ تم یہ سب کچھ نہیں کر سکو گے۔"

"بہرطور تم سے ملاقات کرنا ضروری تھی اور تم واحد شخص ہو جسے اب حالات کا علم ہے کوشش کرو کہ حالات کو اپنے حق میں کر سکو ترلوکا ایسے کھیل دلچسپی سے دیکھتا ہے اور اس طرح کے کھیل کھیلتا رہتا ہے۔"

"مسٹر فاطر بات کرو۔ میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"تو اب تک ہم مذاق کر رہے ہیں۔" شاہ لگ نے عجیب سے انداز میں کہا اور پھر ہنس پڑا اس کی ہنسی مجھے زہر محسوس ہو رہی تھی۔

"نہیں۔ براہ کرم سنجیدگی سے۔"

"ٹھیک ہے کہو اگر سنجیدگی سے کوئی بات کہہ رہے ہو تو میں ضرور سنوں گا۔" اس نے جواب دیا۔

"دیکھو۔ ترلوکا سے میرا کوئی جھگڑا نہیں ہے کیپلی لاس کی پہاڑیوں میں جو کچھ ہوا وہ ظاہر ہے ایک رد عمل تھا اور انسان اس کے لیے مجبور ہوتا ہے ترلوکا سے کہو کہ میری زندگی مجھے واپس کر دے۔ میں اپنی دنیا میں پرسکون ہو جاؤں گا اور میرے اور اس کے درمیان کوئی جھگڑا نہیں رہے گا۔"

"لیکن وہ جھگڑے پالنے کا عادی ہے یہ اس کا دلچسپ مشغلہ ہے تم ایک بری طرح سے اس کے قابو میں آ گئے ہو لیکن زندگی کے لیے تم اس کی تلاش میں سرگرداں رہو گے دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ تمہیں قید بھی نہیں کرے گا اگر تم دنیا میں واپس آ جاتے تو کچھ دنیا ہوتی ہے اس نے تمہیں تاکہ تم اس کے لیے جو کچھ کر سکتے ہو کرو یقیناً تم نے بہت نقصانات پہنچائے ہیں اس کو لیکن وہ ان نقصانات کا عادی ہے۔ وہ اپنی زندگی میں ان دلچسپ کھیلوں کو جاری رکھنا چاہتا ہے چونکہ اس کے خیال میں یہی کھیل زندگی کا باعث ہوتے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔ چند لمحات مجھے دیکھتے رہنے کے بعد وہ اسی طرح مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ انداز میں ایک عجیب شان بے اعتنائی تھی درحقیقت یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کسی کو خاطر ہی میں نہ لاتا ہو لیکن میرے لیے وہ سوچ کا ایک پہاڑ چھوڑ گیا تھا۔ یہ سب کچھ جان کر مجھے شدید حیرت ہوئی تھی کہ ترلوکا زندہ تھا۔ وہ مرنے کے بعد بھی زندہ رہا تھا اور میری خوشی بھی حد سے گزر گئی تھی۔ اس کے بعد وہ اس حد تک مجھ سے واقف تھا کہ سمندر کے خوفناک سفر کے باوجود اس نے مجھے حاصل کر لیا۔ کیا وہ انسان تھا یقیناً اس بات میں اب کوئی شک و شبہ نہیں رہا تھا کہ پھر بھی یہ اس کے ہمرکاب تھے یقیناً میرا واسطہ کسی ایسی ہستی سے نہیں تھا جو صرف دنیاوی حیثیت رکھتی تھی بلکہ ترلوکا جیسا شخص یقیناً کالے جادو کا ماہر ہی ہو گا اور یہ جادوئی قوتیں ہی تھیں جو اب تک مجھے بچا رہی تھیں۔ کیا ان جادوئی قوتوں سے نمٹنا آسان کام ہو گا؟ کیا اس کے لیے مجھے آسانی سے کوئی راستہ مل سکے گا؟ اب تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میری زندگی میری اپنی نہ رہ گئی ہو اور وہ صرف ترلوکا کے رحم و کرم پر آ گئی ہو۔

کیا کرنا چاہیے اگر جہاز کے مسافروں کو آنے والے اس خطرے سے آگاہ کر دوں جو انھیں درپیش ہے تو کیا وہ واقعی اس پر یقین کر لیں گے ویسے یہ بات ناممکن نظر آتی تھی جیسا کہ ہوتے تاگتے کہا تھا کہ مجھے پاگل قرار دے دیا جائے گا اور ایک پاگل کی بات وہ کیسے مان لیں گے تاوقتیکہ انھیں اس بات کا بھرپور تجربہ نہ ہو۔

غرضیکہ ہر پہلو کے ساتھ سوچنے کے بعد میں نے ایک فیصلہ کیا کہ مجھے جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ انتظار کرنا چاہیے کہ کیا تجویز پیش آتا ہے اور اس کے بعد کام کے لوگوں کا انتخاب کیا جائے۔ بہرطور اگر ترلوکا نے مجھے اپنے راستے پر کھینچ لیا ہے تو میں بھی موت سے ہار ماننے والا نہیں تھا اور اس کے خوف سے اپنے آپ کو ترلوکا کی سرکوبی سے باز نہیں رکھ سکتا تھا اگر اس کوشش سے جان چلی جاتی تو کوئی بات نہیں ہے چنانچہ ان خیالات نے مجھے مطمئن کر دیا اور میں خاموشی سے پیش آنے والے حالات کا انتظار کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ رات کو میری ملاقات جہاز کے مسافروں سے ہوئی تمام تر ہی وجہ باہر نکل آئے تھے اور اپنی اپنی تفریحات میں مشغول ہو گئے تھے۔ بہانت بہانت کے لوگ تھے مختلف ملکوں اور مختلف رنگوں اور نسلوں سے تعلق رکھتے تھے کسی نے میری طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی اور میں ان کے درمیان گردش کرتا رہا۔

سفر جاری رہا دو دن اور دو رات گزر گئے کھانے کے لیے اچھی خوراک ملتی تھی۔ جہاز کا کپتان ہم لوگوں کا خیال رکھتا تھا۔ اور کوئی خاص تکلیف نہیں دی گئی تھی اس یہاں پر اور پھر ایک رات جب ہم سوئے تو بہت برے جاگے اتنی بری اور اتنی اجنبی دنیا میں کہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا میں نے جب ہوش میں آ کر اپنے چاروں اطراف دیکھا تو میرے چاروں طرف سبزہ زار بکھرے ہوئے تھے جن کے درمیان بڑی بڑی چٹانیں نظر آ رہی تھیں۔ خشکی اور بھوکی چٹانیں جنھیں دیکھ کر آنکھوں کو یقین نہیں آ رہا تھا۔

میں نے آنکھیں ملیں اور اپنے بدن میں چٹکیاں کاٹ کر یہ جائزہ لینا چاہتا تھا کہ عالم ہوش میں ہوں یا وہ اپنی طاری ہے یا پھر میں کسی اور دنیا میں نکل آیا ہوں سوچا اور بڑھا اور اٹھ کر بیٹھا اور پھر حقیقت کا یقین کر لینا پڑا۔

"ہاں تو اب جہاز تھا نہ اس کے مسافر بس میں تنہا اس ویرانے میں ان چٹانوں کے نزدیک سبزہ زار پر پڑا ہوا تھا اطراف میں درخت جھول رہے تھے جن پر پرندے چہچہا رہے تھے منظر بے حد خوشگوار تھا آسمانوں پر ہلکے ہلکے بادل چھائے ہوئے تھے۔ خداوند عالم یہ کون سی جگہ ہے جہاز سے یہاں تک کا سفر کس طرح طے ہوا میں کس طرح یہاں آ گیا۔

اپنی جگہ سے اٹھا اور کھڑا ہو گیا۔ اور دفعتاً ہی مجھے اپنے بدن کے لباس کا احساس ہوا۔ یہ لباس۔ یہ لباس۔ میں نے چونک کر اپنے لباس کی طرف دیکھا اور میری آنکھیں شدید حیرت سے پھیل گئیں۔

میرے بدن پر سفید رنگ کا عجیب سا لباس تھا بالکل اس قسم کا جیسے ہندو جوگی پہنے ہوتے ہیں۔ سر پر ٹھنڈک محسوس ہوئی تو سر پر ہاتھ پھیر کر دیکھا۔ پورا سر گھٹا ہوا تھا اور یہ دیکھ کر میں شدت حیرت سے پاگل ہو گیا میرا حلیہ ہی تبدیل کر دیا گیا تھا۔ پاگلوں کی طرح ادھر ادھر نظریں دوڑانے لگا اور پھر ایک جوہڑ کے کنارے پہنچ گیا۔ جو یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ہی چمک رہا تھا شفاف پانی میں اپنی شکل دیکھی اور میری آنکھیں بند ہوتے ہوتے بچیں یہ شکل ہی تبدیل ہو گئی تھی پیشانی پر چندن اور تلک لگا ہوا تھا سر گھٹا ہوا تھا بالکل ہندو جوگیوں کی سی شکل بنا دی گئی تھی میری۔ اور یہ سب کچھ آسانی سے نہیں ہوا تھا۔

شدت حیرت سے میں دیوانہ ہوا جا رہا تھا میرے خدا میں یہ تبدیلی کر کے مجھے کہاں چھوڑ دیا گیا ہے۔ آہ میری زندگی کے ساتھ ایک اور مذاق کیا گیا تھا اور یہ مذاق کرنے والے میرے بدترین دشمن تھے۔

میں پریشانی کے عالم میں آگے بڑھتا رہا۔ اب یہاں رکنا بھی بے مقصد تھا دیکھوں تو سہی کیسی جگہ ہے اور یہاں کیا ہو رہا ہے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک عمارت نظر آئی جو ایک مندر کی قسم کی ہی ہو سکتی تھی میرے قدم اس کی جانب بڑھ گئے۔ مندر کے صحن میں میرے ہی جیسے بہت سے پنڈت پجاری بیٹھے ہوئے جاپ رہے تھے دل تو چاہا کہ ایک بڑا سا پتھر لے کر ان سب کے سر کچل ڈالوں اور یہاں قتل عام کر دوں لیکن خود کو سمجھایا اس قسم کی بحرانی کا کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا تھا مجھے اس طلسم کدے میں اپنی جگہ تلاش کرنی تھی۔ یہ معلوم کرنا تھا کہ اس سے ان لوگوں کا مقصد کیا ہے جو مجھے یہاں تک لائے ہیں۔

ان ساری چیزوں کو دیکھتا ہوا آگے بڑھتا رہا اور پھر مندر کے پاس سے بھی دور نکل آیا ایسے مندر یہاں دور دور تک بکھرے نظر آ رہے تھے۔ دوری سے ان کی چوٹیاں نظر آ جاتی تھیں یہ عالم لگتا تھا جیسے یہاں مندروں کی کوئی بستی ہے پوجا پاٹ کرنے والوں پر میں نے غور نہیں کیا تھا لیکن زیادہ دور نہ چلا تھا کہ مجھے ایک لڑکی مجھے نظر آئی دیو داسیوں کا لباس پہنے ہوئے تھی لیکن چہرہ ہی سے جو شکل نظر آتی تھی اس کے چہرے پر جو خوف و دہشت مجھے دیکھ کر میں اس کی جانب متوجہ ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

آہستہ آہستہ میں اس کی طرف بڑھتا چلا گیا وہ مجھے دیکھ کر سہمی ہوئی تھی پیچھے ہٹی تھی اور پھر اس نے اپنا منہ چھپا لیا وہ دہشت زدہ سی نظر آ رہی تھی دفعتاً وہ چیخ کر بولی۔

"چلے جاؤ یہاں سے چلے جاؤ۔ مجھے تنہا چھوڑ دو میں کہتی ہوں کہ مجھے تنہا چھوڑ دو۔" میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا البتہ میں نے اس کے پاس پہنچنے کی کوشش نہیں کی تھی تھوڑی دیر تک وہ اسی طرح منہ چھپائے روتی رہی اور پھر میری طرف دیکھ کر بولی۔

"میرا تماشا دیکھنا چاہتے ہو۔ تماشا دیکھنا چاہتے ہو تو دیکھو" اس نے چیخ کر کہا اور میں اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

"کون ہو تم؟" میں نے سوال کیا۔

"تمھارا شکار۔ تمھارا شکار بے نیل آدمی۔ تمھاری شکار ہوں۔"

"نہیں بے بی۔ تم میری شکار نہیں ہو۔ اگر تم میری ہی طرح حالات کا شکار ہو تو ہم دونوں ایک ہی راستے کے ہم سفر ہیں" میں نے نرم لہجے میں کہا اور وہ تعجب سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"کیا مطلب؟"

"میں تمھیں تمھاری کہانی سناؤں" میں نے سوال کیا۔ میں گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی۔

"تم کہیں سے لائی گئی ہو خاتون تمھیں یہاں چھوڑ دیا گیا ہے اور اس کے بعد۔ اس کے بعد جب تم جاگی ہو گی تو تمھارے جسم پر یہی لباس ہو گا اور تمھارے اطراف میں یہ عجیب و غریب سبزہ زار بکھرے ہوں گے۔" وہ خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی پھر نفرت بھرے لہجے میں بولی۔

"اور یہ تم اجنبی بات بنا رہے ہو مجھے۔ کیا تم وہی نہیں ہو جو مجھے یہاں لائے تھے۔"

"نہیں بے بی مجھے شاید یہ جان کر حیرت ہو گی یا شاید یقین نہ آئے کہ میں بھی ایسے ہی حالات کا شکار ہوا ہوں ایک جہاز پر سفر کر رہا تھا اور جب آنکھ کھلی تو یہاں موجود تھا۔"

"جہاز پر؟" وہ چونک پڑی۔

"ہاں۔"

"کیا فلوسل نامی جہاز پر؟"

"ہاں" میں نے کہا۔

"میں بھی تو اسی پر تھی۔ میں۔ میں۔" وہ کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گئی اور پھر بولی۔

"لیکن میں تم پر یقین کس طرح کر لوں۔"

"تمھاری مرضی ہے یہاں میری بھی وہی کیفیت ہے جو اس وقت تمھاری نظر آ رہی ہے لیکن کیا بتاؤں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا تم مجھ پر یقین کرو یا نہ کرو۔" میں واپس پلٹا تو وہ دفعتاً چیخی۔

"آہ سنو۔ سنو تو سہی۔ کسی ایسے بے سہارا شخص کو کسی ایسی بے سہارا ہستی کو جیسے دنیا میں سنبھالنے والا کوئی نہ ہو تم اس طرح چھوڑ کر جانا پسند کرو گے یہ بھی مروت کہلاتی ہے۔"

"میں نے تم سے یہ بات کہنا چاہی تھی لیکن تم اس پر یقین نہیں کر پا رہی ہو میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں" میں نے کہا۔

"خدا کے لیے میری مدد کرو۔ خدا کے لیے میری مدد کرو۔"

"کیا نام ہے تمھارا بے بی۔۔؟"

"جولی۔ جولی پیٹرسن۔" اس نے جواب دیا۔

"میرا نام نواب ہے اب تو شاید ہی مختصر ہو کر رہ گیا ہوں بے بی۔"

"مسٹر تم۔ تم۔"

"ہاں جولی میں ان میں سے نہیں ہوں جنھوں نے تمھیں فلوسل ہی پر سفر کرتے دیکھا تھا تم چاہو تو مجھ سے اس کے سفر کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتی ہو۔ اور اب آنکھ کھلی تو ایک چٹان کی آڑ میں پڑا ہوا تھا۔"

"لیکن یہ سب کیا ہے۔؟"

"ہاں اس بارے میں تمھیں کچھ بتا سکتا ہوں۔"

"بتاؤ خدا کے لیے بتاؤ۔"

"یہ بتاؤ ترلوکا نامی کسی ہندو جوگی سے جو بہت گھٹیا ساحر ہے تمھارا کوئی جھگڑا رہا ہے۔"

"ترلوکا۔" اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"ہاں۔ ترلوکا۔"

"مسٹر نواب۔ اس کا اس جگہ سے کیا تعلق ہے۔؟"

"ہم سب اس کا شکار ہیں جولی" اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ آہستہ آہستہ اس کی آنکھوں سے خوف کی پرچھائیاں مٹ گئیں اور پھر وہ خونخوار لہجے میں بولی۔

"سمجھ گئی بالکل سمجھ گئی۔ تمھارا کہنا درست ہے واقعی تمھارا کہنا درست معلوم ہوتا ہے۔ میں ترلوکا ہی کی شکار ہوں۔ اس کے گروہ میں کام کرتی تھی منشیات کی اسمگلنگ کرتی تھی میں اس کے لیے لیکن پھر مجھ پر اچھی زندگی گزارنے کا خبط سوار ہوا میں نے اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ مجھے دھمکیاں دی گئیں کہ ترلوکا سے علیحدگی کا سبب موت ہے لیکن میں نے اس چیلنج کو قبول کر لیا اور انھیں دھوکا دے کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی۔ یقیناً یہ ترلوکا ہی کی کوشش ہو سکتی ہے پھر مجھے گرفتار کر لیا گیا ہے اور یہاں اس

جب سے میں یہاں پھینک کر مجھے سزا دی گئی ہے۔"

"ایسے ہی جس جہاز پر ہم لوگ سفر کر رہے تھے اس پر ایسے ہی لوگ شامل تھے۔"

"ہاں، میں جانتی ہوں مجھے وہاں پینڈرو بھی ملا تھا وہ بھی کہتا تھا کہ ترلوکا ان لوگوں کو کبھی نہیں چھوڑے گا۔"

"پینڈرو کون تھا؟"

"آہنگروں کے گروہ کا ایک کارکن وہ بہت خطرناک آدمی تھا لیکن ترلوکا کے ہاتھوں بے بس ہو کر چوہے کی طرح بلوں میں چھپا پھر رہا تھا اس وقت بھی وہ اپنے مستقبل سے پریشان تھا۔" جولی نے بتایا۔

"آؤ بیٹھو جولی ہم بیٹھ کر باتیں کریں گے۔" میں نے کہا اور ہم دونوں وہاں سے آگے بڑھ کر ایک چٹان پر بیٹھ گئے۔

"تم مجھے ترلوکا کے بارے میں بتاؤ۔"

"کیا معلوم کرنا چاہتی ہو؟"

"وہ کیا ہے؟"

"روئے زمین پر شیطانی قوتوں کا سب سے بڑا مظہر۔ وہ اس دور کا شیطان ہے۔"

"آہ اس کی موت نہیں ہے؟"

"ہاں شاید وہ آب حیات پی گیا ہے۔"

"نہیں جولی، ہر شیطان بالآخر فنا ہو جاتا ہے تاریخ اس کی گواہ ہے۔"

"شاید، لیکن وہ وقت ہماری زندگی میں نہیں آئے گا وہ روحانی قوتیں بھی رکھتا ہے۔"

"ہاں کمبخت جادوگر بھی ہے اور قدیم بھی اس کے گروہ کی تعداد نامعلوم ہے اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے آدمی کہاں کہاں چھپے ہوئے ہیں۔"

میں خاموشی سے سوچنے لگا۔ یا شبہ میں اس کے سامنے احساس کمتری کا شکار تھا میری اوقات ہی کیا تھی اس شیطان کے سامنے بار ہا اس کا تجربہ کر چکا تھا کیا کبھی زندگی میں اس کی قوت کا مقابلہ کر سکوں گا۔ بظاہر یہ ناممکن ہی نظر آتا تھا لیکن امید برقرار قائم ہے۔ میں ابھی جب تک زندہ ہوں اس کے خلاف کام کرتا رہوں گا۔ پھر میں نے پوچھا۔

"اس جگہ کے بارے میں تمہیں کچھ معلوم ہے؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، مجھے ابھی تھوڑی دیر قبل ہوش آیا ہے۔"

"ہوں۔ یہاں لا کر وہ ہم سے کیا چاہتا ہے؟"

"خدا جانے۔" اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ پھر بولی۔ "تم نے اپنا کیا نام بتایا تھا؟"

"لیوانڈ۔"

"ان حالات میں لیوانڈ تم نے اپنے بارے میں کیا سوچا ہے؟"

"کچھ سوچنے کی گنجائش ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"کیا زندگی اب ہمارے تابع ہے۔ کیا ہم اس کے جال میں نہیں آ پھنسے اور کیا یہاں سے نکلنا آسان ہوگا۔"

"نہیں، علاوہ وجہ کے تو یہاں قید نہ کیا گیا ہوگا۔"

"کیا مطلب؟"

"اس سے قبل تم نے ایسے کسی قید خانے دیکھے ہیں، یہاں ہمارے پاس کوئی نہیں ہے لیکن ایسا لگتا ہے جیسے کوئی ہماری نگرانی بھی نہیں کر رہا۔" جولی نے کہا۔

"ہاں جولی، لیکن ترلوکا شیطان کا دوسرا روپ ہے اس کا ہر کام ایسا ہی ہوتا ہے اور اس کی گہرائی نہ جانے کیا ہوتی ہے۔"

"تمہیں اس کا کافی تجربہ معلوم ہوتا ہے۔"

"ایک بات بتاؤ جولی۔"

"جی۔"

"کیا تم پروفیسر مارگو نامی کسی فرد کو جانتی ہو؟"

"مارگو؟"

"ہاں۔"

"ترلوکا سے تعلق ہے؟"

"سو فیصدی۔" میں نے جواب دیا۔

"میں نہیں جانتی۔ یوں بھی کون اس کے سارے آدمیوں کو جانتا ہے۔" جولی نے جواب دیا۔

"بہرحال اس قید خانے سے فرار کا تصور بھی حماقت ہے لیکن اگر تم چاہو تو یہاں تنہائی کے بجائے میرا ساتھ قبول کر لو۔" میں نے پیشکش کی اور جولی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ اور گہری سانس لے کر بولی۔

"مجھ سے دغا تو نہیں کرو گے؟"

"جس کے ساتھ زمانے نے دغا کی ہو جولی وہ کسی سے کیا دغا کرے گا۔" میں نے تڑپتے ہوئے دل سے کہا۔ اور جولی خاموش ہو گئی۔ دفعتاً دور سے کہیں گھنٹہ بجنے کی آواز سنائی دی۔ اور ہم چونک کر ادھر دیکھنے لگے۔ لیکن ہم نے اپنی جگہ سے اٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ تب وہ سامنے ہماری طرف آتے نظر آئے۔ چہروں سے وحشی محسوس ہو رہے تھے۔ دونوں نے ہمارے قریب پہنچ کر ہاتھ جوڑے۔

"بھوجن سویکار کرو گے مہاراج؟" ان میں سے ایک نے کہا۔ دونوں شکل سے ایشیائی نظر آ رہے تھے اور انھوں نے یہ بات اردو میں کہی تھی۔

"کیا مطلب؟"

"بھوجن کا گھنٹہ بجا ہے۔ جب بھی گھنٹہ بجے آپ جہاں بھی ہوں کبھی بھی بھوجن شالہ پہنچ جایا کریں۔ ہاں بھوجن کو من نہ کرے تو یہاں دھوتوں سے بچیں۔ پہلی بات بہت ضروری ہے۔"

"کہاں ہے بھوجن شالہ؟"

"بہت نزدیک ہے۔ وہ سامنے۔" اس نے ایک مندر نما عمارت کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ۔" میں نے کہا۔ جولی حیرت سے مجھے دیکھ رہی تھی جب وہ چلے گئے تو اس نے کہا۔

"کیا کہہ رہے تھے؟" میں نے ان کی بات دہرائی تو وہ گہری سانس لے کر بولی۔ "تم جاؤ مجھے بھوک نہیں ہے۔"

"آؤ جولی، ہمیں زندہ رہنا ہے۔" میرے اصرار پر وہ میرے ساتھ چل پڑی۔ اور ہم مندر کے اس صحن میں پہنچ گئے جہاں ہم جیسے بے شمار لوگ زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے بہت بڑے بڑے پتے بچھے ہوئے تھے اور ان پر کھانا رکھا جا رہا تھا۔ ان میں عمر رسیدہ بھی تھے اور بچے بھی۔ سب بے چارے پیٹ کا شکار تھے۔

ہم بھی ان کے درمیان بیٹھ گئے۔ کھانا پر تکلف قسم کا تھا اور خوب پیٹ بھر کر دیا گیا تھا۔ ہم خاموشی سے کھاتے رہے۔ پھر یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ اور دفعتاً ڈھول سا بجنے لگا پھر ایک آواز ابھری۔

"سنو، یہاں ترلوکا کی اس یاترا میں نئے آنے والوں کا ہم سواگت کرتے ہیں۔ انھیں کچھ بتانا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ یہ کہ وہ ہر جگہ گھوم پھر سکتے ہیں، یہاں کی ہر چیز ان کی ہے مگر کالی پہاڑی کی طرف جانا ان کے لیے خطرناک ہوگا۔ وہاں وحشی اپنے ٹھکانے میں انھیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ان سے ہوشیار رہنا تمہارا فرض ہے۔"

"کیا کہہ رہا ہے یہ؟" جولی نے پھر پوچھا۔ لیکن مجھے بتانے کی ضرورت نہیں پیش آئی کیونکہ اس بار انگریزی میں بھی الفاظ دہرائے گئے تھے۔ جولی نے گہری سانس لی تھی۔

یہاں کے دن رات عجیب تھے۔ کہیں بھی سو جاؤ، کہیں بھی جاؤ، کسی کی پابندی نہیں تھی۔ یہاں رہنے کا بظاہر کوئی تصور نہیں تھا۔ جولی میرے نزدیک ہی لیٹ کر سو گئی تھی۔

دوسرے دن صبح ہم نے دوسروں کی طرح ایک بھوجن شالہ سے ناشتہ کیا اور پھر آوارہ گردی کے لیے چل پڑے جب ہم ایک جگہ سے گھومے تو ہمیں سامنے ہی کالی پہاڑیوں کا سلسلہ نظر آیا۔ غالباً یہ سنگ موسیٰ کے پہاڑ تھے۔ جولی نے میری طرف دیکھا اور بولی۔

"یہی شاید کالی پہاڑیاں ہیں؟"

"ہاں یہی لگتی ہیں۔"

"چلیں اس طرف؟" وہ مسکرا کر بولی۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"مجھے بھی نہیں ہے۔ آؤ دیکھیں تو سہی۔" اور ہم اس جانب چل پڑے۔ جولی بھی بہت مضبوط معلوم ہوتی تھی۔ ہم پہاڑیاں عبور کر کے دوسری طرف پہنچ گئے۔ لیکن ابھی ہم نے دوسری طرف قدم بھی نہ رکھا تھا کہ دفعتاً کسی طرف سے انسانی غراہٹیں سنائی دیں اور دوسرے لمحے میں نے ایک خوفناک منظر دیکھا۔ وہ سب انتہائی قدآور اور خوفناک تھے۔ لباس نام کی کوئی چیز ان کے بدن پر نہیں تھی۔ سب زمین پر اس طرح بیٹھے ہوئے تھے جیسے دوڑ میں حصہ لینے والے اسٹارٹ لینے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ اس سے قبل کہ ہم ہوشیار ہوتے انھوں نے دوڑ لگا دی۔

وہ طوفان کی طرح ہم پر آ پڑے۔ لیکن ان میں سے کسی نے میری طرف رخ نہیں کیا تھا۔ ان سب کی توجہ کا مرکز جولی تھی اور وہ آن کی آن میں اس پر ٹوٹ پڑے تھے۔

"بچاؤ۔" جولیا کی دلدوز چیخ ابھری اور میں سنبھل گیا۔ میں نے لپک کر ایک وحشی پر حملہ کر دیا اور اسے اٹھا کر دوسرے پر دے مارا۔ تیسرے وحشی کی گردن پکڑ کر میں نے ایک چٹان سے اس کا سر ٹکرا دیا اور اس کا سر پھوڑے کی طرح کھل گیا۔ چوتھا وحشی جو جولیا کو کتوں کی طرح بھنبھوڑ رہا تھا۔ تین وحشیوں سے نمٹ کر میں نے اس کی طرف توجہ دی اور جولی کو بمشکل اس کے چنگل سے چھڑایا۔ اس نے پلٹ کر میرے شانے میں منہ مارا اور میں نے اس کے دانت بھینچے ہوئے اس کا سر بھی چٹان سے ٹکرا دیا۔ مرتے ہوئے اس کے حلق سے ایک عجیب آواز نکلی۔ اور اس کے جواب میں چٹانوں کی دوسری طرف سے ایک خوفناک شور بلند ہو گیا۔ بہت سے وحشی ہمیں اپنی طرف دوڑتے نظر آئے۔ میں نے جولی کا ہاتھ پکڑا لیکن اسی وقت ہمارے عقب سے گہری آوازیں سنائی دیں اور چند لوگ ہاتھوں میں عجیب ساخت کی رائفلیں لیے یہاں پہنچ گئے۔ انھوں نے رائفلوں کا رخ وحشیوں کی طرف کر کے فائر کیے۔ رائفلوں سے آگ کے شعلے نکلے اور دوڑتے ہوئے آدم خور وحشی رک گئے۔ وہ خوفزدہ نظر آ رہے تھے۔ اور پھر پلٹ کر بھاگ نکلے۔

"چلو یہاں سے۔" ہمارے مددگاروں میں سے ایک نے کرخت لہجے میں کہا۔

اور ہم واپس چل پڑے۔ "تم یہاں کیوں آئے تھے؟ کیا تم نے وارننگ نہیں سنی تھی؟" دوسرے نے کہا۔ ہم خاموش رہے تھے۔ کالی پہاڑیوں سے کافی دور آکر انھوں نے ہمیں چھوڑا اور وہ بھی واپس چلے گئے۔ جولی اپنے خوابیدہ لباس کو دیکھ کر شرما رہی تھی۔

"لباس کا کیا کریں نوازش؟" جولی نے پریشان لہجے میں کہا۔

"وہ یہاں کسی سے رابطہ بھی تو قائم نہیں ہو سکتا۔" میں نے کہا۔

"آہ سب کی نگاہیں مجھ پر پڑیں گی۔" جولی بولی۔ میرے ذہن میں ابھی کوئی حل نہیں تھا۔ میں نے اوپری لباس کی ایک چادر اسے دے کر کہا۔

"اس میں تم مضحکہ خیز ضرور نظر آؤ گی جولی۔ لیکن اس کے علاوہ اور کیا بھی کیا جا سکتا ہے؟"

"لاؤ یہ عارضی طور پر مجھے دے دو۔ میں تم سے شرمندہ ہوں۔" جولی نے کہا۔ اور میں نے چادر اسے دے دی۔ اس سے جولی کا بدن کسی حد تک ڈھک گیا تھا۔ رات کو جب ہم موجن تنالہ پہنچے تو ایک سادھو ہمارے پاس آگیا۔

"اس لڑکی کو لباس چاہیے؟"

"ہاں۔ اس کا لباس پھٹ گیا ہے۔"

"آؤ۔ میں اسے لباس دوں۔ آجا لڑکی۔" وہ بولا لیکن جولی مجھے دیکھنے لگی تھی۔ شاید وہ سادھو کے ساتھ اکیلے جانے کے لیے تیار نہ تھی۔ "تم بھی آجاؤ۔ کوئی بات نہیں ہے۔" سادھو نے کہا۔

سادھو کے انداز میں نرمی اور محبت تھی چنانچہ ہم دونوں اس کے ساتھ چل پڑے۔ رخ مندر کے اندرونی علاقے کی جانب تھا۔ مندر کے صحن سے گزر کر ہم لوگ اندر پہنچے اور سادھو ہمیں ایک کمرے میں لے گیا۔ اس کمرے میں ایک دروازہ اور بھی تھا۔ سادھو نے آہستہ سے کہا۔

"وہ دیوکنیاؤں کا کمرہ ہے۔ تم وہاں جا کر اپنے لیے کوئی بھی لباس نکال لو بالکل بلا تکلف۔ تم یہیں رکو۔ جب وہ واپس آجائے تو تم دونوں چلے آنا۔ یہ دھرم کی جگہ ہے۔ یہاں کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہوتی۔"

وہ واپس چلا گیا اور جولی مجھے دیکھ کر مسکراتی ہوئی کمرے کے دروازے سے اندر داخل ہو گئی۔ سامنے دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔ دوسری طرف سے سادھو نے وہ دروازہ بھی اندر سے بند کر دیا تھا جس سے گزر کر مجھے اندر لایا تھا۔ ابھی تک میرے ذہن میں اس سلسلے کی کوئی خاص بات نہیں تھی سوائے اس کے کہ میں جانتا تھا کہ میں تریوکا کے جال میں ہوں اور یہ پُراسرار طلسم کدہ تریوکا کا ہی تخلیق کردہ ہے۔

یہاں اس کے پجاری نظر آ رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے تریوکا درحقیقت اب اپنی ملکیت میں ہو۔ یہ کون سی جگہ تھی اور کیا تھی اس کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ لیکن یہاں جس انداز کے مندر بنے ہوئے تھے اور جس طرح پجاری آتے جاتے رہتے تھے اس سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ ممکن ہے کوئی ایسی ہی جگہ ہو۔ لیکن کون سی؟ اس کے بارے میں معلوم کرنا ابھی میرے لیے ممکن نہیں تھا اور مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ یہاں پر موجود کوئی بھی اس کے بارے میں کچھ بھی بتانے کو تیار نہیں ہے۔ چنانچہ اس کوشش کو میں نے کچھ دن کے لیے ملتوی کر دیا تھا۔ ذرا صورت حال کا جائزہ لے لوں اس کے بعد فیصلہ کروں گا کہ مجھے آئندہ کیا قدم اٹھانا چاہیے۔

لیکن دفعتاً مجھے محسوس ہوا کہ یہاں میرے قیام کی مدت طویل ہو گئی ہے۔ جولی ابھی تک اپنا لباس تبدیل کر کے واپس نہیں آئی تھی۔ یوں تو عورتیں لباس کے معاملے میں بڑی الجھن دہ ثابت ہوتی ہیں، خواہ کسی بھی حالت میں ہوں۔ لیکن اگر بہت سے خوبصورت لباس ان کے سامنے آجائیں تو ان کے لیے یہ فیصلہ کرنا انتہائی مشکل کام ہو جاتا ہے کہ وہ ان میں سے کون سے لباس کا انتخاب کریں۔ لیکن ایسے حالات میں جولی کو لباس کے انتخاب پر توجہ نہیں دینی چاہیے تھی بلکہ جلد سے جلد اسے میرے پاس پہنچ جانا چاہیے تھا۔ اسے دیر ہو گئی تو میں آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور دروازے کے نزدیک پہنچ گیا۔

میں نے دروازے پر دستک دی تو مجھے احساس ہوا کہ دروازہ جو اوپر سے لکڑی کا نظر آرہا ہے درحقیقت لکڑی کا نہیں بلکہ جست کا یا کسی ایسی ٹھوس دھات کا بنا ہوا ہے جس پر انگلی مارنے سے انگلی کو تکلیف پہنچتی تھی۔ مجھے اس بات پر حیرت ہوئی۔ جولی نے یہ دروازہ خود ہی بند کیا تھا۔ لیکن مندر کے اس حصے میں جست کے دروازے کی موجودگی کیا حیثیت رکھتی تھی؟ میں نے اسے کھٹکھٹا کر دیکھا، لیکن دروازہ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے دیوار ہی کا ایک حصہ ہو۔ دل میں شک سا پیدا ہوا۔ تب میں نے زور زور سے تھپتھپاتے ہوئے چیخ کر کہا۔

"جولی جلدی آؤ، دیر کر رہی ہو۔" نہ جانے کس خیال کے تحت میں اس دروازے کی طرف بڑھا جس سے گزر کر میں اندر آیا تھا اور جسے جوگی جاتے ہوئے بند کر گیا تھا۔ اور یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ دروازہ بھی لکڑی کا نہیں بنا ہوا تھا بلکہ دیوار بن گیا تھا جیسا میرے اور جولی کے درمیانی دروازے میں تھا۔

ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں ہزاروں وسوسے ابھرے

کیا کھیل ختم ہو گیا؟ کہیں کوئی چوٹ ہو گئی۔ میں نے سوچا اور پریشانی کے عالم میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ دفعتاً میں نے اپنے سامنے کی دیوار اپنی جگہ سے سرکتی ہوئی دیکھی۔ دروازہ اسی طرح بند تھا۔ کمرہ مختصر تھا لیکن دیوار کے ہٹ جانے سے اب مجھے یہ کمرہ کافی لمبا اور دور تک پھیلا ہوا نظر آ رہا تھا۔ سب یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ایک طویل راہداری دور تک جا کر بائیں سمت گھوم گئی تھی۔ میں حیرت زدہ انداز میں ان تمام چیزوں کو دیکھتا رہا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس طرح مجھے یہاں اچانک لانے کا مقصد کیا ہے۔ اگر وہ چاہتے تو کسی بھی جگہ مجھ پر قابو پا کر مجھے اپنی تحویل میں لے سکتے تھے۔ لیکن اس طرح۔ بہرطور میں نے خیالات کو ذہن سے جھٹک دیا۔ جولی اس کمرے میں قید ہو گئی تھی۔ پتہ نہیں اس بے چاری پر کیا بیت رہی ہو گی۔ لباس تبدیل کرنے کے لیے گئی تھی۔ لیکن یہاں صورت حال بالکل ہی تبدیل ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک میں کچھ سوچتا رہا اور پھر اس راہداری کی جانب چل پڑا۔ کیونکہ باہر نکلنے کے لیے اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں تھا اور یہاں چپ چاپ بیٹھے رہنے سے زندگی ہو جانا لگتا ہے مقصد تھا۔ چنانچہ میں اس طویل راہداری میں آگے بڑھتا رہا اور پھر یہ میری طرف گھوم گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ راستہ کس سمت جاتا ہے؟ یا اس کی ساخت کس نوعیت کی ہے؟ بظاہر تو سیدھا اور وسیع معلوم نہیں ہوتا تھا لیکن چند لمحات کے بعد میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ راہداری گہرائیوں کی سمت جا رہی ہے۔ میرے پاؤں خودبخود زمین پر پھسلتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں۔ اس کا مقصد ہے کہ راستہ آگے جا کر زیر زمین ہو جاتا ہے۔

اس پُراسرار ماحول میں میں آگے بڑھتا رہا۔ تریوکا کم بخت نے جو یہ جال پھیلائے ہوئے تھے ان کے بارے میں سوچتا تو یوں محسوس ہوتا کہ شاید خواہ مخواہ حماقت ہی کی تھی۔ پتہ نہیں کس طرح امریکہ میں وہ میرے جال میں پھنس گیا تھا۔ لیکن اس کم بخت کا جال تو بے پناہ وسیع ہے اور نہ جانے کیا کیا ہنگامے کیے ہوئے ہیں اس نے۔ کیا میں ان ہنگاموں سے کبھی نمٹ سکوں گا۔

میں آگے بڑھتا رہا اور پھر ایک بہت بڑے ہال میں داخل ہو گیا۔

یہ ہال شفاف تھا اور اس کی دیواروں سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔ ہلکی سی سیٹی کی آواز فضا میں منتشر ہو رہی تھی۔ تب میں نے محسوس کیا کہ سیٹی کی یہ آواز تو بہت دیر سے آ رہی ہے اور میرے کان اس کے عادی ہو گئے ہیں۔ لیکن جب تھوڑی دیر کے بعد جیسا میں ہال میں پہنچا تو اچانک سیٹی کی آواز پُرسکون ہو گئی ہے اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کائنات کی گردش رک

بڑی دیر تک کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ اپنی جگہ کھڑا خاموشی سے ادھر ادھر دیکھتا رہا اور پھر زمین پر بیٹھ گیا۔ اعصاب میں اس قدر تناؤ تھا کہ کسی بھی لمحے یہ تنے ہوئے اعصابی تار ٹوٹ جانے کو تھے۔ میں نے اس نئے قید خانے کو کئی بار متحیرانہ نگاہوں سے دیکھا تھا اور اب مجھے کسی نئی افتاد کا انتظار تھا۔

بیٹھے بیٹھے میں زمین پر لیٹ گیا اور اس کے بعد اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ اس کے بعد نتائج ہولناک بھی ہو سکتے ہیں۔ ممکن ہے تریوکا براہ راست مجھ تک پہنچے۔ میرے کان آہٹوں پر لگے ہوئے تھے لیکن ابھی تک کوئی آہٹ سنائی نہیں دی تھی۔ یہاں خاص گرمی تھی۔ بدن پسینے میں شرابور ہو رہا تھا۔ بہرطور میں لیٹا رہا اور وقت گزرتا رہا۔

آنکھیں بند کیے لیٹے رہنے سے ذہن پر غنودگی چھا گئی، اور پھر غیر محسوس انداز میں آنکھیں بند ہو گئیں۔ غالباً مجھے نیند آگئی تھی۔

رات کا نجانے کون سا پہر تھا۔ گرمی اور حبس کی وجہ سے میری آنکھ کھل گئی۔ سینہ دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔ میں نے گھبرا کر اپنے اس قید خانے کو چاروں طرف سے دیکھا۔ آہ یہاں قید کرکے وہ لوگ مجھے بھول گئے تھے۔ لیکن میرا اندازہ غلط نکلا۔ پتھروں کے کسی دروازے کی گڑگڑاہٹ سنائی دی اور پھر کئی آدمیوں کے قدموں کی چاپ۔ آنکھیں بند کیے ہونے کی وجہ سے میں یہ نہ دیکھ سکا کہ اندر آنے والے کون لوگ تھے اور کیا چاہتے تھے۔ وہ میرے نزدیک آکر خاموش کھڑے ہو گئے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ ان کی آنکھیں مجھ پر جمی ہوئی ہیں۔ لیکن میں بے حس و حرکت لیٹا رہا۔ ایک بار ذہن میں یہ بھی آیا کہ ان سے پوچھوں جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔ لیکن کیا فائدہ تھا۔ ابھی مجھے انتظار کرنا چاہیے۔ قدموں کی آہٹ کچھ دیر بعد واپس جاتی ہوئی سنائی دی اور پھر دروازہ بند ہو گیا۔

وہ کیوں آئے تھے؟ اور کیوں واپس چلے گئے؟ اس بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ بہرطور میں چھت کو گھورتا رہا۔ ذہن کو تھکن کے عالم میں خالی رکھنے کا مطلب نیند کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ایک بار پھر میری پلکیں جڑ گئیں۔ جب میں جاگا تو واقعی میری حالت ایسی تھی جیسے میں ایک طویل مدت کی بے ہوشی کے بعد ہوش میں آیا ہوں۔ اس قید خانے میں ایک طرح سے مجھے قید تنہائی میں رکھا گیا تھا۔ لیکن اگر اس قید کا مقصد میرے علم میں آجاتا تو شاید مجھ پر اتنی بُری کیفیت طاری نہ ہوتی۔ بہرطور میں خاموشی سے اپنی جگہ پڑا رہا۔

ایک بار پھر کسی وقت دروازہ کھلا اور قید خانے کی دھندلی روشنی میں کچھ تیزی ہو گئی۔ اندر آنے والی کو دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

وہ جولی ہی تھی، انتہائی خوبصورت لباس میں ملبوس، اس انداز میں اندر آئی تھی جیسے چھپ کر آئی ہو اور اس نے اس طرح مجھے اشارے کیے تھے اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ حقیقی راہداری میں کوئی موجود ہے۔

دروازہ ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ بند ہو گیا اور وہ آہستہ آہستہ چلتی میرے نزدیک آ گئی۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔
"اوہ جولی تمہارے لیے کتنا پریشان تھا میں تم تصور بھی نہیں کر سکتیں۔"
"کیوں۔؟" اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔
"یہ سوال کر رہی ہو مجھ سے۔؟"
"ہاں کوئی حرج تو نہیں ہے اس سوال میں۔"
"جس طرح تم وہاں بند ہو گئی تھیں اور جس طرح مجھے دوسری جانب قید کر دیا گیا تھا کیا تمہیں اس کا احساس نہیں ہے؟"
"ہے۔"
"اور اس پر بھی تم پریشان نہیں ہو۔"
"نہیں اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ دراصل ہم لوگ جس طرح طلسم کدے میں پھنس گئے ہیں اس میں اگر ہم اپنے ذہنوں میں پریشانیوں کو جنم دیں تو ہم کچھ نہیں کر سکیں گے۔ میں تو پرسکون ہوں۔"
"کیا مطلب۔؟"
"اس کمرے میں داخل ہونے کے بعد میں نے لباس تبدیل کیا اور پھر جب دوسرے دروازے کو آزمایا تو پتہ چلا کہ وہ تو دروازہ ہی نہیں ہے بلکہ دیوار کا ایک حصہ تھا جو اپنی جگہ سے سرک گیا تھا اور مجھے اس قید سے بے پناہ خوف محسوس ہوا، لیکن اس کے بعد ——— میں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور آنے والی صورت حال کا انتظار کرنے لگی۔"
"پھر مجھ سے کچھ لوگوں نے رابطہ قائم کیا اور بہت ہی پرخلوص انداز میں پیش آئے۔ ترلوکا کے آدمی تھے وہ کیا تم مسٹر جوزف کو جانتے ہو۔؟"
"جوزف۔" میں نے سوال کیا۔
"ہاں پروفیسر جوزف شارگو۔"
"اوہ میں اسے صرف پروفیسر شارگو کے نام سے جانتا ہوں۔ موٹی سی جسامت کا عجیب و غریب انسان۔" میں نے کہا۔
"ہاں اسی کی بات کر رہی تھی میں۔"
"تو پھر۔؟"
"بس پروفیسر شارگو نے مجھے بڑی نرم روی سے اپنے پاس بلایا، مجھ سے کچھ گفتگو کی اور اس کے بعد تمہارے پاس بھیج دیا۔"
"ہوں! کوئی منصوبہ ہے کیا۔؟"
"ہاں ایک منصوبہ ہے۔ پروفیسر شارگو کے قول کے مطابق طور پر وہ منصوبہ ان کا نہیں ہے بلکہ ترلوکا کی طرف سے انہیں اس کے بارے میں کچھ ہدایات ملی ہیں۔"
"منصوبہ کیا ہے۔؟"
"عجیب و غریب باتیں ہیں تو ازشاید تم ان باتوں پر یقین نہ کرو۔"
"بتاؤ مجھے پلیز بتاؤ۔ میں سب کچھ معلوم کر لینا چاہتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔
"کیا تم ترلوکا کے عقیدت مندوں میں آنا پسند کرو گے راجہ نواز اصغر۔؟" جولی نے پوچھا اور میں تعجب سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔
"یہ تم مجھ سے سوال کر رہی ہو یا مجھ پر طنز کر رہی ہو یا ترلوکا کا مذاق اڑا رہی ہو۔؟"
"میں تم سے صرف یہ بات معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ کیا تم ترلوکا کے عقیدت مندوں میں آنا پسند کرو گے۔؟"
"عقیدت مندوں سے تمہاری کیا مراد ہے۔؟"
"تمہارا سر گھٹا ہوا ہے۔ تمہارا جسم بھی ہندو سادھوؤں کی مانند ہے۔ اگر تمہارا دل بھی اسی طرح کا ہو جائے تو کیا برائی ہے۔ ترلوکا کی قوتوں کو تم دیکھ چکے ہو اور ترلوکا کی بڑائی کو تم نے تسلیم کر لیا ہے، تو پھر اب اس کے مسلک کا اعلان کیوں نہ کر دیتے۔ تم اس کے خاص آدمیوں میں شامل ہو جاؤ گے۔ وہ تمہیں بہت بڑا درجہ دے گا۔ بہت بڑی مراعات دے گا تمہیں۔" جولی کہہ رہی تھی اور میں عجیب سے انداز میں اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔

ایک عجیب سا احساس میرے ذہن میں پیدا ہو رہا تھا کیونکہ مجھے اس بات کا یقین تھا کہ جولی اس وقت اپنے ہوش و حواس میں نہیں ہے۔ اس سے قبل اس نے جو کچھ مجھے بتایا تھا وہ میں نے سچا ہی سمجھا تھا، لیکن اب یہ محسوس ہوتا تھا جیسے اس کی آواز کا انداز اور قوت بدل رہی ہو۔ اور ترلوکا کی روحانی قوتوں کے بارے میں مجھے اتنا تو معلوم ہو چکا تھا کہ وہ ایک نمایاں حیثیت رکھتی تھی۔

اور اس قوت کو کسی بھی طرح جولی کے ذہن میں اتارا جا سکتا ہے۔ چنانچہ یہی ہو سکتا تھا کہ جولی اس وقت اپنے آپے میں نہ ہو، لیکن اس کا چہرہ پرسکون تھا۔ میں چند لمحات کچھ سوچتا رہا پھر میں نے کہا۔
"جولی کیا تمہیں فوراً یہاں سے واپس جانا ہے۔؟"
"نہیں میں تمہارے پاس اسی مقصد کے تحت آئی ہوں تاکہ ہم لوگ مل کر کوئی مناسب فیصلہ کر سکیں۔"
"تو پھر کیا یہ قید خانہ ہے ہمارے لیے۔؟"
"اگر ترلوکا کی عقیدت اپنے سینے میں اتار لو تو یہی قید خانہ تمہارے لیے جنت بن سکتا ہے اور اگر ایسا نہ کر سکو گے تو پھر یہ قید خانہ تمہارے لیے جہنم کا درجہ بن جائے گا۔" جولی نے کہا۔
"ہم کچھ دیر تو یہاں رک سکتے ہیں نا۔؟"
"ہاں کیوں نہیں۔" وہ بولی اور میں ایک طرف بیٹھ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ جولی نے دفعتاً چونک کر دروازے کی طرف دیکھا جو ہال کے بغلی سمت میں تھا اور پھر آہستہ سے بولی۔
"یہاں کچھ نہیں لیکن اگر تم آرام کر کے کچھ سوچنا چاہو تو اس دروازے کے دوسری جانب خوبصورت آرام گاہ موجود ہے۔"
"مجھے سہارا دو جولی، درحقیقت نہ جانے کیوں میں اپنے اندر ایک عجیب سی کمزوری کا احساس کر رہا ہوں۔" میں نے کہا اور جولی ہمدردی سے اٹھ کر میرے نزدیک پہنچ گئی۔ اس نے سہارا دے کر مجھے اٹھایا اور پھر اسی مخصوص دروازے میں داخل ہو گئی۔ درحقیقت اس طرف ایک خوبصورت خواب گاہ موجود تھی۔ ضروریات زندگی کی دوسری چیزیں بھی وہاں موجود تھیں۔ اندر داخل ہونے کے بعد جولی نے دروازہ بند کر لیا اور مسہری پر میرے پاس آ بیٹھی۔
"میں تمہارے لیے ہر سہولت فراہم کرنے کو تیار ہوں راجہ نواز اصغر بولو کیا چاہتے ہو۔؟"
"جولی ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔
"ہاں پوچھو۔؟"
"تھوڑی دیر قبل جب تم میرے ساتھ تھیں اور ہم ہماڑوں میں بھٹک رہے تھے اور میں نے تمہیں وحشیوں سے بچایا تھا تو تمہارے سینے میں ترلوکا کے لیے انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اور اب اس خوبصورت لباس میں ملبوس ہو کر ہندوستانی مندر کی دیوداسی کی شکل میں آ کر تمہارے اندر ایک نمایاں تبدیلی پیدا ہو گئی ہے کیا تم اس کی وجہ بتا سکتی ہو جولی؟" آنکھیں بند کر کے مسکرانے لگی پھر بولی۔
"انسان کو کسی وقت بھی عقل آ جاتی ہے۔"
"کیا مطلب۔؟"
"بس یوں سمجھو کہ مجھے عقل آ گئی ہے۔"
"خوب۔ بھلا وہ کس طرح۔؟"
"اول تو ترلوکا سے انحراف ناممکن ہے۔ میں اس کے گروہ کے لیے کام کر رہی تھی مجھے کرتے رہنا چاہیے تھا۔ خواہ مخواہ ایک اچھی بھلی زندگی کو چھوڑ کر برائیوں کی طرف دوڑی بھلا یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ تلاش معاش میں آوارہ گردی کرتے پھرو۔ لوگوں کی ڈانٹیں سہتے پھرو۔ ٹکریں کھاؤ اور اپنے آپ کو اعلیٰ ظرف کا نام دے دو۔ اعلیٰ ظرفی کیا چیز ہے۔ ظرف کیا ہوتا ہے، دل کیا ہوتا ہے، ذہن کیا ہوتا ہے تم خود سوچو انسان کے جسم کی خواہشات سب سے زیادہ نمایاں ہوتی ہیں۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد روتا ہے اسے دودھ درکار ہوتا ہے اسے ماں کی آغوش چاہیے ہوتی ہے۔ گویا انسان روز اول ہی سے طلب گار ہے اور طلب اس کی زندگی کا خاصہ ہے۔ اس کے بعد وہ آگے بڑھتا ہے اس کے سینے میں اس کے ذہن میں اقدار ٹھونسے جاتے ہیں۔ اسے تہذیب سکھائی جاتی ہے اسے پتہ نہیں کیا کیا سکھایا جاتا ہے اور وہ چوپائے کا مرتبہ کھو کر رہ جاتا ہے۔ حالانکہ فطری طور پر وہ ایک سیدھا انسان تھا۔ لباس نام کی چیز اس کے بدن پر صرف اسی لیے ڈالی گئی کہ تہذیب اور اقدار کے علم برداروں کی پسند کی چیز ہے۔ اگر تم سلسلہ نسل کی ماہیت پر غور کرتے ہو تو کیا تمہیں اس بات کا اندازہ نہیں ہوتا کہ تمہیں لباس میں ملبوس کر کے بھی پیدا کیا جا سکتا تھا۔ اس کا مقصد ہے کہ زندگی کی ضرورتوں میں لباس شامل نہیں ہے۔ لیکن اقدار اور سماج اور معاشرہ جو راستے تمہارے لیے متعین کر دیتا ہے۔ اگر تم انہیں اپنا کر بھی آگے بڑھو تو پھر بھلا ان چیزوں کے حصول کے لیے تمہیں اخلاقیات کا تعین کیوں کرنا پڑتا ہے جو تمہاری ضرورتیں ہیں۔ دیکھو ترلوکا کی تعلیمات یہی ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ انسان معصوم ہے، ذاتی مرضی سے پیدا ہوتا ہے، ذاتی مرضی سے مرتا ہے تو پھر اس کے اوپر یہ جابرانہ بوجھ کیوں لاد دیے جاتے ہیں۔ وہ کیوں اقدار اور اخلاقیات کے اتنے گہرے بندھنوں میں جکڑا جاتا ہے۔ یہ اتنے سارے وزن تو ظلم کے مترادف ہیں۔ سماج اور معاشرے کے بنائے ہوئے اصول تو بالکل بے کار ہیں۔ اور انہیں جاری نہیں رہنا چاہیے۔ پھر خود اس کے ساتھ ساتھ ہی ترلوکا یہ بھی کہتا ہے کہ ہم ان حدود کو پامال نہیں کرتے

میں جو ہماری فطری خواہش ہوتی ہے۔"

"تمہاری اُلجھی ہوئی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہیں۔"

"آہستہ آہستہ سمجھ میں آ جائیں گی، اس کے لیے اتنی جلدی ضروری نہیں ہے۔ جہاں تک میری تبدیلی کا معاملہ ہے بس یوں سمجھ لو کہ مجھے روشنی مل گئی ہے۔"

"یہ روشنی تمہیں کہاں سے ملی ہے جولی؟" میں نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"اوہ کن فضول باتوں میں پڑ گئے ہو، بتاؤ کیا کسی چیز کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے؟" جولی نے پوچھا۔

"ہاں بھوک لگ رہی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں لاتی ہوں کھانا تمہارے لیے۔" وہ بولی اور دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ جولی کی اس کیفیت میں، میں ایک بات محسوس کر رہا تھا، مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا انداز کچھ مشینی سا ہو اور میں وثوق سے یہ بات کہہ سکتا تھا کہ اس وقت اس کی ذہنی حالت کسی اور کے کنٹرول میں تھی۔ بہرطور وہ میرے لیے عمدہ قسم کا کھانا لے کر واپس آ گئی۔ میں نے کھانا کھایا۔ سب کچھ کھانے پینے کے بعد میرے ذہن میں عجیب و غریب خیالات اُمڈنے لگے۔ میں اب تک جو کچھ کرتا رہا تھا وہ میرے راستے کا تعین نہیں تھا، الجھتے ہوئے ذہن کو سکون دینے کے لیے کچھ نہ کچھ تو ہونا چاہیے، کوئی ایسی چیز، کوئی ایسی ترکیب جس سے کم از کم میری ذہنی رو ہی بٹ جائے جس طلسم کدے میں آ پھنسا تھا اس میں پھنسنے کے بعد زندگی کو کچھ اور راستے درکار تھے۔ جولی میرے پاس موجود تھی اور عجیب سی آنکھوں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر کہا۔

"جولی میرا ذہن کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں ہے، مجھے تمہارا سہارا چاہیے۔"

"میں سر سے پاؤں تک تمہارے لیے سہارا ہوں۔" اس نے جذباتی لہجے میں کہا۔ اور میری آنکھیں جھک گئیں۔ میں جولی کا سہارا قبول کرنے کے لیے اپنے آپ کو آمادہ کر چکا تھا۔

ذہن و دل کی گہرائیوں میں مذہبی کی تھپکیاں سنائی دے رہی تھیں لیکن میں نے دل و دماغ کے دروازے بند کر لیے تھے، وہ خود بھی تو مجھ سے اتنی دور چلی گئی تھی اسے بھی تو چاہیے تھا کہ میرا سہارا بنتی، نجانے کس جال میں پھنس گئی ہے، زندہ بھی ہے یا مر چکی ہے، اب میں اپنے آپ کو زندگی کی ان اذیتوں سے کب تک روک کر رکھوں، کچھ نہ کچھ تو اپنے جینے کا سہارا کرنا ہوگا اور اس کے لیے ایک بار پھر مجھے اس پراسرار اصغر کو آواز دینا تھا جو تقدیریں بدل دینے کا ماہر تھا، جو حالات کو قابو میں کرنے کے لیے اپنے آپ کو مستعد رکھتا تھا اور میں اس کی بات سے خوفزدہ تھا، حالانکہ جب مجھے ان راستوں پر ان حدود تک لا چکا تھا تو پھر اجتناب کیسے کروں، میرا تصور پہنچا تھا۔ ہاں میرا قصور نہیں تھا۔

جولی کے بارے میں مجھے یقین ہو گیا تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح ہپناٹائز کر دی گئی ہے، بہرحال وقت گزرتا رہا اور اس کے بعد جولی نے مجھ سے واپس جانے کی اجازت مانگی۔

"ٹھیک ہے جولی تم میرے لیے کچھ وقت طلب کرو، تاکہ اب میں فیصلہ ترلوکا ہی کے حق میں دے دوں۔" اس نے جواب میں سر ہلایا اور جلد ہی واپس آنے کا وعدہ کر کے رخصت ہو گئی۔

اس کے جانے کے بعد میں گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا میں کوئی ایسا اقدام کرنا چاہتا تھا جس سے مجھے کوئی فائدہ ہو، لیکن اس کے لیے اچھی طرح سوچنا سمجھنا ضروری تھا۔

جولی کو ہپناٹائز کر دیا گیا تھا، یہ کوشش مجھ پر بھی آزمائی جا سکتی تھی اور مجھے اس سے محفوظ رہنے کے لیے انتظامات کرنے تھے۔

خلاف توقع وہ جلد ہی واپس آ گئی، اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور اس کی سانس دھونکنی کی طرح چل رہی تھی، آنکھوں میں تفکرات کے سائے لہرا رہے تھے۔ وہ بے تابی سے میرے نزدیک پہنچ گئی۔ چند لمحوں تک وہ منہ کھولے مجھے گھورتی رہی۔ پھر آہستہ سے بولی۔

"اوہ تمہارے لیے ایک بڑی خبر ہے راجہ نواز اصغر۔"

"ترلوکا نے تم پر خصوصی نگاہ رکھنے کے لیے کہا ہے اور اس کے لیے جے راج مہاراج کو بلایا ہے۔"

"یہ... یہ راج کون ہے؟"

"میں نہیں جانتی... لیکن بس مجھے یوں ہی محسوس ہوا ہے۔ جیسے وہ کوئی بہت ہی خطرناک آدمی ہے۔" جولی نے کہا۔

"اور تم اپنے احساس کے سہارے مجھ تک چلی آئی ہو۔"

"ایں۔" وہ چونک پڑی۔ چند لمحات پریشانی کے عالم میں میری شکل دیکھتی رہی اور پھر بولی۔

"میں... میں کچھ نہیں جانتی، نہیں، شاید میں پاگل ہو جاؤں گی۔"

میں نے جولی کی آنکھوں میں دیکھا اور اس نے گردن جھکا

لی۔ وہ بری طرح الجھی ہوئی نظر آ رہی تھی تب میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا، مجھے یوں ہی محسوس ہوا تھا جیسے اس پر وہ ہپناٹزم کے عمل سے نہیں ہے، تب میں نے اس کی ٹھوڑی اپنی طرف کرتے ہوئے کہا۔

"جولی تم جانتی ہو کہ ماضی میں تم کیا کر چکی ہو۔"

"کیوں کیا ہوا۔ کیا کوئی خاص بات ہو گئی۔" اس نے سہمے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"یہ بتاؤ تھوڑی دیر پہلے اس وقت جب تم یہاں سے گئی تھیں تو تمہاری اپنی کیا کیفیت تھی۔"

"یہاں سے گئی تھی۔" جولی نے سوال کیا۔

"کیا تمہیں اس بات کا بھی علم نہیں کہ تم کافی وقت میرے ساتھ گزار چکی ہو۔"

"کافی وقت۔" وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولی اور مجھے افسوس ہونے لگا۔

جولی کے ساتھ جو ہوا تھا وہ زیادتی تھی بہرطور اب اس کا کوئی ازالہ نہیں تھا، چنانچہ میں ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"جولی مجھے اس وقت کے بعد کے واقعات بتاؤ جب تمہیں لباس تبدیل کرنے کے لیے دوسرے کمرے میں لے جایا گیا تھا۔"

"مجھے کچھ نہیں معلوم، مجھے کچھ نہیں معلوم، میں تم سے صرف ایک بات کہنا چاہتی ہوں، جے راج آ گیا ہے، جے راج آ گیا ہے۔"

"تو پھر میں کیا کروں۔"

"کچھ ہوگا۔ وہ لوگ تمہاری طرف سے مطمئن نہیں ہیں ترلوکا نے تمہارے لیے کچھ خصوصی انتظامات کرنے کے لیے بھیجا ہے۔"

"تو بس ٹھیک ہے جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔" میں نے کہا۔

"مگر نہیں... میں، نجانے کیوں، میں چاہتی ہوں کہ تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچنے پائے۔"

"تمہارا شکریہ جولی۔ جو کچھ تم چاہتی ہو اس کے لیے میں تمہارا احسان مند ہونے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا۔ ہاں ایک مشورہ دے سکتا ہوں، اگر تم قبول کرو۔"

"کیا...؟"

"میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں جولی، ذرا غور سے سنو، وہ لوگ تمہیں ہپناٹائز کر رہے ہیں۔ اور ہپناٹزم کے زیر اثر تم جو لمحات میرے ساتھ گزار چکی ہو، وہ تمہارے ذہن میں محفوظ نہیں رہے۔ اگر تم اپنے آپ کو ہپناٹزم سے بچانا چاہتی ہو اور اپنے طور پر ان کے خلاف کچھ کرنا چاہتی ہو تو تمہیں ایک کام کرنا ہوگا۔"

"وہ کیا۔"

"اپنے جسم کے کسی حصے پر کوئی زخم لگا لو، ایک ایسا زخم جو تازہ رہے اور اس کے بعد کوئی ایسی چیز محسوس کرو جو ان کے سامنے پہنچنے پر تمہیں درد سے تڑپاتی رہے، اس طرح تمہارا ذہن تقسیم ہو جائے گا، لیکن تم کچھ وہ ہپناٹائز کرنے کے بعد تمہیں کہیں لگے تو اسے ضرور سنو گی اور اپنی سے اندازہ وصول بھی کرتی ہو گی۔ مقصد یہ ہے کہ وہ یہی سمجھیں کہ تم ان کے زیر اثر ہو لیکن تمہارا اپنا ذہن بھی حاضر رہنا چاہیے، بولو کیا یہ کام کر سکتی ہو۔"

"کیوں نہیں۔ میں احمق نہیں ہوں ہاں میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ میرے ساتھ کچھ بیتی ہے، یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میرا کچھ وقت کھو گیا ہو، آہ تو یہ ان کم بختوں کا شیطانی عمل تھا۔" جولی اب پوری طرح ہوش میں آ گئی تھی۔

"جولی تمہیں جزائس میں سالانے والے یقینی طور پر کچھ خطرناک لوگ ہوں گے، ان سے ہوشیار رہنے کے لیے تمہیں بہت کچھ کرنا ہے، لیکن سوچ لو، اپنی زندگی خطرے میں مت ڈالو، میرے لیے کچھ مت سوچو، میرا تو جو کچھ ہوگا وہ میں نمٹ ہی لوں گا، لیکن تمہیں کہیں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔"

جولی ہنسنے لگی۔ پھر بولی "میں تمہیں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ میں اپنے آپ کو مردہ تصور کرتی ہوں۔ نقصان کہاں تک پہنچے گا مجھے، لیکن تم نے جو ترکیب بتائی ہے مجھے بہت اچھی لگی ہے۔ کوئی ایسی چیز جو میرے زخم کو تکلیف دے، حاصل کرنا ہوگی، جو اپنی خوراک میں سے کچھ ایسی مرچیں حاصل کریں گے لیکن زخم میں کہاں لگاؤں جو انہیں نظر بھی نہ آئے۔"

"میرا خیال ہے ران کے پاس ٹھیک ہوگا، لباس کے اوپری حصے کی سمت اور وہاں سے لباس تھوڑا سا کھلا ہوا ہوگا۔ تم چالاکی سے اپنے زخم پر وہ تکلیف دہ چیز لگا لیا کرو گی، اس طرح کم از کم ہپناٹزم کے اثر میں آنے سے بچ جاؤ گی۔"

"اور اگر ان کے سامنے میرے چہرے پر تکلیف کے آثار پیدا ہوئے تو...؟"

"اس کے لیے تمہیں اعصابی ہمت سے کام لینا ہوگا ورنہ ہمارا کھیل ادھورا رہ جائے گا۔ لیکن ان سب کے بارے میں معلومات حاصل کرنی ہیں اور پھر جولی شاید تم نہیں جانتیں، تم نہیں جانتیں کہ ہم کچھ لغزشوں کا شکار ہو چکے ہیں۔ جولی میں تمہیں تفصیل سے

تمہیں اپنے بارے میں بتاؤں گا۔ بس یوں سمجھ لو کہ میری زندگی کا صرف یہی ایک مشن ہے لیکن ابھی اس کے لیے وقت نہیں ہے۔"

"شاید کوئی آرہا ہے۔" جولی نے کہا، لیکن کوئی نہیں آیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد جولی وہاں سے چلی گئی وہ میری ہدایات پر عمل کرنے کا وعدہ کرکے گئی تھی۔

جولی کے جانے کے بعد کافی دیر تک ان حالات کے بارے سوچتا رہا میری صورت حال کچھ ایسی تھی کہ ذہن ہر لمحے نئے فیصلے کرنے لگتا۔

کبھی دل چاہتا کہ واقعی سب کچھ چھوڑ کر ترلوکا کی تعلیمات ہی اپنالوں کیا رکھا ہے اس زندگی میں، کم از کم اس طرح ذہنی کی تلاش کے لیے راستے تو کھل جائیں گے لیکن دل کی گہرائیوں سے ایک آواز نکلتی۔ کیا ایک عورت کے لیے اتنے دیتا اپنے مذہب کو چھوڑا جاسکتا ہے اس سے پہلے بھی میں کون سی کم حماقتیں کرچکا ہوں، کہ کچھ نئی برائیوں کو بھی اپنالوں، ذہن و دل میں جنگ جاری رہی اور بالآخر فیصلہ ہو گیا میں نے طے کر لیا تھا کہ ہر جادو کا بڑا ... راستے پیدا ... دوسرے ... نکلوں گا تو ذاتی صورت ہی مسخ ہو جائے لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے یہ فیصلہ بھی کر لیا تھا کہ اب ترلوکا کو دھوکے ہی سے مارا جاسکتا ہے اس کے علاوہ اور کوئی انتظام نہیں کیا جاسکتا تھا ممکن ہے جولی اس سلسلے میں میری بہترین معاون ثابت ہو جائے۔

جولی کے تصور کے ساتھ ایک عجیب سا احساس ذہن میں ابھرنے لگتا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ کم از کم اس لڑکی کے ساتھ اتنا ضرور کیا جائے کہ اسے کرسٹاک زندگی سے نجات دلا دی جائے اس کی پوری طرح مدد کی جائے۔

وقت اسی طرح آگے بڑھتا رہا جولی میرے پاس بہت دیر سے نہیں آئی تھی لیکن جب وہ رات کو میرے پاس پہنچی تو اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔

"تمہارا بتایا ہوا منصوبہ کارآمد رہا راجہ نواز اصغر۔"

"کیا مطلب ...؟"

"تمہارا خیال درست تھا وہ لوگ مجھے ہپناٹائز کرنے کی کوشش کر رہے تھے میں ان کے ٹرانس میں آ بھی گئی اور انہوں نے مجھے صرف اتنا کہا کہ راجہ نواز اصغر کے دل کی گہرائیوں میں جھانکوں اس کے ساتھ رہ کر اس کے بارے میں تمام معلومات حاصل کرسکوں۔"

میں نے ان کی ہدایت پر عمل کیا۔

ویسے نواز یہ ایک مندر ہے جس کی گہرائیوں میں تہہ خانے پھیلے ہوئے ہیں اس جگہ کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا کہ یہ کیا ہے لیکن ان لوگوں نے جو نظام یہاں قائم کیا ہے وہ جدید ترین ہے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ ہندو دھرم کی آڑ میں یہاں اتنا زبردست کام ہو رہا ہے منشیات کی سپلائی کا سلسلہ یہاں جاری ہے بلکہ یہاں سے لوگوں کو منشیات کے بڑے ذخیرے فراہم کیے جاتے ہیں اور یہ جگہ ان ذخیروں کی ترسیل کا گڑھ ہے یہاں لوگوں کو ان ذخیروں کا عادی بھی بنایا جاتا ہے بڑی عجیب سی کیفیت ہے میں بہت کچھ معلوم کر سکی ہوں ان کے بارے میں اب یہ بتاؤ کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

"ابھی تو تم کسی پوزیشن میں نہیں ہو اگر یہ لوگ مجھے بھی اپنے ساتھ شامل کرلیں تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ بہت کچھ کام بن جائے گا۔"

"لیکن اس کے لیے وہ تمہیں ٹرانس میں لانے کی کوشش کریں گے۔"

"ہاں ...."

"البتہ ایک بات میں تمہیں بتادوں وہ شخص جو یہ راج کمار ہے یہاں پہنچا ہے ترلوکا کا دوسرا روپ بھی ہو سکتا ہے عجیب و غریب شخصیت کا مالک ہے۔ میں نے پہلا اس کا ایک جھلک دیکھی تھی البتہ مسٹر جوزف مارگو اس کے معاون ہیں اور وہ مسلسل اس کے ساتھ کام کر رہے ہیں، اس شخص نے میرے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اگر یہ شخص آسانی سے قابو میں آجائے تو یہ سمجھ لیا جائے کہ وہ مخبر ہے اور فریب کر رہا ہے اس کے لیے پہلے امتحانات سے مراحل سے گزرے جائیں، اگر وہ ان تمام امتحانات میں پورا اترتا ہے تو ٹھیک ہے اور اگر آسانی سے وہ اس کام کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے تو پھر یوں سمجھو کہ اس کے ذہن میں کسی منصوبے نے جنم لیا ہے۔"

"اوہ ... یہ تفصیل بتا کر تم نے مجھ پر احسان کیا ہے جولی۔"

"لیکن کیا تم واقعی اتنے خطرناک ہو راجہ نواز اصغر میں نے ان کے لہجے میں تشویش کی جھلک پائی ہے۔" جولی نے محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا اور میں ایک ٹھنڈا سانس لے کر رہ گیا۔

"میں جو کچھ بھی ہوں جولی، اس وقت کچھ نہیں کہہ سکتا فی الحال تو یوں سمجھو کہ میں اپنی زندگی کا ناکام ترین دور گزار رہا ہوں۔" اور جولی خاموشی ہو گئی پھر مسکرا کر بولی۔

"لیکن میرے وجود کی حد تک تو تم ناکام نہیں ہو۔"

"نہیں جولی۔ مجھے افسوس ہے۔"

"کیونکہ مجھے کوئی افسوس نہیں ہے۔" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا اور میں نے گردن خم کرلی۔ پھر جولی بولی۔

"میں اب ان کا اعتماد حاصل کر چکی ہوں اور مجھے محسوس ہوا ہے کہ جیسے مجھ پر کوئی نگرانی نہیں رکھی جاتی گویا مجھے ٹرانس میں لانے کے بعد وہ میری طرف سے پوری طرح مطمئن ہو گئے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ مجھے مکمل اعتماد میں رکھیں میں آنے جانے پر بھی کوئی پابندی نہیں ہے۔"

"جولی۔ مجھے کچھ اسلحہ مل سکتا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"اسلحہ ... میں کوشش کر سکتی ہوں۔"

"اس کے لیے تم شدید کوشش کرو۔"

"مگر کیوں ...؟"

"میں ان لوگوں کی توقع پر پورا اترنا چاہتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور جولی کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں میری شکل دیکھنے لگی پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"میں پوری کوشش کروں گی کہ تمہیں کچھ اسلحہ فراہم کر سکوں۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا، جولی کافی دیر تک میرے ساتھ رہی اور اس کے بعد چلی گئی۔"

نجانے کتنا وقت مجھے یہاں اس قید خانے میں گزر چکا تھا جولی سے میری چار ملاقاتیں ہو چکی تھیں اور یہی بات یہ تھی کہ اس نے میری ذہنی جلن دیکھ کو کم کر دیا تھا اس کی وجہ اس کی باتیں تھیں جو ہر بار میرے لیے زندگی کا پیغام بن جاتی تھیں۔ پھر اس نے مجھے ایک پستول اور کافی فالتو راؤنڈ بھی لا کر دیئے اس نے بتایا کہ یہ اس نے اس عمارت ہی سے حاصل کیے ہیں اور ہر طور میرے لیے بڑے کام کی چیز تھی میں نے پستول اپنے لباس میں چھپا لیا اور پھر ایک رات جب جولی واپس گئی تو میں نے اس سے کہا کہ وہ دروازہ باہر سے کھلا چھوڑ دے کیونکہ اسے ہدایت تھی کہ میرے کمرے سے باہر نکلنے کے بعد دروازہ بند کردیا کرے۔

جب وہ چلی گئی تو میں خاموشی سے دروازہ کھول کر باہر نکل آیا میں بہت کچھ بھول گیا تھا شاید میری عقل پر پتھر پڑ گئے تھے چونکہ میں اس اجنبی جگہ سے فرار کی کوشش کرنے کے لیے باہر نکل آیا تھا۔

بہرطور جب میں ایک بڑے ہال میں پہنچا تو میرے سامنے چند ہی قدم کے فاصلے پر دروازے میں ایک آدمی کھڑا ہوا تھا اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور ریوالور کی نال میرے سینے کی طرف تھی۔

گھور رہی تھی اس کی آنکھوں اور چہرے پر سختی کے تاثرات تھے، ریوالور پر اس کا ہاتھ جما ہوا تھا اور ٹریگر پر انگلی بہت سخت تھی وہ کسی بھی لمحے ٹریگر دبانے والا ہے۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں۔ دفعتاً میری آنکھیں دروازے میں کھڑے شخص کی آنکھوں سے ٹکرائیں اور میں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگا۔ میں نے اس قسم کا اظہار کیا جیسے ریوالور دیکھ کر میں ڈر گیا ہوں۔ میں نے جائزہ لیا کہ وہ شخص میرے جال میں آگیا اس کے ہونٹوں سے خفیف سی مسکراہٹ نظر آنے لگی تھی بہرحال میں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتا ہوا دیوار سے آلگا تھا اور اسی وقت میں نے ... پیچھے تر دیکھا پروفیسر مسٹر مارگو کو دیکھا جو عقب سے میرے نزدیک آگئے تھے اور اب ان کا بدلہ میرے بدن سے مس ہو رہا تھا۔ بظاہر اس قسم کا انداز تھا جیسے مجھے ان کی موجودگی کا پتہ نہیں ہو، مسٹر مارگو بھی یہی سمجھ رہے تھے چنانچہ میں ذرا سا پیچھے ہٹا تو میرا لرزہ کھڑا ہونا ضروری تھا اور میرے ذہن میں ترکیب بھی یہی تھی۔ میں لڑکھڑایا لیکن مجھے توقع نہیں تھی کہ گولی فائر کی آواز سے گونج اٹھے گا۔

گولی میرے اوپر سے گزرتی ہیں اور ٹکرا کر مارگو پر گر گیا گرتے گرتے میرا ہاتھ جیب میں رینگ گیا۔ میں نے ریوالور نکالتے ہوئے ذرا بھی سستی نہیں کی ریوالور نکالتے ہی میں نے مسٹر مارگو کی گردن کو بازو اور ریوالور کی نال ان کی کھوپڑی پر رکھ کر کہا۔

"ہاں۔ دوسرا فائر بھی ضرور کرو میرے اوپر لیکن مسٹر مارگو کے جسم کے پیچھے میری کوئی حیثیت نہیں ہے یقیناً تم ان کے بدن میں سوراخ کردو گے۔" مارگو بری طرح بدحواس ہو گیا تھا اسے یہ امید نہیں تھی کہ میں اس طرح اسے اپنی ڈھال بنالوں گا اور اس نے یہ بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ گردن پر گرفت اتنی سخت ہے کہ اس بار وہ اپنی طاقت کا مظاہرہ نہیں کرسکے گا اور پھر پستول کے سامنے طاقت کا مظاہرہ کیا معنی رکھتا تھا جبکہ اس سے پہلے جہاز کے عرشے پر وہ مجھے چیلنج کر چکا تھا اور میں نے خود بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ جسمانی طور پر وہ کسی گینڈے سے بھی مضبوط ہے۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ اس کے اندر پھرتی نہ ہو، میری اس کوشش کا رد عمل سامنے والے محافظ پر ہوا اور اس کا پستول والا ہاتھ لٹک گیا۔ میں بھی چاہتا تھا اس نے تو میرے ساتھ رعایت کی تھی لیکن میں اس کے ساتھ رعایت نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ میرے پستول کی نال سے ایک شعلہ نکلا اور اس کی پیشانی کے چیتھڑے اڑ گئے۔

وہ بے جان ہو کر منہ کے بل گر گیا تھا اور ریوالور اس کے

ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا تھا۔ میں نے پھرتی سے مسٹر ٹارگو کو دھکا دیا اور اچھل کر ریوالور اپنے قبضے میں کر لیا۔ اب میرے انداز میں دلیرانگی پیدا ہو گئی تھی۔ میں جو کچھ کر چکا تھا اس سے نمٹنے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔

ٹارگو کو اس صورت حال کا اندازہ نہیں ہو گا لیکن میں وقتی طور پر حالات پر قابو پانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ دوسرے لمحے میں نے ٹارگو کو پھرتی سے دھکا دیا اور چونکہ اچانک دھکا دیا تھا اس لیے وہ اپنا توازن نہ قائم رکھ سکا اور اوندھے منہ نیچے جا پڑا۔ میں نے پستول کی نال اس کی کنپٹی پر رکھ دی تھی اور غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اگر تم نے ذرا بھی جنبش کی تو اس وقت تمہاری طاقت کام نہ آ سکے گی۔" وہ خوف زدہ انداز میں اس طرح لیٹا رہا۔ اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا تھا۔ بہرطور اب مجھے آگے راستوں کی تلاش کرنا تھی۔ جولی کے بارے میں، میں ابھی نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں ہے لیکن میرے دل میں آرزو تھی کہ اسے بھی کسی نہ کسی طرح سے نکال لوں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ یہاں سے نکل کر میں کہاں تک پہنچ سکتا ہوں لیکن اپنی جیسی کوشش تو کرنی ہی تھی اور پھر ٹارگو کا یہ بھی کہنا تھا کہ وہ مجھ پر آنکھیں بند کر کے اعتماد بھی نہیں کر سکتا تھا اگر میں اس کے ہاتھ لگ بھی گیا تو بظاہر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میری زندگی کو کوئی خطرہ نہیں ہے میں اپنی سی تمام کوششیں کر لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ کچھ سوچ کر میں ایک بار مسٹر ٹارگو کی طرف متوجہ ہوا جس کی آنکھیں بدستور بند تھیں۔ میں نے اس کی گردن کو جھٹکا دیا اور پھر ایک ٹھوکر مار کر اسے سیدھا ہونے پر مجبور کر دیا۔ وہ تکلیف دہ انداز میں میری طرف دیکھ رہا تھا۔

"سنو مسٹر ٹارگو! صورت حال اتفاقیہ طور پر تمہارے خلاف ہو گئی ہے میں اگر چاہوں تو اسی وقت اس پستول کی تمام گولیاں تمہارے بدن میں خالی کر دوں۔"

"نہیں نہیں... م... میں... میں..." مسٹر ٹارگو نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

"اگر تم یہ نہیں چاہتے تو میں تم سے جو معلومات حاصل کروں اس کا صحیح جواب دو۔"

"ک... کیا معلومات...؟"

"کون ہو تم...؟"

"میں تمہیں پہلے بتا چکا ہوں۔ میرا نام پروفیسر جوزف ٹارگو ہے۔"

"یہ کون سی جگہ ہے جہاں اس وقت ہم لوگ موجود ہیں؟"

"یہ... یہ..." مسٹر ٹارگو نے خوف زدہ نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا اور پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولے۔

"یہ ایک جزیرہ ہے۔ جزیرہ کیا تم اسے ایک یاترا گاہ سمجھ لو جو یہاں ہندو یاتری یاترا کے لیے آتے ہیں۔ ان کا علاقہ بالکل الگ بنا ہوا ہے۔ کافی وسیع جزیرہ ہے جہاں ہم لوگوں نے ایک جال پھیلا رکھا ہے۔"

"جال... یہ ہوئی نہ بات۔ کیسا جال۔" میں نے سوال کیا۔

"دیکھو نواز۔ تم اس بارے میں سب کچھ جانتے ہو پھر کیوں مجھ سے معلوم کر رہے ہو۔"

"جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کا جواب دو۔ میں یہاں نہیں جانتا کہ یہاں کتنی دیر میں کتنے آدمی پہنچ جائیں گے اور میں ان کا مقابلہ کر سکوں یا نہ کر سکوں لیکن کم از کم اتنا ضرور کر سکتا ہوں کہ تم کو ایک لمحے میں فنا کر دوں اس لیے بہتر یہ ہے کہ مختصر وقت میں مجھے اس جگہ کے بارے میں بتا دو۔"

"بتا تو رہا ہوں۔ یہ ایک جزیرہ ہے اور یہاں آنے والے یاتریوں کو منشیات کا عادی بنایا جاتا ہے اور اس کے بعد وہ ہمارے غلام بن کر پورے ہندوستان میں پھیل جاتے ہیں اور ہماری منشیات کی سپلائی کرتے ہیں۔"

"ہندوستان۔" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا اور ٹارگو اس طرح مجھے دیکھنے لگا جیسے اس سے کوئی غلطی ہو گئی ہو پھر اس نے قدرے حیرانی کے عالم میں پوچھا۔

"تو یہ ہندوستان ہے۔"

"ہاں تم کیا سمجھتے ہو۔ تم اس وقت ہندوستان میں ہو۔"

"اوہ... میرے خدا۔" میں نے ایک لمحے کے لیے ذہن پر معطل ہو کر کہا۔ "اتنا طویل سفر طے کر کے میں یہاں کیسے پہنچ گیا۔" بات ناقابل یقین سی تھی۔ کیا کہا جا سکتا تھا۔ میں نے ایک طویل عرصہ گزارا تھا اور اس کے بعد نجانے کیا کچھ ہو گئے تھے تو میری زندگی کے بے شمار دن گم ہو چکے تھے مگر یہ کہ میں ایشیا میں ہوں۔ ہندوستان میں ہوں۔ میری حیرت انتہا درجہ کی تھی حالانکہ مندروں اور سادھوؤں کو دیکھ کر بار بار ذہن میں یہ گمان گزر رہا تھا کہ ممکن ہے میں ایشیا کے کسی خطے میں ہوں لیکن پھر میں نے یہ سوچا تھا کہ ہندو یاتری تو کہیں بھی آ سکتے ہیں۔ ہرے کرشنا ہرے راما تحریک کا بانی تو دنیا کے مختلف حصوں میں اپنا جال پھیلائے ہوئے ہے وہ کہیں بھی کسی بھی علاقے کو ہندوستان جیسا بنا سکتا ہے لیکن میں درحقیقت ہندوستان میں پہنچ گیا ہوں۔ یہ میرے لیے تعجب خیز بات تھی۔ یہیں یہاں سے تھوڑے ہی فاصلے پر بہت مختصر فاصلے پر میرا پاکستان تھا اور وہاں سے میری لاتعداد یادیں وابستہ تھیں۔ فضاؤں میں، میں اپنے وطن کی خوشبو سونگھ سکتا تھا۔

ایک لمحے کے لیے میرا دل کشمکش کا شکار ہو گیا۔ اور اسی لمحے مسٹر ٹارگو نے اپنی طاقت کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کی لیکن میں سنبھل گیا۔ میں نے پوری قوت سے پستول کا دستہ ان کے سر کی پشت پر دے مارا اور وہ کسی جھٹکے کی طرح ساکت ہو کر زمین پر جا پڑے۔ ان کا سر کھل گیا تھا اور اب وہ بے ہوش ہو گئے تھے لیکن اس کے نتیجے میں دوسری طرف سے کچھ آوازیں سنائی دی تھیں۔ میں نے پھرتی سے دونوں ریوالور سنبھالے اور جونہی آوازیں میرے سامنے پہنچیں میں نے فائرنگ شروع کر دی۔ سامنے سے آنے والے تین آدمی تھے جو انتہائی تیزی سے بڑھے اور ان میں سے ایک میری گولی کا شکار ہو گیا دوسرا بھی شدید زخمی ہو گیا وہ ٹانگ پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔ تیسرے نے اپنا ریوالور استعمال کیا لیکن گھبراہٹ میں چلائی ہوئی گولی میری طرف آنے کے بجائے ایک دیوار پر لگی۔ میں نے بیک وقت پھر فائر کیے اور وہ فضا میں اچھل کر زمین پر گر گیا۔

دوسرے لمحے میں نے باہر چھلانگ لگا دی تھی۔ اور اس کے بعد بے تحاشا دوڑتا چلا گیا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ راستے میرے لیے کھلے ہوئے ہیں۔ اور ایک لمبی سرنگ سے نکلنے کے بعد میں جھاڑیوں کے درمیان پہنچ گیا۔ اب پہاڑی چٹانیں میری دسترس سے زیادہ دور نہیں تھیں میں آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ عقب سے گولیوں کی آوازیں باقاعدہ آنے لگی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ گولیاں چلاتے ہوئے اسی سمت آ رہے ہیں چنانچہ میں نے ایک چٹان کی آڑ لے لی۔

یہ لوگ میری تلاش میں آ رہے تھے۔ میں نے غور سے ان دوڑتے ہوئے آدمیوں کو دیکھا اور پھر دفعتاً ایک دھماکہ ہوا اور ان میں سے دو گیند کی طرح اچھل کر نیچے گرے۔ یہ دھماکہ میں نے نہیں کیا تھا۔ میں حیران تھا اب میدانی حصے میں صرف ایک آدمی نظر آ رہا تھا جس کا نشانہ لیتے ہوئے مجھے ابھی وقت تھی وہ چٹانوں کی اوٹ لے کر آگے بڑھ رہا تھا۔ میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر بے قدم اپنی جگہ چھوڑ دی ممکن ہے کچھ اور لوگ بھی دوسری سمت کا اندازہ کر کے مجھے گھیرنے کی کوشش کر رہے ہوں لیکن دائیں طرف کی جھاڑیوں میں ایک ہلچل سی محسوس ہوئی اور میں نے کسی کو ان جھاڑیوں میں گھستے ہوئے دیکھا۔ میں آہستہ آہستہ خود بھی انہی جھاڑیوں کی طرف چل پڑا تعاقب۔ جھاڑیوں کی باڑھ کے سامنے میں آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا میں اس کے قریب پہنچ گیا اور جھاڑیوں کی سرسراہٹ یکایک ختم ہو گئی میں رک گیا تھا۔

مجھے وہ شخص نظر نہیں آ رہا تھا لیکن ایک بار پھر سرسراہٹ سنائی دی اور اس کے بعد ہی فوراً فائر ہوا انسانی چیخ کی آواز میرے بالکل قریب سے آئی تھی۔ اور میں نے ایک شخص کو اچھل کر زمین پر گرتے ہوئے دیکھا۔ یقیناً یہ فائر بھی جھاڑیوں میں سے کیا گیا تھا اور گولی غالباً اس شخص نے چلائی تھی جو تھوڑی دیر پہلے میرا معاون بنا تھا۔

بہرطور مجھ میں نہیں آتا تھا کہ میرا وہ معاون کون ہے جو اس وقت میری مدد کر رہا ہے۔ ذہن جولی کی طرف ہی جا رہا تھا ممکن ہے جولی بھی اس صورت حال کا اندازہ لگا کر باہر نکل آئی ہو۔ بہرطور میں آہستہ آہستہ اپنی پوزیشن تبدیل کرتا رہا تاکہ کسی ایک جگہ مجھے گھیر کر نہ مارا جا سکے۔

ساتھ ساتھ ہی میں اپنے اس نادیدہ مددگار کے بارے میں سوچ رہا تھا جو بے چارا میری وجہ سے مصیبتوں کا شکار تھا اگر وہ جولی ہی تھی تو اس وقت اسے میری مدد کی سخت ضرورت تھی۔

میں جھاڑیوں کی آڑ لے کر آگے بڑھتا رہا، اندازہ لگا رہا تھا کہ اب میرے دشمن مجھے کس طرف سے گھیرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ویسے ایک بار دل ہی دل میں، میں مسکرایا بھی تھا۔ اسی خیال کے تحت کہ ٹریوکا یا وہ شخص جو جے راج کے نام سے یہاں آیا تھا میرا جائزہ لینا چاہتا تھا یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ میں ان کے ساتھ دھوکا کر رہا ہوں یا پھر میں ان کے ساتھ تعاون کرنے پر آمادہ ہو گیا ہوں۔ یہ تجربہ انہیں خاصا مہنگا پڑا تھا اور اس کے نتیجے میں تو انہیں اب تک کتنے آدمیوں سے ہاتھ دھونا پڑے تھے۔ اور اب وہ میری تلاش میں مارے مارے پھر رہے تھے۔ میں نے یہ بھی سوچا کہ صورت حال ایسی نہیں ہے کہ میں کسی جگہ رک کر بیٹھ جاؤں۔ شاید ان لوگوں کو یہ خطرہ ہو گا کہ میں یہاں سے نکل سکتا ہوں اور اس کی وجہ سے وہ لوگ میری تلاش میں بھٹک رہے ہیں۔

میں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتا رہا اطراف میں اپنے آس پاس

آدمیوں کو دوڑتے ہوئے محسوس کر رہا تھا اور میں جانتا تھا کہ یہ سب میری تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ کچھ میں نہیں آتا تھا کہ کتنے آدمی جنگلوں میں دوڑ رہے ہیں۔

پھر طریقہ ایک جگہ رک کر میں نے صورت حال کا جائزہ لیا اور خیال کیا کہ اب کچھ اور لوگوں کو کم ہو جانا چاہیے۔ کم از کم کچھ تو پکڑ کر لے جا چکے ہیں ان کے ہاتھوں لگنا زیادہ بہتر ہوگا۔ چنانچہ میں وہیں رک کر انتظار کرتا رہا۔ اور پھر دو سائے میرے سامنے سے گزرے تو میں نے ان دونوں کو اپنی گولیوں کا نشانہ بنا لیا ایک بار پھر ہنگامہ برپا ہو گیا تھا سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ لوگ کہاں کہاں ہیں۔ ہاں اب گولیاں چلنے لگی تھیں۔ دفعتاً میں نے اپنے قریب ہی ایک چیخ سنی اور میرا ذہن جھنجھنا کر رہ گیا۔ یہ چیخ جولی کے علاوہ اور کسی کی نہیں تھی میں اس طرف دوڑا اور چند لمحات کے بعد اس جگہ پہنچ گیا۔ جہاں مجھے چیخ کی آواز سنائی دی تھی۔

درخت کے ایک ٹیلے کے قریب ہی جولی گھٹنوں کے بل جھکی ہوئی تھی۔ اس کے سینے میں سوراخ ہو گیا تھا اور خون نکل نکل کر زمین پر جمع ہو رہا تھا۔ میں نے جولی کے شانے پر ہاتھ رکھا اور درد بھرے لہجے میں بولا۔

"آہ جولی۔ تم... تم۔"

"میری زندگی کا مقصد پورا ہو گیا نواز اصغر۔ کچھ نہ کچھ مقصد تو نکلنا ہی چاہیے تھا، اس زندگی کا۔" اس نے کہا۔

"اوہ جولی۔ جولی تم جلدی کر گئیں۔ جلدی کر گئیں تم۔ تمہیں اتنی جلدی نہیں کرنی چاہیے تھی۔" میں نے کہا۔ اور اس وقت کچھ اور گولیاں سنسناتی ہوئی میری طرف آئیں اور میرے کان کے قریب سے گزر گئی تھیں، لیکن جولی ان کا شکار ہو گئی وہ ابھر کر پیچھے گری اور پھر خاموش ہو گئی۔

اب فائرنگ بھی بند ہو گئی تھی البتہ دوڑتے قدموں کی آوازیں اب بھی ابھر رہی تھیں۔ جولی دم توڑ چکی تھی۔ میں نے اس کا حشر دیکھ لیا تھا۔ چند لمحات میں اس کے پاس بیٹھا رہا۔ گزرے ہوئے چند واقعات میری نگاہوں میں گردش کرنے لگے اور پھر میں دانت پیستا ہوا اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ میں نے ٹیلے کی اوٹ سے جھانک کر دیکھا ایک شخص تیزی سے اس طرف دوڑتا ہوا آ رہا تھا چند قدم آنے کے بعد وہ بندر کی طرح حلق پھاڑ کر چیخنے لگا۔ فاصلے اور تیز ہواؤں کی وجہ سے میں اس کی آواز تو سن رہا تھا لیکن اس کے الفاظ میری سمجھ میں نہیں آ رہے تھے میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا وہ اور آگے نکل آیا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ چیخ کیوں رہا ہے، لیکن دفعتاً اس نے دوڑ کر شروع کر دی اس کے الفاظ کو میں سمجھ نہ سکا تھا لیکن یہ اندازہ میں نے لگا لیا کہ وہ ہر قیمت پر مجھے ختم کر دینا چاہتا ہے۔ چنانچہ اب اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ میں ٹریگر دبا دوں۔ میں نے اسے زد میں لے کر ٹریگر دبا دیا اور دھماکے کے بعد ایک دل دوز چیخ سنائی دی اور وہ اچھل کر نیچے گر گیا اس کا جسم چند لمحوں تک تڑپتا رہا اور پھر وہ بے حس و حرکت ہو گیا۔

میں اب ان لوگوں کو چھوڑ کر وہاں سے آگے بڑھ جانا چاہتا تھا کہ جہاں ان کی رسائی مجھ تک نہ ہو سکے اور دفعتاً میرے ذہن میں ان وحشیوں کے علاقے کا خیال آیا جو ایک بار جولی کی وساطت سے دیکھ چکا تھا اگر میں اس طرف نکل جاؤں اور ان وحشیوں سے محفوظ رہوں تو شاید ترلوکا یا اس کا وسیع راستہ بدھ راج میری گرد بھی نہیں پا سکے گا میں تھوڑی دیر تک یہ سوچتا رہا اور اس کے بعد میں نے یہ جگہ چھوڑ دی۔ کافی دور تک میں آگے بڑھتا رہا۔ اور میری سمجھ میں نہ آیا کہ میں کون سا رخ اختیار کروں۔

لیکن پھر میرے کانوں میں سمندر کی لہروں کی آواز آئی لہریں شور مچا رہی تھیں اور اس آواز سے اندازہ ہو رہا تھا کہ ساحل قریب ہے۔ کیا کروں۔ کیا نہ کروں۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی اگر میں کسی طرح یہاں سے نکل جاؤں تو ترلوکا کے منہ پر ایک شدید تھپڑ پڑے گا۔ اتنا بڑا تھپڑ کہ وہ اس کی آواز عرصے تک اپنے ذہن میں محفوظ کرتا رہے گا۔

کافی دیر تک میں یہی سوچتا رہا اور اس کے بعد میں نے اپنا رخ تبدیل کر دیا۔ دھڑکتے دل کے ساتھ میں آگے بڑھتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد سمندر کے کنارے پہنچ گیا جب میں سمندر کے بالکل نزدیک پہنچا تو دفعتاً میں نے کسی سائے کو اپنے سامنے کھڑا ہوا پایا۔ ایک لمحے کے لیے میں اچھل پڑا تھا۔ میں نے پستول کا رخ اس کی طرف کیا اور فائر کر دیا۔

لیکن مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے گولی اس کے جسم سے پار ہو کر دوسری طرف نکل گئی ہو۔ دوسرا اور تیسرا فائر کرنے کے بعد میرا پستول خالی ہو گیا۔ اور اب میرا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ میں نے اس شخص کے چہرے پر غور کیا۔ بھدا چہرہ بھی نظر آتا تھا اور پورا جسم ننگ دھڑنگ تھے

بس چیتھڑا پڑا ہوا تھا لمبے لمبے بال جٹاؤں کی صورت بکھرے ہوئے چہرہ بنا ہوا دھواں، وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں بزدل نہیں تھا اور نہ ہی مجھے اپنی موت کا خوف پیش ہوا۔ لیکن اس شخص کو دیکھ کر نجانے کیوں میرے ذہن کا سرا ارتعاش سی محسوس کی تھیں اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے تب اس کی آواز ابھری۔

"نواز اصغر۔ میں تمہاری ہمت کو داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔" میں خاموشی سے اس کی طرف دیکھتا رہا اور اس کے بارے میں اس کی حیثیت کا اندازہ لگانے لگا۔

"تم نے مجھے ایسا دھوکا دیا ہے کہ شاید کسی اور نے نہ دیا ہو۔" اس کی آنکھوں سے نفرت جھانک رہی تھی۔ پھر وہ بولا۔

"لیکن شاید تم بھول گئے کہ ترلوکا تمہارے جیسی کئی چیزیں تم نے کتنی بار اسے آزمایا ہے۔ کتنی بار اسے آزماؤ گے نواز اصغر ترلوکا کے قدموں ہی میں ہے۔ اس کے بغیر تمہارے لیے نجات نہیں ہے۔"

"تم ترلوکا ہو۔؟" میں نے سوال کیا اور جواب میں وہ آہستہ سے ہنس پڑا، ایک حقارت آمیز ہنسی۔

"میں ترلوکا کے قدموں کی خاک بھی نہیں ہوں۔ میں بدھ راج ہوں۔"

"اگر تم اس کے قدموں کی خاک نہیں ہو تو پھر ہو کیا۔؟"

"بس اس کا ایک غلام ایک خادم۔ جس کے سپرد اس نے جو ذمہ داری کی ہے وہ تمہاری نگرانی ہے۔"

"اور تم یہ بھی جانتے ہو گے ترلوکا کے خادم۔ ترلوکا کے غلام کہ یہ بار میری زد میں آ کر موت کے منہ میں آتے آتے بچا ہے۔"

"ہاں۔ بعض اوقات کوئی چھوٹا سا دشمن بھی بہت بڑا کام بنا جاتا ہے ترلوکا نے مجھ سے اس کا تذکرہ کیا تھا لیکن تم نے دیکھا کہ کتنی آسانی سے تمہارے ہاتھوں سے بچ گیا تھا۔ اور تم اتنے احمق تھے کہ اس کو تیغ میں تبدیل نہ کر سکے بلکہ بعد میں وہی تمہاری شامت بن گئی۔"

"خیر اب تم یہ بتاؤ کہ تم کیا چاہتے ہو۔؟" میں نے سوال کیا۔

"بس یہ چاہو کہ ترلوکا اپنے بدترین دشمنوں کو زندہ رکھنا چاہتا ہے کیونکہ اس سے اس کی شناخت ہوتی ہے اگر تم مر گئے ترلوکا کو یہ دکھ ہوگا کیونکہ خطرناک دشمن کم ہی ہوتے ہیں اور ہر طرح زندہ رہنا بالآخر دشمن تسلیم کر لیا گیا ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ میں تم لوگوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔ میں تمہاری بات نہیں مانتا۔"

"نہیں نواز اصغر اس کے بعد تمہارے لیے صرف موت رہ جاتی ہے اور موت تم سے زیادہ دور نہیں ہے۔"

"کچھ بھی ہو میں ترلوکا کے ساتھ تعاون کرنے کو تیار نہیں ہوں۔"

"میری آنکھوں میں دیکھو۔ اسے ماننا پڑے گا تم اسے مان لو گے۔" میں نے بدھ راج کی آنکھوں کی طرف دیکھا اور دفعتاً مجھے یوں محسوس ہوا جیسے ایک تیز چمک اس کی آنکھوں سے نکل کر میرے ذہن کی طرف بڑھ رہی ہے۔ میں نے صورت حال کا اندازہ لگا لیا اور دوسرے لمحے میرا ہاتھ نیچے جھکا اور میں نے اپنی ران میں اتنی زور کی چٹکی لی کہ میرے حلق سے چیخ کی آواز نکلتے نکلتے رہ گئی۔

ایک دم سے مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے میرا ذہن اس کے اثر سے آزاد ہو گیا ہو لیکن میں اس تکلیف کو برقرار رکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ میں نے پوری قوت سے ایک بار پھر اپنے جسم کو نوچا اور میری حالت غیر ہونے لگی وہ میری آنکھوں کی طرف دیکھ رہا تھا لیکن میں اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھا۔ تب اس نے کہا۔

"ترلوکا کی خدمت میں ہی نجات ہے وہ اس سنسار کا بہت وہ بہت ہے نیلم۔ تم اس کی رہبری قبول کر لو۔" میں آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔ آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں انداز ایسا تھا جیسے اس کے ٹرانس میں آ گیا ہوں لیکن میں نے یہ بات دیکھ لی تھی کہ وہ اس وقت جس چٹان پر کھڑا ہوا ہے وہ سمندر سے خاصی بلند ہے اور اس کے کنارے پر کھڑے ہوئے بدھ راج کو اگر دھکا دے دیا جائے تو اسے اپنا بدن سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔ چنانچہ میں اس کے نزدیک پہنچ گیا اور پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"مہاراج، بدھ مہاراج۔ میں آپ کے چرنوں کی دھول ہوں۔ میں ترلوکا کے چرنوں کی دھول ہوں مجھے آشیرباد دیجیے۔" میں جھکا اور دوسرے لمحے میری ٹکر پوری قوت سے بدھ راج کے پیٹ پر پڑی۔

میرا اندازہ درست تھا۔ بدھ راج اپنا توازن نہ سنبھال سکے، لیکن ٹکر مارنے کے بعد خود میرے لیے سنبھلنا بھی مشکل تھا چنانچہ ہم دونوں ہی اس بلند و بالا چٹان سے نیچے گرنے لگے۔ جہاں خوفناک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

بدھ راج کا پتہ نہیں کیا حشر ہوا میرا ایک نوکیلی چٹان

سے نکلا پایا اور دوسرے لمحے میری آنکھوں کے گرد تاریکی چھا گئی۔

سمندر کی بپھری ہوئی بے رحم لہروں سے کھیلتی ہوئی نجانے کہاں سے کہاں لے آئیں نجانے کتنا وقت گزر گیا۔ ہوش آیا تو اپنے گرد بے شمار آوازیں پھیلی ہوئی سنائی دی تھیں مجھے، سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور میں کسی نرم چیز پر لیٹا ہوا تھا۔

احساس ہوا ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے نہیں تھے بلکہ آزاد تھے بے یقینی کے انداز میں میں ادھر ادھر گردن گھمانے لگا تب میری نگاہ ایک دراز قامت عورت پر پڑی۔

خالص مشرقی انداز کی عورت تھی، سفید رنگ کی ساڑھی میں ملبوس، مانگ میں سیندور بھرا ہوا چہرہ نہایت سادہ اور پاکیزہ عمر تقریباً پچاس پچپن سال کے درمیان ہوگی۔ وہ مجھ سے تھوڑے فاصلے پر بیٹھی ہوئی تھی مجھے آنکھیں کھولتے دیکھ کر دیوانہ وار اپنی جگہ سے اٹھی اور میرے نزدیک آگئی۔

"کاشی۔ میرے کاشی۔ ہوش میں آگیا۔ ارے سنتے ہو لالہ جی۔ میرا کاشی ہوش میں آگیا لالہ جی۔ ارے کہاں مر گئے تم سب جلدی آؤ جلدی آؤ۔ کاشی کو ہوش آگیا" وہ چیخنے لگی اور اس نے میرا سر اپنے سینے سے لگا لیا۔

ماں تو ماں کا ایک ہی روپ ہوتا ہے صرف ایک ہی روپ اور ماں کی ممتا بھرے سینے کا لمس ہر جگہ یکساں ہوتا ہے۔ یہ لمس شاید کبھی بچپن میں ملا ہو لیکن اس کے بعد کبھی اس کا اندازہ نہیں رہا تھا۔ اس لمس نے میرے دل میں ان گنت بے چینیاں جگا دیں۔ میرے رخساروں پر اس معمر عورت کے آنسو ٹپک رہے تھے اور اس کی سسکیاں مجھے بے چین کر رہی تھیں۔ نجانے کیوں میری میچی ہوئی آنکھوں کی کوریں بھی بھیگ گئیں اور طویل عرصے کے بعد مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میری جلن اور تپش میری آنکھوں کے راستے باہر نکل رہی ہے۔

میرے دل کی گہرائیوں میں ایک نمی سی ابھری، ایک عجیب سی کیفیت میرے سینے میں پیدا ہو گئی۔ معمر عورت کی آنکھوں کا سیل رواں میری آنکھوں کو بھگو رہا تھا اور میرے دل میں ایک میٹھی میٹھی کسک سی ہو رہی تھی ایک لمحے کے لیے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے سرائے عالمگیر کے کھیتوں سے خوشبوئیں اٹھ رہی ہوں اور میری چھوٹی سی تنگ سی جھونپڑی میں میری ماں میرا سر اپنی آغوش میں لیے بیٹھی ہو۔ دریا کے سوندھے سوندھے پانی کی ہلکی ہلکی پھوار ان آنسوؤں میں رچی ہوئی ہو اور مجھے سکون بخش رہی ہو۔

ماں کی ممتا بھری آغوش میں مجھے جو سکون محسوس ہوا میرا جی چاہا کہ اس کے بعد کی بقیہ زندگی اس پرسکون آغوش میں گزر جائے اس نے مجھے کاشی کہہ کر لپٹایا تھا اس سے کچھ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ میرے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار ہو گئی ہے اپنا کاشی سمجھ بیٹھی ہے پتہ نہیں کیوں اسے یہ احساس ہو رہا ہو مجھے نہیں پتہ تھا لیکن قسمت کی ستم ظریفی پر میں حیران رہ گیا۔ زندگی کس قدر دھوکے باز ہوتی ہے۔ انسان کو کیسے کیسے فریب دیتی ہے اور انسان کتنی معصومیت اور بے بسی سے ان کا شکار ہوتا رہتا ہے۔ میری زندگی میں بے شمار موڑ آئے تھے، نجانے کیا کچھ ملا تھا مجھے، آنا جانا تھا کہ اب تو ان کرداروں کے عادی ہو رہے تھے۔ جو لمحے میں آکر ختم ہو گئے تھے لیکن ایسا کردار سالہا سال میری زندگی میں کبھی نہیں آیا تھا۔ میرا ذہن فیصلے کر رہا تھا میں یہ سوچ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ میں اس آغوش سے جدا نہیں ہونا چاہتا تھا۔ میری ایک ایسی تڑپ بن گئی جسے میں فریب اور دھوکے سے بھی جاری رکھنا چاہتا تھا اس کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ میں اپنی مرضی سے اس آغوش کو چھوڑ دوں۔ ہاں تقدیر الٹ کھیل کھیلے تو دوسری بات ہے۔

کچھ لوگ — دوڑتے ہوئے اندر آگئے میری نگاہیں جائزہ لینے کے پار ہی تھیں کیونکہ معمر عورت نے اپنا سر میرے سینے میں چھپایا ہوا تھا۔ زخمی دل پھر سے زخموں سے تڑپ رہا تھا سہارا ملا اور وہ بھی ماں کے روپ میں۔ تو مجھے یہ احساس ہوا کہ میں بھی اسی زمین کا انسان ہوں۔ پتہ نہیں یہ لوگ کب مجھے اپنے سے جدا کریں گے زندگی کی یہ تڑپ ہمیشہ ہی دل میں باقی رہے گی۔ میں نے آہستہ سے اس معمر عورت کے بدن سے اپنے آپ کو الگ کیا تو اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کے سمندر نظر آرہے تھے رخساروں پر موتیوں کی قطاریں بہہ رہی تھیں۔

"کاشی میرے کاشی" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی اور میں نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"ماں" میں نے بے قابو ہوتے ہوئے کہا اور ایک بار پھر اس نے میری گردن میں اپنی بانہیں ڈال دیں۔ آنے والوں میں ایک معمر شخص تھا جو خاصا پررعب نظر آرہا تھا یہی معلوم ہوتا تھا۔

کچھ اور لوگ بھی تھے جن میں دو نوجوان اور دو لڑکیاں تھیں کل چھ افراد تھے جنہیں میں نے ایک ایک کر کے دیکھا معمر عورت نے میری طرف دیکھ کر اس معمر شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"بیٹے بابا ماں کے سینے سے نہیں لگو گے کاشی۔ یہ تیرے بابا ہیں۔ کہاں گم ہو گئے تھے تم۔ کیا ہو گیا تھا کچھ تو بتاؤ ہمیں بیٹا ہم سے"

میں خاموشی سے بوڑھے کو دیکھتا رہا۔ بوڑھے کے چہرے پر رونے کے آثار نظر آرہے تھے، سب ہی کی کیفیتیں عجیب سی بنی ہوئی تھیں۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہے بھگوان... بے بھگوان تیری لیلا نیاری ہے" اس کے بعد اس نے بھی مجھے اپنے سینے سے بھینچ لیا۔ پھر معمر عورت بولی۔

"لالہ جی اب اسے آرام کرنے دو۔ بہت زخم بڑا گہرا ہے آرام کرنے دو اسے۔ تو شنی... بیٹا۔ اوپرماں جلدی سے گرم دودھ لے آ۔ میرا بیٹا دودھ پئے گا" ایک جوان لڑکی باہر نکل گئی تھوڑی دیر کے بعد ایک بڑا گلاس لیے ہوئے اندر داخل ہو گئی۔ گلاس میرے ہونٹوں سے لگا دیا گیا۔ بھوک لگ رہی تھی اس وقت اس غذا کو غنیمت جانا اور گلاس پینے کے بعد اپنی جگہ لیٹ گیا۔

بوڑھی عورت اپنی ساڑھی کے پلو سے میری پیشانی پر پنکھا سا جھلنے لگی اور نجانے کیا لمس تھا اس ساڑھی میں کہ آنکھیں خود بخود ایک دوسرے سے جڑ گئیں۔ شاید میں گہری نیند سو گیا تھا۔

پتہ نہیں یہ نیند تھی یا گہری بے ہوشی کیونکہ ان حالات میں ذہن کے لیے کوئی سکون نہ ہو، نیند کا تصور بڑا عجیب ہے لیکن میں تھوڑی ہی دیر کے بعد گہری نیند سو گیا تھا۔ یہ گہری نیند کا یہ عرصہ نجانے کتنا طویل رہا اس کے بعد مجھے ہوش آیا لیکن ہوش میں آنے کے بعد بھی ذہن میں ایک عجیب سی بات رہی تھی، میں نے آنکھوں میں تھوڑی سی درد پیدا کیا، اطراف کے ماحول کو دیکھا اور مجھے سب کچھ یاد آگیا۔ ان لوگوں نے مجھے کاشی کے نام سے پکارا تھا۔ میں زخمی ہونے کے بعد نجانے کتنا طویل سفر طے کر کے نجانے کہاں پہنچا ہوں۔ یہ جگہ کون سی ہے یہ تو ابھی معلوم ہوئی تھی ان لوگوں کے الفاظ اور ان کا انداز مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر رہا تھا، یہ محسوس ہوتا تھا۔ جیسے یہ خاندان اپنے کسی بچھڑے کی تلاش میں سرگرداں ہو اور میری شکل میں انہیں ان کا بیٹا مل گیا ہو۔ ان کے نام بھی میرے ذہن میں آہستہ آہستہ آ رہے تھے۔ میں نے آنکھیں بند کیے ان کے بارے میں سوچنا چاہا کیا کروں۔ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ یہ اندازہ بھی نہیں تھا کہ یہ خاندان کون ہے اور اس کے مسائل کیا ہیں اگر خود کو اس خاندان میں ضم کرنے کی کوشش کروں تو ممکن ہے، وقتی طور پر کچھ سکون فراہم ہو جائیں اور میں اپنے لیے کوئی بہتر راہ سوچ سکوں۔ تریلوکا سے پیچھا چھوٹنے کا تصور بڑا عجیب سا لگتا تھا اس سے تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میرے گرد انسانوں کے ہجوم لگا رکھے ہوں جہاں کہیں جاتا جس جگہ ہوتا، وہ کسی نہ کسی طرح مجھ تک پہنچ جاتا، ایسا لگتا تھا، جیسے اس کی روحانی آنکھیں مسلسل میرا جائزہ لیتی رہی ہوں اور ان آنکھوں سے چھٹکارہ پانا بے حد مشکل تھا۔

مجھے اپنے اطراف میں چاروں طرف آنکھیں ہی آنکھیں محسوس ہوتی تھیں اور اب میں ان آنکھوں سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ زینی کا تصور تو اب میرے دل میں ایک کسک بن کر رہ گیا اور مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے زندگی میں وہ مجھے کبھی نہیں ملے گی۔ ہاں اگر یہ یقین ہو جاتا کہ وہ مر چکی ہے تو بڑی خوشی سے موت کو گلے لگا لیتا تاکہ دوسری دنیا میں اس سے ملاقات کر سکوں۔

لیکن دل کے گوشوں میں یہ احساس بھی جاگزیں تھا کہ وہ زندہ ہے اور پھر تریلوکا نے مرتے ہوئے یہ اشارہ بھی دیا تھا لیکن اس کم بخت کا کیا بھروسہ، پتہ نہیں اس نے کون سی بات سچ کہی تھی اور کون سی جھوٹ، بہرطور یہ تمام باتیں سوچنے کے لیے تھیں اور ان کا کوئی حل میرے پاس نہیں تھا۔

موجودہ صورت حال تو دوسری تھی۔ اس خاندان کو مطمئن کرنے کے لیے مجھے کیا کرنا چاہیے، کیا میں اس بات کا اعتراف کر لوں کہ میرا ہی نام کاشی ہے اور اگر یہ اعتراف کر لوں تو مجھے اس سے کیا فوائد حاصل ہو سکتے ہیں، تھوڑی دیر تک غور و خوض کرنے کے بعد میں نے یہی سوچا کہ ان کی بات مان لینی چاہیے لیکن اپنے آپ کو ان حالات میں ضم کرنا ذرا مشکل ہی ہے۔ کم از کم اس وقت تک جب تک کہ صورت حال کا صحیح طور سے اندازہ نہ ہو جائے اور اس بات کا پتہ چل جائے کہ قصہ کیا ہے۔

بہرطور ان باتوں پر غور کر لینے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ اب مجھے ہوش میں آجانا چاہیے۔ چاروں طرف سناٹا سا پھیل چکا تھا، دور کہیں سے مندروں کی گھنٹیاں بجنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے آنکھیں کھول دیں اور پھر ایک انگڑائی لے کر اٹھ بیٹھا۔

"وہ سب میرے ارد گرد جمع تھے، تھوڑی دیر تک میں

خاموشی سے انہیں دیکھتا رہا۔ پھر معمر عورت میرے پاس آگئی۔
"اٹھو بیٹا کاشی کچھ کھا پی لو، پتہ نہیں کب سے بھوکے ہو، سر کی چوٹ کیسی ہے۔؟"
"ٹھیک ہے ماں۔" میں نے جواب دیا۔
"بیٹھو بیٹھو، اری پدما، او بھولی دتی کچھ لے کر تو آ بچہ کے لیے، دیکھتی نہیں کہ کمزور ہو رہا ہے۔" تھوڑی دیر کے بعد تھالی میں میرے سامنے کھانا رکھ دیا گیا، نہایت عمدہ اور لذیذ کھانا تھا۔ میں نے کھانا کھایا، معمر عورت خود ہی مجھے اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلا رہی تھی۔
کھانا کھاتے ہوئے میں یہ سوچ رہا تھا کہ پتہ نہیں ان بے چاروں کا اور میرا ساتھ کب تک ہے، بہر طور ان کی کہانی جاننے کی خواہش میرے دل میں بھی پیدا ہو گئی تھی، چنانچہ میں سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا، کھانا ختم ہو چکا تھا۔
"بتاتے کیوں نہیں بیٹا، کہاں چلا گیا تھا تو ہمیں چھوڑ کر کہاں چلا گیا تھا۔؟"
"ماں مجھے کچھ یاد نہیں، مجھے کچھ یاد نہیں آتا۔ غور کرتا ہوں تو میرے سر میں تکلیف ہونے لگتی ہے۔" میں نے کربناک انداز میں کہا اور معمر عورت کے قریب ہی بیٹھا ہوا شخص تڑپ اٹھا، شاید وہ اس عورت کا شوہر تھا اور کاشی کا باپ۔ اس نے کہا۔
"ارے رہنے دو، تا بھاگوان کیوں خواہ مخواہ کی باتیں کرتی ہو، ابھی اتنی جلدی کیا ہے تم دیکھو نا، ہم یاترا کو آئے تھے تم نے منت مانی تھی، اب پوجا پاٹ کرو، تمہارا بیٹا تمہیں مل گیا ہے۔"
"ہاں بھگوان تیری کرپا ہے، مجھے میرا بیٹا مل گیا ہے۔"
"مگر ماں میں گم کہاں ہو گیا تھا؟" میں نے سوال کیا۔
"ہم کیا جانیں بیٹا، بس تو ناراض ہو کر گھر سے چلا گیا تھا اس کے بعد سے تیرا پتہ ہی نہ مل سکا، کہاں کہاں نہ تلاش کیا ہم نے تجھے، بڑی بڑی منتیں مانیں، یہاں بھی یاترا کو آئے تھے۔ اور بھگوان نے ہماری سن لی۔" معمر عورت نے کہا اور میں حیرت و افسوس سے سوچنے لگا کہ کیا بھگوان نے واقعی اس کی سن لی ہے، کہاں سنی ہے بھگوان نے اس کی۔ بھلا میری زندگی کا کیا ٹھکانہ ہے کب تک ان کے ساتھ ہوں اور کب یہاں سے کہیں چلا جاؤں گا، کوئی اندازہ نہیں تھا۔
بہر طور رات ہو گئی اور ان لوگوں نے یونہی مجھے محبتوں کی آغوش میں سلا دیا، چونکہ کافی نیند بھر کے سو چکا تھا اس لیے اس وقت کوئی خاص نیند نہیں آ رہی تھی۔
میں بہت دیر تک جاگتا رہا اور پھر آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا، میں نے سونے کی بہت کوشش کی اور ایک بار غنودگی مجھ پر طاری ہو گئی۔ نجانے کتنی دیر گزری تھی کہ دفعتاً کانوں سے ایک دلدوز چیخ ٹکرائی۔
اس نسوانی چیخ نے میرے بدن کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔
پہلے تو صورت حال میری سمجھ میں نہیں آئی اور پھر آنکھیں کسی قدر حیرت سے ... اور دھوئیں کی ... اطراف میں چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ پھر میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھا اور میری نگاہ ایک شخص پر جم گئی۔
یہ سادھو ہی کے لباس میں تھا لیکن اس کے ہاتھ میں ریوالور نظر آ رہا تھا اور ریوالور کی نال لالہ رام سہائے کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔ یہ منظر میرے لیے انتہائی عجیب تھا۔ لالہ رام سہائے کھڑے تھر تھر کانپ رہے تھے۔
میں نے ادھر ادھر دیکھا، میرا اندازہ لگانے کی کوشش تھی کہ اس سادھو کے کچھ اور ساتھی تو ادھر ادھر چھپے ہوئے نہیں، میں نے دیکھا کہ وہ تنہا نہیں تھا اس کے ساتھ کم و بیش بارہ چودہ افراد تھے، سارے کے سارے سادھوؤں کے لباس میں اور مختلف سمتوں میں کھڑے ہوئے تھے۔
ان کے آس پاس کچھ چھاگلیں بھی تھیں اور ان میں سے ایک درخت کی آڑ میں کھڑا تھا، بہر طور وہ شخص جو لالہ رام سہائے پر پستول تانے کھڑا ہوا تھا کافی خطرناک صورت کا مالک تھا، گٹھا ہوا جسم، بڑی بڑی مونچھیں اور کرخت آنکھیں، میری سمجھ میں یہ صورت حال قطعی نہیں آئی۔ میں لالہ رام سہائے کے خاندان کو کچھ سمجھا تھا یہاں تو اس کا کچھ مختلف معاملہ نظر آ رہا تھا۔ بہر طور میں خاموش انداز میں آگے بڑھنے لگا اور پستول والا سادھو میری طرف متوجہ ہو گیا۔
"اسے تو ادھر ہی کھڑا رہ، ورنہ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔" سادھو نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا، لیکن جو نہی میں نے ایک قدم آگے بڑھایا اس نے فائر جھونک دیا۔
گولی کی آواز دور تک گونج اٹھی تھی اور مجھے اپنے بازو سے تھوڑے فاصلے پر سنسناتی ہوئی گولی نظر آئی۔ تب وہ ... تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ میری مزید کوئی کوشش میری موت کا سبب بھی بن سکتی تھی۔ دل کی دھڑکنیں کچھ بے ترتیب

تھیں۔ لالہ رام سہائے کے خاندان والے اس فائرنگ کی آواز سے جاگ اٹھے تھے اور خوف زدہ انداز میں ادھر ادھر دیکھ رہے تھے ان کے چہروں پر بھیانک خوف پھیلا ہوا تھا، تب ریوالور والے نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔
"رام سہائے جی، کب تک چھپتے رہو گے، ہم سے بولو کیا فیصلہ کیا ہے تم نے؟"
"تت تم۔ تم کون ہو۔ میں تمہیں نہیں جانتا۔" رام سہائے نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔
"جاننا ضروری ہے لالہ جی۔ ہاں یا نہیں، بس جواب دو۔"
"میں نے۔ میں نے تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا، آخر تم ہو کون؟" رام سہائے جی آہستہ آہستہ اپنے خوف پر قابو پاتے جا رہے تھے۔
"دیکھو لالہ جی زندگی بڑی قیمتی چیز ہوتی ہے اگر ادھر ادھر کی اینٹھیں تو پھر میرے لیے تمہیں مار دینا مشکل نہیں ہو گا۔" اس نے پستول والا ہاتھ سیدھا کر لیا۔
"آخر تم چاہتے کیا ہو۔" معمر عورت نے خوف زدہ لہجے میں کہا اور آگے بڑھ آئی۔
"کیا تم دونوں کو مرتا ہوا دیکھنا چاہتے ہو؟" "نہیں،" بولتے رام رام، "رام سادھو کے بھیس میں ڈاکو، بھگوان کے لیے اپنا یہ چولا تو اتار دو، اس بھیس کی آڑ میں تم دھرم کو بدنام کر رہے ہو۔" پستول والے سادھو نے بھیانک قہقہہ لگایا اور وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور بھولا دتی کے سامنے کھڑا ہوا، اس کے انداز میں بے حد خطرناکی تھی اور یہ عورت جس نے چند لمحات کے لیے مجھے ماں کا سکون دیا تھا میرے لیے بہت بڑی حیثیت اختیار کر گئی تھی اور میں اس کی یہ توہین برداشت نہیں کر سکتا تھا، دل کے گوشوں میں چھپی ہوئی بھاوناؤں زندہ ہو گئی تھیں اور ماں کے روپ میں اس عورت کا احترام میرے دل کی گہرائیوں میں اتر چکا تھا۔
میں نے ایک لمحے میں اس ریوالور والے شخص کو سبق دینے کا فیصلہ کر لیا لیکن پھر مجھے احساس ہوا کہ اس کے اطراف میں پھیلے ہوئے لوگ دوسرے ہی لمحے مجھے زخمی کر دیں گے، اگر میں اس شخص کے خلاف کوئی جذباتی اقدام کر لیتا تو اس کے نتیجے میں فوری موت میرا مقدر بن جاتی، لیکن وہ بدبخت سادھو آگے بڑھا اور بھولا دتی کے پاس پہنچ گیا، جو میری ماں کی حیثیت رکھتی تھی۔
"بڑھیا فضول باتوں سے گریز کر۔ ورنہ۔"
"ورنہ کیا کرے گا بہروپیا، اکڑ کر اس متبرک لباس کو تو بدنام نہ کرو۔" ... چلو ڈھیلی فوراً اور اسی وقت ریوالور والے کا ہاتھ اس کے سینے پر پڑا اور وہ ایک تیز چیخ کے ساتھ الٹ کر گر گئی۔

"ہمیں اصل حیثیت سے دہلی نہیں پہنچنا چاہیے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"دشمنوں کو ہم تک پہنچنے میں آسانی ہوگی لیکن ہمیں کچھ ایسی کاروائی کرنا چاہیے کہ ہماری شکلیں تبدیل ہو جائیں۔"

"اگر تم ایسا سمجھتے ہو کاشی تو ضرور ایسا کرو۔"

"دہلی پہنچ کر ہم پہلی کوشش یہ کریں گے کہ کسی ہوٹل میں قیام کریں گے اور وہاں آرام سے رہ کر ماحول کا جائزہ لیں گے۔ میں اس تنظیم کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا جو ہمارے دادا، پتا کی موت کا سبب بنی ہے۔"

"ٹھیک ہے اب میں تمہارے ساتھ ہوں جس طرح تم چاہو کرو۔" پدما نے جواب دیا۔

ٹرین دہلی کے شاندار اسٹیشن پر پہنچ گئی اور ہم لوگ نیچے اتر آئے۔ ہم نے عام مسافروں کی طرح ہوٹل کا رخ کیا اور ایک شاندار ہوٹل میں ہم نے ایک کمرہ حاصل کر لیا۔

بڑا سا کمرہ تھا جس میں ہم دونوں پہنچ گئے۔ پدما نے اور میں نے یہاں اپنے نام غلط لکھوائے تھے۔ یہاں پہنچنے کے بعد ہم سکون سے بیٹھے اور مستقبل کے پروگراموں پر غور کرنے لگے۔ پدما نے کہا کہ ہم دوہری شخصیت گزاریں گے ہم ایسے کوئی چال چلیں گے جب ذہین انداز ہو کہ ہمارے دشمن ہم سے ناواقف ہوں گے میں نے اس کی بات سے اتفاق کیا تھا۔

چنانچہ اس رات ہم تقریباً گیارہ بجے اپنی کوٹھی میں داخل ہوئے بہت عالیشان کوٹھی تھی سناٹے میں ڈوبی ہوئی تھی اندر کی بتیاں بند تھیں باہر البتہ روشنی تھی اور گرد و غبار اڑ رہے تھے۔ ایک پستہ قامت آدمی نے ہمیں دیکھا اور دوڑتا ہوا ہمارے پاس پہنچ گیا۔

"ہے رام بھیا۔ ہے رام کاشی جی کیا ہو گیا کیا ہو گیا آپ چلے گئے ہم نے سنا تھا کہ رام نے ہمیں سنا کر لالہ جی اور لالائن۔" وہ دہاڑیں مار مار کر رونے لگا تمام نوکروں نے رونا پیٹنا مچا دیا تھا۔ پدما نے انہیں ڈانٹا۔

"بس جتنا تمہارا کام ہے اتنا ہی کرو جو کچھ ہوا ہے تمہارے کانوں تک پہنچ گیا اب اس میں کچھ کیا نہیں جا سکتا۔ جاؤ اپنا کام کرو۔" ہم اندر پہنچ گئے۔

اندر پہنچنے کے بعد پدما نے مجھے کوٹھی دکھائی تمام صورتحال سے آگاہ کیا کہا ہم دستاویزات اور کاغذات اپنے قبضے میں لیں گے وہ آہستہ سے بولی۔

"اب ہمیں خاموشی سے یہاں سے نکلنا چاہیے۔"

"نوکروں کو کچھ نہیں بتاؤ گی پدما۔"

"بتانا مناسب نہیں ہے یہ سارے کاغذات دولت اور جائیداد کے ہیں جو پہلے علم میں تھے بھگوان کا شکر ہے کہ یہ ابھی ہمارے دشمنوں کے ہاتھ نہیں لگے۔"

"مگر پدما ان کی حفاظت کیسے کرو گی۔"

"انہیں کسی بینک کے لاکر میں رکھوا دیں گے اور اطمینان سے اپنا کام کریں گے۔" ابھی ہم یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ دفعتاً ٹیلی فون کی گھنٹی بجی، اور ہم دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ پدما نے آگے بڑھ کر ٹیلی فون اٹھا لیا تھا پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"ہیلو۔"

"کون بول رہا ہے۔؟" دوسری طرف سے آواز آئی میں نے بھی پدما کے کان سے کان لگا دیا۔

"پدما بول رہی ہے۔"

"اوہ۔ بیٹا تم ہو۔ تم اپنے پتا کے دوست ساجن داس کو تو جانتی ہوگی۔"

"ساجن داس۔"

"ہاں بیٹا پتا لگا چکر چل رہا تھا میرے اور تمہارے پتا جی کے درمیان اور دیکھو اس چکر میں تمہارے پتا جی مارے گئے۔"

"تو تم۔ تو تم ساجن داس، تم نے تم نے میرے پتا کو مارا ہے۔"

"نہ بیٹا نہ ہم کہاں مار سکتے ہیں۔ اصل میں تمہارے پتا بڑے غلط لوگوں کے جال میں پھنس گئے تھے تم کو معلوم نہیں بیٹا کہ ساجن داس کیا ہے۔ ہم سورج گرہن تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں سورج گرہن کے بارے میں اگر تم جانو تو تنظیم تمہارے پتا کے کاغذات لینا معلوم ہو جائے گا۔ بڑا لمبا اور بار سوم ہے اپنا اور اس کے پیچھے تمہارے پتا کو اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑے مگر ہم ایک بات تم سے معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

"کیا۔؟" پدما نے پوچھا۔

"یہ بتاؤ کہ ہم نے جو سنا وہ سچ ہے۔"

"کیا سنا ہے تم نے۔؟"

"رام سہائے کا بھتیجا کاشی رام تمہارے پاس یہاں تک پہنچ گیا ہے۔"

"اگر ایسا ہے تو۔؟"

"نہ ہی بھیا نہ ہی تمہیں دھوکا ہوا ہے کاشی رام تو ہمارے ہاتھوں مارا جا چکا ہے ہم نے اپنے ہاتھوں سے اس کے ٹکڑے کیے تھے پھر وہ بھلا تمہارے پاس کیسے پہنچ گیا۔"

"اس کی روح ہمارے پاس آ گئی ہے اور وہ بھی روح

اب تمہیں موت کے گھاٹ اتارے گی ساجن داس۔"

"ارے رام رام۔ ساجن داس تو بڑا ہی بہروپیا آدمی ہے اسے مارنا اتنا آسان کام نہیں ہوگا لیکن تم سن لو اگر وہ بھتیجا تمہارے پاس پہنچ گیا ہے تو پھر وہ وہ نہیں ہے جو تم سمجھ رہی ہو وہ کوئی اور ہی ہوگا۔"

"ہوگا تمہیں کیا۔؟"

"بس بیٹا ہم تم سے ایک سودا کرنا چاہتے ہیں۔ زندگی بڑی قیمتی چیز ہوتی ہے اور اگر تم اسے بچانا چاہتی ہو تو غور کر لینا میں تمہیں پھر فون کروں گا۔"

دوسری طرف سے فون بند ہو گیا اور پدما کی آنکھوں سے خوف جھلکنے لگا۔

"او کاشی ہمیں فوراً یہاں سے نکل جانا چاہیے۔" وہ بولی۔ میں چونکہ اس کے کان سے کان لگائے ساری گفتگو سن رہا تھا اس لیے ساری آوازیں میرے کانوں میں آ رہی تھیں۔ ایک لمحے کے لیے میرا دل دھڑکا تھا کہیں پدما میری طرف سے بدگمان نہ ہو جائے لیکن یوں لگتا تھا جیسے پدما کو ان تمام باتوں کا یقین نہ آیا ہو بہرطور اس کے بعد ہم خاموشی سے وہاں سے نکل آئے اور پھر ایک گاڑی میں بیٹھ کر ہوٹل کی طرف چل پڑے۔ ہوٹل میں اپنے کمرے میں پہنچ کر پدما نے وہ سارے کاغذات کھول کر دیکھے جو وہ اپنے پتا جی کے سیف سے لائی تھی۔ ان کاغذات میں ہم ساجن داس کے بارے میں کوئی تفصیل تلاش کرنے لگے۔ کاغذات میں ہمیں ساجن داس اور سورج گرہن نامی تنظیم کے بارے میں ساری معلومات حاصل ہو گئیں یہ تنظیم بہت وسیع پیمانے پر سارے ہندوستان میں پھیلی ہوئی تھی اور اس کے کارکن بڑے بڑے سیٹھوں کو بلیک میل کر کے ان سے دولت حاصل کرتے تھے۔ ساجن داس کا اور پدما کے باپ کنہیا لال کا کوئی لمبا جھگڑا چل رہا تھا اور ساجن داس اس تنظیم کا نمائندہ تھا۔

چنانچہ اب یہ بات طے ہو گئی تھی کہ ان لوگوں کے قتل میں اسی تنظیم کا ہاتھ ہے۔ مجھے ایک لمحے کے لیے خوشی کا احساس ہوا تھا کہ کم از کم میں اس وقت نرملا کی نظروں سے بالکل ہی محفوظ ہو گیا ہوں اور ایک بالکل نئے جھگڑے میں پڑ کر ایک نئی شخصیت اختیار کر چکا ہوں اگر اس کا موقع مل جائے تو پھر شاید میں اپنے آپ کو سنبھال کر نرملا کے خلاف کوئی قدم اٹھا سکوں لیکن اب تو حال تو یہ تھا کہ تنظیم سورج گرہن کے بارے میں دیکھنا تھا اس عورت کا طلسم، زندگی بھر نہیں بھول سکتا تھا اور اس طلسم کا توڑ بھی کرنا ہی تھا۔ پدما نے تمام کاغذات سمیٹے اور پھر بولی۔

"ان کاغذات کو اگر ہم چاہیں تو پولیس کے حوالے کر سکتے ہیں لیکن یہ بات بھی تم جانتے ہو کاشی رام کہ پولیس اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتی ہے تنظیم کے بارے میں جو معلومات ہمیں تھوڑی سی مدت میں ہمیں حاصل ہوئی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بہت ہی خطرناک لوگ ہیں۔ اور ان پر ہاتھ ڈالنا آسان کام نہ ہوگا چنانچہ کیوں نہ ہم آرام سے کام کریں ہم لوگ اپنا حلیہ تبدیل کیے لیتے ہیں بھگوان کا شکر ہے کہ دولت کی ہمارے پاس کوئی کمی نہیں ہے جہاں بھی ضرورت ہوگی ہم اپنے اپنے طور پر کام کریں گے بلکہ میں تو یہ سمجھتی ہوں کہ ہم لوگوں کو ہوٹل بھی بدل دینا چاہیے تاکہ ہمیں ساتھ نہ دیکھا جا سکے ہم لوگ اپنے اپنے طور پر کام کرتے ہیں جو کچھ میں چاہوں گی میں کر دوں گی تم چاہو تم کرنا۔ جب بھی ہمیں ایک ساتھ رہنے کی ضرورت ہوئی ہم لوگ ساتھ رہ جائیں گے ویسے میرا خیال ہے کہ میری یہ بات قابل غور ہے۔"

"نہیں پدما۔ بات تو قابل غور ہے لیکن ہمارا دور دور رہنا مناسب نہیں ہے۔"

"انتقام کے لیے۔ صرف انتقام کے لیے ورنہ ہم لوگ دور کہاں ہیں؟" پدما کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے شرم کی سرخی لہرا گئی۔

"ٹھیک ہے پدما وقتی طور پر میں یہ دوری قبول کیے لیتا ہوں لیکن زیادہ عرصے کے لیے نہیں۔ ہاں جو کچھ تم کرو اس کے بارے میں مجھے اطلاع ضرور دے دینا۔"

"اور جو کچھ تم کرو اس کے بارے میں بھی مجھے اطلاع دینا۔" پدما نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں اس سلسلے میں تمہیں ہر بات سے آگاہ رکھوں گا۔"

دوسرے دن سب سے پہلا کام ہم نے یہ کیا کہ وہ تمام کاغذات ایک بینک کے لاکر میں رکھوا دیے اور اس کے بعد ہم نے اپنا حلیہ تھوڑا تھوڑا تبدیل کر لیا۔ پدما اسی ہوٹل کی پہلی منزل کے ایک کمرے میں مقیم ہو گئی۔ یہ وقتی بات تھی اس نے کہا کہ ہم لوگ آپس میں ایک دوسرے سے زیادہ رابطہ نہ رکھیں تاکہ ہم پر کسی کو شبہ نہ ہو ساجن داس یقیناً ہماری تلاش میں ہوگا۔" پدما نے مجھ سے یہ بھی پوچھا کہ ساجن داس نے مجھے فراڈ ثابت کرنے کی کوشش کیوں کی۔ تو میں نے اسے جواب دیا کہ ممکن ہے اس میں اس کا کوئی مفاد وابستہ ہو۔"

زندگی ان ہی حالات سے عبارت ہو گئی تھی تو پھر اس پر جمود

طاری رکھنا کیا معنی رکھتا تھا۔ میں ایک نئی زندگی کا آغاز کرنا چاہتا تھا اور لندن میں اب تسلسل برتنا میرے بس میں نہیں تھا۔ سورج گرہن تنظیم کو منظر عام پر لانا آسان کام نہیں ہوتا لیکن میرے ذہین دماغ نے اس کا ایک حل سوچ ہی لیا اور میں نے اس پر عمل کرنے کے لیے کارروائیاں شروع کر دیں۔ پدما سے دور رہنے کے لیے ہم دونوں نے کوششیں کی تھیں لیکن نہ جانے چند ہی روز کے اندر یہ احساس ہو گیا کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے دور نہیں رہ سکتے۔ پہلے یہ طے کیا گیا تھا کہ ہم الگ الگ ہوٹلوں میں رہیں گے اس کے بعد صرف دوسری منزل تبدیل کر لی گئی۔ لیکن دو ہی دن گزرے تھے کہ ہماری حالت درست ہو گئی۔ پدما خود ہی میرے پاس آ گئی اور عجیب سے لہجے میں بولی۔

"یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا کاشی۔ میں تم سے دور رہ کر ایسا محسوس کرتی ہوں جیسے اب سنسار میں میرا کوئی نہیں ہے۔"

"میں تمہارا ہوں پدما فکر مند کیوں ہوتی ہو۔ آرام سے رہو کوئی تکلیف ہو تو مجھے بتاؤ بلکہ میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ تمہارا ان حالات میں پڑنا ٹھیک نہیں ہے تم لڑکی ہو اور مالوں بھری۔ جب تمہارے سلسلے میں، میں کام کرنے کو تیار ہوں تو پھر تم کیوں پریشانی اٹھاؤ۔"

"نہیں میں ہر جگہ تمہارا ساتھ دینا چاہتی ہوں۔"

"پدما میری خواہش ہے کہ تم کوئی شاندار مکان لے کر اس میں کسی نئی حیثیت سے رہنے لگو مجھے جب بھی تمہاری ضرورت ہوگی میں تمہیں ضرور تکلیف دوں گا۔"

"نہیں کاشی مجھے اپنے ساتھ ہی رکھو۔ بہتر یہی ہے اپنے ساتھ ہی رکھو۔" پدما نے کہا اور میں خاموش ہو گیا لیکن دل ہی دل میں میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ پدما کو ان معاملات سے جس حد تک ہو سکا دور ہی رکھوں گا۔ وہ میرے اتنے قریب آ گئی تھی کہ اب مجھے اسے دھوکا دیتے ہوئے شرمندگی محسوس ہوتی تھی لیکن پھر بھی کیا کرتا تھا۔ پھر ایک دن میں نے اپنے پروگرام کا آغاز کر دیا۔ میں نے اس کی تفصیل پدما کے سامنے رکھ دی تھی۔

"دیکھو پدما، سورج گرہن تنظیم کو سامنے لانا آسان کام نہیں ہوگا۔ میں اس کے لیے ایک پروگرام بنا چکا ہوں اور آج سے اس پر عمل کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔"

"پروگرام کیا ہوگا؟"

"تمہیں اس سلسلے میں میری سیکرٹری کی حیثیت سے کام کرنا ہوگا۔"

"میں بخوشی تیار ہوں۔"

"تو پھر مجھے ایسے چند لوگوں کے نام دو جو یہاں کے دولت مند لوگ ہوں اور میں ان سے اپنے کام کا آغاز کر سکوں۔"

"ان سے کیسے آغاز کرو گے؟"

"بس تم دیکھتی جاؤ مجھے پہلے کوئی ایسا نام بتاؤ جو بہت دولت مند ہو۔"

"بہت سے لوگ ہیں جیسے کالی چرن، سیٹھ دھونی داس، سیٹھ حاجی اللہ بخش، ماد ھولال اور ایسے بہت سے نام ہیں جو کروڑ پتی ہیں۔"

"کالی چرن کے بارے میں مجھے تفصیلات بتاؤ۔"

"یہاں کی کپڑا ملوں کا مالک ہے۔ کروڑ پتی آدمی ہے۔"

"بس ٹھیک ہے اس کا فون نمبر؟"

"میں تمہیں ڈائریکٹری میں تلاش کر کے دے دیتی ہوں۔" پدما نے کہا۔ اور اس نے پھر ڈائریکٹری میں سے دیکھ کر مجھے کالی چرن کا فون نمبر بتا دیا۔

ہم نے ہوٹل سے باہر نکل کر ایک ایسی جگہ منتخب کی جہاں ٹیلیفون موجود تھا۔ یہاں سے یہ پتہ نہیں لگایا جا سکتا تھا کہ ٹیلی فون کہاں سے کیا جا رہا ہے۔ میں نے ٹیلی فون پر کالی چرن کے نمبر ملائے۔ پہلے نمبر پر وہ نہیں ملا۔ دوسرا نمبر ملایا اور دوسرے کے بعد تیسرا نمبر جس پر کالی چرن موجود تھا۔ اس وقت مجھے پتہ چلا کہ کالی چرن ایک میٹنگ میں مصروف ہے لیکن میں اپنے کام کو ادھورا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ چند لمحات کے بعد مجھے دوسری طرف سے ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

"ارے کون ہے بھئی، کیا بات ہے ہمارا سیکرٹری لے تم کو بولا نہیں کہ ہم میٹنگ میں ہے۔ اس کے بعد بھی تم ہم کو فون پر پھون کیے جا رہے ہو؟"

"کالی چرن سورج گرہن کے لیے کوئی ایک جگہ مخصوص نہیں ہوتی، تم اچھی طرح جانتے ہو۔"

"کیا بکتے ہو بھائی۔ کون سورج گرہن، ہم کو تو سورج گرہن کا کچھ نہیں جانتے ہیں۔" کالی چرن نے کہا اور میں سمجھ گیا کہ یہ میرے کام کا آدمی نہیں ہے۔

چنانچہ میں نے فون بند کر دیا اور پدما سے دوسرا نمبر مانگا۔ دوسرا نمبر ماد ھولال کا تھا۔ سیٹھ ماد ھولال سے پہلی ہی کوشش میں ملاقات ہو گئی اور میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"کون سیٹھ ماد ھولال جی بول رہے ہیں؟"

"ہاں تم کون ہو؟"

"سورج گرہن۔" میں نے کہا اور دوسری طرف چند لمحات کے لیے خاموشی چھا گئی۔

"کیا مطلب؟ ابھی چند روز قبل ہی تو تم نے مجھ سے ایک لاکھ روپے وصول کیا ہے۔"

"چندہ وصول کرنے والے بہت ہیں سیٹھ ماد ھولال جی۔" میں نے مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مگر تم نے کہا تھا کہ اب مجھ سے رقم آئندہ ماہ کی دو تاریخ کو وصول کی جائے گی۔"

"اگلے ماہ کی دو تاریخ بہت دور ہے سیٹھ جی۔ مجھے دو لاکھ روپے فوری چاہئیں۔"

"کچھ ہمت کرو۔ میں اب بھی ایک پیسہ بھی نہیں دوں گا۔"

"آپ سوچ لیں سیٹھ جی۔"

"میں نے سوچ لیا ہے۔ میں رگھو لال سے ملوں گا۔ اس سے بات کر کے کوئی جواب دوں گا۔ رگھو لال تمہارا ایجنٹ ہے اور اس نے مجھے کہا تھا کہ اس کے بعد دو تاریخ ہی کو پیسے مانگے جائیں گے۔"

"مل لو سیٹھ جی مگر تمہیں نقصان ہوگا۔"

"جو کچھ بھی ہو میں رگھو لال سے ملے بغیر کوئی وعدہ نہیں کر سکتا ہوں۔"

"کب مل رہے ہو رگھو لال سے؟"

"آج ہی شام کو میں آٹھ بجے کلیا مانی پہنچ جاؤں گا مجھے پتہ ہے کہ رگھو لال سے کلیا مانی ہی میں ملاقات ہو سکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے سیٹھ جی۔ مل لیں رگھو لال سے لیکن سوچ لیں کہیں آپ کو کوئی نقصان نہ ہو جائے۔"

"ارے اب میں کسی نقصان سے نہیں ڈرتا۔ تم نے مجھے کنگال کر دیا ہے تمہیں کیا معلوم کہ میری اپنی کاروباری حالت کیا ہے میں خود پریشان ہوں۔"

"آپ کی مرضی سیٹھ جی۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ پھر میں نے پدما کی طرف دیکھ کر آہستہ سے گردن ہلائی۔ پدما میری چالاکی پر عش عش کر رہی تھی۔

"میں جانتی ہوں کہ اب تم کیا کرو گے۔"

"بتاؤ۔"

"تم یقیناً اب ماد ھولال کا پیچھا کرو گے۔ اور پھر اس کے ذریعے سورج گرہن تنظیم تک پہنچ سکو گے یہی بات ہے نا؟"

"اس کا مطلب ہے پدما کہ تم تو واقعی شاندار ساتھی ثابت ہو گئی ہو۔"

"تم مجھے کیا سمجھتے ہو۔ دیکھنا میں کیا کر کے دکھاتی ہوں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ رات کو ہماری کار تم ہی ڈرائیو کرو گی۔" میں نے کہا اور پدما مسکرا دی۔

ماد ھولال کے بارے میں ہم نے دن میں کافی معلومات حاصل کر لیں اور پھر ٹھیک پانچ بجے ہم نے اسے اس کے آفس سے باہر نکلتے دیکھا۔ پدما نے بتایا کہ یہی ماد ھولال ہے۔ پدما نے ایک خوبصورت کار حاصل کر لی تھی اور یہی کار ہمارے استعمال میں آ رہی تھی۔

چنانچہ اس وقت جب ماد ھولال کی کار وہاں سے آگے بڑھی تو ہم اس کے ساتھ ساتھ چل پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد ماد ھولال کی کار ایک خوبصورت عمارت میں داخل ہو رہی تھی۔

"یہ ماد ھولال کی کوٹھی ہے۔"

"اس کا مقصد ہے کہ ہمیں اب اس کوٹھی کی چوکیداری کرنا ہوگی۔"

"ہاں۔ یہ تو ہے۔ وہ رات کو آٹھ بجے ہی رگھو لال سے ملے گا۔"

"چلو کوئی بات نہیں ہے ہم دونوں بات چیت کرتے رہیں گے۔" میں نے کہا اور کار کو ایک ایسی جگہ کھڑی کرا دی جہاں سے یہ اندازہ نہ ہو سکے کہ وہ کوئی تعاقب کرنے والی کار ہے۔ پتہ نہیں تمہارے فون کرنے کے بعد ماد ھولال کی کیا حالت ہے اور پھر ماد ھولال نے کسی اور سے رابطہ قائم کیا یا نہیں۔

بہرطور تقریباً ساڑھے سات بجے ماد ھولال اپنی کار میں بیٹھ کر باہر نکلتا ہوا نظر آیا۔ اور پدما نے کار آگے بڑھا دی۔ ہم لوگوں نے اس دوران تمام معاملات کی تیاری کر لی تھی اور ہمیں اندازہ ہو گیا تھا کہ ہمارے یہ انتظامات ہمارے لیے کافی سود مند ثابت ہو سکتے ہیں۔

کاسروڈ تی راہی کلیا مانی کے بارے میں پدما بھی جانتی تھی مجھے اس کے بارے میں تفصیل نہیں معلوم تھی۔ جیسا کہ ایک چھوٹی سی بستی تھی جسے کلیا مانی کہا جاتا تھا۔ چنانچہ کلیا مانی پہنچ کر ماد ھولال نے اپنی کار ایک چھوٹے سے مکان کے سامنے روک دی۔ میں نے پدما کی طرف دیکھا اور پدما نے میری طرف پھر میں نے پدما سے کہا۔

"پدما میں اندر جاؤں گا۔"

"ہوشیاری سے کاشی کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ان کے درمیان پھنس جاؤ۔ ظاہر ہے خطرناک لوگ ہیں۔"

"تم فکر مت کرو۔" میں نے کہا اور خاموشی سے باہر نکل آیا۔ میرے پاس ہتھیار موجود تھے پستول جو چھ گولیوں سے بھرا ہوا تھا۔ میں نے اس چھوٹے سے مکان کا احاطہ عبور کیا۔ ماد ھولال اس

وہ اس مکان میں داخل ہو چکا تھا اور پھر میں خاموشی سے رینگتا ہوا اس کمرے کی جانب بڑھ گیا جس کے بارے میں میرا خیال تھا کہ ڈرائنگ روم ہو سکتا ہے۔ یہیں پر مادھولال اور رگھولال موجود تھے۔ رگھولال کسی قدر لمبے قامت زیادہ سے زیادہ پانچ یا ساڑھے پانچ فٹ کا آدمی ہوگا لیکن اس کا بدن پھیلا ہوا تھا، چہرہ خاصا کالا تھا اور نقوش تیکھے تھے۔ مادھو اس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس کھڑکی سے کان لگا دیئے جہاں سے اندر کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔

"آپ کیا کہہ رہے ہیں مادھولال جی، یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔"

"ہوا ہے۔ میں تم سے جھوٹ نہیں بول رہا۔"

"اگر ایسا ہے تو میرا خیال ہے کسی کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے بھیجئے میں ساجن داس سے بات کرتا ہوں۔" رگھولال نے کہا۔

میری انتہائی خواہش تھی کہ کسی طرح ساجن داس کا فون نمبر مجھے معلوم ہو جائے لیکن ظاہر ہے اتنی دور سے فون نمبر دیکھنا میرے لیے ممکن نہیں تھا، مجبوراً اس پر صبر کیا۔ چند لمحات کے بعد رگھولال نے ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو ساجن لال جی ہیں۔"

"نہیں ہیں۔ کہاں گئے ہیں؟"

"اچھا کب تک واپسی ہو جائے گی۔" وہ باتیں کرتا رہا اور پھر فون بند کر دیا۔ اس کے بعد اس نے مادھولال سے کہا۔

"سیٹھ جی آپ اطمینان رکھیں جب تک میں ساجن داس جی سے اس بارے میں معلومات حاصل نہ کرلوں آپ کسی کو ایک پیسہ بھی نہ دیں چاہے آپ کو کتنی ہی دھمکیاں دی جائیں بلکہ اگر ایسا ہو تو آپ ان سے صاف صاف کہہ دیں کہ میں رگھولال جی سے بات کر چکا ہوں اور رگھولال کا جواب ملے بغیر کچھ نہیں کروں گا۔"

"مگر کہیں وہ لوگ مجھے کوئی نقصان نہ پہنچا دیں رگھولال۔"

"سیٹھ جی۔ میرے ہوتے آپ کو کس بات کی چنتا ہے آپ بالکل چنتا نہ کریں جب تک میں آپ سے نہ کہوں، آپ انہیں ایک پیسہ بھی نہ دیں۔ بس اس بات کا خیال رکھیں۔"

"تم کہتے ہو تو ٹھیک ہے مگر یقین کرو رگھولال میں آج کل ویسے ہی تھوڑا پریشان ہوں۔ میں کہاں سے انہیں دو لاکھ روپے دوں گا۔ اور پھر یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ اس کے بعد وہ کب مجھ سے دوبارہ پیسے مانگنے لگیں۔"

"آپ کسی کو ایک پیسہ نہ دیجئے سیٹھ جی بس اس کا سارا انتظام میں کرلوں گا۔"

"تو پھر میں جاؤں۔"

"جی۔ آپ آرام سے جائیے اور چین کی نیند سویئے۔ رگھولال آپ کا دوست ہے آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہونے دے گا۔" مادھولال نے عجیب سی نگاہوں سے رگھو کو دیکھا۔ اور پھر باہر نکل گیا۔ رگھو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

میں پر اطمینان نظروں سے مادھولال کو باہر جاتے دیکھتا رہا اور پھر جب وہ دور نکل گیا تو میں ایک فیصلہ کرکے اندر داخل ہو گیا۔ چند لمحات کے بعد میں اس کے سامنے پہنچ گیا۔

رگھولال مجھے دیکھ کر چونک پڑا۔

"کون ہو تم؟ بغیر اجازت اندر کیوں گھس آئے ہو؟"

"تم سے کچھ کام ہے رگھولال۔" میں نے جواب دیا۔ اور رگھولال کا ہاتھ جیب کی طرف بڑھا لیکن میں نے فوراً اپنا پستول نکال کر اس کے سامنے کر دیا۔

"نہیں رگھولال جی۔ تمہاری بدقسمتی سے میرے پاس بھی اس کا انتظام ہے۔ ہاتھ اوپر رکھو ورنہ۔"

رگھولال کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کی جیب سے پستول نکال لیا۔ اسے اپنی جیب میں ڈال کر میں نے اس کے باقی لباس کی تلاشی بھی لے ڈالی لیکن اس پستول کے علاوہ اس کے پاس کچھ اور ہتھیار نہیں تھا جسے وہ میرے خلاف استعمال کر سکتا۔ اس کے بعد میں نے اسے دھکا دے کر ایک کرسی پر بٹھا دیا۔ رگھولال خونی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"ہاں تو رگھولال جی مجھے کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں آپ سے امید ہے آپ مجھے صحیح جواب دیں گے۔"

"تم جو کوئی بھی ہو اپنی موت کو دعوت دے رہے ہو۔"

"دعوتیں دیتے رہنا میرا شغل ہے رگھولال جی اس طرح کی دعوتیں بڑھتی رہیں مجھے اپنی موت سے بہت محبت ہے۔ ہاں اگر آپ کو اپنی زندگی سے محبت ہے تو پھر آپ کے لیے مشکل ہے۔" رگھولال چند لمحات اسی انداز میں مجھے دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

"کیا چاہتے ہو؟"

"پہلا سوال یہ ہے مہاراج کہ آپ کے علاوہ اس عمارت میں اور کون کون ہے؟"

"کوئی نہیں ہے۔"

"اور اگر کوئی ہوا تو؟"

"میں نے تم سے کہا نا اور کوئی نہیں ہے۔"

"چلو یہ میری خوش قسمتی ہے رگھولال جی کہ یہاں آپ سے باتیں کرنے کا ایک بہترین موقع مجھے نصیب ہو گیا۔ دوسرا سوال یہ ہے رگھولال جی کہ سورج گرہن میں آپ کتنے عرصے سے شامل ہیں اور کیا کام آپ نے انجام دیئے ہیں۔" یہ میں نے سوال کیا اور رگھولال بری طرح چونک پڑا تھا۔ وہ ایک لمحے کے لیے بدحواس ہوا لیکن دوسرے لمحے اس نے خود کو سنبھال لیا اور پھر غراتے ہوئے لہجے میں بولنے لگا۔

"چوہو تم چوری کرو اور یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ یہ فضول باتیں کیوں کر رہے ہو؟"

"کیوں رگھولال جی ان فضول باتوں سے خوف محسوس کر رہے ہو؟"

"میں ڈروں گا تم جیسے چوہے سے جو پستول کے زور پر مجھ سے بکواس کر رہا ہے۔"

"اوہو ارے رگھولال جی آپ کا خیال ہوگا کہ آپ مجھے فلمی قسم کا جوش آ جائے گا اور میں پستول جیب میں رکھ کر کہوں گا۔ رگھولال میں تجھے نہتے ہاتھوں مار دینا چاہتا ہوں آ میرے مقابلے پر آ۔ نہیں رگھولال جی نہیں در اصل کوئی فلمی ہیرو نہیں ہوں اور نہ ہی آپ ولن ہیں سیدھے سیدھے میری باتوں کا جواب دیجئے ورنہ آپ کو ختم کرنے میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔"

رگھولال نے بے بسی سے ادھر ادھر دیکھا اور پھر بے بسی سے بولا۔

"مگر تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔"

"سورج گرہن کو سب جانتے ہیں۔"

"کیا سورج گرہن۔ پچھلے کافی دنوں سے تو کوئی بھی سورج گرہن نہیں پڑا۔"

"اب پڑ جائے گا رگھولال جی لیکن اس کا شکار آپ ہوں گے۔ میں صرف تین تک گنتی گنتا ہوں اس کے بعد مجھے میرے سوال کا جواب چاہیے۔"

"ایک۔" میں نے کہا اور رگھولال خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

"دو۔" میں پھر بولا۔

"ارے ارے تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے آخر تم چاہتے کیا ہو؟"

"سورج گرہن کے بارے میں معلومات۔"

"کیوں۔؟" رگھولال نے پوچھا۔

"یہ سوال کرنے کا حق آپ کو نہیں ہے رگھولال جی۔"

"سورج گرہن کے بارے میں تم کیا جانتے ہو، پہلے اس بات کا جواب دو۔"

"اچھا۔ اچھا پہلے یہی سہی وہ ایک خطرناک تنظیم ہے۔"

"اور تم کون ہو۔؟"

"پھر بکواس پر اتر آئے۔" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اور آگے بڑھ کر اس کی پنڈلی پر ایک زوردار لات رسید کی رگھو لال کے حلق سے ایک کراہ نکل گئی تھی۔ وہ جھکا لیکن میرے گھونسے نے اسے پھر سیدھا کر دیا اور وہ کرسی کی پشت سے جا ٹکا۔ اس گھونسے ہی سے اسے معلوم ہو گیا ہوگا کہ صورت حال اس کے حق میں کتنی خوفناک ہے۔ چنانچہ اب وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"ہاں شروع ہو جاؤ۔ وہ تنظیم ہے اور کیا جاننا چاہتے ہو اس کے بارے میں۔"

"تمہارا اس سے کیا تعلق ہے۔"

"میں اس کا ایک رکن ہوں اس کے لیے کام کرتا ہوں۔"

"کیا کام۔؟"

"لوگوں سے بلیک میلنگ کی رقم وصول کرنا میری ذمہ داری ہے۔"

"گڈ۔ گڈ۔ رگھولال جی خوشی ہوئی آپ کی یہ بات سن کر بہتر ہے کہ جب انسان بے بس ہو جائے تو وہ سچ بتا دے اگلی وجہ۔ ہاں تو رگھولال جی اس تنظیم کے افراد کے بارے میں تفصیلات۔"

"اگر تم تنظیم کے بارے میں تھوڑا بہت بھی جانتے ہو تو تمہیں اس بات کا علم ہوگا کہ سورج گرہن کے اراکین کے بارے میں تفصیلات کسی کو نہیں معلوم ہوتیں۔ وہ انتہائی پوشیدہ تنظیم ہے اور اپنے آپ کو انتہائی محفوظ رکھتی ہے۔"

"واہ رگھولال جی واہ۔ گویا آپ کا مطلب ہے کہ آپ اس تنظیم کے اور کسی آدمی کو نہیں جانتے۔"

"نہیں بس ٹیلی فون وغیرہ پر ہم ایک دوسرے سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔" رگھولال نے کہا۔

"نہیں مانتا بالکل نہیں مانتا سچ سچ صورت حال بتا دو ورنہ جان سے جاؤ گے کیوں بلاوجہ ایڑیاں رگڑ رہے ہو۔" میں نے کہا۔ میرے انداز گفتگو نے اب رگھولال کو بالکل نروس کر دیا تھا۔ وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر اس نے کہا۔

"تم یقین کرو ہم لوگ بس ایک دوسرے سے صرف ٹیلی فون پر ہی رابطہ قائم رکھتے ہیں ہمیں ایک دوسرے کے بارے میں زیادہ تفصیلات نہیں معلوم ہوتیں۔"

"جو کچھ تفصیلات معلوم ہوتی ہیں وہی بتا دیجئے رگھولال جی۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"مثلاً۔ کیا پوچھنا چاہتے ہو تم۔"

"مطلب یہ کہ آپ وصول شدہ رقومات کسی نہ کسی کو تو دیتے ہوں گے۔"

"ہاں۔"

"کسے دیتے ہیں؟"

"چنگ ہاؤس کے کاؤنٹر مین کو۔"

"چنگ ہاؤس۔"

"ہاں، چنگ ہاؤس۔" رگھو لال نے جواب دیا۔ "گرین روڈ پر ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے اس کے بعد کیا ہوتا ہے؟"

"کچھ نہیں۔ مجھے تنخواہ ملتی ہے باقاعدہ میرا تعلق چنگ ہاؤس سے ہے۔ چنگ ہاؤس کا کاؤنٹر مین بھی ان لوگوں کا ایجنٹ ہے میری طرح اور اسی طرح ہم لوگ ایک دوسرے سے رابطہ قائم کر لیتے ہیں۔"

"اس کے علاوہ اور کوئی رگھو لال؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں تم یقین کرو اس کے علاوہ میری اور کسی سے واقفیت نہیں ہے۔ اگر کبھی کوئی کام ہوتا ہے تو کچھ اجنبی چہرے میرے سامنے آ جاتے ہیں اور اس کے بعد دوسری بار ان سے ملاقات نہیں ہوتی۔"

"سورج گرہن کا سربراہ کون ہے؟"

"یہ ایک مزاحیہ سوال ہے۔" رگھو لال نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ سورج گرہن کے سربراہ کے بارے میں بھلا کون جان سکتا ہے۔ اور پھر کوئی ایک سربراہ ہو اس کا ہر شخص تو نہیں کیا ایک نظر آتا ہے۔" اس نے کہا اور میں گہری سانس لے کر اسے گھورنے لگا۔ پھر میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"صاحب حاکم کون ہے۔" میرے اس سوال پر رگھو لال میری آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔

"شہر کا ایک بڑا آدمی۔"

"سورج گرہن سے اس کا کیا تعلق ہے۔"

"وہ بھی سورج گرہن کا ایجنٹ ہے۔"

"تم تو کہتے تھے کہ تم کسی کو نہیں جانتے۔"

"ایسے کچھ اور نام بھی میں تمہیں بتا سکتا ہوں لیکن ان کی حیثیت بھی بس میری ہی طرح ہے۔ بہت بڑی حیثیت کے مالک نہیں ہیں وہ۔" رگھو لال نے کہا۔

"چلو وہ نام بھی بتا دو۔" اور رگھو لال نے میرے سامنے کئی نام دہرائے جنہیں میں نے اپنے ذہن میں نوٹ کر لیا۔ چنگ ہاؤس کے بارے میں بھی تفصیلات معلوم ہو گئی تھیں اس کے علاوہ رگھو لال سے کچھ اور معلومات حاصل کرنا میرے لیے ممکن بھی نہیں تھا۔ کیونکہ پتہ کی بات یہ ہے کہ سورج گرہن نامی تنظیم کے بارے میں کچھ تفصیلات مجھے بھی نہیں معلوم تھیں چنانچہ اب یہاں پر میرا کام ختم ہو گیا تھا۔ اور اگر میرا کام ختم ہو گیا تھا تو پھر رگھو لال کا کام بھی ختم ہو جانا چاہیے تھا چنانچہ میں نے اس کی پیشانی کا نشانہ لے کر پستول کا ٹریگر دبا دیا۔ اس کی کھوپڑی تڑخ گئی۔ گولی اندر گھس گئی اور رگھو لال دونوں ہاتھ پھیلا کر کھڑا ہو گیا۔ پھر کسی طرح اوندھے منہ فرش پر گر پڑا۔ ایک ہی گولی نے اس کا کام تمام کر دیا تھا۔ میں اطمینان سے پستول جیب میں رکھ کر باہر نکل آیا۔

پدما میرا انتظار کر رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں سنسنی کی جھلکیاں نظر آ رہی تھیں۔ جب میں کار میں بیٹھ گیا تو اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

"کیا بنا؟" اس نے سوال کیا۔

"کام ہو گیا پدما۔" میں نے جواب دیا۔

"اندر کون تھا؟"

"رگھو لال۔ تم نے مادھو لال کو واپس جاتے دیکھا ہوگا؟"

"ہاں دیکھا تھا۔ مگر رگھو لال سے کچھ معلومات حاصل ہوئیں اس سلسلے میں؟"

"ہاں پدما۔ ایک عمارت کا پتہ لگا ہے جس کا نام چنگ ہاؤس ہے۔"

"چنگ ہاؤس، شاید یہ تو کوئی ریسٹوران ہے۔" وہ بولی۔

"تم نے دیکھا ہے؟"

"ہاں۔ گرین روڈ پر موجود ہے۔"

"مادھو لال کا تعلق چنگ ہاؤس سے ہے چنگ ہاؤس کو وہ بلیک میلنگ کی رقم ادا کرتا ہے وہاں کا کاؤنٹر مین ہمارے کام کی چیز ہے۔" میں نے کہا اور پدما عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر گہری سانس لے کر خاموش ہو گئی۔

"ہوٹل واپس چلو پدما، ہم کچھ نئے فیصلے کریں گے۔"

"چنگ ہاؤس نہیں چلو گے؟"

"ابھی نہیں۔ ابھی انتظار کرنا پڑے گا۔" میں نے جواب دیا اور پدما خاموش ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ہوٹل پہنچ گئے تھے نئے پروگرام کے تحت کچھ نئے فیصلے کیے گئے تھے۔ چنانچہ میں نے پدما کے ساتھ چائے پیتے ہوئے کہا۔

"ہمارے لیے اب یہ ہوٹل بالکل موزوں نہیں ہے کیا ہم کسی عمارت کا انتظام نہیں کر سکتے جہاں رہ کر ہم اپنے کام کر سکیں۔"

"دہلی میں بے شمار عمارتیں ہماری اپنی موجود ہیں لیکن کسی میں جانا ٹھیک تو نہیں ہوگا کیونکہ لوگ ہمیں پہچانتے ہیں۔"

"ہاں پدما ایسی کسی عمارت میں ہم نہیں جائیں گے۔"

"تو پھر کوئی عمارت خرید لیتے ہیں۔"

"خریدنے کی ضرورت نہیں کرائے پر بھی تو مکانات مل جاتے ہیں۔"

"ارے ہاں بھول گئی۔" پدما نے جواب دیا۔

"تو پھر کسی مناسب سی جگہ پر کوئی مکان کرائے پر حاصل کرو پدما کیونکہ اب تو سورج گرہن کے خلاف ہمارے مشن کا آغاز ہو گیا ہے اس کے بعد بڑے ہنگامے ہوں گے۔"

"یہ کام ہم آج ہی کیے لیتے ہیں۔"

"ہاں۔ ہمارے پاس ابھی کافی وقت ہے۔" میں نے کہا اور وہ خاموش ہو گئی پھر دفعتاً اس نے چونک کر کہا۔

"تم نے بتایا نہیں کہ رگھو لال کے ساتھ تم نے کیا سلوک کیا؟"

"وہی جو کرنا چاہیے تھا۔" میں نے جواب دیا اور پدما مجھے دیکھنے لگی پھر آہستہ سے بولی۔

"میں نہیں سمجھی۔"

"مجھے بتاؤ تو سہی کاشی۔ آخر کیا کیا تم نے۔"

"اسے آسمانوں کی طرف روانہ کر دیا۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ ختم کر دیا۔"

"ہاں پدما کیا تمہیں اس بات سے افسوس ہوا۔"

"افسوس اور مجھے ان لوگوں کی موت پر جو میرے پورے خاندان کے قاتل ہیں تم کیسی باتیں کرتے ہو کاشی ہم۔ ہم ان کے ہاتھوں ستائے ہوئے ہیں ہمیں بھلا ان سے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے۔"

"پدما۔ میں سورج گرہن تنظیم کے دل میں ایسی دہشت بٹھاؤں گا کہ تم بھی یاد کرو گی۔ سورج گرہن کے لوگ اپنے آپ کو ناقابل تسخیر سمجھتے ہیں نا۔ میں انہیں بتاؤں گا کہ ناقابل تسخیر کون ہے۔"

"کاشی ایک سوال کروں تم سے۔" پدما نے کہا۔

"ہاں ضرور۔"

"تم پہلے کیا تھے۔"

"پہلے جو سب کچھ ہوا تھا تو نہیں بتا پدما ان لوگوں نے مجھے ایک بار پھر ویران کر دیا ہے محبت کرنے والی ماں جس کی آغوش کے ایک لمس کے نیچے میں ساری زندگی تڑپا ہوں وہ ماں صرف ایک لمس مجھے دے کر اس دنیا سے رخصت ہو گئی وہ

خود نہیں گئی تھی اُسے مجھ سے چھین لیا گیا۔ میں اس ماں کو کیسے بھول سکتا ہوں۔ پدما جس نے مجھے میری پیاسی زندگی میں پہلی بار سکون کے کچھ لمحات دیے تھے میں تو اپنی ساری زندگی اس کی آغوش میں بسر کر دینا چاہتا تھا مگر وہ آغوش مجھے کتنی دیر کے لیے ملی۔ کیا اس کے بعد وہ لوگ قابل رحم ہیں۔ نہیں پدما نہیں۔ انھیں زندہ درگور کرنا اب میرا کام ہے۔ تم دیکھتی رہو میں ان کے لیے کیا کرتا ہوں۔" پدما خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔

"چلو۔ اب ہمیں اپنا باقی کام کر لینا چاہیے۔" اور ہم دونوں ایک بار پھر کار میں بیٹھ کر نکل آئے۔

میں نے اپنے بارے میں غلط نہیں کہا تھا میری زندگی اب ایک کٹی پتنگ کی مانند تھی جو کبھی اس طرف گر رہی تھی اور کبھی اس طرف ایک بے سہارا زندگی جس کی ڈوری کسی سے نہیں بندھی تھی۔ راستے میں جو سفر آ جاتے تھے ان کے ساتھ کچھ لمحات گزر جاتے اور اس کے بعد میں آگے بڑھ جاتا۔ میں نے اپنے آپ کو ہوا کے دوش پر چھوڑ دیا تھا۔ ہوا مجھے بہا کر جدھر بھی لے جائے میری اپنی کوئی منزل نہیں تھی کوئی راستہ نہیں تھا۔ اس دنیا میں کسی گوشے میں کہیں تنہا بیٹھ کر زندگی نہیں گزاری جا سکتی تھی۔

چنانچہ اپنے آپ کو پاگل رکھنا چاہتا تھا۔ اس وقت تک جب تک دشمن کی گولی میرے سینے میں سوراخ نہ کر دے۔ ہاں میں نے اپنے سینے کو کشادہ چھوڑ دیا تھا۔ ان لوگوں کے لیے جن کا دل چاہے مشق ستم کریں۔ ایک بے مصرف آدمی کے لیے اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا۔

اب یہ سب راستے میں آ گئے تھے البتہ اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ معمر عورت نے جو محبت مجھے دی تھی وہ کسی کے طفیل ہی کیوں نہ ہو لیکن اس احساس کو میں اپنی زندگی کا سب سے قیمتی لمحہ کہہ سکتا تھا جب مجھے ایک ماں کا پیار ملا تھا۔ آہ۔ میں کتنا ترسا ہوا تھا ان ساری چیزوں کو۔ پدما کے ساتھ میں نے کوشش کر کے ایک عمدہ سا مکان حاصل کر لیا تھا۔

یہ مکان ہماری توقع کے عین مطابق تھا اور یہاں رہ کر ہم اپنی کارروائیوں کا آغاز کر سکتے تھے اس کے ساتھ ساتھ ہم نے مختلف ذرائع سے کچھ اور خبریں بھی حاصل کیں۔ پدما بھی میری طرح انتقام کی آگ میں سلگ رہی تھی اور اس کے سینے میں سوزش کے ایک ایک لمحہ کا تقاضا ہو جائے ابھی تک ہمیں ساجن داس کے بارے میں تفصیلات نہیں معلوم ہو سکی تھیں لیکن اس سے پہلے چنگ ہاؤس ہمارے لیے قابل توجہ تھا۔

رگھولال نے مرتے ہوئے بتایا تھا کہ ساجن داس ایک بڑا آدمی ہے اس سلسلے میں ہمیں تمام معلومات حاصل کرنی تھیں لیکن کسی ایسے ساجن داس کے بارے میں پتہ نہیں چلا جو کسی بڑی شخصیت کا مالک ہو اور کاروباری حیثیت رکھتا ہو۔ پھر یوں اس کے بعد چنگ ہاؤس ہماری نگاہوں کا مرکز تھا۔

میں نے خاصا سوچ سمجھ کر چند فیصلے کیے اور پھر ایک دن ہم دونوں تیار ہو کر چنگ ہاؤس کی جانب چل پڑے۔ ایک خطرناک مہم کا آغاز ہو گیا تھا اور زندگی کے اس انوکھے کھیل میں خود کو آزمانا چاہتا تھا۔

پدما خاموشی سے کار ڈرائیو کر رہی تھی اور ہماری کار گرین روڈ کی جانب دوڑ رہی تھی۔ تب میں نے پدما سے کہا۔

"ایک بات میرے ذہن میں بار بار آ رہی ہے۔"

"کیا...؟"

"تمہارا ہر جگہ میرے ساتھ دیکھا جانا مناسب نہیں ہے۔ بے شک ہم دونوں مل کر کام کر رہے ہیں لیکن کیا ضروری ہے کہ ہم ہر جگہ ایک ساتھ دیکھے جائیں۔" پدما کسی سوچ میں گم ہو گئی تھی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"بات کسی حد تک ٹھیک ہے۔"

"تو پھر کیا فیصلہ کیا تم نے اس بارے میں۔"

"جیسا تم پسند کرو۔ ظاہر ہے ہمیں کسی سلسلے میں کوئی اعتراض تو نہیں ہو سکتا۔"

"میرا خیال ہے پدما تم مجھے چنگ ہاؤس کے قریب چھوڑ کر کہیں اور نکل جاؤ۔"

"کہیں اور کیوں۔ میں باہر تمہارا انتظار کیوں نہ کروں۔"

"نہیں میرا انتظار کرنا مناسب نہیں ہو گا۔"

"اگر تم اسے بہتر سمجھتے ہو تو مجھے اس پر بھی اعتراض نہیں ہے لیکن اچانک تم نے اپنے فیصلے میں یہ تبدیلی کیوں کی؟"

"اس لیے کہ اگر ہم میں سے ایک پھنس جائے تو دوسرا اس کی مدد کر سکے۔ اگر دونوں ہی ایک ساتھ پھنس گئے تو مصیبت بن جائے گی اس کے علاوہ ایک اور بات بھی میرے ذہن میں ہے۔ وہ یہ کہ اگر ان لوگوں کو ہماری تلاش ہوئی تو دونوں کو ساتھ ساتھ دیکھ لیا جائے گا ہونا یہ چاہیے کہ ہم الگ الگ رہیں۔"

"یہ تم نے پہلے بھی کہا تھا لیکن اس کے بعد اسے تبدیل کر دیا تھا۔"

"اس وقت کی بات اور تھی پدما اب صورت حال مختلف ہے۔"

"تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے میں تمہیں تنہا چھوڑ رہی ہوں لیکن حالات سے مجھے آگاہ رکھنا ضروری ہے۔"

"تم فکر مت کرو۔ میں تمام صورت حال سے تمہیں باخبر رکھوں گا۔" پدما نے گرین روڈ پر پہنچ کر چنگ ہاؤس سے تھوڑے فاصلے پر کار روک دی اور نیچے اتر گئی۔

"کار کی یہ چابی تم رکھ لو میں ٹیکسی سے چلی جاؤں گی اور بے فکر رہو میری کار کا انتظام با آسانی ہو جائے گا۔"

"اوکے۔ ہو سکتا ہے مجھے اس کی ضرورت پیش آ جائے۔" میں نے کہا اور پدما مجھ سے رخصت ہو کر چلی گئی۔ میں کار کو چنگ ہاؤس کے سامنے والے پارکنگ لاٹ میں لے آیا۔ یہاں میں نے ایسی جگہ کار پارک کی جہاں سے نکالنے میں دشواری نہ ہو اور اس کے بعد چابی ہلاتا ہوا چنگ ہاؤس کے اندرونی حصے کی جانب بڑھ گیا۔

خاصی عمدہ جگہ تھی بڑا خوبصورت سا ریسٹورنٹ تھا میں پہنچ گیا ریسٹورنٹ میں زیادہ رش نہیں تھا اندر داخل ہو کر میں نے اندر کا جائزہ لیا اور ایک ایک چہرے کو گہری نگاہوں سے دیکھا۔ میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کہیں میں خود بھی تو کسی کی نگاہوں کا مرکز تو نہیں ہوں لیکن ایسا کوئی اندازہ مجھے نہیں ہو سکا اور میں ایک میز پر جا بیٹھا۔

رگھولال کی موت کے اثرات کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر میں نے کاؤنٹر مین کی جانب دیکھا چہرے سے خاصا خطرناک آدمی نظر آتا تھا گھنی مونچھیں بہت بڑی بڑی تھیں۔ ٹھوڑی پر زخم کا ایک نشان تھا وہ انتہائی شریف نظر آنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن کافی خطرناک آدمی محسوس ہوتا تھا۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دفعتاً میری نگاہیں ایک میز کی جانب اٹھ گئیں۔ بڑی اچھی شکل کی عورت تھی اور میری ہی جانب دیکھ رہی تھی میری نگاہیں اس سے چار ہوئیں تو اس نے منہ پھیر کر دوسری طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ میں گہری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

عمر کافی معلوم ہوتی تھی لیکن انتہائی پرکشش سادہ لباس میں ملبوس تھی۔ چند لمحات میں اسے دیکھتا رہا اور پھر دوسری طرف متوجہ ہو گیا زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہ عورت اپنی جگہ سے اٹھی اور میرے نزدیک پہنچ گئی۔

"ایکسکیوز می۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں تھوڑی دیر یہاں..."

"تشریف رکھیے میں تو آپ کو پہچانتا نہیں ہوں۔" میں نے اجنبی انداز میں کہا۔

"ضروری نہیں ہے کہ دونوں ملنے والے پہلے سے ایک دوسرے کو جانتے ہوں۔" اس نے کہا۔

"اوہ یقیناً آپ نے صحیح کہا شناسائی کے لیے تو قدم آگے بڑھانا ہی پڑتا ہے۔"

"بے شک۔" وہ مسکرا کر بولی۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی کشش تھی۔

"آپ کے لیے کیا منگواؤں۔"

"جو دل چاہے منگوا لیجیے۔ اب تو آپ کی مہمان ہوں۔"

اس نے کہا اور میں نے ویٹر کو بلا کر ایک مشروب کا آرڈر دے دیا۔ اس کے بارے میں، میں گہرے انداز میں سوچ رہا تھا عمر چالیس اور پچاس کے درمیان ہو گی چنانچہ اسے لڑکی نہیں کہا جا سکتا تھا لیکن چہرہ انتہائی پرکشش اور جسم متناسب اور بھرا بھرا تھا۔ لباس میں بھی کوئی ایسی بات نہیں تھی جو کوئی خاص اشارہ کرتی۔ اس کی آمد کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی تھی یہ جانے کیوں وہ مجھ سے شناسائی حاصل کرنا چاہتی تھی مشروب کے گھونٹ لیتے ہوئے اس نے مسکراتے ہوئے مجھے مخاطب کر کے کہا۔

"میں خود ہی اپنا تعارف کراؤں یا آپ مجھ سے میرے بارے میں پوچھیں گے۔"

"اوہ سوری۔ بس آپ کی شخصیت میں گم ہو کر میں یہ بات بھول گیا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرا نام کوشل ہے۔"

"اور مجھے کاشی کہتے ہیں۔" میں نے جواب دیا اور وہ آہستہ سے ہنس پڑی۔

"کیوں؟"

"ہمارے نام کے کچھ لفظ آپس میں ملتے جلتے ہیں۔"

"ہاں۔" میں گہری سانس لے کر بولا۔ اب میرے ذہن میں یہ بھی خیال آ رہا تھا کہ ممکن ہے وہ کوئی کاروباری عورت ہو۔ اور اس طرح اپنے لیے شکار تلاش کرتی ہو۔ بہرحال میں اس کا شکار کسی قیمت پر نہیں بن سکتا تھا۔ وہ میری آنکھوں میں دیکھتی رہی اور پھر آہستہ سے بولی۔

"مسٹر کاشی آپ کے مشاغل کیا ہیں؟"

"بس آوارہ گرد ہوں۔ کوئی خاص مشغلہ نہیں ہے۔"

"براہ کرم ہاتھ آگے بڑھائیے۔" اس نے کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"پلیز۔" وہ آہستہ سے بولی اور میں نے اپنا ہاتھ اس کے

سامنے پھیلا دیا۔ چند لمحات وہ میرے ہاتھ کی طرف دیکھتی رہی اور پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔
"اوہ۔ گویا میرا خیال درست ہی تھا آپ کے بارے میں۔"
"کیا مطلب؟"
"مسٹر کاشی حالانکہ کسی سے کوئی ایسی بات نہیں کہنا چاہیے۔ میں اپنے فن کو بار بار آزماتی ہوں۔ اپنے آپ کو آزماتی رہتی ہوں، اور بعض اوقات مجھے اس سلسلے میں نقصانات بھی اٹھانے پڑتے ہیں۔ کیا آپ اس بات پر یقین کریں گے کہ میں آپ کا چہرہ دیکھ کر ہی اس طرف آئی تھی اور آپ کے چہرے پر میری نگاہ کسی خاص وجہ سے نہیں اٹھی تھی۔ بلکہ بس اتفاق محض اتفاق تھی۔"
"آپ کہنا کیا چاہتی ہیں مس کوشل؟"
"مجھے مس نہ کہیں۔ بیوہ ہوں۔" اس نے جواب دیا۔
"اوہ بہت افسوس ہوا یہ سن کر لیکن میں پھر اپنا سوال دہرا رہا ہوں، آپ کہنا کیا چاہتی ہیں؟" میں نے کہا۔
"آپ قاتل ہیں مسٹر کاشی۔ آپ قاتل ہیں۔ آپ کے چہرے کی لکیریں اس بات کو ظاہر کرتی ہیں کہ آپ نے اپنی اس زندگی میں لاتعداد نشیب و فراز دیکھے ہیں۔ بڑے بڑے خطرناک لمحات سے گزرے ہیں آپ اور اس کے ساتھ ساتھ ہی آپ کے ہاتھ کی بناوٹ بتاتی ہے کہ آپ کے ہاتھوں بے شمار قتل ہوئے ہیں اور شاید حال ہی میں آپ نے کسی کو پھر قتل کیا ہے۔ یہ ایک انتہائی خطرناک بات ہے مسٹر کاشی کیونکہ میرا یہ کہنا میرے لیے بھی موت کا سبب بن سکتا ہے لیکن مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ میں اپنے فن سے انصاف برتنا چاہتی ہوں کہ آپ نے حال ہی میں ایک اور قتل کیا ہے۔" میرے رگ و پے میں سنسنی دوڑ گئی تھی۔ میں اس جادوگر عورت کی جادوگری کو تو تسلیم نہیں کر سکتا تھا لیکن ایک بات میں نے اپنے طور پر ضرور سوچی۔ یقیناً اس کا تعلق سورج گرہن سے ہے۔
میں نے گہری نگاہوں سے اس خوبصورت عورت کو دیکھا اور سوچا۔ "بے وقوف لڑکی تیری یہ غیب دانی ہی تیری موت بن جانے کی غلطی ہی سے ٹکرا گئی ہے لیکن اب میرا کیا قصور ہے۔ جو کچھ تیرے مقدر میں ہے۔"
وہ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔
"کس سوچ میں ڈوب گئے مسٹر کاشی؟"
"تمہارے ہی بارے میں سوچ رہا تھا۔"
"یہی کہ کتنی بے وقوف عورت ہے۔ کسی قاتل کو یہ بتا کر کہ وہ قاتل ہے اپنی جان مصیبت میں پھنسا رہی ہے۔" اس نے کہا اور کھلکھلا کر ہنس پڑی۔
"نہیں کچھ اور۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔
"بتانا پسند کرو گے؟"
"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ تم نے کتنی آسانی سے ایک شریف آدمی کو قاتل بنا دیا۔"
"میں نے نہیں مسٹر کاشی حالات نے۔"
"کیا ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی اچھی چیز ہوتی ہے؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔
"اچھی بھی ہوتی ہے اور بری بھی۔"
"میرے خیال میں اس میں اچھائی کا کوئی پہلو نہیں ہوتا۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔
"بعض اوقات کچھ نقصان نظر انداز کرنا پڑتا ہے۔" اس نے کہا۔ میری نگاہیں گہرائی سے کوشل کا جائزہ لے رہی تھیں۔ "یہ عورت مجھ سے کیا چاہتی ہے؟" پھر میں نے کہا۔
"بہر حال اگر آپ بہت ذہین ہیں تو میں اس سے متاثر ہو سکتا ہوں۔"
"مگر میں تمہیں متاثر کرنا چاہتی ہوں۔" اس بار وہ سنجیدہ ہو گئی۔
"بہت خوب۔ اس سے آپ کیا حاصل کریں گی؟"
"ساری باتیں ایک ساتھ پوچھ لو گے۔" وہ دوبارہ سے بولی اور میں دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ میں نے سوچا۔ آپ بہت بڑی مزاج شناس ہیں۔ چہروں کو دیکھ کر اندازہ لگا لیتی ہیں کہ کس شخص نے کیا کیا ہے۔ دل ہی دل میں اس بات کو میں نے ضرور مانا تھا کہ اس نے مجھے قاتل کہہ دیا اور یہ تک کہہ دیا تھا کہ میں نے حال ہی میں کوئی قتل کیا ہے۔ قیافہ شناسی کے تجربات کا میں قائل تھا۔ ساری زندگی ہی تجربات میں گزری تھی۔ بھانت بھانت کے لوگ ایسی صلاحیتوں کے میرے سامنے آئے تھے۔ چنانچہ میں اس فن کو مانتا تھا اور کوشل کی اس قیافہ شناسی کو تسلیم کر لیا تھا۔ لیکن میرے سلسلے میں وہ مار کھا گئی تھی۔ یہ اندازہ تجربہ میرے سینے میں اب تک [illegible] رکھا تھا۔ میں نے تو اتنا کچھ دیکھا تھا کہ اب وہ مجھے کیا [illegible] رہی تھی۔
وہ چند لمحات پُرخیال انداز میں میز کی سطح کھٹکھٹاتی رہی، پھر اس نے میری آنکھوں میں دیکھا اور پھر ایک گہری سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹک گئی۔
"تم لوگ ضرورت سے زیادہ جذباتی ہوتے جا رہے ہو۔"
"کیا یہ کمال کی بات نہیں ہے کوشل۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہاں مجھ لوگوں کو کسی پر قابو پالینے میں کمال حاصل ہوتا ہے اور تم ان ہی لوگوں میں سے ایک ہو۔"
"میں نے کس پر قابو پا لیا؟" میں نے سوال کیا۔
"مجھ پر۔"
"ارے ہو۔ اتنے مختصر وقت میں؟"
"قابو پانے کے لیے ایک لمحہ کافی ہوتا ہے۔" اس نے کہا۔
"میرے لیے یہ اعتراف ہے کوشل۔"
"مذاق اڑائے جاؤ گے میرا۔ کیا سمجھتے ہو مجھے یہ بتاؤ؟"
"اوہ میں آپ کو ایک قابل احترام خاتون سمجھتا ہوں ادیب۔"
"ظاہر ہے ابتدائی ملاقات میں کسی کے بارے میں صرف اتنا ہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔"
"دیکھو کاشی۔ یہ صرف اتفاق ہے کہ یہاں جنگ ہاؤس میں ہماری ملاقات ہو گئی۔ مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میرے قدم ہی خود مجھے جنگ ہاؤس لائے تھے کہ تم سے ملاقات ہو جائے۔"
"مگر محترمہ اس مختصر ملاقات میں مجھے آپ سے اور آپ کو مجھ سے کیا حاصل ہو سکتا ہے؟"
"بہت کچھ۔" وہ معنی خیز لہجے میں بولی۔
"تو ذرا فرما دیجئے۔"
"میری صلاحیتوں کا امتحان لینا چاہتے ہو یا اپنے شبہے کی تصدیق کر لینے کے خواہش مند ہو؟"
"شبہہ؟"
"ہاں شبہہ۔"
"کیسا شبہہ؟"
"یہ میں نہیں جانتی لیکن مجھے یوں اندازہ ہوتا ہے جیسے تم میرے بارے میں کچھ سوچ رہے ہو۔ فوراً ایک بار پھر اپنے ذہن میں وہ باتیں دہراؤ جو تم ابھی میرے بارے میں سوچ رہے تھے۔" اس نے کہا اور میں تعجب سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔ میرے ذہن میں وہی خیالات تھے۔ میں نے سوچا تھا کہ یہ عورت سورج گرہن سے متعلق ہے اور پھر جب وہ بولی تو میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔
"میں کوئی جادوگر نہیں ہوں، البتہ میں نے اپنی زندگی کا ایک بہت بڑا حصہ دنیا کے مختلف علوم سیکھنے میں گزارا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ ایک کمزور عورت ہونے کی وجہ سے میں ان علوم سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکی اور اپنے طور پر میں انہیں استعمال کرتی رہی ہوں۔ لیکن تم ایسے ہو کہ ان علوم کے حصول کی وجہ سے مجھے اپنے تمام [illegible] سر [illegible] کھو دینا پڑے۔"
"وہ عجیب گفتگو ہو رہی ہے۔ ایک کے بعد ایک نیا انکشاف کر رہی ہیں آپ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہاں کاشی پل بھر پر تمام انکشافات نئے ہیں میرے دل سے پوچھو ان کی حقیقت۔"
"کوشل۔ آپ مجھ سے کیا چاہتی ہیں؟" اس بار میں نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
"کاشی مجھے تمہارے وجود میں ایک بھٹکا ہوا انسان نظر آتا ہے۔ میں تمہارے تجربے کی زندگی کو چیلنج نہیں کر سکتی۔ میں جانتی ہوں تمہاری آنکھوں کا انداز تمہارے چہرے کی ایک ایک شکن بتاتی ہے کہ اس میں تجربات کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہیں لیکن نجانے کیوں تم میری طرف سے لاپرواہی برت رہے ہو۔ میں کہہ رہی تھی کہ میں تمہیں ایک بھٹکا ہوا انسان سمجھتی ہوں۔ وہ جو کسی کی تلاش میں سرگرداں ہے وہ جو کچھ چاہتا ہے کاشی۔ انسان اس دنیا میں کسی کو کچھ نہیں دے سکتا لیکن سب ایک دوسرے کی مدد کے سہارے زندہ رہتے ہیں۔ انسانی تاریخ اٹھا کر دیکھو یہ جذبہ یہ احساس تمہیں ہر جگہ ملے گا۔ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اتفاق سے یہ ملاقات کے لمحات میرے لیے ایک مقصد کا باعث بن گئے ہیں تو کیا تم اسے فریب کہو گے۔ مجھے بتاؤ کہ تم میرے بارے میں اپنے ذہن میں کیا شبہ رکھتے ہو۔ اگر تم اس بات کا جواب دے دو گے تو میں اس کے بعد آگے کی بات کروں گی۔"
"تم نے ابھی مجھے قاتل کہا۔"
"ہاں کہا اور اس سے کبھی بھی انحراف نہیں کروں گی۔"
"جبکہ میں قاتل نہیں ہوں۔"
"اگر تم قاتل نہیں ہو تو میں اپنے اس فن پر لعنت بھیجتی ہوں جس نے مجھے غلط راستوں پر بھٹکایا اور اگر ہو تو مجھ سے آگے قدم اٹھانے کی کوشش کرو۔"
"ابھی تم نے کہا تھا کہ میں اپنے ذہن میں وہ باتیں دہراؤں جو میں نے تمہارے بارے میں سوچی تھیں یا جو کچھ میرے ذہن میں ہے۔ کیا اندازہ لگایا اس احساس سے تم نے؟ کیا تم ٹیلی پیتھی کی ماہر ہو؟"
"نہیں قطعی نہیں۔ ٹیلی پیتھی ایک الگ فن ہے اور میرا فن اس سے مختلف ہے۔"
"مطلب؟"
"قدرت نے جو خیالات پیدا کیے ہیں چہرے کے خطوط ان کا اثر قبول کرتے ہیں۔ وہ بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو اپنے چہروں کو سپاٹ رکھنے پر قدرت حاصل کر لیتے ہیں ورنہ ذہن سوچ کا عکس چہروں کی لکیروں پر پڑتا ہے اور میں انہی لکیروں کو پڑھنے کی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

سکتے ہو تو یہ تمہاری غلطی ہے مختلف لوگ اس تنظیم میں نمایاں ہیں رکھتے ہیں یہ دوسری بات ہے کہ انہیں کنٹرول کرنے والا ایک ہی شخص ہے۔"

"تم نے اس کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں؟"

"ابھی کچھ زیادہ نہیں لیکن بہت جلد میں اس کے بارے میں معلومات حاصل کر لوں گی۔"

"اچھا یہ بتاؤ ساجن واس نامی کسی آدمی کو جانتی ہو؟" میں نے سوال کیا۔ اور کوشل کا چہرہ ایک دم سرخ ہو گیا۔

"ساجن واس؟" وہ کرخت لہجے میں بولی۔

"ہاں۔"

"جانتی ہوں اچھی طرح جانتی ہوں۔"

"کیا اس کا تعلق۔۔۔؟"

"یہ شخص تنظیم کے بڑوں میں شامل ہے۔"

"کہاں رہتا ہے۔۔؟"

"کہیں نہیں۔" کوشل نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"یہ بہت کم سامنے آتا تھا اس کے بارے میں کسی کو نہیں معلوم کہ یہ کہاں رہتا ہے بس! اس کا نام منتظر عام پر ہے۔"

"تم بھی اسے نہیں جانتیں؟"

"ہاں۔ میں اسے جانتی ہوں لیکن صرف شکل کی حد تک وہ کہاں رہتا ہے کیا کرتا ہے اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم ہے۔"

"ہوں۔ تو گویا اسے تلاش کرنا ہو گا۔"

"یقیناً۔ اور ہم اپنی اس کوشش میں بلاشبہ کامیاب ہو جائیں گے۔" کوشل نے کہا پھر بولی۔

"کیا تم میرے ساتھ رہنا پسند کرو گے؟"

"کوشل اب جب یہاں تک تفصیلات تم نے ایک دوسرے کو بتا دی ہیں تو پھر میں تمہیں کچھ اور بھی بتانا چاہوں گا۔"

"ہاں کہو۔" وہ بولی اور پھر میں اسے اپنی کہانی سنانے لگا لیکن میں نے اپنی ذاتی کہانی اسے نہیں سنائی تھی۔ نہیں بتایا تھا اسے کہ میرا نام راجہ نواز اصغر ہے بلکہ میں نے اسے کاشی رام کی حیثیت سے ہی اپنی پوری داستان سنائی تھی اور اس کے بعد میں نے اسے پدما وغیرہ کے بارے میں تفصیلات بتائیں اور کوشل پر خیال انداز میں میری شکل دیکھتی رہی پھر وہ کہنے لگی۔

"واقعی بات بڑی دلچسپ ہے پدما کو بھی اگر تم چاہو تو یہاں بلا لو کیونکہ اب اور وہ خطرے میں پڑ سکتی ہے۔"

"نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ پدما اتنے دن رہے جب تک اس کی خبر گیری کرتے رہیں۔"

"اس سلسلے میں کہیں کیا دقت ہو سکتی ہے لیکن تم جو کہو قیام کرو۔"

"ٹھیک ہے میں پدما سے اس موضوع پر بات کر لوں گا اس کے بعد۔"

"نہیں۔ تم اس موضوع پر بات کر کے لوٹ یہاں واپس آ جاؤ ٹھیک ہے یہ میری درخواست ہے تم سے۔" میں کوشل کو دیکھتا رہا۔ اور پھر میں نے اس سے وعدہ کر لیا۔ پدما سے ملاقات ہونے میں کوئی خاص وقت نہیں ہوا وہ میری طرف دیکھتی رہی۔ میں نے اسے بتایا تھا کہ چونکہ پاؤں جانے کے لیے ایسے معاملات سے واسطہ پڑا ہے جس کی مستقل جگہ یہی رہو گی اس سلسلے میں بہتر یہ ہو گا کہ پدما مجھے تنہا چھوڑ دے اور خود کسی ایسی جگہ قیام کرے جہاں اس کا دل بھی لگ جائے جب تک کوئی موثر کارروائی نہ کر لوں اس سلسلے میں مصروف رہوں گا۔ پدما چونکہ معاملہ میں مجھ سے تعاون کرتی تھی اس لیے وہ اس بات پر بھی آمادہ ہو گئی۔ اس نے کہا۔

"اس طرح تنہا کسی ہوٹل میں رہنا میرے لیے مناسب نہیں ہے۔ یہاں میری بہت سی سہیلیاں ہیں جن کے ساتھ آرام سے رہ سکتی ہوں۔ اگر تم ایسی ہی ضرورت محسوس کرتے ہو تو میں ان میں سے کسی کے ہاں چلی جاتی ہوں اور اس کے بارے میں تمہیں اطلاع دے دوں گی۔"

"شکریہ پدما۔ میں اس تعاون کے لیے بے حد شکر گزار ہوں۔"

"مگر تم مجھے کبھی کبھی ملتے رہو گے کاشی۔ تم جانتے ہو۔"

"یہ کوئی کہنے کی بات ہے پدما۔ یہ تو میرا فرض ہے۔" میں نے جواب دیا۔ پدما کا مسئلہ بڑی آسانی سے حل ہو گیا۔ اسے بتا کر اس کے بعد میں واپس کوشل کے پاس پہنچ گیا اور کوشل نے میرے لیے ایک آراستہ کمرہ منتخب کر دیا جہاں میں قیام کر سکتا تھا۔ کوشل کے بارے میں کوئی صحیح اندازہ ابھی تک قائم نہیں ہو سکا تھا۔ اس نے بتایا تھا کہ اس کے شوہر کی بے پناہ دولت اس کی معاون ہے۔ درحقیقت اس کی کوٹھی کو دیکھ کر یہی اندازہ ہوتا تھا لیکن کوٹھی میں عام قسم کے ملازموں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

رات کو ہم لوگ ڈنر کے بعد دیر تک بیٹھے گفتگو کرتے رہے میں نے کوشل سے پوچھا کہ اب مجھے اس کے ساتھ کیا کرنا ہے۔

رہ گئی۔

"دیکھو کاشی سورج گرہن تنظیم بہت خطرناک ہے اس کی جڑیں نہ جانے کہاں کہاں تک پھیلی ہوئی ہیں اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں۔ میں نے ایک چال چلی ہے جس میں یہ تو ہے سورج گرہن کے بڑے بڑے ارکان میری نگاہ میں ہیں لیکن میں ان لوگوں کو تلاش کروں گی اور تم ان کا صفایا کرو گے کیونکہ تم قتل کرنے میں وقت محسوس نہیں کرتے گویا اب میں ایک کرنے کا قائل ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیسی باتیں کرتے ہو کاشی۔ میں نے تمہیں اپنی زندگی میں اتنا بڑا مقام دیا ہے اور تم اپنے آپ کو صرف کرائے کا آدمی سمجھ رہے ہو۔ میں تمہیں کچھ دے تو نہیں رہی یہ تو ہمارا ایک مشترکہ مشن ہے۔"

"میں نے مذاق میں کہہ دیا تھا کوشل۔ تم اس چیز کو محسوس نہ کرو۔"

"میرے ذہن میں ایک بڑا منصوبہ ہے بہت بڑا منصوبہ۔ لیکن ابھی اس کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گی۔ میں نے جال پھیلا رکھے ہیں تم یوں سمجھو کہ میں نے اس سلسلے میں معمولی کردار ادا نہیں کیا۔ میرے نمائندے بھی پھیلے ہوئے ہیں جو سورج گرہن کے لوگوں کو جال میں پھانس کر میرے پاس لائے ہیں لیکن ابھی تک ان میں مجھے کوئی ایسا کام کا آدمی نہیں مل سکا جس سے میں اپنا انتقام لے سکتی۔"

میں نے دلچسپ نگاہوں سے کوشل کو دیکھا اور پھر کہا۔

"آئیڈیا تو بہت اچھا ہے تمہارے اس طریقہ کار سے مجھے خوشی ہوئی کوشل۔ میں چاہتا ہوں کہ ساجن واس کو تلاش کیا جائے یہ کوئی بہت ہی اونچی چیز ہے۔"

"اصل جانے گا وہ بھی مل جائے گا۔"

"لیکن تمہارے یہ کام کرنے والے۔۔؟"

"ہاں یہاں سے کچھ فاصلے پر ہم نے ٹھکانے بنائے ہیں جو میرے اشارے پر میرے مطلوبہ لوگوں کو اغوا کر کے یہاں لے آتے ہیں اس کوٹھی کے پیچھے میں نے ایک ایسی جگہ بنا رکھی ہے جہاں ان لوگوں کی زبانیں کھلوائی جاتی ہیں اور پھر انہیں گونگا بہرا کر کے وہاں سے نکال دیا جاتا ہے۔" میں ایک لمحے کے لیے چونک پڑا تھا۔

"گونگا بہرا کر کے۔۔؟"

"ہاں تاکہ وہ کسی کو اس بارے میں کچھ نہ بتا سکیں۔"

"تو کیا تم ان کی زبانیں کاٹ دیتی ہو؟"

"نہیں۔" کوشل مسکرائی۔

"پھر۔۔؟"

"اس کے لیے میں نے ایک خاص طریقہ کار سوچ رکھا ہے۔"

"یعنی۔"

"بس میں ان کا برین واش کر دیتی ہوں ان کے ذہن سے وہ لمحات نکال دیتی ہوں جو انہوں نے میرے ساتھ گزارے ہیں۔"

"گویا گویا عام حالات میں وہ اپنی اصل حیثیت میں رہتے ہیں۔"

"ہاں۔ میں عام قسم کے لوگوں کو قتل کرنا پسند نہیں کرتی۔ تم خود بتاؤ۔"

میں تو ایک لمحے کے لیے خوفزدہ ہو گیا تھا کیونکہ میرے سے پہلے یہی سمجھا تھا کہ تم شاید ان کے ساتھ کوئی ایسا سلوک کرتی ہو جو انسانیت سوز ہو۔

"عام لوگوں کے ساتھ میں ایسا نہیں کرنا چاہتی لیکن اگر سورج گرہن کا کوئی نمائندہ میرے ہاتھ لگ جائے جو بہت بڑی حیثیت رکھتا ہو تو پھر میں اس کے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتوں گی۔"

"ٹھیک ہے میں تم سے متفق ہوں۔" دوسری صبح ناشتے کی میز پر مجھے بلانے کے لیے ایک خوبصورت سی لڑکی آئی تھی اس کا نام بندو تھا چھوٹے سے قد کی حسین لڑکی مجھے بڑی دلکش لگی اس کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ چپکی رہتی تھی۔

"مالکن بلا رہی ہیں صاحب جی۔" اس نے کہا۔

"کون ہو تم۔۔؟"

"بندو ہیں جی ہم۔" وہ بولی۔

"اچھا اچھا۔ تم تو واقعی بندو ہو۔ چلو ٹھیک ہے۔" میں اس کے ساتھ ڈائننگ روم میں آ گیا سفید رنگ کی ایک خوبصورت سی ساڑی میں ملبوس کوشل میرا انتظار کر رہی تھی مجھے دیکھ کر وہ مسکرائی اور رات کی نسبت وہ مجھے اس وقت بہت زیادہ دلکش محسوس ہوئی کیونکہ اس کا چہرہ ہر قسم کے میک اپ سے بے نیاز تھا آنکھوں کی گہرائیوں میں چھپا نکھار کسی عام آدمی کے لیے ممکن نہیں تھا ایک عجیب سی کشش تھی اس کی آنکھوں میں مجھے ملے بال کھلے ہوئے تھے اس نے مجھے ایک ادا سے مخاطب کیا اور بیٹھنے کی پیشکش کی میں اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"کیا دیکھ رہے ہو۔"

"ذات کی نسبت میں تمہارے اندر ایک نمایاں تبدیلی محسوس کر رہا ہوں۔"

"کل ایک آدمی ہمارے ہاتھ لگ رہا ہے جیمز ایکریو نے مجھے اطلاع دی ہے۔"

"کمال کی چیز ہو تم کوشل۔"

"بس اب یہ کمال ہم دونوں مل کر کریں گے۔ وہ مسکرائی۔

بقیہ دن ہم دونوں نے ساتھ ہی گزارا کوشل کے انداز میں بڑی دلکشی تھی بارہا میں نے اپنے آپ کو اس سے متاثر ہوتے ہوئے محسوس کیا اس کی بعض باتوں سے میں پگھل جاتا تھا لیکن ایک بات اور بھی محسوس کی تھی میں نے کہ وہ مجھے متاثر کرنے کے لیے یہ سب کچھ نہیں کرتی تھی بلکہ اس کے کردار میں کوئی لرزش ابھی تک تو نہیں پائی تھی آئندہ کے بارے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔

شام کو ہم دونوں گھومنے کے لیے نکلے کوشل نے میرے لیے کچھ لباس منگوائے تھے اور خود ہی ان کا انتخاب کیا تھا۔ اس نے اپنی پسند کا لباس مجھے پہنایا اور اس کے بعد میں کوشل کی کار میں بیٹھ کر چل پڑا ہم لوگ مختلف علاقوں کی سیر و تفریح کرتے رہے اس کے بعد ایک کلب میں آ بیٹھے تقریباً بارہ بجے تک ہم کلب میں رہے اور اس کے بعد وہاں سے واپس چل پڑے کوشل میرے ساتھ ہی بیٹھی ہوئی تھی میں ڈرائیو کر رہا تھا تب وہ آہستہ سے بولی۔

"جب کوئی مرد ڈرائیونگ کرتا ہے تو کتنا اچھا لگتا ہے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"میں بھی ڈرائیونگ کر لیتی ہوں لیکن اگر کوئی ساتھ بیٹھا ہو بشرطیکہ وہ ڈرائیور نہ ہو تو بہت عجیب سا لگتا ہے ایک تحفظ کا سا احساس ہوتا ہے یوں لگتا ہے جیسے ہم سارے کاموں سے فارغ ہو چکے ہیں۔ میں نے گردن گھما کر اسے دیکھا کوشل کے چہرے پر جذبات کے سائے لرز رہے تھے لیکن ان جذبات کا مفہوم میری سمجھ میں نہیں آیا۔ کوٹھی پہنچنے کے بعد وہ انتہائی معصومانہ انداز میں بولی۔

اچھا اب آرام کرو۔ کل ہمیں کام کرنا ہے میں خاموشی سے کمرے کی جانب بڑھ گیا کوشل کے کردار نے ذہن پر عجیب سا اثر ڈالا تھا اب آہستہ آہستہ اس کے سلسلے میں میرے دل سے شکوک و شبہات ختم ہوتے جا رہے تھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ واقعی ایک کارآمد شخصیت ہے جس کے ذریعے اپنا مقصد ضرور حاصل کر لوں گا اصل مقصد میں نے کوشل کو ہوا تک نہیں لگنے دی تھی میں اسے یہ بتانا نہیں چاہتا تھا کہ میرے دل کے گوشوں میں کون سا کرب پوشیدہ ہے اور در حقیقت میں کیا چاہتا ہوں اور یہ سب کچھ اسے بتانے کا نہیں تھا۔

میرا کرب میری ذات سے متعلق تھا کون جانتا تھا کہ سرائے عالمگیر کا ذہبہ نواز اصغر جو کل تک ایک [illegible] تھا اب صرف محبت میں ڈوبا ہوا ایک ایسا شخص ہے جسے بکھرے ہوئے قافلوں کی تلاش ہے، زندگی میرے درد دل [illegible] کو کاٹنے در حقیقت مجھ پر ایسا کاری وار کیا کہ اس کے بعد مزید کچھ سہنے کی گنجائش نہیں تھی میرے [illegible] میں اب صرف انتقام کی مشعل روشن تھی اور اسی کو میں روشن رکھنا چاہتا تھا کوشل کے ساتھ رہتے ہوئے کچھ دن گزر گئے۔

اس دوران خاموشی کے ساتھ وقت گزرتا رہا ہم لوگ دو اچھے دوستوں کی مانند زندگی گزار رہے تھے کوشل کی مصروفیات میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جس کے لیے مجھے کچھ سوچنا پڑتا پھر اس کے اس دوران ایک دو بار گفتگو ہوئی تھی لیکن وہ صبر کرنے والی لڑکی تھی اور وہ خود بھی اسے ان معاملات میں زیادہ ملوث کرنا بھی نہیں چاہتا تھا کاشی کی حیثیت سے وہ مجھے چاہتی تھی لیکن میں کاشی نہیں تھا حالانکہ سادھن داس نے اسے اس بات سے آگاہ کر دیا تھا کہ میں کاشی کے روپ میں کوئی اور ہوں لیکن بہرحال اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہوئی تھی یا تو وہ کاشی کو کسی قیمت پر نہیں کھونا چاہتی تھی اور یہ تسلیم کر بیٹھی تھی کہ اگر میں کاشی نہیں ہوں تب بھی اس کا میری زندگی سے گہرا تعلق ہے یا پھر وہ کوئی گہرا کھیل کھیل رہی تھی لیکن اس کے انداز سے ایسا نہیں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے وہ گہرا کھیل کھیلنے کی ماہر ہو۔

گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ اس سے میری دلچسپی کسی حد تک کم ہوتی جا رہی تھی اور کوشل کی جانب رغبت تھی لیکن ذہن کے کسی گوشے میں کوشل کے لیے وہ جگہ نہیں تھی جو زیبی کے لیے موجود تھی۔

چند روز اسی انداز میں مزید گزر گئے اور پھر ایک

شام کو کوشل نے مجھ سے کہا۔

"ایک شخص مجھ سے ملنے آ رہا ہے میرے لیے اجنبی ہے نام سے کاروبار سے متعلق معلوم ہوتا ہے لیکن یہ نام میرے لیے ذرا قابل غور ہے تم میرے ساتھ رہو گے کاشی یاد رکھنا۔"

"کون ہے وہ۔؟" میں نے متجسس انداز میں سوال کیا۔

"اس نے اپنا نام رچرڈ سنگھا بتایا ہے نام کچھ عجیب ہے۔"

"رچرڈ سنگھا۔" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا "یہ عیسائی ہے یا سردار۔"

"یہ تو کچھ سامنے آنے کے بعد ہی غور کیا جا سکتا ہے۔"

"اس کا پیغام کہاں سے ملا ہے۔"

"بنکاک سے۔ وہ بنکاک سے یہاں مجھ سے ملاقات کے لیے آ رہا ہے۔"

"ملاقات کی کوئی وجہ تو ہو گی۔"

"اس نے کہا ہے کہ وجہ وہ وہیں آ کر بتائے گا۔" میں خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔

"کب اس نے آنے کے لیے کہا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"اس نے یہ کہا ہے کہ وہ بہت جلد مجھ سے ملاقات کرے گا ممکن ہے آج شام ہی۔"

"اس کا مطلب ہے کہ وہ بنکاک سے یہاں پہنچ چکا ہے۔"

"ممکن ہے۔" بہرحال ہم انتظار کرتے رہے اس شام کوئی نہیں آیا تھا لیکن دوسرے دن صبح کو ٹیلی فون ملا کہ رچرڈ سنگھا آج شام کو کوشل سے ملنے آ رہا ہے۔

ہم دوپہر کو باقاعدہ انتظار کرنے لگے اور پھر تقریباً ایک ڈیڑھ بجے ایک شاندار کار کوشل کی کوٹھی میں داخل ہوئی کار اور کار ڈرائیور نے نیچے اتر کر دروازہ کھولا اور نیچے سے ایک آدمی سوٹ پہنے ہوئے نیچے اترا۔ لیکن یہ رچرڈ سنگھا نہیں تھا کیونکہ اس کے فوراً بعد ہی ایک طویل القامت آدمی نیچے اترا اس کا لباس اور حلیہ دیکھ کر ہی اندازہ ہوتا تھا کہ کسی قبیلے سے متعلق آدمی ہے لمبے قد و قامت کا خوبصورت آدمی تھا۔ باریک باریک تلوار مار کر مونچھیں تھیں جو اس کے [illegible] تھیں۔

بہت خوبصورت سنگ کا ڈھیلا ڈھالا لباس پہنے ہوئے تھا چال میں ایک مخصوص تمکنت تھی جسے شاہانہ چال بھی کہا جا سکتا تھا ہم دونوں نے مکان کے برآمدے میں اس کا استقبال کیا رچرڈ سنگھا کی آنکھیں بہت عجیب تھیں بڑی بڑی لیکن چھپلی پلکوں والی آنکھیں وہ صاف اردو بول رہا تھا۔ برآمدے میں اس نے رک کر کہا۔

"کیا میں میڈم کوشل سے مخاطب ہوں۔"

"میرا نام کوشل ہے۔ کوشل نے جواب دیا۔

"اور یہ۔"

"میرے سیکرٹری مسٹر کاشی رام۔" کوشل نے پھر کہا۔

"میں معذرت خواہ ہوں کہ اس طرح پراسرار حالت میں یہاں پہنچا لیکن میڈم کوشل آپ سے ملنا میرے لیے انتہائی ضروری تھا بس یوں سمجھ لیجیے کہ میں بنکاک سے یہاں تک کا سفر طے کر کے صرف اس لیے آیا ہوں کہ آپ سے ملاقات کر لوں۔"

"تشریف لائیے۔" کوشل نے پر تکلف انداز میں کہا اور رچرڈ سنگھا کو لے کر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئی میں اس شخص کو بغور دیکھ رہا تھا کم بخت عجیب و غریب شخصیت کا مالک تھا اس کے انداز میں بڑی شاہانہ سی کیفیت تھی۔ اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے قدیم دور کا کوئی بادشاہ اس دور میں آ گیا ہو صوفے پر بیٹھ کر اس نے کوشل کی طرف دیکھا اور پھر میری طرف پھر آہستہ سے بولا۔

"کاروباری معاملات میں بے شک سیکرٹری رازدار ہوتے ہیں لیکن کیا نجی زندگی میں بھی ان کی شمولیت ضروری ہوتی ہے"

"ہاں کم از کم مسٹر کاشی میری زندگی میں ہر چیز سے واقفیت رکھتے ہیں۔"

"ٹھیک۔ بہر طور میڈم کوشل۔ میں آپ سے سائیکا بانا کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"سائیکا بانا۔" کوشل نے سرسراتی آواز میں کہا میں نے کوشل کے چہرے پر چونکنے کے آثار دیکھے تھے۔ پھر وہ سنبھل کر بولی۔

"میں سمجھی نہیں۔ سائیکا بانا کیا چیز ہے کس جگہ کا نام ہے۔"

"ہاں۔ وہی جگہ جہاں کوشے کی کھدائی ہو رہی تھی لیکن رچرڈ سنگھی نے الفاظ ادھورے چھوڑ دیئے۔

اوہ۔ اچھا اچھا۔ آپ وہاں کی بات کر رہے ہیں کیا کہنا چاہتے ہیں آپ۔؟

"میڈم کوشل دراصل وہ علاقہ میری قدیم ملکیت ہے شاید آپ کو یہ سن کر دلچسپی محسوس ہو کہ سائیکا بانا کا علاقہ ایک انتہائی بنجر اور بیکار علاقہ تھا وہاں زور دور تک آبادی نہیں تھی چونکہ ساحلی علاقہ تھا اس لیے کبھی کبھی کچھ جہاز وہاں رک جاتے تھے وہیں پر ایک بحری قزاق کا نام بہت مشہور ہوا تھا جو دابان سنگھا کے نام سے مشہور تھا دابان سنگھا بہت خونخوار تھا اور بحری قزاقی میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا لیکن ایک یورپین عورت نے اس کی زندگی بدل دی۔ یہ یورپین عورت ایک تباہ شدہ جہاز سے دابان سنگھا تک پہنچی تھی۔ بعد میں سنگھا سے اس نے شادی کر لی اور سنگھا نے بحری قزاقی چھوڑ کر سائیکا بانا آباد کر لیا۔

وہ اچھا انسان بنا تو پھر اتنا اچھا انسان بنا کر اس کی مثال دی جانے لگی۔ سائیکا بانا کے اس علاقے میں اس نے اپنا خاندان محدود کر لیا۔ لیکن یہ ساری زمینیں اس کی اپنی ملکیت تھیں اس نے ان زمینوں کو آزاد کر دیا بنجر زمینیں تھیں حکومت نے کوئی توجہ نہ دی کوئی کام نہیں ہوا وہاں پر سوائے اس کے کہ سائیکا بانا نہاں آباد رہا اور بہت تھوڑے سے لوگوں کی اس آبادی نے وہاں رہ کر اچھی خاصی ترقی کی۔ پھر وہاں سے قبیلے اٹھنے لگے ہم لوگ آج بھی وہیں آباد ہیں میری ماں مر چکی ہے باپ بھی مر چکا ہے میں دابان سنگھا کا بیٹا رچرڈ سنگھا ہوں۔ رچرڈ کا نام میری ماں نے رکھا تھا اور سنگھا کا نام میرے باپ سے منسوب ہے۔ آپ سمجھ گئی ہوں گی کو تلے کی ان کانوں میں جس میں اب ہیرے برآمد ہوتے ہیں میرا اتنا ہی حصہ ہے مادام کوشل جتنا آپ کا۔"

"ہوں۔ تو آپ حصہ وصول کرنے آئے ہیں؟"

"ہر گز نہیں۔ ہر گز نہیں۔ میں آپ کو اپنا بہترین تعاون پیش کرنے آیا ہوں۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں حصہ کسی طور نہیں حاصل کر سکتا میرا کوئی قانونی حق نہیں ہے لیکن اگر آپ ان کانوں سے ہیرے حاصل کرنا چاہتی ہیں تو اس کے لیے آپ کو رچرڈ سنگھا کی مدد حاصل کرنا ضروری ہوگی۔ وہ لوگ جو ان کانوں میں دلچسپی لینے لگے ہیں میں جانتا ہوں کہ ان کے مقاصد کیا ہیں ممکن ہے کہ ان میں سے کچھ آپ کو قتل کرنے کی فکر میں سرگرداں ہو جائیں رچرڈ سنگھا ایک ایسی شخصیت ہے جو آپ کو ان سے بچا سکتا ہے دوسری شکل میں آپ نقصان اٹھا جائیں گی میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ ہیرے میری معرفت فروخت ہوں اور میں ان کو کنٹرول کروں میں جہاں بچا ہوں ان ہیروں کو پہنچا دوں آپ صرف کان کی مالک ایک ہیروں کی سپلائی کیجیے مجھے وہ حد دوری نہ"

رچرڈ سنگھا کی باتیں بڑی دلچسپ تھیں میں نے کوشل کی طرف دیکھا کوشل پر خیال انداز میں گردن ہلا رہی تھی تھوڑی دیر رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"اور اگر میں اس بات سے انکار کر دوں تو؟"

"تو بھی کچھ نہیں ہوگا میڈم میں مزید کوشش کروں گا میرا خیال ہے میں آپ کو اس سلسلے میں مزید کچھ ایسی چیز پیش کروں جو آپ کے لیے باعث دلچسپی ہو۔" اس نے اپنے ساتھی کو آواز دی۔ اور دبلے پتلے جسم کا آدمی اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بریف کیس تھا رچرڈ سنگھا نے بریف کیس اس کے ہاتھ سے لے کر اسے کھولا اور چند لمحات کے بعد جب اس نے بریف کیس میں ہاتھ ڈال کر باہر نکالا تو اس کے ہاتھ میں ایک خوفناک ریوالور تھا جس پر سائلنسر لگا ہوا تھا میں حیرت سے اچھل پڑا رچرڈ سنگھا نے یہ کام اتنی آسانی اور اتنی ہوشیاری سے کیا کہ ہم لوگ تصور تک نہیں کر سکے تھے کہ اب وہ کیا کرنے جا رہا ہے۔

کوشل ساکت رہ گئی تھی ایک لمحے کے لیے اس کے چہرے پر خوف کے آثار نمودار ہوئے تھے لیکن پھر وہ سنبھل گئی تھی۔

"خوب، خوب یہ غالباً معاہدے کے سلسلے میں پہلا قدم ہے۔"

"مناسب سمجھیں آپ میڈم اب اگر آپ غور کریں تو میں آپ کو گولی مار کر ہلاک کر دوں اور آپ کے ساتھ ہی آپ کا یہ سیکرٹری بھی موت کے گھاٹ اتر جائے تو کیا آپ ہیروں کی ان کانوں سے کوئی فائدہ حاصل کر سکتی ہیں بس انسان اس دنیا سے گیا تو اس کے بعد باقی کیا رہ جاتا ہے۔"

"ہوں لیکن اس طرح معاہدے نہیں کیے جا سکتے۔ مسٹر سنگھا!"

"یقیناً میں جانتا ہوں۔" سنگھا نے کہا میں اس دوران آہستہ آہستہ اپنی جگہ تبدیل کر رہا تھا رچرڈ سنگھا میری طرف بھی متوجہ تھا لیکن وہ اصل بات نہیں سمجھ پایا تھا میرے پاؤں کے تھوڑے سے فاصلے پر ایک سائیڈ ٹیبل رکھی ہوئی تھی

چھوٹی سی ٹیبل تھی اور میں چاہتا تھا کہ میرا پاؤں اس کے نیچے پہنچ جائے آہستہ آہستہ کھسک کر میں سائیڈ ٹیبل تک پہنچ گیا میرے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور رچرڈ سنگھا یہ دیکھ رہا تھا کہ میں کوئی جنبش تو نہیں کر رہا لیکن اب اس بات کو وہ کیا کرتا کہ دفعتاً میرے پاؤں میں پھنسی ہوئی ٹیبل پوری قوت سے فضا میں اچھلی اور اس کے ساتھ اس کے پینڈول پر لگی کہ مجھے خود بھی ہنسی آگئی اس کا پستول اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا اور اس کی ہلکی سی آواز بلند ہوئی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی میں اپنی جگہ سے اچھلا اور پستول پر جا پڑا میں نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ یہاں چوک گیا پستول اس کے سینے کے نیچے دبا ہوا تھا اس نے ذرا سا بدن اٹھا کر اس پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی لیکن اسی وقت میرے جوتے کی ٹھوکر اس کی پسلیوں پر پڑی اور پستول اس کے ہاتھ نہ آسکا البتہ وہ اچھلا تو میں نے جھک کر پھرتی سے پستول اٹھا لیا۔ رچرڈ سنگھا ایک دم سیدھا ہو گیا تھا لیکن دفعتاً ایک کربناک چیخ سنائی دی بلا سے پتلا نحیف سا بوڑھا مجھ پر حملہ کرنے آ رہا تھا کوشل کے پستول سے نکلی ہوئی گولی کا وہ اس بیدردی کا شکار ہو گیا جس کی ٹھوڑی میں لگی ہوئی تھی۔ اس کے سر سے خون بہنے لگا۔

رچرڈ سنگھا اب کھڑا ہو گیا تھا اس کی آنکھیں بے حد خوفناک نظر آ رہی تھیں اس نے کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیے اور پرسکون انداز میں کوشل کی طرف رخ کر کے بولا۔

"میں نہیں چاہتا کہ آپ لوگوں کو کوئی نقصان پہنچے یہ سب کچھ جو ہوا صرف ایک تجربہ تھا۔"

"اوہ، سوری مسٹر سنگھا میں سمجھا واقعی حقیقت ہے کیونکہ ایسے تجربے میں نے اس سے قبل نہیں دیکھے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"گڈ، گڈ۔ اب میں پرسکون انداز میں بیٹھ کر گفتگو کرنا چاہیے۔"

"آپ تشریف رکھیے مسٹر سنگھا آپ تشریف رکھیے۔" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا اور سنگھا مجھے گھورتا ہوا صوفے پر بیٹھ گیا بوڑھا زمین پر پڑا ہوا تھا لیکن ایک بار بھی سنگھا نے اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ ڈرائیور باہر ہی موجود تھا میں نے پستول کو سنبھالتے ہوئے ان دونوں کی طرف دیکھا۔ پھر میں نے کوشل کی طرف دیکھا کوشل بہت مطمئن اور کسی حد تک مسرور نظر آ رہی تھی غالباً اس نے میرے سلسلے میں جو محسوس کیا تھا میں اس کے معیار پر پورا اترا تھا۔

رچرڈ سنگھا خاموش بیٹھا ہوا مجھے دیکھ رہا تھا اور میں اس کی جلد کے نیچے دوڑتے ہوئے خون کی گرمی کو اچھی طرح محسوس کر رہا تھا چند لمحات خاموشی رہی پھر رچرڈ سنگھا نے کہا۔

"ہاں مس کوشل میں آپ سے جو گفتگو کرنے آیا ہوں وہ یقیناً آپ کے لیے مناسب نہیں ہوگی۔"

"اگر آپ نے یہ محسوس کیا تھا مسٹر سنگھا تو پھر آپ نے یہاں آنے کی تکلیف کیوں کی؟"

"یہ ضروری تھا!" رچرڈ سنگھا نے جواب دیا۔

"وہ کیوں؟"

"اس لیے سورج گرہن اب آپ کی غلط کارروائی کو برداشت نہیں کر سکتا۔"

"یہ بات ہوتی نا مسٹر سنگھا۔" کوشل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ آپ نے اپنے آپ کو ظاہر تو کیا کہ آپ کا تعلق سورج گرہن سے ہے۔"

"اور میں بھی اس بات پر خوش ہوں کہ تم نے سورج گرہن سے لاعلمی کا مظاہرہ نہیں کیا۔" رچرڈ سنگھا نے کہا میں البتہ کسی قدر خاموش ہو گیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ کوشل نے سورج گرہن کو تسلیم کر کے کچھ بہتر نہیں کیا تھا۔ چنانچہ میں نے اب خاموشی ہی مناسب سمجھی۔ پھر کوشل بولی۔

"خیر تم کیا چاہتے ہو مسٹر سنگھا؟"

"ایسا کوئی درمیانی معاہدہ جو ہم دونوں کے لیے باعث سکون ہو۔"

"کیوں کیا ایک معمولی سی عورت کی وجہ سے سورج گرہن بے سکون ہو گئی ہے؟" کوشل نے سوال کیا اور رچرڈ سنگھا کے ہونٹوں پر تضحیک آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔

"سورج گرہن کے بارے میں آپ کی معلومات اس کا مقصد ہے کہ بہت معمولی ہیں۔"

"ہاں ایسا ہی سمجھیے مسٹر سنگھا اور دراصل میں کسی بھی چیز کے بارے میں بہت زیادہ معلومات حاصل کرنے کی شائق نہیں ہوتی۔ ہاں البتہ معلومات خود بخود چل کر مجھ تک

پہنچ جائیں تو پھر مجھے کوئی اعتراض بھی نہیں ہوتا اور میرا خیال ہے کہ سورج گرہن میرے سلسلے میں بھی ایسی ہی معلومات رکھتا ہے۔

"نہیں یہ بات نہیں۔ اگر رچرڈ سنگھا کی ذاتی بات ہو تو ٹھیک ہے کوئی حرج نہیں لیکن بات اگر سورج گرہن کی ہے تو پھر معاف کیجیے گا سورج گرہن کے بارے میں آپ کی معلومات بالکل ناقص ہیں۔ میں یہاں آپ کے پاس سورج گرہن کا ایک پیغام لے کر آیا تھا۔ آپ کے اس نام نہاد ساتھی نے تھوڑی سی جھنجھلاہٹ کا مظاہرہ کیا اور اپنی قوتیں دکھائیں لیکن یہ سب کچھ سورج گرہن کے نام پر نہیں ہوا تھا اگر سورج گرہن کی بات کرتی ہیں تو پھر یہ لیجیے۔" اس نے کہا اور دفعتاً دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔ اسی وقت دروازے سے چار آدمی اندر داخل ہوئے۔ ان میں سے دو کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں دبی ہوئی تھیں۔

وہ سب کے سب اپنے چہرے چھپائے ہوئے تھے۔ تنومند اور توانا آدمی تھے۔ اندر آتے ہی انہوں نے پوزیشن سنبھال لی۔

رچرڈ سنگھا مسکراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ "تو پھر آپ دونوں حضرات سورج گرہن کے نام پر میرے ساتھ چلیے۔"

کوشل کے چہرے پر ہراس پھیل گیا تھا اس نے میری طرف دیکھا۔ میں بھی اس صورتحال سے کچھ چونکا سا رہ گیا تھا رچرڈ سنگھا کی پٹائی کرنے کے بعد میں نے سوچا تھا کہ اب اور کوئی نہیں ہے ظاہر ہے کوئی ہوتا تو اس کی مدد کے لیے ضرور آتا۔ لیکن یہ سب کچھ جس ڈرامائی انداز میں اچانک ہوا تھا وہ میرے لیے بھی تعجب خیز تھا۔ ان میں سے ایک نے مجھ سے ہاتھ بلند کرنے کے لیے کہا اور میں نے ہاتھ اٹھا دیئے دوسرے لمحوں میری جیبوں کی تلاشی لی گئی۔ اور جو کچھ میرے پاس موجود تھا نکال لیا گیا۔ تب رچرڈ سنگھا نے کوشل کی طرف رخ کر کے کہا۔

"تشریف لائیے میڈم آپ کو یقیناً اب کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور آپ بھی مسٹر۔"

میں خاموش ہو گیا۔ ظاہر ہے اس وقت کوئی احمقانہ دلیری دکھانا مناسب نہیں تھا چنانچہ ہم لوگ دروازے کی سمت بڑھ گئے کوشل آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔ سنگھا نے چند لمحات کے بعد خوش گوار لہجے میں کہا۔

"آپ لوگ بڑے پرسکون انداز میں باہر نکلیں گے چار آدمی ہیں جو نا چار سو آنکھوں کے مالک ہیں ذرا سی غلطی ہوئی اور آپ کے بدن میں سوراخ ہی سوراخ ہوں گے۔ باہر نکل کر آپ میری گاڑی میں تشریف رکھیے گا کسی قسم کا کوئی جھگڑا پیدا ہونے پائے یہ لوگ الرٹ کی نگرانی کر رہے ہیں ہے ہیں نا مسٹر اور آپ بھی میڈم۔ بہتر یہ ہوتا ہے کہ زندگی کو اس وقت تک محفوظ رکھنے کی کوشش کی جائے جب تک کہ بری موت کا سامان قریب نہ آ جائے۔"

ہم لوگوں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا اور ایک ایک کر کے آگے بڑھنے لگے۔ بے ہوش میجر ٹرکی کو وہیں چھوڑ دیا گیا تھا۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ لیکن اس وقت یہ بات میری سمجھ میں آگئی جب دونوں خالی ہاتھوں نقاب پوشوں نے اسے اٹھا لیا۔ اسٹین گن والے ہمارے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور پھر وہ کافی پیچھے رہ گئے۔

ہم باہر نکل آئے چوکیدار گیٹ پر تھا ہم کار میں سوار ہو گئے اور تھوڑی دیر کے بعد کار وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ ڈرائیور پرسکون انداز میں کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ پچھلی سیٹ کشادہ تھی کہ ہم بغیر کسی تکلیف کے بیٹھ گئے تھے۔

ڈرائیور کے چہرے سے یوں لگ رہا تھا جیسے اسے اس صورتحال پر قطعی کوئی حیرت نہ ہو۔ نہ تو اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور نہ ہی کچھ پوچھنے کی کوشش کی تھوڑی دیر کے بعد کار گیٹ سے باہر نکل آئی۔

ہم خاموش بیٹھے ہوئے تھے اور ہماری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ بھری پری شہر کی سڑک پر ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ میں اطمینان سے نشست سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا کیونکہ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اب اس وقت کچھ کرنے کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ پیچھے جو کار آ رہی تھی وہ بھی میری نگاہوں سے اوجھل نہیں تھی اس میں اسٹین گن والے بیٹھے ہوئے تھے اور اگر میں یہاں پر کچھ کرنے کی کوشش کرتا تو ممکن تھا وہ میرے پیچھے پہنچ کر کوئی نہ کوئی کارروائی کر سکتے تھے۔

وقت گزرتا رہا۔ کار کا سفر خاصا تیز تھا لیکن طویل ہو رہا تھا۔ ہم سب بالکل خاموش ہو گئے تھے انجن کی مدھم سی آواز کے علاوہ اور کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ میں ایک لمحے کے لیے ذرا سا اپنی جگہ سے سرکا تو رچرڈ سنگھا نے چونک کر مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"نہیں ڈیئر کچھ کرنے کی کوشش تمہارے لیے صرف [illegible] یا مہلک ثابت ہوگی چنانچہ بہتر یہ ہے کہ خاموش [illegible]"

"مگر ہم چل کہاں رہے ہیں؟"

"یہ پوچھنے کا حق تمہیں نہیں ہے۔"

"ہے۔ میں نے جواب دیا۔"

"بھلا وہ کیوں۔"

"اس لیے کہ میں میڈم کوشل کا سیکرٹری ہوں۔"

"مگر دوست وفاداری دکھانے کا موقع ختم ہو گیا ہے اب وقت تمہیں اس قسم کی کوئی بات کہنے کی ضرورت نہیں ہے میڈم کوشل بھی یہ جانتی ہیں کہ جب آدمی بے بس ہو جائے تو بھلا وہ کیا کر سکتا ہے۔"

میں خاموش ہو گیا۔ کوشل بھی سڑک پر نگاہیں جمائے رہی تھی۔ ہم ایک مضافاتی علاقے کی جانب جا رہے تھے بازار پہنچنے کے بعد گاڑی نے مین روڈ چھوڑ دی اور ایک اینڈ روڈ پر چل پڑی۔ کچی سڑک تھی۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک پکی سڑک سے جا ملی تھی۔

نجانے کتنی دیر تک یہ سفر جاری رہا اور پھر کار ایک لمبی اور نیم پختہ سڑک پر دوڑنے کے بعد ایک عمارت کے سامنے رک گئی۔

عمارت قدیم طرز کی بنی ہوئی تھی۔ لال لکھوری اینٹوں کا ایک قلعہ نما مکان ہمارے سامنے تھا جس میں لگے ہوئے لمبے سے گیٹ میں پیتل کی کیلیں لگی ہوئی تھیں۔ باہر ایک بڑا سا تالا لٹک رہا تھا۔ رچرڈ سنگھا نیچے اتر آیا اس نے جیب سے چابیوں کا ایک بڑا سا گچھا نکال کر ڈرائیور کی طرف اچھال دیا اور اس نے آگے بڑھ کر گیٹ کا وہ بڑا سا تالا کھول دیا جو قدیم طرز کا تھا۔ رچرڈ سنگھا نے ہمیں اشارہ کیا۔

بظاہر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہ عمارت طویل عرصے سے ویران پڑی ہوئی ہے لیکن اندر جانے کے بعد یہ اندازہ ہوا کہ یہ ویران نہیں ہے۔ تمام عمارت کشادہ اور صاف ستھری تھی۔ اگلے حصے میں دالان بھی تھا تالا گیٹ میں لٹکانے کے بعد رچرڈ سنگھا نے چابیاں جیب میں ڈالیں اور ہمیں اندر چلنے کا اشارہ کیا۔ دونوں اسٹین گن بردار اب پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ وہ دوسری کار بھی اس کار کے برابر آ کر رک گئی تھی۔

گھاس کے درمیان ایک پختہ راستے پر چلتے ہوئے ہم قدرے اونچائی پر بنی ہوئی اصل عمارت تک پہنچے لیکن رچرڈ یہاں بھی نہیں رکا تھا۔ وہ کئی دروازوں سے گزرتا چلا گیا عمارت کے ایک کونے میں پہنچ کر بیسمنٹ کی کشادہ سیڑھیاں نیچے جاتی نظر آئیں۔ اور ہم اس کے اشارے پر سیڑھیاں اترنے لگے۔ میں ایک لمحے کے لیے رکا تو اس نے رک کر میری سمت دیکھا پھر پیچھے اشارہ کر کے بولا۔

"ان لوگوں کو ذہن میں رکھو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔"

ہم سیڑھیاں اتر کر کسی ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں چاروں طرف گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ کوٹھی میں کوئی ذی روح موجود نہیں تھا۔ سیڑھیوں کے اختتام پر لکڑی کا ایک دروازہ تھا رچرڈ نے دروازہ کھولا اور ہاتھ بڑھا کر کوئی سوئچ دبا دیا۔ یہ ایک وسیع و عریض تہہ خانہ تھا۔ انتہائی صاف ستھرا اور اتنا وسیع کہ اس کی دوسری دیوار بھی نظر نہ آئے۔ شاید یہ تہہ خانہ پوری عمارت کے نیچے پھیلا ہوا تھا۔

چھت زیادہ اونچی نہیں تھی روشندانوں کی ایک قطار تھی مگر ان میں ایسی جالیاں لگی ہوئی تھیں کہ روشنی نہیں صرف ہوا اندر آ رہی تھی۔ البتہ اس ہوا کی وجہ سے نہایت خوشگوار خنکی پھیلی ہوئی تھی۔

وسیع و عریض تہہ خانے کے ایک حصے میں فرنیچر لگا ہوا تھا اور یقیناً یہاں ضروریات زندگی کی وہ تمام چیزیں موجود تھیں جن کی ضرورت ہو سکتی تھی۔

ہم اندر آ گئے اور تیز روشنی میں یہاں کی ایک ایک چیز کو دیکھنے لگے۔ رچرڈ سنگھا نے کہا۔

"یقیناً یہ جگہ آپ دوستوں کی پسند آئی ہوگی لیکن میڈم کوشل یہاں آپ کو مہمان نوازی کے لیے نہیں بلایا گیا ہے بلکہ یہاں آپ سے بہت سارے حسابات لیے جانے ہیں آئیے تشریف لائیے۔" اس نے کہا اور کرسیوں کی جانب بڑھ گیا۔ دونوں اسٹین گن بردار دروازے پر جم گئے تھے۔

کوشل نے میری طرف دیکھا اور میں گردن جھکا کر آگے بڑھ گیا۔ مقصد یہ تھا کہ کوشل اس وقت میری ہدایت کے مطابق کام کرے۔ وہ میرا مقصد سمجھ گئی تھی چنانچہ ہم سب آگے بڑھ کر کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ رچرڈ سنگھا کہنے لگا۔

"میڈم کوشل آپ نے اس شخص کو خاصا شاندار ملازم رکھا ہے اس کی حیثیت میری سمجھ میں نہیں آئی۔ یہ کون ہے اور کیں

کا مقصد کیا ہے۔"

"تم نہایت بے وقوف آدمی معلوم ہوتے ہو رچرڈ سنگھا۔ سیکرٹریوں کا مقصد کیا ہوتا ہے۔ یہ شخص۔"

"نہیں میڈم کوشل آپ کے بارے میں ہم نے تمام معلومات حاصل کی ہیں۔ آپ سیکرٹری پالنے کی عادی نہیں ہیں۔ یقیناً یہ شخص اس کے علاوہ اور کوئی حیثیت رکھتا ہے کیا آپ کا۔" رچرڈ سنگھا نے مسکراتے ہوئے کہا اور کوشل کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"ظاہر ہے تم اس قسم کی باتیں کر سکتے ہو، تمہیں کرنا بھی چاہیئے، تم جیسے چھچھورے لوگ۔"

"نہیں میڈم نہیں، دیکھئے میں نے آپ سے کوئی بد زبانی نہیں کی۔ اس لیے مجھے یقین ہے کہ آپ بھی کوئی ایسی بات نہیں کریں گی جو ہمارے درمیان دوستانہ فضا کو ختم کر دے۔"

"ہونہہ دوستانہ فضا" کوشل نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ کی طرف سے نہ سہی، کم از کم میں ابھی آپ کے لیے دوستانہ جذبات رکھتا ہوں۔ بہتر یہ ہوگا میرے ان جذبات کو ٹھیس نہ پہنچائیے۔"

"تم آخر چاہتے کیا ہو۔"

"وہ سبز فائل جو آپ نے نہایت چالاکی سے جیمز بانگے واس کے پاس سے غائب کی ہے آپ سمجھتی ہیں کہ اس کی وجہ سے سونگ گروپ کو کتنا عظیم نقصان پہنچ سکتا ہے۔ بانگے واس تو ہلاک کر دیا گیا لیکن فائل اس کے دفتر سے نہیں ملی جب کہ آپ کو اس کے آس پاس دیکھا گیا ہے۔"

"پاگل معلوم ہوتے ہو تم۔ میں بانگے واس سے کاروباری تعلقات رکھتی تھی کسی سبز فائل کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔"

"یہی تو دکھ کی بات ہے، لوگ اس وقت تک زبان نہیں کھولتے جب تک کہ ان کے حواس درست نہ کر دیئے جائیں۔ اب یہ جگہ آپ دیکھ رہی ہیں کتنی پرسکون کتنی عمدہ ہے لیکن اگر آپ اس کے اس گوشے کی طرف نگاہ ڈالیں تو آپ کو کچھ عجیب چیزیں نظر آئیں گی۔ آئیے آئیے میں آپ کو دکھا دوں۔ آپ کو یقیناً وہ چیزیں پسند آئیں گی۔"

"کیا فضول باتیں ہیں۔ میں کہتی ہوں کہ تم ان احمقانہ باتوں کے لیے ہی مجھے یہاں لائے ہو اگر ایسی بات ہوتی تو میں تم سے ملنے کی بات ہی نہ کرتی۔"

"نہیں میڈم۔ رچرڈ سنگھا کے سلسلے میں آپ کو کوئی دھوکا نہیں ہوا۔ آپ چاہتی تھیں کہ میں آپ کے پاس آؤں۔ تو کیا ہوا، مجھے تعجب ہے کہ آپ نے میرے شایان شان استقبال کے انتظامات نہیں کیے۔ در اصل ان لوگوں کو میں نے باہر اس لیے چھوڑ دیا تھا کہ پچھلے اطراف کا جائزہ لے لیں اور پھر مجھے ملیں۔ میرا خیال ہے آپ کو اپنے سیکرٹری پر بہت زیادہ اعتماد تھا کیوں نہ پہلے اسی کا حساب کتاب کر لیا جائے۔"

"کیا مطلب۔"

"مطلب یہ کہ یہ آپ کا سیکرٹری ہی نہیں باڈی گارڈ بھی معلوم ہوتا ہے۔"

"یہ سب تمہارے اپنے اندازے ہیں۔"

"پھر بھی میں چاہتا ہوں کہ آپ کے اس باڈی گارڈ کو تھوڑا سا سبق اسے دیا جائے اور اس کے بعد کچھ اور کیا جائے۔"

"مجھے سبق دینے کے لیے یہ اسٹین گنیں کافی ہیں" میں نے رچرڈ سنگھا سے کہا اور وہ میری شکل دیکھنے لگا پھر آہستہ سے بولا۔

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ان اسٹین گنوں سے تم مجھے چھلنی کر دو، اس کے علاوہ تمہارے پاس اور کوئی چارہ نہیں ہے۔"

"نہیں میرے دوست ایسی بات نہیں، چارہ تو میرے پاس بہت سارا ہے۔ ایسے تم لوگ واپس جاؤ اور خبردار حالات کچھ بھی ہوں تم اندر نہیں آؤ گے اور نہ ہی اس پر فائر کرنے کی کوشش کرو گے۔"

"تو کیا تم مجھ سے مقابلہ کرو گے؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں دراصل میڈم کوشل کو یہ بتانا ہے کہ ہم اتنے نرم نہیں ہیں جتنا انہوں نے سمجھ لیا تھا۔ سونگ گروپ کو چھوٹے چھوٹے سہارے لینے کی ضرورت پیش نہیں آتی اس کا ہر شخص اپنی جگہ ایک مکمل کارکن ہے۔"

"مگر ایسے مکمل کارکن تم تو میرے ہاتھوں مار کھا چکے ہو کیا خیال ہے تمہارا۔"

"وہ۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ صرف نمونے ہیں اصل چیز؟ دیکھو گے۔"

اس نے تالی بجائی اور ہال کے ایک حصے سے دو آدمی باہر نکل آئے۔ دونوں تنومند اور طاقتور تھے ان کے بدن کی بناوٹ اور انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ دونوں جوڈو کراٹے کے ماہر ہیں گویا اب یہ تماشہ ہوگا۔

رچرڈ سنگھا کے حکم پر دوسرے لوگ پہلے ہی واپس جا چکے تھے اب صرف ہم پانچ آدمی تھے۔ رچرڈ سنگھا، وہ دونوں میں اور کوشل۔

میرے لیے آزمائشی لمحات آپہنچے تھے۔ میں سوچ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے، بہر حال کچھ نہ کرنا تھا۔ رچرڈ سنگھا نے کوشل کی طرف رخ کر کے کہا۔

"اگر آپ نے دس سیکنڈ کے اندر اندر فائل کے بارے میں نہ بتایا تو سب سے پہلے آپ کے اس سیکرٹری کی مرمت کی جائے گی اور اس کے بعد آپ کو اس گوشے میں لے جایا جائے جہاں اذیت انسانی کے آلات نصب ہیں اور یہ آلات مردوں کے دہانے بھی کھول دیتے ہیں۔"

کوشل نے اس طرف دیکھا اور پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر میری طرف دیکھنے لگی۔ میں نے کہا۔

"ظاہر ہے مادام۔ آپ کسی فائل کے بارے میں کچھ بتانا پسند نہیں کریں گی۔"

"اوہ۔ وہ" کوشل ہچکچا کر بولی۔

"پہلے مجھے مار کھا لینے دیں اس کے بعد آپ تفصیل کے بارے میں فیصلہ کریں۔ آؤ دوستو۔" میں نے آگے بڑھ کر کہا۔ رچرڈ سنگھا کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اس نے زور سے کہا۔

"مارو، اسے اچھی طرح مارو۔"

دونوں لڑاکے پینترے بدلنے لگے۔ رچرڈ سنگھا مجھے دیکھنے لگا میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا اور دونوں خطرناک انداز میں میرے اطراف چکرانے لگے کوشل کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا۔ دفعتاً ان دونوں نے اپنی ٹانگیں میری طرف پھینکیں یہ کوشش میری توقع کے مطابق تھی۔ میں نے نہایت پھرتی سے ان کی ٹانگیں پکڑ کر انہیں گھما دیا۔ یہ داؤ ان کے لیے بالکل غیر متوقع تھا لیکن ان حالات میں میرے لیے پھرتی کی ضرورت تھی۔ گھومنے والے بری طرح زمین پر چکراتے ہوئے گرے۔ ہوا اس داؤ کے جواب میں اچھل کر ہی ان کی زد سے بچنا چاہیے تھا لیکن ٹانگوں کو پکڑ کر گھمانا اس اصول کے خلاف تھا جس کی انہیں کوئی توقع نہیں تھی گرنے کے بعد بھی انہوں نے کئی قلابازیاں کھائی تھیں لیکن اس کے بعد انہوں نے اٹھنے میں بہت پھرتی دکھائی تھی۔

صورت حال میری نگاہوں کے سامنے واضح تھی اگر ایک لمحے کی تاخیر کرتا تو چوٹ کھا سکتا تھا اور پھر یہ بھی جانتا تھا کہ دروازے کے باہر ہی دو اسٹین گن بردار موجود ہیں چنانچہ جو کچھ کرنا ہے اتنی پھرتی اور برق رفتاری سے کر لیا جائے کہ دشمن کو موقع ہی نہ ملے اور اسی میں میری جیت تھی چنانچہ میں نے فوراً کھڑے ہو کر ایک شخص کو تاکا اور پھر میری بھرپور لات اس کے منہ پر پڑی۔

وہ کراہ کر الٹ گیا تھا لیکن دوسرا شخص میرے پاؤں کی ضرب سے بچ گیا اس نے دو تین قلابازیاں کھائی تھیں۔ وہ بہت زیادہ خونخوار نظر آ رہا تھا، دیکھنے میں بھی وہ بہت تنومند معلوم ہوتا تھا اور پہلے شخص سے کافی زیادہ مضبوط تھا۔ رچرڈ سنگھا پیچھے ہٹ گیا تھا، اور مجبوراً کوشل کو بھی پیچھے ہٹنا پڑا تھا کیونکہ جو صورتحال سامنے آئی تھی اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ان میں سے کوئی بھی کسی بھی وقت اچھل کر ان کے اوپر گر سکتا ہے۔

دوسرے لمحے دوسرے قوی ہیکل آدمی نے عقب سے مجھ پر حملہ کیا اور میری گردن میں دونوں پاؤں پھنسانے کی کوشش کی لیکن اس کی یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔ میں زمین پر بیٹھ گیا اور وہ میرے اوپر سے اچھلتا ہوا ایک صوفے پر جا کر گرا۔

صوفہ ٹوٹنے کی آواز سنائی دی میں نے یہ اندازہ نہیں لگایا کہ وہ کس طرح گرا اور اسے اٹھنے میں کتنی دیر لگے گی بس تو پھر اس شخص کے پاس پہنچ گیا جو زمین پر ہاتھ ٹکائے بیٹھا ہوا اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا میں نے پھرتی سے اس کے منہ پر ایک لات رسید کی اسی دوران پہلا آدمی اٹھ کر کھڑا ہو گیا لیکن اس آدمی کے لات رسید کرنے کے فوراً بعد ہی میں نے سینٹر ٹیبل اٹھائی اور اس شخص پر دے ماری۔

میرا مقصد حل ہو گیا تھا میز بہت وزنی تھی اور پوری قوت سے اس کے سر پر لگی تھی چنانچہ وہ لمبا ہو گیا اب مسئلہ رچرڈ کا تھا رچرڈ کو یہ تصور بھی نہیں تھا کہ ان دونوں سے نمٹنے کے بعد میں اس کی طرف بھی رخ کروں گا لیکن ایک پھرتی کے ساتھ میں نے اسی چھلانگ لگائی اور رچرڈ کے اوپر جا پڑا۔

اب ہم ایک دوسرے کے سامنے تھے رچرڈ فرش پر چت پڑا تھا اور میں اس کے نزدیک موجود تھا میں نے اسی

سے سینے پر کراٹے کا وار کرنے کے لیے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ ناقابل یقین پھرتی سے اس نے میرے سینے پر لات رسید کر دی۔

میں الٹ کر پیچھے جا گرا۔ ضرب اتنی شدید تھی کہ عام آدمی شاید اس کو برداشت نہ کر سکتا۔ ایک لمحے کے لیے تو میں بھی چکرا گیا تھا لیکن مجھے سنبھلنا پڑا چونکہ وہ دونوں آدمی بھی بہرطور جوڈو کراٹے کے ماسٹر تھے اور اپنے باس کے لیے لڑ رہے تھے چنانچہ وہ سنبھل کر میری سمت دوڑ پڑے تھے۔

رچرڈ چیتے کی سی پھرتی کے ساتھ اٹھا اور میں نے بھی مناسب سمجھا کہ اسے ہی ڈھال بناؤں چنانچہ میں نے الٹا ہاتھ اس کے جبڑے پر رسید کیا اور اس کو عقب سے پکڑ لیا۔

جوں ہی وہ دونوں سامنے آئے میں نے رچرڈ کو ان پر دھکیل دیا اور رچرڈ بری طرح ان پر جا گرا۔ انتہائی خوفناک جنگ ہو رہی تھی۔ وہ بپھرے ہوئے سانڈ کی مانند مجھ پر حملہ کر رہے تھے اور پھر ان تینوں نے بیک وقت مجھے پکڑ لیا اور کھینچتے ہوئے دیوار کی طرف لے گئے دیوار کے ساتھ چپکا کر انہوں نے پوری قوت سے میری پسلیوں میں گھونسے مارنے چاہے مگر میں ان کی گرفت سے پھسل گیا اور ان کے گھونسے دیوار سے ٹکرائے

یہ چوٹ اچھے بھلے مضبوط آدمی کے ہاتھ بے کار کر دینے کے لیے کافی تھی لیکن ان کی کیفیت اس سے بھی زیادہ خراب تھی۔ ان میں سے ایک تو الٹی ہی کراہنے لگا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ پکڑا اور زمین پر بیٹھ گیا۔ رچرڈ اور دوسرا لڑکا مجھے مارنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس وقت ایسی صورت حال ہو گئی تھی کہ رچرڈ کو یہ لالچ بھی نہ ہوا کہ وہ اپنے دوسروں اسٹین گن برداروں کو آواز دے لے۔ چونکہ صورت حال کافی خراب ہو گئی تھی۔ اس نے ان دونوں کو مداخلت کے لیے منع کر دیا تھا لیکن اگر وہ خود انہیں آواز دیتا تو ظاہر ہے کہ وہ آنے میں دیر نہیں کر سکتے تھے۔

دفعتاً رچرڈ اچھلا۔ اس نے میرے فلائنگ کک رسید کی جو میرے لیے بالکل ہی غیر متوقع تھی۔ میں گرا اور گرتے ہی دیوار سے جا ٹکرایا۔ ایک لمحے کے لیے آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا تھا لیکن اس وقت اپنے آپ کو سنبھالنا ضروری تھا ورنہ موت اس سے چند قدم کے فاصلے پر تھی۔

ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں ایک خیال آیا کہ اگر میں اسی طرح ان لوگوں کو مارتا رہا تو رچرڈ مجبور ہو کر اسٹین گن برداروں کو آواز دے لے گا اور اس کے بعد صورت حال مختلف ہو جائے گی۔ چنانچہ کچھ ایسی صورت کرنی چاہیے کہ یہاں کی سچویشن میرے کنٹرول میں رہے۔ چنانچہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر میں اس طرح زمین پر لیٹتا چلا گیا جیسے اب اٹھ نہ سکتا ہوں اور رچرڈ کے حلق سے قہقہہ ابل پڑا۔ کوشل متوحش انداز میں سینے پر ہاتھ باندھے کھڑی یہ خوفناک جنگ دیکھ رہی تھی۔ رچرڈ میرے نزدیک آیا اور اس نے میرا گریبان پکڑ کر مجھے اٹھانے کی کوشش کی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی یہ کوشش کس قدر مہلک ثابت ہو سکتی ہے۔ میں نے اپنے بدن کو موڑا اور پھر دونوں پاؤں پوری قوت سے اس کے سینے پر رسید کیے۔ اس بار رچرڈ کو لطف آیا ہو گا۔

وہ زمین پر پوری قوت سے گرا اور کافی زور سے آواز ہوئی لیکن اس طرح گرا وہ کہ پھر اٹھ نہ سکا۔ دونوں لڑکے الٹے سیدھے پڑے تھے۔ میں نے اپنے آپ کو جھکائی دے کر ایک اور تماشہ کیا۔ ان دونوں کی کچھ ایسی پوزیشن تھی کہ جونہی وہ مجھ پر جھپٹے ان کے سر پوری قوت سے آپس میں ٹکرائے اور ان کے حلق سے کربہہ آوازیں نکل گئیں۔ اس کے بعد ان میں سکت نہ تھی کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہوتے۔ دونوں زمین پر گرے اور بے ہوش ہو گئے۔ رچرڈ کی حالت کافی خراب تھی۔

دفعتاً میں نے اس پر چھلانگ لگائی اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے اس کی کنپٹی پر ایک ہلکا سا ہاتھ رسید کیا۔ یہ ہاتھ ایسی شدت رکھتا تھا کہ کم از کم تھوڑی دیر کے لیے حواس معطل ہو جائیں۔

سب سے پہلے میں اپنے آپ کو ان اسٹین گن برداروں سے محفوظ کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ رچرڈ کی یہ کیفیت بنانے کے بعد میں نے پھرتی سے اس بڑے دروازے کی جانب دوڑ لگائی جس سے گزر کر ہم لوگ یہاں تہہ خانے میں آئے تھے۔

دروازہ بند کر دیا گیا تھا۔ میں نے دروازے سے کان لگا کر باہر موجود اسٹین گن برداروں کی سن گن لی۔ اسٹین گن برداروں کی کوئی چاپ نہیں سنائی دیتی تھی۔ اس کے بعد میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ مضبوط دروازہ توڑنا بھی ممکن نہیں تھا اور اس کو توڑنے کے لیے بھی ہتھیاروں اور اوزاروں کی ضرورت پیش آتی چنانچہ اس طرف سے بھی کسی قدر اطمینان ہو گیا تھا۔ کم از کم اس تہہ خانے میں اب فوراً ان اسٹین گن برداروں کی آمد کی امید نہیں تھی۔ رچرڈ اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں۔ تب کوشل میرے نزدیک پہنچ گئی۔

"اوہ۔۔۔ تم نے۔۔۔ تم نے ان سب کو ٹھکانے لگا دیا۔ کاشی!" وہ مسرت بھرے لہجے میں بولی۔

"نہیں ابھی کہاں میڈم کوشل! ابھی تو بہت کچھ باقی ہے۔"

"یہ۔۔۔ کمینہ شخص۔۔۔ یہ کمینہ شخص۔" کوشل آگے بڑھی اور اس نے رچرڈ کے بال پکڑ لیے۔ وہ غصیلے انداز میں اس کے بالوں کو جھنجوڑتی ہوئی بولی۔

"کمینے۔۔۔ کتے۔۔۔ اب بولو کہاں گئی تمہاری اکڑفوں؟" لیکن دوسرے لمحے وہ متحیرانہ انداز میں پیچھے ہٹ گئی۔ چونکہ رچرڈ کے چہرے سے ایک خول سا اترا آ رہا تھا۔ اس کے نیچے سے ایک اور نیا چہرہ برآمد ہوا تھا جو غیر ملکی نہیں تھا۔ وہ سو فیصدی ملکی تھا۔ گویا اب تک وہ اپنے چہرے پر میک اپ ماسک لگائے ہوئے تھا۔ میں نے بھی چونک کر اس کی شکل دیکھی۔ حالت خراب ہو چکی تھی اس شخص کی لیکن شکل و صورت سے وہ کوئی مقامی باشندہ نظر آ رہا تھا۔ کوشل اور میں کھڑے ہو کر اسے دیکھنے لگے۔ رچرڈ اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"دوست تمہارا وہ اذیت خانہ اب تمہارا ہی انتظار کر رہا ہے۔ آؤ مجھے ذرا اس کی سیر کروا دو۔" میں نے اس کا گریبان پکڑ کر اسے اٹھایا۔ رچرڈ میں اب اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ کوئی مزاحمت کر سکتا۔ اس کے ہاتھ پاؤں اتنے ڈھیلے ہو رہے تھے لیکن میں اس کی طرف سے غافل نہیں تھا۔ میں اسے گھسیٹتا ہوا اس گوشے کی جانب لے چلا جہاں اذیت رسانی کے آلات موجود تھے۔ یہاں بڑی عجیب و غریب چیزیں تھیں ایسے ایسے شکنجے اور دوسری ایسی چیزیں تھیں جن سے اندازہ ہوتا تھا کہ جیسے اس جگہ کو باقاعدہ ایک اذیت گاہ بنا دیا گیا ہے۔

رچرڈ بدحواس انداز میں میری اور کوشل کی شکل دیکھنے لگا۔ پھر آہستہ سے بولا۔

"نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ پلیز نہیں۔ مجھ میں اب مار کھانے کی سکت نہیں ہے۔"

"تو پھر اب تم یہ بتاؤ کہ اصل میں تم کون ہو؟ تمہارے چہرے سے رچرڈ سنگھا کا نقاب تو اتر چکا ہے۔"

"میرا۔۔۔ میرا نام ساجن داس ہے۔" اس نے جواب دیا اور میں ایک لمحے کے لیے سناٹے میں رہ گیا۔

ساجن داس کا نام میرے لیے اجنبی نہیں تھا لیکن مجھے تعجب تھا کہ وہ مجھے نہ پہچان سکا چونکہ پدما کے خیال کے مطابق اور اس کے خاندان کے مطابق میں ہی کاشی ناتھ کا بیٹا تھا۔

مجھے اس بات پر حیرت ضرور تھی لیکن میں اس بات پر حیرت کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کوشل کے سامنے یہ تمام باتیں ٹھیک نہیں تھیں۔ البتہ اب میں اپنے پروگرام میں کچھ تبدیلیاں کرنا چاہتا تھا۔

پہلے میں نے یہ سوچا تھا کہ معلومات حاصل کرنے کے بعد اس شخص کو قتل کر کے نکلنے کی کوشش کروں گا لیکن اب اس کی زندگی ضروری تھی۔ یہ آدمی تو بڑے کام کا تھا۔ اس کی تلاش کے لیے میں نے کافی کوشش کی تھی اور اس میں ناکام رہا تھا۔ کوشل دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے جس طرح صورت حال کو تبدیل کر دیا تھا اس سے وہ بڑی خوش نظر آتی تھی چنانچہ اس نے کہا۔

"اب اسے مار ڈالو۔۔۔ مار ڈالو۔ اس کی زندگی ہمارے لیے خطرناک ہو سکتی ہے۔ کسی بھی لمحے یہ اپنے آدمیوں کو آواز دے سکتا ہے۔"

"نہیں کوشل! اس کی زندگی ہمارے لیے خطرناک نہیں بلکہ ضروری ہے۔ تم ساجن داس کے نام پر غور نہیں کر رہیں کیوں نہیں۔۔۔ میں خود بھی اس شخص کی تلاش میں سرگرداں رہا ہوں لیکن موجودہ سچویشن ہمارے لیے بہتر نہیں ہے۔"

"ہم اس سچویشن کو بہتر بنائیں گے کوشل۔"

"کیسے؟"

"اس کا جواب تمہیں ابھی مل جاتا ہے۔" میں نے کہا اور پھر ساجن داس کی طرف رخ کر کے بولا۔

"اب یہ بتاؤ ساجن داس کہ موت کو اسی وقت گلے لگانا چاہتے ہو یا کچھ زندگی چاہتے ہو؟"

"نہیں نہیں۔ صورت حال اس وقت میری بجائے تمہارے ہاتھ میں ہے لیکن ایک بات کو ذہن نشین کر لو۔ تم یہاں سے نکل نہیں سکتے۔"

"میں یہاں سے نکلوں گا ساجن داس اور تمہاری مدد سے نکلوں گا۔"

ہاں صرف یہی ایک ذریعہ ہے۔ ساجن داس کی آنکھوں میں ایک چمک نظر آئی اور میرے ہونٹوں سے بے اختیار ایک قہقہہ نکل گیا۔

"خوب خوب۔ لیکن تم جس انداز میں سوچ رہے ہو وہ مناسب نہیں ہے ساجن داس۔"

"کیا مطلب؟"

"تم سوچ رہے ہو گے کہ میں تمہیں ڈھال بنا کر یہاں سے نکلوں گا اور تم غیر محسوس انداز میں اپنے اسٹین گن بردار کو اشارہ کر دو گے کہ وہ ہم دونوں کو چھلنی کر دیں۔ یہی سوچ رہے ہو نا تم؟"

"نن۔ نہیں۔ میں بھی تو تمہارے ساتھ ہی ہوں گا۔"

"نہیں میرے دوست ایسے نہیں۔ ہمارے ساتھ تم ضرور ہو گے لیکن اس راستے سے ہم باہر نہیں نکلیں گے جس سے گزر کر اندر آئے ہیں۔"

"کیا مطلب؟ یہاں اور کون سا راستہ ہے؟"

"تم بھول رہے ہو ساجن داس! تمہارے یہ دونوں لڑکے اندرونی کمرے سے آئے تھے۔" میں نے کہا اور ساجن داس کا چہرہ ایک لمحے کے لیے پھر تاریک ہو گیا لیکن پھر اس نے خود کو سنبھال کر کہا۔

"یہ اندرونی حصہ ہے یہاں سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

"اس کے باوجود میں تلاش کرنا چاہتا ہوں۔"

"سنو! میں تمہیں یہاں سے نکال سکتا ہوں اور اس کے بعد وعدہ کرتا ہوں کہ میں بذات خود تمہارے خلاف کوئی کارروائی نہیں کروں گا۔ اپنے جھگڑے کو ہم اگر اس جگہ نمٹا لیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔"

"یہ ساری پیشکشیں پہلے کی تھیں ساجن داس! اب صورت حال تبدیل ہو چکی ہے اور پھر تم سے ذرا آگے اور بھی حساب کتاب کرنا ہے چلو اٹھو!"

"میں اٹھ نہیں سکتا۔"

"میں اٹھا سکتا ہوں تمہیں۔" میں نے کہا اور ساجن داس کی جیب سے لائٹر نکال لیا۔ اس نے چونک کر مجھے دیکھا میری نگاہ اس لائٹر پر اتفاقیہ طور پر ہی پڑ گئی تھی۔ میں نے لائٹر روشن کیا اور ساجن داس کے بدن کے کھلے حصے پر لگا دیا۔ وہ پھرتی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"کیا خیال ہے ساجن داس! اب تو تم کھڑے ہو گئے ہو۔" اس نے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور گہری سانس لے کر بولا۔

"آؤ۔" میں اس دروازے کی جانب چل پڑا جس سے گزر کر وہ دونوں لڑکے اندر آئے تھے۔ میں نے ساجن کو آگے رکھا تھا لیکن اس طرح اس پر نگاہ رکھی تھی کہ اگر ذرا بھی وہ کوئی حرکت کرے تو اسے سنبھال سکوں ویسے اب وہ اتنا زخمی تھا کہ اس سے کسی پھرتی کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔

دروازے سے اندر داخل ہونے کے بعد ہم ایک چھوٹے سے کمرے میں پہنچے۔ اس کمرے میں ایک اور دروازہ نظر آ رہا تھا۔

"اس کے دوسری طرف کیا ہے؟" میں نے سوال کیا

"چلو۔ باہر چلو۔" ساجن داس بولا اور ہم کمرے کے دروازے سے باہر نکل آئے۔ باہر ایک پتلی سی راہداری عمارت کے عقبی حصے کی سمت گئی تھی۔ اس طرف کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ تھوڑا سا فاصلہ عبور کرنے کے بعد ہم ایک چھوٹی سی دیوار کے پاس پہنچ گئے۔ یہاں رک کر میں نے کوشل کو اشارہ کیا اور کوشل اچھل کر دیوار پر چڑھ گئی۔ اس نے دیوار کے دوسری طرف کا منظر دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔

"بالکل ٹھیک ہے۔ کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔"

میں نے ساجن داس کو اوپر چڑھنے کا اشارہ کیا۔ کوشل دوسری طرف کود چکی تھی۔ ساجن داس بھی دوسری طرف کود پڑا کودنے کے ساتھ ہی اس نے بھاگنے کی کوشش کی تھی۔ یہ دوسری بات تھی کہ زخمی ہونے کی وجہ سے زیادہ بھاگ نہیں سکا اور تھوڑے ہی فاصلے پر میں نے اسے جا دبوچا اور پھر میرے چند گھونسوں نے اس کے حواس درست کر دیئے تھے۔

"تم صرف شرافت سے چلتے رہو گے۔"

"لیکن پیدل۔ پیدل کتنی دور چلو گے تم یہاں سے؟"

"اس کا بھی انتظام کر لیں گے ساجن داس! تم ذرا درختوں کے اس جھنڈ کے قریب چلو۔" میں نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد میں، ساجن داس اور کوشل درختوں کے ایک جھنڈ کے قریب پہنچ گئے جو یہاں سے تھوڑے فاصلے پر نظر آ رہا تھا۔ یہاں میں نے کوشل کو دیکھا اور پھر ساجن داس کی طرف رخ کر کے بولا۔

"اب میں اپنی کارروائی شروع کرتا ہوں ساجن داس۔ لو کیا تماشے دکھاتا ہوں میں۔ اس طرف دیکھو۔" میں نے اشارہ کیا اور وہ اس طرف مڑ گیا۔ اسی وقت میرا گھونسہ اس کی گدی پر پڑا اور ساجن داس لہراتا ہوا زمین پر آ رہا۔ کوشل اچھل کر پیچھے ہٹ گئی۔ اسے میرے اس اقدام کی توقع نہ تھی۔

"یہ کیا کیا تم نے؟"

"اسے بے ہوش کرنا ضروری تھا۔ ہوش میں رہتا تو ہمارے لیے تکلیف دہ بن جاتا۔ اب میں گاڑی کا بندوبست کرتا ہوں کوشل! تم آرام سے یہاں اس کی نگرانی کرو اور اگر یہ ذرا بھی حرکت کرے تو تمہیں اس کے لیے محتاط رہنا ہے۔"

"بے فکر رہو۔" کوشل نے کہا۔ میں ان دونوں کو وہیں چھوڑ کر عمارت کے سامنے کی سمت میں پہنچ گیا۔ یہاں سے میں نے عمارت کا جائزہ لیا۔ گاڑی پورچ میں کھڑی نظر آ رہی تھی۔ اب اس تک پہنچنا اور اسے اسٹارٹ کر کے لانا ایک اہم مسئلہ تھا۔ مجھے یہ احساس تھا کہ یہاں ایسے مسلح لوگ موجود ہیں جو ...ے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ ان کا خیال رکھنا بھی ضروری تھا۔ میں دیوار کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا رہا اور اس جگہ پہنچ گیا جہاں سے دیوار پھلانگ کر اگر میں اندر جاتا تو گاڑی تک پہنچنے میں زیادہ وقت پیش نہ آتی۔ میں نے یہی کیا۔ دیوار پھلانگ کر میں گاڑی تک پہنچا۔ لیکن اس وقت میں نے ایک شخص کو دیکھا جو اسٹین گن ہاتھوں میں لیے باہر نکل رہا تھا۔ یہ اسٹین گن برداروں میں سے ایک تھا جنہوں نے مجھے گھیرا تھا۔ میں گاڑی کی آڑ میں چھپ گیا۔ وہ شخص باہر نکل کر گاڑی کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ پتہ نہیں کیا کام تھا اسے۔ ادھر ادھر دیکھنے کے بعد وہ جھکا اور گاڑی میں سے کچھ نکالنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے اسی وقت اسے داب لیا۔ میرا گھونسہ اس کی گدی پر پڑا اور وہ بری طرح زمین پر گھسٹنے لگا۔ میں نے چند ضربات میں اس کے ہوش درست کر دیے تھے۔ اور اسٹین گن تو میرے گھونسے کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی۔ اس کے بعد جلد ہی میرے گھونسوں نے اس کے ہوش چھین لیے اور اس کے بعد میں اسے چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔

اسٹین گن اٹھا کر میں نے اپنے قبضے میں کی۔ اس وقت یہ میری اہم ترین ضرورت تھی اور پھر میں گاڑی میں جا بیٹھا۔ اگنیشن میں چابی لگی ہوئی تھی۔ میں نے اسے اسٹارٹ کر کے ریورس کیا اور ریورس کرتے ہوئے ہی گیٹ سے باہر نکال لی۔ اس کے بعد میں نے اسے پوری قوت سے اس طرف دوڑایا جہاں درختوں کا جھنڈ تھا۔ درختوں کے جھنڈ میں کوشل ساجن داس کے ساتھ موجود تھی۔

ساجن داس ابھی تک بے ہوش تھا۔ میرا ہاتھ اتنا اچھا پڑا تھا کہ مجھے یقین تھا کہ ساجن داس اتنی جلدی ہوش میں نہیں آ سکے گا۔ میں نے ساجن داس کو اٹھا کر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈالا۔ پھر میں اور کوشل گاڑی میں جا بیٹھے۔ کوشل نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو پچھلی سیٹ پر رکھا تھا تاکہ ساجن داس اگر ہوش میں آئے تو وہ اسے سنبھال سکے۔ ڈرائیونگ میں کر رہا تھا اور کچھ دیر کے بعد ہم کوشل کی کوٹھی میں داخل ہو رہے تھے۔

کوشل کی کوٹھی میں پہنچ کر ہم ساجن داس کو اٹھا کر اندر لے گئے۔ کوشش یہ کی تھی کہ ملازموں تک کو اس کے بارے میں صحیح معلومات حاصل نہ ہونے پائیں۔ کوشل نے میری راہنمائی بالکل اندرونی کمرے تک کی تھی اور پھر کہنے لگی۔

"اگر تم مناسب سمجھو تو اسے تہہ خانے میں لے چلو۔"

"تہہ خانہ؟" میں نے سوال کیا

"ہاں۔ یہاں ایک ایسا تہہ خانہ موجود ہے جہاں ہم اسے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔"

"گڈ۔ کوشل گویا تم نے ہر طرح کی آسانیاں فراہم کر لی ہیں۔" میں نے کہا اور کوشل نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔ اس کے انداز میں بڑی نرمی اور محبت تھی۔ میں ساجن داس کو شانے پر لادے ہوئے اس کے ساتھ اس تہہ خانے میں پہنچ گیا جو خاصا کشادہ اور وسیع تھا اور یہاں کسی کو قید کرنے کے لیے تمام لوازمات موجود تھے۔ کوشل نے مجھے اس تہہ خانے کے بارے میں بتایا اور میں نے محسوس کیا کہ تہہ خانہ کافی محفوظ ہے اور کوئی یہاں اپنی مرضی سے باہر نہیں نکل سکتا۔

"یہ بہترین جگہ ہے مجھے پسند آئی ہے۔"

"میں نے سوچا تھا کہ یہاں ایک شاندار لائبریری بناؤں گی۔ ایسی لائبریری جہاں کبھی فرصت کے لمحات میں بیٹھ کر میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو سکوں۔"

"کیا تمہیں کتابوں سے دلچسپی ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"بے حد۔"

"کس قسم کی کتابیں پڑھنا پسند کرتی ہو؟"

"اب تو صرف ایک ہی کتاب میرے سامنے ہے۔ کتاب انتقام!" اس نے کہا اور میں مسکرانے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"کوشل! تم میرے بارے میں کیا کچھ جانتی ہو؟"

"اب تو کچھ جاننا نہیں چاہتی بس اتنا معلوم ہے کہ تم میرے ہمدرد اور۔۔۔ اور۔۔۔" وہ خاموش ہو گئی۔

"جملہ پورا کرو کوشل!" میں نے کہا

"نہیں رہنے دو، بعض باتیں ادھوری ہی اچھی لگتی ہیں۔" وہ آہستہ سے بولی اور پھر کہنے لگی۔ "تمہیں کہیں چوٹ تو نہیں آئی؟"

"واہ۔ بڑی جلدی میری چوٹوں کا خیال آ گیا۔"

"سوری ڈیئر سوری۔" وہ میرے بالکل نزدیک پہنچ گئی۔ اس نے میرے قریب پہنچ کر مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھا اور میں مسکراتا رہا۔

"میرا سوال ابھی تشنہ ہے۔" میں نے کہا۔ اس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ بڑی اپنائیت سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ کہنے لگی۔

"تمہاری صلاحیتوں کا اندازہ تو مجھے پہلے ہی ہو گیا تھا ورنہ میں تم تک نہ پہنچتی۔ تم میرے اندازوں سے کہیں بلند ہو میں تمہارے بارے میں کچھ بھی نہیں جاننا چاہتی صرف اس حد تک کہ تم کاشی ہو۔"

"وہ تو میں ہوں لیکن بہر طور میں ضروری نہیں سمجھتا کہ تمہیں اس سلسلے میں پریشان کروں۔ ہاں اب یہ بتاؤ کہ اس شخص کے لیے کیا منصوبہ ہے تمہارے ذہن میں؟"

"ہوش میں آ جائے تو اس سے معلومات حاصل کریں گے۔" کوشل نے کہا اور میں ساجن داس کی طرف دیکھنے لگا۔ چند لمحات دیکھتا رہا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"ایک اور شخصیت ہے کوشل! جو اس شخص میں بڑی دلچسپی رکھتی ہے۔"

"کون۔۔۔؟"

"پدما۔۔۔"

"پدما کون ہے؟"

"میری کزن، بلکہ یوں سمجھ لو کہ وہ میرے ساتھ زندگی گزارنے کی آس لگائے ہوئے ہے۔" میری یہ بات سن کر وہ بری طرح چونک پڑی۔ اس کے چہرے پر ایک تلخ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"خدا تم دونوں کو مبارک کرے۔"

"نہیں کوشل! یہ دعا تو دو مجھے۔"

"کیوں۔۔۔؟"

"اس لیے کہ میں پدما کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتا۔" کوشل کی آنکھوں کے بجھے ہوئے چراغ ایک دم جل اٹھے۔ وہ آہستہ سے بولی۔

"مطلب، مطلب یہ کہ تم۔۔۔ تم۔۔۔"

"ہاں۔ وہ میری کزن ہے۔ میں اس سے ہمدردی رکھتا ہوں، اس کے مقاصد کی تکمیل چاہتا ہوں لیکن اس کے ساتھ زندگی گزارنے کا تصور میں نے کبھی نہیں کیا۔"

"کیا وہ تمہیں چاہتی ہے؟"

"اس کے انداز سے یہی لگتا ہے۔ بچپن میں بزرگوں نے ہمیں ایک دوسرے سے وابستہ کر دیا تھا۔ میں اپنے ذہن میں اس کے لیے کبھی وہ جگہ نہیں پا سکا جو وہ چاہتی ہے۔ بہر طور وہ ایسے مصائب کا شکار ہوئی ہے کہ میں ابھی اس سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتا۔" کوشل کچھ دیر سوچتی رہی پھر آہستہ سے بولی۔

"کسی کو دھوکے میں رکھنا اچھا نہیں ہوتا کاشی!"

"کچھ بھی ہو، میں ابھی اسے اس بارے میں نہیں بتاؤں گا۔ یہ شخص ساجن داس، اس کے باپ کا قاتل ہے۔"

"کیا مطلب؟" کوشل چونک پڑی۔

"ہاں۔ کنھیا لال جس کو اس نے قتل کیا اور پدما اس کے انتقام کے لیے بے چین ہو رہی ہے۔"

"تو ہم اسے پدما کے حوالے کر دیں گے۔" کوشل نے فراخدلی سے کہا۔

"میں بھی کہنا چاہتا تھا کوشل کہ کیا پدما کو ہم یہاں بلا سکتے ہیں؟"

"اگر وہ تمہارے لیے قابل اعتماد ہے تو اس میں کیا حرج ہے!"

"لیکن ایک بات اور بھی ہے۔"

"وہ کیا۔۔۔؟"

"میں نہیں چاہتا کہ پدما کو ہمارے بارے میں پتہ چل سکے۔" کوشل کچھ دیر سوچتی رہی پھر گردن ہلا کر بولی۔ "تم ٹھیک کہہ رہے ہو، مناسب نہیں ہو گا۔ فی الحال مناسب نہیں ہو گا۔"

"تو پھر پدما کی ساجن داس سے ملاقات کہاں کرائی جائے؟"

"اس کے لیے تم جو بھی فیصلہ کرو گے مجھے منظور ہو گا۔ میرے ذمہ جو ذمہ داری لگاؤ گے وہ میں پوری ایمانداری کے ساتھ انجام دوں گی۔"

"کوشل! میں چاہتا ہوں کہ پدما کو پراسرار ذرائع سے یہاں لایا جائے اور یہاں وہ میری موجودگی میں ساجن داس سے بات کرے اور اس وقت تم یہاں موجود نہ ہو۔"

"میں نے کہا نا میں صرف وہ کروں گی جو تم کہو گے۔"

"خیر ابھی ہمیں اس کی جلدی نہیں ہے۔ پہلے یہ ہوش میں آ جائے۔ اس کے بعد دیکھیں گے کہ آگے ہمیں کیا کرنا ہے۔ میں پہلے صرف اجازت لینا چاہتا تھا۔"

"ایک بات سنو! کاشی اب تم مجھ سے کسی بات کی اجازت نہ لیا کرو سمجھے؟ میرے اور تمہارے درمیان اب اجازت والا معاملہ نہیں ہے۔"

"اس اعتماد کا بہت بہت شکریہ۔" میں نے جواب دیا اور وہ مسکرانے لگی۔ پھر آہستہ سے بولی۔

"بعض اوقات انسان بہت چھوٹا ہو جاتا ہے، اتنا چھوٹا کہ خود اگر اپنے آپ پر غور کرے تو اسے اپنے آپ پر ہنسی آ جائے۔"

"کس سلسلے میں کہہ رہی ہو۔۔۔؟"

"سو فیصدی اپنے بارے میں کہہ رہی ہوں لیکن ابھی بتاؤں گی نہیں کچھ۔"

"یہ عادت اچھی نہیں ہے۔"

"پلیز۔۔۔ ویسے تم جو کچھ بھی کہو گے میں کبھی اس سے انکار نہیں کروں گی لیکن یہ بات بس یہ بات میں ابھی تمہیں نہیں بتاؤں گی۔" اس نے کہا اور مسکرانے لگی۔

"جیسی تمہاری مرضی۔ میں مجبور نہیں کروں گا۔ اب اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرو۔"

"ٹھیک ہے۔" کوشل نے کہا اور ساجن داس کے نزدیک پہنچ گئی۔

ساجن داس بدستور بے ہوش تھا۔ ہم نے اس کے لیے مناسب بندوبست کر لیا تھا۔ لباس وغیرہ تو پہلے ہی تلاش کر لیا گیا تھا تاکہ کوئی گڑبڑ نہ کرنے پائے وہ۔ اس کے علاوہ اسے خوفزدہ کرنے کے لیے میں نے مناسب انتظام کر لیا تھا۔ چند منٹوں کے بعد ہم اسے ہوش میں لانے میں کامیاب ہو گئے۔ وہ تھوڑی دیر زمین پر چت پڑا رہا اور پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی وحشت زدہ نگاہیں چاروں طرف دیکھ رہی تھیں۔ میں نے اس کے سامنے آ کر کہا۔

"ساجن داس! تم جانتے ہو کہ بعض اوقات کھیل غیر متوقع طور پر ختم ہو جاتا ہے۔"

"یہ کون سی جگہ ہے۔۔۔؟" اس نے سوال کیا۔

"کم از کم وہ نہیں جہاں تم ہمیں بہلا پھسلا کر لے گئے تھے بلکہ یہ بالکل نئی اور اجنبی جگہ تمہارے لیے۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں لیکن۔ لیکن؟"

"لیکن یہ کھیل الٹ ہو گیا ہے جناب ساجن داس صاحب! یا مہربان سنگھ! آپ نے اپنی دانست میں بہت بڑا تیر مارا تھا۔ لیکن آپ کو اندازہ نہیں تھا کہ بعض اوقات وہ کچھ بھی ہو جاتا ہے جو انسان کبھی نہیں سوچتا۔"

"ہاں میں محسوس کر رہا ہوں۔"

"اب ضروری ہے مسٹر ساجن داس کہ آپ اپنے بارے میں تمام تفصیلات بتا دیں۔"

"میرے بارے میں۔۔۔ میں تمہیں کس حد تک بتا چکا ہوں، اپنا نام بھی میں نے ہی بتایا تھا تمہیں اور یہ بھی بتا چکا ہوں کہ میرا تعلق سورج گرہن سے ہے۔"

"گڈ۔ سورج گرہن کے بارے میں تفصیلات بتاؤ۔"

"یہ کوئی چھوٹی موٹی جماعت نہیں ہے بہت بڑا گروہ ہے جو دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلا ہوا ہے۔ اسے کئی آدمی کنٹرول کرتے ہیں اور ان سب کا انچارج ایک شخص ہے۔"

"گڈ۔ میں اس شخص کے بارے میں جاننا چاہوں گا۔"

"یقین کرو تم دنیا کے کسی بھی حصے میں چلے جاؤ اس شخص کے بارے میں نہیں جان سکو گے۔"

"کیا مطلب؟"

"اسے جاننے والے اس روئے زمین پر شاید نہیں ہیں سوائے اس کے۔"

"گڈ۔ گڈ۔ تم ایک وفادار آدمی ہو اپنے گروہ کے سربراہ کو اس طرح چھپا رہے ہو۔ میں اس بات کی قدر کرتا ہوں لیکن دوست یہ بھی جانتے ہو کہ میں اس کا دشمن ہوں اور نئے ہر قیمت پر

منظرِ عام پر لانا چاہتا ہوں۔"

"زیادہ سے زیادہ میرے ٹکڑے کر دو گے اور کیا کر دو گے لیکن میری بات کی سچائی پر غور کرو۔ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو جب ہار جاتے ہیں تو پھر آپ کو بھول جاتے ہیں۔ یہ جو کچھ میں نے کہا سچ کہا۔"

"چلو ٹھیک ہے مان لیتا ہوں لیکن سورج گرہن کے پروگرام کیا ہوتے ہیں؟"

"پروگراموں سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"میرا مطلب ہے اس کا طریقۂ کار، اس کا مقصد...؟"

"کوئی مقصد نہیں ہے۔ ہم لوگ زیادہ تر منشیات کی اسمگلنگ کرتے ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منشیات کا کاروبار پھیلاتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں کئی ملکوں کا تعاون بھی حاصل ہے جو اپنے ہاں سے منشیات بیرونی ممالک بھیجتے ہیں غالباً کوئی سیاسی چکر بھی اس میں شامل ہے لیکن ہم لوگوں کو اس سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ہمارا کام تو صرف اتنا ہوتا ہے کہ ہم اسمگلنگ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کے لیے مؤثر منصوبہ بندی کریں اور اس سلسلے پر عمل کریں۔"

"اسمگلنگ کے علاوہ تمہارا اور کوئی کاروبار ہے؟"

"سارے کاروبار جو ایک جرائم پیشہ گروہ کر سکتا ہے۔"

"مطلب!"

قتل و غارت، لوٹ مار، بلیک میلنگ تمام کام ہوتے ہیں ہمارے ہاں۔ لیکن ان کا ایک باقاعدہ حساب رکھا جاتا ہے۔ اور سربراہ کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی سربراہ خود حکم دیتا ہے کہ اب بینکوں کو لوٹا جائے اور اس سلسلے میں پوری دنیا میں کام شروع ہو جاتا ہے۔ ہمارے پروگرام بڑے دلچسپ اور عجیب و غریب ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ہم ان پر عمل شروع کر دیتے ہیں۔

"سربراہ رہتا کہاں ہے یہ تو معلوم ہوگا...؟"

"زمین اور آسمان کے درمیان۔ کسی بھی جگہ۔ ممکن ہے کہ وہ زمین پر رہتا ہو یا ممکن ہے اس نے آسمان پر اپنے لیے کوئی جگہ بنا رکھی ہو چونکہ اگر وہ انسانوں کے درمیان ہوتا تو کہیں نہ کہیں اس کا نام اور پتہ تو ملتا۔"

"دلچسپ بہت دلچسپ، کیا بلیک میلنگ بھی کرتے ہو تم لوگ۔"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"کنہیا لال کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"کنہیا لال؟" ساجن داس پر خیال انداز سے بولا۔

"ہاں کنہیا لال۔"

"مجھے یاد نہیں اس نام کا کوئی شخص۔"

"نہیں ساجن داس میں اس کنہیا لال کی بات کر رہا ہوں جسے تم نے قتل کر دیا اور جس سے تمہارا تنازعہ چل رہا تھا۔"

"اوہ۔ تم کنہیا لال کاپڑیا کی بات کر رہے ہو؟"

"یقیناً وہی ہوگا؟"

"تم ـ تم، ارے تمہاری شکل تو مجھے جانی پہچانی نظر آ رہی ہے ـ تم ـ میرا مطلب ہے تم...."

"ہاں۔ میں وہ ہوں جسے تم نے قتل کر دیا تھا۔"

"کاشی ـ کاشی ناتھ؟" ساجن داس کی آنکھوں میں شدید خوف و حیرت کے آثار ابھر آئے۔

"ہاں کاشی ناتھ؟"

"مگر تم اصلی کاشی ناتھ تو نہیں ہو۔ یہ بات تو تم مانو گے...؟"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"اصل کاشی ناتھ تو ہمارے ہاتھ مارا گیا تھا۔"

"نہیں ساجن داس! تم غلط فہمی کا شکار ہو رہے ہو۔ کاشی ناتھ میں ہوں۔"

"میں ہرگز نہیں مان سکتا چونکہ اس وقت میں بھی وہاں موجود تھا جب کاشی ناتھ کو قتل کیا گیا۔"

میں نے ایک قہقہہ لگایا اور کوشل کی طرف دیکھ کر بولا۔

"تب تو پھر کوشل ہم دونوں... میرا مطلب ہے تم بھی تو زندہ نہیں ہو سکتا۔ کیا خیال ہے تمہارا؟" کوشل عجیب سی نظروں سے ساجن داس کو دیکھنے لگا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"میں تمہارے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ تم آخر کار پیچھے کیوں پڑی ہوئی ہے"

"یہ تم ابھی نہیں جان سکو گے۔ شاید اس وقت تک بھی نہیں جب تک کہ میرا مقصد پورا نہ ہو جائے۔"

"تمہارا مقصد کیا ہے؟"

"یہ بھی تمہیں نہیں بتایا جا سکتا۔" کوشل نے جواب دیا۔

"تمہاری مرضی۔ بہرحال اب یہ بتاؤ کہ میرے سلسلے میں تم کیا کرنا چاہتے ہو۔"

"ہم ابھی تمہارے بارے میں مزید تفصیلات جاننا چاہیں

میں نے کہا

"میں بچپن سے بگڑا ہوا آدمی ہوں۔ مجھے شروع ہی سے آوارہ گردی کی عادت تھی۔ برے لوگوں کی صحبت میسر آ گئی اور میں مختلف سرگرمیوں میں مصروف ہو گیا اور ان سرگرمیوں میں میں نے بڑی ترقی کی لیکن ان سرگرمیوں میں میری اپنی ایک الگ پہچان تھی۔ میں ایسے معروف اور ممتاز افراد کے قتل یا اغوا کے لیے مخصوص ہو کر رہ گیا جن پر عام لوگ ہاتھ ڈالتے ہوئے ڈرتے تھے اور ان تک نہیں پہنچ سکتے۔"

"کوشل کے پاس تم رجو سنگھا بن کر گئے تھے کیوں؟"

"مجھے اوپر سے حکم ملا تھا۔"

"کتنی اوپر سے...؟" میں نے ہنس کر سوال کیا۔

"تم ڈومر کو جانتے ہو؟" اس نے سوال کیا۔

"نہیں بھائی! ہمارا کسی ڈومر سے کوئی تعارف نہیں ہے" میں نے جواب دیا۔

"یہ کام ڈومر نے میرے سپرد کیا تھا اور ڈومر ہماری پارٹی میں ایک بہت بڑی حیثیت رکھتا ہے۔"

"ڈومر نے یہ کام تمہارے سپرد کیوں کیا تھا؟" میں نے پھر سوال کیا۔

"بس اس کے احکامات کو ماننا ہمارا فرض ہے۔ تم جب سورج گرہن کے بارے میں معلومات حاصل کرو گے تو تمہیں پتہ چلے گا کہ سورج گرہن کیا ہے؟ عجیب سی روایات ہیں اس کی۔ ہر وہ کام یہاں کر لیا جاتا ہے جس کے بارے میں عام لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ڈومر کو شاید بہت پہلے ہی سے ہدایت ملی ہوئی تھی کہ وہ کوشل کو کسی طرح اپنے قابو میں کر لے۔ کوشل کو قتل کی دھمکی دی جانے والی تھی بلکہ اس طرح اغوا کر کے اسے قید کر دیا جاتا اور پھر اس سے کہا جاتا کہ وہ فلاں کام کر دے ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔"

"یہ فلاں کام کیا ہوا؟" میں نے سوال کیا

"یہ صرف ڈومر جانتا ہے۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ بار بار آرگنائزر وہ کام کر لیتے ہیں جو منافع بخش ہو۔ شاید کسی نے ڈومر کو اس سلسلے میں حاصل کیا ہو۔ تم سمجھتے ہو نا ایسے لوگ خود کسی قسم کا کام نہیں کرنا چاہتے اور معاوضہ دے کر اپنے دشمنوں کو اپنے راستے سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ ہم سے رابطہ کر لیتے ہیں۔ ممکن ہے ڈومر کو کوشل کے سلسلے میں کوئی ٹھیکہ ملا ہو۔"

"ٹھیکہ دینے والا کون ہو سکتا ہے؟"

"یہ مجھے معلوم نہیں۔ وہ کون ہے؟ اس سلسلے میں صرف وہی جانتا ہوگا۔"

"ڈومر نے تم سے کیا کہا تھا...؟"

"صرف یہی کہ کوشل کو کسی نہ کسی طرح اپنے قابو میں کر لے۔"

"اور میرے بارے میں کیا حکم تھا...؟"

"تمہارے لیے تو کچھ بھی نہیں تھا تمہارے بارے میں تو کسی کو علم ہی نہ تھا کہ تم کوشل کے سیکرٹری ہونے کے باوجود اتنے خطرناک آدمی ہو ورنہ وہ تمہاری طرف توجہ ضرور دیتے۔"

"کوشل کو اس سے پہلے بھی کبھی حاصل کرنے کی کوشش کی گئی؟"

"متعدد بار۔ کام بہت مشکلات سے گزرنے کے بعد ہی میرے سپرد کیا گیا ہے ورنہ عام لوگ چھوٹے موٹے طریقے سے کوشل کے بارے میں کام کرتے رہے۔ وہ تو کوشل کی قسمت اچھی تھی کہ ان پر غلط وقت پر حملے ہوتے رہے۔ اور ہر مرتبہ یہ بچ گئیں۔ پھر بیچ میں آیا کہ انہوں نے ایک آدمی بھی رکھ لیا ہے۔ وہ آدمی تم ہو۔ بہرطور ڈومر کو اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ تم کیا ہو گے، بہرطور یہ میرا اپنا مسئلہ تھا۔ اب اس سلسلے میں تم خود ہی جانتے ہو۔"

"اگر تم کوشل کو اغوا کرنے میں کامیاب ہو جاتے تو کس وقت اس کے ساتھ کیا سلوک کرتے؟"

"ایسے ـ ایسے ـ" وہ چند لمحات کے لیے خاموش ہو گیا۔

"بولتے رہو ساجن داس! تمہاری زبان کھلوانے کے لیے بہت ہی عمدہ بندوبست کر لیا گیا ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ وہ تم پر آزمائے جائیں تو پھر ہم اس پر اعتراض نہیں کریں گے اور تمہاری خواہش پوری کریں گے۔"

"سنو تو سہی۔ سنو تو ہمیں مجھ پر تشدد کرنے کی ضرورت نہیں۔ کوشل کو تقریباً ایک ہفتہ اپنے پاس رکھتا، انہیں ٹھکانے لگا دیتا اور اس کے بعد اسے ... ہٹے ..."

"دیکھو ساجن داس رکنے کی ضرورت نہیں" میں نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اس کے بعد اسے پھول گڑھی پہنچا دیا جاتا۔ پھول گڑھی میں راجہ پورن سنگھ کی شکارگاہ پھیلی ہوئی ہے اور دور دور تک کے علاقے سرسبز و شاداب بنا لیے گئے ہیں۔ جنگلوں میں جانور

دبائے پھرتے ہیں۔ اس شکارگاہ میں ایک عمارت ہے جس میں کوشل کو پہنچا دیا جاتا۔"

"پھول گڑھی!" میں نے پُرخیال انداز میں کوشل کو دیکھا کوشل کی آنکھوں میں اجنبیت کے آثار نظر آ رہے تھے۔ پھر وہ بولی۔

"میں نے اس جگہ کا نام بھی نہیں سنا۔"

"اور راجہ پورن سنگھ کا؟"

"میں نہیں جانتی۔ وہ کون ہے؟" کوشل آہستہ سے بولی

"ہوں! راجہ پورن سنگھ ویسے کہاں رہتا ہے؟"

"بھگوان کی سوگند مجھے نہیں معلوم۔ میں نہیں جانتا لیکن شکارگاہ راجہ پورن سنگھ کے نام سے مشہور ہے۔ میں ہی نہیں بے شمار لوگ جانتے ہیں۔ پھول گڑھی کا پورا علاقہ ہی راجہ صاحب کی ملکیت ہے۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔ اچھا یہ بتاؤ ڈومر اس سلسلے میں کب تم سے ملاقات کرتا ہے؟"

"میں اسے کوشل کے بارے میں اطلاع دیتا کہ وہ اب میرے قبضے میں ہے۔ ویسے ہمارے درمیان یہ طے ہو گیا تھا کہ ایک ہفتے تک ہم یہ دیکھیں گے کہ کوشل کی تلاش کے سلسلے میں کون کیا کارروائی کرتا ہے۔ اس کے بارے میں جو کچھ بھی خبریں تھیں اور ڈومر میری اس رہائش گاہ پر کوشل کی آمد کے بعد پہرہ لگا دیتا۔ یہ سب اس کی ذمہ داری تھی۔ میں نے اس سے بات کر لی تھی۔"

"گویا ڈومر ہی راجہ پورن سنگھ تک پہنچنے کا ذریعہ بن سکتا ہے؟"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔"

"پورن سنگھ کے بارے میں تمہاری کیا معلومات ہیں؟"

"راجہ پورن سنگھ کو میں نے کبھی نہیں دیکھا لیکن وہ ایک عیاش طبیعت آدمی ہے اور اس نے اپنی اس شکارگاہ کو بڑا محفوظ بنا رکھا ہے۔ پورن سنگھ کے نام پر بہت سے کام ہوتے رہے ہیں اور اس کے بہت بہترین معاوضے سوریہ گڑھ میں کو ملتے رہے ہیں۔ چنانچہ تمام پروگرام اسی انداز میں طے پاتے ہیں۔"

"ہوں تو یہ سلسلہ ہے۔ تمہیں اس سلسلے میں ڈومر نے کیا دیا ہے؟"

"ایک لاکھ روپے۔ مجھے ایک لاکھ روپے ایڈوانس دیے گئے ہیں۔" ساجن داس نے بتایا

"اچھا ساجن داس! یہ بتاؤ کہ اگر کوشل کو کامیابی سے اغوا کر لیتے تو ڈومر کو تم کہاں اطلاع دیتے؟"

"میں اطلاع نہیں دیتا، آج رات کو یہ خود میرے پاس آنے والا تھا۔" ساجن داس نے بتایا اور میں پُرخیال انداز میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔ چند لمحات میں غور کرتا رہا۔ اس سلسلے میں اب ذرا کچھ اور سوچنا تھا۔ ڈومر کو تو کوئی ایسی کارروائی کرنا تھی جو موثر ہوتی۔ ہم کوئی فیصلہ کوشل بعد میں کر سکتے تھے چنانچہ میں نے ساجن داس سے کہا

"بہرطور ساجن داس! تمہارا ایک اور فرض باقی ہے اس کی ادائیگی تمہیں کرنی ہے۔ اس کے بعد تمہارے بارے میں کوئی فیصلہ کر لیا جائے گا۔ فی الحال تم یہاں آرام سے رہنا چاہو تو بہت سی چیزیں یہاں مرنے کے لیے موجود ہیں۔ نکلو گے تو زبردست کرنٹ تمہارا استقبال کرے گا۔ کرنا خود تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اور فی الحال تمہیں یہاں مہمان خانے کی کوئی تکلیف نہیں دی جائے گی۔ اب ہم چلتے ہیں۔" میں نے کوشل کو اشارہ کیا اور ہم تہہ خانے سے باہر آ گئے۔

جو کچھ میں نے کہا تھا کوشل اس سے مطمئن نظر آتی تھی لیکن اس کے چہرے پر عجیب و غریب آثار نظر آ رہے تھے اپنے ڈرائنگ روم میں پہنچ کر وہ بولی۔

"یہ تو مسئلہ حل ہوا پدما کے سلسلے میں تم نے کیا فیصلہ کیا؟"

"ابھی یہاں آنے کا پروگرام ملتوی کر دیا ہے۔ ساجن داس سے گفتگو کرنے کے بعد پہلے ذرا اس ڈومر کو دیکھ لیں۔ یہ کون بے شرم ہے؟" میں نے کہا اور کوشل بے اختیار ہنس پڑی۔

"لیکن ڈومر بیچارہ آئے گا اس کے لیے کیا کرو گے؟"

"میں تم سے گفتگو کر رہا تھا کوشل!" میں نے کہا

"یقیناً چالاک آدمی ہو گا۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہم کوئی ایسی کریں جس سے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔"

"بے شک! اب مجھے تمہارے ان آدمیوں کی ضرورت ہے جن کا ابھی تم تذکرہ کر چکی ہو۔"

"وہ تمہیں مل جائیں گے۔"

"کتنے آدمی ہو سکتے ہیں؟" میں نے سوال کیا

"دس، پندرہ، بیس، پچیس۔ تم جتنے چاہو۔ تمہیں مل سکتے ہیں۔"

"گڈ۔ ویری گڈ! اس کا مطلب ہے کوشل! ہمارے ہاتھ بھی خاصے لمبے ہیں۔"

"بیچ کرنے پڑتے ہیں کاشی! اب بتاؤ پروگرام کیا ہے ذہن میں؟"

"ہمیں ایک ایسے آدمی کی ضرورت ہے جس کے چہرے پر ہم میک اپ کر کے اسے ساجن داس کی شکل دے دیں اور پھر اس کے ساتھ آپ کوشل کی حیثیت سے وہاں رکھوں میں خود بھی ساتھ نہیں رہوں گا۔ اور پھر ہم ڈومر کا انتظار کریں۔ اور اس کے بعد جو کچھ کیا جائے گا۔"

"اوہ! اچھا پروگرام ہے لیکن میک اپ کے سلسلے میں کیا کرو گے؟"

"میں میک اپ کر لوں گا۔ کیا تم میک اپ کا سامان مہیا کر سکتی ہو؟"

"یقیناً کر سکتی ہوں۔ یہ کون سا مشکل کام ہے؟"

"تو پھر کوشل اس سلسلے میں ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے۔"

تقریباً دو گھنٹے کے بعد ہم نے ایک پورا سراغ آپریشن کیا۔ فین داس کی رہائش گاہ کے اردگرد پھیلا دیے۔ اس کے ساتھ ہی ایک شخص کو جو ساجن داس کے قد و توش کا ہی تھا ساجن داس کی شکل دے دی گئی اور اس کے بعد ہم کوشل کو لیے ہوئے اس کوٹھی میں داخل ہو گئے جو کچھ عرصہ پہلے ساجن داس کی ملکیت تھی لیکن اب وہاں ہمارا مکمل قبضہ تھا۔ کوشل کے ہاتھ پشت پر باندھ دیے گئے اسے کرسی پر بٹھا دیا تھا لیکن ہاتھ اس طرح باندھے گئے تھے کہ کوشل جب چاہے انہیں کھول لے۔ اس کے علاوہ اس کے پاس ایک پستول بھی موجود تھا۔ وہ شخص جو ساجن داس کے میک اپ میں تھا وہ اندر سے گھوم پھر رہا تھا۔ میں نے اپنے چہرے میں تھوڑی سی تبدیلیاں پیدا کر لی تھیں۔

میک اپ کا سامان مل گیا تھا تو اب اس سلسلے میں بھلا کیا دقت ہو سکتی تھی اور اس کے بعد ہم انتظار کرنے لگے۔ کوٹھی کے ایک خاص حصے میں بیٹھ کر ہم ڈومر کے منتظر تھے۔ ٹھیک بارہ بجے ایک کار کوٹھی میں داخل ہوئی اور ہمیں اس کے بارے میں اطلاع مل گئی۔ ہم سب انتظار کرنے لگے اور چند ہی لمحات کے بعد ایک شخص جو اچھے خاصے تن و توش کا تھا اندر داخل ہوا۔ میں نے اسے دیکھا اجنبی شکل تھی۔ اندر داخل ہو کر ساجن داس کے ہمشکل کو دیکھنے لگا اور پھر اس نے کوشل کی طرف رخ کر کے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کماری کوشل کی خدمت میں آداب!" کوشل منہ پھلائے بیٹھی رہی۔

"کماری جی۔ بڑی مشکل سے آپ ہاتھ لگی ہیں۔ راجہ صاحب آپ کے لیے پاگل ہو رہے ہیں۔ کیا خیال ہے راجہ صاحب سے کوئی واقفیت ہے یا نہیں؟" کوشل نے اب بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ اس بات پر ڈومر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"خیر کوئی بات نہیں۔ جن لوگوں سے راجہ صاحب کی واقفیت نہیں ہوتی راجہ صاحب ان سے خود ہی اپنا تعارف کرا دیتے ہیں۔ بھئی ساجن داس! تم نے راجہ صاحب کے لیے جو کچھ کیا ہے اس کے صلے میں تمہیں اتنا انعام ملنا چاہیے کہ تم خوش ہو جاؤ۔ میں اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ تمہارے معاوضے کے علاوہ بھی تمہیں بہت کچھ ملے گا۔" وہ شخص جو ساجن داس کے میک اپ میں تھا خاموش رہا۔ تب ڈومر نے آگے بڑھ کر کہا۔

"اب یہ بتاؤ کہ تم خود ہی اس کا تحفظ کر سکو گے یا میں اسے اپنی تحویل میں لے لوں؟" وہ چند قدم آگے بڑھا اور کوشل کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس نے کوشل کے بندھے ہوئے ہاتھ دیکھے لیکن ان ہاتھوں پر اسے کوئی شبہ نہ ہو سکا تھا میں اس دوران پوزیشن سنبھال چکا تھا۔ ڈومر ایک مرتبہ پھر ساجن داس سے بولا۔

"کیا کہتے ہو ساجن داس! تم نے جواب نہیں دیا!"

"جیسی تمہاری مرضی!" ساجن داس کے میک اپ میں موجود شخص بولا اور ڈومر چونک پڑا۔ اس نے حیرت سے ساجن داس کی طرف دیکھا۔ دیکھتا رہا پھر کماری کوشل کے نزدیک پہنچا اور اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا

"تم۔ تم" اور پھر دفعتاً اس نے پیچھے ہٹ کر پستول نکال لیا۔ پستول کا رخ اس نے ایک دم ساجن داس کی طرف کر دیا تھا۔

"ساجن داس تمہاری آواز کو کیا ہوا!" اس نے کہا لیکن اب اس کا موقع نہیں تھا کہ میں اسے مزید مہلت دیتا۔ میں نے پیچھے سے اس پر حملہ کر دیا تھا اور میری کوشش یہی تھی کہ سب سے پہلے مرحلے پر پستول اس کے ہاتھ سے نکل جائے اور ایسا ہی ہوا پستول اچھل کر دور جا پڑا۔

ڈومر ایک دم زمین پر بیٹھ گیا تھا اور میں اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا اور اس کے اوپر سے ہوتا ہوا آگے آ رہا۔ ڈومر نے عقب سے میری گردن پکڑ لی تھی لیکن میں اسے اٹھائے ہوئے

کھڑا ہو گیا اور پھر دھوبی پاٹ کے ذریعے اسے نیچے پٹخ دیا۔ ڈومر بہت پھرتیلا اور جنگ و جدل کا ماہر تھا۔ نیچے گرتے ہی اس نے دونوں ٹانگیں اٹھا کر میرے سینے پر دے ماریں اور مجھے کئی قدم پیچھے ہٹ جانا پڑا۔ ڈومر کوئی سہارا لیے بغیر پھرتی سے کھڑا ہو گیا تھا۔ اب اس کی آنکھیں خون اگل رہی تھیں۔ اس نے پستول کی طرف جھپٹا مارا لیکن ساجن داس کے میک اپ میں جو شخص تھا وہ بھی لڑائی کا ماہر تھا اس نے اس طرف سے ڈومر کو سنبھال لیا۔ اور ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کر دیا۔ ڈومر سنبھلا تو میں نے عقب سے اس کا کالر پکڑ کر نیچے گھسیٹ لیا اور اس کے بعد میں نے اسے اٹھنے کا موقع نہیں دیا۔ لاتوں اور گھونسوں نے اس کی حالت خراب کر دی۔

چند ہی لمحات کے بعد ہم دونوں نے مل کر اسے بے بس کر دیا۔ کوشل اس دوران ہاتھ کھول کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے پھرتی سے آگے بڑھ کر وہ پستول اٹھا لیا جو ڈومر کے ہاتھ سے گرا تھا۔

"کھیل ختم ہو گیا مسٹر ڈومر۔" میں نے کہا۔ ڈومر اب بھی خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"تم کون ہو؟ ساجن داس کہاں ہے؟"

"ساجن داس سے ملنا چاہتے ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"کیا بکواس ہے۔ یہ سب کچھ۔ تم کیا سمجھتے ہو میں اکیلا آیا ہوں یہاں۔"

"کوئی بھی تمہارے ساتھ آیا ہو ڈومر اب تمہاری مدد کو نہیں آ سکے گا۔ چلو پکار لو انہیں۔ ہم تمہیں اس کی اجازت دیتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"اس عمارت کے گرد ہمارے آدمی پھیلے ہوئے ہیں۔"

"مگر تم کون ہو؟"

"کوشل کماری کا ایک ادنیٰ خادم۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ! اس کا مقصد ہے کہ سازش ہوئی ہے۔ ساجن داس اور اس کے آدمی کہاں مر گئے سب کے سب؟ سب کے سب تمہاری تحویل میں آ سکتے ہیں۔"

"ہاں مسٹر ڈومر اب تمہارے آدمی بھی ہمارے قبضے میں ہوں گے۔"

"میرے ساتھ کوئی آدمی نہیں ہے۔ بدقسمتی ہے میری کہ آج میں تنہا ہی آیا ہوں۔"

"ارے واہ! تب پھر تم ہمیں دھوکا دیتے رہے تھے لیکن مسٹر ڈومر اگر تم دھوکا نہ بھی دیتے اور تمہارے ساتھ کچھ لوگ ہوتے تو کوئی فرق نہ پڑتا۔ بلاوجہ بے چارے مارے جاتے۔" میں نے کہا۔

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"ابھی کچھ نہیں ذرا اطمینان سے بیٹھ کر باتیں ہوں گی آ بیٹھو۔" میں نے کہا۔

"کہاں؟"

"وہاں جہاں ساجن داس موجود ہے۔"

"تم لوگ نقصان اٹھاؤ گے۔"

"ہو سکتا ہے لیکن ہم نقصان اٹھانے کے عادی ہو چکے ہیں۔" میں نے کوشل کی طرف دیکھ کر کہا۔ اور کوشل مسکرا دی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد ڈومر کو بالکل ہی بے بس کر دیا گیا۔ اور ہم اسے بھی ایک بند گاڑی میں لیے ہوئے کوشل کماری کی کوٹھی میں پہنچ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی تہ خانے میں تھا۔ ساجن داس نے اسے دیکھا اور ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔

"تم۔ تم ساجن داس۔ تم یہاں؟"

"ہاں مسٹر ڈومر ضروری نہیں ہے کہ سارا کھیل ہماری مرضی کے مطابق ہو۔" ساجن داس نے کہا۔

"اوہ۔ بے وقوف احمق آدمی تیری وجہ سے میں مارا گیا ورنہ میں کتنی آسانی سے ان کے جال میں نہیں پھنس سکتا تھا۔"

"گالیاں دینا چاہتے ہو تو دے لو لیکن اب تو تم بھی پھنس چکے ہو۔"

"یہ سب۔ یہ سب تیرے حساب میں ہے گا ساجن داس۔"

"حساب کتاب تو ہم دونوں ہی کا ہو جائے گا ڈومر۔ ان لوگوں نے تم جیسے آدمی کو قابو میں کر لیا۔ میں بھلا ان کے آگے کیا حیثیت رکھتا ہوں۔" اور پھر میری طرف رخ کر کے بولا۔

"دیکھو دوستو! اب جو کچھ بھی تم کرنا چاہتے ہو کرو لیکن تم سے میری ایک درخواست ہے کہ مجھے اس شخص کے ساتھ قید نہ کرنا۔ میں اس شخص کے ہاتھوں نہیں مرنا چاہتا۔"

"تو پھر تم اسے قتل کر دو ساجن داس۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ کیا مطلب؟" ساجن داس نے بوکھلا کر کہا۔

"تم دونوں ایک ہی جگہ رہو گے اگر تم چاہتے ہو کہ ڈومر قتل ہو جائے تو پھر تم ڈومر کا کام تمام کر دو اور یہی تمہاری خلاصی کا ذریعہ ہے۔"

"نہیں میں یہ نہیں کر سکتا۔"

"تو پھر ڈومر اپنے مسئلے میں آزاد ہے کیوں مسٹر ڈومر کیا خیال ہے؟" جواب میں ڈومر گالیاں بکنے لگا میں اور کوشل مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ ہمارے ساتھ دو لوگ اور بھی اس تہ خانے میں آئے تھے جنہوں نے ڈومر کے ہاتھ پشت پر کس دیے۔ اس کے بدن سے جو کچھ بھی نکل سکتا تھا نکال لیا گیا۔ اب اس کے لباس میں کچھ نہیں تھا چنانچہ میں نے ڈومر سے کہا۔

"مسٹر ڈومر ساجن داس بالآخر اس بات کے لیے مجبور ہو جائے گا کہ تمہاری ہڈیاں توڑ دے اور ہم اس کی مدد کریں گے۔ ساجن داس! اگر تم اب بھی کوئی خطرہ محسوس کرتے ہو تو ڈومر کو ختم کر دو۔ ہمیں اس شخص کی ضرورت نہیں۔"

"میں یہ سب کچھ نہیں کر سکتا۔"

"ساجن داس! اب کچھ تیری وجہ سے ہوا میں تجھے چھوڑوں گا نہیں۔"

"دیکھو ڈومر! بلاوجہ ان لوگوں کے جال میں نہ پھنسو ہم تم مل کر کچھ نہ کچھ سوچ لیں گے۔ لیکن اگر تم مشتعل ہو گئے تو پھر دونوں ہی کا نقصان ہو گا۔" بات ڈومر کی سمجھ میں آ گیا تھا چنانچہ وہ خاموشی سے دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"اس کے باوجود کہ تم دونوں گٹھ جوڑ کر لو گے مسٹر ڈومر کو یہیں بتانا ہو گا کہ پورن سنگھ کا پروگرام کیا ہے؟"

"تم احمق ہو اگر تم تشدد کر کے مجھ سے کچھ معلوم کرنا چاہتے ہو تو اس کی کوشش کر لو باقی رہا پورن سنگھ کا معاملہ تو پورن سنگھ کوئی معاملہ نہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ وہ خوبصورت عورتوں کا رسیا ہے اور جس طرف اس کی نگاہ اٹھ جاتی ہے اسے ہر قیمت پر حاصل کر لینا چاہتا ہے۔ کوشل کماری بھی یہی کہتی ہے۔ کوشل کماری پر اس کی نگاہیں عرصے سے جمی ہوئی ہیں اور وہ کوشل کو اپنی شکارگاہ میں دیکھنا چاہتا ہے۔"

"ہوں!" میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ڈومر کے چہرے پر نجات کے آثار نظر آ رہے تھے۔ اس نے خونی نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور تم لوگوں نے مجھے اتنا ہی نرم چارہ سمجھا تھا۔ کیوں؟ بکواس کرتا ہے یہ سب سورج گرہن کے آدمی ہیں اور سورج گرہن سے میری پرانی دشمنی ہے۔ وہ لوگ۔ وہ لوگ جانتے ہیں کہ میں اگر زندہ رہوں گی تو ایک نہ ایک دن ان کے سربراہ تک پہنچ جاؤں گی اور سربراہ مختلف طریقوں سے مجھے نقصان پہنچانے کی فکر میں سرگرداں ہے۔ یہ ان کے لیے ممکن نہ ہو گا میں کم از کم ان کے ہاتھوں نہیں مروں گی۔ یہ میرا عہد ہے۔"

"تم بالکل نہیں مرو گی ان کے ہاتھوں کوشل۔ تم کیا سمجھتی ہو کہ کیا میں انہیں چھوڑ دوں گا۔"

"ڈومر! سربراہ کے بارے میں بتاؤ؟"

"سورج گرہن کے سربراہ کی بات کر رہے ہو؟"

"ہاں۔ کم از کم یہ بتاؤ کہ پورن سنگھ کا تعلق بھی سورج گرہن سے ہے؟"

"پورن سنگھ کا تعلق سورج گرہن سے اگر ہے تو یہ بات تم اس سے معلوم کر سکتے ہو۔ کیا تم اس کی شکارگاہ میں جانے کی جرأت نہیں کر سکتے؟" ڈومر نے سوال کیا۔

کوشل جی! اس شخص کے تیور ذرا کچھ زیادہ ہی بگڑے نظر آتے ہیں چنانچہ بہتر ہو گا کہ ہم اس کی زبان کھلوانے کے لیے کچھ کریں۔

"جیسا تم مناسب سمجھو۔"

"ٹھیک ہے مسٹر ڈومر! آپ کچھ دیر آرام کریں۔ اس کے بعد آپ کے لیے کوئی مناسب کارروائی کر لی جائے گی۔" ہم دونوں وہاں سے واپس پلٹ پڑے۔ ڈومر کو وہیں چھوڑ دیا گیا تھا۔ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے رہنے دیے گئے تھے۔ ہم نہیں چاہتے تھے کہ ساجن داس کو اس سے کوئی نقصان پہنچ جائے۔ ہاں اگر ساجن داس خود ہی اس کے ہاتھ کھول دے تو دوسری بات ہے۔ باہر نکل کر کوشل نے کہا۔

"میرا خیال ہے میں چند لوگوں کو یہاں اس تہ خانے میں آس پاس پہرے کے لیے مقرر کیے دیتی ہوں تاکہ یہ لوگ نکل کر بھاگ نہ سکیں۔"

"مناسب خیال ہے لیکن اعتماد کے لوگ۔"

"یہی لوگ کافی ہیں جو ہمارے ساتھ تہ خانے تک آئے ہیں۔" کوشل نے آہستہ سے کہا اور پھر اپنے ساتھیوں سے بات کرنے لگی وہ لوگ کوشل کی ہدایت پر اس کی خواہش کی تکمیل کرنے کے لیے

بخوشی تیار ہو گئے تھے۔

ہم انہیں وہاں چھوڑ کر اپنے ڈرائنگ روم میں آ گئے پھر ڈرائنگ روم میں کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بہت رات ہو چکی ہے کیا خیال ہے آرام کیا جائے؟"

"نیند نہیں آئے گی کوشل، لیکن میں تمہارے چہرے پر تھکن کے آثار محسوس کر رہا ہوں۔"

"ہاں بہت تھک گئی ہوں۔" کوشل نے جواب دیا۔

"تب پھر تم آرام کرو۔" تھوڑی دیر کے بعد کوشل اپنے کمرے میں چلی گئی اور میں اپنی رہائش گاہ میں آ گیا۔

مجھے اس بارے میں اب بہت کچھ سوچنا تھا، بستر پر لیٹنے کے بعد میں نے اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا اور میرا برق رفتار ذہن خیالات کے سمندر میں کسی بادبانی اسپیڈ بوٹ کی مانند دوڑنے لگا۔

بہت کچھ سوچنا تھا، بہت کچھ کرنا تھا، کوئی فیصلہ کرنا تھا اس سلسلے میں، میں نے جو مصیبتیں اپنے گلے میں پال لی تھیں انہیں بے مقصد نہیں ہونا چاہیے۔ میں اتنے گہرے انداز میں سوچ رہا تھا کہ خود بعض اوقات اپنے آپ پر بھروسہ نہیں رہتا تھا کیا میں ان مراحل کو طے کر کے اس حد تک جا سکوں گا جو میں نے اپنے لیے متعین کی ہے اور اگر میں چلا بھی جاؤں تو پھر کیا میرا مقصد پورا ہو سکتا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ مجھے ان بلندیوں تک پہنچنے کے سلسلے میں نجانے کون کون سے مراحل سے گزرنا ہو گا۔ ہاں میرے ذہن میں ایک منصوبہ تھا، ایک بہت بڑا منصوبہ سورج گرہن کے سہارے اگر میرے اس مقصد کی تکمیل ہو جائے تو مجھے نئے سرے سے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔ اور اگر یہ سب کچھ نہ ہو سکا اور میں پہلے کی طرح رہ گیا تو موت تو اب میرے لیے ایک معمولی سی بات رہ گئی تھی زندگی کے بارے میں اب میں نے سوچنا بھی چھوڑ دیا تھا۔ نجانے کیوں دل کو یہ یقین سا ہو چلا تھا کہ اب وہ مجھے کبھی نہیں مل سکے گی۔ میں نے بھی اپنے آپ کو مضبوط کر لیا تھا اور اب اس کا خیال صرف ایک احساس بن کر دل کو چھوتا ہوا گزر جاتا تھا ہاں اگر یہ احساس کبھی کوئی روپ اختیار کر سکا تو وہ انتقام کا روپ تھا۔ ترلوکا کی زندگی کی اطلاع مجھے مل گئی تھی، اس کا گروہ باقی تھا، ہرے راما ہرے کرشنا تحریک زندہ تھی۔ یہ تحریک کوئی بھی چلائے میرا معاملہ تو صرف ترلوکا سے تھا۔ میں ترلوکا کو ختم کرنا چاہتا تھا اور اس کے لیے میں اپنے آپ کو وقف کر دینا چاہتا تھا۔ میرے ذہن میں ایک ہی منصوبہ تھا کہ کسی طرح کوئی آرگنائزیشن بناؤں کہ ترلوکا کے مقابلے پر آ سکوں، اس کا بہت بڑا سرمایہ تو نہیں تھا لیکن [illegible] برائیوں کی جانب راغب ہونے کے لیے مجھے سوئٹزرلینڈ سے اپنا پیسہ بھی نکالنا پڑتا تو مجھے اس سے کوئی تعرض نہ تھا۔ پچھلے دنوں میں نے یہ سوچا تھا کہ اب اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے میں وہ ناجائز رقم سوئٹزرلینڈ کے بینکوں سے نکالوں گا جو میں نے بالکل اسی طرح چھوڑ دی تھی۔ لیکن بڑی خوش اسلوبی سے طے کرنے تھے۔ رحیم پور [illegible] میرے ذہن میں تھی کوشل کو وہاں پہنچانے کے بعد [illegible] کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے بلکہ میں کوشل کو [illegible] لگا سکتا تھا۔ خاصی رات گئے تک جاگتا رہا، منصوبے بناتا، مسترد کرتا رہا اور اس کے بعد چند ٹھوس باتیں اپنے ذہن میں جمع کر لیں اور اس کے بعد سو گیا۔

دوسری صبح گیارہ بجے تک سوتا رہا۔ کوشل نے مجھے جگانے کی کوشش نہیں کی تقریباً ساڑھے گیارہ بجے میں خود ہی تیار ہو کر باہر نکلا تو کوشل میرے سامنے آ گئی۔ وہ شب خوابی کے لباس میں ملبوس تھی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں، بال بکھرے ہوئے تھے۔ میں نے اسے دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا تو وہ بولی۔

"نہیں، اگر اپنی شکل آئینے میں بغور دیکھو تو مجھ سے مختلف نہیں نظر آؤ گے۔"

"کیا مطلب میری شکل تم جیسی ہو گئی ہے کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"میرا یہ مطلب نہیں، میرا مطلب ہے کہ تمہارے چہرے پر بھی رات کا خمار نظر آ رہا ہے، ظاہر ہے تم بھی نہیں سو سکے ہو گے۔"

"مجھے تو واقعی نہیں سونا چاہیے تھا۔ کوشل، آؤ ادھر بیٹھیں، چائے کے لیے کہہ دیا گیا ہے؟"

"تمہیں دیکھنے آ رہی تھی کہ جاگے یا نہیں!"

"میرا خیال ہے تم بھی ابھی جاگی ہو۔"

"ہاں بس غسل بھی نہیں کیا، منہ ہاتھ دھو کر تمہاری طرف نکل آئی یہ سوچ کر کہ کہیں تم بور نہ ہو رہے ہو۔ ملازموں سے پوچھا تو پتہ چلا کہ ابھی تک تم کمرے سے باہر نہیں نکلے۔ اور جا رہی تھی کہ تم کمرے سے باہر نکلتے نظر آ گئے۔" ہم دونوں ڈائننگ روم میں جا بیٹھے۔ ایک ملازم نے فوراً ہی چائے کے برتن ہمارے سامنے سجا دیے۔ کوشل نے اسے ناشتے کے لیے بھی کہہ دیا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ کر چائے پینے لگے۔ کوشل نے کہا

"ملازموں سے میں نے کہہ دیا تھا کہ باہر موجود پہرے داروں اور ان دونوں کو ناشتہ بھجوا دیا جائے۔"

"یہ لوگ جنہیں تم نے پہرے پر مقرر کیا ہے قابل اعتماد ہیں نا؟"

"ہاں میرا خیال ہے یہ کسی طور پر بے وفائی نہیں کریں گے۔"

"ٹھیک۔ ویسے اب پروگرام کیا ہے کوشل؟"

"ایک بات کہوں کاشی۔ کسی غلط انداز میں مت سوچنا پلیز۔"

"ارے نہیں اب میں تمہاری کسی بات کو غلط انداز میں نہیں دیکھ سکتا۔"

"اس اعتماد کا شکریہ! میں نے یہ سوچا ہے کہ اب اپنے آپ کو تمہارے حوالے کر دوں۔"

"اوہ۔ بڑی خطرناک بات سوچی ہے کوشل!"

"پلیز کاشی میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ غلط انداز میں مت سوچنا۔ اگر تم ایک عورت کی حیثیت سے میرا تجزیہ کرنا چاہتے ہو تو سنو۔ میرے دل میں جذبوں کا وجود ضرور ہے لیکن اب ان جذبوں کو وہ رنگ کبھی نہیں مل سکتا ہے۔" کوشل کا چہرہ بھڑک گیا۔

"کیا مطلب...؟"

"میں مطلب تمہیں زندگی کے کسی حصے میں نہیں بتا سکتی ہاں اس بات کا خیال رکھنا میری ذات سے صرف یہی ایک آدرش پہنچے گا تمہیں!"

"کوشل! کیا میں ہمیشہ تمہارے وجود کی کتاب کھولنے میں ناکام رہوں گا۔"

"میرے وجود کی کوئی کتاب نہیں ہے۔ میں ایک کھلی کتاب ہوں۔ بس یوں سمجھ لو کہ میرے ساتھ کچھ ایسی زیادتیاں ہوئی ہیں کہ میں عام عورتوں سے مختلف شے بن کر رہ گئی ہوں۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا۔"

"میں اس سے زیادہ تمہیں سمجھا بھی نہیں سکتی۔"

"اچھا یہ بتاؤ کوشل کہ تمہاری اپنی زندگی کا مقصد کیا ہے؟"

"یوں تو ہر انسان کی زندگی کا کوئی مقصد ہوتا ہے۔ میں نے اپنی زندگی صرف ان لوگوں سے انتقام کے لیے وقف کر دی ہے یوں سمجھ لو کہ سورج گرہن والوں کے ہاتھوں مجھے کچھ ایسے نقصانات پہنچے ہیں کہ جنہیں میں اب کبھی واپس نہیں لا سکتی۔ جو گزر گیا سو گزر گیا۔ بس اب میں گزرے وقت کا انتقام چاہتی ہوں۔"

"تعجب ہے ایسی کون سی بات ہوئی تمہارے ساتھ ——

بہرحال کوشل میں اس سلسلے میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا جہاں تک میرا معاملہ ہے میں بھی تمہیں یہ بتا دوں کہ سورج گرہن کے ذریعے اپنے راستے طے کرنا چاہتا ہوں۔ ہم دونوں ایک ہی منزل کے راہی بن گئے ہیں، اور ہماری منزل ایک ہے۔"

"خدا کرے ہم کامیاب ہوں۔" کوشل نے کہا

"یقیناً۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور پھر میں نے کہا۔

"میرا خیال ہے آج میں بدھا کو ساجن داس سے ملا دوں ویسے کیا خیال ہے کوشل یہ دونوں مہرے اب ہمارے لیے بیکار ہیں۔"

"ہاں ہیں تو بیکار لیکن کرو گے کیا ان کا؟"

"زندگی مناسب نہیں ہو گی ان کی کوشل! انہیں مجبوراً قتل کرنا پڑے گا۔"

"میں بلاوجہ قتل و غارت گری سے منحرف ہوں لیکن اگر کسی بڑے مقصد کے لیے ایسا ہو تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں سمجھتی۔ ظاہر ہے اگر یہ آزاد ہو گئے تو ہمارے بارے میں مکمل طور پر اطلاع دے دیں گے اور اس کے بعد ہمیں ہی نقصان پہنچے گا۔"

"ایک بات کہوں کوشل کچھ ایسے خطرات مول لینے کی ہمت کر سکو گی جس میں تمہاری زندگی بھی جا سکتی ہے؟"

"بالکل۔ میں اب ایسے خطرات مول لے سکتی ہوں۔ کہو؟" کوشل نے سوال کیا۔

"تو پھر اس سلسلے میں، میں تمہیں بعد میں تفصیل سے بتاؤں گا۔ آج میرا خیال ہے بدھا کو ساجن داس کے سامنے لے آؤں تاکہ وہ اپنا حساب کتاب طے کر لے۔"

"ساجن داس مرد ہے!"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں بدھا کی مدد کے لیے موجود رہوں گا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی بدھا پر ایک اور انکشاف

بھی کروں گا۔"

"وہ کیا ہے؟" کوشل نے سوال کیا۔

"بھئی دیکھو! اب ہمارے درمیان کچھ باتیں راز نہ رہ گئی ہیں تو پھر میری کچھ باتیں بھی راز رہنے دو۔" کوشل نے عجیب انداز میں مجھے دیکھا اور پھر خاموش ہو گئی۔

"ٹھیک کہتے ہو تم میں اس کا کوئی حق نہیں رکھتی۔"

ناشتے کے بعد میں تیار ہو گیا اور کوشل کو ہدایات دے کر باہر نکل گیا۔ پدما سے ملاقات کرنے کے لیے مجھے اس کی نئی رہائش گاہ پہنچنا تھا۔ تھوڑی سی معلومات حاصل کر کے میں بالآخر اس تک پہنچ گیا۔

پدما مجھے دیکھ کر عجیب سے انداز میں کھڑی ہو گئی۔ وہ دیر تک میری شکل دیکھتی رہی تھی پھر آہستہ سے بولی۔

"پچھلی رات سے میرا دل نجانے کیوں گھبرا رہا ہے کاشی!"

"کیوں۔ کیا بات ہے؟"

"میں نہیں کہہ سکتی۔ بس ایک عجیب سی بے چینی اور بے کلی ذہن پر سوار ہے۔"

"خود کو سنبھالو پدما! تمہیں تو ابھی اپنی زندگی کا ایک بڑا مقصد پورا کرنا ہے۔"

"ہاں وہی مقصد تو مجھے زندہ رکھے ہوئے ہے۔ ورنہ میری زندگی میں بہت زیادہ دلکشی نہیں رہ گئی ہے۔ بہت یاد آتے ہیں سب کے سب۔" پدما نے کہا اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔

میں خاموشی سے پدما کی شکل دیکھتا رہا اور پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"خود کو سنبھالو پدما! زندگی انہی حادثات کا نام ہے۔ یاد آنے والے تو ہمیشہ یاد آتے رہیں گے انہیں اپنے راستے نہیں کھونے چاہئیں۔"

"میں صرف انتقام چاہتی ہوں۔ میں ساجن داس کو قتل کر دینا چاہتی ہوں۔ میری دلی خواہش ہے کہ میں اسے اپنے ہاتھوں سے موت کی نیند سلا دوں۔ اس کے بعد میرے انتقام کی آگ سرد ہو جائے گی اور کاشی اور۔۔۔" اور وہ خود ہی بھرائی آواز میں خاموش ہو گئی۔

"پدما! میں تمہارے لیے ایک خوش خبری لے کر آیا ہوں۔" میں نے کہا۔

"خوش خبری؟" پدما نے آنکھیں اٹھا کر مجھے دیکھا۔

"ہاں۔"

"کیا خوش خبری ہے سناؤ۔" وہ بولی۔

"میں نے ساجن داس کو تلاش کر لیا ہے۔"

"کیا۔۔۔؟" پدما کے چہرے کا رنگ ایک دم بدل گیا۔

"ہاں۔"

"کہاں ہے وہ۔۔۔؟" وہ غراتی ہوئی آواز میں بولی۔

"میرے قبضے میں ہے۔"

"اوہ۔۔ اوہ۔۔ اوہ پلیز اسے میرے حوالے کر دو میں، میں اپنی زندگی کا وہ کھیل کھیلنا چاہتی ہوں جو میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں کھیلا۔"

"میں تمہارے پاس اسی لیے آیا ہوں پدما، اپنے انتقام کی آگ سرد کر لو۔ چلو چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"میں تیار ہوں۔" اس نے کہا۔

میں نے نہایت سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا تھا۔ پدما کی کہانی میں ختم کر دینا چاہتا تھا۔ ظاہر ہے میں کاشی نہیں تھا اور اگر ہوتا بھی تو پدما کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ میں اب اسے اپنی حقیقت بھی بتا دینا چاہتا تھا۔

پدما میرے ساتھ چل پڑی۔ کوشل کی طرف سے اجازت مل گئی تھی۔ میں نے اسے تمام صورت حال سمجھا دی تھی اور مجھے یقین تھا کہ کوشل نے اس وقت تک ڈومرکو وہاں سے نکال لیا ہوگا اور اب تہ خانے میں صرف ساجن داس ہوگا۔

چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں وہاں پہنچ گیا۔ کوشل پدما کے سامنے نہیں آئی تھی۔ میں نے منع کر دیا تھا۔ پدما کو لیے ہوئے جب سیدھا اس تہ خانے کے قریب پہنچ گیا جہاں ڈومرا اور ساجن داس موجود تھے۔ اس وقت تہ خانے والے کمرے میں چند آدمی موجود تھے جنہیں میرے بارے میں ہدایات دے دی گئی تھیں۔ مجھے دیکھتے ہی وہ مستعد ہو گئے۔ انھوں نے سلام بھی کیا تھا۔

"ڈومرکو یہاں سے ہٹا دیا گیا؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں جناب۔" ان میں سے ایک نے جواب دیا۔ اس ہدایت پر تہ خانہ کا دروازہ کھول دیا۔ پدما حیران نظر آ رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم تہ خانے میں اتر گئے۔ سامنے ہی ساجن داس موجود تھا۔

پدما اسے گھورتی رہی۔ پھر اس نے اس کے قریب پہنچ کر کہا۔

"تم ساجن داس ہو؟" ساجن داس کی آنکھوں میں

نہ صرف یہ کہ حیرت کے آثار نظر آئے۔ چند لمحے وہ کچھ سوچتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔

"ہاں میں ہی ساجن داس ہوں۔"

"چمپیالال کو تم نے کیوں قتل کیا تھا؟"

"تم۔۔ تم۔۔ تم پدما ہو نا؟" ساجن داس آہستہ سے بولا۔

"پہچانتے ہو مجھے؟"

"ہاں پہچانتا ہوں۔ تمہارے باپ سے میری بہت پرانی دشمنی چل رہی تھی۔ اس کا قتل کرنا میرے لیے ضروری تھا، لیکن میں تم سے صاف ایک بات کہتا ہوں مجھے کوئی بھی سزا دو، لیکن یہ آدمی، یہ آدمی کاشی داس نہیں ہے۔ کاشی داس میرے ہاتھوں مارا جا چکا ہے۔ چنانچہ تم اس شخص کے ہاتھوں اتنی دیر تک رہی ہو۔" ساجن داس نے اپنی دانست میں میرے ساتھ ایک ایسا سلوک کیا تھا جو مجھے زندگی بھر اذیت میں مبتلا رکھے لیکن وہ احمق نہیں جانتا تھا کہ اس نے تو میری ایک بڑی مشکل آسان کر دی تھی۔

پدما نے میری طرف رخ بھی نہیں کیا۔ وہ ساجن داس کو گھورتی رہی پھر آہستہ سے بولی۔

"اب تم مجھ سے کیا توقع رکھتے ہو ساجن داس؟"

"میں کسی سے کوئی توقع نہیں رکھتا لڑکی۔ بس جو کچھ کہنا تھا میں نے کہہ دیا۔ میں ہار چکا ہوں لیکن ہارنے کے باوجود میں نے اپنے آپ کو ابھی ختم نہیں سمجھا ہے۔"

"میں تمہیں ختم کر دوں گی۔" پدما نے کہا۔ اس کی آنکھوں میں کسی خونخوار بلی کی سی چمک نظر آ رہی تھی۔ ساجن داس اس کی صورت دیکھنے لگا۔ پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔

"تو کیا تم مجھے اس کے ہاتھوں مروا دو گے؟"

"ساجن داس یہ فیصلہ اسے ہی کرنا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"بے بس کر کے کسی کے ساتھ یہ سلوک کرنا اچھا تو نہیں ہے۔"

"تم ان شریف انسانوں میں سے نہیں ہو ساجن داس جو اس قسم کی باتوں کا خیال رکھتے ہیں اور جو اس قسم کی اجازت کے مستحق ہوتے ہیں۔"

پدما نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اپنے لباس سے ایک لمبا خنجر نکال لیا۔ یہ چاقو غالباً اس وقت اس نے اپنے پاس رکھا تھا جب وہ مجھ سے ایک گھر کی اجازت لے کر گئی تھی۔ چاقو کھول کر وہ اس کی دھار پر انگلی پھیرنے لگی۔ ساجن داس کی آنکھوں میں دہشت کے آثار نظر آئے۔ وہ عجیب سے انداز میں بولا تھا۔

"منو اس لڑکی کو یہاں سے لے جاؤ یہ دیوانی ہو رہی ہے۔ میں۔۔ میں اسے معاف نہیں کروں گا۔ مجھے بھی اپنی زندگی بچانے کا حق ہے۔"

"کیوں پدما کیا چاہتی ہو تم؟"

"میں۔۔ میں اپنی اور اس کی زندگی کا فیصلہ خود کروں گی۔ میں تم سے استدعا کرتی ہوں کاشی کہ اس مسئلے میں نہ تو تم میری مدد کرنا اور نہ ہی میرا راستہ روکنا۔" اس نے کہا۔

"تمہاری مرضی۔ چلو شروع ہو جاؤ۔" میں نے کہا اور پدما چاقو سنبھال کر آگے بڑھنے لگی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ پدما اس سلسلے میں کہاں تک کامیاب ہو سکتی تھی لیکن بہرطور میں نے اس کا اندازہ لگا لیا تھا کہ اس وقت وہ شدید جنون کے عالم میں ہے اور ساجن داس کے لیے بڑی خطرناک ثابت ہوگی۔ پدما نے اس کے سامنے پہنچ کر چاقو کو سیدھا کیا، پھر اسے اچھال کر دوسرے ہاتھ میں لے لیا۔ ساجن داس بھی پھرتی سے پینترا بدل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"دیکھو اگر یہ لڑکی میرے ہاتھ سے ماری گئی تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہوگا۔ تم اسے روک لو اسے لے جاؤ یہاں سے۔"

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے کاشی اس میں تم دخل نہیں دو گے۔" اس نے کہا اور پھرتی سے چاقو ساجن داس کے پیٹ کی طرف بڑھایا۔ ساجن داس اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا لیکن پدما سے مجھے اس پھرتی کی توقع نہیں تھی۔ اس نے پہلی بار تو صرف جھکائی دی تھی دوسری بار وہ پوری قوت سے آگے بڑھی اور اس نے چاقو ساجن داس کے پیٹ میں اتار دیا۔

ساجن داس کو غالباً پدما جیسی لڑکی سے اس پھرتی کی توقع نہیں تھی۔ ایک ایسی لڑکی جس نے اپنی زندگی میں چاقو کا کھیل کبھی نہ کھیلا ہو اس انداز میں کسی کو ہلاک کر دے معمولی بات نہیں تھی لیکن پدما پر تو جنون طاری تھا اور اس جنون نے اسے نہ جانے کتنی قوت بخش دی تھیں۔

ساجن داس کے پیٹ سے خون کا فوارہ سا نکلا۔ اس نے پھرتی سے اپنا ایک ہاتھ پیٹ پر رکھ لیا اور دوسرے سے چاقو تھاما ہوا پدما کی طرف بڑھا لیکن وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اب دوسرا وار کس پھرتی سے اس کے دل کے مقام پر ہوگا۔ اس بار چاقو اس کی پسلیوں میں گھس کر پھنس گیا تھا۔ پدما نے اسے کھینچنے کے لیے زور لگایا تھا لیکن کامیاب نہ ہو سکی اور پھرتی سے پیچھے ہٹ گئی۔

چاقو ساجن داس کے سینے میں پھنسا ہوا تھا اور ساجن اس کی کراہیں کرب میں گونج رہی تھیں میرے لیے آسودہ لمحہ تھا، میں نے پدما کو دیکھا وہ مجھے بہت گری تھی اور کوئی ایسی چیز تلاش کر رہی تھی جس سے ساجن داس پر مزید حملے کر سکے۔ چاقو اس طرح پھنسا تھا کہ نکل ہی نہ رہا تھا۔

میں خاموشی سے ساجن داس کو دیکھ رہا جو پہلے جتنا بدحال ہوا ہو، بے حال لگ رہا تھا اور اب آہستہ آہستہ نیچے بیٹھتا جا رہا تھا پدما کو کسی اور چیز سے وار کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی کیونکہ چاقو کا وار اتنا کاری تھا کہ چند ہی لمحات کے بعد ساجن داس نے دم توڑ دیا۔

"یہ تو کچھ نہ ہوا، کچھ نہ ہوا۔ یہ مر گیا کم بخت، بس یہ مر گیا کاشی؟" وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

"ہاں پدما، تم نے ایک ماہر چاقو باز کی طرح دوسرا وار اس کے دل پر کیا ہے اور دل میں پیوست ہونے والا چاقو اس کی زندگی کے خاتمے کا باعث بن گیا۔ اب مردہ جسم سے کوئی انتقام لینا عقل کی بات نہیں ہے، تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکی ہو۔" پدما اسے دیکھتی رہی اور دوسرے لمحے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"بھگوان کی سوگند، زندگی میں کبھی سوچا بھی نہ تھا لیکن میں کتنی خوش ہوں کاشی، میں کتنی خوش ہوں، تم اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ میں اب سرخرو ہوں، مجھے دنیا کی کسی اور چیز کی پرواہ نہیں ہے، مجھے کاشی، اب میری زندگی کا اور کوئی مقصد نہیں ہے، مجھے جو چاہتی تھی، جو بھی تو میں چاہتی تھی۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی رہی۔ قتل کرنے کے بعد عورت کی جو کیفیت ہو سکتی تھی اس وقت پدما انہی کیفیات سے گزر رہی تھی۔

میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب میں کیا کروں۔ پدما مجھے اپنے بارے میں بھی انکشاف کر رہی تھی۔ اس وقت اس پر جو کیفیت طاری ہوگی اس کا مجھے اندازہ تھا لیکن بہرطور یہ بات گوارا نہیں کہ مجھے انجام دینا ہی تھا، میری زندگی کا مقصد کیا ہے وہ تھا۔ میں اسے دھوکا دینا نہیں چاہتا تھا، چنانچہ میں اسے سہارا دے کر وہاں سے نکال لایا۔

کوشل یا اس کے کسی آدمی نے اس سلسلے میں کوئی مداخلت نہیں کی تھی، میں نے باہر نکل کر کہا۔

"خادم کو اطلاع دے دو، ساجن داس قتل ہو چکا ہے۔" وہ چاروں چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔ میں پدما کو ساتھ لیے ہوئے باہر نکل آیا تھا اور پھر میں وہاں سے نکل کر دوبارہ کار میں پدما کے ساتھ اس کی رہائش گاہ پر واپس آ گیا تھا۔ یہ وہی رہائش گاہ تھی جو پدما کی ذاتی ملکیت تھی۔ پدما نے اس پر کوئی توجہ نہیں کی تھی۔ رہائش گاہ میں ملازم موجود تھے، ہم دونوں اندر پہنچ گئے۔ میں نے پدما سے کہا کہ وہ ملازموں سے معلوم کرے کہ یہاں کوئی اور تبدیلی تو نہیں ہوئی، چنانچہ پدما نے خادم کو طلب کر لیا۔

خادم نے اسے بتایا کہ تمام معاملات جوں کے توں ہیں، کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ میں پدما کے ساتھ اس کے کمرے میں آ بیٹھا۔ پدما اب خوف کا شکار نظر آ رہی تھی، چند لمحات کے بعد اس نے کہا۔

"وہ کون سی جگہ تھی کاشی جہاں تم مجھے لے گئے تھے؟"

"پدما میں نے اپنی زندگی کا ایک مقصد بنا لیا تھا، اس میں سے پہلے مرحلے میں، میں کامیاب ہو گیا ہوں اور مجھے خوشی ہے کہ میں تمہیں وہ دینے میں کامیاب ہو گیا جو تم چاہتی تھیں۔ پدما تم اسے میری طرف سے اپنے لیے خراج عقیدت سمجھ لو یا پھر ایسے لوگوں کی محبتوں کا بدلہ جنہوں نے میری مدد کی تھی۔ میں رام جی کی بات کر رہا ہوں۔"

"کاشی، رام سہائے جی کے بارے میں تم ایسے بات کر رہے ہو جیسے... جیسے۔"

"ہاں پدما، میں ایک ناخوشگوار بات تم سے اس وقت کہنا چاہتا ہوں۔"

"کیسی ناخوشگوار بات؟" پدما کسی قدر مدہوش ہو گئی تھی پھر وہ بولی۔

"میں نے تم سے پوچھا تھا کہ وہ کون سی جگہ ہے جہاں تم مجھے لے گئے تھے۔ تم نے ساجن داس کو وہاں کس طرح قید کیا تھا اور اس کے جواب میں تم مجھے عجیب سی باتیں سنا رہے ہو، تم کہنا کیا چاہتے ہو کاشی، تم مجھ سے کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں پدما کہ میں کاشی نہیں ہوں۔" میں نے کہا۔ وہ بری طرح اچھل پڑی۔

"ہاں میں کاشی نہیں ہوں، ساجن داس نے تم سے ٹھیک کہا تھا اور درست کہا تھا۔"

"کیا بک رہے ہو تم؟ یہ اچانک تمہیں کیا ہو گیا؟" پدما نے تیز لہجے میں کہا۔

"پدما، وہ بات تمہیں بتا کر میں اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر رہا ہوں رام جی ہو کاشی داس کی حیثیت سے میں نے تم سے کبھی وہ فائدے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی جو میں بآسانی حاصل کر سکتا تھا پدما اور کل اس وقت جب میں پہلی بار رام سہائے جی کو ملا وہ ماتا جی سے میری ملاقات ہوئی، میں انتہائی بری طرح حالات کا شکار تھا کہ میری زندگی کے بچنے کا کوئی دوسرا راستہ نہیں رہا تھا۔ میں موت کی آغوش کے قریب تھا۔ پدما جب ماتا جی نے مجھے سہارا دیا، سینے سے لگایا، یہ دوسری بات تھی کہ میں ان کے بیٹے کاشی کی شکل کا تھا، انہوں نے مجھے کاشی سمجھا۔ میری تو چاہا پدما کہ میں انہیں دھوکا دوں، لیکن شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ میں نے صرف ان کی آنکھوں میں جلتے ہوئے چراغوں کو بجھنے سے روکنے کے لیے اپنے آپ کو کاشی تسلیم کر لیا تھا۔ ہاں انسان دنیا میں سب کو دھوکا دے سکتا ہے، کسی ماں کو نہیں۔ اس وقت ایک ماں کی رندھی ہوئی آواز، آنکھیں بول رہی تھیں اور وہ بھی ایک ایسی ماں کی آنکھیں تھیں جس کے سامنے اس کا بیٹا نہیں تھا، وہ بیٹے کی تلاش میں مرگ وال تھی۔"

"میں کون سا شخص تھا پدما، کون سا ان کا دل توڑ دیتا۔ سو میں نے اپنے آپ کو کاشی مان لیا۔ یقین کرو پدما کہ اس بات میں کوئی جھوٹ نہیں ہے، میرے دل میں ان کے ساتھ کسی بدمعاشی کا تصور بھی نہیں تھا۔ میں نے صرف ایک ماں کو تلاش کرنے کے لیے اپنے آپ کو کشٹ میں ڈال لیا تھا۔ میں نے اس ماں کا دل نہ توڑنے کے لیے خود کو کاشی تسلیم کر لیا تھا۔"

"تم کاشی نہیں ہو، نہیں، نہیں، یہ کیسی بات کہہ رہے ہو؟" پدما ایک ایک لفظ پر زور دے کے ساتھ بولی۔

"جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے صبر و سکون سے سنو پدما، یہ ضروری ہے، بہت ضروری ہے۔"

"تم کاشی نہیں... اگر تم... تم کاشی نہ ہوتے تو پھر میرے لیے اس سنسار میں کچھ نہیں رہ جاتا، تم کاشی ہو، مذاق نہ کرو، مجھ سے کہہ دو کہ تم مذاق کر رہے ہو۔"

"زندگی انسان کے ساتھ ایسے مذاق اکثر کرتی رہتی ہے پدما، میں سچ کہتا ہوں، کاشی نہیں ہوں، یہ دوسری بات ہے کہ میں کاشی کا ہم شکل ہوں۔ ساجن داس نے کاشی کو قتل کر دیا تھا، میں صرف اتفاقیہ طور پر کاشی بن گیا کہ ایک ماں کی آنکھیں اس کے ساتھ تھیں، کسی بھی قیمت پر کاشی کو مرنے نہ دیتا، اگر میں موجود ہوتا، میں اپنے آپ کو اس کی جگہ پیش کر دیتا کیونکہ پدما کیونکہ میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔"

"کون ہو تم؟ پھر کون ہو تم؟" پدما نے اندوہناک لہجے میں پوچھا۔

"میں کون ہوں پدما، اس بارے میں جان کر تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا، میں تمہیں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حقیقتوں کی دنیا میں جینا سیکھو، جو چلا گیا وہ واپس نہیں آ سکتا۔ اب تمہیں اپنے آپ کو بھی اس نئی زندگی میں ایڈجسٹ کرنا ہے، پدما کاشی موجود نہیں ہے، تمہارے پتا جی کا ایک بدترین دشمن موت کے گھاٹ اتر چکا ہے، ساجن داس کو قتل کر کے تم نے نہ صرف اپنے پتا جی کا بلکہ کاشی کا بھی بدلہ لے لیا ہے۔ میں تمہاری بس یہی خدمت کر سکتا تھا پدما، اس سے زیادہ میرے بس میں کچھ اور ممکن نہیں تھا۔ میری اپنی زندگی کسی اور راستے پر سفر کر رہی ہے، میں ایک دوست کی حیثیت سے بھی تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا اب تمہیں اپنے طور پر باقی زندگی گزارنی ہوگی۔"

"تم کاشی نہیں، اب بھی مان جاؤ، کہہ دو کہ تم جھوٹ بول رہے ہو، مجھے بتا دو تو کیا حرج تھا، ایک موہوم سہارا ہے پھر زندہ تو رہتی۔ تم... تم اب تو میرا دل بھی کاشی کہہ کر پکارنے کو بھی نہیں چاہتا، تم میرے کاشی نہیں ہو، تم میرے کاشی نہیں ہو۔"

"جو حقیقتیں ہیں انہیں جھٹلایا نہیں جا سکتا۔"

"تو پھر تم یہ تو بتا دو کہ آخر تم کون ہو؟ کاشی کے ہم شکل کیوں ہو تم...؟"

"یہ اس دنیا کے کھیل ہیں پدما، کوئی کسی کا ہم شکل ہو کر فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے، لیکن تم دیکھ چکی ہو کہ میں نے تم سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ بس اب مجھے اجازت دو۔"

"کاشی... کاشی۔" پدما پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی لیکن میں نے اسے سہارا دینے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں جانتا تھا کہ اس کے دل پر کیا بیت رہی ہوگی، لیکن میں بھی کیا کرتا، اول تو میں کاشی نہیں تھا، وہ ہندو تھی، میں مسلمان تھا اور اگر ہندو بھی ہوتا تو میرے دل کے تنہا گوشوں میں نرمی کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ کاش اس دور کا راجہ لوراز سفر ہوتا، جب زندگی کسی اور راستے کا سفر کر رہی تھی تو شاید میں یہی کہتا کہ میں کاشی نہیں ہوں بلکہ موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا، لیکن اب ایسا ممکن نہیں تھا۔ اب مجھے حقیقتوں کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنا تھا۔ میں پدما کسی کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ بیچاری پدما کو میں کیا سہارا دے سکتا تھا، اس جیسی ہزاروں لڑکیاں میری زندگی میں

آ چکی تھیں۔

"میں اجازت چاہتا ہوں پدما۔" میں نے کہا۔ اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"نہیں نہیں بھگوان کے لیے نہیں۔" پدما اٹھ کر میرے قدموں سے لپٹ گئی۔ مجبوراً مجھے جھک کر اسے سہارا دینا پڑا۔ میں نے اسے اٹھایا۔ وہ بری طرح رو رہی تھی۔ آنسوؤں کی برسات ہو رہی تھی اس کی آنکھوں سے۔ میں نے اس کی پیشانی پر بکھرے ہوئے بالوں کو سنوارتے ہوئے کہا۔

"پدما میں کاشی نہیں ہوں، تم کاشی کی امانت ہو، تمہارے دل میں کاشی ہمیشہ زندہ رہے گا۔ میں تمہارے دل میں موجود کاشی کو تم سے چھین نہیں سکتا۔ لیکن کیا تمہارا ضمیر اس بات کو قبول کرے گا کہ تم مجھ ایک اجنبی کو اپنی زندگی میں قبول کرو۔"

پدما ایک دم چونکی، سنبھلی اور پیچھے ہٹ گئی۔ "نہیں۔" اس نے سنجیدہ اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں جانتا ہوں تم اچھے کردار کی لڑکی ہو، لیکن پدما ایک مشورہ بھی ضرور دے سکتا ہوں تمہیں۔" آہستہ آہستہ اس کے آنسو رکتے چلے گئے۔ وہ خاموش ہو گئی پھر وہ تھکے تھکے سے انداز میں صوفے پر بیٹھ گئی۔

"میرا مشورہ یہ ہے پدما کہ زندگی کھونے کی چیز نہیں ہوتی ہم سے جو کچھ چھن جاتا ہے ہماری قوت اسے واپس نہیں لا سکتی اگر سنسار کی بڑی سے بڑی قیمت دے کر کسی شے کو دوبارہ حاصل کیا جا سکتا تو شاید کوئی بھی محبت کرنے والا اپنے محبوب کو حاصل کر لیتا۔ یہ سب کچھ ہمارے بس میں نہیں ہے پدما پھر ہمیں حالات سے سمجھوتہ کرنا چاہیے۔ ایک دوست کی حیثیت سے تمہیں میرا مشورہ ہے کہ اپنی زندگی کے لیے کوئی نیا...."

"خاموش ہو جاؤ مجھے کوئی مشورہ نہیں چاہیے، پلیز تم جا سکتے ہو، جاؤ۔" اس نے کہا اور میں عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

پھر میں نے گردن ہلا کر کہا۔

"بہرصورت پدما، میں اپنے دل میں تمہارے لیے اچھی خواہشات رکھتا ہوں، کوئی واقعہ ہے کہ تمہیں جاننا، اپنے جیون کی حقیقتوں سے روشناس کرانا میرا فرض تھا اگر میں چاہتا تو اپنے مشن کی تکمیل کے بعد تم سے پوشیدہ رہ سکتا تھا۔ میرے لیے میں جب بھی سوچو تو اس بات کو ضرور یاد رکھنا، خدا حافظ۔" میں نے کہا اور پھر وہاں ایک لمحے نہ رکا، میں برق رفتاری سے باہر نکل آیا تھا۔

دل میں بہت سے دکھ تھے۔ پدما کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو قدم روک رہے تھے لیکن آنکھوں میں تھوڑی سی چمک بھی نظر آ رہی تھی۔ کوئی سے دل سے کسی اور کو اپنی زندگی میں شامل کرتا۔ تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا باہر نکل آیا اور واپس کے بعد کوشل کی کوٹھی پر ہی آ کر دم لیا۔

کوشل نے برآمدے میں میرا استقبال کیا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ آہستہ سے بولی۔

"میں نے ساجن داس کی لاش ٹھکانے لگوا دی ہے اور ڈومرکو دیں جو تحفہ تم نے پہنچوا دیا ہے غلط تو نہیں کیا۔"

"نہیں۔ کیا ڈومرکو یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ ساجن داس ختم ہو گیا ہے۔۔؟"

"ہاں اسے بتا دیا گیا ہے۔"

"اس نے کچھ سوالات تو کیے ہوں گے؟"

"نہیں۔ میں براہ راست اس کے پاس نہیں گئی تھی بلکہ جب اس نے میرے آدمیوں سے سوال کیا تو میں نے انہیں یہی کہلوا دیا کہ ڈومرکو بتا دیا جائے کہ ساجن داس اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے کوشل۔" میں نے تھکے تھکے سے انداز میں کہا۔

"کیا بات ہے کچھ پریشان سے ہو۔۔؟"

"نہیں۔" میں نے کہا اور کوشل کے ساتھ کمرے میں آ گیا۔ کوشل میری صورت دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"کوئی بات تو ضرور ہے۔۔؟"

"نہیں کوشل ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے۔ تم سے کچھ پوچھنا بھی چاہتا تھا۔"

"کیا۔۔؟"

"اب کیا پروگرام ہے۔۔؟"

"جو تم پسند کرو۔"

"کوشل، بات دراصل یہ ہے کہ میں تمہارا مقصد پورا کر سکا ہوں اور اب طبیعت کسی قدر الجھن کا شکار ہو گئی ہے۔"

"میں سمجھی نہیں۔" کوشل نے کہا۔

"کیا یہ ضروری نہیں ہے کہ اب میں تمہارے بارے میں تفصیل جان لوں۔" میں نے کہا۔

"دیکھو کاشی، میں وقت کا انتظار کر رہی ہوں، اگر وقت نے میرا ساتھ دیا تو میں تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دوں گی۔ یہ وعدہ کرتی ہوں کہ تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گی۔" اس نے کہا۔

"نہیں کوشل اب میں کاشی نہیں ہوں، اس بات کو بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ میں کاشی نہیں ہوں۔"

"کیا۔۔؟" وہ تعجب سے بولی۔

"تفصیل میں بھی تمہیں بتاؤں گا تمہیں، یوں سمجھ لو میں جس حیثیت سے تمہیں ملا تھا میری حیثیت وہ نہیں ہے۔"

"میں اب بھی کچھ نہیں سمجھی۔"

"میں کچھ سمجھانا نہیں چاہتا کوشل۔ میں کچھ کرنا چاہتا ہوں، کوئی ایسا کام کرنا چاہتا ہوں جس سے میں اپنے مقصد کی طرف چار قدم اور آگے بڑھوں۔"

"اوہ۔ صورت حال بہت عجیب سی ہو گئی ہے لیکن تمہاری یہ بات نہیں تم مجھ سے غلط تو نہیں کہہ رہے۔"

"ہاں میں کاشی نہیں ہوں، جس کے لیے میں کاشی بنا تھا اسے بھی میں نے بتا دیا کہ میں کاشی نہیں ہوں۔"

"کس کے لیے کاشی بنے تھے۔۔؟"

"اس لڑکی کے لیے جس کے ساتھ میں یہاں آیا تھا اور جس کے ہاتھوں میں نے ساجن داس کو قتل کرا دیا۔"

"اس کی کہانی کیا تھی؟" کوشل نے پوچھا اور میں نے اس وقت سے ابتک کی داستان اس کے سامنے دہرا دی کہ جب میں رام سہائے جی کے ہاتھ لگا تھا اور مجھے کاشی سمجھ لیا گیا تھا۔ کوشل تحیر آمیز انداز میں میری شکل دیکھ رہی تھی پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"میں تم سے کسی خاص حیثیت سے نہیں ملی تھی اس وقت میں نہیں جانتی تھی کہ تمہارا نام کیا ہے۔ لیکن آج یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کاشی نہ ہو کر تم میرے لیے اجنبی سے ہو گئے ہو۔ کیا یہ سب کچھ عجیب نہیں ہے۔ کیا یہ سب کچھ عجیب نہیں ہے؟"

"کیا یہ سب کچھ عجیب نہیں ہے کوشل کہ میں تمہارے بارے میں کچھ جانے بوجھے بغیر تمہارے ساتھ ہوں اور وہ سب کچھ کر رہا ہوں جو خاص اہمیت رکھتا ہے آخر کس حساب میں، جواب دینا پسند کرو گی کوشل کس حساب میں۔"

"اوہ گویا۔ گویا تم مجھ سے اس بات کا جواب چاہتے ہو؟"

"ہاں کیوں نہیں، تم کیا سمجھتی ہو کوئی ڈمی ہوں میں۔ صرف اس لیے تمہارے ساتھ لگا ہوں کہ تم میرے ساتھ ہمدردی کا برتاؤ کر رہی ہو، یقین کرو کوشل پدما کے پاس اتنی دولت تھی اگر اسے قبول کر لیتا، میں اپنے راستوں کو ہموار کرنا چاہتا تو مجھے کوئی دقت نہ ہوتی۔ تمہارے پاس جو کچھ ہے اس سے بھی مجھے دلچسپی نہیں ہے، لالچ بھی نہیں ہے بس یہ ہی چاہتا ہوں کہ تمہارے ساتھ رہ کر میں تمہارا دوست بن کر رہوں، شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ میری کروڑوں روپے کی دولت سوئٹزرلینڈ میں محفوظ ہے، میں جب چاہوں اسے حاصل کر سکتا ہوں اور آنے والے وقت میں یہ ضروری ہے کہ میں اس دولت کو استعمال کروں۔ کوشل میں بالکل مختلف شخصیت کا مالک ہوں، میں ایک الگ چیز ہوں کوشل، میں تمہیں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میرا اپنا ایک مشن ہے جس کے لیے میں عمل کر رہا ہوں، کچھ لوگوں نے مجھ پر احسان کیا تھا ایک ایسا احسان جسے میں کبھی نہیں بھول سکتا تھا۔ وہ سب میری ہی آنکھوں کے سامنے مارے گئے اور انہیں ہلاک کرنے والا ساجن داس تھا۔ میں نے اس خاندان کی ایک لڑکی کا وہ دلی مقصد پورا کر دیا جس کے لیے وہ بے چین تھی، وہ خود بھی مجھے کاشی سمجھ رہی تھی۔ لیکن اب میں نے اسے بتا دیا ہے کہ میں وہ نہیں ہوں جو وہ مجھے سمجھ رہی ہے، وہ کاشی کو دل و جان سے چاہتی تھی۔ یہ جان کر کہ میں کاشی نہیں ہوں اسے آگاہ کرنا ضروری تھا کہ وہ بیان سے باہر ہے، لیکن حقیقت کو اس کے سامنے لانا ضروری تھا چونکہ ایک انتہائی برا آدمی ہونے کے باوجود میں اپنے ضمیر پر مزید داغ برداشت نہیں کر سکتا۔"

کوشل خاموشی سے میری باتیں سن رہی تھی پھر وہ مدھم لہجے میں بولی۔

"میں نے طے کیا تھا کہ اپنے بارے میں کبھی کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گی، کیونکہ تم، اور میں جانتی ہوں کہ میری حقیقت جاننے کے بعد تم میرا ساتھ نہ دے سکو گے۔ میں اب تمہیں کاشی کے نام سے مخاطب بھی نہیں کر سکتی۔ اجنبی لفظ تو میری تقدیر ہے اور میں اپنی تقدیر کو نہیں بدل سکتی۔ میرے بارے میں جانے بغیر اگر تم نے کچھ کیا تھے تو کر دیتے، جان لیتے تو شاید میں خود بھی تمہیں اپنے ساتھ رکھنا پسند نہ کروں، کیونکہ دو ہی صورتیں ہوں گی یا تو تم مجھ سے نفرت کرنے لگو گے یا پھر ہمدردی۔ کوئی اچھا خیال میرے بارے میں تمہارے ذہن میں نہیں آئے گا، مجھے ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے اجنبی، میں تو صرف اپنا مقصد پورا کرنا چاہتی تھی کسی ایسی شخصیت کے ذریعے جو میرے بارے میں کچھ بھی نہ جانتا ہو، مجھے میں تمہیں اپنی کہانی سنائے دیتی ہوں، لیکن اس کے ساتھ ہی میں تم سے ایک درخواست بھی کرتی ہوں۔"

میں تعجب سے کوشل کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر پتھروں جیسی سختی ابھر آئی تھی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"کوشل کیا درخواست ہے؟"

"میری کہانی سننے کے بعد یہاں سے گزر جانا چلے جانا یقین کرو اس کے بعد میں تمہارے ساتھ ایک لمحہ بھی نہ رکوں گی میں جا رہی تھی کہ تمہیں بتا دی ہوں تا کہ میرا کام پورا ہو جائے لیکن ایسا ممکن نہیں ہے۔ ایسا ممکن نہیں ہے۔"

"اگر یہ بات ہے کوشل تو پھر میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا اگر اتنی ہی جذباتی ہو تم اپنی کہانی کے سلسلے میں۔ تو میں تمہاری کہانی نہیں سننا چاہتا۔"

"نہیں۔ جو کچھ تم کہتے ہو اس کے بعد میرے لیے ضروری ہے کہ میں تمہیں حقیقت بتا دوں۔ اب بھی اگر تم نے میری کہانی نہ سنی تو میں اپنے ذہن میں شرمندہ رہوں گی کیونکہ میں جانتی ہوں کہ تم میرے بارے میں الجھن کا شکار ہو۔ بھٹکے دل سے دل کے راستے بھول ہونا دنیا کا سب سے مشکل کام ہے اجنبی۔ لیکن۔ لیکن۔"

"ٹھہرو کوشل تم مجھے مسلسل اجنبی کہے جا رہی ہو، کاش تم میرا اپنا نام نہیں سمجھا۔ کاش میری اپنی شناخت نہیں تھی وہ صرف ایک فرد کا نام تھا۔ ایک مقصد کا نام تھا جو پورا ہو گیا۔ تم اگر چاہو تو مجھے اصغر کہہ سکتی ہو نواز اصغر۔ میں راجہ نواز اصغر ہوں، تمہارے سرحدوں سے ملک ہے میرا وطن، پاکستان کا باشندہ ہوں۔ لیکن میرا وطن بھی مجھ سے اسی طرح چھن گیا ہے جس طرح میرا اپنا محبوب۔ کوشل میں نے تمہیں اپنا نام بتا دیا ہے تم مجھے میرے نام سے پکار سکتی ہو۔ باقی رہا تمہاری کہانی کا تعلق تو ٹھیک ہے میں اس وقت تمہاری کہانی سنوں گا جب تمہارا مقصد پورا ہو جائے گا۔"

"نہیں نواز نہیں اب وہ وقت گزر چکا ہے۔"

"تمہاری مرضی ہے کوشل اگر یہ بات ہے تو میں تمہیں ایک لمحہ بھی پریشان نہیں کروں گا اجازت دو میں یہ کھڑا ہو گیا۔"

کوشل نے میرے چہرے کی جانب دیکھا چہرہ شناس تھی، قیافہ آرائی کی ماہر تھی اور اس کی پیش گوئیاں حرف بحرف صحیح ہوتی تھیں اس لیے اس نے اندازہ لگا لیا کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے اور اس شکل میں مجھے تسخیر کرنا اس کے لیے ممکن نہیں۔ وہ جلدی سے کھڑی ہو گئی اور میرے قریب پہنچ کر بولی۔

"نہیں نواز تمہیں روکنے کا حق نہیں رکھتی میں۔ لیکن اس طرح نہیں جانے دوں گی مجھے معاف کرو مجھے جان کر پھر چلے جانا۔ میں تمہیں نہیں روکوں گی۔"

"کوشل میری اپنی زندگی دکھوں کا گھر ہے خود کو زندہ رکھنے کے لیے دنیا سے رشتہ رکھتا ہوں لیکن لٹے وجود کی گہرائیوں سے اٹھنے والی آوازوں کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ میری زندگی ایک جنگ ہے صرف جنگ۔ تمہاری کہانی بھی دکھ بھری ہو گی اور کتنے دکھ اٹھاؤں۔ بہتر ہے کوشل کوئی کہانی نہ سناؤ مجھے۔"

"میرا نام کوشل نہیں ہے نواز۔ اور میں شادی شدہ نہیں ہوں۔ میں کسی کی بیوہ نہیں ہوں۔ میں نے اپنا ایک فرضی شوہر تخلیق کیا ہے۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔"

"کوشل۔" چونک کر میں نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"بیٹھ جاؤ نواز بیٹھ جاؤ۔ سن لو میری داستان سن لو نواز۔" وہ بلک بلک کر رو پڑی اور میرا دل دکھنے لگا۔ میں اس کے پاس آ بیٹھا اور ایک دکھ بھری داستان ایک اور کہانی۔

X

کائنات کو جس رنگ میں دیکھا دکھ بھری نظر آئی۔ ڈالیوں پر مہکتے ہوئے گلاب جن کی مسکراہٹ دیکھ کر طبیعت باغ باغ ہو جائے، آنکھوں کو فرحت اور دل کو تازگی کا احساس ہو اور یوں لگے جیسے یہ ہنسنے والے کبھی نہ روئیں گے لیکن ہوا کے تیز جھونکے ان کی بکھری ہوئی پتیوں کا منظر پیش کر دیتے ہیں اور ان کی اس لمحاتی زندگی پر غم کے آنسو آنکھوں میں بکھر جاتے ہیں۔

کوشل مجھے جس انداز میں ملی تھی اس کے تحت میں نے پہلے اس کے بارے میں کیا کیا سوچا تھا۔ پر عزم اور مضبوط کردار کی عورت، نمائش کی باشکل تھا عورت پہلے پہل مجھے بے حد خطرناک لگی تھی لیکن رفتہ رفتہ اس کی شخصیت کے وہ نرم گداز پہلو میرے سامنے آئے تھے جنہوں نے مجھے احساس دلایا کہ انسان کتنے ہی سخت خول میں بند ہو جائے اسے اندر سے ٹٹولو تو اس کے وجود کے خول میں آہوں اور سسکیوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

وہی کوشل میرے سامنے بلک بلک کر رو رہی تھی ماضی کے زخم ہرے ہو گئے تھے ضبط کے بند ٹوٹ گئے تھے اور آنسو وہ پوری داستان سینے میں نمایاں کر رہے تھے جو اس کی زندگی سے وابستہ تھی۔

آنسوؤں کی تحریر سمجھنے والا اگر کوئی ہوتا تو یہ جان لیتا کہ یہ سے ایک سخت خول میں لٹکانے والی یہ لڑکی کس قدر مظلوم ہے۔

میں نے اسے رونے دیا۔ آنسوؤں کی یہ داستان میرے دل میں بھی تو تھی، میں کسی کو کیا بتاتا کہ خود میں کون کون سی صعوبتوں کے بعد زندگی کے اس ماحول تک پہنچا ہوں، میرے اپنے دل میں دکھوں کے کتنے انبار ہیں۔ میری اپنی کہانی بھی اتنی ہی غم انگیز تھی جتنی کوشل مجھے سنانے والی تھی۔

جب وہ دل بھر کر رو چکی اور سینے کے بوجھ میں کچھ کمی ہو گئی تو اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"دل چاہ رہا ہے کہ ایک بار پھر ماضی میں کھو جاؤں، دل چاہ رہا ہے کہ اس خوبصورت سے گھر کے آنگن میں لگے ہوئے بیل بوٹوں کی شاخ میں لگے ہوئے جھولے پر ایک بار پھر جھکولے لوں، سرسبز ہرے بھرے کھیتوں کے بیچ پگڈنڈیوں پر کھلیانوں میں کھو جاؤں، لیکن زندگی اتنی ہی بے رحم چیز ہے، انسان آرزوؤں کی آغوش میں جاتا ہے اور مایوسیوں کے اندھیروں میں جا سوتا ہے۔ زندگی کی کہانی اتنی ہی مختصر اور اتنی ہی بھیانک ہے۔"

"ہاں کوشل، زمین کے رہنے والے دکھوں کے انبار ہیں جس کو ٹٹولو اس کے سینے میں ایک زخم نظر آتا ہے کون ہے جو ان زخموں سے عاری ہو۔"

"میرے زخم زیادہ ہی گہرے ہیں نواز۔ میرے دل کی دنیا میں جس قدر ویرانی ہے کاش کوئی اس میں جھانک کر دیکھے میں وہ ہوں نواز جس کی زندگی میں کوئی روشن کرن نہیں ہے۔ میں تو صرف ایک مقام ہوں جو زندہ ہے کسی بھی وقت موت مجھے اپنی آغوش میں لے لے یقین کرو مجھے اس سے کوئی شکایت نہیں ہوگی مجھے تو زندگی سے گلہ ہے کہ کیوں بار بار مجھے اپنا لیتی ہے۔ پھیلا ڈالتی ہے۔ میں اس راستے پر ایک قدم نہیں بڑھنا چاہتی لیکن زندگی۔"

"ہمیں ابھی یہ سانسیں پوری کرنا ہوں گی کوشل ان سے فرار ممکن نہیں ہے۔"

"آہ کیسی قید ہے، بدن کے خول میں پھیرا آیا ہوا ایک اپنی مرضی سے آزاد کیوں نہیں ہو سکتا۔ میں خودکشی کر لوں گی نواز، میں خودکشی کرنا چاہتی ہوں۔"

"تم اپنی آرزوؤں کی خودکشی کر چکی ہو کوشل تم نے جن الفاظ میں اپنی داستان کا آغاز کیا ہے وہ چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ تمہارے وجود میں اب زندگی باقی نہیں ہے بے شک میں تمہیں ایک انتقام سمجھتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک کہا تم نے نواز ٹھیک کہا۔ میں واقعی ایک انتقام ہوں۔ گھر تھا میرا، بھرا پرا سب تو ٹوٹ گئے۔ ہمارے بابا ایک راکشس کے ہاں کارندے تھے اس راکشس کا نام کنور راودھن سنگھ تھا وہ چھوٹی سی ریاست تھی چندر گڑھ، یہاں اس کا سارا پریوار رہتا تھا۔ بڑی سی حویلی تھی اس کی اور اس حویلی کے گیت گائے جاتے تھے کیونکہ کنور راودھن سنگھ نے دیا ہوا تھا ان کے ماتا پتاجی تو اپنی بستی کے رہنے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہی تھے، بڑی زمینداری تھی ان کی بہت بڑی آمدنی تھی مگر اس آمدنی کا بہت بڑا حصہ چندر گڑھ کے باسیوں کے کام آتا

یہ روایت تھی اس حویلی کی ڈیوڑھی کی کہ جو بھی وہاں جاکر ہاتھ پھیلاتا خالی ہاتھ نہ لوٹتا۔ کنواریوں کی شادیاں کرائی جاتیں، بوڑھوں کی زندگی بنادی جاتی۔ وہ جن کا کوئی سہارا نہیں ہوتا حویلی ان کا سب سے بڑا سہارا ہوتی اور اسی حویلی کے ایک سپوت کنور رادھن سنگھ بھی تھے۔

رادھن مہاراج نوجوانی کی عمر میں ہی سنت بن گئے تھے بھگوان نے انھیں گیان دے دیا تھا، بڑے ہی دیالو تھے بڑے دھرماتما۔ ماتا پتا کی آنکھوں کے تارے تھے۔ شادی کے لیے کہا تو ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوگئے اور [illegible]

"ماتا جی تھک رہی ہو تو اب بس بھی پوری نہیں کرسکوں گا۔ میرا جیون سنسار کے لوبھ سے خالی ہے۔ میں تو آکاش کی گہرائیاں جاننا چاہتا ہوں، سنسار میں بکھرے ہوئے ان بدنصیبوں کی زندگی سے واقف ہونا چاہتا ہوں، جو اپنے جیون کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔"

اس برہمچاری کو بڑی عقیدت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ عظیم الشان حویلی کے ایک بڑے حصے میں اس کے لیے ایک بڑا خوبصورت مندر بنوا دیا گیا۔ اکلوتے بیٹے کی خواہش تھی، ماں باپ کوششوں کے باوجود ٹال گئے اور یہاں تک کہ کنور رادھن سنگھ مہاراج سادھو بن گئے۔

بڑے مہان سادھو تھے، بڑی بڑی سبھاؤں میں بلائے جاتے، وہاں وعظ دیتے۔ ماتا پتا نے جو کاروبار برسوں سے شروع کیا ہوا تھا اس کے علاوہ آئے کیسے کیسے سجنے دینے تھوڑے ہی دنوں کے بعد کنور رادھن سنگھ کا ڈنکا بج گیا۔ لوگ دور دور سے ان کے پاس آنے لگے۔ جس کی جو منوکامنا ہوتی، مجال تھا کہ کنور جی پوری نہ کرتے۔ لوگ کوسوں پیدل چل چل کر ان کے درشن کرنے پہنچتے تھے۔ یوں بھی اکلوتے بیٹے تھے۔ سگی بہنیں تین تھیں۔ دو بہنوں کی شادی ہو چکی تھی ایک بہن ابھی چھوٹی تھی۔ رادھن جی سے چودہ سال چھوٹی تھی وہ۔

"بہرحال رادھن جی کی دیالو طبیعت کے باعث لوگ بس ان کا دم بھرنے لگے۔ بستی اور بستی کے آس پاس جو چھوٹے موٹے گوٹھ تھے ان میں بہت سی داستانیں بہت سی کہانیاں بکھری ہوئی تھیں اور ان کہانیوں میں ایک کہانی سب سے نمایاں تھی۔

چندر گڑھ کے اطراف میں جیون پور نامی گاؤں کی ایک لڑکی جمنا اچانک رہائش گاہ سے گم ہوئی اور اس کے بعد جنگل میں اس کی بگڑی ہوئی لاش پڑی ہوئی ملی۔

خوب صورت جمنا کا باپ بڑی گرج برس رہا تھا جس نے قسم کھائی تھی کہ وہ جمنا کے قاتلوں سے بدلہ لے کر چھوڑے گا۔ جمنا کا باپ ننگ ودو میں لگا رہا۔ اور پھر ایک دن جب اس نے لوگوں سے کہا کہ چندر گڑھ کا راکشس رادھن سنگھ اس کی بیٹی کی موت کا باعث ہے تو لوگوں نے مار مار کر اسے ادھ موا کر دیا۔ بھلا رادھن سنگھ جیسے آدمی کے بارے میں یہ بات کیسے کہی جا سکتی تھی۔ اس بدنصیب نے آتم ہتیا کرلی اور کہانی ختم ہوگئی۔

لیکن یہ کہانی ختم ہوئی تھی۔ بہت سی ایسی کہانیاں ان دوران جنم لیتی رہیں۔ لیکن اس دوران کوئی یہ نہ سمجھ سکا کہ کنور رادھن سنگھ نے یہ کھیل کھیلا ہے۔"

رادھن سنگھ جی اپنے مندر میں رہتے تھے اور زیادہ تر اپنے پوجا پاٹ میں ہی مصروف رہتے تھے۔ جہاں تک ریاست کا کام ہوتا راجہ جی آگے بڑھ کر اس میں حصہ لیتے۔ ایک کر ان کے پتا جی کا دیہانت ہوگیا۔ پھر ماتا جی بھی بھگوان کو پیاری ہو گئیں۔ چھوٹی بہن جوانی کے قریب پہنچ گئی تھی لیکن رادھن جی کو اتنی فرصت کہاں تھی کہ وہ بہن کی طرف دیکھتے۔ انھوں نے تو بھگوان سے لو لگائی ہوئی تھی۔

"میرے پتا جی جن کا نام کرشن لال تھا اپنے پرکھوں سے اس خاندان کے نمک خوار تھے۔ وہ بڑے مہاراج کی موت کے بعد بھی اپنی جگہ کام کرتے رہے۔ عہدہ ان کا دیوان جی کا تھا اور ریاست کا سارا خزانہ ان کے ہاتھ میں تھا اور پچھلے دنوں وہ خاصے سوچ بچار میں ڈوبے ہوئے تھے۔

زمینوں کی آمدنی، جائیدادوں کی رقم، سود اور دیگر ذرائع کا جو سرمایہ یہاں طے طرح سے آرہا تھا اب اس کی تعداد بڑھتی ہی جا رہی تھی، حساب کتاب درست تھے لیکن کچھ ایسے کھاتے بھی کھولے گئے تھے، جو اس سارے حساب کتاب سے الگ تھے اور اس اکاؤنٹ میں کروڑوں روپے جمع کیے جا رہے تھے، یہ پیسے کہاں سے آرہے تھے دیوان جی کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ بہرطور یہ کوئی ایسی تشویش کی بات نہیں تھی جس پر دیوان جی پریشان ہوتے، جب بھی کوئی ضرورت ہوتی وہ رادھن سنگھ کے مندر میں پہنچ جاتے۔ وہاں ان سے بات کرتے اور گفتگو نہایت نرم اور بڑا اخلاق لیے ہیں انھیں مختلف تفصیلات بتاتے رہتے تھے۔

پھر ایک مرتبہ شہر سے ایک نمائندہ بیس لاکھ روپے کی رقم مانگنے آیا۔ اس نے کہا کہ یہ رقم اس کو مہاراج نے ادا کرنی ہے اور اگر یہ رقم نہ پھیری گئی تو خواہ مخواہ بدنامی ہوگی جو کنور رادھن جیسے سادھو اور مہان پرش کے لیے مناسب نہیں تھی کیونکہ اپنے جوڑے

بار خود انھیں اپنی ریاست کا کاروبار تو سنبھالنا ہی تھا۔

پتا جی مجبور ہوگئے کہ وہ کنور جی کے مندر میں پہنچ جائیں حالانکہ اس وقت کسی کو نہیں تھا لیکن پتا جی کی فرض شناسی انھیں اندر لے گئی۔

مندر کے باہر کوئی پہرے دار نہیں تھا۔ دروازہ بند نہیں کیسے بند ہونے سے رہ گیا تھا۔ بھلا مندر کے باہر پہرے داروں کی ضرورت ہی کیا ہوتی ہے۔ چنانچہ پتا جی اندر داخل ہوگئے۔

پورا مندر ویران اور سنسان پڑا ہوا تھا۔ پوجا کے لیے یہاں کوئی نہیں رہتا تھا سوائے رادھن جی مہاراج کے۔ سو میرے باپو کرشن لال جی بدنصیبی کا شکار ہو کر ان کے کمرے میں داخل ہو گئے۔ اور یہاں انھوں نے ایک ایسا منظر دیکھا جسے دیکھ کر ان کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ اور یہاں انھوں نے ایک خوبصورت لڑکی کو دیکھا جو اپنی زندگی کی آخری سانسیں پوری کر رہی تھی۔ اسے گردن دبا کر مار دیا گیا تھا۔ اور اس کے ساتھ وہ وحشیانہ سلوک کیا گیا تھا جسے دیکھ کر انسانیت کانپ اٹھے اور یہ سلوک کرنے والے کنور رادھن تھے۔

پتا جی کے پاؤں جم کر رہ گئے۔ کنور جی نے بھی انھیں دیکھ لیا اور اس کے بعد ان کی آنکھوں میں جیسے وحشت بھر گئی۔

"تم۔ تم یہاں کیسے آگئے؟" انھوں نے کرخت لہجے میں پوچھا تھا۔

"مہاراج میں۔ میں ایک کام سے آیا تھا۔"

"او دیوان جی کیا کام تھا آپ کو ہم سے۔" کنور جی نے وحشت زدہ انداز میں کہا۔

"وہ بیس لاکھ۔ بیس لاکھ۔" کرشن لال جی ہکلا کر بولے۔

"سکون سے کہیے" اطمینان سے کہیے کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟" کنور جی نے فوراً ہی خود کو سنبھال لیا۔ اب ان کا لہجہ اعتدال پر آگیا تھا۔

"وہ راجہ صاحب بیس لاکھ۔ بیس لاکھ۔" میرے باپو کی حالت اب بھی خراب تھی۔ وہ تو اس مظلوم لڑکی کو دیکھ رہے تھے جس نے ابھی دم توڑ دیا تھا اور اس نے آخری ہچکی ان کے سامنے ہی لی تھی۔ وہ مر توڑتی ہوئی لڑکی کو راجہ کنور جی نے بھی دیکھ لیا لیکن وہ بھگوان ہی رہے تھے۔ پھر وہ بولے۔

"ہاں تو دیوان جی، بیس لاکھ کی کیا بات ہے۔"

"یہ کون ہے۔" وہ باپو سب کچھ بھول کر بولے۔ انسانی ہمدردی ان کے سینے میں ابھر آئی تھی۔

"ایک کنیا ہے جو ہمارے کچھ مانگنے آئی تھی۔ ہم نے اسے دیا ہم جیون تو دے چکے ہم نے اسے مکتی دے دی ہے بیچاری کو" رادھن سنگھ

نے مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مگر مہاراج یہ مکتی۔ یہ تو ہتیا ہے۔"

"ہاں ہاں دیوان جی کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"اسے آپ نے مارا ہے مہاراج رادھن سنگھ جی اسے آپ نے مارا ہے۔"

"مارنا اور جلانا تو بھگوان ہی کا کام ہے بس جس کی جب بھی موت آجائے۔" رادھن سنگھ جی ہنس کر بولے۔

"یہ آپ نے پاپ کیا ہے۔ آپ نے یہ کیا کیا۔ آپ تو بڑے مہاتما ہیں، بڑے دھرماتما ہیں، آپ تو بڑے مہان لوگوں کی اولاد ہیں، آپ جیسا ستیا کی آپ جیسا دیالو یہ پاپ کرے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔"

"ارے چھوڑو دیوان جی، کہاں کی باتیں کرتے ہو۔ آتما کی بات بھی کیا کرو؟ اور آتما کی بات کرو گے تو ہم تمھیں بتلائے دیتے ہیں کہ ہماری آتما بھی سب کچھ چاہتی ہے اور آتما جس سے جو کچھ مانگے اس کی مانگ پوری کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ہماری آتما کی سب کچھ چاہتی ہے اور اگر سچ جانو دیوان جی تو اب تک ہماری آتما کی یہ مانگ پوری ہوتی رہتی ہے۔ ہم تمھیں اپنے ساتھ شریک ہونے کا موقع دیتے ہیں، جن آنکھوں نے یہ سب کچھ دیکھ لیا اور جن کانوں نے یہ سب کچھ سن لیا ان کا جیون ضروری تو نہیں ہے مگر تم ہماری ریاست کے پرانے دیوان ہو، ہم تمھارے راستے میں آنے کی کوشش کبھی نہ کرنا۔ ہم جو کچھ ہیں تمھیں اس کا اندازہ تو ہو چکا ہوگا۔ دیوان جی ہم نہیں چاہتے کہ تم جیسے اچھے آدمی کو ہم کوئی نقصان پہنچائیں، لیکن اس کی شرط یہی ہے کہ تمھاری زبان ہمیشہ کے لیے بند ہو جانی چاہیے۔"

"تو کیا۔ تو کیا۔ وہ لڑکیاں بھی۔ وہ لڑکیاں بھی آپ ہی کی زندگی کا شکار ہوئی تھیں۔ رادھن مہاراج جو جنگلوں، گوٹھوں اور دور دراز جگہوں پر پائی گئی تھیں؟" میرے باپو نے چونک کر پوچھا۔

"زبان سنبھالو دیوان جی" اسے دنیا کی نگاہ سے بچا کر وہ سب پاک استھان پر پہنچ گئیں۔ بھلا ہماری آغوش میں آنے کے بعد کسی کو سورگ نہ ملے یہ کیسے ممکن ہے۔"

"مگر یہ تو ہتیا ہے، یہ نہیں ہو سکتا۔ رادھن سنگھ جی آپ ابھی تک اپنے آپ کو چھپائے ہیں، میں تو بھگوان سے ڈر رہا ہوں، کتنے مہان لوگوں کی اولاد ہیں آپ اور کیسے راکشس، اگر آپ کے مہان ماتا پتا کی آتما یہ سب کچھ دیکھ لیں تو نہ جانے ان کا کیا حال ہو۔ بھگوان آپ کو معاف کرے راجہ رادھن سنگھ جی بھگوان آپ کو شما کرے۔"

"دیوان جی، جیون تمھیں چاہیے کیا؟ اپنے پریوار اپنے تم کا

جیون تمھیں پسند نہیں کیا۔"

"نہیں مہاراج راؤ دھن سنگھ یہ کیسو بھگوان نے چاہا تو میرا پریوار بچے گا میرا جیون بھی بچ جائے گا۔ مگر تم جیسے راکھشس کو میں نہیں چھوڑ سکتا۔ کس کی بیٹی ہے یہ کس کی اولاد ہے یہ۔"

"ہوں تو دیوان جی اس سے پہلے کہ تمھاری دیوانگی اپنے عروج پر پہنچے تمھارا علاج کرنا ضروری ہے۔" راؤ دھن سنگھ نے پھرتی سے ایک جگہ رکھا ہوا پستول نکال لیا اور اس کا رخ میرے پتا جی کی طرف کر دیا۔ پتا جی خاموش کھڑے ہوئے تھے۔ راؤ دھن سنگھ انھیں گھورتا رہا، پھر بولا۔

"تمھیں ایک منٹ میں مار دیا جاتا دیوان جی مگر پھر کون کا خیال آتا ہے اور پھر یہ بات ہے کہ جس طرح تم نے ہماری ریاست کا کام سنبھال رکھا ہے اس کو بھی ہمیں سامنے رکھنا ہوتا ہے اب ہمیں نئے آدمی رکھنا پڑیں گے۔"

"پتا جی اس وقت یہاں زندہ لگ رہے تھے کہ ان کا جیون بچا ہوا نہیں ہے۔ دیوان اور اس لڑکی کی مظلومیت ان کے دل و دماغ میں بیٹھ چکی تھی لیکن اس وقت عقل نے ساتھ دیا انھوں نے سوچا کہ اس راکھشس کو ایسے نہیں مارا جا سکتا۔ اگر ان کی گولی اسی جگہ ختم ہو گئی تو پھر وہ تو مر جائیں گے اور کوئی نہیں جان سکے گا کہ راجہ کنور راؤ دھن سنگھ جیسا راکھشس کیا کیا کرتا پھر رہا ہے اچانک وہ بے اختیار مسکرا پڑے۔

"دیکھا پتا تھا کہ تم بھی کہ میرے دل میں تمھارے لیے کتنی گنجائش ہے۔" انھوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب مہاراج؟"

"مطلب یہ کہ یہ سب کچھ اچھا نہیں ہے لیکن میں تمھارے پتا جی کا نمک کھا رہا ہوں اپنی عادت سے مجبور ہوں تمھیں نصیحت تو کرنا ہی تھا مگر یہ بات کیا ضروری تھا کہ تم اس کی چھان بین بھی کرتے۔"

"اوہ اس کا مقصد یہ ہے کہ تمھیں شک آ گیا ہے۔"

"میرے ساتھ بھی سب کچھ ہوا ہے تمھیں راؤ دھن سنگھ جی۔"

"نہیں ہم تو پہلے ہی کہہ رہے تھے کہ ہم آپ کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ بڑا مان ہے آپ کا ہمارے من میں اور آپ کی باتیں ہی ایسی تھیں۔"

"ٹھیک کیا تھا۔ اب سنبھل گیا ہوں۔" پتا جی بولے۔

"سنبھل جانے میں جو مزہ ہے دیوان جی بھٹکنے میں نہیں ہے۔ چلیں آئیے کہ آئندہ تم کبھی نہیں بھٹکو گے۔"

"میرے ساتھ ایسی باتیں مت کرو راؤ دھن۔ میں نے جیون کا ایک بڑا حصہ تمھارے ساتھ بتایا ہے۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ اگر سب کچھ ہو بھی گیا ہے تو اس چھان بین کی کیا ضرورت تھی۔"

"یہ ضروری ہے آپ مجھے نہیں پہچانتے دیوان جی۔ ایک بیٹا ہم اپنی عزت بچانے کے لیے نہیں چڑھا سکتے۔ چنانچہ ہم یہ بھی کرتے ہیں اور یہ میں کہہ رہا ہوں مہاراج کہ مجھے آپ کی اس حرکت سے اختلاف ہے۔"

"وہ کیوں؟"

"آپ اگر چاہیں تو کھلے عام بھی یہ سب کچھ کر سکتے ہیں بڑے بڑے والیان اور مہاراجاؤں کی حویلیوں میں تو یہی کھیل ہوتے رہتے ہیں۔ آپ کو کون روکے گا۔"

"رام رام رام۔ ہم جیسے مہان پرش جن کے پاس لوگ اپنی اچھائیاں لے کر آتے ہیں اپنی بہوؤں اور استریوں کو لے کر دعائیں کرانے آتے ہیں بھلا اس سے اچھا موقع اور کون مل سکتا ہے۔ تمھیں دیوان جی بوڑھے ہو گئے ہو، جوانی کے کھیلوں سے ناواقف ہو بھلا ایسی عورتیں بھی کسی قابل ہوتی ہیں جو [illegible] ہمیں تو ان کی کلیوں سے دلچسپی ہے۔ ہمیں تو یہی سب کچھ اچھا لگتا ہے۔ بس یوں سمجھو کہ ہمارا کھیل ہے۔ مگر دیوان جی تمھارے لہجے کی اچانک تبدیلی یہ شبہ کا شکار بن گئی ہے۔"

"بیکار باتیں مت کریں راؤ دھن سنگھ جی، میں اپنی زبان بند کر لوں گا۔" میرے باپو نے مصلحت کے تحت کہا۔

"اور اگر زبان کھولی تو دیوان جی تو تم یہ سمجھ لو کہ ہمارے ہاتھ چھوٹے نہیں ہیں۔"

"ٹھیک ہے راؤ دھن ٹھیک ہے مجھے یہی دھمکیاں دے کر تم اپنی بڑائی جتا سکتے ہو۔"

"ارے نہیں دیوان جی ہم نے تو ہمیشہ آپ کی عزت کی ہے چلیں اب یہ لاش بھی آپ ہی ٹھکانے لگا دیں۔"

"کیا مطلب؟" باپو نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں دیوان جی۔ اب تو آپ ہمارے کام میں شریک ہو گئے ہیں۔ یہ لاش اپنے کاندھے پر لاد کر لے جائیں اور بیٹی باؤلی میں ڈال دیں۔ بیٹی باؤلی تو آپ نے دیکھی ہی ہوگی۔ جائیں پتا جلدی کریں۔" میرے باپو کو جیون بچانے کے لیے یہ سب کچھ کرنا ہی تھا۔ جو کچھ ہوا تھا بس یہ ان کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ لیکن راؤ دھن سنگھ سے ٹکر لینا ان کے بس کی بات نہیں تھی۔ پہلے بھی پل رہا تھا ان کے گھر سے۔ بھلا میرے باپو کہاں ٹھوکر کھاتے پھرتے۔ ہاں یہ انھوں نے ضرور سوچ لیا تھا کہ کسی موقع پر اس راکھشس کو بے نقاب ضرور کریں گے لیکن ایسے کہ جب وہ ان کے ہاتھوں پکڑا جائے تو وہ جان سکیں کہ اس کے بارے میں اگر ایک بھی لفظ کہا تو لوگ اس کی بوٹیاں

اڑا دیں گے۔ صورت حال کی نزاکت کا انھیں پورا پورا احساس تھا۔ انھوں نے لاش کندھے پر ڈالی اور چور دروازے سے نکل کر بیٹی باؤلی کی طرف چل پڑے لیکن ابھی زیادہ دور نہیں چلے تھے کہ بہت سی روشنیاں ان پر پڑنے لگیں۔ ایک کے بعد ایک لیکن ایک روشنی کا چھپاکا ہوتا۔ پتا جی اتنے بیوقوف بھی نہیں تھے کہ یہ نہ سمجھ پاتے کہ ان کی تصویریں لی جا رہی ہیں۔ یہ تصویریں راؤ دھن جی کے اشارے پر اتاری گئی تھیں۔ اور اب پتا جی کی صورت حال بہت عجیب ہو گئی تھی ان کا خون خشک ہو گیا تھا لڑکی کی لاش ان کے کندھے پر پڑی ہوئی تھی اور ان کی تصویریں بنائی گئی تھیں وہ کسی سے کچھ نہ کہہ سکتے لیکن یہ ذمہ داری ان پر ہی عائد ہوتی تھی۔ آخر وہ لاش کو کندھے پر لے کر کہاں جا رہے تھے۔"

"ان کا دل روتا رہا اور انھوں نے لاش بیٹی باؤلی میں پھینک دی۔ یہ باؤلی بہت گہری تھی اور اس میں گرنے والی کسی چیز کا کبھی پتا نہیں چلتا تھا۔ پھینکنے سے پہلے لاش کے بدن میں پتھر بھی باندھنے پڑے تھے۔

باؤلی کے بارے میں سنا تھا کہ اس میں مگرمچھ بھی رہتے ہیں جو کسی بھی زندہ یا مردہ انسان کو آن کی آن میں ہڑپ کر جاتے ہیں ہر طرح سے اطمینان کر لیا تھا اس پاپی نے۔ چنانچہ پتا جی یہ کام کرنے کے بعد گھر واپس آ گئے۔ مگر کیا حال ہو رہے تھے؟ گھر میں ماتا جی اور میری ایک بہن تھی اس کے علاوہ ہمارے چچیرے اور ممیرے بھائی بہن بھی ہمارے ساتھ ہی رہتے تھے کارندے ہونے کی حیثیت سے پتا جی کو بہت اچھی تنخواہ ملتی تھی تھوڑی سی زمینیں تھیں ہماری یہ زمینیں انعام ہی میں راؤ دھن سنگھ کے بزرگوں نے ہمارے خاندان کو بخشی تھیں اور اب ہمارا ان پر پورا پورا حق تھا۔

اس طرح سے ہمارے حالات بہت بہتر چل رہے تھے مجھے تو اس بارے میں کچھ نہ معلوم ہو سکا اور نہ ہی میری چھوٹی بہن رادھا کو لیکن پتا جی کی حالت بہت خراب ہو رہی تھی۔ انھوں نے ماتا جی کو ساری تفصیلات بتا دیا اور ماتا جی بری طرح سہم گئیں۔ انھوں نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"ہے بھگوان اب کیا ہوگا؟"

"یوں سمجھو کہ میں مر چکا ہوں رما کی ماں۔ میرے جیون میں اب کچھ نہیں رہا ہے۔ پتہ نہیں کس کی اولاد تھی وہ۔ میرا من مجھے کبھی معاف نہیں کرے گا۔ میں کبھی شانت نہیں ہوں گا۔"

"خود کو سنبھالو ناتھ، بھلا ہم جیسے معمولی لوگ راؤ دھن سنگھ سے ٹکرا سکتے ہیں۔ ہائے رام میں نے کتنی بار اس کی آرتی اتاری ہے اسے بڑے سچے من سے میں نے اسے اپنی اولاد کی طرح چاہا ہے وہ اتنا سور رکھ ہے آتما پاپی ہے۔ کیسے مان لوں۔"

"نہ مانو رما کی ماں۔ تم نہ مانو گی تو کیا ہوگا۔ میں کیا کروں، میرا دل چاہ رہا ہے کہ سو جاؤں۔ اتنی گہری نیند کہ پھر کبھی نہ جاگوں۔ لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اگر کل صبح میں اپنے کام پر نہ پہنچا تو راؤ دھن سنگھ کو شک ہو جائے گا اور اس کے بعد رما کی ماں۔ تمھیں نہیں سنو تم کوشل اور رما کو اس سنسار کی نگاہوں سے چھپا کر رکھو۔ ہماری اس بستی میں ایک راکھشس گھس آیا ہے اور اب کسی کی بہو بیٹی کی عزت محفوظ نہیں ہے۔ لو ہمیں کیا معلوم تھا کہ ہمارے یہ مہاتما جی کے بارے میں ہم یہ سوچتے تھے کہ یہ بھگوان کے اوتار ہیں اور بھگوان نے اپنے اس اوتار کو ایک ایسی جگہ اتارا ہے جہاں دولت ہی دولت ہے لیکن دولت کے انبار رکھ کر بھی وہ اپنے اس بھگوان کو نہ بھول سکا کتنا مان تھا اس پر کتنا بڑا مان تھا مگر سوچو تو ذرا رما کی ماں سوچو تو سہی۔ گاؤں میں، جنگلوں میں، کنوؤں پر، قصبوں اور شہروں میں جو لاشیں ملتی رہی ہیں وہ اسی پاپی کے ہاتھوں ہلاک ہوئی تھیں سادہ۔ آج اگر میں بستی کے چوک پر کھڑے ہو کر یہ بات لوگوں کو بتاؤں تو میں جانتا ہوں لوگ مجھے سنگسار کر دیں گے پتھر مار مار کر میرے پورے وجود کو فنا کر دیں گے لیکن کاش کوئی اس کی درندگی اپنی آنکھوں سے دیکھتا۔

ماتا جی انھیں سمجھاتی رہیں جیسے تیسے پتا جی تیار ہو کر چلے گئے۔ انھوں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا۔ جیون بچانے کے لیے کام پر جانا بہت ضروری تھا۔

تب ماتا جی نے رات کی باتیں مجھے بتائیں اور مجھے ہدایت کی کہ نہ تو میں خود باہر جاؤں اور نہ ہی رما کو جانے دوں۔ میں نے ماتا جی سے پوچھا۔

"ماتا جی گھروں میں قید رہنے سے کیا بہو بیٹیوں کی عزت محفوظ رہ سکتی ہے؟ وہ تو ان کے ہاتھ میں ہے۔ ہر جگہ پہنچ تو کل گھروں کے اندر بھی پہنچ سکتے ہیں۔ کیا اس راکھشس کو ختم کرنا ضروری نہیں ہے۔" تب ماں نے مجھے ڈانٹتے ہوئے کہا۔ کہ میں بے وقوفی کی باتیں نہ کروں جو کام ہم نہیں کر سکتے اس کی بات ہی کیوں کی جائے۔

پر میرا من نہیں مانتا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ رات کو باپو سے بات کروں گی۔ رات کو جب باپو واپس آئے تو میں ان کا انتظار کر رہی تھی۔ ان کا چہرہ اترا ہوا تھا صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے دل کے خلاف جنگ کر رہے ہیں۔ میں ان کے سامنے جا کھڑی ہوئی تو وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔

"کیا بات ہے بیٹیا؟" انھوں نے سوال کیا۔

"آپ نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی باپو کہ وہ لاش کس لڑکی کی تھی؟"

"کیا تجھے یہ معلوم ہوا...؟"

"ہاں باپو۔ معاف کرنا تو میں آپ پر شرمسار ہیں۔ آپ سے بڑا کوئی انتظار نہ تھا مجھے لیکن یہ کیا ہوا آپ کو۔ آپ اتنے عجیب کیوں ہو گئے۔ اچانک آپ اتنے چھوٹے کیوں ہو گئے باپو۔ جان کیوں نہ دے دی آپ نے اپنی، یہ جیون کیوں سنبھال لیا آپ نے اس راکشس کا۔" میں نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا اور باپو کی گردن جھک گئی۔ تھوڑی دیر تک وہ خاموش رہے پھر انھوں نے کہا۔

"تیرا باپ بے غیرت نہیں ہے کوشل، اتنا بزدل بھی نہیں ہے وہ مگر عقل کی جنگ ہاتھ پیروں کی جنگ سے زیادہ موثر ہوتی ہے۔ اگر اداؤں کا ایک لمحہ اور گزر جاتا تو شاید بیٹے باپو کی لاش دیکھنا بھی تجھے نصیب نہ ہوتی، اری پگلی یہ کیسے سوچ لیا تو نے کہ میں نے اپنی اس بیٹی کو بھلا دیا ہوگا جس کی لاش میں اپنے کندھے پر ڈال کر پاتال میں پھینک آیا ہوں۔ میں تو مرتے دم تک اسے نہیں بھول سکتا۔ میں اپنے اس پاپ کا پرائشچت کچھ نہیں کر سکتا۔ ہاں میں اس راکشس کو اس سنسار سے رخصت کرنے کا تہیہ کر چکا ہوں۔ تو میری بیٹی ہے کوشل، بھگوان نے مجھے کوئی بیٹا نہیں دیا۔ جو میرے بعد میرے اس پریوار کو سنبھال سکتا لیکن تو میرے حق میں اسے چھوڑوں گا نہیں بھگوان کی سوگند اپنے پریوار کی سوگند، تیری سوگند میں اسے نہیں چھوڑوں گا لیکن اس کے لیے مجھے جیسے چاہیے ہوگا، جیسا میں کہوں ویسا کرنا تم لوگ۔ اگر تم نے ذرا بھی کوئی ایسی ویسی بات کر دی تو وقت سے پہلے مارے جاؤ گے۔ میں اپنے اس عزم کو کبھی نہیں بھولوں گا مگر اس کے لیے جو چاہیے مجھے تمھیں وہ واقعات یاد رہیں گے جب کسی نے اس کے لیے زبان کھولی اور لوگوں نے اسے خود ہی مار مار کر ختم کر دیا۔ بڑا گہرا اثر والا ہوا ہے اس نے۔ اس کے علاوہ بیٹیا! ایک بات تمھیں اور بتاؤں۔ اس کم بخت کے گرو کے بڑا اچھا جیون گزار چکے تھے وہ، بہت اور نیک لوگ تھے لیکن لیکن یہ بات میں جانتا ہوں کہ یہ شخص کیسا ہو گیا ہے۔ راتوں کو عجیب عجیب قسم کے لوگ آ آ کر اس سے ملتے ہیں وہ کون ہیں اور کیوں ملتے ہیں اس نے اور کیا ہے اس بارے میں کسی کو کچھ نہیں معلوم، میری اس سے کبھی لڑائی نہ ہوتی کیونکہ میں نے اس کے باپ دادا کا نمک کھایا ہے اور اس کا بھی میں تو یونہی سر جھکا کر جیون تیاگ دیتا لیکن حالات بگڑ رہے ہیں بیٹیا اب مجھے اس کے سامنے آنا ہی پڑے گا میں زیادہ مضبوط آدمی نہیں ہوں لیکن میرے ساتھ سچائی کی شکتی ہے تم لوگ میرے لیے دعا کرو۔ ایسا کبھی بھی نہیں ہوگا کہ میں جیتا رہوں مجھے یہ حالات معلوم ہو جائیں اور اس کے بعد میں کیا رویہ اختیار کروں گا۔"

باپو کے الفاظ بڑے مضبوط تھے میرے دل کو ڈھارس ہو گئی میں نے باپو سے کہا وہ مجھے کوئی کام سونپیں مگر باپو نے کہا بس تو خاموشی سے گھر بیٹھ۔ سارے کام تیرے نہیں ہیں مجھے اس بات پر بہت افسوس تھا کہ میں باپو کا بیٹا نہ ہوئی۔

بہر طور میں نے خاموشی اختیار کی۔ دیوان کرن لال اپنے دل میں ان برائیوں کے خلاف ایک عزم لیے اپنے کام میں لگے رہے وہ دن رات رادھن سنگھ کی ٹوہ میں لگے رہتے تھے۔ ویسے رادھن سنگھ ان جیسے کسی آدمی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا اس کے ہاتھ بڑے مضبوط تھے چنانچہ اس نے اس واقعے کو بھی نظر انداز کر دیا دیوان کرن داس کے بارے میں اس نے ایک بار بھی نہ سوچا لیکن میرے باپو مسلسل اس کی تاک میں بیٹھے رہے وہ ان لوگوں کو جانچتے رہے جو اس سے ملنے آتے تھے اور اس کے بعد انھیں جو علم ہوا وہ بے حد خوفناک تھا انھیں پتہ چلا کہ رادھن سنگھ صرف ایک عیاش قسم کا آدمی ہی نہیں ہے بلکہ اس نے شہر میں اپنے جال پھیلا رکھے ہیں۔ وہ شہریوں کو ناجائز شراب اور نشے کی دوسری چیزیں بھی فراہم کرتا تھا اس کے علاوہ اس کے بے شمار دھندے چھپے ہوئے تھے اور پتہ نہیں کیا کیا کاروائیاں انجام دے رہے تھے ان کاروائیوں کے بارے میں بھی تھوڑی بہت معلومات باپو کو حاصل ہوئیں۔ ملک سے لڑکیاں لائی جاتی تھیں کچھ باہر کی غیر ملکی لڑکیوں کو رادھن سنگھ کے مندر میں دیکھا گیا۔ باپو کو سب سے زیادہ اس بات کا افسوس تھا کہ وہ کم بخت سارو ستو کے مندر میں آکر یہ تمام گناہ کر رہا تھا اور یہ بڑی افسوسناک بات تھی کہ مگر اسے اپنی شکل بھی نمایاں کر دیتی تھی بستی والوں اور گاؤں والوں کو خوش رکھنے کے لیے اس نے وہی تمام کاروائیاں کی تھیں جو اس کے باپ دادا کیا کرتے آئے تھے اور وہ لوگ واقعی اس سے بہت خوش تھے کیونکہ اب دولت کی ریل پیل باہر سے بھی تھی صرف زمینوں جاگیرداروں سے کام نہیں چلایا جا رہا تھا حالانکہ ان کی کمی بھی نہ تھی اور ان کے ذریعے بھی کام چلایا جا سکتا تھا۔ لیکن پوری بستی کو خوشحال بنا دیا گیا تھا بستی کے سارے مکانات پختے بنے چلے جا رہے تھے اس کے لیے کھنڈر سے قرضہ ملتا تھا بستی والے ان کے نام پر مٹنے کو تیار رہتے تھے ایسے پاپی کو بھی زیر کرنا آسان کام نہیں تھا۔

باپو کو اندازہ ہو گیا کہ وہ اس کے خلاف کوئی باقاعدہ محاذ نہیں بنا سکتے۔ چنانچہ وہ تاک میں بیٹھے رہے اور پھر ایک دفعہ انھیں باہر جانے کا موقع مل گیا کسی کام سے رادھن سنگھ جی نے انھیں باہر بھیجا تھا۔ باپو دارالحکومت گئے وہاں رادھن سنگھ کے کام کے ساتھ ساتھ

اپنے طور پر کاروائی بھی کرنے لگے۔ انھوں نے ایک بہت بڑے پولیس آفیسر سے رابطہ قائم کیا اور ان سے ذاتی طور پر ان کی ملاقات کی۔ پولیس آفیسر نے باپو کا استقبال رادھن سنگھ کے پروہت ہی کی حیثیت سے کیا تھا۔

مختلف باتیں کرنے کے بعد باپو نے کہا۔

"صاحب میں آپ کو ایک اہم بات سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں بات یہ ہے کہ وہ ایشی (؟) ہر شخص کے من میں ہوتی ہے ہر شخص جانتا ہے کہ صرف اس لیے جیون نہ بتائے کہ اسے روٹی کپڑا ملتا رہے من میں کچھ اور آشا بھی ہوتی ہیں اچھائیوں اور برائیوں کی آشائیں۔"

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں مسٹر کرن لال۔" پولیس آفیسر نے پوچھا۔

"میں کچھ ایسی باتیں کہنا چاہتا ہوں جنھیں شاید آپ میرے منہ سے سننا پسند کریں گے مگر میں کیا کروں اپنے دل سے مجبور ہوں۔"

"نہیں دیوان کرن لال جی آپ بزرگ آدمی ہیں میں آپ کی عزت کرتا ہوں جو بات کہنا ہو دل کھول کر کہیں۔"

"مہاراج یہ خاندان جہاں اس وقت میں دیوان کی حیثیت سے نوکر ہوں میرے لیے ان داتا ہے اور دو تین پشتوں سے ان کا خاندان رہا ہے ان لوگوں کے پاس میرے بزرگوں نے جیون بتایا ہے ان کی برائی چاہنا نمک حرامی ہے اور اس طرح انسان خود اپنی ہی نگاہوں میں ذلیل ہو جاتا ہے۔"

"بے شک۔ اس میں کیا شک ہے۔" پولیس آفیسر نے جواب دیا۔

"مگر میں اس خاندان کے خلاف ہی کچھ کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" آفیسر تعجب سے بولے۔

"ہاں مہاراج۔ جو کچھ میں بتا رہا ہوں اسے سن کر آپ مجھ پر لعنت بھیج سکتے ہیں لیکن اس کے بعد آپ صورت حال کا صحیح اندازہ لگا لیں گے۔"

"کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟" پولیس آفیسر نے سنبھلے ہوئے لہجے میں کہا۔

"رادھن سنگھ جی اچھے راستوں کے راہی نہیں ہیں۔"

"کیا مطلب؟" پولیس آفیسر کی آواز میں تبدیلی پیدا ہو گئی۔

"مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کی ریت سے ہٹ گئے ہیں آپ نے چندر نگر کے اطراف میں ہونے والی وارداتوں کے بارے میں سنا ہوگا لڑکیوں کی لاشیں جو جگہ جگہ پائی گئیں۔"

"ہاں سنا ہے۔"

"میں نے ان لاشوں کا راز معلوم کر لیا ہے۔"

"ان کا راز ہے ان کا؟" افسر صاحب دلچسپی سے آگے جھک آئے تھے۔

"انھیں ان کی آبرو ریزی کرنے کے بعد ختم کر دیا جاتا ہے۔"

"وہ تو میڈیکل رپورٹ سے بھی معلوم کر لیا گیا ہے مگر یہ سب کون کرتا ہے؟"

"کنور رادھن سنگھ۔"

"کیا؟" افسر صاحب کا لہجہ چونکا ہوا تھا۔

"ہاں مہاراج۔ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے میں نے سارو ستو کے مندر میں کنور رادھن بہت بڑا گرو ہے، میں مہاراج میں جانتا ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اچھا نہیں ہے۔ میں نے اس کے لیے جان کی بازی لگائی ہے لیکن میری خواہش ہے کہ آپ اس کی تحقیقات کریں یہی نہیں بلکہ کنور رادھن سنگھ جی نے شراب اور نشے کی دوسری چیزوں کا بیوپار بھی کر رکھا ہے، بہت سارے ملکی اور غیر ملکی لوگ یہاں آتے ہیں اور اس کے بعد یہ سب کچھ ہوتا ہے۔"

افسر صاحب تعجب کی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے وہ اسی طرح مجھے دیکھتے رہے پھر انھوں نے کہا۔

"کیا آپ نے اس سلسلے میں کسی اور پولیس آفیسر سے بات کی؟"

"نہیں مہاراج بڑا سوچ بچار کرتا رہا ہوں جس کا نمک کھایا اس کے خلاف یہ سب کچھ کروں۔ دل یہ تسلیم نہیں کر رہا تھا لیکن لاش جیسے میرے کاندھے پر لاد کر پاتال میں گرا آیا آج تک میری نگاہوں میں گھوم رہی ہے میں اسے بھول نہیں سکتا مہاراج وہ میری بیٹیوں کی طرح تھی۔"

"کیا مطلب؟" افسر صاحب نے پوچھا اور باپو نے انھیں پوری کہانی سنا دی۔ افسر صاحب گردن ہلاتے رہے تھے پھر انھوں نے ٹھہرے لہجے میں کہا۔

"اس کہانی کا کوئی ثبوت ہے آپ کے پاس۔؟"

"مہاراج۔ ثبوت تو ہزاروں مل جائیں گے اپنے کچھ آدمیوں کو میرے ساتھ بھیج دیں میں انھیں دکھاؤں گا کہ حویلی میں کیا کیا ہوتا ہے۔"

"ہوں۔ دیوان جی آپ نے یہ اطلاع دے کر بڑا اچھا کیا ہے میں اس کی پوری تحقیقات کروں گا آپ بالکل بے فکر رہیں۔ لیکن ایک بات آپ ذہن میں رکھیں اگر آپ نے یہ باتیں دوہرائیں گے اور کسی ویں تو پھر آپ کی اپنی زندگی ممکن نہ ہوگی اگر آپ کے کہنے کے مطابق رادھن سنگھ جی اتنے خطرناک آدمی ہیں اور سارو ستو کے مندر میں اگر وہ یہ سب کچھ کر رہے ہیں تو پھر ان کے ہاتھ بہت لمبے ہوں

گے آپ کی جان جائے گی اس لیے خاموشی سے اپنے گھر جائیے آرام سے بیٹھیے۔ آپ نے مجھے اطلاع دی ہے اس سلسلے میں پوری پوری تحقیقات کروں گا اور آپ کی بات سچ نکلی تو پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے۔" انسپکٹر کا یہی کہنا کافی تھا۔ بابو مطمئن ہو گئے۔ وہ خود بھی دور دور کی کام کرنا چاہتے تھے۔ ان کے اپنے انداز میں بھی بڑی کشمکش تھی کیونکہ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کریں جن لوگوں کا نمک کھایا تھا ان کے خلاف کچھ کرتے ہوئے انہیں افسوس ہو رہا تھا لیکن فرض کی ایک زندگی الگ سے ہوتی ہے چنانچہ وہ چند روز گزار کر واپس آ گئے۔ پتاجی اپنے من کا بوجھ ہلکا کر آئے تھے۔ لیکن انہیں شانتی نہیں ملی تھی۔

دو دن اسی طرح گزر گئے، پتاجی کی کیفیت دیکھ کر میرے اپنے دل میں بڑی عجیب سی کشمکش پیدا ہو گئی تھی۔ میں نے جو کچھ سن لیا تھا اس کے بعد جانے کیوں میرا دل ڈوبنے لگا تھا یہ تیسرے دن صبح کی بات ہے۔ صبح ہی صبح ہمارے گھر کے دروازے پر دستک ہوئی تو میں دروازہ کھولنے چلی گئی۔ رادھن سنگھ مہاراج کو میں نے اس سے پہلے کئی بار دیکھا تھا لیکن وہ جتنی بڑی شخصیت تھے اسے سوچتے ہوئے میں کبھی بھول کر بھی خیال نہیں کر سکتی تھی کہ وہ ہمارے گھر کے دروازے پر بھی آ جائیں گے۔ اس وقت وہی ہمارے گھر کے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے۔

میں ہکا بکا رہ گئی۔ رادھن سنگھ جی تو بھی مجھے حیرت سے دیکھتے رہ گئے تھے۔ پھر انہوں نے بڑی نرم اور میٹھی آواز میں کہا۔

"دیوان کرن لال جی موجود ہیں؟"

"ہاں مہاراج۔"

"سنو تم پتری ہو ان کی؟"

"ہاں مہاراج۔"

"اکیلی بیٹی ہو؟"

"نہیں مہاراج میری ایک بہن بھی ہے۔"

"ہوں، چھوٹی ہے تم سے؟"

"ہاں مہاراج۔"

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"کوشل۔"

"اور تمہاری بہن کا؟"

"رو پالی۔"

"ٹھیک ہے جاؤ، اپنے پتاجی کو اطلاع دو کہ ہم آئے ہیں۔" میں واپس مڑی لیکن مجھے رادھن سنگھ کی نگاہیں اپنی

پشت میں چبھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں، مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی مجھے اندر سے ٹٹول رہا ہے۔ یہ آنکھیں بڑی عجیب تھیں جب تک میں ان کے سامنے سے گزرتی رہی مجھے یہ احساس رہا۔ پتاجی کو اگر یہ بات بتائی تو وہ حیرت سے اچھل پڑے اور پھر باہر پہنچ گئے۔ کچھ بھی تھا بہرطور رادھن سنگھ جی ان کے مالک تھے پتاجی بڑی عزت و احترام کے ساتھ انہیں اندر لے آئے۔ رادھن سنگھ جی مسکراتے ہوئے بولے۔

"کرن لال جی ہم آپ کے من سے اپنے بارے میں گرد دور کرنا چاہتے ہیں اور اسی لیے آپ کے پاس آئے ہیں۔"

"مہاراج میرے من کو کیا ہو گیا۔" پتاجی نے خود کو سنبھال کر کہا۔ وہ رادھن سے آنکھیں نہیں ملا سکے تھے کیونکہ ان کے من میں جو کچھ تھا رادھن سنگھ کو ابھی اس بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔

"نہیں کرن لال جی، دیکھو نہیں دیکھو ہم بڑے اور چھوٹے اور بڑے میں کوئی فرق نہیں سمجھتے۔ تم ہمارے دیوان ہو تم ملی سے ہمارے بیٹھے لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہے ہیں لیکن دو دن کسی کے گھر نہیں گئے ہوں گے، ہم نے دیکھا ہم سنت آدمی ہیں دنیا کے لوبھ سے بالکل دلچسپی نہیں رکھتے ہوتے جا رہے تھے تمہارے گھر کا دروازہ آیا تو یہاں آ گئے دیوان جی تم نے ہمیشہ وفاداری کی ہے۔"

"ہم نہیں سمجھے مہاراج۔"

"کبھی اپنے پریوار کے ساتھ ہمارے گھر نہیں آئے۔"

"بس مہاراج ویسے ہی۔" میرے باپو نے جواب دیا۔

"اور سناؤ تمہارے وچار کیسے ہیں؟"

"بس ٹھیک ہیں مہاراج کوئی خاص بات نہیں آپ کو کوئی جل پانی۔"

"نہیں دیوان جی، صبح صبح ہم جل پانی نہیں کرتے۔ بس ایسے ہی آ نکلے تھے تمہارے دوار۔" رادھن سنگھ نے مسکرا کر کہا۔ اس کی مسکراہٹ میں ایک شیطنت تھی جسے میں دور ہی سے محسوس کر سکتی تھی، میں اس شخص کا چہرہ دیکھ رہی تھی سادھوؤں کے روپ میں یہ آدمی راکشس ہی محسوس ہوتا تھا۔ خدوخال بھی بہت سے تھے جو خوفناک ہی نظر آتے تھے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ چلا گیا لیکن باپو کو بے پناہ پریشانیوں کا شکار کر گیا۔ وہ تحیر خیال انداز میں گردن ہلا رہے تھے۔ میں ان کے پاس پہنچی تو وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔ پھر آہستہ سے بولے۔

"تو۔ ایکا کر رہی ہے کوشل۔" دروازہ کھولنے آئی تھی؟

"ہاں پتاجی۔"

"کیوں گئی تھی بیوقوف کہیں کی۔ بھلا تجھے کیا ضرورت تھی جانے کی، ارے آواز پر دروازہ کھولنے کے لیے دوڑی چلی جاتی ہے۔ جب میں گھر میں موجود تھا تو تو کیوں گئی لڑکی موجود تھے رام رام رام پتہ نہیں کیا کرنے والی ہے تو، ایک کے دکھانے گی، جب سمجھا دیا ہے تو وہی کر جو میں کہتا ہوں۔"

پتاجی بار بار پھر بگڑنے لگے۔ میں ان کی ذہنی کیفیت کو سمجھ رہی تھی اب بے وقوف نہیں تھی میں، حالات کا اندازہ مجھے بھی ہو چکا تھا اور جو کہانی پتاجی نے سنائی تھی اس کے تحت اس بات کا اندازہ کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی تھی کہ پتاجی میرے لیے کیوں پریشان ہیں۔ پھر انہوں نے کہا۔

"رادھن سنگھ جی نے تجھ سے کوئی بات کی تھی؟"

"ہاں۔"

"کیا بات کی تھی؟"

"بس نام پتہ پوچھا تھا میرا، یہ معلوم کیا تھا کہ کتنی بہنیں ہیں۔"

"بھائی کے بارے میں پوچھا؟"

"نہیں۔"

"اوہ تجھے نہیں جانا چاہیے تھا تجھے نہیں جانا چاہیے تھا۔"

"ایسا کیا ہو گیا پتاجی، میں کوئی حلوہ تو نہیں ہوں جو مجھے کوئی کھا جائے گا؟"

"تو نہیں سمجھتی پگلی تو نہیں سمجھتی۔"

"سب سمجھتی ہوں پتاجی۔ آپ ایک بات کا اطمینان رکھیں میری طرف سے۔"

"کیا۔" پتاجی چونک کر بولے۔

"بس پتاجی میں آپ کے سامنے زبان نہیں کھول سکتی لیکن اس بات کو ذہن میں رکھ لیجیے کہ کوئی میری عزت سے کھیلے میرے جیون سے نہیں کھیل سکتا۔"

"بھگوان کرے ایسا ہی ہو۔" پتاجی نے فکرمند لہجے میں کہا۔

روزمرہ کی طرح آج بھی وہ ضروری تیاریاں کرنے کے بعد حویلی روانہ ہو گئے۔ کوئی خاص بات نہ ہوئی شام ہو گئی۔ رات کا تقریباً دس بجے تھے جب ہمارے گھر کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

پتاجی بیٹھے اس وقت حقہ پی رہے تھے، دستک کی آواز پر گھرکی نے ان کے منہ سے نکل گئی۔ وہ دستک بھی ہوتی لگتا ہوں

سے وہ دروازے کی طرف تکتے رہے پھر لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے وہ دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔ ہمیں چونکہ انہوں نے دروازے پر جانے سے منع کر دیا تھا اس لیے ہم میں سے کوئی بھی دروازہ کھولنے نہیں گیا تھا۔

پتاجی نے دروازہ کھولا اور کسی سے باتیں کرنے لگے پھر انہوں نے کہا۔

"آ جاؤ۔ اندر آ جاؤ بھائی۔" اور ایک آدمی اندر داخل ہو گیا۔

میں اسے پہچانتی تھی بستی کا ہی آدمی تھا۔ شاید گووند نام تھا۔ پہلے ہمارے محلے میں رہتا تھا پھر اپنے بال بچوں کے ساتھ شہر چلا گیا تھا۔

"گو بھائی گووند کیسے حال ہیں، کب آئے شہر سے؟"

"ابھی ابھی آیا ہوں اور بڑی طرح سے بھاگا ہوا آیا ہوں، ابھی واپس چلا جاؤں گا۔"

"کیوں کیوں خیریت، ابھی آئے ہو ابھی واپس چلے جاؤ گے؟"

"آپ کے پاس آیا تھا۔ دیوان کرن لال جی۔ آپ جانتے ہیں میں پولیس میں حوالدار ہوں؟"

"ہاں جانتا ہوں، اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"دیوان جی مجھے کچھ سوالات کے جواب چاہئیں۔"

"کیا پولیس کی طرف سے یہ سوال کر رہے ہو؟"

"نہیں دیوان جی۔ میں اگر پولیس کی طرف سے کچھ سوال کر رہا ہوتا تو سادہ لباس میں نہ آتا پولیس کی وردی پہن کر آتا۔"

"گو بھئی گو کیا بات ہے؟"

"کیا آپ رادھن سنگھ جی کے خلاف پولیس میں کوئی رپورٹ درج کرانے گئے تھے؟" اس نے کہا اور پتاجی بری طرح چونک پڑے تھے۔

"میں جو پوچھ رہا ہوں، مجھے اس کا جواب دیجیے۔"

"ہاں گیا تھا۔"

"بہت برا کیا آپ نے دیوان جی، بہت برا کیا۔ کیا آپ کو رادھن سنگھ جی کے تعلقات کا علم نہیں ہے؟"

"تعلقات ہیں تو رہیں، میں نے پولیس کو ایک جرم کی اطلاع دینے گیا تھا۔"

"جرم کیسی باتیں کرتے ہیں آپ دیوان کرن لال جی۔ آپ نے اتنا جیون بتا دیا ہے آپ جانتے ہیں کہ برائی اگر غریب آدمی کرتا ہے تو وہ جرم بن جاتی ہے اور وہی برا کام اگر کوئی بڑا آدمی کرتا ہے تو وہ برائی نہیں ہوتی، جسے یا اس کے پس پشت

کوئی بڑا کام ہوتا ہے۔"

"لیکن جو کام رادھن سنگھ کر رہا ہے کیا وہ بھی تمہاری نگاہ میں بہت بڑا ہے۔"

"میری نگاہ ہوں میں نہیں میرے افسروں کی نگاہ ہوں میں۔ آپ کیا سمجھتے ہیں، آپ کے رپورٹ کرنے کے بعد پولیس افسروں نے کیا کیا ہوگا۔؟"

"میں سمجھتا ہوں کہ انھوں نے رادھن سنگھ کے بارے میں تحقیقات شروع کر دی ہوں گی اور معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہوں گے کہ ان لاشوں کا ماجرا کیا ہے اور کس نے انھیں قتل کیا ہے۔"

"نہیں مہاراج یہی تو بھول ہے آپ کی۔"

"کیا مطلب؟"

"پولیس نے سب سے پہلے رادھن سنگھ کو اس بارے میں اطلاع دی اور انھیں بتایا کہ آپ کے خلاف رپورٹ درج ہو چکی ہے۔ پولیس افسر نے رادھن سنگھ جی سے ملاقات کر کے کہا کہ دیوان کرن لال نے ان پر قتل کا الزام لگایا ہے اور ان کے خلاف ایسے گھناؤنے الزامات لگائے ہیں کہ وہ حیران رہ گئے۔"

"پھر رادھن سنگھ نے کیا کہا؟"

"یہ نہیں کیا معلوم، ایک معمولی حوالدار کو افسروں کی باتیں کہاں معلوم ہو سکتی ہیں۔ لیکن آپ کو ایک اطلاع دینے آیا ہوں صبح ہی صبح یہاں پولیس فورس پہنچے گی آپ کو گرفتار کرنے کے لیے۔"

"م... مجھے... مجھے کیوں؟" باپو نے خوف زدہ لہجے میں سوال کیا۔

"دیوان کرن لال جی! آپ نے اپنے پیروں پر کلہاڑی مار لی ہے۔ میں آپ کو ایک مشورہ دے سکتا ہوں۔ آپ فوراً یہاں سے فرار ہو جائیے۔ بستی کی بات ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ بہت نیک آدمی ہیں۔ اور آپ نے رادھن سنگھ جی کے خلاف جو کچھ کہا ہے وہ اپنی نیک دلی سے متاثر ہو کر ہی کہا ہوگا لیکن آپ کو نہیں پتہ کہ صورت حال کیا ہے۔ رادھن سنگھ جی جو کچھ بھی ہیں لیکن اپنی پیٹھ بڑی محفوظ رکھتے ہیں۔"

"میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا۔"

"یہ آپ کی مرضی ہے آپ جیسے ایماندار بے وقوف اسی طرح مصیبتوں کا شکار ہوتے ہیں۔ یہ میرا فرض تھا کہ میں آپ کو اس بات سے آگاہ کر دوں حالانکہ پولیس کا آدمی ہونے کی وجہ سے مجھے یہ سب کچھ نہیں کرنا چاہیے تھا لیکن اس بات کا مجھے اندازہ تھا کہ آپ کے خلاف جو کچھ کیا جا رہا ہے وہ رادھن سنگھ کے کہنے پر کیا جا رہا ہے۔ اور آپ بے قصور ہیں۔ میں اپنے ضمیر کو اپنے دل کو مطمئن کرنے کے لیے چلا آیا تھا۔ آگے آپ کی اپنی مرضی ہے۔"

تھوڑی دیر کے بعد حوالدار گوندر چلا گیا۔ پتا جی کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ میں نے اور ماتا جی نے بھی یہ ساری باتیں سن لی تھیں۔ رادھا بے چاری الھڑ تھی وہ ان باتوں کو کیا جانتی۔ اپنے کمرے میں مزے سے سو رہی تھی۔

پتا جی ماتا جی کی طرف دیکھ کر پُرخیال انداز میں بولے۔

"سنو میری ایک بات سنو۔"

"ہاں بولو۔"

"تم نے سنا گوندر کیا کہہ رہا تھا۔؟"

"ہاں سن لیا اچھی طرح سن لیا۔ کیا یہ سچ ہے کہ تم رادھن سنگھ جی کے خلاف رپورٹ درج کرانے گئے تھے؟"

"ہاں یہ سچ ہے۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ رادھن سنگھ کیا چیز ہے۔ میرا من نہیں مانتا۔ میں اس پاپ میں حصہ نہیں لے سکتا۔ میں اس کی نوکری نہیں کر سکتا۔ یہ مانتا ہوں میں کہ برسوں سے ہم اسی کا نمک کھاتے چلے آ رہے ہیں لیکن اپنے سامنے یہ ظلم ہوتے دیکھ کر میں خود کو نہیں روک سکتا۔ مجھے سب کچھ کرنا ہی تھا رادھا کی ماں۔ اب کچھ بھی ہو نتیجہ کچھ بھی نکلے۔"

"تو پھر یہاں سے بھاگ چلو۔"

"کیا کہتی ہو، کہاں بھاگ جاؤں کیسے بھاگ جاؤں۔ ایک جرم کی اطلاع دی ہے میں نے خود تو کوئی جرم نہیں کیا ہے میں کیوں بھاگ جاؤں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مگر ہم رادھن سنگھ جی سے کیسے نمٹ سکتے ہیں بھلا۔"

"بھگوان تو ہمارا ساتھی ہے۔ البتہ ایک خیال میرے من میں آیا ہے۔"

"کیا۔؟"

"دونوں لڑکیوں کو کچھری پہنچا دو۔ وہاں بابو موہن لال ان کی دیکھ بھال کریں گے۔ ہم صورت حال سے ابھی تک واقف نہیں ہیں کہ کیا ہونے والا ہے اس کا کوئی اندازہ نہیں ہے۔"

"مگر رات ہی رات بچیوں کو کچھری کیسے پہنچا دوں۔" ماتا جی نے پوچھا۔

"جیسے بھی ممکن ہو سکے۔ کوئی اپائے کرو کوئی ترکیب کرو۔"

"اگر تم کہو تو میں چندو سے بات کر لوں۔ چندو اپنی بیل گاڑی جوت لے اور لڑکیوں کو کچھری لے جائے۔"

"ہاں ہاں چندو سے بات کر لو دس بیس روپے بھی دے دینا اسے۔ بچیوں کا یہاں سے چلا جانا ضروری ہے اور چندو سے کہہ دینا کہ خبردار کسی کو اس بارے میں کچھ معلوم نہ ہو۔"

"ٹھیک ہے میں ابھی چندو کے گھر جا کر بات کرتی ہوں۔" ماتا جی باہر چلی گئیں۔ تب میں پریشان سی بابو کی شکل دیکھ رہی تھی پھر میں نے کہا۔

"بابو کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ ہم سب ہی یہاں سے نکل چلیں۔"

"نہیں بیٹیا۔ تو خود سوچ، ایک برائی کے خلاف میں نے آواز اٹھائی ہے میدان چھوڑ کر بھاگ نہیں سکتا۔ جو کچھ بھی ہوگا اس کو اب دیکھا جائے گا۔"

"مگر پتا جی۔"

"نہیں بیٹیا اگر مگر نہیں۔ اگر تو کر سکتی ہے تو میری ایک مدد کر۔ اپنی اور اپنی چھوٹی بہن کی حفاظت کر۔ بابو موہن لال تیرے ماما جی بڑے اچھے آدمی ہیں۔ وہاں تم دونوں کا دل بہل جائے گا اور تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔"

"مگر اچانک۔"

"ہاں ہاں میں بابو موہن لال کو خط لکھ دوں گا۔ وہ تیری اچھی طرح سے دیکھ بھال کریں گے۔ اپنا زیور وغیرہ سب سے پہلے جلدی کر اپنے کپڑے باندھ لے۔ دیر کرنا اچھا نہیں ہوگا۔"

میں تیار ہو گئی۔ رادھا کو سوتے سے اٹھا کر جب یہ بتایا گیا کہ کچھری چل رہے ہیں تو وہ خوشی سے اچھل پڑی۔ راستے میں گاڑی میں بیٹھ کر وہ مجھ سے فضول باتیں کرتی رہی۔ کہنے لگی کیا ٹانگہ پر دیا ہے تھکے آگئی۔ انھوں نے ہمیں کچھری بھیجنے کا فیصلہ کیے دیا۔ اب میں اس بے وقوف کو کیا بتاتی کہ صورت حال کیا ہے پھر ہم کچھری پہنچ گئے۔

پتا جی کے بارے میں ساری تفصیلات مجھے بعد میں معلوم ہوئیں۔ پتا جی صبح تک انتظار کرتے رہے۔ اور صبح جیسے ہی سورج نکلا پولیس کی گاڑی ہمارے دروازے کے پاس آ کر رکی۔ پولیس افسر باہر نکلا اور اس نے دروازے پر دستک دی۔ پتا جی نے دروازہ کھولا اور پولیس افسر کو دیکھ کر مشتعل نہ ہوئے وہ بے چارے تو کسی پر کوئی الزام نہیں دینا چاہتے تھے۔ پولیس افسر نے انھیں دیکھ کر کہا۔

"دیوان کرن لال جی آپ کو گرفتار کیا جاتا ہے۔"

"مگر کیوں مہاراج؟"

"یہ بات تو تھانے چل کر ہی معلوم ہو گی۔"

"مہاراج رادھن سنگھ کو میری گرفتاری کی اطلاع دے دی جائے۔" پتا جی نے کہا اور پولیس افسر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں ہاں دے دی جائے گی۔ آپ چنتا نہ کریں آئیے۔"

پتا جی کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دی گئیں اور تھانے لے جا کر انھیں بند کر دیا گیا۔ ابھی تک پتا جی کو یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ رادھن سنگھ جی نے انھیں کس الزام میں گرفتار کرایا ہے۔ ہاں گوندر نے انھیں جو کچھ بتایا تھا اس کے تحت وہ اتنا جانتے تھے کہ اس گرفتاری میں رادھن سنگھ کا ہاتھ ہے۔

دوسرے دن پتا جی کو لاک اپ سے نکال کر تھانے دار کے کمرے میں پہنچا دیا گیا اور تھانے دار نے انھیں بتایا کہ انھیں قتل کے الزام میں گرفتار کیا گیا ہے۔

"قتل، کیسا قتل۔"

"ثبوت مل چکے ہیں دیوان کرن لال جی، ثبوت بھی مل چکے ہیں۔"

"کیا مطلب میں نہیں سمجھا، براہ کرم مجھے سمجھایا جائے۔"

اور جو کچھ انھیں سمجھایا گیا اس نے پتا جی کی آنکھیں کھول کر رکھ دیں۔ کچھ تصویریں تھیں جن میں پتا جی ایک لاش کو اپنے کندھے پر لادے لیے جا رہے تھے۔ جگہ کا اندازہ بھی ہو رہا تھا۔ پتا جی نے یہ فوٹو گراف فوراً ہی پہچان لیے۔ یہ وہ لاش تھی جو رادھن سنگھ جی نے ان کے حوالے کی تھی اور کہا تھا کہ اسے باؤلی میں پھینک آئیں۔ پتا جی کو روشنیوں کے وہ جھماکے بھی یاد آ گئے جو ان پر ہوئے تھے اور جن پر وہ غور نہیں کر سکے تھے لیکن یقیناً وہ فلیش لائٹ والے کیمرے تھے، جن کے ذریعے پتا جی کی تصاویر لی گئی تھیں۔ اور اسی طرح رادھن سنگھ نے انھیں مجرمی کے جال میں پھانس لیا تھا۔

ان تصویروں کو دیکھ کر پتا جی ششدر رہ گئے۔ پولیس افسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کہیے دیوان کرن لال جی ان تصویروں کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔"

"یہ سب کچھ میں نے رادھن سنگھ کے کہنے پر کیا تھا۔"

"بڑی اچھی بات ہے گویا آپ نے رادھن سنگھ کو مجرم ٹھہرانے کی کوشش کی تھی۔ لاش کو آپ نے جا کر باؤلی میں پھینکا تھا۔"

"م... مجھے... مجھے مجبور کیا گیا تھا۔"

"کمال کی بات ہے، مجبوراً جرم نہیں کیا جاتا آپ اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے لیے ایک سادہ لوح شخص پر الزام لگا رہے ہیں۔ دیوان کرن لال جی آپ بھی کمال کے آدمی ہیں۔ اس کے بعد آپ پر یہ وحشت کیوں سوار ہوئی تھی آپ جیسے مجرموں کو تو کتے

کی موت مرنا چاہیے۔" افسر بڑبڑانے لگا۔ پتا جی کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ واقعی انھوں نے رادھن سنگھ کے خلاف رپورٹ درج کرائی تھی۔ یہی پولیس افسر تھا جس سے انھوں نے رادھن سنگھ کے بارے میں کہا تھا اور اسی پولیس افسر نے انھیں گرفتار کر لیا تھا، لیکن ٹھوس ثبوتوں کے ساتھ۔

اور اس ثبوت کی تردید پتا جی کے بس کی بات نہیں تھی۔ وہ بلبلاتے سب کچھ کہتے رہے لیکن پولیس افسر نے کہا کہ یہ ثبوت آپ کی زبان سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ یہ بات بہت بڑی تھی۔ پتا جی کو بے سبب کچھ کر اپنی بے عزتی بھی کرانی تھی کیونکہ ثبوت اُن کے خلاف موجود تھے۔ پتا جی کو باقاعدہ جیل میں بند کر دیا گیا اور اس کے بعد ہماری بستی میں یہ خبر چاروں طرف پھیل گئی۔ لوگ طرح طرح کی باتیں کرنے لگے۔ دیوان کرن لال جی کو نہ جانے کتنا برا بھلا کہا گیا۔ میری ماتا جی کو اُن کے گھر سے نکال دیا گیا۔ اور اس سلسلے میں تمام کارروائی رادھن سنگھ کی طرف سے ہوئی۔ رادھن اپنے چشم دید دشمن کو نیست و نابود کر چکا تھا۔ پتا جی کی زندگی کے بارے میں اب کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ ماما موہن لال نے تمام خبریں سنیں تو حیران رہ گئے تھے۔ اخبار میں پتا جی کی تصویر دیکھ کر وہ ہمارے پاس پہنچے اور انھوں نے کہا۔

"کوشل بیٹا یہ سب کیا ہے؟"

"میں کیا بتاؤں ماما جی۔ پتا جی کے خلاف ایک بڑی سازش ہوئی ہے۔" میں نے کہا۔

"مگر یہ تصویریں تو سازش نہیں ہیں۔ ان میں تو کوئی ٹرک بھی نظر نہیں آتی۔" ماما جی بولے۔ "میں نہیں جانتی بھگوان کی سوگند میں نہیں جانتی۔" ماما جی پریشان ہو گئے۔ بستی پہنچے اور وہاں سے ماتا جی کو ساتھ لے آئے۔ ماتا جی کی حالت پاگلوں جیسی ہو رہی تھی۔ جس وقت وہ ہمارے پاس آئیں سخت بخار میں مبتلا تھیں اور ہذیان بک رہی تھیں۔ انھیں بہت سمجھانے بجھانے کی کوشش کی گئی لیکن وہ یہی کہتی رہیں کہ اب پتا جی کی زندگی نہیں بخشی جائے گی۔ ماتا جی کو کچھ ایسی بیماری لگی کہ ہفتہ بھر کے اندر اندر ہی وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ ہو کر رہ گئیں۔ ان پر ہمیشہ غنودگی طاری رہتی تھی اور پھر اس واقعے کے تیس دن بعد ایک صبح ماتا جی کی سانس بند ہو گئی۔ ہمارے اوپر غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ ہمارے بھرے پُرے گھر کو آگ لگ گئی تھی۔ میں اور روپا بری طرح رو رہے تھے۔ بابو موہن لال جی سب کو چپ کرا رہے تھے لیکن وہ خود بھی بہت پریشان تھے۔ سمے گزر گیا۔ پتا جی کے بارے میں بس ماما جی سے ہی کچھ معلوم ہو جاتا تھا۔ پتا جی پر مقدمہ چل رہا تھا سب کو منع کر دیا گیا تھا کہ کوئی ان کی پیروی نہ کرے۔ پوری بستی میں سے کوئی بھی پتا جی کے حق میں گواہی دینے کو تیار نہ تھا۔ یہاں تک کہ ایک سرکاری بابو موہن لال جی کے پاس بھی پہنچ گیا اور رادھن سنگھ کی طرف سے انھیں یہ پیغام دیا گیا کہ برائی کے خلاف اپنے بہنوئی کا ساتھ دینا چاہیے اور رشتہ داری کی بنا پر ایک مجرم کو بچانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ بے چارے موہن لال جی ایک اسکول میں ماسٹر تھے۔ اُن کی کیا حیثیت تھی کہ وہ پتا جی کی طرف سے مقدمہ لڑنے کی کوشش کرتے۔ جیسے پتا جی کو پھانسی کی سزا سنا دی گئی۔ ہم دونوں نے یہ خبر سنی تو ہمارے دل دہل کر رہ گئے۔ اب اس سنسار میں ہمارا کوئی نہیں تھا۔ کوئی نہیں تھا ہمارا سوائے بابو موہن لال جی کے جو سخت پریشان تھے۔ ہمارا بوجھ اُن پر آن پڑا تھا۔ گھر میں جو سامان تھا اس پر رادھن جی کی طرف سے قبضہ کر لیا گیا تھا۔ نجانے کتنے دن گزر گئے پھر ایک دن چندو ہمارے پاس آیا۔ اس کی حالت خراب ہو رہی تھی۔ اس نے آکر بابو موہن لال جی کو بتایا کہ بالآخر رادھن سنگھ مہاراج کو یہ معلوم ہو گیا ہے کہ دونوں لڑکیاں بابو موہن لال جی کے پاس ہیں۔ انھوں نے کسی طرح معلوم کر لیا کہ میں نے انھیں یہاں پہنچایا ہے۔ مجھے پکڑ کر حویلی بلایا گیا اور خوب مارپیٹ کی گئی۔ تو میں نے ساری صورت حال اُگل دی۔ مگر دیوان جی بہت دیالو آدمی تھے۔ ہم پر بڑے احسان تھے اُن کے۔ میں اپنی زندگی کی قیمت پر آپ لوگوں کو یہ بات بتانے آیا ہوں کہ اب روپا اور کوشل یہاں محفوظ نہیں ہیں۔"

"مگر رادھن سنگھ کی دشمنی تو دیوان کرن لال سے تھی۔ وہ بے چارے اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ اُن کی بیٹیوں نے کیا قصور کیا ہے؟"

"آپ سوچ لیجیے موہن لال جی سب کچھ آپ پر ہی منحصر ہے۔ میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" چندو نے کہا۔

"خیر جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔ جیسی بھگوان کی مرضی۔"

میں نے یہ ساری باتیں سنیں۔ میری ذہنی کیفیت ان دنوں بہت خراب تھی۔ ماتا پتا جی چلے گئے تھے گھر اجڑ گیا تھا۔ ہم دونوں لاوارثوں کی طرح ماما جی کے گھر میں پڑے ہوئے تھے۔ یہ تمام چیزیں میرے سینے میں آگ بھڑکا رہی تھیں اور میں سوچتی تھی کہ کسی طرح مجھے رادھن سنگھ سے انتقام لینے کا موقع مل جائے لیکن کرودھ میں بھلا اس کے خلاف کیا کر سکتی تھی۔ دل ہی دل میں گھٹتی رہتی اور سوچتی رہتی کہ اب کیسے جیون بتاؤں گی۔ روپا کی زندگی میرے سامنے تھی۔ ماما لال بے چارے سخت پریشان تھے اور سوچتے تھے کہ اب ان کا کیا بنے گا۔ ان بچیوں کو نکالا بھی نہیں جا سکتا اور اپنی زندگی داؤ پر بھی نہیں لگائی جا سکتی۔ میں اُن کی پریشانی محسوس کر رہی تھی۔ میرا دل جانتا تھا کہ ماما جی کی کیفیت کیا ہے۔ ایک دن ایک ترکیب میرے ذہن میں آگئی۔ اور میں نے ماما جی سے کہا۔

"ماما جی ایک بات کہوں بُرا تو نہیں مانیں گے؟"

"کہو۔" انھوں نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ان دنوں اُن کا رویہ بے ساختہ خاصا سرد ہوتا جا رہا تھا۔ غالباً وہ یہ سوچ چکے تھے کہ بچیوں سے نجات پا کر اپنی زندگی بچانا چاہیے۔ اُن کا بھی اپنا ایک خاندان تھا جو رادھن سنگھ کی دشمنی کی وجہ سے تباہ ہونے والا تھا۔ ایک تباہ شدہ خاندان کا وہ حشر دیکھ چکے تھے اور اپنے خاندان کے ساتھ وہ یہ سلوک کرنا نہیں چاہتے تھے۔ انھیں یہ علم ہو چکا تھا کہ رادھن سنگھ اس بات کو اچھی طرح سے جانتا ہے کہ کرن لال کی بیٹیاں اُن کے گھر میں ہیں۔ بہرحال وہ میری شکل دیکھتے رہے۔ میں نے اُن سے کہا۔ "ماما جی اگر رادھن سنگھ کے آدمی مجھے لینے آئیں تو آپ اس سلسلے میں کوئی تعرض نہ کریں۔ روپا تو ابھی چھوٹی ہے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ اس کی طرف تو کوئی دھیان بھی نہیں دیا جائے گا لیکن اگر وہ مجھے حاصل کرنے آئیں تو آپ مجھے نہ روکیں۔" ماما جی یہ سن کر چونک پڑے۔ شاید اُن کی غیرت جاگ اُٹھی تھی۔ وہ تیزی سے بولے۔

"نہیں نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کوشل تو میری بہن کی نشانی ہے۔ کیا کہہ رہی ہو۔ آہ میں کیا کروں میں ایک غریب اسکول ماسٹر بھلا ایک اتنے بڑے آدمی سے کیسے ٹکر لے سکتا ہوں۔ میں تم کو بھی کہاں لے جاؤں۔ میرے حالات اتنے خراب ہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اب ہمارا جیون کیسے گزرے گا۔"

"ماما جی جو کچھ میں کہہ رہی ہوں آپ اس کو ذہن میں رکھیے اگر کوئی لینے آئے تو مجھے چلا جانے دیں۔" ماما جی گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگے پھر بولے۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بھگوان کیا کر رہا ہے۔" ماما جی خاموش ہو گئے۔ میں اپنے ذہن میں کچھ منصوبے بنا رہی تھی اور اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو آہستہ آہستہ تیار کر لیا۔ میں اپنا جیون داؤ پر لگا چکی تھی اور ماتا جی کا بدلہ لینا چاہتی تھی۔ ایک تیز چھری میں نے اپنے لباس میں چھپا لی تھی۔ نہ جانے کیوں مجھے یقین تھا کہ میرے ساتھ کچھ نہ کچھ ضرور ہوگا۔ زندگی اس طرح نہیں گزر سکتی تھی۔ اور یہ بات بھی میں جانتی تھی اور مجھے یہ بات پتا جی سے معلوم ہو چکی تھی کہ رادھن سنگھ ایک بدنام آدمی ہے اور نوجوان لڑکیوں کا رسیا ہے۔ مجھے دیکھ چکا تھا اور اپنے دشمن کی بیٹی کو وہ بھول نہیں سکتا تھا۔ اس نے یہ بات معلوم کر لی تھی کہ مجھے کہاں پہنچایا گیا ہے۔ میرا اندازہ غلط نہیں نکلا۔ ایک دوپہر کو چند گھوڑے سوار بابو موہن لال جی کے مکان پر پہنچ گئے۔ موہن لال جی اسی وقت اسکول سے فارغ ہو کر آئے تھے۔ گھوڑے سوار چندر گڑھ سے [illegible] تھے۔ موہن لال جی اُن سے بات کرتے رہے اور اس کے بعد ہانپتے کانپتے میرے پاس آ گئے۔

"رادھن سنگھ کے آدمی آئے ہیں کوشل۔ کہتے ہیں کہ دیوان کرن لال جی رادھن سنگھ جی کے ملازم تھے وہ مر چکے ہیں، اُن کی اولاد کی پرورش کرنا رادھن سنگھ جی کا کام ہے چنانچہ انھوں نے دونوں بیٹیوں کو طلب کیا ہے۔ اب بتاؤ میں کیا کروں؟"

"میں پہلے ہی کہہ رہی تھی ماما جی۔ مگر دونوں کی ضرورت نہیں ہے۔ روپا کو حفاظت سے آپ اپنے ساتھ رکھیے میں چلی جاتی ہوں۔"

"مگر وہ چاہتے ہیں کہ دونوں۔"

"میں اُن سے بات کیے لیتی ہوں۔" میں نے کہا اور روپا کا بازو چھڑا کر باہر نکل آئی۔

میں نے اُن میں سے اس شخص کو دریافت کیا جو نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔ اُن میں سے وہی شخص میرے سامنے آگیا۔ میں نے اس سے کہا۔

"روپا کو میں نے یہاں کے اسکول میں داخل کرا دیا ہے وہ ابھی پڑھ رہی ہے بچی ہے تم دیکھ لو۔ میں رادھن سنگھ جی کے چرنوں میں چلی جاتی ہوں، میں ان سے بات کر لوں گی۔ تم اس کی چنتا مت کرو۔" میری بات اُن لوگوں نے مان لی اور پھر مجھے ایک رتھ میں بٹھا کر واپس چندر گڑھ میں لایا گیا۔

میں دل ہی دل میں رو رہی تھی میں جانتی تھی کہ میرے ساتھ اب کیا سلوک ہونے والا ہے لیکن اس سے پہلے کہ میں اس کی بدسلوکی کا شکار ہوں میں اپنا جیون بلیدان کر دینا چاہتی تھی۔ وہ لوگ مجھے لے کر رادھن سنگھ کے مندر میں پہنچ گئے۔ سادھو منش آدمی ایک مرگ چھالا پر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ مجھے اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر اس نے میرے عقب میں دیکھا اور اپنے آدمیوں سے بولا۔

"اس کی بہن کو نہیں لائے تم؟"

"مہاراج وہ آٹھ سال کی بچی ہے اور شملے کے وہاں کے اسکول میں داخل ہو گئی ہے۔" اس لڑکی نے کہا کہ وہ آپ سے بات کرے گی۔"

"اوہ اچھا اچھا۔ ٹھیک ہے کوئی بات نہیں، ہم اس سے بات کر لیں گے۔" پھر وہ آہستہ سے بولے۔

"بہتری کرن لال جی ہمارے دیوان تھے اور بہت اچھے انسان تھے۔ ہمیں ان کی موت کا بڑا افسوس ہے۔ سُنا ہے تمہاری ماں بھی مر گئیں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ راؤ دھن سنگھ تھوڑی دیر تک انتظار کرتا رہا پھر بولا۔

"بہرطور جتنا مت کرو ہم تمہیں دیا ہیں کسی بھی انسان کو دکھ میں نہیں دیکھ سکتے۔ تمہاری بہن اگر بھی بہت چھوٹی ہے تو ہمیں دو۔ تم یہاں رہو۔ اس کے بعد جب وہ بڑی ہو جائے گی تو ہم اسے بھی یہاں بلوا لیں گے۔"

میں نے دل ہی دل میں آہ کرتے ہوئے کہا کہ پاپی اس سے کم تیرا جیون ہی نہ ہوگا جب میری روپا کو کوئی نقصان بھی پہنچے گا۔

دوسرے لوگ چلے گئے تو راؤ دھن سنگھ نے کہا۔

"اب تم یہاں اسی حویلی میں رہو گی کوشل، ہم تمہیں رانیوں کی طرح رکھیں گے۔ دیوان جی نے بڑا کیا تھا ہمارے خلاف رپورٹ درج کرانے گئے تھے وہ اور تم خود سوچو ہمارا کھاتے رہے وہ ہمارے خلاف کیسے کام کر سکتے ہیں۔"

میں نے اب بھی جواب نہ دیا۔ تو وہ کسی قدر درشت لہجے میں بولا۔

سنو اگر تم مجھ سے نفرت کرتی ہو تو یہ تمہارے حق میں برا ہوگا۔ تمہیں اچھا ہو، ہم سے محبت کرو، ہم بھگوان ہیں ہمارے منہ سے نکلا ہوا ایک لفظ تمہارا جیون بنا دے گا اور دوسرا لفظ تمہیں اس سنسار سے مٹا دے گا۔

میں مہاراج کی داسی ہوں۔ میں نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ مکاری سے کام لینا ضروری تھا۔ جانتی تھی کہ میری طاقت اس راکشس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے اس لیے ہوشیاری سے کام لینا تھا۔ جیون دان کرنے کا فیصلہ کر چکی تھی تو ایسی جذباتی باتوں سے کیا حاصل؟ مجھے مکاری سے کام لینا چاہیے تاکہ میں اپنا کام پورا کر سکوں۔ راؤ دھن سنگھ جی نے کہا کہ ابھی مجھے ان کے ساتھ یہاں مندر ہی میں رہنا ہوگا اس کے بعد وہ میرے لیے حویلی میں کوئی مناسب بندوبست کر دیں گے اور میرا وظیفہ جاری ہو جائے گا اور میں عیش و عشرت سے زندگی گزار سکوں گی۔

جس حجرے میں مجھے پہنچایا گیا وہ کسی مندر کا حجرہ نہیں معلوم ہوتا تھا وہ تو ایک باقاعدہ عیش گاہ تھی جہاں اونچے اونچے قالین بچھے ہوئے تھے۔ بہترین ریشمی پردے پڑے ہوئے تھے دنیا کی ہر چیز وہاں موجود تھی پھل برتنوں میں سجے ہوئے تھے عجیب و غریب سے چاروں طرف رکھے ہوئے تھے جو عجیب سی خوشبو اور بے شرمی کا مظہر تھے ایک بڑی سی مسہری ایک طرف بچھی ہوئی تھی جس پر بڑا موٹا سا گدا تھا اور پرتکلف تکیے ہوئے تھے جس میں سمیعیں روشن تھیں۔

میں نے اس عیش کدے کو دیکھا اور دل ہی دل میں سوچا کہ وہ پاپی جو راؤ دھن سنگھ کو ایک سادھو سمجھتے ہیں کاش آ کر اس کی یہ رہائش گاہ دیکھ لیں تو صورتحال ان پر کھل جائے لیکن اتنے بڑے آدمی پر یہ الزام کون لگا سکتا تھا کون اس کی اس عیش گاہ تک پہنچ سکتا تھا اور پھر پتا جی کے کچھ اور الفاظ بھی مجھے یاد تھے راؤ دھن سنگھ کی اپنی جگہ محدود نہیں تھی۔ اس کی زمینداری چند گڑھ تک محدود نہیں تھی بلکہ بتانے کے مطابق کچھ روپیہ باہر سے بھی آتا تھا لیکن کہاں سے اس بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ چنانچہ اس شخص کے بارے میں سوچتے ہوئے یہ اندازہ بخوبی ہو جاتا تھا کہ اس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں اور اسے مارنا آسان کام نہیں ہوگا۔ مجھے مکاری سے کام لینا ہوگا تاکہ میں اس راکشس کو تباہ کر سکوں۔

میں اس حجرے میں بیٹھی وقت کا انتظار کرتی رہی۔ دیر کے بعد دو عورتیں آئیں۔ وہ اچھی خاصی تندرست تھیں چہرے ہی سے فاحشہ معلوم ہوتی تھیں ان کا انداز بھی بڑا واہیات تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرانے لگیں اور پھر ان میں سے ایک مجھ سے شرمناک گفتگو کرنے لگی۔ وہ مجھ سے پوچھ رہی تھی کہ میں نے زندگی میں کبھی کسی لڑکے سے تو محبت نہیں کی کبھی کوئی میرے بالکل قریب پہنچا یا نہیں۔

میں نے ان پر لعنت بھیجی اور ان سے کہا کہ وہ شرم کریں عورتوں کی حیا اپنے پاس رکھیں جس پر وہ دونوں قہقہے لگانے لگیں اور پھر بولیں۔

ہاں ہم عورت ہیں اور اپنی ساتھی عورتوں میں نکھار دیکھنا چاہتی ہیں۔ چلو تمہیں دلہن بنا دیں۔

کیا بکواس کرتی ہو کیسی دلہن۔

آ جاؤ اچھے کپڑے پہن کر اچھی شکل بنا کر تم بڑی سندر لگو گی۔ ویسے بھی بڑی حسین ہو۔ اگر من موہ لیا راؤ دھن سنگھ جی کا تو شاید وہ کچھ نہ ہو جو ہوتا آ رہا ہے۔

میں ان کی باتوں کا مطلب سمجھ رہی تھی لیکن انجان بن رہی تھی۔ میرے ذہن میں ایک نیا خیال آیا وہ یہ کہ میں اپنی چھری کو کسی طرح چھپا دوں۔ چنانچہ اس وقت یہ ممکن نہیں تھا میں نے ان سے کہا کہ میں ذرا ہاتھ روم جانا چاہتی ہوں انہوں نے مجھے اجازت دے دی۔

تھوڑے ہی فاصلے پر باتھ روم تھا۔ اس سے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں یہ چھری باتھ روم میں کسی مناسب جگہ چھپا دوں کیونکہ وہ کم بخت میرا لباس تبدیل کرانے کے لیے تیار تھیں اور لباس تبدیل کرانے کی صورت میں چھری کا دوسروں کی نگاہ ہوں میں آ جانا لازمی تھا۔

باتھ روم میں پہنچ کر میں نے ایک مناسب جگہ کی تلاش کی اور چھری خلا میں رکھ دی میں اس چھری کو با آسانی دوبارہ حاصل کر سکتی تھی یہاں پاس میں ہی ایک باتھ روم تھا جس کی وجہ سے مجھے اطمینان تھا کہ میں دوبارہ بھی یہاں آ سکتی ہوں۔

بہرطور چند منٹ کے بعد میں واپس آ گئی اور انہوں نے مجھے ایک حسین لباس پہنا دیا میرے چہرے پر پالش لگائی گئی۔ طرح طرح سے مجھے سنوارا گیا۔ میں نے کوئی تعرض نہیں کیا تھا اور اس کے بعد تک دلہن بن کر بیٹھ گئی۔

میں اپنی تقدیر کو کوس رہی تھی۔ دل میں تو جانے کیا کیا تھا لیکن تقدیر نے یہاں ایسی جگہ لا چھوڑا تھا جو ایک پاپی راجہ دلہن کی خواب گاہ تھی۔

اور پھر وہ منحوس راکشس کمرے میں داخل ہو گیا۔ سر سے شراب کے جھٹکے اتر رہے تھے آنکھوں میں شیطنت جھانک رہی تھی۔ وہ میرے قریب آ کر بیٹھنے لگا۔

پہلی ہی نگاہ میں یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ تم کتنی سندر ہو۔ وہ دیوان کرن لال جی مر گئے لیکن ایک ایسا انمول ہیرا دے گئے کہ انہیں عرصے تک نہیں بھول سکیں گے۔

میں نفرت بھری نگاہوں سے اس منحوس انسان کو دیکھ رہی۔ اسے بدترین سبق دینا چاہتی تھی۔ دل میں طوفان اٹھ رہے تھے۔ لیکن ان طوفانوں کو دبانا ضروری تھا۔ جلد بازی کام بگاڑ سکتی۔ چنانچہ میں نے خود کو سنبھال لیا۔

تم اتنی سندر کیوں ہو سندری۔

میں کیا جانوں مہاراج؟ میں نے کہا۔

دیوان کرن جی لال عجیب آدمی تھے کیا کمی تھی انہیں ہمارے اس راج میں جیون گزار رہے تھے، سماج سدھار کی من میں آئی اور ہم سے بیر باندھ لیا۔ چنتا مت کرو۔ وہ نہیں رہا۔ تو کیا ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اپنے جیتے جی تمہیں کوئی تکلیف نہ ہونے دیں گے۔ یہاں رہ کر تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟

نہیں مہاراج۔

کسی نے کوئی الٹی سیدھی بات تو نہیں کی۔

بالکل نہیں مہاراج۔

ہماری ماتحتی رہو۔ تم دیکھو گی سب تمہارا حکم مانیں گے کوئی تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھے گا۔

میں بے سہارا ہی تو ہوں مہاراج۔

ارے تمہیں سندری ہم جو تمہارا سب سے بڑا سہارا ہیں ہم پر پورا بھروسہ، خواہش کر سکتی ہو۔ ہمارے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟

بتا سکتی ہوں آپ مہاراج میں آپ کو اپنے پتا کی جگہ سمجھتی ہوں میں نے ایسے حالات میں بھی اپنے دل کی بھڑاس نکالنے میں کمی نہ کی۔ وہ چونک کر پیچھے ہٹ گئے۔

کیا کہتی ہو سندری ذرا غور سے دیکھو ہمیں اچھی طرح غور کرو ہم پر، ہم تمہارے پتا تو کہیں سے نہیں لگتے ہم تو تمہارے چاہنے والے ہیں چاہتے ہیں تمہیں۔

آپ جو کچھ بھی کہیں مہاراج میرے من میں آپ کے لیے یہی جگہ ہے۔

بکواس مت کرو بے وقوف لڑکی تمہارے یہ الفاظ تمہیں نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں۔

حقیقت تو کہنا ہی ہوگی مہاراج آپ جو کچھ بھی سوچ لیں۔

میں کہتا ہوں بکواس مت کرو کم بخت ذلیل تو نے سارا موڈ چوپٹ کر دیا ہے۔ راؤ دھن سنگھ جی جھلاتے ہوئے حجرے سے باہر نکل گئے دل ہی دل میں، میں نے سوچا کہ اس طرح میری زندگی بچ سکتی ہے امید نہ تھی جو کچھ ہو چکا تھا اس کے بعد اس کمینہ صفت آدمی کے پاس پہنچ گئی کیا یہ مجھے اتنی آسانی سے نکل جانے دے گا۔

رات گزر گئی دوسرا دن بھی خاموشی سے گزرا کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی جو میرے لیے تکلیف دہ ہوتی لیکن دوسری شام تقریباً ایک سو کھا سڑا آدمی میرے پاس پہنچا اس کے چہرے سے خباثت ٹپک رہی تھی آنکھوں میں مکاری کی چمک تھی۔ میرے نزدیک بیٹھ کر وہ بڑے پیار سے بولا۔

"بیٹا، کوشل ہے نا تمہارا نام؟"

"تم کون ہو؟"

ہمدرد ہیں تمہارے کیا بتائیں بے چارے کرن لال جی سے ہماری کیسی دوستی تھی بچپن کے دوست تھے ہم دونوں۔ کیا نام ہے تمہارا

چوکھے لال۔

بہر طور کہو چوکھے لال مجھے کیا کرنا ہے کیا کہنے آئے ہو میں نے کہا دل ہی دل میں، میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ چوکھے لال دراصل راوھن سنگھ کا آدمی ہے ورنہ اگر وہ پتا جی کا کوئی دوست ہوتا تو پتا جی کی زبانی وہ کم از کم اس کا نام ان کی زبانی ضرور سنتی اور اس کی شکل سے بھی یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ایک مکار صفت آدمی ہے اور کسی خاص مقصد کے تحت ہی یہاں آیا ہے۔

بیٹیا کرن لال جی اس سنسار میں نہیں ہیں تمہاری ماتا جی بھی مر چکی ہیں بہن ہے تمہاری ایک چھوٹی کیا تم یہ نہیں چاہو گی کہ تمہاری بہن آرام سے جیون گزارے پڑھے لکھے عیش کرے تو کیا تمہارا من یہ نہیں چاہتا۔

اپنے مطلب کی بات کرو چوکھے لال جی۔

میں نے سنا ہے کہ تم نے راوھن سنگھ جی کو ناراض کر دیا ہے بے وقوف ہو تم بڑے بڑے لوگ یہ خواہش کرتے ہیں کہ ان کی بیٹیاں راوھن سنگھ جی کی نظر انتخاب حاصل کریں اور تم ہو کہ انہیں پریشان کر رہی ہو میری مانو بیٹیا تو انہیں خوش کرو جیسا وہ کہیں ویسا کرو انہیں بے کار باتوں سے ناراض نہ کرو۔

ہوں۔ چوکھے لال تمہاری کوئی بیٹی ہے۔

نہیں ہے۔

تو پھر تم سے کچھ کہنا ہی بے کار ہے جاؤ دفع ہو جاؤ میری نگاہوں کے سامنے سے۔

مگر بیٹیا۔

میں کہتی ہوں جاؤ نکل جاؤ یہاں سے ورنہ۔

سوچ لو بیٹیا اچھا نہیں ہوگا تمہارے حق میں بھی اور تمہاری بہن کے حق میں بھی۔

جو کچھ ہوگا وہ میری تقدیر ہوگی تم یہاں سے دفع ہو جاؤ خبیث بوڑھے۔ میں نے پاؤں کی جوتی اتاری اور پوری طرح چوکھے لال کے منہ پر دے ماری۔ خاصی زور دار ضرب تھی چوکھے لال کا ہونٹ کٹ گیا اور وہ جلدی سے بھاگ کھڑا ہوا دروازے پر رک کر اس نے مجھے گھورا اور کہنے لگا۔

تو۔ یہ سوچ لے کہ تو اپنی تقدیر پر پسپائی کا پھیرا چکا ہے اب جو کچھ ہوگا اسے بھگتنے کے لیے تیار ہو جا۔

جاتا ہے یا دوسری جوتی اتاروں میں نے کہا اور دوسری جوتی اٹھائی وہ ایسا غائب ہوا کہ پھر نظر نہ آیا۔ میں خاموشی سے دیکھتی رہی بات کو دس ساڑھے دس بجے کے قریب راوھن سنگھ شراب کے نشے میں دھت میرے کمرے میں پہنچ گیا آج وہ اپنے حواس کو کھو کر آیا تھا چنانچہ میرے تمام الفاظ اس کے سامنے بے اثر تھے میں نے اسے پھر پیچھے ہٹانا چاہا تو اس نے ہنس کر کہا۔

نہیں۔ میں صرف اس کا پتا ہوں جو میری بیوی کی کوکھ سے پیدا ہوئی باقی اور کسی کا پتا نہیں ہوں میں بے وقوف مت بنا مجھے لڑکی، تو مجھے بے وقوف مت بنا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ آج اپنے تمام احساسات شراب میں ڈبو کر آیا ہے۔ اور اب میرے لیے زیادہ خطرناک ہو گیا ہے اس کی دراز دستیاں بڑھتی چلی گئیں اور میں اس کے سامنے بے بس ہو گئی تو میں نے کہا۔

میں ابھی آتی ہوں۔

کہاں جا رہی ہو؟

ذرا باتھ روم تک۔ میں نے کہا۔

اوہ اچھا۔ اچھا ضرور جاؤ ہم انتظار کریں گے۔

باتھ روم میں پہنچ کر میں نے وہ چھری نکالی جو اس وقت میری ہمدرد و معاون تھی اس چھری کو اپنے لباس میں چھپائے میں اندر آ گئی اور راوھن کے سامنے پہنچ گئی شیطان میرے سامنے سینہ چوڑا کیے بیٹھا تھا اس خبیث انسان کی شکل دیکھ کر کراہت ہوتی تھی میں نے اپنے آپ کو سنبھالا ہمت کی اور اس کے نزدیک پہنچ گئی راوھن سنگھ کی بے باکیاں بڑھ گئیں تو میں نے احتیاط سے چھری اپنے لباس سے نکال لی اور پھر اس کا دستہ پکڑ کر پوری قوت سے اس کی پشت میں بھونک دیا راوھن سنگھ کے حلق سے ایک خوفناک چیخ نکلی اور اس کے ساتھ ہی میں نے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنیں میں چاہتی تھی کہ چھری کھینچ کر اس پر دوسرا وار کروں لیکن ایسا کرنے سے قبل ہی مجھے دبوچ لیا گیا اور پھر کسی نے مجھے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا میری ریڑھ کی ہڈی پر چوٹ لگی تھی اور ایک لمحے کے لیے زمین و آسمان گردش کرتے ہوئے محسوس ہوئے اس کے بعد میری آنکھوں میں تاریکی چھا گئی اس چوٹ نے مجھے بے ہوش کر دیا۔ ہوش آیا تو پتا ایک ایسی جگہ پڑی ہوئی تھی جہاں زمین پر کچھ نہیں تھا سامنے لوہے کی سلاخیں نظر آ رہی تھیں اور چاروں طرف ایک [illegible] پھیلی ہوئی تھی۔

چند لمحات حالات کا انتظار کرتی رہی اور دفعتاً پچھلے گزرے ہوئے واقعات یاد آئے تو میں اچھل کر بیٹھ گئی موٹی موٹی سلاخوں اور اس کے باہر پڑے ہوئے تالے کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانے میں کوئی دشواری نہ ہوئی کہ میں کسی قید خانے میں ہوں میں نے راوھن سنگھ پر چھری سے حملہ کیا تھا۔ آہ کاش میں اس کے پورے بدن کو اس طرح کاٹ سکتی جس طرح لوہے کے ٹکڑے کاٹے جاتے ہیں لیکن میرے ہاتھوں میں اتنی قوت نہیں تھی کم بخت نے اپنے آدمیوں کو پہلے سے متعین کر رکھا تھا اور وہ عیاش طبع لوگ اس کی خلوتوں میں موجود رہتے تھے انہوں نے مجھے پکڑ لیا کاش کاش وہ مر گیا ہو کاش میرا انتقام پورا ہو گیا ہو میں نے دل ہی دل میں دعا کی لیکن یہاں کوئی موجود نہیں تھا جس سے میں راوھن سنگھ کے بارے میں معلومات حاصل کرتی۔

سلاخوں والے دروازے کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔ باہر کی سمت دیکھا ایک چوڑا سا کمرہ نظر آیا جس کے دوسری طرف ایک دروازہ تھا جو بند تھا میری آواز اس دروازے سے باہر نہیں پہنچ سکتی تھی کیونکہ کمرہ خاصا وسیع تھا اور دروازہ مضبوط۔ تھک ہار کر پھر اپنی جگہ آ بیٹھی اور اپنے حال پر غور کرنے لگی تقدیر نے مجھے کس مقام پر لا پھینکا تھا اور اب نجانے کون سے راستے مجھے دکھانے والی تھی۔

بھوک پیاس سے آٹھ گھنٹے گزر گئے ان آٹھ گھنٹوں میں میں اپنے مستقبل کے بارے میں سوچتی رہی تھی زندگی پتا نہیں تو ٹھیک نہیں ہے میں بھلا ان حالات کا کیا مقابلہ کر سکوں گی۔ مجھے کیسے کیسے واقعات سے سابقہ پڑے گا اس سے بہتر تو یہ ہے کہ موت مجھے اپنا لے آہ تم چاہا نہیں کر سکتی تھی آہ یہ بات نہیں تھی لیکن مر جانا چاہتی تھی کاش کوئی مجھے قتل کر ڈالے میرے دل میں بس یہی آرزو تھی راوھن سنگھ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا تھا اس دوران کوئی یہاں آیا ہی نہیں تھا لیکن نو بجے کے قریب دروازہ کھلا اور پھر کچھ لوگ سلاخوں والے دروازے کے قریب آتے نظر آئے ان میں دو آدمی تھے اور ایک عورت عورت کی عمر تقریباً پچپن یا پینتالیس سال تھی چہرے ہی سے خوفناک لگتی تھی میرے سامنے آ کر رک گئی اور مجھے خونی نگاہوں سے دیکھنے لگی پھر اس نے کہا۔

لو یہ کھانا کھا پی لو۔ جو کچھ تم نے کیا ہے اس کا تمہیں بہت بڑا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔ میں نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا پھر آہستہ سے بولی۔

یہ بتاؤ راوھن سنگھ بچ گیا یا مر گیا۔

چلو اس نے اپنے ساتھ آنے والے دونوں آدمیوں کو اشارہ کیا کھانے کی ٹرے وہ سلاخوں والے دروازے کے سامنے رکھ گئے تھے میں اس میں سے صرف ہاتھ نکال کر کھانا کھا سکتی تھی ٹرے اندر تک نہیں کھینچ سکتی تھی دروازہ پھر بند ہو گیا عورت کی کیفیت دیکھ کر مجھے یہ احساس ہو گیا تھا کہ وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے اور یقیناً راوھن سنگھ کے خاص ملازموں میں سے ہے۔

کھانے کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی میں نے لیکن جب مزید کچھ وقت گزر گیا تو میں نے سوچا بغیر کھائے پیئے زندگی گزارنا ممکن نہیں جب تک سانسوں کی تار ایک دوسرے سے منسلک ہوتی ہے مجھے زندگی کی وہ تمام ضروریات پوری کرنی پڑیں گی جو انسان کا مقدر کر دی گئی ہیں لیکن کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا جو امید کی کوئی کرن دکھاتا۔

میں نے بے چارگی کے عالم میں سلاخوں میں سے ہاتھ نکال نکال کر کچھ چیزیں معدے میں پہنچائیں اور زمین پر جا کر لیٹ گئی زندگی کے گزرے ہوئے لمحات یاد آنے لگے بڑا تحفظ حاصل تھا ماں باپ کی زندگی میں لیکن اب یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کائنات میں دشمنوں کے علاوہ اور کسی کا وجود نہ ہو کیا ہو گا کیا ہونے والا ہے میرا کاش اس کم بخت راوھن سنگھ کے بارے میں پتا چل جاتا کہ وہ جیتا ہے یا مر گیا چھری کافی دور تک اس کے بائیں شانے کے نیچے پیوست ہو گئی تھی یقیناً پسلیوں کے جوڑ سے اندر گھس گئی ہو گی کیا اس کے بعد بھی وہ بچ سکے گا۔

بہر حال اس سوال کا جواب مجھے کوئی نہیں دے سکتا تھا دوسرا دن، تیسرا دن اور پھر بہت سے دن گزر گئے قید خانے میں پڑے پڑے میرے ہاتھ پاؤں شل ہو گئے تھے کبھی خون کی گردش رکنے لگتی تو اسی قید خانے میں دوڑ لگاتی کھانے پینے میں بھی میں نے تکلف سے کام لینا چھوڑ دیا تھا لباس میلا چیکٹ ہو گیا تھا بالوں میں گرد اٹ گئی تھی اور سر بھاری بھاری سا رہتا تھا۔

لیکن کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ میں اپنے وجود کو ان غلاظتوں سے پاک کر سکوں پتہ نہیں کیوں مجھے یہاں قید کر دیا گیا تھا جو لوگ کھانا لاتے وہ میری کسی سوال کا جواب نہ دیتے تھے وہ

بدقماش عورت ہمیشہ ان کے ساتھ آتی تھی اور میری طرف کڑی نظروں سے دیکھتی رہتی تھی کئی بار میں نے اس سے سوالات کرنے کی کوشش کی لیکن وہ نفرت سے منہ پھیر کر واپس چلی جاتی تھی۔

مجھے اندازہ نہیں رہا تھا کہ مجھے یہاں کتنے دن ہو گئے تھے غالباً مہینہ یا ڈیڑھ مہینہ گزر چکا ہو گا اب میری حالت وحشی جانوروں جیسی ہو گئی تھی تب ایک دن میری تقدیر میں کچھ تبدیلی رونما ہوئی اس بار اس عورت کے ساتھ دو مردوں کے علاوہ کچھ اور عورتیں بھی تھیں لیکن آج وہ کھانا نہیں لائے تھے مجھے روزانہ کھانا دینے والی عورت نے کہا۔

چلو باہر نکلو۔ اس کے ساتھ ہی اس نے دروازے کا تالا کھول دیا تھا میں وحشت زدہ سی باہر نکل آئی میں نے سہمے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

کہاں لے جا رہے ہو مجھے۔

میں نہیں جانتی اس نے جواب دیا اور مجھے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے چل پڑی وہ عورتیں جو اس کے ساتھ آئی تھیں مجھے آگے دھکیل رہی تھیں پتہ نہیں یہ فرق کیوں روا رکھا گیا تھا اگر مرد ہی مجھے گھسیٹ کر لے جاتے تو کوئی ایسی بات نہ ہو جاتی یہاں کون سی میری قدر کی جا رہی تھی۔

وہ لوگ مجھے لیے ہوئے ایک کمرہ میں آئیں کشادہ اور آرام دہ کمرہ تھا یہاں ضروریات کی تمام چیزیں موجود تھیں تب اس عورت نے اشارہ کیا۔

جاؤ غسل کر لو۔ میں غسل کرنے کے لیے بے چین تھی جو حالت ہو رہی تھی اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی تھی اندر داخل ہو کر میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور پھر لباس اتار کر نل کے نیچے بیٹھ گئی۔

میں نے اپنے بدن سے ایک ڈیڑھ ماہ کی غلاظت اتاری اور یوں محسوس ہوا جیسے نیا جنم لیا ہو لیکن لباس وہی میلا اور چیکٹ لباس کو پہننے کو میرا جی نہیں چاہ رہا تھا دفعتاً دروازہ کھلا اور وہی عورت اندر داخل ہو گئی مجھے حیرت ہوئی میں نے تو دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا لیکن پھر مجھے اندازہ ہوا کہ یہ اس قسم کا تالا ہے جسے باہر سے بھی کھولا جا سکتا ہے۔

میں اسے دیکھ کر اپنا بدن چرانے لگی تو وہ ایک مکروہ سی ہنسی ہنس دی۔

لو یہ کپڑے پہن لو کپڑے لائی ہوں تمہارے لیے

اس نے کہا سنگ کا ایک ریشمی لباس تھا مجھے اس وقت دوسرے لباس کی ضرورت تھی چنانچہ میں نے انکار نہیں کیا اور لباس اس کے ہاتھ سے جھپٹ کر اپنا آپ اس میں چھپا لیا عورت ہنستی ہوئی باہر نکل گئی تھی اپنا پن کی وجہ میری سمجھ میں آ رہی تھی لیکن لیکن کیا وہ کم بخت ہو گیا یا دشمن سنگھ زندہ ہے کاش مجھے اس بات کا جواب مل جاتا۔

لیکن اس میں بھی بہت زیادہ دیر نہ لگی کمرے میں واپس آئی تو کمرہ کا دروازہ باہر سے بند پایا گویا اس وقت مجھے یہاں تنہا چھوڑ دیا گیا تھا۔

میں ایک کونے میں بیٹھی اپنی تقدیر پر آنسو بہاتی رہی یہ سوچتی رہی کہ اب میرے ساتھ کیا سلوک ہونے والا ہے رات ہو گئی اس وقت تقریباً دس بجے تھے جب وہی عورت اندر داخل ہوئی اس کے ہاتھوں میں ایک ریشمیں لبادہ تھا یہ انتہائی باریک کپڑے کا لباس تھا اور اسے بدن ڈھانپنے کے لیے استعمال نہیں کیا جا سکتا تھا۔

لو یہ لبادہ پہن لو۔

"یہ۔ یہ" میں نے کہا۔

اٹھو۔ وہ سرد لہجے میں بولی۔ لیکن میں اس ادکھ کپڑے کے لبادے کو نہیں پہننا چاہتی تھی۔

میں اس لباس میں ٹھیک ہوں۔

میں کہتی ہوں اٹھ جاؤ مجھے تشدد کرنے پر مجبور نہ کرو۔

مگر سنو تو سہی۔ سنو تو سہی۔ میں نے کہا مگر دوسرے لمحے اس نے میرے بال اپنی مٹھیوں میں جکڑ لیے اور مجھے کھڑا کر دیا۔

اگر وقت سے پہلے مرنا نہیں چاہتیں جو کچھ کہا جا رہا ہے وہی کرو۔

لیکن اس لباس میں مجھے غیرت محسوس ہو گی۔

جو کچھ بھی ہو یہ پہننا ہے تمہیں۔ اس نے کہا میں نے مزید تعرض کیا تو دفعتاً اس نے میرے گریبان میں ہاتھ ڈال کر میرا لباس نیچے تک پھاڑ دیا اس لباس کے نیچے کچھ نہ تھا میں غیرت سے زمین میں گڑ گئی۔

لیکن وحشی عورت نے میرے اوپر ایک گھونسہ مارا اور میں پیچھے گر پڑی تب اس نے زبردستی میرا لباس اتار دیا اور مجھے وہ لبادہ پہننے کے لیے کہا وہ ریشمی لبادہ پہننا نہ پہننا

برابر ہی تھا دھوئیں کی طرح اس کی کیفیت تھی مجھے احساس ہی نہ ہو سکا تھا کہ میں کوئی لباس پہنے ہوئے ہوں۔

آؤ میرے ساتھ۔ اس نے کہا اور ایک بار پھر میں سہم گئی۔

مگر۔ کہاں کہاں۔ آؤ میں کہتی ہوں آؤ براہ کرم میرے ساتھ کوئی ایسی حرکت نہ کرو جس کی وجہ سے مجھے تمہارے ساتھ بدسلوکی کرنا پڑے۔

میں سمجھ گئی تھی کہ اب اس کے ساتھ جانا ہی ہے ویسے بھی کم بخت دراز قامت عورت تھی پتہ نہیں کون سی نسل سے تعلق رکھتی تھی بہرحال وہ مجھے لیے ہوئے ایک راہداری میں آگے بڑھتی رہی میں شکر تھا کہ اطراف میں کوئی موجود نہیں تھا راہداری بائیں سمت گھوم گئی تھی کافی طویل راہداری تھی جس کا اختتام ایک دروازے پر ہوا تھا۔

جاؤ۔ دوسری طرف تمہاری آرام گاہ ہے۔ اس نے کہا اور میں نے سہمی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھا پھر جلدی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔

دوسری طرف مکمل طور پر اندھیرا تھا اس تاریکی میں عجیب سی آوازیں سنائی دے رہی تھیں یہ آوازیں کس قدر گہرائی سے آ رہی تھیں میں نے متعجبانہ انداز میں دیکھا لیکن کچھ سجھائی نہ دیا البتہ دروازہ باہر سے بند ہو گیا تھا میں دروازہ پیٹنے لگی تھی۔

دروازہ کھولو یہاں مجھے کچھ نظر نہیں آتا یہ کیا جگہ ہے لیکن دروازہ نہیں کھلا البتہ دوسرے لمحے کمرے میں اتنی تیز روشنی ہو گئی کہ آنکھیں بند ہوتی جاتی تھیں اس کے ساتھ ہی بے پناہ قہقہے فضا میں بکھر گئے ان قہقہوں کو سن کر میرا خون رگوں میں منجمد ہو گیا تھا یہ کون لوگ تھے بمشکل تمام آنکھیں کھولیں تو چاروں طرف مخصوص قسم کی نشستیں لگی پائیں۔ بہت ساری نشستیں لگی ہوئی تھیں اور لوگ ان پر بیٹھے ہوئے تھے لیکن یہ کون لوگ تھے۔

درمیانی جاہل قسم کے لوگ جن کے چہروں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ وہ ان نشستوں پر بیٹھے میری جانب نگراں تھے میں تو پسینے میں پانی پانی ہو گئی میں بری طرح بوکھلا گئی اور زمین پر بیٹھ گئی میرے اس طرح بیٹھنے سے وہ لوگ پھر ہنس پڑے تھے۔

دفعتاً ایک کونے سے ایک شخص نمودار ہوا اس کے جسم پر صرف ایک لنگوٹ بندھا تھا سر پر سرخ سی ٹوپی جھول رہی تھی ہاتھ میں ہنٹر تھا میرے قریب پہنچ کر اس نے ہنٹر زمین

پر مارا اور غراتے ہوئے لہجے میں بولا۔

کھڑی ہو جاؤ۔

مگر۔ کیا مطلب ہے تمہارا

چلو اس نے مجھے گردن سے پکڑا اور گھسیٹتا ہوا آگے لے گیا چند لمحات کے بعد میں ایک دائرے میں پہنچ گئی جس کے گرد یہ تمام لوگ بیٹھے ہوئے تھے اس سے قبل میں نے اس دائرے پر غور نہیں کیا تھا دفعتاً میری نگاہ سامنے کی سمت اٹھ گئی سامنے میں نے جس شخص کو دیکھا اسے دیکھ کر میری ساری رگوں میں خون منجمد ہو گیا میرے بدن نے کام کرنا چھوڑ دیا میرے اعصاب شل ہو گئے میرا دشمن سنگھ تھا گوردھن سنگھ ایک زرنگار کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اس کے اوپری بدن پر کوئی لباس نہ تھا البتہ نچلے بدن پر اس نے مخصوص قسم کا لباس پہن رکھا تھا سینے سے پشت تک ایک پٹی بندھی ہوئی تھی مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ کم بخت بچ گیا ہے وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے چابک والے شخص سے کہا

ناگن یہ لبادہ اس کے بدن پر کیوں ہے۔

معافی چاہتا ہوں مالک ہنٹر والے نے کہا اور دوسرے لمحے میرا دھواں جیسا لبادہ کسی کاغذ کی طرح لپیٹ کر میرے بدن سے اتر گیا میری کبھی یہ بے عزتی ہو گی زندگی کے خیال میں بھی نہیں سوچا تھا قہقہے تیز ہو گئے اور اس کے بعد اس کے بعد وہ کچھ ہوا جس کا کوئی شریف زادی تصور نہیں کر سکتی۔

مجھے ان لوگوں کے درمیان رقص کرنا پڑا رقص کیا تھا کوڑوں کی مار سے بلبلا رہی تھی اپنا آپ کو چھپا رہی تھی اور کافی دیر تک یہ رقص اسی انداز میں جاری رہا پھر میز و لیمپ پر بیٹھے ہوئے وحشی بھیڑیے مجھ پر ٹوٹ پڑے اپنی نسوانیت کی یہ توہین میرے لیے ناقابل برداشت تھی یوں بھی میرا بدن زخمی ہو گیا تھا اس لیے میں اپنے حواس پر قابو نہ رکھ سکی بگڑ گئی اور بے ہوش ہو گئی مجھے پتا نہیں بے ہوشی کے عالم میں میری کیا درگت بنائی گئی لیکن جب ہوش آیا تو ایک اسپتال میں تھی پورا وجود پھوڑے کی مانند دکھ رہا تھا مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے مجھے زندہ آگ میں جلا دیا گیا ہو میں اپنے حواس پر قابو نہ پا سکتی تھی میرے حلق سے کراہیں نکلنے لگیں تو ایک نرس میرے پاس پہنچ گئی۔

"کیسی طبیعت ہے؟"

نرس کیا یہ اسپتال ہے

ہاں۔ اس نے جواب دیا۔

کیا یہاں زہر مل سکتا ہے

کیا مطلب؟

نرس تم نے زندگی میں کسی پر کوئی احسان کیا ہے۔

کیا کہنا چاہتی ہو۔

مجھے ایک زہر کا انجکشن دے دو میں اس زندگی سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔

نہیں یہ میرے لیے ممکن نہیں ہے۔

نرس پلیز بھگوان کے لیے میری مدد کرو مجھے زہر چاہیے نرس مجھے زہر چاہیے۔

میں نے کہا نا یہ میرے لیے ممکن نہیں ہے ہم زندگی دیتے ہیں لیتے نہیں۔

مگر کسے ایک کوڑھی کو زندگی دینا چاہتے ہو تم ایک ایسے وجود کو جس میں اب کوڑھ کے سوا کچھ نہیں ہے مجھے اپنی ذات سے تعفن محسوس ہو رہا ہے نرس مجھے موت چاہیے

مجھے موت چاہیے۔

اچھا ٹھہرو۔ میں تمہاری یہ خواہش پوری کیے دیتی ہوں نرس نے کہا اور چند لمحات کے بعد وہ ایک انجکشن لے کر میرے پاس پہنچ گئی۔

تم خود تم ہتیا کر رہی ہو یہ سوچ لو میرا کوئی دوش نہیں ہوگا۔

نہیں نرس۔ میں تم سے کچھ نہیں کہوں گی میں نے کہا اور نرس نے انجکشن میرے بازو میں لگا دیا مجھے بڑا سکون محسوس ہوا تھا یوں لگا تھا جیسے میں نے اپنی زندگی کا مقصد پا لیا ہو ہاں موت ہی میری زندگی کا مقصد رہ گئی تھی اب وہ اس پامال وجود میں اور کیا باقی تھا۔

آہستہ آہستہ میری آنکھیں بند ہو گئیں میں موت کی آغوش میں جا رہی تھی اور اس بات کا مجھے پورا پورا احساس تھا لیکن تھوڑی دیر کے بعد میں ہر احساس سے عاری ہو گئی۔

موت نہیں آئی تھی نرس نے مجھے زہر کا انجکشن نہیں دیا تھا بلکہ بے ہوشی کا انجکشن لگایا تھا چونکہ جب انجکشن کا اثر زائل ہوا تو پھر میرے حواس جاگ اٹھے اور اس کے بعد پھر وہی درد وہی کرب لیکن اب مجھے فوراً بے ہوش کیا جاتا تھا نجانے کتنے دن اس اسپتال میں لگے اور اس کے بعد ایک بار جب مجھے ہوش آیا تو میرے وجود کے سارے دکھ ختم ہو چکے تھے میں اپنے آپ کو مکمل محسوس کر رہی تھی نرس بدل گئی تھی اس وقت ایک اور نوجوان سی لڑکی میرے سامنے کھڑی تھی میں نے اس کی آنکھوں میں کسی قدر نرمی کے آثار دیکھے اور اس سے کہا۔

تم۔ تم نئی آئی ہو ڈیوٹی پر۔

ہاں اس نے جواب دیا۔

"مجھے جانتی ہو۔؟"

"ہاں تم ہماری مریضہ ہو۔"

"کیا تکلیف ہے مجھے۔؟"

"یہ مجھے نہیں معلوم ڈاکٹر بھلا جانتے ہیں۔"

"یہ ڈاکٹر بھلا کون ہیں۔؟"

اس اسپتال کے انچارج ہیں۔

یہ اسپتال کہاں ہے؟

تمہیں نہیں معلوم۔

نہیں میں نہیں جانتی۔

میں ڈاکٹر بھلا کو بلا کر لاتی ہوں پتہ نہیں کیوں مجھ سے منع کر دیا گیا تھا کہ تم سے کوئی سوال و جواب نہ کیا جائے۔

سنو نرس سنو یہ اسپتال جہاں کہیں بھی ہے کیا تم مجھے یہاں سے رہائی دلا سکتی ہو۔

کیا مطلب۔

میرا مطلب ہے کیا یہاں میری نگرانی کے لیے لوگ تو موجود نہیں ہیں۔

نہیں ایک مریض کی نگرانی کیا معنی رکھتی ہے۔

اوہ میں نے آہستہ سے کہا اور میرا ذہن خیالات کی بھول بھلیوں میں گم ہو گیا مجھے یہاں پہنچانے کے بعد ان لوگوں کا کیا مقصد رہ گیا تھا کم بخت رادھن سنگھ زندہ تھا اس نے مجھے میری جرأت کی یہ سزا دی تھی کہ مجھے ان کتوں کے حوالے کر دیا تھا جنہوں نے میرے وجود کو بھنبھوڑ کر رکھ دیا تھا اور اس کے بعد مجھے اسپتال میں بھیج دیا گیا تھا کہ یہاں تندرست ہونے کے بعد میں زندگی بھر ان کتوں کا شکار رہوں نہیں لیکن کیا مجھے مر جانا چاہیے کیا مجھے خودکشی کر لینا چاہیے اور اس وقت میرے دل میں ایک نیا عزم جاگا میں زندہ رہوں گی مجھے زندہ رہنا چاہیے رادھن سنگھ کی جیرہ دستیاں صرف مجھ تک ہی محدود

نہ ہوں گی میرے بعد نجانے کتنی لڑکیاں اس کی ہوس کا شکار ہوں گی اور اگر اس کی بات نہ مانیں گی تو میری طرح سزا پائیں گی کیوں نہ میں اپنی زندگی رادھن سنگھ کے لیے وقف کر دوں ہاں یہ زندگی کا بہترین مصرف تھا موت تو میری پہلی آرزو تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی رادھن سنگھ کو ختم کرنا میری زندگی کا بڑا مقصد بن کر رہ گیا تھا اگر زندہ رہتی ہوں تو اس مقصد کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دوں ورنہ موت تو میرا مقدر ہے اور اس احساس نے میرے اندر ایک نئی روح پھونک دی میں نے سوچا کہ نرس سے مدد مانگنے کی کیا ضرورت ہے مجھے ہوشیاری سے کام لینا چاہیے اگر تقدیر نے نکلنے کا موقع دیا ہے تو پھر مجھے یہاں سے نکل جانا چاہیے مجھے رادھن سنگھ کے چنگل سے نکل کر اس کے خلاف برسر پیکار ہو جانا چاہیے۔

اور اسی رات جب اسپتال میں خاموشی طاری تھی میں اس کی عقبی کھڑکی سے کود کر باہر نکل آئی ایک چھوٹے سے لان سے گزر کر میں دروازے سے باہر نکل آئی تھی مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے وہ بنجر اور ویران سا پڑا ہوا تھا کہیں کہیں چھدرے چھدرے درخت نظر آ رہے تھے ان درختوں کے پس منظر میں چھوٹی چھوٹی جھونپڑیاں پھیلی ہوئی تھیں گویا کوئی گاؤں یا قصبہ وغیرہ ہے لیکن کون سا اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔

میں آگے بڑھتی رہی تھوڑے فاصلے پر ایک نشیب آیا اور میں ملگجے اندھیرے میں اس نشیب میں اتر گئی چاروں طرف ویرانی پھیلی ہوئی تھی میرے سامنے کوئی سڑک نہیں تھی بس تا حد نگاہ اندھیرا پھیلا ہوا تھا یہ جھونپڑیاں بھی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھیں جو ستاروں کی مدھم چھاؤں میں کبھی نمایاں ہو جاتیں اور جب بادل آسمان پر پھیلے ہوئے ستاروں کو بھی اپنی آغوش میں لے لیتے تو وہ نگاہوں سے اوجھل ہو جاتیں لیکن تھوڑی دور پہنچنے کے بعد مجھے ایک پگڈنڈی نما سڑک نظر آ گئی۔ میں بری طرح اس سڑک پر دوڑنے لگی اس جگہ سے اتنی دور نکل جانا چاہتی تھی کہ کوئی میرے بارے میں سراغ نہ لگا سکے بھاگتے بھاگتے سانس بری طرح پھول گیا تھا لیکن کھلی ہوا نے پھیپھڑوں کو تقویت بخش رکھی تھی یہ پگڈنڈی ایک نہر کے ساتھ ساتھ گزر رہی تھی نہر کے پل کے پاس میں رکی مجھے اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ پل پہنچنے کے بعد مجھے یہ پل عبور کرنا چاہیے۔ یا اس طرح آگے بڑھتی رہوں لیکن پھر میں نے فیصلہ کیا کہ پل عبور کر ہی لیا جائے ممکن ہے میں کوئی مناسب جگہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔

پل عبور کرنے کے بعد تقریباً ایک فرلانگ چلی تھی کہ درختوں کا سلسلہ شروع ہو گیا آگے بڑھ کر یہ درخت گنجان ہوتے جا رہے تھے ان کے درمیان اندھیرا اترا ہوا تھا اور مجھے اندازہ بھی نہیں ہو رہا تھا کہ آگے کیا ہے۔

لیکن میں ہر خوف سے بے نیاز آگے بڑھ رہی تھی خوف کا احساس تو اسے ہوتا ہے جس میں زندگی کی امنگ ہوتی ہے میں تو اپنی نعش کی لاش کو گھسیٹ رہی تھی جس میں زندگی پانے کی کوئی آرزو نہیں تھی۔

نجانے کتنی دیر تک میں سفر کرتی رہی اور اس کے بعد میری قوت ایک بار پھر جواب دے گئی میں آہستہ آہستہ ایک درخت کے تنے کے ساتھ بیٹھ گئی اور میں نے آنکھیں بند کر لیں اطراف میں ہولناک آوازیں ابھر رہی تھیں کبھی کبھی گیدڑ کے چیخنے کی آوازیں بہت قریب سے محسوس ہوتیں اور کبھی کسی اور جانور کی دھاڑ سنائی دیتی ان آوازوں پر میرے کان متوجہ ہوتے دل میں خوف کی ایک ہلکی سی لہر اٹھتی لیکن پھر وہی احساس مجھے دبوچ لیتا ویرانی اور بے بسی کا احساس۔

مجھے اپنی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں کا احساس بھی نہ ہو سکا بے بسی کے احساس نے میرے دل کو خون کے آنسو رونے پر مجبور کر دیا تھا کس قدر تنہا تھی میں اس دنیا میں جو کچھ میرے ساتھ ہوا تھا اس میں میرا قصور کہاں تک تھا۔ میں سوچتی رہی اور پھر آہستہ آہستہ میرے اندر ایک نئے وجود نے جنم لیا میں نے دل میں سوچا کہ اس دنیا کے بسنے والوں نے مجھ سے میرا گھر بار چھین لیا ماں باپ چھین لیے سب کچھ چھین لیا یہاں تک کہ میری آبرو بھی لٹ گئی تو پھر دنیا سے مجھے کیا ہمدردی ہونی چاہیے کس کو انسانیت کا علمبردار سمجھوں اور کسے شیطان کا پجاری یہاں تو سب ہی یکساں ہیں مجھے بھی ان کے درمیان ہی اپنی جگہ بنانی چاہیے میں انتقام کا جو احساس دل میں لیے اسپتال سے فرار ہوئی تھی اسے زندہ رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ میں بھی ایک وحشی درندے کا روپ دھاروں ہر چند کہ میں ایک عورت تھی لیکن میرے عزائم بلند تھے رفتہ رفتہ میرے دل سے خوف کا ہر احساس نکل گیا

اور اپنے اندر کی اس ہستی کو میں تحسین کی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

درندے اس کائنات میں ہر جگہ بکھرے ہوئے ہیں ان سے اپنا تحفظ کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں کیونکہ اب اس پامال وجود میں کیا رہ گیا ہے ہاں کم از کم ان درندوں کو مٹانے کے لیے کارروائی کرنا چاہیے۔

جنگل میں گیدڑوں کے چیخنے کی آوازیں اب بھی سنائی دے رہی تھیں لیکن موجودہ وجود میں خوف کی ہلکی سی سرسراہٹ بھی نہیں تھی میں اپنا آئندہ پروگرام منتخب کر چکی تھی مجھے بڑی ہوشیاری اور ذہانت سے اپنا کام کرنا ہوگا وہ معصومیت اور وہ سادگی جو کبھی میری زندگی میں شامل تھی رخصت کر کے اپنے لیے نئے راستے بنانے ہوں گے اور اب مجھے صبح کا انتظار تھا۔

اس صبح کا سورج طلوع ہوا تو میں نے اسے اجنبی نگاہوں سے دیکھا اس وقت ایک معصوم اور سادہ سی کومل یہاں موجود نہیں تھی بلکہ اس کی خونخوار صورت جنم لے چکی تھی دفعتاً مجھے قرب و جوار میں کہیں ایک مشین کی ہلکی سی گڑگڑاہٹ سنائی دی شاید کوئی کار اس طرف آ رہی تھی لیکن جنگل میں کار کی آمد کیا معنی رکھتی ہے مشین کی گڑگڑاہٹ تھوڑی دیر تک گونجتی رہی اور پھر کانوں سے دور ہو گئی لیکن ہلکی ہلکی آوازیں اب بھی ابھر رہی تھیں۔

تقریباً بیس منٹ کے بعد وہ پھر اسی طرح مجھے سنائی دی اور میں چونک پڑی۔ یہ کیا ہے میں نے دل ہی دل میں کہا اور ادھر ادھر نگاہیں دوڑانے لگی میرے بائیں سمت جنگل کے درخت کچھ ہلکے ہوتے جا رہے تھے میں اسی سمت چل پڑی تقریباً آدھے فرلانگ چلنے کے بعد مجھے اس آواز کی سمت معلوم ہو گئی۔

جنگل کا سلسلہ یہاں ختم ہو گیا تھا اب یہاں کھیت پھیلے ہوئے تھے ایک ٹریکٹر تھا جو زمین کی مٹی ہموار کر رہا تھا میں اسے دیکھتی رہی ایک درمیانی عمر کا آدمی اسے چلا رہا تھا وہ جدید لباس میں ملبوس تھا بڑی بڑی مونچھیں تھیں سرخ و سفید چہرہ تھا میں آہستہ آہستہ کھیت کے کنارے جا کھڑی ہوئی اور اس بار جب وہ میرے قریب سے گزرا تو اس کی نگاہیں مجھ پر پڑیں دوسرے لمحے ٹریکٹر کو بریک لگا اور وہ رک گیا اس کا انجن اب بھی اسٹارٹ تھا اور وہ شخص متعجبانہ انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس کی نگاہیں میرے پیروں پر جھک گئیں اور اس نے آہستہ سے کہا۔

چھل پیری تو نہیں ہے۔ میں نے دل ہی دل میں ایک فیصلہ کیا اور آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچ گئی۔

کیا کہا تم نے مجھے چھل پیری۔

ارے نہیں نہیں غلط فہمی ہو گئی تھی وہ عجیب انداز میں ہنستا ہوا بولا۔

ہاں تمہیں غلط فہمی ہی ہوئی ہے میں چھل پیری نہیں ہوں بلکہ ایک مصیبت کی ماری ہوں۔

مصیبت کی ماریوں کے لیے ہمارے دل میں ایک خاص جگہ ہے۔ بولو ہم تمہاری کیا مدد کر سکتے ہیں اس نے کہا گفتگو سے بس عجیب سا آدمی معلوم ہوتا تھا لیکن اس وقت مجھے کسی بھی سہارے کی ضرورت تھی اپنی عقل اور ہوشیاری سے کام کر کے میں اپنے لیے ایک جگہ بنانا چاہتی تھی میری فطرت میں جو تبدیلیاں رونما ہوئی تھیں انہوں نے مجھے ہر طرح کے خوف اور وسوسوں سے بے نیاز کر دیا تھا جو کچھ بیت چکی تھی وہ اگر بار بار بیتتی رہے تو مجھے بھلا اب اس کی کیا پروا ہو سکتی تھی انسان کی اپنی زندگی میں اس کی اپنی ذات کے لیے چند ہی لمحات ہوتے ہیں ورنہ زیادہ تر زندگی دوسروں کے سہارے گزرتی ہے بچپن میں ماں باپ کے رحم و کرم پر جوانی میں شادی ہو جانے کے بعد پتی کے رحم و کرم اور اس کے بعد اپنے بچوں کے اوپر لیکن مجھے یہ تینوں سہارے اب حاصل نہیں تھے تو میرے اندر ایک نیا عزم ایک نئی ہمت پیدا ہو گئی تھی اور پھر چونکہ میری نگاہوں کے سامنے ایک مقصد بھی تھا اس لیے اب میں نے اپنے جیسے انسانوں سے ڈرنا چھوڑ دیا تھا۔ موت کی مجھے کوئی پروا نہیں تھی باقی دوسری چیزیں زندگی کے ساتھ ساتھ چلتی ہی رہتی ہیں۔

چنانچہ میں اس شخص سے بے تکلفی سے باتیں کرنے لگی۔

اگر تمہارے پاس مصیبت کے ماروں کے لیے کوئی جگہ ہے تو میں اس کی سب سے زیادہ حق دار ہوں۔

ہوں پڑھی لکھی معلوم ہوتی ہو۔ اس نے کہا۔

شکل سے تو تم بھی کسان نہیں لگتے میں نے فوراً کہا اور وہ ہنس پڑا۔

ٹھیک کہتی ہو تم میں درحقیقت کسان نہیں ہوں یہ زمینیں میری ہیں اور میں اپنی زمینوں کو غیروں کا خون دینے کے بجائے اپنا پسینہ ہی دینا پسند کرتا ہوں۔

مجھے پناہ دو گے۔

تمہاری شکل و صورت دیکھ کر دل میں تمہارے لیے ہمدردی کے جذبے جاگ اٹھے ہیں کام کر رہا تھا مگر کوئی بات نہیں چلو آؤ میرے ساتھ وہ ٹریکٹر سے نیچے اتر آیا میں خاموشی سے اس کے پیچھے چل پڑی میں نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا تھا ایک موڑ پر آ کر اس نے پگڈنڈی چھوڑ دی اور دائیں ہاتھ کی طرف چل دیا اب ہم کچے میدان میں جا رہے تھے جہاں غالباً کچھ وقت پہلے بارش ہوئی تھی مٹی کی نمی بھی بتاتی تھی۔

ننگے پیروں تلے نرم نرم مٹی کا لمس مجھے اچھا لگا میدان عبور کرنے میں خاصی دیر لگی اور اس کے بعد ہم میدان کے دوسرے سرے پر درختوں کے قریب پہنچے اس کے دوسری طرف نیم پختہ مکان کی چار دیواری نظر آ رہی تھی دروازے پر پہنچ کر اس نے دستک دی اور اندر سے کسی نے دروازہ کھول دیا۔

دروازہ کھولنے والا دھوتی اور کرتے میں ملبوس گٹھے ہوئے بدن کا ایک ادھیڑ عمر کا آدمی تھا اس نے پہلے میرے ساتھی کو اور پھر مجھے دیکھا اور اس کے بعد پیچھے ہٹ گیا ہم اندر داخل ہو گئے حویلی کی ڈیوڑھی کے بعد بڑا سا صحن تھا اس کے بعد برآمدہ اور برآمدے کے دوسری طرف قطار میں بنے ہوئے چند کمروں کے دروازے برآمدے میں کرسیاں پڑی ہوئی تھیں مجھے لانے والے نے ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے کہا۔

گومل ہماری مہمان کے نہانے دھونے کا بندوبست کرواؤ اور تم سنو لڑکی میں نے ابھی تک تم سے تمہارا نام نہیں پوچھا کیا نام ہے تمہارا؟

بدنصیبی کا کوئی نام نہیں ہوتا تم جس نام سے چاہو مجھے پکار سکتے ہو۔

اپسرا کہوں تو کیسا لگے گا۔ وہ ہنس کر بولا۔

اپسراؤں کی توہین کرنے سے کیا فائدہ کیا دشمنی ہے تمہیں ان سے۔

نہیں نہیں بات یہ نہیں ہے میری آنکھیں بہت دور تک دیکھتی ہیں اس مٹی اور گرد سے اٹے ہوئے چہرے کے پیچھے ایک اپسرا ہی چھپی ہے۔

یہ صرف تمہاری بھول ہے مجھے تم کامنی کے نام سے پکار سکتے ہو۔

واہ۔ ہوئی نا بات ویسے میرا نام پریم کمار ہے اپنے نام کے ساتھ ساتھ وہی صفات بھی رکھتا ہوں پریم کرنا میری عادت ہے میں خاموش رہی گومل نام کا ملازم آدمی مکان کے عقبی حصے کی طرف چل پڑا۔

تھوڑی دیر کے بعد اس نے دو بالٹیاں ایک غسل خانے میں جا کر رکھ دیں جو صحن میں ایک سمت بنا ہوا تھا اور اس کے بعد وہ پھر چلا گیا پریم کمار کہنے لگا۔

دیکھو کامنی یہ جگہ تمہارے لیے بہت مناسب ہے تمہیں یہاں کوئی پریشانی نہیں ہوگی میرے پاس اچھے لباس وغیرہ تو نہیں ہیں لیکن کچھ ساڑھیاں پڑی ہیں تم یقیناً اس لباس کو بدل کر کوئی ساڑھی پہننا پسند کرو گی گومل ابھی تمہیں ساڑھی لا کر دے دے گا نہا دھو کر فارغ ہو جاؤ تو میں تمہارے لیے کھانے وغیرہ کا بندوبست کرتا ہوں۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور غسل خانے کی طرف چلی گئی غسل خانے میں دروازہ لگا ہوا تھا دل تو نہیں چاہتا تھا کہ یہ دروازہ بند کروں اب میرے وجود کے سارے دروازے کھل گئے تھے تو یہ لکڑی کا دروازہ بند کرنے سے کیا فائدہ اپنے آپ کو انتہائی پائندہ اور حقیر سے کچھ بھی تھی جس کے وجود سے اس کی تمام اہمیت چھین لی گئی ہو جس کے پندار کو داغ دار کر دیا گیا ہو وہ مٹی کا ایک بے جان ڈھیر ہی رہ جاتا ہے سو میں بھی اب صرف ایک ڈھیر ہی تھی۔

بہرحال غسل خانے کا دروازہ بند کر کے اچھی طرح نہائی اور پھر دروازے پر دستک دی تو گومل نے ایک رنگین ساڑھی مجھے پیش کر دی تھوڑا سا دروازہ کھول کر میں نے یہ ساڑھی لے لی ساڑھی کے ساتھ بلاؤز نہیں تھا۔

ایک لمحے سوچتی رہی اور اس کے بعد ایک ٹھنڈی سانس لے کر بغیر بلاؤز کے ساڑھی پہن لی۔

اس طرح مجھے ایک عجیب سی غیرت کا احساس ہو رہا تھا یہ غیرت اب تک میرے سینے میں زندہ تھی کیا فائدہ بار بار مردہ چیزوں کو زندگی کی سانس لینے کا۔

بہرطور اپنے دل کی اس زندہ آرزو کو سینے میں دبا کر باہر نکل آئی پریم کمار برآمدے ہی میں بیٹھا ہوا تھا میں اس کے قریب پہنچی تو وہ چونک کر کھڑا ہو گیا اس کی پھٹی پھٹی نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں اور پھر وہ آہستہ سے

کرسی پر بیٹھ گیا۔
"بیٹھو کامنی۔" اس بار اس کا لہجہ سنجیدہ تھا۔
"شکریہ پریم جی آپ نے میری مدد کی ہے بھگوان آپ کو اس کا صلہ دے گا۔"
"بھگوان تو مجھے اس کا صلہ دے چکا ہے" اس نے کہا۔
"کیا مطلب...؟"
"کچھ نہیں کچھ نہیں تم سوچو گی کتنا کمینہ آدمی ہے ذرا سا احسان کرکے فوراً ہی فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے سنو کامنی تم بے حد خوبصورت ہو تم جب غسل خانے سے برآمد ہوئیں تو مجھے یقین ہی نہ آیا کہ یہ تم ہی ہو جسے میں چند لمحات پہلے ایک عجیب و غریب حلیے میں دیکھ چکا ہوں تم بڑی سندر ہو۔"
"کیا یہ نہیں ہوسکتا پریم جی کہ آپ میری سندرتا کو نظر انداز کردیں۔"
"ہاں۔ ہاں کیوں نہیں کیوں نہیں وعدہ کیا جاتا ہے کہ تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی جو تمہارے لیے نقصان دہ ہو۔"

تھوڑی دیر کے بعد گوکل نے ہمارے سامنے کھانے پینے کی بہت سی چیزیں رکھ دیں اس کے ساتھ چائے بھی تھی میں نے دل ہی دل میں فیصلہ کرلیا کہ اب ڈر اور خوف سے کوئی واسطہ نہیں رہے گا میرا بے تکان کھاؤں پیوں گی اس کے سامنے نیم عریاں ہوں تو اس میں میرا قصور نہیں ہے جب میری تقدیر میں یہی سب کچھ لکھ دیا گیا ہے تو پھر میں اسے کیسے ٹال سکتی ہوں۔
چنانچہ اپنے آپ سے بے نیاز ہوکر کھانے پینے میں مصروف ہوگئی۔ چائے کے دو تین کپ پینے کے بعد میرے بدن میں خاصی توانائی آگئی تھی ویسے بھی اسپتال میں میری بہتر دیکھ بھال ہوئی تھی جس کی وجہ سے مجھے خاصا سکون ملا تھا۔
کھانے پینے سے فارغ ہوکر میں نے پریم کمار سے اس کے بارے میں پوچھا۔
"یہ گھر خالی کیوں ہے پریم کمار۔"
"بس یہ یوں سمجھو میں نے اپنی زندگی کے لیے کچھ خاص راستے منتخب کیے ہیں۔ میں نے شہر میں تعلیم حاصل کی ہے کافی اور اچھا تعلیم یافتہ ہوں شادی بیاہ کے جھگڑے میں نہیں پڑا گھر ہے میرا یہاں اس بستی میں لیکن میں گھر والوں سے عموماً الگ رہتا ہوں بس کبھی کبھی جاکر ان کی خبر لیا کرتا ہوں۔"
"شادی نہیں کی تم نے بیوی بچے نہیں ہیں تمہارے؟"
"نہیں، لیکن میرے بھائیوں نے شادیاں کی ہیں ان کے بیوی بچے ہیں اور وہ سب کے سب مل کر اپنے بھائیوں کی زندگی حرام کیے رہتے ہیں بھائیوں میں آپس کے ہنگامے چلتے رہتے ہیں اب تم خود سوچو آدمی جب ان تمام چیزوں سے واقف ہو جائے تو بھلا اسے شادی کرنے کی کیا ضرورت ہے آزاد زندگی سب سے بہتر ہوتی ہے یہ زمینیں میرے حصے کی ہیں میں نے اپنی زندگی گزارنے کے لیے ایک مخصوص لائحہ عمل منتخب کیا ہے میں نے یہ اپنا مکان بنایا ہے درختوں کی چھاؤں تلے یہ زمین بھی میری ہے یہاں میں اپنی پسند کی زندگی گزارتا ہوں میں کسی کی ملازمت نہیں کرتا لیکن زندگی گزارنے کے لیے دولت کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے لیے میں اپنی بستی اور اس کے اطراف کی زمینوں سے بہتر فصلیں اگاتا ہوں اس میں میری اپنی کوشش شامل ہوتی ہیں میری تعلیم شامل ہوتی ہے اور اس طرح میں ایک پرسکون زندگی گزار رہا ہوں۔"
"میں تمہیں دعائیں ہی دے سکتی ہوں پریم کمار کہ بھگوان تمہاری زندگی کو پرسکون ہی رکھے ورنہ اس دور میں ایک پرسکون انسان کو دیکھ کر لوگ بہت جلتے ہیں۔"
"دکھی معلوم ہوتی ہو اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گی۔"
"نہیں میرے بارے میں کچھ نہیں پوچھو۔"
"لیکن پھر بھی یہ تو سوچنا پڑے گا کہ جسے میں نے پناہ دی ہے اس کی اپنی حیثیت کیا ہے۔"
"میں تمہارے سر پر مستقل سوار نہیں رہوں گی بس تھوڑا سا سمے یہاں گزار لینے دو اس کے بعد اپنی منزل کی جانب بڑھ جاؤں گی۔"
"کہاں ہے تمہاری منزل۔"
"میں نے کہا نا اپنے بارے میں اس سے زیادہ تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گی۔"
"بڑی عجیب بات ہے کوئی ایسا ہی گہرا چکر ہے جو تمہارے ساتھ جس کی وجہ سے تمہیں اتنی مایوسی کا سامنا کرنا پڑا ہے لیکن میرا خیال ہے خوبصورت لڑکیوں کی ایک ہی منزل ہوتی ہے وہ بھی تم جیسوں کی۔"
"میں تمہیں سمجھی۔" میں نے کہا اور وہ عجیب سے انداز میں ہنسنے لگا میں اس کا مطلب سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی اور یہ بیلا ذہن بتاتا تھا وہ صرف ایک ہی بات تھی بدمستی ہیں ایک اور بھیڑیئے سے آٹکرائی ہوں اور اس نے اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش نہیں کی ہے بہر طور ہی کے اس دور میں میں ہر طرح سے اپنے آپ کو تیار بھی وہ کہنے لگا۔
"سندری، بڑے سکون و آرام سے میرے ساتھ رہو تمہیں یہاں کوئی پریشانی نہیں ہوگی گوکل بھی اس کا خیال رکھنا انہیں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔"
"جی مہاراج۔" گوکل جو ایک گوشے میں کھڑا ہوا تھا پھر اس نے کہا۔
"کامنی، تم اس کمرے میں چلی جاؤ گوکل تمہارے لیے بندوبست کردے گا اور ہاں گوکل وہ ساڑھیاں کامنی کو دے دو شاید ہم نے اس کے لیے رکھی تھیں۔"
"جی مہاراج۔"
"اس کے علاوہ کامنی تمہیں جس چیز کی ضرورت ہو بے تکلفی سے مجھے بتا دینا۔" میں نے گردن ہلا دی تھی۔ اس شخص کو میں یہ احساس نہیں دلانا چاہتی تھی کہ اس کے لیے میرے دل میں کوئی بری بات جنم لے چکی ہے۔
تھوڑی دیر کے بعد وہ مجھ سے اجازت لے کر چلا گیا اسے کچھ کام کرنے تھے دھول نے مجھے ایک کمرہ بتا دیا جو اچھا آراستہ کمرہ تھا ایک بستر موجود تھا یہاں ضروریات زندگی کی تمام چیزیں موجود تھیں دیوار پر ایک رائفل لٹک رہی تھی جدید ساخت کی تھی غالباً پریم کمار شکار وغیرہ کا شوق بھی رکھتا تھا بستر میں بیٹھنے کے بعد میں اس پر گر پڑی میری آنکھوں سے ایک بار پھر آنسوؤں کا سمندر رواں ہوگیا تھا مجھ جیسی لڑکی کی زندگی میں کیا بچا تھا آخری حد تک کوئی ساتھی کوئی سہارا نہیں تھا دل میں اگر کوئی خیال تھا تو بس ایک روپا کا تھا جو ماما جی کے ہاں تھی دل بار بار یہی چاہتا تھا کہ میری بہن کی زندگی پر کوئی آنچ نہ آئے میں تو پامال ہو چکی ہوں لیکن روپا کا جیون بچانا میرا کام تھا۔ دل میں اس کے لیے کیا کروں دیر تک آنکھوں سے آنسو بہاتی رہی اور پھر آخر کار میں نے محسوس کیا کہ آنسوؤں کے سوتے خشک ہوگئے تھے میری آنکھوں میں آنسو بھی باقی نہ رہے تھے اور جب آنکھوں سے آنسو باقی نہیں رہتے تو پھر ان سے آگ نکلتی ہے۔ میرا سارا وجود انگاروں میں جھلسنے لگا میں نے اپنے اندر بڑی بے چینی محسوس کی۔ بلکہ کر بیٹھ گئی۔ ہونٹ خشک ہو رہے تھے جی چاہا کہ گوکل سے پانی مانگوں لیکن ہمت نہ پڑی دیر تک یوں ہی پیاس سے تڑپتی رہی پھر خود ہی اٹھی باہر نکلی اور ایک جگہ رکھے ہوئے مٹکوں سے پانی نکال کر پیا میں نے اتنا پانی پیا کہ مجھے خود حیرت ہوئی لیکن میرے وجود کی جلن سرد نہیں ہوئی تھی یہ جلن کیوں ہے میں نے دل ہی دل میں سوچا بستر پر پاؤں لٹکائے ہوئے بیٹھی میں اپنے مستقبل پر غور کرتی رہی اس بات میں اب کوئی شبہ نہیں رہا تھا کہ رادھن بچ گیا تھا۔ رادھن سنگھ کی موت میری زندگی کا اختتام ہوتی۔ اس کے بعد مجھے کسی چیز کی پروا نہیں تھی چاہے کسی طرح زندگی گزرتی لیکن رادھن سنگھ کے بچ جانے کا مطلب یہ تھا کہ میرے اور اس کے درمیان مسلسل جنگ جاری ہے میں سوچنے لگی کہ رادھن سنگھ نے مجھے وحشی کتوں کے حوالے کرنے کے بعد کیا پروگرام بنایا تھا۔ کم از کم ہسپتال پہنچانے کا مطلب یہی تھا کہ وہ مجھے زندہ رکھنا چاہتا ہے مارنا ہوتا تو وہیں کہیں کسی جگہ آرام سے مجھے ہلاک کیا جا سکتا تھا زندہ رکھ کر وہ مجھ سے کیا چاہتا ہے اور میرے ذہن نے خود ہی اس سوال کا جواب دے دیا۔ میں نے رادھن سنگھ کا اپمان کیا تھا اس جیسے بھیڑیے کے لیے یہ اپمان بہت بڑی بات تھی جبکہ وہ تو اپنی زندگی میں ہمیشہ کامیاب ہوتا رہا تھا۔ میں نے اسے نہ صرف ٹھکرا دیا تھا بلکہ اسے شدید زخمی بھی کر دیا تھا اور اس کا نتیجہ میرے حق میں اچھا نہیں تھا۔
لیکن اب میری اپنی ذات باقی ہی نہیں رہ گئی تھی جو میں اس کے بارے میں سوچتی۔ خوف تھا تو صرف روپا کا یہی سوچا دل میں کہ کسی طرح روپا کو ماما جی کے گھر سے بھی نکال کر کہیں اور روپوش کر دیا جائے لیکن کہاں، میرے وسائل ابھی محدود تھے رفتہ رفتہ میرے ذہن میں روشنیاں پھوٹنے لگیں میں جو کچھ ہو گئی ہوں اس کے بعد یہ سوچنا کہ میری زندگی کا کچھ مقصد ہوگا بے کار سی بات تھی ہاں اگر میں اپنا کچھ مقصد بنالوں تو پھر میری زندگی میں کچھ خوشگوار لمحات آسکتے ہیں اور وہ مقصد یہ ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے رادھن سنگھ کو فنا کردوں اس کی ایک ایک چیز جلا دوں اس کے پورے وجود کو شراب میں ڈبو دوں اس کو ایسی اذیتیں دوں کہ وہ اپنی زندگی سے بیزار ہوجائے اور اس کے لیے مجھے اپنی ان تمام پوشیدہ قوتوں کو آواز دینی تھی جن سے اس سے قبل میں خود بھی روشناس نہیں تھی بہت دیر تک سوچتی رہی پھر پریم کمار کا خیال ذہن میں آیا۔ بھیڑیوں کی اس کچھار میں وہ بھی ایک بھیڑیا ہی ہے کہہ گیا تھا کہ میری کچھار میں آرام کرو۔ کچھار کا مطلب یہی تھا کہ وہ اپنے آپ کو بھیڑیا سمجھتا ہے۔ بہتر بھیڑیا۔ اسے یہ اندازہ نہیں، ہم کہ ایک زخمی شیرنی اس کے

مقابل ہے وہ مجھے پہچان نہیں سکا ہے لیے یہ احساس نہیں ہے کہ میرے سارے شریر میں زہر ہی زہر بھرا ہوا ہے میں ایک بل کھائی ہوئی ناگن ہوں ایسے تمام لوگوں کی موت میری زندگی کا مقصد بن جانا چاہیے جو عورت کو صرف بُری نگاہ سے دیکھتے ہیں جن کی نظر میں یہ ماں بہن بیٹی کا تصور اس طرح کھو جاتا ہے کہ وہ انسانیت سے بالکل دور چلے جاتے ہیں میں ان لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑ سکتی کیونکہ ایسے لوگوں کی زندگی بے شمار میری جیسیوں کے لیے موت کا پیغام لاتی ہے ان کے گھر اجڑ جاتے ہیں ان کے ماں باپ ان کی وجہ سے مارے جاتے ہیں۔ نہیں پریم کمار تم بھی بھیڑیے ہو اور کسی بھیڑیے کا سامنا ہونے پر میں اسے زندہ نہیں چھوڑ سکتی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھی اور رائفل دیوار سے اتار لی اسے چیک کیا رائفل بالکل ٹھیک ٹھاک تھی اس میں تیل لگا ہوا تھا۔

پھر میں نے اسی کمرے میں کارتوسوں کی تلاش شروع کر دی اور مجھے دقت نہ ہوئی ایک میز کی دراز کے نچلے حصے میں مجھے کارتوسوں کا پیکٹ مل گیا میں نے رائفل میں کارتوس ڈالے اور اس کے بعد اسے بستر پر رکھ کر لیٹ گئی۔ دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا میں سونے کی کوشش کرنے لگی اور مجھے نیند آگئی سارا دن سوتی رہی تھی شام کمرے کے روشن دانوں سے باہر جھانک رہی تھی جب میری آنکھ کھلی چاروں طرف ویرانی اور سناٹے کا راج تھا کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی احساس ہوا کہ یہ سناٹا تو میرے دل و دماغ میں بسا ہوا ہے میں نے رائفل کو ٹٹول کر دیکھا وہ میرے پاس ہی تھی میں نے کمرے سے نکلنے کا فیصلہ نہیں کیا تھا اس کمرے میں مجھے آرام کرنا چاہیے میں نے سوچا تقریباً رات ہو چکی تھی اس وقت جب میرے کمرے کا دروازہ بجایا گیا میں نے آگے بڑھ کر پرسکون انداز میں دروازہ کھول دیا تھا پریم کمار ہی تھا نشے میں دھت آنکھوں میں لالی حلیہ بگڑا ہوا وہ اندر آ گیا۔

ارے تم ابھی تک سو رہی ہو اجڑی اجڑی سی لگ رہی ہو مگر نہیں تم اجڑی اجڑی کہاں ہو تم تو میرے خوابوں کی تکمیل ہو۔ وہ اندر داخل ہوا اور اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

یہ کیا کر رہے ہو پریم کمار۔

کچھ نہیں کاروبار کیا تھا منافع وصول کرنا چاہتا ہوں۔

کیا مطلب

دیکھو کامنی۔ میں نے تمہیں سہارا دیا بہت برے حالات تھے تمہارے اس کے باوجود میں نے تمہیں سہارا دیا میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو کہاں سے آئی ہو کن حالات کا شکار ہوئی ہو اگر تم اپنے دشمنوں سے چھپ کر یہاں تک پہنچی ہو تو وہ دشمن یہاں بھی پہنچ سکتے ہیں۔ میں ان حالات میں تمہاری مدد کروں گا۔ میں چاہتا ہوں کامنی تم یہاں سکون سے رہو جب تک جی چاہے رہو۔ چھ سال دو سال پانچ سال یہاں تمہیں ہر طرح کی آسائشیں ملیں گی لیکن تمہیں میری حیثیت کو ایک خاص انداز میں قبول کرنا ہو گا جو تمہارا معاوضہ ہے اور یہی میرا معاوضہ ہے میرے ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی میں نے کہا۔

میں یہاں مستقل قیام نہیں کرنا چاہتی پریم کمار تم غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہو۔ حالانکہ میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں یہاں صرف تھوڑا سا وقت لوں گی تم سے اور اس کے بعد وہاں سے آگے بڑھ جاؤں گی بات یہ نہیں ہے پریم کمار کہ میں تمہاری خواہش سے اجنبی ہوں میں تو ایک پامال ہستی ہوں جس کا مصرف اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سمجھا گیا کہ اس کے وجود کو روندا جاتا رہے لیکن میں تم سے ایک سوال کرتی ہوں کہ انسان کے ذہن میں اچھائیوں کا تصور مٹ گیا ہے کیا ہر انسان ایک ہی انداز میں سوچنے کا عادی ہو گیا ہے ایسا ہے تو کیوں ہے مجھے اس کیوں کا جواب دے دو میں تمہاری ہر خواہش کی تکمیل کر دوں گی۔

سنو لڑکی۔ میں اس وقت بالکل سوال و جواب نہیں کر سکتا میرے ذہن میں جو کچھ ہے میں اس کا حصول چاہتا ہوں۔

اس حصول کی شکل بدل بھی تو سکتی ہے پریم کمار میں نے کہا۔

کیا مطلب؟

مطلب یہ کہ اگر تم اچھائیوں کی طرف رجوع کرو تو تمہیں یہ احساس ہو گا کہ کسی بے بس انسان کو سہارا دے کر اس کی زندگی کو برائیوں سے بچانا کتنا بڑا کام ہے۔

اوہ میں نے اپنی زندگی میں کوئی بڑا کام نہیں کیا میں اپنے آپ کو چھپانے کا عادی نہیں ہوں کہہ رہا ہوں تم سے کہ میں کوئی اچھا آدمی نہیں ہوں اور سنو میں نے تم سے پہلی بار یہ نہیں کہا تھا کہ میں کوئی دھرماتما ہوں بس بیکار وقت مت ضائع کرو مجھے میرے مقصد کی طرف آنے دو۔

تو پھر سنو پریم کمار بے شک تمہارے گھر نے مجھے تھوڑا سا سہارا دیا ہے لیکن میں اس کی اتنی بڑی قیمت ادا کرنے

تیار نہیں ہوں تمہاری زندگی کا ایک مقصد ہے تو میری زندگی کا بھی ایک مقصد ہے۔

کیا چلو وہی بتا دو۔

تم جیسے بھیڑیوں کو ہلاک کرنا۔ میں نے کہا اور دوسرے ہی لمحے قریب رکھی ہوئی رائفل اٹھا لی پریم کمار کی نگاہ اس پر نہیں تھی وہ اس وقت نشے میں تھا لیکن رائفل دیکھ کر چونک پڑا۔

یہ کیا کر رہی ہو تم۔

وہی جو مجھے کرنا چاہیے میں نے جواب دیا پریم کمار نے اکھڑی دیوار کی طرف دیکھا اور پھر یہ اندازہ کرنے کے بعد بھی کہ رائفل ہے اس کا چہرہ فق ہو گیا لیکن وہ نمایاں ہو گیا تھا میرے سامنے اور اب سانپ کو موقع دینا بہت بڑی حماقت ہوتی چنانچہ میں نے اس کا نشانہ لے کر رائفل کا گھوڑا دبا دیا ایک دھماکہ ہوا اور پریم کمار کے بھیجے کے پرخچے کر دیئے قریب سے چلائی ہوئی گولی نے اس کا سر ڈھیر کر کے رکھ دیا تھا لیکن احتیاطاً میں نے ایک فائر اس کے سینے پر اور کر دیا پریم کمار زمین پر گرا اور ایک لمحے میں ٹھنڈا ہو گیا وہ اپنی تمام ناپاک ہوس کے ساتھ جہنم تک چلا گیا تھا۔ میں نے رائفل کی نال نیچی کر لی اور اس کے بعد میرا یہاں رکنا کسی طور مناسب نہیں تھا واردات ہو چکی تھی اور میں بستی کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی لیکن کسی کا رخ بھی ادھر ہو جاتا ہے۔

کچھ سوچ کر میں نے کچھ اور کارتوس نکال کر ایک پوٹلی باندھے اور پھر اس کمرے کا جائزہ لینے لگی چونکہ مکان بستی کے دوسرے مکانوں سے الگ تھلگ تھا اس لیے مجھے یہ اطمینان تھا کہ فائروں کی آوازیں دور تک نہ سنی گئی ہوں اور لوگوں کو اس کا اندازہ نہ ہو سکا ہو گا۔

لیکن میں گومل کو بھول گئی تھی وہ یا تو اس گھر میں موجود نہیں تھا یا تو آج کی گہری نیند سو رہا تھا کہ اس نے فائروں کی آوازیں نہیں سنی تھیں۔

چند لمحات تک آہٹیں لینے کے بعد میں اس کمرے سے باہر نکلی بدن کی ساڑھی مجھے سب سے زیادہ تکلیف دے رہی تھی لیکن اس کا انتظام میں نے کر لیا میں نے ایک پتلون اپنے بدن پر پہنی اور اس کے اوپر ساڑھی باندھ لی تاکہ میری عریانیت چھپ گئی تھی پھر مردانہ قمیض ڈھیلی ڈھالی ضرور تھی لیکن میرا کام پورا کر رہی تھی میں پریم کمار کا قیمتی سامان تلاش کرتی رہی مجھے اس میں صرف رقم کی ضرورت تھی لیکن یہاں مجھے کچھ نہ ملا تو میں دروازہ کھول کر باہر نکل آئی پھر دوسرے کمرے میں جو پریم کمار کی خوابگاہ تھی مجھے نوٹوں کی اچھی خاصی تعداد مل گئی۔ اور ان نوٹوں نے میرے دل کو ڈھارس دی میں نے انہیں بھی احتیاط سے اپنے لباس میں ٹھونس لیا اور رائفل ہاتھ میں لیے باہر نکل آئی کوئی مجھے دیکھتا تو عجیب سا محسوس کرتا میرا حلیہ عجیب و غریب ہو رہا تھا مردانہ ڈھیلی ڈھالی قمیض اس کے اوپر رنگین ساڑھی مضحکہ خیز معلوم ہو رہی تھی اس مضحکہ خیزیت کو میں نے دل میں بھی محسوس کیا تھا لیکن اس وقت یہ قیمتی میرے بدن پر نہیں تھی بہر طور میں باہر نکلی بستی میں رکنا اب میرے لیے خطرناک تھا میں دروازے پر پہنچی اور جیسے ہی دروازہ کھول کر باہر نکلی دفعتاً کوئی میرے اوپر ٹوٹ پڑا۔

ہے رام ہے رام کیسی آوازیں ہیں یہ کیسی آوازیں ہیں مجھے گومل کی آوازیں سنائی دیں لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ گومل سے مقابلہ کروں وہ آگے بڑھا تو میں نے رائفل کی نال اس کے حلق پر رکھ کر اسے پیچھے دھکیل دیا اور پھر پوری قوت سے یہ نال ہی اس کی ناک پر ماری۔

گومل کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکلی تھی لیکن میں نے محسوس کیا کہ رائفل کی نال مارنے سے کچھ نہیں ہو گا چنانچہ میں نے اسے نال کی طرف سے پکڑ لیا اور پھر پوری قوت سے رائفل گھمائی جو گومل کی کنپٹی پر پڑی گومل چکرا کر دیوار سے ٹکرایا اس نے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن میرے دوسرے وار نے اس کا بھیجا پاش پاش کر دیا وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر اوندھے منہ زمین پر آ رہا خون کی چھینٹیں اڑ رہی تھیں لیکن میں اپنی ساڑھی کو خون کی ان چھینٹوں سے بچانا چاہتی تھی اس کے بعد اور کوئی وقت نہ رہی میں وہاں سے تیزی سے باہر نکل آئی کسی منزل کا یقین نہیں تھا کسی راستے کا اندازہ نہیں تھا جس طرف منہ اٹھا چل پڑی مکان سے کافی دور نکل آنے کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ اردگرد دور تک سناٹا طاری ہے میں چاہتی تو اس وقت مکان میں بھی رہ سکتی تھی۔ اور دن کا انتظار کر سکتی تھی لیکن یہ کسی طور مناسب نہیں تھا میں برق رفتاری سے آگے بڑھتی رہی بستی کے دھندلے دھندلے مکان بہت دور نظر آ رہے تھے لیکن میں نے وہ راستہ کاٹ

دیا اور دوسری سمت چل پڑی۔

تقریباً آدھی رات تک میں اسی طرح سفر کرتی رہی رات کے ہولناک سناٹوں میں مجھے کسی وقت بے پناہ خوف محسوس ہوتا تھا لیکن آج میں ہر خوف سے عاری تھی تھوڑی دیر کے بعد چند لمحوں دھندلا سا چاند نکل آیا بادلوں نے آسمان پر بسیرا کیا ہوا تھا لیکن ان کی تہہ بہت ہلکی تھی اور چاند ان کے اوپر سے ہی جھانک رہا تھا کبھی کبھی سفر کرتے ہوئے بادلوں کا کوئی ٹکڑا چاند پر سے ہٹ جاتا تو چاندنی تیز ہو جاتی میری آنکھوں کے سامنے ویران راستے پڑے ہوئے تھے کوئی شجر نہیں تھا بس اطراف میں کھیت ہی کھیت بکھرے ہوئے تھے۔

تقریباً دو گھنٹے کے بعد مجھے ایک چھوٹا سا گاؤں نظر آیا۔ میں اس کو بھی نظر انداز کر کے آگے بڑھ گئی میں جتنی جلدی ہو سکتا یہاں سے نکل جانا چاہتی تھی۔

یہ سفر تقریباً صبح چار بجے تک جاری رہا اور میں تھک گئی پتہ نہیں کتنا فاصلہ طے کر لیا تھا میں نے اور جب میں نے اپنے لیے کسی مناسب جگہ کے لیے نگاہ دوڑائی تو مجھے ریلوے لائن نظر آئی۔ چمکتی ہوئی لکیریں جو چاندنی میں نمایاں ہو رہی تھیں مجھے اپنے قریب آنے کی دعوت دے رہی تھیں۔

اور میرے ذہن میں ایک عجیب سا خیال پیدا ہوا۔ میرے پاس نوٹ تو کافی تعداد میں موجود تھے ہاں پستول میں اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتی تھی اور اب اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ خطرات سے نکل آئی تھی ابھی تو نجانے زندگی میں کتنے خوفناک واقعات سے سامنا پڑتا اگر میں اس ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ سفر کروں کسی اسٹیشن پر جا نکلوں تو وہاں سے ٹرین میں بیٹھ کر کہیں روانہ ہو جاؤں گی۔ کوئی منزل سامنے نہیں تھی کوئی مقصد نہیں تھا بس دشمنوں سے دور بھاگ جانا چاہتی تھی تاکہ اپنے آپ کو سنبھال سکوں اور اس کے بعد کنور رادھن سنگھ سے مقابلہ کرنے کے بہتر انتظامات کر لوں ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہوئے میں کافی دور نکل آئی دن کی روشنی پوری طرح نمودار ہو گئی تھی میں تو آرام کرنا چاہتی تھی لیکن ان دو چمکتی ہوئی پٹڑیوں نے مجھے دعوت عمل دی تھی کہ میں سفر کرتی رہوں۔

اور کوئی ایسی منزل تلاش کر لوں جو مجھے دو گھڑی سکون دے سکے اب تک کی بے سکون زندگی میں اپنے مستقبل کے بارے میں فیصلہ کرنا ہی بھول گئی تھی مجھے کیا کرنا چاہیے اور کس طرح اپنا آئندہ وقت گزارنا چاہیے۔

دل میں آگ ہونٹوں پر چپ تھی آنکھوں میں ویرانیاں مقدر بنی ہوئی تھی میں اپنے آپ کو تقدیر کی اس گردش سے نکالنے کی خواہش مند تھی اور ایک انسان ہوں اس کا پورا پورا حق پہنچتا ہے بشرطیکہ اسے انسان سمجھا جا سکے۔

بہرطور ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ میں نے اپنا یہ سفر جاری رکھا اور کچھ ریلوے اسٹیشن تو مجھے نہ مل سکا البتہ بائیں سمت بہت دور مجھے ایک ایسی جگہ نظر آئی جہاں میں جا کر کچھ وقت گزار سکتی تھی۔

یہ ایک چھوٹی سی دھرم شالا تھی جو مسافروں کے لیے راستوں میں بنا دی جاتی ہے۔ میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور ریلوے لائن کا راستہ چھوڑ کر ویران دھرم شالا کی جانب بڑھ گئی۔

میں نے دھرم شالا کے صحن میں قدم رکھا پورے صحن میں پیپل کے پتے بکھرے ہوئے تھے سامنے ہی ایک اونچا سا دالان نظر آ رہا تھا جس کے سامنے دو کوٹھریاں تھیں دالان میں مجھے کوئی نظر آیا تو میرا دل ایک دم دہشت سے دھڑک اٹھا جن بھوتوں کا تصور ایک دم میرے ذہن میں ابھر آیا تھا۔

اس ویرانے میں اس دھرم شالا میں جن بھوت ہی قیام کر سکتے تھے میں ایک لمحے کے لیے کانپ کر رہ گئی لیکن پھر اپنے آپ کو سنبھالا جو نظر آ رہا تھا وہ ایک ادھیڑ عمر بوڑھا تھا پتہ نہیں کیا کر رہا تھا میرے قدموں کی آہٹ پر اس نے پلٹ کر دیکھا اور میری ہی جیسی کیفیت خود اس کی بھی تھی یہ ایک ادھیڑ عمر آدمی تھا چہرے پر کھچڑی بال بڑھے ہوئے تھے اور دھوتی کرتے میں ملبوس تھا چند لمحات وہ وحشت زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا اور پھر خوف زدہ انداز میں بولا۔

"ہے بھگوان ہے بھگوان کون ہے ری تو کیا چاہتی ہے" ایک لمحے کے لیے مجھے گزرا ہوا وقت یاد آ گیا پریم کمار نے بھی مجھے چھل پیری اور چڑیل سمجھا تھا اور شاید یہ شخص بھی مجھے انہی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا دل میں ہنسی آ گئی دیکھو حالات نے کیا سے کیا بنا دیا ہے ایک زمانہ وہ تھا جب لوگ میری خوبصورتی کی تعریفیں کیا کرتے تھے اور آج یہ وقت ہے کہ مجھے بھوت اور چڑیل سمجھا جا رہا ہے بہرطور یہ بات باعث اطمینان تھی کہ وہ شخص بذات خود بھوت نہیں ہے اور کوئی میرا جیسا ہی جیتا جاگتا انسان ہے میں آگے بڑھی اور اس کے قریب پہنچ گئی جیسے جیسے میں آگے بڑھتی جا رہی تھی وہ

کھیں اپنے آپ کو سمیٹ رہا تھا جیسے بس اب اس پر حملہ ہونے ہی والا ہے۔ میں نے ہاتھ جوڑ کر اسے پرنام کیا تو اس نے خوف زدہ انداز میں اپنے دونوں ہاتھ اوپر کی طرف اٹھا دیئے۔

"بابا، میرے بارے میں کچھ غلط سوچ رہے ہو تم میں چڑیل یا چھل پیری نہیں ہوں۔"

"ارے نہیں نہیں ہم یہ کہاں سوچ رہے ہیں بیٹیا" بڈھے نے کسی قدر مطمئن انداز میں کہا اور پھر بولا۔

"او، آجا، اوپر آجا۔ کون ہے تو؟ قسمت کی ماری کیا راستہ بھٹک گئی ہے کیا ہوا ہے۔"

"ہاں بابا، میں زندگی کا راستہ بھٹک گئی ہوں۔"

"کوئی بات نہیں میں تجھے صحیح جگہ پہنچا دوں گا آجا اوپر" میں تیزی سے ٹوٹی پھوٹی سیڑھیوں کے سہارے اوپر پہنچی تو بوڑھے نے مجھے چادر دیتے ہوئے کہا۔

"لے یہ اوڑھ لے سردی لگ رہی ہوگی تجھے" ہمدردی اور اپنائیت کے یہ الفاظ میری آنکھوں کو آنسوؤں میں بہنے کا باعث بن گئے۔ پتہ نہیں کیوں میرا دل بھر آیا تھا۔ چادر اوڑھ کر میں بیٹھ گئی تو بوڑھے نے بغور مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کسی اچھے گھر کی لگتی ہے شکل دیکھو جیسے چندرما زادی ہو لیکن حالات نے تیری آنکھوں میں تھکن پیدا کر دی ہوا کیا ہے تجھے پتی نے چھوڑ دیا ماتا پتا نے گھر سے نکال دیا کوئی بھول ہو گئی ہے تجھ سے کیا ہوا ری کچھ تو بول۔"

"بابا۔ بتا دوں گی ابھی مجھے دو گھڑی سکون تو لینے دو۔"

"ہاں، ہاں یہ ستو ہے میرے پاس گڑ بھی ہے پانی مٹکی میں سے نکال لاتا ہوں جی چاہے تو کھالے"

"نہیں بابا۔ تمہارا بہت شکریہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے"

"ٹھیک ہے تیری مرضی اگر بھوک لگے تو مجھ سے لے لیجیو۔"

"یہاں کیا کر رہے ہو بابا۔"

"ارے بس بڑھاپا ہے بیٹیا تھک گئے ہیں جیون کا بوجھ اکیلے ہی اٹھانا پڑ رہا ہے کون ساتھ دیتا ہے ایسے مالک کے جھمیلوں ہی کہیں سے آ رہے تھے اپنی بستی ہے تھک گئے۔ تو سوچا کہ دھرم شالا میں کچھ سمے

گزار لیں اس کے بعد آگے بڑھ جائیں گے۔"

"تمہاری بستی یہاں سے کتنی دور ہے" میں نے سوال کیا۔

"اس جگہ سے بارہ کوس ہے ری اگر بارہ کوس نہ ہوتی تو ہم سفر بیچ میں نہ روکتے۔"

"کیا نام ہے تمہارا بابا۔" میں نے سوال کیا؟

"بدری ناتھ۔" بوڑھے نے جواب دیا اور پھر سوال کیا۔

"تیرا کیا نام ہے"

"کامنی کہہ سکتے ہو بابا"

"بھگوان سکھی رکھے پتہ نہیں کیا بپتا پڑی ہے۔"

بے چارے بوڑھے کے لہجے میں ہمدردی تھی۔ میں اس ہمدردی سے مسلسل متاثر ہو رہی تھی۔ بہرطور میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔

"تمہارا اندازہ درست ہے بابا۔ میں زمانے کی ستائی ہوئی ہوں میری کہانی پوچھنے کی کوشش نہ کرنا بس یوں سمجھ لو کہ میرا اس سنسار میں اب کوئی نہیں رہا۔"

"ہے بھگوان ہے۔ بھگوان کیسی انوکھی بات ہے ایسا سندر چہرہ اتنا اچھا شریر، پرکھتی ہے سنسار میں کوئی نہیں ہے کوئی بات نہیں بیٹا ہم ہیں تیرے بدری ناتھ کاکا کو اپنا سمجھ لے سنا ہم تیری سہائتا کریں گے۔" بدری ناتھ نے کہا اور میں تشکر آمیز نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی اس وقت تو تنکے کا سہارا بھی کافی تھا۔

دوران گفتگو بدری ناتھ کاکا نے بتایا کہ اس کی بستی کا نام سولی ہے میں سوچنے لگی کہ اگر بدری ناتھ مجھے کچھ وقت کے لیے سہارا دے دو تو میں کسی گمنام گوشے میں پڑ کر کم از کم کچھ عرصے کے لیے رادھن سنگھ کی نگاہوں سے روپوش ہو جاؤں میں جانتی تھی کہ حالات ابھی میرے لیے بڑے ناسازگار ہیں میرے دل میں بس ایک ہی خواہش تھی کسی طرح اپنی بہن دیپا کو ماما جی کے ہاں سے نکال لاؤں اور پھر اس کی پرورش کا صحیح بندوبست کرنے کے بعد کچھ وقت اس طرح گزار لوں کہ میرے پاس کچھ رقم جمع ہو جائے پھر دیپا کو اس کے مستقبل کے لیے ایک اچھا سہارا دے کر میں رادھن سنگھ سے اپنا انتقام لینے نکل پڑوں لیکن اس کے لیے یہ ضروری تھا کہ مجھے کچھ بہتر سہارے مل جائیں میں نے بدری ناتھ کاکا سے پوچھا کہ اب وہ اپنی بستی کے لیے کب روانہ ہوں گے تو انہوں نے کہا کہ ذرا دم لے لیں تو میں کیلا

تھا اور سوچ رہا تھا کہ کافی دیر تک یہاں آرام کرنے کے بعد دوبارہ سفر کا آغاز کروں لیکن اب تو مل گئی ہے تو تیرے لیے مجھے چلنا ہی ہو گا۔

بدری کاکا کی باتوں میں کوئی ایسی بات نہیں تھی ویسے بھی شکل و صورت سے وہ سیدھا سادھا آدمی نظر آتا تھا چنانچہ میں مطمئن ہو گئی میں نے سوچا کہ سوتی بستی میں مجھے ایک ٹھکانہ مل جائے گا بدری کاکا تھوڑی دیر بیٹھا رہا اور اس کے بعد کہنے لگا۔

کیا خیال ہے چلیں بیٹا۔

ہاں کاکا۔ میں چاہتی ہوں کہ جلدی سے تمہاری بستی پہنچ جاؤں لیکن تمہارے گھر میں اور کون کون ہے۔

ارے بیٹیا۔ بس ہیں میری دھرم پتنی ہے میرے چار بیٹے ہیں پانچ وہ ہوتے چھوٹا میں اب ساتھ میں تو ہو جائے گی بیٹی نہیں ہے کوئی میری ہاں ایسا لیے بھگوان نے مجھے بیٹی بھی دے دی تو جتا مت کہ کسی قسم کی یہ بات بھی میرے سکون کا باعث تھی کم از کم بدری ناتھ شریف آدمی معلوم ہوتا تھا۔

ہم لوگوں نے سفر کا آغاز کر دیا بارہ کوس کا سفر معمولی بات نہیں تھی مجھے راستے میں بھوک لگی تو بدری کاکا نے مجھے ستو اور گڑ نکال کر دے دیئے بیچارو ناچار یہی سب کچھ زہر مار کرنا پڑا زندگی کی گاڑی تو ڈھکیلنا ہی تھی اور ظاہر ہے میرا وہ وقت نہیں رہا تھا جب میں سکون کی آغوش میں سانس لیتی تھی اور میرے ماتا پتا میرے ناز نخرے اٹھاتے تھے۔

بارہ کوس کا یہ سفر کئی گھنٹے میں طے ہوا اور اس کے بعد بدری کاکا بالکل تھک گیا مجھے اسے سہارا دے کر لے جانا پڑا بوڑھا آدمی تھا دبلے پتلے ہاتھ پاؤں جھلسا ہوا سا چہرہ، لیکن بہر طور میرے لیے اس وقت وہ بہت بڑی نعمت تھا۔

بہر طور خدا خدا کر کے ہم سوتی بستی میں داخل ہوئے لوگوں نے بدری کاکا کو دیکھا ان سے ان کی خیریت معلوم کی مجھے ان لوگوں نے تعجب کی نگاہ سے دیکھا تھا بدری کاکا نے بتایا کہ میری بھانجی ہے جسے میں دوسری بستی سے لے کر آ رہا ہوں اور اس کے بعد کسی نے اس پر توجہ نہ دی بدری کاکا مجھے لے کر اپنے گھر پہنچ گئے۔ بدری کاکا کی نسبت ان کی دھرم پتنی بہت ہی موٹی تازی اور بھٹی کی تھیں چہرے سے خاصی درشت اور بدمزاج معلوم ہوتی تھیں انہوں نے مجھے دیکھا اور پھر بدری کاکا سے پوچھا۔

یہ کون ہے۔ کہاں سے لائے ہو اسے۔

ارے بھگوان بیٹھنے تو دے اسے تھوڑا سا آرام تو کرنے دے لمبا سفر طے کر کے آئی ہے تھوڑا سا کچھ کھلا پلا تو دے۔

ہوں۔ چل ہاں، چلو اندر چلو۔ میں نے اس موٹی اور تند خو عورت کو دیکھا اور دل ہی دل میں اس خوف کا شکار ہو گئی کہ یہ مجھے سکون سے سانس نہ لینے دے گی میں سوچنے لگی کہ کس طرح اس عورت کو مطمئن کروں۔

بہر طور میں خاموشی سے اندر چلی گئی دالان میں بیٹھنے کے بعد انہوں نے سر سے پاؤں تک مجھے دیکھا اور پوچھا بتا تو ہی کون ہے تو۔

میں کہتا ہوں تو کیوں اس کی جان کھا رہی ہے آرام کرنے دے اس کو۔ بدری کاکا نے موٹی عورت کو ڈانٹا اور وہ خونخوار نگاہوں سے انہیں گھورنے لگی پھر منہ کر کے باہر نکل گئی حالات کا یہ رخ میرے لیے ذرا ناخوشگوار تھا لیکن کچھ بھی ہو جائے خواہ موٹی عورت کے پاؤں دھو دھو کر پینا پڑیں لیکن یہاں کچھ وقت تو گزارنا ہی تھا۔

چنانچہ میں نے باہر نکل کر اس سے کہا۔

چاچی جی۔ میں، میں ایک اناتھ ہوں بے سہارا ہوں بدری کاکا مجھے سہارا دینے کے لیے لے آئے ہیں میں آپ کی سیوا کروں گی آپ کے سارے کام میں خود سنبھالوں گی سنا ہے آپ کی کوئی بیٹی نہیں ہے آپ کی بیٹی بن کر سارے کام کروں گی موٹی عورت کچھ پسیج گئی اس نے کہا۔

"نہیں بیٹیا ایسی کوئی بات نہیں جاؤ آرام کرو تمہارے کھانے پینے کے لیے کچھ لاتے ہیں۔ میرے چند جملوں نے موٹی عورت کا موڈ بدل دیا تھا اور اس کے بعد حالات قدرے پرسکون ہو گئے مجھے رہنے کے لیے ایک کوٹھڑی دے دی گئی بدری کے چاروں بیٹوں کا کوئی پتہ نہیں تھا رات ہو گئی لیکن کوئی بیٹا گھر واپس نہیں آیا تھا بدری کاکا بک جھک رہا تھا۔

سارے کے سارے نکمے ہیں سسرے کام چور

نہ بھی نہیں بتاتے نہ کوئی کما کر دیتا ہے اب تم بتاؤ میں کیا کروں۔ مخاطب مجھ سے تھا۔

آپ، آپ کے بیٹے کتنے بڑے بڑے ہیں بدری کاکا۔

ارے سانڈ کے سانڈ ہیں مگر اپنی ماں کے لاڈلے بنے ہوئے ہیں۔

دیکھو دیکھو تم نے پھر میرا نام لیا۔

نہیں لیتا بھگوان اپنا ہی نام لیتا ہوں سالا کیا دھرا میرا ہی ہے۔ بدری کاکا نے پریشان لہجے میں کہا۔ میں نے محسوس کیا کہ بدری کاکا کے ذرائع آمدنی کچھ ٹھیک ٹھاک ہی معلوم ہوتے ہیں کیونکہ گھر میں تقریباً تمام ہی چیزیں موجود تھیں اگر ان کے بیٹے کام وام نہیں کرتے تو پھر یہ پیسہ کہاں سے آیا میں نے اس سلسلے میں بدری کاکا سے پوچھ لیا۔

آپ کیا کرتے ہیں بدری کاکا۔

قسمت کو روتا ہوں اور کچھ نہیں کرتا۔

میرا مطلب ہے آپ کی زمینیں وغیرہ ہیں۔

ہاں ہیں تھوڑی بہت زمینیں مگر ان سے اتنا کیا ہے سبزی ترکاری بوئی ہوئی ہے بیٹے اگر دیکھتے تو بہت سارے کام ہو جاتے لیکن کیا کہوں کس سے کہوں۔

اوہ آپ ہی ان کی دیکھ بھال کرتے ہوں گے۔

ارے کہاں بیٹیا۔ ہم میں اب اتنی ہمت نہیں ہے بس کسی نہ کسی طرح کام چلا لیتے ہیں میں خاموش ہو گئی مجھے جو کمرہ سونے کے لیے دیا گیا تھا وہ ٹھیک ٹھاک تھا بہر طور یہاں کم از کم سکون ذرا محسوس ہوا تھا وہ خوفناک کیفیت نہیں تھی جو پریم کمار کے گھر جا کر مجھے محسوس ہوئی تھی چنانچہ اس وقت کچھ سوچنے سمجھنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا آرام سے گہری نیند سو گئی۔

دوسری صبح جاگی تو حالات بھی بدلے ہوئے تھے چاچی کا موڈ بہت اچھا تھا مسکراتی ہوئی میرے کمرے میں داخل ہوئیں۔

بیٹیا چل منہ ہاتھ دھو لے۔ ناشتہ کر لے۔ میں نے ان کی محبت و مہربانی کو عجیب سی نگاہ سے دیکھا ہر چند کہ پہلے انہیں کچھ نرم ضرور کر دیا تھا لیکن اس کے باوجود فطرت میں تندی نظر آتی تھی وہ مجھ سے متاثر نہیں ہوئی تھیں لیکن اس وقت ان کی شکل بالکل بدلی ہوئی تھی میں نے زیادہ غور کرنا مناسب نہیں سمجھا ممکن ہے بدری کاکا نے انہیں سمجھایا بجھایا ہو اور اس کے بعد ان کے رویئے میں یہ تبدیلی رونما ہو گئی۔

ناشتے کے لیے گاڑھا گاڑھا دودھ اور باجرے کا ملیدہ میرے سامنے لا کر رکھا گیا۔ بہر طور بھگوان کا شکر ادا کرتے ہیں میں نے ناشتہ کیا اور اس کے بعد بدری کاکا کے اس چھوٹے سے مکان میں میرا پہلا دن گزرا۔

دوسری رات کو بدری کاکا کے بیٹے واپس آ گئے تھے تھوڑی سی ہنگامہ خیزیاں ہوتی رہیں یہ اوباش فطرت لڑکے تھے سب سے بڑے لڑکے کی عمر تقریباً تیئس سال تھی باقی اس سے دو دو تین تین سال چھوٹے تھے لیکن شکل و صورت ہی سے نکمے اور آوارہ نظر آتے تھے مجھ پر کسی نے کوئی خاص توجہ نہ دی تھی بدری کاکا کے ذرائع آمدنی کے بارے میں میری کچھ معلومات نہیں تھیں دراصل اس سلسلے میں خاموشی اختیار کیے ہوئے تھی میرے ساتھ البتہ ان سب کا رویہ بہت اچھا ہو گیا تھا پھر تیسرے دن بدری کاکا چلے گئے وہ مجھے بتا کر نہیں گئے تھے۔ ہاں چاچی نے بتایا کہ وہ دو تین دن میں واپس آ جائیں گے۔

تیسرے دن بدری کاکا واپس آ گئے اس دوران میرا اپنا ذہن بہت پرسکون ہو چکا تھا وہ مجھ سے ملے اور مسکرا کر کہنے لگے۔

سندر سی بٹیا کے لیے ہم سندر سندر سی چیزیں لائے ہیں۔ یہ دیکھ! انہوں نے کچھ ساڑھیاں اور ہلکے پھلکے زیورات نکال کر میرے سامنے رکھ دیئے جو نقلی کے بنے ہوئے تھے لیکن بہر طور یہ ان کی محبت کا مظہر تھا زیورات میں نے ایک طرف رکھ دیئے اور بدری کاکا سے کہا کہ ان تمام چیزوں کے لیے تکلیف کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

بس بٹیا۔ ہم نے سوچا کہ ہماری بیٹی آئی ہے تو اس کے لیے کچھ نہ کچھ کر ہی لیا جائے۔ میں اب ان لوگوں کی محبت سے بہت متاثر ہو گئی یہاں رہتے ہوئے مجھے کافی دن گزر گئے تھے اور یہ دن میرے بڑے پرسکون گزرے تھے اس دوران مجھے بہت کچھ سوچنے کا موقع ملا تھا۔

دل چاہا کہ بدری کاکا سے اپنے بارے میں سب کچھ بتا دوں اور ان سے اس سلسلے میں بھی مدد مانگوں چنانچہ

اسی رات میں نے ان سے اپنی داستان کہہ سنائی بدری کاکا کے چہرے پر حیرت کے آثار نظر آ رہے تھے انہوں نے کہا۔

اچھا۔ بڑی عجیب داستان سنائی تم نے تو بیٹا ہمیں تو معلوم ہی نہ تھا کہ یہ سب کچھ ہے وہ بہت دیر تک غور کرتے رہے اور پھر کہنے لگے۔

جو کچھ بھی ہوا بیٹا اب تو اس کی چنتا مت کر جو کچھ بھی ہو گا اچھا ہی ہو گا۔ میں نے کوئی خاص بات محسوس نہ کی لیکن اسی رات مجھے نیند نہیں آ رہی تھی میں پریشانی کے انداز میں باہر نکل آئی۔

باہر تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ صرف بدری کاکا کے کمرے میں روشنی تھی پتہ نہیں وہ جاگ رہے تھے یا روشنی جلا کر سونے کے عادی تھے لیکن پہلے تو میں نے ایسی بات نہیں دیکھی تھی یوں ہی خواہ مخواہ میرا دل چاہا کہ ان کی طرف نکل جاؤں۔

کمرے کے سامنے پہنچی تو اندر سے بدری کاکا اور چاچی جی کے باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں حالانکہ یہ معیوب بات تھی لیکن نہ جانے کیوں میرا دل ان باتوں کو سننے کو چاہا جو وہ لوگ کر رہے تھے اور میں نے دروازے کی جھری سے کان لگا دیئے بدری کاکا کہہ رہے تھے۔

"بڑی عجیب بات ہے بڑی ہی عجیب۔"

"مگر ہمارے لیے تو اچھی ہے۔"

"ہاں۔ بہت اچھی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے جب رادھن سنگھ مہاراج اسے دیکھیں گے تو اچھل پڑیں گے مجھے تو معلوم ہی نہ ہوتا کہ میں کیا کرنے جا رہا ہوں اتنا بڑا کام اتنی بڑی بات بھگوان کی سوگند یوں سمجھ کر تقدیر پلٹ گئی رادھن سنگھ کا نام سن کر میرے کان کھڑے ہو گئے تھے پھر چاچی جی نے پوچھا۔

"تم نے رادھن سنگھ سے بات کی؟"

"بات کیا کی۔ بھئی ہم لوگوں کو تو حکم ہے کہ حسین لڑکیاں لائیں اور انعام لیں میں نے تم سے کہا تھا نا مدھو مکھری کہ یہ لڑکی ہماری تقدیر پلٹ دے گی اس وقت میں نے یہ سوچ کر ہی یہ بات کہی تھی کہ اچھی خاصی سندر لڑکی ہے مہاراج کے چرنوں میں پیش کروں گا تو مہاراج کوئی بڑا انعام دیں گے بڑے دیالو اور دل کھلے ہیں وہ ایک دفعہ میں نے چھ بار لستی کی ایک لڑکی ان کے سامنے پیش کی تھی تو آج تک ہم اس کا کھا رہے ہیں اب میں نے یہی سوچا تھا اور تو تو مانتی ہی نہ تھی مدھو مکھری کہتی تھی کہ اسے نکال باہر کرو گھر میں کسی جوان لڑکی کا رہنا اچھا نہیں ہے لیکن میں نے جب اسے دھرم شالا میں دیکھا تھا اسی سمے سوچ لیا تھا کہ یہ لڑکی ہمارے لیے بھر سال دو سال کا بندوبست کر دے گی اب اور کیا کروں لڑکے بالے تو نکمے اور ناکارہ ہیں مجھے ہی سب کچھ کرنا پڑ رہا ہے کیسے کام کر کے اپنا جیون بتا سکتا ہوں۔ ہاں۔ یہ دوسری بات ہے کہ کبھی لڑکے اس قابل ہو گئے تو پھر دیکھ لیا جائے گا۔

"مگر تم تو کہتے ہو کہ یہ رادھن جی مہاراج کی دشمن ہے۔"

"اسی لیے تو اس کی قیمت بڑھ گئی اس لڑکی نے رادھن سنگھ مہاراج کو زخمی کیا اور ان کے چنگل سے نکل بھاگی رادھن سنگھ کے لیے وہ کتنی دلچسپ و دلکش ہو گی میں ان کی عادت اچھی طرح جانتا ہوں وہ اس کے لیے بے تاب ہو رہے ہوں گے میں نے تو یہی کہا تھا کہ میں ایک سندر لڑکی ان کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں اور وہ کہنے لگے کہ مجھے منہ مانگا انعام ملے گا مگر اب جب ان کی دشمن ان کے سامنے جائے گی تو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ اس کے بعد مدھو مکھری یوں سمجھ لے کہ ہماری تقدیر ہی پلٹ جائے گی۔"

"مگر۔ مگر رادھن سنگھ جی کے پاس کب لے جاؤ گے اسے۔"

"میں تھوڑا ہی لے جاؤں گا رادھن سنگھ جی کے آدمی پہنچ گئے ہوں گے اور شاید آج ہی رات وہ مجھ سے مل لیں ان کا تو انتظار کر رہا ہوں۔" میرے ہوش و حواس گم ہو گئے۔

"یہ کیا ہو گیا یہ میرے اس چھوٹے سے پرسکون گوشے پر کہاں سے آگ لگ گئی بدری ناتھ کاکا بدری ناتھ شکل سے معصوم نظر آنے والا بوڑھا لڑکیوں کا دلال ہے یہ کم بخت رادھن سنگھ سے رابطہ رکھتا ہے اور اس نے رادھن سنگھ کو میرے بارے میں بتا کر میرا سودا کر لیا ہے۔ شروع ہی سے یہ میرے لیے دل میں کھوٹ رکھتا ہے۔ آہ اس دنیا میں کوئی اچھا انسان ہے یا نہیں۔ یہ تو بہت ہی برا ہوا۔ ایک بار پھر میں ایک برے انسان کے ہاتھ لگ گئی تھی بلکہ حقیقت تو یہ تھی کہ یہ تو پہلے والے سے بڑا انسان تھا وہ ہوس پرست تو مجھے دوسرے طریقے سے اپنے جال میں لانا چاہتا تھا۔ لیکن یہ شخص تو مجھے میرے دشمن کے پاس پہنچائے دے رہا تھا۔

یقیناً اس رات کی بات مجھے یاد آ گئی جب صبح کو عورت کا موڈ بدلا ہوا تھا۔ بدری ناتھ نے اسے بتایا ہو گا کہ وہ مجھے کس غرض سے یہاں لایا ہے اور عورت خوش ہو گئی ہو گی کہ جلد میرے ذریعے دولت آئے گی۔ یہ تھی چاچی اور یہ تھا سنسار جسے

راجہ نواز اصغر۔ یہ تھا ہمارا سنسار یہ تھا ہمارا جیون ایسے تھے ہمارے لوگ بتاؤ ان لوگوں سے نفرت کی جائے یا محبت۔؟

میں دہشت کے عالم میں یہ سوچ رہی تھی کہ کیا کروں اچانک ہی میرے سر سے یہ آسمان بھی چھن گیا تھا جس کے نیچے بیٹھ کر میں نے سوچا تھا کہ اب میری زندگی کے لیے بہتر راستے نکل آئیں گے میں نے بدری کاکا کو اپنی کہانی اسی لیے سنا دی تھی کہ وہ مجھ پر اور زیادہ رحم کریں اور یہ سوچیں کہ میں کتنی مظلوم لڑکی ہوں لیکن یہاں تو بات ہی الٹ گئی تھی وہ اس سے پہلے ہی رادھن سنگھ کے پاس جا کر میرا سودا کر چکے تھے۔

آہ۔ کتنی بدنصیب ہوں میں کتنی بدنصیب ہوں اور اس وقت اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں یہاں سے نکل بھاگوں ابھی میں چلنے کا ارادہ کر رہی تھی کہ باہر سے گھنٹی بجانے کی آوازیں سنائی دیں اور میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اب میں کیا کروں بھاگنے کا اور کوئی راستہ نہیں تھا بدری کاکا کمرے سے باہر نکل آئے مجھے دیکھ کر وہ ٹھٹک گئے۔

ارے تو یہاں کیا کر رہی ہے۔

بدری ناتھ کتے میں نے تیری ساری گفتگو سن لی ہے ذلیل انسان کاش تیرے کوئی بیٹی ہوتی کاش تو سمجھ پاتا کسی کو بیٹی کہتا مگر تو کیا جانے بیٹی کیا چیز ہوتی ہے۔

ہرے رام۔ ہرے رام ارے یہ پاگل ہوتی ہے تو کیا بک بک لگا رکھی ہے اسی وقت آوازیں سن کر بدری ناتھ کے چاروں بیٹے باہر نکل آئے۔

"کیا بات ہے کاکا؟" ان میں سے ایک نے پوچھا۔

ارے پکڑو اس سسری کو گالیاں دے رہی ہے مجھے ارے ہمارا ہی کھا رہی ہے اتنے دن سے اور ہمیں ہی گالیاں دے رہی ہے۔

میں مار ڈالوں گی میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی میں نے خونخوار شیرنی کی طرح بدری ناتھ پر لپکتے ہوئے کہا لیکن اس کے چاروں اوباش بیٹوں نے مجھے پوری قوت سے جکڑ لیا بالآخر اتنی طاقتور و توانا نہیں تھی کہ ان چاروں شیطانوں کا مقابلہ کر سکتی۔

بدری ناتھ جلدی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اور اس نے اندر سے کنڈی کھول دی یہ رادھن سنگھ کے آدمی تھے آٹھ نو آدمی آئے تھے رات کا وقت تھا شاید بدری ناتھ نے یہی کہا تھا کہ رات کو مجھے یہاں سے لے جایا جائے وہ سب کے سب اندر گھس آئے۔ بدری ناتھ نے کہا۔ پکڑ لو اسے پکڑو۔ یہ تو بڑی عجیب کہانی ہے چلیں مہاراج ساتھ ہی چلوں گا مہاراج کو یہ کہانی سناؤں گا۔

بارہ آدمی ایک مظلوم اور بے بس لڑکی کو بے بس کرنے میں بھلا کیا دقت محسوس کر سکتے تھے انہوں نے مجھے بری طرح کس کر باندھ لیا میرے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا گیا اور میں بے دست و پا ہو گئی۔

اس کے بعد وہ لوگ مجھے باہر نکال لائے باہر چار گھوڑوں کی بگھی کھڑی ہوئی تھی انہوں نے مجھے بگھی میں ڈال دیا میرے ہاتھ اور پاؤں بری طرح کسے ہوئے تھے منہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا اتنی سخت بندش تھی کہ ہل بھی نہیں سکتی تھی وہ لوگ گھوڑوں پر سوار ہو گئے کچھ لوگ اس بگھی کو چلا رہے تھے اور میرے آس پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے بے بسی سے میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے آہ۔ ابھی میری مصیبتوں کا دور ختم نہیں ہوا تھا ابھی میری زندگی کی کتاب میں کچھ اور پریشانیاں لکھی ہوئی تھیں کاش موت ہی آ جاتی میں پھر اپنے دشمن کے ہاتھوں میں جا رہی تھی اس بدترین دشمن کے ہاتھوں میں جس نے میری زندگی کو داغدار کر دیا تھا جس نے میرے وجود میں چنگاریاں بھرنے کے علاوہ اور کچھ نہ بھرا تھا سفر جاری رہا بدری کاکا بھی ہمارے ساتھ ہی تھا اور پھر اس وقت بدری کاکا بھی ہمارے ساتھ ہی، رادھن سنگھ کی حویلی میں داخل ہوا۔ مندر جیسے پاس مجھے بگھی سے اتارا گیا اور پھر اسی طرح اٹھائے لٹکائے اندر لے جایا گیا۔ رادھن سنگھ کم بخت اپنے حجرے میں موجود تھا۔ مجھے اسی انداز میں اس کے حجرے میں پہنچا دیا گیا بدری کاکا بھی ساتھ تھے انہوں نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

مہاراج کچھ بھول ہو گئی۔ رادھن سنگھ شرابی سا تھا اس کے جسم پر وہی سادھوؤں جیسا لباس تھا بڑی بڑی آنکھوں میں سرخی چمک رہی تھی اس نے بدری کاکا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

کیوں۔ کیا ہوا بدری ناتھ جی کیا بھول ہو گئی ہے تم سے۔

مہاراج بھول ہو گئی اور ہم دوشی بھی ہیں۔

فضول باتوں سے گریز کرو۔ اسے اس لڑکی کو اس طرح سے کیوں باندھ رکھا ہے تم نے۔ چلو اس کا چہرہ

کو ہلاک کرنا ہی اپنا جیون بچانے کا کام دے سکتا ہے مجھے
موقعہ ملا اور تقدیر انسان کو اس کی خواہش کے مطابق موقع
ضرور فراہم کرتی ہے راجہ نواز اعظم ایک دن مجھے دوپہر کو
اپنے قید خانے سے باہر نکالا گیا۔ اور رادھن سنگھ کے
سامنے پیش کیا گیا۔ رادھن سنگھ نے طنزیہ انداز میں
مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور پوچھا۔

کہو کوشل کیسی ہو۔

دیا ہے پنڈت جی مہاراج کی میں نے پرسکون لہجے
میں جواب دیا۔

اوہو۔ ہو ہم سچ مچ سب پر ہی دیا کرتے ہیں دیکھو
دیارام جی آ گئے اس نے دروازے کی طرف اشارہ کیا اسی
وقت ایک پولیس آفیسر پولیس کی وردی میں ملبوس دو آدمیوں
کے ساتھ اندر داخل ہو گیا بڑے احترام سے اس نے رادھن
سنگھ کو پرنام کیا۔

اپنے ان آدمیوں کو باہر بھیج دو دیارام جی۔ ذرا آپ
سے کام ہے مجھے۔ دیارام نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اور
وہ باہر نکل گئے۔ تب رادھن سنگھ میری طرف متوجہ ہوا اور
مسکرا کر بولا۔

اسے پہچانتی ہو دیوی جی۔ یہ پولیس آفیسر دیارام ہیں
وہی جن سے تمہارے پتا جی میری شکایت کرنے گئے تھے اور جس
نے مجھے اطلاع دے کر تمہارے پتا جی کا سارا کچا چٹھا کھول
دیا اور پھر اسی نے تمہارے پتا جی کو گرفتار کر کے جیل میں ٹھونسا
اور پھانسی دلوائی یہ وہی دیارام ہے میرا خاص آدمی یہ بچارا
بڑی عقیدت رکھتا ہے مجھ سے، میں نے نفرت بھری نگاہوں
سے اس پولیس آفیسر کو دیکھا اور وہ مسکرایا۔

لڑکی تو کٹ کھنی معلوم ہوتی ہے کون ہے یہ۔

اوہو تم جانتے ہو دیارام سمجھے نہیں یہ مہاشے دیوان کرن
لال کی بڑی بیٹی کوشل۔ دیوان کرن لال جی کو تو تم نہیں بھولے
ہو گے دیارام، جو دیالو تھے لیکن اندر سے بڑے
دھرماتما رہے وہی جن کی تصویریں ہم نے چھپوائی
تھیں جو ایک سندر سی لڑکی کو مار کر باؤلی میں پھینکنے
جا رہے تھے اور باؤلی میں ان کی لاش مل گئی تھی۔

اوہو سمجھ گیا مہاراج تو ان کی پتری ہیں یہ۔

ہاں بھئی بڑی جوان ہیں یہ ہمارے پاس آ گئیں تاکہ ہم
سے اپنے پتا جی کا بدلہ لینے کی کوشش کی دوسری

طرف منہ کیے ہوئے بیٹھے تھے ہم یہ سمجھ
گئیں اور ہمارے شریر میں چھری گھونپ دی پر
زخمی ہو گئے تھے ہم تمہیں تو معلوم ہی ہے۔

اوہ تو یہ ہے وہ جس نے آپ کو زخمی کیا تھا
مہاراج کریں یہ میں اسے ساری زندگی جیل میں سڑا
دوں گا۔

نہیں نہیں ساری زندگی نہیں بس تھوڑے دن
کے لیے اس وقت تک جب تک ہمارا ایک کام نہ ہو
اور سنو ہماری طرف سے کوئی رپورٹ نہیں ہے بھلا
ہے بھلا ہم اپنے پرکھوں کے وفادار کی بیٹی کو جیل بھجوا
سکتے ہیں ہماری بات ہم جانیں۔ ہمیں اس کی شکایت
ہے کہ اس نے ہمارے ساتھ کیا کیا بس ہم یہ چاہتے
ہیں کہ تھوڑے دن یہ سرکاری مہمان بن جائے بڑی آرزو
ہے لوگوں کے دلوں میں کہ وہ کہیں کسی کے مہمان بنیں تو
دیارام اسے لے جاؤ اور لے جا کر تھانے میں بند رکھو۔ یہ
ذمہ داری ہماری، تھانے میں اسے کوئی تکلیف نہ ہونے
پائے بس یوں سمجھو کہ تم ہمارا کام پورا کرو گے پھر بیچاری
بے چاری سرکاری کھانا کھانے کی خوش رہے گی۔

رادھن سنگھ۔ تم یہ اچھا نہیں کر رہے ہو اور یہ
تم سے کہتی ہوں صرف تم سے، میں نے پولیس آفیسر کو نظر انداز
کر کے کہا۔

تم انسانوں کی رکشا کرتے ہو انہیں مجرموں کے ہاتھوں
سے بچاتے ہو جہاں کہیں بھی وہ پریشان ہوں یا انہیں
پریشان کیا جائے وہاں تمہارا کام شروع ہوتا ہے تم اپنا
فرض بیچ کر اس جیسے آدمیوں کی حاشیہ برداری کیوں
کر رہے ہو حقیقت تمہارے سامنے ہے میرا باپ بے گناہ
نہیں تھا اس بدنام کے کالے کرتوتوں کو منظر عام پر لانے کی
کوشش کی تھی تم نے اس کی مدد کرنے کے بجائے اسے
پھانسی دے دی، یہ کیا ہوا، تم نے اپنے فرض سے غفلت نہیں
کی پولیس آفیسر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس
نے آہستہ سے کہا۔

دیوی جی انسان کا فرض کیا ہوتا ہے کیا آپ مجھے بتا
سکتی ہیں۔

جو کام اس کے سپرد کر دیا جائے حکومت نے تمہارے
سپرد ہم لوگوں کی حفاظت کی ہے اور تم الٹا کام کر رہے ہو

کیا تم اس بات پر اس آدمی کو گرفتار نہیں کر سکتے۔

پر آدمی تو بھو دیوی جی یہ تو تم جانتی ہیں تو اتنے بڑے آدمی ہیں کہ ان تک پہنچنے کے لیے انسان کو بڑے کٹھن فاصلے طے کرنے پڑتے ہیں۔

فرض کے فاصلے طویل نہیں ہوتے نہ کسی کی راہ میں نہیں آتے آفیسر غور کرو میری جگہ تمہاری اپنی بیٹی ہوتی تو تم ایسا ہی کرتے۔

اسی لیے۔ میں نے شادی نہیں کی دیوتی جی بڑا مشکل مرحلہ ہوتا ہے جب انسان کی اپنی بیٹی ہو

مجھے اپنی بیٹی سمجھ سکتے ہو۔ میں نے کہا۔

نہیں بن ماں کے بیٹی بھلا کیسے ہو سکتی ہے پہلے مجھے میری پتنی سے ملواؤ اس کے بعد میں تمہیں اپنی بیٹی سمجھ سکتا ہوں کم بخت دل کا بالکل ہی کالا تھا اس کے سینے میں انسان کا دل ہی نہیں تھا کوئی احساس ہی نہیں جاگتا تھا اس کے وجود میں میں نے اس پتھر سے سر پھوڑنا مناسب نہیں سمجھا کیا فائدہ آدمی کو کسی سے ایسی بات کہنے سے جو اس کے دماغ میں نہ آئے چنانچہ میں تن بہ تقدیر ہو گئی میں نے گردن جھکالی اور رادھن سنگھ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

بڑا اچھا سبق دینے کی کوشش کی اس لڑکی نے تمہیں اس سے اندازہ لگا لو دیا رام کہ یہ کیا چیز ہو گئی ہے لیکن تمہیں احتیاط سے اس کی حفاظت کرنی ہے یہ تمہاری ذمہ داری ہے

مہاراج نے کبھی کوئی ذمہ داری میرے کندھے پر ڈالی تو میں نے اسے پورا نہیں کیا۔

کیوں نہیں کیوں نہیں ہمیں تم پر پورا بھروسہ ہے رادھن سنگھ نے کہا میری آنکھوں میں تاریکی چھائی ہوئی تھی رادھن سنگھ کا وار کاری تھا اس نے اپنے جیسے ایک شیطان کو میرے لیے منتخب کر دیا تھا اور میں جانتی تھی کہ یہ شیطان اب میرا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔

پولیس آفیسر اور رادھن سنگھ کے درمیان کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی اور اس کے بعد پولیس آفیسر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

تو مہاراج اب مجھے آگیا دیجئے اب میں چلتا ہوں۔

ضرور ضرور ہمارے اس تحفے کو اپنے ساتھ لیتے جاؤ اور سنو اس کے لیے تمہیں اجازت ہے جس طرح اسے چاہے رکھنا بس ذرا تکلیف نہ ہونے دینا۔ مہاراج میں اس وقت تک اسے جیتا دیکھنا چاہتا ہوں جب تک میں اپنا کام پورا نہ کر لوں۔۔

ایسا ہی ہوگا مہاراج ایسا ہی ہوگا۔ پولیس آفیسر نے ہاتھ جوڑ کر کہا اور پھر میری طرف رخ کرتے ہوئے بولا۔

چلو دیوی جی کہو تو ہتھکڑیاں ڈال دی جائیں تمہارے ہاتھوں میں شرافت سے چلنا ہے تو بتا دو۔

میں بھلا اب کیا کر سکتی ہوں۔ میں نے بے چارگی سے کہا لیکن میرے ان جملوں کے پیچھے ایک گہری سازش چھپی ہوئی تھی۔ میں فیصلہ کر چکی تھی کہ اس کم بخت کے ساتھ تو خیر نہیں جاؤں گی۔ اپنے طور پر کوشش کروں گی اور اسے اس کی کمینگی کا مزا چکھاؤں گی لیکن پہلے میں نے وہی بے چارگی اور نرمی پیدا کر لی تھی جو اس وقت میرے لہجے سے ظاہر ہونی چاہیے تھی۔ پولیس آفیسر ہنستا ہوا باہر نکل گیا۔ دروازے سے باہر نکل کر اس نے کہا۔

ہم بھی نہیں چاہتے کہ تم جیسی سندر ناری کو ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر لے جائیں ویسے تو ہم تم پر کوئی بھی الزام لگا کر تمہاری بڑی گت بنا سکتے ہیں لیکن مہاراج نے کہا ہے کہ تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے اس لیے ہم تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچا رہے۔

تو میں کب تم سے انحراف کر رہی ہوں۔ میں نے جواب دیا اور پولیس آفیسر ہنستا ہوا باہر نکل گیا تھوڑی دیر کے بعد میں پولیس آفیسر کی گاڑی میں بیٹھی شہر کی جانب جا رہی تھی۔

پولیس کی گاڑی میں آفیسر کے علاوہ تین اور آدمی بیٹھے ہوئے تھے یہ معمولی سپاہی تھے میں نے ان سب کو دیکھا دنیا کی قدر اب میری نگاہوں میں نہیں تھی۔ انسانی زندگی سے اب مجھے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی جب اس دنیا کے بسنے والے میری جان کے لاگو ہو گئے تھے۔ میری عزت میری غیرت میرے گھر سب کو تباہ کر دیا تھا انہوں نے تو پھر مجھے ان لوگوں سے ہمدردی کرنے کی کیا ضرورت تھی ہاں تو اب مجھے ساری دنیا سے نفرت ہو گئی تھی ساری دنیا سے۔

چنانچہ میں ان لوگوں کی زندگی سے کھیل جانا چاہتی تھی اپنی زندگی ختم کر کے انہیں ہلاک کرنا چاہتی تھی اور

رکنے کے لیے میں تاک میں تھی پولیس انسپکٹر جیپ کے اگلے حصے میں میرے نزدیک بیٹھا ہوا تھا باقی تینوں سپاہی آگے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے میں نے اس قسم کی اداکاری شروع کر دی جیسے مجھے نیند آ رہی ہو اور میں جھونکے لے رہی تھی۔ پولیس جیپ برق رفتاری سے شہر کی جانب دوڑ رہی تھی۔

دو تین بار جھونکے لیتے ہوئے میرا سر پولیس آفیسر کے شانے سے ٹکرایا اور اس نے چونک کر مجھے سیدھا کر دیا۔

نیند آ رہی ہے دیوی جی سو جاؤ سو جاؤ کوئی بات نہیں بس سیٹ سے ٹیک لگا لو۔ وہ نرم لہجے میں بولا اور میں نے اس کی بات پر عمل کیا اس طرح مجھے جو کام میں آسانی ہو سکتی تھی میری نگاہیں اس کے کمر پر اٹکے ہوئے پستول پر جمی ہوئی تھیں جس کا دستہ باہر جھانک رہا تھا بس ذرا سی محنت کر کے پھرتی سے اس پستول کو نکالنا تھا اور اس کے بعد میری مشکل آسان ہو جاتی۔

میں تاک میں تھی میری آنکھیں بند نہیں تھیں پولیس انسپکٹر نے مجھے ایک دو بار دیکھا اور اطمینان سے بیٹھ گیا وہ یہی سمجھا تھا کہ میں سو چکی ہوں ایک دو بار میں لڑھک کر اس کے قریب پہنچی لیکن وہ نہیں چونکا تو میری ہمت بندھ گئی۔

اور پھر اس بار جب میں اس سے ٹکرائی تو میرا ہاتھ اس کے پستول کے دستے پر جا پڑا دوسرے لمحے میں نے پستول کھینچ لیا۔ پولیس آفیسر کو گمان بھی نہیں تھا کہ میں کوئی ایسی حرکت کروں گی لیکن وہ اچھل پڑا میں نے پستول اپنی گرفت میں لے کر اپنے آپ کو سمیٹ لیا تھا اور اس سے پہلے کہ وہ میری جانب ہاتھ بڑھاتا میں نے اس کی پیشانی کا نشانہ لے کر پستول کا گھوڑا دبا دیا۔

دھماکہ ہوا اور پولیس آفیسر کی پیشانی کے پرخچے اڑ گئے ڈرائیونگ کرنے والے سپاہی کا ہاتھ اسٹیئرنگ پر بہک گیا اور جیپ آگے بڑھ کر ایک کچی سڑک پر اتری کچھ اور آگے جا کر وہ ریت میں دھنس گئی دونوں سپاہی میری طرف متوجہ ہوئے ہی تھے کہ میں نے دو گولیاں ان کے سینوں پر داغ دیں ڈرائیونگ کرنے والا گاڑی سے کود کر بھاگا تھا لیکن اب ان میں سے کسی کو چھوڑنا میرے لیے ممکن نہیں تھا چنانچہ میں نے اس بھاگتے ہوئے آدمی پر بھی گولی چلا دی اور وہ اچھل کر ہائے رام کہہ کر زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

باقی دونوں سپاہیوں کو میں نے قریب سے گولی چلا کر ہلاک کیا تھا اس لیے انہیں تو سانس لینے کا موقع بھی نہ ملا تھا پولیس آفیسر بھی مر چکا تھا اور خون کے چھینٹے فضا میں اڑ رہے تھے میں تیزی سے جیپ سے اتر آئی تاکہ میرا لباس خون سے خراب نہ ہو لیکن پھر بھی کچھ چھینٹے میرے لباس پر پڑ ہی گئے تھے یہ اچھی بات تھی کہ میرا لباس گہرے رنگ کا تھا جس میں وہ خون کے چھینٹے چھپ گئے۔

میں دانت بھینچتے ہوئے پیچھے ہٹ آئی یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی تھی کہ ان میں سے کوئی زندہ تو نہیں بچا لیکن اندازہ یہ ہوا کہ اب ان میں سے کوئی زندہ نہیں تھا میں نے پستول ایک طرف پھینک دیا اب اس کی ضرورت فی الحال مجھے نہیں تھی اب تو صرف یہ ضرورت تھی کہ اس جگہ سے کسی طرح جان بچا کر بھاگ نکلوں کچی سڑک سے بڑی سڑک پر آئی اور بڑی سڑک پر پہنچنے کے بعد دوسری طرف اتر گئی ہر سڑک پر چلنا مناسب نہیں تھا ممکن ہے کوئی اور گاڑی ادھر سے گزرے جیپ کو دیکھے اور پھر مجھے دیکھے ضرور مجھ سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا اور پھر سارا کچا چٹھا کھل جائے گا ایک بار پھر مجھے آزادی مل گئی تھی لیکن میں نہیں جانتی تھی کہ میری منزل کہاں ہے بالآخر میں چل پڑی ایک ایسے ٹھکانے کی تلاش میں جہاں رہ کر میں اپنے مقصد کی تکمیل کر سکوں۔

ہاں میرے سینے میں انتقام کا جو جوالا بھڑک رہا تھا اسے صرف ایک ہی چیز سرد کر سکتی تھی اور وہ تھی رادھن سنگھ کی موت! اس کے بعد میں نہیں جانتی تھی کہ مجھے زندہ رہنا ہے یا مر جانا ہے میں چلتی رہی چلتی رہی ہر احساس سے بے نیاز ہو کر قدم لڑکھڑاتے رہے تھے لیکن عزم ساتھ دے رہا تھا لیکن تھوڑی دیر کے بعد میں نے ایک بستی دیکھی بستی کے ساتھ ساتھ ریلوے لائن گزر رہی تھی اور اس کے ساتھ ہی ایک چھوٹا سا اسٹیشن نظر آ رہا تھا جس پر دھول پور لکھا ہوا تھا۔

پہاڑوں کی بلندیوں سے گرتے ہوئے حسین آبشار، گنگناتی ہوئی ندیاں، لہلہاتے ہوئے سرسبز جنگلوں کے درمیان کلیلیں کرتے ہوئے رنگ برنگے جانور، حسین وشاداب چہروں سے بھرے ہوئے شہروں اور باغوں میں کھلے ہوئے پھولوں کی اس دنیا کو دیکھ کر احساس ہوتا ہے کہ جنت صرف ایک اشارہ ہے نیکیوں کی طرف راغب کرنے کا ورنہ جنت اسی زمین پر تشکیل کر دی گئی ہے۔

لیکن انسانوں کے مسکراتے چہروں کے پیچھے چھپی ہوئی کرب کی لکیریں اس خیال کی نفی کرتی ہیں۔ ان کے سینوں میں دکھ کے جہنم چھپے ہوئے ہیں۔ کسی جہنم کو کرید کر دیکھو دنیا کی شادابی چھپ جاتی ہے۔ کوشل کی کہانی نے میرے رونگٹے کھڑے کر دیئے تھے۔ وہ مجھے ہوٹل میں ملی تھی متضاد خیالات تھے اس کے بارے میں میرے لیکن اس کی جو شکل میرے سامنے آئی تھی اس نے مجھے احساس دیا تھا کہ میری داستان حیات اس دکھوں کی ماری کے سامنے کچھ بھی نہیں تھی۔ میں تو مرد تھا زندگی کی صعوبتوں کو جھیل گیا اپنا گھر بار چھوڑنے کے بعد میرے لئے عالمگیر کی حسین وادیوں سے نکلنے کے بعد مجھ پر جو بیتی وہ بہت دردناک تھی لیکن غلام سیٹھ کے لیے کام شروع کرنے کے بعد میری زندگی میں عیش و آسائش اور عشرت کے سامان مہیا ہو گئے میں نے ملک ملک کی سیر کی گو برے راستوں پر ہی چل کر ہی سہی لیکن زندگی کی وہ تمام دلکشی اور دلچسپیاں حاصل کرلیں جو کسی انسان کی خواہش ہو سکتی ہے یہ دوسری بات ہے کہ ضمیر کے کچھ گوشے ابھی تک روشن تھے اور برائی کو برائی کا احساس دکھوں کی شکل میں ڈھالتا رہتا تھا یہ سب کچھ کر کے میں خوش نہ تھا میری جگہ اگر کوئی بے ضمیر شخص ہوتا تو اتنی دولت حاصل کرنے کے بعد دنیا کے کسی بھی ملک میں اپنے لیے جنت بنا سکتا تھا لیکن زیبی سے ملاقات ہوئی اور اس سے ملنے کے بعد میں اپنی پرانی زندگی کو بھول گیا۔ میں نے زیبی سے اپنے آپ کو چھپایا نہیں تھا وہ بھی مجھے جانتی تھی اور اس کے بعد اس نے مجھے اپنا لیا تھا اور ایسا اپنایا تھا کہ زندگی کی تمام خوشیاں میری جھولی میں ڈال دی تھیں۔

اب یہ میری بدنصیبی تھی زیبی کی بدقسمتی تھی یا حالات کی ایک ہون کی کروٹ کہ مجھ سے زندگی کا وہ سکون چھین لیا گیا تھا۔ تکلیف تھی تو صرف یہ کہ میری محبوب بیوی مجھ سے چھین لی جا چکی تھی اور اس کے حصول کا کوئی اور ذریعہ مجھے نظر نہیں آتا تھا اور اس احساس نے مجھے درندوں کی صف میں لاکھڑا کیا

کیا تھا کوشل؟ کوشل تو ایک عورت تھی ایک لڑکی ایک معصوم لڑکی میرے دل میں اس کے بارے میں جاننے کی شدید خواہش تھی وہ خاموش ہو کر زمین کریدنے لگی تھی میں نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"خاموش کیوں ہو گئیں کوشل؟" اس نے آنسو بھری نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور پھر بولی۔

"انسان کی کمزوری کیا ہے جب کوئی ہمدرد کوئی سننے والا اس کے سامنے ہوتا ہے تو اس کے دل کے تمام آبلے پھوٹ پڑتے ہیں۔ میری بھی یہی کیفیت ہے۔ راجہ نواز اصغر تم کو جلا دیا تم نے دلداری کی تو دل نے چاہا کہ اپنا دکھ انڈیل دے لیکن اب یہ احساس ہوتا ہے کہ اس طویل کہانی سے تم بور ہو جاؤ گے۔ کون کسی کی سنتا ہے۔ کون کسی کے بارے میں اس قدر تفصیل سے جاننے کا خواہاں ہوتا ہے۔ میں تم پر الزام نہیں رکھ رہی نواز لیکن یہ دنیا ہی ایسی ہے مجھے اس دنیا کے تجربے ہو گئے ہیں۔ بہت کچھ دیکھا ہے میں نے اس کائنات میں بہت کچھ۔"

"کوشل بے شک کسی ایسے شخص کو تم اپنی کہانی سنانے کی کوشش کرتیں جسے تمہارے وجود سے زیادہ تمہارے وجود کی دلکشی سے پیار ہوتا تو یقیناً وہ تمہاری اس کہانی سے اکتا جاتا۔ مجھے تم سے اختلاف ہے کوشل تم خود غور کرو تم نے میری ذات میں کیا کیا چیزیں پائی ہیں۔ ایک دکھ بھرا دل دوسرے کے دکھ کو محسوس کر سکتا ہے مجھے اپنی کہانی سناؤ کوشل ایک ایک ورق سناؤ اس کتاب کا جو تمہاری زندگی کی کتاب ہے مجھے اس میں اپنی کہانی نظر آ رہی ہے مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے کوشل کی جگہ میں خود ان مصائب کا شکار۔" کوشل کی سسکیاں ابھرنے لگیں۔ اس نے آگے بڑھ کر میرے شانے پر سر رکھ دیا اور رونے لگی۔

"نواز! دل کے پھپھولے پھوڑ لینے دو مجھے اپنی بپتا سنا لینے دو مجھے سنو۔ میں نے کسی کو اپنی داستان نہیں سنائی تم پہلے انسان ہو آج میری زندگی کے تمام اوراق الٹ جانے دو مجھے سکون ملے گا۔"

"سناؤ کوشل سناؤ۔ تم دھول پورہ پہنچ گئی تھیں۔ تمہیں دھول پورہ کیسا نظر آیا تھا؟" میں نے اسے یاد دلایا۔ کوشل نے آنکھیں خشک کیں چند لمحات کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔

"میں بے یار و مددگار بے آسرا دنیا کی صعوبتوں کا شکار

اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر پہنچ گئی چند اونگھنے والے خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ کوئی ٹرین نہیں آ رہی تھی۔ ان کی نگاہیں مجھ پر پڑیں لیکن سیدھی سادھی دنیا کے سیدھے سادے لوگ تھے کسی نے مجھ سے کوئی سوال نہ کیا کسی نے مجھ پر غور نہ کیا میں ایک گوشے میں جا بیٹھی۔ میں نے ایک ایسی جگہ منتخب کی جہاں عام لوگوں کی نگاہیں مجھ تک نہ پہنچیں۔ ویسے یہاں بظاہر کچھ خطرات نہیں تھے جو کچھ کر کے آئی تھی اس کا احساس تھا لیکن دل کو بڑا سکون تھا۔ مجھے اپنے کسی دشمن کو ہلاک کر کے اس قدر فرحت حاصل ہو سکتی تھی، اور ہو رہی تھی۔ میں نے اپنی فہرست میں چند نام لکھ لیے تھے وہ پارام کم بخت مارا جا چکا تھا جو دیگر نام تھا اس کے بیٹے تھے کچھ اور لوگ بھی تھے جنہیں میں اپنے سینے میں سلگتا ہوا پاتی تھی لیکن میرے حالات ابھی اس کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ میں ان سے انتقام لوں اس گوشے میں بیٹھے بیٹھے نجانے کتنی دیر گزر گئی۔

دفعتاً میں نے دور سے ٹرین کی آواز سنی اور میرے دل میں ایک خیال آیا کیوں نہ میں اس ٹرین میں بیٹھ جاؤں کہیں بھی چلی جاؤں یہاں سے دور، بہت سی باتیں تھیں اس سلسلے میں سوچنے کے لیے لیکن میری سوچ اب بے مقصد تھی میری اپنی سوچ سے کیا ہوتا تھا چنانچہ میں بھی پلیٹ فارم پر آ گئی اور پھر ایک کمپارٹمنٹ میں گھس گئی۔

مجھے اندازہ نہیں تھا کہ کون سی کلاس کا ڈبہ ہے بس مجھے تو اپنی جان بچانے کے لیے کسی جگہ کی ضرورت تھی۔ کمپارٹمنٹ کے ایک گوشے میں ایک چھوٹا سا خاندان سفر کر رہا تھا۔ ایک معمر عورت تھی دو نوجوان خوبصورت سی لڑکیاں تھیں بڑے عمدہ لباس پہن رکھے تھے۔ انہوں نے ان تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

میں سیٹ پر بیٹھ گئی اور تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی۔ ان لوگوں نے مجھے دیکھا، دیکھتی رہیں پھر ایک لڑکی اٹھ کر میرے پاس آ گئی اسی وقت ٹرین نے سیٹی دی اور چل پڑی۔ لڑکی میرے بالکل نزدیک پہنچ گئی۔ میں نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا تو وہ آہستہ سے بولی۔

"تم پریشان معلوم ہوتی ہو بہن۔" میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتی رہی تو وہ پھر بولی۔

"آؤ ادھر آ کر ماں جی تمہیں بلاتی ہیں۔" میں نے ان کی ماں جی کی طرف دیکھا۔ دراز قامت تھیں عجیب سا چہرہ تھا جسے پر رعب بھی کہا جا سکتا تھا۔ اور اس میں کوئی ایسی بات بھی تھی جسے میں الفاظ کا جامہ نہیں پہنا سکتی تھی۔ میں اٹھ کر ان کے پاس چلی گئی۔

"پریشان حال ہو، دکھ کی ماری معلوم ہوتی ہو، کہاں جا رہی ہو؟" میں نے گھبرائی نگاہوں سے انہیں دیکھا تو وہ اپنے ساتھ بیٹھی ہوئی دوسری لڑکی کی طرف دیکھ کر معنی خیز انداز میں مسکرائی۔

"اگر تم کسی بھی طرح سے پریشان ہو تو فکر مت کرو، اچھا ہوا تم اس ڈبے میں آ گئیں۔" میں نے ایک بار پھر انہیں دیکھا اس لہجے اور ان الفاظ پر اب مجھے یقین نہیں آ رہا تھا۔ میں محتاط ہو گئی تھی۔ یہاں تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ساری دنیا ہی رگھوسنگھ کے لیے کام کر رہی ہے۔ ہر شخص مجھے رادھن سنگھ کا چیلا نظر آتا تھا۔ میں کیا کروں، میں کیا کروں کہیں یہ عورت بھی...... میں کیا کروں؟ اپنے آپ کو اس سے چھپانا چاہیے۔ میں خاموشی سے گردن جھکائے بیٹھی رہی تو معمر عورت کہنے لگیں۔

"کیا نام ہے تمہارا بیٹی؟"

بیٹی کے لفظ نے میرے دل کے نجانے کون سے تار چھیڑ دیے تھے۔ میری آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے تو انہوں نے میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھ رہی ہوں اس زمانے میں ہزاروں لڑکیاں اس طرح دکھوں کی ماری ہیں۔ بیٹا نہیں تم کس دکھ کا شکار ہو یہ بتاؤ کہاں جا رہی ہو کوئی مخصوص ٹھکانہ سوچ کر بیٹھی ہو یا یوں ہی گھر سے بھاگ آئی ہو سوتیلی ماں نے تنگ کیا ہے یا بوڑھے باپ نے کہیں شادی کر دینا چاہتا ہے تمہاری گھر سے کیوں بھاگ آئی ہو؟"

"کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ میری کہانی نہ پوچھیں؟" میں نے کہا۔

"ہاں، ہو سکتا ہے۔ کوئی بات نہیں، اگر تم اپنے بارے میں نہیں بتانا چاہتیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ میں تو صرف یہ کہنا چاہتی تھی کہ اگر کسی قسم کی پریشانی تمہارے ذہن میں ہے تو اسے وقتی طور پر بالکل دل سے نکال دو۔ مجھے بتاؤ تم کہاں جانا چاہتی ہو کہیں کا ٹکٹ خریدا ہے یا یوں ہی اس کمپارٹمنٹ میں آ بیٹھی ہو؟"

اب اچانک مجھے احساس ہوا کہ ٹرین میں بیٹھ کر میں نے ایک اور خطرہ مول لیا ہے۔ ٹکٹ تو ہے ہی نہیں میرے پاس ان حالات میں کیا وقت نہ ہو جائے گی اس دوران میرے پاس پیسے وغیرہ کچھ نہ تھے ظاہر ہے اس کا موقع نہیں ملا تھا جو کچھ کر کے آئی تھی اس میں کوئی باقاعدہ سوچ بھی اہم تو تھی نہیں بس یوں ہی سب کچھ کر کے نکل پڑی تھی۔ میں نے ملتجی نگاہوں سے انہیں دیکھا اور کہا۔

"ماں جی! میری کوئی منزل نہیں ہے بس کہیں بھی چلی جاؤں گی۔ آپ اگر مجھ پر دیا کرنا چاہتی ہیں تو صرف اتنا کریں کہ کسی بھی جگہ کے لیے میرا ایک ٹکٹ خرید دیں۔"

"فکر نہ کرو میں خرید دوں گی تم اس طرف سے بے فکر ہو جاؤ ٹکٹ چیکر آئے گا تو میں اس سے تمہارا ٹکٹ بنوا دوں گی لیکن کسی بھی جگہ سے کیا مطلب ہے کیا تم کسی خاص جگہ جانے کے لیے نہیں نکلی ہو؟"

"نہیں ماں جی!"

"بیٹی ایک بات کہوں۔ برا تو نہیں مانو گی؟"

"نہیں مانوں گی، کہیں۔"

"کیا تم اس سے پہلے کبھی تنہا سفر کر چکی ہو؟"

"نہیں ماں جی۔"

"ٹرین میں پہلے بیٹھی ہو؟"

"نہیں ماں جی!" میں نے جواب دیا۔

"تو سنو، دنیا دکھوں کا گھر ہے یہاں برائیاں زیادہ ہیں اور نیکیاں کم تم جوان ہو کسی بھی غلط ہاتھ میں پڑ کر اپنے آپ کو تباہ کر سکتی ہو۔ تم اگر چاہو تو میں تمہاری مدد کروں؟"

"ماں جی آپ؟"

"ہاں، ہاں۔ میں تمہیں سہارا دوں گی۔ میں تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دوں گی۔" ماں جی نے کہا اور میں متشکرانہ انداز میں انہیں دیکھنے لگی اس کے بعد میں نے ایک بار پھر اپنے آپ کو داؤ پر لگانے پر مجبور کر لیا۔ یہ معمر خاتون کہیں بھی ہوں کیسی بھی ہوں۔ فی الحال مجھے ایک ٹھکانہ چاہیے تھا۔ ایک ایسا ٹھکانہ جو میری زندگی کے لیے ایک سہارا بن جائے۔ مجھے بہت کچھ کرنا تھا اپنی اس زندگی میں۔ ایسے حالات میں ان خاتون کی شکل میرے لیے فرشتوں جیسی تھی۔ میں نے ان کی معیت قبول کر لی تھوڑی دیر کے بعد خاتون نے کھانے پینے کا پروگرام بنایا لڑکیوں نے کھانے پینے کا سامان نکال لیا اور مجھے بھی اصرار کر کے شریک کر لیا گیا۔ تب ماں جی نے میرے بدن پر پہنے ہوئے کپڑے دیکھ کر کہا۔

"تمہارے لباس سے خوش سلیقگی ظاہر ہوتی ہے۔ انداز گفتگو بھی جاہلوں کا سا نہیں ہے یقیناً تم کسی اچھے گھرانے کی معلوم ہوتی ہو بیٹی تمہارا لباس بہت خراب ہو گیا ہے تم اگر چاہو تو کامنی تمہیں اپنے نئے کپڑے دے دے گی کوئی حرج نہیں ہے اسے اپنی بہن ہی سمجھو۔" ماں جی نے کہا۔

"ہاں کوشل بیٹی تم کپڑے تبدیل کر لو کتنی اچھی شکل و صورت کی مالک ہو اور کیسے خراب کپڑے پہنے ہوئے ہو، آؤ میں تمہیں اپنے کپڑے دوں۔" کامنی نے کہا۔ یہ بھی ایک خوبصورت سی لڑکی تھی اس نے اپنا سوٹ کیس کھول ایک لباس نکالا اور مجھے دیتے ہوئے کہا۔

"ادھر چلی جاؤ ہم لوگ رخ موڑ لیتے ہیں۔ ٹرین چل رہی ہے کوئی خطرہ نہیں ہے۔" میں نے ان کی بات مان لی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں ایک ساڑھی میں ملبوس ان کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ ماں جی مجھے گہری نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں پھر انہوں نے کہا۔

"اپنی کہانی اگر سنا دو تو دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے لیکن کوئی بات نہیں ہے میں تمہیں اس کے لیے مجبور نہیں کروں گی بلکہ سنو اس وقت ہی نہیں ہمیشہ جب بھی مجھ سے ملو یا جیسے بھی حالات ہوں تم اس کے لیے اپنے آپ کو مجبور مت سمجھنا اگر تم سمجھتی ہو کہ کہانی سناؤ جو کچھ تم پر بیت چکی ہے وہ تمہارے اپنے سینے ہی میں پوشیدہ رہنا زیادہ مناسب ہے۔ میں صرف بے لوث تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں۔ اگر تم چاہو تو میں پونا جا رہی ہوں پونا میں میرے ساتھ کچھ عرصہ قیام کرو اور اس کے بعد جہاں دل چاہے چلی جانا۔ یہ بات میں اس لیے کہہ رہی ہوں کہ تم نے ابھی ابھی مجھ سے کہا ہے کہ تمہاری کوئی منزل نہیں ہے۔"

"ہاں ماں جی۔ مجھے سہارا چاہیے۔ مجھے ایک سہارا چاہیے۔"

"سنو بیٹی۔ میں تمہیں اپنے بارے میں بتا دینا چاہتی ہوں بہت بری عورت ہوں میں اتنی بری کہ سماج اور معاشرے کی پیشانی کا ناسور سمجھی جاتی ہوں میں طوائف ہوں۔" ماں جی نے کہا اور میں چونک کر انہیں دیکھنے لگی میری آنکھوں میں حیرت کے نقوش ابھر آئے اور پھر ایک ہلکا سا خوف میرے سینے میں جاگزیں ہو گیا۔ معمر عورت کے چہرے پر ایک سنگین سی خاموشی طاری تھی پھر انہوں نے سرد لہجے میں کہنا شروع کیا۔

"ہاں میں نے تمہیں دھوکے میں نہیں رکھا۔ اس سے پہلے کہ

میں تمہارے بارے میں مخلص ہوں۔ یہ میری دونوں بیٹیاں ہیں۔ یہ دونوں تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ میں نے انہیں اپنی راہ پر نہیں ڈالا۔ میری کہانی طویل ہے لیکن جس طرح میں نے تم سے تمہاری کہانی نہیں پوچھی ہے میں تمہیں اپنی کہانی نہیں سناؤں گی۔ پونا میں میرا اپنا ڈیرا ہے رقص و موسیقی ہوتی ہے۔ بے شمار لڑکیاں وہاں ہیں۔ لیکن میں نے اپنی بیٹیوں پر اس ماحول کا سایہ بھی نہیں پڑنے دیا۔ تم اگر چاہو تو پونا میں میرے ساتھ کچھ عرصہ قیام کر سکتی ہو۔ اس کے بعد تم منزل تلاش کر لینا۔ لیکن سنو، طوائفوں کے بارے میں کہانیاں مشہور ہیں کہ بھولی بھالی لڑکیوں کو پھانس کر وہ اپنے دام میں لاتی ہیں اور اس کے بعد انہیں اپنا ذریعہ معاش بنا لیتی ہیں۔ میں اب یہ سب کچھ نہیں کرتی اور اس لیے یہ سب کچھ نہیں کروں گی کہ میں خود بھی انہیں حالات کا شکار ہو کر طوائف بنی تھی۔ میرا خاندان بہت اچھا تھا بیٹی لیکن میں حالات کے ہاتھوں بھٹک گئی اور بالآخر اس جوہڑ پر جا پہنچی جو آج سماج کی پیشانی کا ناسور سمجھا جاتا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ میرے جیسی لڑکیاں ان حالات کا شکار ہوں۔ اس سے قبل بھی میں دو تین لڑکیوں کو اس طرح گندی زندگی سے بچا چکی ہوں۔ شاید تمہیں اس بات کا یقین نہ آئے کہ طوائف ہونے کے باوجود میں ایسی لڑکیوں کو جو حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر دوسری طوائفوں کے پاس تھیں۔ اپنے پیسے سے خرید کر ان کو آزاد کیا ہے ان کی شادیاں کرائی ہیں۔ میں اپنے آپ کو دہرا رہی تھی انہیں ظاہر کر دیتی ہوں بیٹی۔ بس یہ تو انسانی کام ہیں جس سے جو کچھ بھی ہو جائے۔" میرے دل میں ایک عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ اگر یہ عورت سچ بول رہی ہے تو یہ تو واقعی پوجنے کے قابل ہے۔ ایک عجیب سا احترام ان کے لیے میرے دل میں پیدا ہو گیا۔ میں نے اس کی شکل کی طرف دیکھا اور مجھے احساس ہوا کہ جو بات اس کی شکل کی میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی وہ اب سمجھ میں آ گئی ہے۔ یہ عورت بری ہونے کے باوجود ایک اچھی عورت تھی۔ ایک لڑکی کا نام کامنی اور دوسری کا نام ودیا تھا۔ دونوں مجھ سے گھل مل گئیں۔ اور کافی دیر تک باتیں کرتی رہیں۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں ایک چھوٹے سے خاندان میں آ گئی ہوں اور یہ خاندان میرا اپنا خاندان ہو۔ معمر عورت سے مجھے عقیدت ہو گئی تھی۔ دونوں لڑکیوں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ وہ پونا ہی میں رہتی ہیں اور اگر میں چاہوں تو پونا ہی میں ان کے ساتھ رہ سکتی ہوں۔ فی الحال وہ ہوسٹل میں ہیں لیکن ماں جی کا کہنا ہے کہ وہ ان کے لیے ایک چھوٹی سی رہائش گاہ مہیا کر دیں گی اور اس کا بندوبست تقریباً ہو چکا ہے۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش ہو گئی۔ ٹرین کا سفر جاری رہا اور یہ سفر بہت طویل تھا۔ دن رات دن اور اس کے بعد ہم پونا پہنچ گئے۔ ایک حسین دنیا ایک نیا ماحول اپنی آبادی سے بہت دور میں اس نئی زندگی میں آ کر اپنے آپ کو بے حد عجیب محسوس کر رہی تھی۔

دونوں لڑکیاں اور معمر خاتون مجھے لے کر ایک چھوٹے سے خوبصورت بنگلے میں آ گئیں۔ معمر خاتون جن کا نام کنول کماری تھا اس بنگلے میں آنے کے بعد تھوڑی دیر تک ہمارے ساتھ رہیں پھر کہیں چلی گئیں۔ کامنی اور ودیا نے بتایا کہ وہ اپنے اڈے پر گئی ہیں۔

"تو کیا ان کا اڈا یہاں سے کہیں اور ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں اس کاروبار کے لیے وہ ماں جی اس پوری جگہ کو گندہ نہیں کرتیں۔ یہاں بھگوان کی مورتیاں رکھی رہتی ہیں۔" ودیا نے جواب دیا۔

"بہت عظیم ہیں تمہاری ماں جی۔" میں نے کہا۔

"ہاں میری ماں جی واقعی بہت عظیم ہیں کاش وہ ان حالات میں زندگی جاری رکھنے کے لیے مجبور نہ ہو جاتیں۔" ودیا بولی۔

یہاں مجھے زندگی کی تمام آسائشیں فراہم کر دی گئی تھیں تین دن تک ودیا اور کامنی میرے ساتھ رہیں اور اس کے بعد انہیں بھی جانا پڑا۔ اب میں یہاں تنہا رہ گئی تھی۔ جب بھی موقع ملتا کنول کماری مجھ سے ملنے آ جاتی تھیں۔ ہر طرح سے میرا خیال رکھا جاتا تھا۔ یہاں اس بنگلے میں دو ملازم تھے۔ ایک بوڑھی عورت اور ایک بوڑھا آدمی۔ ان دونوں کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں تھا۔ میں فی الحال تنہائی کے دن کاٹ رہی تھی۔ ایک دن کنول کماری کہنے لگیں۔

"کوشلی! اگر تم یہاں اکتاہٹ محسوس کرتی ہو تو ممبئی چلی جاؤ وہاں کامنی اور ودیا موجود ہیں۔ ان کے ساتھ تمہارا اچھا وقت گزر جائے گا حالانکہ وہ تعلیم میں مصروف ہیں تم اگر چاہو تو میں تمہیں تعلیم بھی دلا سکتی ہوں۔"

"نہیں ماں جی! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس مجھے یہیں رہنے دیں۔ وہاں جاؤں گی تو ان دونوں کی تعلیم میں بھی حرج ہوگا۔" کنول کماری نے مجھے تحسین آمیز نگاہوں سے دیکھا اور کہنے لگیں۔

"یہ سچ ہے کسی اچھے گھر کی لڑکی معلوم ہوتی ہو۔ یقیناً اپنے محسنوں کا خیال رکھنا جانتی ہو۔ کاش میں تمہاری کچھ مدد کر سکتی۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمہیں زندگی کی خوشیاں فراہم کر دوں۔ پتہ نہیں دل کیوں تمہاری طرف کھنچتا ہے۔" میرے ذہن کو ایک مجرمانہ سا احساس ہونے لگا۔ اس شریف عورت نے آج تک میرے بارے میں مجھ سے کچھ نہیں پوچھا تھا یا پوچھنا نہیں چاہ رہی تھی۔ لیکن میرا دل چاہتا تھا کہ اب اسے اپنی کہانی سنا دوں اور کہانی سنانے کے ساتھ ساتھ ہی میرے ذہن میں ایک اور بات بھی آ رہی تھی ایک اور احساس بھی ابھر رہا تھا ممکن ہے کنول کماری جیسی شریف عورت اس سلسلے میں میری مدد کر سکے۔ چنانچہ میں نے آہستہ سے کہا۔

"ماں جی! میں آپ کو اپنے بارے میں بتانا چاہتی ہوں۔"

"ضرور بتائیں۔ میں نے تو صرف اس لیے آج تک اپنی زبان کو خاموش رکھا ہے کہ میں تمہیں تمہاری مرضی کے خلاف کسی بات پر مجبور کرنا نہیں چاہتی تھی کہ تمہارے دل میں کوئی ایسا احساس پیدا ہو جس سے تم یہ سوچو کہ میں تم پر یہ چھوٹا سا احسان کر کے اس کی قیمت وصول کرنے کی خواہش مند ہوں۔"

"نہیں ماں جی! آپ اتنی عظیم ہیں کہ اب اپنے آپ کو مجرم محسوس کر رہی ہوں آپ کے سامنے۔"

"ارے کیوں مجرم کیوں؟" انہوں نے محبت بھرے انداز میں پوچھا۔

"آپ کو اپنے بارے میں نہ بتا کر۔"

"نہیں بیٹی۔ کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے۔ میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ تمہارا دل چاہے گا تو تم اپنے بارے میں خود بخود بتا دو گی ورنہ میں تو تمہارے ساتھ صرف یہ اچھا سلوک کرنے کی خواہش مند تھی۔ میری خواہش ہے کہ تم بھی اچھی زندگی گزارو۔ ایسی کامنی اور ودیا کے لیے بھی میں یہی چاہتی ہوں۔ اور تم ان دونوں سے مختلف نہیں ہو میرے لیے۔"

"ماں جی آپ بہت عظیم ہیں۔"

"نہیں بیٹی! میں بہت گنہگار انسان ہوں۔ میری اصل حیثیت تم دیکھو تو مجھ سے نفرت کرنے لگو۔"

"ماں جی! میں آپ سے زندگی بھر نفرت نہیں کر سکتی۔"

"شاید۔" کنول کماری کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ پھر انہوں نے آنسو پونچھ لیے اور کہنے لگیں۔

"ہاں تم اپنے بارے میں بتانا چاہتی تھیں مجھے؟"

"ہاں ماں جی! اس کے ساتھ ساتھ ہی میرے دل میں ایک اور احساس بھی ہے۔ میں یوں سمجھیے کہ میں آپ کی شرافت سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہتی بلکہ اگر ایک مجبور لڑکی اگر کسی سہارے کو پالے تو پھر اس کے دل میں بے شمار خیالات پیدا ہو جاتے ہیں۔"

"اگر مجھ سے کوئی کام ہے بیٹی تو ضرور کہو مجھے تمہاری کوئی بھی خدمت کر کے مسرت ہو گی۔" کنول کماری جی نے جواب دیا اور میں نے انہیں اپنے بارے میں وہ تفصیلات بتا دیں جو ضروری ہو سکتی تھیں۔ کنول کماری جی میری اس کہانی سے بہت متاثر نظر آ رہی تھیں۔ دفعتاً انہوں نے چونک کر کہا۔

"کیا نام بتایا تھا تم نے پنڈت رادھن سنگھ؟"

"ہاں۔"

"اوہ۔ اچھا اچھا۔"

"کیوں ماں جی، کیا آپ انہیں جانتی ہیں؟" میرے دل میں بے شمار وسوسے جاگ اٹھے۔

"نہیں۔ میں براہ راست نہیں جانتی۔ لیکن تمہارے جیسی ایک اور لڑکی اس کم بخت کا شکار ہو کر میرے پاس پہنچی تھی۔ میرے پاس بھی نہیں پہنچی تھی بلکہ کسی دلال نے اسے ایک طوائف کے ہاتھوں فروخت کر دیا تھا۔ خوش قسمتی سے وہ طوائف مر گئی، اور لڑکی میرے کوٹھے پر آ گئی۔ وہیں پر اس نے رقص و موسیقی کا کام شروع کیا لیکن مجھے اس کے چہرے پر چھپا ہوا کرب نظر آ رہا تھا۔ ایک دفعہ میں نے اس سے پوچھا تو اس نے مجھے اپنی داستان بتائی جس میں رادھن سنگھ کا ذکر تھا۔ لیکن کیا تم یہ جانتی ہو کوشلی کہ وہ کم بخت رادھن سنگھ ایک زبردست تنظیم کا کارکن ہے؟"

"تنظیم؟"

"ہاں۔ مجبوروں اور پیشہ ور قاتلوں کی تنظیم۔ جس کا نام سورج کرن ہے۔"

"میں نہیں جانتی ماں جی۔"

"یہ تنظیم بہت خطرناک ہے۔ ہندوستان کے چپے چپے میں پھیلی ہوئی ہے جگہ جگہ اس کے کارکن پھیلے ہوئے ہیں۔ یہیں نہیں بلکہ دنیا کے بیشتر ممالک میں مشرق و مغرب میں اور نجانے کہاں کہاں اس تنظیم کے ارکان پھیلے ہوئے ہیں اور مجرمانہ کارروائیاں انجام دیتے ہیں۔ رادھن سنگھ بہت معمولی آدمی

ہے اور آسانی سے اس کا کچھ نہیں بگاڑا جا سکتا۔"

"آہ ممی! مگر میں۔ میں۔"

"ابھی اپنے آپ کو قابو میں رکھنا کنول۔ تم نے یہ کہانی سنا کر مجھے ذرا سا پریشان کر دیا ہے لیکن روپا۔ روپا کے بارے میں تم نے کیا سوچا ہے؟"

"ممی! میں اس کے بارے میں آپ سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"سوچتی ہوں۔ کہاں ہے روپا؟ مجھے جلدی بتاؤ میں اپنی زندگی کی بازی لگا کر اسے حاصل کروں گی۔" اور میں نے اپنے ماموں جی کا پورا پتا بتا دیا۔ کنول کماری کہنے لگیں۔

"تم فکر مت کرو۔ ممکن ہے بہت جلد میں روپا کو بھی یہیں بلا لوں۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں ممی۔ بڑی مسرت ہوگی مجھے۔" میں نے جواب دیا۔

اگر روپا اس طرح بچ جائے تو ممکن ہے میری زندگی کو بہت بڑا سہارا مل جائے اور اس کے بعد میں صرف کنول کماری کی بات مان کر دنیا کے کسی پرسکون گوشے میں اپنے لیے آئندہ مستقبل گزارنے کا فیصلہ کر لوں۔ لیکن روپا کے آجانے کے بعد جب تک روپا اس کم بخت ظالم کی نگاہوں میں تھی مجھے اس سے بے پناہ خطرہ محسوس ہوتا تھا۔ کنول کماری جی بہت دیر تک میرے ساتھ رہیں اور اس کے بعد مجھ سے بہت سے وعدے کر کے چلی گئیں۔

پھر ایک دن دوپہر کے وقت وہ آئیں اور انہوں نے مجھے بتایا کہ انہوں نے روپا کی بازیابی کے لیے کوششیں شروع کر دی ہیں۔ اور ان کے چند آدمی اسے لینے کے لیے روانہ ہو گئے ہیں۔ مجھے دھیرج رکھنی چاہیے۔ جب وہ جانے لگیں تو میں انہیں چھوڑنے ان کی کار تک آئی۔ ان کا ڈرائیور ایک لمبے چوڑے قد کا آدمی تھا بڑی بڑی مونچھوں کا مالک شکل ہی سے اوباش لگتا تھا۔ اس نے مجھے دیکھا، دیکھتا رہا، نجانے کیوں مجھے اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی کیفیت محسوس ہوئی تھی میں نے بہرطور غور نہ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ چلی گئیں تقریباً دو گھنٹے کے بعد کسی نے میرے دروازے پر دستک دی۔ نوکروں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ میں نے دیکھا کہ وہی مونچھوں والا ڈرائیور میرے سامنے کھڑا ہوا ہے۔ اسے دیکھ کر میرے بدن میں کپکپی سی دوڑ گئی۔ اس کے موٹے موٹے ہونٹوں پہ ایک عجیب سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

"میں اندر آ سکتا ہوں دیوی جی؟"

"تم اندر آئے کیسے؟"

"کنول جی کا ملازم ہوں۔ میرے لیے اتنی روک ٹوک نہیں ہے مگر آپ پریشان کیوں ہو گئیں؟"

"میں۔ میں۔ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"ایک بہت ضروری کام ہے دیوی جی بڑا ضروری کام ہے۔" اس نے جواب دیا۔ میں ایک لمحے کے لیے سوچتی رہی پھر میں نے سوچا کہ مجھے اس طرح خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے چنانچہ میں نے اسے اندر آنے کی اجازت دے دی وہ اندر آگیا اور جارحانہ انداز میں دروازہ بند کر دیا۔

"سنو! کیا بدتمیزی ہے یہ سب کچھ کیا ہے تم نے؟"

"معاف کیجئے گا دیوی جی آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا میں۔ کچھ بھی نہیں کہوں گا آپ سے کچھ نہیں کہوں گا۔ بس شریف بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں کہو۔" میں نے کرخت نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"دیوی جی! یہ میری خوش نصیبی ہے کہ ایک ایسا کام جو بے شمار لوگوں کے سپرد کیا گیا ہے۔ مجھے انجام دینے کا موقع مل رہا ہے۔ آپ کنور رادھن سنگھ جی کو جانتی ہیں؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا اور میرے دل میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ میری آنکھوں میں اندھیرا سا چھا گیا میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔

"اس کا مطلب ہے کہ آپ انہیں جانتی ہیں اور اس کا مطلب ہے کہ میں بھی ٹھیک ہی کہہ رہا ہوں۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو تم۔ کیا تم ممی سے اجازت لے کر یہاں آئے ہو؟"

"نہیں۔ اجازت لے کر نہیں بلکہ ان سے چھٹی لے کر۔ بڑا مشکل معاملہ ہے میرے لیے چھٹی میں نے اس لیے لی ہے کہ مجھے ایک ضروری کام سے بمبئی جانا ہے بمبئی میں میرے بیوی بچے رہتے ہیں۔"

"تو مجھ سے کیا واسطہ ہے؟"

"واسطہ نہیں دیوی جی۔ بس آپ کو ذرا بمبئی لے جانا چاہتا ہوں۔" اس نے جواب دیا اور میں خونخوار نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"کیا تمہارے اندر اتنی جرأت ہے کہ تم مجھے بمبئی لے جا سکو؟"

"ہاں دیوی جی ہے۔ اور یہ جرأت اس لیے پیدا ہوئی ہے کہ جس لڑکی کو حاصل کرنے کے لیے آپ کی ماتا جی نے یعنی کنول کماری نے اپنے آدمیوں کو بھیجا ہے وہ بمبئی پہنچ چکی ہے یعنی روپا۔" اس نے کہا اور میرا دل دھک سے رہ گیا میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی ڈرائیور عجیب سے انداز میں مسکرا رہا تھا۔

"کیا تم سچ کہتے ہو؟ سچ کہتے ہو تم؟"

"دیوی جی اگر دل چاہے تو میرے ساتھ بمبئی چلیے اور اسے دیکھ لیجیے بمبئی تو چلنا ہی ہے آپ کو۔"

"لیکن۔ لیکن تم۔ تم مجھے کیسے جانتے ہو؟ کیا تم رادھن سنگھ کے رادھن سنگھ کے؟"

"ہاں دیوی جی۔ میں رادھن سنگھ کا داس ہوں۔ آپ کو یہ بات تو معلوم ہو گئی ہو گی کہ رادھن سنگھ جی کوئی ایسے ویسے آدمی نہیں ہیں۔ پورے ہندوستان میں ان کا سنگٹھن ہے تنظیم کے ممبر وہ ہیں جنہیں آپ اور اب آپ کو یہ جان لینا چاہیے کہ رادھن سنگھ جی کے ہاتھ کتنے لمبے ہیں۔ بڑی حیرانی میں تھی جبکہ آپ مگر کیسے آپ یہیں مل گئیں۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں؟"

"میں نے تو آج ہی دیکھا تھا دیوی جی لیکن آپ کی تصویر اور آپ کے بارے میں اطلاعات کئی دن پہلے میرے پاس پہنچ چکی تھیں ہم سب سے کہا گیا ہے کہ آپ کو ہندوستان کے کونے گوشے میں تلاش کریں۔"

"تو پھر اب۔ اب کیا چاہتے ہو تم؟"

"آپ میرے ساتھ چلنے کا فیصلہ کر لیں تو میں آپ کو بتاؤں آپ کے فائدے ہی کی بات ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ دیوی جی کہ میں تنظیم سے بغاوت بھی کر سکتا ہوں۔"

"مطلب یہ کہ آپ میرے ساتھ چلیے کچھ عرصہ ہم بمبئی کی سیر کریں گے گھومیں گے پھریں گے اور اس کے بعد میں آپ کو جہاں چاہیں گی واپس بھیج دوں گا۔ یا پھر یوں کریں کہ کنول کماری جی سے بھی اجازت لے لیں اور بمبئی میں ان کی لڑکیوں کے پاس جا کر رہیں گے لیکن اصل میں آپ میرے پاس رہیں گی وہیں پر آپ کو دوبارہ سے بھی طلوا دیا جائے گا۔"

"ظالم کہیں کے۔ روپا کو تم نے کیوں اغوا کر لیا ہے؟"

"بس دیوی جی رادھن سنگھ مہاراج کا حکم تھا ہم تو حکم کے غلام ہیں مگر آپ کو دیکھ کر دل نے کچھ اور سوچا ہے۔"

"کیا؟"

"یہ کہ آپ کے ساتھ کچھ لمحے گزارے جائیں اور اس کے بدلے آپ کے راز کو راز رکھا جائے۔ سنیے دیوی جی بہتر یہی ہوگا کہ کنول کماری جی سے آپ یہ اجازت لے کر بمبئی جائیں اور اس کے بعد بمبئی میں میری کھولی میں رہیں۔ کچھ دن ہم لوگ ساتھ رہیں گے۔ میں آپ کو بمبئی کی سیر کراؤں گا۔ روپا کو آپ کے حوالے کر دوں گا اور آپ روپا کو لے کر یہاں آجائیں۔ میں تو یہ نوکری چھوڑ کر بھاگ جاؤں گا۔ میرے لیے نوکری کی کہیں کمی نہیں ہے۔ آپ کہہ سکتی ہیں کہ میں نے آپ کو بہکایا تھا۔ سوچ لیجیے بہت چھوٹا سا سودا ہے لیکن اس سودے میں آپ کا بھرم برقرار رہے گا۔ اگر آپ رادھن سنگھ کے ہاتھ لگ گئیں تو رادھن سنگھ جی آپ کا کیا کریں گے یہ تو آپ مجھ سے زیادہ بہتر جانتی ہیں۔" میں اس کی باتوں پر غور کرنے لگی تھی۔ رادھن سنگھ کے بارے میں یہ بات مجھے معلوم ہو گئی تھی کہ وہ سورج گرہن نامی کسی تنظیم کا رکن ہے لیکن اس کے فوراً ہی بعد یہ مسئلہ میرے سامنے آ گیا تھا۔ کیا کرنا چاہیے کیا کنول کماری سے کہہ دوں کہ ان کا ڈرائیور ایک بہت ہی غدار آدمی ہے اور یہ سب کچھ کرنا چاہتا ہے لیکن اس طرح روپا کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی جو ان کم بختوں کے ہاتھوں لگ گئی ہے۔ یا پھر یوں کروں کہ انتظار کر لوں تھوڑا سا۔ ممکن ہے یہ جھوٹ بول رہا ہو۔ لیکن اگر جھوٹ بول رہا ہے تو روپا کے بارے میں اتنی تفصیل اسے کیسے معلوم ہوئیں۔ عجیب سے شکنجے میں پڑ گئی تھی۔ وہ میری شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"زیادہ انتظار نہیں کروں گا۔ اگر آپ بمبئی جانے کے لیے تیار ہیں تو آج رات ساڑھے آٹھ بجے اسٹیشن پر پہنچ جائیے بمبئی جانے والی ٹرین ٹھیک پونے نو بجے جاتی ہے آپ اس ٹرین سے سفر کر کے بمبئی جائیں گی۔ اسٹیشن پر میں آپ کو اتار لوں گا۔ بلکہ کوئی اور پروگرام ترتیب دے لوں گا جو ابھی آپ کو نہیں بتایا جا سکتا۔ کچھ دن تک آپ وہاں رہیں گی اس کے بعد کاشی یا ورندا سے جا ملیں گی۔ روپا کو بھی دوران میں آپ کے حوالے کر دوں گا۔ اس کے بعد آپ اسے لے کر یہاں آجائیے۔ آپ راستہ بھٹک گئی تھیں اور نجانے کہاں کہاں ماری ماری پھرتی رہیں زیادہ وقت نہیں لگے گا دیوی جی بس زیادہ سے

زیادہ رش، پندرہ دن بھی کافی ہوں گے۔ وہ ادباتی انداز میں مسکرایا۔

میں اس وقت اس سے کسی قسم کا انحراف نہیں کر سکتی تھی بہن کا معاملہ تھا اگر ایسا ہو جائے تو... تو میری آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے میں تو لٹ ہی چکی تھی تباہ و برباد ہو ہی گئی تھی۔ یہ وقت اور بھی یہ سخت لمحات اور بھی کیا فرق پڑتا ہے۔ ایک پامال زندگی کو اور پامال ہونے میں کیا عار ہو سکتا تھا چنانچہ میں نے آہستہ سے اس سے کہا۔

”تم فکر مت کرو، میں ساڑھے آٹھ بجے اسٹیشن پہنچ جاؤں گی۔“

”بڑی اچھی بات ہے دیوی جی لیکن ایک بات سوچ لیجیے اگر کوئی حرکت ہوئی تو آپ کا تو جو بگڑے گا سو بگڑے گا ہی۔ لیکن آپ کی کسر روپا سے پوری کر لی جائے گی سمجھیں آپ۔“ اس نے کہا اور خاموشی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ ایک ایسی ہولناک دھمکی دے گیا تھا وہ کہ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میری روپا... میری روپا۔ میری آنکھوں سے آنسوؤں کے سوتے پھوٹ نکلے۔ ایک بار پھر میری دنیا میں آگ لگ گئی تھی۔ ایک بار پھر یہاں میرے لیے عذاب کا سامان پیدا ہو گیا تھا ایک بار پھر مجبور ہو گئی تھی، ٹوٹ پڑی تھیں لیکن برداشت کرنا تھا سب کچھ برداشت کرنا تھا تقدیر میں جو کچھ لکھا ہوتا ہے وہ تو ہونا ہی ہوتا ہے۔ بے چاری کنول کماری میرے لیے اس سے زیادہ اور کیا کر سکتی تھی کہیں ایسا نہ ہو کہ میری وجہ سے وہ خود بھی مصیبتوں کا شکار ہو جائے اگر یہ کم بخت راؤ جی سنگھ کا آدمی ہے تو یہ اطلاع راؤ جی سنگھ تک بہت جلد پہنچ جائے گی کہ میں یہاں موجود ہوں۔

دماغ شدید ترین پریشانیوں کا شکار تھا۔ دل میں لاکھوں وسوسے ابھر رہے تھے۔ بہت کچھ سوچ رہی تھی۔ ایک دل کہتا تھا کہ کم از کم کنول کماری کو یہ تو بتا دیا جائے کہ میں کسی کام سے جا رہی ہوں۔ ان کے احسانوں کا یہ صلہ بھی تو مناسب نہیں ہے کہ میں اپنی ذات کے لیے انہیں اس طرح حیران و پریشان چھوڑ دوں۔ کیا سوچیں گی وہ میرے بارے میں۔ ممکن ہے ان کے نظریات بھی میری طرف سے بدل جائیں اور وہ بھی سوچیں کہ کوئی گندہ خون گندگی میں جا ملا۔

میرے بارے میں کون جانتا تھا میری بدنصیبی کس کے علم میں تھی میری تقدیر میں تو یہی لکھا تھا کہ سڑک پر پڑے ہوئے پتھروں کی طرح ادھر سے ادھر لڑھکتی رہوں۔ کوئی بھی ٹھوکر مار کر مجھے کہیں بھی پہنچا دے۔

”ہاں جی! میں بے قصور ہوں تقدیر کے اس کھیل میں یا آپ بلا وجہ الجھ گئیں اگر میں نصیبوں والی ہوتی تو پھر میرا بھرا پرا گھر کیوں اجڑتا۔ سب ہی تو تھے اس گھر میں ماتا، پتا، بھیا اور بھی پیار کرنے والی بہن لیکن یوں بچھڑ گئے تھے سب کے سب جیسے ان کا وجود ہی نہ ہو تنہا رہ گئی تھی یہ سب بہت یاد آتے تھے مجھے لیکن ایک راکشس نے ہمارے گھر کا سکون نگل لیا تھا۔“

بہت دیر تک سوچتی رہی بصورت حال بہت پریشان کن تھی۔ اگر روپا کا معاملہ نہ ہوتا تو میں اس کمینے سے اچھی طرح نمٹ لیتی لیکن اب میرے سامنے میری معصوم بہن کی شکل تھی۔ دل میں بہت سے فیصلے کیے۔ کنول کماری کو صورت حال بتانا کسی طور ممکن نہیں تھا۔ وہ میرے اچانک چلی جانے کے فیصلے سے حیران ہو جائیں، ممکن ہے وہ اس پروگرام میں کوئی تبدیلی کریں اور روپا کی زندگی خطرے میں پڑ جائے۔ نہیں نہیں روپا کی زندگی کسی طور خطرے میں نہیں ڈالی جا سکتی تھی۔ اس کے لیے کنول کماری جیسی دیوی کو بھی دھوکا دینا تھا مجھے۔ چنانچہ میں نے انہیں کچھ نہ بتانے کا فیصلہ کیا۔ اور رات کو خاموشی سے وہاں سے نکل گئی اسٹیشن پہنچنا میرے لیے مشکل نہ تھا۔

اسٹیشن پر کافی رش تھا بھانت بھانت کے لوگ موجود تھے۔ پونے نو بجے ٹرین آ گئی۔ اس دوران کم بخت ڈرائیور کا کہیں پتہ نہ تھا۔ ابھی میں پریشان ہو رہی تھی کہ ٹرین میں بیٹھوں یا نہ بیٹھوں کہ وہ مجھے نظر آیا۔

”چلو ٹرین میں بیٹھ جاؤ۔ میں نے ٹکٹ خرید لیے ہیں۔“ اس نے کہا۔ اور میں اس کے پیچھے چل پڑی۔ ایک ڈبے میں ہم جا بیٹھے۔ وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔

”تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں دیوی۔“

”کیوں؟“ میں نے کہا۔

”تم نے کسی کو خبر نہیں کی۔“

”کیا مطلب؟“

”میں سوچ رہا تھا تم ضرور ایسا کرو گی۔ اسی لیے تو میں تمہارے پاس نہیں آیا تھا۔“

”کہاں تھے تم؟“

”آٹھ بجے سے اسٹیشن پر موجود تھا۔ اور ہر راستے پر نگاہ جمائے ہوئے تھا کہ کہاں سے تم پولیس کو لاتی ہو۔“

”میں تمہارے ہاتھوں مجبور ہوں۔“ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

”تم مجھے ناتھو رام کہہ سکتی ہو۔“

میں خاموش رہی تھی تھوڑی دیر تک اسی طرح خاموشی رہی پھر میں نے کہا۔

”روپا کہاں ہے ناتھو رام؟“

”ہماری قید میں۔“

”اسے کوئی تکلیف تو نہیں دی تم نے؟“

”نہیں اس بے چاری کو کوئی تکلیف نہیں دی گئی تم اس بارے میں بالکل چنتا مت کرو۔“

سفر جاری رہا۔ دفعتاً اس نے پوچھا۔

”تم نے کنول جی کو اس بارے میں کیا کہا؟“

”کچھ نہیں۔“

”کیا مطلب؟“

”میں نے ان سے کچھ بھی نہیں کہا۔ انہیں نہیں معلوم کہ میں نے ان کا بنگلہ چھوڑ دیا ہے۔“

”اوہ! یعنی تم تو فرار ہوئی ہو بہت اچھا کیا تم نے۔ بعد میں کوئی کہانی گھڑ کر سنا دینا انہیں تم پر وہ پورا بھروسا اور وشواس کریں گی۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بالآخر بمبئی اسٹیشن آ گیا میں اس کے ساتھ نیچے اتر آئی تھی۔

”ماما کی چال میں ہماری کھولی ہے۔ خبردار جب تک یہاں رہو کسی کو کچھ نہ بتانا۔“

”یہاں لوگ تمہیں جانتے ہیں؟“

”ہاں اپنی کھولی ہے یہاں۔ میں لوگوں سے یہی کہوں گا کہ تم میری گھر والی ہو۔ تمہیں بھی یہی بتانا ہے۔“

”ٹھیک ہے لیکن ایک شرط ہو گی۔“

”کیا؟“

”تمہاری بات ماننے سے پہلے میں روپا کو دیکھوں گی۔“

”اس کی ضرورت نہ کرنا۔ ورنہ روپا کو خطرے میں ڈال دو گی۔ دس راتیں تمہیں میرے ساتھ گزارنا ہوں گی۔ اس کے بعد میں چالاکی سے روپا کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔ اور تم اسے لے کر نکل جانا۔ کبھی کسی کو یہ نہیں بتاؤ گی کہ تم کہاں ہو۔“

میرے لیے اس کی بات کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تھا اس لیے میں تو اب تقدیر پر ہو گئی۔ ہم ماما کی چال پہنچ گئے۔ بمبئی کی عجیب زندگی میرے سامنے تھی۔ کھولی بوسیدہ گھر رہنے کے قابل تھی۔ میں یہاں آ گئی تو ناتھو رام نے کہا۔

”تم اس کی صفائی وغیرہ کرو۔ یہاں سب میرے جاننے والے ہیں۔ میں ان سے مل آؤں۔ مگر میری بات کا خیال رکھنا۔“ میں نے گردن ہلا دی۔ زندگی کے اس نئے رخ کو میں نے قبول کر لیا تھا۔ چنانچہ کھولی کی صفائی میں مصروف ہو گئی۔ چند منٹ کے بعد مجھے مصیبت بھگتنا پڑی۔ آس پاس کی عورتیں مجھ سے ملنے آ گئی تھیں۔ بھانت بھانت کی بولیاں بول رہی تھیں۔

”ہاں بے چاری کتنی سندر ہے۔“

”ہاں ماسی۔ پتہ نہیں کون ماتا پتا تھے۔“

”بھاری ہو گی ان پر۔“

”کیا بات ہے کیا کہہ رہی ہیں آپ لوگ؟“ میں نے پوچھا۔

”تیرے ماتا پتا نے ناتھو رام کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کیا ری؟“

”کیوں؟“

”زمانے بھر کا لچا لفنگا ہے وہ شرابی جواری آوارہ۔ بھگوان اس سے سب کو بچائے۔“

میں نے ان میں سے کسی کو کچھ نہ کہا۔ بلکہ ان کی ہمدردیاں حاصل کرنے لگی۔ مجھے اس بے غیرت سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ ناتھو رام رات کو ایک بجے شراب کے نشے میں دھت واپس آیا۔ وہ بہت خوش تھا۔ اس نے جیب سے نوٹوں کے انبار نکال کر میرے سامنے لگا دیے۔

”جے مہا لکشمی جے مہا لکشمی۔ تو میرے چال میں کہاں سے اتر آئی سارے ریکارڈ توڑ لایا۔ سنسار دیکھ کتنی دولت ہے۔ جیون میں اتنی دولت میں نے نہیں دیکھی۔“

”کہاں سے آئے یہ نوٹ؟“

”تیرے چرنوں کی برکت ہے۔ لکشمی دیوی۔ سب تیرا احسان ہے تیرے نام سے جو بازی لگائی جیت گیا۔“

”جوئے میں جیتے ہیں؟“

”وہاں آج تو سب حیران ہو گئے۔ پتہ پڑ رہا تھا ہر بازی اپنی تھی۔ اب عیش کریں گے۔“

”آرام کرو ناتھو رام۔ تم نے زیادہ شراب پی لی ہے۔“

”جے دیوی جے مہا لکشمی۔ لے لے۔ اس میں سے جو تیرا دل چاہے لے لے۔“

”مجھے دھن دولت نہیں چاہیے ناتھو رام۔ مجھے تو روپا کی شکل دکھا دو۔ کر سکتے ہو تو یہ احسان میرے اوپر کر دو۔ مجھے سب

کچھ مل جائے گا۔"

"روپا۔ کون روپا؟" اس نے نشے کے عالم میں کہا۔

"میری بہن اور کون۔"

"ارے وہ۔ ناتھورام ہنس پڑا۔ جھوٹ بولا تھا تجھ سے میں نے۔ تیری بہن کیسی روپا۔ میں تو کسی روپا کو جانتا بھی نہیں۔"

"کیا ———" میں اچھل پڑی۔

"ہاں رانی تجھے تو تیرے روپ نے پاگل کر دیا تھا۔ یہ کہانی تو میں نے کنول کماری سے سنی تھی۔ اس سے جب وہ تیری روپا کو لینے کے لیے آدمی بھیج رہی تھی۔ میں نے یہ کہانی سن لی۔ اور تیرے لیے پلان بنا لیا۔ کون رادھی سنگھ اور کیسی سورج گڑھی۔ بس یہ میرا پلان تھا۔" ناتھورام شراب کے نشے میں سچ بول پڑا۔

لیکن یہ ایک لمحہ۔ یہ ایک لمحہ میری زندگی کا سب سے انوکھا لمحہ تھا۔ میرا دماغ تاریک ہو گیا۔ اس جھوٹ نے مجھے ایک احساس دلایا۔ میرے دل نے کہا۔ کوشل! یہ دنیا بہت عجیب ہے۔ کسی کمزور کو یہاں ایک لمحہ جینے کا حق نہیں ہے۔ جینا چاہتی ہو تو اپنے وجود کو بدل ڈالو اس طرح جیسے یہ دنیا جیتی ہے۔ اس طرح اس دنیا کو بے وقوف بناؤ جس طرح یہ دنیا تمہیں بنا رہی ہے۔ اگر ایسا نہیں کر سکتی تو مر جاؤ۔ ہاں ایسا نہیں کر سکتی تو مر جاؤ۔

اور میں اسی لمحہ مر گئی تو آزر۔ اسی وقت میں مر گئی۔ میرے اندر ایک نئی شخصیت نے جنم لیا۔

"تم یقین کرو آزر یہ میں نہ تھی۔ میں اس زمانے سے اتنی کہاں روشناس تھی۔ لیکن یہ نئی عورت۔ یہ نئی کوشل بہت کچھ جانتی تھی۔ اتنا کچھ کہ میں اس پر خود حیران تھی۔

"کیا سوچنے لگیں جان من؟" ناتھورام کی آواز مجھے سنائی دی اور میں چونک پڑی۔

"کچھ نہیں ناتھورام۔"

"سوچ رہی ہو گی کہ ناتھورام کتنا کٹھور ہے۔" اس نے شرابیوں کے انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں یہی سوچ رہی ہوں ناتھورام۔"

"چلو چھوڑو رانی۔ میں بہت خوش ہوں۔ عورت اور دولت ایک ساتھ ملی ہے۔"

"تم بہت دیر سے آئے ناتھورام۔ دیکھو نا کتنا وقت گزر چکا ہے۔"

"اب انتظار نہ کراؤ رانی۔"

"ایک بات بتاؤ ناتھورام۔ صرف ایک بات۔"

"پوچھو۔"

"روپا سچ مچ تمہارے پاس نہیں ہے؟"

"میں نے مذاق کیا تھا تم سے کوشل۔"

"واقعی تم بے حد شریر ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ناتھورام کو اپنے ساتھ اندر لے آئی۔ کمرے میں میں نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی۔ دن میں میں نے یہاں کی صفائی کی تھی مجھے معلوم تھا کہ کون سی چیز کہاں ہے۔ چنانچہ پلنگ کے پاس سے میں نے لمبی رسی کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور اس کے سرے دونوں ہاتھوں میں لپیٹ لیے۔

ناتھورام بستر پر بیٹھ گیا تھا۔ میں اس پر جھکی اور اس طرح ہاتھ آگے بڑھائے جیسے اس کی گردن میں بانہیں ڈالنا چاہتی ہوں۔ لیکن اصل میں رسی اس کی گردن میں جا پڑی تھی۔ جسے ناتھورام محسوس نہ کر سکا۔ میں نے جھٹکتے ہوئے رسی اس کی گردن پر کس دی۔

"یہ کیا کر رہی ہو رانی؟"

"میں بھی بہت شریر ہوں ناتھورام۔ شرارت کر رہی ہوں۔"

میں نے یقین کر لیا لیکن ناتھورام کو دوسرے ہی لمحے میری شرارت کا احساس ہو گیا۔ رسی اس کی گردن پر کس گئی تھی۔

"یہ یہ کیا؟" اس کے حلق سے گھٹی گھٹی آواز نکلی اور میں نے بھرپور قہقہہ لگایا۔

"ہاں ناتھورام۔ میری شرارت ذرا مختلف ہے۔" میں نے پوری قوت سے رسی کے دونوں سرے کھینچ دیے اور ناتھورام کی آنکھیں ابل پڑیں۔ اس کا چہرہ انگارے کی طرح سرخ ہو گیا۔

میں اس وقت اس کی گردن پر طاقت صرف کرتی رہی۔ جب تک اس کے بدن میں زندگی کی ذرا سی بھی رمق رہی۔ اور پھر میں اسے چھوڑ کر ہٹ گئی۔ اس قتل پر میں ذرا بھی خوفزدہ نہیں تھی۔ اور اس وقت میری ذہنی صلاحیتیں عروج پر تھیں۔ میں نے اطمینان سے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ اس کھولی میں کوئی قیمتی سامان نہیں تھا۔ سوائے ان نوٹوں کے جو ناتھورام لایا تھا اور اس وقت یہ نوٹ میرے لیے بے حد قیمتی تھے۔

میں نے نوٹ سمیٹے انہیں احتیاط سے ایک جگہ جمع کیا اور پھر ایک جگہ بیٹھ کر حالات پر غور کرنے لگی۔ ناتھورام کی موت چھپی نہ رہ سکے گی۔ پولیس کو اس کی لاش دستیاب ہو گی اور چال کے لوگ بتائیں گے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ آیا تھا۔ بیوی غائب ہو گی۔ اگر میں کنول کماری کے پاس واپس چلی جاؤں

تو بہر حال پولیس وہاں بھی ضرور پہنچے گی کیونکہ ناتھورام ان کا ڈرائیور تھا۔ اگر میں یہاں بھی رکی ——— تو پولیس آسانی سے مجھے پکڑ لے گی۔

"نہیں ہرگز نہیں۔ اب تو جو کچھ کرنا ہے اپنے ہاتھ سے کرنا ہے۔ اور اس کے لیے ضروری ہے کہ میں یہ جگہ چھوڑ دوں۔ اس میں وقت نہ ضائع کروں۔

بمبئی میرے لیے اجنبی تھی۔ لیکن اگر جیب میں نوٹ ہوں تو کوئی جگہ اجنبی نہیں ہوتی صرف ہمت کی ضرورت ہے۔ اور یہ ہمت میرے لیے جنم لے چکی ہے۔ میں اس دنیا میں وقت گزارنے کے لیے صحیح آنکھ پا چکی تھی صحیح سوچ حاصل کر چکی تھی۔

اپنا کوئی نشان میں نے وہاں نہ چھوڑا۔ نوٹ سنبھال کر رکھے ——— اور پھر صبح ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ صبح سے پہلے یہاں سے نکلنا خود کو مشکوک کرنا تھا۔

ناتھورام کی لاش کو میں نے پھٹے کپڑوں میں لپیٹ کر مسہری کے نیچے چھپا دیا تھا۔ صبح ہو گئی۔ دن کے دس بجے میں کھولی کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔

چال کے مرد اپنے کاموں پر چلے گئے تھے۔ عورتیں گھروں کے کاموں میں مشغول تھیں۔ کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی اور میں وہاں سے دور نکل آئی۔ پھر مجھے ایک آٹو رکشہ نظر آیا اور میں اس میں بیٹھ کر چل پڑی۔

"کہاں چلوں؟" ڈرائیور نے پوچھا۔

"چلتے رہو۔ بتا دوں گی۔" میں نے جواب دیا۔ ڈرائیور نے گردن ہلا دی۔

بازار دکھنے لگے تھے اور آہستہ آہستہ کھلتے جا رہے تھے۔ میں نے رکشہ ایک بھرے ہوئے بازار میں رکوا لیا۔ اتر کر ڈرائیور کو بل ادا کیا اور پھر ٹہلنے کے سے انداز میں آگے چل پڑی۔

ایک معصوم گھرانے کی کسی لڑکی کے بارے میں تم اس انداز سے سوچ سکتے ہو آزر اصغر۔ لیکن میرے اندر جو شخصیت ابھری تھی وہ انوکھی تھی۔ وہ اس زمین پر بسنے والوں کے بارے میں بہت کچھ جانتی تھی۔ اس کے اندر بے پناہ قوت تھی۔

"انسان کے اندر بہت سی قوتیں پوشیدہ ہوتی ہیں کوشل اور خاص حالات میں یہ قوتیں خود بخود ابھر آتی ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"اس وقت وہی قوتیں ابھر آئی تھیں۔ میں خود کو مطمئن اور دنیا شناس سی سمجھ رہی تھی۔ ایک بڑے اسٹور میں داخل ہو کر میں نے اپنے لیے جدید ترین لباس خریدے۔ میک اپ کا سامان اور دوسری چیزیں خریدیں۔ ایک خوبصورت اٹیچی کیس ایک پرس وغیرہ بھی اس کے بعد پھر باہر نکل آئی۔

اس کے بعد میری پہلی منزل ہوٹل منزل تھی۔ یہ درمیانے درجے کا ہوٹل تھا۔ وہاں کے رجسٹر میں میں نے اپنا نام بدل کر لکھوایا تھا۔ ہوٹل کا کمرہ بہت پرسکون تھا۔ یہاں آکر مجھے ایک طمانیت کا احساس ہو رہا تھا۔ شاید انسان خود پر بھروسہ کرنا سیکھ لے تو اسے سکون ضرور ملتا ہے۔

"ہاں شاید۔" میں نے جواب دیا۔

میں نے مستقبل کے بارے میں سوچا۔ بہت کچھ کرنا تھا ابھی۔ اگر کم بخت ناتھورام نے جھوٹ نہیں بولا تھا اور اس کی دوسری کہانی سچی تھی۔ تو اس کا مطلب ہے کہ روپا کسی نہ کسی طرح کنول کماری کے پاس پہنچ جائے گی۔ یہ بہت اچھا ہو گا اب کنول کماری کے پاس واپسی کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ لیکن ایک بار صرف ایک بار اسے دیکھنے ضرور جاؤں گی۔ اگر روپا اطمینان بخش حالات میں نہ ہوئی تو پھر میں اپنا کام شروع کروں گی۔ ہاں میں اپنے گھر کو کبھی نہیں بھول سکتی تھی مجھے انتقام لینا تھا خونی کا انتقام۔"

وقت گزرتا گیا۔ ہوٹل میں گھسے رہنا کوئی معنی نہیں رکھتا باہر نکلنا ضروری ہے۔

لیکن باہر نکلنے کے لیے میں نے خود کو بدلنا ضروری خیال کیا۔ اتنی تبدیلی پیدا کر لینا تھی خود میں کہ کوئی پہچان نہ سکے۔ میں نے تیاریاں کیں۔ بمبئی کے بارے میں جاننا بھی چاہتی تھی۔ اور اس کے لیے باہر نکلنا ضروری تھا۔ میں نے میک اپ کیا خوبصورت لباس پہنا اور خود کو آئینے میں دیکھا تو چونک پڑی۔ مجھے محسوس ہوا کہ کوئی اور میرے سامنے کھڑا ہے۔ لیکن یہ میں ہی تھی۔ بالکل بدلی ہوئی شکل میں۔ اور اس شکل میں مجھے کوئی نہیں پہچان سکتا تھا۔

ہوٹل سے باہر نکل کر میں دیر تک فٹ پاتھ پر چلتی رہی طرح طرح کے مناظر آنکھوں کے سامنے آ رہے تھے سب ان سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ پھر ایک بک اسٹال کے قریب پہنچ کر میں رکی۔ یہاں بہت سے لوگ موجود تھے۔ چست لباس میں ملبوس ایک شخص ایک فلمی رسالے کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ میں نے بک اسٹال والے سے بمبئی کا نقشہ طلب کیا تو چست لباس

والے نے مجھے دیکھا۔ میری نگاہیں اس سے ملیں تو میں نے اسے چونکتے ہوئے دیکھا۔ نہ جانے کیوں میری چھٹی حس نے محسوس کیا کہ اس کا چونکنا بے معنی نہیں ہے۔

بہرحال میں نے توجہ نہیں دی اور نقشہ خرید کر وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ تھوڑی دور چل کر میں نے چور نگاہوں سے عقب کا جائزہ لیا تو چست لباس والے کو اپنے پیچھے پایا۔

میں کسی قدر پریشان ہو گئی تھی۔ وہ کون ہے اور کیا چاہتا ہے۔ بچاؤ اس سے پیچھا چھڑانے کے لیے میں نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا اور وہ میرے قریب رک گئی۔ میں نے دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ گئی۔

"کہاں جانا ہے میم صاحب؟" ڈرائیور نے پوچھا۔

"جوہو۔" میں نے بے ساختہ جواب دیا۔ اور ڈرائیور نے ایک جھٹکے سے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ میں نے پشت کی سیٹ سے سر ٹکا دیا اور عقب نما آئینے کی طرف دیکھنے لگی۔ ٹیکسی ڈرائیور کا چہرہ اس میں نظر آیا۔ وہ میرا جائزہ لے رہا تھا۔ میں سنبھل گئی۔

جوہو کے بارے میں مجھ کچھ بھی نہیں جانتی تھی۔ بس نقشے میں اس نام پر میری نگاہ پڑی تھی اس لیے یہ نام آسانی سے میرے منہ سے نکل گیا تھا۔ بہرحال میرا سفر جاری تھا۔

کافی سفر طے ہو چکا تھا۔ میں نے ایک بار پیچھے مڑ کر دیکھا کہ کوئی کار یا ٹیکسی تعاقب تو نہیں کر رہی لیکن ایسی کوئی بات نظر نہ آئی۔ میں نے دوبارہ پشت سے سر ٹکا لیا۔

ٹیکسی اس وقت جس سڑک سے جا رہی تھی۔ اس کے دائیں طرف ریلوے لائن تھی جس پر ایک ٹرین گزر رہی تھی۔ آگے ایک پل تھا پل سے دوسری طرف مڑ کر ٹیکسی ایک سنسان راستے پر چل پڑی۔ اور دفعتاً ہی مجھے ایک احساس ہوا۔ ٹیکسی ڈرائیور کے انداز اچھے نہیں سے لگے۔ مجھے اس کا عقب نما آئینے میں گھورنا یاد آ گیا تھا۔ ایک بار پھر میں نے اسے دیکھا تو اس وقت بھی اس کی نگاہ مجھ پر تھی۔

میرے ذہن میں خطرے کا احساس پوری طرح جاگ اٹھا لیکن یہ تو اس نئی شخصیت کا پہلا امتحان تھا۔ جو میرے وجود میں انگڑائی لے کر جاگی تھی۔ یہ تو اس کی پہلی آزمائش تھی۔ اور میں نے اسے پوری طرح اس امتحان کے لیے تیار پایا۔ میرے اندر بے پناہ قوت تھی۔

دفعتاً ٹیکسی نے ایک جھٹکا لیا اور رک گئی۔ یہ جگہ بالکل سنسان تھی۔ میں نے اطراف میں دیکھا اور کہا۔

"کیا بات ہے ڈرائیور؟"

"شاید پیٹرول ختم ہو چکا ہے۔" اس نے کہا اور نیچے اتر کر کہنے لگا۔ "اب کیا کریں میم صاحب؟"

"اس سوال کا جواب مجھے دینا ہوگا ڈرائیور؟"

"مجبوری ہے۔" اس نے کہا۔

"جوہو یہاں سے کتنی دور ہے؟" میں نے پرسکون لہجے میں پوچھا۔

"جوہو۔" اس نے کہا اور ہنس پڑا تھا۔ "جوہو تو اس طرف نہیں ہے میم صاحب۔" وہ ہنسا اور دوسرے لمحے اس نے جیب سے ایک چاقو نکال کر کھول لیا۔

"کیا چاہتے ہو ڈرائیور؟" میں نے سکون سے پوچھا۔

لیکن میری سانسیں بے ترتیب ہو چکی تھیں۔ کوئی آسمانی قوت نہیں تھی میرے اندر۔ میں اپنی ہمت سے کام لے رہی تھی۔

"بتانے کی ضرورت رہ جاتی ہے۔" وہ ہنس پڑا۔

"مطلب؟"

"تمہیں چاہتے ہیں میم صاحب۔ اس کے بعد تم جہاں کہو گی پہنچا دیں گے۔"

"یہاں۔ اسی جگہ؟" میں نے سوال کیا۔

"تو اور کہاں؟"

"وہ دیکھو۔ ادھر جھاڑیاں ہیں۔ ٹیکسی سڑک کے کنارے لگا دو۔" میں نے ایک طرف اشارہ کیا۔

"ارے جیتی رہو رانی۔ آؤ۔" میں نے کہا۔

"مگر ٹیکسی؟"

"یہ سڑک عام نہیں ہے۔ ٹیکسی اسی جگہ رہنے دو۔" اس نے کہا اور جھک کر میرے دروازے کا ہینڈل کھول دیا۔ میں نے اس طرح رخ موڑا جیسے نیچے اتر رہی ہوں۔ وہ کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے دروازے

کا ہینڈل کھولا اور ایک پاؤں باہر نکال لیا۔ دوسرے لمحے میں نے اسے زور سے پیچھے دھکا دے دیا وہ قلابازی کھا کر گرا تھا اس کے حلق سے ایک خوفناک غراہٹ نکلی جبکہ میرے پیچھے چاقو کھلا پڑا تھا۔ میرے پیچھے کا جواز نہیں تھا چنانچہ میں کچھ سوچے بغیر تیزی سے دروازہ کھول کر نیچے اتر گئی۔ پھر میں نے ایک طرف چھلانگ لگائی لیکن ڈرائیور بالکل عادی جرائم پیشہ معلوم ہوتا تھا اور لڑنے بھڑنے کے فن سے واقف تھا اس نے فوراً پلٹ کر ایک ٹانگ اڑا دی اور میں اس کی ٹانگ میں الجھ کر بری طرح گر پڑی۔ چہرہ بمشکل تمام زمین سے ٹکرانے سے بچا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اچھلا اور سیدھا مجھ پر آیا۔ لیکن میں لوٹ لگا کر ایک طرف ہٹ گئی۔ وہ دھپ سے زمین پر گرا اس بار کی چوٹ زوردار تھی۔ اس نے سنبھل کر اٹھنے کی کوشش کی۔ میں نے لیٹے ہی لیٹے ایک لات اس کی کمر پر جما دی اور وہ دور جا گرا یہ پیر اچھالنا نہیں تھا۔ یقیناً یہ میرا کام نہیں تھا۔ وہی قوت میرے عمل پر تھی جو میرے وجود میں بیدار ہوئی تھی۔

اس بار موقع مل گیا تھا۔ میں اٹھ کھڑی ہوئی اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو میں نے جوتے کی ٹھوکر اس کی پنڈلی پر مار دی اور وہ ڈکرا کر رہ گیا۔ چاقو اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔

میں نے لپک کر چاقو اٹھا لیا۔

"اچھا بیٹا یہ تمہاری زندگی کا آخری جرم تھا۔" میں خوفناک لہجے میں بولی۔

ڈرائیور کے بدن پر تھرتھراہٹ طاری ہو چکی تھی۔ وہ خوفزدہ ہو گیا تھا۔ چاقو میرے ہاتھ میں تھا اور میں ایک ایک قدم اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔

"معاف کر دو بھگوان کے لیے ایک بار معاف کر دو مجھے اچھا سبق مل گیا ہے۔"

"ابھی سے۔" میں نے سفاک انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"بھگوان کے لیے۔ میرے بچے ہیں۔ میرے سوا ان کا کوئی نہیں ہے۔" وہ گھگھیایا۔

"میرے بارے میں کیوں نہیں سوچا؟"

"بس ایک بار دیوی۔ بھگوان کے لیے بس ایک بار۔" اس کی آنکھوں میں زبردست ہراس تھا۔

"تم اس قابل تو نہیں ہو لیکن اگر تمہارے بچے ہیں تو تم انہیں دعا دو کہ انہوں نے تمہیں بچا لیا۔"

"بس ایک بار جیون دے دو۔ اس کے بعد بھگوان کی سوگند کبھی ایسی حرکت نہیں کروں گا۔"

"اٹھو۔" میں نے کہا اور وہ کراہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا میرے اشارے پر وہ ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا تھا۔ "چلو ٹیکسی اسٹارٹ کر کے یہاں سے واپس چلو۔"

ڈرائیور نے بے چوں و چرا میری ہدایت پر عمل کیا تھا اس نے ٹیکسی اسٹارٹ کر کے واپس موڑ دی۔ پھر راستے میں اس سے پوچھا۔

"جوہو چلوں میم صاحب؟"

"اب نہیں۔ مجھے کسی بھی جگہ اتار کر دفعان ہو جاؤ اور سنو یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنا کہ آئندہ۔"

"میرے باپ کی توبہ میم صاحب۔"

ٹیکسی تیزی سے واپسی کا سفر طے کر رہی تھی۔ ایک جگہ میں نے ٹیکسی رکوائی اور نیچے اتر گئی۔ ڈرائیور کا چاقو میں نے واپس کر دیا۔ پھر اسے چلا جانے کے لیے پرس کھول رہی تھی کہ وہ ٹیکسی لے بھاگا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میری زندگی کا پہلا امتحان کامیاب تھا۔

ایک اور ٹیکسی کر کے میں سجاتا پہنچ گئی۔ اور چند لمحات کے لیے آرام کرنے کے بعد لیٹ گئی۔ ایک بار پھر وہ چست لباس والا ذہن میں آ گیا۔ وہ کون تھا اور کیا چاہتا تھا۔ لیکن اس سوال کا جواب میرے پاس نہیں تھا۔

اس رات میں اپنے مستقبل کے بہت سے فیصلے کرتی رہی کا تصور کی جیتی ہوئی رقم تو کافی تھی لیکن کب تک ساتھ دے گی میرے سامنے مستقبل کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ کنول دیوی کو اس سے زیادہ پریشان نہیں کر سکتی تھی۔ زندگی گزارنے کے لیے رقم انتہائی ضروری ہوتی ہے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں کہ لوگوں کو بے وقوف بناؤں اور زندگی گزاروں۔ یوں بھی اب میں کوئی شریف لڑکی نہیں تھی۔ قاتل تھی خطرناک تھی۔ پھر سب سے بڑی بات یہ راوحن سنگھ جیسے درندہ صفت انسان سے بدلہ لینے کے لیے شرافت تو بے معنی چیز تھی۔ مجھے بہت کچھ بننا ہوگا جو وقت کی ضرورت ہے۔

اور رات گئے تک میں نے بہت سے فیصلے کر لیے تھے۔ میں اب ایک پختہ حیثیت سے اس شخص کے سامنے آنا چاہتی تھی۔ دوسرے دن میں تقریباً تین بجے تک ہوٹل میں رہی اور پھر خوب سیٹ کر کے کھانا کھایا اور پھر ایک خوبصورت لباس پہن کر خوبصورت میک اپ کیا اور باہر نکل آئی۔

کاؤنٹر پر چابی دی تو کاؤنٹر کلرک نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔ میں چونک کر رک گئی "کیا بات ہے۔" میں نے سنجیدگی سے اس سے پوچھا اور وہ نروس ہو گیا۔

"کچھ نہیں میم صاحب۔"

اونچی تھی۔ یعنی دوسری طرف زمین پر کھڑے ہو کر کھڑکی میں نہیں جھانکا جا سکتا تھا البتہ اوپر چڑھا جا سکتا تھا۔ دفعتاً میرے ہونٹ سکڑ گئے اس طرف ایک آدمی موجود تھا اور اس انداز میں کھڑا ہوا تھا جس سے مجھے خوف محسوس ہوا تھا، اس نے بھی کھڑکی کی طرف دیکھا تھا۔ مجھ سے نگاہیں ملیں تو وہ مسکرا دیا، میرے چہرے پر خوف کے آثار شاید اس نے محسوس کر لیے تھے چنانچہ وہ آہستہ آہستہ میرے قریب پہنچ گیا۔ میں سہمی سہمی نگاہوں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔

"کسی قسم کی فکر نہ کرنا بہن جی۔ میں استاد قادر کا آدمی ہوں اور آپ کی حفاظت کر رہا ہوں۔" میں نے ایک گہری سانس لی میرے دل میں قادر کے لیے احسان مندی کے جذبات پیدا ہو گئے تھے کسی قدر سکون ملا۔ قادر واقعی قول کا دھنی ہے۔ وقت گزرتا رہا اور دن کے تقریباً دو بجے ڈاکٹر میرے پاس آیا۔

"ہیلو کیسی ہیں آپ؟" اس نے کہا۔

"ٹھیک ہوں ڈاکٹر، کوئی خاص بات نہیں ہے۔"

"اس کے باوجود چند روز آپ کو ہسپتال میں رہنا ہو گا۔ زخم معمولی ہے لیکن استاد قادر کا کہنا ہے کہ مکمل علاج کے بعد ہی آپ کو ہسپتال سے جانے دیا جائے۔"

"ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحب۔" میں نے جواب دیا۔

"قادر، میرا مطلب ہے استاد قادر کہتے ہیں کہ آپ ان کی بہن ہیں؟"

"ہاں ایسی ہی بات ہے۔"

"میں کچھ زیادہ پوچھنا نہیں چاہتا، لیکن مجھے یہ لگتا نہیں ہے کہ آپ۔۔۔"

"ڈاکٹر بعض اوقات حقیقتیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں پلیز۔"

اس گول مول جواب نے ڈاکٹر کو خاموش کر دیا۔ وہ چلا گیا اور میں ان تاریک چہروں اور پُراسرار لوگوں کے بارے میں سوچنے لگی جو پتہ نہیں کہاں چھپے ہوتے ہیں اور جب نظر آ جاتے ہیں تو انسان کے لیے حیرتوں کا باعث بن جاتے ہیں۔ قادر نے میری حیثیت جانے بغیر میرے لیے بہت کچھ کیا تھا۔ اور میں اس کے اس احسان کو بھول نہیں سکتی تھی۔ شام ہو گئی۔ ہسپتال میں روشنیاں جل اٹھیں۔ میں نے پورا دن کسی خاص واقعے کا انتظار کیا تھا لیکن دن سکون سے گزر گیا تھا۔ ممکن ہے میرے دشمن میری اس رہائش گاہ کے بارے میں کچھ جان نہ سکے ہوں، ممکن ہے وہ اپنی کارروائی کے لیے رات کا انتظار کر رہے ہوں۔ مجھے بہر طور محتاط رہنا ہو گا۔ رات کے ہلکے پھلکے کھانے کے بعد نرس نے مجھے آرام کا مشورہ دیا، اور چلی گئی۔

لیکن میرے وجود میں ایک بے سکونی سی تھی طبیعت بوجھل ہو رہی تھی اور میں سوچ رہی تھی کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے سے کوئی کام نہیں ہوتا، کب تک انتظار کرتی رہوں گی۔ لیکن کیا کیا جائے اب بظاہر کوئی ایسا راستہ نہیں تھا جس پر عمل کر کے میں راہ حق کے راستوں پر پہنچ سکوں۔ میں اپنی زندگی کو ان چیزوں کے لیے وقف کر چکی تھی۔ تو اس وقت تک تو مصروف عمل رہنا تھا جب تک یا تو روح جسم کا ساتھ نہ چھوڑ جائے، یا پھر میری اپنی زندگی موت کی آغوش میں نہ پہنچ جائے۔ ابھی تو میری آنکھوں میں گہری ہوئی کھڑکی کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی اور میں نے کھڑکی کھول لی باہر ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ احاطے میں کھڑے درخت جھوم رہے تھے۔ ٹھنڈی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی اور کہیں سے بھینی بھینی پھولوں کی خوشبو آ رہی تھی۔ دیر تک میں اس بھینی بھینی خوشبو سے لطف اندوز ہوتی رہی اور پھر واپس پلٹنے ہی والی تھی کہ کوئی شے سنسناتی ہوئی میری گردن کے قریب سے گزری اور سامنے دیوار پر لگا ہوا شیشہ چھناکے سے چور چور ہو گیا۔ شیشے کے ٹوٹنے کی آواز دور دور تک پھیل گئی میرے کان اس سنسناہٹ سے آشنا تھے یقیناً مجھ پر گولی چلائی گئی تھی۔ دوسرے لمحے میں بیٹھ گئی اور دوسری گولی کا انتظار کرنے لگی لیکن دوسرا فائر نہیں کیا گیا البتہ باہر کچھ فائرنگ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں میرے ذہن کے سارے دریچے روشن ہو گئے۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ بالآخر میرے دشمن میرے ٹھکانے سے واقف ہو گئے تھے اور وہ یہاں تک آ پہنچے تھے۔

"اب کیا ہو گا۔ کیا قادر کے آدمی چلے گئے۔ کیا ان لوگوں پر قابو پا لیا گیا۔"

ایک بار پھر خود کو غیر محفوظ خیال کیا۔ اور اپنی بے بسی کے احساس سے آنکھوں میں نمی پیدا ہو گئی۔ اب کیا ہو گا۔ یقیناً گولی چلانے کے بعد اب وہ اس کا نتیجہ دیکھنے آئیں گے اور پھر۔"

میں نے سراسیمہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں تھی سوائے دروازے کے لیکن دروازے کے باہر کیا دروازے کے باہر وہ موجود نہ ہوں گے۔

دل سینے میں اچھل رہا تھا۔ لیکن پھر حواس بحال ہو گئے اور مجھے اپنی اس بدحواسی پر خود ہی غصہ آنے لگا۔ میں نے خود کو کہا، یہ کیا بے وقوفی ہے۔ بار بار یہ دل بزدلی کا اظہار کرنے لگتا ہے۔ یہ بزدلی کیا مجھے کامیاب ہونے دے گی۔

خود کو سنبھالا۔ اور دروازے کے پاس آ گئی۔ اس وقت میں نے کچھ آوازیں سنیں۔

"ہاں اسی کمرے سے آتی ہے۔" کسی مرد نے کہا۔

"انہیں یقین ہے۔" یہ نسوانی آواز تھی جو نرس کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔

"ہاں سسٹر۔"

"مگر کیسی آواز تھی؟"

"شیشہ ٹوٹنے کی۔"

"آؤ دیکھیں اس کمرے میں تو ایک اہم مریض ہے ڈاکٹر صاحب نے اس کے لیے خاص طور سے ہدایت کی تھی۔" یہ الفاظ میرے لیے باعث سکون تھے شیشہ ٹوٹنے کی آواز دور دور تک سنی گئی تھی اس لیے کیا ہے کہ نرس اور وارڈ بوائے میرے کمرے میں گھس آئے انہوں نے تعجب سے شیشے کو دیکھا اور پھر مجھے دیکھنے لگے۔

"کسی نے۔ کھڑکی سے کوئی چیز پھینکی ہے جو اس شیشے میں آ کر لگی۔"

میں نے سہمے ہوئے انداز میں کہا اور وارڈ بوائے کھڑکی کی طرف دوڑے۔ پھر ان میں سے ایک اس اونچی کھڑکی سے نیچے کود گیا۔ نرس مجھ سے میری خیریت دریافت کر رہی تھی اور دوسرا وارڈ بوائے اس چیز کو تلاش کر رہا تھا جس سے شیشہ ٹوٹا تھا پھر اس نے جو شے تلاش کی اسے دیکھ کر وہ ششدر رہ گیا یہ ریوالور کی گولی تھی۔

وہ نرس کو گولی دکھانے لگا اور نرس خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"کسی نے۔ کسی نے آپ پر گولی چلائی ہے۔" اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"مجھ پر؟ نہیں سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" میں نے خوفزدہ ہونے کی اداکاری کی۔ تھوڑی دیر بعد وہ وارڈ بوائے واپس اندر داخل ہو گیا جو کھڑکی سے کود کر نیچے گیا تھا۔

"بڑا ہنگامہ ہوا ہے باہر خوب گولیاں چلی ہیں خالی خول پڑے ہیں کسی کی دو ٹولیاں تھیں جن میں جھگڑا ہو گیا ہے دونوں فرار ہو گئے۔"

"اوہ۔ تو یہ فائرنگ انہی کے درمیان ہوئی ہو گی خدا کا شکر ہے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔" نرس نے کہا۔

"خدا کا شکر ہے۔" تھوڑی دیر تک میری دلجوئی کی جاتی رہی پھر باہر نکل گئی۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور آرام کرنے کی کوشش کرنے لگی لیکن دس بارہ منٹ ہی گزرے تھے کہ قادر کا ایک آدمی دوڑتے ہوئے اندر آ گیا اس کے پیچھے وہ ڈاکٹر بھی تھا۔

"استاد قادر نے کہا ہے کہ آپ کی طبیعت اگر ٹھیک ہو تو ہم یہاں سے چلیں، بے کار رکنے سے کیا فائدہ۔" اس کے ساتھ ہی اس نے مجھے آنکھ سے اشارہ بھی کر دیا تھا۔

"ٹھیک ہے میں چلتی ہوں۔" ڈاکٹر نے شانے ہلا دیئے اور پھر تھوڑی دیر کی کارروائی کے بعد میں ایک ٹیکسی میں اس شخص کے ساتھ آ بیٹھی۔ اس نے میرے لیے پچھلا دروازہ کھول دیا تھا اور خود اسٹیئرنگ سنبھال لیا تھا کار آگے بڑھ گئی۔

"قادر نے کیا کہا ہے میرے لیے؟"

"ادھر آپ پر گولی چلائی گئی تھی تو ہم صاحب ادھر ہمارے آدمی بھی موجود تھے۔ انھوں نے جوابی حملہ کیا اور ان میں سے ایک کو گرا لیا گیا۔ دوسرے بھاگ گئے مگر ان میں بھی ایک زخمی ہو گیا ہے۔"

"جسے گرا لیا گیا تھا وہ مر گیا؟" میں نے بے دلی سے پوچھا تھا۔

"نہیں ٹانگ میں گولی ماری تھی اس کی ایک ٹانگ ناکارہ ہو گئی مگر وہ زندہ ہے۔ استاد کے پاس پہنچا دیا گیا ہے۔"

"گڈ۔ رفتار تیز کر دو کہیں وہ کمبخت کچھ بتانے سے پہلے مر جائے۔" میں نے کہا اور اس نے کار کی رفتار میں تیزی کر دی۔ میرے دل میں قادر کی ممنونیت تھی وہ کھلے دل سے میری مدد کر رہا تھا اور مجھ پر توجہ دے رہا تھا ورنہ بڑی مشکلات پیش آتیں یہ شخص بغیر کسی لالچ کے اس حد تک میری مدد پر آمادہ تھا کہ میرے دل میں اس کا احترام پیدا ہو جانا ایک قدرتی امر تھا۔ میں بے پناہ سادگی رکھتی تھی کوئی ایسا سہارا نہیں تھا جس سے اپنے لیے بہتر راستے تلاش کر سکتی چنانچہ قادر کو ہمراز بنانا ہی ہو گا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں قادر کے پاس پہنچ گئی عجیب سی جگہ تھی بڑی سی عمارت جس کے سامنے ایک وسیع و عریض احاطہ تھا جس میں چند کمرے بنے ہوئے تھے احاطے میں گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں اور وہاں عجیب عجیب قسم کے لوگ موجود تھے ان میں سے کچھ نشے میں ڈوبے ہوئے تھے لیکن اپنے اپنے کام میں مصروف تھے۔

مجھے احترام سے ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا جہاں قادر موجود تھا اس کے ساتھ چند افراد اور بھی تھے۔

"جاؤ تم لوگ میں اپنی بہن سے باتیں کروں گا۔" قادر نے کہا اور میں نے دیکھا کہ ان سب نے آنکھیں جھکا لی تھیں قادر کی اس بات کے بعد ان میں سے کسی نے میری صورت دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی چند لمحات کے بعد کمرے میں میرے اور قادر کے علاوہ اور کوئی نہیں رہا تھا۔

"ایک مجرم پکڑا گیا ہے" میں نے۔ "یہ بتایا گیا ہو گا۔"

"ہاں۔ کہاں ہے۔؟"

"اندر بند ہے گولی لگی ہے اس کی ٹانگ میں کوئی ہڈی ٹوٹی

میرے اس انداز تخاطب پر شاہد جھوم اٹھا۔

"جی خوش کر دیا۔ جی خوش کر دیا کوشل بہن اس انداز میں بھیا کہا ہے جس طرح کبھی میری بہن مجھے کہا کرتی تھی۔ ہاں۔ میں ڈنکو کو جانتا ہوں' بدمعاش ہے اور بہت خطرناک آدمی ہے۔ گوشت پوست کا پہاڑ۔"

"وہ کہاں رہتا ہے؟"

"یہیں تھوڑے فاصلے پر اس کا علاقہ ہے۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے میں تمہیں اس بارے میں بہت کچھ بتاؤں گی قادر بھیا۔ اس آدمی سے اب مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے" قادر کسی سوچ میں ڈوب گیا جب وہ کافی دیر تک کچھ نہ بولا تو میں نے اسے خود ہی مخاطب کیا۔

"کیا بات ہے قادر بھیا۔ کیا سوچنے لگے تھے؟"

"کچھ نہیں۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ اب اس کا کیا کریں۔"

"کیا یہ تمہیں پہچانتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں کیوں نہیں۔ مجھے کون نہیں جانتا۔"

"اگر یہ ڈنکو کے پاس جا کر بتا دے کہ مجھے قادر کے آدمیوں نے زخمی کیا ہے تو ڈنکو کا کیا ردعمل ہوگا؟"

"جو کچھ بھی ہو مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے" قادر نے گہرا سانس لیا اور بولا۔

"مگر ایک بات ضرور ہے؟"

"وہ کیا؟"

"اگر تم مجھے ساری بات بتا دو کوشل تو میں اس سلسلے میں کوئی بہتر اقدام کر سکتا ہوں۔ آخر تمہاری دشمنی کی کوئی وجہ ضرور ہوگی تم نے ابھی ابھی کسی سوچ گرین کا نام لیا ہے میں نے کہیں یہ نام ضرور سنا ہے لیکن کہاں یہ یاد نہیں آ رہا۔ میں ابھی سوچ رہا تھا۔"

"ہاں۔ قادر بھیا۔ میں آپ کو اس سلسلے میں ضرور بتاؤں گی بڑا ہی مختلف کام ہے لیکن تم نے جس طرح میری مدد کی ہے اس کا احساس میرے دل میں ہے۔ میں نہیں جانتی کہ تمہیں کسی بڑی مصیبت میں گرفتار کروں۔"

"میں تمہیں تمہاری مرضی کے خلاف کبھی مجبور نہیں کروں گا تمہارا دل چاہے مجھے کچھ بتاؤ دل نہ چاہے مت بتاؤ۔ مگر ایک بات ضرور سن لو جب تم میرے سامنے آئی تھیں تو میرے دل میں تمہارے لیے بہن کی محبت جاگ اٹھی تھی جو تم میری بہن کی شکل ہو۔ میری بہن۔ میری بہن" قادر کی آواز گلوگیر ہو گئی۔ "بڑی کسمپرسی کے عالم میں مری ہے وہ۔ میں آج بھی اسے نہیں بھول سکا میں اسے نہیں بھول سکا۔ میں بہت برا انسان ہوں مشش میں نے کسی کو بہن نہیں کہا۔ اس لیے نہیں کہا کہ اس کا کردار مجھے نہیں معلوم اپنی بہن کا کردار اچھا ہی ہونا چاہیے لیکن تمہیں جانے بوجھے بغیر میں نے بہن کہہ دیا ہے اب مرتے دم تک اس لفظ کا خیال کروں گا۔ آگے تمہاری مرضی ہے جو بات دل چاہے بتاؤ اور جو دل نہ چاہے نہ بتاؤ۔" قادر کے الفاظ اتنے متاثر کن تھے کہ میں ان سے متاثر ہو گئی پھر میں نے کہا۔

"میں اپنے بارے میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گی بھیا۔ میں بھی انسان ہوں اور انسانوں سے محبت کرنا چاہتی ہوں میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گی آؤ۔ مجھے کسی ایسی جگہ لے چلو جہاں میں تمہیں اپنی کہانی سنا دوں۔" میرے دل میں بھی نئی امید پیدا ہو گئی تھی۔ قادر سے مزید کچھ چھپانا بے سود تھا اس کی کیفیت میرے سامنے کھل گئی تھی۔

سخت دل آدمی اندر سے بہت ہی نرم دل تھا میں چند لمحات تو ہکا بکا نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی پھر ہم دوسرے کمرے میں آ گئے۔ قادر میرے سامنے بیٹھ گیا اور پھر میں نے اپنی داستانِ غم اس کے سامنے بیان کرنا شروع کر دی۔ جب میں نے اپنی داستان ختم کر کے نگاہیں اٹھائیں تو قادر کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے وہ بالکل بچوں کی طرح رو رہا تھا تھوڑی دیر تک اس کی یہی کیفیت رہی پھر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور آہستہ سے بولا۔

"میں تمہیں جانتا ہوں بہن۔ میں نہیں جانتا کہ میں کس حد تک تمہاری مدد کر سکوں گا میں تمہیں اپنے بارے میں کسی حد تک بتا چکا ہوں۔ ہم دو بہن بھائی تھے میں بہت اچھا انسان تھا لوگ تعریفیں کیا کرتے تھے میری لیکن میری تقدیر میں ایک اچھا انسان بننے کی خواہش نہیں تھی۔ تقدیر نے مجھے برے راستوں پر لا کھڑا کیا۔ بہن مجھ سے جدا ہو گئی تو اس کے بعد اس دنیا کے لیے میرے دل میں انتقام کا جذبہ پیدا ہو گیا اور اس انتقام کے لیے صرف یہی ایک ذریعہ تھا کہ میں ایک برا آدمی بن جاؤں جرائم کرتا ہوں' زندگی گزارتا ہوں لیکن۔ لیکن تم میری زندگی میں آ گئی ہو جرم تو میں کرتا رہوں گا کیونکہ اب یہ میری زندگی میں گہرائیوں تک داخل ہو گئے ہیں لیکن تمہاری حفاظت کرنا اب میرا فرض ہے تم فکر مت کرو میں یہ تو کہہ نہیں سکتا کہ راہن سنگھ سے انتقام لینے کے سلسلے میں تمہارے ساتھ کوئی بہت بڑا احسان کر سکتا ہوں لیکن ہاں بہن جہاں تمہیں میری مدد کی ضرورت ہوگی قادر تمہارے کام ضرور آئے گا اور سنو میں تمہاری حفاظت کے لیے کچھ اور بندوبست کروں گا۔ پہلے میں تمہیں رہنے کے لیے ایک

ٹھکانہ دوں گا تاکہ تم کو ابتدائی طور پر سکون کے کچھ لمحات گزارنے کا موقع ملے۔"

"مجھے۔ واقعی کسی سہارے کی ضرورت ہے قادر بھیا۔ میں نے اپنا دل کھول کر تمہارے سامنے رکھ دیا ہے اور اب۔ اور اب۔"

"کچھ نہیں۔ بس اب کچھ مت کہو چلو۔ اب میں تمہیں تمہاری نئی رہائش گاہ دکھا دوں۔"

"ابھی اسی وقت۔"

"ہاں ابھی اسی وقت۔"

"ٹھیک ہے۔ اگر تم چاہتے ہو تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے" کافی دیر تک قادر مجھ سے گفتگو کرتا رہا اور اس کے بعد وہ خود مجھے لے کر چل پڑا۔

وہی خوبصورت سی گاڑی تھی جس پر بیٹھ کر میں یہاں تک پہنچی تھی۔ اس بار قادر خود میرے ساتھ تھا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک خوبصورت علاقے کے ایک خوبصورت فلیٹ میں پہنچ گئے۔

تیسری منزل کا فلیٹ تھا اور سامنے ہی سمندر نظر آ رہا تھا سمندر کے کنارے اس فلیٹ کی قیمت پتہ نہیں کتنی ہوگی لیکن بہر طور یہاں کا علاقہ بے حد پرسکون تھا مجھے یہ جگہ بے حد پسند آئی ٹیلی فون بھی تھا۔ میں نے اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا تو وہ کہنے لگا۔

"اب تم یہاں اکیلی رہو گی؟"

"ہاں۔ فی الحال اکیلی رہوں گی۔ لیکن بہت جلد مجھے کچھ آدمیوں کا بندوبست کرنا ہوگا۔"

"جتنے آدمی تم چاہو میں یہاں بھجوا سکتا ہوں لیکن یہ دوسرے آدمیوں کا علاقہ ہے سب تمہارے بارے میں عجیب سے انداز میں سوچیں گے البتہ ایک آدمی میں یہاں ضرور بھیج دوں گا۔"

"وہ کون ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"اپنا آدمی ہے پورے بھروسے کا۔ وہ یہاں چوکیداری کرے گا زبان کا سچا اور نشانے کا پکا آدمی ہے۔"

"ٹھیک ہے بھیج دو" میں نے جواب دیا۔

"اور کسی چیز کی ضرورت۔ کوشل تمہاری مدد کر کے مجھے خوشی ہوگی۔"

"میں اب تمہارے اوپر پورا بھروسہ کر چکی ہوں قادر بھیا اس لیے ابھی کوئی بات مت کیا کرو۔ فی الحال مجھے کسی چیز کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ میں یہاں رہوں گی اور پرسکون رہوں گی۔" میں نے جواب دیا۔

جب قادر چلا گیا تو میں نے اس مکان کا جائزہ لیا۔ بڑا خوبصورت اور بہت ہی عمدہ فلیٹ تھا چار کمروں پر مشتمل زندگی کی تمام ضرورتوں سے آراستہ۔ کچن میں گئی تو کھانے پینے کی اشیاء بھری ہوئی تھیں۔ میں نے پہلی بار سکون سے بیٹھ کر قادر کے بارے میں سوچا۔ ایک بے کردار انسان لیکن اس بے کردار انسان کے اندر چھپی ہوئی شرافت لاکھوں صاحب کردار انسانوں کا مذاق اڑاتی تھی۔ اس نے بے لوث میری کتنی مدد کی تھی۔ اس کی میں بے حد دل سے ممنون تھی۔ نجانے وہ کیا کیا جتن کرتے ہوئے یہ مکان اس نے کس ضرورت کے تحت خریدا ہے۔ بہر طور میں اس وسیع مکان یا فلیٹ میں تنہا تھی۔

بیڈ روم میں جا کر میں بستر پر لیٹ گئی۔ ہندوستان آنے کے بعد جن واقعات اور حالات نے میرا استقبال کیا تھا ان کی مجھے ذرا بھی توقع نہیں تھی۔ میں بوکھلا کر رہ گئی تھی حالانکہ اگر پہلے سے سوچے ہوئے منصوبے کے تحت یہ سب کچھ ہوتا تو شاید میں اپنے طور پر پوری طرح تیار ہوتی لیکن ان چند گھنٹوں میں، میں انہیں چند گھنٹے ہی کہوں گی کیونکہ بہت مختصر وقت میں سب کچھ ہوا تھا ان چند گھنٹوں میں پے در پے واقعات اس طرح رونما ہوئے تھے کہ کسی بھی انسان کی پریشانی فطری تھی لیکن اس وقت میں پہلی بار خود کو پرسکون محسوس کر رہی تھی۔ اور اب میں دل جمعی سے اپنے آئندہ پروگرام کو ترتیب دے سکتی تھی۔

اب میرے لیے ضروری تھا کہ میں ہوٹل سے اپنا سامان اٹھا لاؤں۔ چنانچہ تیار ہو کر میں اپنی جگہ سے اٹھی اور باہر نکل آئی۔ سڑک پر کچھ دور تک چلتی رہی اور پھر ایک ٹیکسی نظر آ گئی۔ ٹیکسی ڈرائیور کو میں نے ہوٹل کا پتہ بتایا اور ٹیکسی چل پڑی۔

تمام خطرات میرے ذہن میں تھے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ ان لوگوں نے ہوٹل سے میرا سامان کسی طرح اڑا لیا ہو یا پھر ممکن ہے میرے کمرے کی نگرانی کی جا رہی ہو لیکن سامان کے حصول کے لیے یہ خطرہ مول لینا ضروری تھا کیونکہ میرے سامان میں ایسی تمام چیزیں موجود تھیں جو مجھے درکار تھیں۔

ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں کار رکی اور میں ڈرائیور کو ایک نوٹ تھما کر آگے بڑھ گئی۔ ڈرائیور حیرانی سے اس نوٹ کو دیکھتا رہ گیا تھا۔

میرا اندازہ درست نکلا جوں ہی میں کاؤنٹر کی طرف بڑھی میں نے محسوس کیا کہ کاؤنٹر کلرک نے کسی کو اشارہ کیا ہے۔ یہ اشارہ میں نے واضح طور پر محسوس کیا تھا اور پھر میں نے ایک نوجوان کو دیکھا جو تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھ گیا تھا۔

میں نے گہری سانس لی۔ اب میں ہر خطرے کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھی۔ چنانچہ میں اطمینان سے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل

ہوگئی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے دروازہ بند کر لیا تھا اور پھر دوسرے لمحے میں نیچے بیٹھ گئی۔ کی ہول سے آنکھ لگا کر میں نے باہر کا جائزہ لیا اور میرا اندازہ درست نکلا۔ چند ساعت کے بعد دو پاؤں میرے دروازے کے نزدیک آکر رک گئے۔

میں پوری طرح تیار تھی۔ کمرے کا میں نے جائزہ لیا اگر وہ ایک سے زیادہ افراد ہوئے تو دقت پیش آ سکتی تھی بہرحال کچھ بھی عمل کرنا تو ضروری تھا۔ میں سامان کی طرف متوجہ نہیں ہوئی اور ان کے کسی عمل کا انتظار کرنے لگی۔ اور پھر مجھے بیٹھے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ مجھے دروازے پر دستک سنائی دی۔

"کون ہے؟" میں نے ٹھنڈی اور نرم آواز میں پوچھا۔

"ویٹر۔" باہر سے آواز سنائی دی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ گویا ان لوگوں نے مجھے اتنا بے وقوف کیوں سمجھ رکھا تھا بہرصورت میں نے دروازہ کا ہینڈل پکڑا اور ایک جھٹکے سے دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلنے کے ساتھ ہی میرا ہاتھ پوری قوت سے اندر آجانے والے شخص کی ناک پر پڑا اور اس کے حلق سے ایک آواز نکل گئی۔ وہ پیچھے پلٹا ہی تھا کہ میں نے گریبان پکڑ کر اسے اندر گھسیٹ لیا اور ایک جھٹکے کے ساتھ چھوڑ دیا وہ کمرے کے وسط میں آگرا تھا لیکن میں دروازہ کی جانب متوجہ نہ ہوئی بلکہ ایک چھلانگ لگا کر اس کے قریب پہنچ گئی پھر اس کے اٹھتے ہوئے ہاتھ پر ایک ٹھوکر پڑی اور پستول اس کے ہاتھ سے نکل کر باتھ روم کے دروازے کے ساتھ جا ٹکرایا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے ایک ٹھوکر اس کی پسلیوں پر رسید کر دی تھی۔ اس کے حلق سے ایک کربناک چیخ نکلی۔ مجھے یقین تھا کہ یہ ٹھوکر چند لمحات اسے سنبھلنے نہیں دے گی پیچھے میں نے دروازے کی سمت چھلانگ لگائی اور تیزی سے دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ میں سمجھ رہی تھی کہ اب وہ اٹھ کر دروازے کی جانب بھاگے گا اور میرا یہ اندازہ درست ہی ہوا۔ اس نے پسلی کی چوٹ کی پرواہ کیے بغیر اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی اور تیزی کے ساتھ ہاتھ ٹیک کر اٹھا اٹھنے کے ساتھ ہی اس نے پستول کی جانب چھلانگ لگائی تھی لیکن اب میں پوری طرح سے تیار تھی۔

میں اس کے نزدیک پہنچی اور دوسرے لمحے اس کے بڑھتے ہوئے ہاتھ پر میری ٹھوکر پڑی۔ میں نے نہایت مشاقی سے یہ ٹھوکر اس کے ہاتھ پر رسید کر دی تھی۔ اور یہ ٹھوکر پہلی ٹھوکر سے زیادہ سخت اور خطرناک تھی۔ اتنی زبردست چوٹ تھی کہ وہ دل خراش کراہ کے ساتھ دوسری جانب الٹ گیا وہ اپنی کلائی پکڑے ہوئے تھا میں نے جھک کر پستول اٹھا لیا۔

"اگر اب تمہارے حلق سے کوئی آواز نکلی تو پستول کی گولی حلق سے داخل ہو کر گردن سے باہر نکل جائے گی۔ تمہیں اس بات کا یقین کر لینا چاہیے کہ میں جو کچھ کہہ رہی ہوں اسے کر سکتی ہوں میں دریغ نہیں کروں گی۔" اس کا منہ کھلا رہ گیا تھا۔ آواز شاید نکلنا چاہتی تھی لیکن میرے ان جملوں کو سن کر بند ہو گئی۔ میرے ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اس وقت میں وہی لڑکی تھی جو مجھے ہونا چاہیے تھا۔ میرے اندر ایک اعتماد ابھر آیا تھا جسے ختم کر دیا گیا تھا وہ درحقیقت مجھ جیسی لڑکی کے لیے ایک انہونی سی بات تھی لیکن میرے وجود میں جو شخصیت ابھر آئی تھی اس نے مجھے نہ جانے کس طرح آج بہت سارے فنون سے واقف کر دیا تھا۔ ہاں شاید میرے اندر کی شخصیت مجھ سے زیادہ طاقت ور تھی۔ میں نے خوفزدہ انداز میں اس کی آنکھوں میں دیکھا اور آہستہ سے اس کے نزدیک پہنچ گئی۔ وہ بھی سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اچھا خاصا جوان اور خوبصورت آدمی تھا۔ یہ وہی شخص تھا جو کاؤنٹر کلرک کے اشارے پر اٹھا تھا۔

"ہیلو۔" میں نے اسے دیکھ کر کہا اور وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

"تم نے چیخنے کی کوشش نہیں کی۔" میں نے کہا۔ اس کے ہونٹ ہلے لیکن آواز نہیں نکلی۔ تب میں نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

"مقدور آدمی معلوم ہوتے ہو۔" میں نے نفرت زدہ لہجے میں کہا۔ اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"کس لیے آئے تھے؟" میں نے سوال کیا اور وہ پھر منہ پھلا کر رہ گیا۔

"میں جو کچھ پوچھ رہی ہوں اس کا جواب دو۔" میں نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔ اور وہ ایک دم تیزی سے سیدھا ہو گیا۔

"مم۔ میں۔ میں۔"

"میں میں مت کرو۔ ورنہ یہ تمہارے تمام دانت حلق میں چلے جائیں گے۔" میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ نہیں۔ سنو میری بات تو سنو۔"

"ہاں۔ میں تمہاری بات ہی تو سن رہی ہوں۔ بتاؤ کون ہو تم کیسے یہاں آئے ہو؟"

"میں تمہاری نگرانی کر رہا تھا۔"

"کس کے حکم سے؟"

"یہ۔ یہ میں نہیں بتا سکتا۔"

"ہوں۔" میں نے پستول کھول کر اس کے چیمبر میں سے کارتوس نکالے اور اسے ایک طرف ڈال دیا۔ میرے اس عمل کا اثر اس کے اوپر خاطر خواہ ہوا اور وہ کسی قدر دلیر ہو گیا۔ اب اس کے چہرے پر پہلے جیسے سہمے ہوئے نقوش نہیں تھے وہ مجھے کرخت نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"تو۔ تم۔ تم کیا سمجھتی ہو تم نے مجھے قبضے میں کر لیا اور اب اس کے بعد مجھے لوٹنا چاہتی ہو۔" اس نے کسی قدر ہنکارتے ہوئے انداز میں کہا اور میری ہنسی نکل گئی۔

"بہت خوب۔ بڑی گھٹیا سوچ کے مالک معلوم ہوتے ہو تمہارا کیا خیال ہے اس طرح تم یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو جاؤ گے لیکن تم یقین کرو اب تم اپنے پیروں سے کمرے سے باہر نہیں جا سکو گے۔ آنکھ میں عورت ہوں میں نے تمہیں بتایا ہے یا تم خود جانتے ہو گے اب میں تمہیں لوٹ لینا چاہتی ہوں۔ آؤ لوٹو آ جاؤ۔" میں نے دونوں ہاتھ پیچھے کر لیے اور وہ سہارا لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔ کلائی کی چوٹ کی تکلیف شاید کسی قدر کم ہو گئی تھی اور اب وہ شیر نظر آ رہا تھا۔

پھر دوسرے لمحے وہ آگے بڑھا اور میری جانب جھپٹا۔ میں نے دونوں ہاتھ سیدھے کر لیے اور اس طرح اسے روکا کہ اسے احساس بھی نہ ہو لیکن میرے جوتے کی ٹھوکر اس کی دونوں پنڈلیوں کو زخمی کر گئی تھی وہ ایک چیخ مار کر پیچھے ہٹا لیکن میں اب بہت کچھ کرنے کو تیار تھی۔

غالباً اس ضرب سے اسے شدید تکلیف ہوئی تھی اس نے اپنے گرتے ہوئے بدن کو سنبھالا اور سر جھٹکے رکھا لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے پھر ایک ٹھوکر اس کے سر پر رسید کر دی تھی۔

"ہاں ہاں آؤ آگے بڑھو۔" میں نے کہا۔ "اب میں تمہارے استقبال کو تیار ہوں۔" وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے دروازے کو دیکھنے لگا۔

"اوہ۔ کوئی اور بھی ہے تمہارے ساتھ۔ آگے بڑھو دروازہ کھولو اور اسے اندر بلاؤ۔" میں نے حکم دیا اور وہ مشکل سا ہو گیا شاید اسے احساس ہو گیا تھا کہ اس کے سامنے ایک عورت ضرور ہے لیکن یہ عورت عام عورت نہیں ہے اور اس احساس نے اسے مشکل کر دیا تھا تب وہ لڑکھڑاتے انداز میں آگے بڑھا اور ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

"ہوں گویا اب تمہیں عقل آ گئی۔" میں نے کہا اور اس کے انداز سے بے بسی نظر آنے لگی۔

"مجھے جانے دو۔ میں جانا چاہتا ہوں۔"

"کمال ہے آدمی ہو ایک مرد ہو کر ایک لڑکی سے جانے کی اجازت طلب کر رہے ہو تعجب کی بات ہے۔"

"مم۔ میں جا رہا ہوں۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا اور میں نے جھک کر دونوں ہاتھوں سے دروازے کی جانب اشارہ کیا۔ وہ دروازے کی طرف بڑھا لیکن پلٹ پلٹ کر مجھے دیکھ رہا تھا جب وہ دروازے کے بالکل قریب پہنچا تو میں نے ایک بار پھر اس پر چھلانگ لگائی۔ اس بار میں نے اس کے بال پکڑ کر اس کا سر دیوار سے دے مارا تھا۔ یہ ٹکر اتنی زوردار تھی کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ اس کے دونوں نتھنوں سے خون بہہ نکلا۔ اس نے چیخنے کی کوشش کی لیکن چیخنے کی تو اسے اجازت ہی نہیں تھی میں نے آگے بڑھ کر ایک زوردار تھپڑ اس کے کھلے ہوئے منہ پر رسید کر دیا اور اس کی آواز نکلتے نکلتے بند ہو گئی۔

"میں تمہیں اسی طرح آہستہ آہستہ ماروں گی کیونکہ تمہارے حق میں بہتر یہی ہے کہ جو کچھ میں پوچھوں اس کا صحیح صحیح جواب دے دو۔ اس کے بعد میں تمہیں جانے کی اجازت دے دوں گی۔" اب وہ مجھے خوفزدہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اس کے سارے کس بل نکل چکے تھے اور وہ بار بار اپنا خون صاف کر رہا تھا لیکن مجھے اس کے بہتے ہوئے خون کی ذرا پرواہ نہیں تھی۔ میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکا اور سوال کیا۔

"ہاں کس نے بھیجا تھا تمہیں یہاں۔"

"اگر میں نے اس کے بارے میں بتا دیا تو میری زندگی مشکل میں پڑ جائے گی۔"

"تمہاری زندگی تو اب بھی بہت مشکل ہے۔ بہتر یہی ہے کہ میرے سوالوں کا جواب دے دو اس طرح تمہیں زندگی کے چند لمحات تو مل ہی جائیں گے۔ زندگی یہاں ہے وہاں نہیں لیکن میرا مطلب ہے اس وقت تو تمہیں موت کا سامنا ہے۔ ممکن ہے اس کے بعد بھی یہاں سے جانے کے بعد تم اپنے بچاؤ کا کوئی انتظام کر ہی لو۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔ وہ شاید اس لہجے کے اندر چھپی ہوئی سفاکی کو بہتر طور پر سمجھ گیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ میرا تعلق ٹونگ سے ہے۔"

"اوہ۔ پھر تو۔ پھر تو تم بہت آگے کی چیز معلوم ہوتے ہو۔"

"وہ معمولی انسان نہیں ہے تمہیں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا اس بات کو نوٹ کر لو۔"

"ہاں ہاں میں نے نوٹ کر لیا ہے۔ بہت سی باتیں میں نے نوٹ کر لی ہیں۔ لیکن میں تم سے کچھ اور پوچھنا چاہتی ہوں۔"

"کیا۔؟"

"سنہا سے تمہارا کیا تعلق تھا؟"

"سنہا۔ وہ ایک الگ آدمی تھا۔ وہ معاوضہ پر ہم سے کبھی کبھی کام لیا کرتا تھا۔"

"واہ... بیٹے، اچھے انسان ہو۔ ہاں ذرا یہ بتاؤ کہ شہباز سے کیا کام لے رہا تھا؟" میں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"تم یقین کرو یہ ساری باتیں مجھے نہیں معلوم۔ ہم لوگ تو سب سوا دھندہ پر سب کے بچے کام کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ شہباز بھی ہمارا ایک گاہک تھا۔ اس کے بارے میں صرف وہ ڈینگو جانتا ہے۔"

"غلط۔ کچھ اس شہباز کے قتل کے بارے میں بھی کچھ علم ہے؟"

"قتل... شہباز... نہیں مجھے نہیں معلوم۔"

"صرف تمہیں... یا ڈینگو کو بھی نہیں معلوم؟"

"اس بارے میں، میں نہیں جانتا۔"

"اچھا یہ بتاؤ یہاں کیا کرنے آئے تھے؟"

"تمہیں قتل کرنے۔"

"تنہا ہو؟"

"ہاں۔"

"ٹھیک... اور پسٹل کا حکم تمہیں تمہارے استاد ڈینگو نے ہی دیا ہوگا۔"

"ہاں۔ اس نے کہا تھا کہ تمہیں مار دیا جائے۔"

"اور وہ کاؤنٹر کلرک کیا وہ تمہارا ساتھی نہیں ہے؟ میں نے اُسے اشارہ کرتے ہوئے دیکھا تھا۔"

"وہ... وہ... وہ میں نے اس سے کچھ اور کہہ دیا تھا۔"

"کیا...؟"

"بس میں نہیں بتا سکتا۔" اس نے دہشت سے کراہتے ہوئے کہا۔

"بتانا تو پڑے گا تمہیں میرے بچے، اب یہ دوسری بات ہے کہ تم اپنی خوراک وصول کر کے بتاؤ..." اب اس کی طرف رخ تھی۔

"اوہ... تم... تم..." وہ دانت پیس کر بولا۔ "میں نے اس سے کہا تھا کہ تم ایک آوارہ فطرت لڑکی ہو اور میں تمہاری ایک میں ہوں۔ سو روپے کا ایک نوٹ دے کر میں نے اسے اس بات پر آمادہ کر لیا تھا کہ اگر میں کسی وقت یہاں موجود نہ ہوں تو وہ تم پر نگاہ رکھے۔ اس وقت بھی اس نے تمہیں اندر جاتے دیکھا تھا اسی لئے مجھے اشارے سے تمہارے بارے میں بتا دیا تھا۔"

"بھولا... یہ بات تو کیا خیال ہے اسے تھوڑا سا وقت دے دوں؟" میں نے سوال کیا اور وہ منہ سکوڑ کر رہ گیا۔ اس کی ناک سے ابھی تک خون بہہ رہا تھا اور وہ شاید تکلیف میں معلوم ہوتا تھا۔ میں نے سوچا کہ اسے اس تکلیف سے نجات دلا دی جائے۔ پھر آہستہ آہستہ اس کی … تو میں نے ایک ٹھوکر اس کی کنپٹی پر رسید کی اور اس کے حلق سے آخری چیخ نکل گئی۔ اس کی آنکھیں پھٹ گئیں اور وہ ایک طرف لڑھک گیا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ اب کئی گھنٹے تک ہوش میں نہیں آئے گا۔ بہرحال میں نے اطمینان سے اپنا سامان سمیٹا۔ اسے چیک کیا کہ کہیں انھوں نے میرے سامان میں تو کوئی گڑبڑ نہیں کی ہے لیکن شکر ہے کہ ان کا ذہن ابھی اس طرف نہیں گیا تھا۔ میں نے سامان کا بیگ اٹھایا اور نیچے اتر آئی۔ کاؤنٹر کلرک کے سامنے پہنچ کر میں نے کاؤنٹر پر ایک زوردار گھونسہ مارا تو وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"ہوں... تو تم یہ کاروبار بھی کرتے ہو۔"

"جی... کیا؟" اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا اور میں اس کی آنکھیں دیکھنے لگی۔ اس نے جلدی سے آنکھیں جھکا لی تھیں۔

"چلو... یہ بتاؤ میرا بل کتنا بنا ہے۔" اور وہ گھبرا کر ادھر اُدھر ہاتھ پیر مارنے لگا۔ میرے بارے میں اسے اس کی امید نہیں تھی۔ کہ میں یوں براہ راست اس سے سوال کر ڈالوں گی۔ بہرطور بل ادا کر کے میں مسکراتی ہوئی باہر نکل آئی۔ تھوڑی دیر تک پیدل چلتی رہی۔ پھر کافی آگے نکل جانے کے بعد میں نے ایک ٹیکسی روکی اور ٹیکسی میرے قریب آ گئی۔ ٹیکسی ڈرائیور کا جائزہ میں نے لے لیا تھا۔ سیدھا سادہ سا شریف آدمی معلوم ہوتا تھا۔ چنانچہ میں مطمئن ہو کر بیٹھ گئی۔

"کہاں چلوں بی بی؟" اس نے نرم لہجے میں پوچھا اور میں نے اسے اپنے فلیٹ کے علاقے کا پتہ بتا دیا۔ ٹیکسی آگے بڑھ گئی اور اپنا سفر طے کرنے لگی۔ میں نے اطراف میں نگاہ رکھی تھی اور اس کے بعد میں اپنے اوپر غور کرنے لگی۔ یہ حقیقت مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا… میں کہ ایک معمولی سی لڑکی، میرے اندر یہ خوبیاں یہ صفاکیاں کہاں سے پیدا ہو گئیں۔ ہاں راجہ نواز اصغر یقین کرو کہ مجھے خود اس کا احساس نہیں تھا کہ میں کیا کر رہی ہوں۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے اس قوی ہیکل آدمی کو کس طرح مار پیٹا تھا میں تو ایک ماہر فن لڑاکے کی طرح اس سے مقابلے پر آمادہ ہو گئی تھی۔ یہ شاید یہ شاید انسان کے اندر چھپی ہوئی پوشیدہ قوتیں تھیں جنہیں مخصوص حالات میں جاگنے کا موقع ملتا ہے اور اب میرے اندر یہ قوتیں جاگ اٹھی تھیں جو مجھے میرے دشمنوں سے مقابلے پر آمادہ کر رہی تھیں۔ میں اپنی ان قوتوں کو بیدار رکھنا چاہتی تھی۔

میرے مکان کے قریب پہنچ کر… کافی دور تھی میں نے ٹیکسی ایک جگہ رکوائی اور نیچے اتر کر فلیٹ کی جانب بڑھ گئی۔ تیسری منزل کے اس فلیٹ میں پہنچنے کے بعد میں اطمینان سے اندر داخل ہو گئی اور یہاں آ کر مجھے کافی سکون کا احساس ہوا تھا۔ مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ میری زندگی اب کسی قدر بہتر راستوں کی جانب گامزن ہو گئی ہے۔

بڑی دیر تک میں ایک کمرے میں بیٹھی ان حالات پر غور کرتی رہی۔ دل میں صرف ایک ہی احساس تھا۔ راحمن شاہ سے اپنے اجڑے ہوئے گھر کا انتقام لوں گی اور بس اس کے علاوہ میری زندگی کا اور کوئی مقصد نہیں رہ گیا تھا۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی کچھ اور باتیں بھی سوچنی تھیں ڈینگو ذہن میں آ رہا تھا جس کے بارے میں، میں نے بہت کچھ سنا تھا اس کے علاوہ وہ نام وہاں، ہاں راجہ نواز اصغر جیسا شخص جو تمہارے ہاتھوں شکار ہو گیا۔

"میں تمہیں بتا چکی ہوں راجہ نواز اصغر کہ سورج گرین سے میری صرف اتنی دشمنی ہے اس وقت کی جب میرے بابا جی کو ہلاک کیا گیا تھا اور راحمن شاہ سورج گرین ہی کا آدمی تھا اگر راحمن شاہ اس تنظیم میں شامل نہ ہوتا تو یقین کرو کہ مجھے اس سے کوئی دشمنی نہ ہوتی لیکن اگر سورج گرین راحمن شاہ کی پشت پر تھی تو مجھے اس کے بھی ایک ایک فرد سے نفرت تھی اس لئے راحمن شاہ کو اتنی قوت ملی تھی کہ راحمن شاہ اپنے سے کمزور لوگوں کے ساتھ ظلم و بربریت کیا کرتا رہتا تھا۔ ہاں مجھے سورج گرین کے ایک ایک فرد سے نفرت تھی جو لوگ اس کے لئے کام کرتے تھے ان سے بے پناہ نفرت آتی تھی مجھے اور میرے دل میں یہ خواہش بھی کہ میں اس کو جڑ سے اکھاڑ پھینکوں۔ مجھے عجیب و غریب خیالات پیدا ہو گئے تھے میرے ذہن میں اور میں یہ سوچ رہی تھی کہ مجھے اس کے لئے اپنی حیثیت میں نمایاں تبدیلی پیدا کرنا ہے۔ پچھلی مظلومیت کا چولا اُتار کر پھینک دینا ہے کہ جو مجھے بدحال رکھتا ہے۔

میرے اندر اگر ایک نئی عورت نے جنم نہ لیا تو پھر میں اپنا مقصد پورا نہیں کر سکوں گی۔ مجھے بہت کچھ کرنا ہے۔ بہت کچھ سیکھنا چاہئے فی الحال ان لوگوں کے خلاف اپنی سرگرمیاں ترک کر کے اگر میں اپنے آپ کو مضبوط کرنے کے لئے مکمل تیاریاں کروں تو سورج گرین کے مقابلے پر راحمن شاہ کی موت کے سلسلے میں زیادہ محنت اور دلچسپی سے کام کر سکتی ہوں۔

اس فلیٹ میں میرے تین دن گزر گئے۔ اس دوران شاید میرے دشمنوں کو میرا پتہ نہیں معلوم ہو سکا تھا۔ چوتھے دن قادر نے مجھ سے ٹیلی فون پر رابطہ قائم کیا تو میں نے اسے سلام وغیرہ کرنے کے بعد کہا۔

"قادر بھائی میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتی ہوں۔"

"جس طرح کہو بہن یہاں آ جاؤ گی یا میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں؟"

"آپ جیسا مناسب سمجھیں۔"

"میں دن کی روشنی میں تمہارے پاس نہیں آؤں گا۔ چونکہ وہ با عزت لوگوں کا علاقہ ہے اور تمہارا یہ بھائی..."

"نہیں قادر بھائی آپ ایسا نہ کہیں، میں آپ کو ان تمام نام نہاد لوگوں سے بلند تر سمجھتی ہوں، ان سے زیادہ با عزت سمجھتی ہوں جو صرف اپنی دنیا میں مست رہنے کے عادی ہیں۔ انہیں کسی کے مسائل سے دلچسپی نہیں ہوتی۔ آپ نے جس طرح ایک بے یار و مددگار لڑکی کو..."

"ایسا نہ کہو۔ اب تو ایسا نہ کہو تم خود کو بے یار و مددگار کہہ کر اپنے بھائی کو کوس رہی ہو۔" قادر نے پُرخلوص لہجے میں کہا۔

"معافی چاہتی ہوں بھیا، لیکن آپ دن کی روشنی میں ہی آئیے۔ آپ تو جیسے بھی ہیں جیسے بھی ہیں میرے ہی ہیں۔"

"نہیں... میں نہیں چاہتا کہ لوگ تمہاری طرف سوچ کر... اس بات کو محسوس نہ کرو۔ میں رات کو تم سے ملنے آؤں گا۔"

"ٹھیک ہے، میں انتظار کروں گی۔ اور کتنے بجے تک آپ آ جائیں گے؟"

"ہاں ہاں بھئی۔"

"رات کو کھانا میرے ساتھ ہی کھائیے۔"

"ٹھیک ہے میں آ جاؤں گا۔" قادر نے بڑی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے آمادگی ظاہر کر دی تھی۔

تقریباً آٹھ بجے وہ خاموشی سے میرے فلیٹ پر پہنچ گیا اور میں نے کسی بہن ہی کی طرح اس کا استقبال کیا۔ قادر کی آنکھوں میں مسرت کے آنسو نظر آ رہے تھے۔

"بہت عجیب ہو گیا ہے بہن، بہت عجیب ہو گیا ہے۔ ہم لوگ اس دنیا کو ہی بھول گئے تھے۔ ہمیں تو صرف چوروں اور لٹیروں کی دنیا یاد ہے۔ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کوئی بہن اس بھائی کو اس طرح مل جائے گی۔ تم نے اپنی طرف سے میری تمام کوششوں کا معاوضہ ادا کر دیا ہے کوشل بہن۔ تم نے میرا مان رکھ لیا ہے۔ بڑا خوش ہوں میں اتنی اچھی بہن کا بھائی بن جانے سے۔"

میں نے قادر کے ساتھ کھانا کھایا۔ یہ کھانا خود میں نے اپنے ہاتھوں سے تیار کیا تھا۔ قادر خوش ہو ہو کر ایک ایک چیز کی تعریف کرتا رہا تھا۔

کافی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر میں نے کہا۔ "آپ سے ملاقات میں ایک خاص مقصد کے تحت کرنا چاہتی تھی۔"

"دراصل کوشل بہن میں محتاط رہتا ہوں، تمہارے سلسلے میں یہ سوچتا رہتا ہوں کہ کہیں ایسی بات نہ کر بیٹھوں جو تمہارے ذہن کو ناگوار گزرے۔ اور تم سوچو کہ ایک چھوٹا سا احسان کر کے

یہ شخص میری ذات پر مسلط ہونا چاہتا ہے۔“

”نہیں قادر بھائی، کیا اب اس بات کی گنجائش ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”بالکل گنجائش نہیں ہے، میں خود بھی اپنے اور تمہارے درمیان کوئی پردہ رکھنا نہیں چاہتا، میری دلی خواہش ہے کہ میں تمہیں وہ تمام سہولتیں اور وسائل مہیا کروں جو تمہاری ضرورت ہیں۔ مجھے بتاؤ تم مجھ سے کیا چاہتی ہو۔؟“

”بھیا میں آپ کو تمام کہانی سنا چکی ہوں، میری زندگی کا اب صرف ایک ہی مقصد ہے، وہ یہ کہ میں سورج گڑھ سے انتقام لوں، رادھن سنگھ کو کیفر کردار تک پہنچاؤں، اور یہ کام میں کسی مدد سے نہیں اپنے ہی ہاتھوں سے انجام دینا چاہتی ہوں، مجھے اسی طرح سکون ملے گا۔“

”قادر اس سلسلے میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہے۔“ بڈھے نے سوال کیا۔

”بھیا میں ایک سادہ سی زندگی گزارتی رہی ہوں، حالات نے مجھے بہت سی باتیں سکھا دی ہیں، میرے اندر بڑا حوصلہ بڑا عزم پیدا ہو گیا ہے، لیکن اس کے باوجود میں محسوس کرتی ہوں کہ میں بعض معاملات میں کمزور ہوں، مجھے صحیح طور پر پستول کا استعمال نہیں آتا، نشانہ بازی نہیں آتی۔ اور یہ اور وہ۔“

”میں سمجھ گیا، تم یہ سب کچھ سیکھنا چاہتی ہو۔“

”ہاں بھیا۔ میں ایک مضبوط طاقت ور لڑکی بننا چاہتی ہوں تاکہ سورج گڑھ کے مقابلے پر کسی طرح کمزور ثابت نہ ہوں۔“

”قادر اس سلسلے میں تمہاری جو مدد کر سکتا ہے حاضر ہے۔“

”میں مارشل آرٹس سے واقفیت حاصل کرنا چاہتی ہوں بھیا۔ میری خواہش ہے کہ آپ مجھے مارشل آرٹس کے کچھ ماہرین سے روشناس کرائیں اور ان سے مجھے تربیت دلوائیں۔“

”واہ یہ ہوئی نا بات، خدا کی قسم بہت خوش کر دیا قادر کو تم نے۔ بے شک بہن انسان کو اتنا طاقت ور ہونا چاہیے کہ اگر کبھی کسی کی مدد کے بغیر کچھ کرنے کی ضرورت پیش آ جائے تو وہ مار نہ کھائے۔ میں تمہاری بھرپور مدد کرنے کے لیے تیار ہوں۔ بولو کون کون سے فنون سیکھنا چاہتی ہو۔“

”بس بھیا مارشل آرٹس سے متعلق جو کچھ بھی چیزیں ہوں، میں انہیں سیکھنا چاہتی ہوں۔“

”تو میں اس کے لیے بندوبست کر دوں گا۔ وہ بدمعاش کس دن کام آئے گا جو مجھ سے ہمیشہ کہتا ہے کہ قادر خان ہم کو کوئی کام بتاؤ۔“

”کون بدمعاش۔؟“

”اس کا نام لائی ینگ ہے، مارشل آرٹس کا ماہر ہے، جاپان سے کسی کو قتل کر کے بھاگا تھا، یہاں پہنچ گیا، میں نے اس کی پوری پوری مدد کی تھی اور اب مجھے اس کی مدد کی ضرورت ہے۔“

”وہ کرتا کیا ہے؟“

”بظاہر اس نے دندان سازی کی دکان کھولی ہوئی ہے، اپنے آپ کو نمایاں نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن مجھے اس نے سب کچھ بتا دیا ہے۔“

”تو پھر بھیا میرا یہ کام کرا دو۔ کیا وہ اس پر تیار ہو جائے گا؟“

”ارے ہاں کیسے تیار نہ ہوگا۔ بس ایک دو دن میں ہی تیرا یہ کام کر دوں گا۔“

”شکریہ بھیا بہت بہت شکریہ۔“ میں نے کہا اور وہ مجھے ناراضگی سے دیکھنے لگا پھر بولا۔

”بھیا بھی کہتی ہے اور شکریہ بھی ادا کرتی ہے۔“

”اوہ۔ میں معافی چاہتی ہوں بھیا، آپ ناراض نہ ہوں۔“

”چل ٹھیک ہے، اچھا اب میں چلتا ہوں اور تجھے کل ہی لائی ینگ کے بارے میں بتا دوں گا۔“ قادر نے کہا اور پھر وہ چلا گیا تھا۔

لائی ینگ چھوٹے سے قد کا ایک جاپانی باشندہ تھا اس نے مجھے بتایا کہ اس کی ماں جاپانی تھی اور باپ چینی اس لیے اس کا نام لائی ینگ ہے، بڑا خوش مزاج آدمی تھا، مقامی زبان اچھی طرح جانتا تھا اس نے مجھے جوڈو کراٹے کی تربیت دینا شروع کر دی وہ اپنے فن میں یکتا تھا، ایک دن وہ مجھ سے کہنے لگا۔

”بے بی شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ مجھے بھی تم جیسی شاگرد سے مزہ آ رہا ہے۔“

”لائی ینگ میں سمجھی نہیں۔“

”تمہارے اندر ایک زبردست لچک اور تکنیک ہے کہ میں بعض اوقات خود حیران رہ جاتا ہوں جو کچھ میں بتاتا ہوں تم اتنی جلدی سیکھ لیتی ہو کہ مجھے تعجب ہوتا ہے۔“

”لائی ینگ میرے سینے میں ایک جذبہ ہے، ایک طوفان چھپا ہوا ہے، ایک مشن ہے میرا، اس کی تکمیل کے لیے میں یہ سب کچھ چاہتی ہوں۔“

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے، استاد قادر نے مجھے منع کر دیا تھا کہ تم سے اس بارے میں بات نہ کروں اس لیے میں نے اپنی زبان ہمیشہ بند رکھی ہے اور میں اس بارے میں کچھ جاننا نہیں چاہتا البتہ میرے پاس جو کچھ ہے وہ میں تمہیں دے دینا چاہتا ہوں۔“

لائی ینگ کی تربیت تقریباً تین ماہ جاری رہی۔ یہ تین ماہ میں نے بمشکل تمام خاموشی اور سنجیدگی سے گزارے تھے اپنے

مقصد کی تکمیل کے لیے مجھے بہت کچھ کرنا تھا جتنا کچھ لائی ہنگ سے سیکھ سکی سیکھا، ایسی کے مختلف حصوں میں، میں نے اس سے تربیت حاصل کی۔ کبھی کسی پارک میں، کبھی کسی کھلے میدان میں، کبھی سمندر کے کنارے اور کبھی کسی اور جگہ۔ ہم ہمیشہ ایسی جگہوں کا انتخاب کرتے تھے جہاں کسی اور کی مداخلت کا اندیشہ نہ ہو۔

لائی ہنگ میری تربیت سے بہت خوش نظر آتا تھا۔ میں نے اس سے نشانہ بازی کا آرٹ بھی سیکھا۔ اس کے بیٹے استاد وفادار نے مجھے ایک اور کلب میں بھی داخل کروا دیا تھا جہاں میں رات گزارتی تھی۔ میں نے اپنے حلیے اور چہرے مہرے میں نمایاں تبدیلیاں پیدا کر لی تھیں۔ بہر طور جوڈو کراٹے اور مارشل آرٹس کے دوسرے فنون سے مجھے کافی واقفیت حاصل ہو گئی، تو ایک دن لائی ہنگ نے مجھ سے کہا۔

"مسٹر اب ہمارے پاس کچھ نہیں رہا جو کچھ ہمارے پاس تھا تمہیں دے چکے اور ایک بات ہم وعدے سے کہتے ہیں کہ یوں تو مارشل آرٹس کے ماہرین دنیا کے گوشے گوشے میں بکھرے ہوئے ہیں لیکن تم اپنے کام کے لیے اب مکمل ہو چکی ہو۔"

"شکریہ لائی ہنگ، میں بھی یہی سمجھتی ہوں۔"

"اچھا تو آج سے ہمارا کام ختم ہو گیا۔ ہم استاد وفادار سے کہہ دیں گے کہ تم ہمارے کام سے مطمئن ہو۔"

"ہاں ضرور۔ ویسے ایک بار پھر شکریہ قبول کرو، میں تمہارے اس احسان کو زندگی بھر یاد رکھوں گی لائی ہنگ۔" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد لائی ہنگ رخصت ہو گیا۔

اگلی رات استاد وفادار پھر میرے پاس آیا وہ مجھ سے میرے بارے میں پوچھنے لگا اور میں نے کہا۔

"تمہاری مہربانیوں سے میں بہت کچھ سیکھ چکی ہوں استاد وفادار اور اب مجھے اجازت دو کہ میں اپنے طور پر عمل کی دنیا میں آؤں۔"

"استاد تمہارے ساتھ ہو گا بیٹے۔"

"جب بھی تمہاری ضرورت ہوئی استاد وفادار، میں تمہیں ضرور بتاؤں گی، جو کچھ میں کہہ رہی ہوں امید ہے مجھے تنہا کرنے کی اجازت دے دیں گے۔"

"ہم تمہیں ہر طرح کی اجازت دیتا ہوں۔ لائی ہنگ سے میری بات ہوئی تھی اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اس نے جسمانی طور پر تمہیں بہت فٹ کر دیا ہے اور ویسے بھی میں تم سے یقین کر کے جس وقت تم یہاں آئی تھیں اس وقت میں اور اس وقت میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اب تمہارے چہرے سے اعتماد جھلکتا ہے، تمہارے انداز میں پختگی پیدا ہو گئی ہے۔"

"اور یہ سب تمہاری ہی عطا ہے استاد۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وفادار فخریہ انداز میں مسکرانے لگا۔ اسے میری مدد کر کے دلی خوشی حاصل ہوئی تھی۔ اور اب میرے سامنے ایک طویل منزل پڑی تھی۔ اس مسافت کو طے کرنے کے بعد ہی میں اپنی منزل تک پہنچ سکتی تھی۔ سب سے پہلے میں نے اپنے شکار کا انتخاب کیا اور میرا پہلا شکار ڈنگو کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا۔

ڈنگو کے بارے میں وفادار نے بتایا تھا کہ وہ ایک خطرناک آدمی ہے اس شخص نے جسے میں نے سجاش کے گھر میں زخمی کر دیا تھا مجھے بتایا تھا کہ ان معاملات سے ڈنگو ہی واقف ہے۔ سہارا مر چکا تھا، تنظیم کا سربراہ مقامی طور پر رام داس ہی تھا، لیکن رام داس تک پہنچنے کے لیے ڈنگو کا سہارا ضروری تھا چنانچہ سب سے پہلے میں ڈنگو ہی کو تکلیف دینا چاہتی تھی لیکن اس سے پہلے اپنے آپ کو زندہ بھی ضروری تھا چنانچہ اس دن میں نے تمام تیاریاں کیں، اپنا چہرہ دیکھا اور اطمینان سے باہر نکل آئی۔

سڑک پر آ کر میں نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا، اور ٹیکسی میرے قریب آ کر رک گئی۔ میں دروازہ کھول کر پیچھے بیٹھ گئی تھی۔ پھر میں نے ڈرائیور سے کہا۔

"چوپاٹی۔" اور ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

میں اطمینان سے ٹیکسی میں بیٹھی رہی۔ سڑک پر ٹریفک کا ہجوم تھا، بمبئی کی زندگی میری نگاہوں کے سامنے تھی۔ غربت بھرا غربت لیے لباس اور تیز، جو زندگی کی گاڑی کو دھکیلنے کے لیے مزدوریاں کرتی تھیں، گھٹنے رگڑنے والے بھیک مانگنے والے بیٹھے تھے اور کاریں، موٹر بائیکس اور دوسری سواریاں دوڑ رہی تھیں۔

میں خاموشی سے زندگی کے یہ مناظر دیکھتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ میرے ذہن میں عجیب عجیب خیالات رقصاں تھے۔ طویل فاصلہ طے ہو گیا اور بالآخر میں چوپاٹی پہنچ گئی۔

تا حد نگاہ سمندر پھیلا ہوا تھا، سمندر کا یہ حصہ تفریح کے طور پر استعمال ہوتا تھا اور مجھے اس وقت سمندر کے کنارے سفر کرنے میں خاصا لطف آ رہا تھا۔ بہت دیر تک میں ادھر ادھر گشت کرتی رہی اور اس کے بعد وہاں سے ایک ٹیکسی لے کر چل پڑی تھی۔

ڈنگو کے اڈے کے بارے میں اس دوران میں نے معلومات حاصل کر لی تھیں، تھوڑی دور چلنے کے بعد میں وہاں پہنچ گئی جہاں ڈنگو کا اڈہ تھا۔ یہ اڈہ بھی سمندری علاقے میں ہی تھا۔

پیلی سی بوسیدہ سی عمارت کے سامنے میں نے ٹیکسی رکوائی اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس عمارت کی طرف بڑھ گئی۔

باہر سے یہ عمارت واقعی بوسیدہ تھی۔ ایک بہت ہی پرانا سا دروازہ لگا ہوا تھا جہاں دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ جب میں دروازے سے اندر داخل ہوئی تو اس کے آخری سرے پر ایک اور دروازہ نظر آیا۔ اس دروازے سے اندر داخل ہو کر میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس بوسیدہ اور بدنما عمارت کے اندر کا ماحول ایسا ہو گا۔

ایک بڑا سا ہال تھا جس میں مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی اور بہت سارے لوگ یہاں بیٹھے ہوئے تھے اور چرس اور دوسری منشیات سے شغل کر رہے تھے۔ انہوں نے مجھے بھی دیکھا اور مردوں کی، میری آمد یہاں اجنبی نگاہوں سے ترتیب دی گئی۔ ایک لمحہ میں کھڑی ادھر ادھر دیکھتی رہی اور اسی وقت ایک ویٹر میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"اس طرف آ جاؤ۔" اس نے بھاری لہجے میں کہا اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ ویٹر شکل ہی سے بدمعاش معلوم ہوتا تھا۔ لیکن ظاہر ہے اس جیسی جگہوں پر ایسے ہی لوگوں کا کام ہے۔ اس نے ایک میز تک میری رہنمائی کی اور میں ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"کیا لاؤں؟" اس نے سوال کیا۔

"کیا کیا ملے گا؟" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اور ویٹر نے عجیب سے انداز میں منہ کھول دیا، اس کی نگاہیں میری نگاہوں سے ٹکرائی تھیں، لیکن اس وقت سنبھلنا ضروری تھا۔

"کیا کیا ملتا ہے یہاں؟" میں نے پوچھا اور اس نے منشیات کی ایک فہرست گنوا دی۔

"سنو میرے لیے ہیروئن کے انجکشن لاؤ۔" میں نے کہا اور ویٹر آگے بڑھ گیا۔

میں نے نا قدرانہ نگاہوں سے اس ماحول کو دیکھا جو کچھ یہاں نظر آ رہا ہے قانونی حیثیت تو نہ رکھتا ہو گا اس کا مطلب ہے کہ ڈنگو خاصا بااثر آدمی ہے اور قانون کو بھی جانتا ہے۔

میں نشے میں بد مست لوگوں کو دیکھتی رہی لیکن لوگ نشے میں ہونے کے باوجود آؤٹ نہیں ہو رہے تھے بلکہ یہاں کا نظم و ضبط ہی ایسا ہو گا کہ مستند قسم کے لوگ ہی یہاں نظر آ رہے تھے۔ ابھی ویٹر میرے آگے سروس بھی نہ کر پایا تھا کہ ایک طویل القامت شخص اچانک میرے پاس آ کر میرے سامنے آ گیا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

"تمہاری اجازت سے۔" وہ دانت نکالتا ہوا میرے سامنے بیٹھ گیا، اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"آپ اب تک کہاں تھیں؟" اس نے پوچھا۔

"جہنم میں۔ اور اگر تم بھی وہیں جانا چاہتے ہو تو میں تمہیں آسانی سے وہاں پہنچا دوں۔" میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور وہ چند لمحے اپنی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"کیا کہا تم نے؟" وہ بہکی ہوئی آواز میں بولا۔

"میں نے کہا ہے کہ یہاں سے اٹھ جاؤ۔"

"واہ، واہ، واہ شریف زادی کیا قیمت ہے تمہاری۔" اس نے کہا اور جیب سے پرس نکال لیا لیکن دوسرے لمحے میرا تھپڑ اس کے گال پر پڑا اور وہ منہ پھاڑ کر رہ گیا۔ پھر اس کی آنکھوں میں مجھے وحشت سی نظر آئی۔ وہ کرسی کھسکا کر کھڑا ہو گیا اور اس نے چاقو نکال لیا تھا۔

"تمہیں جانتی ہے میں کون ہوں۔" اس نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ لیکن اس وقت چند آدمی آگے بڑھے اور انہوں نے پیچھے سے اسے پکڑ لیا۔

"چھوڑ دو مجھے، میں اسے قتل کر دوں گا۔ زندہ نہیں چھوڑوں گا اس شریف زادی کو۔" لیکن اسی وقت پیچھے سے پکڑنے والوں میں سے ایک نے زوردار گھونسہ اس کے منہ پر رسید کیا اور چاقو اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ وہ بہکے ہوئے انداز میں بولا۔

"دیکھو، دیکھو مجھے بھی غصہ آ جائے گا۔ اب بھی۔۔ میں بھی۔۔" اس نے فضا میں ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کی، لیکن دوسرا گھونسہ اس کے منہ پر پڑا۔ اور وہ میز پر الٹ گیا۔

ان لوگوں نے باقاعدہ اس کی پٹائی شروع کر دی تھی، اور چند لمحات کے بعد وہ اسے لٹکائے ہوئے باہر لے گئے اور شاید باہر پھینک آئے۔ چند لمحات کے لیے ماحول میں تبدیلی پیدا ہوئی تھی اس کے بعد پھر وہی ماحول۔ ویٹر میرے پاس آ گیا۔ اس نے ایک ٹرے میں سرنج اور انجکشن میرے پاس رکھ دیے۔ میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور ویٹر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ تب میں نے انجکشن توڑے ان کی دوا سرنج میں کھینچی اور اسی طرح اپنی کلائی کے نزدیک کی جیسے میں انجکشن لگا رہی ہوں لیکن انجکشن میرے بدن میں انجیکٹ نہیں ہوئے تھے۔ یہ تو میری یہاں بیٹھنے کی ایک کوشش تھی۔ میں خود کو اس انداز میں پیش کرنا چاہتی تھی جیسے کہ یہاں لوگ آتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ویٹر بل لے آیا۔ میں نے بل کی رقم ٹپ کے ساتھ اسے دی اور وہ سر جھکا کر چلا گیا۔ میری نگاہ ان میں سے ایک شخص پر پڑی جس نے اس آدمی کو مارا تھا اور میں مسکرا دی۔ وہ میری طرف ہی دیکھ رہا تھا مجھے مسکراتے دیکھ کر وہ میری طرف بڑھ آیا۔ "اجازت ہو تو بیٹھ جاؤں؟ میرا حشر بھی اس جیسا ہو گا؟" اس نے کہا اور میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔

"ہاں بھئی ڈرنے کی بات ہے۔" اُس نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے تو اس کے ساتھ کوئی بُرا سلوک نہیں کیا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ "ہر طور وہ میرے کام کی چیز ثابت ہو سکتا تھا۔"

"ہاں لیکن ہیں بہت کہ لوگ زیادہ ہی آؤٹ ہو جاتے ہیں لیکن ایسے لوگوں کو ٹھیک کرنے کے لیے ہمارے باس کا قانون ختم ہے یہاں سب کچھ ہوتا ہے مگر ہر شخص یہاں اپنی پسند کے مطابق کام کرتا ہے۔ اگر تم نہیں چاہتیں کہ وہ تمہاری بے عزتی کرے تو اس کی کیا مجال تھی کہ وہ بیٹھ جاتا۔ یہاں لڑکیوں کا احترام کرنا پڑتا ہے۔"

"تمہاری شکر گزار ہوں۔"

"نہیں یہ تو ہمارا فرض تھا۔"

"شکریہ۔"

"پہلی بار یہاں آئی ہو؟"

"ہاں، پہلی بار ہی آئی ہوں۔"

"اس سے پہلے کہاں تھیں؟"

"کہیں بھی نہیں، ایسے سے باہر کی چیز ہوں۔"

"اوہ یہ بات ہے۔"

"ہاں۔"

"تب تو بڑی دلچسپ شخصیت ہے تمہاری، نام کیا ہے؟"

"کوئی بھی نام رکھ لو جو تمہارا دل چاہے۔"

"مجھے شیرو کہتے ہیں۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"اور میرا نام تمہاری پسند پر۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔" وہ ہنس کر بولی "ہے تو نام بھی بتاؤ۔"

"تم مجھے بتا سکتے ہو۔"

"اوہ کیسی ہو۔"

"انسان ہوں اور بس۔" میں نے جواب دیا۔

"بڑی دلچسپ انسان ہو، کہاں رہتی ہو؟"

"کہیں نہیں۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"اوہ، شاید تم بھی کسی غضب وغیرہ سے آئی ہو، میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟"

"مدد جو دل چاہے کرو۔" میں نے جواب دیا۔

"یہاں قیام کا بندوبست ہو سکتا ہے۔"

"لیکن میرے پاس زیادہ کرنسی نہیں ہے۔"

"کرنسی تو تم خود ہی ہو۔ کاغذ کے نوٹ کیا اہمیت رکھتے ہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں نے تعرض نہیں کیا۔ ابھی مجھے کسی ایسے ہی شخص کی ضرورت تھی۔

"ہم لوگ اپنے ساتھی بھی نہیں رکھ لیتے ہیں، مگر آج کتنے دن قیام کرو گی؟"

"تقریباً دو ماہ۔"

"دو سو روپے روز کھانا اور تفریح علیحدہ، گاہکوں سے جو کچھ وصول کرو اس کا پچاس فیصد۔ کیا خیال ہے؟"

"عمدہ۔" میں نے جواب دیا۔

"تب پھر آ جاؤ۔ سامان کر لو، ہم ذرا باقاعدہ کام کرتے ہیں۔" اس نے کہا اور میں اٹھ گئی۔ وہ مجھے لے کر ایک اور کمرے میں داخل ہو گیا جو آفس کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ ایک موٹی سی اینگلو انڈین عورت وہاں بیٹھی تھی۔ شیرو نے اس سے رجسٹر مانگا اور پھر میرا نام وغیرہ اس میں داخل کر لیا گیا۔

"آج تو میں بڑی ہوں، بس کل میں تمہیں بتاؤں گا، پہلی بار جو آئی ہو یہاں۔"

"ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی۔" میں نے جواب دیا۔

کافی دیر تک وہ میرے ساتھ رہا۔ پھر اس نے بتایا کہ وہ ڈنچو کی ٹیم کے آدمیوں میں سے ہے۔ اس نے کہا "ڈنچو بمبئی کا سب سے خطرناک آدمی ہے اور ہم لوگ اس کے دست راست کہلاتے ہیں۔ سب کچھ کرتے ہیں اس کے لیے۔" وہ مجھ سے باتیں کرتا رہا اور پھر دفعتاً اس کی نگاہ ایک طرف اٹھ گئی۔ دروازے سے ایک شخص اندر داخل ہوا تھا۔ میں نے اپنے نزدیک بیٹھے ہوئے شخص کو کسی قدر بدحواس دیکھا لیکن ڈنچو کو میں تعجب سے دیکھتی رہ گئی تھی۔ جو کچھ اس کے بارے میں سنا تھا وہ نظر نہیں آتا تھا۔ وہ دبلے پتلے بدن کا ایک مریل سا آدمی تھا جس کے بارے میں یہ سوچا جا سکتا تھا کہ اگر ایک تیز ہوا کا جھونکا اس کے اوپر پڑ جائے تو وہ شاید مر جائے۔ لیکن میں نے اس شخص کی آنکھوں میں دیکھ کر محسوس کیا کہ وہ خاص ہی حیثیت رکھتا ہے۔

"کون ہے یہ؟"

"میں ابھی آپ کو ذرا حاضری دے آؤں۔"

"مگر یہ کون ہے؟"

"ڈنچو دادا۔" اس نے جواب دیا اور میں متحیرانہ انداز میں ہونٹ سکوڑ کر رہ گئی۔ یہ ڈنچو دادا تو میری توقع کے بالکل ہی برخلاف نکلا تھا۔

زندگی ایک نیا رخ اختیار کر چکی تھی اور اس نئے رخ میں اس زندگی کا کوئی شائبہ نہیں تھا، جو میں نے اہل خاندان کے ساتھ گزاری تھی۔ لیکن وقت، راجہ نواز اصغر وقت انسان کو کیا بنا دیتا ہے۔ روبا کے بارے میں بھی کچھ نہیں جانتی تھی، روبا کو میں نے

بیگموں کے حوالے کر دیا تھا مجھے یاد تھا کہ کاسنی اور روبا بھی وہیں رہتی ہیں۔ لیکن میں اس حالت میں اُن سے نہیں مل سکتی تھی۔

کوشل خاموش ہو گئی۔ میں اس کی کہانی میں اس طرح جذب ہو گیا تھا کہ دنیا و مافیہا کو فراموش کر بیٹھا تھا۔ بڑی پُر درد کہانی تھی اس کی۔ میں اپنی داستان بھول گیا تھا۔ اپنے غم مجھے اس کے سامنے ہلکے محسوس ہو رہے تھے۔ کوشل نے مجھے دیکھا اور مسکرا کر بولی۔

"میری کہانی بہت طویل ہو گئی ہے نواز اصغر، تم بھی بور ہو گئے ہو گے، کیا سوچتے ہو گے میرے بارے میں کہ داستان لے کر بیٹھی ہوں تو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتی، لیکن دل کے اُن آبلوں کو کیا کروں جو پھوٹے ہیں تو ان سے بدبودار پانی بہتا ہی جا رہا ہے۔ لیکن یہ روانی اب رکنے کی نہیں جب تک کہ یہ اپنی آخری منزل تک نہ پہنچ جائے۔ مجھے معاف کرنا راجہ نواز اصغر، مجھے معاف کرنا۔"

"نہیں کوشل کیسی باتیں کر رہی ہو، تم یہ کہانی تو مجھے سبق دے رہی ہے، میری منزل کو آسان بنا رہی ہے، تم اپنی کہانی جاری رکھو۔"

راجہ نواز اصغر میں نے اپنے سینے کے یہ زخم بڑی احتیاط سے چھپا رکھے تھے، یہی خیال تھا میرے دل میں کہ اس داستان کو لے کر موت کی وادیوں میں گم ہو جاؤں، لیکن تم نے میرے دل کے نہاں خانوں سے تمام بھید لے لیے، کیا اپنے آپ کو تم پر عیاں کرنے پر مجبور ہو گئی۔ میری داستان سن لو راجہ نواز اصغر، اب اس کہانی میں کچھ نہیں ہو گا، یہ کہانی اس سے آگے نہیں بڑھے گی یہاں میں اس داستان کو ختم کر رہی ہوں۔

میں نے چونک کر کوشل کی شکل دیکھی، اس کی آنکھوں سے پھر آنسوؤں کی دھاریں بہنے لگی تھیں۔

کوشل تم لمحات میں کھو گئی ہو، مجھے اپنی داستان سناؤ، میں تمہارا ایک مخلص دوست کی حیثیت سے ہی تمہیں بہتر مشورہ دے سکوں گا۔

"نہیں نواز اصغر کیا اب یہ ممکن ہے کہ میں زندہ رہوں؟"

"کیوں، تمہارے سینے میں انتقام کا جو لاوا موجود ہے کیا اسے مکمل کر چکی ہو تم؟" میں نے سوال کیا۔

"اگر میں یہ بتا دوں تو میری کہانی متاثر ہو جائے گی۔"

"اسی لیے تو میں یہ سب کچھ معلوم نہیں کرنا چاہتا لیکن خود کو جذبات میں گرفتار نہ کرو۔ ہمت سے کام لو۔ دیکھو میں خود بھی تو ایک ٹوٹا ہوا انسان ہوں کوشل۔ سمجھیں۔"

"ہاں کہو کیا ہے دل میں؟"

"کیا میرے بارے میں اتنا کچھ جاننے کے بعد بھی تم میری عزت کرو گے؟"

"کوشل اتنی سمجھدار ہو کر اتنی ذہین ہو کر یہ بات سوچ رہی ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"اس داستان نے تو میرے دل میں تمہارے لیے ایک مقام پیدا کیا ہے۔ ایک نئی شخصیت بتائی ہے تمہاری اس میں تمہاری تو ہر ایک پہلو نکھر کر نکلا ہے۔" میں نے کہا۔

"میں ایک پامال شدہ عورت ہوں۔"

"نہیں کوشل، تم ایک معصوم عورت ہو، تمہیں حالات نے پامال کیا ہے، جذبات نے نہیں۔"

"میرا دل رکھنے کے لیے یہ کہہ رہے ہو؟"

"یہ میرے دل کی آواز ہے کوشل۔"

"نواز۔" وہ رندھی آواز میں بولی۔

"خدا کی قسم کوشل یہ سچ بول رہا ہوں۔" میں نے کہا اور کوشل جذباتی ہو گئی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ میں اسے رونے دیتا رہا، پھر میں نے کہا۔ "اپنی کہانی جاری رکھو کوشل۔"

اس نے خود کو سنبھالا اور پھر بولی۔ "شیرو سے یہ دوستی میں نے اس لیے کی تھی کہ اس سے ڈنچو کے بارے میں تفصیلات معلوم کروں اور ڈنچو کو کسی طرح اپنے قابو میں لا کر سورج گرین کے خلاف استعمال کرنا چاہتی تھی۔ میرے ذہن میں کوئی منصوبہ نہیں تھا۔ لیکن اب مجھے خود پر کافی اعتماد ہو گیا تھا۔

شیرو نے مجھے اس عمارت کے ایک کمرے میں جگہ دی۔ مجھے وہاں کے حالات معلوم ہو چکے تھے۔ حالات کی ماری ہوئی یا پھر جذبے کے ہاتھوں بھٹکی ہوئی لڑکیاں یہاں آ کر کاروبار کرتی تھیں۔ یہاں انہیں تحفظ فراہم کیا جاتا تھا اور یہ لوگ ان لڑکیوں کو ملازم رکھتے تھے۔ میری زندگی کا سفر بہت طویل تھا نواز، میں نہیں جانتی تھی کہ مجھے اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے زندگی کو کس منزل تک لے جانا ہو گا۔ لیکن یہ مقصد مجھے زندہ رکھے ہوئے تھا اور میں جینا چاہتی تھی۔

شیرو نے مجھے دو دن آرام کرنے کے لیے دیئے تھے۔ تیسرے دن موسم ابر آلود تھا، شیرو مسکراتا ہوا میرے پاس آ گیا۔

"سوری ڈارلنگ ان دو دنوں میں، میں بہت مصروف رہا۔"

"مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی شیرو۔"

"میں بھی یہی پوچھنا چاہتا تھا۔"

"کیا؟"

"یہی کہ تمہیں یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔"

"بالکل نہیں۔"

"کیا خیال ہے اس موسم کے بارے میں۔؟"

"عمدہ ہے۔"

"اور تم دو دن سے یہاں قید ہو۔"

"میں قید تو نہیں تھی۔؟"

"باہر بھی نہیں نکلیں تم۔"

"ہاں کہاں جاتی۔؟"

"یہ بات تمہیں ایک اچھی لڑکی ثابت کرتی ہے۔ آؤ اب تمہیں جنت کی سیر کرائی جائے۔"

میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی۔ خیرو نے مجھے تیار ہونے کے لیے کہا اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آئی۔ خیرو کے پاس ایک عمدہ کار تھی۔ ہم بمبئی کی سڑکوں کی سیر کرتے رہے۔ کئی بار لونا باندی ہو چکی تھی لیکن تیز بارش ایک بار بھی نہیں ہوئی تھی۔

رات ہوئی تو خیرو مجھے سمندر کے کنارے ایک خوبصورت ہٹ میں لے آیا۔ بہت خوش سلیقگی سے آراستہ تھا۔ "یہ تمہارا ہٹ ہے؟"

"میرا ہی سمجھو۔"

"مجھ تو سے کیا مراد ہے۔؟"

"استاد ڈونگو کا ہے۔ بچا بچوں کو ایسی جگہوں کی سہولت بھی دی جاتی ہے۔ ہم لوگ بھی اسے استعمال کرسکتے ہیں۔"

"مجھے ڈونگو کے بارے میں بتاؤ خیرو۔"

"چھوڑو جان من، میرے بارے میں معلوم کرو۔" خیرو نے بوتل اور گلاس لے کر میرے سامنے آ بیٹھا۔

"میں تمہیں جانتی ہوں خیرو۔" میں نے کہا۔

"تمہاری پسند کی چیز بھی یہاں مل جائے گی۔"

"کیا۔؟"

"ہیروئن۔ میں نے تمہیں انجکشن لیتے ہوئے دیکھا تھا۔"

"اس وقت موڈ نہیں ہے۔"

"تعجب ہے تم شراب نہیں پیتیں۔"

"تمہیں پلا سکتی ہوں۔" میں نے کہا اور خیرو خوش ہو گیا۔

"یہ ہوئی نا بات۔ ہاں تو اے حسین ساقی بھلا جام تیرے نام۔" اس نے کہا اور میں نے شراب انڈیل دی۔ میں اسی طرح اپنا بچاؤ کرسکتی تھی چنانچہ میں اسے بڑی اداؤں کے ساتھ شراب پلاتی رہی۔ ایک بار پھر میں نے اس سے ڈونگو کے بارے میں پوچھا۔

"بادشاہ ہے وہ بمبئی کا بادشاہ ہے۔ بڑا نام ہے اس کا بڑا کام ہے۔"

"سورج گرہن سے کیا تعلق ہے اس کا۔؟"

"کس سے۔؟"

"سورج گرہن سے۔" میں نے سوال کیا اور خیرو کی طرف دیکھا۔ وہ آنکھیں بند کیے سر جھٹک رہا تھا۔ "بتاؤ خیرو۔ سورج گرہن سے اس کا کیا تعلق ہے؟"

"اسے تم نے اتنی پلا دی ہے جو ہیاکار اب اس کی آواز بھی نہیں نکل سکتی۔" دروازے سے ایک آواز سنائی دی۔ اور میں بے اختیار پلٹ پڑی۔ میں نے دیکھا اور ششدر رہ گئی۔ دروازے میں ڈونگو کھڑا تھا۔

"تم۔؟"

"تمہیں ضرور حیرانی ہوگی تو میرا نام ہے ڈونگو ہے۔"

میں ساکت رہ گئی تھی۔ مجھے امید نہیں تھی کہ ڈونگو اس طرح آ جائے گا۔ اس کی اچانک آمد سے میں ششدر رہ گئی تھی۔ "خیرو۔" ڈونگو نے اسے آواز دی تھی اور خیرو نے گردن ڈال دی۔

"دراصل مجھے ڈونگو کہتے ہیں۔ وہ ہمارا کان اور ہمارا آنکھیں رکھتا ہے۔ مجھے کچھ غلطی ہو گئی تھی۔ چلو باہر آ جاؤ اطمینان سے باتیں کریں گے۔" اس نے کہا اور واپسی کے لیے پلٹ پڑا۔ پتہ نہیں اسے اتنا اعتماد کیوں تھا خود پر۔ بہرحال صورت حال معلوم کیے بغیر کوئی حرکت بھی نقصان دہ ہو سکتی تھی۔

باہر تقریباً چند افراد موجود تھے۔ ڈونگو مجھے ایک لمبی گاڑی میں لے کر وہاں سے چل پڑا۔

"کیا معلوم کر رہی تھیں خیرو سے۔؟"

"تمہارے بارے میں۔"

"کیوں۔؟"

"بتا دوں گی جلدی کیوں ہے۔"

"خوب بڑی بات ہے کہ کوئی ڈونگو سے اس طرح گفتگو بھی کرسکتا ہے۔ ٹھیک ہے باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔" وہ مجھے ایک شاندار عمارت میں لایا تھا۔ پھر اس نے میری کلائی پکڑی اور ایک شاندار کمرے میں آ گیا۔

"بول پڑے۔" وہ بولا۔

"کیا بولوں۔؟"

"میرے بارے میں یہ معلومات کیوں حاصل کر رہی تھی۔؟"

"نہ بتاؤں تو۔؟"

"کوئی فرق نہیں پڑتا میں جانتا ہوں۔"

"کیا جانتے ہو۔؟"

"رام دواس کے مقابلے پر ہے۔ رام دواس میرا دوست ہے۔ مجھے یاد ہے جب تو خیرو کے پاس بھیجی تھی تو میں الگ آیا تھا۔"

"سوری میڈم۔ منہ سے نکل گیا تھا۔"
"اوہ۔ آپ کون ہیں؟"
"مس روپ مالا کی بیوٹی ایکسپرٹ۔" جواب ملا۔
"روپ مالا؟"
"جی ہاں۔ آپ نے ان کا آدھا نام لیا تھا۔"
"خوب۔ آئندہ پورا نام لوں گی۔"
"اس کے بعد بھی طبیعت بیزار ہوگی۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور دفعتاً میرے ذہن میں نقادوں کے الفاظ گونجے۔ نقادوں نے بتایا تھا کہ ڈنگو کی محبوبہ موٹی تازی ہے، ہر عورت بالکل جو کوئی بھی ہے اس کا مذاق اڑا رہی ہے۔
"میں جیسن پیری۔ آپ کا نام کیا ہے؟"
"بیوٹی ایکسپرٹ۔"
"چلیے ٹھیک ہے۔ مس روپ مالا سے بات کرلوں؟"
"ناممکن ہے۔"
"کیوں۔ کیا وہ سو رہی ہیں؟"
"اگر سو رہی ہوتیں تو ضرور جگا دیتی۔"
"کیا مطلب؟"
"اس وقت وزن گھٹانے کی زد میں ہے۔ معاف کیجئے گا وہ دوڑ لگا رہی ہیں۔ صبح کی ورزش میں ہیں۔"
"اور آپ؟"
"ان کے برآمدے میں بیٹھی خدا کی قدرت دیکھ رہی ہوں۔"
"اور فون؟"
"برآمدے میں بھی ہے۔ غسل خانے میں بھی اس کا ایکسٹینشن ہے۔"
"صبح خیزی کے عادی ہیں آپ لوگ۔"
"جی ہاں۔ ورزش جو کرنا ہوتی ہے۔"
"اس کے بعد مس مالا کے کیا پروگرام رہتے ہیں؟"
"ہلکا سا ناشتہ کرتی ہیں جو صرف دس انڈوں، تیم پیالہ اور دودھ بالائی پر مشتمل ہوتا ہے۔" اس نے کہا اور میں ہنس پڑی۔
"بہت دلچسپ خاتون ہیں آپ۔"
"کتنی تمیز بولتی جا رہی ہوں۔ آپ کو ان سے کیا کام ہے؟"
"ملنا ہے۔ اس وقت ملاقات ہو سکتی ہے؟"
"ضرور ہو سکتی ہے۔ تشریف لے آیئے۔" اس نے کہا اور میں نے فون بند کردیا۔ تیار ہونے میں زیادہ وقت نہ لگا۔ ناشتہ کیا اور پھر باہر نکل آئی۔ کار دوبارہ زندگی پوری طرح شروع بھی نہیں ہوئی تھی۔ مس مالا کی رہائش گاہ مل گئی اور میں نے اسے وہاں پہنچنے کے لیے کہا۔

بمبئی کی نئی اور جدید ترین آبادی تھی۔ خوبصورت سڑکیں بنی ہوئی تھیں۔ دو رویہ درخت بہار دکھا رہے تھے۔ کوٹھی نمبر ۹ تلاش کرنے میں زیادہ دقت نہ ہوئی۔ میں گیٹ سے کافی دور اتر گئی اور پھر جب گیٹ کے دوسری طرف جھانکا تو مس روپ مالا کو پہچاننے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ گز بھر قد و قامت میرے سامنے تھا۔ چہرہ فٹ بال کی طرح گول۔ بال دو چوٹیوں میں گندھے ہوئے اور بدن کا پھیلاؤ عظیم الشان تھا۔ بے حد مضحکہ خیز شخصیت کی مالک تھی وہ لیکن عمر زیادہ نہ تھی۔ اس وقت سیاہ و سرخ پھولوں والا گاؤن پہنے ہوئے ناشتہ کر رہی تھی۔ لیکن وہ بیوٹی ایکسپرٹ وہاں موجود نہ تھی۔ اس نے مجھے گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا اور اس کا منہ کھلا رہ گیا۔ وہ بے تک مجھے گھورتی رہی۔ اس دوران میں اس کے پاس پہنچ گئی۔ "ہیلو۔" میں نے اسے مخاطب کیا۔
"ہیلو۔" وہ آہستہ سے بولی۔
"مجھے مس روپ مالا سے ملنا ہے۔"
"میں ہی ہوں۔"
"میرا بھی یہی خیال تھا۔ مس روپ مالا میں خواتین کے ایک رسالے کی ایڈیٹر ہوں۔ بمبئی کی بہت بڑی بڑی عظیم شخصیتوں کے انٹرویو کر چکی ہوں۔ آپ کا انٹرویو کرنا چاہتی ہوں۔"
"انٹرویو؟" وہ بچوں کی طرح خوش ہو کر بولی۔
"جی ہاں۔"
"تصویر بھی چھپے گی میری؟"
"ضرور۔ آپ کی ایک خوبصورت تصویر سرورق پر ہوگی اور اندر انٹرویو ہوگا۔"
"اوہ۔ مائی گاڈ۔ مجھے بہت شوق ہے۔ آیئے تشریف رکھیے۔" اس نے کہا اور میں شکریہ ادا کرکے بیٹھ گئی۔ اس نے ملازم کو آواز دے کر میرے لیے بھی پلیٹ منگانے کا اشارہ کیا۔ میں نے معذرت کرلی لیکن جانے دینی پڑی تھی۔
"مجھے تو انٹرویو دینا نہیں آتا۔" اس نے کہا۔
"آپ فکر نہ کریں۔ میں آپ کی مدد کروں گی۔" میں نے کہا اور وہ بے حد خوش نظر آنے لگی۔ اس خوشی میں وہ سالم انڈے نگل رہی تھی اور میں حیرت سے ڈنگو کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ ڈنگو کی عظیم الشان محبوبہ کسی طور میری سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔

نروان کی تلاش
حصہ سوم

روپ مالا کا تعلق اگر ڈنگو سے نہ ہوتا تو میں اس معصوم سی عورت کو کسی قیمت پہ دھوکا دینا پسند نہ کرتی۔ وہ اتنی ہی معصوم تھی کہ اس کی شخصیت بری طرح متاثر کر گئی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ انٹرویو دینے کے لیے تیار ہو گئی میں مسکراتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کے انداز میں ایک عجیب سا اشتیاق جھلک رہا تھا جس میں بچوں کا سا تجسس تھا۔ اپنے انٹرویو کے سلسلے میں وہ بہت زیادہ جذباتی ہو گئی تھی۔ میں نے چند لمحات کے بعد سوال کیا۔

"آپ کا نام؟"

"گنگا وتی۔" اس کے منہ سے بے اختیار نکل گیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی اس کا چہرہ فق ہو گیا۔ "میرا مطلب ہے۔ روپ مالا۔" وہ ہڑبڑاہٹ کے انداز میں بولی۔

"گنگا وتی عرف روپ مالا۔ یا صرف روپ مالا۔" میں نے پھر پوچھا۔

"نہیں نہیں کون گنگا وتی، کیسی گنگا وتی، میرا نام تو روپ مالا ہی ہے بچپن سے یہی ہے۔" اس نے جھوٹ بولنے کی کوشش کی۔ لیکن جھوٹ کے تاثرات اس کے چہرے سے عیاں تھے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اپنے پرانے نام کو چھپانا چاہتی ہے۔ پھر میں نے اس موضوع کو ٹال دیا۔

"آپ شادی شدہ ہیں۔؟" میں نے دوسرا سوال کیا اور وہ چھوئی موئی کی طرح شرما گئی۔

"نہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"کیوں ابھی تک آپ نے شادی کیوں نہیں کی؟"

"کر لیں گے۔ جلدی کیا ہے؟"

"کیا آپ نے شادی کے لیے اپنا کوئی ساتھی چن لیا ہے؟"

"کیوں نہیں۔ دل میں چھپا رکھا ہے تو ہمارے دل میں جھانک لو۔ کبھی کبھی آتے ہیں وہ ہمارے پاس، میں تمہیں ان کی تصویر دکھا سکتی ہوں۔" وہ شرماتے ہوئے بولی۔ لیکن اس کے انداز میں بے پناہ محبت جھلک رہی تھی میرے ذہن میں شرارتیں کلبلانے لگیں۔ بہرطور میں روپ مالا سے مختلف سوال کرتی رہی اور وہ مجھ سے بے تکلف ہوتی گئی پھر اس نے مجھ سے رازداری سے کہا۔

"میری تصویر اخبار میں چھپے گی نا؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ اس کے بغیر تو گزارہ ہی نہیں ہے۔"

"تو میرے ساتھ ان کی تصویر بھی چھپوا دو۔" وہ کہنے لگی۔

"کس کی؟"

"میرے محبوب کی۔" اس نے کہا اور دوسری طرف منہ چھپانے کی کوشش کرنے لگی جس میں وہ ناکام رہی تھی۔ بہرطور تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور کہنے لگی۔

"میں اس کی تصویر لے کر ابھی آتی ہوں۔" اور میرے جواب کا انتظار کیے بغیر وہ باہر نکل گئی۔ میں ایک گہری سانس لے کر اس سمت دیکھنے لگی تھی۔ جدھر سے روپ مالا باہر گئی تھی۔

یہ جسمانی طور پہ بہت زیادہ، لیکن ذہنی طور پہ بہت کم تھی لیکن عورت ڈنگو کو بہت چاہتی تھی لیکن یہ جوڑا میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ ڈنگو مچھیر اور یہ ہاتھی پتہ نہیں یہ ڈنگو کا مذاق تھا یا اس کا۔ پتہ نہیں دونوں میں سے کسی نے کس کے ساتھ مذاق کیا تھا یا پھر شاید یہ دونوں ایک دوسرے کو چاہتے ہی ہوں گے۔

بہرطور مجھے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ کم از کم روپ مالا ڈنگو کے سلسلے میں غیر سنجیدہ نہیں ہے چند ساعت کے بعد وہ واپس آ گئی۔ ڈنگو کی تصویر اس کے ہاتھ میں تھی اس میں ایک ڈیڑھ جوڑا کھڑا نظر آ رہا تھا۔ ایک سمت روپ مالا کھڑی تھی۔ اور اس کے نزدیک ہی ڈنگو موجود تھا۔ لیکن دونوں کے چہرے سے جو تاثرات نظر آتے تھے اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ دونوں ہی بے حد مسرور ہیں اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے مذاق نہیں کر رہا۔

روپ مالا میرے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔ میں نے اسے مایوس نہیں کیا اور بڑے متاثر لہجے میں بولی۔

"بڑی پیاری جوڑی ہے تم دونوں کی۔ تم لوگ شادی کر لو۔ ابھی تک تم نے شادی کیوں نہیں کی۔؟"

"کر لیں گے۔ ہم تو پیدا ہی ایک دوسرے کے لیے ہوئے ہیں۔" روپ مالا نے جواب دیا۔ اور میں گہری سانس لے کر گردن ہلانے لگی۔

"مسٹر ڈنگو بھی آپ کو بہت زیادہ چاہتے ہیں۔" میں نے سوال کیا؟

"ہاں۔ کیوں نہیں۔"

"ٹھیک ہے میں آپ لوگوں کی یہ تصویر آپ کے انٹرویو کے ساتھ اخبار میں چھپوا دوں گی، ویسے ذاتی طور پر بھی مجھے آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے" میں نے کہا۔

"تو میری دوست بن جاؤ نا۔؟"

"مشکل ہو جائے گا۔"

"کیوں؟"

"اگر میں نے آپ کا انٹرویو اخبار میں چھپوا دیا تو پھر میری

اور ایک دوستی نہیں ہو سکے گی۔ لوگ یہی سوچیں گے کہ میں نے جان بوجھ کر یہ کیا ہے۔

"اگر ایسی بات ہے تو انٹرویو کو چھوڑو، تم میری دوست بن سکتی ہو۔ تمہاری باتیں بڑی اچھی ہوتی ہیں، بڑے پیار سے تم نے مجھ سے ڈونگو کے بارے میں معلومات حاصل کی ہے۔"

"اس کا فیصلہ ہم کر لیں گے، ویسے یہ انٹرویو چھپنے والا بعد میں آ سکتا ہے، لیکن میری خواہش ہے کہ تم کسی سے اس کا تذکرہ مت کرنا۔"

"ٹھیک ہے میں کسی سے نہیں کہوں گی میرا وعدہ، لیکن تم مجھ سے دوبارہ ملو گی ضرور۔"

"ٹھیک ہے، میں وعدہ کرتی ہوں کہ بہت جلد تم سے دوبارہ ملاقات کروں گی۔" میں نے کہا۔ روپ مالا مجھے گیٹ تک چھوڑنے آئی تھی، اس نے بڑی محبت سے مجھے رخصت کیا۔ یقیناً اس کے انداز میں کسی قسم کی بناوٹ نہیں تھی، معصوم سی عورت یا لڑکی تھی، بہرصورت میں واپس اپنی رہائش گاہ پہنچ گئی۔

بستر میں لیٹ کر میں نے اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا۔ میں سوچنا چاہتی تھی۔ اس وقت اگر ذہن میں کوئی خیال آتا تو پھر نیند مشکل تھی، سوئی اور خوب سوئی۔ جاگی تو شام ہو چکی تھی۔ طبیعت بے حد بھاری بھاری تھی۔ ذہن میں سنسان ہوائیں چل رہی تھیں۔ عجیب ویران سی کیفیت تھی دل و دماغ کی۔ اپنی اس کیفیت کے بارے میں بیٹھی سوچتی رہی اور نجانے کیسے کیسے خیالات میرے ذہن کو چھیڑتے ہوئے گزرتے رہے۔ اپنی چھوٹی سی بستی یاد آئی، اپنا چھوٹا سا گھر یاد آیا۔ وہ ماحول یاد آیا، جہاں میں ایک معصوم لڑکی کی حیثیت سے زندگی گزارتی تھی، میرے رکھوالے تھے، میرے محافظ تھے، اور میں سکون کی زندگی بسر کر رہی تھی لیکن زمانے کے بے رحم ہاتھوں نے میرا یہ سکون چھین لیا اور مجھے دربدر کر ڈالا۔ اور آج میری شخصیت اس قدر مسخ ہو کر رہ گئی تھی کہ اپنے بارے میں غور کرتی تو خود کو مضحکہ خیز محسوس کرتی تھی۔ آج ان تمام سرگرمیوں میں میرا کوئی ہاتھ نہیں تھا۔ ظالم رادھن سنگھ نے اپنی ہوس کے ہاتھوں ہمارے چھوٹے سے گھر کو تباہ و برباد کیا تھا۔ اور اب اس گھر میں رہ کون گیا تھا کوئی بھی نہیں۔ کوئی بھی تو نہیں صرف رو رہا تھی میری بہن۔ میری بیٹی، میری معصوم بچی۔ کتنا عرصہ ہو گیا تھا اس کو دیکھے ہوئے۔ اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ اب کہاں ہے۔

کنول کماری سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش بھی ابھی بالکل منزل گئی تھی کم از کم کچھ وقت تو صرف ہونا چاہیے۔ اس سلسلے میں میرے اپنے اطراف میں پھیلے ہوئے دشمنوں کا کوئی حل آ تو میرے سامنے۔ رادھن سنگھ کم بخت کے ہاتھ اتنے وسیع تھے کہ یہاں بھی مجھے نہیں چھوڑ لگا ہوا تھا۔

میرے ہونٹ بھینچ گئے، میرے دانت سختی سے ایک دوسرے پر جم گئے۔ رادھن سنگھ کم بخت میں تجھ تک ضرور پہنچوں گی، لیکن پہلے تیرے ارد گرد پھیلے ہوئے ان محافظوں کی قطار کو ختم کر دوں۔ ذہن میں پھر ڈونگو ابھر آیا۔ وہ عورت روپ مالا ذہن میں آئی۔ لیکن کسی پر رحم کرنا یا کسی کے بارے میں کچھ سوچنا اس وقت میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ میں خود جن حالات کا شکار تھی، اس میں قابل رحم تھی، بھلا میں کسی کے ساتھ رحم کا انداز کیسے اختیار کر سکتی تھی۔ دماغ پر جنون سا سوار ہو گیا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھی اب میں وہ نہیں تھی جو کچھ عرصہ پہلے تھی، زمانے نے مجھے جو کچھ دیا تھا، وہ میں زمانے کے سامنے لانا چاہتی تھی۔ چنانچہ میں نے لباس وغیرہ تبدیل کیا اور خوب صورت سا میک اپ کرنے کے بعد باہر نکل آئی۔

اب میرا رخ ڈونگو کے اڈے کی جانب تھا چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں ایک مکروہ شکل اختیار کیے ہوئے فحاشی اور بدکاری کے اس اڈے پر پہنچ گئی۔ نشیات کا دھواں اور مکروہ قہقہے چاروں طرف سے ابھر رہے تھے۔ میں نے کسی خالی سیٹ کے لیے نگاہیں دوڑائیں اور پھر ایک طرف بڑھ گئی، اس اڈے پر آ کر میرا خون کھولنے لگا تھا۔ ذہن میں اپنا ماضی تازہ تھا۔

میں نے ان لوگوں کو نگاہوں میں رکھا جو یہاں پر منتظم کی حیثیت رکھتے تھے اور ان کی کارکردگی دیکھنے لگی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے ایک سگریٹ نکال کر سلگا لیا تھا، تاکہ میں اسی روپ میں نظر آؤں جو میں نے اختیار کر رکھا ہے۔ میں سگریٹ کے کش لیتی رہی اور ویٹر میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"جی۔" اس نے پوچھا۔

"بیٹھئے۔" میں نے کرخت لہجے میں کہا۔

"اوکے میڈم۔" اس نے گردن خم کی اور چند قدم پیچھے ہٹا اور رک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے اس کے رکنے پر اس کی شکل دیکھی۔ ویٹر کے چہرے پر شیطانیت پھیلی ہوئی تھی۔

"میرے پاس اس وقت بہترین آسامی ہے میڈم! چالیس فیصد اڈے کا کمیشن، بیس فیصد میرا لیکن باقی چالیس فیصد اتنا

ہوگا کہ تمہیں کمانا نہیں چھوڑے گا۔" ویٹر نے کہا۔

"جاؤ، جو کچھ میں نے تم سے منگایا ہے۔ وہ لے آؤ۔" میں نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر ویٹر کی طرف بڑھا دیا۔

"او ہو تو آپ پہلے ہی اپنا شکار حلال کر چکی ہیں۔ لو وہ کام لگا لیں میڈم آگئی ہے، میں نہیں رہیں گی۔" اس نے کہا۔

"جاؤ، جو میں نے کہا ہے صرف وہی کرو، تمہارا باس میرا دوست ہے، اس لیے مجھ سے بدتمیزی سے پیش مت آؤ۔" میں نے سرد مہری سے کہا اور ویٹر ایک دم سنبھل گیا۔

"سوری میڈم مجھے معلوم نہیں تھا۔"

"کوئی بات نہیں ہے جاؤ۔" میں نے نرم لہجے میں کہا، اور ویٹر وہاں سے چلا گیا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک اور شخص سے بات کرنے لگا تھا، یہ شخص ایک گہرے نیلے رنگ کا سوٹ پہنے ہوئے تھا لیکن یہ سوٹ اس کی شخصیت سے ہم آہنگ نہیں تھا۔ وہ شکل و صورت سے ایک خطرناک آدمی نظر آتا تھا۔

ویٹر نے میری طرف اشارہ کیا اور وہ شخص میری طرف دیکھنے لگا۔ پھر وہ میری میز کی طرف بڑھنے لگا۔ مجھے تعجب ہوا، پتہ نہیں ویٹر نے اسے میری طرف کیوں متوجہ کیا تھا۔ چند لمحات کے بعد وہ میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"تم ڈونگو کی دوست ہو؟" اس نے کہا۔

"ہاں، کہو کیا خیریت ہے؟" میں نے جواب دیا۔

"ہاں خیریت ہی ہے۔ ڈونگو کو ایک ایسی لڑکی کی تلاش ہے جو اپنے آپ کو اس کا دوست ظاہر کرے۔ وہ مخصوص انداز میں مسکرایا اور ڈونگو کی پیش گوئی کے مطابق تم نے اس بات کا اظہار کیا ہے۔"

"جاؤ بھاگ جاؤ، اگر تمہاری شامت نہیں آئی تو۔"

"شامت شاید تمہاری آئی ہے۔" اس نے کہا اور جیب سے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ اس کا رخ میری جانب تھا۔ میں ایک لمحے تک سوچتی رہی اور اس کے بعد میں نے سوچا کہ کچھ ہو جانا چاہیے۔ چنانچہ میں آہستہ سے مسکرائی اور میں نے کہا۔

"بیٹھو تم خاصے معقول معلوم ہوتے ہو، میں تمہیں جو کچھ بتاؤں گی اسے سن کر شاید تم اپنے ہوش و حواس پر قابو نہ رکھ سکو۔"

"کیا مطلب ہے؟"

"بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ جاؤ۔" میں نے کہا۔ میری نگاہیں اس کے ہاتھ پر لگی ہوئی تھیں۔ جونہی وہ بیٹھا، پستول کی طرف سے اس کی توجہ ہٹ گئی اور دوسرے لمحے میرا کھڑا ہاتھ اس کی کلائی پر پڑا، اور پستول اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر میز پر آ پڑا۔ وہ حیران سا ہو گیا تھا۔ پھر اس نے پستول پر جھپٹا مارا لیکن اب پستول میرے ہاتھ میں تھا۔

"کتیا۔ میں۔ میں۔" ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ میرے ہاتھ کی انگلی پستول کے ٹریگر پر دب گئی اور اس کی پیشانی میں سوراخ ہو گیا۔

میں اپنی کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی، فائر کی آواز پر سب اچھل پڑے تھے۔ میں وہاں سے لپک کر آگے بڑھ گئی۔ مختلف لوگ چاروں طرف دیکھ رہے تھے، پھر کسی کی چیخ ابھری۔

میں نے اس پر اکتفا نہ کیا بلکہ پیچھے پلٹ کر کاؤنٹر پر کھڑے آدمی پر فائر کر دیا اور اس کی دلخراش چیخ نے افراتفری مچا دی۔ لوگ خوف زدہ انداز میں میز کے پیچھے چھپ کر کھڑے ہو گئے لیکن میں نے اب بھی سکون کا مظاہرہ کیا تھا۔ دراصل ابھی تک لوگوں کو صحیح صورت حال معلوم نہیں ہو سکی تھی اور میں اس سے فائدہ اٹھا رہی تھی۔

میں نے سنگ مرمر کے کاؤنٹر پر تیسرا فائر کیا اور اپنے مقصد میں مجھے مکمل کامیابی ہو گئی، اب شدید افراتفری پیدا ہو گئی تھی، اور بھگدڑ مچ گئی تھی۔ میں چاہتی تو اس صورت حال سے فائدہ اٹھا سکتی تھی، لیکن میرے دل میں آگ سلگ رہی تھی۔

میں نے پستول کا آخری فائر بھی ایک خاص آدمی پر کر دیا۔ اور پھر وہاں سے پر اطمینان قدموں سے چلتی ہوئی باہر نکل آئی، دو تین آدمی ہلاک ہو چکے تھے اور میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہاں خاصی افراتفری پھیل گئی ہے۔

آج کا کام بس اتنا ہی تھا۔ چنانچہ میں نے باہر کا رخ کیا۔ اور وہاں سے نکل آئی، میں نے دل کی آگ بجھانے کے لیے اب یہی طریقہ کار اختیار کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ میں چاہتی تھی کہ ان کو مر جانے کی حد تک بے بس کر دوں اور پھر اس سے رادھن کا پتہ پوچھوں اور رادھن کو ٹھکانے لگا دوں۔ میں ان میں سے کسی بھی شخص کو رادھن سنگھ کے خلاف استعمال کرنا چاہتی تھی، اگر ڈونگو اس مقصد کے لیے بہتر ثابت ہوا تو میرے لیے اچھی بات تھی اور اس لیے میں ان دونوں ڈونگو پر

تو سوچ رہی تھی۔ میرا خیال تھا کہ پہلے میں ڈنگو کو خوب اچھی طرح پریشان کروں اور اس کے بعد روپ مالا کے سلسلے میں کوئی مؤثر کارروائی کرسکوں۔

دوسرے دن میری ملاقات تاور سے ہوئی۔ میں نے ٹیلیفون پر اس سے رابطہ قائم کر کے اسے ایک جگہ پہنچنے کے لیے کہا تھا۔ تاور نے میری بات پر عمل کیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ اس جگہ پہنچ گیا، جہاں میں اس کا انتظار کر رہی تھی۔

وہ حسب معمول مسکراتے ہوئے بڑے خلوص سے مجھے ملا تھا۔

"کہو کوشل بہن کیسی گزر رہی ہے۔؟"

"بالکل ٹھیک تاور۔ میں اپنے پروگرام میں آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی ہوں۔"

"کیا تمہاری ملاقات روپ مالا سے ہوگئی۔" تاور نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"کیا خیال ہے۔؟"

"بڑا عجیب کیس ہے تاور۔" میں نے کہا اور تاور ہنس پڑا۔

"ہاں مینٹل کیس ہی ہے، واقعی تمہیں ان دونوں کے فرق کا اندازہ ہوا ہوگا۔"

"ڈنگو اس معصوم لڑکی کے ساتھ کوئی مذاق تو نہیں کر رہا؟"

"نہیں۔ مذاق تو نہیں ہے، کیونکہ یہ بات کافی مشہور ہے کہ ڈنگو اس کے لیے پاگل ہے۔"

"تعجب کی بات ہے۔ بہرطور تاور مجھے تم سے کچھ اور بھی کام ہیں۔"

"تاور سے جو کام ہو، اس کے لیے تمہید مت باندھا کرو، بس کام بتا دیا کرو۔"

"کچھ لوگوں کی ضرورت ہوگی مجھے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ایک عمدہ سی جگہ کی بھی، جہاں میں ڈنگو کی شبیہ روپ مالا کو دکھا سکوں۔"

"کیا مطلب؟" تاور نے تعجب سے پوچھا۔

"اس کی مکمل تفصیل تمہیں بعد میں بتاؤں گی۔ پہلے یہ بتاؤ مجھے کچھ لوگوں کی مدد حاصل ہو سکتی ہے؟"

"جتنے آدمی کہو، بھیج دوں۔"

"نہیں نہیں، ایسے ویسے آدمی نہیں چاہئیں۔ بلکہ کام کے آدمی چاہئیں۔"

"فکر مت کرو کوشل بہن، جو آدمی میں تمہیں دوں گا، وہ کام کے آدمی ہی ہوں گے۔"

"تو پھر مجھے ان لوگوں سے رابطے کا ذریعہ بتاؤ۔؟"

"ٹھیک ہے، میں انہیں تمہارے لیے مخصوص کر دوں گا۔ ایک ٹیلیفون نمبر دیے دیتا ہوں، جب بھی دل چاہے انہیں رنگ کر کے ان سے رابطہ قائم کر لینا اور انہیں ہدایت دینا۔ وہ تمہاری ہدایت کے مطابق عمل کریں گے۔ ان میں سے ایک کا نام میں تمہیں بتا دیتا ہوں۔ تم اسے شمشاد کہہ کر مخاطب کر سکتی ہو۔"

"ٹھیک ہے تمہارا احسان۔ جیتن کشن سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤں گی تاور۔ شمشاد نام بتایا ہے نا تم نے؟"

"ہاں، یوں سمجھو وہ اب تمہارے غلاموں کی حیثیت سے تمہارے لیے کام کرے گا۔"

"بہت مناسب ہے، میں تمہیں بہت جلد اپنے پروگرام کی تفصیل بتا دوں گی۔ اور اس جگہ کا کیا ہوگا۔"

"جگہ کا انتخاب تم خود کر لو۔"

"کیا مارل برو کے علاقے میں کوئی ایسا بندوبست نہیں ہو سکتا، میرا مطلب ہے وہاں جہاں وہ رہتی ہے۔"

"روپ مالا۔" تاور نے پرخیال انداز میں ٹھوڑی کھجاتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔"

"ہو جائے گا، یقیناً ہو جائے گا، بلکہ یوں سمجھو کہ تم ایسے مارل برو سے تھوڑے ہی فاصلے پر چالیس مارل برو میں یہ کام ہو سکتا ہے۔ چالیس مارل برو دراصل میرے ایک اسمگلر دوست کی کوٹھی ہے، وہ جب بھی غیر ملک کے دورے سے واپس آتا ہے وہاں قیام کرتا ہے اور وہاں اس کا اڈہ ہے۔ میں اس کے ساتھیوں میں شمار ہوتا ہوں۔ آج کل وہ یہاں موجود نہیں ہے اس وقت تک جب تک وہ واپس نہ آجائے، تم چاہو تو اس کوٹھی کو استعمال کر سکتی ہو۔ ایک اسمگلر کی کوٹھی ہے اور اس میں وہ تمام انتظامات موجود ہیں جو تمہارے مقصد کے لیے کام آسکتے ہیں۔"

"اس سے اچھی تو کوئی بات ہی نہیں ہے لیکن تمہارے اس اسمگلر دوست کو اعتراض تو نہیں ہوگا؟"

"ہم جیسے لوگوں میں یہی تو اچھی بات ہے کہ جب ہم ایک دوسرے سے مخلص ہوتے ہیں تو پھر کسی بات کی پرواہ باقی نہیں رہ جاتی۔"

"شکریہ، بس تو پھر ٹھیک ہے۔"

"اور کچھ بہن؟"

"نہیں میں تم سے بہت ناجائز فائدے اٹھا رہی ہوں لیکن اگر زندگی رہی تو تاور یقیناً تمہیں اس کا صلہ ادا کروں گی۔"

"بھائیوں کے لیے اس سے بڑی گالی اور کوئی نہیں ہوتی بہن، کہ وہ بہنوں سے اپنی محبت کا صلہ وصول کریں۔" تاور نے محبت سے کہا اور میں اس عظیم شخص کی شکل دیکھتی رہ گئی۔ ایک چھوٹے آدمی کا تصور میرے ذہن میں کچھ اور تھا لیکن جو اچھے تھے وہ برے نکلے اور جو برا تھا وہ ایک مخلص انسان تھا اور بے لوث میری مدد کر رہا تھا۔

دوسری صبح پروگرام کے مطابق میں بہت جلد جاگی اور اپنی رہائش گاہ سے باہر نکل آئی، میں فاصلہ طے کر کے مارل برو کے علاقے میں پہنچ گئی اور پھر اس کوٹھی کے نزدیک پہنچ گئی جو ڈنگو کی تھی۔ میں سوچ رہی تھی کہ ممکن ہے ڈنگو روپ مالا کے پاس آیا ہوا ہو۔ ایسا ہونے کے امکانات ہو سکتے تھے لیکن گیٹ پر ہی مجھے روپ مالا نظر آگئی، وہ لان پر چہل قدمی کر رہی تھی، میں مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوگئی اور اس نے مجھے دیکھ لیا تھا۔ دوسرے لمحے وہ میری طرف لپکی تھی۔

"اوہ مائی ڈارلنگ تم۔ آؤ۔ بڑی بے مروت ہو تم۔" اس نے میرا پرتپاک خیر مقدم کیا۔

"کیوں بے مروتی کی کیا بات تھی۔" میں نے پوچھا۔

"بس تم آئیں کیوں نہیں۔ تم نے وعدہ کیا تھا۔" اس نے کہا۔

"میں مصروف ہوں ڈیئر روپ مالا! تم جانتی ہو کہ اخبارات کی ملازمت کرتی ہوں، کام کرنا ہوتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے جب بھی تمہیں فرصت ہوا کرے آجایا کرو۔"

"اور سنایئے کیا حال ہیں آپ کے مسٹر ڈنگو کے؟"

"ٹھیک ہیں، کل آئے گا میرے پاس، ملو گی اس سے؟" روپ مالا نے پوچھا۔

"کیوں نہیں، تم ملاؤ گی تو ضرور ملوں گی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو بس کل شام آجانا ہمارے ساتھ بیٹھنا۔"

"ضرور۔ لیکن تمہارے اپنے مشاغل کیا ہیں۔" میں نے سوال کیا۔

"کیوں یہ بات تم کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"بس ایسے ہی، تمہاری محبت دل میں گھر کر گئی ہے، ابھی چاہتا ہے کچھ زیادہ وقت گزاروں تمہارے ساتھ۔ ویسے اس علاقے میں میری ایک بہت اچھی دوست بھی رہتی ہے، کبھی وقت ہو تو تمہیں اس سے ملاؤں گی۔"

"کبھی کا کیا سوال ہے۔ آج ہی کیوں نہیں؟"

"چلو گی میرے ساتھ۔" میں نے پوچھا۔؟

"ہاں کیوں نہیں۔ جب تم چاہو۔"

"تب پھر یوں کرتے ہیں، کل تو تمہارا ڈنگو آرہا ہے، آج تم میرے ساتھ چلنا۔ دوپہر کے بعد میں تمہیں اپنے ساتھ لے لوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے کہا اور میں وہاں سے نکل آئی۔ تاور سے رابطہ قائم کیا اور مارل برو کی اس کوٹھی کے بارے میں پوچھا تو تاور نے کہا کہ چالیس مارل برو پہنچ جاؤں وہاں اس نے تمام انتظامات کر دیئے ہیں۔

چالیس مارل برو ایک عظیم الشان کوٹھی تھی اور بے انتہا خوبصورت، اس میں چند ملازم بھی تھے۔ میں نے اسے اچھی طرح دیکھا، ملازموں نے نہایت احترام سے میرا استقبال کیا تھا، غالباً تاور نے انہیں تمام صورت حال بتا دی تھی۔ پھر میں نے شمشاد کو فون کر کے اپنے مطلوبہ آدمی طلب کیے اور وہ سب کے سب میرے پاس پہنچ گئے، ان کی تعداد پندرہ کے قریب تھی، وہ سب کے سب نہایت مستعد نظر آتے تھے۔ ان تمام انتظامات کے بعد میں مقررہ وقت پر روپ مالا کے پاس پہنچ گئی۔ روپ مالا میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ تیار ہو جائے اور وہ اندر چلی گئی۔ میں کس قدر تشویش کے عالم میں بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگی، اس مخلص عورت کے ساتھ یہ سلوک مجھے اچھا نہیں لگ رہا تھا، لیکن مجبوری تھی، اس کے علاوہ یہ اطلاع بھی میرے لیے باعث تشویش تھی کہ کل ڈنگو یہاں آئے گا۔ ممکن ہے روپ مالا اس سے میرا تذکرہ کرے اور ڈنگو ہوشیار ہو جائے۔ اور وہ یہ معلوم کر لے کہ وہ کون عورت ہے جو یہاں تک پہنچ گئی ہے۔ بہرطور اس کے بارے میں، میں نے سوچا کہ جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔ فی الحال روپ مالا کے سلسلے میں اپنا کام کر لیا جائے۔

روپ مالا واپس آئی تو میری ہنسی نکلتے نکلتے رہ گئی۔ شوخ رنگوں کے ایک خوبصورت لباس میں وہ بہت عجیب سی لگ رہی تھی۔ چنانچہ میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور اسے ساتھ لے کر چل پڑی، راستہ ہم نے خاصی تیز رفتاری سے

طے کیا تھا۔ لیے میں نے اس علاقے میں کوٹھیوں کے سامنے گزرنے سے احتراز کیا تھا۔ اور ان کے عقب کے راستے اختیار کیے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم نمبر چالیس کے سامنے پہنچ گئے۔ میں روپ مالا کو ساتھ لے کر اندر داخل ہوئی۔ وہ اس خوبصورت کوٹھی کو دیکھ رہی تھی۔

"بڑی حسین کوٹھی ہے تمہاری سہیلی کی؟ یہ تو شاید ابھی کچھ روز قبل ہی تعمیر ہوئی تھی۔"

"ہاں زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔" میں نے گردن ہلا دی۔ اور روپ مالا کو لیے ہوئے ڈرائنگ روم میں پہنچ گئی۔

"تمہاری سہیلی کہاں ہے؟"

"پتہ نہیں کہاں چلی گئی۔ میں ذرا ملازموں سے پوچھتی ہوں۔" جب میں اسے چھوڑ کر باہر پہنچی تو نادر وہاں موجود تھا، شاید شمشاد نے اسے اطلاع دے دی تھی۔ نادر نے پُرتشویش نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"روپ مالا کو یہاں لے آئی ہو۔؟"

"ہاں۔"

"مگر اس میں کوئی گڑبڑ تو نہیں ہوگی؟"

"کیسی گڑبڑ نادر۔؟"

"میرا مطلب ہے یہ کوٹھی اسی علاقے میں ہے۔"

"اس ہتھنی نما لڑکی کو زیادہ دور تک لے جانا ممکن بھی تو نہیں تھا۔"

"بہرحال بہرطور تم نے جو کچھ سوچا ہوگا بہتر سوچا ہوگا۔ میں تو بس یہ دیکھنے آیا تھا کہ یہاں تمہارے مطلب کی تمام چیزیں موجود ہیں یا کسی چیز کی کمی رہ گئی ہے۔"

"نہیں سب ٹھیک ہے، بس ذرا سی الجھی ہوئی ہوں میں۔"

"کیوں؟"

"دراصل یہ روپ مالا اس قدر معصوم اور سیدھی سادھی عورت ہے کہ مجھے اس کے ساتھ فراڈ کرتے ہوئے بہت دکھ ہو رہا ہے، میں چاہتی ہوں کہ اس کے خیالات میری طرف سے خراب نہ ہوں، بہرطور اس کے لیے کوئی نہ کوئی بندوبست کر دوں گی۔" تھوڑی دیر تک میں نادر سے باتیں کرتی رہی اور پھر ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئی۔

"بڑی عجیب بات ہے، اتفاق سے میں نے اس لڑکی سے تمہارا تذکرہ نہیں کیا تھا، میں نے سوچا تھا کہ اچانک ہی

نہیں اس سے ملاؤں گی، لیکن وہ کہیں چلی گئی ہے ملازمین نے بتایا ہے کہ وہ ایک آدھ ہفتے کے اندر اندر واپس آئے گی۔"

"اوہ تو یہ بہت برا ہوا۔"

"نہیں اس میں برائی کی کوئی بات نہیں، وہ میری اتنی گہری سہیلی ہے کہ اس کی یہ کوٹھی میرے لیے اجنبی نہیں ہے۔ آؤ پہلے تمہیں کھانے وغیرہ کھلواؤں، اس کے بعد اس کوٹھی کی سیر کراؤں گی۔"

"جیسا تم مناسب سمجھو، میں تو تمہارے ساتھ آئی ہوں اور اب تمہاری مہمان ہوں۔" روپ مالا نے ہنستے ہوئے کہا۔

میں نے اپنی نگرانی میں کافی تیار کروائی اور کافی میں بے ہوشی کی دوا شامل کر دی گئی۔ عمارت کے بارے میں نادر مجھے تمام تفصیلات بتا چکا تھا۔ میں نے اور روپ مالا نے کافی پی اور تھوڑی دیر کے بعد اس کی پلکیں جھپکنے لگیں۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہ صوفے پر دراز ہو گئی۔ وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔

کوٹھی میں ایک خاص قسم کا تہہ خانہ موجود تھا جس میں شاید اسمگلنگ وغیرہ کا سامان رکھا جاتا ہوگا۔ لیکن اس میں آرام دہ بستر اور ضروریات زندگی کی دوسری چیزیں بھی موجود تھیں۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں نے شمشاد کے آدمیوں کو اندر بلا لیا۔

"اسے اٹھا کر تہہ خانے میں لے چلو۔" میں نے کہا اور وہ سب ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔

"کیوں کیا بات ہے؟"

"اوہ کچھ نہیں میڈم۔ دراصل ہم یہ سوچ رہے تھے کہ کتنے آدمی مل کر اسے اٹھا سکیں گے؟" ان میں سے ایک شخص نے مسخرانہ انداز میں کہا۔

"جتنے آدمی مل کر اسے اٹھا سکتے ہو اٹھاؤ لیکن احتیاط سے، ٹوٹ پھوٹ نہ جائے۔" میں نے کہا اور وہ بے اختیار ہنس پڑے۔

بہرطور اس کے بعد ان میں سے بہت سے آدمیوں نے مل کر روپ مالا کو اٹھایا اور اسے تہہ خانے کی جانب چل پڑے۔ میں ان کی رہنمائی کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد روپ مالا کو تہہ خانے میں پہنچا دیا گیا۔

میں اسے یہاں لے تو آئی تھی، لیکن اس کے سلسلے میں بے حد پریشان تھی، اس سے نگاہیں چار کرنا میرے لیے ممکن نہیں تھا کیونکہ اتنی معصوم عورت تھی وہ کہ بس اسے دیکھ کر

حیرت ہوتی تھی۔

بہرطور میں نے اپنے دل میں کچھ فیصلے کیے۔ ان لوگوں سے میں نے کہا جو شمشاد کے آدمی تھے کہ اسے یہاں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ وہ آدمی یہاں موجود رہیں، میرے بارے میں اگر وہ کوئی سوال کرے تو تم لوگ یہی کہو گے کہ تم میری شکل و صورت کی کسی لڑکی کو نہیں جانتے۔ میری طرف سے لاعلمی کا اظہار کرنا یہ تمہارے لیے ضروری ہے۔ بصورت حالات کی ذمہ داری تم پر ہوگی۔ ان لوگوں کو یہ ہدایت دینے کے بعد میں وہاں سے نکل آئی۔ ذہن عجیب و غریب خیالات کا شکار تھا، لیکن اس وقت میں نے اپنی ساری توجہ ڈگو پر مرکوز کر دی تھی اور یہی مناسب تھا۔ ممکن ہے اس سے کچھ کام کی باتیں معلوم ہو جائیں بہرحال اس کے لیے دوسری بہت سی تیاریاں بھی کرنی تھیں اور اب فی الحال اس کوٹھی کو مجھے اپنا مستقل اڈہ بنانا تھا۔ بے چاری روپ مالا کے ساتھ جو کچھ ہوا تھا اس کا مجھے افسوس تھا۔ لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار بھی نہیں تھا۔ میں وقت گزارتی رہی اپنے ان ساتھیوں کو میں نے خصوصی ہدایات جاری کر دی تھیں۔ کافی وقت گزر گیا۔ پہلا دن گزر گیا۔ شام کو میں نے ان لوگوں سے روپ مالا کے بارے میں پوچھا تو وہ جو روپ مالا کی خدمت کے لیے خصوصی طور پر رکھے گئے تھے، پیٹ پکڑ کر ہنسنے لگے۔

"کیا بدتمیزی ہے۔ جو کچھ میں پوچھ رہی ہوں، مجھے اس کا جواب دو۔"

"بس میڈم کیا بتائیں بڑی مضحکہ خیز عورت ہے وہ ایسی ایسی حرکتیں کر رہی ہے کہ ہمارا ہنستے ہنستے برا حال ہو جاتا ہے۔"

"سنو۔ بہرطور اسے آرام سے رکھنا۔ کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے اُسے پریشانی ہو جائے۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔" ان لوگوں نے جواب دیا اور دوسرے دن شام کے پانچ بجے کے قریب مجھے میرے آدمیوں نے بتایا کہ ڈگو کوٹھی پر آ گیا ہے اور کوٹھی میں اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہے۔ میں سمجھ گئی کہ ڈگو کو روپ مالا کی گمشدگی کی اطلاع ہو گئی ہے۔ بہرطور میرے آدمی مجھے تھوڑی تھوڑی دیر بعد اس کے بارے میں معلومات فراہم کرتے رہے اور میں اپنے طور پر ایک پروگرام بناتی رہی۔ میں ڈگو سے گفتگو کرنا چاہتی تھی۔ لیکن یہاں اس کوٹھی سے فون کرنا خطرناک ہو سکتا تھا۔ کیونکہ ڈگو جرائم پیشہ آدمی تھا اور اس کے لیے یہ بات معلوم کر لینا مشکل

نہیں ہوگی کہ اُسے کہاں سے فون کیا جا رہا ہے، چنانچہ میں ایک خطرناک پروگرام بنا کر یہاں سے نکل کھڑی ہوئی۔ حالانکہ میرا یہ قدم خاصہ خطرناک ثابت ہو سکتا تھا لیکن میں اس بارے میں کچھ بھی نہیں سوچ رہی تھی، اب تو حالات ایسے تھے کہ میں اپنے آپ کو ہر خطرے میں ڈالنے کے لیے تیار تھی۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد میں اس کوٹھی کے عقب میں پہنچ گئی، جہاں روپ مالا رہتی تھی، اور پھر مجھے اس کوٹھی میں داخل ہونے میں کوئی خاص دقت نہیں ہوئی، میں دوسروں کی نگاہوں سے بچتی ہوئی اس سمت جانے لگی، جہاں ان لوگوں کی موجودگی کے امکانات ہو سکتے تھے چونکہ یہ کوٹھی میری دیکھی ہوئی تھی اس لیے میں باآسانی اس کے ایک مخصوص حصے میں پہنچ گئی۔ ڈگو ڈرائنگ روم کے دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ بہت زیادہ مضطرب نظر آ رہا تھا۔ اس کی حالت خراب معلوم ہوتی تھی۔ ہاتھوں کی مٹھیاں بار بار بھنچ رہی تھیں، غیظ و غضب کی وجہ سے اس کی آواز بھی نہیں نکل رہی تھی۔ اس کے ساتھی اس کے سامنے کھڑے ہوئے تھے اور ان سب کے چہرے اترے ہوئے تھے، کئی عورتیں بھی ان میں شامل تھیں، جو بُری طرح کانپ رہی تھیں۔

"کیا تم لوگوں نے اپنی ذمہ داری پوری کی ہے؟" ڈگو کی آواز میں خوفناک غراہٹ تھی۔ کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"میں تمہیں ہمیشہ کے لیے خاموش کر دوں گا۔ کیا تمہیں اس بات کا احساس نہیں ہے؟"

"چیف ہمیں کوئی اندازہ نہیں تھا کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ ہم بالکل نہیں جانتے کہ یہ سب کیسے ہوا جو کچھ معلوم ہوا ہے وہ بڑا عجیب ہے۔"

"کیا عجیب ہے؟"

"دو تین دن پہلے کی بات بتائی گئی ہے، ایک خوبصورت سی لڑکی مادام کے پاس آئی تھی اور مادام نے کافی وقت ان کے ساتھ گزارا تھا۔"

"کون تھی وہ؟"

"کچھ نہیں معلوم، کچھ بھی نہیں معلوم۔"

"کچھ اور معلوم ہوا اس لڑکی کے بارے میں؟"

"وہ تو آج بھی آئی تھی سر، ایک اور لڑکی لوٹ پڑی۔"

"آج بھی آئی تھی؟" ڈگو خوفناک لہجے میں دہاڑا۔ "اس کا مقصد ہے۔ اوہ۔ میں سمجھ گیا اس کا مطلب ہے روپ مالا کو دھوکا دے کر یہاں سے لے جایا گیا ہے۔ مگر وہ کون تھی

سکتی ہے۔"

"میں نہیں جانتا چیف، میں نہیں جانتا۔"

"جاؤ اُسے تلاش کرو ورنہ میں تم سب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔ جاؤ مجھے پتا نہ چلے کہ تم کون سے کمرے میں ہو اور سب پریشان ہو کر وہاں سے منتشر ہو گئے، اب ڈنگو کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں تھا۔ میں نے ان حالات پر غور کیا، باہر کی صورت حال کافی مخدوش تھی، لیکن ڈنگو یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ روپ مالا ملاں یہ رہی کے کسی علاقے میں ہو گی۔ بہرحال میں نے فیصلہ کیا اور فیصلہ یہ تھا کہ اس عمارت میں ہی کسی نہ کسی طرح چھپ چھپا کر صورت حال کا جائزہ لیا جائے۔"

ہر چند کہ اس میں بے پناہ خطرات تھے لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ ڈنگو واپس مڑا اور اپنے عقب کے دروازے میں داخل ہو گیا۔ اس نے ایک کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا تھا۔ بہرطور میں اپنے طور پر آزاد تھی اور یہاں سے اپنا کام شروع کر سکتی تھی۔ میں نے ایک کمرے کا انتخاب کیا اور اس کا دروازہ بند کر کے اطمینان سے بیٹھ گئی، پھر میں نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر ایک نمبر گھمایا اور ریسیور کان سے لگا لیا، ڈنگو جسامت کا ہلکا پھلکا ضرور تھا لیکن اس کی آواز بے حد خطرناک تھی، میں نے اپنے آپ کو سنبھال کر کہا۔

"ہیلو مسٹر ڈنگو۔"

"کون ہے تو، کیا بکواس کر رہی ہے۔" ڈنگو خونخوار لہجے میں بولا۔ میں آہستہ سے ہنس پڑی۔

"میرا خیال ہے مسٹر ڈنگو تمہارے پاگل ہونے میں بہت کم وقت رہ گیا ہے۔" دوسری طرف چند ساعت کے لیے خاموشی چھا گئی تھی، ڈنگو یقیناً اس بارے میں سوچ رہا تھا کہ وہ کون شخصیت ہو سکتی ہے جو اسے اس انداز میں مخاطب کر رہی ہے پھر وہ دھاڑا۔

"اپنے بارے میں بتا ورنہ میں ریسیور رکھ دوں گا۔"

"تو جانتا ہے ڈنگو میں کون ہو سکتی ہوں، یہ تو اچھی طرح جانتا ہے۔"

"میں کچھ نہیں جانتا تیرے بارے میں کیا تو وہی ہے جس نے روپ مالا کو اغوا کیا ہے۔"

"پہچان لیا نا اور ان لمحات کو بھی تو نے یقیناً پہچان لیا ہو گا۔ جب میں نے تیری مرمت کی تھی۔"

اوہ۔ اوہ تو ہے، ڈنگو کی آواز میں اس کے احساسات کا اندازہ لگ سکتی تھی۔

"ہاں ڈنگو میں ہی ہوں۔"

"سن لڑکی سب سے پہلے مجھے ایک بات بتا کیا مالا کو تو نے اغوا کیا ہے۔"

"یقیناً ڈنگو یقیناً۔"

"ڈنگو میں چاہوں تو تجھے قتل کر سکتی ہوں اور یہ کام میرے لیے مشکل نہیں ہو گا لیکن روپ مالا سے ملنے کے بعد میرے دل میں کشمکش پیدا ہو گئی ہے۔ اگر تو نے میری ہدایات پر عمل کیا تو میں نہ صرف تجھے معاف کر دوں گی بلکہ روپ مالا کو بھی رہا کر دوں گی لیکن یہ اس شکل میں ہو گا جب تم میرے سوالات کے صحیح جوابات دو گے، یہ بھی سن لے ڈنگو کہ تیرا ایک جھوٹ روپ مالا کی لاش کسی ٹکڑوں میں تجھ تک پہنچا دے گا، میں تجھے اس کی پوری لاش بھی نہیں دوں گی۔" میں نے سفاک لہجے میں کہا۔ اور ڈنگو سہم گیا۔

"نہیں نہیں تو اسے کچھ نہیں کہنا۔ جب تک مجھ سے آخری بات نہ کر لے اسے کچھ مت کہنا، میں تیری منت کرتا ہوں، میں نے آج تک کسی سے اتنی عاجزی سے بات نہیں کی۔"

"تو ٹھیک ہے میں وعدہ کرتی ہوں ڈنگو اگر تو مجھ سے تعاون کرے گا تو میں بھی تجھ سے تعاون کروں گی، لیکن شرط یہ ہے کہ تو حالات کو اچھی طرح سمجھ لے۔"

"دیکھ میں اعتراف کر رہا ہوں۔ میں تجھے اپنی کمزوری بتا رہا ہوں، میں ساری دنیا میں صرف روپ کو چاہتا ہوں، میں اس کے بغیر ایک پل کو زندہ رہنے کے لیے تیار نہیں ہوں، اپنے سارے مفادات اس کی زندگی کے لیے قربان کر سکتا ہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تیری ہر بات کی تعمیل کروں گا" میں نے اپنے دل میں مسرت کی لہریں پیدا ہوتی ہوئی محسوس کی تھیں۔

"ٹھیک ہے ڈنگو میں تجھ سے جو سوالات کر رہی ہوں اس کے ٹھیک ٹھیک جواب دے۔"

"ہاں۔ پوچھ۔ پوچھ۔"

"تو رادھن سنگھ کا آدمی ہے؟"

"ہاں میرا تعلق سورج گرہن سے ہے۔"

"رادھن سنگھ کہاں ہے اس وقت؟"

"وہ اپنے علاقے میں ہے یہاں موجود نہیں ہے۔"

"مسٹر سفیار رادھن سنگھ کے خاص آدمی تھے۔"

"رادھن سنگھ کے آدمی نہ کہو وہ تو سورج گرہن کا نمائندہ تھا۔؟"

"اور رام داس؟"

"رام داس بھی سورج گرہن کا نمائندہ ہے، لیکن میرا دوست ہے۔"

"رام داس کہاں ہے اس وقت۔"

"وہ پتا نہیں کہاں ہے ممکن ہے پونا میں ہو، ممکن ہے بمبئی میں ہو اور مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔"

"سورج گرہن کے کتنے افراد ہندوستان میں موجود ہیں؟"

"میں نہیں جانتا، ہم میں سے کسی کو اتنا زیادہ نہیں معلوم ہوتا، بس تھوڑا تھوڑا سب کو بتا دیا جاتا ہے۔ یعنی اتنا جتنی ضرورت ہوتی ہے۔"

"سن ڈنگو یہ بتا کہ سورج گرہن میں تیرا کیا مقام ہے؟"

"میں ان لوگوں کے لیے ایک معروف آدمی ہوں، وہ مجھے بہت سارے معاملات دیتے رہتے ہیں جن کی تکمیل مجھے کرنا ہوتی ہے۔"

"ڈنگو، روپ مالا میری تحویل میں ہے اور تیری امانت کے طور پر میرے پاس رہے گی لیکن اس کے لیے تجھے ایک کام کرنا ہو گا؟"

"کیا؟"

"رادھن سنگھ کا خاتمہ۔"

"کیا کہہ رہی ہے کیسی عجیب بات کہہ رہی ہے کیا تو جانتی ہے کہ رادھن سنگھ کیا ہے، کنور رادھن سنگھ کو قتل کرنا کسی عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے وہ سورج گرہن کی ناک ہے۔"

"میں اس ناک کو کاٹ دینا چاہتی ہوں۔"

"اور یہ کام تو مجھ سے لے گی؟"

"ہاں تو کہہ چکا ہے کہ ساری دنیا میں تو سب سے زیادہ روپ کو چاہتا ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو تجھے یہ کام کرنا ہو گا۔"

"مگر یہ کام اتنا آسان تو نہیں ہو گا۔"

مشکل ہو یا آسان مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے میں تیرے سامنے بھی بیٹھ سکتی ہوں، ایک ہزار بار آ سکتی ہوں لیکن ایسی حالت میں کہ اگر میرا بال بھی بیکا ہوا تو روپ مالا کو اسی جگہ ہلاک کر دیا جائے گا جہاں وہ موجود ہے۔

"سن تو سہی۔ سن تو سہی۔ بات تو سن کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ تو اسے میرے حوالے کر دے، اس کے بعد میں تیرے ساتھ مل کر کام کروں، دیکھ میری بات سن لے اگر میں اس کی شکل نہیں دیکھتا تو میں کسی کام کا نہیں رہتا۔ مجھ سے زندگی کا کوئی کام نہیں ہو سکتا، تو نہیں جانتی کہ وہ میرے بچپن کا پیار ہے اور میری زندگی میں سب سے بڑی حیثیت رکھتی ہے جو کوئی نہیں رکھتا، میں اس کے بغیر بالکل ناکارہ ہوں۔ اب اگر میں یہاں سے نکل بھی گیا تو ویل بھی سے وہ کام نہیں کر سکوں گا جو تو میرے حوالے کر دے گی، دوسری شکل میں میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ تجھ سے تعاون کروں گا۔"

"تیرے پیر میرے قتل کی ذمہ داری ہے نا۔"

"ہاں مجھ سے کہا گیا ہے کہ تجھے ہلاک کر دیا جائے، ہر جگہ سورج گرہن کے نمائندوں کو تیری تصویر دکھا کر یہ ہدایت کر دی گئی ہے کہ یہاں بھی تو نظر آئے، یا تو تجھے قتل کر دیا جائے یا گرفتار کر کے رادھن سنگھ کے پاس پہنچا دیا جائے۔"

"ڈنگو مجھے بہت کچھ کرنا ہے، اتنا کچھ کرنا ہے تجھے کہ تو تصور بھی نہیں کر سکتا، روپ مالا میرے پاس ایک آخری کارڈ کے طور پر ہے، میں تجھ سے اس کی زندگی کا وعدہ کر سکتی ہوں، اسے تیرے حوالے نہیں کر سکتی جب تک کہ تو میرا کام نہ کر دے۔"

"آہ۔ تو نے بہت مشکل کام میرے سپرد کیا ہے۔" "میں زندگی کی قیمت پر بھی تیرا ہر کام کرنے کو تیار ہوں، لیکن یہ تو میری زندگی سے بھی آگے کی بات ہے۔"

"ڈنگو تو بے پناہ قوت کا مالک ہے، میں جانتی ہوں کہ تو بے پناہ قوت کا مالک ہے، تو معمولی شخصیت نہیں ہے۔ تو میرا یہ کام کر دے، روپ مالا تجھے مل جائے گی۔ ورنہ دوسری شکل میں میرے لیے ممکن نہ ہو گا۔"

"تو پھر۔ تو پھر تو مجھ سے رابطہ قائم رکھ، میں تیری امداد کرنے کے لیے تیار ہوں، لیکن وعدہ کر کے میری روپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں ڈنگو کہ جو کچھ کہہ رہی ہوں اس پر عمل کروں گی۔ تو کہاں سے بول رہی ہے۔"

"مجھ سے ملاقات کر، مجھ سے مل لے، اب جبکہ روپ مالا تیرے قبضے میں ہے، میں تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔" اس نے کہا۔ لیکن میں ابھی کوئی جواب نہ دینے پائی تھی کہ میرے کمرے کے دروازے پر دستک سنائی دی، اور پھر ایک دھاڑ سنائی دی۔"

"کون ہے اندر، دروازہ کھولو کون ہے اندر۔" میں ایک لمحے کے لیے سٹپٹا گئی۔ میں نے فون کا ریسیور رکھ دیا اور جلدی سے ریوالور نکال لیا۔ یہ انتہائی خطرناک لمحات تھے میرے لیے۔ دستک پھر سنائی دی اور میں نے قرب و جوار میں نگاہ دوڑائی۔ میں اس وقت بری طرح پھنس گئی تھی۔ اگر میں چاہتی تو دروازے پر فائرنگ کر کے ایک آدھ کو ٹھنڈا کر سکتی تھی لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ یہاں میں تنہا تھی اور ٹونگو کے بے شمار ساتھی کوٹھی کے اطراف میں پھیلے ہوئے تھے۔ ایسی صورت میں کوئی خطرہ مول لینے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ بہتر یہ تھا کہ یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرتی کیونکہ ٹونگو سے اس وقت ہونے والی گفتگو کا ردِ عمل دیکھنا بھی ضروری تھا لیکن موجودہ صورت حال بتانے باہر موجود لوگوں کو کیا شبہ ہوا ہے۔ کمرے میں کوئی ایسی کھڑکی وغیرہ بھی نہیں تھی جس کے ذریعے باہر نکلنے کی کوشش کی جاتی۔ دیوار کے اوپری حصے میں ایک خوبصورت روشندان دیکھ کر مجھے امید بندھی۔ روشندان پر شیشہ لگا ہوا تھا۔ اور درمیان میں ہوا روکنے کے لیے ایک سفید سلاخ تھی۔ اگر یہ سلاخ نکل جائے تو پھر میرے بدن کو روشندان سے نکلنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی لیکن روشندان تک پہنچنے کا مسئلہ تھا۔ یہ سب کچھ چند لمحات میں کرنا تھا اور میرے تیز رفتاری سے کام کرنے والے ذہن نے ایک فیصلہ کر لیا۔ باہر سے آواز آئی۔

"میں کہتا ہوں کہ دروازہ کھولو ورنہ میں فائر کر دوں گا۔"

میں دروازے کے سامنے سے ہٹ کر دیوار کی سمت ہٹتی ہوئی دروازے کے قریب پہنچ گئی۔

"نہیں۔ میں دروازہ نہیں کھولوں گی۔" میں نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کون ہو تم، اندر کیا کر رہی ہو۔" باہر سے غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"میں۔ میں مسٹر ٹونگو کے غصے کا شکار ہوں۔ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں خود کو ان کی نگاہوں سے دور کر دوں ورنہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔"

"دروازہ کھولو وہ اس وقت اپنے کمرے میں ہیں۔"

"نہیں کھولوں گی۔" میں نے کہا اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ شخص بھی ٹلنے والا نہیں ہے۔ چنانچہ اس بات کے بعد میں نے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ میں نے وہ میز اٹھائی جو میرے سامنے رکھی تھی اور اسے روشندان کے نیچے رکھ دیا۔ اس کے بعد میز پہ کرسی رکھی اور آہستہ سے اس پر چڑھ گئی۔ دوسری طرف سے اس شخص کی آواز مسلسل آ رہی تھی۔ بجانے وہ کیا کیا اول فول بک رہا تھا لیکن میں نے اس کی بکواس پر کوئی توجہ نہیں دی اور اپنے کام میں مصروف رہی۔ روشندان کی درمیانی سلاخ بھی کمزور نہیں تھی۔ پہلے میں نے اسے روشندان میں بنے ہوئے سوراخوں سے نکالنے کی کوشش کی، اور جب اس میں ناکام رہی تو انگلیاں ٹیڑھی کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ میں نے سلاخ کو درمیان سے اس طرح کھینچنا شروع کیا کہ اس کے سرے ڈھیلے ہو جائیں، اور کافی دیر تک میں اس سلسلے میں کوشش کرتی رہی۔ میں تقریباً چالیس پچاس سیکنڈ کے اندر اندر اپنے اس کام میں کامیاب ہو گئی۔ چنانچہ میں نے سلاخ کو باہر نکالا اور دونوں ہاتھ چوکھٹ پر رکھ کر باہر چھت پر نکل گئی لیکن چھت کے سرے پر رکنا حماقت کی بات تھی۔ میں نے سوچا دیکھوں کہ دروازے پر کھڑے ہوئے لوگ کیا کر رہے ہیں، چنانچہ میں بے آواز چلتی ہوئی دروازے پر آ گئی، اور یہ بہتر ہی ہوا کہ میں وقت پر اپنی کوشش میں کامیاب ہو گئی تھی۔ دروازے کے سامنے اب کئی افراد جمع ہو چکے تھے، اور آپس میں کھڑے چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ پھر ان میں سے ایک نے پیچھے ہٹ کر زور سے دروازے پر ٹھوکر ماری، لیکن یہ آدمی اتنا طاقتور نہیں تھا کہ ایک ہی ٹھوکر میں دروازہ اکھاڑ کر پھینک دیتا۔ اس ناکامی کے بعد دوسرے آدمی نے کوشش شروع کی۔ مجھے یقین تھا کہ چند آدمی مل کر دروازہ ضرور اکھاڑ پھینکیں گے، لیکن اب میرا یہاں رکنا مناسب نہیں تھا۔ وہ یہ اندازہ بھی لگانے کی کوشش کریں گے کہ میں روشندان سے فرار ہوئی ہوں۔ اور اس کے بعد وہ تجسس کا شکار ہو جائیں گے۔

سب سے زیادہ پریشانی کی بات یہ تھی کہ باہر ان کے آدمی پھیلے ہوئے تھے اور پوری طرح کسی کی تلاش میں مستعد تھے۔ اگر یہاں سے نکل کر میں باہر کا رخ کرتی ہوں تو پھنس جانے کا اندیشہ ہوگا۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ اس عمارت ہی میں، میں انہیں چکر دیتی رہوں۔ چنانچہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر میں چھت کے دائیں سمت چل پڑی، یہاں سے اترنے کے لیے راستہ تلاش کیا اور انتہائی خطرناک راستے سے نیچے اتر گئی۔ حالانکہ بلندی زیادہ نہیں تھی لیکن میں نے اس راستے کو خطرناک اس لیے کہا کہ نیچے کودنے کی آواز بھی پیدا ہو سکتی تھی اور یہی ہوا، غالباً انہوں نے یہ آواز سن لی تھی۔ دوسرے لمحے چند

افراد اس دروازے سے باہر نکلے جسے وہ توڑ کر اندر داخل ہو چکے تھے اور غالباً صورت حال ان کی سمجھ میں آ گئی۔

"وہ رہی۔" کسی نے زور سے آواز لگائی اور میں برق رفتاری سے ایک راہداری میں گھوم گئی۔ بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں مجھے اپنے پیچھے سنائی دے رہی تھیں۔ راہداری کے آخری سرے پر پہنچ کر میں ٹھٹھر گئی۔ وہ لوگ میرے پیچھے آ رہے تھے۔ یہاں ایک پائپ لگا ہوا تھا جو اوپر کی منزل تک پہنچتا تھا۔ میں نے ایک لمحے میں فیصلہ کیا اور دوسرے لمحے میری انگلیاں پائپ پر جم گئیں۔ میں اتنی تیزی سے اوپر چڑھی تھی کہ مجھے خود بھی حیرت ہوئی۔

پائپ شاید عمارت کی پشت پر گندے پانی کی نکاسی کے لیے تھا۔ میں اس سے متصل ہوئی اس کھڑکی تک پہنچ گئی جو کھلی ہوئی تھی اور پھر میں کھڑکی میں گھسنے میں کامیاب ہو گئی۔ یہ کچن تھا۔ نفیس اور آراستہ، عمدہ کچن جو عمدہ قسم کی چیزوں سے بھرا ہوا تھا لیکن مجھے بھلا ان چیزوں سے کیا دلچسپی ہوتی۔ میں دروازہ کھول کر باہر نکل آئی اور پھر مجھے دوبارہ ایک راہداری میں دوڑنا پڑا۔ میں ان لوگوں کو اتنا پریشان کرنا چاہتی تھی کہ وہ زندگی سے عاجز آ جائیں۔ چنانچہ اوپر رکنے کے بجائے میں سیڑھیاں تلاش کر کے دوبارہ نیچے اتر آئی۔ اب میں ایک ہال میں تھی وسیع اور کشادہ ہال میں، جسے میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ اس کے اندر دو دروازے تھے۔ میں نے فیصلہ کیا اور پھر ایک دروازے سے اندر داخل ہو گئی۔ دروازے کے دوسری طرف راہداری تھی۔ اس راہداری میں ایک کھلا صحن تھا اور کمروں کی قطار بائیں سمت نظر آ رہی تھی۔ بہت سے دروازے تھے جن میں سے ایک کا میں نے انتخاب کیا اور اس میں داخل ہو گئی۔ یہ چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں معمولی فرنیچر پڑا ہوا تھا۔ اندر داخل ہو کر میں نے دروازہ بند کر لیا اور تیز سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگی۔ ویسے اب اس بات کے امکانات تھے کہ پستول کے استعمال کی نوبت بھی آ جائے۔ چنانچہ میں نے پستول نکالا اور اس کے چیمبر چیک کر کے ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ میں جانتی تھی کہ وہ فوراً ہی اس کمرے کا رخ نہیں کریں گے۔ بلکہ ابھی تو وہ یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے ہوں گے کہ میں کس طرف گئی ہوں۔ ممکن ہے اوپر کی چھت۔ ابھی میں اتنا ہی سوچ پائی تھی کہ میرے اندازے کی تصدیق ہو گئی۔

چھت کے اوپر بھاگتے دوڑتے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے دل میں سوچا کہ میں تمہارے ہاتھ آسانی سے نہیں آؤں گی۔ تمہیں میرے سلسلے میں کوئی پاپڑ بیلنا پڑیں گے۔ اپنی اس نئی زندگی پر میں بہت مطمئن و مسرور تھی۔ میرے استاد لی ینگ نے مجھے جو کچھ سکھایا تھا ابھی تک اس کے استعمال کی نوبت نہیں آئی تھی لیکن اس ورزش نے جو مجھے جوڈو کراٹے کے سلسلے میں کرنی پڑی تھی، میرے جسم میں بے انتہا پھرتی پیدا کر دی تھی اور اب درحقیقت میں وہ کوشش نہیں تھی جو کبھی زمانے کی چیرہ دستیوں کا شکار رہتی۔

میں سوچنے لگی کہ جب تک وہ لوگ اس طرف متوجہ نہیں ہوتے آرام کیا جا سکتا ہے، چنانچہ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ پستول میری گود میں رکھا ہوا تھا اور میں دھڑکتے دل کے ساتھ آنے والے وقت کے لیے فیصلے کر رہی تھی۔ دفعتاً میں چونک پڑی۔ میں نے دل میں سوچا کہ اب تک میں تو حماقت کرتی رہی ہوں۔ میرے پاس ایک بہترین ذریعہ موجود ہے۔

دوسرے لمحے میں اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ چنانچہ اس سے عمدہ ترکیب میرے ذہن میں کوئی اور نہیں آ سکتی تھی۔ میں پستول ہاتھ میں لیے دروازے کے نزدیک پہنچی اور دروازے سے کان لگا کر میں نے باہر کا جائزہ لیا۔ اس طرف کوئی آواز نہیں تھی چنانچہ میں دروازہ کھول کر باہر نکل آئی اور پھر انتہائی برق رفتاری سے دوڑتی ہوئی راہداری کے سرے پر پہنچ گئی۔ لیکن اب میں سرے پر رکی تھی کہ اس طرف سے مجھے دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی، اور اب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں پھر کسی کمرے میں گھس جاؤں۔ چنانچہ سرے کے نزدیک جو آخری کمرہ تھا میں نے آہستگی سے اس کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئی۔

اندر داخل ہو کر میں نے بے آواز انداز میں دروازہ بند کر لیا۔ دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں کمرے کے سامنے سے گزر گئی تھیں۔ وہ لوگ غالباً اب اس طرف متوجہ ہوئے تھے اور یہ ان کی حماقت سمجھی جا سکتی تھی یا پھر بدحواسی کہ انہوں نے سب سے پہلے اسی کمرے کا دروازہ کھولا جس میں، میں چند ساعت پہلے موجود تھی۔ دروازہ کھول کر وہ سب اندر گھس گئے۔ میں نے دروازے سے جھانکا۔ احمق لوگ سب کے سب دروازے سے اندر داخل ہو گئے تھے۔ اگر ان میں سے ایک آدھ باہر رہتا تو شاید مجھے اس کمرے کے دروازے سے نکلتا ہوا دیکھ لیتا۔

مگر اس قسم کے لوگ ایسی حماقتیں نہ کریں تو ہمارے لیے بے حد مشکلات پیدا ہو جائیں۔ چنانچہ دروازہ کھول کر میں آسانی راہداری کے دوسرے سرے پر پہنچ گئی۔ اب میں اس کمرے تک آسانی سے پہنچ سکتی تھی جس میں ٹونگو موجود تھا۔ میرا اندازہ

درست نکلا۔ ڈنگو اپنے کمرے کے دروازے پر کھڑا ہوا اور بے چینی سے ادھر ادھر کان لگا رہا تھا۔ غالباً آوازیں سننے میں مصروف تھا پھر اس نے دھاڑ کر کہا۔

"سور کے بچو۔ کیا دھما چوکڑی مچاتے پھر رہے ہو۔ میرے پاس آؤ۔" لیکن ان لوگوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں اس سے چند گز کے فاصلے پر موجود تھی اور بے چینی سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی اس وقت خطرہ یہ تھا کہ کوئی ڈنگو کی دھاڑ سن کر اس طرف آ جائے چونکہ اس کی آواز معمولی نہیں تھی۔ پھر شاید میری قسمت کا یاور تھی کہ وہ چند قدم آگے بڑھ کر ایک سمت چل پڑا اس نے پھر خونخوار لہجے میں کہا۔

"میں کہتا ہوں کہاں مرتے پھر رہے ہو تم سب لوگ صورت حال کیا ہے؟" اس کی خونخوار آواز ابھری۔ لیکن اس کا دروازے سے ہٹ آنا میرے حق میں بہت مفید ثابت ہوا۔ میں پھرتی سے اس کمرے میں گھس گئی جس میں چند لمحات پہلے وہ موجود تھا میں نے آگے آواز تک نہ محسوس ہونے دی تھی اور اب میں اپنے خیال میں ایک محفوظ مقام پر تھی ڈنگو کے اس کمرے میں مجھے جو تحفظ مل سکتا تھا۔ وہ کہیں اور نہیں مل سکتا تھا۔

کمرے میں ایک مسہری بچھی ہوئی تھی۔ خاصا وسیع و کشادہ کمرہ تھا۔ جسے یقیناً خوابگاہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہوگا۔ زمین پر قالین بچھا ہوا تھا۔ میں اطمینان سے مسہری کے نیچے رینگ گئی اور آخر میں وہ قالین پر چت لیٹ گئی۔ پستول میں نے اپنے سینے پر رکھ لیا تھا۔

مسٹر ڈنگو۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا اب اگر مجھے رات بھی یہاں ہو جائے تو مجھے پرواہ نہیں ہے۔ دیکھتی ہوں تمہارے آدمی مجھے کہاں کہاں تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ میں نے سوچا اور اطمینان سے لیٹی باہر کی آوازوں پر کان لگائے رہی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ڈنگو دوبارہ کمرے میں واپس آ گیا وہ دروازے کی چوکھٹ کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ اس کی دھاڑیں سن کر غالباً چند افراد اس کے پاس پہنچ گئے۔

"تم۔ تم کیا کرتے پھر رہے ہو؟" ڈنگو وحشیانہ انداز میں پوچھا۔

"جی۔ جناب۔ وہ۔"

"کتے۔ بے غیرت میں کتنی دیر سے آوازیں دے رہا ہوں اور تم خرگوشوں کی طرح دوڑتے پھر رہے ہو۔ کیا مصیبت نازل ہوئی ہے تم پر کیا مجھے یہ بتانا ضروری نہیں ہے۔" ڈنگو وحشیانہ انداز میں دھاڑا۔

"اوہ۔ جیف۔ جیف وہ۔"

"میرے نزدیک آ۔ تو میرے نزدیک آ۔" ڈنگو خونخوار لہجے میں بولا۔

"معافی چاہتا ہوں جناب۔ دراصل ایک عجیب واقعہ پیش آ گیا ہے۔"

"میں نے کہا ہے کہ میرے نزدیک آ۔" ڈنگو دہاڑا اور وہ آدمی اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے مسہری کے نیچے سے جھانکنے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن تھوڑی دیر کے بعد کچھ عجیب سی گھٹی گھٹی سی آوازیں سنائی دیں اور پھر ایک چیخ کی آواز کے ساتھ وہ شخص زمین پر گر پڑا اور ڈنگو نے اس کے سینے پر پاؤں رکھتے ہوئے کہا۔

"اب بول کیا بکواس کر رہا تھا۔؟"

"وہ۔ وہ جناب۔ ایک کمرے سے عجیب سی آوازیں سنائی دیں، ہم نے دروازے کے نزدیک پہنچ کر دیکھا تو دروازہ اندر سے بند تھا اور جب وہ دروازہ توڑا گیا تو وہ۔ وہ روشندان سے باہر نکل گئی تھی۔"

"کون۔؟" ڈنگو دھاڑا۔

"پتہ نہیں کون تھی جناب؟ لیکن وہ اجنبی تھی ہم نے اس کی شکل پہلے اس کوٹھی میں کبھی نہیں دیکھی۔"

"تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ پاگل ہو گیا ہے کیا تو۔؟" ڈنگو دھاڑا۔

"معاف کریں چیف میرا کوئی قصور نہیں ہے ہم لوگ پاگلوں جیسا اسے تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔"

"کون تھی وہ۔ اور اس عمارت میں کیسے گھس آئی۔"

"پتہ نہیں جناب وہ ہمیں ساری عمارت میں چکر دیتی پھر رہی ہے۔"

"اوہ۔" ڈنگو کچھ دیر تک خاموش رہا اور پھر اس نے کہا۔

"باقی لوگ بھی اسے تلاش کر رہے ہیں۔"

"ہاں چیف۔ وہ اس عمارت میں موجود ہے باہر جانے کے تمام راستے بند کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن بتانا کہ کمبخت کہاں کہاں چھپتی پھر رہی ہے اب مجھے اجازت دیں ہم سب اسے تلاش کر کے ہی دم لیں گے۔"

"مگر وہ کون ہو سکتی ہے۔" ڈنگو خود بخود بڑبڑایا۔ یہ دوسری بات تھی کہ اس کی بڑبڑاہٹ میں نے بھی سنی تھی۔ وہ شخص جس کی ڈنگو نے مرمت کی تھی شاید موقع پا کر کھسک گیا تھا۔ میں مسہری کے نیچے لیٹی حالات پر غور کر رہی تھی کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ چند ساعت کے بعد ڈنگو مسہری پر آ بیٹھا۔ مجھے تلاش کرنے والے یقیناً اب بھی ساری کوٹھی میں بھاگتے پھر رہے ہوں گے میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا خطرہ مول لینا چاہیئے یا نہیں اگر ڈنگو میری رہائی پر آمادہ نہ ہوا تو میں واقعی مصیبت میں پھنس جاؤں گی۔ لیکن یہاں آنے سے قبل میں نے اپنے ذہن میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ کچھ بھی ہو جائے میں روپ مالا کو اپنا شکار بنائے رکھوں گی چونکہ ڈنگو اسی کے ذریعے میرے قبضے میں آ سکتا ہے چند لمحات میں اپنی جگہ سے نکل اور میں نے یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ ڈنگو اس وقت کس پوزیشن میں ہے۔ ڈنگو شاید مسہری پر لیٹ گیا تھا۔ میرے قدموں کی چاپ اس کے کانوں تک نہیں پہنچی تھی۔ لیکن جب میں نے دروازہ بند کیا تو وہ اچھل کر بیٹھ گیا۔

"کون ہو تم۔؟ ہو تم۔؟" اور دوسرے لمحے اس نے شاید مجھے پہچان لیا لیکن پستول کا رخ اس کی کھوپڑی کی طرف تھا۔ میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں ہوں ڈنگو۔ تم مجھے پہچانتے ہو۔"

"اوہ تم۔ تم۔ یہاں کیسے گھس آئیں۔"

"میں اسی عمارت میں تھی ڈنگو جب میں نے تمہیں ٹیلی فون کیا تھا میں تم سے بات کر رہی تھی کہ تمہارے آدمی اس کمرے کے دروازے تک پہنچ گئے، جہاں میں موجود تھی۔ مجبوراً مجھے وہاں سے روشندان کی سلاخ توڑ کر نکلنا پڑا۔ اور اس کے بعد میں نے تمہارے کمرے میں آ کر پناہ لی۔"

"خدا کی پناہ۔ یہ تو عورت ہے یا شیطان میں نے تیری جیسی شیطان فطرت عورت کبھی نہیں دیکھی۔"

"اور شاید کبھی دیکھ بھی نہ سکو گے ڈنگو لیکن اب ہمیں ایک دوسرے سے ذرا مختلف انداز میں گفتگو کرنی چاہیئے چونکہ ہمارے درمیان ایک دوستانہ معاہدہ ہو چکا ہے اگر تم اس کی خلاف ورزی کرنا چاہتے ہو تو دوسری بات ہے میرے بارے میں کہ لوا میں ہر قیمت پر یہاں سے نکل جاؤں گی تمہارے یہ چوہے مجھے قابو میں نہیں کر سکتے۔ لیکن اس کے بعد معاہدے کی خلاف ورزی کا یہ جو نقصان اٹھانا پڑے گا، اس کا تم خود تصور کر لو۔ دیکھو ڈنگو انسان بعض مجبوریاں کسی طور نظر انداز نہیں کر سکتا اور ان مجبوریوں میں سب سے بڑی مجبوری محبت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم اس معصوم لڑکی کو چاہتے ہو جس کا نام روپ مالا ہے۔ میں نے کہا۔

"ہاں۔ ہاں ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ میں تجھ سے تعاون کروں گا۔ بول کیا چاہتی ہے؟"

"بس کچھ نہیں میرے اور تمہارے درمیان جو معاہدہ ہوا ہے میں اس وقت تک اس کی پابندی کروں گی جب تک تم کرتے رہو گے۔ وہ میرے قبضے میں ہے۔ میں نے اپنے آدمیوں سے کہہ دیا تھا کہ اگر میں ایک مخصوص وقت تک وہاں نہ پہنچ پاؤں تو پھر اس کے ساتھ بہتر سلوک نہ کیا جائے جب انہیں یہ علم ہوگا کہ مجھے قتل کر دیا گیا ہے تو وہ اس کی لاش بھی تیرے سامنے پیش کر دیں گے۔"

"نہیں نہیں یہ تجھے کیسے اندازہ ہوا کہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔ تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا لیکن اب جب تو میرے سامنے آ گئی ہے تو براہ کرم مجھ سے بیٹھ کر بات کر۔ یہاں کوئی نہیں آئے گا۔ آئے گا تو میں بھگا دوں گا۔" ڈنگو نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ مجھے اپنے اس شاندار کارنامے پر فخر ہو رہا تھا جس کے تحت میں نے ڈنگو کو قبضے میں کر لیا تھا اگر روپ مالا میرے قبضے میں نہ ہوتی تو یقینی طور پر ڈنگو اس طرح میرے قابو میں نہ آتا۔ ایسا جیسے وحشی انسان کو قابو میں لانے کے لیے مجھے جو پاپڑ بیلنا پڑے تھے میں ہی جانتی تھی۔ بہر طور میری محنت کامیاب ہوئی تھی میں نے اسے ناکارہ کر دیا تھا اور اس وقت وہ بے بس چوہے کی مانند میرے سامنے بیٹھا ہوا تھا بہر طور چند لمحات اسی طرح خاموشی سے گزر گئے۔ پھر میں نے ڈنگو سے کہا۔

"جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے ڈنگو۔ کیا تم اس پر عمل کرنے کو تیار ہو؟"

"پہلے مجھے روپ مالا کے بارے میں بتاؤ۔ اسے تو نے کس طرح اغوا کیا؟ وہ زخمی تو نہیں ہوئی۔" ڈنگو ہاتھ ملتے ہوئے بولا۔

"نہیں۔ اس کے بدن پر ایک خراش بھی نہیں ہے اور نہ ہی میں اس جیسی معصوم لڑکی کے ساتھ یہ سلوک کر سکتی ہوں۔ یقین کرو اپنے مشن کی تکمیل کے لیے میں تم جیسے ہزاروں انسانوں کو قتل کر سکتی ہوں لیکن روپ مالا کی محبت کے سامنے مجھے تمہاری زندگی کی حفاظت بھی کرنی پڑے گی۔ محبت ایسی ہی عظیم چیز ہوتی ہے۔"

"اوہ۔ تو ٹھیک کہتی ہے واقعی محبت کے ہاتھوں انسان بالکل گدھا بن جاتا ہے۔ مجھے یہ بتا کہ اگر راڈمن سنگھ کے

خلاف میں تیری مدد نہ کر سکا تو پھر کیا ہوگا۔

"میں جانتی ہوں ڈنگو کہ تم میرے لیے کیا کر سکتے ہو۔" اگر کسی کام کے سلسلے میں مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ تم اسے خلوص سے انجام دینے کے باوجود اس میں کامیاب نہیں ہوئے تو میں تمہیں ذمہ دار نہیں ٹھہراؤں گی۔

"اس بات کے لیے تیرا شکریہ لیکن مس مالا کو کسی چیز کی تکلیف نہیں ہونی چاہیئے۔ تجھے جس چیز کی ضرورت ہو مجھ سے لے لے اس کی صحت کا پوری طرح خیال رکھنا اس کی صحت میں کوئی خرابی نہ ہو۔"

"تم اس کی کوئی فکر نہ کرو ڈنگو جب تک تم میرے لیے خلوص سے کام کرتے رہو گے وہ میرے لیے معزز رہے گی۔ ویسے یہ سب کچھ تمہارے اوپر ہے۔"

"تو بے فکر رہ۔ جو کچھ تو مجھے بتائے گی اس کی انجام دہی کے سلسلے میں، میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ ڈنگو نے عاجزی سے کہا۔ اس کے تمام کس بل نکل چکے تھے۔ ویسے محبت کے ہاتھوں اس کی بے بسی قابل دید تھی۔ مجھے اس پر ہنسی بھی آ رہی تھی اور تھوڑا سا افسوس بھی تھا۔

"رادھن سنگھ سے تمہارا براہ راست رابطہ رہتا ہے ڈنگو؟"

"کبھی کبھی۔" جب یہاں اسے کوئی ضرورت پیش آتی ہے۔

"ان دنوں وہ یہاں کیا کام کر رہا ہے؟"

"کچھ نہیں۔ بس آج کل اس کے سر پر تمہارا ہی بھوت سوار ہے۔ اس نے اپنے تمام آدمیوں کو ہدایت کر دی ہے کہ کسی بھی قیمت پر تمہیں حاصل کر کے اس کے حوالے کر دیں۔"

"تمہیں ایک کام کرنا ہے۔ ڈنگو ایک خصوصی کام۔"

"کیا۔؟"

"سنو۔ پونا میں ایک عورت کنول کماری کے نام سے رہتی ہے۔ تمہیں کنول کماری سے مل کر یہ معلوم کرنا ہے کہ روپا اس کے پاس پہنچ گئی یا نہیں۔ اگر روپا اس کے پاس پہنچ گئی ہے ڈنگو تو تم کنول کماری سے مل کر روپا کے تحفظ کا بندوبست کرو گے۔ روپا در اصل میری بہن ہے۔ میں تمہیں اپنی پوری کہانی نہیں سناؤں گی ڈنگو بس یوں سمجھ لو کہ پہلے میں یہ سب کچھ نہیں تھی۔ رادھن سنگھ نے میرے پورے پریوار کو ختم کر دیا اور اس کے بعد میں اس سے انتقام پر آمادہ ہو گئی اور اب میرے اور اس کے درمیان چل رہی ہے۔ روپا میری بہن ہے لیکن ایک بات سن لو ڈنگو کہ اگر مجھے یا میری بہن کو کوئی نقصان پہنچا تو اس کی ذمہ داری بھی تم پر عائد ہوگی۔ تم براہ راست رادھن سنگھ پر اگر قبضہ نہیں پا سکتے تو کم از کم اس کا تو انتظام کر سکتے ہو کہ مجھے اس کی کارروائی سے آگاہ کرتے رہو۔ یہ بتاتے رہو کہ یہاں کون کون میری زندگی کے درپے ہے۔"

"مگر۔ مگر کوشل دیوی۔ یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا رادھن سنگھ تو تمہارا دشمن ہے۔ تمہارا دشمن رہے گا۔"

"میں تم سے یہی بتانا چاہ رہی ہوں ڈنگو میں اپنے اس دشمن کا خاتمہ چاہتی ہوں۔ سورج گرہن سے مجھے اور کوئی پرخاش نہیں ہے۔ اگر سورج گرہن سے رادھن سنگھ کا نام ختم کر دیا جائے تو پھر اس سے میرا کوئی تعلق نہیں رہ جاتا۔ میں تو صرف رادھن سنگھ کی دشمن ہوں۔ تم سب سے پہلے تو مجھے اور روپا کو تحفظ دو گے۔ اور اس کے بعد رادھن سنگھ کے خاتمے کے سلسلے میں میری مدد کرو گے۔ تم اگر سورج گرہن کے آدمی ہو تو کسی کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ میں سورج گرہن کے خلاف ہوں کیونکہ میں سرے سے اس کے خلاف ہی نہیں ہوں۔ ہاں اگر رادھن سنگھ میرا شکار بن جائے تو پھر میں اپنا کام با آسانی کر سکتی ہوں۔

"مگر اس دوران۔ میرا مطلب ہے روپ مالا کا کیا ہوگا۔"

"وہ میرے قبضے میں آرام سے رہے گی تم جتنی جلدی میرا کام کرا دو گے اتنی ہی جلدی روپ مالا کو میں تمہارے حوالے کر دوں گی۔"

"تمہیں۔ نہیں میں اُسے دیکھتے رہنا چاہتا ہوں۔ میں اس سے ملیں اس سے۔"

"اس کی تم فکر نہ کرو اگر ہمارے اور تمہارے درمیان بہتر تعلقات قائم ہو گئے ڈنگو تو ممکن ہے میں تمہیں اس کو دیکھنے یا اس کی آواز سنانے کا بندوبست کر دوں۔ ڈنگو بے بسی سے مجھے دیکھتا رہا۔ اب اس کی آنکھوں میں ڈھیلا پن پیدا ہو گیا تھا پھر وہ گہری سانس لے کر بولا۔

"مجبور ہوں اس کے لیے۔ حالانکہ سچی بات یہ ہے کہ رادھن سنگھ سے میرا کوئی دلی رشتہ نہیں ہے۔ بس وہ تنظیم کا آدمی ہے اور تنظیم کے بڑوں کی حیثیت رکھتا ہے اس لیے میں اس کا احترام کرتا ہوں۔ تنظیم سے مجھے بھی بے شمار فائدے ہیں لیکن یہ نہیں ہے کہ میں رادھن سنگھ سے کوئی خاص عقیدت رکھتا ہوں۔ اگر تمہاری اس سے دشمنی ہے تو تم ضرور اسے قتل کر دو۔ میں تم سے یہ وعدہ کر سکتا ہوں کہ اس سلسلے میں تمہاری پوری پوری مدد کروں گا۔ لیکن روپ مالا کو میرے حوالے کر دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم سے اپنی تمام دشمنی ختم کر کے یہ لمحات بھول جاؤں گا اور تمہارے ساتھ اسی طرح کام کرتا رہوں گا۔ جس طرح کا میں نے وعدہ کیا ہے۔ لیکن روپ مالا مجھے دے دو۔ مجھے اس کی جدائی برداشت نہیں ہو سکتی۔

"تم سمجھتے ہو کہ میرے لیے نا ممکن ہے ڈنگو۔ میں بھی بہت سے لوگوں سے جدا ہو گئی ہوں۔ میرے اپنے بھی مجھ سے جدا ہو گئے ہیں۔ وہ میرے پاس نہیں ہیں جنہیں میں چاہتی ہوں۔ تم میرا کام کرتے رہو میں تمہارا کام با آسانی کر دوں گی۔ تم اطمینان رکھو میرے پاس اگر اس کے علاوہ کوئی ذریعہ ہوتا تو میں یقیناً تمہاری محبت کو تم سے نہ چھینتی۔ مجھ سے تعاون کرو ڈنگو۔ ہم دوست بھی بن سکتے ہیں۔ میں تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔ وعدہ کرتی ہوں کہ روپ مالا تمہاری نگاہوں سے دور ضرور رہے گی اور وہ بھی اس لیے کہ میں بے بس اور بے سہارا ہوں لیکن اس کے بعد روپ مالا کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا میں جس طرح بھی ممکن ہو سکا اسے عزت و احترام سے رکھوں گی، اور تمہارے حوالے کر دوں گی۔ لیکن بس میرا یہ کام کر دو۔ ڈنگو کے چہرے پر ڈھیلا پن پیدا ہو گیا تھا وہ چند لمحات تک کچھ سوچتا رہا پھر اس نے گہری سانس لے کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو پھر ٹھیک کہتی ہے۔"

"تو جو کچھ میں تم سے کہہ رہی ہوں۔ وہ تم کر لو گے نا؟"

"ہاں۔ مجھے ذرا کنول کماری کے بارے میں کچھ اور تفصیل بتا۔ ڈنگو بولا۔ اور میں اسے کنول کماری کی تفصیل بتانے لگی۔ تب وہ کہنے لگا۔

"ٹھیک ہے کیا میں اسے یہ تفصیل بتا دوں کہ تو یہاں ہے اور کچھ کرنا چاہتی ہے۔"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ بس صرف یہ معلوم کر لو کہ میری بہن روپا کنول کماری کے پاس پہنچ چکی ہے یا نہیں۔ ڈنگو نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔ پھر وہ کہنے لگا۔

"اب کیا کیا جائے؟"

"بس اب یہاں سے میرے جانے کا بندوبست کر دو اور اپنے آدمیوں کو یہ بھی ہدایت کر دو کہ میرا تعاقب کرنے کی کوشش نہ کریں۔ ورنہ وہ اپنی موت کے خود ذمہ دار ہوں گے۔ اس کے علاوہ میں تمہیں بھی بد عہدی کا مجرم قرار دوں گی۔ میں نے کہا۔

ڈنگو اٹھ گیا۔ اس نے دروازے کے قریب پہنچ کر دروازہ کھولا اور پھر اس کی آواز گونجی۔

"کیا تم لوگ ابھی تک بھاگ دوڑ میں مصروف ہو بے وقوف کے بچو اندر آؤ۔"

"چیف وہ باہر نہیں گئی ہے لیکن یوں لگتا ہے جیسے زمین میں سما گئی ہے یا آسمان میں پرواز کر گئی ہے کہیں کوئی نشان نہیں مل رہا کسی نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"نشان۔ ڈنگو کی غراہٹ ابھری۔ کاش! میں تم جیسے ناکارہ لوگوں کا نشان مٹا سکتا جن کی لاپرواہیوں نے مجھے اس حال میں پہنچا دیا۔ اندر آ جاؤ۔ وہ واپسی کے لیے مڑا اور کوئی اور اس کے پیچھے اندر داخل ہو گیا اس کی روح قبض ہو رہی تھی لیکن مجھے دیکھ کر وہ بے اختیار اچھل پڑا۔

"یہ۔ یہ۔ یہ رہی۔ اس کے حلق سے ہیجانی آواز نکلی اور یہ اس کی بد بختی تھی کہ وہ تعجب میں میری طرف بڑھ آیا تھا ڈنگو نے راستے ہی میں اس کی گردن دبوچ لی تھی اور اس کا پھر ایک گھونسہ اس شخص کے پیٹ پر پڑا۔

"میرے کمرے میں آ کر ہی تو تمہاری صلاحیتیں جاگتی ہیں۔ نمک حرام سور۔ اس نے زور سے اس شخص کو دھکا دیا اور اس نے فرش پر کئی قلابازیاں کھائیں۔ پھر سہم کر کھڑا ہو گیا۔

"اٹھو۔ ڈنگو دھاڑا اور پھر بولا۔ اسے اپنے ساتھ لے جاؤ اور عزت کے ساتھ کوٹھی سے باہر چھوڑ آؤ۔ وہ دوسرے کتوں سے بھی کہہ دینا کہ اس کا تعاقب نہ کریں یا اپنی اعلیٰ کارکردگی کو اپنے پاس رکھیں، ورنہ ایک ایک مارا جائے گا۔ میرے ہاتھوں۔ اندر آنے والے کے چہرے کی کیفیت قابل دید تھی۔ وہ ایک لفظ بھی نہیں بولا، پھر ڈنگو کی دھاڑ سن کر اچھل پڑا۔

"سنا تو نے میں کیا کہہ رہا ہوں؟"

"ہاں چیف۔ ہاں چیف۔ وہ جلدی سے بولا۔"

"او کے کوشل۔ جاؤ اب میں کسی طور تمہارے ساتھ وعدہ خلافی نہیں کر سکتا جب تک تمہیں ثبوت نہ مل جائے مجھ سے بدگمان مت ہونا۔ ڈنگو نے کہا اور میں اس شخص کے ساتھ باہر نکل آئی۔ اس کے بقیہ ساتھی کوٹھی کے لان پر پھیلے تھے۔ لیکن میرے ساتھ آنے والے نے انہیں ڈنگو کے احکامات

سنائے اور وہ منہ کھول کر رہ گئے ان میں سے ایک نے کہا۔

"چیف نشے کے عالم میں تو یہ بات نہیں کہہ گیا۔"

"ممکن ہے ایسا ہو۔ جاؤ تم تصدیق کر آؤ۔" دوسرے نے جلے بھنے لہجے میں کہا اور میں بے اختیار ہنس پڑی۔ اس کے بعد کوئی کچھ نہیں بولا تھا میں کوٹھی سے باہر نکل آئی اور اطمینان سے چل پڑی۔ لیکن اطراف سے بے خبر نہیں تھی اور نہ ہی کوئی احمقانہ اقدام کرنا چاہتی تھی چنانچہ ایک پر رونق جگہ آ کر میں نے ٹیکسی تلاش کی اور اس میں بیٹھ کر چل پڑی۔ مالیبو کے علاقے سے نکل کر میں کافی دور آ گئی اور پھر وہاں سے مختلف حصوں میں چکر لگائی کی جب مجھے مکمل اطمینان ہو گیا کہ ڈونگو کے آدمی نے اس کے احکامات کی تعمیل کی ہے تو میں ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر واپس مالیبو چل پڑی میری نئی رہائش گاہ میں قادر کے ساتھ چند دوسرے لوگ بھی پریشان بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے پرسکون دیکھ کر قادر نے اطمینان کی سانس لی اور کہنے لگا۔

"واقعی کوشل بہن انسان رشتوں کے چکر میں پھنس کر ناکارہ ہو جاتا ہے ابھی ان لوگوں نے مجھے بتایا تھا کہ ڈونگو کی کوٹھی میں گڑبڑ ہو رہی ہے۔ اس کے آدمی کوٹھی کے چاروں طرف کچھ تلاش کرتے پھر رہے ہیں بس میں پریشان ہو کر رہ گیا میرا دل چاہ رہا تھا کہ اپنے آدمیوں کے ساتھ اس کوٹھی کی جانب دوڑ پڑوں۔ بس تمہاری ہدایت میرے قدم روک رہی تھی ورنہ میں ایسا ہی کرتا۔"

"ہاں قادر۔ جب تک میں نہ کہوں تم کوئی ایسا کام نہ کرنا اگر مجھے کسی کام کی ضرورت پڑی تو میں خود تم سے کہہ سکتی ہوں مگر تم نے اپنے طور کوئی کوشش کی تو وہ میرے لیے نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے۔"

"مجھے معلوم ہے تم اس کی فکر نہ کرو۔ مگر ایسا نہ ہوتا تو اب تک تو پتہ نہیں بچانے کیا کیا ہو چکا ہوتا۔"

"بس تم آرام کرو۔ کیسے آ گئے تھے اس وقت۔"

"بس تمہارے لیے پریشان ہوں ڈونگو کی کوٹھی میں کیا کرنے گئی تھیں۔"

"اپنا کام کر رہی ہوں قادر۔ اپنی مصیبتوں کا حل تلاش کر رہی ہوں بس دیکھنا یہ ہے کہ کب میری مصیبتوں کا یہ دور ختم ہوتا ہے۔ ہاں میں نے تمہیں کبھی اتنا ہی پریشان کیا ہے قادر میں تمہارے ان احسانات کا صلہ نہیں دے سکتی۔"

"ذلیل نہ کرو۔ میں تمہارے لیے کر ہی کیا رہا ہوں میری جان بھی اگر تمہارے لیے چلی جائے تو مجھے مسرت ہوگی زندگی میں ایک ہی بہن تو بنائی ہے میں نے۔" قادر نے جذباتی لہجے میں کہا اور میں خاموش ہو گئی۔ قادر تھوڑی دیر بعد چلا گیا۔ میں نے روپ مالا کی خیریت معلوم کی میرے آدمیوں نے مجھے بتایا کہ روپ مالا تھوڑی سی متردد ضرور ہے۔ وہ اکثر روتی بھی رہتی ہے لیکن کھانے پینے میں اس نے کبھی کوئی تکلف نہیں کیا اس کے سامنے جتنا بھی کھانا پہنچ جائے ختم ہو جاتا ہے۔ میں نے ان لوگوں کو ہدایت کی کہ اس سے اس کی ضرورت پوچھی جاتی رہیں اور اسے کسی بھی چیز کی تکلیف نہ ہونے دی جائے۔ اس کے بعد میں اپنی اس نئی رہائش گاہ کے اپنے بیڈروم میں آ گئی۔ میں شدید تھک گئی تھی اتنی بھاگ دوڑ کی تھی اور اتنے شدید خطرات مول لیے تھے کہ میرا بدن تھکن سے چور چور ہو گیا۔ اپنے کمرے میں آ کر میں پرسکون انداز میں آنکھیں بند کر کے لیٹ گئی۔ ذہن میں متعدد خیالات بکھرا رہے تھے۔ رادھن سنگھ کتا ابھی تک زندہ تھا۔ میں بس اس کی موت چاہتی تھی اور سدھا کی بازیابی۔ میں نے جو کچھ ڈونگو سے کہا تھا غلط نہیں کہا تھا اس سے زیادہ میرا کچھ اور مقصد نہیں تھا میری تو صرف یہی خواہش تھی کہ مجھے اب کچھ نہ سہی میری بہن سدھا ہی مل جائے اور میں اس کے ساتھ کسی گمنام گوشے میں زندگی گزار دوں، اب تک کی تمام کوششیں اسی لیے تھیں۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میں رادھن سنگھ کی زندگی کا خاتمہ بھی چاہتی تھی میری دلی خواہش تھی کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے رادھن سنگھ کو فنا کے گھاٹ اتار دوں وقت گزرتا رہا۔ دو تین دن نہایت پرسکون گزرے اس دوران میں نے ڈونگو سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی چوتھے دن البتہ میں نے ایک پروگرام کے تحت ڈونگو سے رابطہ قائم کیا۔ ڈونگو اپنے اڈے پر ملا تھا میں نے اپنی کوٹھی سے نکل کر ایک پبلک فون بوتھ سے یہ رابطہ قائم کیا تھا ڈونگو نے میری آواز پہچان لی اور پریشان لہجے میں بولا۔

"آپ۔ آپ کہاں غائب تھیں اتنے دنوں سے مادام کوشل میں نے آپ کو ہر ممکن جگہ تلاش کرنے کی کوشش کی۔"

"کوئی خاص بات؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ خاص بات ہے۔"

"کیا۔؟"

"میں پونا گیا تھا۔ کنول کماری کے بارے میں معلومات حاصل کرنے۔"

"کیا معلوم ہوا؟" میں نے بے اختیار پوچھا۔

"سدھا نامی کوئی لڑکی کبھی کنول کماری کے پاس نہیں آئی۔ اور کوشل بتر کوشل یعنی کنول کماری کو قتل کر دیا گیا۔"

"کیا۔؟"

"ہاں۔ ان کی لاش ان کے کمرے میں پائی گئی، ان کی گردن نرخرے سے کٹی ہوئی تھی۔"

"یہ کب کی بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس بات کو تقریباً دس یا بارہ دن ہو گئے۔" ڈونگو نے جواب دیا۔ میرے پورے بدن میں سنسناہٹیں دوڑنے لگی تھیں۔ یہ کیا ہوا۔ کیسے ہوا۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ ایک لمحے کے لیے میرے حلق میں ایک گولہ سا بنا اور منہ تک آ گیا۔ مجھے کنول کماری کے قتل کی اطلاع سن کر ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے ایک بار پھر میری ماں کو قتل کر دیا گیا ہو۔ میری آواز رندھ گئی ڈونگو نے چند لمحات کے بعد کہا۔

"ہیلو۔ کوشل دیوی۔"

"ہاں میں بول رہی ہوں ڈونگو۔"

"آپ یقین کریں کوشل دیوی کہ میں نے اس سلسلے میں آپ کے ساتھ کوئی بدعہدی نہیں کی۔ پوری تفصیلات معلوم کی ہیں سدھا کے بارے میں، میں نے پوری چھان بین کی ہے اور مجھ پر ایک انکشاف بھی ہوا ہے۔"

"کیسا انکشاف؟"

"کیا آپ اس بات پر یقین کر لیں گی، جو میں کہوں گا؟"

"کہو ڈونگو۔ جلدی سے کہو۔"

"رادھن سنگھ کے بارے میں مجھے بہت کچھ معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ رادھن سنگھ سورج گڑھ کا خاص آدمی ہے اور اس کے احکامات کی تعمیل کے لیے وہ دنیا کے مختلف حصوں میں کام کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ بڑا انسان ہے۔ اس نے بہت سے اڈے کھول رکھے ہیں۔ ٹریمارون میں چھوٹی سی جگہ ہے لیکن وہاں پر رادھن سنگھ نے جدید طرز پر ایک جیسی جگہ تعمیر کی ہے جسے گان کلب کہا جاتا ہے لیکن درحقیقت کچھ اور ہی نوعیت کا مالک ہے۔ سنا جاتا ہے کہ رادھن سنگھ اکثر وہاں پایا جاتا ہے اس کلب کی مالکہ ایک عورت سارا ولیم ہے وہ عورت بھی بہت خطرناک ہے رادھن سنگھ سے اس کے بہت قریبی تعلقات ہیں۔ یہ بات مجھے ایسے ذرائع سے معلوم ہوئی ہے جو ناقابل تردید ہیں۔ آپ یقین کریں کوشل دیوی۔ میں نے آپ کو بیوقوف بنانے کی کوشش نہیں کی ہے اگر میری بات غلط نکل آئے تو آپ میرے ساتھ جو دل چاہے سلوک کر سکتی ہیں۔"

"ڈونگو۔ اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو میں اس کی تصدیق کر لوں گی۔"

"جو دل چاہے کر لیں۔ مجھے اب اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ہاں اگر مناسب سمجھیں تو میرا ایک کام کر دیں۔" ڈونگو کی آواز میں عجیب سی بے چارگی تھی۔

"کہو ڈونگو۔"

"ایک بار مجھے صرف ایک بار روپ مالا کی آواز سنا دیں۔ میں زندگی سے بیزار ہو گیا ہوں۔ میں تمہارے لیے وہ سب کچھ کرنے پر آمادہ ہو گیا کوشل، جو میرے بس میں ہے میں اپنی جان دے سکتا ہوں مگر۔" مگر ڈونگو کی آواز میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ میں اس کے درد کو سمجھ رہی تھی اور اب میں اس سے متاثر ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک میں ریسیور ہاتھ میں تھامے خاموش بیٹھی رہی۔ پھر میں نے کہا۔

"ڈونگو انسان ایک معصوم بچے کی شکل میں پیدا ہوتا ہے اس کے اندر کوئی برائی نہیں ہوتی میں نہیں جانتی کہ تمہاری زندگی کن کن راستوں سے گزر کر جرائم کی اس انتہا تک پہنچی ہے لیکن ایک بات میں جانتی ہوں کہ انسان ازل سے معصوم ہے اور ابد تک معصوم رہے گا اس دوران اس کی زندگی میں جو واقعات و حادثات پیش آئیں۔ وہ اسے کچھ سے کچھ بنا دیں لیکن تمہاری کیفیت سے میں بے حد متاثر ہوئی ہوں ڈونگو۔ کیا تم روپ مالا کو بہت زیادہ چاہتے ہو۔"

"ہاں دیوی۔ آپ یقین کریں۔ میری کہانی بہت عجیب ہے میرا پورا خاندان ختم ہو چکا ہے وہ جیسے اس وقت کی ساتھی ہے۔ جب میں معصوم تھا وہ کیا تھی۔ کیا بن گئی یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ یوں سمجھ لیجیے کہ اس کا بھی اس دنیا میں کوئی نہیں ہے اور میں بھی۔ سمجھ لیجیے کوشل دیوی کہ میں نے جرائم کی زندگی اسی کے لیے اختیار کی۔ عام زندگی میں میں کبھی اسے وہ خوشیاں وہ سکون نہیں دے سکتا تھا جو اس زندگی میں آ کر میں نے اس کے لیے فراہم کیے۔ آپ اس بات سے اندازہ لگا چکی ہوں گی کہ جرائم کی یہ زندگی میں نے اس کے لیے اپنائی ہے میں اسے ساری دنیا سے زیادہ چاہتا ہوں کوشل دیوی میں اس کے بغیر مر جاؤں گا آپ کاش۔ آپ میری اس محبت کا تجزیہ کر سکیں۔"

"کیا تم اس بات کا تجزیہ کر سکو گے ڈونگو کہ میں بھی ایک ویسی ہی معصوم سی لڑکی تھی۔ میری زندگی کو کس آگ نے شعلہ

پہرلانے والا یہی شخص راجن سنگھ تھا اس نے میرے معصوم پاپا کو قتل کر دیا۔ میری ماں کو مار ڈالا میری زندگی پر ایسے ایسے زخم لگائے ہیں۔ اس نے کہ جب بھی وہ زخم دھواں دینے لگتے ہیں۔ میں آگ ہو جاتی ہوں اور اس وقت میرے دل میں انتقام کا سمندر موجزن ہو جاتا ہے۔ ڈاکا ڈنگو اس دنیا میں میری ایک بہت رو پایا ہے صرف رو پایا۔ اور وہی میری زندگی کا مقصد ہے اگر وہ مجھے نہ ملی تو میں اس ساری دنیا کو آگ لگا دوں گی۔ ڈنگو میں سب کچھ تباہ کر ڈالوں گی۔

"رو پایا کے بارے میں میری جو اطلاعات ہیں وہ یہی ہیں کہ وہ سارا ولیج تک پہنچ چکی ہے۔"

"یہ سارا ولیج کیا چیز ہے...؟"

"نائٹ کلب کے ایک اڈے کی مالک ہے اور انتہائی جدید سمجھا جانے والا گان کلب کو چلا رہی ہے۔ ویسے بظاہر وہ گان کلب کہلاتا ہے لیکن اس کی اصل شکل تمہیں وہاں جا کر ہی معلوم ہو سکے گی۔"

"ڈنگو۔ ٹھیک ہے تمہیں یہ اندازہ ہو چکا ہے کہ اب میری کیفیت کیا ہے۔ ٹھیک ہے ڈنگو میں صرف رو پیا مالا کی آواز ہی تمہیں سنانے کی کوشش نہیں کر رہی بلکہ میں اسے تمہارے پاس بھجوائے دیتی ہوں۔ میں محبت کے نام پر ڈنگو صرف تمہاری محبت کے نام پر یہ کام کر رہی ہوں اس کے بعد تم چاہو تو مجھے دھوکا بھی دے سکتے ہو۔" ڈنگو بچوں کی طرح رو پڑا۔

"نہیں ولیج، میں اب تجھے دھوکا نہیں دوں گا۔ ڈنگو انسان بن گیا ہے۔ ڈنگو واقعی انسان بن گیا تھا میں مجبور ہوں کہ مورنج گروہ کے لیے کام کرتا ہوں، کیونکہ اس کے بغیر میری زندگی ناممکن ہے لیکن۔ لیکن اب میری فطرت سے وہ وحشت کم ہو گئی ہے۔ مجھے احساس ہو گیا ہے کہ محبتوں کے چھن جانے سے کیا فرق پڑتا ہے اگر تو یہ ایثار کر رہی ہے، اگر تو یہ احسان کر رہی ہے میرے اوپر کو شل ولیج۔ تو میں صرف ایک بات کہہ سکتا ہوں کہ اس کی محبت کے نام پر میں تیرے ساتھ کوئی دھوکا کوئی فریب نہیں کروں گا یہ میرا وعدہ ہے۔"

"ڈنگو اپنی کوٹھی کو خالی کرا دو۔ ایک آدمی بھی وہاں موجود نہیں ہونا چاہیے۔ میں آج ہی شام تک رو پیا مالا کو تمہاری کوٹھی تک واپس پہنچا دوں گی۔ بس یہ میرا وعدہ ہے تم سے۔ اور سنو ایک بات، اگر کبھی بھی مجھے تمہاری ضرورت پیش آئی تو میں تم سے کہوں گی ضرور میرے لیے کچھ کرنا یا نہ کرنا تمہارا اپنا کام ہے۔"

"کو شل، کو شل ولیج۔" ڈنگو کی جذبات سے بھری آواز سنائی دی اور میں نے فون بند کر دیا۔

یہ الفاظ میں نے غلط نہیں کہے تھے اس میں کوئی جھوٹ کوئی فریب نہیں تھا۔ رو پایا کے بارے میں یہ معلوم کرنے کے بعد میری اپنی زندگی کا رخ ایک دم تبدیل ہو گیا تھا۔ میں بہت کچھ کرنا چاہتی تھی لیکن یہاں آ کر میں بالکل بے بس ہو گئی تھی چنانچہ تھوڑی دیر بعد میں نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ کالی کے ذریعے رو پیا مالا کو بے ہوش کر دیا جائے اور پھر اسے اس کی کوٹھی میں پہنچا دیا جائے میری اس ہدایت پر عمل شروع ہو گیا۔

رو پیا مالا کو میں نے اپنی نگرانی میں اس کی کوٹھی تک پہنچایا تھا کوٹھی درحقیقت مجھے خالی ملی تھی۔ ڈنگو نے شاید فوراً ہی اپنے آدمیوں کو احکامات جاری کر دیئے تھے اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں واپس اپنی عمارت میں آ گئی اب میرے دل میں عجیب سے سناٹے در آئے تھے۔

قادر کے لیے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اس سے کس طرح تذکرہ کروں، میرے لیے اب یہاں رکنا ممکن نہیں تھا اور اس کے مسئلے کو بھی اسی طرح چھوڑنا تھا۔ اصل چیز تو راجن سنگھ تھا اگر جیسا کہ ڈنگو نے مجھے بتایا ہے راجن سنگھ نے ڈیرادون میں یہ انتظام کر رکھا ہے تو پھر مجھے گان کلب کو دیکھنا ہو گا۔ ہاں میں نے اس سلسلے میں خاصی دیر تک غور و خوض کیا اور اس کے بعد میں نے اپنے طور پر تیاریاں کر لیں۔

دفعتاً میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا اور میں نے اس خیال کے تحت ڈنگو کو اسی عمارت سے فون کیا۔ ڈنگو نے فون ریسیو کر لیا تھا۔

"ڈنگو۔ میں اپنا وعدہ پورا کر چکی ہوں۔"

"کیا۔ کیا۔؟ وہ۔"

"ہاں، اگر تم چاہو تو جا کر اس سے مل سکتے ہو۔"

"میں ابھی جا رہا ہوں۔ میں ابھی جا رہا ہوں تیرے اس احسان کو میں کبھی نہیں بھولوں گا۔ میرا تجھ سے وعدہ ہے۔"

"ڈنگو۔ ایک اور احسان کر سکتے ہو میرے پر؟"

"اب تو دل کھول کر کہہ دے کو شل ولیج، جو دل چاہے مانگ لے۔ ڈنگو کی جان مانگ لے ڈنگو تو تجھے وہ دے رہا ہے جس کی وہ توقع نہیں کرتا تھا آہ مجھے جلدی بتا کیا چاہتی ہے تو مجھ سے؟"

"ڈنگو! سنتی اور دیا نامی دو لڑکیاں یہاں بستی میں رہتی ہیں تمہیں ان کا پتا جاننا ہو گا۔ یہ کنول کماری کی لڑکیاں ہیں۔ اور کنول کماری جی نے میرے اوپر اتنے احسانات کیے ہیں کہ میں ان کا صلہ نہیں اتار سکتی، میری خواہش ہے ڈنگو کہ تم ان لڑکیوں کا خیال رکھنا اور جس طرح بھی ممکن ہو انہیں امداد فراہم کرتے رہنا خواہ اس سلسلے میں تم اپنے نام کا اظہار کرو یا نہ کرو۔"

"اور کچھ کو شل ولیج۔ اور کچھ؟"

"نہیں بس اتنا ہی چاہتی ہوں۔" میں نے کہا اور ٹیلی فون بند کر دیا۔ اس کے بعد میرے لیے یہاں رکنا مناسب نہیں تھا۔ قادر کو اس بارے میں تفصیلات بتانے کی میں نے ضرورت محسوس کی۔ میں جانتی تھی کہ وہ میرے راستے روکے گا چنانچہ میں نے تیاریاں کیں اور ڈیرادون کے لیے روانہ ہو گئی۔

ٹرین نے مجھے ڈیرادون پہنچا دیا۔ بہت خوبصورت پہاڑی مقام تھا۔ یہاں سیاحوں کے لیے جدید ترین ہوٹلوں کا بندوبست کیا گیا تھا بہت سی عمدہ پرائیویٹ رہائش گاہیں بھی یہاں موجود تھیں۔ اس وقت بھی یہاں خاصی گہما گہمی تھی۔ میں نے ڈیرادون کے خوبصورت ہوٹل میں قیام کیا اور اپنے آئندہ پروگرام کے بارے میں غور کرنے لگی۔ زندگی جن جن راستوں سے گزر رہی تھی بس اس کا حال میں ہی جانتی تھی۔ جو کچھ تقدیر نے لکھ دیا تھا اسے بھلا کس طرح ٹالا جا سکتا تھا۔

بہرحال اپنے ہوٹل میں رہ کر میں گان کلب کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگی، اور مجھے کافی معلومات حاصل ہو گئیں۔ ڈیرادون جیسی پرسکون جگہ پر تیار ہوٹل کے لیے جو کچھ کیا گیا تھا وہ میرے لیے باعث تعجب بھی تھا ایک الگ ہی زندگی اور ایک الگ ہی دنیا معلوم ہوتی تھی۔ یہ جس جگہ کا مجھے پتہ ملا تھا وہ شہر کے مشرقی علاقے میں کافی دور بنی ہوئی تھی ایک نواحی علاقہ تھا اور ایک خوبصورت جگہ پر یہ عمارت بنی ہوئی تھی یقیناً اسے عام جگہ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ اس طرف آنے والے بھی عام لوگ نہ ہوتے ہوں گے۔ میں اندر چل پڑی۔

اندرونی حصہ بھی بے حد حسین تھا۔ تاحد نگاہ کشادہ پارک پھیلا ہوا تھا سوئمنگ پول بھی نظر آ رہے تھے ایک طرف ایشین نیون سائن جگمگا رہا تھا۔ میں اس طرف چل پڑی کاؤنٹر پر ایک خوبصورت لڑکی بیٹھی ہوئی تھی بے حد خوبصورت لیکن اس کے علاوہ بھی بہت کچھ نظر آ رہی تھی وہ۔

"ہیلو!" میں نے اسے مخاطب کیا۔ اور وہ مجھے دیکھنے لگی۔

"کیا بات ہے؟"

"کیا اجنبی لوگوں کو اندر جانے میں مشکلات پیش آتی ہیں؟" میں نے اس سے سوال کیا۔

"لڑکیوں کو نہیں، صرف مردوں کو۔ تم پہلی بار یہاں آئی ہو؟"

"ہاں۔"

"کیا یہ بتا سکتی ہو کہ تم نے گان کلب کا رخ ہی کیوں اختیار کیا؟"

"اس لیے کہ سب اسی لیے یہاں آیا جاتا ہے۔"

"گڈ ویری گڈ۔ تو پھر تمہیں گان کلب کا ممبر بنایا جا سکتا ہے۔ تمہاری عمر اور تمہارا حسن تمہاری سفارش کرتا ہے سنو لڑکی یہاں ہر طرح کا کاروبار ہوتا ہے۔ ہماری مدد چاہتی ہو تو تمہیں یہاں کی ممبر شپ دے دی جائے گی اس کا کوئی چارج نہیں ہوگا۔ یہاں تمہیں ہر طرح کی سہولت ہو گی جو دل چاہے کھاؤ پیو تمہارے لیے ساتھی بھی مہیا کرنا ہمارا ہی کام ہو گا اگر کوئی ساتھی نہ مل سکے تو تمہارا الاؤنس تمہیں دے دیا جائے گا باقی اخراجات کچھ بھی نہیں اگر ساتھی مل جائے تو پھر یہ تمہاری ذہانت ہو گی کہ اس سے کیا حاصل کر سکتی ہو۔ ہماری طرف سے پچیس فیصد کمیشن اور تم اس سے جو کچھ حاصل کرو اس میں سے تیس فیصد ہمارا یہ تو ہوئی ہماری ممبر شپ کی بات اس کے بعد بات آتی ہے ذاتی کاروبار کی تو اس کی قیمت ایک ہزار روپے، باقی اندر کے اخراجات الگ اور تمہیں جو کچھ حاصل ہو جائے یا تم اگر اپنا کاروبار کرنا چاہو تو کسی کو اعتراض نہیں ہو گا۔"

"ہوں۔ میں شکر گزار ہوں۔" میں نے صرف ایک لمحے کے لیے سوچا، واقعی بڑی بات ہے۔ کچھ وقت یہاں ضائع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس کے علاوہ ممکن ہے یہاں کوئی کام کی بات معلوم ہو ہی جائے چنانچہ میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے مس! آپ مجھے اپنے ہاں کا ممبر بنا لیں۔"

"بہت اچھا فیصلہ کیا ہے تم نے!" لڑکی نے جلدی سے ایک رجسٹر نکالا اور اس میں میرا نام پتہ درج کرنے لگی۔ میں نے اسے ایک فرضی نام بتا دیا اور رہائش گاہ بھی فرضی بتائی تھی۔ اس نے اپنا کام کر کے مجھ سے دستخط کرائے اور پھر کہنے لگی۔

"کچھ باتیں تمہارے گوش گزار کرنا ضروری ہیں یہاں ہر جگہ کے لوگ آتے ہیں۔ ملکی اور غیر ملکی سیاح بھی اور صرف تفریح پسند بھی۔ اب تم خود سوچو یہاں آنے والے ایسے لوگ تو نہیں کہ وہ ایماندار ہوں بعض اوقات ان میں سے بہت سے لوگ فراڈ بھی نکل آتے ہیں، کچھ لیتے دیتے بھی نہیں اور مصیبت بن جاتے ہیں ایسے اوقات میں کلب کا اسٹاف ہماری کارکن کا تحفظ کرتا ہے اور خود ہی ان لوگوں سے نمٹ لیتا ہے جو کچھ ان سے وصولی

کرنا ہوتا ہے کرلیا جاتا ہے اور کارکن پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ بعض اوقات کچھ ایسے سر پھرے بھی آجاتے ہیں جو کارکن کو ساتھ لے جانے کی فکر میں ہوتے ہیں اب تم سوچ لو شراب کے نشے میں ڈوبے ہوئے لوگ انسانیت سے کتنی دور ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایسے لوگوں سے بہترین تحفظ یہ ہوتا ہے کہ ہماری ممبرشپ اختیار کر لی جائے۔ لڑکی نے ایک فارم میرے حوالے کر دیا اور کہنے لگی۔

"یہ تم اپنے پاس رکھو اب تم ہماری کارکن ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور پھر گردن ہلا دی۔

"بہت بہت شکریہ۔ میں اب کیا کروں؟"

"بس سیدھی چلی جاؤ گیٹ پر تمہیں ایک آدمی ملے گا۔ باقی سارا کام وہ خود کرے گا۔" لڑکی نے جواب دیا اور میں گردن ہلا کر آگے بڑھ گئی۔

سادھو جی کے بارے میں ابھی تک مجھے کچھ نہیں معلوم ہوا تھا ویسے میرا اندازہ مجھے ہو چکا تھا کہ کون کلب آگئی ہوں۔ یقینی طور پر یہ دولت مند جیسے آدمی کے زیراثر ہی ہو سکتی ہے ورنہ اتنے شاندار پیمانے پر یہ کام کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ مجھے تھوڑا سا دکھ بھی ہوا کیسے کیسے لوگ ہماری اس بستی میں بستے ہیں جنہوں نے ہماری روایات کو مسخ کرکے رکھ دیا ہے کاش میں ان لوگوں کو فنا کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔"

میں اندر داخل ہو گئی یہاں وہ شخص مجھے مل گیا جس کے بارے میں مجھ سے کہا گیا تھا میں نے اپنا فارم اس کی طرف بڑھایا اور اس نے گردن جھکا کر فارم وصول کر لیا۔ اس کے چہرے پر تعجب کے آثار نہیں تھے اس نے مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور بڑے مودب لہجے میں بولا۔

"تشریف لائیے۔ میں آپ کے لیے کسی موزوں جگہ کا انتخاب کر دوں کیا آپ یہاں پہلی بار آئی ہیں؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ اس نے اس بات پر بھی گردن جھکائی پھر جس دروازے سے وہ داخل ہوا تھا۔ وہ بہت خوبصورت تھا۔

اندر کا ماحول بے حد سحر زدہ تھا۔ دھیمی دھیمی روشنی پھیلی ہوئی تھی اور اس میں ہلکی ہلکی جھنجھناہٹ سنائی دے رہی تھی جب میری آنکھیں پوری طرح دیکھنے کے قابل ہو گئیں تو میں نے اس حسین ماحول کو دیکھا۔ موسیقی کی لہریں بدمست تھیں وہاں میز جا بجا لگی تھیں لوگ بیٹھے ہوئے مختلف چیزوں سے شغل کر رہے تھے۔ لڑکیاں بھی تھیں مرد بھی تھے مجھے لانے والے نے ایک مجھے میری طرف دیکھا پھر بولا۔

"آپ آرام کرنا پسند کریں گی۔ یا یہاں رکیں گی؟"

"نہیں۔ یہیں ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔

"تب اس طرف تشریف لائیے۔" وہ مجھے میز کے پاس لے گیا۔ اور کرسی گھسیٹ کر میرے لیے جگہ خالی کر دی۔ میں بیٹھ گئی۔

چند لمحات کے بعد اس نے میرے سامنے مشروب کا ایک جگ اور گلاس لا کر رکھ دیا۔ میں نے سونگھ کر دیکھا ٹھیک ٹھاک تھا۔ چنانچہ میں نے مشروب گلاس میں انڈیل لیا اور دل کی بے چینی میں کسی قدر کمی محسوس ہونے لگی۔ مجھے اس ماحول سے بے پناہ نفرت ہو رہی تھی لیکن بعض اوقات برائیوں کو ختم کرنے کے لیے ان میں شامل ہونا پڑتا ہے۔ یہی میری کیفیت تھی مجھے بیٹھے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دو افراد میرے پاس آگئے ان میں ایک بھاری بدن کا سیاہ رو تھا جس کی عمر پچاس سال سے کم نہیں ہوگی۔ دوسرا غالباً یہاں کا ویٹر تھا۔ ویٹر نے جھک کر ہم دونوں کا تعارف کرایا اور بھاری آدمی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

ویٹر جھکا تو اس نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر ویٹر کے سامنے ڈال دیا اور ویٹر سلام کر کے چلا گیا تب وہ بھاری جسم کا آدمی میری طرف رخ کر کے بولا۔

"ہیلو۔"

"ہیلو مسٹر۔" میں نے خوش اخلاقی سے کہا بہرحال میں اپنے مشن کو نظر انداز نہیں کر سکتی تھی۔

"میرا نام رام پرشاد ہے تمہارا کیا نام ہے؟"

"داسی کنیز۔ جو بھی نام آپ چاہیں مجھے دے لیں۔ اگر کچھ تعریف کرنا چاہتے ہیں تو اسے اسپرا کہہ دیں۔ سانیکی کہہ لیں۔"

"اوہ۔ میں تمہارا اصل نام پوچھ رہا ہوں۔"

"میرا اصل نام کچھ نہیں ہے۔ میرا اصل نام صرف عورت ہے۔"

"کمال کی بات ہے۔ بڑی عجیب گفتگو کر رہی ہو۔"

"آپ مجھے اپنی پسند کا نام دے دیں مجھے اعتراض نہیں ہوگا۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے ہم بھی تمہیں اسپرا یا سانیکی کا نام ہی دیے دیتے۔ سانیکی زیادہ خوبصورت لگتا ہے۔ یہ کیا پی رہی ہو؟"

"ایک مشروب ہے پیش کروں۔"

"نہیں تمہاری موجودگی میں یہ سادگی سی چیز بے کار ہے کچھ اور منگواؤ۔" وہ بولا۔

"بہتر ہے۔ جو حکم" میں نے کہا اور میز پر لگی ہوئی گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔ ویٹر نے اس بار بھی آنے میں دیر نہیں لگائی۔ رام پرشاد نے خود ہی ویٹر کو آرڈر دے دیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد شراب آگئی اور میں اسے گلاسوں میں انڈیلنے لگی تو جام بنا کر میں نے ایک اس کی طرف کھسکا دیا۔ اور اس نے مسکراتے ہوئے گلاس اٹھا لیا۔

"تمہارے نام۔" اس نے شراب کا گھونٹ حلق میں انڈیلتے ہوئے کہا اور میں آہستہ سے ہنس پڑی۔ میں نے اپنا جام اٹھا لیا۔ لیکن وہ میرے ہونٹوں تک پہنچا ضرور البتہ شراب میرے ہونٹوں کو چھو کر بھی نہ گزری اور وہ جام میں نے انتہائی احتیاط سے زمین پر بہا دیا۔

"ہاں تو ڈیئر سانیکی۔ تم بہت ضدی معلوم ہوتی ہو۔"

"شاید۔"

"اپنا اصل نام بتا دیتیں تو آئندہ بھی تمہیں مخاطب کیا جا سکتا تھا۔"

"سانیکی ہی ٹھیک ہے۔ کیا حرج ہے؟"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ ویسے تم تعلیم یافتہ معلوم ہوتی ہو۔"

"شاید۔"

"کتنی تعلیم حاصل کی ہے؟"

"بہت۔" میں نے جواب دیا۔

"اس لائن میں کیوں آگئیں؟"

"کوئی کہانی سننا چاہتے ہو؟"

"اوہ۔ نہیں نہیں میرا موڈ خراب ہو جائے گا۔"

"تب موضوع بدل دو۔"

"ٹھیک ہے میں تمہارے حسن کی تعریف کروں گا۔ اور تم مجھے شراب پلاتی رہو۔" میں نے اس موقعے کو غنیمت جانا پھر اس کے بعد جب وہ وہاں سے اٹھا تو اس کی حالت اتنی خراب تھی کہ مجھے اس سے کسی قسم کا خطرہ لاحق نہ رہا جہاں ایک کمرے کی چابی دے دی گئی اور میں اس منحوس شکل انسان کو لے کر اس کمرے میں آگئی۔ کلب کی طرف سے مجھے یہی ہدایت کی گئی تھی لیکن کمرے میں آنے کے بعد بھی میں نے اسے خوب شراب پلائی اور اس کے بعد وہ اطمینان سے اوندھے منہ ایک جگہ جا گرا۔

اس پر ہوس اور لعنتی کے لیے میرے دل میں رحم کا کوئی جذبہ نہیں تھا ایسے لوگوں کے لیے یہی سزا کافی تھی چنانچہ اس کے بعد میں نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی اور اپنے پروگرام پر غور کرتی رہی۔ میں نے ذہن میں بہت سے پروگرام بنائے تھے اور یہ پروگرام بناتے بناتے میں سو گئی۔ صبح کو تقریباً پونے سات بجے آنکھ کھلی۔ چند لمحات تو ماحول کو یاد کرنے میں لگ گئے اور پھر رام پرشاد یاد آیا اور میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ بدستور اسی طرح پڑا ہوا تھا۔ میں اطمینان سے اٹھ گئی اور پھر میں نے اس کی جیبیں ٹٹول کر تمام رقم نکال لی اور اسے اپنے پرس میں ٹھونس کر آرام سے ایک طرف اسے رکھ دیا اور باتھ روم میں چلی گئی۔ غسل کرنے کے بعد میں نے بال وغیرہ درست کیے اور پھر رام پرشاد کو جگا دیا۔ وہ کراہتا ہوا اٹھ گیا۔

"ہیلو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور منہ کھول کر مجھے دیکھنے لگا۔ چند لمحات اسی طرح مجھے دیکھتا رہا اور پھر بڑے عجیب سے لہجے میں گویا ہوا۔

"کیا صبح ہو گئی؟"

"ہاں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن مجھے کیا ہو گیا تھا۔"

"کیوں خیریت؟" میں نے تعجب سے پوچھا اور وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

"رات کی کوئی بات مجھے یاد نہیں ہے کیا میں نے بہت زیادہ پی لی تھی۔"

"زیادہ تو نہیں۔ آپ کیا محسوس کر رہے ہیں مسٹر رام پرشاد؟"

"کچھ نہیں۔ کچھ نہیں اب میں ٹھیک ہوں۔ چلتا ہوں۔" اس نے کہا اور باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ باتھ روم کا دروازہ کھول کر وہ چونک پڑا۔

"ارے باہر جانے کا راستہ بند ہے؟"

"وہ اس طرف ہے آئیے آپ کو باہر چھوڑ دوں۔" میں نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ لیا اور وہ جھٹکے جھٹکے سے انداز میں میرے ساتھ دروازے تک آیا اسے چلنا دوبھر ہو رہا تھا۔ بہرحال میرا کام اسے دروازے تک چھوڑنا ہی تھا چنانچہ اسے باہر نکال کر میں نے دروازہ بند کر دیا اب ان لوگوں کی طرف سے کسی کارروائی کا انتظار تھا۔

لیکن میں انتظار ہی کرتی رہی اور کچھ بھی نہ ہوا یہاں دن کو دس بجے کے قریب ایک شخص میرے قریب پہنچ گیا ہے

معمولی آنکھوں والا اسمارٹ سا آدمی تھا اس سے پہلے میں نے اس کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ وہ کہنے لگا۔

"میرا نام ڈینی ہے۔" ڈینی اس کلب کا منیجر ہے آپ کے بارے میں مجھے معلوم ہوا تھا آپ سے ملاقات نہیں ہوئی تھی بہرطور میں بھی آپ کو یہاں خوش آمدید کہتا ہوں میڈیم! آپ کا رات کی آمدنی کی کیا پوزیشن ہے۔

"مسٹر ڈینی۔ یہ رقم مجھے حاصل ہوئی ہے۔" میں نے رام پرشاد سے حاصل کی ہوئی تمام رقم اس کے سامنے ڈال دی۔ اور ڈینی کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔

"اتنی رقم۔"

"ہاں۔" میں نے لاپروائی سے کہا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ ڈینی ایک لالچی آدمی ہے۔ چنانچہ ایسے آدمی سے بڑا کام بن سکتا تھا۔

"میڈیم! اس میں سے آپ ہمارا کمیشن ہمیں دے دیجیے" اس کے انداز میں بڑا لالچ تھا۔ میں نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"مسٹر ڈینی۔ مجھے دولت سے زیادہ دلچسپی نہیں ہے آپ یہ تمام رقم اٹھا لیجیے اور آپ کا جو دل چاہے کیجیے۔ میری زندگی کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ میں یہاں آرام سے بسر کر رہی ہوں۔" ڈینی نے متعجبانہ انداز میں مجھے دیکھا۔ پھر وہ پُرمسرت لہجے میں بولا۔

"اوہ۔ میڈم سائیکی۔ یہ۔ یہ کیا بات ہوئی۔ آپ اگر اپنی خوشی سے مجھے کچھ دینا چاہتی ہیں تو دے دیجیے۔ ورنہ میں اسے مانگنے کا حق نہیں رکھتا۔"

"رکھ لو ڈینی! بے کار باتیں مت کرو۔" میں نے لاپروائی سے کہا اور ڈینی نے وہ ساری رقم اٹھا کر اپنی جیب میں ٹھونس لی۔ اب وہ مجھ سے بہت زیادہ مخلص نظر آ رہا تھا۔

"آپ۔ آپ اطمینان رکھیے میڈم! کہ آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔" ڈینی خصوصی طور پر آپ کا خیال رکھے گا۔

"بہت بہت شکریہ ڈینی۔ اب میں آرام کر سکتی ہوں۔" میں نے کہا۔

"شام تک۔" ڈینی نے جواب دیا اور اٹھ گیا۔ غالباً وہ یہ سمجھ گیا تھا کہ اب میں اس سے گلوخلاصی چاہتی ہوں چنانچہ وہ چلا گیا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ رقصاں ہو گئی تھی۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ مسٹر ڈینی تمہیں پھانس کر تو میں بہت سارے کام لے سکتی ہوں چنانچہ بقیہ دن میں نے آرام کیا دوپہر کو سو گئی اور پھر چار بجے جاگی۔

اس دوران مجھے کسی نے ڈسٹرب نہیں کیا تھا ساڑھے چار بجے کے قریب میرے لیے عمدہ قسم کی چائے بلکے پھلکے ناشتے کے ساتھ آ گئی۔ میں نے خاموشی سے چائے پی لی اور اس کے بعد میرے کمرے میں ایک اور لڑکی سے ملی جو مقامی تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے مجھے خوش آمدید کہا اور کہنے لگی۔

"میں مسٹر ڈینی کی اسسٹنٹ ہوں انہوں نے مجھے خصوصاً آپ کے بارے میں ہدایت دی ہے اور کہا ہے کہ آپ کا خیال رکھا جائے۔ میک اپ وغیرہ کے لیے جو چیزیں آپ کو درکار ہوں مجھے بتا دیجیے میں سب فراہم کر دوں گی۔"

"اوہ ہاں۔ کس نام سے پکاروں آپ کو؟" میں نے سوال کیا۔

"میرا نام روبی ہے۔"

"مس روبی! مجھے میک اپ فراہم کر دیجیے۔"

"ابھی لائی۔" روبی نے جواب دیا اور باہر نکل گئی۔ میں دل ہی دل میں ان لوگوں کے بارے میں سوچ رہی تھی بڑا پراسرار جال پھیلا رکھا ہے کوف کلب والوں نے۔ اگر یہ کلب روشن سنگھ کی ملکیت ہے تو روشن سنگھ کی مکروہ شخصیت کا ایک اور پہلو میرے سامنے آ گیا تھا۔

وہ سب کچھ ہو سکتا تھا جس فطرت کا وہ انسان تھا اس کے تحت وہ دنیا کی ہر برائی کو اپنا سکتا تھا۔ یہ چیز بھلا کیا حیثیت رکھتی تھی۔ لیکن مجھے تعجب تھا کم بخت سادھوؤں کے بھیس میں ساری دنیا کے ساتھ فراڈ کر رہا ہے خدا اسے غارت کرے۔

بہرطور روبی نے میرے لیے میک اپ کا سامان پہنچا دیا اور میں تیاریاں کرنے لگی۔ جب میں وہاں سے نکل کر ہال میں آئی تو میں نے ہال کی تمام میزیں بھری ہوئی دیکھیں ایک ویٹر نے خالی میز کی جانب میری رہنمائی کی جو شاید میرے لیے ریزرو کر دی گئی تھی میں اپنی میز پر جا کر بیٹھی ہی تھی کہ روبی میرے پاس آ گئی۔

وہ خود بھی ایک خوبصورت لباس پہنے ہوئے تھی اچھی خاصی دلکش لڑکی تھی لیکن چہرے میں ایک مکروہ کیفیت چھپی ہوئی تھی جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اپنے اس کاروبار میں پوری طرح ماہر ہے اور اس کی شخصیت سے شرافت کا ہر عنصر مٹ چکا ہے وہ مجھ سے باتیں کرتی رہی پھر کہنے لگی۔

"مسٹر ڈینی بہت اچھے انسان ہیں دوستوں کے دوست! پتا نہیں آپ سے کیوں اس قدر متاثر ہو گئے ہیں۔ آپ ہی کی باتیں کرتے رہے مجھے کہنے لگے کہ میں آپ کے لیے آج کا ساتھی منتخب کروں۔"

"اوہ مس روبی۔ آپ بھی ان معاملات میں خاصی ماہر معلوم ہوتی ہیں۔"

"ہاں کیوں نہیں۔" ظاہر ہے زندگی انہی لوگوں کے درمیان گزری ہے۔

"کیا آپ پیدا بھی اسی کلب میں ہوئی تھیں" میں نے طنزیہ انداز میں پوچھا لیکن روبی نے اس طنز کو محسوس نہیں کیا اور ہنس پڑی۔

"نہیں۔ پیدا تو کہیں اور ہوئی تھی۔ پیدائش سے لے کر اس وقت تک کے واقعات یاد رکھنا ضروری نہیں ہوتے مس سائیکی! جب انسان اپنی زندگی میں آتا ہے۔ ہاں اگر آپ میری عملی زندگی کا تجربہ پوچھیں تو یوں سمجھ لیجیے کہ میری عمر اس وقت اٹھائیس سال ہے اور میں تقریباً چودہ سال سے یہاں ہوں۔"

"گڈ۔ دیری گڈ۔ گویا آپ نے ہوش یہیں سنبھالا۔"

"ہوش سنبھالا نہیں۔ بلکہ کسی نے مجھے ہوش دلایا تھا۔"

"کس نے؟"

"بھول گئی اُسے۔" روبی نے جواب دیا۔ اس کے انداز میں ایک کرب کی لہر اُبھی تھی۔ میں نے اس کے بعد اس سے کوئی سوال نہیں کیا جانتی تھی کہ کوئی المیہ کہانی سامنے آ جائے گی۔ انسان فطرتاً برا نہیں ہوتا۔ حالات اُسے برائی کی طرف لاتے ہیں اور پھر اگر کوئی سہارا دینے والا نہ ملے تو اس کے بعد وہ برائی کا تصور بھی ذہن سے مٹا دیتا ہے اور ان برائیوں میں اس طرح ڈوب جاتا ہے کہ اس کے ذہن سے یہ خیال ہمیشہ کے لیے مٹ جاتا ہے کہ نیکی بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ یہ لڑکی روبی بھی ایسے ہی حالات کا شکار ہو گئی۔ میں اپنے آپ کو دیکھ کر دوسروں کا اندازہ لگا سکتی تھی بھلا کسی کے لیے جاننے کی کوشش کیا مشکل ہو سکتی ہے اگر انسان خود اپنا تجزیہ کرے میرے ذہن میں اب کسی کی کہانی سننے کا کوئی تصور نہیں ابھرا تھا کسی بھی غم زدہ چہرے کو دیکھ کر میں یہ اندازہ لگا لیتی تھی کہ اس نے اس کے سہارے جینا سیکھ لیے ہوں گے اور پھر اسے دنیا میں چھوڑ دیا گیا ہو گا۔

اب ظاہر ہے ایک تنہا انسان جو کٹی پتنگ کی طرح ڈولتا پھر رہا ہو اپنے اوپر اقتدار کے خول کب تک چڑھائے رکھتا ہے۔ روبی بیٹھی رہی وفعتاً اس کی نگاہ دروازے کی طرف اٹھ گئی اور اس نے ایک شخص کو دیکھتے ہوئے آہستہ سے مجھ سے کہا۔

"اسے دیکھو۔ وہ پرنس دلاور ہے۔"

"یہ کون صاحب ہیں؟"

اس علاقے کا دل پھینک ترین آدمی، باہر سے آیا ہے۔ لیکن یوں لگتا ہے جیسے سارے ہندوستان کی دولت سمیٹ لایا ہے اس طرح بانٹتا ہے لوگوں کو یقین نہیں آتا۔ میرا خیال ہے کہ آج تم اُسے متاثر کرو۔ میرے دل میں ایک لمحے کے لیے خوف کے آثار پیدا ہو گئے تھے ہر شخص رام پرشاد نہیں ہوتا کوئی ایسی ترکیب ہونی چاہیے جس سے ہر شخص کو رام پرشاد بنایا جا سکے کوئی غلط آدمی ٹکرا گیا تو زندگی کی حیثیت بھی کھو بیٹھوں گی جہاں تک اور جس حد تک مجھے زندگی نے لوٹا تھا اس حد تک تو مجبوری تھی لیکن اگر خود اپنے آپ کو کسی کے حضور پیش کروں تو اپنا ضمیر کیا کہے گا۔

روبی اپنی جگہ سے اٹھی اور پرنس دلاور کے قریب پہنچ گئی پھر اس نے اُسے میری جانب متوجہ کیا۔ پرنس دلاور درمیانی عمر کا خوش رو اور صحت مند آدمی تھا چہرے ہی سے عیاش طبع معلوم ہوتا تھا مسکراتا ہوا میری طرف آیا اور قریب پہنچ کر بولا۔

"ہیلو۔"

"ہیلو سر" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"یقیناً آپ مجھے یہاں بیٹھنے کی اجازت دیں گی۔ کیوں مس روبی؟"

"ہاں یقیناً بیٹھیے پرنس۔ آپ کے لیے بھلا کہاں پابندی ہے؟"

"ہم پہلی بار ان خاتون کو یہاں دیکھ رہے ہیں۔"

"جی ہاں۔ یہ ہماری نئی ساتھی ہیں۔"

"ہماری ساتھی بھی بن سکتی ہیں۔" پرنس دلاور نے پوچھا۔

"کیوں نہیں آپ کا ساتھ بھلا کسے ناپسند ہو گا۔ کیوں مس سائیکی۔"

"سائیکی" میرے بجائے پرنس دلاور بول اٹھا۔

"ہاں سائیکی۔"

"ڈائرکٹ یونان سے آئی ہیں یا آسمانوں سے یہاں ڈیرا دون میں اتری ہیں۔"

"آپ جہاں سے سمجھ لیں۔"

"ہم کیوپڈ بن سکتے ہیں؟"

"آپ تو ہیں ہی کیوپڈ۔ مسٹر پرنس ولاور۔" روبی نے جواب دیا۔

"مس روبی آپ کی باتیں بہت دلکش ہوتی ہیں لیکن ہم نے ابھی اپنی نئی ساتھی کی آواز بھی نہیں سنی۔"

"یہ میری ترجمانی کر رہی ہیں پرنس ولاور۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کچھ نہ کچھ تو بولنا ضروری تھا۔ خاموش رہنا تو حماقت ہوتی۔

"گڈ۔ گڈ۔ ویری گڈ۔ بڑی مسرت ہوئی اور خاص طور سے مس روبی آپ کا بے حد شکریہ۔ لیکن مزید شکریہ کا موقع آپ ہمیں اس اشتعال میں دیں گی کہ ہمیں تنہا چھوڑ دیں۔"

"ظاہر ہے۔" روبی نے فراخدلی سے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔

"ہاں تو مس سائیکی! آپ کی کیا خدمت کی جائے۔"

"شکریہ پرنس کوئی خاص نہیں۔"

"عام ہی سہی۔"

"بس آپ سے گفتگو کر لوں گی، یہی بہت کافی ہے۔"

"کیا پئیں گی آپ؟"

"میں شراب نہیں پیتی!"

"ارے واہ۔ کیا خوبصورت بات ہے پرنس ولاور کے بارے میں یہاں لوگ بڑا تعجب کرتے ہیں کیونکہ شراب میں بھی نہیں پیتا۔"

"کیا۔؟" میرا دل دھک سے ہو گیا۔

"ہاں۔ مس سائیکی میں شراب نہیں پیتا بس زندگی کی دوسری دلچسپیوں میں حصہ لیتا رہتا ہوں۔"

"بڑی مسرت ہوئی آپ سے مل کر۔" میں نے الجھتے ہوئے کہا۔ یہ موقع تو ہاتھ سے جا رہا تھا۔ اس پروگرام کو تو میں نے بڑا ملا کر انتہا تفصیل کر دیا تھا۔ اب اس شخص کو کیا کروں؟ کی بڑی دیر تک غور کرتی رہی لیکن کوئی ترکیب میری سمجھ میں نہیں آئی۔ کلب کی تفریحات مسلسل جاری تھیں پرنس ولاور کے ساتھ میں پوری طرح جال میں پھنس گئی تھی کافی دیر تک ہم وہاں بیٹھے رہے پھر پرنس ولاور نے کہا۔

"کیا خیال ہے؟ اب آرام کیا جائے۔"

"جی۔" میں نے گھٹے گھٹے لہجے میں کہا۔ آج مجھے اپنی زندگی خطرے میں نظر آ رہی تھی۔ مجھے اپنا وقار سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا

بہرطور کمرے تک آنا ہی پڑا۔ پرنس ولاور بہت ہی عجیب سا لگتا معلوم ہوتا تھا اس کی گفتگو میں ایک نفاست تھی ایک کشش تھی۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ اتنا برا آدمی کیسے ہو سکتا ہے۔

بہرحال بہت سے برے آدمی سمجھ میں نہیں آتے تھے۔ میں اس کے ساتھ کمرے میں داخل ہو گئی پرنس ولاور کے انداز میں کوئی ایسی بات ضرور تھی جو میرے ذہن میں چبھ رہی تھی۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں خود بھی خاموشی سے اس کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔

"کچھ گفتگو کیجئے مس سائیکی۔ آپ بالکل خاموش ہیں۔"

"جی۔ جی نہیں۔ کوئی ایسی بات نہیں۔"

"بہرحال کوئی بات ہے ضرور۔ میں نے آپ کی شخصیت میں کچھ عجیب سی کیفیت پائی ہے۔ یہاں گلاف کلب میں آپ نئی نئی معلوم ہوتی ہیں۔"

"جی ہاں۔ زیادہ عرصہ نہیں ہوا مجھے۔"

"ہاں میرا تو خیال ہے ایک دو دن ہی ہوئے ہوں گے آپ کو؟"

"جی ہاں۔"

"اس سے قبل کہاں تھیں۔؟"

"جہنم میں۔" میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

"اوہ اچھا اچھا۔ گویا آپ وہاں اپنے حسن کے جوہر کھلا رہی تھیں۔ اور ہم یہاں مجبور بیٹھے ہوئے تھے۔"

"نہیں پرنس ولاور یہ بات نہیں ہے۔"

"پھر کیا بات ہے؟"

"یوں سمجھ لیجئے میں اس پروفیشن میں نئی آئی ہوں۔" میں نے کہا اور پرنس ولاور خاموش ہو کر مجھے دیکھنے لگا اس کے چہرے پر ایک لمحے میں بے شمار رنگ تبدیل ہو گئے تھے پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں آئی ہیں؟" اس سوال پر میں نے چونک کر اسے دیکھا پرنس ولاور کے چہرے کے ان اثرات کو تو میں کوئی صحیح الفاظ نہیں دے سکتی تھی۔

"کوئی کہانی سننا چاہتے ہیں پرنس؟"

"ہاں۔ مجھے کہانیاں سننے کا بہت شوق ہے۔"

"لیکن کہانیاں من گھڑت ہوتی ہیں؟"

"من جو چیز گھڑتا ہے اس میں کہیں نہ کہیں حقیقت چھپی ہوتی ہے۔"

"آپ حقیقتوں کو جاننے کے خواہاں کیوں ہیں؟"

"بس یونہی۔ میں نے کہا نا، نئی کہانیاں سننے میں مجھے بہت مزہ آتا ہے۔"

"دوسروں کی کمزوریوں سے لطف اندوز ہونا ٹھیک نہیں ہے پرنس۔"

"کمزوری نہیں مس سائیکی کوئی بھی کمزوری انسان کو اس کی ذات سے اتنا نیچے نہیں گرا سکتی۔"

"مطلب؟"

"مطلب یہ ہے۔ مجھے معاف کیجئے۔ یہ سب کچھ کہنے کا حق مجھے نہیں ہے لیکن ٹھہرئیے ایک منٹ مجھے آپ کی خدمت میں کیا پیش کرنا ہوگا۔"

"کیا مطلب ہے؟"

"مطلب یہ ہے معاف کیجئے گا آپ کی قیمت؟"

"جو دل چاہے لگا دیجئے اعلا ہم جیسوں کی بھی کوئی قیمت ہوتی ہے۔"

"آپ نے کچھ مقرر تو کی ہے۔"

"دنیا نے کچھ مقرر کیا ہے آپ کو اس کا علم تو ضرور ہوگا۔"

"یوں۔ بہرطور یہ لیجئے۔ یہ دس ہزار روپے ہیں۔" اس نے سو سو کے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر میرے سامنے رکھ دی۔ پھر بولا۔

"میرا خیال ہے یہ آپ کی توقع سے زیادہ ہوں گے نا۔"

"ہاں۔ بہت زیادہ ہیں۔"

"لیکن یہ سب آپ کے۔ اور مس سائیکی میں گلفام نہیں ہوں کہ آپ کے دل میں میرے حصول کی خواہش ابھر آئی ہوگی۔ ایک عام سا آدمی بلکہ عام سطح سے بھی گرا ہوا آدمی ہوں۔ بہ حیثیت ساتھی آپ میرے لیے تڑپ نہیں رہی ہوں گی آپ کو صرف ان لمحات کی قیمت ادا کرنی ہے نا؟ تو کیا مجھے یہ حق نہیں پہنچتا کہ میں وہ قیمت اپنے طور پر وصول کروں۔"

"آپ کو پورا پورا حق پہنچتا ہے پرنس ولاور۔"

"تو پھر مجھ سے گفتگو کیجئے یوں سمجھئے کہ اس وقت آپ کا یہ وجود سر سے پاؤں تک میرا ہے اور میں اس سے اپنا معاوضہ وصول کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے آپ کی زبان کی جنبش درکار ہے اب آپ کو اعتراض تو نہیں ہوگا۔"

"جی۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ اب میں اس عجیب شخص کی دل سے قائل ہوتی جا رہی تھی۔

"تو پھر سنائیے اپنی کہانی، بتائیے مجھے کہ آپ یہاں تک کیونکر پہنچیں۔"

"وہ کہانی سچ نہیں ہوگی۔" "آپ میرا جسم خرید سکتے ہیں سر سے پاؤں تک میں آپ کو آپ کی پسند کے مطابق ڈھال سکتی ہوں۔ لیکن میرے وجود کی سچائیوں کی قیمت کیا آپ ادا کر سکتے ہیں۔" پرنس ولاور نے چونک کر مجھے دیکھا، دیکھتا رہا اور پھر ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔

"وجود کی سچائیوں کی قیمت تو اس کائنات کی ہر شے سے زیادہ ہے۔ بھلا اسے کون ادا کر سکتا ہے؟"

"تو پھر جھوٹی کہانی سنانے کے لیے مجھے کیوں مجبور کر رہے ہیں۔"

"بہرطور اگر کچھ سچائیاں بھی میرے حصے میں آجائیں تو میں سمجھوں گا کہ میری خرچ کی ہوئی قیمت وصول ہو گئی۔"

"عجیب انسان ہیں آپ جس مقصد کے لیے آئے ہیں اسے پورا کیجئے اور جائیے۔"

"جس مقصد کے لیے آیا ہوں اسے ہی پورا کر رہا ہوں مس سائیکی اور یوں سمجھ لیجئے۔ مجھے آپ کی تلاش تھی۔"

"کیا۔؟" میں نے چونک کر کہا۔

"ہاں۔ آپ جیسی کسی سچی لڑکی کی۔ یہاں کاروباری لڑکیاں تربیت مل جاتی ہیں۔ عموماً مجھے ملتی رہتی ہیں لیکن میری آنکھوں نے آپ کو شناخت کرنے میں غلطی نہیں کی ہے۔ آپ نے خود بھی اس سچائی کا اعتراف کیا ہے کہ آپ اس پروفیشن میں نئی آئی ہیں مجھے اپنے اس پروفیشن میں آنے کی وجہ بتا دیجئے۔"

"اس سے آپ کو کیا فائدہ ہوگا؟"

"مس سائیکی پلیز۔ یہ میری درخواست ہے آپ سے۔"

"بہرطور پرنس ولاور اپنے بارے میں ساری حقیقت نہیں بتاؤں گی بس یوں سمجھ لیجئے کہ انسان برائیوں کی طرف کسی نہ کسی مجبوری کے تحت راغب ہوتا ہے یہ برائیاں بعض اوقات اس کی زندگی میں بڑی تکلیف دہ ہوتی ہیں اور وہ خلوص دل سے انہیں نہیں اپناتا لیکن حالات اسے مجبور کر دیتے ہیں۔"

"اچھا چھوڑیئے یہ بتائیے کہ گلاف کلب کا مالک کون ہے؟" پرنس ولاور کے ان الفاظ پر میں چونک پڑی تھی۔

"کیا آپ کو نہیں معلوم؟"

"سارا ولیوی؟" پرنس ولاور نے سوال کیا۔

"ہاں یہ نام میں نے سنا ہے۔"

"صرف سنا ہے یا سارا ڈوبی کو دیکھا بھی ہے؟"

"نہیں۔ میں نے کہا نا مجھے یہاں آئے ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا۔ بمبئی سے آئی ہوئی ہوں۔ یہاں نئی نئی ملازم ہوئی ہوں۔ اسارا ڈوبی سے ابھی تک میری ملاقات نہیں ہوئی۔"

"ٹھیک۔ لیکن کیا آپ اس بات کا وعدہ کر سکتی ہیں پرنس دلاور سے کہ آپ مجھے اس کلب کے بارے میں کچھ معلومات فراہم کریں گی؟"

"کیوں پرنس دلاور آپ یہ معلومات کیوں حاصل کرنا چاہتے ہیں؟"

"مس سائیکی۔ اگر آپ یہ نہ پوچھیں تو بہتر ہے۔"

"میں پوچھنا چاہتی ہوں۔ کوئی کام کرنے سے پہلے اس کی حقیقت جان لینا نہایت ضروری ہوتا ہے۔"

"لیکن میں آپ کو اپنا رازدار نہیں بنا سکتا۔"

"تو پھر میں آپ کو اپنا رازدار کیسے بنا سکتی ہوں پرنس دلاور؟"

"آپ مس سائیکی۔ آپ دراصل میں۔ یوں سمجھ لیجئے کہ بغرض عیاشی یہاں نہیں آیا ہوں۔ بلکہ یہ میری ذمہ داری ہے کہ میں اس کلب کے بارے میں معلومات حاصل کروں۔"

"یہ ذمہ داری کس شکل میں ہے کیا آپ کا تعلق پولیس ڈیپارٹمنٹ سے ہے۔"

"نہیں مس سائیکی نہیں۔ پولیس سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے میرا تعلق کس سے ہے اور کیوں ہے اس کے بارے میں، میں کسی کو کچھ نہیں بتا سکتا لیکن اگر آپ میری مدد کر سکتی ہیں تو اتنی مدد ضرور کر دیجئے کہ مجھے اس کلب کے اصل مالک کا نام معلوم کر کے ضرور بتا دیں۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں گا۔"

"اور آپ یہ نہیں بتائیں گے مجھے کہ آپ یہ نام کیوں معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

"ہاں۔ میں اس کے لیے مجبور ہوں۔"

"پرنس دلاور اگر میں آپ سے تعاون کروں تو مجھے اس کا کیا صلہ ملے گا۔"

"روزانہ دس ہزار روپے جب تک آپ مجھے یہ ساری معلومات فراہم نہ کر دیں۔"

"اوہ۔ اور یہ رقم آپ بلاوجہ خرچ کریں گے؟"

"نہیں۔ میں نے کب کہا کہ بلاوجہ خرچ کروں گا۔ اس کا ایک مقصد ہے کچھ لوگ اس کلب کے اصل مالک کا نام معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

"مگر اس کے لیے آپ نے میرا انتخاب کیوں کیا؟"

"میں اپنی پسند کے لوگوں کو تلاش کرتا پھر رہا تھا یہ اتفاق کی بات ہے کہ آپ کی ذات میں مجھے ایک ایسی چیز نظر آگئی جس نے مجھے اس بات کا حوصلہ بخشا کہ میں آپ سے یہ کام لے سکوں۔ دیکھئے مس سائیکی آپ کو ان لوگوں کو ایک مت سب معاوضہ ادا کرتا ہے اور آپ اپنے ضمیر کے خلاف اس کام کے لیے مجبور ہوتی ہیں۔ میں ان بے ضمیر لڑکیوں سے کبھی یہ بات نہیں کہہ سکتا تھا جو شوقیہ اس پروفیشن میں آتی ہیں اور اس کے بعد غلاظتوں کی انتہا کو پہنچ جاتی ہیں۔ میں آپ کی پاکیزگی آپ کی شخصیت کو برقرار رکھنا چاہتا ہوں۔ انسان زندگی کے جس مرحلے پر بھی اپنے آپ کو سنبھال لے وہ برا نہیں ہوتا۔ گزرے ہوئے واقعات کو فراموش بھی کیا جا سکتا ہے آج سے بہت سا وقت آپ مجھے سوچ دیں۔ آپ کا اپنا ضمیر بھی داغدار نہیں ہوگا اور مس سائیکی اگر آپ چاہیں گی تو میں اس کے بعد بھی آپ کی مدد کر سکتا ہوں۔"

"پرنس دلاور اگر آپ مجھے اپنے بارے میں پوری تفصیل بتا دیتے تو شاید میں اطمینان سے یہ کام انجام دے سکتی تھی۔"

"اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکتا۔ ہاں یہ وعدہ کر سکتا ہوں کہ اگر وقت آیا اور تم میرے لیے کام کی لڑکی ثابت ہوئیں تو شاید میں تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دوں۔" پرنس دلاور نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں آپ کی یہ پیشکش قبول کرتی ہوں۔"

"اس کے بعد ہم دوستوں کی طرح ایک دوسرے سے گفتگو کریں گے۔ زندگی سے گندگی کا تصور نکال دو تم میری دوست ہو۔" پرنس دلاور نے کہا اور پھر تاش کی ایک گڈی نکال لی۔

"لو یہ تاش اپنے ہاتھ میں لو۔"

"یہ کیا ہے؟"

"پرنس دلاور تمہیں کچھ دینا چاہتا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"میں ان باون کارڈز کا بادشاہ ہوں۔ یہ باون تاش تمہاری زندگی میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا کر دیں گے سائیکی لو اپنا یہ فن تمہیں اس لیے دے رہا ہوں کہ تم فطری طور پر بری نہیں ہو۔ اس وقت جب میرا یہ کام ہو جائے اور جب میں تم سے دور چلا جاؤں تو تمہیں جسم فروشی کی ضرورت باقی نہیں رہے گی یہ باون غلام ہیں جو تیری تحویل میں دیے دیتا ہوں سمجھو کہ یہ غلام ہمیں پوری زندگی کا سرمایہ ہیں۔ یہ میرے اشارے پر

عمل کرتے ہیں دنیا کے جس خطے میں جس خطے میں ہوں یہ میرا ساتھ دیتے ہیں اور میں اپنا یہ فن تمہیں دے رہا ہوں سائیکی! اور اس سے بڑا تحفہ میں تمہیں نہیں دے سکتا۔ میرے بارے میں تصور میں اگر جاؤ ہوں تو روزانہ لاکھوں روپے کما سکتا ہوں۔ مجال ہے کسی کی جو میرے سامنے تاش کے کھیل میں جیت سکے۔ ان حالات میں تم یوں سمجھ لو کہ اپنے طور پر ایک بہترین زندگی گزار سکتی ہو۔ میرے بدلنے میں سنسنی ہوئی تھی زندگی کا یہ رخ میرے لیے بڑا عجیب بڑا دلچسپ اور بڑا ہی دلکش تھا۔

حالانکہ میں جو کچھ تھی وہ نہیں رہ سکتی تھی لیکن اس کے باوجود زندگی کا یہ نیا انداز پتہ نہیں مجھے کہاں لے جائے گا اور کیا کیا کرنا پڑے گا۔ چنانچہ میں نے پرنس دلاور سے اس تحفے کو قبول کر لیا۔ اس نے تاش کی گڈی میرے سامنے ڈال دی اور پھر مجھے ایک ایسے انداز میں ایک ایسے عجیب و غریب انداز میں تاش کے گر بتانے لگا کہ میں ششدر رہ گئی۔ اس نے مجھے بتایا کہ کوئی بھی نئی گڈی کھولی جائے کس طرح اسے مارک کیا جا سکتا ہے کس طرح اس کے بارے میں اندازہ لگایا جا سکتا ہے کس طرح تاش کو اپنے احکامات پر چلایا جا سکتا ہے تقریباً صبح سات بجے تک وہ مجھے تاش کے کھیل بتاتا رہا۔ میرا امتحان لیتا رہا اور میں اتنی محو ہو چکی تھی اس میں کہ ہر بات بھول گئی تھی۔

صبح کے سات بجے اور کھڑکیوں سے روشنی چھن چھن کر اندر آئی تو میں چونکی پرنس دلاور کی شکل دیکھ کر میں نے حیرت سے کہا۔

"ارے صبح ہو گئی ہے۔"

"ہاں ڈیئر صبح ہو گئی ہے۔ کیا تم اپنے آپ کو مطمئن پاتی ہو؟"

"مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے میں ساری زندگی تاشوں کے اس کھیل میں گزارتی چلی آ رہی ہوں۔"

"اس کے سہارے تمہیں کسی بھی برائی سے بچنے کا موقع ملے گا تم اس سے اپنا کام چلا سکتی ہو۔ ہر جگہ دنیا کے ہر گوشے میں اس کل مالک ہے اپنا کام پورا کرو۔ اور سنو یہ میری ہدایت ہے کہ ضرورت سے بہت زیادہ کبھی نہ کھیلو بس اتنا کھیلو کہ تمہاری ضرورتیں پوری ہو جائیں۔"

"میں خیال رکھوں گی پرنس دلاور۔ لیکن آپ نے آپ نے مجھے اتنا حیران کر دیا ہے کہ اب میں آپ کے بارے ہی میں سوچتی رہوں گی۔"

"میں تم سے پھر ملوں گا اس دوران کوشش کرو کہ اس کلب کے اصل مالک کا پتہ لگا سکو۔"

"پرنس دلاور۔ آپ نے مجھ پر اتنا اعتماد قائم کر لیا ہے چلتے چلتے میں آپ سے کچھ اور کہنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں۔ ہاں کہو۔"

"میں خود بھی اس کلب کے اصل مالک کا پتہ لگانے آئی ہوں۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اس کلب کا اصل مالک رادھن سنگھ ہے۔ میرے ان الفاظ پر پرنس دلاور شدت حیرت سے چونک پڑا تھا۔ وہ خاموشی سے میری شکل دیکھتا رہا پھر اچانک ہنس پڑا۔

"کیوں۔ آپ ہنسے کیوں؟"

"ساری رات جھک مارتا رہا ہوں اور تم اب مجھے بتا رہی ہو کہ اس کلب کا مالک رادھن سنگھ ہے۔"

"یہ صرف میرا خیال ہے لیکن ابھی تک اس کا کوئی ثبوت نہیں ملا ہے۔"

"لیکن سائیکی تم کیوں رادھن سنگھ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے آئی تھیں۔"

"یہ ایک الگ کہانی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ دوسری رات بھی مجھے تمہارے ساتھ ہی گزارنا ہوگی۔" پرنس دلاور ہنس کر بولا۔

"آپ تشریف لائیں پرنس دلاور میرے اور آپ کے درمیان اب دوستی کا رشتہ قائم ہے۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے کوئی بات نہیں ہے میں کوشش کروں گا کہ آج رات کو بھی تمہارے ساتھ وقت گزار سکوں تم مجھے رادھن سنگھ کے بارے میں تفصیل بتانا۔" اس کے بعد وہ جانے کے لیے مڑ گیا۔ جب وہ چلا گیا تو میں بہت دیر تک اس کے بارے میں سوچتی رہی، تھوڑی دیر کے بعد ہی میرے لیے ناشتہ آ گیا۔ ناشتے کے ساتھ ساتھ ہی ڈینی بھی اندر آ گیا تھا۔ لالچی نوجوان دولت کا رسیا معلوم ہوتا تھا۔ دس ہزار روپے کی گڈی لپٹی پڑی ہوئی تھی اس نے اسے دیکھا اور اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔

"خوب۔ خوب۔ پرنس دلاور جیسی شخصیت سے دس ہزار روپے وصول کر لینا معمولی بات نہیں ہے۔"

"اٹھاؤ ڈینی اور انہیں جیب میں رکھو۔"

"نہیں۔ میرا دل اس کی اجازت نہیں دیتا اس میں سے تھوڑی سی رقم تم بھی رکھ لو۔ ہاں اگر تمہاری پسند ہو اور تمہاری مرضی ہو تو

مجھے دے دو۔ میں نے ایک ہزار روپے کے نوٹ نکال کر اپنے پاس رکھ لیے اور باقی تو ہزار ڈپٹی کر دیے دیئے۔ ڈپٹی تو میرا بے دام غلام بن گیا تھا۔ بہر حال جو کر رات بھر جاگی تھی۔ اس لیے دن ساڑھے دس بجے کے قریب ناشتہ کر کے سونے کے لیے لیٹ گئی اور پھر شام تک سوتی رہی۔ دوپہر کا کھانا گول ہو گیا تھا کیونکہ تھک گئی تھی میرے لیے تو اب یہاں عیش ہی عیش تھے۔ ڈپٹی بذات خود میرا مداح بن کر رہ گیا تھا۔

چنانچہ شام کو بھی وہ ناشتے کے ساتھ میرے پاس آیا۔ ہلکا کھانا کھا لیجیے مس سائیکی اور اس کے بعد رات ہی کو کھانا کھائیے۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور ناشتہ کرنے کے بعد میک اپ وغیرہ کرنے لگی اسی وقت روبی آ گئی۔

"ہیلو۔ کچھ ہم پر بھی تو نظر عنایت ہو جایا کرے مس سائیکی ڈپٹی کو تو آپ نے دولت سے نواز دیا ہے۔" میں نے ایک ہزار والے کے وہ نوٹ اٹھا کر روبی کے سامنے ڈال دیے۔

"ارے ۔۔ یہ ۔۔ یہ" روبی متحیرانہ انداز میں بولی۔

"رکھ لو۔ رکھ لو۔ مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے میں تو زندگی سے اکتائی ہوئی لڑکی ہوں۔ دولت سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"میں۔ میں تمہارے بارے میں کچھ جان سکتی ہوں مجھے تم بہت عجیب و غریب لگی ہو۔"

"ہر شخص میرے بارے میں کچھ نہ کچھ جاننے کا خواہاں ہے چھوڑو روبی کن چکروں میں پڑی ہوئی ہو۔"

"ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی۔ لیکن یہ بتاؤ پرنس دلاور کیسا آدمی ثابت ہوا۔"

"جیسے آدمی ہوا کرتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"کوئی انفرادیت نہیں تھی اس میں۔"

"نہیں مجھے نہیں محسوس ہوئی۔ کیوں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"بس ایسے ہی پوچھ لیا تھا میں نے پتہ نہیں کیوں مجھے یہ شخص کچھ عجیب سا لگتا ہے۔"

"میں نے اس کے اندر کوئی عجیب بات نہیں پائی۔ روبی کے جانے کے بعد میں نے تاش کی گڈی اٹھائی جو پرنس دلاور یہاں چھوڑ گیا تھا اور پرنس دلاور کے بتائے ہوئے طریقوں سے انہیں تقسیم کرنے لگی۔ بڑی حیرت کی بات تھی یہ۔ ایسے گر سکھائے تھے اس نے مجھے کہ میں ابھی تک حیرت زدہ تھی میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ چلو کم از کم اس کی مشق ہی رہے گی۔ کچھ نہ کچھ ہوتا رہے گا اور رقم کے حصول کے لیے کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ بہت سی باتیں سوچتی رہی تھی میں۔ ان لوگوں پر مکمل اعتماد کر لینا چاہتی تھی اس کے بعد اپنا کام کر سکوں۔ ابھی تک رہبا کے سلسلے میں مجھے کوئی تفصیل نہیں ہو سکی تھی۔ میرا دل تڑپتا تھا۔ اس کی یاد میرے سینے میں چٹکی لیتی رہتی تھی۔ اب ساری دنیا میں اگر کسی کو اپنا کہہ سکتی تھی تو وہ رہبا تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا لیکن ابھی تک مجھے رہبا کا کوئی نشان نہیں مل سکا تھا۔ ہاں اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کلب سے کسی نہ کسی طرح رادھن سنگھ کا تعلق ہے۔ مزید البتہ پرنس دلاور کے بارے میں سوچ تو ذہن الجھ جاتا۔ اس کا مقصد ہے کہ پرنس دلاور بھی رادھن سنگھ کی تلاش میں ہے کیا وہ پولیس کا آدمی ہو سکتا ہے لیکن یہ بات عقل سے بیچ نہیں آتی تھی چونکہ جانتی تھی کہ رادھن سنگھ کے ہاتھ اتنے لمبے ہیں کہ پولیس تو ایک طرح اس کی مٹھی میں ہے اگر وہ کوئی ذاتی سلسلہ ہے تو پھر پرنس دلاور میرا رازدار بن سکتا ہے مجھے آج بھی اس کی آمد کا انتظار تھا۔ شام کو میں تیار ہو کر نیچے کلب میں آ گئی اور بہت دیر تک پرنس دلاور کا انتظار کرتی رہی۔ وہ مجھ سے وعدہ کر گیا تھا کہ آج بھی آئے گا لیکن وہ نہیں آیا تھا پتہ نہیں کیوں۔ میں کافی دیر تک اس کا انتظار کرتی رہی اور پھر روبی پاس پہنچ گئی۔

"ہیلو۔" اس نے میرے سامنے کی کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہیلو روبی۔ آج تو بہت خوبصورت نظر آ رہی ہو۔" میں نے اس کے لباس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور روبی نے مسکراتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا پھر بولی۔

"تنہا بیٹھی ہو۔"

"ہاں۔ پرنس دلاور کا انتظار کر رہی ہوں۔"

"کیوں اس نے آنے کے لیے کہا تھا؟"

"ایک بات بتاؤ روبی۔ کیا وہ روز آتا ہے؟"

"نہیں، موڈی آدمی ہے جب دل چاہتا ہے چلا آتا ہے ورنہ نہیں آتا۔"

"مجھے امید تھی کہ آج وہ آئے گا۔"

"ممکن ہے اگر تم سے وعدہ کیا ہے تو آ جائے ابھی تک تو نظر نہیں آیا۔"

"میں اس دوران دوسرے لوگوں سے بچنا چاہتی ہوں۔"

"اوہو۔ اور اس کے باوجود تم کہہ رہی تھیں کہ پرنس دلاور میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔"

"نہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔ اس نے چونکہ مجھ سے وعدہ کیا تھا اس لیے میں ابھی کسی اور کا ساتھ نہیں چاہتی۔"

"تو پھر ٹھیک ہے یہاں سے اٹھ جاؤ۔ اس جگہ تنہا بیٹھنے والی لڑکیوں کی طرف بے شمار نگاہیں اٹھتی ہیں جبکہ کہیں اور یہ سب کچھ نہیں ہے۔ کوئی بھی تمہاری طرف متوجہ ہو سکتا ہے۔ کوشش کر سکتا ہے لیکن اگر تم یہاں نہیں ہو گی تو پھر کوئی تمہیں پریشان نہیں کرے گا۔"

"تو پھر کہاں جاؤں؟"

"دوسری سمت آ جاؤ۔ ممکن ہے دوسرے روم میں تمہارے لیے خاصی تفریحات موجود ہوں گی۔ تاش کے کھیل سے کچھ واقفیت رکھتی ہو۔" اس نے کہا اور ایک لمحے کے لیے میں چونک گئی میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ آخر میں تاش کھیلنا شروع کر دوں اور پرنس دلاور آ جائے تو یہی سوچے گا کہ میں بھی عام سی لڑکیوں کی طرح ہوں۔

اور خود بڑی اس کے دیے ہوئے فن سے فائدہ اٹھانے کے لیے کوشاں ہو گئی ہوں۔ لیکن پھر میں نے یہ بھی سوچا کہ اگر پرنس دلاور آ گیا تو اس سے کہوں گی کہ صرف اس کا انتظار کرنے کے لیے میں تاش کے کھیل میں مصروف ہو گئی تھی تاکہ دوسرے لوگوں کو ٹالا جا سکے وہ یقیناً میری مجبوریوں کو سمجھے گا۔ اسی خیال کے تحت میں روبی کے ساتھ اٹھ گئی۔ ابھی تک میں نے گاف کلب کے دوسرے شعبے نہیں دیکھے تھے اور روبی جس دروازے سے مجھے دوسری طرف لے گئی۔ وہاں کی فضا بھی ہنگامہ خیز تھی۔ بہت سی میزیں لگی ہوئی تھیں جن پر جوا ہو رہا تھا۔ شراب کی صراحیاں گردش کر رہی تھیں۔ اور ضرورت مند اس میں سے اپنی پسند کا جام اٹھا لیتے تھے ہم دونوں ایک میز پر پہنچ گئے اور کرسیاں گھسیٹ کر بیٹھ گئے۔ روبی نے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر ویٹر کو دی اور وہ اس کے اسٹیکرز لے آیا۔ میں اپنے قریب دوسری میز پر بیٹھے ہوئے لوگوں کا کھیل دیکھ رہی تھی۔ سب آنکھ کے اندھے اور گانٹھ کے پورے تھے۔ بڑی بے دردی سے کھیل رہے تھے۔ ہم بھی ان میں شامل ہو گئے روبی میری رہنمائی کر رہی تھی اس نے میرے لیے کارڈ لیے تھے اور بہر حال مجھے جیتنا تھا۔ لیکن میں کسی پر ظاہر نہیں ہونا چاہتی تھی۔ چنانچہ میں نے پہلے مسلسل تین ہاتھ ہارے۔ پرنس دلاور نے مجھے تاش کا صحیح طریقہ سکھا دیا تھا۔ میں ان تینوں ہاتھوں میں نہایت بے دردی سے داؤ لگا چکی تھی اور آدھے سے زیادہ اسٹیکرز چلے گئے تھے جو میرے ہاتھ میں جمع تھے۔ اور میں نے دوسری کوشش شروع کر دی۔ میرے مقابل کھیلنے والے چار افراد تھے۔ میں نے ان میں سے ایک کو مخاطب کیا اور وہ مسکرا کر میری طرف دیکھنے لگا اور پھر اس نے فخریہ انداز میں داؤ لگانے شروع کر دیے۔ میں آرام آرام سے کھیل رہی تھی۔ اور دوسرے لوگوں کو اس پر سخت طیش آ رہا تھا۔ چالیس بڑی بازیاں گئیں اور میرے سامنے لگی ہوئی ساری گڈیاں ختم ہو گئیں۔ وہ لوگ اپنے اپنے کارڈ پھینکتے چلے گئے تھے۔ اور آخری آدمی رہ گیا تھا جسے میں نے مخاطب کیا تھا۔ بس آخری ہاتھ میں اس نے مجھ سے شو لیا تھا اور نتیجہ صاف ظاہر تھا۔ میرے کارڈ اس سے کہیں بڑے تھے۔ چنانچہ اسٹیکرز کا ڈھیر میں نے اپنے سامنے سرکا لیا اور روبی کا سانس بند ہو گیا۔ بہت بڑی رقم آ گئی تھی میرے پاس۔ اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"بڑا اچھو تاک کھیل کھیل رہی ہو تم۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بس مسکرا کر روبی کی طرف دیکھ کر رہ گئی۔ تقریباً ایک گھنٹے تک میں کھیلتی رہی۔ اس دوران میرے سامنے ہزاروں روپے کے اسٹیکرز جمع ہو گئے تھے۔ تب روبی نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ تم۔ تم بس کرو۔ پلیز پلیز بس کرو۔ اب ان لوگوں کو معاف کر دو۔" میں ہنس کر وہاں سے اٹھ گئی اور روبی نے دوبارہ ویٹر کو بلایا اور اسٹیکرز نوٹوں میں بدل لیے۔ پھر وہ میرے ساتھ اٹھ گئی۔ اس کا سانس بری طرح پھولا ہوا تھا۔

"کیوں روبی کیا بات ہے؟"

"تم۔ تم تو قیامت ڈھا رہی ہو۔ مجھے تمہاری یہ صفت تو معلوم ہی نہیں تھی۔"

"لو اس میں سے آدھی رقم تمہاری۔" میں نے اس سے کہا۔ اور روبی کا سانس ایک بار پھر بند ہو گیا۔

"یہ ۔۔ بہت زیادہ ہے۔" وہ کپکپاتے لہجے میں بولی۔

"کوئی بات نہیں، رکھ لو۔" روبی نے بری طرح ان نوٹوں پر جھپٹا مارا تھا۔ میرے پاس تمامی رقم تھی جو میرے لیے ایک طرح سے بے مقصد تھی، لیکن ابھی تو مجھے بہت کچھ کرنا تھا،

اس کلب کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنے کے لیے ان لوگوں کو مالی فائدہ پہنچانا ضروری تھا چنانچہ ہم ہیڈ کوارٹر سے نکل آئے اور تھوڑی دیر بعد اپنی میز پر پہنچ گئے، روبی میرے ساتھ ساتھ لگی ہوئی تھی، اس نے کہا۔

"اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے بہت کچھ کرسکتی ہوں۔"

"کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"مقصد یہ کہ مجھے پتہ ہے روبی یہ ساری باتیں بعد کی ہیں۔ میں تم سے بہت متاثر ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم سے تمہاری زندگی کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کی جائیں۔"

"میں۔ میں بس یوں سمجھ لو کہ یہی باتیں ہیں اس وقت بھی کیونکہ ساری باتیں بے کار ہیں، انسان کو حال دیکھنا چاہیے۔ پرنس والد آج شاید نہ آئیں۔ اب ان کا وقت گزر چکا ہے"

میں خاموش ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد روبی چلی گئی۔ میرا اب یہاں بیٹھے رہنا ضروری نہیں تھا کیونکہ پرنس والد نہیں آیا تھا چنانچہ تھوڑی دیر بعد میں اپنے کمرے میں آگئی۔ جب میں اپنے کمرے میں پہنچی تو اس کے چند منٹ بعد ہی ڈی سی میرے پاس پہنچ گیا۔

"کیوں میڈم سائیکی طبیعت ٹھیک نہیں ہے کیا؟"

"ہاں ڈی سی کچھ تھکن ہے۔"

"میں نے سنا ہے کہ آج آپ گیمبر روم میں نکل گئی تھیں اور وہاں آپ نے قیامت ڈھادی۔"

"ہاں تمہارا حصہ محفوظ ہے ڈی سی!" میں نے کچھ نوٹ اس کے سامنے رکھ دیے اور ڈی سی خوف زدہ انداز میں پیچھے ہٹ گیا۔

"گویا۔ گویا یہ، یہ۔"

"ہاں میں نے جیتے ہیں۔"

"کمال ہے، یہ بہت بڑی عجیب شخصیت ہے تمہاری، میں تمہیں دنیا کی سب سے حیرت انگیز لڑکی کہہ سکتا ہوں۔"

"نہیں ڈی سی میں تو معمولی شخصیت کی مالک ہوں" میں نے جواب دیا اور خاموش ہوگئی۔

"آئیے اگر آپ بور ہو رہی ہوں تو میرے ساتھ تھوڑی دیر بیٹھیے، ابھی سے آپ لیٹ کر کیا کریں گی۔"

"نہیں مجھے رہنے دو ڈی سی، آرام کرنا چاہتی ہوں۔"

"پلیز تھوڑی دیر تو میرے ساتھ باہر بیٹھیے کیا کریں گی آپ، آئیے میرے آفس میں چلیے" ڈی سی کے مجبور کرنے پر میں اس کے ساتھ اس کے آفس پہنچ گئی، اس کا آفس بہت شاندار تھا۔

ڈی سی متحیرانہ انداز میں دیکھتا رہا پھر بولا۔

"اگر آپ کے بارے میں سارا ولیوی کو معلوم ہو جائے تو میرا خیال ہے۔۔؟"

"سارا ولیوی کون؟"

"اس کلب کی مالکہ۔"

"وہ اس کلب کی مالکہ ہیں، لیکن میں نے تو سنا ہے اس کلب کا مالک کوئی اور ہے؟"

"نہیں، سارا ولیوی ہی اس کی مالکہ ہیں" ڈی سی نے جواب دیا۔

"خوب۔"

"کیا آپ سارا ولیوی سے ملاقات کرنا پسند کریں گی، میرا خیال ہے اگر میں آپ کے بارے میں انہیں بتاؤں تو وہ بھی حیران رہ جائیں گی۔"

"بتا دیجیے کیا حرج ہے؟"

"میں تو یہ کہتا ہوں مس سائیکی کہ اگر آپ ان لوگوں کو بیوقوف بنانے کے بجائے اگر تاش کا کھیل کھیلتی رہیں تو لاکھوں کما سکتی ہیں، میرا تو یہی مشورہ ہے کہ آپ سارا ولیوی سے باقاعدہ مل جائیں، تاکہ آپ کو اس سلسلے میں مکمل تحفظ بھی مل جائے، اور آپ ان مشغولیات سے بھی بچ جائیں، ہاں اگر زندگی میں کبھی تفریح کرنا چاہتی ہیں تو پھر اس میں پسند کی شخصیت کا بھی دخل ہوتا ہے۔"

"ٹھیک ہے اگر آپ چاہیں تو میں سارا ولیوی سے مل سکتی ہوں۔"

"ایک منٹ" ڈی سی نے کہا اور ایک فون قریب کھسکا کر اس پر نمبر ڈائل کرنے لگا، میں نے نمبروں پر خاص طور سے دھیان دیا تھا اور انہیں ذہن نشین کر لیا تھا، پھر اس کی آواز ابھری۔

"میڈم سارا ولیوی موجود ہیں، میں ان سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"کون صاحب بول رہے ہیں؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ڈی سی۔"

"چند لمحات توقف فرمائیے" ادھر سے کہا گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد فون پر کسی کی آواز سنائی دی۔

"میڈم میں ڈی سی بول رہا ہوں، ایک نوآموز کے بارے میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں، ایسے کام کی چیز ہیں جو تاش کی ماہر ہیں، کیا آپ یقین کریں گی کہ آج انہوں نے اپنے کھیل سے قیامت ڈھادی ہے، میں آپ سے ان کا تعارف کرانا چاہتا ہوں، یقیناً وہ ہماری مستقل ممبر بن چکی ہیں بس یوں سمجھ لیجیے، دولت کی کان ہیں۔"

ابھی ابھی ڈی سی اس سے بات کر رہا تھا، شاید اس عورت نے آنے کا وعدہ کر لیا تھا، میں محسوس کر رہی تھی کہ میں اپنے کام میں ایک قدم اور آگے بڑھ گئی ہوں، اگر اس طرح سارا ولیوی کی توجہ حاصل ہو جائے تو لطف ہی آ جائے گا، واقعی پرنس والد نے مجھے ایک بہت بڑا امتحان دے دیا تھا لیکن خود وہ بتائے کہاں غائب ہو گیا تھا، ممکن ہے کہیں مصروف ہو میرے دل میں بار بار اس کا خیال آ رہا تھا اور میں سوچتی رہی، لیکن اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنا میرے بس کی بات نہیں تھی، وہ بے حد پُراسرار شخصیت کا مالک تھا، کافی دیر تک میں ڈی سی کے پاس بیٹھی رہی، پھر وہ غالباً کسی کام پر گئے اشارہ موصول ہوا اور اس نے انٹرکام سوئچ آن کر دیا۔

"ہاں ڈی سی آ جاؤ" ایک بھاری اور گونج دار آواز سنائی دی تھی، کسی عورت کی تھی لیکن اتنی پاٹ دار اور عجیب تھی کہ میں اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکی، ڈی سی ایک دم مؤدب ہو گیا تھا۔

"میں پہنچ رہا ہوں میڈم" اس نے کہا اور میری طرف رخ کر کے بولا۔

"آئیے سارا ولیوی آپ کو یاد کر رہی ہیں" اس نے کہا اور میں اپنی جگہ سے اٹھ گئی، ڈی سی میرے ساتھ جس کمرے میں داخل ہوا وہ کافی کلب کی مالکہ کے شایان شان ہی تھا، کمرہ کیا عظیم الشان ہال تھا جس میں قیمتی ترین فرنیچر موجود تھا اور جاپانی طرز پر بے حد خوبصورتی سے سجایا گیا تھا، طویل میز کے پیچھے اعلیٰ درجے کی کرسی پر ایک طویل القامت عورت بیٹھی تھی، وہ کافی خوبصورت تھی، لیکن اس لحاظ سے اس کے بدن کا پھیلاؤ بھی تھا، لیکن دلچسپ بات یہ تھی کہ اسے موٹوں میں شمار نہیں کیا جا سکتا تھا، بس عظیم الشان عورت تھی، میں نے ایک نگاہ میں اس کا جائزہ لیا، مغرور و نفرت میں ڈوبی ہوئی ایک عجیب سی عورت، جسے واقعی اس کلب کی مالکہ کے طور پر محسوس کیا جا سکتا تھا، میرے سلام کے جواب میں وہ سرد و سپاٹ آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی، گردن کو خم کر کے اس نے میرے سلام کا بوجھ اتار دیا تھا، ڈی سی مجھے ساتھ لیے اس طویل میز کے سامنے پہنچ گیا، اور سارا ولیوی آہستہ سے بولی۔

"بیٹھو" ڈی سی نے میرے لیے کرسی کھینچ دی تھی، میں بیٹھ گئی مجھ سے ایک کرسی چھوڑ کر ڈی سی بھی بیٹھ گیا تھا، اب سارا ولیوی نے میز کی دراز سے ایک غیر ملکی سگریٹ کا پیکٹ نکالا اور ایک سگریٹ ہونٹوں سے لگا کر سونے کے ایک لائٹر سے اسے سلگانے لگی، ڈی سی نے جلدی سے ایش ٹرے اٹھا کر اس کے سامنے رکھ دی، سارا ولیوی نے سگریٹ کے دو تین گہرے گہرے کش لیے اور گاڑھا دھواں چھوڑتے ہوئے بولی۔

"سنا ہے کہ تم نے ہمارے کلب میں تہلکہ مچا دیا ہے۔"

"نہیں میڈم! میں تو خاموشی سے یہاں وقت گزار رہی ہوں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ کیوں" سارا ولیوی نے سوال کیا؟

"بس مسٹر ڈی سی خواہ مخواہ مجھ سے متاثر ہو گئے ہیں حالانکہ اس عظیم الشان کلب میں مجھ جیسی نجانے کتنی لڑکیاں آتی ہوں گی، مجھ میں ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے۔"

"خوب انکساری سے کام لے رہی ہو، ڈی سی نے تمہاری کچھ خصوصیات بتائی ہیں، مثلاً تاش کے کھیل میں تم اپنے مقابل کو جیتنے نہیں دیتیں۔"

"میں جان بوجھ کر ایسا نہیں کرتی، اب اس کو کیا کروں، یہ باون کاغذ کے ٹکڑے مجھ سے بڑی انسیت رکھتے ہیں اور جب مجھ تک پہنچتے ہیں تو مجھے مایوس نہیں ہونے دیتے" میں نے جواب دیا۔

"خوب۔ خوب" اس بار سارا ولیوی کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی، اس نے کہا۔

"کسی بہت بڑے ماہر فن کی شاگرد معلوم ہوتی ہو۔"

"آپ یہی سمجھ لیں میڈم میں تردید نہیں کروں گی، کیونکہ میں کسی بھی معاملے میں بحث کی قائل نہیں ہوں۔"

"تمہاری گفتگو کا انداز بڑا عجیب ہے، لیکن میں تم سے چند سوالات کرنا چاہتی ہوں" سارا ولیوی نے کہا۔

"ضرور میڈم! مسٹر ڈی سی نے مجھ سے کہا تھا کہ آپ مجھ سے ملاقات کرنا چاہتی ہیں اس لیے میں حاضر ہو گئی۔"

"تمہاری اصل شخصیت کیا ہے" سارا ولیوی نے سوال کیا اور ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں ایک چھناکا سا ہوا لیکن میں نے اپنے تاثرات کا اظہار چہرے سے نہیں ہونے دیا تھا، میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا مجھ جیسی عورتوں کی بھی کوئی اصل شخصیت ہوتی ہے؟"

"نہیں میرا مقصد ہے زندگی کس طرح گزارتی رہی ہو؟"

"بس شہر شہر آوارہ گردی میرا مصرف ہے، میں نے اپنی زندگی کو ایک لاابالی حیثیت دے دی ہے اور کوئی خاص روگ

"نہیں پاپا اس کے لیے بس یوں ہی زندگی گزارتے ہوئی ڈیڑھ دن نکل آئی اور یہاں گان کلب جیسی جگہ میرے لیے انتہائی نامناسب تھی خوش قسمتی سے مجھے یہاں کا ممبر بنا دیا گیا، سارا دیوی نے ایش ٹرے میں دبی ہوئی سگریٹ کو گھورا اور اسے ایش ٹرے میں رگڑ دیا۔ حالانکہ اس نے اس کے دو تین کش ہی لیے تھے، یہ غالباً اس کی بیزاری کی کیفیت کا اظہار تھا۔ ڈیبی خاموشی سے بیٹھا ہوا ہماری گفتگو سن رہا تھا، اس نے اس دوران اس گفتگو میں کوئی دخل نہیں دیا تھا، سارا دیوی تھوڑی دیر تک خاموش رہی، اس کے بعد اس نے دوسرا سگریٹ نکال لیا، اس کے اس انداز میں غرور اور نفرت کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا، وہ ظاہر کرنا چاہتی تھی کہ وہ بہت عظیم عورت ہے پھر تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"تم ہم سے تعاون کرو میں تمہیں یہاں ہر طرح کی مراعات دے سکتی ہوں۔"

"کیوں نہیں ظاہر ہے مجھے مراعات کے سوا کیا درکار ہے" میں نے جواب دیا۔

"اگر تاش کا کھیل پسند کرو تو پھر جس شکل میں چاہو یہاں رہو، مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا لیکن اگر کبھی ضرورت پیش آئے تو تم تاش کے کھیل میں ہمارا ساتھ دو گی۔"

"مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے" میں نے جواب دیا۔

"اگر تم چاہو تو میں تمہارا امتحان لوں، میرا مقصد ہے کہ میں بھی تمہارا کھیل دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"جیسا میڈم پسند کریں" میں نے جواب دیا اور سارا دیوی ڈیبی کو مخاطب کر کے بولیں۔

"سنو کیا گرداس موجود ہے۔"

"پتہ نہیں میڈم اگر آپ کہیں تو میں اسے تلاش کر سکتا ہوں؟"

"ہاں اگر وہ موجود ہو تو اسے بلوا لو" سارا دیوی نے کہا اور ڈیبی اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل گیا، سارا دیوی خاموشی سے سگریٹ کے کش لیتی رہی، پھر اس نے کہا۔

"تمہاری شخصیت نے مجھے متاثر کیا ہے، بہر طور میں تمہارا تاش کا فن دیکھنا چاہتی ہوں، اس کے بعد ممکن ہے میں تمہیں اپنے خصوصی ساتھیوں میں شامل کر لوں، ڈیبی کا کہنا اگر درست ہے تو واقعی مجھے ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو تم جیسے ہوں۔"

"مجھے کسی بھی سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں ہوگا" ڈیبی چند لمحات میں واپس آ گیا، اس نے بتایا کہ گرداس ابھی تھوڑی دیر کے بعد پہنچنے والا ہے، ہم انتظار کرتے رہے، پھر تھوڑی دیر بعد سانولے سلونے رنگ کا ایک نوجوان جس کی آنکھوں میں بلا کی چمک تھی، اندر داخل ہو گیا اس نے ادب سے سارا دیوی کو سلام کیا اور میز کے پاس آ کھڑا ہوا۔

"بیٹھ جاؤ گرداس تاش کھیلتے ہیں" سارا دیوی نے کہا اور گرداس تعمیل حکم کرتے ہوئے بیٹھ گیا۔ انداز ایسا تھا جیسے زندگی میں پہلی بار سارا دیوی کے ساتھ بیٹھنے کا اعزاز حاصل ہوا ہو۔ سارا دیوی نے میز کی دراز سے تاش کی ایک گڈی نکالی اور اس کا کور پھاڑنے لگی، پھر اس نے تاش میز پر ڈالی۔ اور نوٹوں کی گڈی نکال لی۔

"تم لوگوں کے پاس کچھ ہے" اس نے ڈیبی وغیرہ سے پوچھا۔

"کیوں نہیں مادام" ڈیبی نے جواب دیا اور جیب سے کافی نوٹ نکال لیے گرداس نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ سارا دیوی نے تاش کی گڈی خود اپنے ہاتھوں سے شفل کی تھی اور پھر میری طرف کاٹنے کے لیے بڑھا دی۔ میں نے لاپروائی سے چند تاش کاٹ کر رکھ دیے۔ سارا دیوی نے تاش تقسیم کیے اور رقم رکھنے لگی اور میں لاپروائی سے اپنے ساتھ رکھے نوٹ درمیان میں پھینکنے لگی۔ سارا دیوی اور گرداس مجھے رقم اس انداز میں پھینکتے دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔

میز پر نوٹوں کی گڈیوں کے انبار لگ گئے اور پتے ہو گئے تو سب سے پہلے سارا دیوی نے اپنے کارڈ اٹھائے اور مطمئن انداز میں پتے رکھ کر پھر کھیلنے لگی، ان کی دیکھا دیکھی گرداس نے بھی اپنے کارڈ اٹھا لیے تھے، ڈیبی بھی کھیل رہا تھا، ڈیبی نے اپنے کارڈ اٹھا کر دیکھے اور پیچھے پھینک دیے البتہ گرداس کچھ دیر تک جما رہا، پھر اس نے کارڈز اپنی گڈی میں شامل کر دیے اور پیچھے ہٹ گیا، اب میں اور سارا دیوی رہ گئے تھے۔ سارا دیوی مسکراتے ہوئے رقم لگانے لگیں اور جب کافی رقم میز پر ڈھیر ہو گئی تو میں نے لاپروائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"میڈم بہتر ہے کہ اب آپ میرے کارڈز کو دیکھیں اور کم از کم اس بازی کو ختم کر دیں" میں نے کہا۔

"اوہ ۔ ابھی سے ۔ ابھی تو تمہارے پاس کافی رقم ہے" سارا دیوی نے اپنی بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"جی ہاں اور ابھی مزید نوٹ میرے پاس آ جائیں گے آپ خواہ مخواہ اپنے پیسے کیوں ضائع کر رہی ہیں۔ کارڈز دیکھ لیں۔" میں نے کہا اور سارا دیوی نے میری بات مان لی۔

"میرے پاس فرسٹ راؤنڈ ہیں" انہوں نے کہا اور اپنے پتے میز پر پھیلا دیے۔ یکہ، بادشاہ، اور بیگم تھے لیکن مختلف رنگوں میں۔ میں نے بھی اپنے کارڈ اٹھائے۔ گرداس کی نگاہیں میرے ہاتھوں پر جمی ہوئی تھیں، تب میں نے یکہ دکی اور تکے کے پتے میز پر ڈال دیے۔ سب کے چہرے مسکرا کر رہ گئے تھے گرداس بے چین نظر آنے لگا۔

"یہ کیسے ممکن ہے۔" وہ بڑبڑایا۔

"آپ نے تو کارڈ دیکھے بھی نہیں تھے؟"

"اس کا جواب میڈم دیں گی۔" میں نے لاپروائی سے جواب دیا۔

"گرداس میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتی، واقعی یہ بڑی عجیب بات ہے۔"

"کارڈ بھی آپ نے بانٹے تھے میڈم" گرداس بولا۔

"ہاں ۔ اور تم جانتے ہو میں کوئی گڑبڑ نہیں کر سکتی۔"

"تب اسے اتفاق ہی کہا جا سکتا ہے" گرداس نے کہا اور پھر بولا۔ "ذرا کارڈ مجھے دیں۔" سارا دیوی نے کارڈ اٹھا کر گرداس کو دیے اور گرداس گڈی سمیٹ کر اسے شفل کرنے لگا، پھر اس نے کارڈز میز پر ڈال دیے۔

"آپ ہی کاٹیے محترمہ سا۔"

"نہیں اس بار یہ فرض مسٹر ڈیبی انجام دیں گے، ممکن ہے آپ کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ میں نے کچھ گڑبڑ کر دی ہے۔" میں نے کہا۔ لیکن اس دوران میں اندازہ لگا چکی تھی کہ کون سے کارڈز کہاں ہیں۔

"اس بار آپ گڑبڑ نہیں کر سکیں گی۔" گرداس مسکرا کر بولا۔

"کہہ چکی ہوں کہ میں کوئی گڑبڑ نہیں کرتی۔ تاش میرے ساتھ اپنا انداز میں اور میں ان کے ساتھ۔ مجھے علم ہے کہ آپ نے کارڈ لگا دیے ہیں۔ لیکن یہ مجھے دھوکا نہیں دے سکتے۔" میں نے اعتماد سے کہا اور سارا دیوی کے اشارے پر ڈیبی نے کارڈ کاٹ دیے، میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ کس کے پاس کیا جا رہا ہے۔ گرداس نے گڈی اٹھائی اور کارڈ تقسیم کرنے لگا۔ سارا دیوی کے چہرے پر بہت زیادہ دلچسپی کے آثار تھے، کھیل شروع ہو گیا اور میں اسی لاپروائی سے کھیلنے لگی، اس بار بھی خاصی رقم جمع ہو گئی تھی۔ مجھے اندازہ تھا کہ کس کے پاس کیا ہے، اس بار گرداس نے اپنے پاس بہترین پتے رکھے تھے، لیکن یہ بھی اتفاق تھا کہ میرے پاس اس سے بڑے کارڈز تھے۔ بہرطور میں اس سے ہار کیسے مان سکتی تھی چنانچہ وہ بڑے یقین سے بھاری رقمیں لگا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنی آخری پونجی بھی لگا دی اور مسکراتا ہوا بولا۔

"اب مجبوری ہے، تاش کے کھیل میں ادھار جرم ہے ورنہ میں کچھ قرض مانگنے کی کوشش کرتا۔"

"چلو بیٹے شو کرو" سارا دیوی بے چینی سے بولی اور پھر اس نے خود ہی گرداس کے پتے الٹ دیے۔

"تین غلام تھے"

"ٹریل" سارا دیوی اچھل پڑیں۔

"میرے پتے بھی آپ ذرا زحمت کریں میڈم" میں نے ہنس کر کہا اور سارا دیوی نے بے صبری سے میرے کارڈ اٹھا لیے۔ پھر ان کا چہرہ فق ہو گیا۔ ایک لمحے تک تو وہ کارڈ ہاتھ میں لیے پھٹی پھٹی نگاہوں سے انہیں دیکھتی رہیں۔ ڈیبی اور گرداس سخت بے چین تھے۔

"تین ۔ تگیں ۔" انہوں نے سرسراتی آواز میں کہا اور پتے میز پر ڈال دیے۔

"ناممکن ۔ میں نے انہیں تین تگیاں دی تھیں" گرداس نے سرسراتی آواز میں بولا۔

"تب اسے جادوگری ہی کہا جا سکتا ہے" سارا دیوی نے کہا۔

"نہیں مسٹر گرداس آپ نے تین تگیاں نہیں دی تھیں، پتے اس جگہ سے اٹھائیے جہاں سے میں اشارہ کروں" میں نے کہا اور گرداس نے وہ پتے اس جگہ سے اٹھا لیے۔

"اب انہیں تقسیم کر دیجیے، چار آدمیوں میں تین تگیاں سارا دیوی کے پاس جائیں گی" میں نے کہا اور گرداس نے میری ہدایت پر عمل کیا، چند ہی لمحات کے بعد ان سب نے دیکھا کہ سارا دیوی کے سامنے تین تگیاں اکٹھی ہو گئی تھیں۔

گرداس حیرت سے منہ پھاڑ کر رہ گیا تھا۔ "مجھے حیرت ہے میں نے تاش جس جگہ لگائے تھے، وہاں سے تین تگیاں ہی آپ تک آنی چاہئیں تھیں۔"

"بہرطور اب کیا کہا جا سکتا ہے" میں نے جواب دیا۔ سارا دیوی متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھ رہی تھیں پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"کمال ہے ۔ میں نے اس سے زیادہ عظیم کھیل کبھی نہیں دیکھا۔"

"میں اپنے دوستوں کے درمیان ہوں" سارا دیوی اور یہ کھیل صرف مذاق کی حیثیت رکھتا ہے اس لیے اس جیتی ہوئی رقم سے میں کچھ قبول نہیں کروں گی۔"

"اوہ نہیں ڈیئر، یہ مناسب نہیں ہے۔" سارا ڈولوی بے چینی سے بولی۔ وہ اتنی دولت مند ہونے کے باوجود کافی لالچی معلوم ہوتی تھی۔

"اصول کی بات ہے۔" میں نے کہا۔

"کاش تم ہمیشہ کے لیے ہم لوگوں میں شامل ہو جاؤ۔ تاش کی ایسی جادوگری سے تو ہم دنیا کے امیر ترین لوگ بن سکتے ہیں۔ تم نے کبھی کسی دوسرے ملک میں بھی جوا کھیلا ہے؟"

"نہیں میڈم، میں صرف اپنے ہی ملک میں رہی ہوں۔ امریکی دنیا میری نگاہ سے اوجھل ہے۔"

"اوہ میں تمہیں ساری دنیا کا دورہ کرا سکتی ہوں بیٹا۔ میں نجانے کیا کچھ کر سکتی ہوں، تمہارے ساتھ مل کر۔" سارا ڈولوی پُرجوش لہجے میں بولی۔ اس کی شخصیت کا غلاف اُتر گیا تھا اور اب وہ ایک عام عورت نظر آ رہی تھی۔

میں نے یہ بازی بھی جیت لی تھی، لیکن اس بات کو میں نظرانداز نہیں کر سکتی تھی کہ اس سلسلے میں میرا معاون وہ اوکھا انسان تھا جس کا نام پرنس ولادو تھا۔ وہ کون ہے اور یہاں کیا چاہتا ہے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا تھا کہ اگر پرنس ولادو دوبارہ مجھ سے ملاقات کرے گا تو میں کوشش کروں گی کہ اس سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کر سکوں، کچھ اور محبت کی پینگیں بڑھاؤں گی اس کے ساتھ، تاکہ ہم دونوں یکجا ہو کر کوئی کام کر سکیں۔

میڈم سارا ڈولوی نے مجھے خاصی دیر تک اپنے ساتھ رکھا اور پھر وہ اٹھ گئیں۔

"تم سے مل کر واقعی دلی مسرت ہوئی ہے مس سائیکی اور میں محسوس کرتی ہوں کہ تم نے میرے دل میں اپنے لیے ایک خاص مقام بنا لیا ہے۔ یہاں جس طرح چاہو قیام کرو، تمہیں اپنے دل پر کوئی بوجھ لادنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب تم میرے دوستوں میں شامل ہو۔ اس لیے تمہاری حیثیت منفرد ہوگی۔ ڈینی تم میری بات سن چکے ہو۔ میں اطمینان رکھوں کہ تم سائیکی کو کوئی تکلیف نہیں ہونے دو گے؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا میڈم۔ آپ کا اتنا کہہ دینا کافی ہے میڈم۔"

"گڈ، اب مجھے اجازت۔" وہ اٹھ گئیں۔ اس کے ساتھ ساتھ دوسرے لوگ بھی اٹھ گئے تھے۔ میں اپنے کمرے میں آ گئی اور اس کے بعد آرام کرنے لگی۔ میں نے اپنے کمرے کے سامنے موجود ویٹر سے کہہ دیا تھا کہ اب کوئی بھی مجھے ڈسٹرب کرنے کی کوشش نہ کرے۔ بستر پر لیٹ کر نجانے کب تک میں بہت دیر تک سوچتی رہی تھی، اس کے بعد میں سو گئی۔

دوسرا دن حسب معمول تھا۔ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ ڈینی میرے کمرے میں آیا اور مجھ سے گفتگو کرتا رہا تھا۔ وہ اس بات کا اظہار کر رہا تھا کہ میں نے تو یہاں آ کر سب کو اپنے دام میں پھانس لیا ہے۔ بہرطور میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لنچ کے وقت روبی میرے پاس آ گئی۔ وہ کچھ مرعوب سی تھی۔

"کیوں روبی، خیریت۔ تمہارا انداز کچھ خاموش خاموش سا ہے۔"

"اب تو میں تمہارے سامنے ایک کمتر حیثیت رکھتی ہوں، مس سائیکی۔" اس نے کہا۔

"کیوں؟"

"اس لیے کہ تم مالکوں کے معیار کی عورت ہو۔" وہ پھیکے انداز میں مسکرائی۔

"اونہہ۔ میرا کوئی معیار نہیں ہے۔ اگر تم اچھی انسان ہو تو میری نگاہ میں اس سے کہیں زیادہ برتر ہو۔ تمہیں اس بات کا علم ہو چکا ہوگا کہ میں دولت سے مرعوب ہونے والوں میں نہیں ہوں۔"

"تم بے حد عجیب ہو سائیکی۔ تم واقعی بے حد عجیب ہو۔ میں تمہارے بارے میں بہت کچھ سوچتی رہی ہوں۔"

"کوئی ایسی بات نہیں، بلاوجہ ہی تم میرے بارے میں سوچ سوچ کر وقت ضائع کرتی رہی ہو۔ ارے ہاں، پرنس ولادو کا پتہ نہیں چلا۔"

"اس کا پتہ چل ہی نہیں سکتا۔ موڈی آدمی ہے۔ جب دل چاہے آئے، جب دل چاہے نہ آئے۔ بھلا اُسے کون مجبور کر سکتا ہے۔"

"ہوں، ٹھیک ہے، لیکن وہ آدمی تھا دلچسپ۔" میں نے کہا، اور روبی خاموش ہو گئی۔

"روبی، اگر تمہیں کچھ رقم کی ضرورت ہے تو میرے پاس کافی نوٹ بے کار پڑے ہوئے ہیں، براہ کرم انہیں لے لو۔"

"اب شرمندگی ہوتی ہے۔ میں بے شک ایک لالچی لڑکی ہوں، مگر یہ دنیا کا ہر انسان دولت حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہے۔ میں بھی انہی میں سے ہوں۔ لیکن تمہاری شخصیت نے کچھ ایسا مسحور کر دیا ہے مجھے کہ اب میں یہ سب کچھ نہیں کر سکتی۔"

"اچھی بات ہے تو یہ رکھ لو، میں حکم دے رہی ہوں تمہیں۔" میں نے اچھی خاصی رقم اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا اور روبی کے ہاتھ لرزنے لگے۔

"میں نے اتنی رقم کبھی نہیں دیکھی۔ بلاشبہ تم عجیب و غریب ہو۔ لوگ اس طرح اپنی دولت برباد نہیں کرتے۔" اس نے کہا، کافی دیر تک وہ بے حد متشکر رہی اور پھر چلی گئی۔

تین چار دن اسی طرح گزر گئے۔ اس دوران صرف ایک بار میں کھیلی تھی اور وہ بھی بلاوجہ۔ کوئی شخص آ گیا تھا۔ ڈینی نے مجھ سے کہا کہ اچھی خاصی آسامی ہے، آپ کا کھیلنا ضروری ہے اور یہ سارا ڈولوی کا حکم ہے۔ چنانچہ میں اس کی طرف سے کھیلی اور جو رقم میں نے جیتی، وہ سارا ڈولوی کے حوالے کر دی۔ لیکن اس میں سے آدھی رقم میرے اکاؤنٹ میں جمع کر دی گئی تھی جس کی سلپ مجھے دے دی گئی۔ میں نے کہا بھی تھا کہ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں، لیکن ڈینی نے کہا کہ نہیں یہ سارا ڈولوی کا حکم ہے کہ جو کچھ تم ہمارے لیے کھیل کر جیتو اس میں سے آدھی رقم تمہارے حساب میں جمع کرا دی جائے۔ میں نے شانے اچکا دیے تھے۔ ڈینی کی آنکھوں میں ہوس کے سائے نظر آ رہے تھے۔ میں نے اس سے کہا۔

"ڈینی تم جس وقت چاہو اس رقم میں سے اپنا حصہ وصول کر سکتے ہو، میں تمہیں بلینک چیک دے دوں گی۔"

"نہیں میڈم، میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" اس نے کہا۔

سارا ڈولوی نے اس کے بعد مجھ سے کوئی ملاقات نہیں کی تھی۔ پتہ نہیں کیا سوچ رہی تھی وہ میرے بارے میں۔ میں ہر رات پرنس ولادو کا انتظار کرتی، لیکن اس دن کے بعد سے میں نے پرنس ولادو کو آج تک نہیں دیکھا تھا۔ اس رات بھی میں ایک کھڑکی میں کھڑی شہر کی روشنیاں دیکھتی رہی اور جب اس بات سے دل اکتا گیا تو کمرے کی روشنیاں بجھا کر بستر پر آ گئی۔ سونے کی کوشش میں ناکام نہیں ہوئی تھی لیکن سوئے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ دفعتاً دروازے پر زور کی آواز سنائی دی۔ کوئی دروازہ پیٹ رہا تھا۔

میں چونک کر اٹھ گئی۔ تیز روشنی کرکے میں نے ایک لمحے سوچا اور پھر دروازے کے قریب پہنچ گئی۔

"کون ہے۔" میں نے بلند آواز میں پوچھا لیکن جب کوئی جواب نہ ملا تو میں نے دروازہ کھول دیا۔ لیکن دوسرے لمحے مجھے اچھل کر پیچھے ہٹنا پڑا تھا۔ جو کوئی تھا دروازے سے اس طرح لگا کھڑا تھا کہ جیسے ہی میں نے دروازہ کھولا وہ اندر آ پڑا۔ تیز روشنیوں میں میں نے اسے دیکھا اور تعجب سے اچھل پڑی۔

یہ پرنس ولادو تھا۔ لیکن اس کے سینے سے اُبلتا ہوا خون قالین پر پھیلا ہوا نظر آ رہا تھا۔ غالباً سینے پر پستول سے گولی چلائی گئی تھی، لیکن اس میں ابھی زندگی کی رمق باقی تھی۔

میں بُری طرح بدحواس ہو گئی، لیکن پھر میں نے خود کو سنبھالا اور اس صورت حال پر غور کرنے لگی۔ اسی وقت کہیں سے قدموں کی چاپ ابھری اور میں چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ پرنس ولادو شاید آخری بار کچھ کہنا چاہ رہا تھا۔ میں اس کے پاس بیٹھ گئی اور اس سے پوچھنے لگی کہ اسے کس نے ہلاک کیا ہے، لیکن وہ بول نہیں پایا اور خاموشی سے اس نے دم توڑ دیا۔ میرے دل کو شدید دھچکا لگا تھا۔ اتنے دن کے بعد وہ ملا بھی تو اس طرح کہ اس میں زندگی باقی نہیں رہی تھی۔

میں ابھی یہی سب کچھ سوچ رہی تھی کہ چند افراد میرے سامنے پہنچ گئے۔ دروازہ کھلا ہوا تھا اس لیے انہیں اندر داخل ہونے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ بڑی پریشان کن صورت حال تھی۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ میں کسی بڑی الجھن میں پھنسنے والی ہوں۔ سو کر جاگی تھی اس لیے ذہن پوری طرح کام بھی نہیں کر رہا تھا۔ وہ لوگ میرے قریب پہنچ گئے۔ پھر انہوں نے دروازے سے کچھ فاصلے پر پڑی ہوئی پرنس ولادو کی لاش دیکھی۔ ان میں سے ایک نے کمرے کے دروازے کا نمبر دیکھا۔

"روم نمبر بھی یہی ہے۔" وہ شخص بولا۔

"اس کا مطلب ہے کہ واردات ہو چکی ہے۔" آگے آنے والے شخص نے کہا۔ جو وردی پر لگے ہوئے نشانات کی وجہ سے انسپکٹر معلوم ہوتا تھا۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں میں سے کسی ایک سے کہا۔

"جاؤ، ہوٹل کی انتظامیہ کے کسی ذمہ دار شخص کو بلا کر لاؤ۔" ایک سپاہی دوڑتا چلا گیا۔ میں ششدر رہ گئی تھی۔ اسی وقت ہوٹل کی انتظامیہ کے دو افراد وہاں پہنچ گئے۔ ان میں ڈینی شامل نہیں تھا۔

"کیا بات ہے انسپکٹر صاحب۔" ان میں سے ایک نے پوچھا اور پھر لاش دیکھ کر چونک پڑا۔

"آئیے تو سہی۔"

"کیا ہوٹل کا منیجر یا کوئی اور ذمہ دار شخص یہاں موجود نہیں ہے۔" انسپکٹر نے پوچھا۔ وہ کڑوی نگاہوں سے ان دونوں کو

دیکھ رہا تھا۔

"جی ہاں مسٹر ڈی کی موجودگی میں۔ لیکن وہ آرام کرنے چلے گئے تھے۔"

"انہیں بلاؤ۔ یہ قتل کی واردات ہے۔" انسپکٹر نے کہا اور اسی وقت حرکت میں آ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ڈی اس کمرے میں پہنچ گیا تھا۔ اس نے حیرت سے پرنس ولادو کی لاش دیکھی اور پھر میری طرف دیکھنے لگا۔

"یہ ... یہ ..." اس نے کہا اور پھر ایک دم سنبھل گیا۔ مجھے احساس ہو گیا تھا کہ انسپکٹر کے سامنے اسے گھبراہٹ کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔ چنانچہ وہ سنجیدہ لہجے میں بولا۔

"انسپکٹر صاحب، معاملہ گالف کلب کا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ گالف کلب احمقوں کا اکھاڑہ نہیں ہے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنے آپ کو بھی محتاط کر لیں۔"

"ٹھیک ہے ہم احتیاط رکھیں گے۔" انسپکٹر نے جواب دیا اور اس کے بعد وہ مختلف لوگوں کے بیانات لینے لگا۔ جب اس نے مجھ سے پرنس ولادو کے بارے میں پوچھا تو میں نے اسے بتا دیا کہ یہ شخص ایک بار مجھ سے پہلے ملاقات کر چکا ہے۔ لیکن کس حیثیت سے اس نے مجھ سے ملاقات کی، وہ مسٹر ڈی ہی بتا سکیں گے۔ البتہ ابھی ابھی یہ میرے دروازے پر آیا تو اس کی یہ کیفیت تھی۔

پولیس انسپکٹر نے میرا بیان لیا اور اس کے بعد مجھے لے کر چل پڑا۔ تمام لوگ ہکا بکا رہ گئے تھے۔ ریٹا موجود نہیں تھی۔ ڈی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ پولیس جیپ اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ میں خواب کے سے عالم میں تھی۔ یہ سب کچھ جو ہوا تھا مجھے اس کا کوئی اندازہ نہیں تھا کہ اس کا محرک کون ہے۔ کیا صورت حال ہے۔ اس گڑبڑ کی شدید ذہنی اذیت سے گزر رہی تھی میں۔

جیپ نے ایک چھوٹا سا موڑ کاٹا تو اچانک کسی گلی سے ایک ٹرک نکل آیا۔ وہ جیپ کے عین سامنے آ گیا تھا اس لیے جیپ کو پورے بریک لگانے پڑے۔ انسپکٹر گالیاں بکتا ہوا نیچے اتر گیا۔ ایک کانسٹیبل نے میرا بازو پکڑ لیا اور دو کانسٹیبل انسپکٹر کے ساتھ نیچے اتر گئے۔ چونکہ جیپ کا اگلا حصہ ٹرک سے لگ گیا تھا ٹرک کے قریب ہونے والی گفتگو تو مجھے سنائی نہیں دی۔ لیکن چند ہی لمحات کے بعد دو آدمی رائفلیں سیدھی کیے ہوئے جیپ کے پچھلے حصے کے پاس آ گئے۔ جن میں سے ایک نے رائفل کی نال سنتری کی پیشانی پر رکھتے ہوئے کہا۔

"چلو نیچے اترو۔ اور دیکھو۔" کانسٹیبل نے جلدی سے میرا بازو چھوڑ دیا۔

میں نیچے اتر آئی تو مجھے معلوم ہوا کہ انسپکٹر اور دوسرے دو کانسٹیبلوں کو بھی چند لوگوں نے قابو میں کیا ہوا ہے اور ان کے ہاتھ سر سے بلند تھے۔ شاید انسپکٹر کا پستول اور کانسٹیبلوں کی بندوقیں بھی چھین لی گئی تھیں۔ بڑی ڈرامائی تبدیلیاں ہو رہی تھیں۔ مجھے ٹرک پر چڑھا لیا گیا اور پھر وہ لوگ انسپکٹر اور اس کے ساتھیوں کو نشانے پر لیے ہوئے اوپر چڑھ گئے۔ ٹرک جیپ سے رگڑتا ہوا برق رفتاری سے آگے بڑھ گیا۔

مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ لیکن یہ مجھے کوئی منظم سازش معلوم ہو رہی تھی۔ میں نے خاموشی ہی بہتر سمجھی۔ میں دیکھنا چاہتی تھی کہ کیا حالات پیش آتے ہیں اگر کوئی خطرناک صورت حال پیش آئی تو میں کچھ کروں گی۔

پولیس جیپ نے پیچھا کرنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ ممکن ہے اس کے ٹائر وغیرہ ناکارہ کر دیے گئے ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد ٹرک ایک عمارت میں داخل ہو گیا اور پھر جب مجھے عمارت کے کمپاؤنڈ میں اتارا گیا تو اسے دیکھ کر میں حیرت سے گنگ رہ گئی۔ یہ گالف کلب ہی کی عمارت تھی۔

ٹرک مجھے اتار کر واپس چلا گیا، صرف ایک شخص میرے ساتھ عقبی دروازے سے اندر آیا تھا اور پھر ایک مخصوص ہال میں ڈی نے ہی میرا استقبال کیا۔ اس کا چہرہ ستا ستا سا تھا۔ میں نے بھی چند لمحات میں ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ ڈی مجھے لے کر آگے بڑھ گیا۔ اس کے انداز میں عجیب سی کیفیت تھی۔ اس نے مجھے ایک مخصوص کمرے میں پہنچا دیا۔

"ڈی یہ سب کیا ہے؟"

"تم نہیں سمجھ سکیں مس سائیکی؟" ڈی نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"میں کیا سمجھ سکتی ہوں ڈی؟"

"تمہارے خلاف سازش کی گئی ہے۔" ڈی اسی انداز میں بولا۔

"مگر کس نے؟" میں نے پریشانی سے کہا۔

"سارا دلوی نے۔" ڈی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"کیا ہے؟" میں نے خوفزدہ انداز میں کہا۔

"ہاں اگر ابھی تک یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی۔" ڈی کے لہجے میں ہمدردی تھی۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا ڈی۔" میں نے سر پکڑتے ہوئے کہا۔

"بیٹھ جاؤ سائیکی۔ کافی منگواؤں تمہارے لیے۔ یہ تمہیں سکون کی ضرورت ہے۔" اس نے کہا اور باہر نکل گیا۔ میں حیران و پریشان بیٹھی رہ گئی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہے۔ سارا دلوی نے ایسا کیوں کیا، میرے تو اس سے بہت اچھے تعلقات تھے۔ ڈی واپس آ گیا۔ میری پریشانی سے وہ دکھی تھا۔ اس کے چہرے سے اس کا اظہار ہو رہا تھا۔ اس نے مجھے تسلی دینے والے انداز میں کہا۔

"یہ جو کچھ ہوا ناگزیر تھا سائیکی۔ لیکن اب تم کسی مصیبت میں نہیں پھنسو گی۔ لیکن اب تمہیں سارا دلوی کے غلاموں کی حیثیت سے رہنا پڑے گا۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔ پولیس کی نگاہوں میں تو میں ایک قاتل بن چکی ہوں۔" میں نے ہراساں لہجے میں کہا۔

"اس سے مطمئن رہو۔ سارا دلوی جرائم کی دنیا کی عورت ہے۔ یوں سمجھ لو اس وقت تم پوری طرح محفوظ ہو جب تک اس کی ہدایت پر عمل کرتی رہو گی۔ ہاں لیکن اس کے احکامات سے انحراف نہ کرنا ہی تمہارے لیے بہتر ہے۔"

"گویا اب میں اس کے جال میں پھنس گئی ہوں۔"

"ہاں یہی بات ہے۔ تم اس کے لیے سونے کی چڑیا ہو۔ تمہارے ذریعے دولت کے انبار لگا لے گی۔"

"لیکن یہ سب کچھ۔"

"کچھ نہیں ہو گا سائیکی۔ اب تم قاتل ہو۔ اور صرف سارا دلوی کی پناہ میں رہ سکتی ہو۔ اگر تم نے اس سے انحراف کرنے کی کوشش کی اور یہاں سے فرار ہونا چاہا تو ظاہر ہے تمہیں ایک قاتل کی حیثیت سے گرفتار کرا دیا جائے گا۔ یہی اس کا پروگرام تھا۔"

میں سوچنے لگی۔ بات صرف اتنی نہیں تھی اس سے آگے بہت کچھ تھا۔ میرے ہاتھوں قتل ہونے والا پرنس ولادو کیوں تھا؟ کسی اور کا بھی انتخاب کیا جا سکتا تھا۔ پرنس ولادو سارا دلوی کے چکر میں تھا۔ کاش وہ مجھے اپنے بارے میں تفصیل بتا دیتا۔ اب یہ بات ہمیشہ کے لیے راز رہ گئی۔

ایک بار پھر میں تاریکی میں آ گئی تھی۔ سارا دلوی کے بارے میں پرنس ولادو بہت کارآمد ہو سکتا تھا لیکن اب میں پھر تنہا رہ گئی تھی اور میرے سامنے کوئی منزل نہیں تھی۔

ڈی نے مجھے کافی پلائی پھر بولا۔ "آؤ میں تمہیں تمہارے کمرے میں پہنچا دوں۔ مجھ سے کہا گیا ہے کہ تمہیں صورت حال سے آگاہ کر دوں۔ تم سارا دلوی کی پناہ میں ہو۔" پھر وہ مجھے ...

دوسرے دن گیارہ بجے کے قریب سارہ کے آنے کی اطلاع ملی اور تھوڑی دیر کے بعد اس کے سامنے میری طلبی ہو گئی۔ اس کے چہرے پر غرور کے آثار تھے۔

"سائیکی کیسی ہو تم۔"

"ٹھیک ہوں سارا دلوی۔ آپ نے مجھے چاروں شانے چت کر لیا۔" میں نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور سارا دلوی قہقہہ مار کر ہنس پڑی۔

"یہ مجبوری تھی ڈیئر۔ تم سونے کی چڑیا ہو۔"

"مگر میں اڑ تو نہیں رہی تھی۔" میں نے شکایتی انداز میں کہا۔

"مجھے خطرہ تو تھا۔" اس نے کہا۔

"اب آپ مجھ سے کیا چاہتی ہیں؟"

"سیدھی سی بات ہے ڈیئر کہ تم گالف کلب میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کرو۔ تمہیں یہاں کچھ نہیں کرنا پڑے گا۔ بس تمہارے ذریعے میں ان لوگوں کا غرور توڑوں گی جو خود کو بہت شاطر سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ تمہیں کچھ اور نہیں کرنا پڑے گا۔"

"لیکن پولیس؟" میں نے کہا۔

"یہ کیا چیز ہوتی ہے۔" اس نے کہا پھر بولی۔ "پولیس اس وقت تک تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھے گی جب تک میں چاہوں۔ تم اس شہر کی سڑکوں پر سیر کرتی پھرو میرا دعویٰ ہے کوئی تمہاری طرف آنکھ بھی نہیں اٹھا سکے گا۔ لیکن صرف اس وقت تک جب تک تم میری پناہ میں ہو۔ مجھ سے غداری، مجھ سے انحراف تمہارے لیے موت ہو گا۔ سمجھیں؟ موت۔" اس کے لہجے میں ایسی سفاکی تھی کہ میں کانپ کر رہ گئی۔ لیکن آہستہ آہستہ میرے بدن میں شرارے ابھرنے لگے۔ میں نے دل میں کہا۔ "اس کا فیصلہ تو آنے والا وقت کرے گا سارا دلوی۔ آنے والا وقت۔"

میں خاموشی سے سارہ دیوی کی شکل دیکھ رہی تھی۔ انوکھی عورت تھی وہ۔ پھر اس نے ڈیزی کو طلب کر لیا۔ ڈیزی کے اندر آنے پر وہ بولی۔

"ڈیزی یہ ہماری نئی دوست نئی ساتھی مس سانگی ہیں۔ تو یوں ہے کہ مس سانگی اب ہمارے ساتھ مستقل طور پر منسلک ہو گئی ہیں اور ہماری اہم رکن ہیں۔ ان کے بارے میں پتہ نہیں ہے کہ یہ اپنی راتیں کسی کے پہلو میں گزاریں، اس بات کی ان پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے، ہاں اگر یہ اپنی مرضی سے کسی کا انتخاب کر لیں تو دوسری بات ہے، ہماری طرف سے انہیں کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔ یہ تمہاری ڈیوٹی ہے۔"

"یس میڈم۔" ڈیزی آہستہ سے بولا۔

"اب تم آرام کرو مس سانگی اور یہاں اپنے آپ کو اس پر بھی آمادہ کرو کہ کسی بھی طرح ہمارے ساتھ خود کو ایڈجسٹ کر لو، بہر طور یہاں تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی، زندگی گزارنے کے اگر اپنے انداز کرنا چاہو تو ہم اس سلسلے میں تمہاری مدد کریں گے۔ اب تم آرام کرو۔" اور تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔

مجھے میرے کمرے میں پہنچا دیا گیا، میں مطمئن تھی، کوئی تردد نہیں تھا سوائے اس کے کہ یہاں کے حالات معلوم کروں، اور میں نے اپنی کارروائی کا آغاز کر دیا۔ سارہ دیوی کے ساتھ تعاون پر میں بڑی مشکل سے آمادہ ہوئی تھی، حالانکہ خود میرے ذہن میں بھی یہی پروگرام تھا۔ البتہ میں نے نہایت چالاکی سے یہ اعتماد حاصل کیا تھا، اب کم از کم وہ مجھے مشکوک نگاہوں سے نہیں دیکھ سکتی تھی۔

کاف کلب میں اب صحیح معنوں میں میری کارروائی جاری ہو گئی تھی۔ مجھے خاص طور سے یہ معلوم کرنا تھا کہ رادھن سنگھ کا سارہ دیوی کا کیس میں کیا تعلق ہے اور ان دونوں کی ملاقاتیں کس طرح ہوتی رہیں۔ رادھن سنگھ کو میں نے کبھی یہاں نہیں دیکھا تھا، بہر طور میں ان کے لیے مصروف ہو گئی، میرا کام مشکل نہیں تھا۔ بے چارہ پرنس دلاور مجھے جو کچھ دے چکا تھا اس نے میری مشکل حل کر دی تھی، ایک عام فنکار کی حیثیت سے تو میں یہاں عام ہی حیثیت سے زندگی گزار سکتی تھی اور کسی بھی طرح سارہ دیوی سے رابطہ قائم نہیں کر سکتی تھی لیکن پرنس دلاور نے ایک رات میں میری مشکل آسان کر دی تھی اور خود موت کی وادیوں میں جا سویا تھا۔

اس کے بارے میں جاننے کا احساس بھی دل میں چٹکیاں لیتا رہتا ہے، لیکن ظاہر ہے ابھی یہ سب کچھ کرنا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔

پہلی بار مجھے دو آدمیوں کے ساتھ کھیلنا پڑا اور ذہن صاف لیا جا رہا تھا۔ وہ دونوں بے چارے اپنی جیبیں جھاڑتے ہوئے اٹھ گئے تھے، ظاہر ہے مجھے وہی کچھ کرنا تھا جو سارہ دیوی چاہتی تھی۔ اس کے علاوہ میں راتوں کو سارہ دیوی کے ہوٹل میں قیام گاہ اور ایسی دوسری جگہوں کی چھان بین بھی کرتی رہی تھی۔ یہاں مجھے اس بات کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ رادھن سنگھ یہاں آتا ہے یا نہیں۔

پھر ایک رات سارہ دیوی نے مجھے طلب کیا۔ اس وقت وہ بہت خوش تھی، بات بات پر ہنس رہی تھی۔ لباس بھی بہت شوخ پہنا ہوا تھا اور ضرورت سے زیادہ میک اپ میں تھی۔

"سانگی آج تمہارے فن کا سب سے بڑا امتحان ہے میرا ایک دوست کھیلنے آ رہا ہے۔ تمہارا تذکرہ اس سے ہو چکا ہے اور وہ تمہاری طرف سے ہوشیار رہے گا۔ اس لیے تمہیں بھی محتاط رہنا ہوگا۔"

"جی۔" میں نے مختصر سا جواب دیا۔

"وہ خود کو بہت بڑا شاطر سمجھتا ہے۔ بے حد چالاک انسان ہے لیکن تاش کے کھیل میں تمہیں اس کے چھکے چھڑانے ہیں۔"

"جی مادام میں خیال رکھوں گی۔ کھیل کہاں ہوگا۔"

"یہیں میرے کمرے میں۔ وہ عام آدمی نہیں ہے کہ کہیں بھی رول کرے، وہ میرے خاص آدمیوں میں سے ہے۔"

"کون کون کھیلے گا؟" میں نے پوچھا۔

"تم، میں، ڈیزی، رام داس اور ایک اور شخصیت، بڑی بہت بڑی ہستی ہے۔" سارہ دیوی نے کہا اور میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ رام داس کا نام میرے لیے اجنبی نہیں تھا، بہر طور وہ وقت آ گیا تھا جب سورج گڑھ کے ایک رکن سے میرا ملنا ہوتا تھا، خطرناک رام داس کو میں اچھی طرح جانتی تھی لیکن مجھے یہ بھی خطرہ تھا کہ وہ مجھے میری شکل میں پہچان نہ لے، بہر طور مجھے خاصی پریشانی ہو گئی تھی۔ سارہ دیوی نے مجھے وہاں پہنچنے کی ہدایت کر دی، میں وہاں سے چلی آئی، لیکن اعصاب پر خنکی سوار تھی، میں اندر سے لرز رہی تھی لیکن میں نے اس کیفیت پر جلد ہی قابو پا لیا، میں نے خوشنما اپنے چہرے پر ایسا میک اپ کیا کہ میرے خدوخال میں نمایاں تبدیلیاں ہو جائیں۔ میں نے پوری طرح اپنے آپ کو اس بات پر تیار کر لیا تھا کہ خود کو رام داس کی نگاہوں سے محفوظ رکھوں، بہر طور اس میں، میں کافی حد تک کامیاب ہو گئی تھی، آئینہ اس بات کی گواہی دے رہا تھا۔ اس وقت رات کے تقریباً گیارہ بجے تھے جب ڈیزی میرے کمرے میں داخل ہوا، اس نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور بولا۔

"آج پھر سارا دیوی تم سے جل جائے گی۔"

"کیوں۔۔؟"

"اس لیے کہ بہت خوبصورت لگ رہی ہو اس لباس میں۔"

"لعنت بھیجو خوبصورتی پر۔ مجھے ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" میں نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کھانا کھا لیا؟" ڈیزی نے پوچھا۔

"ہاں نہیں چاہ رہا تھا، شام کے ناشتے کے بعد بس سینڈوچ لے لیے تھے۔"

"تیار ہو۔"

"ہاں۔"

"تو پھر چلو، وہ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔"

"وہ لوگ آ گئے؟" میں نے پوچھا۔

"ابھی نہیں آئے لیکن بس پہنچنے ہی والے ہیں۔ البتہ سارا دیوی وہاں موجود ہے۔" ڈیزی نے کہا اور ہم دونوں اس کمرے سے نکل کر سارا دیوی کے خوبصورت دفتر کی جانب چل پڑے۔ سارا دیوی نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور گردن ہلانے لگی۔ اسی وقت انٹرکام پر ایک آواز سنائی دی۔ اور اس نے انٹرکام آن کر دیا۔

"ہاں کیا بات ہے۔۔؟"

"آپ کے محترم مہمان تشریف لے آئے ہیں۔"

"ٹھیک ہے انہیں احترام کے ساتھ میرے دفتر میں لے آؤ۔" سارا دیوی نے کہا اور پھر ڈیزی کو کچھ ہدایت دینے لگی۔ ڈیزی کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ میں اور سارا دیوی انتظار کرتے رہے، چند ساعت کے بعد دروازہ کھلا اور دو افراد اندر داخل ہو گئے، ان میں ایک رام داس تھا اور دوسرا ایک بھاری بھرکم شخص تھا لیکن بڑی جاذب نظر شخصیت کا مالک تھا۔ سارا دیوی نے اس کا تعارف سیٹھ اشرف علی کہہ کر مجھ سے کرایا تھا۔ اس آدمی کی جامہ زیبی دیکھنے کے قابل تھی۔ وہ کم عمر نہیں تھا لیکن بہت خوبصورت لباس پہنے ہوا تھا۔ اور جچ رہا تھا۔ ان لوگوں نے مجھ سے ہاتھ ملایا۔ سارا دیوی نے میرا تعارف سانگی کی حیثیت سے ہی کرایا تھا، بہر طور اشرف علی کی شخصیت نے میرے دل میں عجیب سے تاثرات پیدا کر دیئے تھے۔ اس کے چہرے کی بناوٹ سے سخت گیری کا احساس ہوتا تھا اور آنکھوں میں ایک وحشیانہ سی چمک تھی، اس کی مسکراہٹ بھی خوفناک تھی، مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے عجیب سے انداز میں مسکرایا تھا۔ اس کے علاوہ رام داس کی نگاہیں بھی گھور رہی تھیں، ہوتی ہیں اور میں ہوٹل میں رہنے والیوں کے انداز میں اسے دیکھ رہی تھی، میں نے اس کی شخصیت کی کشش کی تھی۔ آنکھوں کی بے باکی اور وہ انداز ان بازاری عورتوں میں پایا جاتا ہے، جو ایسی جگہوں پر موجود ہوتی ہیں، لیکن میرے لیے یہ سب کچھ کرنا معمول بات نہیں تھی، بہر طور میں اپنے آپ کو اچھی خاصی تربیت دے چکی تھی اس لیے ان معاملات میں دھوکا نہیں کھا سکتی تھی۔

"بڑی خوشی ہوئی آپ حضرات سے مل کر۔" میں نے آواز میں ایک کھنک اور لوچ پیدا کرتے ہوئے کہا۔ رام داس نے بھی گردن ہلا دی تھی اور وہ کمبخت اشرف علی دس پندرہ سیکنڈ میرے ہاتھ کو پکڑے کھڑا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں، نجانے کیوں مجھے اس سے بڑا خوف سا محسوس ہو رہا تھا لیکن اب ایسی بات بھی نہیں تھی، بڑے بڑے خوفناک لوگوں سے واسطہ پڑ چکا تھا۔ میں نے اپنے اندر کوئی تبدیلی نہ ہونے دی۔ ہم لوگ کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"تو یہ ہیں وہ محترمہ۔" رام داس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہی ہیں۔"

"تعجب کی بات ہے، حسین چہرے اگر کوئی ایسی خوبی بھی رکھتے ہیں تو پھر کیا کہنا، ان کی شکل و صورت ہی ایسی ہے کہ انسان اپنا سب کچھ ہارنے پر آمادہ ہو جائے۔" رام داس نے کہا اور میں مسکرا دی۔ اشرف علی بدستور ہونٹ بھینچے مجھے اسی طرح گھور رہا تھا جیسے ابھی مجھ پر حملہ آور ہو جائے گا، نہ جانے کیوں اس شخص کی وجہ سے میرے ذہن میں ایک الجھن سی پیدا ہونے لگی تھی، بس ایک احساس تھا جس کا میں ابھی تک تجزیہ نہیں کر پائی تھی لیکن سارا دیوی نے اسے میری طرف متوجہ نہیں ہونے دیا اور خود اس سے مخاطب ہو کر بولی۔

"جی سیٹھ اشرف صاحب آپ بھی لٹنے کے لیے تیار ہو کر آئے ہیں۔"

"ہاں تیار ہو کر آئے ہیں کیونکہ اب تو ٹوٹ چکے ہیں۔" سیٹھ

اشرف نے کہا اور سارا دیوی ہلکا سا قہقہہ لگا کر خاموش ہو گئی۔ میں ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ گئی تھی۔ میں نے خود کو مکمل قابو میں رکھا تھا۔ بلاشبہ وہ دنیا کا حسین ترین شاطر میرے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ شراب کے لوازمات بھی سامنے آ گئے۔ چار گلاس تھے۔ ایک خوبصورت ملازمہ سروس کے لیے آ گئی تھی۔ اس نے چاروں گلاسوں میں شراب انڈیل دی اور پھر نہایت نفاست سے انہیں ہمارے سامنے رکھ دیا۔ میں آہستہ سے ہنس پڑی۔

"آپ مجھے بھی شراب پلا رہی ہیں مادام؟" میں نے سارا دیوی سے کہا۔

"ہاں کیوں نہیں پیو گی؟" اس نے پوچھا۔

"ضرور پیوں گی آپ کے حکم سے لیکن پوچھنا یہ ہے کہ صرف دو پیگ مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیتے ہیں کہ اب سے میں صرف چند روز قبل کیا تھی، مجھے عجیب عجیب خیالات آنے لگتے ہیں۔ میرے دل میں اگر تیسرا پیگ بھی لے لوں تو میرا دل چاہتا ہے کہ آسمانوں پر سفر کروں اور پھر کبھی نہ اتروں۔ راجہ اندر کا اکھاڑا بھی دیکھنا چاہتی ہوں میں۔" میں نے کہا اور سارا دیوی ہنس پڑی۔

"ارے۔ ارے یہ تو بہت خوفناک بات ہے۔ تم تو آسمان کہاں سے لا بیٹھنے لگے۔" میرے لیے ایک مشروب کی بوتل آ گئی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد تاشوں کی چند گڈیاں بھی یہاں پہنچ گئیں لیکن اشرف علی نے ہاتھ بڑھا کر تاشوں کی گڈیاں پیچھے سرکا دی تھیں۔

"کیوں۔۔؟"

"اس وقت یہ گڈیاں استعمال ہوں گی؟" اس نے گڈیاں نکال کر نیچے ڈال دیں۔

"ضرور۔ ضرور رام داس جانتے ہیں کہ میں ان سے مخلص ہوں۔" سارا دیوی نے کہا۔

"کوئی حرج نہیں ہے مسٹر اشرف علی کی یہ خواہش پوری کر دو۔" رام داس کہنے لگا۔

"کیوں میڈم سارنگی۔ آپ کو تو کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔" اشرف علی کہنے لگا۔

"تاش دنیا کے کسی بھی کونے میں بنے ہوں یا کسی ملک کی کسی بھی فیکٹری میں بنے ہوں ہمیشہ میرے غلام رہے ہیں۔ یہ باون پتے میرے باون غلام ہیں۔ خواہ وہ کسی کی جیب سے برآمد ہوئے ہوں۔" میں نے پورے اعتماد سے کہا۔ اور اشرف علی دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"بہت خوب۔ اس اعتماد کی میں دل سے قدر کرتا ہوں۔" کھیل شروع ہو گیا۔ نوٹوں کی گڈیاں فاختاؤں کی طرح جوئے کے اس بازار میں سج گئیں اور دولت کا مذاق اڑنے لگا۔

میں بڑے اعتماد سے کھیل رہی تھی۔ سارا دیوی کے چہرے پر تجسس تھا۔ وہ میرے فن سے اس دوران کافی مطمئن ہو گئی تھی لیکن شاید وہ اشرف علی کی طرف سے پریشان تھی۔ اشرف علی واقعی پراسرار شخصیت کا مالک تھا۔ اس کی نگاہیں میرے ہاتھوں کی جنبش پر تھیں۔ اس بات کو صرف میں نے بلکہ سارا دیوی نے بھی محسوس کیا تھا۔ چنانچہ یہ تجسس اور بڑھ گیا۔

میں اپنی تمام تر ذہنی قوتوں کو استعمال کر رہی تھی اور صحیح معنوں میں کارڈز پر محنت کر رہی تھی اور جب پہلی بازی ختم ہوئی تو رام داس اور اشرف علی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ میں نے جو کارڈز پھیلائے وہ ان سب کے کارڈز سے بڑھے ہوئے تھے اور رام داس نے شانے ہلائے اور اشرف علی کی طرف دیکھنے لگا۔ اشرف علی بھی متعجب تھا دفعتاً رام داس بولا۔

"کمال ہے واقعی کمال ہے۔ ذرا یہ تاش مجھے دیجئے اور" میں نے تاش کی گڈی اس کی جانب بڑھا دی اس بار رام داس نے تاش خوب پھینٹے اور پھر انہیں تقسیم کر دیا۔

"اب آپ کا کیا خیال ہے مس سارنگی؟" اس نے پوچھا۔

"اگر سارہ دیوی کی اجازت ہو تو آپ لوگ دیکھ لیں کہ میرے کارڈز آپ سب سے بڑے ہیں۔"

"ایسے نہیں۔" رام داس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس نے جو حرکت کی تھی میں نے اس کا اندازہ لگا لیا تھا لیکن دلچسپ بات یہ تھی کہ کارڈز اس وقت بھی میرے ہی بڑے تھے۔ رام داس نے جو کارڈ لگائے تھے لیکن بس کٹنگ میں ذرا سی گڑبڑ ہو گئی تھی۔ میں نے خود یہ کارڈ کاٹے تھے اور اس کے بعد جانتی تھی کہ کارڈ میرے فیور میں نہ ہوں۔ رام داس اس بار بھی دل کھول کر کھیلا اور دولت کا انبار میز کے درمیان جمع ہو گیا اور اس کے بعد جب شو ہوا تو رام داس کا منہ تعجب سے کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔ اشرف علی کے انداز میں ہلکی سی خراش پیدا ہو گئی۔

"کیا حماقت ہے رام داس میں مطمئن نہیں ہوں۔ لاؤ گڈی مجھے دو۔" رام داس نے اس بار گڈی اشرف علی کے ہاتھ میں دے دی تھی۔ اشرف علی نے ایمانداری سے کارڈ تقسیم کیے تھے لیکن جتنا میری بڑی تقدیر میں لکھا تھا۔ وہ سب ششدر رہ گئے تھے۔ کھیل رہے تھے لیکن اب وہ بڑی بڑی بازیاں نہیں لگا رہے تھے بلکہ صرف یہ دیکھ رہے تھے کہ کون سا کارڈ ہے جو میں استعمال کر رہی ہوں لیکن یہ جان لینا ان کے بس کی بات نہیں تھی بالآخر رام داس نے پتوں کو اپنے سامنے اور اشرف علی کے سامنے رکھی ہوئی ساری رقم میرے سامنے سرکا دی۔

"آپ بہت بڑی رقم ہار چکے ہیں۔ ہماری طرف منتقل ہوئی ہے سارنگی تو میرا یہ ضروری ہے کہ ہم اس بے وقت ضائع کو کس ہم جانتے ہیں کہ اتنی رقم سے ہمارے پاس کچھ بھی نہیں رہ جائے گا اس لیے بہتر یہی ہے کہ سب کچھ تمہارے حوالے۔" رام داس بولا۔ سارا دیوی ہنس رہی تھی حالانکہ ہنسنے کی کوئی بات نہیں تھی لیکن یہ خوبصورت کمبخت نوٹوں کی اس قدر لالچی تھی کہ نوٹوں کی گڈیاں دیکھ کر برداشت نہیں کر پا رہی تھی۔

"واقعی مس سارنگی آپ بڑی خوفناک چیز ہیں حالانکہ آپ نے اپنے ہاتھ سے ایک بار بھی تاش تقسیم نہیں کیے۔"

"لطف کی بات تو یہی ہے رام داس گڈی آپ کی ہوتی آپ ہی شفل کرتے آپ ہی کاٹتے آپ ہی بانٹتے اور آپ ہی ہار جاتے۔ یہی تاش کا اصل کھیل ہے ورنہ پھر کھیلنے کا فائدہ۔"

"کمال ہے۔ سونا بنانے کے فن کے بارے میں سنتے آئے تھے لیکن اب وہ اس فن کے سامنے ہیچ ہے۔ آپ تو دنیا کی امیر ترین خاتون ہو جائیں گی مس سارنگی۔" اشرف علی نے کہا۔

"شاید۔ ایسا ہو لیکن مجھے دولت سے اتنی دلچسپی نہیں ہے بس زندگی گزارنے کی حد تک کما لیتی ہوں۔"

"خوب۔ آپ سے مل کر واقعی خوشی ہوئی ہے۔" اشرف علی بولا۔

"اگر آپ سارنگی سے متاثر ہوئے ہیں مسٹر اشرف علی تو یہ آپ کی دوست بھی بن سکتی ہیں۔" سارہ دیوی نے پیشکش کی۔

"یہ میری خوش قسمتی ہو گی لیکن آسمان پر نہیں بلکہ زمین پر میں ان کی ہم نشینی پسند کروں گا۔" اشرف علی نے کہا۔

"میں نہیں سمجھی۔"

"مقصد یہ کہ انہیں اس زمین پر ہی میرا دوست بننا چاہیے تھا۔"

"یقیناً ایسا ہی ہو گا۔"

"تو پھر کب؟"

"جب آپ پسند کریں۔" سارہ دیوی نے اس انداز میں کہا جیسے میری مالک وہ ہو۔ میں نے دل ہی دل میں اسے گالیاں دی تھیں پھر سارہ دیوی بولی۔

"بس اب تم آرام کرو سارنگی جاؤ۔" اور میں اٹھ گئی۔ وہاں سے آنے کے بعد میں خاصی پریشان ہو گئی تھی۔ رام داس کو جو سامنے لایا گیا تھا اور یہ اشرف علی یہ کون ہے میں اس کے بارے میں مسلسل سوچے جا رہی تھی۔ بہرطور یہ میرے لیے ایک نیا کردار تھا معمولی آدمی نہیں لگتا تھا۔ چہرے ہی سے کوئی اونچی چیز معلوم ہوتا تھا۔ کیا کوئی جرائم پیشہ ہے اور اس جگہ سے کوئی خاص تعلق رکھتا ہے۔ بہرطور جیتی ہوئی رقم میں اپنے ساتھ لے آئی تھی اور یہ جانتی تھی کہ وہ میری ملکیت نہیں ہے سارہ دیوی اس میں سے اپنا حق ضرور وصول کرے گی۔ لیکن مجھے بھلا اس رقم کا کرنا بھی کیا تھا۔ میں تو سارہ دیوی سے اشرف علی کے بارے میں معلومات کرنے کی خواہش مند تھی۔ دوسرے دن دوپہر کے بعد اس نے مجھے طلب کیا اور میں نے رقم اس کے سامنے رکھ دی وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔

"اس میں سے حق دولت جیتا ہوا تھا لو سارنگی تم نے میری ناک اونچی کر دی ہے۔ بڑے شاطر تھے دونوں سر پکڑ کر رہ گئے۔"

"شکریہ مادام۔ میں یہ رقم رکھ کر کیا کروں گی میرے سارے اخراجات تو یہاں سے پورے ہو جاتے ہیں۔ ہاں ایک سوال میرے ذہن میں ضرور ہے۔"

"کیسا؟"

"مجھے کب تک یہاں رہنا ہو گا۔"

"کیوں تمہیں کیا کوئی تکلیف ہے یہاں؟"

"ظاہر ہے کسی کلب میں زندگی گزارنا میرا مقصد نہیں تھا۔ میں تو دنیا گردی کی خواہش مند تھی۔"

"تم اپنا یہ فن کسی کو دینے کی خواہش مند بھی نہیں ہو۔" سارہ دیوی نے پوچھا۔

"آپ نے اب تک شاید میری بات کا یقین نہیں کیا ہے میڈم۔"

"کون سی بات کا؟"

"یہی کہ یہ کوئی فن نہیں ہے۔ تاش میری تقدیر کے ساتھ منسلک ہیں وہ ہمیشہ میرا فیور کرتے ہیں۔"

"ناقابل یقین سی بات ہے بہرحال رام داس تم سے بہت متاثر ہے ویسے وہ خود بھی بہت ذہین انسان ہے۔"

"میں نے جھوٹ نہیں کہا آپ چاہیں تو کسی سے تجربہ بھی کرا سکتی ہیں۔"

"بہرحال سارنگی۔ ہم اس سلسلے میں ایک معاہدہ

کر سکتے ہیں تم مجھے ایک کروڑ روپیہ کما کر دے دو یا جس طرح بھی چاہو ایک کروڑ روپیہ فراہم کر دو اس کے بعد میں تمہیں اس ملک سے نکال دوں گی۔"

"ایک کروڑ۔" میں نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہاں ایک کروڑ اور اس سے ایک پائی بھی کم نہیں اس دوران تمہارا تحفظ کیا جائے گا تمہیں ہر سہولت دی جائے گی تمہاری ہر ضرورت پوری کی جائے گی لیکن جو تصور میں ہے مانگ لینا کسی سے کی کبھی نہیں پاؤ گی۔"

"مگر اس میں تو بہت عرصہ لگ جائے گا۔"

"ذہانت سے کام کرو گی تو نہیں لگے گا۔ اشرف جیسے لوگ ہی تمہیں بہت کچھ دے سکتے ہیں۔"

"کیا آپ مجھے اس کی کوٹھی پر جانے کی اجازت دیں گی۔"

"خود سے نہیں۔ اسے تمہارے بارے میں تفصیلات معلوم ہیں اگر وہ خود تمہیں طلب کرے گا تو میں منع نہیں کروں گی۔"

"بہتر ہے۔" میں نے کہا۔

"اس میں سے جو تمہاری رقم تم رکھ لو اور جس طرح چاہو اس کو خرچ کرو کل تمہارا کھاتہ کھل جائے گا اور ایک لاکھ روپے بطور قرض تمہیں کھیلنے کے لیے دیے جائیں گے ان لاکھ سے ایک سوا ایک لاکھ کرنا تمہاری ذمہ داری ہوگی اس کے علاوہ اپنے لیے تم جو کچھ بھی کر سکو مجھے اس پر اعتراض نہیں ہوگا۔"

"اوکے میڈم۔" میں نے کہا اور ایک بڑی رقم منتقل کر کے یہاں سے اپنے کمرے میں آ گئی اس گفتگو میں ایک کام کی بات معلوم ہوئی تھی وہ یہ کہ اشرف میرے حالات سے واقف ہے صاف بات تھی کہ اشرف خود بھی اس میں ملوث ہو سکتا ہے اور سارا ولیو کی حماقتوں میں اس کا نام بھی شامل ہے رام داس سے ان کی اس قدر بے تکلفی تھی اس سے یہ اظہار بھی ہوتا تھا کہ رام داس اس کا پرانا ساتھی ہے۔

بہرحال ان تمام چیزوں میں اکیلا ایک مجھے رادھے شیام کا کوئی نام و نشان نہیں ملا تھا اور میں صرف اس بات کے لیے پریشان تھی کہ کس طرح رادھے شیام تک پہنچوں اس کا ذریعہ سارا ولیو کی بھی ہو سکتی تھی اشرف علی بھی اور رام داس بھی۔ مجھے ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا تھا سارا ولیو میرے چنگل میں آ چکی تھی اور مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ سارا ولیو کے ذریعے ہی میں اپنا مقصد حل کر سکتی تھی۔

بہرطور میں نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ ابھی سارا ولیو سے تعاون جاری رکھوں گی۔ دولت کی لالچی اس عورت کی خواہش پوری کی جاتی رہے تو ممکن ہے میرا کام بھی بن جائے لیکن جلد بازی نہیں کروں گی آہستہ آہستہ رادھے شیام کی طرف بڑھاؤں گی تاکہ سکون سے اپنا کام کر سکوں۔ منتشر خیالات تھے میرے ذہن میں بہرطور میں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ ابھی میرا یہاں قیام کرنا بے حد ضروری ہے۔

دوسرے دن مجھے کلب کے اکاؤنٹ سے ایک لاکھ روپے کے ٹوکن دے دیے گئے۔ اور اس وقت میں نے کلب میں تہلکہ مچا دی۔ دو لاکھ ستر ہزار روپے جیت لے آنکھوں کے اندھے سمیٹے تھے اور جوا کھیلنے والوں میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ لوگ مجھے پاگلوں کی طرح دیکھ رہے تھے۔ اس کے بعد میں جوئے کے ہال سے باہر نکل آئی کسی ساتھی کا انتخاب میرے لیے ضروری نہیں تھا جو تنگی میں یہاں دوسری حیثیت اختیار کر چکی تھی پورا دن بڑے اطمینان سے گزر گیا تھا۔ دوسرے دن میں سو کر بھی نہیں اٹھی تھی کہ سارا ولیو کا بلاوا آ گیا۔ وہ صبح ہی صبح کلب آ گئی تھی۔ دن کی روشنی میں یہ کلب کوئی آسیب زدہ محل لگتا تھا جہاں منحوس روحوں کا بسیرا ہو۔

"سارا ولیو اپنے کمرے میں ٹہل رہی تھی وہ سگریٹ کے کش پر کش لگائے جا رہی تھی میرے داخلے پر اس نے رک کر مجھے دیکھا اور نہ جانے کیوں مضطربانہ انداز سے دیکھتی رہی پھر سگریٹ نے اس کی انگلیوں کو چھوا تو وہ چونک گئی اور اس نے سگریٹ ایش ٹرے میں مسل دیا۔

"ہیلو۔" میں نے حسب معمول مسکرا کر اسے مخاطب کیا تھا۔

"ہیلو ہیلو۔ کیسے مزاج ہیں ٹھیک تو ہو نا تمہارے کل کے کھیل کی تو بڑی تعریف ہو رہی ہے۔"

"بس میڈم۔ جو کچھ آپ نے میری ذمہ داری لگائی ہے اسے پورا کرنا تو میرا فرض ہے۔"

"بالکل ٹھیک۔ اور میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ تمہیں جذباتی ہونے کی ذرہ برابر ضرورت نہیں تم اس وقت تک ہماری بنی رہو جب تک ہماری ساتھی ہو۔"

"شکریہ۔"

"تمہاری فطرت اور تمہارے بہترین تعاون کی وجہ سے میں نے ایک اور فیصلہ بھی کیا ہے۔"

"وہ کیا۔" میں نے پوچھا۔

"تمہیں باہر جانے کی آزادی دی جاتی ہے رات کو آٹھ بجے تک جہاں چاہو سیر و تفریح کرو تم پر کوئی پابندی نہیں ہے لیکن آٹھ بجے کلب میں واپس آ جانا۔" اور میں تعجب سے انہیں دیکھنے لگی۔

"یہ کیسے ممکن ہے میڈم؟"

"کیوں؟" وہ نخوت سے بولی۔

"پولیس۔ پولیس میری تلاش میں ہے۔"

"تم نے ابھی تک شاید سارا کی قوتوں کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ پولیس تمہارے قریب سے گزر جائے گی تمہیں پہچان لے لیکن تم پر ہاتھ نہیں ڈالے گی۔" سارا ولیو نے کہا۔

"نہیں میڈم۔ میں باہر نہیں جاؤں گی۔ میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتی۔" میں نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"نہیں سارکی۔ یہ میری انا کا معاملہ ہے۔ میں اس طرح اپنا امتحان لیتی ہوں براہ کرم مجھ سے تعاون کرو۔ اس طرح تمہیں میری قوتوں کا اندازہ بھی ہو جائے گا۔"

"مجھے اندازہ ہے مادام۔"

"میری ہر ہدایت پر عمل کرو یہ تمہارا فرض ہے۔" اس بار اس کا لہجہ سخت تھا۔

"اور اگر پولیس نے مجھ پر ہاتھ ڈال دیا تو؟"

"تو میں خودکشی کر لوں گی سمجھیں تم۔" وہ غرائی۔

"جی۔" میں نے گردن ہلائی۔ لیکن میں نے اب بھی اپنے چہرے پر خوف کے آثار قائم رکھے تھے۔

"اس کے علاوہ ایک بات اور بھی کہنی ہے۔" سارا بولی۔

"جی۔"

"پچھلی رات تم نے بہت بڑی رقم جیتی ہے کئی میزوں پر کھیلی ہو۔"

"جی ہاں۔"

"اس سے احتراز کرو۔ دوسرے تیسرے دن کھیلو اور صرف اتنا کھیلو کہ کسی کو شبہ نہ ہو سکے اگر ان لوگوں کو احساس ہو گیا کہ تم صرف جیتتی ہو تو لوگوں کو پتہ نہیں چلے گا لیکن وہ مشکوک ضرور ہو جائیں گے اور یہ بات کلب کی ساکھ کے لیے نقصان دہ ہوگی۔"

"جی مادام۔"

"اب تم دو تین دن تک ہارتی رہو گی جان بوجھ کر۔"

"ایسا نہ ہو سکے گا مادام۔ مالکان بھی پسند نہیں کریں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"اس کے مختلف طریقے ہیں جو تمہیں بتا دیے جائیں گے۔"

"بہتر۔" میں نے کہا۔

"بس اسی لیے تمہیں تکلیف دی تھی۔"

"اوکے۔" میں نے گردن ہلائی اور وہاں سے چلی آئی آج کی باتیں بھی سوچنے والی تھیں سارا پریشان تھی کیوں آخر کیوں؟ وہ تھی ہی وہ گھر سے نکل آئی تھی اور پھر یہ ہدایات بھی بہرحال میں کوئی فیصلہ نہیں کر پائی لیکن تجسس ضرور ہو گیا اور اسی دوپہر میں تیار ہو کر باہر نکل آئی۔

کوئی خاص مقصد نہیں تھا پرس میں ہزاروں روپے پڑے ہوئے تھے۔ میں عام سی لڑکی رہنا چاہتی تھی اور اس بات کو تو کوئی احمق بھی سوچ سکتا تھا کہ میرا تعاقب کیا جا رہا ہوگا۔ ظاہر ہے وہ لوگ مجھے یوں نہیں چھوڑیں گے اس کا اندازہ بھی جلد ہی ہو گیا۔

ٹیکسی میں بیٹھتے ہی سرخ رنگ کی ایک کار بھی جو میرے پیچھے لگی ہوئی تھی ایک بازار میں میں ٹیکسی سے اتر گئی اور میں نے ایک دوکان سے بھاری خریداری کی۔ جیولری کی دکان سے بھی کچھ ہلکے پھلکے زیور خریدے اور ساری چیزیں چھوٹے سے پرس میں رکھ کر آگے بڑھ گئی چند لمحات کے بعد میں نے ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ گئی۔

"کہاں چلوں۔؟" ڈرائیور نے پوچھا۔

"کسی بھی پرسکون جگہ۔" میں نے جواب دیا۔

"آخر کون سی جگہ بی بی؟"

"جہاں تنہائی ہو خاموشی ہو سبزہ زار ہوں اور پھول کھلے ہوں۔" میں نے جواب دیا ڈرائیور نے منہ موڑ کر مجھے دیکھا اور پھر مسکراتے ہوئے آگے بڑھا دی اس وقت میں نے اس کی مسکراہٹ پر غور نہیں کیا تھا لیکن جب ڈرائیور نے ایک خوبصورت علاقے میں ٹیکسی موڑی تو میں ہوشیار ہو گئی ڈرائیور نے میری بات سے غلط نتیجہ اخذ کیا تھا لیکن میں خاموش بیٹھی رہی میں اس بے غیرت معاشرے کو کوس رہی تھی جو سارے اقدار کھو بیٹھا تھا۔ ٹیکسی دوڑتی رہی ڈرائیور نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر ایک دکان کے سامنے ٹیکسی روک دی۔

"بی بی ذرا سگریٹ لے لوں۔"

"ہاں لے لو۔" میں نے افسردگی سے کہا اور دل میں ایک فیصلہ کر لیا اور سبق دوں گی ڈرائیور کو زندگی بھر یاد رکھے گا اور ہر لڑکی کو تنہا دیکھ کر ہوس کی رال نہیں ٹپکے گی اس طرح تمہیں اور تمہارے لیے حقیقی نقصانات تو ضرور پہنچے گا لیکن بہت سی کمزور لڑکیاں محفوظ ہو جائیں گی۔ ڈرائیور تھوڑی دیر کے بعد واپس آ گیا اور ٹیکسی چل پڑی۔ وہ ایک سنسان راستے کی

طرف جارہی تھی۔ پتہ نہیں یہ کون سی جگہ تھی۔ میں ان علاقوں کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں رکھتی تھی۔

عام دن تھا راستے میں کوئی زیادہ رش بھی نظر نہیں آیا تھا پھر ایک پرسکون سے علاقے میں ڈرائیور نے گاڑی روک دی یہاں ایک چھوٹی سی گنگناتی ہوئی آبشار بہہ رہی تھی جو کسی پہاڑ سے بہتی ہوئی آئی تھی۔

"یوں لگتا ہے تم شہر سے بہت دور نکل آئے ہو ڈرائیور۔" میں نے کہا۔

"آپ کی پسند کی جگہ ہے۔"

"ہاں مگر سنسان ہے۔" میں نے کہا۔

"زندگی کا لطف تو یہاں بھی آتا ہے۔" ڈرائیور بولا۔

"تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟" میں نے پوچھا اسی وقت پیچھے سے کسی موٹر سائیکل کی آواز ابھری اور میں چونک کر ادھر دیکھنے لگی موٹر سائیکل بھی ٹیکسی کے پاس آکر رک گئی تھی ایک بدمعاش ٹائپ کا آدمی اس سے اتر کر آگیا۔ میں اس صورتحال سے انجان نہیں تھی۔ ٹیکسی ڈرائیور نے شاید سگریٹ کی دکان پر اس شخص کو شاید دعوت دی تھی اور یہ موٹر سائیکل لے کر آگیا۔ کمال ہے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا اور اس شخص کو غور سے دیکھنے لگی۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں؟" اس نے سوال کیا۔

"بس عیش ہو رہا ہے یار تم ابھی بچے ہو۔"

"میں ابھی کیا لگ سکتا ہوں یہ لڑکی کون ہے؟"

"خوبصورت لڑکی ہے اور خوبصورت لڑکیوں کا اس سے زیادہ تعارف اور کوئی نہیں ہوتا۔"

"ٹھیک ہے ہم اس خوبصورت لڑکی سے تعارف حاصل کریں گے۔" اس شخص نے بے ڈھنگے انداز میں کہا اور میرا بازو پکڑ کر مجھے نیچے اتار لیا۔

میں بھی زندگی کے اس نہایت رخ سے تنگ آگئی تھی دل میں بہت سی خواہشیں بہت سے جذبے دفن ہو چکے تھے لیکن اب اس طرح میں انسانوں کے ہاتھوں لٹنا پسند نہیں کرتی تھی بلکہ میں ان لوگوں کو صحیح طور پر جواب دینا چاہتی تھی جو تربیت میں نے حاصل کرلی تھی اس کے استعمال کا اس سے بہتر موقع اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ میں اطمینان سے اس کے ساتھ نیچے اتر آئی وہ آدمی بڑا خوش تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور میرے ساتھ ہی آرہا تھا چند قدم چلنے کے بعد میں نے ایک مناسب جگہ منتخب کرلی۔

یہ گھاس کا ایک گول سا قطعہ تھا جس کے اطراف پھول کھلے ہوئے تھے۔

"کیسی جگہ ہے؟" میں نے مسکرا کر کہا وہ دونوں ذرا سے پاگل ہو گئے۔

"بہت ہی خوبصورت، چاروں طرف پہاڑ آسمان سے باتیں کر رہے ہیں ان پر برف جمی ہوئی ہے ہوا تیز رہی ہے اور یہاں ان ہواؤں کے اس موسم میں۔" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ میں نے وحشیانہ اپنا ایک پاؤں گھما کر ڈرائیور کے منہ پر مارا۔ وہ اس کے لیے تیار نہیں تھا اس لیے پاؤں کی پوری ضرب اس کے منہ پر پڑی تھی اس کے تین دانت ٹوٹ گئے اور منہ سے خون ابلنے لگا۔ وہ اچھل کر دوسری طرف جا گرا دوسرا آدمی حیران رہ گیا۔ ٹیکسی ڈرائیور کو خون اگلتے دیکھ اس کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔

"یہ۔۔ یہ سب کیا ہے؟"

"کچھ بھی نہیں۔ میں نے ذرا ان ٹھنڈی ہواؤں سے اسے روشناس کرایا تھا۔ دیکھو یہ پہاڑ والی برف کیسی برف ہو سکتی ہے۔" اس نے ایک گندی سی گالی دی اور آگے بڑھا۔ ڈرائیور اس دوران سنبھل گیا تھا۔

"تو بیٹھ رہ میں اسے ٹھیک کرتا ہوں۔" وہ آگے بڑھا۔ اس بار میں نے اس کے سر پر ٹھوکر رسید کی تھی اور جب وہ اٹھا تو میں نے خود ہی آگے بڑھ کر اسے روک دیا اور ایک زبردست ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا اس ہاتھ نے کام دکھایا اور ڈرائیور کے نیچے کے تین دانت بھی ٹوٹ گئے اس کی شکل بگڑ گئی تھی ہونٹ پھٹ گئے تھے لیکن ابھی نہیں میں نے پلٹ کر اس کی پنڈلی پر ایک زوردار کک لگائی اور وہ پیٹ کے بل ہو گیا۔

اسی وقت دوسرے آدمی نے مجھے پیچھے سے کسنے کی کوشش کی اور میں نے سلپ ہو کر اپنے آپ کو اس کی گرفت سے آزاد کر لیا۔ پھر میں نے اس کے بازو پر ہاتھ ڈال کر اسے قلابازی لگا کر نیچے گرا دیا۔ نیچے گرتے ہی میں نے اپنے جوتے کی ایڑی اس کی آنکھوں پر رکھ کر مسل دی اور اس کے حلق سے دلخراش چیخیں نکلنے لگیں لیکن میرا جنون ختم نہیں ہوا تھا میں نے ان میں سے ایک کی ٹانگ کی ہڈی توڑ دی دوسرے کا بازو اور دونوں کو سامنے کے دانتوں سے محروم کر دیا۔

وہ دونوں چند لمحات کے بعد ہی بے ہوش ہو گئے تھے انہیں ٹھکانے لگانے کے بعد جب میں ٹیکسی کی طرف پلٹی تو مجھے دوسری آہٹ محسوس ہوئی۔ یہ دو افراد تھے جن میں ایک مرد اور دوسری لڑکی تھی۔ مرد کے ہاتھوں میں کیمرہ تھا۔ دونوں مجھے دیکھ رہے تھے اور ان کے چہرے پر تعجب کے آثار تھے۔ پھر وہ تیزی سے آگے بڑھ آئے۔

"آپ۔ آپ شاید کسی حادثے کا شکار ہوئی ہیں؟" مرد نے کہا۔ میں اسے جواب دینے ہی والی تھی کہ تھوڑے فاصلے پر کھڑی ہوئی ایک کار مجھے نظر آگئی۔ یہ کار پہلی بار مجھے نظر نہیں آئی تھی۔ اس نے اس دوران میرا تعاقب کیا تھا۔ میں نے ایک لمحے میں خود کو سنبھال لیا۔

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"م۔ میرا مطلب ہے آپ کسی حادثے کا شکار ہوئی ہیں۔"

"ہاں۔ یہ بدمعاش مجھے دھوکا دے کر یہاں لے آئے ہیں۔" میں نے کہا۔

"کوئی نقصان تو نہیں پہنچا آپ کو؟"

"نہیں۔ میں ٹھیک ہوں۔"

"ہم آپ کی کوئی مدد کر سکتے ہیں؟" اس بار لڑکی نے پوچھا۔

"مجھے افسوس ہے کہ آپ کی تفریح میں مخل ہوئی۔"

"نہیں۔ ہم واپس جانے کے لیے تیار تھے۔"

"تب مجھے بھی شہر کے کسی علاقے میں چھوڑ دیں۔ میں آپ کا شکریہ ادا کروں گی۔"

"آپ نے ان کی اچھی مرمت کر دی شاید آپ مارشل آرٹس کی ماہر ہیں۔" نوجوان نے کہا۔

"ہاں۔ میں تھوڑا بہت جانتی ہوں۔"

"بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" مرد نے کہا۔

"میرا نام سارنگی ہے۔"

"ان لوگوں نے آپ سے کچھ چھینا تو نہیں؟"

"نہیں۔ میرا پرس ٹیکسی میں ہے بس اسے نکالنا ہے۔" میں نے کہا اور ٹیکسی کی طرف بڑھ گئی۔

ٹیکسی لاک تھی۔ میں نے زمین سے ایک بڑا سا پتھر اٹھایا اور پوری قوت سے ٹیکسی پر دے مارا، شیشہ ریزہ ریزہ ہو گیا تب میں نے ایک اور بڑا پتھر اٹھایا اور ونڈ اسکرین پر دے مارا۔ اگر یہ دونوں نہ ہوتے تو شاید میں ٹیکسی کو آگ لگا دیتی تاکہ ڈرائیور اس نقصان کو کبھی فراموش نہ کر سکے۔ ان دونوں نے میری حرکت پر کوئی تعرض نہیں کیا۔ بہرحال ان کاموں سے فارغ ہو کر میں ان دونوں کے ساتھ چل پڑی۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ وہ دونوں بھی کار میں بیٹھے تھے جو میرا تعاقب کر رہی تھی۔ میں ان کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔ میں ان لوگوں سے اگر سوالات کرتی تو ان کی شخصیت فوراً مشکوک ہو جاتی کیونکہ وہ غیب سے اچانک میرے سامنے آئے تھے اور میری مدد پر آمادہ ہو گئے تھے۔

راستے میں کسی نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی شہر پہنچ کر لڑکی نے کہا۔

"آپ کو کہاں چھوڑ دیں میڈم؟"

"بس کسی ایسی جگہ جہاں سے ٹیکسی مل جائے۔" میں نے کہا اور مرد نے ایک گزرتی ٹیکسی کو اشارہ کر کے کار سڑک کے کنارے کر کے روک دی۔ میں ان دونوں کا شکریہ ادا کر کے ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔ لڑکی اور مرد کا چہرہ میرے لیے نیا تھا لیکن اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں تھی کہ وہ سارا ہی کے آدمی تھے۔ ہاں ٹیکسی ڈرائیور اور اس کے ساتھی کے اس ڈرامے کی ذمہ دار میں کسی طرح سارا دیوی کو نہیں ٹھہرا سکتی تھی۔

بہرحال میں نے اس ٹیکسی کو کلب کا پتہ بتایا اور ٹیکسی چل پڑی تھوڑی دیر کے بعد میں داخل ہو رہی تھی پہلے میں اپنی رہائش میں گئی اور اس کے بعد لباس تبدیل کر کے باہر نکل آئی۔

کلب کا ماحول جوں کا توں تھا کوئی خاص بات نہیں تھی اس ماحول میں رات کو سارا دیوی سے ملاقات ہوئی اس کا موڈ زیادہ بہتر نہیں تھا مجھ سے بھی سرد مہری سے پیش آئی پھر اس نے مجھے اطلاع دی۔

"اشرف علی نے تمہیں ڈنر پر بلایا ہے۔ نو بجے تک وہاں پہنچ جاؤ۔" اس نے کہا۔

"اوہ کیا یہ ضروری ہے مادام؟" میں نے پوچھا۔

"کیا مطلب۔؟" اس نے مجھے گھور کر دیکھا۔

"مطلب یہ کہ اشرف علی کے پاس جانا میرے لیے اتنی اہمیت نہیں رکھتا۔"

"ٹھیک ہے لیکن تمہیں جانا ہے۔"

"مگر میں نہیں جانا چاہتی۔"

"نہیں سارنگی تمہیں ضرور جانا چاہیے۔ وہ معمولی شخصیت کا انسان نہیں ہے اس کی دعوت ایک اہمیت رکھتی ہے۔"

"لیکن مادام۔"

"تم ضرور جاؤ گی۔" سارا دیوی نے سرد لہجے میں کہا اور میں خاموش ہو گئی میں نے یہ سب کچھ بس یونہی کہہ دیا تھا میں

تو خود اشرف علی سے ملنا چاہتی تھی ممکن ہے کوئی کام ہی بن جائے لیکن فوراً ہی آمادگی کا اظہار کر کے سارا دیوی کو شبے میں نہیں ڈالنا چاہتی تھی۔

بہرطور چونکہ اس نے سختی سے یہ بات کہی تھی اس لیے میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا اور دو بجے میں روانگی کے لیے تیار تھی میں نے ایک عمدہ لباس پہنا اور مجھے اطلاع ملی کہ باہر گاڑی آ گئی ہے میں نیچے آ گئی۔

باہر ایک خوبصورت کار کھڑی ہوئی تھی جس کے نزدیک ہی ڈرائیور موجود تھا اس نے میرے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا اور میں کار کی عقبی نشست پر بیٹھ گئی کار چل پڑی۔

مختلف راستے طے کرتی ہوئی کار بالآخر ایک خوبصورت علاقے میں داخل ہو گئی اور ایک نہایت حسین عمارت کے سامنے پہنچ کر پورچ میں رک گئی۔ پورچ سے چند گز کے فاصلے پر کھڑا ہوا شخص سیڑھیاں اتر کر میرے نزدیک آ گیا۔ اس نے کار کا دروازہ کھولا اور گردن خم کر کے بولا۔

"تشریف لائیے خاتون۔" اور میں اس کے ساتھ اندر چل پڑی۔ اس نے مجھے خوبصورت سے ڈرائنگ روم میں بٹھایا جہاں اشرف علی نے میرا استقبال کیا تھا۔ وہ ایک خوبصورت گاؤن پہنے ہوئے تھا اور اس کی شخصیت اتنی ہی پراسرار لگ رہی تھی جتنی میں نے پہلی بار محسوس کی تھی۔

"تاش کی جادوگرنی کی خدمت میں سلام۔" اس نے کہا۔ اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن خم کر دی۔

"تشریف رکھیے۔" اس نے ایک نشست کی طرف اشارہ کیا اور میں بیٹھ گئی۔

"سنائیے مزاج کیسے ہیں؟"

"ٹھیک ہوں۔"

"اب تک تو آپ سارا کو کروڑ پتی بنا چکی ہوں گی۔"

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔"

"ہے نہیں تو ہو سکتی ہے۔ آپ ایسی ہی شخصیت کی مالک ہیں مس سائیکی کہ ہر شخص کی آپ پر نگاہ پہنچتی ہے۔"

"یہ آپ کی عزت افزائی ہے۔"

"نہیں یہ حقیقت ہے۔ اگر آپ سارا کے ہاتھ نہ لگتیں تو میں آپ کو اپنا ساتھی بنانے کی کوشش کرتا۔"

"دولت کے حصول کے لیے؟" میں نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔ دولت تو میرے پاس بہت ہے بس یوں کہیں کہ آپ ایک انوکھی خوبی کی مالک ہیں۔ بس خوبصورت اور پراسرار چیزوں کا عاشق ہوں بہرطور میں تنہائی میں آپ سے ملنا چاہتا تھا آپ کا شکریہ کہ آپ یہاں آ گئیں۔"

"آپ کی دعوت تھی اور سارا دیوی کا حکم میں بھلا کیسے انکار کر سکتی تھی۔"

"بہرطور مس سائیکی آپ کے بارے میں میرے دل میں بہت سے خیالات ہیں کیا مجھے ان کے اظہار کا موقع دیں گی؟"

"آپ یہ سوال مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں مسٹر اشرف علی؟ میں آپ کی مہمان بھی ہوں اور پوچھیں تو آپ کی خادم بھی ہوں۔"

"نہیں۔ میں آپ کو اپنا خادم نہیں سمجھ سکتا لیکن یہ بات ہے کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو بہت سی مشکلات سے بچا سکتا ہوں۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"دیکھو میری نیت پر شبہ مت کرنا جو کچھ تم سے کہہ رہا ہوں حالات کے تحت کہہ رہا ہوں میرے دل میں تمہاری عزت کا ایک خاص مقام پیدا ہو گیا ہے میرے وجود کے لیے اور میں ذرا اسی قسم کا آدمی ہوں کہ بے پروا ہو کر جس چیز کو چاہتا ہوں اظہار کر دیتا ہوں۔"

"یہ اچھی بات ہے اظہار کر دینے والے لوگ بڑے بہتر ہوتے ہیں۔"

"اگر میں تم سے سارا دیوی کے بارے میں کچھ ایسی باتیں کہوں جو اس کے حق میں بہتر نہ ہوں تو تم یہ مت سمجھنا کہ میں تمہیں اس کے خلاف بھڑکا رہا ہوں بلکہ اس میں میرے دلی جذبات بھی شامل ہیں۔"

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"میں تمہیں سارا کے چنگل سے نکال سکتا ہوں ورنہ وہ لالچی عورت تمام عمر تمہارا خون چوستی رہے گی اور کبھی تمہیں نہیں چھوڑے گی۔"

"مجھے اس کا اندازہ ہے۔" میں نے کہا۔

"اس کے باوجود تم کسی دوسرے کی ہمدردی سے فائدہ اٹھانے کے لیے تیار نہیں ہو۔" اشرف علی بولا۔

"میں نے آپ سے یہ تو نہیں کہا۔" میں گھبرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"ہاں۔ سائیکی۔ اس بات سے تم خود بھی انکار نہیں کرو گی کہ تمہارا کمال دیکھ کر کون متاثر نہ ہوا ہو گا۔ ہم لوگ تو بھی دنیا کے جتنے ممالک میں جوا کھیل چکے ہیں ناقابل شمار ہیں بڑے بڑے سے پالا پڑا ہے لیکن تاش کی جادوگری آپ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ ہماری سمجھ میں کبھی نہیں آئی آپ میرے لیے بے حد دلکش ہیں اس کے علاوہ آپ کی شخصیت اس قابل ہے کہ اس سے قرب حاصل کیا جائے۔ چنانچہ میں نے سارا دیوی سے تعلقات کا فائدہ اٹھایا اور آپ کو اس طرح سے یہاں تنہا بلوا لیا۔"

"میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں اشرف صاحب؟"

"میری کوئی خاص نہیں۔ میں تمہیں کسی سلسلے میں مجبور نہیں کروں گا۔ اپنے بارے میں اگر مناسب سمجھو تو مجھے آگاہ کر دو ورنہ کرنا چاہو تو مجبور نہیں کروں گا۔ ہاں یہ جاننا ضرور چاہتا ہوں کہ تم سارا دیوی کو چھوڑنا پسند کرو گی؟"

"میں اپنی مرضی سے اس کے ساتھ نہیں ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے لیکن تم بے شمار غلط فہمیوں کا شکار ہو۔"

"میں نہیں سمجھی۔" میں نے کہا۔

"جس طرح اس نے تمہیں پھانسا ہے وہ سب کچھ فراڈ ہے جس میں اس نے چند آدمیوں کو بھی استعمال کیا تھا تم بری طرح پھنسی ہو۔"

"جی میں کچھ نہیں سمجھی۔"

"وہ شخص جسے تمہارے ہاتھوں قتل کرایا گیا درحقیقت قتل نہیں ہوا۔"

"کیا۔ کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"وہ زندہ ہے اور اگر تم چاہو تو میں ابھی اسے تمہارے سامنے لا سکتا ہوں وہ میرے ہی آدمیوں میں سے ایک تھا۔ تمہیں معلوم تھا کہ سارا کس کے لیے یہ سارا ڈرامہ رچا رہی ہے۔ وہ مجرمانہ ذہنیت کی مالک ہے اکثر لوگوں کے خلاف کچھ نہ کچھ سوچتی رہتی ہے اور اس سلسلے میں اکثر چند آدمی میرے اس کے لیے کام کرتے ہیں کیونکہ وہ میرے لیے خوبصورت ماحول مہیا کرتی ہے چنانچہ سائیکی وہ شخص تمہارے پاس پہنچا اور قتل ہو گیا اس کے بعد پولیس کے چند افراد وہاں پہنچے اور انہوں نے تمہیں گرفتار کر لیا راستے میں تمہیں ان سے چھین بھی لیا گیا۔"

"جی۔ کیا۔" میں نے حیرت کے عالم میں کہا۔ "آپ کو سب کچھ معلوم ہے۔"

"ہاں میں اس سازش میں براہ راست تو شریک نہیں تھا لیکن سارا نے میرے چند آدمیوں کو استعمال کیا تھا یہ سب صرف اس لیے کیا گیا تھا کہ تم خود کو ایک قاتل محسوس کرو اور ہمیشہ اس کے احسان کے نیچے دبی رہو حالانکہ پولیس میں ایسا کوئی کیس درج نہیں ہے۔ میں تمہیں پچھلے دو ماہ کے اخبارات مہیا کر سکتا ہوں کسی اخبار میں اس کیس کا تذکرہ نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اگر تم چاہو تو پولیس اسٹیشن چل کر تمہاری تسلی کرا سکتا ہوں۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح تم بلیک میل کی جا رہی ہو وہ سب کچھ فراڈ ہے وہ سب مصنوعی لوگ تھے اور یہ جال تمہیں پھانسنے کے لیے بچھایا گیا تھا۔" اشرف علی نے کہا اور میں متحیر رہ گئی۔ چند لمحات کے بعد میں نے گردن جھکا کر افسردہ لہجے میں کہا۔

"مسٹر اشرف۔ آپ مذاق تو نہیں کر رہے۔ آپ نے مجھے میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی دی ہے۔"

"دی ہے نا۔" اشرف علی نے قہقہہ لگایا۔ "میں نے کہا تاکہ اس احمق عورت کو چھوڑ کر میرے ساتھ رہو میں کائنات کی تمام خوشیاں تمہارے دامن میں ڈال دوں گا۔"

"اگر یہ حقیقت ہے تو میں تیار ہوں۔ میں خود بھی اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔" میں نے کہا اور اشرف علی مسکرانے لگا اس وقت دروازے پر دستک سنائی دی اور اشرف علی نے آواز لگائی۔

"آ جاؤ بھئی آ جاؤ۔ یہاں کوئی غیر نہیں ہے۔" دوسرے لمحے جو شخص اندر داخل ہوا وہ رام داس تھا اس نے مسکراتے ہوئے گردن خم کی اور میں نے اسی طرح اس کا استقبال کیا۔

"اوہ۔ مس سائیکی موجود ہیں۔" اس نے کہا۔

"ہاں بھئی۔ اور بڑی بڑی کام کی باتیں ہوئی ہیں ان سے آئندہ یہ ہمارے لیے کام کریں گی۔"

"اور سارا کا کیا ہو گا۔؟" رام داس نے پوچھا۔

"چھوڑو۔ اس چالاک عورت کو روزانہ لاکھوں روپے کما رہی ہے اور بہت جلدی کروڑ پتی اور پھر ارب پتی بن جائے گی اب تو ہمارا مسئلہ ہے۔" اشرف علی نے کہا اور رام داس ہنسنے لگا پھر بولا۔

"کیا سائیکی اس بات کے لیے تیار ہو گئی ہیں کیا سارا نے جو کچھ کیا ہے ایک فراڈ ہے۔ وہ بہت خوش ہوئی ہیں اور ہماری شکر گزار ہیں۔ ویسے رام داس تمہارا کیا خیال ہے سائیکی کا ہمارے ساتھ شامل ہو جانا ہمارے لیے نیک فال نہیں ہے۔"

رام داس نے کوئی جواب نہیں دیا پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"ہے تو سہی لیکن کچھ مشکلات پیش آ سکتی ہیں اشرف علی۔"

"وہ کیا؟"

"کنور رتی کو تو آپ جانتے ہی ہیں۔"

"کس کی بات کر رہے ہو؟"

"کنور رلو حسن سنگھ کی۔" رام داس نے کہا۔ اور دوسرے

لیے میرے ذہن میں کئی دھماکے ہوئے۔

"ہاں کیوں نہیں۔ کنور رادھن سنگھ سے میں اچھی طرح سے واقف ہوں۔"

"کنور رادھن سنگھ کی زندگی میں کچھ ایسے واقعات پیش آئے آپ ان کی شخصیت کو جانتے ہیں مسٹر اشرف علی لیکن شاید آپ کو یہ معلوم نہیں کہ رادھن سنگھ جی جس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں تو اس کے لیے بڑی مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں اور وہ اپنی تمام کوششوں کے باوجود ناکامی کا منہ دیکھتا رہ جاتا ہے۔"

"کیا کہتے ہو تمہاری باتیں میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہیں۔"

"آپ رادھن سنگھ کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ رادھن سنگھ جی کے شکار آسانی سے اپنی زندگی نہیں بچا سکتے انھوں نے پوری زندگی ہی شکاروں میں صرف کی ہے اور پھر ان تمام حالات کے تحت بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مس سائیکی یا رام داس بچ نکلا۔" اس نے مسکراتی نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور پھر بولا۔ "یا پھر مس کوشل اتنی آسانی سے اپنی گردن بچا سکیں۔"

"تمہاری کوئی بات جو میری سمجھ میں آ رہی ہو، بہت زیادہ پہیلی کہہ گئے ہو۔"

"نہیں، بلکہ آپ کا نشہ اتارنا چاہتا ہوں اشرف علی صاحب یہ خاتون جو مس سائیکی کے نام سے یہاں مشہور ہیں درحقیقت ان کا نام کوشل ہے اور جو ترقیاں انھوں نے کی ہیں وہ نا صرف میرے لیے بلکہ کنور جی ان کے بارے میں سنیں گے تو خود بھی حیران رہ جائیں گے۔ کنور جی کو ان کی تلاش ہے۔ بڑی دلچسپ بات یہ ہے مسٹر اشرف علی کہ مس سائیکی یعنی مس کوشل بمبئی سے تو بڑا دولت آ گئیں۔ یقیناً گولف کلب کے بارے میں انھوں نے معلومات حاصل کی ہوں گی اور انہی معلومات کی بنا پر وہ یہاں پہنچیں بڑا لمبا چکر تھا یہ ان کا کنور رادھن سنگھ جی سے لیکن سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ انھیں جب سے میں دیکھ رہا ہوں وہ میرے لیے بڑا حیران کن ہے۔ شاید آپ اس بات پر یقین نہ کریں سیٹھ اشرف علی کہ مس سائیکی یعنی مس کوشل ایک دیہاتی لڑکی ہیں اور ایک ایسے باپ کی بیٹی جو کنور رادھن سنگھ کے ہاں معمولی ملازمت کرتا تھا۔ دیہات سے نکلیں تو جانے کہاں کہاں گھومتی پھریں ساری باتیں اپنی جگہ، ان کا یہیں پہنچ جانا اپنی جگہ، لوگوں کو انھوں نے جانے کیا کیا وہ اپنی جگہ۔ سب سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ مارشل آرٹس سے واقف ہو گئی ہیں اور تاش کے کھیل میں ان کا اپنا کوئی ثانی نہیں۔ مجھے سب سے زیادہ حیرت اس بات پر ہے کہ انھوں نے یہ ترقی یہ تمام چیزیں کہاں سے حاصل کر لیں بہر طور سیٹھ اشرف علی میں ان کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا ہوں اور جب میں نے واقعات کی کڑیاں ملائیں تو میں اچھل پڑا میرا انھیں پہچاننا ایک فطری بات تھی۔ شاید آپ کو یقین نہ آئے کہ انھوں نے کئی ایسے آدمیوں کو ہلاک کر دیا ہے جو میرے لیے اور کنور رادھن سنگھ جی کے لیے کام کرتے تھے سوچ کر ہی ان کے مقابلے عام حیثیت نہیں رکھتے لیکن اس نے ان سب کو جتنی کا ناچ نچا دیا تھا۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا۔" اشرف علی خاموشی سے رام داس کی بات سن رہا تھا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"تمہارے پاس کیا ثبوت ہے اس کا کہ وہی لڑکی ہے۔"

"کمال ہے۔ یہ ثبوت آپ کو خود رادھن سنگھ جی فراہم کریں گے میں نے بڑی عجیب کیفیت میں انھیں پا لیا ہے ویسے اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں خود بھی یہ ثبوت فراہم کر سکتا ہوں۔" اشرف علی خاموش نگاہوں سے رام داس کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔

"مگر رام داس۔ اتنی کام کی لڑکی کو تم کنور جی کے حوالے کر دو گے کیا یہ بات مناسب ہو گی۔"

"رادھن سنگھ جی کا مسئلہ ذرا مختلف ہے سیٹھ اشرف، یہ لڑکی بڑے کام کی چیز ہے لیکن ہم اسے چھپا بھی تو نہیں سکتے۔ اور پھر آپ جانتے ہیں کہ سارا دیوی کا رادھن سنگھ سے کیا تعلق ہے۔"

"سارا کا جو کچھ تعلق ہے وہ تو میں جانتا ہوں لیکن تمہارا ابھی تو رادھن سنگھ سے تعلق ہے کیا سارا کے ساتھ تم نے اس سلسلے میں فراڈ نہیں کیا۔" سیٹھ اشرف نے رام داس سے کہا۔

"نہیں سیٹھ اشرف صاحب۔ میں دنیا کے ہر شخص سے فراڈ کر سکتا ہوں بات اگر صرف سارا کی ہوتی تو کوئی حرج نہیں تھا لیکن اب جو نئی صورت سامنے آئی ہے اس کے تحت میرے لیے مشکل ہے کہ میں رادھن سنگھ سے سب کچھ چھپا لوں۔"

"ہوں، یہ بات ہے تو پھر اب کیا پروگرام ہے۔" سیٹھ اشرف نے سنجیدگی سے کہا۔

"مجبوری ہے۔ درحقیقت رادھن سنگھ جی کو اس لڑکی کی تلاش ہے اس کے ہاتھوں انھیں بڑے نقصانات اٹھانے پڑے ہیں۔ انھوں نے بہت کچھ کیا ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ہم اسے رادھن سنگھ جی سے چھپا نہیں سکتے اور اس طرح انھیں اپنا

دشمن بنا لیں گے۔"

"اس کے لیے کوئی ترکیب بندوبست کیا جا سکتا ہے۔"

"نہیں سیٹھ اشرف۔ اس سلسلے کو آپ رہنے ہی دیں میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔" سیٹھ اشرف تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا۔ میں چہرہ سخت بنائے ان لوگوں کی گفتگو سن رہی تھی اور یہ اندازہ لگا رہی تھی کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ سیٹھ اشرف تھوڑی دیر خاموش رہا پھر اس نے مسکرا کر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیوں دوشی جی۔ آپ کا کیا ارادہ ہے۔" میں مضطربانہ انداز میں ہونٹ کھول کر رہ گئی تھی۔ سیٹھ اشرف ہنس پڑا پھر اس نے رام داس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے رام داس ہم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں سوائے اس کے کہ اس سلسلے میں تم سے تعاون کریں لیکن تمہیں بھی ہم سے تھوڑا سا تعاون کرنا ہو گا۔"

"ہاں۔ ہاں میں آپ کا دوست ہوں سیٹھ اشرف ایسی کیا بات ہے۔"

"تو پھر کیا خیال ہے۔ ہو جائے تھوڑی سی۔" سیٹھ اشرف نے کہا۔ اور رام داس اس کا مطلب سمجھ کر مسکرا پڑا میں ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کر پائی تھی کہ مجھے اس سلسلے میں کیا اقدام کرنا چاہیے۔ سیٹھ اشرف نے ایک گھنٹی بجائی اور ایک ملازم اندر داخل ہو گیا۔

"شراب کا سامان تیار کرو۔" انھوں نے کہا اور ملازم گردن خم کر کے باہر نکل گیا۔ رام داس اطمینان سے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ وہ مسکراتی نظروں سے مجھے مسلسل دیکھے جا رہا تھا پھر اس نے کہا۔

"کیوں کوشل جی آپ نے اس مسئلے میں کوئی تائید یا تردید نہیں کی۔" میں نے پھر کوئی جواب نہیں دیا سیٹھ اشرف اپنی جگہ سے اٹھتا ہوا بولا۔

"ٹھیک ہے بھئی۔ اب کیوں اس بے چاری کو پریشان کرتے ہو تھوڑی دیر کی مہمان تو ہے وہ ہمارے پاس۔" یہ کہہ کر سیٹھ اشرف ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری سے کچھ بوتلوں کی گڈیاں نکالیں اور انھیں لے کر میز پر آ گیا۔

"کیا خیال ہے مس سائیکی، میں تو سمجھتا ہوں مس سائیکی آج تھوڑا سا کھیل ہو جائے۔"

"میں ان حالات میں نہیں کھیل سکتی۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر کچھ تو بولو۔ کوئی فیصلہ کرو۔ کیوں بھئی رام داس تمہارا کیا خیال ہے۔"

"ہاں بھئی۔ میں جانتا ہوں کہ مس کوشل اب پریشان ہوں گی اور آپ ان کی طرف سے اتنے غافل بھی نہ رہیں یہ بہت خطرناک لڑکی ہے۔ یہ ماحول کو پوری طرح سمجھتی ہے اس لیے ہمیں محتاط رہنا ہو گا۔" میں نے نفرت سے رام داس کی طرف دیکھا اور پھر سیٹھ اشرف کی طرف دیکھنے لگی لیکن اسی وقت سیٹھ اشرف نے ایک غیر محسوس سا اشارہ کیا تھا ایسا اشارہ جسے میں سمجھ نہ سکی تھی میں اسی اشارے میں الجھی ہوئی تھی رام اس گفتگو کر رہا تھا وہ بہت خوش تھا اس بات پر کہ رادھن سنگھ کے سامنے سرخرو ہو گا اس نے یہ بھی کہا اب قسمت نے اس لڑکی کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ اگر یہ واقعی سائیکی ہوتی تو وہ اسے سر آنکھوں پر رکھتا لیکن اب یہ ضروری ہے کہ سارا دیوی کو بھی اس کے بارے میں سب کچھ بتانا ہو گا۔ سیٹھ اشرف نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔

"جو تمہاری مرضی آئے کرو بھئی اب تو میں اس سلسلے میں کچھ بول ہی نہیں سکتا۔" شراب کے برتن سامنے آ گئے اور سیٹھ اشرف نے سب کے سامنے شراب بنا کر پیش کر دی اس نے مجھے جب جام دیا تو میں نے نفرت سے کہا۔

"میں نہیں پیتی۔"

"ارے ہاں۔ کب میں بھی تم نے اس بات سے بے خبر کیا تھا۔ چلو خیر کوئی حرج نہیں ہے ہم ہی پیئے لیتے ہیں۔ چلو رام داس تمہاری کامیابی کے لیے ایک جام۔" سیٹھ اشرف نے رام داس کے جام سے جام ٹکرایا اور رام داس نے ایک ہی گھونٹ میں ساری شراب حلق میں انڈیل لی لیکن ابھی شراب اس کے منہ میں گئی ہی تھی کہ دفعتاً وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر اذیت کے آثار نظر آ رہے تھے۔ اس نے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لیے اور وحشت زدہ نگاہوں سے سیٹھ اشرف کو دیکھتا ہوا بولا۔

"یہ۔ یہ کیسی شراب تھی۔ آہ۔ ارے میرا سینہ بری طرح جل رہا ہے۔ آہ۔ اندر ہی اندر جانے کیا ہو رہا ہے۔"

"میرے شکار کو حاصل کرنا آسان کام نہیں ہے رام داس تم نے پرانی دوستی ختم کر کے خود ہی اپنے لیے نقصان خریدا تھا میں کیا کروں۔"

"کیا مطلب ہے؟"

"شراب میں زہر تھا اور اب تمہاری کہانی خاموشی سے اسی چھت کے نیچے دفن ہو جائے گی۔ دو چار آدمیوں کو قتل کر کے دفن کر دینا میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔" رام داس نے دونوں ہاتھ فضا میں لہرائے اس کی آنکھیں پتھرتی جا رہی تھیں

میں چونک کر کھڑی ہو گئی۔ سیٹھ اشرف نے آگے بڑھ کر میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"تم میری پناہ میں آ گئی ہو کوشل اب فکر مت کرو۔ راڈھن سنگھ سورج گرہن کا بہت بڑا آدمی ہے لیکن اشرف، اشرف بھی دنیا کا بادشاہ ہے اور اب تمہیں کسی بات کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔" میں خوفزدہ نگاہوں سے سیٹھ اشرف کو اور رام داس کو دیکھتی رہی۔ رام داس نے گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ کر اپنا سینہ مسلنا شروع کر دیا تھا اور آہستہ آہستہ وہ اوندھا زمین پر لیٹ گیا۔ اب اس کے جسم میں کوئی حرکت نہیں تھی۔ شاید وہ مر چکا تھا۔ اشرف علی کے ہونٹوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی تھی۔ تب اس نے کہا۔

"دراصل کوشل، میں اسی قسم کا آدمی ہوں۔ اپنے بارے میں آپ کو تھوڑا بہت بتا دینا چاہتا ہوں تاکہ آپ کو میرے سلسلے میں فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔ میری زندگی کا زیادہ حصہ یورپ کے دوران گزری ہے اپنی اس مختصر سی زندگی میں بہت سی تنظیموں سے وابستہ رہ چکا ہوں۔ یورپ میں خاص طور سے میں ایک گروہ میں شامل تھا۔ جو بیکال رنس کا گروہ کہلاتا تھا۔ بیکال رنس ایک درندہ صفت آدمی تھا اور ذہنی طور پر جنونی بھی تھا۔ اس کے لیے زندگی موت ایک کھیل کی حیثیت رکھتی تھی۔ میرا اس گروہ سے تقریباً تین سال تک تعلق رہا اور اس کے بعد جب اپنا وطن دیکھنے کی خواہش دل میں آئی تو میں اسے چھوڑ چھاڑ کر یہاں چلا آیا۔ یہاں آنے کے بعد میں نے خاصی لمبی دولت کمائی۔ اپنے چھوٹے موٹے کیس ایسے کیے جن سے مجھے اچھی خاصی رقم حاصل ہو گئی۔ میں کمانے اور اڑانے کا عادی ہوں۔ میری زندگی آزاد گزری ہے۔ گروہ بنا کر نہیں رہتا بلکہ یہ خیال رکھتا ہوں دل میں کہ گروہ کی وجہ سے آدمی بہت جلدی مصیبت میں پھنستا ہے۔ سورج گرہن کے بارے میں مجھے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو چکی ہے کہ اس کا تعلق سورج گرہن سے ہے البتہ سورج گرہن کے دوسرے افراد کے بارے میں مجھے زیادہ معلومات حاصل نہیں تھیں۔ میں اس تنظیم کے بارے میں خاصا کوششوں میں مصروف رہا کہ اس کی کچھ تفصیلات میرے علم میں آ جائیں۔ مقصد کوئی خاص نہیں تھا صرف یہ جاننا چاہتا تھا کہ تنظیم کی کیا حیثیت ہے اور کس انداز میں کام کر رہی ہے۔"

"اتفاق کی بات ہے کہ کچھ ذرائع سے سارا دلوی تک رسائی حاصل ہو گئی اور مجھے پتہ چل گیا کہ کاف کلب دراصل تنظیم کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ یہاں کے بارے میں یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد میں یہ سوچ رہا تھا کہ کس طرح اس تک رسائی حاصل کروں کہ یہ رام داس مل گیا۔ میرا پرانا واقف کار تھا اور اس سے مجھے معلوم ہوا کہ یہ خود بھی سورج گرہن کے لیے کام کرتا ہے۔ سورج گرہن سے میرا کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن تمہاری کہانی مجھے متاثر کر رہی ہے۔ دراصل مس کوشل اب میں تمہیں سا... نہیں مس کوشل ہی کہوں گا کیونکہ مجھے تمہارا اصل نام معلوم ہو گیا ہے۔ میں ذرا لاابالی قسم کا آدمی ہوں اپنی زندگی میں۔ میں نے بہت سے علوم سے واقفیت حاصل کی ہے لیکن تمام مذہب کی باتیں جانتا ہوں اور بہت سے مسلکوں میں رہ چکا ہوں۔ میں نے دنیا کو دوسری نگاہ سے دیکھا ہے۔ دنیا عیش کرنے کی جگہ ہے۔ انسان اپنے اوپر مصیبتوں کا پہاڑ لادے تو پھر ان مصیبتوں سے چھٹکارا حاصل کرنا اس کے بس کی بات نہیں ہے۔ چنانچہ بہتر یہی ہے کہ دنیا کو ہلکی نگاہ سے دیکھا جائے۔ رشتے، محبتیں، تعلقات اچھی چیزیں ہیں اور انسان ہمیشہ سے ان کے لیے مجبور رہا ہے لیکن جب یہ مجبوری بے بسی بن جائے تو پھر انسان کو رشتے ترک کر دینا چاہیے۔ میں نہیں کہتا کہ تمہاری اپنی کیا داستان ہے لیکن میں تمہیں مشورہ یہی دے سکتا ہوں کہ بیتے آپ میں چھوڑ دیا کے لیے جینے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔" میں خاموشی سے اشرف علی کی طرف دیکھتی رہی۔ اس نے ایک نگاہ مجھے دیکھا اور پھر بولا۔

"خیال تھا یہ لاش تمہارے ذہن پر برا اثر ڈال رہی ہے چھوڑو میں اسے ٹھکانے لگا دیتا ہوں۔" اس نے کہا اور جھک کر لاش دونوں ہاتھوں پر اٹھا لی۔ وہ خاصا قوی ہیکل آدمی تھا اور وہ لاش کو اٹھائے ہوئے باہر نکل گیا۔ میں وہیں بیٹھی بیٹھی پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ ایک مصیبت سے نکلی اور دوسرے عذاب میں گرفتار ہو گئی۔ یہ اشرف علی کون ہے اور مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ اپنے بارے میں اس نے جو کچھ بتایا ہے وہ صحیح ہے یا غلط، کیا حیثیت ہے اس کی، کس حد تک جا سکتا ہے کوئی بات معلوم نہیں تھی۔ البتہ اس نے جس طرح رام داس کو قتل کر دیا تھا، اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ سخت دل آدمی ہے اور کسی بھی کام کو کرنے میں دقت نہیں ہوتی ہو گی اسے۔ بہت جلدی میں چند فیصلے کرنے تھے اور اشرف علی کے واپس آنے سے پہلے ہی مجھے اپنے آئندہ اقدامات کے بارے میں یقین کر لینا تھا اور میں نے یہی سوچا کہ اگر اشرف علی سے کچھ کام بن سکتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے مجھے اسے شیشے میں اتار لینا چاہیے۔ چنانچہ اس خیال سے میں کسی حد تک مطمئن ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد اشرف علی واپس آ گیا۔

"میں نے تمہارے لیے کافی منگوائی ہے۔ میرا خیال ہے اس وقت کافی تمہارے ذہن کو سکون دے گی۔" میں نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک ملازم نے کافی کے برتن لا کر ہمارے سامنے سجا دیے۔ سیٹھ اشرف علی نے خود ہی آگے بڑھ کر کافی بنائی اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"اس وقت تم میری مہمان ہو۔ تمہارے لیے جو کچھ کر سکتا ہوں وہ کر کے مجھے بے حد خوشی ہو گی۔ کیا یہ ممکن ہے مس کوشل تم مجھے اپنے بارے میں تفصیلات بتاؤ۔"

"میری تفصیل کچھ نہیں ہے مسٹر اشرف علی۔" میں نے کافی کے گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ "رام داس کا کہنا درست تھا۔ ایک دیہاتی ماحول کی پروردہ ہوں۔ زندگی بہت ہی سادہ اور آسان سی تھی۔ نہیں معلوم تھا کہ زندگی میں ایسے جھگڑے داخل ہو سکتے ہیں۔ راڈھن سنگھ سورج گرہن کا آدمی ہے اور سورج گرہن کی تنظیم ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ شاید پورے ملک میں بھی پھیلی ہوئی ہے۔ میں اس کے بارے میں ابھی تک مکمل معلومات نہیں حاصل کر سکی۔ راڈھن سنگھ کے ذریعے میرے خاندان کی تباہی ہوئی۔ میرے پتا جی کو مار ڈالا گیا۔ میری اور میری بہن کی زندگی تباہ کر دی گئی۔ ماتا جی مر گئیں اور میں دربدر ہو گئی۔ راڈھن سنگھ مسلسل میرے پیچھے لگا ہوا ہے۔ چونکہ میں نے اس کی بے عزتی کی تھی اور اب وہ مجھ سے اس کا بدلہ لینا چاہتا ہے اور اس کے لیے اس نے میری زندگی تلخ کر دی ہے۔ اس نے میری حیثیت مجھ سے چھین لی ہے۔ نجانے کن کن حالات سے گزرتی ہوئی میں یہاں تک پہنچی ہوں۔ سارا دلوی کے اس اڈے کاف کلب پر میں یہی معلومات حاصل کرنے کے بعد پہنچی تھی کہ یہاں راڈھن سنگھ سے ملاقات ہو سکتی ہے۔ ابھی تک تو وہ مجھے نہیں ملا اور یہ ہیں یہ ساری چیزیں۔ اگر آپ مجھ سے کام لینا چاہتے ہیں اور مجھے اپنے ساتھ شامل کر لینا چاہتے ہیں تو یہ بڑی بات ہو گی اشرف صاحب۔ چونکہ اس طرح میں اپنے مقصد سے دور ہو جاؤں گی۔ میری زندگی کا صرف ایک ہی مقصد ہے۔ بس بہت ہو گیا، حاصل کرنا اور راڈھن سنگھ کو قتل کرنا۔ اس کے بعد میں دنیا کا ہر کام کرنے کو تیار ہوں۔" اشرف علی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"سارا دلوی کے اس اڈے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"راڈھن سنگھ اگر یہاں آ سکتا ہے تو میرا خیال ہے مجھے اس میں رہنا چاہیے میں تو اس سلسلے میں یہاں پہنچی تھی۔"

"کب تک انتظار کرو گی اس کا۔"

"جب تک کہ وہ یہاں نہ پہنچ جائے۔"

"مشکل ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ راڈھن سنگھ جیسا آدمی ان چھوٹی موٹی جگہوں پر نہیں آتا ہو گا۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں اشرف صاحب۔"

"بس میرا خیال ہے ساتی بڑی چیز ہے وہ تو یقینی طور پر اپنے آپ کو محفوظ رکھتا ہو گا۔"

"پھر اس سلسلے میں کیا کیا جائے۔" میں نے سوال کیا اور اشرف کچھ سوچنے لگا۔ اس کی آنکھوں اور چہرے کی وہ عجیب سی کیفیت مجھے اس وقت بھی پراسرار محسوس ہوئی تھی اور تھوڑی دیر تک وہ گردن جھکائے سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔

"اگر میں تم سے یہ کہوں کہ راڈھن سنگھ سے انتقام لینے کا ارادہ ترک کر دو اور اپنی زندگی کے لیے کچھ کرو تو کیا تم اس کے لیے تیار نہیں ہو جاؤ گی؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ میری زندگی کا ایک ہی تو مقصد ہے اور اسی مقصد کے لیے میں زندہ ہوں ورنہ زندگی کی دلچسپیوں میں حصہ لینے کے لیے میں کوئی بھی قدم اٹھا سکتی ہوں فطرتاً تو میں ایک گھریلو قسم کی لڑکی ہوں شاید تمہیں اس بات کا یقین نہ آئے اور اب مجھے اپنے بارے میں یہ الفاظ کہتے ہوئے بھی شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں گھریلو ہوں گھریلو پن تو میرے آس پاس بھی نہیں ہے۔ حالات نے مجھے پتہ نہیں گھر سے کتنی دور لا پھینکا ہے۔ بہرطور ان تمام باتوں کے باوجود اگر میرا مقصد پورا ہو جاتا ہے تو میں کسی گمنام سے گوشے میں زندگی بسر کرنے کو تیار ہو گی۔ لیکن..." میری آواز آنسوؤں میں ڈوب گئی اور اشرف سیٹھ کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے گردن اٹھا کر کہا۔

"میں خود رام داس سے یہی کہتا کہ وہ مجھے بھی کوشش کرنی کی تھی کہ وہ اس مسئلے میں ٹانگ نہ اڑائے لیکن مجھے اندازہ ہوا کہ وہ نہ صرف میرے لیے بلکہ تمہارے لیے بھی خطرہ بن سکتا ہے تو میں نے اسے قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ بے وقوف اگر میری بات مان لیتا تو

زندگی سے ہاتھ نہ دھونا اس سے تم یہ اندازہ لگا لو کہ میں تمہارے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں بشرطیکہ تم میری بات مان لو۔"

"اگر آپ اس سلسلے میں میری مدد کرنے کو تیار ہیں سیٹھ اشرف تو میں آپ کی ہر بات ماننے کو تیار ہوں۔"

"یہ بتاؤ تم چاہتی کیا ہو۔؟"

"رادھن سنگھ اور روپا۔ میری زندگی کے صرف دو ہی مقصد ہیں۔"

"روپا کے بارے میں مجھے بتاؤ کہ میں اسے کہاں سے حاصل کر سکتا ہوں۔"

"آہ، کنول کماری اس کے بے موت کا شکار ہو گئیں یہی تو میں نہیں جانتی۔ یہی تو مجھے معلوم نہیں۔"

"تو پھر ایک ایسی چیز جس کے بارے میں تمہیں کچھ پتا معلوم، تم اس کے لیے کیا کر سکتی ہو۔؟"

"کوشش۔ صرف کوشش۔"

"کب تک یہ کوشش جاری رکھو گی۔؟"

"جب تک اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو جاؤں۔"

"ہوں، ٹھیک ہے سنو اگر تم مجھ سے تعاون کرنے کی خواہش رکھتی ہو اور میرے تعاون سے اپنا مقصد حل کرنا چاہتی ہو تو بہتر یہی ہے کہ مجھے سوچنے کا موقع دو لیکن اس دوران تمہیں میری تحویل میں رہنا ہوگا۔"

"مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اشرف صاحب اگر میرا یہ کام ہو جاتا ہے تو اس کے بدلے میں دنیا کا ہر کام کرنے کو تیار ہوں۔"

"تم یہاں نہیں رہو گی میں تمہیں اسی شہر کے ایک اور گوشے میں منتقل کر دوں گا تمہارے چہرے پر میک اپ کر دیا جائے گا اور اس دوران میں کوشش کرتا ہوں یہ معلومات حاصل کر دوں گا کہ کس طرح رادھن سنگھ پر قابو پایا جا سکتا ہے کس طرح روپا کا پتہ چلایا جا سکتا ہے۔" میں نے اس بات پر خوشی سے آمادگی ظاہر کر دی تھی۔ کافی دیر تک اشرف کے ساتھ رہی اور اس کے بعد رات کے دوسرے پہر سیٹھ اشرف علی مجھے لے کر چل پڑا۔ ایک چھوٹے سے پہاڑی بنگلے میں اس نے میرے لیے ایک رہائش گاہ بنا دی۔

چھوٹا سا بہت خوبصورت بنگلہ ایک بلند ٹیلے پر واقع تھا۔ سیڑھیاں نیچے تک جاتی تھیں وہاں سے ایک سڑک نکلتی ہوئی پھول پھلیاں بنائی ہوئی کہیں گم ہو جاتی تھی بہت خوبصورت جگہ تھی، اطراف کے نظارے بھی بے حد حسین تھے۔ مجھے یہ جگہ پسند آئی۔ یہاں سیٹھ اشرف نے میری رہائش گاہ کا بندوبست کر دیا تھا۔

دوسرے دن دوپہر کو بارہ بجے کے قریب وہ میرے پاس آیا اس کے ساتھ ایک اور آدمی تھا۔ اس نے میرے چہرے پر میک اپ کیا اور میرے خدوخال خاصے تبدیل کر دیئے یہاں اس بنگلے میں میرے ساتھ دو ملازماؤں کو چھوڑ دیا گیا تھا جن کو ہدایت تھی کہ میرا ہر طرح خیال رکھیں ایک گاڑی بھی چھوڑ دی گئی تھی جس میں مجھے شہر میں آزادی سے گھومنے پھرنے کی اجازت تھی۔ ان تمام چیزوں سے میرے پروگرام پر کوئی اثر نہیں پڑا تھا اس لیے میں نے سیٹھ اشرف کی یہ پیش کش قبول کر لی تھی اور انتظار کرنے لگی تھی کہ اب وہ اس سلسلے میں کیا کرتا ہے۔

بہر طور اشرف سیٹھ کے بارے میں مجھے کوئی خاص اندازہ تو نہیں تھا لیکن اتنا میں ضرور جانتی تھی کہ میری شخصیت نے اسے میری طرف متوجہ کیا ہے اور وہ مجھے اسی سلسلے میں استعمال کرنا چاہتا ہے چونکہ مجھ پر خود بھی کوئی پابندی نہیں تھی اس لیے میں کبھی کبھی گاف کلب کی طرف سے گزرتی تھی ہاں گاف کلب میں کسی عورت کا تنہا داخل ہونا مناسب نہیں تھا کوئی بات شک و شبے کی ہو سکتی تھی۔

گاف کلب کو دیکھ کر میرے دل میں شدید نفرت کا طوفان امنڈ آتا تھا یہاں سارا دیوی تھی جو رادھن سنگھ کو جانتی تھی۔ کاش کسی طرح مجھے اس تک رسائی حاصل ہو سکے اشرف سیٹھ بھی مسلسل اپنی کوششوں میں مصروف تھا پتہ نہیں اب وہ ان دنوں کہاں کہاں گیا کوششیں کرتا رہا چھ سات دن کے بعد وہ ایک رات خصوصی طور پر میرے پاس آیا اور کہنے لگے۔

"آج رات کا کھانا میں تمہارے ساتھ ہی کھاؤں گا۔ تم میری میزبان ہو۔" میں نے اس بات پر خوشی آمادگی ظاہر کر دی۔ کھانا تیار کرانے میں میں نے ملازماؤں کی مدد کی اور اس کے بعد اشرف کے ساتھ کھانے پر بیٹھ گئی۔

"تمہارے لیے کوئی خوش خبری تو نہیں لا سکا لیکن ایک فیصلہ کر کے آیا ہوں۔"

"کیسا فیصلہ۔؟"

"سارا دیوی تمہاری گمشدگی کے سلسلے میں مجھ پر شبہ کر رہی ہے حالانکہ میں نے اس سے ملاقات ہوتے ہی یہ بات ظاہر کر دی تھی کہ ایک رات میری مہمان رہنے کے بعد تم گاف کلب کے لیے روانہ ہو گئی تھیں میں نے تمہیں پہنچانے کی پیش کش بھی کی تھی لیکن تم نے کہا تھا کہ تم چلی جاؤ گی پتہ نہیں تمہارے ذہن میں کیا تھا بہر طور میں جانتا ہوں کہ سارا دیوی میرے سلسلے میں مشکوک ہے اور ان دنوں میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے اوپر کچھ لوگ چھوڑے رہتے ہیں لیکن میں بھی ایک ہی کائیاں آدمی ہوں۔ سارا دیوی صرف اس گاف کلب تک محدود ہے لیکن میں نے یورپ کی خاک چھانی ہے اس کے آدمیوں کو دھوکا دے کر یہاں پہنچا ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ میری طرف سے مشکوک ہے اور اس سلسلے میں کوئی خاص پروگرام ترتیب دے رہی ہے۔"

"تو پھر۔؟" میں نے متوحش لہجے میں پوچھا۔

"میں نے ایک فیصلہ کیا ہے۔ ایک آخری فیصلہ کیا ہے۔"

"کیسا فیصلہ۔؟"

"سارا دیوی کو یہاں اٹھا لاؤں گا۔"

"کیا یہ اتنا آسان کام ہوگا۔؟"

"اشرف کے لیے یہ کام مشکل نہیں ہوگا۔ میں جانتا ہوں مجھے کس طرح کام کرنا ہے اور اس کے بعد تم سارا دیوی سے خود ہی معلومات حاصل کر لینا۔"

"ٹھیک ہے اشرف صاحب، اگر ایسا ہو جائے تو۔"

"بس تو پھر انتظار کرو آج یا کل سارا دیوی تمہارے سامنے پہنچ جائے گی۔" کافی دیر تک مجھ سے گفتگو کرتے رہنے کے بعد اشرف علی چلا گیا۔ اور میں خیالات میں ڈوب گئی کہ سارا دیوی سے اس معاملے کی تفصیلات معلوم ہوں گی یا وہ اپنی زبان کھول دے گی۔ بہر طور اشرف کی کوشش یقینی طور پر شاندار تھی بشرطیکہ وہ اس میں کامیاب ہو جائے۔

اور میرا اندازہ غلط نہیں نکلا دوسرے ہی دن شام کو چار بجے کے قریب سیٹھ اشرف کو میں نے دور کھڑکی سے اپنی کار میں آتے دیکھا اور یہ دیکھ کر ششدر رہ گئی کہ سارا دیوی اس کے ساتھ تھی۔ پتہ نہیں وہ کس طرح سارا دیوی کو یہاں تک لایا تھا چند لمحات کے بعد اس کی کار اندر داخل ہو گئی اور پھر میں نے اسے سارا دیوی کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آتے دیکھا۔ سارا دیوی اندر آ گئی تھی اشرف علی کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ وہ کیا پروگرام رکھتا ہے لیکن چند منٹ کے بعد ایک ملازمہ میرے پاس پہنچ گئی اور اس نے کہا۔

"مس کامنی آپ کو اندر بلایا جا رہا ہے۔" اشرف علی نے مجھے یہاں کامنی کے نام سے رکھا تھا اس کا مقصد یہ تھا کہ اشرف علی مجھے کامنی کی حیثیت سے سارا دیوی سے روشناس کرانا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئی۔ سارا دیوی نے چونک کر مجھے دیکھا اور جھجکی رہی اور پھر اشرف علی کی طرف دیکھنے لگی۔

"یہ میری منگیتر کامنی دیوی ہیں۔ ان کا تعلق لکھنؤ سے ہے بہت ہی نفیس طبیعت کی مالک ہیں اور کامنی یہ میری دیرینہ دوست سارا دیوی ہیں۔ بس یوں سمجھو کہ یہاں کی سب سے بڑی ہستی ہیں اور ان کے مقابلے پر کسی کو آنے کی جرأت نہیں ہوتی ہے۔"

"ہیلو کامنی۔" سارا دیوی نے کہا۔

"ہیلو۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔ سارا دیوی پھر اشرف علی کی طرف دیکھنے لگیں اور پھر بولیں۔

"مگر کامنی مجھے اس لڑکی کے بارے میں کیسے بتا سکتی ہیں"

"کیوں مس کامنی۔؟ سارا دیوی کو سادھنی کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گی۔" اشرف علی نے مسکراتے ہوئے مجھ سے سوال کیا۔ میں دل ہی دل میں پریشان ہو کر رہ گئی تھی پتہ نہیں اس کمبخت نے سارا دیوی سے کیا کہا ہے اچانک یہ سوال کر دیا تھا تو یہ چاہیے تھا کہ مجھے تمام تفصیلات بتا دیتا اشرف علی کہنے لگے۔

"دراصل کامنی سادھنی ان کے ادارے میں ایک خاص حیثیت رکھتی تھی گاف کلب کی ایک خصوصی مہمان کی حیثیت سے وہ سارا دیوی کے لیے بہت اہمیت رکھتی تھی سارا دیوی نے اس پر بڑی توقعات خرچ کی تھیں لیکن وہ انہیں دھوکہ دے کر بھاگ گئی۔ بدقسمتی یہ تھی کہ میں بھی اس رات تھوڑا بہت ملوث تھا سارا دیوی مجھ پر شبہ کرنے لگیں ان کا خیال تھا کہ میں نے اس دولت بے بہا کو اپنے قبضے میں کر لیا ہے کامنی تم اس کے بارے میں بتاؤ کیا تم اس کی صحیح طور پر نشاندہی کر سکتی ہو۔ ایک منٹ میرا خیال ہے یہاں بیٹھنا مناسب نہیں ہے آئیے ہم اندرونی کمرے میں چلتے ہیں یہاں ملازم وغیرہ ہماری گفتگو سن لیں گے۔" اشرف علی بولا۔ میں سمجھ گئی کہ اشرف علی کیا چاہتا ہے میرے سامنے سارا دیوی کو لانا مقصود تھا اور اب وہ سارا دیوی کے لیے کوئی چال چل رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم بنگلے کے اوپری منزل میں ایک ایسے کمرے میں پہنچ گئے جہاں تالا لگا رہتا تھا اس سے قبل اشرف علی نے یہ کمرہ نہیں کھولا تھا۔ مجھے ابھی اس کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی تھی کیونکہ میں بنگلے کے بارے میں جاننے کی خواہش مند

نہیں تھی۔ اشرف علی نے جیب سے چابی نکال کر دروازہ کھولا، اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

یہ عجیب و غریب کمرہ تھا اسے دیکھ کر میری آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔ خود سارا دیوی بھی چونک سی پڑی تھی۔ کمرے میں اذیت رسانی کے آلات رکھے ہوئے تھے اور عجیب و غریب چیزیں وہاں موجود تھیں ایک آتش دان بھی تھا جو شاید الیکٹرک کا تھا اور بجلی کے سوئچ سے اس آتش دان میں گرمی پیدا کی جاتی تھی۔

عجیب سی جگہ تھی۔ سارا دیوی نے متعجبانہ انداز میں اسے دیکھا اور پھر کہنے لگیں۔

"یہ۔ یہ۔"

"کیوں پسند نہیں آئی یہ جگہ" اشرف علی کا لہجہ بدلا ہوا تھا۔

"کیا مطلب۔؟"

"مطلب" سارا دیوی کو اس جگہ میں آپ کو خاص طور سے لایا ہوں ہم آپ کی ضیافت کا مناسب بندوبست کریں گے"

"کیا کہنا چاہتے ہو اشرف علی۔" سارا دیوی نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

"کیوں کا منشی کیا تم اسے نہیں بتاؤ گی کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں" اشرف علی کے بدلے ہوئے تیور اور انداز تخاطب کو اب سارا دیوی نے پوری طرح محسوس کر لیا تھا چنانچہ ایک لمحے میں وہ پیچھے ہٹی اور دوسرے لمحے اس نے پرس کھول کر پستول نکال لیا۔

"اشرف علی مجھے تمہاری باتوں میں شرارت کی بو آتی ہے کیا تم مجھے اتنا ہی بچہ سمجھتے ہو کہ میں آسانی سے تمہارے شکنجے میں آ جاؤں گی۔"

"مطلب" اشرف علی نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

"یہ بتاؤ یہاں کیوں لائے ہو تم مجھے؟"

"سادھنگی سے ملانے۔ سادھنگی تم انہیں بتاؤ کہ تم کا منشی نہیں سادھنگی ہو اور پھر جب یہ ثابت ہو جائے گا کہ تم کا منشی نہیں سادھنگی ہو تو پھر میں سارا دیوی کو بتاؤں گا کہ دراصل سادھنگی نہیں بلکہ کوشل ہے۔"

"کیا" سارا دیوی اس بار بری طرح اچھل پڑی تھی۔

"ہاں۔ یہ کوشل ہے اور یقیناً آپ کے کانوں تک بھی کا نام ضرور پہنچ چکا ہوگا۔"

"اوہ کوشل" سارا دیوی ہکلائی ہوئی بولیں۔

"ہاں۔ میں کوشل ہوں اور تم یقینی طور پر مجھے راؤ حسن سنگھ کے حوالے سے جانتی ہو گی" سارا دیوی مجھے گھورتی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ دوسرے لمحے اس نے پستول کی نال میری طرف کرتے ہوئے کہا۔

"اگر تم کوشل ہو تو پھر اچھا ہوا کہ تم میرے سامنے آ گئے اس طرح میں اپنا ایک بڑا مقصد حل کر سکتی ہوں"

"اس سے پہلے کہ تم ان سے اپنا بڑا مقصد حاصل کر ان کا ایک بڑا مسئلہ حل کر دوں میں تمہارا شکر گزار ہوں گا۔"

"تم۔" سارا دیوی نے اشرف علی کی طرف رخ کر کے کہا۔ "تم تو تم تو غدار نکلے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم میرے ساتھ ایسا [illegible] کھیلو گے تم آخر ہو کیا چیز"

"آپ کی حماقت" اشرف علی نے جواب دیا۔

"بکواس مت کرو۔ ورنہ پستول کی چھ گولیاں تمہارے حلق میں اتار دوں گی"

"اوہو ہو۔ اگر آپ چھ گولیاں میرے معدے میں اتار دیں گی تو پھر سادھنگی کیا کریں گی میرا مطلب ہے کوشل کہ آپ یہ اندازہ تو ہو ہی چکا ہوگا کوشل بھی معمولی حیثیت نہیں رکھتی اور آپ کے پاس راؤ حسن سنگھ کے خلاف مسلسل عمل کرتی رہتی ہے۔"

"اوہ۔ تو اس نے سب کچھ بتا دیا ہے تمہیں لیکن اشرف علی تم کون ہو اور اس کی ہمدردی کیوں کر رہے ہو۔؟"

"اس لیے سارا دیوی کہ میں سونے کی اس کان میں اپنے قبضے میں کرنا چاہتا ہوں" اشرف علی نے جواب دیا۔

"مسٹر افسوس تمہیں اس میں کامیابی نہیں ہوگی یہ سونے کی کان ہے بھی تو اب ہم دونوں کے لیے بے مقصد ہے۔ یہ معلوم ہونے کے بعد یہ کوشل ہے میں خود بھی اس سے کوئی کام نہیں لے سکتی بلکہ میرا پہلا فرض یہ ہوگا کہ اسے راؤ حسن سنگھ کے پاس پہنچاؤں"

"شکریہ سارا دیوی کہ آپ نے زیادہ دیر تک [illegible] نہیں کی اور آپ نے یہ بات تسلیم کر لی کہ آپ کا تعلق راؤ حسن سنگھ سے ہے چلو کوشل تمہارا کام تو ہو گیا اب یہ سارا دیوی جب اتنا جانتی ہے کہ تم کوشل ہو اور راؤ حسن سنگھ کو تمہاری ضرورت ہے تو پھر روپا کے بارے میں بھی سب کچھ جانتی ہو گی۔"

"کون روپا؟"

"بکواس مت کرو ذلیل عورت انہیں روپا کے بارے میں بتانا ہوگا انہیں راؤ حسن سنگھ کے بارے میں بتانا ہوگا" میں نے کہا اور سارا دیوی کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

"اس بات پر میں تمہاری زبان ہمیشہ کے لیے بند کر سکتی تھی اگر تم راؤ حسن سنگھ کی ضرورت نہ ہوتے۔"

"احمق ہے بے وقوف عورت، تو جس کا نام سارا دیوی ہے احمق ہے تو بالکل، بالکل ہی بے وقوف اس بے چاری کو تو مصیبت میں پھنسانے کے لیے بھیجی تھی کہ اس پر قابو پا لے اس کے ذریعے ایک معنوی قتل کرایا تو نے۔ اور خود بھی بن گئی۔ اب یہ معنوی قتل میرے ہی ایک آدمی کا تھا میرا وہ آدمی جو [illegible] مقتول کی حیثیت رکھتا تھا تو نے خواہ مخواہ اس پر رعب ڈالا ہوا ہے مخشاب یہ بے چاری لڑکی میری ساتھی ہے اور میری زندگی کے لیے بھی مناسب ہے کہ تو راؤ حسن سنگھ اور روپا کے بارے میں بتا دے۔"

"تو پھر تو ہی اس دنیا سے چلا جا۔" سارا دیوی نے کہا اور پستول کا ٹریگر دبا دیا۔ ٹرچ کی آواز نکل کر رہ گئی اور اشرف علی ہنس پڑا۔

"احمق۔ معاف کرنا کوشل عورتیں خواہ مخواہ مرتبہ پر جا بیٹھیں لیکن رہیں گی احمق ہی اب آپ بتایئے اس بے وقوف عورت کو جب میں اسے یہاں لا رہا تھا تو کیا یہ مناسب تھا کہ اس کے پستول میں گولیاں بھی رہنے دی جائیں پستول البتہ اس لیے اس کے بیگ میں چھوڑ دیا گیا کہ بیگ کا وزن قائم رہے اور اسے کوئی شبہ نہ ہو سکے لیکن گولیاں یہ" اشرف علی نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر پستول کی چھ گولیاں نکال کر سارا دیوی کے سامنے کر دیں اور سارا دیوی کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا۔

"ہاں۔ تو اب تم اس کمرے کو ذرا غور سے دیکھو سارا دیوی اصل میں اسے دیکھنے کا لطف اب آئے گا اس سے پہلے تو تم پستول کے بل پر بہت خوش تھیں اور اس کی طرف توجہ بھی نہیں دے رہی تھیں مجھے بڑی شرمندگی ہو رہی ہے کہ اتنی محنت سے میں نے اذیت رسانی کے یہ آلات جمع کیے اور یہ سوچا کہ انہیں دیکھ کر کوئی بھی مجرم دہشت سے کانپ سکتا ہے یا کوئی بھی میرا مخالف خوف سے مر سکتا ہے لیکن تم انہیں لفٹ ہی نہیں دے رہی تھیں اس کی وجہ پستول ہی تھا نا چلو اب پستول تمہارے ہاتھ سے نکل چکا ہے مطلب یہ کہ اب وہ بیکار ہے دوبارہ گولیاں ڈالنے کی کوشش میں تم کامیاب نہیں ہو سکو گی اور پھر دوسری گولیاں تمہارے پاس ہیں بھی نہیں۔ ان حالات میں تمہیں اندازہ ہوگا کہ تم کس طرح جال میں پھنس گئی ہو۔ اصل کوشل جب میں سارا دیوی کو ایک [illegible] انکشاف کے پیچھے لا رہا تھا میں نے انہیں یقین دلانے کی کوشش کی تھی کہ سادھنگی بہت پیاسی نہیں ہے بلکہ اس کی شناسا ایک اور عورت ہے میں ان کی ملاقات کرا سکتا ہوں جو سادھنگی کے بارے میں تمام تر تفصیلات بتا دے گی اور سارا دیوی نے سامنے یہی درخواست کی تھی کہ اس سلسلے میں اگر وہ تمہاری مناسب سمجھیں تو میرے ساتھ چلیں جو کسی کا ساتھ کچھ لوگوں کو مطلع کر دے گا اور کوشل یا سادھنگی ان کے ہاتھ نہیں آ سکے گی بے چاری اتنی معصوم صفت ہیں کہ خود آ گئیں میرے ساتھ چلی آئیں اور خاص طور سے کسی کو ہدایت بھی نہیں کی کہ وہ کہاں جا رہی ہیں دراصل بعض اوقات خود اعتمادی انسان کے لیے کتنی بڑی مصیبت بن جاتی ہے۔ اس کا اندازہ تمہیں اسی ہو جائے گا سارا دیوی اپنی خود اعتمادی کے جال میں گرفتار ہو چکی ہیں بہر طور سارا دیوی لیجئے آپ سے ملاقات ہو گئی ہے ہاں تو اب ان تمام باتوں کے بعد میں آپ کو یہ بتانا پسند کروں گا کہ کوشل حقیقت میں آپ سے راؤ حسن سنگھ اور روپا کا پتہ جاننا چاہتی ہے اگر آپ ان دونوں کے بارے میں تفصیلات بتا سکیں تو ٹھیک ہے ورنہ بہتر یہی ہوگا کہ آپ کی زندگی ہی ختم کر دی جائے گی اور اس کے بعد ہم اپنے کام کا آغاز دوبارہ کریں۔ سارا دیوی کسی شکست خوردہ چیتے کی طرح انہیں دیکھ رہی تھی اس کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا انداز میں خوفناک پن تھا لیکن بے بسی تھی کچھ کر نہیں سکتی تھی اس نے ادھر ادھر دیکھا اور اشرف علی کہنے لگا۔

اس کمرے سے نکلنا ناممکن ہے دروازے [illegible] کی ایک چٹخنی لگی ہے جس نے اس کمرے کو ساؤنڈ پروف بنا دیا ہے تم اگر حلق پھاڑ کر بھی چیخو گی تو تمہاری ہلکی سی آواز بھی باہر نہیں جا سکے گی اور یہ دیکھو یہ الیکٹرک کا آتش دان ہے وہی کام دیتا ہے جو کوئلوں کا آتش دان کام دیتا ہے اب دیکھو میں نے اس میں یہ سلاخیں بھی رکھ دیں۔ اور اشرف علی نے قریب رکھی ہوئی دو سلاخیں آتش دان پر ڈال دیں۔

"اور دیکھو یہ سوئچ آن کر دیا اب یہ سلاخیں چند لمحات میں سرخ ہو جائیں گی اور پھر تمہارا خوبصورت بدن میں پہلے کوشل سے کہوں گا کہ وہ تمہاری گردن کو داغے اس کے بعد تمہاری پیشانی سے کر ٹھوڑی تک ایک سیاہ لکیر بنا دے۔ اس کے بعد سلاخ تمہارے سینے میں بھونک دے۔ میرا خیال ہے اتنا ہی کافی ہوگا لیکن اگر تم اس اذیت کو بھی برداشت کر گئیں اور [illegible] تو پھر یہاں بہت سی دلچسپ چیزیں موجود ہیں۔ جیسے یہ مخصوص قسم کا آرہ ہے زبان کھلوانے والا شکنجہ جو تمہارے بدن [illegible] ہوگا تو تمہارے پورے بدن میں [illegible] چٹخنے لگیں گی تمہارا [illegible] سرخ ہونے لگے گا [illegible] تم پر ہذیانی کیفیت طاری ہو جائے گی [illegible]

سناٹے ہی سناٹے پھیلے ہوئے تھے۔ میری روپا کہاں ہے۔ آہ ... میری روپا کہاں ہے۔ میری روپا کہاں ہے۔ میں سوچ رہی تھی۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد اشرف علی واپس آ گیا۔ اس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور کہنے لگا۔

"بھئی آج ہم تمہاری ہمت کے بھی قائل ہو گئے۔ اس کا مقصد ہے کہ تم ہمارے ہی لیے پیدا کی گئی ہو۔ مجھے ایسے ہی ایک ساتھی کی ضرورت ہے اور تم اس معیار پر پوری طرح پوری ہو کوشل۔ تم فکر مت کرو۔ رادھن سنگھ ہم سے بچ کر جائے گا کہاں۔ روپا اگر زندہ ہے تو یقیناً کبھی نہ کبھی ہمیں مل جائے گی۔ میں ابھی مزید کوشش کروں گا اور یہ معلوم کروں گا کہ رادھن سنگھ نے روپا کو کہاں رکھا ہے۔ تم اس سلسلے میں مجھ پر اعتماد کر سکتی ہو۔"

تقریباً پندرہ دن میں انتظار کرتی رہی۔ اشرف علی اس دوران روزانہ ہی بار مجھ سے ملنے آیا اور اس نے کہا کہ اس کا اپنا کام جاری ہے۔ پھر ایک دن وہ میرے پاس پہنچا اور کہنے لگا۔

"کوشل ... میں نے ہر ممکن کوشش کر لی۔ رادھن سنگھ کے بارے میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ ان دنوں یہاں نہیں ہے۔ بلکہ ملک سے باہر گیا ہوا ہے۔ روپا کا البتہ کوئی پتہ نہیں چل سکا۔ اب تم بتاؤ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"

"میں تو اپنی ساری زندگی روپا کی تلاش میں صرف کروں گی۔ اشرف صاحب! ... مجھے افسوس ہے کہ آپ کو میری وجہ سے اتنی مصیبتیں اٹھانی پڑ رہی ہیں۔"

"میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہے زندگی تو پانے کی چیز ہے کھونے کی نہیں۔"

"مطلب ..." میں نے تعجب سے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ اب کب تک انتظار کرتی رہو گی۔"

"جب تک روپا نہ مل جائے۔"

"مگر مجھے اس سے کیا فائدہ ہوگا یہ بتاؤ؟"

"تم کیا فائدہ چاہتے ہو اشرف؟" میں نے سوال کیا۔

"دیکھو کوشل۔ بہت دن گزر گئے۔ میں اپنی کوششوں میں مخلص تھا اگر کامیابی کی کوئی امید ہوتی تو میں مزید کچھ وقت یہاں گزار سکتا تھا۔ لیکن یوں لگتا تھا جیسے اب ہمیں کامیابی مشکل ہی سے ملے گی۔ زندگی کھونے کی چیز نہیں ہوتی [illegible] بنانے کی کوشش کرو۔ دنیا وسیع ہے بے شک روپا کا غم دل پر تازہ رہے گا۔ اور تم اس طرح ساری زندگی"

"ہاں ... میری زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے۔"

"مگر میں تمہاری زندگی کو با مقصد بنانا چاہتا ہوں۔"

"کس طرح آخر کس طرح؟"

"اپنی زندگی میں شامل کر کے۔ ہم یورپ چلے چلیں گے۔ تمہاری فنکاری کا جو ہوگا تمہارا فن ہم یورپ میں استعمال کریں گے۔ میں تمہارا پشت پناہ رہوں گا اور تم دولت کماؤ گی۔ خاصی دولت کمانے کے بعد ہم ایک بار پھر آئیں گے اور سورج گڑھ کے مقابلے پر ڈٹ جائیں گے۔"

"اشرف صاحب آپ نے بے شک میرے اوپر احسان کیے ہیں لیکن میں بدقسمت ہوں کہ آپ کے ان کا صلہ نہیں دے سکتی۔"

"دیکھو کوشل۔ سورج گڑھ کوئی معمولی تنظیم نہیں۔ دوران میں اس سلسلے میں جتنی ممکن کوششیں ہو سکتی تھیں وہ کر چکا ہوں۔ اور مجھے یہ اندازہ ہو گیا ہے کہ ان کے مقابلے پر آنا آسان کام نہیں ہے تم شاید اس پر یقین نہ کرو کہ میں رادھن سنگھ کے بارے میں کیا سوچتا ہوں۔ وہ بے حد شاطر اور بے حد خطرناک آدمی ہے اپنے ارد گرد اتنے مضبوط جال پھیلا رکھے ہیں کہ ان کو توڑنا آسان کام نہیں ہے۔ کوشل مجھے معاف کرنا مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہو۔ اگر مجھے اس بات کا ذرا بھی اندازہ ہوتا کہ ہم تھوڑی سی کوشش کر کے روپا کو اپنے قبضے میں لا سکتے ہیں تو میں تم سے کبھی نہیں کہتا اور یہ کوشش کرتا کہ پہلے تمہیں مطمئن کر دوں بعد میں تمہیں اور روپا کو اپنے ساتھ یہاں سے یورپ لے جاؤں اور وہاں اپنا مقصد پورا کروں۔ لیکن جب میں نے یہ اندازہ لگا لیا کہ یہ کام ہم دونوں کے بس کا نہیں تو میں یہ بات کہنے پر مجبور ہوں۔ کوشل میں تمہارے فن کے اندر رنگ بھرنا چاہتا ہوں یہ میرا شوق ہے۔ لیکن تمہیں اس سلسلے میں میری معاونت کرنا ہوگی۔"

"روپا کے بغیر نہیں اشرف۔ روپا کے بغیر نہیں۔"

"مگر روپا اتنی آسانی سے نہیں ملے گی۔ میں کہہ چکا ہوں۔"

"پھر بھی ... میں روپا کو حاصل کیے بغیر یہاں

ں گی۔"

"سوچ لو۔ اچھی طرح سوچ لو کیا خیال ہے۔ اب یہاں رکنا بیکار ہے۔ شاید تمہیں اس بات کا اندازہ نہ ہو کہ گاف کلب بند کر دیا گیا ہے وہ بند ہو گیا ہے اور اس کے تمام ملازم منتشر ہو گئے ہیں۔ اب وہاں تالا پڑا ہوا ہے اس طرح یہاں رکنا تو بالکل ہی بے کار ہے۔"

"ہاں۔ اگر یہ بات ہے تو ہم یہاں نہیں رکیں گے لیکن ..."

"ہاں ... لیکن کیا؟"

"لیکن میں بمبئی میں رک کر اپنا کام جاری رکھوں گی۔"

"یہ مناسب نہیں ہوگا۔ کوشل ضد نہ کرو۔"

"اشرف یہی مناسب ہے میں بمبئی چلتی ہوں۔ تمہارے وہاں کے کلبوں میں تمہارے لیے جو اکیلوں کی اور جتنی رقم تعین کرو گے اتنی رقم تمہیں کما کر دے دوں گی۔ لیکن میرا اپنے ساتھ یورپ جانا مناسب نہیں ہے۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو کوشل۔ گویا تم مجھے اپنے ہمدردوں میں تسلیم نہیں کرتیں۔"

"کیوں نہیں کیوں نہیں۔ میں اس بات کے لیے تمہاری بے حد شکر گزار ہوں کہ تم نے میرے لیے بہت کچھ کیا ہے لیکن جہاں تک ان معاملات کا تعلق ہے اس میں مجھے آزاد رہنے دو۔"

"نہیں۔ میں انتظامات کر چکا ہوں بمبئی جا کر تمہیں میرے ساتھ سفر کرنا ہوگا۔"

"نہیں اشرف۔ پلیز نہیں۔"

"اب مجبوراً مجھے ٹیڑھی انگلیوں سے گھی نکالنا پڑے گا۔ تم مجھے اس بات کے لیے مجبور کر رہی ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں تمہیں اس کے لیے مجبور کروں گا کہ تم میرے ساتھ یورپ چلو۔"

"میں مجبور نہیں ہوں گی۔"

"اس کا مقصد ہے کہ تم نہایت ناسپاس اور ذلیل قسم کی لڑکی ہو۔"

"شاید ایسا ہی ہو لیکن میں اپنی مجبوریوں کے لیے ہر چیز برداشت کر سکتی ہوں۔"

"میں ایسے لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑتا جو میری مخلصانہ پیشکشوں کی پذیرائی نہ کریں۔"

"تو پھر مجھے مار دو اشرف علی۔ بہتر یہی ہوگا۔"

"تو کیا سمجھتی ہے کیا میں ایسا نہیں کر سکتا۔" اشرف آپے سے باہر ہو گیا۔ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اسے دیکھتی رہی اور پھر میں نے دل میں یہ فیصلہ کیا کہ اشرف اس دنیا میں ہر انسان اپنے مطلب کا بندہ ہے اور اپنے ہی لیے سوچتا ہے۔ تم نے میری جو کچھ مدد کی ہے اس میں تمہارا اپنا مقصد بھی شامل تھا لیکن اب تم اپنی قوت برداشت کھو چکے ہو۔ روپا کے بغیر میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی اور تم مجھے لے جانے کی کوشش کرو گے۔ اس کے لیے مجھے مجبوراً دنیا ہی کا سا رویہ اختیار کرنا پڑے گا۔ چنانچہ میں اشرف علی کی طرف دیکھنے لگی۔ اشرف علی اٹھ کر میرے نزدیک پہنچ گیا تھا اس نے میرے گریبان کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"بول کیا میرے ساتھ یورپ جائے گی یا نہیں۔"

"نہیں اشرف علی۔" میں نے جواب دیا اور اس نے ایک زوردار تھپڑ میرے رخسار پر رسید کر دیا۔ میں گرتے گرتے بچی تھی۔ وہ آگے بڑھا اور اس نے میرے بال پکڑ کر مجھے کھڑا کر دیا۔ خاصی تکلیف ہوئی تھی مجھے۔

"بول یورپ جائے گی یا نہیں۔"

"نہیں اشرف علی۔ کیسی باتیں کرتے ہو۔ یہ تھپڑ بھلا مجھ پر کیا اثر انداز ہو سکتے ہیں۔"

"تو پھر مر جا۔" اس نے کہا اور زور سے مجھے زمین پر دھکا دے دیا۔ پھر وہ آگے بڑھا اور اپنا گھٹنا میرے سینے پر رکھ کر میری گردن دبانے لگا۔ میں نے اسے دیکھا اور اس کی دونوں کلائیوں پر اپنے ہاتھ ڈال کر پوری قوت صرف کی۔ اشرف علی کے ہاتھ ایک لمحے کے لیے میری گردن سے ہٹ گئے تھے۔

"دیکھو اشرف علی تمہارے احسانات کے بوجھ سے میں دبی ہوئی ہوں لیکن بہتر یہی ہے کہ مجھے مجبور مت کرو۔"

"تیری مجبوریاں میں ابھی ہمیشہ کے لیے ختم کیے دیتا ہوں۔" اس پر دیوانگی طاری تھی۔ پتہ نہیں کیا ہو گیا تھا۔ اسے یا تو مجھ سے بد دل ہو کر وہ بالکل ہی مایوس ہو گیا تھا یا پھر اس پر کوئی جنونی کیفیت طاری تھی۔ وہ پھر میری گردن پکڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن اس بار میں نے اس کی کلائیاں نہیں چھوڑی تھیں جب میں نے بالکل سنجیدگی سے کہا۔

"اشرف علی مجھے اس کے لیے مجبور نہ کرو میں تمہارے

احسانات کو ٹھکرا دوں۔

"پھر کیا کرتی کی تم میرا۔" وہ بول رہی تھی۔ اس نے کہا اور پوری قوت سے اپنی انگلیوں کو میری کلائیوں کی گرفت سے آزاد کرانے لگا۔ لیکن اب میرے لیے بھی یہ لازم تھا کہ اپنی زندگی بچانے کی کوشش کروں۔ چنانچہ میرے پاؤں غیر محسوس انداز سے اٹھے اور پوری قوت سے میرے پیروں کی ٹھوکر پیچھے سے اشرف علی کے سر پر پڑی۔ وہ اس بات کا متوقع نہیں تھا۔ ٹھوکر نے اسے آگے کی طرف جھکا دیا تو میں نے دونوں ہاتھوں کی مدد سے اس کے سینے پر بوجھ ڈال کر اسے پیچھے دھکیل دیا۔ اشرف علی پیچھے گر گیا تھا اور اب میں جانتی تھی کہ میرے اور اس کے درمیان صرف دشمنی کا رشتہ ہے چنانچہ مجھے اپنی زندگی بچانے کے لیے بھی کوشش کرنی تھی۔ اور میں سیدھی کھڑی ہو گئی۔

میں نے جو کچھ سیکھا تھا اسے جگہ جگہ استعمال کرنے کی ضرورت پیش آ رہی تھی۔ اور درحقیقت یہ میرے کام کی چیز تھی۔ اشرف دونوں ہاتھ ٹکا کر کھڑا ہوا تو میں نے پوری قوت سے ایک ٹھوکر اس کے سینے پر ماری اور یہ ٹھوکر خاصی زوردار تھی۔ اس کا منہ ایک لمحے کے لیے کھلا اور پھر وہ اوندھے منہ زمین پر آ رہا۔ اس کے بعد میرے لیے یہ لازم نہیں تھا کہ میں اسے زندہ رہنے دوں۔ کیونکہ میں جانتی تھی کہ میری نشاندہی کرنے والا وہی شخص ہوگا۔ چنانچہ میں نے اس کی کن پٹی پر ضربیں شروع کر دیں اور تھوڑی دیر کے بعد اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ ہاں میں نے اسے بھی ہلاک کر دیا تھا۔ اپنے محسن کو۔ لیکن مجھے بتاؤ کہ میں کیا کرتی۔ مجھے بتاؤ میں کیا کرتی۔ ان تمام چیزوں کو مجھ پر مسلط کیا گیا تھا۔ راجہ نواز اصغر تم مجھے بتاؤ میں کیا کرتی۔" میں خاموشی سے اس کی کہانی سن رہا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں کسی اور ہی دنیا میں کھو گیا ہوں۔ میرے سینے میں عجیب عجیب سے احساسات جنم لے رہے تھے۔ آہ۔ دنیا میں یہی تمام کہانیاں بکھری پڑی ہیں۔ ان کہانیوں میں کہیں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ بہرطور میں کوشل کی شکل دیکھتا رہا۔ اس نے چند لمحات کی خاموشی کے بعد پھر کہنا شروع کیا۔

"اس کے بعد میں وہاں سے چلی آئی۔ بمبئی پہنچی۔ بمبئی پہنچنے کے بعد میں نے کچھ چھوٹے خانوں میں جوا کھیل کر تھوڑی سی رقم اپنے پاس اکٹھی کی اور اس کے بعد میں وہاں سے چل پڑی۔ میرے قدم ارجن سنگھ کی تلاش میں اٹھے۔ دن رات میں تمام کارروائیاں کر رہی تھی۔ میں ہر جگہ اس میں ناکام رہی اور آج تک ناکام ہوں۔ مجھے اپنی بہن کی تلاش ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں سورج گڑھ اس کی تنظیم پہلے سے بھی زیادہ طاقتور ہو گا لیکن میرے عزائم بھی کمزور نہیں پڑے۔ میری زندگی صرف ایک ہی آرزو ہے۔ ایک بار۔ ایک بار صرف روپا کو دیکھ لوں۔ ایک بار اس سے مل لوں۔ اور پھر اپنی گردن خود ہی دبا لوں گی۔ خود ہی زہر کھا لوں گی۔ روپا کو اپنی زندگی میں کچھ دے کر مرنا چاہتی ہوں۔ یہ آرزو ہے۔" کوشل کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

میں سنجیدہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ مظلوم عورت ہے یہ کیسی دردناک کہانی ہے اس کی۔ طاقتور ہے یہ بہت کچھ ہے لیکن اس کے ساتھ ہی سینے میں صرف زخم ہی زخم ہیں۔ تھوڑی دیر تک وہ روتی رہی۔ میں چاہتا تھا کہ اس کے دل کا غبار نکل جائے۔ جب اس کے آنسو خشک ہوئے تو میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کوشل تمہاری کہانی اتنی دلدوز اتنی دردناک ہے کہ میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ بہت عرصے سے نہیں رویا کوشل۔ لیکن تمہارے لیے رو رہا ہوں۔ ہاں اس لیے رو رہا ہوں۔ کاش۔ کاش اس دنیا میں انسانیت ہوتی۔ کاش ہر شخص جانور نہ بن جاتا۔ کاش۔" کوشل نے آنسو خشک کر لیے اور دوسرے لمحے وہ چونک پڑی۔ اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر کہنے لگی۔

"کہانی ختم ہو گئی راجہ نواز اصغر۔ کہانی ختم ہو گئی۔" اس کی آواز میں ہزاروں سسکیاں چھپی ہوئی تھیں۔ میں نے اس آواز کی کیفیت کو محسوس کیا اور پھر آگے بڑھ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو کوشل۔ ابھی کہاں۔ ابھی کہاں کوشل۔ ابھی کہانی کہاں ختم ہوئی ہے۔ بعض کہانیاں ہوتی ہیں جن کے بارے میں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ختم ہو گئیں۔ لیکن درحقیقت وہیں سے ان کا آغاز ہوتا ہے۔ تم نے زندگی میں تنہا جدوجہد کی ہے۔ تم مسائل کی شکار ہو صرف اپنے آپ کو تصور کرنے کی کیفیت میں آ گئی ہو لیکن کوشل وہ لوگ کبھی تمہارا ساتھ نہیں دے سکتے جو تم جیسے لوگوں کا حق کھا لیں۔ ہاں جانتا ہے کوشل۔ تمہاری کہانی میں مجھے اپنی کہانی نظر آتی ہے اور جب میری کہانی ختم نہیں ہوئی تو تمہاری کہانی کیسے ختم ہو سکتی ہے۔" کوشل آنسو بھری آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ میں نے اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں کوشل۔ کہانی کیسے ختم ہو سکتی ہے مجھے بتاؤ کہانی کیسے ختم ہو سکتی ہے روپا کہاں ہے؟؟"

"روپا۔" کوشل کے حلق سے پھر ایک سسکی نکل گئی۔

"ہاں روپا۔ تمہاری بہن۔ میری بہن۔ تم مجھے بتاؤ کوشل، تم نے یہ جملے کیسے کہے۔ کہانی کیسے ختم ہو گئی۔" میں بھی جذباتی ہو رہا تھا۔

"میں کیا کروں؟ تم مجھے بتاؤ میں کیا کروں۔ میں بے بس ہو گئی ہوں۔ بس پتہ نہیں کیوں تمہاری طرف ذہن راغب ہوا تھا۔ تم سے ایک عجیب سی انسیت محسوس ہوئی تھی۔ دل نے یہ کہا تھا کہ تمہارے چہرے کی لکیروں میں کوئی ایسی شخصیت چھپی ہوئی ہے جس کے سامنے میں اپنا دل کھول سکتی ہوں۔ سو میں نے یہی کیا۔ دل کے چند سوتے کھل جائیں تو طبیعت ہلکی ہو جاتی ہے۔ مجھے بھی تمہاری معیت سے یہی فائدہ ہوا ہے راجہ نواز اصغر۔ اور میں نے تم سے یہ بھی کہا تھا کہ اس کے بعد اپنی حقیقتوں کا اظہار کرنے کے بعد میں کون سی آنکھوں کی نظر تمہارے سامنے اٹھاؤں گی۔"

"مطلب؟"

"مجھ جیسی عورت کو، تم جیسا پاک باز شخص، بے سہارا اور گھٹیا شخصیت کو اس کے بعد کون احترام کی نظر سے دیکھ سکتا ہے۔ کیا تم؟"

"تم اپنی سوچ کو مکمل کیوں سمجھتی ہو کوشل۔ تم نے یہ کیوں سوچ لیا کہ جو تمہارے ذہن نے سوچا ہے۔ وہ آخری بات ہے۔ کیا تم دوسروں کو سوچنے کی گنجائش نہیں دیتیں۔ کیا تمہارے وجود میں اب ایسی کوئی چیز باقی نہیں رہی ہے جو اعتماد کے نام سے یاد کی جا سکے۔"

"نہیں راجہ نواز اصغر۔ یہ بات نہیں ہے۔ درحقیقت یہ بات نہیں ہے۔ لیکن میری ٹوٹی ہوئی شخصیت۔"

"تم تقادر کو بھول گئیں۔ مجھے بتاؤ، تقادر کو کیوں بھول

گئیں۔ اس نے تو بے لوث ساتھ دیا تھا تمہارا۔

"ہاں ٹھیک ہے لیکن تم مجھے بھی یہ بتاؤ کہ میرا اپنا وجود تمہارے لیے مناسب تھا۔ کیا میں اس قابل تھی کہ ہر شخص کو اپنی مصیبتوں کا شکار بنا سکوں۔ میں بہت سی باتوں سے ناواقف ہوں نواز۔ لیکن ایک بات اپنے بارے میں ضرور جانتی ہوں کہ میری شخصیت انتہائی منحوس ہے۔ دوسروں کے لیے جیتی لیکن وہ ثابت ہوئی ہے تو میرے اپنے ماں باپ میری نحوست کا شکار ہو گئے۔ کوئی نہیں بچ سکے گا میری اس نحوست سے کوئی نہیں بچ سکے گا۔"

"حالات نے شاید تمہیں بہت زیادہ پریشان کر دیا ہے۔ نہ کرو ایسی باتیں کوشل نہ کرو۔ کیوں سوچتی ہو ایسی احمقانہ باتیں کہ تمہاری کہانی سننے کے بعد تمہارے وجود میں کوئی کمی آگئی ہے۔ یا میرے دل میں تمہارے لیے کوئی بری بات پیدا ہو سکتی ہے۔ ارے کوشل، دل والوں سے کبھی واسطہ نہیں پڑا کیا۔ یہ کہانی تو خون کے آنسو رلاتی ہے۔ یہ کہانی تو اچھی کہانیاں بھلا دیتی ہے اور تم کہتی ہو کہ میں تم سے نفرت کروں گا۔ شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ اس داستان کو سننے کے بعد میرے دل میں دوسری بار ایک جذبہ پیدا ہوا ہے پہلی بار ایک ایسی شخصیت نے مجھے متاثر کیا تھا جس سے میرا کوئی واسطہ نہیں تھا۔ جو صرف ایک نرس تھی اور میری تیمارداری کے لیے مجھ تک پہنچی تھی لیکن اس کے اندر چھپے ہوئے انسان نے مجھے اس کی طرف راغب کیا اور پھر اس انسان کے علاوہ میری دنیا میں کچھ نہ رہا۔ ہاں راحیلہ نواز، اصغری دنیا میں کچھ نہ رہا اس شخص کی دنیا میں جس کی کہانی پہاڑوں کی ایک بستی سے شروع ہوئی تھی اور اس طرح بے سہارا ہو گئی تھی کہ وہ موت کے قریب جا رہا تھا جب وہ موت کی وادیوں میں پہنچنے ہی والا تھا کہ زندگی کے ہاتھ نے اسے لپک لیا۔ اور پھر اپنی مٹھی میں بند کر کے ایک ایسے راستے پر چھوڑ دیا جس کا اس نے کبھی تصور نہیں کیا تھا۔ وہ میں تھا۔ کوشل وہ میں تھا۔ میری زندگی کا آغاز معصومیت اور محبت کے درمیان ہوا تھا۔ میں بھی انسانوں جیسا تھا تم جیسا تھا۔ ایک دیہاتی ایک سادہ لوح دیہاتی۔ میرے لیے نفرت کی زمین میرا گھر ہی بن گیا تھا۔ میری سوتیلی ماں نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا۔ جس کی بنا پر میں نے دنیا میں اپنے آپ کو تنہا محسوس کر کے گھر سے باہر قدم نکال دیے اور خودکشی کا ارادہ کیا۔ لیکن میری تقدیر میں خودکشی نہیں تھی۔ بلکہ بہت سوں کی موت تھی۔ میں وہاں سے آگے کچھ بڑے لوگوں کے درمیان پڑا اور انہوں نے مجھے اپنایا اور اس کے بعد تم تصور نہیں کر سکتیں کوشل کہ میں نے دنیا سے کیسا عجیب انتقام لیا۔ میں نے بتانے کہاں کہاں کس کس کے ساتھ کیا کیا۔ اور ایک عظیم الشان سفر کرتا ہوا کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ میرے کچھ دشمن میری راہ پر آئے اور میں ان کے چنگل میں پھنس گیا۔ تب ایک جذبہ میرے سینے میں ابھرا۔ ایک ایسی بات سن کر جو میرے دین کے خلاف تھی۔ جو میرے مذہب کے خلاف تھی۔ میں ایک گناہ گار انسان مذہب کی یہ توہین برداشت نہ کر سکا اور ان لوگوں پر ٹوٹ گیا اور اس کے بعد میں نے انہیں تقریباً فنا کر دیا۔ اور اس سلسلے میں میری معاون انہیں کی ایک ساتھی نرس تھی اور اس نرس کو میں نے اپنی زندگی میں شامل کر لیا۔ ہاں مجھے بھی کسی کی تلاش ہے تمہیں روپا کی تلاش ہے وہ تمہاری بہن ہے۔ اور مجھے اپنی کھوئی ہوئی جنت کی تلاش ہے۔ کوشل ہم دونوں کی کہانی کس قدر یکساں ہے تم خود سوچو زیبی میرا سکون تھی۔ میرا وجود تھی میرے اکھڑے ہوئے پر مرہم تھی جو زمانے نے میرے وجود میں پیدا کیے تھے۔ میں نے اس کے ساتھ زندگی کے ہر سفر میں ثابت قدمی سے آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن زیبی کو مجھ سے دور کر کے ایک بار پھر مجھے اسی جہنم میں دھکیل دیا گیا جہاں سے نکل کر میں زیبی کی زلفوں کی جنت میں پہنچا تھا۔ دیکھا تم نے کوشل ہماری کہانیاں کس قدر یکساں ہیں ہم دونوں کو تلاش ہے ہم دونوں کی آنکھیں پیاسی ہیں ہم ان آنکھوں کی پیاس بجھائے بغیر سکون سے نہیں بیٹھیں گے کوشل۔ آئندہ مجھ سے یہ نہ کہنا کہ کہانی ختم ہو گئی۔ کیسے ختم ہو سکتی ہے یہ کہانی حالات نے ہمیں جو فولاد بخشا ہے کیا ہم اس سے ہتھیار نہیں بنائیں گے کیا ہم ان ہتھیاروں سے اپنے دشمن کا مقابلہ نہیں کریں گے تم سن لو اس بات کو کوشل تم سن لو اس بات کو۔ روپا کی تلاش اب تمہارا ہی مسئلہ نہیں میرا بھی ہے کوشل خاموشی سے مسکراتی رہی اس کی آنکھیں ساون بھادوں بنی ہوئی تھیں۔ وہ ان روتی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھیں میں نے آگے بڑھ کر اس کے آنسو خشک کر دیے۔

"بس کوشل۔ اتنے ہی آنسو کافی ہیں۔ آنسوؤں کی زندگی میں جگہ جگہ ضرورت پڑتی ہے ہمیں اس طرح انہیں ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ اگر یہ آنسو ہماری آنکھوں سے بہہ گئے تو پھر آئندہ ہماری آنکھیں کسی قابل نہیں رہیں گی تم ان آنکھوں کو خشک کرو اور اپنے وجود میں آگ اتار لو۔ ہاں کوشل ہم دونوں ایک ہی راستے کے راہی ہیں۔ کوشل کے آنسو خشک ہو گئے وہ تھوڑی دیر تک عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر ایک ٹھنڈی سانس بھر لی۔

"تم نے شاید مجھے نئی زندگی دی ہے۔ نیا عزم اور نیا حوصلہ دیا ہے۔ ہاں سچ تو یہ ہے حالات نے ہمیں فولاد بنا دیا ہے۔ میں بھی۔ میں بھی دنیا سے ہار ماننے والوں میں سے نہیں ہوں۔ مجھے زندگی کی کوئی پرواہ نہیں ہے نواز بالکل پرواہ نہیں ہے۔ میں تو موت کو بھی گلے لگانے کے لیے تیار ہوں۔"

"یہی بات میرے اندر ہے مجھے بھی زندگی سے نفرت ہے۔ وہ زندگی کیا معنی رکھتی ہے جو زیبی کے بغیر ہو گندگی اور غلاظتوں میں تو عمر بھی گزر گئی ہے۔ سچائی کی ایک ہی صورت لگتا ہوں کہ سامنے آئی تھی تو میں اس کی پوجا کیوں نہ کرتا اور اب جب یہ صورت مجھ سے چھین لی گئی ہے میں جانتا ہوں میرا بت کسی کی قید میں ہے تو پھر زندگی سے ہار ماننا کیا معنی رکھتی ہے۔ اس کی رہائی میرا فرض ہے اور یہی کیفیت روپا کی ہے۔ تمہیں روپا کو بھی حاصل کرنا ہے کوشل۔ سوچ لو اس چیز کو ذہن میں رکھو۔"

"اگر تم کہتے ہو تو ٹھیک ہے میں اس بات کو مانے لیتی ہوں۔"

"اچھا اب یہ ساری باتیں تو ختم ہو گئیں۔ ہمیں آئندہ کے لیے پلا پروگرام ترتیب دینا ہے۔"

"نواز۔ کیا تم نے اپنے لمبے چوڑے وجود کے سامنے بیٹھے مجھے کچھ دیر آرام نہ کرنے دو گے۔"

"میں نہیں سمجھا کوشل۔"

"اتنی تھک گئی ہوں، اتنی تھک گئی ہوں کہ سکون کا تصور بھی ذہن سے مٹ گیا تھا لیکن اب سایہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس درخت کی چھاؤں تلے کچھ سکون مل رہا ہے۔ مجھے سو جانے دو نواز مجھے سو جانے دو۔"

"آؤ کوشل۔ تم سو جاؤ میں تمہارے اوپر سایہ کیے ہوئے کھڑا رہوں گا۔" میں نے کہا اور آگے بڑھ کر اسے ساتھ لیے ہوئے اس کے بیڈ روم میں پہنچ گیا۔ کوشل بستر پر لیٹ گئی۔ بڑا اعتماد نظر آ رہا تھا بہت ہی پرسکون نظر آ رہی تھی۔ وہ ہلکی پھلکی جیسے زندگی کے سارے بوجھ اتر گئے ہوں۔ اور اب وہ پرسکون ہو۔ اس نے آنکھیں بند کیں اور تھوڑی دیر کے بعد اس کی سانسیں گہری ہو گئیں۔ میں اس کے نزدیک ایک آرام کرسی پر بیٹھ کر اسے دیکھتا رہا۔ ہاں۔ وہ حسین تھی۔ اب بھی حسین تھی نوجوان تھی۔ لیکن میرے ذہن میں برائی کا کوئی جذبہ نہیں ابھرا۔ ذرا برابر برائی نہیں تھی میرے ذہن میں۔ اس کے لیے۔ بلکہ ایک احترام تھا ایک مقدس احترام۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں اس کی حفاظت کے لیے ہی پیدا ہوا ہوں۔ انسان بھی کیا انوکھی چیز ہے۔ پتہ نہیں کیسے کیسے حالات سے گزرتا ہے اور کیا کیا کیفیتیں اس پر اس طرح حاوی ہو جاتی ہیں کہ وہ اپنا مقصد تک بھول جاتا ہے۔ کوشل سوتی رہی میں اس کے نزدیک بیٹھا رہا۔ پتہ نہیں کیسے کیسے منصوبے آتے رہے تھے میرے ذہن میں۔ رات آہستہ آہستہ بھیگ رہی تھی۔ مجھے رات کے گزرنے کا احساس بھی نہیں ہوا اور جب صبح کی پہلی کرن نے کمرے کی کھڑکیوں سے اندر داخل ہو کر اپنی آمد کا اعلان کیا تو میں چونک پڑا۔ سورج کی پہلی کرن کوشل کی آنکھوں پر پڑی تو اس نے بھی آنکھیں پٹپٹا کر کھول دیں۔ رات کی گہری اور پرسکون نیند نے اسے شگفتہ کر دیا تھا۔ اس کا چہرہ مسرتوں کا آئینہ نظر آ رہا تھا۔ ایک ننھی لڑکی معلوم ہو رہی تھی۔ اس نے سورج کی کرن سے اپنے چہرے کو بچا کر ادھر ادھر دیکھا اور پھر اس کی نگاہیں مجھ پر پڑیں۔ ایک لمحے کے لیے وہ مجھے دیکھتی رہی اور دوسرے لمحے اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آئے وہ بہت تیزی سے اچھل کر بیٹھ گئی تھی۔

"تم۔ تم نواز تم۔ کب آئے؟" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے میری آنکھوں کی طرف دیکھا اور دوسرے لمحے جیسے اس کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا ہو۔ وہ جلدی سے اٹھ کر میرے قریب آگئی۔

"تم۔ تم گئے نہیں نواز۔ تم سوئے نہیں؟"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ میرے تناور وجود کی چھاؤں میں سو جاؤ۔ پھر کیسے جاتا۔"

"اوہ۔ دیوانے ہو۔ بالکل دیوانے ہو۔ بھلا اس کی کیا ضرورت تھی لیٹ جاتے آرام کرتے۔ یہیں میرے پاس اسی بستر پر۔" اس نے کہا اور پھر بڑے اعتماد انداز میں ہنسی۔

"ہاں۔ تم اس بستر پر سو سکتے ہو لوزان اس لیے کہ مجھے تم پر اتنا ہی اعتبار ہے۔ جتنا اپنے وجود پر یا اپنے دھرم پر۔"

"شکریہ کونشل۔ چلو غسل کر لو اور پھر ذرا جلدی سے مجھے ناشتہ وغیرہ کرا دو مجھے زبردست بھوک لگ رہی ہے۔"

"تم جاگتے رہے ہو۔ مجھے اس کا بڑا افسوس ہے۔ بڑے جذباتی ہو تم بھی۔ بھلا اس کی کیا ضرورت تھی۔"

"اچھا اب جاؤ باتھ روم میں جاؤ۔" میں نے کہا۔ تھوڑی دیر بعد ہم دونوں ناشتہ کر رہے تھے۔

حضرات پھر جاگ کر تم نے کچھ نہ کچھ تو ضرور سوچا ہوگا۔ کوئی پروگرام ہے ذہن میں۔"

"ہاں۔ تمہارا اندازہ درست ہے سوچتا ہی رہا ہوں۔ یہ بتاؤ کونشل راودھن سنگھ کے بارے میں تازہ ترین رپورٹ کیا ہے۔"

"کچھ نہیں۔ اس نے وہ علاقہ چھوڑ دیا ہے اب وہ ان بستیوں میں نہیں رہتا۔ جہاں اس نے اپنی تباہ کاریاں پھیلائی تھیں۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ بستی کے لوگوں کو اس کی حقیقت معلوم ہو گئی تھی۔ ایک بار بستی کے لوگوں نے اس کی رہائش گاہ پر چڑھائی کی تھی۔ لیکن تقریباً بیس آدمیوں کو ہلاک کرنے کے بعد وہ روپوش ہو گیا۔ حکومت کو بھی ظاہر ہے اس کی تلاش ہے بیس آدمیوں کے قاتل کی حیثیت سے۔ لیکن میں جانتی ہوں کہ راودھن سنگھ کے ہاتھ کتنے لمبے ہیں۔ اس وقت بھی وہ اگر کسی اعلیٰ پولیس آفیسر کی کوٹھی میں بیٹھا ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے بظاہر لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے راودھن سنگھ کے لیے کوششیں کی گئی ہوں گی اور اس کے بعد یہ کیس ختم کر دیا گیا ہوگا کہ وہ دستیاب ہی نہیں ہو سکا۔ ان بیس آدمیوں کو اس نے چنے مٹر کی طرح بھون دیا تھا۔ اور اطمینان سے نکل گیا تھا ایسا خوفناک آدمی اب اس کے بارے میں معلوم نہیں کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔"

"سورج گڑھن کے بارے میں کوئی نئی رپورٹ ہے؟"

"ہاں۔ اس کے افراد آہستہ آہستہ سامنے آتے رہتے ہیں۔ یہ نہیں پتہ چل سکا کہ سورج گڑھن کا سرغنہ اس وقت کون ہے لیکن چند افراد سے ملاقات ہو ہی جاتی ہے۔ اور تمہیں بھی اس کا اندازہ ہوگا۔"

"ہوں۔ کونشل میں نے تمہیں اپنی کہانی میں شاید یہ تفصیل نہیں سنائی کہ سوئٹزرلینڈ میں میرا ایک بہت بڑا سرمایہ جمع ہے اتنی دولت جمع ہے۔ یہ دولت بڑی کمائی ہے کونشل۔ منشیات کی اسمگلنگ کے سلسلے میں جو کمیشن مجھے دیا جاتا تھا وہ سوئٹزرلینڈ میں ہی جمع ہوتا تھا اور میں نے کبھی اپنی اس بچت کی رقم کو اپنی زندگی پر صرف کرنے کی کوشش نہیں کی۔ بے کار پڑی ہوئی ہے وہ کیوں نہ ہم اسے استعمال کے لیے یہاں منگوا لیں۔"

"کوئی منصوبہ ہے ذہن میں۔"

"ہاں۔ بالکل ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"رقم کا مسئلہ میں بھی تمہیں بتا سکتی ہوں۔ میرے پاس ٹکسال ہے۔ ہوٹلوں اور کلبوں میں جوا کھیل کر میں بھی اچھی خاصی رقم جمع کر سکتی ہوں اگر اس کی ضرورت پیش آئے تو اسے وہیں رہنے دو۔ یہاں کام چل جائے گا۔"

"نہیں کونشل اب میں تمہیں اس سلسلے میں اجازت نہیں دوں گا۔ کہ تم کلبوں یا ہوٹلوں میں جوا کھیلو۔ اس طرح تم بھی لوگوں کی نگاہوں میں آ جاؤ گی۔ راودھن سنگھ نے یقیناً تمہارا پیچھا نہیں چھوڑا ہوگا اور اب بھی اس کے آدمی تمہیں تلاش کر رہے ہوں گے۔ اس ٹائپ کے لوگوں کو میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ اپنے دشمنوں کو چھوڑ کر اپنی توہین محسوس کرتے ہیں اور اس بات سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ کہ کہیں لوگ ان پر انگلیاں نہ اٹھا لیں۔ چنانچہ تمہارے لیے میں کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ اور پھر ہوٹلوں اور نائٹ کلبوں میں کھیل کر کتنی رقم جمع ہو سکتی ہے۔ لاکھ دو لاکھ یا بالفرض سو دو سو یا ایک کروڑ۔ لیکن اس سے ہمارا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ میں پوری طرح اس سلسلے میں انتظامات کرتا ہوں اور اپنی رقم سوئٹزرلینڈ سے یہاں ٹرانسفر کرائے لیتا ہوں اور اس کے لیے کونشل درحقیقت ہمیں بہت ہی محتاط انداز میں کام کرنا ہوگا۔ تمہاری رہائش گاہ کے بارے میں ابھی جانتا ہوں کہ میں ہی نہیں میرے علاوہ کچھ اور لوگ بھی جانتے ہوں گے چنانچہ یہ خطرہ بھی مول نہیں لیا جا سکتا۔ ہم اپنی شخصیت کو بے شمار روپ دیں گے۔ گویا ہم معمولی لوگوں کی طرح لوگوں کے سامنے آئیں گے کہیں ہماری اپنی حیثیت کچھ ہوگی اور کہیں کچھ۔ اس طرح ہم سورج گڑھن کو چکر دے سکتے ہیں میں نے ایک فیصلہ کیا ہے کونشل۔"

"کیا۔" کونشل نے پوچھا۔

"سب سے پہلے سورج گڑھن کا نام و نشان یہاں سے مٹانا ہوگا۔"

"وہ کس طرح؟"

"بس جس طرح بھی ممکن ہو سکا ہم سورج گڑھن کے لوگوں کو تباہ کر دیں گے۔ انہیں اتنی دولت دیں گے کہ وہ بھی یاد رکھیں۔ دولت ہی کے لیے انسان برائیوں کی طرف آمادہ ہوتا ہے اور اگر ہم بڑے لوگوں کو زیادہ دولت دے کر ان بُرے لوگوں سے توڑ لیں تو تم یقین کرو کہ سورج گڑھن لنگڑی ہو جائے گی اور اس کی لولی لنگڑی تنظیم کو ہم آسانی سے ختم کر سکتے ہیں۔"

"اتنا بڑا منصوبہ ہے تمہارے ذہن میں۔"

"ہاں۔ اتنا ہی بڑا منصوبہ ہے لیکن اس کے لیے ہمیں اپنی شخصیت کے کئی روپ دھارنے ہوں گے۔"

"دلچسپ ماحول ہو جائے گا۔ میں تیار ہوں۔"

"تو پھر اب ہمیں ایک چھوٹے سے ہوٹل میں قیام کرنا ہوگا۔ ایسے ہوٹل میں جہاں بڑے لوگوں کا گزر بھی نہ ہوتا ہو۔ اس کے علاوہ ہم کچھ اور تیاریاں بھی کریں گے۔"

"میں ہر طرح سے تمہارے ساتھ ہوں۔"

"میری زندگی میں چند اور لوگ آ گئے تھے کونشل لیکن اب ان سے کنارہ کشی ہی زیادہ مناسب ہے ایک لڑکی تھی جو اتفاقیہ طور پر میری بہن بن گئی تھی۔ اس کا مقصد پورا ہو چکا ہے اب اسے اپنے آپ میں شامل کرنا مصیبتوں میں ڈالنا ہے۔ چنانچہ اب میں ہر شخص سے اپنے آپ کو کنارہ کش کر لوں گا۔ ایک بار پھر راجہ نواز اصغر کو زندہ کروں گا لیکن اس بار اس کے ساتھ کونشل بھی ہوگی۔"

"میرا سارا وجود میرے احساسات و جذبات میری محبت میری زندگی سب کچھ تمہارے حوالے ہے۔ راجہ نواز اصغر اطمینان رکھو مجھ میں کبھی کوتاہی نہیں پاؤ گے جو حکم دو گے اس پر عمل کروں گی۔"

"تو پھر ٹھیک ہے تیار ہو جاؤ ہمیں بہت سارے انتظامات کرنے ہیں۔" تقریباً دو گھنٹے تک ہم مسلسل تیاریوں میں مصروف رہے شہر کے مختلف حصوں میں چکر لگاتے رہے اور اس کے بعد ایک ہوٹل میں مقیم ہو گئے۔

چھوٹے سے ہوٹل کا یہ کمرہ بڑا پرسکون تھا اور یہاں سے باہر کا نظارہ بھی بے حد حسین تھا میں نے کونشل سے کہا کہ اس حیثیت سے میں جو کارروائی کروں گا۔ وہ لوگوں کی نگاہ میں مشکوک نہیں ہوگی البتہ اپنی اصل حیثیت سے کام لیتے ہوئے مجھے سوئٹزرلینڈ سے سب سے پہلے اپنی رقم نکلوا کر یہاں کے بینکوں میں ٹرانسفر کرانی ہوگی۔ اور اس کے لیے مجھے راجہ نواز اصغر کے نام کو زندہ کرنا ہوگا۔

"یقیناً ظاہر ہے۔" کونشل نے کہا۔

چنانچہ میں نے اس کارروائی کا آغاز اسی دن سے کر دیا۔ مجھے بے شمار کاغذات تیار کرنے تھے اپنے طور پر سوئٹزرلینڈ سے رجوع کرنا تھا۔ چنانچہ اس سلسلے میں، میں کچھ لوگوں سے ملا یہ وکیل اور بین الاقوامی امور پر کام کرنے والی ایجنسیوں کے افراد تھے ان لوگوں سے تعلقات قائم کر کے میں نے اپنے باس یعنی راجہ نواز اصغر کے ایک مقصد کے لیے ان لوگوں سے بات چیت کی اور راجہ نواز اصغر کے سلسلے میں جتنی کاغذی کارروائیاں اور قانونی کارروائیاں ہو سکتی تھیں انہیں کرنے کے لیے ان لوگوں کو پیشکش کی۔ ایک دولت مند آدمی کے نمائندے کی حیثیت سے میرا اچھی طرح استقبال کیا گیا اور اس کے بعد ایک ایجنسی سے میرا رابطہ قائم ہو گیا اور اس ضروری معلومات حاصل کرنے کے بعد میں چل پڑا۔ مجھے کچھ ایسے فارم دے دیئے گئے جو مجھے اپنے آقا یعنی راجہ نواز اصغر سے پُر کرا کر ان کے حوالے کرنا تھے ان لوگوں سے میں نے کہہ دیا تھا کہ راجہ نواز اصغر خود اس سلسلے میں سامنے نہیں آنا چاہتے۔ لیکن جو کچھ بھی قانونی کارروائی ہوگی۔ وہ میرے ذریعے با آسانی ہو سکتی ہے اور میں اس سلسلے میں ان کا مددگار رہوں گا بڑا کام تھا۔ بہت بڑی رقومات کا مسئلہ تھا۔ اس لیے کمپنی نے بھی براہ راست دلچسپی لی تھی مجھ سے میرے بارے میں پوچھا گیا تو میں نے اطمینان سے اپنے ہوٹل کا پتہ بتا دیا۔ اس طرح سے میری شخصیت بھی ان کی نگاہوں میں مشکوک ہونے سے بچ گئی۔ کمپنی والوں کو شاید اس بات کا یقین نہیں تھا کہ میں نے جو کچھ ان سے کہا تھا وہ درست ہے اور واقعی اتنی بڑی رقم سوئٹزرلینڈ کے بینکوں میں محفوظ ہو سکتی ہے اور اسے یہاں ٹرانسفر کرانے کے لیے اتنی خواہش کی گئی ہے۔

لیکن تیسرے دن جب میں اس ایجنسی کے دفتر پہنچا۔ جس سے میں نے رابطہ قائم کیا تھا تو جنرل مینیجر نے کھڑے ہو کر میرا استقبال کیا۔ اس کے انداز بتاتے تھے کہ سوئٹزرلینڈ کے بینکوں سے اس کا رابطہ قائم ہو گیا ہے اور شاید وہاں سے میرا اکاؤنٹ بیلنس منگوا لیا گیا ہے۔ جنرل مینیجر نے کافی سے میری تواضع کرتے ہوئے کہا۔

"اگر آپ تشریف نہ لاتے تو تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے

آدمی کو آپ کے ہوٹل روانہ کرنے والا تھا۔

"میرا اس وقت حاضر ہونے کا پروگرام تھا جناب۔" میں نے کہا۔

"کمال ہے راجہ نواز اصغر صاحب! آپ اتنی بڑی شخصیت کے مالک ہیں آپ کی دولت انہوں نے سوئٹزرلینڈ میں جمع کرا رکھی ہے اور ہمیں ان سے واقفیت تک نہ تھی۔ مسٹر نواز اصغر سے ہماری ملاقات کیسے ہو سکتی ہے۔؟"

"وہ مصروف انسان ہیں۔ لا انہائی شخصیت کے مالک ہیں مجھے انہوں نے اس سلسلے میں تمام اختیارات دے رکھے ہیں۔ اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے آنا بھی نہیں چاہتے۔ بعض لوگوں کے معاملات ایسے ہی ہوتے ہیں۔ یہ سارا کام میرے ذریعے ہی طے پائے گا۔"

"ظاہر ہے آپ بھی معمولی شخصیت نہیں ہوں گے جب راجہ صاحب آپ پر اتنا اعتماد کرتے ہیں تو بلا شبہ آپ اس کے قابل ہوں گے۔ بہرطور آپ بھی ہمارے لیے قابل احترام ہیں۔ ہاں وہ دراصل میں نے وہاں سے رابطہ قائم کر کے خصوصی ذرائع سے راجہ صاحب کا بیلنس منگوایا ہے۔ یہ رقم تو بہت بڑی ہے کروڑوں کی شکل میں۔"

"تو آپ کا خیال کیا تھا کیا دس بیس ہزار روپے یا دس بیس لاکھ روپے کے لیے یہ تمام کوششیں کی جا سکتی ہیں؟"

"ابھی تو کئی بینک باقی رہ گئے ہیں جہاں راجہ صاحب کے اکاؤنٹ موجود ہیں۔ آپ نے جن جن بینکوں کے نام دیے تھے ہم نے ان میں سے صرف تین بینکوں سے رابطہ قائم کیا ہے جبکہ چھ بینک اور باقی رہ گئے ہیں۔"

"یقیناً وہاں سے بھی آپ کو راجہ صاحب کا بیلنس مل جائے تو آپ کو اندازہ ہو گا کہ راجہ صاحب کتنے دولت مند انسان ہیں۔"

"بہرطور ہم اس سلسلے میں مزید کارروائیاں کر رہے ہیں۔ میں اپنے طور پر حسب قدر جلد ممکن ہو سکا ان بینکوں وغیرہ سے رابطہ قائم کرنے کے بعد ان رقوبات کی واپسی کا انتظام کراؤں گا۔ اس سلسلے میں ہماری تو بھی خدمات درکار ہوں راجہ صاحب کے لیے حاضر ہیں۔ آپ براہ کرم ہمیں بتائیے کہ یہاں کون کون سے بینکوں سے آپ رابطہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔" میں نے اپنے ذہن میں جو نام رکھے تھے ان کے بارے میں بتا دیا اور جنرل منیجر نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"بینکوں سے رابطہ آج ہی کر لیا جائے گا۔ آپ کچھ کاغذ مزید راجہ صاحب سے سائن کرا کے ہم تک پہنچا دیں۔ میں نے کاغذات حاصل کر لیے۔ منیجر نے مجھے خصوصی طور پر ایک کار پیشکش کی تھی۔ اور کہا تھا کہ یہاں آمد و رفت کے لیے میں یہ کار استعمال کر سکتا ہوں۔ میں نے شکریہ کے ساتھ قبول کر لیا تھی۔ کوشل ان دنوں آرام کی زندگی گزار رہی تھی۔ وہ ہوٹل میں اپنے کمرے ہی میں رہتی۔ بالکل گھریلو سی کیفیت ہو گئی تھی اس کی۔ مجھ سے باتیں کرتی۔ کمرہ سنوارتی حالانکہ ہوٹل کی بات تھی۔ جب میں واپس پہنچا تو وہ دستک سن کر دروازے پر آ گئی اور اس نے دروازہ کھول دیا۔ میں مسکراتا ہوا اندر داخل ہو گیا تھا کمرے کے ماحول پر ایک نگاہ ڈال لینے کے بعد میں آرام کرسی پر دراز ہو گیا۔

"ایجنسی کے دفتر گیا تھا حالانکہ رقم ہمارے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے لیکن میں چاہتا ہوں کوشل کہ ساری کارروائیاں مکمل کر لینے کے بعد مضبوط بنیادوں پر اپنے اقدامات کا آغاز کروں۔ اس سے پہلے جلد بازی کر کے کھیل خراب نہیں کرنا چاہتا۔"

"تم بہا کب کہہ رہی ہوں کہ ایسا کرو۔"

"بس تو تم یوں سمجھو کہ رقوبات کے متعلق کا کام بہت جلد شروع ہو جائے گا اور اس کے بعد ہم اس سلسلے میں کام کریں گے۔ پھر میں ایجنسی کے جنرل منیجر کے بارے میں کوشل کو تفصیلات بتانے لگا اور کوشل ہنسنے لگی۔

"ہاں نواز دنیا کا ہر رنگ بھی میں نے اچھی طرح دیکھا ہے۔ پتہ نہیں چلتا کہ کاغذ کے ان ٹکڑوں کو اتنی قوت کہاں سے حاصل ہو گئی ہے کہ یہ انسان کی تقدیریں بنانے لگے ہیں۔ بہرحال یہ ہو گئے ہیں۔ ہمارا دھرم ہمارا مذہب، ہم سے کچھ اور کہتا ہے لیکن دنیا کچھ اور کہتی ہے بڑی الجھن ہے نواز بڑا عجیب سا تجسس ہے ذہن میں کون بڑا ہے کیا بڑا ہے۔ یہ بھگوان ہی جانے۔"

"بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کوشل جس کے لیے تمہارے بھگوان اور میرے خدا نے انسانوں کو چھوٹ دے رکھی ہے لیکن اس بات سے اندازہ لگاؤ کہ دنیا کی کوئی دولت تمہارا سانسوں کو برقرار نہیں رکھ سکتی نوٹوں کا انبار اونچا کر لو تو ہمالیہ کی چوٹی کے برابر پہنچ جائے اور اس پر بیٹھ کر اپنی زندگی محفوظ کر لو تو میں جانوں کہ نوٹ دنیا پر قادر ہیں۔"

کچھ چیزیں یہاں انسانی جذبوں پر حاوی ہو گئی ہیں لیکن حقیقت ہی ہیں۔"

"ٹھیک کہتے ہو تم۔"

"اگر اس ہوٹل سے اکتا گئی ہو تو کوئی چھوٹا سا مکان حاصل کر لیں۔ ہم لوگ درحقیقت کوشل۔ میں نہیں چاہتا کہ اب ہماری زندگی میں کوئی تشنگی رہ باقی رہے جیسا کہ میں نے تم سے کہا کہ ہمیں بہت سی شخصیتیں اپنانی ہوں گی۔ اگر اس سلسلے میں ابھی سے کارروائی کرنا چاہتی ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"مطلب نہیں سمجھی۔" کوشل نے کہا۔

"دراصل ہم جس کام کا آغاز کرنے جا رہے ہیں اس کے لیے ہمیں بڑی ذہانت سے سب کچھ کرنا ہو گا۔ راجہ سنگھ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے میں باقاعدہ ایک کارروائی کروں گا اس کی تمام تفصیلات ہم تیار کریں گے لیکن ابھی نہیں پہلے مجھے اپنا کام کرنا ہے۔ اس سلسلے میں یہاں نوٹوں کی ضرورت پیش آتی ہے۔"

"تو تم تو میرے پاس کافی موجود ہے نواز۔ اب ایسا بھی نہیں ہے میری کمائی حاصل کردہ رقوبات میں میرا خیال ہے کئی لاکھ بینکوں میں پڑے ہوئے ہیں۔"

"انہیں پڑا رہنے دو کوشل، ہم انہیں نہیں چھیڑیں گے تھوڑے سے استفادہ ہی کی ضرورت ہے۔ ہاں اگر یہاں مناسب نہیں ہو تو پھر ہم کچھ اور کرتے ہیں۔"

"مثلاً۔"

"مثلاً یہاں دوسرے بڑے ہوٹل بھی ہیں۔ ہم بڑے ہوٹلوں میں بھی رہیں گے کسی بنگلے میں بھی رہیں گے۔ اس طرح ہماری یہ شخصیت مختلف حصوں میں تقسیم ہو جائیں گے اور دشمن کو ہمارے بارے میں کوئی اندازہ لگانے میں خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔" کوشل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ ایک شوخ سی مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھیرے مجھے دیکھ رہی تھی پھر اس نے کہا۔

"واقعی یہ۔ تو بڑی پر لطف بات ہے۔ مزا آ جائے گا۔ لوگ پتہ کیا جا سکتے بھی وہ ہمیں بھکاریوں کے روپ میں دیکھیں گے اور کبھی شہنشاہوں کے روپ میں۔"

"ہاں کوشل یہی میں چاہتا ہوں۔ تمہارے بیسوں میں سے اگر کچھ پیسوں کی ضرورت پڑی تو میرا خیال ہے ہم انہیں اس مقصد کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔"

"نکال لو میرے کس کام کے۔" کوشل نے کہا اور اپنے پرس سے چیک بک نکال کر خالی چیک پر سائن کر کے میرے حوالے کر دیا۔

"ٹھیک ہے میں یہ کام آج تو نہیں کر سکتا البتہ کل کر لوں گا۔"

دوسرے دن میں نے بینک سے اچھی خاصی رقم حاصل کی اور ایک اسٹیٹ بروکر سے مل کر اپنے لیے ایک خوبصورت سا بنگلہ کرائے پر حاصل کر لیا۔ اس بنگلے کے حصول کے بعد میں نے کچھ اور لوگوں سے رابطہ قائم کر کے وہاں کی صفائی ستھرائی وغیرہ اور فرنیچر وغیرہ ڈلوانے کا بندوبست کیا اور اس کے بعد شام کو کوشل کو لے کر اس بنگلے میں منتقل ہو گیا۔

حسین جگہ تھی۔ ہوٹل سے کہیں زیادہ پرسکون۔ ہوٹل کا کرایہ میں نے چیکنگ اور کر دیا تھا اس لیے وہاں کوئی دقت نہیں تھی۔ ابھی اس نئی رہائش گاہ میں آنے کے بعد کوشل نے شام کا کھانا اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ ملازم وغیرہ ہم نے ابھی نہیں رکھا تھا۔ لیکن میں نے کوشل سے کہا کہ یہاں کچھ ملازم رکھ لیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے کوشل مسرور نظر آ رہی تھی اس نے کہا۔

"کچھ دن کام خود کروں گی۔ گھریلو زندگی گزارے ہوئے عرصہ ہو گیا۔ تمہارے لیے کھانا پکاؤں گی تو اپنے گھر کا ماحول تازہ ہو جائے گا۔ زندگی کی یہ شاندار یادیں ایسی ہوتی ہیں راجہ نواز اصغر جو انسان کبھی اپنے ذہن سے فراموش نہیں کر سکتا جو کچھ چھن جاتا ہے اس کی واپسی بعض اوقات ناممکن سی ہو جاتی ہے لیکن اگر کچھ لمحات ایسے مل جائیں جن میں وہ اپنی کھوئی ہوئی یادوں کو پا لے تو بڑا سکون ملتا ہے مجھے اس گھر میں اس حیثیت سے کام کرنے دو مجھے بڑی مسرت ہو گی۔" میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی تھی۔

تقریباً پندرہ دن لگ گئے ان تمام کاموں میں۔ بینکوں سے رقوبات منتقل ہو رہی تھیں اور مجھے راجہ نواز اصغر کے لیے پیغامات مل رہے تھے۔ اب تو یوں لگتا تھا جیسے اچانک ہی بہت سے مہربان اور شناسا ہمارے گرد جمع ہو گئے ہوں یہ بینکر تھے۔ جو اب صرف مجھ سے ہی رابطہ قائم کر سکتے تھے۔ میں نے ان سے اپنے اس چھوٹے سے ہوٹل کے کمرے ہی میں ملاقات کی تھی۔ اور مجھے یہاں دیکھ کر انہوں نے حیرت

کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں یہاں زندگی کیسے گزار رہا ہوں انہوں نے مجھے پیشکش بھی کی تھی کہ میرے لیے بہتر بندوبست کر دیا جائے۔ لیکن میں نے ان سے یہی کہا کہ میرے مالک کا یہ حکم ہے تو بھلا میں اس سے کیسے انحراف کر سکتا ہوں۔

بہرطور بڑی پُرلطف زندگی گزر رہی تھی لوگوں کا تجزیہ ہو رہا تھا۔ دولت کے کھیل سامنے آ رہے تھے اور میں اور کوشل اس کھیل سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

پندرہ دن سے لے کر بیس دن تک یہ کام تقریباً مکمل ہو گیا اور اب راجہ نواز اصغر اس ملک میں اس شہر میں ایک ارب پتی کی حیثیت رکھتا تھا۔ مجھے خود بھی اس دولت کا اندازہ نہیں تھا جو غلام سیٹھ نے اور دوسرے لوگوں نے میرے نام سے بینکوں میں جمع کرائی تھی لیکن اب جو میں نے اس کے انبار دیکھے تو مجھے انتہائی حیرت ہوئی۔

بہرطور حقیقت یہ تھی کہ یہ دولت ناجائز کمائی کی دولت تھی اور میں اپنا اس سے کوئی تعلق نہیں پاتا تھا بلکہ ایک طرح سے وہ مجھے قابل نفرت محسوس ہوتی تھی۔ چنانچہ اس کا اخراج بھی اسی انداز میں ہونا چاہیے تھا۔

جب یہ سب کچھ کارروائی مکمل ہو گئی تو پھر ایک شام میں کوشل کے ساتھ اپنے اس خوبصورت بنگلے کے ایک کمرے میں جا بیٹھا۔ جس میں ہم نئی حیثیت سے گزارا کر رہے تھے۔ آج میں نے کوشل سے اس سلسلے میں مکمل گفتگو کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا میں نے کچھ کاغذات اس کے سامنے پھیلاتے ہوئے کہا۔

"کوشل — یہ ہے وہ رقم جو سوئٹزرلینڈ سے یہاں منتقل ہو گئی ہے اور اب ہم اس کے مالک ہیں۔" کوشل اس دوران اس بارے میں کچھ نہیں جان پائی تھی اور نہ کبھی میں نے اس بارے میں اس سے کوئی تذکرہ کیا تھا اس نے کاغذات میں لکھے ہوئے فگرز دیکھے جو بینک کے کاغذات اس کے سامنے تھے۔ سوئٹزرلینڈ کے بینکوں کے اسٹیٹمنٹ وغیرہ تھے وہ انہیں دیکھتی رہی اور پھر اس کا سر چکرا کر رہ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا تھا۔

"یہ سب کچھ — یہ سب کچھ تمہارا ہے۔"

"میرا نہیں کوشل۔ اس غلیظ دنیا کا جس نے مجھے یہ سب کچھ دیا تھا اور یہ سب کچھ میں جیسے کا تیسا لوٹانا چاہتا ہوں۔"

"بائی گاڈ — بائی گاڈ — نواز تم کیا چیز ہو۔ یہ ساری رقم تم نے بینکوں میں پڑی رہنے دی تھی۔"

"ہاں کوشل۔ اس لیے کہ میرا اس سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ میں اسے اپنی کمائی ہی نہیں سمجھتا تھا بلکہ نفرت کرتا تھا اور اس سے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ میں نے کہا کہ میں بینکوں سے یہ رقم نکلواؤں گا۔"

"اوہ۔ اگر تم — اگر تم اسے وہیں چھوڑ دیتے تو ظاہر ہے۔ یہ بینکوں کی ملکیت بن جاتی۔"

"اس جیسی شے سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن حالات نے مجھے اس کے لیے مجبور کر دیا ہے کہ میں اس برائی کو برائی کے خلاف استعمال کروں۔"

"راجہ نواز اصغر میں بہت متاثر ہوئی ہوں۔ درحقیقت یہ ایک کردار ہے ایک انوکھا کردار میں نے زندگی میں ایسا انوکھا کردار اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ تم اتنی معمولی سی شخصیت کے مالک ہو مجھے ایک تجربے سے ہوٹل میں ایک عام حیثیت سے ملے تھے اور تم۔ اور تم یہ سب کچھ بھی ہو۔"

"دولت کے ذریعے انسان کچھ نہیں ہوتا کوشل۔ غلط کنسٹرکشن کر دو تو اس کا مستقبل نہیں ہو سکتا۔"

"ہاں۔ ٹھیک کہتے ہو۔ واقعی انسان اور دولت دو مختلف چیزیں ہیں۔"

"چھوڑو ان باتوں کو مسئلہ یہ ہے کہ اب اس دولت کے ذریعے ہم کو اپنے لیے غلام خریدنے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"ایسے کارندے اور ایسے غلام کیے جائیں جو ہمیں سوسائٹی کے بارے میں معلومات حاصل کر کے ہر ہر مرحلے پر قدم قدم پر شکست دیں گے یا ایسے مجرم اکٹھے کیے جائیں گے جو سوسائٹی کے لیے ہمارے سامنے ہتھیار بن سکیں اور اس کے خلاف تمام کارروائی عمل میں لا سکیں۔ سوسائٹی کے لیے ہمیں بہت کچھ کرنا ہوگا۔ کوشل اتنا کچھ کہ اس کے لوگ بوکھلا کر رہ جائیں اور ہم — سے پناہ مانگیں۔ اب تم یہ بتاؤ کہ مجرموں کے گروہ ہم کہاں سے اکٹھے کریں۔"

"بے شمار ایسے اڈے، ایسے ٹھکانے بمبئی میں، دہلی میں اور کلکتہ وغیرہ میں میرے علم میں ہیں جو مجرموں کی پناہ گاہیں ہیں اور وہاں تمہارے کام کے لوگ بھی مل جاتے ہیں اس کے علاوہ سینٹرل جیل سے رہا ہونے والے جرائم پیشہ افراد کو تلاش کرنے کے لیے بھی ہم اپنی کارروائی کر سکتے ہیں اور ان کے لیے بہت اعلیٰ پیمانے پر کام کرنا ہوگا۔"

"تو پھر یہاں جو لوگ موجود ہیں ان کے بارے میں مجھے کچھ نشاندہی کرو۔"

"ٹھیک ہے۔" کوشل نے کہا اور پھر مجھے کچھ نام اور پتے وغیرہ بتانے لگی۔ میں خود بھی ان منصوبوں کا تجزیہ کر کے وہاں سے اپنی کارروائی کرنا چاہتا تھا تاکہ صحیح طور پر میرے ہاتھ کچھ آدمی لگ سکیں۔ کوشل کی فراہم کی ہوئی اطلاعات کے مطابق اس شہر کے ایک خاص علاقے میں، میں نے ٹیڈی نامی ایک شخص سے ملاقات کی۔ اینگلو انڈین تھا۔ اچھے خاصے ڈیل ڈول کا مالک۔ شخصیت اچھی خاصی مضبوط تھی۔ میں نے دور سے اندازے میں اس کا جائزہ لیا۔ اور پھر اس کا فون نمبر وغیرہ معلوم کر کے وہاں سے چلا آیا تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد میں نے اس نمبر پر ٹیڈی کو رنگ کیا اور ٹیڈی نے ریسیور اٹھا لیا۔ اس کی غراتی ہوئی آواز سنائی دی تھی۔

"ہیلو۔ کون ہے؟"

"ٹیڈی تم مجھے نہیں جانتے لیکن میں تم سے اچھی طرح واقف ہوں۔ ممکن ہے میری یہ گفتگو تمہیں کچھ عجیب سی لگے لیکن تم سے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اگر تم نے سنجیدگی سے اس پر غور کیا تو بڑا اچھا نتیجہ نکل سکتا ہے۔"

"بولو۔ بولو۔ کیا بات ہے — مجھے بتاؤ۔" ٹیڈی کی آواز ابھری۔

"ٹیڈی تم وہ سب سے پہلے آدمی ہو جو میرا ساتھی بننے کے لیے منتخب ہوئے ہو۔ میرا ایک کام ہے جو تمہیں تنہا نہیں بلکہ ایک بہت بڑے گروہ کے ساتھ کرنا ہے۔ اس کے لیے میں نے تمہارا انتخاب کیا ہے۔ تم ان دنوں کیا کر رہے ہو۔"

"سب کچھ کرتے ہیں۔ جو کام مل جاتا ہے کرتے ہیں لیکن گول مال نہیں کرتے۔ مطلب یہ کہ ایسی گفتگو مجھے بالکل پسند نہیں ہے جو میری سمجھ میں نہ آ سکے۔" ٹیڈی کی غراتی ہوئی آواز ابھری۔

"تمہارے کام کرنے کا انداز کیا ہے ٹیڈی؟ اگر تمہیں ایک بڑی رقم پیش کی جائے اور تم سے کہا جائے کہ تم کسی کو قتل کر دو تو کیا تم اس کے لیے تیار ہو جاؤ گے۔" میں نے پوچھا۔

"بہت ہی عجیب آدمی معلوم ہوتے ہو تم۔ کیا تمہارا تعلق پولیس سے ہے۔" ٹیڈی کی غراتی ہوئی آواز ابھری۔

"بالکل نہیں سمجھا۔"

"نہیں سمجھے تو میں کیا کروں۔ ٹیلی فون پر مجھ سے قتل کرا رہے ہو۔ آدمی ہو یا کبوتر۔" میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ٹیڈی کا کہنا ایک طرح سے درست ہی تھا۔ میں ٹیلی فون پر اس سے یہ پوچھ رہا تھا کہ اگر میں اسے کوئی قتل کرا دوں تو کیا وہ معاوضہ لے کر قتل کر دے گا۔ ظاہر ہے اس بات کا جواب وہ ہاں میں نہیں دے سکتا تھا جبکہ میں پولیس والا بھی ہو سکتا تھا۔ میں ہنس پڑا۔ میں نے پھر کہا۔

"ٹیڈی بہرطور میں تم سے سودے کی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"پہلے یہ بتاؤ تم کون ہو؟"

"میں نے کہا ناں کہ تم میرے پہلے ساتھی کے طور پر منتخب ہوئے ہو۔ اور اس بات کا اندازہ لگا لو کہ یہ تمہاری خوش نصیبی ہے۔ آنے والے وقت میں تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ میں کیا چیز ہوں۔"

"دیکھو بھائی۔ اس ٹائپ کے ٹیلی فون مجھے اکثر موصول ہوتے رہتے ہیں۔ کام کی نوعیت کے بارے میں معلوم کیے بغیر میں کوئی جواب نہیں دے سکتا اور یہ بھی سن لو قتل اسمگلنگ چوری ڈکیتی وغیرہ سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ میرا جو کام ہے میں وہی کرتا ہوں اور مجھے اس سے دلچسپی ہے۔"

"دس لاکھ۔"

"مذاق — یہ کہہ کر ٹیلی فون بند کر دو۔ میں تم سے کوئی گفتگو کرنا نہیں چاہتا۔" ٹیڈی نے کہا اور میں ہنس پڑا۔

"بات دس لاکھ کی ہے ٹیڈی۔" میں نے کہا اور دوسری طرف خاموشی طاری ہو گئی۔ چند لمحات یہی خاموشی رہی میں نے پھر اسے مخاطب کیا۔

"ہیلو۔"

"ہاں — ہاں میں ٹیلی فون پر موجود ہوں۔"

"تو پھر خاموش کیوں ہو گئے۔"

"دس لاکھ کے مذاق کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔"

"یہ مذاق نہیں ہے۔"

"اگر مذاق ہے بھی تو برداشت نہیں کیا جا سکے گا۔" ٹیڈی نے جواب دیا۔

"اچھا میرا خیال ہے ہم غیر ضروری گفتگو کافی کر چکے ہیں اب کام کی باتیں ہو جائیں۔"

"میں نے کب نا کہ کام کی باتیں ٹیلی فون پر نہیں ہو سکتیں۔"

"تو پھر۔" میں نے سوال کیا۔

"کہیں ملاقات کر لو۔"

"کہاں؟"

"اس کا فیصلہ تم خود کر لو۔" ٹیڈی نے جواب دیا۔ اور میں سوچنے لگا پھر چند لمحات کے بعد میں نے کہا۔

"ٹیڈی۔ ہوٹل دھرم راج دیکھا ہے تم نے۔ مجھے اس ہوٹل کا خیال ایسے ہی آ گیا تھا۔ ایک مخصوص علاقے میں چھوٹا سا گندا سا ہوٹل تھا۔ لیکن اس کے سامنے سے گزرتے ہوئے مجھے یہ احساس ہوا تھا کہ ہوٹل بہت پرسکون ہے۔ اس وقت اسی ہوٹل کا خیال آ گیا تھا۔ چنانچہ میں نے ٹیڈی کے سامنے اس کا نام لے دیا۔

"دھرم راج۔ وہ سبزی منڈی والا۔"

"ہاں۔ وہاں آ جاؤ میں تمہارا انتظار کروں گا۔" میں نے کہا۔ اور ٹیلیفون نے بھی کیا کہ وہ پہنچ رہا ہے۔

نوٹوں سے بھرا ہوا جو بریف کیس میرے ہاتھ میں تھا اُسے دیکھ کر کوئی یہ سوچ سکتا تھا کہ اس میں پھٹے پرانے کپڑوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگا۔ بریف کیس کی کنڈیشن ہی ایسی تھی۔ میں نے خاص طور سے اس کا انتخاب کیا تھا۔ لیکن اس کے اندر چار لاکھ روپے کے نوٹ بھرے ہوئے تھے۔ اس سے زیادہ نوٹ اس بریف کیس میں سما نہیں سکتے تھے۔ ورنہ میں پورے دس لاکھ ہی اس میں رکھ لیتا۔

ہوٹل دھرم راج چھوٹا سا ہوٹل تھا اس کی ایک گندی سی میز پر چائے کی گندی سی پیالی میں چائے پیتے ہوئے میں دروازے پر نگاہ جمائے ہوئے تھا جہاں سے ٹیڈی کو اندر داخل ہونا تھا۔ ٹیڈی ایک کرنے اور پاجامے میں ملبوس اندر آیا تھا۔ اس کی آنکھیں اور بھنویں کچھ دیکھ رہی تھیں اور وہ عجیب سے انداز میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔

میں نے ہاتھ ہلا کر اُسے اپنی طرف متوجہ کیا تو وہ کچھ میری صورت دیکھنے لگا۔ اکہرے بدن کا مالک اچھی صحت کا یہ نوجوان بجائے جرم کی راہوں پہ کیسے نکل آیا تھا۔ لیکن پھر ٹیڈی ایک مکمل مجرم تھا اور اس کے ساتھ بے شمار افراد کام کرنے تھے۔

یہ لوگ دولت کے حصول کے لیے ہر طرح کا کام کر لیا کرتے تھے، ایجنٹ نے ان کے بارے میں جو معلومات حاصل کی تھیں ان سے مجھے یہ اندازہ ہوا تھا کہ ٹیڈی ہر طور ایک اچھا انسان ثابت ہوگا۔

وہ چند ساعت مجھے گھورتا رہا اور اس کے بعد میرے پاس پہنچ گیا۔

"تم نے ہاتھ اٹھایا تھا۔"

"ہاں مسٹر ٹیڈی براہ کرم تشریف رکھئے۔ میں نے سرد لہجے میں کہا۔ اور وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"تم نے ہی مجھے ہے؟"

"ہاں میں نے ہی تمہیں ٹیلی فون کیا تھا؟"

"کیا مذاق تھا یہ۔" ٹیڈی کرخت نگاہوں سے مجھے گھورتا ہوا بولا۔

"زندگی بھی ایک مذاق ہے ٹیڈی تم خود سوچو تم جیسی شخصیت، پڑھی لکھی، تعلیم یافتہ، قبول صورت، اچھی خاصی ہنستی کھیلتی۔ اور زندگی کے کوئلے راستے پر سفر کر رہی ہے۔ چنانچہ ہم اس زندگی کے مذاق کو اسی انداز میں برداشت کرتے رہیں گے۔

"فلسفہ مت بگھارو میرے سامنے اس فلسفے کی دنیا سے بہت دور نکل آیا ہوں۔"

"ہر لحہ ہر قدم ایک فلسفہ ہے ٹیڈی۔ تم یہ فاصلے طے نہیں کر سکتے۔ بہرحال ٹھیک ہے میں تم سے تمہاری زبان میں گفتگو کروں گا۔ وہ زبان جو تم نے اپنائی ہے۔"

"کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میں نے تمہیں دس لاکھ کی پیش کش کی تھی۔"

"ہاں۔"

"اور میں اب یہ سوچ رہا ہوں کہ تم کون سے لفظوں کے عادی ہو۔ جو انسان کو بظاہر ہوش مند رکھتا ہے، لیکن باطن میں اس کی عقل سلب کر دیتا ہے۔"

"نہیں ٹیڈی اپنے جملوں کے استعمال میں احتیاط رکھو وہ زبان مت استعمال کرو جس کے تم عادی ہو چکے ہو۔ یہ بریف کیس رکھے ہوئے ہوں تم کریس کے پاس، اس میں چار لاکھ روپے سما سکتے ہیں، باقی چھ لاکھ روپے کی دوسری قسط آج ہی دن کے کسی بھی حصے میں مل سکتی ہے۔"

ٹیڈی نے چونک کر بریف کیس کے سے پیروں کے نزدیک رکھے بریف کیس کو دیکھا اور پھر میری شکل دیکھنے لگا پھر بولا۔

"اس میں نوٹ ہیں؟"

"چاہو تو اٹھا کر دیکھ لو، ظاہر ہے نہ تم اتنے کمزور ہو نہ تمہارے ہاتھوں سے یہ نوٹ چھین کر بھاگ جائے اور یہ بات ہی میرے سامنے یہ ممکن ہے۔ اٹھاؤ بریف کیس کھول کر دیکھو۔"

ٹیڈی چند لمحات میری شکل دیکھتا رہا۔ اور پھر اس نے بریف کیس اٹھا کر میز پر رکھ لیا۔ ویٹر قریب پہنچا تو اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"بھاگ جاؤ ابھی نہیں۔" ویٹر نے ایک لمحے کے لیے ٹیڈی کی شکل دیکھی اور پھر خاموشی سے واپس چلا گیا۔ ٹیڈی نے بریف کیس کو تھوڑا سا کھولا۔ اس کے اندر جھانکا پھر سامنے نظر آنے والی گڈی میں سے ایک نوٹ نکال کر بریف کیس بند کر دیا۔ بریف کیس لاک کر کے اس نے دوبارہ پیروں کے نزدیک رکھ دیا تھا اور نوٹ کو میز کے نیچے کر کے غور سے دیکھنے لگا۔

"اصل ہے؟"

"بچھو رے پن کی باتیں ناپسندیدہ تصور کی جائیں گی بیٹا۔" میں نے تیکھے لہجے میں کہا اور ٹیڈی نے میری شکل دیکھی پھر بولا۔

"جملوں کے استعمال میں تم بھی احتیاط کرو دوست۔"

"یہ کارروائی دوطرفہ ہی ہو سکتی ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے، تو اس بریف کیس میں چار لاکھ روپے کی رقم ہے اور تم مزید چھ لاکھ مجھے دینا چاہتے ہو۔"

"نہیں چھ لاکھ نہیں۔ میں تمہیں لاکھوں دینا چاہتا ہوں کروڑوں دینا چاہتا ہوں۔ وصول کرنے کی ہمت ہونی چاہیے تم میں۔"

"کام کیا ہے دوست۔" ٹیڈی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"یہ بتاؤ کتنی رقم ابھی ہو سکتی ہے جو تمہیں پوری طرح ہمارا ساتھی بنا دے۔"

"دولت کی ہوس تو کبھی کم ہی نہیں ہوتی، دس لاکھ حاصل کیے ہیں بیس لاکھ کو دل چاہے گا۔ بیس لاکھ مل گئے تو سوچوں گا چالیس لاکھ مل جاتے تو اچھا تھا۔"

"اور اب" میں نے سوال کیا۔

"اسی لاکھ اور پھر ایک کروڑ۔"

"بس۔"

"ہاں بس میرا ٹارگٹ یہی ہے، زندگی میں ایک بار کروڑ پتی بننا چاہتا ہوں۔"

"تو سمجھ لو بن گئے۔"

"مگر میرے بھائی کام کیا ہوگا، یہ تو بتاؤ۔"

"کچھ نہیں ایک شخص کا مکمل ساتھی بننا ہوگا تمہیں۔"

"کون ہے وہ؟"

"اس کا نام ابھی تمہارے سامنے نہیں آئے گا، اس لیے تم اسے جو دل چاہے کہہ سکتے ہو۔"

"گولڈ مین کہہ سکتا ہوں۔" ٹیڈی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں گولڈ مین ہی کیوں۔"

"بس سونے کا آدمی ہے وہ میرے لیے، جو صرف ابتدائی طور پر مجھ پر اعتماد کرتے ہوئے مجھے چار لاکھ روپے پیش کر سکتا ہے کیوں نہ ہم اسے گولڈ مین کا نام دیں۔"

"ٹھیک ہے اگر تم اسے گولڈ مین ہی کہنا چاہتے ہو تو یہی تمہارا یہ میسج اس تک پہنچا دوں گا کہ تم نے اس کا نام گولڈ مین رکھا ہے۔"

"چلو اسے تو میں نے گولڈ مین کا نام دے دیا اور لفظوں تمہارے تم اسے یہ اطلاع پہنچا دو گے لیکن تمہیں میں کس نام سے پکاروں۔"

"بس اپنے ساتھیوں میں سے ایک سمجھو مجھے کبھی جس طرح میرے ذریعے تم گولڈ مین کے ساتھی بنے ہو اسی طرح میں بھی گولڈ مین کا ساتھی ہوں۔ تم مجھے افسر کہہ سکتے ہو۔"

"نہیں افسر نہیں آسکر۔" ٹیڈی نے جواب دیا۔ اور ہنسنے لگا۔

"ٹھیک ہے بھائی جو تمہارا دل چاہے کہو۔"

"مگر مسٹر افسر اب یہ بتاؤ کہ معاملہ کیا ہے؟ اب تک تو ہم نے لفظوں کی زبان میں گفتگو کی تھی یعنی وہ زبان استعمال کی تھی ہم دونوں نے آپس میں، جو ڈراما ٹائپ قسم کے مجرم استعمال کرتے ہیں لیکن میرے بھائی تھوڑی دیر کے لیے جرائم کی دنیا سے نکل کر انسانوں کی دنیا میں آ جاؤ اور یہ بتاؤ یہ شخص کون ہے اور مجھ سے کیا چاہتا ہے۔"

"ٹیڈی یہی تمہاری خوبی ہے اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بہتر تعلیم نے تمہارے اندر ایک انسان کو جنم دیا ہے۔ اور وہ انسان ضرورت کے وقت سو جاتا ہے۔ باقی حالات میں تو

انسان ہی ہے۔
"نظر انداز کر سکتے ہیں ہم اس بات کو کہ ہم بالآخر انسان ہیں۔"
"نہیں کر سکتے ٹیڈی بالکل نہیں کر سکتے۔"
"تو بس یہ سمجھ لو کہ جرم کی دنیا کی بھی ایک زبان ہوتی ہے، جسے استعمال کرنا ضروری ہوتا ہے۔ لیکن ایک اور بات بھی ہوتی ہے جو جرم کی دنیا سے ہٹ کر ہوتی ہے۔ جرم کی دنیا سے ہٹ کر تمہارا نام کیا ہے۔۔؟"
"نام کو میرا خیال ہے رہنے دو، میں نے تم سے بھی اصرار نہیں کیا۔ تم نے اپنا نام اسٹر بتایا ہے، میں نے اُسے تسلیم کر لیا۔ اگر ٹیڈی تمہیں ناپسند ہے تو جو دل چاہے کہہ سکتے ہو، لیکن مجھے ٹیڈی ہی رہنے دو۔ چونکہ میں اپنے ماضی میں نہیں جانا چاہتا۔" اس نے جواب دیا۔
"ایک ایم۔ اے پاس شخص واقعی ماضی سے فرار حاصل کرنے کے بعد ہی یہاں تک پہنچ سکتا ہے، بہرطور ٹیڈی گولڈمین کا ایک خاص مقصد ہے اور اب چونکہ تم خلوص دل سے ہمارے ساتھ آمادگی کا اظہار کر چکے ہو۔ اس لیے میرا خیال ہے مجھے تمہیں اس کے مقاصد بتانے میں کوئی دقت نہیں ہونی چاہیے۔"
"تم نے اس گھٹیا سے ہوٹل کا انتخاب کیوں کیا ہے؟ یہ کوئی بیٹھنے کی جگہ ہے۔۔؟"
"اس جگہ ہم دوسروں کی نگاہوں سے محفوظ رہیں گے۔ تمام عمدہ جگہیں جرائم کے اڈے ہوتے ہیں اور وہاں ہر قسم کے لوگ موجود ہوتے ہیں۔"
"ہاں یہ بھی ٹھیک کہا تم نے۔ یہ تو ضرور علم ٹھیک ہے چھوڑو۔"
"ہاں تو اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ سارا معاملہ کیا ہے۔"
"جس شخص کو تم نے گولڈمین کا نام دیا ہے۔ میں خود بھی اس کے نام سے واقف نہیں ہوں، بس وہ ایک اجنبی کی حیثیت سے مجھ سے ملاقات کرتا ہے اور پچھلے دو سال سے ہم دونوں ایک دوسرے سے اجنبی ہیں، وہ مجھ سے صرف کام کی بات کرتا ہے اور میں اس کے کام کی بات دوسروں تک پہنچا دیتا ہوں۔ یہ ہے میری اپنی پوزیشن۔"
"کمال کی بات ہے۔ بڑی پراسرار شخصیت ہے۔ دولت مند بھی ہوگی۔ چاہتی کیا ہے وہ۔" ٹیڈی نے سوال کیا۔ اور میں ٹیڈی کی شکل بغور دیکھنے لگا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔
"سورج گرہن سے واقف ہو۔"
ٹیڈی نے سنجیدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔
"ہاں۔ ایک تنظیم ہے، جو منشیات وغیرہ کے سلسلے میں کافی شہرت رکھتی ہے، کئی بار اس کے نمائندوں سے مڈبھیڑ ہو چکی ہے، چھوٹے موٹے کام بھی کیے ہیں۔ میں نے اس کے لیے۔"
"سورج گرہن سے باقاعدہ تعلق نہیں ہے تمہارا؟"
"نہیں بھائی، ہم اس پائے کے آدمی نہیں ہیں، بس ایک دو مرتبہ میرا خوب مڈبھیڑ ہوا ہے ہم سے سورج گرہن نے کام لیا ہے، نہ میں نے اس تنظیم میں شامل ہونے کے بارے میں سوچا اور نہ ہی ان کی طرف سے کوئی ایسی کوشش ہوئی۔ میں اپنے طور پر زندگی گزار رہا ہوں اور میرا خیال ہے یہی بہتر ہے کیونکہ کسی بھی تنظیم میں شامل ہونے کے بعد بہت سی پابندیاں بھی قبول کرنا پڑتی ہیں۔"
"اس تنظیم کی قوت سے واقف ہو۔" میں نے سوال کیا۔
"ہاں سنا تو ہے اس کے بارے میں، لیکن خوفزدہ نہیں ہوں۔"
"کیا واقعی۔" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔
"مطلب۔" وہ متعجبانہ انداز میں بولا۔
"مطلب یہ کہ اگر کبھی گولڈمین تمہیں اس تنظیم کے خلاف استعمال کرے تو تم اس کے لیے تیار ہو سکتے ہو؟"
"دیکھو بھائی بندوق کی زبان کہیں بھی استعمال کرنی پڑے، یہ نہیں سوچا جا سکتا کہ یہاں اسے استعمال کرنا ہے اور یہاں نہیں کرنا ہے، ہماری تقدیر میں جو کچھ لکھا ہے ہمیں وہی کرنا ہے۔ جگہ کوئی بھی ہو۔" ٹیڈی نے ہنستے ہوئے کہا۔
"ٹیڈی ہم لوگ پوری سنجیدگی سے گفتگو کریں گے۔ سب سے پہلی بات تو یہ بتاؤ کہ تمہارے اپنے مفادات تو کسی طرح سورج گرہن سے وابستہ نہیں ہیں؟"
"یقین کرو گے میری بات پر۔" اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔
"ہاں بالکل۔"
"تو پھر سن لو ایسی کوئی بات نہیں ہے اور اگر تم مجھے سورج گرہن کے مقابلے پر لانا چاہتے ہو اور کوئی کام ہے ایسا تو میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں سورج گرہن سے ٹکرا جاؤں گا۔ لیکن ہاں اپنے طور پر اپنا بچاؤ ضرور کر لوں گا۔ اور وہ کام کر دوں گا۔ جو تم لوگ میرے سپرد کرو گے۔" ٹیڈی نے جواب دیا اور میں پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"ٹیڈی میں بھی اس سے زیادہ نہیں جانتا۔ گولڈمین نے مجھے ہدایات دی ہیں، اُن کے تحت مجھے سورج گرہن کے خلاف ایک تنظیم قائم کرنی ہے اور تم اس سلسلے میں میرے معاون ہو گے۔ میرا خیال ہے اس وقت تک کی گفتگو اتنی ہی مناسب ہے۔ باقی ہم دوسری ملاقات پر طے کریں گے۔"
"چار لاکھ کی رقم معمولی نہیں ہوتی دوست اور اسے حاصل کرنے کے بعد مجھ پر یہ فرض ہو جاتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہر طرح سے تعاون کروں۔ یہ بتاؤ دوسری ملاقات کہاں ہوگی۔ سب سے پہلی بات میرے سلسلے میں یہ سوچ لو کہ رقم کے لیے میں مشکوک تھا، اور یہ بھی سن لو کہ اتنی بڑی رقم یکمشت میں نے کبھی نہیں کمائی، اور یوں سمجھ لو کہ میری زندگی کا ایک نیا باب کھل رہا ہے، میں اس باب کو بند کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ مجھے دولت کی ضرورت ہے، کیوں کس لیے، یہ میں تمہیں کبھی بتاؤں گا۔ لیکن یہ سمجھ لو کہ دولت میری زندگی کا سب سے اہم مقصد ہے اور میں اس کے حصول کے لیے جان دینے کو بھی تیار ہوں۔"
"ٹھیک ہے میں جانتا ہوں کہ بعض اوقات حالات ایسی شکل اختیار کر لیتے ہیں کہ دولت انسان کے لیے بہت بڑی حیثیت اختیار کر جاتی ہے۔ ٹیڈی ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ ہماری آج کی گفتگو ختم، یہ لفافہ کسی طرح تم قبول کر لو اور اس کے بعد میری دوسری اطلاع کا انتظار کرو۔" ٹیڈی نے گردن ہلا دی پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے۔
میں نے باہر ٹیڈی کو خدا حافظ کہا۔ لیکن اس کے بعد ہوٹل تک پہنچتے ہوئے میں نے بے شمار اُلجھے ہوئے راستے اختیار کیے اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرتا رہا کہ ٹیڈی نے اپنے طور پر متجسس ہو کر میرے بارے میں جاننے کی کوشش تو نہیں شروع کر دی ہے۔ لیکن ایسی کوئی بات سامنے نہیں آئی تھی۔ کونسل کے ساتھ حسب معمول دلچسپ وقت گزارا میں نے اُسے ساتھ لیا اور اپنے اس ہوٹل میں پہنچ گیا۔ یہ رات ہم نے ہوٹل ہی میں گزاری تھی۔ کونسل اب بے حد خوش تھی۔ اس نے مجھ سے میری کارروائی کے بارے میں پوچھا تو میں نے اسے بتایا کہ ٹیڈی کو میں نے اپنے اعتماد میں لے لیا۔
دوسرے دن میں نے ٹیڈی کو تقریباً دس بجے ایک پٹرول پمپ سے فون کیا۔ ٹیڈی نے میرا بہترین استقبال کیا تھا پھر اس نے کہا۔
"مسٹر اسکر ساری رات نہیں سو سکا ہوں، آپ کے اور مسٹر گولڈمین کے بارے میں ہی سوچتا رہا ہوں۔ درحقیقت کیا اس شخص کا نام آپ کو بھی نہیں معلوم؟"
"خیر تم اس بات کا یقین کرو ٹیڈی کہ حقیقت یہی ہے کہ میں بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ وہ اتنا ہی پراسرار شخص ہے، بے پناہ، بے شمار دولت کا مالک، دولت خرچ کرنے میں اُسے کبھی کوئی عار نہیں ہوتا۔ بعض اوقات بغیر کسی اطلاع کے لاکھوں روپے کی رقم میرے حوالے کر دیتا ہے۔ تمہارے چھ لاکھ روپے آج شام تک تمہیں مل جائیں گے۔"
"نہیں نہیں اب اتنا پاگل میں بھی نہیں ہوں، وہ تو بس میں نے یونہی کہہ دیا تھا۔ اب اتنی جلدی بھی نہیں ہے۔ پیسوں کے سلسلے میں، مل جائیں گے۔ اب تم مجھے یہ بتاؤ مجھے کرنا کیا ہے؟"
"اس سلسلے میں ٹیڈی مجھے اس کی طرف سے مکمل ہدایات مل چکی ہیں، اور میں یہی تمہیں بتانے کے لیے یہاں پہنچا ہوں، دراصل یہ معلوم ہونے کے بعد کہ تمہارا تعلق سورج گرہن سے نہیں ہے اُسے بھی بہت خوشی ہوئی ہے۔ میں مخصوص ذرائع سے اُسے اطلاعات دیتا ہوں، اُس نے یہ معلوم کرنے کے بعد مجھے اطمینان کا اظہار کیا اور کہا کہ آج میں ٹیڈی کو اس کا اصل کام بتا دوں۔"
"میں خود بھی اتنا ہی بے چین ہوں۔ مجھے بتاؤ ان دنوں ویسے بھی میرے ہاتھ میں کوئی کام [illegible] تھا بس چھوٹے چھوٹے کام ہو رہے ہیں ان کے بارے میں معلوم کرو تو [illegible]"
"کیا مطلب؟"
"مطلب یہ کہ جیب تراشی کوئی اچھا فن تو نہیں ہے [illegible] لڑکے میرے لیے کام کر رہے ہیں، میں اس سلسلے میں [illegible] ہوا ہوں۔ ایسے چھوٹے چھوٹے کاموں میں پولیس [illegible] واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ اور میں ہر لمحہ پولیس کے چکر میں نہیں پڑنا چاہتا، اس سے پوزیشن بھی خراب ہوتی ہے، اور کسی کے لیے راستہ بھی بند ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ جو ذرائع آمدنی ہیں، وہ بھی محدود ہیں، اور مجھے اچھی خاصی رقم [illegible] خرچ کرنا پڑتی ہے، چنانچہ میں خود بھی کسی ایسے کام کے لیے سوچ رہا تھا جو میرے لیے مستقل آمدنی کا ذریعہ بن سکے۔ شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ یہ چار لاکھ میرے لیے کروڑ سے کم نہیں ہیں۔ بہت سے ایسے [illegible] تھے مجھے۔ جو اس وقت میرے لیے مشکل بنے ہوئے تھے۔"

"ٹھیک ہے۔ ہیروں کا تم تذکرہ ہی ذہن سے نکال دو۔ جتنی رقم کی تمہیں ضرورت ہوگی فراہم کر دی جائے گی۔ تمہارا کام صرف یہ ہے کہ سورج گرہن تنظیم کے خلاف ایک بہترین تنظیم تیار کرو۔ یہ بہت بڑا کام میں تمہارے سپرد کر رہا ہوں ٹیڈی۔ لیکن تمہاری کئی صلاحیتوں سے بھی اچھی طرح واقف ہوں۔ اور یہ جانتا ہوں کہ عام لوگوں کی نسبت تم کوئی بھی کام زیادہ بہتر طور پر انجام دے سکتے ہو۔"

"سورج گرہن کے مقابلے پر ایک تنظیم۔" ٹیڈی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"ہاں۔ اس سلسلے میں تم جس وقت اور جس جگہ چاہو ہدایت بھی لے سکتے ہو۔ جو شخص اس تنظیم کے مقابلے پر آنا چاہتا ہے۔ وہ معمولی حیثیت کا آدمی نہیں ہے۔ اس کی اپنی بھی ایک پوزیشن ہے اس کے اپنے بھی وسائل ہیں۔ یوں سمجھ لو کہ اس سلسلے میں تمہیں صرف ایک کام کرنا ہوگا۔"

"کیا۔۔؟" ٹیڈی نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"ہندوستان کے مختلف شہروں میں گولڈ مین کی تنظیم کے لیے لوگوں کا انتخاب کرو۔ ایسے آدمیوں کا جو اپنی مثال آپ ہوں۔ بمبئی میں، دہلی میں، کانپور، کلکتہ، الہ آباد، اور ایسے دوسرے بڑے شہروں میں، جہاں سورج گرہن کا وجود ہو، وہیں گولڈ مین کی تنظیم بھی کام کرے۔ دولت کے منہ کھول دو ان لوگوں کے لیے، جو جان دینے کا کام کریں۔ ہر شخص کو اس کا منہ مانگا معاوضہ دو، لیکن ایسے آدمیوں کا انتخاب کرو، جو ہمارے لیے جان کی بازی بھی لگا دینے سے دریغ نہ کریں۔ ہمارا مقابلہ چونکہ سورج گرہن سے ہوگا اور اس کے بعد ہم گولڈ مین کی تنظیم کو ملک سے باہر لے جائیں گے۔ سنگاپور، بنکاک، تھائی لینڈ اور اس علاقے کے دوسرے شہروں میں جہاں جہاں منشیات کی تجارت ہوتی ہے۔"

ٹیڈی کی آنکھیں پُراسرار انداز میں پھیل گئی تھیں۔ پھر اس نے کہا۔

"یہ کام۔۔۔ یہ کام مجھ سے شروع ہو رہا ہے اس کا آغاز میں کروں گا۔"

"ہاں تم ٹیڈی تم۔ کیا تمہیں اس پر اعتراض ہے؟"

"نہیں اعتراض نہیں ہے۔ میں تو بہت عجیب سے انداز میں سوچ رہا ہوں۔"

"کیا۔؟"

"شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو آسکر کہ میرے اپنے دل میں ایک بہت بڑی خواہش تھی۔ یہ خواہش تھی کہ میں کوئی بہت بڑا گینگ بناؤں، اتنا بڑا گینگ جو کم از کم ایشیا میں اپنا نام پیدا کرے، اور اس سے میرا براہ راست تعلق ہو۔ اگر میں اس کا چیف بن جاؤں تو کیا کہنے۔ رات کی تنہائیوں میں۔۔ میں اس کے خواب دیکھتا رہا ہوں تم سوچ بھی نہیں سکتے۔ آسکر کہ میں کس قدر خوش ہوں۔"

"یوں سمجھو ٹیڈی۔ تم پہلے آدمی ہو جو اس تنظیم کا انتظام کرو گے۔ اگر تم چاہو گے تو تنظیم کے تمام احکامات تمہارے ذریعے دوسروں تک پہنچیں گے۔ گولڈ مین کا براہ راست تم سے رابطہ رہے گا۔ اور وہ اپنا کام کرتا رہے گا۔"

"گڈ ویری گڈ۔۔ اگر ایسی بات ہے تو یوں سمجھ کر صرف ہیروں ہی کی بات نہیں ہے بلکہ میری ذاتی دلچسپی بھی اس میں شامل ہو گئی ہے۔ میں جس قدر جلد ممکن ہو سکا اس کام کی تکمیل کروں گا۔"

"بس تو تمہیں یہی کرنا ہے ٹیڈی اور میں یہ جاننا چاہوں گا کہ کتنے عرصے میں تم یہ کام انجام دے لو گے۔؟"

"صرف میں ہی نہیں بلکہ میرے تمام ساتھی اس سلسلے میں اپنی صلاحیتوں کے ساتھ مصروف ہو جائیں گے، تم بالکل فکر نہ کرو مسٹر آسکر، ہاں ایک کام کرو۔ مجھے اپنی جگہ بتا دو، کہاں رہتے ہو تم۔ اور کس طرح تم سے کسی بھی اہم موقع پر ملاقات ہو سکتی ہے۔"

میں چند لمحات سوچتا رہا۔ پھر میں نے اُسے اپنا پتہ بتایا۔ ٹیڈی پر اعتبار کرنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ ٹیڈی نے میرا پتہ نوٹ کرنے کے بعد میرا فون نمبر بھی درج کر لیا اور اس کے بعد کہنے لگا۔

"میری وفاداری کی طرف سے تمہیں کبھی کوئی شک نہیں ہونا چاہیے آسکر۔ یہ سمجھ لو کہ تم نے میرے مستقبل کی تعمیر میں میری مدد کی ہے۔ تم نے میری ایک ایسی آرزو پوری کی ہے جس کے لیے میں شاید زندگی بھر ہی تشنہ کام رہتا۔ میں تمہارا احترام کرتا ہوں آسکر۔"

"شکریہ ٹیڈی اب مجھے اجازت دو۔"

"میں اس کام کا آغاز آج ہی سے کیے دیتا ہوں۔ رات کو ٹھیک نو بجے تمہیں اس سلسلے میں رپورٹ دوں گا۔"

"اتنی جلدی۔۔۔؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں کچھ چھوٹے موٹے معاملات تو میں ابھی نمٹائے لیتا ہوں۔ یوں بھی مقامی طور پر میری کافی لوگوں سے بہت اچھی دوستی ہے۔ میں سب سے پہلے ان لوگوں کو اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کروں گا۔ اور اگر یہ لوگ راضی ہو گئے تو میں معاوضے وغیرہ کی بات خود ہی کر لوں گا کیونکہ اس کے لیے تم نے مجھے اجازت دی ہے۔"

"میں نے کہا نا پیسوں کا کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ گولڈ مین کے لیے۔"

"واہ یوں سمجھو کہ میری تمام آرزوئیں پوری ہو گئی ہیں۔ گولڈ مین کا نام بھی میں نے ہی دیا ہے۔ اور تم مسلسل تنظیم کے سربراہ کو گولڈ مین کے نام سے ہی مخاطب کر رہے ہو۔"

"یہ بات صرف تجھ تک ہی محدود نہیں ہے کہ تم نے اُسے گولڈ مین کا نام دیا ہے، جبکہ میں نے اُسے بھی یہ بات بتائی تھی کہ ٹیڈی نے اُسے گولڈ مین کا نام دیا ہے۔ اور اس نے بڑی خوشی سے مسکراتے ہوئے یہ کہا تھا کہ اگر ٹیڈی نے یہ نام اسے دیا ہے تو اُسے بخوشی قبول ہے۔"

"ویری گڈ۔ جی خوش ہو رہا ہے۔" ٹیڈی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور اس کے بعد میں اس کے پاس سے رخصت ہو کر وہاں سے چلا آیا۔

کرشل کو اس کے بارے میں مفصل رپورٹ دی۔ کرشل اب مجھ پر آنکھیں بند کر کے اعتبار کرنے لگی تھی۔ میرا اس سے تعلق بہت عزیز تھا۔ وہ ہر طرح سے میری دلجوئی میں لگی رہتی تھی۔ زیبی کے بارے میں اکثر گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ ایک دن کرشل نے مجھ سے پوچھا۔

"مگر اس تمام کارروائی میں تمہارا اپنا کام تو رک گیا ہے؟" "زیبی کی تلاش کے لیے تم اس سلسلے میں کیا کر رہے ہو؟"

"دراصل کرشل میں نے زیبی کی تلاش کے لیے طویل عرصے تک انتھک مشقتیں، اتنی مصیبتیں اٹھائی ہیں کہ بعد میں بات میرے بس سے باہر ہو گئی تھی اور مجھے یوں محسوس ہونے لگا تھا جیسے میں کبھی اسے حاصل نہیں کر سکوں گا۔ کم بخت ترلوکا آخری بار بھی میرے ہاتھ سے بچ گیا۔ اتنا شاطر اور اتنا خوفناک آدمی اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ حالانکہ جرائم کی دنیا میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ ترلوکا میرا خیال ہے، ریلوے سنگھ کا دہرا روپ ہے، بلکہ یوں سمجھ لو کہ ابھی تک اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ دراصل کرشل

ترلوکا کے سلسلے میں میں نے بہت غور و خوض کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا تھا کہ اس سے نمٹنے کے لیے مجھے اسی کے پیمانے پر کام کرنا ہوگا۔ گولڈ مین کا نام مجھے ٹیڈی نے دیا ہے لیکن اس نام کی تنظیم سب سے پہلے سورج گرہن کو ختم کرے گی۔ اور اس کے بعد اس میں اتنی وسعت پیدا ہو جائے گی کہ یہ بین الاقوامی حیثیت سے بھی کام شروع کر دے گی۔ میں نے ایک لمبی پلاننگ کی ہے۔ یہی نہیں کہ صرف سورج گرہن کے خاتمے کے بعد میرے قدم رک جائیں گے۔ پہلے ایک کام کر لیا جائے۔ یہ ابھی تک بہت محدود ہے۔ اگر اس کے کارندے بھی باہر نکل گئے تو پھر زیبی کو پانے کے حصول میں مشکل ہو جائے گی۔ سورج گرہن کو ختم کرنے کے بعد میں گولڈ مین کی

تنظیم کو بین الاقوامی پیمانے پر آگے بڑھاؤں گا اور اس کے تحت زیبی کی تلاش کروں گا۔ میرا ٹکراؤ براہ راست تریلوک سے ہوگا۔ ہاں یہی منصوبہ ہے میرے ذہن میں۔ اور میری زندگی کا صرف یہی مقصد ہے۔

"اور اس مقصد میں، میں تمہاری شریک ہوں نواز، مجھے خود سے الگ مت سمجھنا۔"

"نہیں کوشل، تمہیں خود سے الگ سمجھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ تم تو مجھے حوصلہ دیا ہے اور حقیقت تمہارا ساتھ میرے لیے بڑا مبارک ثابت ہوا ہے، کم از کم مجھے اپنی تنہائیوں سے تو نجات ملی۔ جو میری روح پر مسلط رہتی تھیں۔ میں تم سے خلوص دل سے ہر موضوع پر گفتگو تو کر سکتا ہوں۔ اس امید کے ساتھ کہ تم میرے ہر دکھ میں برابر کی شریک ہو۔"

"یہ الفاظ کہنے کے نہیں ہیں نواز، یوں سمجھو تمہارا دکھ میرا دکھ ہے۔ بہت طویل پروگرام ہے تمہارا۔ کیا تمہیں اتنے آدمی بآسانی دستیاب ہو سکیں گے؟"

"میرا خیال ہے بہت زیادہ گھبراہٹوں میں جانے سے کام نہیں بنتا۔ ہم اپنے معیار کے لوگوں کو تلاش کرتے رہیں گے۔ تو وقت تیز رفتاری سے آگے بڑھ جائے گا اور ہم اس کا ساتھ نہ دے سکیں گے۔ اس لیے جو لوگ ہاتھ لگ رہے ہیں، انہی کے ذریعے کام جاری رہنا چاہیے۔"

"اس دوران اپنے آپ کو مشغول رکھو گے۔"

"ہاں۔ یہ ضروری ہے کہ ہم دوسرے لوگوں کو اپنے بارے میں پتا نہ لگنے دیں اور ایک مخصوص وقت کا انتظار کریں۔"

کوشل نے مجھ سے اتفاق کیا تھا۔ درحقیقت ہمارے لیے یہ وقت گزارنا بہت ہی مشکل تھا۔ زندگی کو ایک دائرے میں رکھ کر خود اس سے گریز کرتے رہنا دنیا کا مشکل ترین کام ہے۔ ٹیڈی اپنے مشن پر نکل گیا تھا۔ اس نے کئی شہروں سے مجھ سے رابطہ قائم کیا اور مجھے بتایا کہ وہ اپنے کام میں مسلسل کامیابی حاصل کر رہا ہے اور گولڈ مین کا نام بے شمار گروہوں کے ذہنوں میں محفوظ ہو چکا ہے۔ بہترین محفوظ ہو چکا ہے بلکہ گولڈ مین کے لیے کام کرنے پر اپنے آپ کو مکمل طور پر آمادہ کر چکے ہیں۔ اس سلسلے میں ٹیڈی مجھ سے رقومات بھی طلب کرتا رہا تھا جو میں نے اس کی خواہش کے مطابق اسے ادا کر دی تھیں۔ جہاں بھی اس نے چاہا تھا۔

یہ کام تقریباً ڈھائی ماہ تک جاری رہا۔ ڈھائی ماہ کے بعد ٹیڈی نے مجھ سے ملاقات کی اور عجیب سے مطمئن انداز میں میرے سامنے پہنچ گیا۔

"گولڈ مین کا نام اب ہندوستان بھر میں مشہور ہے۔ تمام لوگ اس بات کے منتظر ہیں کہ گولڈ مین کے نام پر آپریشن شروع کریں۔ جب بھی آپ اس کی ہدایت دیں گے کام شروع کر دیا جائے گا۔"

"گڈ۔ ٹیڈی ویری گڈ۔ بمبئی میں ہمارے آرگنائزیشن کی کیا پوزیشن ہے؟"

"بمبئی میں ہمارا خاص آدمی راکا ہے۔ راکا جو ہر کے علاقوں کا دادا ہے۔ لیکن اس وقت بمبئی میں اس کا نام گونج رہا ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ راکا میرا کلاس فیلو رہ چکا ہے۔ مجھ سے بہت اچھی طرح پیش آیا۔ اور جب میں نے اسے تمام تفصیلات بتائیں تو وہ کہنے لگا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکا وہ اس نام کو امر بنانے کی کوشش کرے گا۔"

"ویری گڈ۔" اچھا اب یہ بتاؤ کہ اگر ہم ان لوگوں کو خفیہ پیغامات بھیجنا چاہیں تو کس طرح بھیج سکتے ہیں؟"

"ٹیلیفون پر۔ ہم نے اس سلسلے میں ایک دوسرے سے رابطہ رکھنے کے انتظامات کر لیے ہیں۔"

"ہمیں دراصل وسیع رینج کے ٹرانسمیٹروں کی ضرورت ہوگی۔ ٹیڈی اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہو؟"

"ہندوستان میں ایسے ٹرانسمیٹروں کی فراہمی ممکن نہیں ہے۔ باہر ہی سے منگوانے پڑیں گے۔" ٹیڈی نے جواب دیا۔

"تو اس کا انتظام کرو۔ کیا آسانی سے یہ بندوبست ہو سکے گا؟"

"ہاں۔ ہاں کیوں نہیں۔ میرا خیال ہے۔ اگر ہم سنگاپور سے رابطہ کریں تو ہمارا یہ کام بآسانی ہو جائے گا۔"

"گڈ۔ تو تم یہ کوشش بھی کر لو۔ اور سب سے پہلے راکا سے رابطہ قائم کر کے یہ معلوم کرو کہ بمبئی میں سورج نرائن کی کیا سرگرمیاں چل رہی ہیں۔ اور اس کے کتنے آدمی وہاں ہیں۔ اور کون کون اس وقت وہاں کام کر رہا ہے؟"

"ٹھیک ہے راکا سے یہ بات معلوم ہو جائے گی۔"

"اس کے علاوہ دوسرے شہروں میں تمہارے نمائندے جتنے ہیں، ان سب سے بھی یہ معلوم کرو کہ سورج نرائن سے وہ کس حد تک واقف ہیں اور اس کے بارے میں کیا کیا جانتے ہیں۔"

"اس کام کے لیے مجھے کتنا وقت دیا جائے گا مسٹر اسکر؟"

"تم کتنا وقت لینا چاہتے ہو؟"

"میرا خیال ہے تھوڑا سا غیر محدود وقت دے دیا جائے اور تمام پروگراموں کی تفصیل میں ایک ہفتے کے بعد اسی دن آپ کو بتا دوں گا۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے" میں نے جواب دیا اور ٹیڈی چلا گیا۔ کوشل بھی اس دوران وہاں موجود رہی تھی اور یہ تمام گفتگو سنتی رہی تھی۔ ٹیڈی کو اس بات کا اچھی طرح علم تھا کہ کوشل میری دست راست ہے، ویسے گولڈ مین کے بارے میں اس نے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔

میرا خیال تھا کہ اس کے ذہن کے کسی گوشے میں یہ بات ممکن ہے موجود ہو کہ میرا خود بھی گولڈ مین سے کوئی خصوصی تعلق ہے یا پھر میں ہی گولڈ مین ہو سکتا ہوں۔ لیکن ٹیڈی میں یہ خوبی پائی جاتی تھی کہ وہ ضرورت سے زیادہ بات نہیں کرتا تھا۔ اسے جو کام دیا جاتا وہ اس کی انجام دہی میں مصروف ہو جاتا تھا۔

کوشل نے کہا۔

"گولڈ مین اچھا نام ہے کسی تنظیم کے لیے بہت عمدہ ہے اس کے تحت ہم سورج نرائن کے خلاف کام کر سکتے ہیں۔"

"بس اب تم تماشا دیکھو کوشل۔ مرادھن سنگھ پر بڑا وقت آنے والا ہے! لیکن مجھے تم سے کچھ شکایت ہے۔"

"کیسی شکایت؟"

"میں تمہاری آنکھوں میں کرب نہیں دیکھ سکتا کوشل۔ تمہارا اس طرح ہونا ہو تو میرے ارادے کمزور پڑنے لگتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں، ایسا کیوں کرتی ہو کوشل۔" میں نے کہا اور کوشل سسک پڑی۔

"مجھے روپا بہت یاد آتی ہے نواز۔ نہ جانے کس حال میں ہوگی۔ وہ اب کتنی بڑی ہو گئی ہوگی۔ اس کائنات میں میری ایک ہی بہن ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں ہے میرا۔" اس نے سسکتے ہوئے کہا۔

"میں تم سے کہہ چکا ہوں کوشل۔ دل میرا بھی روتا ہے۔ تمہیں اپنی کہانی سنا چکا ہوں۔ سب کچھ کھونے کے بعد زیبی کو پایا تھا اس طرح گم ہو گئی وہ۔ جیسے اس کا وجود ہی نہ ہو۔ مجھے بھی تو دیکھو کوشل۔"

"سوری نواز۔ سوری۔" اس نے آنسو خشک کرتے ہوئے کہا۔

"اس کے باوجود میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کوشل کہ اس وقت تک زیبی کا نام نہیں لوں گا جب تک روپا کو تمہارے حوالے نہ کر دوں۔"

کوشل مجھے دیکھتی رہی۔ پھر درد بھرے لہجے میں بولی۔ "میں تمہیں اس محبت، اس ایثار کا کیا صلہ دوں گی نواز۔ خالی ہاتھ ہوں میں۔ کچھ بھی تو نہیں ہے میرے پاس۔"

"تمہاری یہ پیار بھری مسکراہٹ میری کاوشوں کا صلہ ہے کوشل۔ مسکراہٹوں سے میری ہمت بڑھاتی رہو۔ ٹوٹ گیا تو پھر کبھی نہ جڑ سکوں گا۔"

"نہیں نواز۔ میرے۔ میرے۔ میں تمہیں ٹوٹنے نہیں دوں گی میرے محبوب۔ میں۔۔" وہ ایک دم رک گئی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات ابھر آئے۔ پھر وہ بولی۔ "کیا میں تمہیں محبوب کہنے کے قابل ہوں؟"

میرے اندر کوئی چیز چٹخنے لگی تھی۔

ہنگاموں کا دور شروع ہو گیا تھا۔ پچھلے دنوں ذہن پر جو جمود طاری ہو گیا تھا اب اس کا نشان بھی نہیں تھا کوشل نے مجھے بھائی کہہ کر دل کے پھپھولے کھول دیئے تھے میں نے اس سے کہا کہ جب ہم دونوں کے درمیان یہ رشتہ قائم ہو چکا ہے تو کوشل کو صرف میری بہن کی حیثیت سے ہی رہنا چاہئے۔ اس نے روتے ہوئے کہا تھا۔

"ابھی نہیں بھیا۔ روپا مل جائے اس کے بعد جو تم کہوگے مان لوں گی۔"

"تم کیا کرنا چاہتی ہو کوشل۔۔؟"

"جس عظیم پروگرام کا تم نے آغاز کیا ہے اس میں تمہارے شانہ بشانہ رہنا چاہتی ہوں۔"

"لیکن کوشل۔۔؟"

"نہیں تو نہ بھیا میری یہ بات مان لو۔"

"ٹھیک ہے کوشل لیکن اب تم ایک بھائی کی عزت ہو اس کا خیال رکھنا۔"

"اطمینان رکھو بھیا۔"

کام جاری ہو چکا تھا۔ پنڈی نے لیے ایسے پہرے شامل کر دیئے تھے میرے ساتھ کہ مجھے اللہ پر فخر تھا، میں نے ان لوگوں کے جال چاروں طرف پھیلا دیئے تھے اور ان کے ذریعہ مجھے سورج گرہن کی کارکردگی کے بارے میں معلومات حاصل ہو رہی تھیں۔ مجھے علم ہوا تھا کہ سورج گرہن منشیات ہیروں سونے اور ایسی تمام اشیاء کی اسمگلنگ کرتی ہے جن سے زبردست آمدنی ہوتی ہے اس میں اجناس اور دوسری چیزیں بھی شامل ہوتی ہیں۔ ملک میں اشیائے صرف کی ضروری چیزوں کی قلت پیدا کی جاتی ہے اور پھر ان کی بلیک مارکیٹنگ کرتی ہے۔

میں نے ایک پورا محکمہ قائم کر دیا جس کا کام ان اشیاء پر نگاہ رکھنا تھا اس کے علاوہ میرے ایک دوسرے محکمے کے لوگ اس کام پر مامور ہو گئے کہ سورج گرہن کے مال پر نگاہ رکھیں کون سا مال کہاں سے آ رہا ہے کون لا رہا ہے۔ میں ان لوگوں کو راستے میں دیکھنے کی کوشش کرتا تھا اور کئی بار اس میں کامیاب ہو گیا تھا۔ مجھے علم ہو گیا تھا کہ سورج گرہن اب گولڈ مین کی طرف متوجہ ہو گئی ہے اور اس کے بارے میں تشویش کا شکار ہے۔ اپنی رہائش کے لیے میں نے ایک شاندار کوٹھی منتخب کی تھی جہاں میں راجہ کے نام سے رہتا تھا۔

اس کوٹھی کی شان کسی راجہ کے محل سے کم نہیں تھی بلاشبہ کی پوری فوج یہاں موجود تھی بظاہر عام قسم کے ملازم نظر آنے والے یہ لوگ درحقیقت بہترین محافظ تھے۔ سیٹھ کردار میری زندگی میں داخل ہو چکے تھے اور ان کے ذریعہ گولڈ مین کامیابی سے کام کر رہی تھی۔

کوشل اب کماری کے نام سے یاد کی جاتی تھی، ہم نے اپنے حلیے بدل لیے تھے۔ غلام سیٹھ کی دی ہوئی دولت کام میں استعمال ہو رہی تھی اور ہم نے تہلکہ مچا دیا تھا۔

گولڈ مین صرف ایک نام تھا۔ اور بہت سارے لوگ اس کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ لیکن مجھے یاد صرف کسی کی تھی، صرف رادھن سنگھ کی جس کے قبضے میں روپا تھی لیکن ترلوکا کو میں اس وقت چھوڑنا چاہتا تھا جب رادھن سنگھ کا وجود مٹا دوں۔

اس طرح میں اب مضبوطی سے قدم جما چکا تھا اور میرے ہزاروں نمائندے پورے ایشیا میں پھیل گئے تھے۔ بڑی بڑی جگہوں سے خبریں آتی تھیں جن کا تعلق مختلف امور سے تھا۔

چنانچہ میری کرشل سیکریٹری وینا ناتھ نے جو ایک دیسی عیسائی لڑکی تھی مجھ سے کہا۔

"چیف۔ ڈپٹی ولسن آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ یہ شخص ہمارا ہانگ کانگ کا نمائندہ ہے۔"

"میرے پاس کونسا وقت ہے اس کے لیے۔۔؟"

"چیف آج رات آٹھ بجے آپ خالی ہیں۔"

"تم نے ملاقات کنفرم کر دی۔؟"

"آپ کی اجازت کے بغیر کیسے کر سکتی تھی سر۔" سیکریٹری نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ کم از کم تم نے یہ تو معلوم کر لیا ہو گا کہ رات کو آٹھ بجے میں فری ہوں۔"

"جی ہاں جناب۔ میں نے اس سلسلے میں پوری طرح معلومات حاصل کرنے کے بعد ہی آپ سے رابطہ قائم کیا ہے۔"

"ڈپٹی ولسن سے تم نے کیا کہا۔"

"سر یہی کہ اگر آپ کی طرف سے مجھے اجازت مل گئی تو میں ٹیلی فون پر اس سے میٹنگ کا وقت طے کر دوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ شام کو اسے ہمارے پاس کھانے کے لیے بھیج دو۔ میں نے اس سلسلے میں چند لوگوں کو اور مدعو کیا۔ ہانگ کانگ کے نمائندے کی آمد کی وجہ ہی اہمیت کی حامل ہو سکتی تھی۔ بہرصورت رات کو آٹھ بجے میرے خاص خاص آدمی اس میز کے گرد جمع ہو گئے جس پر میٹنگ ہونی تھی ڈپٹی ولسن نے مجھے بتایا۔

"سر ہانگ کانگ کی منشیات کا ایک بہت بڑا سمگلر فیڈرو کاٹن سورج گرہن کے نمائندوں سے ملاقات کرنے کے لیے آ رہا ہے۔ سورج گرہن سے اس کا باقاعدہ کاروبار ہے اور اکثر یہ ہندوستان اور اس کے نواح میں تیار ہونے والی گانجے چرس اور افیون کی بنی ہوئی اشیاء سورج گرہن سے خریدتا ہے اس بار بھی وہ اسی مقصد کے تحت آ رہا ہے۔ اور ایک بہت بڑے سودے کا پروگرام اس نے ترتیب دیا ہے۔ میں نے اس سلسلے میں مکمل معلومات حاصل کرنے کے بعد ہی یہاں تک آنے کی جرأت کی ہے۔ سورج گرہن کے پاس اس وقت تمام منشیات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے جو ایک چھوٹے سے جزیرے پر پوشیدہ ہے۔ اس جزیرے تک ہماری پہنچ ناممکن نہیں ہے۔ سر فیڈرو بے حد لالچی انسان ہے اور ایک ایسے رجحان کا جو انتہائی [illegible] ہے کہ اسمگلروں کی دنیا میں اس کا نام [illegible] کاروبار میں بے ایمانی نہیں کرتا لیکن کوئی [illegible] رکھتا ہے۔"

"خوب۔ کیا پلان ہے تمہارا۔؟"

"جناب خیال میں چاہتا ہوں کہ اپنے پروگرام کے تحت اس بار فیڈرو کاٹن سے سودا ہم کریں۔" ہانگ کانگ کے نمائندے ڈپٹی ولسن نے کہا۔

"لیکن ہمارے پاس تو منشیات کا کوئی بڑا ذخیرہ نہیں ہے۔"

"ہمارے پاس تو نہیں ہے سر لیکن سورج گرہن کے پاس تو ہے۔" ڈپٹی ولسن مسکراتا ہوا بولا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"سر انتہائی نفیس قسم کی منشیات کے نمونے حاصل کرنے میں ہمیں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ یہ سودا سورج گرہن سے ہونے کے بجائے اگر گولڈ مین سے ہو تو آپ کے خیال میں مناسب نہیں ہوگا۔ ہم لوگ سورج گرہن کے ذخیرے حاصل کر لیں گے نمونے کے طور پر تھوڑی سی چیزیں فیڈرو کو دکھائی جا سکتی ہیں۔ بہرطور ہمیں اس سلسلے میں محنت کرنا ہوگی لیکن ایک بہت بڑا آدمی ہم توڑ لیں گے اور دوسری بات یہ ہے کہ سورج گرہن کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔"

"تمہاری تجویز قابل غور ہے مسٹر ولسن لیکن سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ کیا ہم سورج گرہن کا منشیات کا وہ ذخیرہ حاصل کر لیں گے۔"

"میرا خیال ہے اس سلسلے میں پلاننگ کی جا سکتی ہے جناب۔ جب کام کرنا ہی ہے تو یہ سب کچھ بھی کرنا ہی ہوگا۔" ڈپٹی ولسن نے کہا اور میں مسکرائی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔

"تم ذہین آدمی معلوم ہوتے ہو ڈپٹی۔"

"شکریہ سر۔ دراصل گولڈ مین کی تنظیم میں شامل ہونے والوں کو ایک اعزاز حاصل ہے۔"

"کیا۔؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"یہ سر کہ گولڈ مین نامی تنظیم اپنے ایک ایک کارکن پر مکمل بھروسہ کرتی ہے اور اسے اعتماد دیتی ہے کہ وہ کسی کے ہاتھوں بک نہیں سکتا۔ میں یہ بات آپ کے سامنے اس لیے نہیں کہہ رہا ہوں کہ آپ تنظیم کے سربراہ سے میری وفاداری کی باتیں کریں بلکہ ایک حقیقت ہے خاص طور سے منافع میں سے بیس پرسنٹ والا معاملہ میں سمجھتا ہوں ہر شخص کے لیے باعث دلچسپی ہے۔" اس نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ چالاک آدمی مطلب ہی مطلب میں اپنے دل کی بات کہہ گیا تھا وہ نہیں جانتا تھا کہ گولڈ مین کا سربراہ میں ہی ہوں لیکن یہ ہمارے تمام ساتھی جانتے تھے کہ میں کم از کم سربراہ کا نائب ضرور ہوں۔ میں نے گولڈ مین کی شخصیت کو چھپا رکھا تھا۔

بیس پرسنٹ کا معاملہ یہ تھا کہ کسی بھی بڑے منافع میں یا بڑے سودے میں جو شخص پیش پیش ہوتا تھا اور جو اس سلسلے میں بلا ہوتا تھا میں اسے منافع کا بیس پرسنٹ دے دیا کرتا تھا بعض اوقات یہ رقمیں بہت بڑی بڑی ہوا کرتی تھیں اور رقمیں حاصل کرنے والوں کی چاندی ہو جاتی تھی۔ اسی لیے سب کے سب پوری دلچسپی اور ہوشیاری کے ساتھ اپنا کام انجام دیتے تھے اور کبھی بھی پروگرام کو معمولی پیمانے پر نہیں لاتے تھے بلکہ اس کے سلسلے میں تمام ترکیبیں کرنے کے بعد کہ وہ کس طرح اس کام کو انجام دے سکتے ہیں مجھ تک پہنچتے تھے۔ اس طرح میں نے اپنے اوپر سے بے شمار ذمہ داریاں کم کر لی تھیں اور یہ انتہائی شاندار طریقہ تھا۔ ڈپٹی ولسن کی بات پر غور کرتے ہوئے میں نے اس سے پوچھا۔

"فیڈرو کاٹن یہاں کس وقت تک پہنچے گا۔"

"سر یہ شخص براہ راست یہاں نہیں آئے گا بلکہ یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک ہل اسٹیشن پر اترے گا اور وہیں قیام

کرے گا۔ وہیں اس کی ملاقات سورج گرہن کے نمائندے سے ہوگی اور پھر وہ نمائندہ اسے اپنے ساتھ یہاں لائے گا۔"

"خوب۔" میں نے دلچسپی سے کہا۔ "اس کے بعد؟"

"اس کے بعد سودا کیا جائے گا اور اس سلسلے میں تمام تر کارروائی کی جائے گی۔"

"تمہارے ذہن میں کوئی خاص آئیڈیا ہے ڈپٹی ولسن؟"

"ہاں، سر! آپ اگر اس میں دلچسپی لیں تو میں انتہائی احترام کے ساتھ عرض کروں گا کہ ہم اس سلسلے میں بہترین کارروائی کریں گے اور اس سلسلے میں اپنی بہترین کارروائی کے لیے میں اپنے آپ کو پیش کرتا ہوں۔"

"ڈپٹی ولسن، جیسا کہ تم جانتے ہو کہ گولڈ مین میری نوازش کرتی ہے اور پھر ان پر بھروسہ کرتی ہے۔ اس سلسلے کی تمام تر پلاننگ کر کے تم مجھے اطلاع دے سکتے ہو۔ میں تمہیں اس کی اجازت دے رہا ہوں۔"

"بہت بہتر جناب۔ تو پھر ٹھیک ہے سر! آپ مجھے دوبارہ کچھ موقع دیجیے تاکہ میں اس سلسلے کی تمام تر پلاننگ آپ کے سامنے پیش کر دوں۔" ڈپٹی ولسن نے کہا۔

"میں اپنی سکریٹری سے معلومات حاصل کرنے کے بعد تمہیں اطلاع دے دوں گا۔" معاملہ چونکہ وینا ماتھر کا تھا اور کرشل سکریٹری کی حیثیت سے یہ تمام معاملات اسے ہی طے کرنا تھے چنانچہ میں نے اسے ہدایت کر دی کہ نیا پروگرام تم ڈپٹی ولسن کو دو گی۔" وینا ماتھر نے دو تین دن مجھے کالی کی سورج گرہن کے سلسلے میں یہ انتہائی موثر کارروائی میری بھی خواہش کے مطابق تھی چنانچہ دوسرے دن شام کو جا سکے میں نے ان لوگوں کی میٹنگ طلب کر لی۔ میٹنگ ہال میں، میں نے ان سب کا خیر مقدم کیا تھا۔ سب لوگ مودبانہ انداز میں اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تو میں نے ڈپٹی ولسن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں ڈپٹی، میں تمہارے پروگرام کی تفصیل جاننا چاہتا ہوں۔"

"سر، جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ کیتھرو کائن ہانگ کانگ کا ایک آدمی ہے اور اس کی پہنچ جنوبی امریکہ تک ہے۔ بظاہر وہ ایک تاجر ہے لیکن درپردہ منشیات کی اسمگلنگ بھی کرتا ہے اور اس کی اچھی خاصی ساکھ ہے۔ اپنی فطرت کی وجہ سے وہ ایک نیک نام آدمی کی حیثیت سے مشہور ہے۔ سخت لالچی اور دوغلا قسم کا انسان ہے لیکن کاروباری امور میں صاف ستھرا اور لین دین کے معاملے میں غلط نہیں ہے۔ البتہ اتنا لالچی ہے کہ اگر کہیں ایک روپے کا فائدہ نظر آتا ہے تو فوراً ہی رخ بدل لیتا ہے۔ تعلقات وغیرہ کا اس کے ہاں کوئی ذکر نہیں ہے۔ بہرطور یہ شخص ہمارے لیے نہایت کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔"

"ہوں۔ کاروباری امور میں وہ خود گفتگو کرتا ہے؟"

"جی ہاں سر، یہ اس کا اصول ہے۔"

"اور کوئی خاص بات اس شخص کے بارے میں؟"

"کوئی نہیں جناب۔ گھاگ ہے، بزدل ہے اور مضبوط کردار کا مالک ہے۔"

"اس کا پروگرام معلوم ہو سکتا ہے؟"

"ہو چکا ہے جناب۔ اگلے مہینے کی پانچ تاریخ کو آ رہا ہے۔ ایک ہل اسٹیشن پر ایک عمدہ قسم کے ہوٹل میں قیام کرے گا۔"

"کون سا ہل اسٹیشن؟"

"بالاکوٹ۔"

"ٹھیک ہے۔ اس سلسلے میں تمہارے پاس کوئی پروگرام ہے؟"

"سر، جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ منشیات کے تھوڑے سے نمونے حاصل کر کے ہمیں اپنے پاس محفوظ کرنا ہوں گے۔ منشیات کا یہ بڑا ذخیرہ ساحل سے تقریباً ساٹھ میل دور ایک جزیرے میں پوشیدہ ہے۔ جزیرہ ایک عام تفریح گاہ کی حیثیت رکھتا ہے لیکن کچھ کمپنیوں نے وہاں اپنے گودام بنا رکھے ہیں۔ انہی گوداموں میں سے گودام نمبر دس ہے جو سورج گرہن کی ملکیت ہے، منشیات کا یہ ذخیرہ موجود ہے۔"

"دس نمبر کے گودام پر تقریباً آٹھ آدمی حفاظت پر متعین رہتے ہیں اور سورج گرہن کو کبھی اس کے سلسلے میں کوئی تشویش نہیں ہوئی ہے۔ اس کے ذخیرے وہاں آج تک محفوظ رہے ہیں۔"

"گڈ، ویری گڈ ولسن۔ اس سے آگے؟"

"چونکہ سورج گرہن کا نمائندہ ہل اسٹیشن پر کیتھرو کائن سے ملاقات کرے گا لیکن اس سے پہلے ہمیں اس تک پہنچنا ہوگا۔ ہم اسے نمونے دکھائیں گے اور اس سلسلے میں ہم قیمت پر سودا کر لیں گے۔ منشیات کے ذخیرے اسے بیچے جائیں گے جو سورج گرہن کی ملکیت ہیں۔ ہم ان ذخیروں کو حاصل کرنے کے لیے اپنے ایکشن ڈپارٹمنٹ کا سہارا لیں گے اور مجھے یقین ہے کہ ہم اس میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"کیتھرو کائن سے کس حیثیت سے ملاقات کی جائے گی؟"

"گولڈ مین کے نمائندوں کی حیثیت سے۔ اس ملاقات میں اسے ان منشیات کے بارے میں بہت سی تفصیلات بتائی جائیں گی اور جو قیمت ہم ان کو بتائیں گے وہ کافی کم ہوگی اور اس کے بعد ہم سورج گرہن کو بھی موقع دیں گے کہ وہ بھی کیتھرو کائن سے گفتگو کر لیں۔ لیکن گولڈ مین ایک پارٹی کی حیثیت سے منظر عام پر آئے گا اور کائن سے اس کی معرفت گفتگو کی جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ کیتھرو کائن پر پوری پوری نگاہ رکھی جائے۔ اور سورج گرہن کے کسی نمائندے سے اس کی ملاقات ہونے سے قبل ہم اپنے طور پر اس سے مل لیں۔"

"سر اس کے لیے بھی میرے پاس بندوبست ہے چونکہ وہ اگلے مہینے کی پانچ تاریخ کو یہاں پہنچ رہا ہے اس لیے ہمارا ایک آدمی اس کے ساتھ ہی سفر کرے گا اور یہاں تک پہنچے گا۔ یہ شخص ہمیں کیتھرو کائن کے بارے میں تمام معلومات سے آگاہ کرے گا۔"

"ہوں، سنو ڈپٹی ولسن۔ میں چاہتا ہوں کہ جب تم اس کام میں ہاتھ ڈال رہے ہو اور ہم باقاعدہ سورج گرہن کے مقابلے پر یہ پہلا کارنامہ انجام دے رہے ہیں تو ہمیں اس میں ناکامی نہیں ہونا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے سر، ایسا ہی ہوگا۔ آپ بالکل مطمئن رہیں۔" ڈپٹی ولسن نے جواب دیا اور اس کے بعد میٹنگ برخاست ہو گئی۔

میں اس نئے پروگرام سے بہت زیادہ خوش تھا اور اس سلسلے میں خود ہی آگے بڑھ کر کارروائی کرنا چاہتا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ سورج گرہن پر یہ انتہائی کاری ضرب ہوگی اور اس ضرب کے اثرات اس طرح مرتب ہوں گے کہ سورج گرہن کی ٹانگیں ہی ٹوٹ جائیں گی چنانچہ میں اپنے طور پر اس سلسلے میں کوئی بھی پہلو تشنہ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ اپنے طور پر زندگی میں نے بہت ساری پلاننگ کی اور فیصلہ کیا کہ اس کام میں مجھے ناکامی نہیں ہونی چاہیے۔ زندگی کے بے شمار مراحل پر میں اس قسم کے سودے کر چکا تھا اور بڑے بڑے لوگوں سے میری ملاقاتیں ہوئی تھیں۔ اس سلسلے میں جس قسم کا ہنگامہ ہوتا تھا اس کے بارے میں بھی مجھے معلومات حاصل تھیں چنانچہ اپنے اس کام میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آ سکتی تھی۔ میں اپنے لوگوں کو راز میں رکھ کر خود بھی کام کر سکتا تھا۔

پروگرام کچھ اور آگے بڑھا اور پھر مجھے اس سلسلے میں ایک بار اور ڈپٹی ولسن سے ملاقات کرنا پڑی۔ ڈپٹی ولسن نے مجھے نئی اطلاعات سے آگاہ کیا تھا۔

"سر، ہمارا ہانگ کانگ کا ایک آدمی کیتھرو کائن کے قریب پہنچ چکا ہے۔ اور وہ اسی طیارے سے سفر کرے گا جس سے کیتھرو کائن سفر کر رہا ہے۔"

"کیتھرو کائن کے ساتھ اور کوئی ہوگا؟"

"جی ہاں۔ اس کی سکریٹری اس کے ساتھ ہوگی۔"

"گڈ۔ تو پھر ڈپٹی ولسن ہم بھی بالاپور جائیں گے اور وہیں اسی ہوٹل میں قیام کریں گے جس میں کیتھرو کائن قیام کرے گا۔ فوری طور پر اس ہوٹل میں ہمارے لیے جگہ مخصوص کرا دو۔"

"اس ہوٹل کا نام ڈاؤنٹاپ ہے سر اور انتہائی اعلیٰ معیار کا ہوٹل ہے۔ آپ نے کیا بالاپور دیکھا ہے؟"

"نہیں بھائی۔ میں نے نہیں دیکھا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ولسن مسکرانے لگا۔ سوالاً کہ وہ میری بات کا مطلب نہیں سمجھ سکا تھا۔ میں تو اس سے یہ کہنا چاہتا تھا کہ ہندوستان کے بے شمار شہروں سے تو میں بالکل ہی واقف نہیں ہوں۔ بہرطور یہ میٹنگ برخاست ہو گئی اور اس کے بعد میں تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔

کرشل سے بھی اس سلسلے میں گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ بہرطور کرشل نے خود کوئی مداخلت نہیں کی تھی۔ اس نے بہ رضا و اطمینان سے مجھے اس چیز کی اجازت دے دی تھی کہ میں بالاپور چلا جاؤں۔

چنانچہ میں اپنی سکریٹری وینا ماتھر کے ساتھ بالاپور چل پڑا۔ کچھ اور آدمی پرائیویٹ طور پر میرے ساتھ تھے لیکن ان کا ہم سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

بالاپور کا میں نے نام بھی نہیں سنا تھا بہرطور یہاں پہنچ کر مجھے یہاں کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں۔ بہت ہی حسین جگہ تھی۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اسے کس طرح اتنا خوبصورت بنا دیا گیا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی ترقی یافتہ ملک کا کوئی پہاڑی مقام ہو۔

محکمہ سیاحت نے یہاں کافی کام کیا تھا۔ فضا اس قدر

کہر چھایا ہوا تھا جو موسم میں ایک حسین اضافہ کر رہی تھی ضروری معلومات میں چند منٹ سے زیادہ نہیں لگے اور ہم لوگ ہوٹل کی طرف چل پڑے۔

صاف ستھری کشادہ سڑکوں کے دونوں طرف دور دور تک سبزہ پھیلا ہوا تھا جو اس ہلکی سی دھند میں بڑا خوبصورت نظر آ رہا تھا۔ موسم طبیعت پر اثر انداز ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور ایک طرح کی جولانی پیدا ہو گئی طبیعت میں۔ بہت کچھ یاد آ رہا تھا اس دوران۔ بہت کچھ سوچا تھا۔ بھولی ہوئی یادیں دل میں چٹکیاں لے رہی تھیں۔ ایک چہرہ بار بار آنکھوں کے سامنے آ رہا تھا جو میرا اپنا تھا لیکن بچپن کا کہاں تھا؟

میں نے اس یاد کو اب سینے میں دفن ہی کر لیا تھا۔ کبھی کبھی اس کا تصور آنکھوں میں ابھر آتا تو میں آنکھیں بند کر لیتا تاکہ وہ تصور میرے ذہن میں نکس نہ ہو سکے۔ یہ پیچ پلٹنا ابھی تو مجھے اپنی منزل سے بے ربط کر سکتا تھا۔

ہوٹل ڈی انٹاپام کے کمپاؤنڈ میں کئی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ ان میں چند بڑا نوبت گاڑیاں بھی تھیں۔ باقی کچھ پر ہوٹل کا مونوگرام بنا ہوا تھا۔ گاڑی رکتے ہی ڈرائیور نے جلدی سے دروازہ کھولا۔ سامنے دو پورٹر کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے ان کو ٹپ دیا اور پورٹر میرے آگے آگے چل پڑے۔

میں ان کی رہنمائی میں چل پڑا۔ وینا میرے ساتھ تھی۔ لفٹ نے ہمیں دوسری منزل پر اتار دیا اور دونوں لفٹ مین ہمارے قریب پہنچ گئے۔ میں نے اچھی خاصی ٹپ اُن لوگوں کو دینا شروع کر دی تھی اور اس طرح میں یہاں اپنے آپ کو بڑی حیثیت سے متعارف کرانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

وینا میرے اس انداز پر خاموش تھی پھر وہ اپنے کمرے میں منتقل ہو گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے اس کمرے کا جائزہ لیا جس میں مجھے قیام کرنا تھا۔ کمرے کی عقبی کھڑکی کو کھولا تو دل خوش ہو گیا۔ دور تک خوشنما مناظر پھیلے ہوئے تھے دھند میں سویا سویا ماحول بہت دلکش لگ رہا تھا۔ میں چند لمحوں تک کھڑکی میں کھڑا رہا پھر اس وقت چونکا جب میرا سامان اندر آیا۔ اس بار کچھ دوسرے افراد تھے جنہوں نے میرا سامان قرینے سے الماریوں میں لگا دیا۔ پھر جب وہ کمرے سے نکلے تو ان کی جیبیں بھی گرم تھیں۔

تھوڑی ہی دیر بعد راجہ صاحب اس پورے ہوٹل میں مشہور ہو گئے۔ ہوٹل کا منیجر میرے پاس پہنچا تھا۔

"سر شرمندہ ہوں استقبال کو نہ پہنچ سکا۔ میں فارنا کا منیجر ہوں۔"

"کوئی بات نہیں منیجر۔"

"میں راجہ صاحب سے کچھ ہدایت چاہتا تھا۔ میری خوش قسمتی ہے کہ میری ملاقات راجہ صاحب سے ہو گئی۔"

"شکریہ منیجر، ہم چند روز تمہارے اس ہوٹل میں ٹھہریں گے اور یہاں تمہیں ہماری ضروریات کا خیال رکھنا ہو گا۔"

"راجہ صاحب آپ کو ضروریات کی تمام چیزیں یہاں فراہم ہو سکتی ہیں۔ آپ ہماری سروس سے خوش ہوں گے۔" میں نے منیجر کو بھی اچھی خاصی رقم دی اور وہ احتراماً جھکا اور پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔ میرے ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔ کس قدر لعنت انگیز ہے یہ دولت کس قدر نفرت انگیز ہے۔ انسان کو کس طرح خرید لیتی ہے کس طرح اسے ذلیل اور رسوا بات سے دو چار کر جاتی ہے۔ اس کی وجہ سے انسانوں کی فطرت میں وحشت پیدا ہو گئی ہے اور زمین خون کے رنگ کی ہو گئی ہے اس قابل نفرت شے سے محبت کی جاتی ہے صرف اس سے محبت کی جاتی ہے اور دنیا میں کسی کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

بہرطور میں نے یہاں آنے کے بعد جو کچھ چاہا تھا مجھے مل گیا تھا۔ راجہ صاحب کا نام پورے ہوٹل میں گونجنے لگا تو وینا نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"سر باہر تو ہنگامے ہو رہے ہیں۔"

"کیسے ہنگامے؟"

"ہر طرف راجہ صاحب کے چرچے ہو رہے ہیں یہاں ہوٹل میں مقیم مہمان بھی راجہ صاحب کے بارے میں ایک دوسرے سے معلومات حاصل کر رہے ہیں۔ پوچھ رہے ہیں کہ راجہ صاحب کا تعلق کون سی اسٹیٹ سے ہے۔"

"گڈ وینا۔ تمہارا کیا خیال ہے اس سلسلے میں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"میرا خیال ہے سر یہ سب ہمارے پروگرام کا ایک حصہ ہے۔"

"ہاں۔ تم ان چرچوں کی وجہ بھی سمجھ رہی ہو گی۔"

"یس سر، اس وقت سے جب آپ نے ڈرائیور اور پورٹروں کو ٹپ دی تھی۔"

"ہاں وینا۔ میں جانتا ہوں کہ جب گیمبرو کاؤنٹ یہاں پہنچے تو راجہ کا نام اس کے لیے اجنبی نہ ہو۔"

"مجھے اندازہ ہے سر۔" وینا اس بات سے بہت مطمئن ہوں۔"

"تم سے تو کسی نے ملاقات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی؟"

"نہیں۔ صرف منیجر آیا تھا اور وہ راجہ صاحب کی ضرورتوں کے بارے میں معلومات حاصل کر رہا تھا۔"

"گڈ۔ بہرطور یہ سخاوت جاری رہے گی۔ ہم نے اس سلسلے میں کافی بجٹ رکھا ہے اور ہاں وینا رات کا کھانا ہم ڈائننگ ہال میں کھائیں گے۔ اس سے قبل ہم اپنے کمرے میں رہیں گے۔" میں نے کہا۔

"او کے سر۔" وینا نے جواب دیا۔ اس کے جانے کے بعد میں سستاتا رہا۔ اور کھڑکی کے پاس کھڑا باہر کے ماحول اور موسم کو دیکھتا رہا۔

طبیعت میں کسی قدر سستی سی پیدا ہو گئی تھی بہرحال شام کو نیچے میں آ گیا۔ وینا نے منیجر کو میرے پروگرام سے آگاہ کر دیا تھا۔ ڈائننگ ہال کے ایک خوشنما گوشے میں میرے لیے میز لگائی گئی تھی میرے اطراف میں بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے لیکن میں ان سے کافی فاصلہ کر دیا گیا تھا۔ میرے آدمی بھی یہاں مستعد تھے۔

وینا ایک اور میز پر جا بیٹھی تھی۔ بالائی ہال میں نے کئی غیر ملکیوں کو بھی دیکھا تھا اس ہوٹل میں بھی کئی غیر ملکی مقیم نظر آئے تھے۔ بہرطور ہوٹل کا ماحول بلاشبہ کسی غیر ملکی ہوٹل کے ماحول سے کم نہیں تھا۔ مجھے تعجب تھا کہ بالائی ہال کا اس قدر حسین کس طرح بنا دیا گیا۔ اس سے قبل تو اس کے بارے میں کوئی خاص بات نہیں سنی تھی جس سے اس کا نام میرے ذہن میں آتا۔ موسیقی کی لہریں ابھر رہی تھیں۔ ہال میں چراغاں بکھری ہوئی تھیں۔ چوبی فرش کے دوسرے سرے پر اسٹیج بنا ہوا تھا اور سازندے اپنے کام میں مصروف تھے۔ میں اس موسم سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ بہت سی نگاہیں مجھ پر مرکوز تھیں اور میں دل ہی دل میں مسرور تھا کہ میرا پروگرام نہایت ہی کامیابی سے اپنا سفر طے کر رہا تھا۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایک دراز قامت لڑکی اپنی جگہ سے اٹھی اور میرے نزدیک پہنچ گئی۔ بہت سی نگاہیں میری طرف اٹھ گئیں لیکن کسی نے بھی اتنی جرأت نہیں کی تھی۔ لڑکی بلاشبہ حسین تھی اور ایک خوبصورت ساڑھی میں ملبوس تھی اس کے بال انتہائی لمبے تھے اور دراز قامت ہونے کے باوجود بال اس کی پنڈلیوں تک آ رہے تھے انتہائی نفیس خوشبو استعمال کی تھی اس نے۔

"میں آپ کے ساتھ رقص کی خواہش مند ہوں۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"سوری مس۔ مجھے رقص نہیں آتا۔"

"پھر بھی کیا میں آپ کے ساتھ کچھ وقت گزار سکتی ہوں۔"

"تشریف رکھیے۔" میں نے کسی قدر سرد لہجے میں کہا۔ لڑکی کے بارے میں مجھے کوئی خاص اندازہ نہیں ہو سکا تھا البتہ اتنا میں جان گیا تھا کہ بس یونہی سی لڑکی ہے۔ وہ کافی دیر تک مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوشش کرتی رہی لیکن جب اس نے میری طرف سے کوئی توجہ نہیں پائی تو اداس سی اٹھ گئی۔

بہرطور ظاہر ہے میں کسی قسم کی لغویت میں دلچسپی نہیں لے سکتا تھا بہت سی ایسی ضروریات تھیں جن کی وجہ سے کسی اجنبی کو میرے سامنے نہیں آنا چاہیے تھا۔

دوسرے دن وینا نے مجھے ڈیبی ولسن کے حوالے سے اطلاع دی کہ سوریج گرین کے دو آدمی یہاں مقیم ہیں اور گیمبرو کاؤنٹ کا انتظار کر رہے ہیں۔

"تم ان لوگوں کے بارے میں اندازہ لگا سکے ہو؟"

"نہیں جناب۔ کوئی خاص نہیں دونوں ہی مقامی آدمی ہیں ویسے خاصے ذہین اور تعلیم یافتہ معلوم ہوتے ہیں ایک ہی کمرے میں دونوں رہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ ان پر نگاہ رکھو۔ اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرو کہ ان کا تعلق کن کن لوگوں سے ہے کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ تم ان کا ٹیلی فون ٹیپ کر لو۔"

"ٹیلی فون ٹیپ کر لیا گیا ہے جناب۔" ڈیبی ولسن نے جواب دیا۔

"ویری گڈ ولسن۔ تم واقعی اپنا کام بہت سلیقے سے کر رہے ہو۔" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔

"شکریہ جناب۔" ڈیبی ولسن نے جواب دیا۔ باقی معاملات جوں کے توں چلتے رہے ہوٹل ڈی انٹاپام کی تفریحات میرے لیے بے مقصد تھیں میں نے اپنی شخصیت کو اس لیے منظر عام پر پیش نہیں کیا تھا کہ حسین لڑکیوں کا جھمگٹ اپنے اردگرد لگا لوں بلکہ میرا مقصد صرف یہ تھا کہ جب گیمبرو کاؤنٹ یہاں آئے تو میری ذات اس کے لیے اجنبی نہ ہو بلکہ میں ایک نام کی حیثیت سے اس سے روشناس ہو چکا ہوں۔

لیکن یہاں مزید لڑکیاں دامن گیر تھیں بہت سی ایسی لڑکیاں مجھ سے دوستی کی خواہش مند ہو گئیں جن کا تعلق خود بھی اچھے گھرانوں سے تھا وہ طرح طرح سے میرے قریب آنے کی کوششیں کرتی رہتی تھیں اور میرے ذہنوں کے بیروا ایک ذمہ داری یہ بھی آگئی تھی کہ وہ انہیں مجھ سے دور رکھیں۔

بالآخر خدا خدا کرکے وہ وقت آگیا جب کیتھرو کاؤنٹ کو یہاں پہنچنا تھا۔ مجھے اس کی آمد کے سلسلے میں تمام تر معلومات فراہم ہو گئی تھیں اور میں کیتھرو کاؤنٹ کو میں نے اپنی آنکھوں سے اس ہوٹل میں آتے دیکھا۔ ایک نوجوان درازقامت لڑکی اس کے ساتھ تھی جو بلاشبہ انتہائی پرکشش شخصیت کی مالک تھی اس کے بال خوبصورت سنہرے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ ہلکا سا سبز رنگ اس کے بیضوی چہرے پر بہت شوٹ کرتا تھا۔ لباس بھی بہت نفیس پہنا ہوا تھا۔ اس نے اور بھی چند لوگ تھے جو بہرحال یہاں مقیم ہو گئے۔

سو ہم گر ان کے نمائندے اس کے ساتھ ساتھ لگے ہوئے تھے۔ میں نے وینا ماتھر کو اس پروگرام پر لگا دیا کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ رہنے کی کوشش کرے اور وینا ماتھر اپنی مصروفیات میں مصروف ہو گئی۔

بالاپور جیسی غیر معروف جگہ پر اتنا بڑا ہوٹل کی موجودگی بڑی حیرت انگیز تھی لیکن بعد میں مجھے یہاں کے بارے میں تفصیلات معلوم ہونے لگی تھیں بعض معاملات میں یہ علاقہ خاصی اہمیت کا حامل تھا جس کی وجہ سے یہاں غیر ملکی بھی آتے رہتے تھے۔

بہرطور دوسرا دن گزر گیا اور رات کی شام کو میں جب ڈائننگ ہال میں پہنچا تو کیتھرو کاؤنٹ بھی وہاں موجود تھا اس کی ساتھی لڑکی اس کے قریب بیٹھی تھی اور دلچسپ بات یہ تھی کہ وہ دونوں میری ہی طرف دیکھ رہے تھے۔

میں کافی دیر تک ہال میں رہا اور پھر ہال کے پروگرام شروع ہو گئے۔ میں نے ہال کے پروگراموں میں شرکت نہیں کی تھی۔

تیسرے دن صبح ہی صبح وینا نے مجھے اطلاع دی۔

"سر آج ان کی سیکرٹری مجھ سے ملی تھی۔"

"گڈ۔ گویا کام شروع ہو گیا۔"

"ہاں سر ایسا ہی لگتا ہے۔ ویسے ان لوگوں کا یہاں ایک ہفتہ گزارنے کا پروگرام ہے۔ اس دوران کیتھرو کاؤنٹ نے ان لوگوں سے معذرت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ابھی وہ کاروباری گفتگو فوراً ہی نہیں شروع کرنا چاہتا۔ کچھ دن آرام کرنا چاہتے ہیں۔"

"لڑکی سے براہ راست ملاقات ہوئی تمہاری۔"

"ہاں۔ وہ یہ جان کر مجھ سے ملی ہے کہ میں آپ کی سیکرٹری ہوں۔"

"خوب۔ گویا کام ہماری توقع کے مطابق ہو رہا ہے۔"

"یقیناً سر۔ وہ آپ کے بارے میں بڑی تجسس ہے آپ کی شخصیت کے بارے میں بڑی کرید تھی اس کو اور پوچھ رہی تھی کہ راجہ صاحب کا تعلق کون سی اسٹیٹ سے ہے کافی گفتگو کرتی رہی ہے مجھ سے۔ آپ کے کاروبار کے بارے میں، ریاست کے بارے میں، میں نے اسے بتا دیا کہ راجہ صاحب کی ریاست تو ختم ہو چکی ہے لیکن وہ کسی راجہ سے زیادہ ہی دولت مند ہیں۔"

"اس نے اپنے بارے میں بھی کچھ بتایا؟"

"اپنے بارے میں نہیں بلکہ اپنے باس کے بارے میں گفتگو کرتی رہی۔ کیتھرو کاؤنٹ کی تفصیلات بتاتے ہوئے اس نے کہا کہ اس کا کاروبار دنیا کے بیشتر ممالک میں پھیلا ہوا ہے اور یہاں وہ ہلکے پھلکے کاروباری دورے پر آئی ہے۔ میرا خیال ہے سر بہت جلد کام کی بات شروع ہو جائے گی۔" میں نے حالات کا اسی طرح اندازہ لگا رہی ہوں۔" میں نے وینا کی بات سے اتفاق کیا تھا۔ اسی شام پانچ بجے کے قریب اس نے ایک بار پھر مجھے مخاطب کیا اور بیٹھ گئی۔

"سر۔ مسٹر کیتھرو کاؤنٹ کی سیکرٹری مس جولیس میرے پاس آئی ہوئی ہیں کیتھرو کاؤنٹ ایک بین الاقوامی تاجر ہیں ان کا قیام اسی ہوٹل میں ہے وہ آج ڈنر پر آپ سے ملاقات کے خواہش مند ہیں کیا آپ انہیں وقت دے سکیں گے۔" میں نے کہا کہ اس وقت کیتھرو کاؤنٹ کی سیکرٹری وینا کے پاس آئی ہے، کیونکہ وینا کا گفتگو کرنے کا انداز یہی بتا رہا تھا۔

"ہم صرف ایک شرط پر ان سے ملاقات کر سکتے ہیں۔"

سیکرٹری۔

"وہ کیا سر۔؟"

"ڈنر ہماری طرف سے ہوگا کیونکہ وہ ہمارے یہاں مہمان ہیں۔"

"اوہ۔ سر میں اس سلسلے میں ان کی سیکرٹری سے گفتگو کیے لیتی ہوں۔" وینا نے کہا اور تھوڑی دیر اس سے گفتگو کرنے کے بعد بولی۔

"سر۔ مس جولیس کا کہنا ہے کہ وہ ان کے باس اس کے لیے تیار ہو جائیں گے اگر آپ کی یہ خواہش ہے تو وہ خود بھی آپ کے پاس ڈنر پر حاضر ہو جائیں گے۔"

"بس۔ ان سے کہو کہ یہ ڈنر ہمارے ساتھ کریں۔"

"شکریہ ادا کر رہی ہیں مس جولیس۔" وینا نے بتایا اور اس کے بعد سلسلہ منقطع ہو گیا۔

رات کو ڈنر کے لیے ہال کے ایک گوشے میں خصوصی انتظامات کیے گئے تھے۔ میں نے بڑی نفاست سے خود کو تیار کیا اور اس کے بعد ہال میں پہنچ گیا۔ مسٹر کیتھرو کاؤنٹ اور ان کی سیکرٹری جولیس نے میرا استقبال کیا۔ بڑی گرمجوشی سے مسٹر کاؤنٹ سے ملا۔ مسٹر کاؤنٹ کہنے لگے۔

"مجھے آپ کے بارے میں معلومات ہوئی ہیں راجہ صاحب دراصل ہندوستان میرے لیے اجنبی نہیں ہے۔ ایک راجہ کی جو شان ہوتی ہے آپ میں وہ تمام چیزیں موجود ہیں۔"

"شکریہ مسٹر کیتھرو۔ یہ آپ کی محبت ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ راجاؤں کا وجود کہاں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اس کے باوجود یہاں کے راجہ بہت بڑی حیثیت رکھتے ہیں۔" وہ مسکرایا۔

"ہاں۔ انھیں اپنی حیثیت قائم رکھنے کے لیے اپنی سطح کو چھوڑ کر بہت نیچے آنا پڑا ہے مسٹر کیتھرو۔" میں نے اس کے نزدیک بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"بہتر ہے کہ نہ سمجھیں۔" میں نے جواب دیا اور کیتھرو مجھے دلچسپ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"بہرطور میں آپ سے بڑی انسیت سی محسوس کرنے لگا ہوں ہم دونوں ایک دوسرے سے متعارف ہو جائیں تو کیا حرج ہے۔"

"سیکرٹریوں کی زبانی ہمیں ایک دوسرے کے بارے میں معلومات حاصل ہو چکی ہوں گی میرا کاروبار بہت بڑا نہیں ہے لیکن میں بھی کچھ کاروبار کرتا ہوں۔"

"بہرطور بہت دلچسپ آدمی ہیں آپ راجہ صاحب۔" کیتھرو کہنے لگا۔

"شکریہ۔" میں نے جواب دیا۔

"کیوں نہ کبھی ہم دونوں مل جل کر بھی کوئی کاروبار کریں کیا خیال ہے آپ کا۔"

"کیوں نہیں۔ ظاہر ہے کہ ہم کاروباری طور پر بھی ملاقات کر سکتے ہیں۔"

"بالکل۔ بالکل۔ سچا کاروباری وہی ہے جو کسی بھی موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ ویسے آپ میرے لیے کیا کر سکتے ہیں؟"

"میں نہیں جانتا کہ آپ کون کون سی چیزوں میں دلچسپی رکھتے ہیں میرے گودام بھرے پڑے ہیں، دنیا کا ہر سامان مل جاتا ہے ہاں اگر آپ کسی خاص چیز میں دلچسپی رکھتے ہوں تو ضرور مجھے بتائیں۔" میں نے کہا۔ اور کیتھرو کسی قدر چونک کر مجھے دیکھنے لگا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"معاف کیجئے گا راجہ صاحب۔ یہ دور ذرا مختلف ہے۔"

"ہاں۔ میں اس مختلف دور سے ناواقف نہیں ہوں۔"

"میں بیرونی کاروبار کے علاوہ اندرونی کاروبار بھی کرتے رہتے ہیں۔"

"آپ ایک کاروباری کے سامنے ہیں جس اس چیز سے کیسے انکار کر سکتا ہوں۔"

"تو کیا آپ بھی۔؟" کیتھرو کاؤنٹ پرمسرت انداز میں بولا۔

"ہاں مسٹر کاؤنٹ۔ میں بھی۔" میں نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"تب تو میں سمجھتا ہوں کہ ہماری آپ کی ملاقات اب سے بہت پہلے ہو جانی چاہیے تھی۔"

"جب بھی ہو جائے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہے گی۔" میں نے کہا۔ کیتھرو کاؤنٹ نے ۔ ۔ ۔ پھر وہ پھر آہستہ سے بولا۔

"کیا کیا ۔ ۔ ۔ ہے آپ کے پاس۔؟"

"ہندوستان میں جو پیدا ہوتا ہے وہ سب کچھ۔"

"میں اس کی خریداری کے لیے یہاں آیا تھا آپ شاید کسی گرین سے واقف ہوں۔"

"نام سنا ہے۔"

"اس کی معرفت میرا ایک سودا ہوتا ہے آپ کے پاس کتنی مقدار مل جائے گی مجھے۔"

"کافی بڑا ذخیرہ ہے میرے پاس۔ اور میں اسے زیادہ عرصے نہیں رکھنا چاہتا تھا اور اگر آپ کو دلچسپی ہو تو بتائیے میں اسے بہت کم قیمت پر آپ کے حوالے کر سکتا ہوں۔"

"آپ کی یہ پیشکش سر آنکھوں پر لیکن ایک تسلی اور چاہتا ہوں۔"

"کیا۔؟"

"یہ کاروبار کس انداز میں ہوگا۔"

"آپ جس انداز میں چاہیں مجھے اس پر اعتراض نہیں

ہوگا۔"

"ویری گڈ۔ ویری گڈ۔ دراصل میں سمجھتا ہوں کہ یہ میری خوش بختی ہے۔ ویسے راجہ صاحب ایک بات اور جاننا چاہوں گا۔"

"جی جی فرمائیے۔"

"آپ کے پاس باقاعدہ انتظام ہے میرا مطلب ہے مال کی ڈلیوری کہیں لینا ہوگی یا۔"

"جہاں آپ چاہیں۔"

"یعنی ملک سے باہر بھی۔"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"کیا ہانگ کانگ میں آپ مجھے یہ ڈلیوری دے سکتے ہیں۔"

"یقیناً۔"

"اوہ۔ راجہ صاحب میں اعتراف کرتا ہوں کہ آپ کی شخصیت نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے افسوس ہم بہت دیر سے ملے بہرطور میں اس بات پر شرمندہ بھی ہوں کہ آپ کیا سوچتے ہوں گے میرے بارے میں۔ شاید آپ کا خیال ہوگا کہ میں آپ سے اسی لیے ملا ہوں۔"

"نہیں مسٹر کیتھرو ہماری یہ ملاقات خود بخود ہو گئی تھی اور میں اسے بڑی اہمیت دیتا ہوں البتہ کاروبار میں رازداری کا خصوصی قائل ہوں۔"

"خاص طور سے ہمارے کاروبار میں۔" کیتھرو کائن نے کہا اور قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"سورج گرہن سے آپ کے کیا معاملات چل رہے ہیں؟"

"ان کے پاس بھی ایک ذخیرہ موجود ہے اور میں اسی کے سلسلے میں یہاں آیا تھا لیکن میرا خیال ہے اگر میرا مقصد آپ سے پورا ہو جاتا ہے تو۔"

"ہاں۔ لیکن ابھی آپ اس سلسلے میں سورج گرہن سے گفتگو نہیں کریں گے آپ ان سے بھی کاروبار کریں اور ہماری قیمتوں میں کوئی فرق ہوا اور کوئی کوالٹی کی اہمیت ہو تو ہم سے ہی کاروبار کریں ورنہ جس طرح آپ کی اپنی پسند۔"

"گڈ ویری گڈ۔ یقیناً ایسا ہی ہوگا کاروباری لوگوں کو ان تمام چیزوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے آپ بالکل مطمئن رہیں۔ یقینی طور پر ہمارا یہ سودا مکمل طور پر راز میں رہے گا اور اس کے بعد ہم نے کہا۔ ہماری گفتگو ختم کر دی بہترین ڈنر دیا گیا جس میں دونوں سیکرٹریوں کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔

وشنا ماتھر خصوصی طور پر کیتھرو کائن کے قریب بیٹھی رہی تھی۔ اور بڑی کامیابی سے اس کی قربت حاصل کرنے کی کوششوں میں مصروف تھی۔ اس کی جولیش سے بھی ملاقات ہو گئی تھی سو دوسری رات اس نے مجھے بتایا کہ سورج گرہن کے دونوں نمائندوں نے کیتھرو کائن سے ملاقات کی تھی لیکن کیتھرو کائن نے انہیں کچھ بہ ہاتھ نہیں رکھنے دیا اور ان سے کہا ہے کہ وہ ابھی اس سلسلے میں کوئی گفتگو نہیں کرے گا۔ وہ آرام کر رہا ہے اسے کچھ دن کا وقت دے دیا جائے۔"

بہرطور مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ کیتھرو کائن کو میں نے اچھی طرح متاثر کر لیا ہے۔ میں نے وہاں سے واپسی کا فیصلہ کیا تو کیتھرو کائن سے میری ملاقات ہوئی۔ یہ آخری ملاقات روانگی کے وقت ہوئی تھی۔ کیتھرو کائن بڑے پرجوش انداز میں مجھ سے ملا تھا۔

"میں نے سنا ہے کہ آپ واپس جا رہے ہیں راجہ صاحب۔"

"ہاں۔ زیادہ عرصے اپنی جگہ سے باہر نہیں رہ سکتا۔ مجھے کاروباری امور بھی دیکھنا ہوتے ہیں۔"

"یقیناً۔ آپ ایک کاروباری آدمی کے سامنے ہیں راجہ صاحب بہرطور پھر اپنے سلسلے میں کیا پروگرام ترتیب دیا آپ نے۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ میں اسی مقصد کے تحت یہاں آیا تھا۔ سورج گرہن سے میرے معاملات چل رہے ہیں لیکن میں نے ان لوگوں کو کوئی تشفی بخش جواب نہیں دیا ہے اور مجھے یقین ہے اس بات پر وہ سخت حیران ہوں گے۔ لیکن ظاہر ہے میں ایک کاروباری آدمی ہوں مجھے کسی کی حیرانی سے زیادہ اپنے کاروبار سے دلچسپی ہے۔"

"مسٹر کائن۔ آپ جانتے ہیں کہ میں یہاں کسی کاروباری پروگرام کے لیے نہیں آیا تھا۔ یہ میرا ایک تفریحی پروگرام تھا لیکن اتفاق کی بات یہ ہے کہ آپ کی شخصیت نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے میں یہ سب کچھ آپ کے ساتھ کرنے کو تیار ہوں آپ جس وقت بھی تشریف لائیں گے میں آپ کا خیر مقدم کروں گا۔"

"ٹھیک ہے میں آپ کے پیچھے پیچھے وہاں پہنچ رہا ہوں ہوٹل الاسکا میں میرا قیام ہوگا وہاں آپ مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں بہتر یہ ہوگا کہ آپ اس سلسلے میں تیاریاں مکمل کر لیں اور وہیں میں آپ سے سودے کی تکمیل کر لوں گا۔" تمام گفتگو ہو گئی اور اس کے بعد کیتھرو کائن چلا گیا۔ میں نے اسی دن واپسی کا پروگرام طے کر لیا تھا۔ یہاں جس مقصد سے آیا تھا وہ پورا ہو گیا تھا چنانچہ اب یہاں رکنا بے سود تھا اسی دن ہم واپس اپنی قیام گاہ کی جانب روانہ ہو گئے۔

یہاں آنے کے بعد سب سے پہلے میں نے تھنڈی سے میٹنگ کی اور اسے تمام صورت حال سے آگاہ کر کے اس سے رپورٹ طلب کی کہ اس پروگرام کی تکمیل کے لیے ہمیں کون کون سے مراحل سے گزرنا ہوگا۔ اور اس سلسلے میں کیا الجھنیں پیش آسکتی ہیں۔"

"میرا خیال ہے چیف۔ کوئی بہت بڑی الجھن نہیں پیش آئے گی جس ذخیرے کے بارے میں آپ کو اطلاع دی گئی ہے وہاں سورج گرہن کے کئی بڑے گودام ہیں گو یہ گودام مختلف کمپنیوں کے ناموں سے حاصل کیے گئے ہیں لیکن ہماری معلومات کے تحت ان کا تعلق سورج گرہن سے ہے اور انہی میں سے ایک گودام میں منشیات کا وہ بڑا ذخیرہ موجود ہے جو سورج گرہن کافی عرصے سے جمع کر رہی ہے ان میں سے بہت سی چیزیں مختلف جگہوں سے حاصل کی گئی ہیں کچھ ایسی قیمتیں جنہیں حکومت نے اپنی تحویل میں لے لیا تھا اور بعد میں سورج گرہن کے اپنے تعلقات کام آئے اور اس نے وہ ذخیرہ اپنی تحویل میں لے لیے۔ بہرطور وہاں اس کے محافظ بھی رہتے ہیں۔ ان کی رہائش گاہ ان گوداموں سے کچھ فاصلے پر ہے اور وہ گوداموں کی نگرانی کرتے رہتے ہیں۔"

"لیکن چونکہ آج تک کبھی وہاں ایسی کوئی صورت حال پیش نہیں آئی جس کی وجہ سے سورج گرہن کو اس سلسلے میں کوئی مشکلات پیش آتی ہوں چنانچہ ہماری نگرانی میں کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے۔ اگر ہم بہترین پلاننگ کر کے وہاں آپریشن کریں تو میرا خیال ہے ہمیں بہت زیادہ وقت نہیں ہوگی ہمیں چند لانچوں کے ذریعے مختلف طریقوں سے جانا پڑے گا اور اس کے بعد یہ کارروائی مکمل ہو جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں نے کیتھرو کائن سے وعدہ کیا ہے کہ اس مال کی ڈلیوری ہانگ کانگ میں دی جائے گی۔"

"ہاں چیف۔ اس سلسلے میں ہمیں کوئی دقت نہیں ہو سکتی جن کمپنیوں سے ہمارا رابطہ قائم ہے ان میں سے ایک کمپنی کا جہاز اس وقت موجود ہے۔ میرا خیال ہے اگر ہم نے فوری طور پر اس سے رابطہ قائم کر کے اپنے لیے وہ مخصوص جگہ بک کروا لی جو ایسے کاموں کے لیے ہوتی ہے تو ہمیں اس میں کوئی دقت نہ ہوگی۔"

"تو پھر تھنڈی سب سے پہلا کام تم یہی کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ کیتھرو کائن پر ہمارا بہترین تاثر ہو۔ اس کے علاوہ مال کے نمونے کیتھرو کائن کو دکھانے کے لیے ہمیں جو چیزیں درکار ہوں گی اس کے بارے میں بھی تم جانتے ہو وہ اتنی اعلیٰ کوالٹی کی ہونی چاہئیں کہ کیتھرو کائن ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔"

"ٹھیک ہے چیف۔ ایسا ہی ہوگا۔ میں یہ نمونے آج شام تک آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔ کیتھرو کائن کہاں ہے؟"

"بالاہو ہانگ میں ہے لیکن ایک آدھ دن میں وہ بھی یہاں ہوٹل الاسکا پہنچ جائے گا۔ تھنڈی کو اس سلسلے میں تمام ہدایات دینے کے بعد میں نے ٹیلی فون کر کے مختلف محکموں سے رابطے قائم کیے یہ میرے اپنے محکمے تھے۔ میں نے جس پیمانے پر کام کیا تھا ان کے تحت ایک باقاعدہ نظام ضروری تھا ورنہ سورج گرہن کو شکست دینا آسان کام نہیں تھا۔ اصل میں یہ سورج گرہن سے پہلی بڑی ٹکر تھی جس کے بعد سورج گرہن کو یہ اندازہ ہو جائے گا کہ اس کے مدمقابل گولڈ میں کوئی معمولی شخصیت نہیں ہے۔"

دوسرے دن دوپہر کو مجھے اطلاع ملی کہ کیتھرو کائن بالاہو سے آ گیا ہے اور یہاں مقیم ہے اس دن کیتھرو کائن نے مجھ سے رابطہ قائم کیا اور میں نے اسے خلوص دل سے خوش آمدید کہا تھا۔

"بہتر یہ ہوگا مسٹر کائن کہ آپ آج رات کھانا میرے ساتھ کھا رہے ہیں۔"

"آج نہیں راجہ صاحب۔ بہتر یہ ہوگا کہ کل ڈنر رکھا جائے دراصل سورج گرہن کے نمائندے میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ انہیں حیرت ہے اور وہ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ میں کیوں انہیں نظر انداز کر رہا ہوں۔ میں نے ابھی ان سے یہی کہا ہے کہ میں انہیں نظر انداز نہیں کر رہا بلکہ اپنے طور پر کچھ ایسے کاموں میں مصروف ہوں جو میرے لیے اصل کاروائی میں مصروف ہیں۔ بہرطور میں نے انہیں مطمئن کر دیا ہے میرا خیال ہے اب وہ بھی کچھ بددل سے ہو گئے ہیں یا پھر انہیں ہدایت ملی ہے کہ وہ میرے پیچھے بہت زیادہ نہ پڑیں تاکہ میرا دماغ خراب نہ ہو جائے۔" کیتھرو کائن ہنستا ہوا بولا۔

"وہ نہیں جانتے کہ اصل صورت حال کیا ہے؟"

"بہرطور۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان سے بھی بات کر لیں اور اگر نہیں تو آپ کی مرضی۔"

"راجہ صاحب۔ بات صرف کاروباری امور کی نہیں ہے آپ کی شخصیت نے بھی مجھ پر اس طرح اثر ڈالا ہے کہ میں ایسی

اور کسی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ اگر ہمارے اور آپ کے کاروباری معاملات بالکل ہی نہ ہو سکیں تو پھر مجبوری ہے کچھ لوگوں سے کاروبار رکھنا پڑے گا لیکن آپ سے دوستی کے لیے میں بڑی سے بڑی قربانی دینے کو تیار ہوں۔" پھیرو کاؤنٹ نے کہا۔ اور میں نے اس کا بہت شکریہ ادا کیا۔ دل ہی دل میں میں مسکرا رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ حضور والا صورت حال اصل میں یہ نہیں ہے بلکہ آپ جیسے کاروباری آدمی کے لیے میری باتیں ہی بڑی دلکش ہیں۔ بہرطور سورج گرہن کو شکست دینے کے لیے یہ سب کچھ ضروری تھا۔

دوسرے دن میں نے پھیرو کاؤنٹ کے ڈنر کے لیے عمدہ سی تیاریاں کیں اور رات کو پروگرام کے مطابق اپنے آدمیوں کو الاسکا بھیج دیا۔ شاندار کار پھیرو کاؤنٹ کو لے کر میری کوٹھی میں داخل ہوئی اور میں نے اپنے کچھ خاص ساتھیوں کے ساتھ پھیرو کاؤنٹ کا استقبال کیا۔ وہ مسکراتا ہوا میرے قریب آ گیا۔ اس کی سکڑی ہوئی آنکھیں عجیب نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھیں مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے جولیٹس بہت ہی بے باک قسم کی لڑکی ہو اور اس کی آنکھوں میں میرے لیے کچھ عجیب سے تاثرات ہوں بچانے کیا کیا سوچ رہی تھی وہ میرے لیے۔

مسٹر کاؤنٹ اس عمارت کو دیکھ کر بہت متاثر ہونے لگے۔

"یہی لگتا ہے راجہ صاحب جیسے میں کسی ریاست میں آ گیا ہوں آپ کا طرز زندگی بہت بلند ہے۔ یہ عمارت مجھے بہت متاثر کرتی ہے۔"

"شکریہ مسٹر کاؤنٹ۔ یہ ریاستیں تو ختم ہو گئیں۔ کاش آپ ہماری ریاستوں کا حال بھی دیکھتے۔" میں نے کہا۔

"یقیناً یقیناً۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جب یہ ریاستیں ہوں گی تو کیا ہو گا۔" پھر پھیرو کاؤنٹ کو لیے اپنے مخصوص کمرے میں آ گیا اور وہ مجھے سورج گرہن کے نمائندوں کے بارے میں تفصیلات بتانے لگا۔

"بہرطور بڑی دلچسپ صورت حال ہو گئی ہے آپ نے اس سلسلے میں کیا فیصلہ کیا؟"

"میرا فیصلہ کیا ہو سکتا ہے مسٹر کاؤنٹ۔ ہماری آپ کی ملاقات تو بالکل اتفاقیہ طور پر ہوئی تھی اور اتفاقیہ طور پر یہ تذکرہ بھی نکل آیا۔ بہرطور اگر آپ چاہیں تو کل میں آپ کو مال دکھا سکتا ہوں۔"

"اوہو۔ اس کی ضرورت تو نہیں ہے لیکن اگر آپ اس کا انتظام کر سکتے ہیں تو مجھے خوشی ہو گی۔"

"ٹھیک ہے۔ کل آپ کو پھر زحمت کرنا پڑے گی۔ بہرحال ہمارے درمیان اس سلسلے کا سودا تکمیل تک پہنچ گیا۔" کاروباری گفتگو یہاں ختم ہو گئی اور اس کے بعد کھانے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

دوسرے دن میں نے ٹیڈی کی مدد سے وہ ... حاصل کیں اور انہیں ایک فرم میں بھجوا دیں۔ پھیرو کاؤنٹ کو فون کر کے وہاں بلا لیا گیا اور اسے طلب کر کے نمونے اس کے سامنے پیش کر دیے۔ یہ نمونے اسے بہت پسند آئے تھے۔ پھیرو بولا۔

"ہمارے درمیان قیمت پر بات ہو چکی ہے مسٹر ... کو سورج گرہن کی طرف سے ان چیزوں کی خریداری منظور ہے تو آپ جس قیمت پر ان کا سودا کرتے اس سے کچھ زیادہ کر کے ہمیں دے دیجئے۔ بات ختم ہو جاتی ہے۔"

"مجھے دل و جان سے منظور ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے کہا تھا راجہ صاحب کہ یہ مال مجھے ہانگ کانگ میں مل جا سکتا ہے۔"

"یقیناً۔ جو کچھ میں نے کہا ہے اس سے کبھی بھی انحراف نہیں کروں گا۔ آپ جانتے ہیں کہ آپ سے میں کسی تاجر کے ذریعے نہیں ملا تھا بلکہ ہمارے درمیان ایک مخلصانہ ملاقات ہوئی۔ یہ دوسری بات ہے کہ باتوں باتوں میں یہ تذکرہ نکل آئے اور ہمارے درمیان کاروباری گفتگو ہو گئی۔ ہاں آپ راجہ سے بات کر رہے ہیں کسی ایسی تنظیم سے نہیں جو لفنگوں کی ہو۔"

"تو پھر ٹھیک ہے آپ کو ادائیگی بھی وہیں کر دی جائے گی۔"

"ادائیگی ہمارا مسئلہ نہیں ہے آپ جسے مناسب سمجھیں۔ کیا اس کے علاوہ بھی ہمارے درمیان کاروبار ہو سکتا ہے راجہ صاحب؟"

"کیوں نہیں۔ آپ جب بھی چاہیں میں آپ کو خوش آمدید کہوں گا۔" تمام معاملات طے ہو گئے تھے اس کے بعد میں مال کی پلاننگ ڈپارٹمنٹ نے جزیرے سے مال حاصل کرنے اور اسے جہاز تک پہنچانے کا ایک پروگرام پیش کر دیا جس پر کافی غور و خوض کر لیا گیا تھا۔

میں نے اس آپریشن میں خود بھی شرکت کا فیصلہ کر لیا تھا اور ٹیڈی تمام تیاریاں مکمل کر چکا تھا اس نے ہانگ کانگ کی کمپنی کے اس جہاز کو بھی چند روز کے لیے روک دیا تھا جو یہاں سے روانہ ہونے والا تھا۔ جہاز کے کپتان سے بھی تمام معاملات طے کر لیے گئے تھے اور اسے ایڈوانس رقم ادا کر دی گئی تھی۔

یہ تمام کام بڑے سکون سے ہو رہا تھا۔ میں اس بات کا جائزہ بھی لے رہا تھا کہ میرے آدمی اس قسم کے کام کرنے میں ذرا بھی خوف محسوس نہیں کرتے لیکن وہ تمام لوگ بہت ہی مطمئن تھے۔

میں نے خود ہی اس آپریشن کی نگرانی کا فیصلہ کیا تھا میں ساڑھے چھ بجے ٹیڈی کے ساتھ میں بھی بندرگاہ کی جانب چلا گیا تھا جہاں ایک لانچ ہمارا انتظار کر رہی تھی یہ بندرگاہ ایک ایسے علاقے میں تھی جہاں زیادہ بھیڑ بھاڑ نہیں ہوتی تھی۔

لانچ ہمیں لے کر چلی۔ ہمارے پیچھے دو لانچیں اور آ رہی تھیں جو کافی بڑی تھیں ان پر ہمارے وہ آدمی موجود تھے جو جنگ و جدل کے ماہر تھے۔

آہستہ آہستہ رات کی سیاہی پھیلنے لگی جب ہماری لانچیں جزیرے کے مغربی حصے میں ان سیاہ اور بھیانک چٹانوں کے قریب پہنچیں جو نہ جانے کب سے سینہ تانے زمانے کے سرد و گرم کا مقابلہ کر رہی تھیں لانچ کے انجن بند کر دیے گئے اور انہیں چپوؤں کی مدد سے ساحل تک لایا گیا۔

بہت چھوٹا سا جزیرہ تھا۔ سیاہ بدشکل چٹانوں میں گھرا ہوا۔ انہیں چٹانوں کے درختوں میں اسٹیمر کے کھڑے ہونے کی جگہ بنی ہوئی تھی پہلے سے شاید اس جگہ کا انتخاب کر لیا گیا تھا چنانچہ لانچیں ایک جگہ روک دی گئیں اور پھر ... شعلے کی مدد سے دوسری لانچوں کو رکنے کی جگہ بتائی جانے لگی۔

تھوڑی دیر میں بے شمار افراد لانچوں سے نکل کر ساحل پر پہنچ گئے ان میں سے آٹھ آدمیوں کو لانچوں کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ باقی چار چار کی ٹولیوں میں بٹ کر پھیل گئے سب ریوالوروں اور اسٹین گنوں سے مسلح تھے ہر فرد کے پاس وہ ... موجود تھے جزیرے کے درمیان مدھم سی روشنیاں بکھری ہوئی تھیں۔ یہ وہ مکانات تھے جہاں جزیرے کے محافظ رہتے تھے۔ ہم سب احتیاط سے مکانات کے قریب پہنچ گئے مکانات کیا قیدیوں کی سی بیرکیں بنی ہوئی تھیں جن پر کھپریل کی چھتیں تھیں ... ... روشن دان بنے ہوئے تھے جن سے مدھم سی روشنی باہر آ رہی تھی۔ تمام ٹولیاں اپنے اپنے دائرے تنگ کرتی ہوئی بڑے محتاط انداز میں بیرکوں کے چاروں طرف پھیل گئیں تھیں میں اور ٹیڈی ایک بیرک کے سامنے پہنچ گئے دروازے بند تھے۔ اندر خاموشی پھیلی ہوئی تھی لوگ شاید سو گئے تھے ہم نے ماحول کا پوری طرح جائزہ لیا اور پھر کام کی ابتدا ہو گئی۔

ٹیڈی نے بڑھ کر بیرک کے دروازے پر دستک دی۔ کئی بار دستک دینے کے بعد دروازہ آہستہ سے کھلا اور ایک بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"کیا مصیبت ہے کون ہو تم۔ اور اس وقت؟"

"بڑے اطمینان سے سو رہے ہو یار۔" ٹیڈی نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا اور بوڑھا شخص باہر نکل آیا۔

"انچارج کہاں ہے؟" ٹیڈی تحکمانہ انداز میں بولا۔

"ٹھیرو وہیں مگر۔"

"جلدی سے اسے بلا لاؤ ورنہ تم سب کی شامت آ جائے گی۔ دوسرے لوگ سو رہے ہیں کیا۔؟"

"سب سو رہے ہیں مجھے ہی نیند نہیں آ رہی تھی۔" بوڑھے نے کہا۔ ابھی تک اس نے ہم پر غور نہیں کیا تھا۔ بیرک نمبر دو میں ... چھوڑ گئی تھی۔ اس شخص نے اس بیرک کے سامنے پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹانا شروع کر دیا اور دروازہ بھی کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والا شاید انچارج ہی تھا۔

"کیا بات ہے؟"

"کچھ لوگ ہیں صاحب۔ آپ سے ملنے آئے ہیں۔"

"کون لوگ ہیں؟"

"وہ پیچھے کھڑے ہیں۔" انچارج آنکھیں ملتا ہوا ہمارے پاس آ گیا لیکن یہاں پہنچ کر اسے ذرا مختلف صورتحال سے واسطہ پڑا تھا ہمارے پستولوں کی نالیں ان کی کنپٹیوں سے چپک گئیں۔ انچارج اور بوڑھا آدمی ایک دم بوکھلا گئے تھے۔

"کک کیا مطلب صاحب۔ کون ہیں آپ لوگ۔" انچارج نے پوچھا لیکن ٹیڈی کا الٹا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا اور انچارج گرتے گرتے بچا۔

"اب نیند سے جاگ جاؤ ورنہ ہمیشہ کے لیے سو جاؤ گے۔" ٹیڈی کی غراتی ہوئی آواز ابھری۔

"مم مگر کیوں۔ آخر کیا بات ہے۔؟"

"منشیات کون سے گودام میں ہے۔" ٹیڈی نے غراتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"کیا بک رہے ہو۔ تم کون ہوتے ہو پوچھنے والے۔ میں یہاں کا انچارج ہوں۔" انچارج نے کہا اور ٹیڈی کا دوسرا ہاتھ اس کے جبڑے پر پڑا۔ وہ ایک بار پھر الٹ گیا تھا اور گرتے گرتے وہ سنبھلتے ہوئے انداز میں اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے ٹیڈی سے الجھنے کی کوشش کی لیکن اس بار ٹیڈی کا گھونسہ

ذرا زیادہ سخت تھا۔ انچارج کے حواس جواب دے گئے۔

"ایک۔ کون ہو تم۔ آخر۔ آخر۔ آہ۔"

"تم صرف اس بات کا جواب دو کہ منشیات کا ذخیرہ کون سے گودام میں ہے۔"

"میں نہیں بتاؤں گا۔" انچارج نے کہا۔ "تم یقیناً سورج گرہن کے آدمی نہیں معلوم ہوتے۔"

"ظاہر ہے ہم سورج گرہن کے آدمی نہیں ہیں اس لیے تم سمجھ سکتے ہو یہاں جتنے افراد ہیں ان سب کو ختم کر دیا جائے گا بہتر یہی ہے کہ ان کی زندگیاں بچاؤ اور اپنی بھی۔" انچارج خوفزدہ نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہا تھا کافی دیر تک وہ اسی انداز میں خوفزدہ سا رہا اور اس کے بعد اس نے آمادگی کا اظہار کر دیا۔

ظاہر ہے اسے مجبور کر دیا گیا۔ اس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا۔ تیندی کے گھونسے نے تو اس کے حواس بالکل ہی گم کر دیئے تھے۔ وہ تمام آدمی جو ہمارے ساتھ آئے تھے انہیں لانچ کے دروازے پر روک گئے صرف چند افراد کو اپنے ساتھ لیا تھا۔

انچارج اور بوڑھے آدمی کو ساتھ لیے ہوئے ہم ان کے گوداموں میں پہنچ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اس گودام میں تھے جہاں منشیات کے ذخیرے جمع تھے۔ انچارج نے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"بس دوسرے گوداموں میں دوسری چیزیں ہیں یہی گودام ہے جن میں منشیات ہیں۔"

"بکواس کرتے ہو۔"

"نہیں صاحب۔ مجھ میں مار کھانے کی ہمت نہیں ہے میں اس قسم کا آدمی ہوں مجھے تو بس یہاں کام پر لگا دیا گیا تھا اور پھر انچارج بنا دیا گیا۔ میرا کام اتنا ہی ہے کہ یہاں کی نگرانی رکھوں اور اس سے پہلے کبھی کسی ایسی بات سے واسطہ نہیں پڑا۔"

"اب پڑ گیا ہے چلو پیچھے ہٹ جاؤ۔" ہم نے اسے پیچھے ہٹا دیا اور اس کے بعد ہمارے آدمی حرکت میں آ گئے۔

کوئی خاص ہنگامہ نہیں ہوا تھا جو مقصد تھا وہ پورا ہو گیا تھا مجھے تعجب تھا کہ سورج گرہن نے اتنی اہم جگہ پر بھی لوگوں کو نہیں رکھا تھا یہاں تو ایسے لوگ رہنے چاہیے تھے جو کسی بھی وقت مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے۔

پھر اس وقت سورج طلوع ہو رہا تھا جب ہم آخری ڈبے لانچ میں بار کر رہے تھے۔ میں نے انچارج کی طرف دیکھا وہ نڈھال تھا۔

بہر طور ہم نے آخری ڈبے کے طور پر اسے خاص تحفہ دیا اور اسے اس کی رگ میں پہنچا دیا جس کی کیفیت بوڑھے کے ساتھ پیش آئی تھی۔ یہ انجکشن تقریباً چوبیس گھنٹے کی نیند کے لیے کافی ہوتے تھے۔ چوبیس گھنٹے تک انچارج کو ہوش نہیں آ سکتا تھا۔ گودام کی حالت جوں کی توں کر دی گئی تھی تاکہ کسی کو کوئی شبہ نہ ہو سکے۔ اور اس کے بعد لانچیں روانہ ہو گئیں۔

تقریباً گیارہ بجے دن تک ہماری کارروائی جاری رہی اور یہ سارا مال جہاز میں منتقل کر دیا گیا۔ کپتان نے اس کے لیے مکمل بندوبست کر لیا تھا چنانچہ اس میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔

اسی دن ساڑھے بارہ ایک بجے کے قریب ہم نے گیبرو کاٹن کو اطلاع دے دی کہ ساری تیاریاں مکمل ہیں کام پورا ہو گیا ہے کوئی وقت پیش نہیں آئی اب اس کی ہدایت کے مطابق مال مل جائے گا۔

شام کو آخری بار گیبرو کاٹن نے مجھ سے ملاقات کی اور شکریہ ادا کر کے کہنے لگا۔

"ادائیگی کل صبح کو کر دی جائے گی راجہ صاحب اس سلسلے میں آپ کو یقیناً کوئی دقت نہیں ہوگی۔"

چنانچہ دوسرے دن بڑی بڑی رقموں کی شکل میں ادائیگی کر دی گئی اور اس طرح سورج گرہن کو میرے ہاتھوں پہلی بڑی ضرب آئی یقینی طور پر صورت حال معلوم کرنے کے بعد سورج گرہن کی جو حالت ہوئی اس کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔

لیکن بدقسمتی سے کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا جس سے ذہن اس کے سربراہوں کی کیفیات معلوم ہو سکیں۔

بہر طور سورج گرہن سے چھیڑ چھاڑ شروع ہو گئی تھی۔ اب آنا جانا تھا کہ اس زبردست چوٹ کے بعد سورج گرہن کے افراد یہ معلوم کرنے میں کوشاں ہو جائیں گے کہ آخر وہ مائی کا لال تھا جس نے سورج گرہن کی تنظیم کو یہ دھکا لگایا۔ کوشل کو میں نے تمام صورت حال سے آگاہ کیا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"بھیا۔ بھگوان تمہیں ہر جگہ کامیابی نصیب کرے، میری تو اب دو ہی دعائیں ہیں تم محفوظ رہو اور میری رادھا مجھے مل جائے۔"

"لیکن کوشل۔ میں سورج گرہن پر ابھی دو تین ضربیں اور لگاؤں گا اور اس وقت تک اسے پریشان کرتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے رابطہ قائم کرنے پر مجبور نہ ہو جائے۔"

"پھر کیا تم اپنا نام ان کے سامنے بتا دو گے؟"

"ہاں۔ دوسرے مرحلے پر میں نے یہی سوچا ہے کہ میں ڈنکے کی چوٹ پر ان تمام کارروائیوں کا ذمہ دار قرار دے دوں اور اس کا اعتراف کر لوں کہ یہ کارروائیاں میں کر رہا ہوں لیکن سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ سورج گرہن کے یہاں کے کاروبار کو کون کنٹرول کر رہا ہے۔ دراصل ہمارا اصل شکار تو رادھن سنگھ ہی ہے نا۔ ہم چاہتے ہیں کہ رادھن سنگھ براہ راست ہماری طرف متوجہ ہو جائے یا اگر نہ بھی ہو تو ہمیں اس کا ماتا پتا کا موقع مل جائے اور اس کے لیے میرا اپنا خیال ہے کہ میں بہت جلد کوئی نہ کوئی بہتر کارروائی کروں گا۔" کوشل بہت پر امید نظر آ رہا تھا کافی دیر تک وہ میرے سامنے بیٹھا آنسو بہاتا رہا تھا اسے اپنی بہن یاد آ رہی تھی۔ میں نے اسے تسلیاں دے کر سمجھاتے ہوئے کہا کہ یہ سب کچھ تو میں اس کے لیے کر رہا ہوں سب سے پہلے رادھا کا حصول اس کے بعد کوئی اور بات۔ اور وہ خاموش ہو گیا۔ ویسے بھی وہ اب بہت بدل گئی تھی اور وہ پہلے والی کوشل کہیں کھو گئی تھی۔

چنانچہ میں نے بات اپنے تک محفوظ نہ رکھی اور تیندی سے بھی ان تمام تفصیلات کا تذکرہ کر دیا۔ تیندی پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا پھر بولا۔

"چیف۔ ایک ہی کام کیا جا سکتا ہے۔"

"وہ کیا۔؟"

"یہ کہ دو تین ضربیں لگانے کے بعد ہم ان سے مطالبہ کریں کہ رادھن سنگھ کو ہمارے سامنے پیش کیا جائے اس طرح کارروائی ہو سکتی ہے۔ دوسری شکل یہ بھی ہے چیف کہ ان لوگوں میں سے جو بھی سامنے آئیں انہیں گرفتار کر کے رادھن سنگھ کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں۔"

"ٹھیک کہتے ہو لیکن بہر طور سورج گرہن کو ایسی ہی چند چوٹیں اور دو اس کے بعد ہم سودے بازی کی پوزیشن میں آ سکیں گے۔"

گیبرو کاٹن واپس چلا گیا تھا۔ اس کی سیکرٹری جولیس جاتے وقت مجھ سے کچھ فضول گفتگو کر گئی تھی۔ اور پیشکش کر گئی تھی کہ اگر کبھی اس کے سلسلے میں تمہیں ہو جاؤں تو ایک فون پر اسے طلب کر سکتا ہوں۔ میں نے دل ہی دل میں اس پر لعنت بھیج دی۔

تقریباً ایک ہفتہ خاموشی سے گزر گیا۔ سورج گرہن کے تاثرات کے بارے میں ہمیں تفصیلات معلوم نہیں ہو سکی تھیں لیکن ایک ہفتے کے بعد مجھے اطلاع ملی کہ ایک بہت بڑی لانچ آ رہی ہے جس میں سورج گرہن کا کافی مال لدا ہوا ہے اور یہ ایک مخصوص ساحل پر اتارا جائے گا۔ اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر لی گئی ہیں۔

"گڈ ویری گڈ۔ تو پھر کیا پروگرام ہے تیندی؟"

"چیف۔ دراصل سورج گرہن کا مال تیزی سے دھڑے سے آتا ہے خاص ساحلوں پر اترتا ہے اور پھر وہاں سے اس کے گوداموں تک پہنچ جاتا ہے میں نہیں جانتا کہ وہ اس بار اس سلسلے میں کوئی احتیاط برتیں گے یا نہیں لیکن میرا خیال ہے یہ مال ہمیں اچک لینا چاہیے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اس بار پولیس ان کے سامان کے اوپر چھاپا مارے گی اور ان کی لانچ سمندر میں ہی روک لے گی۔ اور اس کے بعد اسے قبضے میں لے لیں گے چونکہ درحقیقت وہ پولیس نہیں بلکہ ہمارے آدمی ہوں گے جو یہ سامان [illegible] کر لیں گے۔"

"اوہ۔ گڈ ویری گڈ۔ اس کا مقصد ہے کہ تم سمندر ہی میں یہ حساب کتاب کر لو گے۔"

"یقیناً چیف۔ یہی بہتر رہے گا۔ وہ متعجب رہ جائیں گے کہ ان میں سے چند آدمیوں کو ہم یہ اطلاع دے دیں گے کہ معاملہ گولڈ مین کا تھا۔"

میں نے اس پروگرام سے دلچسپی کا اظہار کیا تھا اور اس کے بعد ہم اس دوسری ضرب کے لیے تیار ہو گئے۔ چنانچہ مقررہ وقت پر میں نے خود ہی اس آپریشن کی سربراہی کی اور ہم پھر کھلے سمندر میں چل پڑے۔ اس وقت موسم ابر آلود تھا اور سمندر پر گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی سفید لہروں کی روشنی کے علاوہ اور کوئی روشنی نہیں تھی۔ ہم اس مخصوص راستے کی طرف سفر کر رہے تھے جہاں سے یہ لانچ آنے والی تھی اور پھر کھلے سمندر میں ہم نے اس لانچ کو جا لیا۔ ہم بحری پولیس اور انسپکٹرز کے لوگوں کے لباس میں تھے۔

لانچ واقعی بہت بڑی تھی پندرہ بیس آدمی اس پر تھے۔ بہر طور ہمارے مسلح افراد ان کے گرد پھیل گئے۔ لانچ پر موجود شخص نے بھاری لہجے میں کہا۔

"تم لوگوں کا انچارج کون ہے۔ مجھ سے بات کرے تاکہ

وقت میں نے اس کے سامنے جانا مناسب نہیں سمجھا تھا اور ٹینڈی اُن کی لانچ پر آ گیا۔ ہمارے اور بھی بہت سے آدمی اُن کی لانچ پر پہنچ گئے تھے۔ ان سب کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں جن سے انھوں نے تمام لوگوں کو کور کر لیا۔ ٹینڈی نے پُر رعب لہجے میں کہا۔

"لانچ کے عملے کے جتنے افراد ہیں ان سب کو ایک جگہ جمع کر لو اگر ایک بھی آدمی کہیں اور ہوا تو اسے بے دریغ گولی مار دی جائے گی۔"

"سنو نوجوان آفیسر، تم بہت پُرجوش معلوم ہوتے ہو تم کو کم از کم یہ معلومات حاصل کر لینی چاہئیں کہ یہ لانچ کس کی ہے۔"

"پہلے میری ہدایت پر عمل کرایا جائے اور اس کے بعد مجھے یہ بتایا جائے اگر ایسی کوئی صورت حال ہوئی تو میں آپ لوگوں سے معذرت کر کے واپس چلا جاؤں گا لیکن حکم کی تعمیل کرنی ضروری ہے۔" انچارج نے کرخت لہجے میں کہا۔ مجھے دیکھا اور پھر گردن جھٹکا کر واپس مڑ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے اپنے تمام آدمیوں کو ایک جگہ جمع ہو جانے کی ہدایت کر دی۔ تقریباً ستر افراد کا عملہ تھا۔ سب کے سب کینہ توز نگاہوں سے ٹینڈی کو گھور رہے تھے۔ ہمارے آدمی آرام سے انھیں کور کیے کھڑے تھے۔ ٹینڈی نے ان لوگوں کو دیکھا اور پھر انچارج سے بولا۔

"ہاں اب کہو، تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ مگر ٹھہرو، سنو تم لوگ ان کی تلاشی لے کر ان کے ہتھیار وغیرہ اپنے قبضے میں کر لو۔"

چنانچہ ہمارے آدمیوں نے یہی کیا۔ لانچ کے افراد کے ہتھیار اپنے قبضے میں کر لیے گئے اور وہ سب کے سب جھینپ گئے اس کے ساتھ ہی ان کے ہاتھ پشت پر کس دیے گئے تو انچارج کہنے لگا۔

"جو کچھ تم کر رہے ہو اس کے لیے شاید تمھیں زندگی بھر افسوس کرنا پڑے۔ میں تم سے ایک بار پھر کہہ رہا ہوں کہ مجھ سے اس موضوع پر بات کرو کہ آخر یہ لانچ کیوں پکڑی جا رہی ہے۔"

"اس پر اسمگلنگ کا سامان اور اسلحہ وغیرہ موجود ہیں۔"

"لیکن تم نے یہ نہیں پوچھا کہ یہ چیزیں ہیں کس کی؟"

"چلو اب بتا دو۔"

"ان کا تعلق سورج گرہن سے ہے اور سورج گرہن کے بارے میں تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو گے۔"

"ہوں۔ سورج گرہن کا مقامی انچارج کون ہے؟" ٹینڈی نے سوال کیا۔

"کنور صاحب۔ یہاں سے سیکشن کو کنٹرول کر رہے ہیں۔"

"کون کنور۔" ٹینڈی بولا۔

"کنور رادھن سنگھ جی۔ جانتے ہو گے انھیں آپ۔" اس شخص نے جواب دیا اور میرے اعصاب میں ایک ہیجان پیدا ہو گیا۔ گویا اس کے لیے کوئی بہت بڑی کارروائی نہیں کرنی پڑی تھی۔ رادھن سنگھ یہاں کے معاملات کو کنٹرول کر رہا تھا اور یہ اچھی بات تھی۔ اس کا مقصد ہے کہ رابطہ براہ راست ہی اچھا تھا چنانچہ اب میں بھی اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"ہمیں سورج گرہن کے انچارج ہی سے بات کرنی ہے بہت دن سے وہ ہماری حق تلفی کر رہا ہے۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو۔ تم جانتے ہو تم کس کے بارے میں بات چیت کر رہے ہو؟"

"کنور رادھن سنگھ سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"یہ بھلا میں کیا جانوں۔ سورج گرہن کے آدمیوں سے پوچھو۔"

"تو تم بھی اس کے آدمی ہو۔ چلو۔ اس شخص کو گرفتار کر لو۔" میں نے اپنے آدمیوں سے کہا اور ٹینڈی نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ انچارج کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ لانچ کے باقی عملے کو لانچ ہی پر چھوڑ دیا گیا البتہ لانچ پر جو سامان موجود تھا وہ سب کا سب اپنی تحویل میں لے لیا گیا۔

انچارج کا نام گرو سنگھ تھا۔ اچھا خاصا قوی ہیکل اور کسی قدر تند مزاج آدمی تھا لیکن بہرحال ہم نے اسے ٹھیک کر لیا۔ لانچ کی منتقلی کے بعد ہم نے لانچ کو کھلے سمندر میں ہی چھوڑ دیا اور ان لوگوں کو ہدایت کر دی کہ وہ لانچ کو جہاں چاہیں لے جا سکتے ہیں۔ انچارج کو قبضے میں کر کے ہم اپنی لانچوں پر پہنچ گئے اور اس کے بعد ہماری لانچیں واپس چل پڑیں۔ مجھے یہ معلوم کر کے انتہائی مسرت ہوئی تھی کہ یہاں کے گروپ کو رادھن سنگھ کنٹرول کر رہا ہے۔ اب رادھن سنگھ کے بارے میں معلومات حاصل کرنی تھیں کہ وہ کہاں رہتا ہے اور کیا صورت حال ہے اس کی۔ اس کے لیے انچارج ہمارا معاون ثابت ہو سکتا تھا چنانچہ ہم لوگ جب ہوئے وہاں سے آ گئے اور پھر ایک ایسی عمارت میں انچارج کو قید کر دیا گیا جو ہماری عام رہائش گاہ سے مختلف تھی۔ لیکن وہاں پر قیدیوں کی نگرانی کے لیے خاصا معقول بندوبست تھا۔

ٹینڈی نے یہ ذمہ داری قبول کر لی تھی کہ وہ انچارج سے اُگلوا لے گا۔ اگر رادھن سنگھ کے بارے میں کچھ معلومات ہو سکیں تو وہ حاصل کرے گا۔ مجھے ٹینڈی پر مکمل اعتماد تھا چنانچہ میں نے تمام ذمہ داریاں اسے سونپ دیں اور اس سے کہا کہ رادھن کے بارے میں معلومات حاصل کر کے مجھے اطلاع دے۔

لانچ سے جو مال پکڑا تھا وہ لاکھوں روپے کی مالیت کا تھا اس طرح سورج گرہن کو جاتے جاتے یہ دوسرا شدید نقصان پہنچا تھا۔ کوشل کو میں نے اپنی اس دوسری کامیابی کی بھی اطلاع دے دی تھی اور وہ خوش ہو گئی تھی۔ بہرطور اس کے بعد چند دن نہایت خاموشی سے گزر گئے۔ کوشل اور میں مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہتے تھے۔ بار بار رادھن سنگھ کا موضوع بھی زیر بحث آتا۔ جب میں نے اسے یہ بتایا کہ مقامی کنٹرولر رادھن سنگھ ہے تو ایک دم اس کا چہرہ پست گیا تھا۔

"ابھی نہیں پتہ چل سکا مجھے کہ اس کی رہائش گاہ کہاں ہے؟"

"ابھی تک نہیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ میرے آدمی جلد ہی معلوم کر لیں گے۔"

"میں بس اسی کی منتظر ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"کوشل! یہ جو کچھ ہو رہا ہے، کیا تم اس سے مطمئن نہیں ہو؟"

"تم مطمئن ہونے کی بات کرتے ہو میتا۔ میں تو یہ کہتی ہوں شاید ہی دنیا میں کسی نے کسی کے لیے اتنا کچھ کیا ہو۔ تم نے جانے مجھے کون سا مقام دے دیا ہے اپنے ذہن میں۔ میں تو خود کو اس قابل نہیں پاتی۔" میں خاموش ہو گیا۔ میں جانتا تھا اگر میں کچھ بولوں گا تو میرے اندر بھی جذباتی کیفیات پیدا ہو جائیں گی۔ اور میں ابھی اس کیفیت سے بچنا چاہتا تھا۔ تیسرے دن بعد ٹینڈی نے مجھے اطلاع دی کہ اس نے رادھن سنگھ کا پتہ لگا لیا ہے۔ میں نے فوراً ہی اسے اپنے پاس پہنچنے کی ہدایت کی۔ ٹیلیفون پر اس قسم کی گفتگو کرنا بالکل مناسب نہ تھا۔ ٹینڈی میرے پاس آ گیا۔ میں نے اسے اپنے کمرۂ خاص میں طلب کر لیا تھا۔

"ہاں ٹینڈی کہو۔"

"سر! معلوم کر لیا ہے میں نے۔ اس چور کے بارے میں۔ دراصل وہ ایک ریاست کو ختم کر کے یہاں آ گیا ہے۔ ریاست تو ریاست کے بعد بھی رہی لیکن وہ جس حیثیت سے وہاں تھا۔ وہاں بے حد بدنام ہو گیا تھا اور بے شمار لوگ اس کی زندگی کے درپے ہو گئے تھے جس طرح اس کی عادت لوگوں کو نقصان پہنچانے کی تھی۔ بالآخر وہ وہاں اپنا تحفظ نہ کر سکا۔ اس پر بار بار قاتلانہ حملے ہوئے اس نے بے شمار لوگوں کو قتل کر دیا۔ ان کی زندگیاں تباہ کر دیں۔ خاندان کے خاندان تباہ کر دیے اس نے اور اس کے بعد بالآخر وہ یہاں آ گیا۔"

"گڈ۔۔۔ یہ ساری معلومات تمہیں کس طرح معلوم ہوئیں ٹینڈی؟"

"خوش قسمتی ہے سر، ہمارا اپنی برادری کا آدمی اس کے ہاں ملازم ہے۔"

"اوہ گڈ۔ کیا نام ہے اس کا؟"

"جوزف۔" ٹینڈی نے جواب دیا۔

"کب سے ملازم ہے وہ؟"

"پرانا ملازم ہے۔ تقریباً بیس سال سے ان کے ہاں کام کرتا ہے۔ بس معلومات حاصل کرتے کرتے میں اس تک پہنچ گیا اور پھر جوزف سے مجھے جو کچھ بھی معلوم ہوا، وہ آپ کے سامنے حاضر ہے۔"

"کہاں رہتا ہے وہ؟" میں نے سوال کیا اور ٹینڈی نے اس کی رہائش گاہ کے بارے میں مجھے بتا دیا۔

"اس کے ساتھ اس کے اہل خاندان بھی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"جی ہاں جناب، پورا خاندان ہے اس کا۔ بڑا باعزت آدمی بن کر وہ رہ رہا ہے کم بخت یہاں۔"

"کنور رادھن سنگھ کے نام سے ہی ہے؟"

"جی ہاں۔ اس نے اپنے نام میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔"

"اس کے بارے میں مکمل تفصیلات بتاؤ۔ جوزف کو تحفظ فراہم کرو اس کی مدد کے لیے جو کچھ بھی کرنا چاہتے ہو کرو۔ ہمیں اس سے رادھن کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی رہنی چاہئیں۔ بس یوں سمجھو ٹینڈی، سورج گرہن ہی نہیں رادھن سنگھ بھی ہمارا شکار ہے اور ہم اسے کسی بھی طرح نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیں گے۔"

"او کے سر۔ میں یہ کام کیے لیتا ہوں۔ اس سلسلے میں کوئی اور حکم؟"

"نہیں۔ پہلے تو مجھے اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل ہوتی رہنی چاہئیں۔ اس کے بعد کوئی نیا اقدام انجام دوں گا۔" میں نے جواب دیا۔ ٹینڈی کی دی ہوئی اطلاعات سے میں نے کوشل کو آگاہ نہیں کیا تھا۔ وہ جذباتی لڑکی تھی۔ نجانے یہ

جاننے کے بعد کہ رادھن سنگھ یہاں موجود ہے، وہ کیا قدم اٹھا بیٹھے کہیں اس کا کوئی قدم اس کی زندگی کا دشمن ہی نہ بن جائے۔ اس لیے میں نے اسے ان معلومات سے لاعلم رکھا البتہ اپنے طور پر میں نے سوچ لیا تھا کہ اب رادھن سنگھ کے خلاف کیا کرنا ہے۔ جو سامنے آگیا تھا، کوشل کا بدترین دشمن۔ گولڈ مین کے نام سے میں نے تنظیم کو جس طرح پھیلایا تھا اور جس جس طرح میں نے سورج گرہن کو نقصانات پہنچائے تھے، اس کے تحت اگر رادھن

سنگھ کو یہ معلومات حاصل ہو جاتیں کہ یہ سب کرنے والا میں ہوں تو وہ یقینی طور پر میری طرف متوجہ ہوگا۔ میں اسے بڑے سکون سے مارنا چاہتا ہوں اس طرح کہ کوشل کی آرزو بھی پوری ہو جائے۔ البتہ کوشل کو اس سلسلے میں کنٹرول کرنا تھا۔ کہیں وہ رادھن سنگھ کو دیکھ کر بے قابو نہ ہو جائے۔ بڑے غور و خوض کے بعد بالآخر میں نے ایک سکیم ترتیب دی اور اس کے بعد ٹیڈی سے بھی اس سلسلے میں گفتگو کی۔ ٹیڈی نے میری اسکیم سے دلچسپی کا اظہار کیا تھا چنانچہ اس کے بعد اس اسکیم پر عمل درآمد شروع ہو گیا۔ میں ایک مخیر شخص کی حیثیت سے منظر عام پر آیا، بہت سے فلاحی اداروں کو میں نے چندے دیے۔ سیاسی میٹنگوں میں بھی میں نے شرکت کی اور جگہ جگہ حکومت کو مختلف طرح طرح کے عطیات سے نوازا جس کی بنا پر مخصوص حلقوں میں حکومت میری جانب متوجہ ہو گئی اور میرا ایک سوشل نام بنتا چلا گیا۔ میں کسی ایسی پارٹی کی تاک میں تھا جس میں رادھن سنگھ بھی شامل ہو اور اس سلسلے میں جوزف کی مدد سے پہلی ہی سے مدد مل رہی تھی۔ جوزف کے تحفظ کے لیے رادھن سنگھ کی کوٹھی کے ارد گرد تقریباً بیس آدمیوں کو پھیلا دیا گیا تھا اور انہیں ہدایت کر دی گئی تھی کہ اگر جوزف کسی وقت خطرے میں ہو تو وہ اس کی بھرپور مدد کریں لیکن جوزف مطمئن تھا، وہ تو ویسے بھی چالاک آدمی تھا اور بڑی احتیاط کے ساتھ رادھن سنگھ کے معمولات سے ٹیڈی کو آگاہ کر رہا تھا۔ بالآخر مجھے ایک ایسی پارٹی کے بارے میں پتہ چلا جو پرائیویٹ قسم کی تھی اور ایک دولت مند شخص کی بیٹی کی شادی تھی جس میں اس نے تمام شہر کے بڑے بڑوں کو بلایا تھا۔ ٹیڈی کے لیے یہ بات مشکل نہیں تھی چنانچہ مجھے بھی ایک بڑے آدمی کی حیثیت سے دعوت نامہ پیش کیا گیا۔ پارٹی جب میں شریک ہوا اور یہاں میں نے پہلی بار رادھن سنگھ کو دیکھا۔ کم بخت کسی بھیڑیے کی ہی طرح تھا۔ لمبے چوڑے قد و قامت کا مالک، چہرے

پر بے پناہ رعب، آنکھیں غنودہ سی۔ اس کی شخصیت پرکشش سی تھی۔ بہرطور لوگوں نے اس سے میرا بھی تعارف کرایا اور میں نے بڑے پر اخلاق انداز میں رادھن سنگھ کا خیر مقدم کیا۔

"آپ کے بارے میں بہت کچھ سنا جا رہا ہے۔ پچھلے کچھ عرصے سے اور آپ کی شخصیت اچانک ہی منظر عام پر آئی ہے جبکہ یہاں بسنے والوں سے میری کافی واقفیت ہے۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اس سے پہلے آپ کہاں رہتے ہیں؟"

"پرانی باتوں کو دہرانا مجھے پسند نہیں ہے کنور صاحب۔ بہتر یہ ہے کہ ہم نئے ماحول کی بات کریں۔"

"لیکن بدقسمتی سے میں پرانی چیزوں میں بہت دلچسپی لیتا ہوں۔ مجھے اس بات کی کھوج ضرور ہوتی ہے کہ کوئی شخص اگر منظر عام پر ابھرتا ہے تو اس کا ماضی کیا ہے۔ اور راجہ صاحب اگر ماضی معلوم نہ ہو تو آدمی ایک دوسرے کی طرف سے شک و شبے کا شکار بھی رہتا ہے۔"

"گویا آپ کو میرے اوپر کسی قسم کا شبہ ہے رادھن سنگھ جی۔"

"نہیں راجہ صاحب، بس یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کس ریاست سے ہے آپ کا تعلق اور کہاں کے راجہ ہیں آپ؟"

"میں نے تو آپ سے یہ بھی نہیں پوچھا کنور رادھن سنگھ جی کہ آپ کنور کیسے بن گئے۔" میں نے جواب دیا۔

"اچھا خوب۔ پھر یوں کرتے ہیں کہ اس پارٹی سے ہٹ کر نشست رکھ لیتے ہیں۔ اس میں آپ ہم سے ہمارے بارے میں پوچھیں، ہم آپ کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ اسی طرح دوستی ہوتی ہے۔" رادھن سنگھ سے کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ طنزیہ گفتگو کرنے کا عادی معلوم ہوتا تھا لیکن میں نے بھی اس کو ایسے ایسے جوابات دیے کہ بعض اوقات وہ تلملا کر رہ گیا۔ پھر اس نے اپنی مسکراہٹ نہیں چھوڑی تھی۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ میں نے اسے اپنی کوٹھی میں مدعو کر لیا۔

"چلیے۔ ویسے تو ہم کسی کے گھر نہیں جاتے لیکن آپ کی کوٹھی ضرور آئیں گے۔"

"میں آپ کا استقبال کروں گا کنور صاحب۔ بڑے بڑے لوگوں کو بڑے آدمیوں سے مل کر خوشی ہوتی ہے۔"

"ہوں، ٹھیک کہا آپ نے۔" رادھن سنگھ نے جواب دیا۔

اور اس کے بعد ٹیڈی نے مجھے بتایا کہ چند افراد کو جو

نگرانی کے لیے ادھر ادھر گھومتے دیکھا گیا ہے۔ میں نے تھوڑی دیر تک کچھ سوچا اور پھر ٹیڈی کو حکم دیا کہ ان سب کو گرفتار کر کے کوٹھی میں قید کر لیا جائے چنانچہ رات کو تقریباً ساڑھے نو بجے پانچ آدمی کوٹھی کے تہ خانے میں پہنچا دیے گئے جو میرے خصوصی طور پر بنوایا تھا۔ تقریباً ساڑھے بارہ بجے میں نے ان سے ملاقات کی۔ وہ مختلف نظر آ رہے تھے۔ شکل و صورت سے وہ اچھے لوگ نہیں معلوم ہو رہے تھے۔ ٹیڈی نے انہیں اچھی طرح باندھ کر ڈال چھوڑا تھا۔ پانچوں اکڑوں ایک دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھ کر انہوں نے خوفزدہ انداز میں آنکھیں جھپکائیں۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"یہ زیادتی ہے، جرم ہے۔ ہمیں بے وجہ پکڑا گیا ہے۔ اگر ہم آزاد ہو گئے تو تمہارے خلاف رپورٹ کریں گے اور تمہیں گرفتار کرا دیں گے۔"

"خوب۔ ٹھیک ہے، ضرور گرفتار کرا دینا لیکن تم تمام قسم کے مجرموں کی طرح اس بات کا اظہار مت کرو کہ تم حقیقت سے واقف نہیں ہو۔ میں صرف ایک سوال کرتا ہوں اور اس کا صحیح جواب چاہتا ہوں۔ اگر مجھے اپنے سوال کا صحیح جواب نہ ملا تو اس کے بعد شاید تم اندازہ نہ کر سکو کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ ان لوگوں پر میں اپنا پورا پورا رعب جما دینا چاہتا تھا۔ وہ سب خاموشی سے دیکھتے رہے۔ میں نے ٹیڈی کو اشارہ کیا اور وہ ایک شخص کو پکڑ کر آگے لے آیا۔

"رادھن سنگھ نے میرے بارے میں تم سے کیا کہا ہے؟"

"کون رادھن سنگھ۔ ہم کسی رادھن سنگھ کو نہیں جانتے۔"

اس شخص نے تیز لہجے میں کہا۔ اور میں نے اطمینان سے جیب سے پستول نکالا جس کی نالی پر سائلنسر لگا ہوا تھا۔ پستول کی نال میں نے اس کی پیشانی پر رکھ کر میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا اور دوسرے لمحے ٹریگر دبا دیا۔ گولی اس کا بھیجا پھاڑتی ہوئی نکل گئی۔ باقی چار آدمیوں کے منہ سے دلخراش چیخ بلند ہوئی۔ وہ وحشت زدہ انداز میں اپنے ساتھی کو دیکھ رہے تھے جو چند لمحات زمین پر تڑپا اور پھر ایڑیاں رگڑتا ہوا ساکت ہو گیا۔ ان سب کے چہرے پر اب خوف کے آثار چھپے ہوئے تھے۔ میں نے ٹیڈی کو اشارہ کیا کہ دوسرے آدمی کو قریب لایا جائے اور وہ پوری طرح بلبلاتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا۔

"رادھن سنگھ نے کیا کہا تھا تم سے؟"

"اس نے۔ اس نے کہا تھا، خود اس نے نہیں کہا تھا بلکہ ہمیں دوسرے ذریعے سے ہدایت ملی تھی کہ ہم اس کوٹھی کی نگرانی کریں۔"

"تمہارا تعلق سورج گرہن سے ہے؟"

"ہاں۔ ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"رادھن سنگھ کے ساتھ یہاں اور کتنے آدمی آئے ہیں؟"

"سورج گرہن کا پورا گروہ ہے۔"

"گڈ۔ تم نے اپنے باقی تین ساتھیوں کی زندگی بچالی ہے۔" میں نے جواب دیا اور ٹیڈی کو اشارہ کر کے واپس چل پڑا۔ میں نے ٹیڈی کو ہدایت کی کہ اس شخص کی لاش کو اٹھا کر ٹھکانے لگوا دی جائے۔

ٹیڈی آہستہ سے بولا۔ "ٹھیک ہے جناب۔ اس میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔"

تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا اس سلسلے کے آئندہ اقدامات پر غور کر رہا تھا جس درندگی سے میں نے اس شخص کو قتل کیا تھا۔ بلاشبہ مجھے خود بھی پسند نہیں تھی، لیکن زبان کھلوانے کے لیے ضروری تھا کہ ان لوگوں کو کوئی ذہنی صدمہ پہنچایا جائے۔ بہرطور رادھن سنگھ کوئی اچھا آدمی تو نہیں تھا اور اس کے ساتھی بھی شریف لوگ نہیں تھے۔ چنانچہ یہ سب تو کرنا ہی پڑے گا۔ دوسرے دن رادھن سنگھ نے مجھے میری رہائش گاہ پر ٹیلیفون کیا۔

"راجہ صاحب! کیسے مزاج ہیں آپ کے؟"

"اوہ۔ کنور صاحب! کیسے زحمت کی؟"

"بس کچھ نہیں۔ آپ سے بڑی محبت محسوس ہوئی ہے۔ بڑی خوشی ہوتی ہے آپ سے مل کر، ایسے دوست کہاں ملتے ہیں۔ لیکن بات وہیں کی وہیں ہے، آپ کا ماضی نہیں مل سکا۔"

"اگر میرا ماضی جان لوگے تو رادھن سنگھ، تمہارا مستقبل خطرے میں پڑ جائے گا۔" میں نے جواب دیا اور رادھن سنگھ ایک قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"ہو سکتا ہے راجہ صاحب، کیوں نہ ہم کوئی کھیل کھیلیں؟ دیکھیں زندگی تو ایسی ہی دلچسپیوں کا نام ہے۔ کیا خیال ہے آپ کا؟"

"میں ہر طرح کا کھیل کھیل لیتا ہوں رادھن سنگھ مہاراج۔ آپ کیسا کھیل کھیلنا چاہتے ہیں آپ کو؟" میں نے سوال کیا

"اس کے بارے میں بعد میں باتیں کرلیں گے۔ یہ تو بتائیں ملاقات کہاں ہو رہی ہے ہماری آپ کی؟"

"جہاں آپ چاہیں۔"

"تو پھر گرین کلب کیسا رہے گا۔ شاید آپ کو اس کے بارے میں پہلے سے معلومات نہ ہوں۔ گرین کلب کی ممبرشپ صرف ایسے لوگوں کو دی جاتی ہے جن کا ماضی سامنے ہو۔ یہ رئیس، نواب، راجاؤں اور انگریزوں سے خطاب ملے ہوئے لوگوں کا کلب ہے۔ کوئی گھٹیا آدمی تو یہاں آ ہی نہیں سکتا۔"

"ہاں واقعی میں اس کے بارے میں نہیں جانتا لیکن اطمینان رکھیے کہ آپ جب کہیں آپ سے وہیں اور اسی کلب میں ملاقات کروں گا۔"

"تو پھر کل کیوں نہ ہو جائے یہ ملاقات۔" رادھن سنگھ نے کہا۔

"کیا کھیل وہیں شروع ہو جائے گا؟"

"ارے کھیل کا کیا ہے، وہ تو زندگی بھر کی چیز ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ کل کس وقت آ رہے ہیں آپ؟"

"آٹھ بجے۔" میں نے جواب دیا اور مختصر گفتگو کے بعد ٹیلیفون بند کر دیا۔ رادھن سنگھ کی یہ دعوت میرے لیے معنی خیز تھی۔ بہرطور اس کے لیے میں نے تمام انتظامات کیے تھے۔ گرین کلب کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو رادھن کا کہا بالکل صحیح نکلا۔ یہ واقعی انگریزوں کے زمانے کا کلب تھا اور بڑے رکھ رکھاؤ سے چل رہا تھا لیکن میری جو موجودہ پوزیشن تھی، اس کے تحت اس کلب کی رکنیت حاصل کرنے میں مجھے دقت نہ ہوتی تھی اور میرے ایک آدمی نے وہاں کا ایک دعوت نامہ فراہم کر دیا۔ چنانچہ دوسرے دن آٹھ بجے خاص تیاریوں کے ساتھ میں گرین کلب چل پڑا۔ گرین کلب کی حسین عمارت میں میری قیمتی اور شاندار کار داخل ہوئی تو میں نے اس کے برآمدے میں ہی چند لوگوں کو دیکھا۔ ان میں کنور رادھن سنگھ بھی تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر میرا استقبال کیا اور اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے بولا۔

"ان سے ملیے۔۔۔ راجہ صاحب سے آپ پہلے نہیں ملے ہوں گے۔ نیا نیا نام ابھرا ہے ان کا۔ لیکن اگر آپ لوگوں میں سے کوئی یہ بتا دے کہ راجہ صاحب کون سی ریاست کے راجہ ہیں تو میں پانچ لاکھ روپے انعام کے طور پر پیش کر دوں گا۔" عجیب سی گفتگو تھی۔ تمام ہی لوگ متوجہ ہو گئے تھے۔

"کنور صاحب بہت ہی دلچسپ آدمی ہیں دوستو۔ بہرحال پانچ لاکھ روپے اگر تم میں سے کوئی حاصل کرنا چاہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔۔۔ آئیے کنور صاحب، کیا آپ پسند نہیں ہوتے؟ کیا آپ کا تعلق برآمدے ہی سے ہے؟" اس سوال سے کنور رادھن سنگھ کا چہرہ سرخ ہو گیا مگر پھر وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"نہیں۔۔۔ نہیں آئیے، برآمدے سے آگے بھی بہت کچھ ہے۔" اور میں اس کے ساتھ اندر چل پڑا۔ کنور رادھن کلب کے اندرونی ہال میں داخل ہو گیا۔ باہر کے لوگ بھی اندر آ گئے تھے۔

"تشریف رکھیے راجہ صاحب!"

"شکریہ کنور۔" میں بیٹھ گیا۔

"کیا خدمت کی جائے آپ کی؟"

"جو آپ پسند کریں۔ آپ نے کس کھیل کی بات کی تھی؟" میں نے کہا۔

"ہاں کھیل۔۔۔ واقعی، کون سا کھیل پسند کریں گے آپ؟" کنور نے مجھ سے پوچھا۔

"مجھے ہر قسم کے کھیل پسند ہیں کنور صاحب۔ فیصلہ آپ پر ہے۔" میں نے کہا۔

"میرا کھیل آپ کو زیادہ پسند نہیں آئے گا راجہ صاحب، اس بات کو آپ خود سے سوچ لیں۔"

"کنور صاحب۔۔۔ مجھے ہر طرح کے کھیل پسند ہیں اور اگر میرا خیال غلط نہیں ہے تو آپ بھی کسی قدر میرے کھیلوں سے واقف ہیں۔"

"کون سے کھیل کا تذکرہ کر رہے ہیں راجہ صاحب؟" کنور رادھن سنگھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہت سے کھیل کھیلے ہیں میں نے، کون کون سے کھیلوں کا تذکرہ کروں۔ مثلاً ابھی پچھلی رات پانچ آدمی میری کوٹھی کے گرد چکر لگا رہے تھے۔ میں نے ان پانچوں کو اپنے ساتھ لوٹنے پر آمادہ کیا اور ان میں سے ایک نے کھیل ہار کر مجھے بہت سی باتیں بتا دیں۔" رادھن سنگھ کا چہرہ ایک لمحے کے لیے سرخ ہو گیا۔ پھر اس نے کہا۔

"بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"بس۔۔۔ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کنور صاحب جو کھلے طور پر سمجھانا مناسب نہیں ہوتا۔ چھوڑیے ان باتوں کو، گرین کلب میں تاش کا کھیل بھی تو دلچسپ ہے۔"

"لیکن جو لوگ یہ کھیل کھیل رہے ہیں ان کی اوقات اعلیٰ ہے۔ ان میں سے کوئی بھی میرے معیار کا کھلاڑی نہیں ہے۔"

"کیا معیار ہے آپ کا کنور صاحب؟" میں نے سوال کیا۔

"آپ راجہ صاحب اپنی تمام ریاستوں کو ہار کر بھی میرے معیار کو نہیں پہنچ سکتے۔"

"اور آپ ہارنے کی کیا صلاحیت رکھتے ہیں کنور صاحب؟"

"میں نے ہارنے کے لیے کبھی کوئی کھیل نہیں کھیلا۔"

"یہ بھی غلط ہے، ابھی کچھ ہی دن پہلے آپ ایک گیم ہارے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"کون سا گیم؟" کنور چونک کر بولا۔

"چھوڑیے۔۔۔ ایک شخص نے مجھ سے اس بار کا ذکر کیا تھا۔ ہانگ کانگ کا باشندہ تھا اور کیتھرو کاٹن کے نام سے جانا جاتا تھا۔" اس انکشاف سے رادھن سنگھ کی حالت بری ہو گئی تھی۔ ایک لمحے کے لیے اس میں تشنج پیدا ہوا۔ بمشکل تمام وہ خود کو سنبھال سکا۔ اس دوران میں ادھر ادھر دیکھتا رہا تھا۔ میں نے اسے اس طرح نظرانداز کر دیا تھا جیسے اس کی بے چینی میری نظر میں کوئی اہمیت نہ ہو۔ کنور نے اپنے آپ پر قابو پایا پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔

"ہوں۔۔۔ تو کیتھرو کاٹن سے آپ کی ملاقات ہوئی تھی۔ راجہ صاحب دیکھیے یہ تو اچھا ہے کہ آپ بھی ہانگ کانگ تک پہنچے، یہ دوسری بات ہے کہ آپ کے کام کرنے کے انداز میں راجاؤں کی شان موجود ہے۔" کنور رادھن سنگھ نے میرے اوپر چوٹ کی۔

"ہاں۔۔۔ راجہ جن معنوں میں آپ استعمال کر رہے ہیں اس معنی کا غلط نہیں ہے۔ قدیم زمانے میں راجہ چڑھائی کرتے تھے، علاقے فتح کرتے تھے اور مفتوحہ علاقے ان کی ملکیت ہوتے تھے۔ اور یہی دلچسپ ہوتی تھی کنور صاحب کہ وہاں کے لوگ مقابلے کی اہلیت نہیں رکھتے تھے اور اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے قابل نہیں ہوتے تھے۔ بہرطور تاش کا کھیل بھی بری چیز نہیں ہے۔ اگر آپ چاہیں تو کسی بھی وقت ہم اسی گرین کلب میں ایک ساتھ کھیل سکتے ہیں۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اس کھیل کے سلسلے میں آپ کو مایوسی نہیں ہوگی۔ یعنی آپ کی جو حیثیت ہے اس کے مطابق رقم آپ ضرور جیت سکتے ہیں۔" اس کے بعد شاید رادھن سنگھ میں قوت برداشت نہیں رہی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور ایک سمت چلا گیا۔ یہ بے بسی کی علامت تھی۔ غالباً میرے پے در پے واروں نے اسے نڈھال کر دیا تھا۔ رادھن سنگھ سے یہ ٹکراؤ کر کے مجھے بڑی مسرت ہوئی تھی اور میں اس شخص کو درحقیقت دو کوڑی کا بنا دینا چاہتا تھا۔ اس وقت یہ نشست انتہائی معقول رہی تھی اور میرے اپنے خیال میں اس کی بڑی اہمیت تھی۔ گرین کلب کے دوسرے ممبروں سے میری ملاقات ہوئی اور باقاعدہ تعارف کے بعد میں نے یہاں اپنے لیے ایک مقام حاصل کر لیا۔ کئی بڑے اور اہم لوگوں نے مجھے کلب کی مستقل رکنیت کی پیشکش کی۔ تو میں نے کہا۔

"آپ نے دیکھا کہ میرے لیے یہاں آنے میں کوئی وقت نہیں ہوئی۔ رکنیت کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔ میں جب بھی چاہوں گا یہاں آ جاؤں گا۔ ویسے کنور رادھن سنگھ نے مجھے تاش کھیلنے کی دعوت دی ہے۔ بہت جلد میرے اور ان کے درمیان کھیل ہوگا۔ اور میرا خیال ہے کہ یہ کھیل آپ کے لیے کافی دلچسپی کا باعث ہوگا۔ چونکہ کنور صاحب کا کہنا ہے کہ ان کی دولت کے مقابلے پر کوئی بھی ان کے سامنے نہیں آ سکتا۔" لوگوں نے اس بات کو خاص طور سے نوٹ کیا تھا۔ ان میں سے چند افراد نے دبی زبان میں یہ بھی کہا کہ کنور رادھن سنگھ بلاشبہ ایک دولت مند شخص ہے لیکن اس نے کبھی کوئی ایسا کارنامہ نمایاں انجام نہیں دیا کہ منظر عام پر آ سکتا جب کہ راجہ صاحب کی سخاوت کے بہت سے واقعات ان لوگوں کے علم میں آ چکے ہیں۔

واپسی میں میں نے بڑی احتیاط رکھی تھی۔ کنور رادھن نے واپسی پر مجھ سے ملاقات نہیں کی تھی، نظر ہی نہ آیا تھا مجھے اس لیے واپس آتے ہوئے میں خاص طور سے چوکنا تھا۔ چونکہ یہ بات جانتا تھا کہ سورج گرسن کے افراد بے شمار ہیں اور کوئی کارروائی کر سکتے ہیں لیکن ایسی کوئی بات ہوتی تو کنور رادھن کو چھٹی کا دودھ یاد آ جاتا کیونکہ میرے آدمی بھی اس وقت مجھ سے زیادہ دور نہیں تھے۔ کوٹھی واپس آنے کے بعد میں کافی دیر تک غور و خوض کرتا رہا۔ رادھن سنگھ سے ملاقات ہو گئی تھی۔ وہ یہ جان چکا تھا کہ سورج گرسن کے مقابلے میں راجہ ہی ہے اور یقیناً اسے اس بات کا علم بھی ہو گیا ہو گا کہ گولڈن تنظیم سے میرا گہرا تعلق ہے۔ گویا ہمارا آپس میں تعارف ہو چکا تھا۔ میں نے جس مقصد کے تحت اس کارروائی کا آغاز کیا تھا، اب اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کرو۔ اب اس سلسلے میں بے تاب رہنا ممکن نہ تھا کیونکہ تاش کے کھیل میں میں نے کنور رادھن سنگھ کو جو چیلنج کیا تھا وہ

اس دنیا میں رہنا ہی نہیں چاہتا تھا حالانکہ میرے ساتھ کام کرتے ہوئے اسے سکون ہی سکون تھا۔ لیکن وہ بے چارہ شاید ابدی سکون کا خواہش مند تھا۔

"اوہو، اوہو۔ آپ اسے جا کر موت کی نیند سلا آئے؟"

کیسی باتیں کر رہے ہیں راجہ صاحب بھلا مجھے کسی کو مارنے کی کیا ضرورت ہے سنا ہے بے چارہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ خیر چھوڑیں ان باتوں کو۔ ہمارے اور آپ کے درمیان ملاقات کب ہو رہی ہے۔

بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے کنور صاحب آپ جب چاہیں۔

تو پھر آج ہی رات کیوں نہ گرین کلب میں جشن منا ڈالا جائے۔

میں اس کے لیے مکمل طور پر تیار ہوں میں نے جواب دیا۔

تو ٹھیک ہے رات کو ساڑھے آٹھ بجے کلب کے سارے ممبران آپ کا استقبال کریں گے اور ہمارے اور آپ کے درمیان ایک تاریخی کھیل ہوگا۔ رادھن سنگھ نے کہا۔

میں حاضر ہو جاؤں گا کنور رادھن سنگھ جی میں نے جواب دیا اور دوسری طرف فون بند ہو گیا۔ میں نے بھی ریسیور رکھ دیا تھا۔

پھر میں رات کے بارے میں سوچنے لگا مجھے خصوصی تیاریاں بھی کرنی تھیں اس سلسلے میں، چنانچہ ٹیڈی کو خصوصی طور پر طلب کرکے میں نے آج رات کے پروگرام کے بارے میں اطلاع دی اور اس سے کافی دیر تک گفتگو کرتا رہا۔

یہ معلوم کرنا ہے راجہ صاحب کہ اگر ان کی طرف سے کوئی مجرمانہ کارروائی ہو تو ہمیں اس کے جواب میں کیا کرنا چاہیے۔

جو تمہارا دل چاہے لیکن کسی بھی طرح منظر عام پر آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

"آپ اطمینان رکھیں۔ ٹیڈی بولا اسے رخصت کرنے کے بعد میں نے کوشل کو اپنے پاس طلب کر لیا۔

"کوشل، آج رات تمہارا امتحان ہے۔"

کیا اس سے رابطہ قائم ہو گیا، کوشل نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔"

"تمہیں کچھ ہدایات دینا ہیں کوشل۔ میں نے کہا۔

"ضرور، کہو کیا ہدایات ہیں۔"

"اپنے آپ کو مکمل طور پر غیر جذباتی رکھنا ہے کوشل کماری اصل شکل و صورت میں ان کے سامنے جاؤ گی۔ میں سب سے تمہارا تعارف کوشل کماری کہہ کر کراؤں گا اور اس کی حالت غیر ہو جائے گی لیکن تمہیں اپنے چہرے سے اور اپنی کسی بھی حرکت سے اس بات کا اظہار نہیں ہونے دینا کہ تم اسے کسی بھی طرح جانتی ہو اس کے لیے دل میں انتقام کا جذبہ رکھتی ہو بالکل اجنبی بن کر اس سے ملو گی یہی ہماری جیت ہے کہ ہم اسے شدید ذہنی الجھن کا شکار کر دیں کوشل چند لمحات خاموش رہی پھر اس نے کہا۔

اطمینان رکھو۔ ٹوانہ ایسا ہی ہوگا۔

بہر طور ٹیڈی نے شام کو ساڑھے چھ بجے مجھے اطلاع دی کہ کلب کے اطراف پوری طرح مضبوط کر لیے گئے ہیں اور مختلف طریقوں سے ہمارے آدمی کلب میں داخل ہوتے رہے ہیں۔

چند افراد کو کلب سے اغوا کر لیا گیا ہے اور ان کی جگہ ہمارے آدمیوں نے لی ہے تاکہ اندرونی طور پر اگر گڑبڑ ہو تو اس سے نمٹا جا سکے ٹیڈی کی اس اطلاع پر میں بہت مطمئن ہو گیا تھا۔

شام کو تیار ہو کر ہم دونوں باہر نکل آئے میری کار گرین کلب کی جانب دوڑنے لگی اسے میرا ایک ساتھی ڈرائیو کر رہا تھا کوشل نے ایک حسین سفید ساڑھی پہنی ہوئی تھی جس میں اس کی شخصیت انتہائی پر وقار نظر آ رہی تھی کافی دیر تک ہم اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے تھے پھر جب گرین کلب کی عمارت میں داخل ہوئی تو وہاں واقعی جشن کی اعلیٰ تیاریاں کی گئی تھیں۔

میں نے رادھن سنگھ کے ایک خاص آدمی کو وہاں دیکھا جو میرے استقبال کے لیے موجود تھا اس نے آگے بڑھ کر اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"میں کنور جی کا سکریٹری ہوں۔"

"کیوں کیا کنور صاحب نہیں آئے۔ میں نے سوال کیا۔

"نہیں، کنور صاحب آ چکے ہیں۔ وہ اندر آپ کا انتظار کر رہے ہیں سکریٹری نے جواب دیا اور میں مسکراتا ہوا داخل ہو گیا۔ کوشل میرے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد جب ہم ہال میں پہنچے تو لوگوں نے تالیاں بجا کر ہمارا استقبال کیا شاید آج کے پروگرام کا کنور رادھن سنگھ نے خاصا پرچار کر دیا تھا اور اس بڑے کلب میں صرف ایک ہی بڑی میز بچھائی گئی تھی کنور رادھن سنگھ نے مجھے دیکھا اور پھر اس کی نگاہیں کوشل کی جانب اٹھ گئیں کوشل کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیے تو اس کے ذہن میں کوئی بات نہیں ابھری لیکن دوسرے لمحے شاید اسے کوشل کا چہرہ یاد آ گیا تھا میں اس کے چہرے کے بدلتے ہوئے رنگوں کو دیکھ رہا تھا وہ پھر سرخ ہو گیا تھا دیر تک وہ دنیا و مافیہا کو بھول کر کوشل کی جانب متوجہ ہو رہا تھا اور پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر میرے قریب پہنچ گیا۔

"آپ کی مسز راجہ صاحب۔ اس نے سوال کیا۔

میں جانتا تھا کہ اس کے دل پر کیا بیت رہی ہے اس وقت وہ اپنے آپ کو نارمل رکھنے کے لیے کتنی کوششیں کر رہا ہے۔

نہیں، یہ کوشل کماری ہیں۔ میری دوست میں نے جواب دیا، رادھن سنگھ ایک لمحے کے لیے بے حد سپاٹ ہو گیا تھا کوشل کے انداز میں بے پناہ وقار تھا اس نے بالکل سادہ اور سپاٹ نگاہوں سے کنور رادھن سنگھ کو دیکھا اور پھر میری طرف رخ کرکے بولی۔

"یہ کون ہیں؟"

"اوہ۔ سوری کوشل کماری، یہ رادھن سنگھ ہیں بڑی خوبیوں کے مالک ہیں ان کی خوبیوں کی کچھ خبریں تمہارے کانوں تک بھی شاید پہنچی ہوں یہ وہی رادھن سنگھ ہیں۔

میں جانتی ہوں انہیں کوشل کماری نے کہا اور رادھن سنگھ پر ایک ضرب پڑی۔

ہاں میرا خیال ہے ہم ایک دوسرے سے بخوبی واقف ہیں اس نے آہستہ سے کہا۔

ناممکن، کوشل کماری سے آپ کیا واقف ہو سکتے ہیں کنور صاحب ان کے وجود کی گہرائیوں میں تو شاید آج تک کوئی انسان نہیں جھانک سکا۔

ان کا وجود اس کی گہرائیاں۔ شاید۔ کنور رادھن سنگھ نے کرسی کی جانب بڑھتے ہوئے کہا۔ اور پھر ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"تشریف رکھیے راجہ صاحب۔ آپ یقینی طور پر اپنے لیے پروگرام ترتیب دے کر آئے ہوں گے آج ہمارے درمیان تاش کے کھیل کا مقابلہ ہے۔

"ہاں کوشل کماری سے بھی اس کا تذکرہ ہوا ہے میں نے ان سے کہا کہ کنور رادھن سنگھ جیسے ایک صاحب مجھ سے تاش کھیل کر جیتنا چاہتے ہیں یہ کہنے لگی کہ تاش کا کھیل بھی بھلا کوئی کھیل ہے اس میں جیتنا کون سا مشکل کام ہے بچوں کو بآسانی بے وقوف بنایا جا سکتا ہے تاش کے کھیل میں کوشل کماری بھی خاصی دلچسپی رکھتی ہیں۔

اوہ۔ بہت ماڈرن ہیں یہ۔ واقعی بہت حیرت ہوئی تمہیں دیکھ کر کیونکہ رادھن سنگھ نے ادھورا چھوڑ دیا تھا۔

جی ہاں۔ آپ کچھ کہہ رہے تھے میں نے کہا۔

جو کچھ میں کہہ رہا تھا شاید ان کے علاوہ کسی کی سمجھ میں نہیں آئے گا اس لیے رہنے دیں بات ایسی ہونی چاہیے جو سب کی سمجھ میں آ سکے۔

تو اس کے لیے تاش کا کھیل ہی سب سے زیادہ مناسب ہے کون سا کھیل کھیلیں گے آپ۔

فلیش، کنور رادھن سنگھ نے کہا۔

آپ کے کچھ ساتھی بھی ہوں گے۔

ہاں چند لوگ ہمارے ساتھ کھیلیں گے ظاہر ہے یہ دو آدمیوں کے درمیان کا کھیل تو نہیں ہے۔

ان لوگوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔

میرے اپنے آدمی ہوں گے، میری رقم سے کھیلیں گے اور جیت کی رقم مجھے دیں گے آپ کا کیا خیال ہے اس سلسلے میں راجہ صاحب آپ کو اس پر کوئی اعتراض ہوگا۔

جی نہیں، آپ سب لوگ مل کر اگر میری یہ تھوڑی سی رقم جیت لیں گے تو مجھے اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

تو پھر وہ تھوڑی سی رقم آپ منگوا لیجیے کنور رادھن سنگھ نے کہا اور میں نے ہاتھ اوپر کرکے اشارہ کیا میرے دو آدمی نوٹوں کی لاتعداد گڈیاں سنبھالے ہوئے اندر داخل ہوئے یہ گڈیاں ایک علیحدہ میز پر سجا دی گئی تھیں۔ رادھن سنگھ نے انہیں دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

گڈ۔ کیتھرو کا قن زندہ باد۔

مجھے تمہاری خوشیوں کا اندازہ ہے۔ رادھن سنگھ لیکن آنے والے وقت کا افسوس بھی۔ میں جانتا ہوں کہ ہار جیت تمہارے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتی لیکن ہار کا نام بڑا برا ہوتا ہے اور پھر یہ اتنے سارے لوگ جو تمہارے ارد گرد بیٹھے ہوئے ہیں اور جو تمہیں برد بار دیکھنے کے خواہش مند ہوں گے ہارتے ہوئے تمہیں کیا کہیں گے۔ جو ہوتا ہی ہے۔ میں نے چوٹ کی اور رادھن سنگھ تلملا گیا۔

تمہارے لیے میں نے اپنے آپ میں بڑی تبدیلیاں پیدا کی ہیں راجہ۔ بہر طور ٹھیک ہے ہمارے تمہارے درمیان یہ کھیل تو میرا خیال ہے لمبے عرصے جاری رہے گا۔

"فی الحال تاش کے کھیل کی بات کرو۔" میں نے کہا۔
کئی نئی گڈیاں لاکر ہمارے سامنے رکھ دی گئیں۔ رادھن سنگھ نے ہماری طرف اشارہ کر کے کہا۔
"ان میں سے کوئی گڈی منتخب کر کے اسے کھول لو تاکہ بعد میں یہ نہ کہہ سکو کہ کوئی گڑبڑ ہوئی ہے۔"
"یہ کام تم ہی انجام دو رادھن سنگھ۔"
"نہیں۔ میں ایسے گھٹیا کام کبھی نہیں کرتا۔"
"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور ایک گڈی اٹھا کر اس کا ریپر پھاڑ دیا۔
گڈی اپنے ہاتھوں سے شفل کر کے میں نے سامنے رکھ دی اور کوشل نے مجھے اپنے ٹیم کے بارے میں بتایا تھا لیکن راجہ نواز اصغر سے وہ پوری طرح واقف نہیں تھی۔ راجہ نواز اصغر کا ماضی کیا تھا اور کوشل کو مختصراً تو اس کے بارے میں معلوم تھا لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ تاش کا کھلاڑی راجہ نواز اصغر بھی ہے اور اس کی اپنی حیثیت بھی اس سلسلے میں کم نہیں ہے۔
چنانچہ جب مجھے موقع ملا تھا تو بھلا میں کیوں اعتراض کرتا۔ تاش سیٹ ہو گئے تھے اپنی جگہ اور اس کے بعد میں نے رادھن سنگھ کے ایک آدمی سے تاش بانٹنے کو کہا۔
اس نے بے چون و چرا میرے حکم کی تعمیل کی تھی مجھے معلوم تھا کہ کوشل کے پاس کیا ہے اور میرے پاس کیا ہے کھیل شروع ہو گیا میں نے بڑے اطمینان انداز میں ایک گڈی اٹھا کر سامنے ڈال دی۔
کھیل ایک ایک گڈی سے شروع ہوا تھا اور یہ صورتحال انتہائی خوفناک تھی۔ بہرحال کھیل شروع ہو گیا میں نے پائیں سے کوشل کو اشارہ کر دیا تھا کہ اس کے پاس اچھے کارڈز نہیں ہیں۔ اس لیے وہ بہت زیادہ سرگرمی کا مظاہرہ نہ کرے اچھے کارڈز میرے پاس بھی نہیں تھے چنانچہ پہلا شو ہم زبردست پیمانے پر ہار گئے۔
رادھن سنگھ کے چہرے پر فخر کے آثار پیدا ہو گئے اس نے مسکراتے ہوئے گڈی اپنے ایک ساتھی کو دی اور وہ اسے شفل کرنے لگا پھر وہ کارڈز بانٹنے لگا لیکن اصل کھیل اس وقت شروع ہوا تھا اپنے ہاتھ سے کارڈز تقسیم کر کے میں جیتنا نہیں چاہتا تھا اور نہ ہی کوشل کو جتانا چاہتا تھا تاکہ کسی قسم کے شبے کا موقع نہ ملے۔
اس بار میری توقع کے مطابق کارڈز کوشل کے ہاتھ میں آئے تھے اور اس کے کارڈز سب سے بڑھے تھے چنانچہ میرے اشارے پر کوشل نے کھیل کو بڑھانا شروع کر دیا۔ میں تو درمیان میں اڑا ہوا تھا۔ رادھن سنگھ کے دو آدمی تھوڑی دیر کے بعد تاش پھینک کر پیچھے ہٹ گئے رادھن سنگھ خود دانت لگاتار رہا تھا وہ اتنی کے لیے اپنی طرف سے شو لینے کا روادار نہیں تھا۔
چنانچہ میز پر گڈیوں کے انبار جمع ہوتے گئے اور اس کے بعد میں نے بھی کارڈز پھینک دیے۔ اب کوشل اور رادھن سنگھ رہ گئے تھے۔
"اوہ بے بی۔ ہمارے تمہارے درمیان بڑا لمبا حساب ہے لیکن فی الحال اس میز کی بات کرو کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ تم شو لے لو۔"
"اگر آپ کہتے ہیں کنور صاحب تو ٹھیک ہے شو کر لیجیے۔" کوشل نے مطلوبہ رقم سامنے ڈالتے ہوئے کہا اور رادھن سنگھ نے اپنے پتے میز پر پھیلا دیے۔ کوشل نے جب اپنے کارڈز شو کیے تو بہت سی حیرت زدہ آوازیں نکل گئیں۔ اس کے کارڈز رادھن سنگھ سے بے حد معمولی سے بڑے تھے۔ اور وہ جیت گئی تھی گڈیوں کا ڈھیر اس طرف منتقل ہو گیا تھا اور اب اس کے بعد سارا کھیل کوشل کے ہاتھ میں تھا۔ کیا مجال تھی کہ کوشل کسی کو ایک ہاتھ بھی جیتنے دیتی گڈیاں جمع ہوتی رہیں کئی بار تاش تبدیل کیے گئے نئی گڈیاں لائی گئیں اور چونکہ تقسیم کوشل ہی کو کرنا تھا اس لیے اب کسی کی مجال نہیں تھی کہ وہ جیت سکے۔
جیت کی رقم میز پر جمع ہوتی رہی اور اس کے بعد جب یہ میز پر منتقل ہونے لگیں اتنا بڑا کھیل شاید گرین کلب کی زندگی میں کبھی نہیں ہوا تھا چاروں طرف سے لوگ سمٹ کر یہاں آگئے تھے اور گیم عروج پر آ گیا تھا۔
رادھن سنگھ کا بس نہیں چلتا تھا کہ کوشل کو کچا چبا جائے وہ اپنی زندگی کی بہت بڑی ہار سے دوچار ہوا تھا یہاں تک کہ بالآخر اس نے کھیل ختم کرنے کا اعلان کر دیا اور کھڑا ہو گیا وہ بولا۔
"اس جیت پر میں آپ لوگوں کو مبارکباد نہیں پیش کروں گا کیونکہ اس کے بعد جو نیا کھیل ہوگا وہ آپ دونوں کی زندگی میں بہت ہی منحوس ہوگا۔"
"ہارنے والے گالیاں بکتے ہوئے ہی جاتے ہیں کنور رادھن سنگھ جی اگر آپ چاہیں تو اپنی ہاری ہوئی رقم واپس لے جاسکتے ہیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" میں نے کہا اور رادھن سنگھ پلٹ کر واپس چلا گیا۔
یہ صورتحال بڑی دلچسپ تھی میرا خیال ہے کہ ہم رادھن سنگھ کو لاکھوں روپے کی رقم جیت کر لا سکتے تھے کوشل بے پناہ خوش نظر آ رہی تھی اس نے میرے ساتھ ہوٹل کی کار میں بیٹھتے ہوئے کہا۔
"آہ راجہ نواز اصغر شاید تم یقین نہ کرو کہ اس کی اس ذلت سے میں نے کیسی زندگی حاصل کی ہے جی چاہتا ہے خوشی سے ناچنے لگوں۔ لیکن لیکن۔"
"ابھی نہیں کوشل یہ بہت چھوٹی سی بات ہے لیکن یہ تو رادھن سنگھ کو اپنی زندگی کے سب سے بڑے خساروں سے دوچار ہونا پڑے گا۔ یہ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں۔"
"مجھے یقین ہے۔" کوشل نے کہا۔
راستہ انتہائی پرسکون کٹ گیا رادھن سنگھ کی طرف سے کسی ایسی جوابی کارروائی کی ابتدا نہیں ہوئی تھی جو ہمارے لیے قابل تشویش ہوتی اور اس کے بعد تقریباً پندرہ دن تک رادھن سنگھ کا کوئی پیغام موصول ہوا اور نہ اس کی طرف سے کوئی ایسی کارروائی کی گئی جو ہمارے لیے نقصان دہ ہوتی البتہ میرے پلاننگ ڈیپارٹمنٹ نے مجھے ایک منصوبہ پیش کیا جو سورج گرہن کے خلاف تھا اور ہم نے اس منصوبے پر کارروائی شروع کر دی تھی۔
اس بار بھی ایک بہت بڑا منصوبہ تھا رادھن سنگھ ایک ٹھیکے پر رہا تھا جو ایک نئے شہر کو بسانے کے سلسلے میں تھا یہاں قدیم طرز کی آبادی تھی اور حکومت وہاں جدید ترین عمارتیں بنانے پر کاروبار کرانا چاہتی تھی چنانچہ اس کی کارروائی شروع ہو گئی تھی۔ ہیڈی نے اس سلسلے میں مجھے اطلاع دی تو میں نے اس سے کہا کہ یہ ٹھیکہ راجہ صاحب کے نام ہی سے لیا جائے اور اس سلسلے میں خواہ کتنا ہی خرچ ہو جائے کہ رادھن سنگھ کو بدترین شکست سے دوچار ہونا پڑے۔
مجھے اندازہ تھا اس کارروائی میں کامیابی نصیب ہوئی تھی رادھن سنگھ کی کیفیت کا تو مجھے پتہ نہیں چل سکا لیکن یہ یقین تھا کہ اسے بدترین شکست پہنچی ہے اس کی حالت بہت خراب تھی کوشل کو اس سلسلے میں بڑی حیرت تھی کہ اس نے ابھی تک کوئی کارروائی نہیں کی تھی اور کوشل کے سلسلے میں میری تمام توقعات ادھوری رہ گئی تھیں۔
میرا خیال تھا کہ رادھن سنگھ کوشل کو کسی نہ کسی طرح حاصل کرنے یا ختم کرنے کی انتہائی کوشش کرے گا لیکن ابھی تک اس کی طرف سے ایسی کوئی کوشش نہیں ہوئی تھی۔
لیکن اپنے طور پر میں غافل نہیں تھا اور ہیڈی کو میں نے رادھن سنگھ پر لگا رکھا تھا کہ وہ اس کی نگرانی جاری رکھے اور رادھن سنگھ کے معمولات سے مجھے آگاہ کرتا رہے جو زوف ابھی تک بڑی کامیابی سے ——— اپنی حیثیت برقرار رکھے ہوئے تھا اور اس نے کسی کو شبہ نہیں ہونے دیا تھا جو زوف کی طرف سے تازہ ترین اطلاعات رادھن سنگھ کے بارے میں یہ تھیں کہ رادھن سنگھ کہیں غائب ہو گیا ہے اور یہ نہیں پتہ چل سکا کہ وہ کہاں گیا ہے۔
بہرحال جب تک رادھن سنگھ کی طرف سے خود کوئی کارروائی نہ ہوتی میں اپنی طرف سے مزید کچھ کرنے کے موڈ میں نہیں تھا جتنا کچھ کر چکا تھا وہ میرے لیے کافی اطمینان بخش تھا اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے رادھن سنگھ کو جگہ جگہ میرے ہاتھوں شکست نصیب ہو رہی ہو اور وہ کچھ بوکھلا سا گیا ہو۔
بات صرف میری اور اس کی ذات تک ہی نہیں تھی بلکہ اپنے طور پر میرا پلاننگ ڈیپارٹمنٹ کام کر رہا تھا اور جہاں بھی رادھن سنگھ یا سورج گرہن کے مفادات ہوتے وہاں گولڈ مین کی ٹانگ ضرور اڑ جاتی تھی اور خدا کا فضل تھا کہ ہمیں اس سلسلے میں کامیابی ہی نصیب ہوتی تھی۔
سورج گرہن کے مختلف ٹھکانوں پر جہاں جہاں کام ہوتا تھا وہاں ہمارے آدمی تعینات ہو چکے تھے اور گولڈ مین ہی کے نام سے کام کر رہے تھے اس طرح سے میں نے سورج گرہن کو زچ کر کے رکھ دیا تھا جس پروجیکٹ کا ٹھیکہ مجھے ملا تھا وہ شہر سے کافی فاصلے پر ایک پرفضا مقام پر تھا وہاں قدیم طرز کی آبادی پھیلی ہوئی تھی اور یہاں یہ جدید ٹاؤن وغیرہ بن رہے تھے اور یہ کام بھی ہمارے آدمی ہی کر رہے تھے۔
میں نے اپنے ایک خاص رکن سلطان شاہ کو وہاں بھیجا ہوا تھا سلطان شاہ ایک منجھا ہوا آدمی تھا اور بڑی ذمہ داری سے کام کی نگرانی کر رہا تھا کیونکہ کسی بھی جگہ یہ خطرہ ہو سکتا تھا کہ سورج گرہن اس میں اپنی ٹانگ اڑائے گی۔
تقریباً ایک یا ڈیڑھ ماہ گزر چکا تھا اور رادھن سنگھ کا کوئی پتہ نہیں تھا کوشل اس کے لیے سخت بے چین تھی اور بار بار مجھ سے کہتی تھی کہیں وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نہ گیا ہو۔
میں کوشل کی بے چینی اچھی طرح سمجھتا تھا لیکن میں نے اسے صبر کرنے کے لیے کہا اور اسے مشورہ دیا کہ بہتر یہ ہے کہ

کر وہ اس سلسلے میں اپنے طور پر کسی قدر اطمینان رکھے یقیناً جو کچھ ہوگا بہتر ہی ہوگا۔

پروجیکٹ ایریا سے سلیمان شاہ کا ایک پیغام مجھے ملا جس میں اس نے کہا تھا کہ اس نے کچھ ایسی چیزیں دیکھی ہیں جنہیں دیکھ کر وہ شدید حیران رہ گیا ہے چنانچہ بہتر یہ ہے کہ کسی کو اس کی مدد کے لیے بھیج دیا جائے اور وہ کوئی ذہین آدمی ہو۔

سرکاری پروجیکٹ کا معاملہ تھا اگر کوئی گڑبڑ ہو جاتی تو کولڈ مین کی ساکھ متاثر ہو سکتی تھی اور میں نے جب غور کیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ اگر واقعی شہریار سورج گرہن نے ایسی کوئی حرکت کر ڈالی تو درحقیقت کولڈ مین کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔

چنانچہ میں نے اس سلسلے میں تیندی سے مشورہ کیا اور تیندی نے مجھے پیشکش کی کہ وہ خود اس جگہ پہنچ کر اس کام کی نگرانی کرے گا لیکن ان دنوں تیندی سورج گرہن کے ہی خلاف ایک دوسرے مسئلے میں الجھا ہوا تھا۔ چنانچہ میں نے یہ بات مناسب نہیں سمجھی اور اس کے مشورے سے چند آدمیوں کے ساتھ خود پروجیکٹ ایریا کی طرف روانہ ہو گیا۔

کوشش کر کے میں نے بس اس کی صرف اتنی ساتھ لے لیا تھا میں خود جا کر سلیمان شاہ سے ملنا چاہتا تھا اور یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کیا صورت حال ہے جس نے اسے پریشان کر دیا ہے۔

سلیمان شاہ نے پروجیکٹ ایریا کے علاقے میں اپنا ایک دفتر بنایا تھا اور وہیں اس نے ایک عمارت تعمیر کرائی تھی اسی عمارت میں، میں سلیمان شاہ سے ملاقات کی اس نے نہایت پرجوش انداز میں اور بڑے احترام سے میرا استقبال کیا تھا۔

"سر آپ خود تشریف لے آئیں گے اس کا مجھے اندازہ نہیں تھا۔"

"ہاں سلیمان شاہ کچھ ایسی ہی مصروفیات تھیں دوسرے لوگوں کی کہ میں نے سوچا خود ہی تم سے ملاقات کر لوں اور کیا صورت حال تھی جس کی وجہ سے تم تشویش زدہ ہو گئے تھے۔"

"میں پورے وثوق سے ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں جناب۔ الحسن شاہ یا تو بذات خود موجود ہے یا پھر اس نے اپنے خاص گرگوں کو کسی کام میں مصروف کر رکھا ہے۔ وہ کہاں ہے اس سلسلے میں، میں ابھی تک کوئی اندازہ نہیں لگا سکا حالانکہ میں نے اسے تلاش کرنے کی بہت کوشش کی ہے وہاں صحیح بھی یہاں اور اس جگہ کے اطراف میں بہت سی عمارتیں بنی ہوئی ہیں جن میں سرکاری اور نیم سرکاری لوگ رہتے ہیں کچھ ایسے سرمایہ دار بھی ہیں جنہوں نے یہاں اپنے بنگلے تعمیر کرا رکھے ہیں اور خاص طور سے گرمیوں کے موسم میں لوگ یہاں سیر و سیاحت کی غرض سے آیا جایا کرتے ہیں لیکن یہ ہم یہ اندازہ نہیں لگا سکے کہ الحسن شاہ کس حیثیت سے یا اس کا کوئی نمائندہ کس جگہ یہاں مقیم ہے۔"

"وہ صورت حال کیا تھی جس سے تم پریشان ہو۔"

"آپ کو علم ہے جناب کہ پروجیکٹ ایریا کے علاقے کا کام بہت تیز رفتاری سے شروع ہو گیا ہے ہم نے کام کے نقشے تیار کرنے کے بعد کھدائی شروع کرا دی ہے اور خدا کے فضل سے اتنے مختصر وقت میں ہمارا اتنا کام ہو چکا ہے جتنا ہم اس سے کہیں زیادہ وقت میں کر سکتے تھے۔"

"ہاں مجھے اس کے بارے میں مسلسل رپورٹیں مل رہی ہیں اور میں خود بھی ابھی ان علاقوں کا جائزہ لوں گا لیکن تشویش کی بات پھر رہ گئی۔"

"جناب عالی ایک زیر تعمیر عمارت کے پاس مجھے ایک تار نظر آیا جس کا ایک سرا باہر نکلا ہوا رہ گیا تھا بظاہر تو یہ خاص بات نہیں تھی لیکن یونہی مجھے محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی تار کا ٹکڑا پڑا ہوا ہے لیکن جب میں نے اسے کھینچ کر دیکھا تو مجھے محسوس ہوا کہ وہ تار ان عمارتوں کے نیچے سے گزر رہا ہے جن کی تعمیر ہم نے شروع کرا دی ہے۔ یہ تار کہاں تک گیا ہے اور کس انداز میں گیا ہے اس کے بارے میں تو معلوم نہیں ہو سکا لیکن اس کے دوسرے سرے کو جب میں نے تلاش کیا تو مجھے انتہائی حیرت ہوئی کہ وہ دو موٹے کیبلز زمین میں پڑے ہوئے ہیں اور ان ہی میں سے ایک میں وہ تار منسلک تھا۔"

"کیبلز جب ہم نے ان کی کھدائی کی تو تقریباً ایک میل تک چلے گئے تھے۔ اس کے بعد میں نے وہ جگہ بند کر دی چونکہ جس جگہ تک وہ گئے ہیں وہ بھرے پڑے آبادی علاقے میں ہے اور اس کے سلسلے میں ہمیں مزید کارروائی کرنا ہوں گی ممکن ہے ہمیں چند عمارتوں کو بھی ڈھانا پڑے"

"کیبل۔ تار۔" میں نے تجزیاتی انداز میں کہا۔

"جی ہاں جناب۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے یہ تار بہت بڑی بارودی سرنگ سے بھی منسلک ہو سکتے ہیں یا یہ سرنگ آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا میرے کہنے کا کہ ان عمارتوں کے نیچے سے گزرتی ہے جنہیں ہم تعمیر کر رہے ہیں۔" ایک لمحے کے لیے میرا دل دہل کر رہ گیا تھا۔ اب اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہا تھا کہ یہ سورج گرہن ہی کی کارروائی ہے وہ ہماری تعمیر کا انتظار کر رہے تھے اور انہوں نے عمارتوں کی تعمیر سے پہلے اپنا کام مکمل کر لیا تھا یقیناً کسی خاص جگہ میں ڈائنامائٹ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہوگا اور اس کے بعد جب عمارتیں تکمیل تک پہنچ جائیں گی تو ڈائنامائٹ کے ذخیرے سے ان عمارتوں کو اڑا دیا جائے گا۔

اس طرح طویل عرصے میں جو کارروائی مکمل کرنے کے بعد ہمیں اس کی پوزیشن جو حکومت کو دینا تھی وہ متاثر ہوتی اور ہماری حیثیت تقریباً ناکارہ ہو جاتی۔

سلیمان شاہ واقعی ذہین آدمی تھا جس نے تار کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے سے اتنی بڑی سازش کا سراغ لگایا تھا۔

"میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا سر کہ اب اس سلسلے میں ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"

"ڈائنامائٹ کے ذخیرے سے ان کیبلوں کو کس طرح منسلک کیا جائے گا۔ سلیمان اس کے بارے میں کوئی اندازہ کس طرح لگایا جائے۔"

"یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے جناب ظاہر ہے کہ ہم اس تار کے سہارے سہارے بہت دور تک جا کر ڈائنامائٹ کے ذخیرے کو پکڑ سکیں گے کام وہ نہیں دیں گے بلکہ ہم تاروں کو یہاں ہی سے منقطع کر دیتے ہیں اس کے بعد اس سلسلے میں ہم مزید کوششیں کریں گے۔"

"نہایت موثر پروگرام ہے لیکن تاروں کے اس حصے کو عمارتوں کے اندرونی علاقوں میں منقطع کرو خطرہ تو صرف یہ ہے کہ کہیں تعمیر کرنے والے مزدوروں میں سورج گرہن کے افراد شامل نہ ہوں۔"

"یقیناً جناب۔ اس کی خاص طور سے نگرانی کی گئی ہے اور میں اس سلسلے میں اپنے آدمیوں کے ذریعے مزدوروں کی حرکات و سکنات کا جائزہ لے رہا ہوں۔"

"کوئی مشتبہ شخصیت ملی ہے؟"

"ابھی نہیں۔ ممکن ہے مزدوروں میں کوئی ایسا آدمی شامل ہو جو کبھی پکڑا جا سکتا ہے۔"

"اس کے باوجود ہم اس شعبے کو نظر انداز نہیں کر سکتے سب سے پہلا کام سلیمان شاہ آج رات کو یہی کرو کہ ڈائنامائٹ سے منسلک کیبل کو کاٹ کر اسے ناکارہ کر دو اس کے بعد ہم ذخیرے تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔"

رات کو سلیمان شاہ، میں اور کچھ مخصوص بندوں نے ہی اس کام کی نگرانی کرنے کے لیے سلیمان شاہ نے اپنے تین خاص آدمیوں کو اس کام کے لیے مخصوص کر لیا تھا جو زمین کی کھدائی کر کے کیبل کو تلاش کرتے جا رہے تھے۔ کافی موٹا کیبل تھا جس میں طرح طرح کے تار لگے ہوئے تھے۔ یقیناً ڈائنامائٹس کا جال اس پورے پروجیکٹ ایریا میں پھیلا دیا گیا ہوگا جس کی تعمیر ہم کر رہے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک زیر تعمیر عمارت کے پاس پہنچ گئے یہاں ایک گڑھے سے ایک موٹا کیبل گزر رہا تھا۔ چنانچہ ہم نے اسے وہاں سے زمین سے کھینچا اور اس کو وہاں سے کاٹ کر اس کے تار علیحدہ علیحدہ کر دیئے اس طرح کم از کم اس کا سلسلہ کنکشن ایریا سے کٹ گیا تھا۔

اس کے بعد ہم نے تقریباً آدھی رات تک یہ کوششیں جاری رکھیں اور بالآخر ایک بہت بڑی عمارت کے پاس پہنچ گئے جس کی تعمیر سب سے زیادہ مکمل ہو چکی تھی۔ عمارت کے نیچے ایک چھوٹا سا خانہ نظر آیا جسے کھودا اور کھودا تو وہاں ایک سیاہ رنگ کا لوہے کا ڈھکن ملا جب اس ڈھکن کو اٹھا کر ہم لوگ نیچے اترے تو ہماری آنکھیں شدت حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

پتہ نہیں کس طرح سورج گرہن کے افراد نے یہ کارنامہ انجام دیا تھا یہاں بہت بڑا ڈائنامائٹ کا ذخیرہ لگا دیا گیا تھا اور اس سے منسلک تار مختلف شاخوں میں دور دور تک پھیل گئے تھے۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ صبح ہونے کا انتظار کیا جائے اور اس کے بعد علاقے کے پورے علاقے کو جگہ جگہ سے کھدوا کر ڈائنامائٹس کے ذخیرے تلاش کیے جائیں۔

چنانچہ دوسرا دن اور تیسرا دن بھی اسی کام میں گزر گیا ہمیں تقریباً نو ایسی جگہیں ملیں جہاں ڈائنامائٹس کے ذخائر پوشیدہ تھے اور ان کا سلسلہ کسی خاص جگہ سے جا ملتا تھا۔

اپنے طور پر یہ تمام کارروائی مکمل کر لینے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ کیبل تار کے ذریعے اس جگہ تک پہنچنے کی کوشش کروں گا جہاں سے یہ کارروائی کی گئی تھی۔

چنانچہ اس کے لیے میں نے اپنے کام کا آغاز کیا اور رات کے وقت دو آدمیوں کے ساتھ وہاں سے آگے بڑھتا چلا گیا کیبل میری رہنمائی کر رہا تھا اور ہمارا رخ بستی کی

جانب تھا جہاں چند عمارتیں اب بھی نہایت شاندار تھیں
میں موجود تھیں یہ عمارتیں بے شک قدیم تھیں اور سرخ
تکھوری اینٹوں سے بنی ہوئی تھیں لیکن اب بھی ان میں
کافی جان تھی اور وہ بہت مضبوط نظر آ رہی تھیں۔
ایک عمارت تک پہنچنے کے بعد کھدائی کا یہ سلسلہ آ کر
ختم ہو گیا اور مجھے یہ اندازہ لگانے میں دشواری نہیں ہوئی
کہ یہی وہ عمارت ہے جہاں سے یہ کارروائی کی جا رہی ہے۔
میں نے اپنے باقی کام کو بعد کے لیے ملتوی کر دیا اور
ہم وہاں سے واپس چل پڑے جب میں اپنی رہائش گاہ پر
پہنچا جو ایسی ہی ایک قدیم عمارت میں تعمیر کی گئی تھی تو مجھے
وہاں ایک عجیب سا سناٹا محسوس ہوا میں اس وقت تنہا
ہی تھا نجانے کیوں مجھے احساس ہوا کہ کوئی ایسی خاص بات
ہے جو یقینی طور پر میرے لیے غیر متوقع ہے کہ شاید اس عمارت
میں تھی اور میں آہستہ آہستہ چھوڑ گیا تھا ایک لمحے کے لیے میں
خوفزدہ ہو گیا پھر جب میں اندر داخل ہوا تو کوشش کے بعد
میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا میں نے قد و قامت سے
اندازہ لگا لیا کہ ان میں سے ایک کم از کم راوحن سنگھ ہے اور
دوسرے کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا لیکن وہ دوسرا
آدمی کا چہرہ میرے سامنے تھا یہ جھکے ہوئے گالوں والا ایک
لمبا سا آدمی تھا جس کے بارے میں مجھے کچھ پتہ نہیں آ رہا تھا کہ
کون سی نسل اور کون سی ذات سے تعلق رکھتا تھا وہ کنور
راوحن سنگھ کے عقب میں کھڑا ہوا تھا۔ راوحن سنگھ کے چہرے
پر ایک سیاہ نقاب لگا ہوا تھا کھڑے ہوئے آدمی نے میری
طرف دیکھا اور پھر راوحن سنگھ کی آواز ابھری۔
"او ہو۔ راجہ صاحب۔ تشریف لائیے تشریف لائیے۔"
"کمال ہے راوحن سنگھ تم نے چہرے پر نقاب بھی
لگائی ہوئی ہے اور اپنی آواز بھی تبدیل کرنے کی کوشش بھی
نہیں کی۔"
"نقاب میں نے آپ کے لیے نہیں لگائی تھی راجہ جی۔"
راوحن سنگھ نے اپنے چہرے سے نقاب کھینچ لی اور اس کے
بعد وہ مجھے گھورنے لگا۔ وہ اندازہ لگا رہا تھا کہ میں کس پوزیشن
کا آدمی ہوں اور اس لڑائی جھگڑے کے سلسلے میں میری کیا حیثیت
ہے۔
"ہوں۔ تو آپ یہاں پروجیکٹ کی نگرانی کر رہے
ہیں اور آپ نے یہ بھی پتہ لگا لیا کہ ہم نے پروجیکٹ تباہ کرنے
کی کارروائی کی تھی لیکن آپ کا کیا خیال ہے کیا آپ ہماری
موجودگی میں اس پروجیکٹ کی تکمیل کر سکتے ہیں۔"
"کمال ہے کنور راوحن سنگھ۔ ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر تم
اس طرح کی حرکتیں کرنے پر آمادہ ہو سکتے ہو۔ اس سے تو
ظاہر ہوتا ہے کہ تم نہایت گھٹیا اور چھوٹے آدمی ہو۔"
"ہاں۔ ان معاملات میں، میں واقعی بہت ہی گھٹیا
آدمی ہوں۔"
"چلو چھوڑو۔ یہ بتاؤ کوشلی کہاں ہے؟"
"وہ وہیں ہے جو تم نے۔ کیا اس لڑکی نے تمہیں یہ بات
نہیں بتائی تھی کہ وہ پرمیشور کا دیا ہے اور اس کو چھوڑ دو تو
اپنی زندگی سے ہاتھ دھو سکتا ہے تم نے اسے بہت کچھ
بتا دیا ہے۔ بلاشبہ یہ بہت بڑی چیز بن کر رہ گئی ہے لیکن
کیا یہ اپنی یہ حیثیت قائم رکھ سکے گی۔"
"وہ ہے کہاں۔؟"
"موجود ہے راجہ جی یہیں موجود ہے۔ پریشان کیوں
ہوتے ہو۔ کچھ حساب کتاب ہو جائے ہمارے۔" کنور نے
سرد لہجے میں کہا۔
"کیا چاہتے ہو؟"
"دودھ کا دودھ۔ پانی کا پانی۔"
"کس طرح؟"
"کچھ معلومات چاہئیں مجھے۔"
"کیسی معلومات۔؟"
"بہت سی باتیں ہیں۔ ایک تو نہیں، آرام سے بیٹھو
پیار سے باتیں کریں گے۔"
"میں ٹھیک ہوں راوحن سنگھ مہاراج۔" میں نے
کہا۔ واقعی میں پرسکون ہو گیا تھا میرے اندر کا غصہ اتر گیا
تھا اور اب میں ان حالات سے ذرا بھی خوفزدہ نہیں تھا۔
"کون ہو تم راجہ جی۔ ریاست کونسی ہے تمہاری۔؟"
"میری ریاست کے لیے تم اتنے پریشان کیوں ہو۔" میں
نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"آدمی کو تجسس تو ہوتا ہی ہے۔"
"میں نے کسی کو اپنی ریاست کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔"
"ہو سکتا ہے۔ اس کی وجہ۔؟"
"میری کوئی ریاست ہی نہیں۔"
"گویا نام کے راجہ ہو لیں۔" کنور راوحن سنگھ نے ہنستے
ہوئے کہا۔
"ہاں۔ یہ میرا نام ہی ہے۔"
"دولت کہاں سے آئی راجہ جی۔" کنور راوحن سنگھ نے
اپنے مخصوص انداز میں پوچھا۔
"یہ سوال پوچھنے کا تمہیں کیا حق ہے۔؟"
"اس وقت مجھے تمہارے جیون پر پورا پورا حق ہے
راجہ جی مہاراج۔ مر جاؤ گے ساری کہانیاں اپنے سینے میں رکھ
کے مر جاؤ گے بہتر یہ ہے کچھ بتا دو۔ ممکن ہے جیون بچ ہی مل
جائے۔" راوحن سنگھ بولا۔
میں اس کی کیفیات کا اچھی طرح جائزہ لے رہا تھا بہت
زیادہ خوش فہمیوں کا شکار ہو گیا تھا بے وقوف آدمی لیکن اس
وقت یہ نہیں جانتا تھا کہ میرے سینے میں کیا چیز موجود ہے اور
اس کے بعد اس کے ساتھ کیا سلوک ہو سکتا ہے۔
"جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو صاف صاف کہو۔ راوحن
سنگھ جی۔"
"چلو ٹھیک ہے یہ بات بھی تم نے اچھی کہی۔ ہم یہ جاننا
چاہتے ہیں مہاراج کہ گولڈ مین کون ہے۔؟"
"ایک تنظیم کا نام ہے۔"
"اس تنظیم کا سربراہ کون ہے۔؟"
"اگر میں تم سے یہ سوال کروں راوحن سنگھ جی کہ سورج
گرہن کیا چیز ہے۔ تو تم کیا کہو گے۔"
"ہم بھی یہی کہیں گے کہ یہ ایک تنظیم ہے۔"
"اور اس تنظیم کا سربراہ کون ہے۔" میں نے بھی سوال کیا۔
"ہاں۔ یہ بات تم نے ایسی ہی پوچھ لی لیکن اب تمہیں
بتانے میں ہمیں کوئی عار نہیں ہے مہاراج اس سے پہلے اس
تنظیم کا سربراہ یشونت رائے تھا یشونت رائے کا نام تم نے سنا
ہو گا تم نے معمولی چیز نہیں تھا دنیا کے بہت سے ملکوں میں
اس کا نام سنا جاتا رہا ہے لیکن رہنے والا ہمارے ہاں کا تھا وہ
بے چارہ بڑا ہی اچھا آدمی تھا بڑی عقلمندی سے اس نے اس
تنظیم کو چلایا۔ دراصل اس تنظیم کے ذرا مختلف طریقہ کار تھے اس
کا کوئی ایک سربراہ نہیں ہوتا تھا سات سربراہوں پر مشتمل یہ تنظیم
بڑی اچھی حیثیت سے اپنا کام انجام دیتی رہی ہر سربراہ کی
الگ الگ ذمہ داریاں تھیں الگ الگ علاقے بٹے ہوئے تھے
اس کے لیکن یشونت رائے مر گیا تو ان سب میں پھوٹ پڑ گئی۔
ہم اس کے پیچھے اور لگے۔ بات طے نہیں ہو سکی کہ یشونت
رائے کی جگہ کسے دی جائے چونکہ وہ بہر طور اس تنظیم کا بانی تھا۔
بہر طور اس کے بعد ہم نے سوچا کہ خود ہی آگے بڑھ کر کچھ
کر لیا جائے۔ ہم نے یہ کہا راجہ جی کہ ہم نے ان پانچ سربراہوں کو
ختم کر دیا پانچوں منظر عام پر نہیں تھے ان کے نام کسی کے علم
میں نہیں تھے ان پانچوں کو مارنے کے بعد پیچھے ہم ہی رہ
گئے تھے جو اس تنظیم کو سنبھال سکتے تھے سو ہم نے تنظیم سنبھال لی اور
اب شاید کسی کو بھی یہ بات پتہ نہیں ہے سوائے تمہارے کے
سورج گرہن کے سربراہ ہم ہیں۔"
"ہمارے احکامات پر عمل ہوتا ہے ہم مختلف طریقوں
سے ان سالوں وحشیوں کو احکامات دیتے ہیں جو ہمارے لیے
پہلے دوسرے لوگوں کی سربراہی میں کام کرتے تھے کسی کو پتہ
بھی نہیں چل سکا کہ اصل صورت حال کیا ہو گئی اور ہم نے یہ سارا
کاروبار خود سنبھال لیا۔"
"واہ۔ راوحن سنگھ جی آپ تو واقعی بہت ہی چالاک
آدمی ہیں۔"
"اب جو کچھ بھی کہہ لو لیکن تم بے وقوف ہو جو ہمارے
راستے میں آ گئے۔ بھلا گولڈ مین کیا حیثیت رکھتی ہے ہمارے
سامنے جب چاہیں گے اسے نوالہ بنا لیں گے۔"
"ایسا ہی لگتا ہے کنور راوحن سنگھ جی۔ لیکن ایک بات
آپ کے ذہن سے نکل گئی۔"
"کیا۔؟"
"وہ یہ کہ آپ کو بھی کوئی شخص نوالہ بنا سکتا ہے۔"
"ارے تمہیں نہیں سمجھا ہم نے امرت جل پی لیا ہے۔ ہم
نہیں مریں گے سمجھے تم۔"
"ہو سکتا ہے بہر طور اور کیا کہنا چاہتے ہیں آپ۔؟"
"ارے ابھی ہم نے کہا ہی کیا ہے۔ یہ بتاؤ گولڈ مین کا
سربراہ کون ہے۔ ہم نے تو اپنی بات بتا دی ہے۔"
"اگر آپ جاننا ہی چاہتے ہیں تو پھر سمجھ لیجئے میں ہی سربراہ
ہوں۔"
"ہم کیا اس یقین تھا نہیں اور ہمارا خیال ہے کہ آہستہ
آہستہ تم نے لوگوں کو یقین دلانے کی کوشش خود کی ہے
اگر تم چاہتے تو گولڈ مین کے سربراہ کا نام بھی منظر عام پر نہیں
آتا اب تم سوچو تم ایسے آدمی تھے جو گولڈ مین کے نام پر کام کر رہے
تھے اور سربراہ تم ہی روشناس ہو سکتے تھے اس سے یہ اندازہ لگنے
میں بھلا کسی کو دقت ہوئی کہ گولڈ مین کے سربراہ تم ہو۔"
"چلو اب تو تمہیں معلوم ہو گیا۔"
"ہاں مگر اب بھی بہت سی باتیں رہ گئی ہیں پوچھنے کو۔"
"پوچھو۔ پوچھو وہ بھی پوچھو۔"
"کیتھرو کالا کے ہاتھوں شبہات کا ذخیرہ کس نے پوچھا۔"

میرا یہ اندازہ بھی غلط نہیں نکلا کہ مجھے کوشل کے ساتھ ہی بند کیا جائے گا۔ یقینی طور پر انہوں نے اس عمارت میں بے شمار قید خانے بنا رکھے ہوں گے۔ چنانچہ یقینی طور پر مجھے کوشل کے ساتھ ہی قید کیا گیا تھا اور جس کمرے میں مجھے دھکیلا گیا کوشل وہاں پہلے سے موجود تھی وہ ایک کونے میں سہمی ہوئی تھی اور میرا سایہ نظر آ رہی تھی مجھے دیکھ کر اس کے حلق سے ہلکی سی آواز نکل گئی مجھے لانے والوں نے باہر سے کمرے کا دروازہ بند کر لیا تھا۔

بہرطور جب وہ چلے گئے تو میں کوشل کی طرف متوجہ ہوا اور مسکرانے لگا۔

"تم بھی بھیا۔ تم بھی۔"

"تم کیسی ہو یہی ہو کوشل۔"

"نہیں بھیا۔ تمہارے آ جانے سے اب مجھے کوئی خوف نہیں رہا لیکن ہم پھنس گئے ہیں کیا تم راجن سنگھ کے ہاتھوں"

"ہاں کوشل۔ فی الحال تو تم یہی سمجھو۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن بھیا۔ اب کیا ہوگا؟"

"کچھ نہیں۔ ہم یہاں سے نکل جائیں گے کام وہی ہوگا جو میں چاہتا ہوں۔" میں نے اتنے اعتماد سے کہا تھا کہ کوشل متحیر سی ہو کر میری طرف دیکھنے لگی پھر اس نے کہا۔

"میں اس پاپی کی دوسری رہائش گاہ کے بارے میں بھی جانتی ہوں۔ اس نے مجھے اس کی تفصیل بتائی ہے۔"

"تم سے کچھ گفتگو ہوئی تھی اس کی؟"

"ہاں۔ کافی گفتگو ہوئی۔ میں نے روپا کے بارے میں پوچھا تو وہ ہنسنے لگا۔ اور اس نے بتایا کہ روپا اس کی تحویل میں ہی ہے۔"

"فکر نہ کرو کوشل۔ ہم روپا کو اس کے چنگل سے چھڑا لیں گے۔" میں نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ کمرے کا دروازہ بہت مضبوط معلوم ہوتا تھا۔ موٹی لکڑی کا تھا اور اس میں باہر کی سمت چٹخنی کا تالا لگا ہوا تھا مجھے امید تھی کہ اگر میں نے پوری قوت صرف کی تو شاید دروازے کا کوئی حصہ یا تالا ہی ٹوٹ جائے

بہرطور اس میں ابھی مجھے تھوڑا سا وقت صرف کرنا تھا۔ تھوڑی دیر تک میں خاموشی سے کچھ سوچتا رہا کوشل بھی بالکل خاموش تھی۔ کافی دیر اسی طرح گزر گئی تو میں نے اپنی کلائی کی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے۔ ہمیں اپنے کام کا آغاز کر دینا چاہیے کوشل [illegible]۔"

"دیکھو۔ ترائی کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر میں پیچھے ہٹا اور پھر برق رفتاری سے دروازے پر پہنچ کر میں نے اس پر اسٹارٹ لیا اور سانڈ کی طرح اپنا وجود اپنا کندھا دروازے سے ٹکرایا۔

ایک بار تو گویا سامنے کی دیوار ہی لرز کر رہ گئی تھی اور دروازے کے قبضے بھی شاید کچھ ڈھیلے ہو گئے تھے لیکن آواز خاصی پیدا ہوئی تھی۔ میں خاموشی سے اپنی جگہ پر اس آواز سے پیدا ہونے والے ردعمل کا جائزہ لیتا رہا لیکن کچھ نہ ہوا خاصی دیر اسی طرح خاموشی رہی اس کے بعد میں پھر اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے پوری قوت سے دروازے پر ٹکر ماری اور اس بار دروازہ اپنی جگہ سے ہل گیا تھا۔

بس اتنا ہی کافی تھا پھیلا دروازے کو جھٹکے سے کھولنے کی کیا ضرورت تھی میں نے کوشل کی طرف دیکھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل آیا۔ کوشل بہت زیادہ متاثر نظر آ رہی تھی۔ اور چاروں طرف دیکھ رہی تھی میں بھی جائزہ لے رہا تھا کہ عمارت کی صورت حال کیا ہے۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ ان لوگوں نے ہمیں بند کرنے کے بعد یہاں رکنا مناسب نہ سمجھا ہو پوری عمارت ہی خالی پڑی تھی۔

میں کسی قدر متعجب ہو گیا۔ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ آخر وہ لوگ کہاں چلے گئے تھے۔ کوشل چند لمحات کے بعد بولی۔

"یوں محسوس ہوتا ہے جیسے عمارت میں ہمیں بند کرنے کے بعد انھوں نے یہ یقین کر لیا ہوگا کہ ہم یہاں سے باہر نہیں نکل سکیں گے۔ اور یہ سوچنے کے بعد وہ چلے گئے۔"

"لیکن کہاں؟"

"میرا خیال ہے میں تمہیں بتا سکتی ہوں۔"

اور اس کے بعد ہم عمارت کے بیرونی حصے میں آ گئے تھے۔ عمارت کے ایک کونے میں ایک بوسیدہ سی کار کھڑی ہوئی تھی کسی قدیم ہی ماڈل کی تھی میری نگاہیں اس کی طرف اٹھ گئیں تو کوشل کہنے لگی۔

"ترائی کر لو کیا حرج ہے۔" میں کار کے قریب پہنچا ظاہر ہے یہ سب کچھ حماقت ہی محسوس ہوئی تھی لیکن ہم دونوں کو ہوشیار ہو جانا پڑا۔ ایک آدمی کار کی پچھلی سیٹ پر منہ پر ٹوپی رکھے غالباً سو رہا تھا اس کے دونوں پاؤں پھیلے ہوئے تھے۔

ایک لمحہ کو تو یوں محسوس ہوا جیسے وہ کوئی لاش ہو دوسرے لمحے میں نے دروازہ کھول کر اس کے گریبان میں ہاتھ ڈال دیا۔ ایک جھٹکے سے وہ باہر آ پڑا اس نے آنکھیں ملتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کی لیکن میرا زوردار گھونسہ اس کے منہ پر پڑا اور وہ اوندھے منہ زمین پر گر پڑا غالباً یہی واحد انسان اس عمارت میں تھا۔ میں نے ہاتھ ایسا مارا تھا کہ وہ بے ہوش نہ ہو چند لمحات کے بعد میں نے اسے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔

"ہاں اب تم شروع ہو جاؤ۔"

"کک۔ کیا کہو اس سے؟"

"ایک منٹ" کوشل بولی اور وہ آگے بڑھ کر اس شخص کی تلاشی لینے لگی۔ اس کے لباس کے اندرونی حصے میں پستول موجود تھا جسے کوشل نے نکال کر اپنے قبضے میں کیا دوسری جیب میں کچھ نوٹ اور ڈائری بھی پڑے ہوئے تھے کوشل نے وہ بھی نکال لیے۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے کوشل کو دیکھا بلاشبہ اس وقت اس نے عقل کا کام کیا تھا۔ میں نے تو اس کو نظرانداز کر دیا تھا۔

ہم نے اس شخص کو اچھی طرح مار پیٹ کر اس سے یہ معلوم کر ہی لیا کہ گرو راجن سنگھ اس وقت کہاں ہے۔ کوشل نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ میرے علم میں بھی وہی عمارت تھی۔"

"تو پھر چلیں۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"یہ بتاؤ یہ کار ٹھیک حالت میں ہے؟"

"جی ہاں جناب۔ ٹھیک ہے چلتی ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"اس میں پیٹرول ہے؟"

"ہاں۔ کافی پیٹرول ہے۔"

"تو اب تمہاری ہمیں کیا ضرورت ہے۔" میں نے کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ لیکن میں نے اسے موقع نہیں دیا۔ میری لات اس کے پیٹ پر پڑی اور جیسے ہی وہ جھکا میرا گھونسہ اس کی پیشانی پر پڑا۔

"مار نہ ڈالنا۔ کرائے کا آدمی ہوگا۔" کوشل نے رحم دلی سے کہا۔

"اوکے باس۔ لیکن اس کے باوجود اسے سنبھالنا تو ضروری ہے۔"

"تو پھر میرا خیال ہے کہ ہم اسے اسی قید خانے میں بند کر دیں۔ جہاں ہمیں بند کر دیا گیا تھا۔" کوشل بولی۔ اور میں نے اس سے اتفاق کیا۔

"لیکن قید خانے کے دروازے کی حالت خراب تھی۔" چنانچہ مجبوراً مجھے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے اندر ڈالنا پڑا۔ اگر کوئی دوسرا ہی آ کر اسے نکال لے۔ اور وہ خود یہاں سے نہ نکل سکے۔

ہم اس کام سے فارغ ہو کر کار میں بیٹھ کر آگے بڑھ گئے کار سست رفتاری سے چل رہی تھی ویسے بھی اس کے انجن میں بہت زیادہ جان نہیں تھی۔ تھوڑے فاصلے پر ایک نہر نظر آئی جس کے کنارے پہنچ کر میں پختہ سڑک پر نہایت کم رفتار سے کار ڈرائیو کرنے لگا۔ ایک دو فاصلے پر پہنچ کر سڑک کافی کشادہ ہو گئی تھی اور تھوڑی دور جانے کے بعد اس کی کشادگی میں کمی پیدا ہو گئی۔

اب وہ ایک پگڈنڈی کی شکل میں نظر آ رہی تھی۔ عجیب سی جگہ تھی کچھ دیر تک ہم ڈھلوان اور سرسبز کناروں سے پیڑوں درختوں اور پھول دار پودوں کے درمیان آہستہ آہستہ سفر کرتے رہے اور پھر ایک جگہ پہنچنے کے بعد کوشل نے ایک سمت اشارہ کیا۔

"یہ دیکھو۔ وہ عمارت ہے جو ہمیں مطلوب ہے۔" کوشل بولی

"تو پھر کار کو یہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ تم میرے ساتھ چلو گی۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تمہارے ساتھ چلنے کا بھلا اس وقت میں اس سے باز رہ سکتی ہوں۔" میں نے کوشل کو اترنے کا اشارہ کیا۔

کار بند کر کے ہم نے ایسی جگہ چھپا دی تھی جہاں سے وہ کسی کو نظر نہ آئے۔ اس کے بعد ہم ایک پگڈنڈی کی ڈھلان پر اتر گئے جو آگے پہنچنے کے بعد کسی قدر بلند ہو گئی۔

زیادہ سفر نہیں کیا تھا کہ ہمیں دو آدمی نظر آئے جو آپس میں باتیں کرتے ہوئے اسی سمت آ رہے تھے پھر وہ سڑک کی طرف اترنے لگے وہ سیدھے ہماری ہی طرف آ رہے تھے۔ پتہ نہیں کیا مقصد تھا ان کا۔ لیکن پھر کچھ دور پہنچ کر انھوں نے ہمیں دیکھ لیا اور ٹھٹھک گئے۔ فاصلہ کافی تھا۔ لیکن میں نے اتنا ضرور اندازہ لگا لیا کہ وہ ایک دوسرے کو کچھ کہتے معنی خیز انداز میں گردن ہلانے لگے تھے چند لمحات کے بعد وہ اپنی جگہ سے آگے بڑھے اور ہمارے قریب پہنچ گئے۔

ان میں سے ایک اچھا خاصا قد آور آدمی معلوم ہوتا

تھا دوسرا اس کی نسبت کافی چھوٹا تھا اور اس کا پھیلاؤ بھی زیادہ تھا اس نے اپنی جیکٹ کی آستینیں چڑھا رکھی تھیں اور کی گھنی داڑھی بھی تھی جو تقریباً آنکھوں تک پھیلی ہوئی تھی۔

دوسرا آدمی کافی مضبوط اور قد آور تھا وہ خاکی پتلون اور نیلے کوٹ میں تھا اس کی بھنویں اور مونچھیں گھنی تھیں وہ چند سیکنڈ ہماری طرف دیکھتے رہے اور پھر ہماری طرف بڑھ آئے ان میں سے ایک نے کوشل کی طرف دیکھا اور کریہہ انداز میں مسکرایا۔

"ہیلو بچی کیسے آنا ہوا ادھر۔ اور یہ بدھو کون ہے۔" میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ کم از کم ان لوگوں کو اس بات کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ ہم کون ہیں۔ میں نے کوشل کی طرف دیکھا اور کوشل نے میری طرف۔ اس کے بعد قد آور آدمی نے آہستہ سے کہا۔

"عزیزم۔ بڑا افسوس ہوا اس بات کا کہ تم غلط جگہ چلے آئے۔ اب دیکھو نا۔ ہم جیسے لوگ کیا کر سکتے ہیں۔"

"میں نہیں سمجھا پیارے دوست۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"سمجھاؤ بھئی۔" اس نے تمسخرانہ انداز میں اپنے ساتھی سے کہا۔

"سمجھانا ہی پڑے گا۔" دوسرے آدمی نے کہا اور پھر ایک اس طرح ٹانگ گھمائی جیسے مجھے ایک ہی لات میں دو چھینک دینا چاہتا ہو۔ لیکن میں نے ہلکی سی جھکائی دے کر اس کی دوسری ٹانگ بھی زمین سے اٹھا دی اور وہ دھپ سے نیچے گر پڑا۔

اسی وقت دوسرے آدمی نے اس صورت حال میں مداخلت کی اور مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ لیکن میں اس کے سامنے لیٹ گیا اور پہلا آدمی جو گرنے کے بعد پھرتی سے اٹھا تھا اس کی زد میں آ گیا۔

دونوں کے حلق سے کریہہ آوازیں نکل گئیں۔ ان کے چہرے آپس میں ٹکرا گئے تھے اور ایک کی ناک کے نتھنوں سے خون بہہ نکلا تھا۔

دونوں پھر بپھر گئے۔ ان میں سے ایک نے لمبا چاقو کھول لیا تھا۔

"ہٹ جا سامنے سے۔" چاقو والے نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا لیکن میں اس کا موقع نہیں دے سکتا تھا کہ وہ اطمینان سے جنگ کر سکے میں زمین پر بیٹھ گیا اور دوسرے لمحے سوئپ لگا کر ان میں سے اس شخص کو لپیٹ لیا جو دوسرے کو موقع دے رہا تھا۔ وہ اوندھے منہ گرا اور سنبھلا لینے کے لیے اس نے چاقو والے کو پکڑ لیا۔ وہی ہوا جس کا میں متوقع تھا۔ چاقو نے اس دوسرے شخص کی گردن کی شہ رگ کاٹ دی۔

میرے لیے اتنا موقع کافی تھا۔ میں نے دوسرے آدمی کی بوکھلاہٹ سے فائدہ اٹھایا اور پوری قوت سے اس پر فلائنگ کک لگائی۔ میری یہ کوشش ضرورت سے زیادہ ہی کارگر رہی وہ اچھلا اور سر کے بل گرا۔

گردن کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز سنائی دی تھی اور اس کے بعد کھیل ہی ختم ہو گیا تھا۔ اب ہمارے سامنے دو لاشوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔

کوشل خاموش کھڑی ہوئی تھی۔

"یہ دونوں تو گئے کوشل۔"

"اب۔ ہاں۔" وہ بولی۔

"یہ شاید یہاں کے محافظ تھے۔"

"ہاں۔"

"اور یہ ہمیں نہیں پہچانتے تھے۔" میں نے کہا پھر کوشل کے بازو پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔

"کوشل کیا تمہیں اسقدر بدحواس ہونا چاہیے۔"

"اوہ نہیں۔ نہیں بھیا یہ بات نہیں ہے۔ بڑی بے دردی سے مار دیا تم نے ان دونوں کو اور میں نے پہلی بار تمہارے ہاتھوں سے قتل ہوتے دیکھا ہے۔ اور میں محسوس کر رہی ہوں کہ تم پر کوئی اثر نہیں ہے اس کا۔"

"انسان بذات خود درندہ نہیں ہوتا کوشل اسے درندہ بنا دیا جاتا ہے۔ آؤ آگے چلیں اس عمارت میں اس کی موجودگی یقینی معلوم ہوتی ہے۔" میں نے کہا اور کوشل بھی ساتھ آگے بڑھ گئی۔ ہم لوگ جھاڑیوں کی آڑ لیتے ہوئے عمارت کی سمت چل پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد اس عمارت کے قریب پہنچ گئے۔

سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کوئی یہاں موجود ہے یا نہیں چاروں طرف خاموشی کا دور دورہ تھا۔ بڑے گیٹ سے داخل ہونے کے بعد ہم اندر داخل ہو گئے اور چہار دیواری کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگے۔ دفعتاً کوشل نے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک جھاڑی میں مجھے روک لیا۔

"کیا بات ہے۔"

"ایک آواز۔ ایک آواز سنی ہے میں نے۔" وہ آہستہ سے بولی۔ اور میں بھی ساکت ہو کر آواز سننے کی کوشش کرنے

لگا۔ دفعتاً میں نے کچھ قدموں کی آواز سنی اور گردن نکال کر اس طرف دیکھنے لگا۔ لیکن مجھے کوئی نظر نہیں آیا تھا۔ بس عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ جیسے کوئی دبے قدموں آگے بڑھ رہا ہو۔ تھوڑی دیر تک تو میں نے اجنبی کا ثبوت دیا۔ اور اس کے بعد جب آواز پھر ساکت ہو گئی تو میں کوشل کو ساتھ لے کر آگے بڑھنے لگا اور بالآخر عمارت کے برآمدے تک پہنچ گیا۔

برآمدہ سنسان پڑا ہوا تھا۔ اندر داخل ہونے کے لیے پانچ سیڑھیاں تھیں ہم سیڑھیاں طے کر کے اور دروازے تک پہنچ گئے دروازے کو ہلکا سا دھکا دیا تو وہ کھل گیا۔ پہلے میں نے گردن ڈال کر اندر دیکھا اور جب کوئی نظر نہ آیا تو میں اندر داخل ہو گیا۔ لیکن جیسے ہی میں اندر داخل ہوا دروازہ ایک زوردار آواز کے ساتھ بند ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"خبردار جنبش کرنے کی کوشش مت کرنا۔ تم بہت سی پستولوں کی زد میں ہو۔"

میں ایک دم ساکت ہو گیا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمیں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا گیا تھا۔ اور اب صورت حال مختلف ہو گئی تھی چنانچہ میں خاموشی سے ہاتھ اٹھا کر کھڑا ہو گیا کوشل نے بھی ہاتھ اوپر اٹھا دیے تھے۔ وہ ساکت کھڑی تھی اور کسی پتھر کے بت کی طرح نظر آ رہی تھی۔ غالباً اس صورت حال سے وہ بھی خوفزدہ ہو گئی تھی۔

میں نے اطراف میں نگاہیں ڈالیں اور اس شخص کو دیکھا جو میرے عقب میں کھڑا تھا۔ جب ہم لوگ اندر داخل ہو رہے تھے تو یقیناً وہ دروازے کی آڑ میں تھا اور اس نے ہمیں موقع دیا تھا کہ ہم اندر آ جائیں۔

بہرطور چوٹ ہو گئی تھی اب اس کے بعد کی صورت حال دیکھنی تھی۔

میں نے ایک لمحہ میں فیصلہ کیا اور دفعتاً میں پلٹ گیا۔ فوراً ہی ایک فائر ہوا اور گولی میرے بدن کو چھوتی ہوئی سامنے والی دیوار سے ٹکرائی۔

"بہتر ہے کہ زندہ ہی ہمارے ساتھ چلنے کی کوشش کرو لیکن اگر صورت حال ہماری مرضی کے خلاف ہوئی تو تمہاری موت بھی متوقع ہے چلو دونوں ہاتھ گدی پر رکھو۔" میں نے اور کوشل نے اس کی تعمیل کی تھی۔

وہ ہمارے سامنے آ گئے۔ اور پھر میرے ہاتھ سختی سے پشت پر کس دیے گئے۔ لیکن اس وقت بھی میں نے ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔ اور جیسے ہی حملہ آور میری پشت پر پہنچا میں نے کہنی اس کے سینے پر مار کر اسے سامنے لانے کی کوشش کی لیکن وہ لوگ بھی غافل نہیں تھے میرے سر کی پشت پر ایک زوردار ضرب لگی اور میرا ذہن ساتھ چھوڑنے لگا۔ یقینی طور پر میں ان کا شکار ہو گیا تھا۔ چند لمحات تک احساس رہا تھا کہ وہ کچھ کارروائی کر رہے ہیں اور اس کے بعد حواس ساتھ چھوڑ گئے۔

آنکھ کھلی تو کنپٹیوں میں شدید دھمک ہو رہی تھی دیر تک یہی کیفیت رہی اور اس کے بعد صورت حال کچھ بحال ہوئی تو میں اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن میرے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے پیروں میں بھی رسیاں بندھی ہوئی تھیں انتہائی کوشش کر کے میں اٹھ کر بیٹھ گیا سب سے پہلے میں نے کوشل کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کی اور یہ دیکھ کر مجھے انتہائی اطمینان محسوس ہوا کہ کوشل مجھ سے کچھ فاصلے پر اسی حالت میں پڑی ہوئی ہے۔ پتہ نہیں اسے بھی بے ہوش کر دیا گیا تھا یا وہ ہوش میں تھی۔ بہرطور اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ ہمارا یہ قید خانہ کون سی جگہ ہے۔ دفعتاً مجھے اپنے بدن میں کچھ عجیب سی کیفیت محسوس ہوئی پتہ نہیں میرا بدن کانپ رہا تھا یا پھر یا پھر۔

دوسرے لمحے میں نے کوشل کی ہلکی سی چیخ سنی اور میری نگاہیں اس کی طرف اٹھ گئیں۔

"اوہ۔ یہ۔ یہ۔ یہ۔ ارے۔ اوہ۔" اس بار اس نے مجھے دیکھ لیا تھا۔

میں بہت غور و خوض کر رہا تھا مجھ میں تجسس آ رہا تھا کہ بدن جل رہا ہے یا میں خود جل رہا ہوں۔ دوسرے ہی لمحے میں نے کوشل کو آواز دی۔

"ہاں بھیا۔ میں ہوش میں ہوں۔ لیکن یہ زمین کیسے جل رہی ہے۔"

"کیا تمہاری زمین بھی جل رہی ہے۔" میں نے احمقانہ انداز میں سوال کیا۔

"تم بھی جل رہے ہو بھیا۔" کوشل نے کہا اور میں گہری نظروں سے صورت حال کا جائزہ لینے لگا تب میں نے یہ اندازہ لگایا کہ اس وقت ہم کسی ایسی جگہ ہیں جو متحرک ہے۔ لیکن وہ کیسی جگہ ہو سکتی تھی۔ غالباً کسی جہاز کا کیبن۔ ہاں یقیناً ایسی ہی

بات تھی۔

میں نے جب غور سے اطراف کے مناظر دیکھے تو مجھے یہ اندازہ لگانے میں دقت نہ ہوئی کہ یہ کہیں کسی بہت ہی بڑی موٹرلوٹ کا نچلا اور شاید مویشیوں وغیرہ کے لیے مخصوص تھا۔ دیواروں کے پاس کچھ ایسے برتن بھی پڑے ہوئے تھے جن میں حیوانوں کو کھانا اور پانی دیا جاتا ہوگا۔ نہایت گندگی پھیلی ہوئی تھی یہاں ابھی تک میں نے اس بو کو محسوس نہیں کیا تھا۔ جس کے بارے میں اندازہ لگانے کے بعد مجھے اس کا احساس ہوا تھا۔

کیبن زیادہ بڑا نہیں تھا ہلکے ہلکے ہچکولے لگ رہے تھے اس کا مقصد ہے کہ وہ لوگ ہمیں موٹرلوٹ میں کہیں لے جا رہے ہیں لیکن کہاں؟ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

کیبن کی چھت پر کبھی کبھار بھاری جوتوں کی دھمک سنائی دے جاتی تھی اور اس کے بعد خاموشی چھا جاتی تھی۔ یہ سفر کتنی دیر تک جاری رہا۔ ہچکولوں نے سر میں چکر پیدا کر دیئے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہچکولے کچھ کم ہوتے ہوئے محسوس ہوئے۔ اس کے علاوہ یہاں اور کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

بہت دیر تک اسی انداز میں یہ سفر جاری رہا اور پھر غالباً موٹرلوٹ یا یہ جہاز رک گیا۔ ہم صورت حال کا اندازہ لگا سکتے۔ یہ اندازہ نہیں ہو سکتا تھا ہمیں کہ یہاں داخل ہونے کا راستہ کون سا ہے۔

تقریباً پندرہ یا بیس منٹ اور گزر گئے اور اس کے بعد روشنی کا ایک طوفان اندر آ گیا۔ یہ طوفان چھت سے داخل ہوا تھا۔ پتہ چلا کہ ایک بہت بڑا ڈھکنا صندوق کے ڈھکنے کی طرح اٹھا دیا گیا ہے۔ پھر اس میں سے کچھ آدمی نیچے کود آئے اور اب یہ احساس ہوا کہ چھت کی بلندی اتنی زیادہ نہیں تھی جتنی ہمیں محسوس ہو رہی تھی۔

آنے والوں کے ہاتھوں میں پستول تھے۔ انہوں نے ہمیں دیکھا اور پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔

"یہ ہوش میں آ گئے ہیں۔"

"چلو اچھی بات ہے ان کا سر کس وزن اٹھا کر ہمیں اوپر جانے کی مصیبت پیش نہیں آئے گی۔ اے چلو اٹھو ہم تمہارے باپ کے نوکر نہیں ہیں کہ تمہیں لادے لادے پھریں۔" ان میں سے ایک نے کرخت لہجے میں کہا۔

"تو بھائی تم سے کس نے کہا ہے کہ ہمیں لادے لادے پھرو۔ لیکن کیا تمہیں ہماری صورت حال کے بارے میں کچھ اندازہ ہے۔"

"کیا مطلب؟" ان میں سے دوسرے نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"ہمارے ہاتھ اور پاؤں دونوں بندھے ہوئے ہیں ہم کھڑے نہیں ہو سکتے ہم اس حالت میں۔"

"ارے بے وقوف کے بچو! بھلا ہاتھ پاؤں باندھنے کی کیا ضرورت تھی؟ مجال ہے جو میری موجودگی میں کوئی حرکت کر سکیں، چلو ہاتھ پاؤں کھولو ان کے۔" اور تھوڑی دیر کے بعد ہمارے ہاتھ اور پاؤں بندشوں سے آزاد ہو گئے۔

بڑی سنسناہٹ سی محسوس ہو رہی تھی بدن میں۔ ابھی تک ان ہچکولوں کی وجہ سے چکرا رہا تھا۔ بہر طور اٹھ کھڑے ہوئے آدمیوں نے سہارا دے کر ہمیں اوپر پہنچایا اور ہم لوگ موٹرلوٹ کی چھت پر آ گئے۔

یہاں سے ایک لکڑی کے اس عارضی پل پر پڑنے میں کوئی وقت نہیں ہوئی جو شاید تازہ تازہ لگایا گیا تھا۔ اس پل سے گزرنے کے بعد ہم زمین پر پہنچ گئے۔ اس زمین کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا کہ یہ کہاں ہے لیکن یہاں کے اطراف کے مناظر دیکھ کر میری آنکھوں میں حیرت کے نقوش ابھر آئے۔

میں نے دل ہی دل میں مسکرا کر سوچا کہ راوھن سنگھ تم نے واقعی اپنی دانست میں بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے یہ وہی جزیرہ تھا۔ جہاں سے ہمیں نے راوھن سنگھ کے گوداموں سے منشیات کے ذخائر حاصل کیے تھے اور ہمیں شاید دوبارہ اسی جزیرے پر قیدی بنا کر لایا گیا تھا۔

گویا زندگی کا ایک اور دلچسپ رخ۔

راوھن سنگھ سے براہ راست مقابلہ۔

اور میں اس کے لیے پوری طرح تیار تھا۔

جو لوگ ہمیں یہاں قیدی بنا کر لائے تھے ان کی تعداد کافی تھی میری کارروائی کے بعد یہاں انتظامات کافی سخت کر دیئے گئے تھے اور اب یہاں بڑی تبدیلیاں نظر آ رہی تھیں۔ پہلے شاید کسی جگہ گودام میں ہی قید کیا گیا تھا۔

"یہ تو بہت برا ہوا بھیا۔" کوشل نے کہا۔

"کیا کوشل؟"

"ہم راوھن سنگھ کے قیدی بن گئے۔"

"فی الحال۔" میں نے جواب دیا۔

"مجھے بڑا خطرہ محسوس ہو رہا ہے بھیا۔" کوشل تشویش سے بولی۔

"میری موجودگی میں کوشل تمہیں تشویش کی کیا ضرورت ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے بھیا، مگر تم بھی انسان ہی ہو راوھن سنگھ کے بارے میں یقیناً تم نے اندازے لگائے ہوں گے۔ لیکن میں تمہیں بتا دوں کہ وہ انسان کی صورت میں درندہ ہے رحم کے نام کی کوئی چیز اس کے پاس نہیں ہے جب کبھی درندگی پہ اترتا ہے تو وہ یہ بھول جاتا ہے کہ وہ بھی عام انسانوں کی طرح ہے۔"

"کوشل اپنی زندگی کے بارے میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں نے بھی زندگی میں اتنے دکھ اٹھائے ہیں کہ میری شخصیت ہی ختم ہو کر رہ گئی ہے انسان کو جانور بنتے ہوئے کوئی دیر نہیں لگتی۔ کوشل راوھن سنگھ اگر جانور ہے تو میں بھی ایک وحشی درندہ ہوں اس دنیا سے نمٹنے کا میں نے ایک ہی گر سیکھا ہے۔ اسے اس کی زبان میں سمجھاؤ۔ اگر تم نے دشمن کی زبان استعمال کی تو پھر تمہارا ٹھکانہ کہیں نہیں ہوگا۔ چنانچہ کوشل تم مجھے معاف کرنا راوھن سنگھ پر کاری ضرب لگانے کے لیے مجھے بھی انسانیت کا لبادہ اتار کر پھینکنا پڑے گا۔ اور میں یہی کروں گا جو وقت کی ضرورت ہے۔ میں اس مشن کو اور زیادہ طویل نہیں کر سکتا۔" کوشل خاموشی سے میری شکل دیکھنے لگی۔ وہ خشک ہونٹوں پہ زبان پھیر کر رہ گئی تھی۔ ہم لوگ قیدی کی حیثیت سے تقریباً چوبیس گھنٹے تک یہاں بند رہے اس دوران کوئی شخص ہمارے پاس نہیں آیا تھا لیکن چوبیس گھنٹے میں چند مسلح افراد کو اپنی جانب بڑھتے ہوئے دیکھا۔ ان میں جو شخص سب سے آگے تھا وہ راوھن سنگھ ہی تھا۔ لیکن ایک نئے روپ میں اس وقت وہ ایک سیاہ رنگ کا لباس پہنے ہوئے تھا۔ اس کی کمر پر ایک بیلٹ بندھی ہوئی تھی سیاہ رنگ کا یہ ڈھیلا ڈھالا لباس مارشل آرٹس کے ماہرین کا سا تھا۔ اس نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اور ہمارے قید خانے کا دروازہ کھول دیا گیا۔

"باہر آؤ راجہ صاحب۔" راوھن سنگھ بدستور طنزیہ انداز میں بولا۔ میں نے کوشل کو اشارہ کیا اور آگے بڑھ گیا۔ چنانچہ ہم دونوں باہر نکل آئے۔ راوھن سنگھ ہاتھ سے اشارہ کر کے لا پرواہی سے آگے بڑھ گیا اور اس کے بعد ہمیں بھی گودام سے باہر نکال لیا گیا۔ جزیرے پر خاموشی سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ تاحد نگاہ کوئی نہیں تھا سوائے ان لوگوں کے جو راوھن سنگھ کے ساتھی تھے راوھن سنگھ نے ہماری طرف رخ کر کے کہا۔

"میرا خیال تھا کہ گولڈمین کو میں شہر کی کسی سڑک پر اس طرح ماروں گا کہ لوگ اس کی لاش گھسیٹتے پھریں لیکن صورت حال کچھ ایسی ہو گئی ہے راجہ صاحب کہ تمہارا خاموشی سے مر جانا ہی بہتر ہے لیکن راوھن سنگھ کے بارے میں تم نے جتنے غلط اندازے قائم کیے تھے اب تمہیں ان کی سزا بھگتنی ہے۔ راوھن سنگھ بلا وجہ ہی سونے چاندی کا سربراہ نہیں بنا ہے۔ بلکہ اس کے لیے اس نے محنت کی ہے۔ ہمارے تمہارے بیچ زور کا مقابلہ ہوگا راجہ صاحب اور آج تم کچھ نئی چیزوں سے واقف ہو گے۔ آؤ آؤ سامنے آؤ۔" راوھن سنگھ مارشل آرٹس کا پوز بنا کر کھڑا ہو گیا۔ لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ میری بھی زندگی کیسے لوگوں کے درمیان گزر چکی ہے۔ میں نے خود کو جس انداز سے حملے کے لیے اچھالا تھا وہ بے حد سبک اور خطرناک تھا۔ یہ چیتے کی مخصوص جست تھی جس کے ذریعے وہ اپنے شکار کی کھوپڑی توڑ دیتا تھا لیکن راوھن سنگھ کے بارے میں ایک لمحے میں اندازہ ہو گیا کہ وہ بھی مارشل آرٹس کے بہترین فن سے ناواقف نہیں ہے چنانچہ اس نے اپنے آپ کو سنبھال کر زمین پر جھکایا اور اپنے دونوں ہاتھ میرے چہرے کی طرف کر دیئے۔ میں نے فضا ہی میں ایک قلابازی کھائی اور سیدھا ہو گیا۔ بہت عرصے سے مارشل آرٹ کے کسی مقابلے کا موقع نہیں ملا تھا لیکن اب صورت حال ایسی پیدا ہوئی تھی تو میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنی زندگی کے بہترین فن کا مظاہرہ کروں گا۔ میں نے فضا میں اپنے آپ کو روک کر راوھن سنگھ کے کندھے پر ایک ضرب لگائی۔ اور راوھن سنگھ لڑکھڑا گیا۔ اس سے قبل کہ وہ سنبھلتا میں نے کسی سانپ کی طرح

پلٹ کر دوبارہ حملہ کیا۔ اور رادھن سنگھ کو اس بار بری طرح لڑکھڑا کر پیچھے ہٹنا پڑا۔ اگر وہ نہ ہٹتا تو میری یہ ضرب اس کے لیے بہت کاری ثابت ہوتی۔ اسے اس وقت بڑی مایوسی ہوئی تھی۔ اپنے آدمیوں کے سامنے اس کی بڑی سبکی ہوئی تھی۔ مارشل آرٹ کے کچھ فنون سے واقف ہونے کے بعد اس نے سوچا ہوگا کہ مجھے زیر کرنا بہت آسان ہوگا کیونکہ ضروری نہیں ہے کہ میں بھی اس فن سے واقف ہوں لیکن میں نے جس طرح حملوں کا مظاہرہ کیا تھا انہوں نے اسے شدید مایوس کر دیا لیکن اس نے اپنے حواس بحال رکھے تھے۔ چند قدم پیچھے ہٹ کر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور میرے حملوں کو روکنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے کئی زبردست ہاتھ اس کے جسم کے مختلف حصوں پر مارے تھے اور دو تین جگہ اس کا چہرہ مجروح ہو گیا تھا لیکن اب اس کے لیے ممکن نہیں تھا کہ وہ تنہا مجھ سے جنگ کرے۔ چنانچہ اس نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کر دیا اور وہ سب یک بیک میری طرف لپکے۔ میں ان سب افراد کے حملے کے لیے تیار نہیں تھا۔ لیکن اسی لمحے میں میں نے خود کو سنبھال لیا۔ وہ مجھے چاروں طرف سے گھیر رہے تھے ان میں سے کچھ نے چاقو وغیرہ نکال لیے۔ پھر پہلے دو آدمی میری طرف بڑھے تو میں دفعتاً زمین پر گر گیا اور تیزی سے قلابازیاں کھاتا ہوا دور نکل گیا۔ میں ان دونوں کے حملوں کو پیچھے سے روکنا چاہتا تھا دفعتاً میں نے پیروں کے بل زور لگا کر اپنے آپ کو سنبھالا اور دوسرے لمحے آگے آنے والے دونوں آدمی میری ٹھوکروں کا شکار ہو گئے۔

وہ لڑھکتے ہوئے ایک دوسرے پر ڈھیر ہو گئے تھے۔

میں نے دفعتاً فضا میں بلند ہو کر ان دونوں کی گردنوں میں ٹانگیں پھنسا دیں اور پھر ایک طرف جھکتا چلا گیا۔ میرے ہاتھ زمین پر ٹکے اور میں نے ٹانگوں کی قوت سے ان دونوں کو ٹکرا دیا۔ ان کے سر خربوزوں کی طرح کھل گئے تھے۔ کوشل کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکل گئی تھی۔ دوسرے افراد بھی مجھ پر حملہ آور ہوئے لیکن ان میں سے کوئی بھی میرے بدن کو چھونے میں کامیاب نہ ہو سکا تھا۔

رادھن سنگھ پر دفعتاً دیوانگی طاری ہو گئی اپنے آدمیوں کی یہ کارکردگی دیکھ کر وہ وحشت زدہ ہو گیا تھا۔ غصے سے بے انتہا مغلوب ہو کر اس نے ایک خوفناک دھاڑ حلق سے نکالی اور مجھ پر حملہ کر دیا۔ میں زمین سے فضا میں بلند ہوا۔ رادھن سنگھ نے بھی یہی حرکت کی تھی فضا میں ہم دونوں کے جسم ٹکرائے

لیکن میں بالکل چاق و چوبند تھا۔ میں نے اپنی ہتھیلی کا نچلا حصہ رادھن سنگھ کے پاؤں پر مارا۔ اور دوسرے لمحے رادھن سنگھ کے منہ سے ایک کربناک چیخ نکل گئی۔ لیکن میں عقب سے بھی ہوشیار تھا۔ ایک شخص نے اپنے لباس سے آہنی ہتھوڑے کے ذریعے مجھ پر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن میں نے اپنی جگہ کھڑے کھڑے اس کے حملے اور ہاتھ کو اپنی بغل میں دبا لیا اور اپنی کہنی اس کے سینے پر ماری۔ یہ ضرب اتنی زوردار تھی کہ اس کی پسلی چٹخ گئی اور وہ پلٹ کر پیچھے گر پڑا۔ میں نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا نہیں تھا۔ بلکہ آگے بڑھ کر رادھن سنگھ کے گھٹنے پر ایک ضرب لگائی تھی۔

رادھن سنگھ بے بسی سے پیچھے ہٹ گیا۔ میں نے آگے بڑھنا چاہا لیکن اس بار پھر رادھن سنگھ کے ساتھیوں نے میرے گرد دائرہ بنا لیا اور مجھے ان لوگوں سے نمٹنے کے لیے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ رادھن سنگھ خود کو حواس اچھال کر پیچھے ہٹ گیا تھا میرے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوتا بلکہ پہلے ان لوگوں سے نمٹ لیتا جو میرے اطراف میں آ کر پریشانیاں کھڑی کر رہے تھے۔ میں پوری طرح ان لوگوں پر نگاہیں جمائے تیزی سے پینترے بدل رہا تھا۔ پہلا آدمی میرے ہدف پر آیا تو میں نے اس کی ریڑھ کی ہڈی پر ایک زوردار ضرب لگائی۔ اور دوسرے پاؤں سے اس کی کھوپڑی سہلا دی۔ ایک اور شخص گرتے ہوئے آدمی کی زد میں آیا تو میں نے اسی کو اپنا نشانہ بنایا اور اس کی کلائی ٹوٹ کر لٹک گئی۔ اب میں ان لوگوں پر مسلسل تابڑ توڑ حملے کر رہا تھا۔

کوشل اس طرح سینے پر ہاتھ رکھے کھڑی تھی جیسے تحیر سے کوئی بت ہو۔ اور اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکتی ہو۔ میرے دونوں ہاتھ اور پاؤں مشینی انداز میں حرکت کر رہے تھے۔ اور میں ان لوگوں کو ناکارہ بناتا جا رہا تھا۔ میرے داہنے بازو میں بس ایک ہلکی سی خراش لگی تھی جس سے خون بہہ رہا تھا۔ میں ان لوگوں کے دائروں کو توڑ دینا چاہتا تھا لیکن وہ بھی اپنی زندگی کی بازی لگا کر اپنے آپ کو رادھن سنگھ کی نگاہوں میں سرخرو کرنا چاہتے تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس کوشش میں ان کے بدن مجروح ہوتے جا رہے تھے دفعتاً میں نے کچھ قدموں کی آوازیں سنیں۔ یہ آوازیں گودام کی طرف سے آ رہی تھیں۔ میں نے ایک لمحے کے لیے ادھر دیکھا اور پھر

برق رفتاری سے فضا میں اچھل کر ایک سمت دوڑ لگا دی۔ یہ تو صرف ایک چال تھی کئی آدمی میرے پیچھے دوڑے اور میں دفعتاً پلٹ پڑا۔ وہ جھونک میں مجھ سے ٹکرائے۔ لیکن میں اس کے لیے بالکل تیار نہ تھا کہ گودام کی طرف سے آنے والے مزید تین افراد تھے۔ جو ساتھیوں کی صورت حال دیکھ کر اس طرف دوڑ لگانے پر مجبور ہو گئے تھے۔ لیکن میں نے انہیں موقع نہیں دیا اور ان پر حملہ کر دیا۔ اب مجھے یہ شبہ ہونے لگا تھا کہ رادھن سنگھ یہاں [illegible] اور میرا یہ اندازہ غلط نہیں نکلا۔ رادھن سنگھ اپنے آدمیوں کا حشر میرے ہاتھوں دیکھ چکا تھا۔ چنانچہ اس نے دفعتاً کنارے کی طرف دوڑ لگا دی۔

کوشل یہ نکلنے نہ پائے۔ دفعتاً میں نے چیخ کر کہا اور کوشل جو اب تک میری طاقت کے سحر میں گرفتار تھی ایک دم سنبھل گئی۔ اس نے جھرجھری سی لی اور جیسے کسی خواب سے بیدار ہو گئی۔ میں رادھن سنگھ کی سمت کا اندازہ لگا چکا تھا اور اب مجھے یقین ہو گیا تھا کہ وہ وہاں سے فرار ہو جانے کے چکر میں ہے۔ دفعتاً تھوڑے سے فاصلے پر پہنچ کر میں نے اس پر جست لگائی اور اسے لپیٹتے ہوئے زمین پر لے گرا۔ ہم دونوں دور تک لڑھکتے چلے گئے تھے۔

کوشل مسلسل ہمارے پیچھے چلی آ رہی تھی کہ دفعتاً فضا میں ایک فائر کی آواز گونجی۔ کسی نے کوشل پر فائر جھونک مارا تھا۔ گولی کوشل کے بازو میں کہنی کے قریب لگی اور وہ گھوم گئی۔ اس کے بازو سے خون بہہ نکلا تھا۔ لیکن اب میں دیوانہ ہو گیا تھا۔ میں نے رادھن سنگھ کو بری طرح رگڑ رگڑ کر رکھ دیا۔ وہ میری گرفت سے نکل گیا۔ لیکن جیسے ہی وہ کھڑا ہوا میں نے اس کی کمر پر ایک لات رسید کر دی۔ اور وہ مشتعل ہو گیا۔ دو آدمی رائفل سنبھالے اسی طرف دوڑتے چلے آ رہے تھے وہ غالباً صحیح صورت حال سے واقف نہیں تھے جیسے ہی وہ قریب پہنچے میں نے رادھن سنگھ کو اٹھا کر ان پر دے مارا۔ اسی دوران کوشل اپنے زخم کی پرواہ کیے بغیر وہاں پہنچ گئی تھی۔ نیچے گرے ہوئے ایک آدمی کی رائفل اٹھا کر اس نے اس کی نال پوری قوت سے اس آدمی پر دے ماری۔ دوسرے آدمی کے ساتھ بھی اس نے یہی سلوک کیا تھا۔ تیسرا وار اس نے رادھن سنگھ کی پنڈلیوں پر کیا۔ یہ وار ایک وحشیانہ انداز میں کیا تھا۔ رادھن سنگھ کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی۔ اور وہ زمین پر تڑپنے لگا۔ غالباً اس کی پنڈلی کی ہڈی

ٹوٹ گئی تھی اور پھر اس کے بعد کھیل ختم ہو گیا۔ رادھن سنگھ میں اب اتنی سکت نہیں تھی۔ کہ وہ مزید کوئی کارروائی کر سکے اس کے آدمی بھی ناکارہ ہو گئے تھے۔ کچھ سر پیٹتے تھے کچھ دم توڑ رہے تھے اور جو شدید زخمی تھے ان کی کراہوں کی آوازیں فضا میں بلند ہو رہی تھیں۔ بظاہر محسوس ہوتا تھا جیسے یہاں اور کوئی موجود ہو۔ ہم نے صورت حال پر مکمل قابو پا لیا تھا۔ سب سے زیادہ تقویت کی بات یہ تھی کہ اب ہمارے پاس اسلحہ موجود تھا۔

میں نے مسکراتی نگاہوں سے کوشل کو دیکھا اور پھر رادھن سنگھ کی طرف دیکھ کر بولا۔

"یہی ہیں کنور رادھن سنگھ کوشل۔"

"ہاں یہی پاپی ہے۔"

رادھن سنگھ آنکھیں بند کرنے لگا تو کوشل نے رائفل کی نال اس کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی پر مارتے ہوئے کہا۔

"تو بے ہوش نہیں ہو سکتا پاپی۔ اگر تو نے بے ہوش ہونے کی کوشش کی تو۔ تو میں تیرے کپڑوں میں آگ لگا کر تجھے زندہ جلا دوں گی۔"

رادھن سنگھ نے بوکھلا کر آنکھیں کھول دیں۔ کوشل کے لہجے میں بڑی سفاکی تھی۔

"کیا سلوک کیا جائے تمہارے ساتھ رادھن سنگھ؟" میں نے پوچھا۔

"جو من چاہے کرو۔ میں کیا کہوں۔"

"ارے آپ نے ہتھیار ڈال دیے مہاراج۔"

"بکواس مت کرو۔" وہ دہاڑا۔

"چلو ٹھیک ہے اب یہ بتاؤ کوئی ایسی جگہ ہے یہاں جہاں اسٹیمر وغیرہ موجود ہو۔"

رادھن سنگھ کی آنکھیں بے اختیار ایک سمت اٹھ گئیں۔ لیکن اس نے فوراً خود کو سنبھال لیا۔

"کوئی ایسی جگہ نہیں ہے۔"

میں ہنس پڑا۔ "نشاندہی تو تم نے کر دی ہے۔ کوشل رائفل تمہارے پاس ہے۔ اس کی نگرانی کرو میں ابھی آتا ہوں۔"

کوشل نے حیرانی سے میری طرف دیکھا اور پھر تعجب سے کہنے لگی۔

"کہاں جا رہے ہو بھیا۔"

"اسٹیمر کی تلاش میں۔"

"مگر یہ تو کہتا ہے کہ یہاں کوئی اسٹیمر نہیں ہے۔"

اس کی آنکھیں کچھ اور کہہ رہی ہیں۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر بولا۔ "اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے۔ مگر تمہیں معلوم ہے کہ یہ کتنا بڑا شیطان ہے۔ اس لیے اس پر نگاہ رکھنا۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے بھیا۔"

میں چل پڑا۔ رادھن سنگھ نے بے اختیار میری طرف دیکھا تھا۔ وہاں چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔ میں نے ان چٹانوں کی طرف دوڑ لگائی اور تھوڑی دیر کے بعد ان کے قریب پہنچ گیا۔ چٹانوں کے درمیان میں نے ایک اسٹیمر دیکھ لیا۔ اس پر کوئی موجود نہ تھا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میرا اندازہ درست تھا۔ اس اسٹیمر کے لوگ بھی مجھ سے مقابلے میں کام آ گئے تھے۔ میں نے جائزہ لیا اور اسٹیمر پر اتر گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اسٹیمر اسٹارٹ ہو کر چل پڑا۔ میں اسے گھما کر دوسری طرف لے آیا تھا۔ اب میں کوشل کو دیکھ سکتا تھا۔ وہ بھی حیرت سے اسٹیمر کو دیکھ رہی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد رادھن سنگھ کو اسٹیمر پر منتقل کر دیا گیا۔ اب اس کی آنکھوں میں مردنی چھائی ہوئی تھی۔

"کیا خیال ہے رادھن مہاراج؟" میں نے مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم کتے ہو۔"

"اب گالیوں پر اتر آئے۔ بری بات ہے اتنے بڑے آدمی کو گالیاں نہیں بکنی چاہئیں۔"

"بڑا حساب کتاب ہے اس کا میرا۔ برسوں کے بوجھ اتارنے ہیں ابھی اسے۔" کوشل نے کہا اور رادھن سنگھ کانپ گیا۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

○

کوشل ایک زخمی ناگن تھی۔ اگر میں اس کی کہانی سے واقف نہ ہوتا تو اسے دنیا کی ایک عورت قرار دیتا لیکن یہ بات میں جانتا تھا کہ اس پر کیا بیتی ہے۔ رادھن سنگھ نے اس سے اس کی ساری زندگی چھین لی تھی۔ اس کے بدلے میں وہ جو کچھ کرتی کم تھا۔ جب اسے دل کے ارمان نکالنے کا پورا موقع ملا تھا۔ رادھن سنگھ ایک قید خانے میں بند تھا۔ اور کوشل اس کی نگران تھی۔

"کیا پروگرام ہے کوشل؟"

"اس سے روپا کا پتا پوچھو۔" کوشل نے کہا۔ ہم دونوں ہی رادھن سنگھ کے پاس گئے تھے۔

"تم جانتے ہو رادھن سنگھ۔ اب تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ اس لیے بہتر ہے کہ کوشل کی بہن روپا کا پتا بتا دو۔"

"کمینے ہو تم۔ پوچھ سکتے ہو تو پوچھ لو۔" رادھن سنگھ نے حقارت سے کہا۔

"مجھے اجازت ہے بھیا۔" کوشل نے عجیب سے لہجے میں کہا اور میں نے شانے ہلا دیئے۔ چنانچہ کوشل نے اپنا کام شروع کر دیا۔

اس کے اشارے پر قید لوگوں نے رادھن سنگھ کے بدن سے پورا لباس اتار دیا تھا۔ اور پھر قید خانے کا ایک ایک رخنہ بند کر دیا گیا۔ لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ کوشل کے ذہن میں کیا پروگرام ہے۔

رادھن سنگھ مادر زاد برہنہ اس قید خانے میں بند تھا۔ قید خانے میں مائیک لگائے گئے تھے تاکہ اس کی آواز دوسرے کمرے میں سنی جا سکے۔

اپنے پروگرام کے آغاز سے کوشل نے مجھے آگاہ کر دیا تھا۔ وہ کوئی کارروائی کر کے آئی اور اطمینان سے کمرے میں آ بیٹھی۔

"کیا کیا ہے تم نے کوشل؟"

"ایک معمولی سی کوشش۔" کوشل نے کہا اور ہنس پڑی۔ اس ہنسی میں ایک وحشت تھی۔

دفعتاً میں نے رادھن سنگھ کی دلخراش چیخ سنی اور پھر وہ مسلسل چیخنے لگا۔ اس کی ان چیخوں میں بڑی اذیت تھی۔

"ارے بچاؤ۔ ارے بچاؤ۔ مر گیا۔ بچاؤ۔" وہ مختلف انداز میں چیخ رہا تھا۔

"کیا کیا ہے تم نے کوشل؟"

"کچھ نہیں بھیا۔ بھڑوں کا ایک چھتہ قید خانے میں پھینک دیا گیا ہے۔"

"بھڑوں کا چھتہ؟"

"ہاں۔ صحن کے پیڑ میں لگا تھا۔ گرو جیون لال نے اسے احتیاط سے ایک ڈبے میں بند کر کے توڑ لیا اور اب وہ ڈبہ قید خانے میں کھل گیا ہے۔"

"خدا کی پناہ۔" میں نے جھرجھری لیتے ہوئے کہا۔ اور پھر میں خاموشی سے رادھن سنگھ کی دردبھری آوازیں سننے لگا۔

پھر شاید وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

"اگر وہ مر گیا تو کوشل؟"

"ایسا کوئی کام نہیں کروں گی بھیا۔" وعدہ۔ کوشل نے پہلے سے انتظامات کر لیے تھے۔ جب ہم رادھن سنگھ سے ملنے قید خانے گئے تو فضا بھڑوں سے پاک ہو چکی تھی۔ دھواں کر کے ان بھڑوں کو بھگا دیا گیا تھا۔ لیکن رادھن سنگھ کا پورا بدن سوجا ہوا تھا۔ اس کی شکل نہیں پہچانی جا رہی تھی۔

"پانی۔ مجھے پانی دو۔" وہ گڑگڑا کر بولا۔

"روپا کہاں ہے؟"

"پانی۔ پہلے پانی دو۔"

"روپا کا پتا بتاؤ۔" کوشل غرائی۔

"پہلے پانی دو مجھے۔"

"ایک قطرہ نہیں ملے گا۔"

"نہیں بتاؤں گا۔ ایک لفظ نہیں بتاؤں گا۔" اس نے دیوانگی کے انداز میں کہا۔

کوشل خاموشی سے یہاں سے چلی آئی تھی۔ اٹھارہ گھنٹے کے اندر ہم دونوں پھر رادھن سنگھ کے پاس پہنچے۔ وہ پانی کے لیے تڑپ رہا تھا۔ "یہ لو رادھن سنگھ جی! پانی پیو۔" اس نے کہا۔ اور برتن رادھن سنگھ کی طرف بڑھا دیا۔

رادھن سنگھ پاگلوں کی طرح پانی پر جھپٹا۔ لیکن پانی کا ایک ہی گھونٹ لیا تھا اس نے کہ برتن اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

ارے تیرا ستیاناس۔ ارے کیا پلا دیا مجھے۔ ارے میں مر گیا۔

میں خود چونک پڑا۔ کوشل ہنسنے لگی تھی۔

"فکر نہ کرو رادھن سنگھ جی۔ ایک دوا ملی ہوئی تھی اس میں جو پانی کو صرف کڑوا کر دیتی ہے۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا مگر پانی۔"

"مر جاؤں گا میں۔ تمہیں بھگوان کا واسطہ مجھے پانی تو دے دو۔"

"روپا کا پتا بتا دو۔"

"وہ گجراج کے جزیرے ستھیا میں قید ہے۔ چرن بہاری تمہیں وہاں تک لے جا سکتا ہے۔" رادھن سنگھ نے ہتھیار ڈال دیئے۔

"چرن بہاری کون ہے؟"

"تمہیں گاروں کی بلڈنگ نمبر سات میں ملے گا۔ پانی دیدو مجھے۔ وہ تمہارا آدمی ہے۔"

"ہاں۔"

"پانی اس وقت ملے گا تمہیں جب چرن بہاری ہمارے پاس آ جائے گا۔" کوشل نے کہا۔

"اسے فون کر دو۔"

"یہ کام ہم ہی کریں گے۔" کوشل نے کہا۔ اور پھر رادھن سنگھ کو قید خانے سے نکالا گیا۔ اس نے چرن بہاری سے بات کی اور اسے ایک جگہ بلا لیا گیا۔

تب رادھن سنگھ کو تھوڑا سا پانی دیتے ہوئے کوشل نے کہا۔ "اگر تم نے کوئی چالاکی کی رادھن سنگھ تو اب کے تمہیں تیزاب پلاؤں گی پانی کی جگہ۔"

"میں کوئی چالاکی نہیں کروں گا۔" رادھن سنگھ نے کہا۔

چرن بہاری کے حصول کے لیے کافی احتیاط سے کام کیا گیا۔ پھر اسے قید خانے میں لایا گیا۔ لیکن رادھن سنگھ کی حالت دیکھ کر وہ وحشت زدہ ہو گیا تھا۔

"بہاری انہیں گجراج لے جاؤ۔ روپا ان کے حوالے کر دو۔"

"جی مہاراج۔"

"کوئی چالاکی مت کرنا؟"

"جی مہاراج۔"

"اب تم جاؤ پیو عیش کرو اس وقت تک جب تک روپا یہاں نہ آ جائے۔"

"چرن کوئی حرکت مت کرنا۔"

"میں خیال رکھوں گا مہاراج۔" چرن بہاری نے لرزتے ہوئے کہا۔ اور ہم اسے قید خانے سے نکال لائے۔

میں نے کوشل سے کہا۔ "میں خود روپا کو لینے جاؤں گا کوشل۔"

"بھیا تم۔۔؟"

"ہاں صرف میں تنہا۔"

"بھیا روپا کو دیکھنے کو آنکھیں ترس رہی ہیں۔ مگر میں تمہارے لیے بھی خطرہ مول لینا نہیں چاہتی۔"

"تم اطمینان رکھو کوشل۔ میں روپا کو لے کر ہی آؤں گا۔"

گجراج تک کا سفر بڑا پیچیدہ تھا۔ یہ کوئی خفیہ علاقہ تھا۔ جہاں پہلے ریل سے سفر کرنا پڑا جو تین گھنٹے کا تھا۔

پھر ایک علاقے میں عجیب سے جانا پڑا۔ یہ سب اسمگلروں کے علاقے تھے پھر ایک سستان گھاٹ سے جوزف بہاری ایک اسٹیمر لے کر چل پڑا۔ اب تک وہ میرے ساتھ پورا تعاون کر رہا تھا۔ میرے اور اس کے درمیان اس پورے سفر میں کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

اسٹیمر کا سفر بھی ایک گھنٹے کا تھا۔ مجھے تعجب تھا کہ یہ کیسے جزیرے ہیں جن پر حکومت کی کوئی توجہ نہیں ہے۔ بہرحال ہم ایک جزیرے پر پہنچ گئے جو بدنما چٹانوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ جوزف بہاری یہاں کچھ لوگوں سے ملا۔ اس نے اُن سے بات چیت کی اور پھر ہم جزیرے کے اندرونی حصے میں داخل ہو گئے۔

غاروں کے جال یہاں بکھرے ہوئے تھے۔ انہیں میں سے ایک غار میں روپا موجود تھی۔

ایک حسین نوخیز لڑکی جس کا چہرہ ہلدی کی مانند پیلا تھا۔ اس کے خدوخال میں کرشل کی جھلک تھی۔ اس لیے اسے روپا تسلیم کرنے میں مجھے کوئی عار نہ ہوا۔

"تمہارا نام روپا ہے؟" اس نے سوال کیا لیکن وہ خالی خالی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"یہ جواب کیوں نہیں دیتی؟"

"اس کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے" بہاری نے جواب دیا۔

"اسے لے جانے کا بندوبست کرو۔" میں نے بہاری کو حکم دیا۔ میرا خیال تھا کہ بہاری نے راؤ ھن سنگھ کی جو حالت دیکھی ہے۔ اس کے تحت وہ کوئی حرکت نہیں کرے گا۔

بہاری چلا گیا۔ ایک گھنٹے کے بعد وہ واپس آیا اور مجھ سے کہا۔

"تیاریاں ہو گئی ہیں مہاراج۔" میں روپا کو سہارا دے کر باہر لے آیا۔ اسٹیمر یہیں سے لے کر چل پڑا۔ لیکن بہاری چال چل چکا تھا۔ کوئی پلان تھا اس کے ذہن میں۔ ابھی اسٹیمر زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ دفعتاً فضا میں ہیلی کاپٹر نظر آیا جو اسی طرف آ رہا تھا۔

"یہ کیا ہے بہاری۔" میں نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا مہاراج۔" بہاری نے کہا اور دفعتاً اس نے پانی میں چھلانگ لگا دی۔

اسٹیمر ہمارے سر پر پہنچ گیا۔ اور دفعتاً اس سے گولیوں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ میرے ہوش اڑ گئے تھے۔ اتفاق تھا کہ کوئی گولی نہیں لگی۔

اور اب اس کے علاوہ چارہ کار نہیں تھا کہ میں روپا کے ساتھ سمندر میں چھلانگ لگا دوں۔ میں نے روپا کو سنبھالا۔ پانی میں کود گیا۔ ہیلی کاپٹر واپس پلٹا۔ اور بس شاید وہ بم پھینک کر اسٹیمر کو تباہ کر دیا گیا تھا۔

لیکن میں زندگی کے سب سے خوفناک مرحلے میں داخل ہو گیا تھا۔ وسیع و عریض بے کراں سمندر اور ایک ذہنی طور پر غیر متوازن ہستی جسے سنبھالنا تھا۔ اس کے علاوہ چارہ کار نہیں تھا کہ ساحل کی طرف تیرنا شروع کر دوں جو میری نگاہ سے دور ہو جائے گا۔ خوش قسمتی سے سمندر کا زیادہ سفر طے نہیں کیا تھا پھر بھی اس حالت میں ساحل تک جانا معمولی بات نہ تھی۔ روپا کو حاصل کرنے کی جو خوشی تھی سب ختم ہو گئی۔ میں نے اسے سنبھال کر تیرنا شروع کر دیا۔ روپا خود بھی مدد کر رہی تھی لیکن اس کا سارا بوجھ مجھ پر تھا اور میں زندگی کی تلاش میں ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ جو کچھ ہو گیا تھا اس کا گمان بھی نہیں تھا۔ بڑی آزمائش آ پڑی تھی۔

خوفناک جدوجہد جاری تھی۔ نہ جانے کتنی دیر تک رہا۔ ہاتھ پاؤں شل ہو گئے تھے رفتہ رفتہ انہیں ہلانے کی رفتار سست ہو گئی لیکن اس کے ساتھ ہی ایک بار یوں محسوس ہوا جیسے پانی ہلکا ہوتا جا رہا ہو شاید میں کنارے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ لہریں اب میرے اوپر سے گزر رہی تھیں۔ ایک جب اوپر سے گزرتی تو نیچے پیٹ ریت سے ٹکرا جاتا۔ یا تھکن یا غنودگی جو کچھ بھی تھی۔ ایک دم ذہن سے نکل گئی۔ میں اچھل پڑا۔ ایک طاقت ور لہر نے مجھے اٹھا کر اچھالا تو پاؤں زمین سے ٹک گئے۔

عجیب سے جذبات ہوئے تھے دل میں [illegible] موجزن ہو گئی تھی جو بیان سے باہر ہے [illegible] ہو گئی تھی لیکن میرا دل و دماغ مفلوج ہو گیا [illegible] پریشانی نے [illegible] بالآخر میں ایک جگہ پر پہنچ گیا ایسی جگہ جہاں لہریں نہیں آ رہی تھیں۔ ہاتھوں سے ٹٹول ٹٹول کر میں نے ایسی جگہ کی جو سطح تھی۔ پہلے روپا کو ایک چٹان پر لٹا دیا۔ اس کے بعد خود بھی اس چٹان کے نزدیک ایک ابھرے ہوئے پتھر پر بیٹھ گیا۔ میری اپنی حالت بھی بہتر نہیں تھی بدن کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔

لیکن چونکہ اندرونی طور پر خوشی تھی اس لیے زیادہ احساس نہ تھا۔ بادل آہستہ آہستہ گزرتی رہی۔ دوبارہ [illegible] تھی میں اور میں خوفزدہ ہو گیا۔ اگر بارش آ گئی تو پناہ کے لیے کوئی جگہ نہیں ہو گی۔ چٹانوں میں اتنی پھسلن درمیان سے باہر کوئی غلط جنبش موت کا پیغام بن سکتی تھی۔

صبح کی روشنی نے ماحول کو منور کر دیا لیکن بے حد بھیانک ماحول تھا۔ سیاہ بدنما ہیبت ناک چٹانیں سینہ تانے کھڑی تھیں اور ان کا سلسلہ تاحد نگاہ چلا گیا تھا۔ دور دور سیاہ چٹانوں کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ پتہ نہیں کون سی جگہ تھی۔ حالات بہت سنگین تھے۔ میں نے گہری سانس لے کر روپا کو دیکھا۔ تنفس جاری تھا۔ بے ہوشی شاید گہری نیند میں بدل گئی تھی اس لیے آس پاس جگہ کا مناسب جائزہ لیا۔ جس جگہ وہ لیٹی ہوئی تھی وہ محفوظ تھی اس کے گرنے کا خطرہ نہیں تھا چنانچہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ میں نے سوچا کہ قرب و جوار کا جائزہ لیا جائے اور اس جگہ کے بارے میں کوئی اندازہ لگانے کی کوشش کی جائے کہ یہ کون سی جگہ ہے۔

میرا کام نہایت خوش اسلوبی سے ہوا تھا اور میں ایک ایسی کوشش میں کامیاب ہو گیا تھا جو ناقابل یقین تھی لیکن اس کے بعد جن حالات سے دوچار ہوا تھا۔ ان کو تقدیر ہی کا عطیہ سمجھتے۔ خدا کی کوئی مصلحت ہی ہو گی ایسا بھی۔

میں روپا کو اس جگہ چھوڑ کر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ کائی لگی چٹانوں پر بے پناہ پھسلن تھی لیکن تھوڑی دور چلنے کے بعد یہ پھسلن ختم ہو گئی۔ سمندر کی نمی ان چٹانوں کو مسلسل تر رکھتی تھی جس کی وجہ سے ان پر کائی جم گئی تھی لیکن جو حصہ محفوظ تھا۔ چٹانیں چونکہ پھیلی ہوئی تھیں اور ان پر چڑھنا مہارت کا کام تھا۔ میں خود تو کسی نہ کسی طرح آگے بڑھ سکتا تھا لیکن روپا کو اس وقت ساتھ لے کر آنا ناممکن ہو سکتا تھا۔ جگہ جگہ گہرے کھڈ نظر آئے یہ چٹانی سلسلہ بہت لمبا تھا [illegible] نہ جانے کتنی دور تک چلا گیا تھا اور بچانے کا [illegible] کیا تھا سب طور پر یہ بات طے تھی کہ چٹانوں [illegible] کسی منزل کی تلاش ناممکن تھی۔ بھلا ان چٹانوں [illegible] محسوس ہوا جیسے چوٹی پر کوئی شے متحرک ہے۔ [illegible] ٹھٹک گیا لیکن پھر اس جگہ میری نگاہ گڑی تھی میں نے ایک چیل کو حرکت کرتے دیکھا اور ایک گہری سانس لے کر آگے بڑھ گیا۔

میں نے سوچا کہ جا کر دیکھوں اس طرف کیا ہے۔ چنانچہ اس چٹانی چوٹی کے قریب پہنچ گیا۔ چوٹی پر کھڑے ہو کر میں نے دوسری طرف دیکھا ایک بہت بڑی گہری کھائی تھی جس میں لاتعداد سنگریزے پڑے تھے۔ ان سنگریزوں پر ایک ایسی چیز پڑی ہوئی تھی جس نے مجھے چونکا دیا۔

یہ بوسیدہ کشتیاں تھیں ٹوٹی پھوٹی کشتیاں ان سنگریزوں پر بکھری پڑی تھیں۔ ویسے یہ جگہ پانی کی پہنچ سے دور تھی اس لیے کشتیاں بھیگی ہوئی نہیں تھیں۔ میں اندازہ لگانے لگا کہ نیچے جانے کی جگہ کون سی ہو سکتی ہے اور مجھے ایک ایسی ڈھلان نظر آ گئی۔ جہاں سے اگر میں قدم جما کر نیچے جانے کی کوشش کرتا تو شاید نیچے پہنچ سکتا تھا۔ کشتیوں کی موجودگی نے بہرصورت اتنا تو یقین دلا دیا تھا کہ اگر یہ جگہ اس وقت غیر آباد بھی ہے تو کبھی نہ کبھی ضرور آباد رہی ہو گی۔

حالانکہ یہ کشتیاں سال خوردہ تھیں اور ان پر کائی کا غلبہ تھا۔ وہ ٹوٹی پھوٹی تھیں جس سے اندازہ بھی ہوتا تھا کہ اب انہیں استعمال نہیں کیا جاتا ہو گا۔

لیکن نجانے کیوں میرا تجسس اس بارے میں بڑھ گیا تھا۔ میں اس ڈھلان کی جانب بڑھ گیا اور بڑی آہستگی سے نیچے اترنے لگا۔ کافی احتیاط سے ایک ایک قدم بڑھاتے ہوئے بالآخر میں نیچے سنگریزوں کے پاس پہنچ گیا۔ جس جگہ کشتیاں پڑی ہوئی تھیں۔ وہاں عین سامنے ایک بڑے غار کا دہانہ تھا۔ میں ایک لمحے تک سوچتا رہا پھر کشتیوں کے نزدیک پہنچ کر ان کی سال خوردگی کا جائزہ لینے لگا۔ کافی پرانی اور خستہ حال تھیں۔

پھر میں زمین پر ایسے نشانات تلاش کرنے لگا جن سے یہ اندازہ ہو سکے کہ یہاں انسانی قدم پہنچتے رہتے ہیں یا یہ جگہ بالکل ہی ویران پڑی رہتی ہے۔ کشتیوں کی موجودگی اس بات کی ضمانت نہیں ہو سکتی تھی کہ یہاں آبادی بھی ہو گی۔

زمین پر کوئی ایسا نشان نہ مل سکا تو میں پہاڑی غار کی جانب بڑھ گیا۔ غار کی طرف بڑھتے ہوئے میں نے ایک سوکھی ہوئی خشک لکڑی اٹھا لی تھی جو ذرا بہتر حالت میں تھی۔ نجانے غار کے اندر کیا ہو۔ نہ جانے کیسے حالات سے واسطہ پڑے۔

غار تاریک ہی نظر آ رہا تھا۔ بس روشنی کی جو کرنیں

اس کے سامنے کے حصے پر پڑی تختیاں تھیں وہ اس کو شور کیے ہوئے تھیں ورنہ اس کے آگے بالکل تاریکی تھی۔ میں غار کے دہانے سے اندر داخل ہوا۔ غار زیادہ کشادہ نہیں تھا۔ لیکن ایک پہاڑیوں کا کٹاؤ تھا جسے سامنے کے حصے سے غار کا دہانہ سمجھا جا سکتا تھا۔

لیکن ہلکی سی روشنی میں، میں نے غار کے ایک کونے میں پڑے ہوئے سامان کو دیکھ لیا۔ اس کے نزدیک پہنچ کر میں نے اسے ٹٹولا تو یہ کسی بڑی کشتی کا بادبان تھا جسے لپیٹ کر رسیوں سے باندھ دیا گیا تھا لیکن وہ بالکل ہی بوسیدہ تھا ذرا سا کھینچنے سے پھٹ جاتا۔ نیچے ٹین کے کچھ ڈبے پڑے ہوئے تھے۔ جو خشک خوراک کے تھے یقیناً بہت پرانے ہو چکے تھے۔ ایک پیپا رکھا ہوا تھا جسے کھول کر دیکھا تو مٹی کے تیل کی بدبو اور گیس اٹھنے لگی۔ جب میں نے اسے ہلا کر دیکھا تو اس میں کافی مقدار میں تیل موجود تھا۔ بتی کے تیل کا لیمپ بھی نظر آیا۔ گویا یہاں کسی نے قیام کیا تھا۔

یہ بادبان ان ٹوٹی ہوئی کشتیوں میں سے کسی کا معلوم نہیں ہوتا تھا کیونکہ اس کا حجم خاصا تھا۔ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا۔ کوئی چیز بھی تو نہیں تھی میرے پاس۔ پستول تھا جو پانی میں پھینک کر ناکارہ ہو گیا تھا اور میں نے اسے اپنے بدن سے جدا کر کے پھینک دیا تھا۔ چاقو وغیرہ موجود نہیں تھا۔

بہرطور یہ رسی مجھے کام کی چیز نظر آئی اور میں اسے کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ تھوڑی سی کوشش کے بعد اس میں کامیاب ہو گیا۔ رسی کو دیکھا کافی مضبوط تھی باقی بادبان بری طرح گل چکا تھا۔ رسی چونکہ سن کی بنی ہوئی تھی اس لیے ہواؤں کی نمی اور وقت کی گرد اس پر اثر انداز نہ ہو سکی تھی۔ تاہم وہ اتنی مضبوط بھی نہیں تھی جتنی اصل حالت میں ہو گی۔ رسی تقریباً بارہ یا پندرہ گز لمبی تھی۔ میں نے اس کا لچھا سا بنایا اور کندھے پر ڈال لیا اور لکڑی لیے ہوئے باہر نکل آیا۔

پھر کچھ سوچ کر دوبارہ اندر گیا اور مٹی کے تیل کا ڈبہ بھی اٹھا لیا۔ ممکن ہے کسی کام آ جائے لیکن کس کام؟ دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال ابھرا۔ رویا بھوکی ہو گی۔ مجھے خود بھی بھوک محسوس ہو رہی تھی۔ ساری رات گزر چکی تھی اور کل دن میں بھی میں نے ہلکا سا کھانا کھایا تھا لیکن ان چٹانوں میں خوراک کی تلاش بے سود ہو گی۔ البتہ سمندر میں قدرتی غذا ضرور موجود ہو گی۔ یہاں سے سمندر تک جانے کا راستہ تلاش کرنے میں۔

میں ادھر ادھر نظر دوڑاتا اور سنگ ریزوں پر چلتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ لکڑی اور رسی کا لچھا میرے ساتھ تھا۔ ان دونوں چیزوں کو میں خود سے جدا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کافی دیر چلنے کے بعد جب میں ایک پہاڑی کٹاؤ میں داخل ہو کر دوسری طرف نکل کر آگے بڑھا تو میرے سامنے تھا۔ پتھریلی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ یہ پہاڑی کٹاؤ میں داخل ہوتیں اور واپس چلی جاتیں۔ یہ سطح پانی سے بھرے ہوئے تھے۔

دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ سمندر میں داخل ہو کر تو مچھلی کا شکار ایک احمقانہ سوچ ہی ہو سکتی تھی۔ لیکن ممکن ہے ان قدرتی تالابوں میں مچھلیاں موجود ہوں۔ میں ان تالابوں میں جھانکتا ہوا آگے بڑھنے لگا اور پھر میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ ایک بڑے سے گڑھے میں جو زیادہ گہرا نہیں تھا۔ چھوٹی بڑی مچھلیوں کے غول نظر آئے اور میری باچھیں خوشی سے کھل گئیں۔

یہ مچھلیاں اپنی مرضی سے واپس نہیں جا سکتی تھیں۔ ایک طرح سے یہاں قید ہو گئی تھیں لیکن یہ قید بھی ان کے لیے تبدیلی تھی کیونکہ گڑھا پانی سے لبالب بھرا ہوتا تھا یہاں اگر سمندر کی بہت بڑی لہر آ جاتی انہیں بہا کر لے جاتی تو اور بات تھی مگر شاید اتنی بڑی لہریں یہاں نہیں پہنچ پاتی ہوں گی۔ میں نے گڑھے کے کنارے بیٹھ کر مچھلیوں کو تکنا شروع کر دیا۔ لکڑی کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی جس سے میں ان کا شکار کر سکتا۔ میں نے کئی بار مچھلیوں کو لکڑی ماری لیکن کامیابی نہ ہوئی وہ مجھ سے زیادہ پھرتیلی تھیں۔ پھر میں نے ایک بڑی مچھلی جس کا وزن ایک کلو سے کم نہ ہو گا تاک لیا۔ وہ تالاب کے کنارے موجود تھی غالباً میرے لکڑی کے وار سے وہ سہم گئی تھی میں نے اللہ کا نام لے کر اس پر ایک زبردست وار کیا اور پھر میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ مچھلی تڑپنے لگی تھی اس نے آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکی۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں اسے ہاتھ ڈال کر باہر نکال لوں اور میں نے ایسا ہی کیا۔ تڑپتی ہوئی مچھلی میرے ہاتھ سے دو تین مرتبہ پھسلی لیکن آخر کار اس پر میری انگلیوں کی گرفت قائم ہو گئی۔ اس طریقے سے میں نے دو مچھلیاں اور شکار کیں اور انہیں لیے ہوئے اس جگہ پہنچ گیا۔ جہاں کشتیاں ٹوٹی پڑی تھیں۔ پھر میں نے پتھروں سے ایک چولہا سا بنایا اور کشتی کی لکڑیوں کے چھوٹے چھوٹے

ٹکڑے جمع کر کے انہیں اس چولہے میں رکھ کر ان لکڑیوں پر تیل چھڑکا لیکن اب آگ کا مسئلہ تھا۔ خداوند تعالیٰ نے انسان کو زندہ رہنے کے بہت سے طریقے بتا دیے تھے۔ ابھی میں نے بطرز چقماق کا بھی تذکرہ کیا لیکن چونکہ میں ان پتھروں کے بارے زیادہ نہیں جانتا تھا جو آگ پیدا کرتے ہیں لیکن بہرطور معلوم تھا تھوڑی بہت آگ ہر پتھر سے پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ میں کوشش کرتا رہا۔ اور کوشش میں مجھے پسینہ آ گیا۔ پتھروں کو رگڑتا رہا تو ہاتھوں میں بھی دھمک محسوس ہونے لگی۔ میری یہ کوشش تھوڑی دیر بعد کامیاب ثابت ہوئی اور مٹی کے تیل نے آگ پکڑ لی۔

میں اپنے ہاتھوں کی چھاؤں میں اس آگ کو پروان چڑھاتا رہا اور تھوڑی دیر بعد سال خوردہ لکڑیوں نے آگ پکڑ لی۔ میں نے کچھ اور لکڑیاں اوپر تلے سجائیں اور پھر دو بڑے پتھر اس طرح ان کے کنارے رکھ دیے کہ ان پر مچھلی رکھی جا سکے۔ مچھلی کی کھال اس طرح اتارنا ممکن نہیں تھا۔ لیکن اگر وہ صحیح طور پر بھن گئی تو پھر چھری کا کام چلایا جا سکتا ہے۔ اس طرح میں نے مچھلیاں بھون لیں۔ پھر مچھلیوں کو رومال میں لپیٹ کر راستے سے واپس چل پڑا جس طرف سے یہاں آیا تھا۔ لکڑی اور رسی کا لچھا اب بھی میں نے اپنے پاس ہی رکھا تھا۔

وہاں تک پہنچنے میں مجھے بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑا۔ مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ بار بار یہاں آنا میرے لیے ممکن نہ ہو گا۔ ذرا سی لرزش ہاتھ پاؤں توڑ سکتی ہے۔ بہرطور میں رویا کے پاس پہنچ گیا۔ دور ہی سے میں نے دیکھ لیا تھا کہ وہ ہوش میں آ گئی ہے اور اسی چٹان پر پاؤں لٹکائے بیٹھی ہے جہاں میں اسے چھوڑ کر گیا تھا۔ اس کے چہرے پر وحشت کے آثار تھے یوں لگتا تھا جیسے خوف سے اسے سکتہ ہو گیا ہو۔ میرے قدموں کی آواز پر بھی اس نے مجھے چونک کر نہیں دیکھا تب میں اس کے سامنے پہنچ گیا۔

"رویا۔" میں نے نرم لہجے میں آواز دی۔ اور اس نے کھوئی کھوئی نگاہیں مجھ پر جما دیں۔ اس کا چہرہ کسی قسم کے تاثرات سے عاری تھا۔

"تمہیں بھوک لگی ہو گی۔" میں نے کہا۔ "لو یہ مچھلی کھا لو۔" اور میں نے رومال اس کی جانب بڑھا دیا۔ وہ مچھلی کو دیکھتی رہی لیکن اس نے ہاتھ آگے نہیں بڑھایا تھا۔ میں نے مچھلی کو درمیان سے توڑا اور ناخن سے اس کی کھال چھیلنے لگا۔ پھر میں نے اس

کا گوشت رویا کے چہرے کے قریب کر دیا اور اس نے بچوں کے سے انداز میں اپنا منہ کھول دیا۔ مجھے ہنسی آ گئی۔

"اس میں کانٹے بھی ہوں گے تم اسے اپنے ہاتھوں سے پکڑو اور کھاؤ۔" میں نے کہا تو اس نے اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیے مجھے مسرت ہوئی تھی۔ کم از کم اس میں الفاظ سمجھنے کی صلاحیت تھی پھر وہ مچھلی کے گوشت کو دانتوں سے نوچ نوچ کر کھانے لگی۔ کانٹے تھوکتی جا رہی تھی میں جب اس کی طرف سے مطمئن ہو گیا تو میں نے بھی دو مچھلیاں معدے میں اتار لیں ایک مچھلی میں نے مزید وقت کے لیے محفوظ کر لی تھی۔ وہ مچھلیاں رویا نے کھا لیں مچھلی کھانے کے بعد وہ عجیب نظروں سے انداز میں میری طرف دیکھنے لگی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"رویا۔ اب تم ہوش میں آ گئی ہو۔ خدا کے لیے خود کو سنبھالنے کی کوشش کرو۔ اب ہم دشمنوں میں نہیں اور دشمنوں میں بھی" وہ خاموشی سے میری بات سنتی رہی اس بات کا اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"آؤ اب ہم زیادہ دیر نہیں رک سکتے۔" میں نے اس کا بازو پکڑا اور بڑی احتیاط سے ایک سمت منتخب کر کے اس سمت چل پڑا۔ رویا آہستہ قدموں سے میرے ساتھ چل رہی تھی۔ غالباً رات کی پرسکون نیند نے اسے خاصا پرسکون کر دیا تھا۔ ہم دیر تک سفر کرتے رہے یہ سفر ہم دونوں ہی کے لیے مشکل تھا لیکن بڑی پامردی سے میں رویا کو سنبھالے ہوئے آگے بڑھتا رہا۔ بہت سے خطرناک راستے بھی آئے۔ بہت سی ایسی جگہیں آئیں جہاں سے آگے بڑھنا ناممکن نظر آتا تھا لیکن بہرطور قدرت کی مدد سے ہم نے ان راستوں کو عبور کر لیا اور جب سورج عین سروں پر آ پہنچا تو ہم خاصا فاصلہ طے کر چکے تھے وہ جگہ خاصی دور رہ گئی تھی یہاں تو اب سمندر کا شور بھی سنائی نہیں دیتا تھا۔ میں نے رویا کے انداز میں تکلیف کے آثار دیکھے تو ایک بہتر جگہ تلاش کر کے وہاں بیٹھ گیا۔ کوئی جلدی نہیں تھی کیونکہ کسی منزل کا تعین نہیں ہو سکا تھا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ یہ انوکھا سفر ہمیں کسی ایسی جگہ لے جائے گا جہاں جان بچنے کی کوئی امید ہو۔

یقیناً ہواؤں نے ہمیں اس جگہ سے کافی دور لا پھینکا تھا جہاں ہم کو اترنا تھا۔ اور اب یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کس جگہ

ہم موجود ہیں۔ وہ کون سی جگہ ہے۔ اگر ٹوٹی ہوئی کشتیاں نظر نہ آتیں تو شاید یہ کہنا بھی مشکل ہوتا کہ اس جگہ انسانی قدم پہنچے ہیں۔ عجیب ویران سا علاقہ تھا اور پھر چٹانوں کا یہ منظر تو انتہائی جان لیوا تھا۔ ایک ایک لمحہ موت کا ڈر تھا۔ دفعتاً فضا میں ایک عجیب سی آواز بلند ہوئی۔ میرے کان اس آواز سے نا آشنا نہیں تھے۔ میں چونک پڑا۔ بہت دور غالباً سمندر میں ایک ہیلی کاپٹر سفر کرتا ہوا اس طرف آ رہا تھا۔ کسی خوش فہمی کی گنجائش نہیں تھی۔ ہیلی کاپٹر ہمارے دوستوں کا نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اس سے قبل کہ وہ ہمارے سروں پر پہنچ کر ہمیں دیکھ لے اور اپنی جگہ پر ہمیں بھون کر رکھ دے۔ میں نے اپنے بچاؤ کے لیے بندوبست ضروری سمجھا۔

میں پھرتی سے اٹھا، روبیا کا ہاتھ پکڑا اور آگے بڑھنے لگا۔ روبیا کی کیفیت میں نمایاں تبدیلی نظر آ رہی تھی۔ میرا ہونٹ سے پیچھے آتے ہوئے اس نے چند الفاظ کہے تھے جن سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ بہت جلد اس کی ذہنی توانائیں بحال ہو جائیں گی۔ وہ بھی شاید ہیلی کاپٹر کی آواز محسوس کر چکی تھی اور صورتحال کی نزاکت سے کچھ واقف ہوتی جا رہی تھی۔ اس لیے تھکن کے باوجود اس نے میرا ساتھ دیا۔

ہم لوگوں کو ایک چٹانی سائبان مل گیا۔ سیاہ کھردری اور بدنما چٹان کسی چھتری کی طرح اپنی جگہ سے باہر کو نکلی ہوئی تھی۔ اگر ہم اس کے نیچے پہنچ جائے تو یقینی طور پر ہیلی کاپٹر میں بیٹھے ہوئے لوگ ہمیں اوپر سے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ ہم اس طرح سمٹ کر بیٹھ گئے کہ ہمارے ہاتھ پاؤں بھی چٹان کے سائبان سے باہر نظر نہ آ سکیں۔

ہیلی کاپٹر کی آواز تیز ہوتی گئی۔ ہوائی مشین پرواز کر رہا تھا اور پھر ہمارے سروں پر سے گزرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ میں یہ اندازہ بھی نہ لگا سکا تھا کہ یہ کون سا علاقہ ہے جس جگہ ہم پہنچے ہیں۔ وہ کس کی تحویل میں ہے کیا نام ہے اس کا۔ اس لیے پورے وثوق سے یہ بھی نہیں کہہ سکتے تھے کہ ہیلی کاپٹر ہم لوگوں کی تلاش میں ہے۔ اس کا اندازہ لگانا بے حد مشکل تھا۔

ہم کافی دیر تک وہاں چھپے رہے۔ شبہ تھا کہ ہیلی کاپٹر کہیں پلٹ کر واپس نہ آ جائے لیکن تقریباً پندرہ منٹ گزر گئے اور دوبارہ اس کی آواز نہ سنائی دی۔ تو میں روبیا کا ہاتھ پکڑ کر چٹان کے سائبان سے باہر نکل آیا۔ میری نگاہیں آسمان میں بھٹک رہی تھیں۔ لیکن ہیلی کاپٹر مایوس ہو کر واپس جا چکا تھا۔

کیا وہ لوگ دوبارہ ہمیں تلاش نہ کریں گے۔ ایسا ممکن نہیں ہے۔ دفعتاً مجھے ایک آہٹ سنائی دی اور میں اچھل پڑا۔ آہٹ اب بار بار سنائی دے رہی تھی اور میں اس کی سمت کا اندازہ لگا رہا تھا۔ میں اگر تنہا ہوتا تو مجھے زیادہ پروا نہ تھی۔ اس کے علاوہ میں نہتا بھی تھا۔ اپنے بچاؤ کے لیے کچھ نہ کر سکتا تھا۔ آہٹ بدستور سنائی دے رہی تھی۔ اور اب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا کہ میں خود کو مقابلے کے لیے تیار کر کے ان لوگوں کو دیکھوں۔ روبیا کو وہیں چھوڑ کر برق رفتاری سے چٹان کے پیچھے گیا۔ وہاں کوئی نہیں تھا لیکن ایک گوشے میں ایک بہت بڑا کچھوا نظر آیا جس کا خول ٹوٹا ہوا تھا وہ رینگ رہا تھا۔ اور میں واپس آ گیا۔ اس کے بعد میں نے سکون کی سانس لی۔ اور واپس روبیا کی طرف آ گیا لیکن اس ماحول اس جگہ سے اتنی وحشت محسوس ہو رہی تھی کہ یہاں سے رکا گیا۔ اور میں روبیا کا ہاتھ تھام کر یہاں سے آگے بڑھ گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے موسم میں نمایاں تبدیلی۔ ہر چند کہ دھوپ اس سے پہلے بھی بہت تیز نہیں تھی لیکن چٹانوں میں گرمی کا کوئی احساس نہیں ہو سکتا تھا لیکن بادلوں کے اچانک آسمان پر چھا جانے سے موسم بہت خوشگوار ہو گیا۔ البتہ سیاہ صورت چٹانیں کچھ اور مدہم ہو گئی تھیں۔

روبیا بڑے اعتماد سے میرا سہارا لیے ہوئے تھی۔ تھکے ہونے کے باوجود آگے بڑھ رہی تھی۔ میں نے اس کے جوتے اتروا دیے تھے کیونکہ ان کی وجہ سے اسے چلنے میں دقت ہو رہی تھی۔ جدید ساخت کے جوتے تھے جو یہاں بالکل ہی بیکار ہو جاتے تھے۔ البتہ یہ جوتے میں نے ضائع نہیں کیے تھے تا کہ اگر کوئی ایسا راستہ آئے جہاں ان کی ضرورت ہو تو پھر کوئی پریشانی نہ ہو سکے۔

بادلوں کی سیاہی گہری ہوتی گئی اور مجھے اب یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اگر بارش ہو گئی تو ان چٹانوں پر قدم جمانا مشکل ہو جائے گا۔ جگہ جگہ کھائیاں اور گڑھے تھے اور یہ گڑھے ہمیں بچا سکتے تھے ہی پڑ سکتے تھے۔ چٹانیں اتنی چکنی تھیں کہ اگر کوئی گڑھا پھلانگتے ہوئے اندازے کی ذرا سی غلطی ہو جائے تو ہم گڑھے میں گر پڑیں۔ میں اپنی تمام تر کوشش یہ صرف کر رہا تھا کہ ہمیں کوئی خطرناک راستہ اختیار نہ کرنا پڑے۔ اس لیے بار بار ہمیں راستہ کاٹنا پڑتا۔

ابھی تک بارش شروع نہیں ہوئی تھی اور میں اس سے پہلے کسی ایسی جگہ پہنچ جانا چاہتا تھا جہاں کوئی بہتر پناہ گاہ مل سکے۔ میری نگاہیں ادھر ادھر بھٹک رہی تھیں پھر دفعتاً ایک جگہ مجھے نظر آئی۔ میں نے روبیا کو اس طرف متوجہ کیا اور وہ ایک کر ادھر دیکھنے لگی۔

"میرے خیال میں وہ جگہ بہتر ہے۔ اگر بارش ہو گئی تو ہمیں پناہ مل سکے گی۔"

"آں... ہاں..." روبیا نے جواب دیا اور ہم نے رخ بدلا۔ تھوڑی دیر بعد ہم اس جگہ پہنچ گئے۔ یہاں ہمیں ایک چھتری سی نظر آئی تھی۔ نیچے خاصا گہرا خلا تھا۔ ہم اس خلا میں اتر گئے۔ راستہ ایسا تھا کہ ہمیں اس جگہ پہنچنے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ لیکن یہ دراڑ بہت دور تک تھی اور مصنوعی تاریکی چھا جانے کے باوجود ہمیں دور تک کا منظر صاف نظر آ رہا تھا۔ دراڑ اتنی سیدھی تھی کہ کافی ہونے کے باوجود دوسری طرف کا منظر صاف نظر آ رہا تھا اور اس منظر میں ہمیں درخت چھوٹے چھوٹے نظر آ رہے تھے۔ گویا چٹانوں کا اختتام تھا اور اب شاید کوئی جنگلی علاقہ شروع ہو گیا تھا۔ جی تو چاہا کہ دوڑ کر ان جنگلوں میں پناہ لی جائے لیکن بارش کا خوف تھا اور جنگل ہمارے شناسا نہ تھے۔ اس لیے میں نے اس جگہ سے باہر نکلنا مناسب نہ سمجھا۔ ویسے بھی صاف جگہ تھی کہیں کہیں چھوٹے چھوٹے سنگریزے پڑے ہوئے تھے۔ باقی جگہ بالکل صاف تھی۔ کوئی سوراخ یا رخنہ نہیں تھا جس سے یہ خدشہ ہوتا کہ یہاں حشرات الارض ہوں گے۔

"میں پیاس محسوس کر رہی ہوں۔" روبیا کی نقاہت بھری آواز ابھری اور میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ دوسرے لمحے میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"اگر یہ بات ہے تو دعا کرو بارش ہو جائے۔ یقینی طور پر پانی دستیاب ہو جائے گا۔ بظاہر تو یہاں کہیں پانی کے آثار نظر نہیں آتے۔"

روبیا خاموشی سے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔ ہم نے چھوٹے چھوٹے سنگریزے صاف کر کے ایک ایسی جگہ بنائی اور آرام سے بیٹھ گئے۔

"میرے خیال میں یہ جگہ ہمارے لیے بہترین پناہ گاہ ہے۔ ہم رات بھی یہیں گزار دیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" روبیا آہستہ سے بولی۔ میں خود بھی اس سے چند فٹ کے فاصلے پر بیٹھ گیا تھا۔ پھر میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"روبیا تمہیں احساس ہے کہ تم کتنے پریشان کن مراحل سے گزر رہی ہو۔"

اس نے خالی خالی سی نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ اور پھر گردن چٹان سے ٹکا دی۔

"اپنی یادداشت پر زور دو۔ روبیا یاد کرو کہ تم کہاں تھیں، کن کن حالات سے گزری ہو۔"

"مجھے یاد مت دلاؤ۔ میں وہ سب کچھ یاد نہیں کرنا چاہتی۔ میں سکون چاہتی ہوں۔" اس نے آہستہ سے کہا اور میرا دل خوشی سے دھڑک اٹھا۔

یہ سمجھداری کے الفاظ تھے۔ اب تک وہ جس ذہنی کیفیت میں نظر آ رہی تھی یہ کیفیت اس سے بالکل مختلف تھی۔

"میں تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا روبیا۔ میری خواہش ہے کہ تم حالات کو سمجھو اور خود کو ان کے لیے تیار کرو۔"

"ٹھیک ہے... میں..." وہ گردن ادھر ادھر ہلانے لگی۔ اور پھر اس نے میرے چہرے پر نگاہیں جما دیں اور آہستہ سے بولی۔ "میں ٹھیک ہوں۔ میرا خیال ہے میں ٹھیک ہوں۔" گو کہ اس لہجے میں تھکن اور نقاہت موجود تھی مگر لہجے میں یقین بھی تھا۔

"اوہ روبیا، تمہاری یادداشت واپس آ رہی ہے۔" میں پُرمسرت لہجے میں بولا۔

"شاید میری یادداشت گم ہی نہیں ہوئی تھی۔ میں... میں بس... براہ کرم خاموش ہو جاؤ۔ میرا سر درد کرنے لگا ہے۔" اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا اور میں خاموشی سے اسے دیکھنے لگا۔ مجھے بڑی مسرت ہو رہی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ بس اب تھوڑی سی دیر درکار ہے، روبیا کی ذہنی کیفیت بحال ہو جائے گی۔ در اصل وہ دماغی خلل کا شکار نہیں ہوئی تھی۔ یہ تو ان اذیتوں کا اثر تھا جنہوں نے اس کا دماغ ماؤف کر دیا تھا۔

چٹانی چھت سے ذرا پرے زمین بھیگنے لگی۔ بوندیں گرنے لگی تھیں۔ میں نے روبیا کو اس طرف متوجہ کیا اور دوبارہ پھر

ہوں۔"

"کیا۔؟" اسپیرو حیرت سے اچھل پڑا۔

"ہاں۔"

"سچ کہہ رہے ہو چیف۔ سچ کہہ رہے ہو۔"

"بالکل سچ اسپیرو۔ بہت سی کہانیاں میرے سینے میں بھی پوشیدہ ہیں۔ میرا دل بھی چاہتا ہے کہ کسی کو یہ کہانیاں سناؤں۔"

"تو چیف فرصت سے تم یوں سمجھو کہ تمہاری منزل پر پہنچا دیا جائے گا۔ تمہیں خوشی اسی بات کی ہے کہ راوھن سنگھ قید میں ہے۔ ایک بات مزید بتاؤ چیف کیا وہ سکا آدمی پوری طرح تمہاری گرفت میں ہے کہیں یوں تو نہیں ہوگا کہ تمہارے پیچھے وہ تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو ڈاج دے کر نکل جائے۔"

"نہیں یہ ممکن نہیں ہے۔"

"تو گویا ابھی فرصت ہے یہاں میری مکمل حکومت ہے اس علاقے میں ایک بھی آدمی ایسا نہیں ہے جو میرا ہم نوا نہ ہو۔ سب کے سب راوھن سنگھ سے نفرت کرتے ہیں اور میرے مقصد کے حصول کے لیے پوری طرح آمادہ ہیں۔ چنانچہ تم اپنے آپ کو دوستوں میں سمجھو یہ بھی یقین کر لو کہ روپا کو اور تمہیں پورے اطمینان سے تمہاری منزل پر پہنچا دیا جائے گا لیکن مجھے گولڈ مین کی کہانی سناؤ۔" میں نے مختصراً اسپیرو کو گولڈ مین کے بارے میں تفصیلات بتائیں اس دوران اس نے میرے لیے کھانے پینے کی چیزیں منگوائی تھیں۔ میں نے اس سے کہا۔

"روپا کو بھی آسانیاں فراہم کرو اسپیرو۔"

"ابھی لو۔ ابھی میں ۔۔ یہاں بلوائے لیتا ہوں۔" اسپیرو نے کہا اور پھر اپنے سامنے رکھی ہوئی میز کے نیچے ہاتھ ڈال کر ایک گھنٹی بجا دی۔ چند ہی لمحات کے بعد دو آدمی اندر آ گئے۔

"لڑکی کو عزت و احترام کے ساتھ اندر لے آؤ۔" تھوڑی دیر کے بعد روپا بھی یہاں پہنچ گئی۔ اسپیرو نے اس سے کہا۔

"معاف کرنا لڑکی تمہارے ساتھ اب تک جو کچھ ہوا لاعلمی میں ہوا۔ ہمیں معلوم نہ تھا کہ تم ایک ایسے آدمی سے تعلق رکھتی ہو جو ہمارے لیے بہت کچھ ہے۔ بیٹھ جاؤ براہ کرم بیٹھ جاؤ۔ ہم گزرے ہوئے لمحات کو واپس نہیں لا سکتے لیکن تم سے معافی ضرور مانگتے ہیں۔" روپا ٹھٹکے سے انداز میں بیٹھ گئی جب اسے کھانے کی پیشکش کی تو اس نے بلا تعرض قبول کر لی کیونکہ وہ بھوکی تھی۔ کھانے کے دوران میں اور اسپیرو باتیں کرتے رہے روپا ہم سے بے تعلق تھی۔ میں نے اسپیرو کو تمام تفصیلات بتاتے ہوئے اپنی کہانی سنائی اور زرلوکا کا نام سن کر اسپیرو اچھل پڑا۔

"اوہ۔ بنکاک کے نواح میں زرلوکا کا ایک بڑا گروہ موجود ہے اسے ایک عورت کنٹرول کرتی ہے اور وہ بھی یہاں کا نظام چلا رہی ہے۔"

"کیا۔؟" میں تعجب سے اچھل پڑا۔

"ہاں چیف میری معلومات اس سلسلے میں بہت زیادہ ہیں۔"

"اس کا کیا نام ہے۔؟" میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا تھا۔

"یہ تو میں نہیں جانتا لیکن بہرطور وہی اس علاقے کی حکمران ہے۔"

"وہ۔ وہ زیبی ہے۔"

"کیا۔؟"

"ہاں۔ زرلوکا نے ایک بار اشارتاً مجھے بتایا تھا۔"

"اوہ چیف مگر زرلوکا کا وہ گروہ تو لنٹن تک پھیلا ہوا ہے اندازہ ہے کام کرتا ہے بہت لمبے ہاتھ ہیں اس کے۔ مگر میری سمجھ میں یہ نہیں آئی کہ تمہاری بیوی اور زرلوکا کے گروہ کارکن کی حیثیت سے کام کر رہی ہے۔"

"کم بخت زرلوکا بہت ہی خطرناک آدمی ہے اس نے یقیناً زیبی کو ٹرانس میں لے کر سب کچھ کرایا ہے۔"

"تب تو پھر یوں سمجھو چیف کہ تمہاری منزل بنکاک ہی ہے۔"

"میں دیکھ لوں گا سب کچھ دیکھ لوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"میرے لائق جو بھی خدمات ہوں چیف۔ مجھے ان کے بارے میں ضرور بتا دینا۔"

"تمہارا بس اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے مجھے بنکاک اور اس کے نواح میں بہت کچھ کرنا ہوگا۔"

"زرلوکا کے اس گروہ کی بیرونی شاخیں رنگون، سنگاپور، بنکاک، تھائی لینڈ اور ہانگ کانگ وغیرہ میں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہاں وہ ایک وسیع پیمانے پر کام کر رہا ہے اور اس وقت اس سے بڑا گروہ کوئی نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اس گروہ کو فنا کر کے دم لوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"اوکے چیف۔ تو پھر اسپیرو کے لیے کیا حکم ہے۔"

"بس اسپیرو۔ تمہاری اتنی ہی مہربانی کافی ہے کہ تم نے ایسے وقت میں تم نے ہم کو سہارا دیا اور ہم مصیبت سے نکل آئے۔"

"نہیں چیف۔ اسے مہربانی نہ کہو۔ اسپیرو بدنصیب ہے جسے تمہارے بارے میں معلوم نہ ہو سکا۔ اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو چیف تو اسپیرو اپنے آپ کو کبھی معاف نہ کر پاتا۔" میں نے اس کا بہت بہت شکریہ ادا کیا تھا اس کے بعد اسپیرو کہنے لگا۔

"چیف۔ تم کب واپس جانا چاہتے ہو۔؟"

"اگر تمہارے پاس واپسی کے انتظام میں کوئی رکاوٹ نہ ہو تو دوسری بات ہے ورنہ جتنی جلدی مناسب سمجھو۔"

"میں صرف آدھے گھنٹے کے اندر اندر تمہاری واپسی کا بندوبست کر سکتا ہوں۔ میں تمہیں بنکاک سے واپس بھجوا دوں گا لیکن اس طرح سے زرلوکا کے شکوک و شبہات پیدا ہو جائیں گے۔ بہتر ہے کہ تم اسٹیمر کے ذریعے ہی جاؤ۔ تمہیں کوئی دقت نہ ہوگی۔ ہر طرح کی سہولتیں تمہیں فراہم کی جائیں گی اور ایک ایسے ساحل پر چھوڑ دیا جائے گا جہاں سے تم باآسانی اپنے مرکز تک پہنچ سکتے ہو۔"

"تمہارا شکریہ اسپیرو۔"

"ویسے بھی چیف تمہیں جب بھی مجھ سے رابطہ قائم کرنا ہو میں تمہیں اس کے بارے میں تمام تر تفصیلات فراہم کر دوں گا مجھے فوری طور پر راوھن سنگھ کی موت کی اطلاع دینا چیف۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔

اسپیرو نے اپنے کہنے کے مطابق آدھے گھنٹے کے اندر اندر ہمارے لیے واپسی کے انتظامات کر دیئے۔ روپا کی حالت خاصی بہتر نظر آ رہی تھی۔ ایک خوبصورت سی بڑی ڈیک پر سفر کرتے ہوئے اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور پھر میری طرف دیکھنے لگی اور پھر اس نے آہستہ سے سوال کیا۔

"تم کون ہو۔؟"

"تمہاری ذہنی کیفیت اب کیسی ہے روپا۔؟"

"میں نے شاید تمہیں پہلے بھی بتایا تھا کہ میں پاگل نہیں ہوئی ہوں لیکن لیکن اگر میری کہانی سنو گے تو دنگ رہ جاؤ گے تم۔"

"میں تمہاری کہانی سننا چاہتا ہوں روپا۔" میں نے جواب دیا اور روپا مجھے روداد سنانے لگی اس نے اپنی بہن کوشل کا ذکر بھی کیا اپنے شوہر کا تذکرہ بھی کیا۔ میں نے اس سے پوچھا۔

"روپا معاف کرنا ایک ایسا سوال پوچھنا چاہتا ہوں جسے بتاتے ہوئے تمہیں یقیناً افسوس بھی ہوگا۔ شرم بھی آئے گی لیکن میرے لیے یہ سوال ضروری ہے۔"

"کیا۔؟" اس نے کہا۔

"اس دوران تمہارے ساتھ کوئی ایسی زیادتی تو پیش نہیں آئی جو۔۔۔"

"نہیں۔ کنور راوھن سنگھ کمینہ صفت انسان ہے۔ وہ لیکن مجھے دھمکیاں ہی دیتا رہا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میری بہن کوشل نے اسے بہت سے نقصانات پہنچائے ہیں چنانچہ میری بے عزتی کوشل کے سامنے ہی کی جائے گی۔" روپا نے جھجکتے ہوئے شرماتے ہوئے بتایا۔

"اور اب راوھن سنگھ اپنی موت خود ہی مر گیا۔ تم نے دیکھ لیا کہ اس کے آدمی نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ میں تمہیں بہت سی خوش خبریاں دینا چاہتا ہوں روپا۔"

"خوش خبری۔ کیا میرے لیے بھی اس سنسار میں کوئی خوش بختی ہو سکتی ہے۔"

"ہاں روپا کتنی مسرت کی بات ہے کہ تم ابھی تک ان لٹیرے درندوں کی دست برد سے محفوظ ہو اور ایک عزت دار لڑکی کی حیثیت سے اپنی بہن کے پاس جا رہی ہو۔"

"کس کے پاس۔؟" روپا نے بے اختیار میرا شانہ پکڑ لیا۔

"کوشل کے پاس۔"

"وہ دیدی۔ دیدی کہاں ہے کیا تم اس کے بارے میں جانتے ہو۔"

"بہت کچھ جانتا ہوں اس کے بارے میں۔ بس یوں سمجھو کہ اب تم اس کے سامنے پہنچنے والی ہو۔" روپا کی زبان بند ہو گئی تھی۔ ملازموں سے میں نے کوشل کے بارے میں معلوم کیا اور پھر روپا کو اس کے کمرے کے دروازے سے اندر داخل کر دیا۔ اس کے بعد کے مناظر کیا ہوں گے ان کا مجھے اندازہ تھا اس لیے میں وہاں نہ رکا۔ یہ رقت آمیز مناظر مجھ سے برداشت نہ ہوتے میرا بھی کوئی کھو چکا تھا۔ میں ایک کمرے میں آ بیٹھا اور آنکھیں بند کر لیں۔

اسپیرو نے اپنے آدمیوں کو خاص طور سے ہدایت کر دی تھی کہ وہ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کریں چنانچہ وہ سب کے سب نہایت احترام سے مجھ سے پیش آ رہے تھے۔ روپا کی ذہنی کیفیت کافی حد تک بحال ہو گئی تھی اور وہ میرے الفاظ کی بجائے میں کھوئی ہوئی تھی۔ میں نے اس کے چہرے کے بدلتے

ہوئے رنگ دیکھے تھے۔ وہ امید و بیم کی کیفیت کا شکار تھی پھر جب ہماری گاڑی ہماری رہائش گاہ پر پہنچی تو میں نے ان لوگوں سے کہا کہ اب وہ یہاں سے واپس جا سکتے ہیں تاکہ کسی کو کوئی شبہ نہ ہو سکے۔ ہمیں یہاں لانے والے شکریہ ادا کر کے چلے گئے تھے۔ میں روپا کا ہاتھ پکڑے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔ میرے ساتھ قدم بڑھاتے ہوئے اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا دیدی بھی اس کوٹھی میں موجود ہے؟" میں ان الفاظ کی گہرائیوں کو سمجھ رہا تھا۔ میں نے اس کے شانے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں روپا۔ اندر چلو۔" روپا کے قدموں میں لرزش تھی نہ جانے کیا کیا احساسات اس کے دل میں ہوں گے میں کوشل کی کیفیات کے بارے میں بھی جانتا تھا۔ ایک ملازم سے میں نے کوشل کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ اوپری منزل میں ہے۔ اندر داخل ہونے کے بعد ہم اوپر جانے کے راستے طے کرنے لگے اور تھوڑی دیر بعد میں اس کمرے کے سامنے پہنچ گیا جہاں کوشل موجود تھی۔ دروازے کو ہلکا سا دبایا تو وہ کھلتا ہوا محسوس ہوا۔ میں نے ہلکی سی دستک دی تو کوشل کی آواز ابھری۔

"اندر آ جاؤ۔ کون ہے؟" پہلے میں اندر داخل ہوا تھا اور میرے پیچھے پیچھے روپا۔ کوشل نے مجھے دیکھا اور دوسرے لمحے کھڑی ہو گئی۔

"اوہ۔ اوہ لوانہ تم۔ تم واپس آ گئے۔" اس کے الفاظ حلق میں اٹک گئے۔ اس کی نگاہ روپا پر پڑ گئی تھی۔ ایک لمحے کے لیے اس کی آنکھیں یوں محسوس ہوا جیسے باہر نکل پڑیں گی۔ پھر اس کے دونوں ہاتھ فضا میں پھیلے اور اس کے حلق سے ایک دلدوز چیخ نکلی۔

"روپا۔" اس نے دوڑنے کی کوشش کی لیکن پاؤں الجھ گیا اگر میں سنبھال نہ لیتا تو وہ یقیناً اوندھے منہ زمین پر آ گرتی۔ میں نے اسے سنبھالا روپا کا ہاتھ پکڑا اور اس کے نزدیک کر دیا اس کے بعد کے جو مناظر ہو سکتے تھے وہی ہوئے دونوں بہنیں سسکیاں لے کر رو رہی تھیں ایک دوسرے سے لپٹی ہوئی تھیں اور میرے دل میں نہ جانے کیا کیا خیالات جاگ رہے تھے۔ میرے بازو بھی مچل رہے تھے کسی کو اپنی گرفت میں لینے کے لیے ایک جانا پہچانا لمس ایک جانا پہچانا چہرہ ایک حسین تر جو مجھ سے چھن گئی تھی۔ اور جو اب میرے لیے خواب و خیال بن گئی تھی۔ کیا اس نیکی کے صلے میں کیا ان بہنوں کو آپس میں یکجا کرنے کی کوشش میں مجھے کوئی ثواب مل سکتا ہے؟ اگر اس کا صلہ اس روئے زمین پر مجھے ملے گا تو صرف یہی ہو سکتا تھا کہ ایک دن میری زرینہ بھی مجھ سے لپٹی ہوئی سسکیاں بھر رہی ہو۔ میں اپنے دل کو مسوس کر رہ گیا اور اس کے بعد میں نے مناسب نہ سمجھا کہ ان دونوں کے درمیان رخنہ انداز ہوں چنانچہ میں واپس پلٹ پڑا۔ اور اپنے کمرے میں جا بیٹھا اس وقت میری ذہنی کیفیت کچھ عجیب سی ہو گئی تھی، حلق میں ایک گولا سا بار بار اٹھتا محسوس ہو رہا تھا۔ جی چاہتا تھا کہ آنسو بہاؤں لیکن اگر آنسو بہہ گئے تو دل کی آگ ٹھنڈی ہو جائے گی اور میں اس آگ کو سرد کرنا نہیں چاہتا تھا۔ زرینہ کے حصول کے لیے میں نے جو طویل طریقۂ کار استعمال کیا تھا اس میں یہ ضروری تھا کہ سینہ جہنم کی آگ میں جلتا رہے۔ آنسو کا ایک قطرہ بھی اگر اس آگ پر پڑ گیا تو پھر اس کی تپش کم ہو جائے گی چنانچہ میں اس دل کو اور تپانا چاہتا تھا اتنا گرم کر دینا چاہتا تھا کہ اس سے نکلنے والے شعلے میرے دشمنوں کو بھسم کر دیں۔ میں خاموشی سے بیٹھا رہا اور نہ جانے کتنا وقت گزر گیا۔ دل میں طرح طرح کے خیالات آ رہے تھے۔ اپسرا نے ہانگ کانگ اور بینکاک کے نواح میں منشیات کے جس اسمگلنگ کا ذکر کیا تھا اگر تریلوکا کا کہنا سچ ہے تو پھر اس کے امکانات تھے کہ وہ زرینہ ہو سکتی ہے میری زرینہ کو نہ جانے کس طرح سے اس کام پر آمادہ کیا گیا ہوگا۔ تریلوکا کی مکروہ قوتوں کو میں اچھی طرح جانتا تھا۔ بلاشبہ ایک عجیب و غریب کردار تھا یہ۔ میرے سامنے ایسے کردار کبھی نہیں آئے تھے مجھے وہ لمحات یاد آ رہے تھے جب اپنی دانست میں میں نے اسے ہلاک کر دیا تھا۔ اب تو صورت حال یہی ہونی چاہیے تھی کہ تریلوکا کے بدن کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے ان کو جلا کر خاکستر کر دیا جائے تاکہ ان کے دوبارہ جڑ کر تریلوکا کے وجود میں آ جانے کا امکان نہ رہے۔ اور اگر وہ میرے ہاتھ لگ جائے تو یقیناً میں ایسا ہی کروں گا۔ لیکن اس سے پہلے زرینہ کا حصول میرے لیے ضروری تھا۔ وقت اس طرح گزرا کہ اندازہ بھی نہ ہو سکا پھر کوئی کمرے میں گھس آیا۔ اور میں نے چونک کر نگاہیں اٹھا دیں۔

"تم یہاں چھپے بیٹھے ہو لوانہ ہم کہاں کہاں تمہیں تلاش کرتے پھر رہے۔ اصل میں ہمیں پتہ نہیں تھا کہ تم اس طرح خاموشی سے یہاں بیٹھے ہو گے۔" یہ کوشل کی آواز تھی روپا بھی اس کے پیچھے تھی۔ کوشل نے روپا کو لباس تبدیل کرا دیا تھا اور اب روپا نئی زندگی نظر آ رہی تھی۔ میں نے خوش دلی سے ان دونوں کو خوش آمدید کہا۔

"تم چلے کیوں آئے تھے؟" کوشل نے پوچھا۔

"اس لیے کہ تم دونوں بہنوں کو دل کی بھڑاس نکالنے کا موقع مل جائے۔"

"لوانہ میں صرف تمہارے لیے ایک دعا کر سکتی ہوں۔ بھگوان تمہیں بھی وہی لمحات نصیب کرے جو تمہاری وجہ سے ہمیں نصیب ہوئے ہیں۔"

"شکریہ۔ کوشل درحقیقت اگر سچ پوچھو تو میری حیات کا مقصد بھی صرف یہی ہے۔" میں نے دل گرفتگی سے کہا۔ روپا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"دیدی۔ ان سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟"

"تیرے خیال میں کیا ہو سکتا ہے؟"

"کیا یہ جیجا جی ہیں؟"

"نہیں روپا۔ ہمارے بیچ محبت کے پاکیزہ رشتے ہیں یہ بھیا ہیں۔"

"اوہ۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"تم نے جب اسے چھوڑا تھا کوشل تو یہ کتنی بڑی تھی۔" میں نے پوچھا۔

"بہت چھوٹی تھی یہ۔ بالکل چھوٹی سی۔"

"تمہیں ایک دوسرے کو پہچاننے میں دقت تو نہیں ہوئی؟"

"خون۔ خون کو فوراً پہچان لیتا ہے۔"

"تم دونوں بہنیں اب آرام کرو۔ اور ہاں اس کا کیا حال ہے؟"

"رادھن سنگھ کا؟"

"ہاں۔"

"مر رہا ہے وہ نشے کا عادی ہے۔ میں نے حالت خراب کر دی ہے۔"

"روپا رادھن سنگھ تم سے کیا کہتا تھا۔"

"وہ چکر باز ملا تھا پاپی۔ کچھ کہتا نہیں تھا بس گھورتا رہتا تھا۔" روپا نے جواب دیا۔

"ہوں۔ میرے خیال میں کوشل اب رادھن سنگھ کی زندگی مناسب نہیں ہے۔"

"ہاں۔ سانپ کو ہم دیر تک جیتا نہیں رکھ سکتے۔ اسے مر جانا چاہیے۔"

"یہ کام تم کرو گی یا میں کروں۔"

"دونوں مل کر کریں گے۔" کوشل نے جواب دیا۔

"تب پھر آؤ۔" میں نے کوشل سے کہا اور ہم تینوں ان تہہ خانوں کی طرف چل پڑے جہاں رادھن سنگھ کو قید کیا گیا تھا مجھے اس بات کا بخوبی اندازہ تھا کہ میری ان دنوں کی غیر موجودگی میں کوشل نے رادھن سنگھ کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا ہوگا کوشل کے سینے میں جو آگ بھڑک رہی تھی اسے سرد کرنا کسی کے بس کی بات نہیں تھی اور میں بھی اگر چاہتا تو رادھن سنگھ کی جان نہیں بچا سکتا تھا۔ بات اگر صرف کوشل ہی کی ہوتی تو شاید میرے دل میں رادھن سنگھ کے لیے کوئی نرمی پیدا ہو جاتی لیکن مجھے خود بھی اپنی منزل تلاش کرنے کے لیے اس انتقام کی ضرورت تھی۔ چنانچہ میں نے تہہ خانے میں قدم رکھا اور رادھن سنگھ کی شکل میرے سامنے آ گئی۔ اس کی دونوں ٹانگوں میں زنجیریں بندھی ہوئی تھیں اور یہ زنجیریں دیوار کی کنڈیوں میں پیوست تھیں۔ لباس تار تار ہو رہا تھا بال بکھرے ہوئے تھے اور آنکھوں سے وحشت جھانک رہی تھی۔ میں نے اسے دیکھا رادھن سنگھ نے مجھے دیکھتے ہی پھرتی سے اٹھنے کی کوشش کی اور اوندھے منہ زمین پر گر پڑا۔

"آزاد کر دو۔ مجھے آزاد کر دو۔ اس سے زیادہ اذیت برداشت مجھ میں نہیں ہے یہ لڑکی تمہیں مل گئی اب اور کیا چاہیے تمہیں۔"

"مجھ سے بات کرو رادھن سنگھ۔ مجھ سے بات کرو۔" کوشل نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"تو۔ تو دور ہو جا میری نگاہوں سے چلی جا ورنہ میں تجھے گردن دبا کر مار دوں گا۔ سب کچھ تیری وجہ سے ہوا ہے۔"

"جھوٹ کہتا ہے کتے پاپی تو نے خود انسانوں پر زندگی اتنی تلخ کر دی تھی کہ اس کائنات میں تیرا وجود ایک ناسور کی مانند ہو گیا ہے تجھے قتل کرنا اس سنسار کو بچانا ہے بھول گیا میرے پتا جی کو۔ بھول گیا ان لمحات کو جب میں تیری قید میں تھی اور تو نے اپنے کتوں سے میرا بدن نچوا دیا تھا بھول گیا رادھن سنگھ اپنی اس فرعونیت کو جب میں تو اپنے آپ کو بہت مہان سمجھتا تھا اور دوسرے انسانوں کو کیڑا۔ بھول گیا ان ساری باتوں کو۔ بتا اب تجھے کون سی قوت بچا سکتی ہے۔"

"مار ڈالوں گا۔ مار ڈالوں گا میں تم سب کو مار ڈالوں

گا۔ مجھے آزاد کر دو۔ ایک بار آزاد کر دو۔ اس کے بعد میں تمہیں بتاؤں گا کہ رادھن سنگھ کیا ہے۔ دھوکے سے مار گیا ورنہ یہ تمہارے بس کی بات نہیں تھی۔"

"رادھن سنگھ۔ یہ باپ کا جھگڑا ایک نہ ایک دن ضرور چکانا ہے۔ اور اس کے بعد اس میں کچھ باقی نہیں رہتا۔ میں جانور نہیں ہوں لیکن وحشی اور موذی کو قتل کرنا ہر انسان کا فرض ہے۔ تیرے ساتھ صرف ایک ہی احسان کیا جا سکتا ہے صرف ایک احسان۔"

"کیا۔ کیا۔ جلدی بول۔ میں۔ میں یہاں سے اب نکلنا چاہتا ہوں۔"

"میں تجھے اس سنسار سے نکالے دیتی ہوں۔" کوشل نے کہا اور پھر روپا کی طرف دیکھ کر بولی۔

"روپا یہی وہ پاپی ہے۔ یہی ہے نا وہ جس نے تیرے ہمارا گھر چھین لیا ہمارے ماتا پتا چھین لیے جس نے روپا کو ویشیا بنانے کی کوشش کی اور مجھے ویشیا بنا دیا۔ دیکھ روپا اس کا حشر دیکھنا اس کا انجام دیکھ روپا۔" کوشل نے ایک چھوٹی سی شیشی اپنے لباس میں سے نکال لی اس کی ڈاٹ مضبوطی سے کس کر لگی ہوئی تھی۔ میں کچھ نہیں پایا تھا کہ یہ کیا ہے۔ لیکن کوشل نے اس شیشی کی ڈاٹ کھول لی۔

"میں نے تیرے لیے اس کا انتظام کیا تھا رادھن سنگھ اس میں تیری پسند کی شراب ہے پی لے۔ پی لے۔" کوشل نے شیشی رادھن سنگھ کی طرف بڑھا دی۔

"شراب۔ شراب۔" رادھن سنگھ کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں۔ اس نے کوشل کے ہاتھوں سے شیشی لی اور اسے اپنے حلق میں خالی کر لیا۔

لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے منہ اور ناک سے دھواں ابل پڑا تھا اس کی دلخراش چیخ آدھی بلند ہو گئی اور آنکھیں وحشت سے پھٹ گئیں اور پھر وہ زمین پر اس طرح تڑپا کہ دیکھا نہیں جاتا تھا کوئی انسانی جسم اس برق رفتاری سے زمین پر نہیں پھڑک سکتا تھا جس طرح رادھن سنگھ پھڑک رہا تھا میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے لیکن کوشل کی آنکھوں میں شدید نفرت کے آثار تھے۔ وہ ذرا بھی اس کی کیفیت سے متاثر نہیں معلوم ہوتی تھی۔

"اس میں کیا تھا کوشل۔ اس میں کیا تھا؟" میں نے سوال کیا۔

"تیزاب۔ خوفناک تیزاب جس نے اس کے اندر کے نظام کو جلا کر بھسم کر دیا ہو گا۔" کوشل نے بے رحمی سے کہا اور میں کانپ کر رہ گیا۔ رادھن سنگھ کے بدن کی تڑپ آہستہ آہستہ ملائم پڑ گئی۔ اور چند لمحات کے بعد اس کے حلق سے گوشت کے لوتھڑوں کا انبار نکل پڑا تیزاب نے اس کے بدن کو اندر سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا تھا۔

رادھن سنگھ کا یہ بدترین حشر میرے لیے دنیا کی سب سے اذیت ناک موت تھی لیکن کوشل نے ابھی جو کہانی سنائی تھی اس کے تحت اس سے ہمدردی کرنے کو بھی دل چاہتا تھا۔ کوشل نے آنکھیں بند کر لیں اور پھر آہستہ آہستہ اس نے اپنا سر میرے سینے سے ٹکا دیا۔

"مجھے سنبھالو بھیا۔ مجھے سنبھالو۔ مجھے اوپر لے چلو۔" روپا کی وحشت زدہ نگاہ اٹھ رہی تھی میں کوشل کو سنبھالتے ہوئے اوپر آ گیا اور پھر اسے اس کے کمرے میں لے آیا۔ کوشل ایک صوفے پر بیٹھ گئی تھی اس کی آنکھیں بند تھیں اور سر پشت سے ٹکا ہوا تھا تھوڑی دیر تک اس کی یہی کیفیت رہی اور پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"بھیا میرا مشن ختم ہو گیا ہے میری زندگی کا سب سے بڑا مشن پورا ہو گیا ہے۔ اب میں ایک عام لڑکی ہوں ایک ویشیا لڑکی مجھے میری ویشیائی زندگی میں واپس لوٹا دو مجھے میرا سنسار دے دو بھیا۔ میں اب کسی قابل نہیں رہی ہوں۔"

میں نے اسے تسلیاں دیں اور بمشکل تمام وہ اعتدال پر آ سکی۔ رات کو کھانے پر میں نے کوشل سے کہا۔

"کوشل۔ تم نے کہا تھا کہ تمہارا مشن ختم ہو گیا۔"

"ہاں بھیا۔ رادھن سنگھ پاپی اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ روپا بہن مجھے مل گئی۔ اب میں اپنے اندر بڑی کمزوری پاتی ہوں یوں محسوس کرتی ہوں جیسے جو کچھ میں نے کیا ہے میرا اپنا کیا ہوا نہ ہو۔"

"ٹھیک ہے کوشل۔ جیسا تم کہو کیا تم اپنی اسی بات میں واپس جانا چاہتی ہو۔" میں نے اداس لہجے میں کہا۔ اور کوشل چونک کر مجھے دیکھنے لگی دفعتاً جیسے اسے کچھ یاد آ گیا اس کی آنکھوں میں شرمساری کے آثار نظر آئے اور پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"نہیں بھیا۔ غلط کہا تھا میں نے۔ یہ میری غلطی ہی تھی تھا میں نے میرا مشن ابھی ختم کہاں ہوا ہے خود غرض ہو گئی تھی بھیا۔ بابھڑوں کچھ تو جذباتی ہو گئی تھی۔ ابھی تو بھی

جانی کا ملنا باقی ہے بھیا۔ مجھے معاف کر دو۔ جو جذباتی کیفیت مجھ پر طاری ہو گئی تھی وہ میرے بس میں نہیں تھی۔ معافی چاہتی ہوں۔ میرے بھیا میں معافی چاہتی ہوں۔"

"نہیں کوشل۔ یہ تمہارا مقام نہیں ہے اب تم واقعی آرام کرو۔ میری زندگی تو ایک تپتا ہوا ریگستان ہے جس میں مجھے ابھی نہ جانے کتنی دور تک چلنا ہے تاحد نگاہ دھوپ اور سائے بچھے ہوئے ہیں یہاں تپتی دھوپ اور سایوں میں ابھی طویل زندگی بسر کرنا ہے۔"

"میں تمہاری ساتھی ہوں بھیا۔" کوشل "تمہاری ساتھی کیسی باتیں کرتے ہو ایک جذباتی بھول کی اتنی بڑی سزا تو نہ دو مجھے غلطی ہو گئی تمہاری بہن سے معاف کر دو اسے۔"

"کوشل۔ میں بالکل ناراض نہیں ہوں تم سے اور نا ہی سمجھتا ہوں کہ تمہیں اب ان معاملوں میں پڑنا ضروری ہے روپا کو لے جاؤ اپنی دنیا بساؤ۔ میں اس دنیا میں تمہارا ساتھی ہوں کوشل تیار ہو جاؤ میں تمہیں تمہارے گاؤں چھوڑنے جاؤں گا۔"

"ہرگز نہیں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تم چاہے مجھے پاگل کہو۔ میری زندگی کا ایک دور ختم ہو گیا ہے لیکن ابھی دوسرا دور باقی ہے۔ جب ہم دونوں ان مرحلوں سے نمٹ لیں گے بھیا تو پھر اپنے بارے میں بہت کچھ سوچیں گے۔"

"دیکھو کوشل۔"

"کچھ نہیں بھیا۔ اب بار بار یہ الفاظ کہہ کر مجھے ذلیل نہ کرو۔"

"تو پھر تم کیا ارادہ رکھتی ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"تمہاری ہر کوشش میں تمہارا ساتھ دوں گی سب کچھ کروں گی تمہارے لیے جو تم چاہو گے۔" کوشل کہنے لگی اور میں گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

بہر طور اس دن تو میں نے کوشل سے کچھ نہیں کہا لیکن دوسرے دن اسپیرو کے بارے میں تمام تفصیلات بتا دیں میں نے اسے بتایا کہ اسپیرو اب یہاں سورج گڑھ کا کنٹرولر ہے اور سورج گڑھ میں گولڈ مین کے سامنے کبھی نہیں آئے گی لیکن میرا مقصد اب تبدیل ہو چکا ہے۔ میں اس کے ساتھ نہیں رہ سکوں گا۔"

"تو پھر تمہارا کیا ارادہ ہے بھیا۔؟"

"اسپیرو نے مجھے ایک کہانی سنائی ہے اور اس کہانی کے تحت مجھے چیتک جانا ہو گا۔ میں اسپیرو تروکا کے راستے میں جاؤں گا اور اپنا کام کروں گا۔"

"نہیں بھیا۔ تم اکیلے نہیں جاؤ گے گولڈ مین کی پوری تنظیم تمہارے ساتھ ہو گی۔"

"ہاں کوشل۔ ایسا ہو گا۔ اگر تم یہاں گولڈ مین کا چارج سنبھالے ہوئے ہو تو پھر ایسا ہو گا۔ تم جانتی ہو کوشل کہ گولڈ مین کے نام سے جرائم کر کے مجھے اپنی دولت میں اضافہ کرنے کی خواہش نہیں ہے میں تو اس تنظیم کو تروکا کے مقابلے پر لانا چاہتا تھا۔"

"تو یہ تنظیم تروکا کے مقابلے پر رکے گی بھیا۔" کوشل نے کہا۔

"نہیں۔ اب حالات ذرا تبدیل ہو چکے ہیں۔ ابھی گولڈ مین کو اس حیثیت سے تروکا کے سامنے نہیں لایا جا سکتا۔ ہاں بعد میں دیکھ لیا جائے گا۔"

کوشل کو میں نے لاکھ سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ کسی طور اس بات پر راضی نہیں ہو رہی تھی کہ مجھے تنہا چھوڑ دے اور اپنے گاؤں واپس چلی جائے۔ بہر حال میرے ذہن میں پہلے بھی یہ بات نہیں تھی کہ کوشل کو اپنے آپ سے الگ کر دوں۔ وہ ذہین عورت تھی اور گولڈ مین کے معاملات سے اچھی واقف ہو گئی تھی کہ اب وہ گولڈ مین تنظیم کو چلا سکتی تھی۔ بہر طور کئی دن تک میرے اور اس کے درمیان اس سلسلے میں گفتگو چلتی رہی اور جب میں نے یہ محسوس کیا کہ کوشل وہی کرے گی جس کا وہ فیصلہ کر چکی ہے تو پھر میں نے حالات کو بڑھانے کی کوشش شروع کر دی۔ میں نے خفیہ طور پر اسپیرو سے رابطہ قائم کیا اور اس سے اس موضوع پر گفتگو کی تھی۔ اسپیرو نے بڑی عقیدت سے مجھے اس بات کا یقین دلایا کہ وہ گولڈ مین سے مکمل طور پر تعاون کرے گا اور اسے کبھی اپنی حریف تنظیم نہیں سمجھے گا۔" میں نے اسے اپنے ہاں مدعو کیا۔ رادھن سنگھ کی موت سے اسپیرو بہت خوش نظر آتا تھا اس نے کہا۔

"یہ اتنا خود غرض اور اتنا ذلیل تھا کہ میں تمہیں بتا نہیں سکتا چیف۔ بہر حال اب تنظیم میرے کنٹرول میں ہے۔ مجھے بتاؤ بات در چیف کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

"اسپیرو۔ گولڈ مین تنظیم کو میں چلاتا تھا تمہیں یہ بات معلوم ہے۔"

"کیوں نہیں چیف۔"

"اب کوشل اس کی سربراہ ہے۔ میرے بہت سے آدمی ہیں اگر کوشل کو تمہاری ضرورت پیش آئے تو تم اس سلسلے

میں کام کرو گے۔"

"بالکل کروں گا چیف تم فکر ہی نہ کرو۔ ویسے تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میری زندگی کا مقصد کچھ اور ہے۔"

"تو پھر تم یوں سمجھو کہ ایمبرو بھی اس مقصد میں پورا پورا شامل ہے چیف۔" ایمبرو نے جواب دیا اور پھر بولا۔

"تم بینکاک جاؤ گے؟"

"ہاں۔ میں بینکاک میں کسی ایسی حیثیت سے داخل ہونا چاہتا ہوں جس سے مجھے کوئی فائدہ ہو سکے۔"

"چیف۔ ایک نام بتاتا ہوں۔ اگر تم اس کی توجہ حاصل کر لو تو تمہیں بڑی آسانیاں ہو جائیں گی۔"

"کون ہے وہ؟"

"میڈم جینی ہاک۔ وہ نسلاً فرانسیسی ہے باپ برطانوی تھا لیکن بڑی کاٹ کی عورت ہے جرائم پیشہ افراد سے دوستی رکھتی ہے اور ایک بات بتاؤں چیف حسن پرست ہے حسین چہروں کو اپنی قربت میں دیکھنا چاہتی ہے اس سے زیادہ اور کوئی حیثیت نہیں ہے اس کی۔ بے پناہ دولت مند ہے اور دولت کے یہ ذرائع نامعلوم ہیں لیکن چیف اگر تم ایک خوبصورت سے نوجوان کا میک اپ کر کے اس کے سامنے آنے کی کوشش کرو تو یقین کرو کہ تمہیں ایک بہترین تحفظ حاصل ہو جائے گا جرائم پیشہ افراد کی دنیا میں بھی داخل ہو سکتے ہو۔ کیونکہ اس کا تعلق ایسے ہی لوگوں سے رہتا ہے بس یوں سمجھو کہ باقی سب کچھ تم پر ہوگا۔"

"مجھے اس کا پتہ بتاؤ۔" میں نے کہا اور ایمبرو تفصیلات بتانے لگا۔ زندگی کے اس نئے مشن پر کام کرنے کے لیے میں نے ابتدائی ضروریات پوری کیں خاصی بڑی رقم بینکاک منتقل کرا دی۔ اور اس کے بعد میں نے اپنے چہرے پر میک اپ کیا جو ایک نادر حیثیت رکھتا تھا۔ کوشل نے مجھے دیکھا تو ششدر رہ گئی۔ روپا کی آنکھوں میں ایک عجیب سے تاثرات نظر آئے اور ایمبرو نے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لیے۔

"یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے میڈم جینی ہاک کی تو آ گئی گو۔" ایمبرو نے کہا۔ ایک انسان تھا مجھے آج تک یاد نہیں آیا تھا کہ میں نے کب اور کس دور میں اس کے لیے کوئی کام کیا تھا لیکن بہرحال وہ میرا بے حد عقیدت مند نظر آتا تھا۔ اس کے بعد میں ایک طیارے سے بینکاک روانہ ہو گیا۔

بینکاک ایئرپورٹ اترنے کے بعد میں نے نئی شخصیت پر پھر ایک نیا خول چڑھا لیا تھا اس حسین شہر کی حسین زندگی سے پوری طرح لطف اندوز ہونے کا فیصلہ کر کے میں بہت مطمئن تھا پچھلے دن جن ہنگاموں میں گزرے تھے بینکاک کی زندگی میں میں ان ہنگاموں کو فراموش کر دینے کا خواہش مند تھا۔ ایک خوبصورت سے فائیو اسٹار ہوٹل میں میں نے قیام کیا۔ اور چند ہی روز میں مجھے اندازہ ہو گیا کہ میری شکل و صورت بے شمار لوگوں کے لیے باعث کشش ہے میں نے بہت سی عورتوں کو اپنی جانب متوجہ پایا تھا بہرطور میں نے کسی کی جانب کوئی توجہ نہیں دی پھر ایک دن میں نے ہوٹل گیلارڈ میں شام کے پروگرام میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا۔ ایمبرو نے مجھے بتایا تھا کہ جینی ہاک عموماً گیلارڈ میں ملتی ہے چنانچہ میں خاص طور سے گیلارڈ آیا تھا۔ میرے جسم پر ایک نفیس سوٹ تھا … میں داخل ہوا تو بہت سی نگاہیں میری جانب اٹھ گئیں میں تھوڑی دیر تک میز کی تلاش میں نگاہیں دوڑاتا رہا اور پھر ایک جانب بڑھ گیا۔ ایک کرسی پر بیٹھ کر میں نے اطراف میں نگاہیں دوڑائیں لیکن زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ایک تانبے کی رنگت کی خوبصورت سی لڑکی میرے پاس پہنچ گئی۔ غالباً اس کا تعلق اسپین سے تھا۔ لڑکی نے جھک کر مجھ سے کہا۔

"مسٹر پیلیچر میڈم جینی ہاک آپ کو طلب کر رہی ہیں۔"

"کون جینی ہاک؟" میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔ تو لڑکی نے ایک سمت اشارہ کر دیا۔ تھوڑے فاصلے پر ایک بڑی عمر کی حسین عورت میک اپ میں غرق ہوئی بیٹھی تھی میں نے لڑکی کی طرف دیکھا اور مسکرا دی۔

"کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ اس بوڑھی عورت کے بجائے میری دوستی تم سے ہو۔" لڑکی بری طرح اچھل پڑی اس نے خوفزدہ نگاہوں سے ادھر دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔

"تمہارے پاس بیٹھنے کی آرزو کسے نہ ہوگی لیکن جو

جینی ہاک کے منظور نظر ہوتا ہے وہ خود اپنا انجام بتا …"

"بیٹھ جاؤ۔ اس بے وقوف عورت سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"خدا کے لیے ایسے الفاظ نہ کہو تم زندگی کے بدترین عذاب کا شکار ہو جاؤ گے۔" لڑکی مضطربانہ انداز میں بولی اور میں مسکرا دیا۔

"اگر تم یہ سب کچھ نہیں چاہتیں تو جا سکتی ہو۔" لڑکی چند لمحات میرے پاس کھڑی رہی اور اس کے بعد واپس چلی گئی میں نے ایک نگاہ ان دونوں کی طرف دیکھا وہ جھک کر جینی ہاک سے کچھ کہہ رہی تھی جینی ہاک خاموشی سے دوسری طرف دیکھنے لگی میں گیلارڈ کی تقریبات میں مشغول ہو گیا تھا۔ حالانکہ ایمبرو نے مجھ سے کہا تھا کہ مجھے جینی ہاک سے رابطہ قائم کر لینا چاہیے لیکن میں اس میں کچھ تبدیلیاں کرنا چاہتا تھا فوراً ہی اس کے پہلو میں جا بیٹھنا ممکن ہے کسی شبہ کا باعث بن جائے چنانچہ میں احتیاط سے کام لینا چاہتا تھا میڈم جینی ہاک تھوڑی دیر تک وہیں رہی اور اس کے بعد ہی اس سیکرٹری کے ساتھ چلی گئی گیلارڈ میں میں تقریباً ساڑھے بارہ بجے تک رہا اور وہاں کے پروگراموں سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ پھر میں وہاں سے اٹھ گیا ایک ٹیکسی کر کے میں ہوٹل کی جانب جانے لگا لیکن ابھی زیادہ فاصلے طے نہیں کیا گیا تھا کہ دفعتاً میرا ذہن چکرانے لگا ٹیکسی کے شیشے بند ہو گئے تھے۔ اور اس میں ایک ہلکی ہلکی سی خوشبو پھیل رہی تھی میں نے ڈرائیور سے کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن میرے منہ سے الفاظ نہ نکل سکے اور تھوڑی دیر کے بعد میرے حواس گم ہو گئے ہوش آیا تو ایک حسین ترین خواب گاہ میں تھا۔ اور بستر پر لیٹا ہوا تھا چند لمحات تو میں حالات پر غور کرتا رہا۔ اور جب سب کچھ یاد آیا تو مجھے ہنسی آ گئی۔ گویا مجھے کسی نوجوان لڑکی کی طرح اغوا کر لیا گیا تھا۔ گردن گھما کر دیکھا تو سامنے ہی ایک آرام کرسی پر جینی ہاک نیم دراز تھی۔ مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"کون ہو تم؟"

"میری سیکرٹری نے تمہیں میرا نام بتایا تھا۔"

"اوہ۔ میڈم جینی ہاک۔"

"تمہاری یادداشت خاصی بہتر معلوم ہوتی ہے۔"

"لیکن۔ لیکن میں یہاں۔"

"میں جب کسی کو اپنی میز پر طلب کرتی ہوں تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اسے میری میز پر پہنچ جانا چاہیے اور جب کوئی مجھ سے سرکشی کرتا ہے تو پھر وہ اس طرح میرے قدموں میں آ جاتا ہے۔"

"لیکن میڈم۔ میں آپ سے ناواقف ہوں۔"

"واقف ہو جاؤ گے۔ اس میں تمہیں کوئی دقت نہیں ہوگی۔" جینی ہاک نے جواب دیا۔

"مجھے یہاں بے ہوش کر کے لایا گیا تھا کیا وہ ٹیکسی ڈرائیور؟"

"میرا ہی آدمی تھا۔ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ اگر کوئی مجھے ٹھکرا دے تو وہ ہمیشہ نقصان میں رہتا ہے۔ کیا سمجھے؟"

"کوئی ٹھنڈی چیز۔ میرا سینہ جل رہا ہے۔" میں نے کہا اور جینی ہاک نے کرسی میں لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ چند لمحات کے بعد مشروب کے دو گلاس ہمارے سامنے آ گئے تھے۔ اس نے ایک گلاس میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا

"اس میں کچھ ملا ہوا تو نہیں ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں۔" جینی ہاک کے چہرے پر [illegible] انداز تھا "اس تک پہنچنے میں …" وہ مسکراتی ہوئی بولی۔ اور میں نے مشروب کا گلاس اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا۔ میں اپنے تمام تر تجربے کو مد نظر رکھتے ہوئے اس عورت کے بارے میں اندازے قائم کر رہا تھا۔ اس سلسلے میں میرا تجربہ مجھے دھوکا نہیں دے سکتا تھا۔ عمر کا ایک حصہ اس دشت کی سیاحی میں گزرا تھا۔ بہت سی ذہین عورتوں سے واسطہ پڑا تھا یہ خاتون شدید احساس برتری کی مریضہ تھیں اور انہیں اسٹڈی کرنے کے لیے میرے پاس لائحہ عمل تھا میں جانتا تھا کہ ایک عام آدمی ان کے لیے دلکش نہیں ہو سکتا۔

آکر بیٹھ گئی اس کے انداز میں سوچ تھی پھر وہ گہری سانس لے کر بولی۔

"تمہاری وجہ سے مجھے شدید ذہنی صدمے سے دوچار ہونا پڑا ہے میں انتقام کی آگ میں سلگ رہی تھی میں تمہارے بدن کی بوٹیاں بوٹیاں کرنے کے بھی ذریعے تیار تھی لیکن لیکن۔"

"ٹھیک ہے۔ غصے کے عالم میں انسان کے دل میں جو تمام خیالات آتے جاتے ہیں لیکن ان پر عمل اتنا آسان نہیں ہوتا اگر آپ چاہیں تو اس کی کوشش کر کے دیکھ سکتی ہیں۔"

"جیتی ہو۔ جانور ہو بالکل۔" وہ ایک دم مسکرا پڑی۔

"نہیں جیتی۔ سچ کہہ رہا ہوں میں اپنے آپ کو ایسی ہی آزمائشوں میں ڈالنے کا عادی ہوں اگر تم میری پیشکش قبول کر لیتیں تو شاید میں تمہارے بارے میں بھی سوچ سکتا تھا۔"

"تو اب اسی انداز میں سوچتے رہو گے میرے بارے میں۔" اس نے محبوبانہ انداز میں کہا۔

"نہیں۔ پہلے تم اپنی اتفاقی کوشش کر لو جب اس میں ناکام ہو جاؤ تو ہم دوبارہ دوست بن جائیں گے۔" میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔

میرا اندازہ غلط نہیں تھا اس کی طبیعت میں انوکھی پسندی تھی اور وہ ایسے ہی لوگوں کو پسند کرتی تھی۔

"اگر میں اس وقت تمہیں موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کروں تو تم کیا کرو گے۔"

"اس عمارت کو تباہ کر دوں گا تمہارے ہاتھوں کی دونوں انگلیاں کاٹ دوں گا اور اس کے بعد آرام سے چلا جاؤں گا۔"

"بڑے اعتماد سے کہہ رہے ہو۔ سب کچھ۔"

"ہاں واقعی اعتماد سے کہہ رہا ہوں بلاؤ ان لوگوں کو جو مجھے سزا دیں۔"

"ٹوٹ پھوٹ جاؤ گے۔ مجھے ٹوٹے پھوٹے لوگ پسند نہیں چلو چھوڑو ان باتوں کو اٹھو یہاں سے بیٹھو میں تمہیں معاف کرتی ہوں۔" میں نے دل ہی دل میں خوش ہوتے ہوئے گردن ہلا دی وہ مسکرائی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی پھر اس نے کھڑے ہو کر کہا۔

"اس کے باوجود کہ میں ایک بار پھر تمہارے سامنے بے وقوف بن گئی ہوں میں تمہارے بارے میں تصدیق ضرور کروں گی۔"

"کیسی تصدیق۔" میں نے سوال کیا لیکن اس نے جواب نہیں دیا اور دروازے کے پاس جا کر اس نے دستک دی اور باہر نکل گئی۔ میں اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا مجھے امید ہو گئی تھی کہ جیتی بالک میرے جال میں پھنس گئی ہے۔"

تھوڑی دیر بعد وہ مسکراتی ہوئی اندر آئی اور مجھے اشارہ کر کے واپس چل پڑی چند لمحات کے بعد ہم ایک دوسرے کمرے میں آ گئے تھے۔

"بیٹھو ڈیئر۔ تم واقعی شاندار ہو۔"

"شکریہ جیتی لیکن تم میرے بارے میں کیا تحقیقات کرتی پھر رہی ہو۔"

"کچھ نہیں۔ تمہارے ہوٹل سے تمہارا سامان منگا لیا ہے میں نے تمہارے کاغذات بھی اسی میں موجود ہیں بلاشبہ سیاح ہو میں تمہارے بارے میں سب کچھ جان چکی ہوں۔"

"اوہ۔ جیتی اگر تم نے یہ سب کچھ کر لیا ہے تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اب آرام سے وقت گزارو تمہیں ضرورت کی تمام چیزیں یہاں مل جائیں گی۔ کوئی پریشانی نہیں ہو گی تمہیں میں تم جیسے انسانوں کو بہت زیادہ پسند کرتی ہوں۔"

"تمہارا کاروبار کیا ہے جیتی؟"

"بتا دوں گی یہ بھی بتا دوں گی ویسے اگر تم چاہو تو بینکاک میں جیتی بالک کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہو۔"

"نہیں۔ کوئی معلومات نہیں حاصل کرنا چاہتا۔ اگر وہ طریقہ کار اختیار نہ کرتیں اور کسی اور طریقے سے میری تمہاری ملاقات ہوتی تو شاید تمہیں یہ تکلیف بھی نہ اٹھانی پڑتی۔ جہاں تک میری اپنی زندگی کا تعلق ہے بس یوں سمجھ لو جیتی کہ میں اس دنیا میں ایک تنہا انسان ہوں اور اس تنہائی کو میں نے اپنی زندگی کا ایک ذریعہ بنا لیا ہے۔"

"ذریعہ معاش کیا ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"کوئی خاص نہیں۔ ملک ملک کی سیر کرتا ہوں اور جو بات پوری کرنے کے لیے وہ تجارت کر لیتا ہوں جسے اسمگلنگ کا نام دے دیا گیا ہے۔"

"واقعی۔" وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔

"ہاں۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟"

"اوہ نہیں دلچسپ بات یہ ہے کہ میں خود بھی یہی سب کچھ کرتی ہوں لیکن میرا طریقہ کار تم سے مختلف ہے حالات بتاتے ہیں۔ ہم ایک دوسرے کی دوستی کے لیے پیدا ہوئے ہیں ویسے بینکاک میں تمہیں کوئی پریشانی تو نہیں ہے۔"

"ابھی تک تو نہیں۔"

"میرے کارندے بے شمار علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ تم اگر چاہو تو میرے ساتھ رہ کر اپنی مشکلات حل کر سکتے ہو۔"

"اتنی جلدی بھی کیا ہے ابھی تو میرے پاس بہت کچھ ہے۔"

"ہاں۔ ہاں۔ جلدی کچھ نہیں ہے۔ ابھی تو مجھے بھی تمہاری ضرورت ہے۔" اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔ اور پھر میں جیتی بالک کے ساتھ وقت گزارتا رہا۔ میں مطمئن تھا کہ یہاں مجھے بہترین سہارا مل گیا تھا۔ جیتی کی طرف سے مجھ پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ میں ہر جگہ آزادی سے گھوم پھر سکتا تھا۔ ایک خوبصورت کار اس نے میری تحویل میں دے دی تھی۔

اس دن بھی میں بینکاک کے ایک خوبصورت نظارے سے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ دو آدمی میرے نزدیک پہنچ گئے۔

"ہیلو۔" ان میں سے ایک نے کہا اور میں سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔

"کون ہو تم؟"

"آپ کے خادم۔"

"کیا مطلب؟"

"ہم سیلیم کے غلام ہیں۔ سیلیم بالک کو اس وقت آپ کی ضرورت ہے۔"

"اوہ خیریت۔"

"جی ہاں۔ انہوں نے ہمیں آپ کی تلاش میں بھیجا تھا۔" ان کا انداز نیازمندی کا تھا۔ میں نے ایک لمحے سوچا اور پھر اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ وہ میری رہنمائی کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد کار ایک عمارت میں داخل ہو گئی اور ان کے اشارے پر میں بھی ان کے ساتھ نیچے اتر گیا۔ انہوں نے مجھے اندر چلنے کا اشارہ کیا اور میں ان کے ساتھ عمارت میں داخل ہو گیا۔ صدر دروازے سے گزر کر ہم ایک ہال میں پہنچے جہاں چند افراد بیٹھے ہوئے تھے یہ سب صورت اور لباس سے اچھے لوگ نہیں معلوم ہوتے تھے۔ سامنے ہی ایک دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ دونوں مجھے لے کر اس میں داخل ہو گئے جس کمرے میں مجھے لایا گیا تھا۔

وہ ایک خوبصورت ڈرائنگ روم تھا ان میں سے ایک نے مجھے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور میں بیٹھ گیا۔

"سیلیم بالک ابھی آتی ہیں ہم لوگوں کو اجازت دیں۔" وہ بولے اور اس کے بعد باہر نکل گئے۔ میں گہری نگاہوں سے کمرے کے ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ دیواروں پر خوبصورت تصویریں آویزاں تھیں۔ سامنے ایک اور دروازہ نظر آ رہا تھا جس پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ چند لمحوں کے بعد اس پردے کے پیچھے سے ایک دراز قامت عورت باہر نکل آئی۔ کافی خوبصورت عورت تھی لیکن اپنے انداز سے خطرناک بھی معلوم ہوتی تھی۔

"ہیلو۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو۔ آپ کون ہیں؟" میں نے سوال کیا اور وہ ہلکے سے قہقہے کے ساتھ چند قدم آگے بڑھ آئی۔

"جو کوئی بھی ہوں تمہارے لیے اجنبی ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"سیلیم بالک کہاں ہیں؟" میں نے سوال کیا اور اس کا چہرہ بگڑ گیا۔

"سیلیم نہیں۔ یہاں صرف میں ہوں مجھ سے ملو۔"

"گویا تم نے مجھے دھوکے سے بلایا ہے؟" میں نے کہا۔

اور وہ لاپروائی سے آگے بڑھ کر صوفے پر بیٹھ گئی۔

"ہاں ایسا ہی سمجھ لو۔"

"تم کون ہو اور کیا چاہتی ہو؟" میں نے سوال کیا۔ میں گہری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے اس کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"مجھے شیٹی وان کہتے ہیں اور تمہارے بارے میں، میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ تم جیسے لوگ کسی کے وفادار نہیں ہوسکتے۔ وہ جینی ہاک ہو یا اور کوئی۔ یہ بھی معلوم ہے مجھے کہ میری یہ بات تمہیں پسند نہیں آئے گی۔"

"میڈم شیٹی وان۔ آپ نے مجھے جینی ہاک کے نام پر بلایا تھا۔"

"جینی ہاک۔" وہ حقارت آمیز انداز میں ہنس پڑی۔ پھر کہنے لگی۔

"تم سمجھتے ہو کہ میں تمہارے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ غلط خیال ہے تمہارا۔ تم ایک چالاک انسان ہو اور یقینی طور پر صرف دولت کے لیے جینی ہاک تک پہنچے ہو۔ لیکن ڈیئر تمہاری یہ چالاکی تمہاری گردن میں پھندہ بن گئی۔ جینی کے بارے میں تم نہیں جانتے کہ وہ کیا چیز ہے۔ خوبصورت نوجوان لڑکوں کو وہ ایک حسن پرست عورت کی حیثیت سے اپنے جال میں پھانستی ہے اور ان بے وقوفوں کو خرید کرتی ہے۔ وہ یہی سمجھتے ہیں کہ ان کا حسن ان کی خوش نصیبی کا ذریعہ ہے۔ لیکن حقیقت یہ نہیں ہوتی۔ بعد میں وہ لوگ کتوں کی سی حیثیت اختیار کر جاتے ہیں۔ مجھے اپنے آپ پر غور کرو۔ اور بتاؤ کہ کیا یہ زندگی بہتر ہے تمہارے لیے؟" میں نے متعجبانہ انداز میں اسے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"یقیناً یہ زندگی بہتر نہیں ہے۔ میڈم شیٹی وان۔ لیکن کیا میں یہ معلوم کر سکتا ہوں کہ آپ کو مجھ سے یہ دلچسپی کیوں پیدا ہوگئی۔ اور آپ میرے لیے کیوں پریشان ہیں؟" شیٹی وان میرے اس سوال پر چند لمحات خاموش رہی اور پھر بولی۔

"خوش نصیب ہو تم جو میری نگاہ انتخاب تم پر پڑ گئی۔ میں تمہیں اس کے جال سے نکالنا چاہتی ہوں۔"

"اور اگر میں نہ نکلنا چاہوں تو؟" میں نے سوال کیا۔

"میں تمہیں اس کے لیے مجبور کرنے کی کوشش کروں گی۔ میری پیشکش اس سے بہتر ہوگی تمہارے لیے۔ تم کون ہو؟ میں یہ نہیں جاننا چاہتی۔ بس یہ جانتی ہوں کہ تم میرے لیے کام کر سکتے ہو۔"

"تمہارے لیے۔"

"ہاں میرے لیے۔ میں تمہیں اس کی اجازت دیتی ہوں کہ شیٹی وان کے بارے میں جو کچھ معلوم کرنا چاہو کرلو۔ اس کے بعد میں تمہیں پیشکش کرتی ہوں کہ تم میرے لیے کام کرو۔"

"خوب۔" میں نے دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"جو آسانیاں تمہیں اس سے حاصل ہو رہی ہیں۔ میں اس سے کہیں زیادہ آسانیاں تمہیں فراہم کر سکتی ہوں۔"

"بلاشبہ۔ بات قابل غور ہے لیکن! آپ جینی ہاک سے کیوں ناراض ہیں؟"

"یہ سوال کرنے کا حق تمہیں نہیں ہے۔ ضرورت سے زیادہ اونچی اڑان نہ اختیار کرو۔ نقصان اٹھاؤ گے۔"

"مجھے کرنا کیا ہوگا؟" میں نے سوال کیا۔

"ابھی اس بارے میں کچھ نہیں بتایا جا سکتا۔ پہلے تم تجویز تسلیم کرو۔"

"یہ کام آپ کا ہے میڈم وان میرے پاس اس کا کوئی جواز نہیں ہے۔"

"میں اپنا کام جانتی ہوں۔ اور اس کے لیے تمہیں جو سب سے پہلا کام کرنا ہوگا وہی تمہارا پہلا اور آخری امتحان ہوگا۔"

"وہ پہلا کام کیا ہوگا؟" میں نے سوال کیا۔

"جینی ہاک کا قتل۔ تم اسے قتل کرو گے اور اسے قتل کے بعد اگر تم بنکاک سے نکلنا چاہو تو اس کی تمام ذمہ داری مجھ پر ہوگی۔"

"بہت بڑا کام ہے یہ۔ لیکن یہ سوال میرے ذہن میں پیدا ہوگا کہ آپ اسے کیوں قتل کرنا چاہتی ہیں۔"

"وہ میری کاروباری حریف ہے۔ اس کی وجہ سے مجھے بڑے نقصانات اٹھانے پڑے ہیں۔ میں اس کے خون کی پیاسی ہوں۔ میں اسے زندہ نہیں دیکھنا چاہتی۔"

"آپ کا کیا کاروبار ہے؟"

"اسمگلنگ۔"

"تو کیا۔۔ تو کیا۔ جینی ہاک بھی اسمگلر ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"تم نہیں جانتے؟"

"نہیں۔ اس حیثیت سے میں اسے نہیں جانتا۔"

"تو پھر جان لو، معلومات کرو۔"

"ٹھیک ہے میں معلومات کروں گا۔"

"جینی ہاک کی موت کے بعد بھی تمہارے لیے بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔"

"دراصل میڈم شیٹی وان میں ایک لاابالی انسان ہوں اور میری زندگی کا مقصد صرف دولت ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارے سامنے دولت کے انبار لگا دوں گی۔ یہ صرف تم پر منحصر ہے کہ جب چاہو اپنی آمادگی کا اظہار کر دو۔"

"شکریہ۔ مجھے اس پر غور کر لینے دیجیے!" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ اور وہ پُرمسرت انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔

"جس طرح تمہیں لایا گیا ہے اس کے لیے میں تم سے معذرت خواہ ہوں۔ جیسا تم جانتے ہو۔ تمہاری کار باہر موجود ہے۔" واپسی پر میرا ذہن بری طرح الجھا ہوا تھا۔ جینی ہاک کے قتل کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ لیکن یہ نئی پیشکش میرے لیے کافی تعجب خیز تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ جینی ہاک اور شیٹی وان میں سے کس کا فیصلہ کروں۔

اپسیوں نے جینی ہاک کا نام لیا تھا۔ اور شیٹی وان کے بیان کے مطابق جینی ہاک نے اسے کسی کاروباری معاملے میں شکست دی تھی جس کی بنا پر وہ اس کی دشمن ہوگئی تھی۔ اس کا مقصد ہے کہ جینی ہاک کو پتہ چل چکا ہے اور مجھے یہاں کسی معتبر ساتھی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ شیٹی وان کے پروگرام پر عمل کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ میں اندر داخل ہوا۔ تو جینی کسی قدر مضطرب تھی۔ وہ بالائی منزل کی ایک نشست گاہ میں موجود تھی مجھے دیکھ کر تھکے تھکے انداز میں مسکرائی اور سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"کہاں آوارہ گردی ہو رہی تھی؟"

"بنکاک حسین ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"بور تو نہیں ہوئے۔"

"نہیں میں پرسکون ہوں۔"

"لیکن زیادہ عرصے پرسکون نہ رہ سکو گے۔"

"کیوں؟"

"بس پھر بور ہو جاؤ گے تم۔"

"نہیں جینی ہاک۔ تمہاری دوستی مجھے بور نہیں ہونے دے گی۔" میں نے کہا اور جینی ہاک کے انداز میں ایک مسرت آمیز کیفیت پیدا ہوگئی۔ انسان خواہ کتنا ہی کیوں نہ ہو کبھی کبھی اپنی تعریف پر خوش ہونا اس کی فطرت میں رہتی ہے۔ پھر جینی ہاک میرے لیے خوشی ... اہمیت رکھتی تھی۔

"میری دوستی۔"

"ہاں جینی۔ مجھے تمہاری دوستی عزیز ہے۔" جینی پُرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔

"تم ابھی بنکاک میں اجنبی ہو۔"

"مجھے اس سے انحراف نہیں۔"

"زیادہ عرصے میرے دوست نہیں رہ سکو گے۔"

"وجہ؟"

"میں بنکاک کی ایک بدنام عورت ہوں۔"

"بدنام؟"

"ہاں۔ یہاں میرے بارے میں بہت سی کہانیاں مشہور ہیں۔"

"مجھے ان سے کیا غرض ہو سکتی ہے۔"

"غرض پیدا ہو جائے گی۔"

"شاید نہیں جینی۔" میں نے مضبوط لہجے میں کہا اور جینی مجھے غور سے دیکھنے لگی۔

"اتنے وثوق سے کہہ رہے ہو۔"

"ہاں۔ وہ کہانیاں مجھ تک پہنچنا شروع ہوگئی ہیں۔"

"کیسے۔" وہ اچانک سنبھل کر بیٹھ گئی۔

"شیٹی وان۔ کیا تم اس نام سے واقف ہو؟" میں نے کہا۔ اور اچانک جینی کا چہرہ سرخ ہوگیا۔

"ہاں واقف ہوں۔"

"کیسے؟"

"وہ مجھے ملی تھی۔"

"کب؟ کہاں؟" جینی نے اضطراب سے پوچھا۔

"مجھے تمہارے نام سے بلایا گیا اور ایک عمارت میں اس نے مجھ سے ملاقات کی۔ اور اسی دوران وہ مجھے تمہارے بارے میں آگاہ کرتی رہی۔ اس نے مجھے بتایا کہ چند دنوں کے بعد میری حیثیت ایک کتے کی سی رہ جائے گی۔ اس سے قبل کہ میری یہ حالت ہو جائے مجھے سنبھل جانا چاہیے۔ انہوں نے مجھے ایک پیشکش بھی کی۔"

"کیا؟" جینی نے پوچھا۔

"یہ کہ میں تمہیں ہلاک کر دوں اور اس کے عوض وہ مجھے ایک بہترین زندگی فراہم کرے گی۔ مجھے تم سے زیادہ سہولتیں دینے کی خواہش مند ہے وہ۔ اس نے مجھے بتایا کہ تم اس کی کاروباری حریف ہو اور اسے شدید نقصانات پہنچاتی رہی ہو۔ جس کے صلے میں وہ تمہیں قتل کر دینے کی خواہش مند ہے۔" جینی ہاک کا چہرہ سرخ ہوگیا تھا۔ آنکھوں سے انگارے نکلنے لگے تھے پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"ٹیلبی وان کے سلسلے میں، میں نے کبھی اس انداز سے نہیں سوچا تھا۔ اس کی مجال کہ وہ اس حد تک آگے بڑھ جائے، میں اسے اس بات کا مزا چکھاؤں گی۔ میں اسے بتا دوں گی کہ میں کیا ہوں۔ میں نے سوچا تھا کہ وہ چھوٹے موٹے کام کرتی ہے کرنے دو۔ ابھی تک اس کے راستے میں خود مجھے نہیں آئی تھی بلکہ اگر کبھی میرے اور اس کے مفادات ٹکرائے تو میں نے اسے شکست دی اور یہ اس کی کمزوری تھی۔ اگر وہ مجھ سے طاقتور ہوتی تو جیت جاتی لیکن ظاہر ہے وہ میرے مقابلے پر کچھ بھی نہیں ہے اور اب وہ ان گھٹیا چالوں پر اتر آئی ہے۔ میں اسے اس کا جواب ضرور دوں گی۔"

جینی ہاک خود کلامی کے انداز میں اپنے آپ سے باتیں کر رہی تھی پھر اس نے چونک کر میری طرف دیکھا اور دیر تک دیکھتی رہی۔ اس کے بعد کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بولی۔

"لیکن تم نے مجھے یہ تفصیل کیوں بتائی۔"

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے کہ کیا تم اس سے متفق نہیں ہو۔"

"کیا کہنا چاہتی ہو۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"نہیں پلیز۔ ناراض ہونے کی بات نہیں۔ میں تمہارے خیالات جاننا چاہتی ہوں۔"

"ٹیلبی وان تمہاری دشمن ہے اس نے مجھے تمہارے قتل پر آمادہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے بتاؤ میں اس کے ساتھ کیا سلوک کروں۔ اگر میرے بارے میں اندازہ نہیں لگا سکیں مس جینی ہاک تو یہ اندازہ لگا لو کہ میں بہرا بھی نہیں ہوں۔ اگر اپنی بات پر آ جاؤں تو وہ سب کچھ کر سکتا ہوں جس کا تصور بھی کسی کے ذہن میں نہ ہو۔ میں نے تمہیں دوست کہا ہے اور میں دوستی نبھانا جانتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ تم مجھے اتنا گھٹیا انسان تصور نہیں کرو گی۔"

"اوہ۔ نہیں ٹوبیو۔ پلیز۔ اس انداز میں مت سوچو۔ میں بھی تمہیں دوسروں سے بالکل مختلف سمجھتی ہوں۔"

"شکریہ جینی۔ میری خواہش ہے کہ تم مجھے دوسروں سے مختلف سمجھتی رہو۔ مجھے ٹیلبی وان کے بارے میں تفصیلات بتاؤ۔ وہ کیا حیثیت رکھتی ہے۔"

"احمق۔ بے وقوف۔ خود کو بہت کچھ سمجھتی ہے لیکن میرے سامنے کچھ بھی نہیں۔ میں نے اسے کبھی اتنی اہمیت نہیں دی کہ اسے اپنے مدمقابل سمجھوں۔ اس کا تعلق کسی گروہ سے ہے لیکن وہ کسی ایک سے مل کر نہیں رہتی۔ اپنے طور پر اپنی قوت بڑھانے کی فکر میں سرگرداں ہے لیکن میں نے اس سے کبھی کوئی خطرہ نہیں محسوس کیا۔ اس نے اب خود ہی بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالا ہے تو اسے بھگتنا ہوگا۔"

"وہ بھی اسمگلنگ کا کاروبار کرتی ہے۔" میں نے سوال کیا۔ "اور اس کا ذاتی گروہ کتنا بڑا ہے۔"

"میں نے اس کے بارے میں کبھی زیادہ معلومات نہیں حاصل کیں۔ لیکن اب خاص توجہ دینا پڑے گی۔ اس پر شبہ ہے کہ وہ اپنے طور پر گروہ بنا کر کام کرتی ہے لیکن اس کے کارندے کون ہیں۔ وہ کون ہے اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ ویسے ٹوبیو کیا تم اس عمارت کے بارے میں بتا سکتے ہو جہاں اس کی تم سے ملاقات ہوئی تھی۔"

"ہاں۔ ہاں کیوں نہیں۔ وہاں سے میں اپنی کار ڈرائیو کر کے ہی یہاں تک پہنچا ہوں۔ میں تمہیں اس جگہ لے جا سکتا ہوں۔"

"مجھے تھوڑی دیر کے لیے اجازت دو اور ذرا مجھے اس عمارت کی پوزیشن بتاؤ۔ تم تو اب بینکاک میں کافی گھومے پھرے ہو۔" میں نے اسے عمارت کے بارے میں تفصیلات فراہم کر دیں۔ اور وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل گئی۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد وہ واپس آئی تو بے حد پرسکون تھی۔ اس نے مجھ سے کہا۔

"رات کو چند افراد مجھ سے ملنے آ رہے ہیں۔" میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی اور انتظار کرنے لگا۔ وہ چند افراد تقریباً سولہ سترہ افراد پر مشتمل تھے جو کئی گاڑیوں میں آئے تھے۔ ان کے پہنچنے کے بعد تھوڑی دیر تک ان سے گفتگو ہوئی۔ اور پھر جینی مجھے اپنے ساتھ لے کر ایک کار میں بیٹھ کر چل پڑی۔ باقی گاڑیاں ہمارے پیچھے آ رہی تھیں۔

میں جینی ہاک کو ان راستوں کے بارے میں بتا رہا تھا جن سے گزر کر میں اس عمارت تک پہنچا تھا۔ ڈرائیونگ وہ خود کر رہی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم اس عمارت کے قریب پہنچ گئے جہاں میری ملاقات ٹیلبی وان سے ہوئی تھی۔ عمارت کو میں نے پہچان لیا اور اس کی طرف اشارہ کر دیا۔

جینی ہاک نے گاڑیوں میں بیٹھے ہوئے وائرلیس سیٹ پر اپنے آدمیوں کو اس عمارت کے بارے میں ہدایات دیں اور چند ہی لمحات کے بعد اس کے ساتھیوں نے اس عمارت کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔

جینی میرے ساتھ نیچے اتر آئی اور پستول ہاتھ میں لے کر عمارت کے گیٹ کی طرف بڑھی۔ میں خود بھی اس کا ساتھ دے رہا تھا۔ ظاہر ہے کھل کر اس کی مدد کرنا تھی ورنہ اس کا مکمل اعتماد حاصل کرنا مشکل ہوتا۔

گیٹ خالی پڑا تھا ہم صدر دروازے سے اندر داخل ہو گئے لیکن چند ہی لمحات کے بعد مجھے احساس ہوا کہ عمارت خالی ہے جینی جھنجھلائے انداز میں ایک ایک حصے کو چھان رہی تھی اور اس وقت یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کس قدر خطرناک عورت ہے۔ اس کے آدمی بھی اندر موجود تھے اور عمارت کو پوری طرح چھان رہے تھے۔

لیکن عمارت میں کچھ بھی نہ ملا۔ جینی نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"بزدل۔ بھاگ گئی۔ اس میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ میرے سامنے آ سکتی۔ تم نے دیکھ لیا کہ وہ کس قدر دلیر ہے۔" میں نے شانے ہلا کر اس کی بات کی تائید کی اور ہم واپس چلے گئے۔

جینی کے چہرے کے تاثرات سے میرا اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا۔ کہ اس نے میری بات کو جھوٹ نہیں سمجھا ہے۔ وہ بے حد پرجوش نظر آ رہی تھی۔

"میں نے ٹیلبی وان کو اس لیے چھوڑ رکھا تھا کہ اب تک وہ میرے لیے کسی طور نقصان دہ نہیں ثابت ہوئی تھی۔ لیکن اس نے ابتدا کر دی ہے اور انتہا میں کروں گی۔ میں دیکھوں گی کہ اس کی پہنچ کہاں تک ہے۔"

میں خاموش ہی رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اپنی خوابگاہ میں پہنچ گیا۔ یہ تمام صورت حال میرے لیے نہایت تسلی بخش تھی۔ میں جانتا تھا کہ جینی ہاک کے سلسلے میں فیصلہ کرنے میں، میں نے دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔

لیکن تعجب یہ تھا کہ ٹیلبی وان کو اس بات کا شبہ کیسے ہو گیا کہ میں اس کے خلاف کام کروں گا۔ اگر شبہ نہ ہوتا تو وہ عمارت چھوڑ کر نہ بھاگ جاتی۔ رات کو نہایت سکون سے سویا۔

دوسری صبح جب ناشتے کی میز پر جینی ہاک سے ملاقات ہوئی تو وہ حسب معمول ہشاش بشاش تھی۔ کسی خاص احساس کا شکار نہیں معلوم ہوتی تھی۔ ناشتہ کرتے ہوئے اس نے کہا۔

"میں نے بینکاک میں اپنے آدمیوں کو آگاہ کر دیا ہے اور انہیں ہدایات دے دی ہیں کہ ٹیلبی وان جہاں بھی ملے اسے پکڑ کر میرے سامنے پیش کیا جائے۔ تم اس بات پر یقین کرو کہ وہ میرے ہاتھوں سے کسی طور نہیں بچ سکتی۔ اس نے میری طاقت کا غلط اندازہ لگایا تھا۔ مجھے بزدل دشمن سے شدید ترین نفرت ہے چھپ کر وار کرنے والے میرے لیے انتہائی قابل نفرت ہوتے ہیں۔ میں تو کھلے میدانوں میں مقابلہ کرنے کی شوقین ہوں، جبکہ وہ اپنے طور پر مطلق العنان بھی نہیں ہے۔"

"یہ نہیں معلوم ہو سکا جینی ہاک کہ وہ کس کے لیے کام کرتی ہے۔"

"ابھی تک کچھ پتا نہیں چل سکا۔ لیکن اس میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔"

سارا دن ٹیلبی وان جینی ہاک کے ذہن پر سوار رہی وہ آج بہت مصروف رہی تھی۔ لاتعداد ٹیلی فون وصول کیے گئے تھے اس نے اور ان میں زیادہ تر ٹیلبی وان سے ہی متعلق تھے اس کے آدمی چاروں طرف ٹیلبی وان کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ میں نے دل میں سوچا کہ ٹیلبی وان مجھ سے رابطہ قائم کر کے اچھی خاصی مصیبت میں پھنس گئی ہے۔

بہر طور ان معاملات سے مجھے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن بینکاک کی آوارہ گردی کرنے میں اب مجھے احتیاط سے کام لینا ہوگا چونکہ ٹیلبی وان میری دشمن بن گئی تھی۔

ابھی تک میں جینی ہاک کے سلسلے میں کوئی خاص کام نہیں کر سکا تھا جس کا مجھے شدید احساس تھا میری خواہش تھی کہ جلد از جلد اس کے بارے میں ٹھوس معلومات حاصل کر کے اپنے کام کا آغاز کر دوں۔ لیکن یہ معاملات نمٹائے بغیر سب کچھ مشکل تھا۔ جینی ہاک کا اعتماد حاصل کرنے میں بہرحال ابھی کچھ دشواریاں تھیں۔

لیکن اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اسپیرو نے میری مکمل رہنمائی کی تھی اور جینی ہاک کے پاس بھیج کر اس نے میرے لیے بہت سے کام آسان کر دیے تھے۔ میں ان لوگوں میں شامل ہو گیا تھا جن کا تعلق اسمگلنگ وغیرہ سے تھا اور اس طرح مجھے ترزوکا کے سلسلے میں خاص آسانیاں فراہم ہو سکتی تھیں۔

ترزوکا کے خلاف کرتے ہوئے یہ احساس بھی ذہن میں تھا کہ اگر اسپیرو نے غلط نہیں کہا اور کوئی عورت مقامی طور پر اس کا کاروبار چلا رہی ہے تو اس عورت کے سلسلے میں زیتی کو شبہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

دیکھنا یہ تھا کہ اونٹ کس وقت کس کروٹ بیٹھتا ہے۔

اس رات کھانے کی میز پر میں نے جینی پاک سے کہا۔

"جینی پاک تمہاری شخصیت عام نہیں ہے۔ ٹیٹی وان کو میں نے دیکھا تھا اگر اس میں تمہارے مقابلے پر آنے کی سکت ہوتی تو وہ اس عمارت کو اس طرح چھوڑ کر نہ جاتی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ تم سے خوفزدہ ہے۔ ایسی معمولی حیثیت کی لڑکی کو خود پر مسلط کرنے سے کیا فائدہ، میرا خیال ہے اسے بھول جاؤ اور اس کے لیے اتنی زیادہ الجھنیں ذہن میں نہ پالو۔"

جینی پاک مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی تھی۔

"تمہارا کیا خیال ہے میں نے اسے اپنی سوچ پر مسلط کر لیا ہے۔"

"ہاں جینی، میں یہی محسوس کر رہا ہوں۔"

"غلط قطعی غلط۔" جینی پاک نے مسکراتے ہوئے کہا لیکن اس کی آنکھوں میں تشویش کے آثار تھے۔

"تم دوہری کیفیت کا شکار ہو جینی۔"

"میرے ذہن کو پراگندہ کر دیا، اگر میرے چہرے پر کوئی الجھن دیکھتے ہو تو اس کی وجہ کچھ اور ہے۔"

"کیا؟"

"میں۔ میں ایک بے حیثیت لڑکی کو اپنے مقابلے پر برداشت نہیں کر پا رہی۔ مجھے بار بار یہ خیال آتا ہے کہ میں اسے چیونٹی کی طرح مسل سکتی تھی، میں نے ایسا کیوں نہ کیا۔"

"بہرحال اب اسے ذہن سے جھٹک دو۔"

"اوہ تم فکر مت کرو سب ٹھیک ہے۔ تمہارے ساتھ بہت دن سے کوئی پروگرام نہیں بنا۔"

"ہاں۔"

"تو پھر۔ اوکے۔ بہتا تو تم نے بنکاک کے نواحی علاقے دیکھے؟"

"بنکاک تو خوب گھوم لیا ہے۔ لیکن ابھی نواحی علاقے نہیں دیکھے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اب تمہیں نواح کی سیر کراؤں گی۔ تھوڑا سا ذہنی سکون بھی ملے گا۔"

دوسرے دن اس پروگرام پر عمل کا فیصلہ کر لیا گیا۔ جینی پاک نے پکنک کی تیاریاں کی تھیں۔ اس نے بہت خوبصورت لباس پہنا تھا اور اپنی عمر سے چھوٹی نظر آ رہی تھی۔

"چلیں۔" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ ایک خوبصورت کار میں سوار ہو کر ہم باہر نکل آئے۔ اور کار برق رفتاری سے آگے بڑھتی گئی۔ بنکاک کے نواحی علاقے بہت خوبصورت تھے۔ ڈرائیونگ جینی پاک نے سنبھالی ہوئی تھی، خوبصورت لباس میں ملبوس وہ بہت اسمارٹ نظر آ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر ابھرتے ہوئے رنگ اس بات کا احساس دلاتے تھے کہ میرے ساتھ سفر کرتے ہوئے وہ بہت خوش ہے، تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

"تم نے یقیناً بنکاک کے حسین ترین علاقے دیکھے ہوں گے لیکن جھیل کولن گرات بہت خوبصورت جگہ ہے، اس کے اطراف میں پھیلے ہوئے باغ اس کے حسن کو دوبالا کرتے ہیں۔"

"جھیل کولن گرات۔" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ بڑی تاریخی جگہ ہے۔" جینی پاک نے جواب دیا۔

آبادی سے کافی دور درختوں کے جھنڈ کے ساتھ ساتھ ایک لمبی سڑک جاتی تھی۔ اور پھر جینی پاک یہ راستے طے کرتی ہوئی جھیل کولن گرات کے پاس پہنچ گئی۔ جو درختوں کے عقب میں تھی، اس نے کار ذیلی سڑک سے اتاری اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک چھوٹی سی شفاف جھیل کے پاس پہنچ گئے۔ منظر واقعی اتنا حسین تھا کہ دل خوش ہو گیا تھا۔ ہم کار سے اتر کر جھیل کے کنارے پہنچ گئے۔ جینی پاک باقاعدہ پکنک کا پروگرام بنا کر آئی تھی۔ اجاڑ سے اطراف پھولوں کی مہک ہواؤں کو خوشگوار خوشبو بخش رہی تھی۔

"اس طرف تو نہیں آئے تم؟"

"نہیں۔ ابھی میں نے بنکاک کا اندرونی علاقہ دیکھا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیسی جگہ ہے؟"

"بے حد حسین، نہایت نفیس۔" میں نے کہا۔ ہم کافی دیر وہاں بیٹھے گفتگو کرتے رہے، اطراف میں کوئی نہیں تھا، لوگ یہاں تفریح کرنے نہیں آتے تھے، یا پھر شاید آج یہاں کوئی نہیں تھا کہ چھٹی کا دن نہیں تھا۔ ہم پرسکون انداز میں بیٹھے بات چیت کرتے رہے اور دفعتاً کسی کار کی آواز ابھری اور میں چونک پڑا۔

"جینی کوئی آواز سنی۔"

"ہاں۔ شاید کسی کار کے انجن کی آواز تھی۔" وہ بولی اور دفعتاً پھر کسی خیال کے تحت اٹھ کھڑی ہوئی۔

"مگر آس پاس تو کوئی کار نظر نہیں آ رہی۔"

"ممکن ہے کوئی دور کی آواز ہو۔"

"ادھر بظاہر کوئی سڑک بھی نہیں ہے کہ کوئی گزرتی [illegible] پڑی ہو۔"

"کیا خیال ہے میں اطراف میں دیکھوں۔"

"دیکھو تو میرا خیال ہے، اس بلند جگہ سے کھڑے ہو کر تم ادھر کا منظر دیکھ سکتے ہو۔" جینی نے کہا، اور میں اس طرف بڑھ گیا۔ ٹیلے پر کھڑے ہو کر میں نے آس پاس نگاہ دوڑائی، لیکن حقیقت یہ تھی کہ گاڑی کی آواز اس کے بعد نہیں ابھری تھی اور نہ ہی مجھے دور دور تک کوئی گاڑی نظر آئی تھی۔ میں واپس پلٹا تاکہ جینی پاک کو اس بات کی اطلاع دوں کہ ہمارا خیال غلط تھا لیکن دوسرے لمحے میں ٹھٹک کر رہ گیا۔ جینی پاک پر نگاہ پڑی تو اس کے اطراف چند افراد کھڑے ہوئے تھے اور ان میں ایک عورت بھی تھی۔ ان سب کے ہاتھوں میں پستول صاف نظر آ رہے تھے، میرے ذہن میں فوراً ایک خیال آیا۔ ٹیٹی وان! میں نے سوچا کہ اس وقت میرا کیا کردار ہونا چاہیے۔ لیکن دل نے یہی فیصلہ کیا کہ جینی پاک کی مدد ضروری ہے۔ کیونکہ اس وقت وہی میرا مطلوبہ نشانہ ہے۔ تینوں آدمی مسلح تھے، اور ان کے ساتھ جو عورت تھی، ممکن ہے اس کے پاس بھی پستول ہو۔ یہاں سے چھپنا آسان کام نہیں تھا، لیکن بہرحال کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ میں یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ ان لوگوں کو میری موجودگی کا علم ہے یا نہیں۔

بالآخر میں نے ایک ایسی جگہ کا انتخاب کیا، جہاں سے ان کی نگاہوں سے محفوظ رہ کر ان تک پہنچ سکتا تھا، اور خوش قسمتی سے درخت اس سلسلے میں کار آمد تھے، چنانچہ فوراً ہی راستہ اختیار کر کے اس طرف بڑھنے لگا، اور جھیل کے کنارے لگے ہوئے ان درختوں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا، جن کی جڑوں میں جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں، اور ان جھاڑیوں میں چھپا جا سکتا تھا۔ میں اب ان کی آوازیں بخوبی سن رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ان جھاڑیوں میں سے اس عورت کو بھی دیکھ لیا تھا جو ٹیٹی وان کے علاوہ اور کوئی نہیں تھی۔ ٹیٹی وان کی آواز ابھری۔

"تم بکواس کر رہی ہو، مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے۔ مارکر تم اسے تلاش کرو، دیکھو وہ یہیں کہیں ہو گا۔"

"میں تم سے سچ کہتی ہوں کہ میں تنہا یہاں آئی ہوں، تم جانتی ہو کہ میں تنہائیوں کی عادی ہوں۔"

"بکواس کر رہی ہو، میں ان دنوں تمہارے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر رہی ہوں۔ تم پر آج کل عشق کا بھوت سوار ہے۔" ٹیٹی وان نے کہا۔

"لڑکی تو جانتی ہے کہ تو اپنی موت کو قریب سے قریب تر لا رہی ہے، مجھ سے ٹکرا کر تو نے اچھا نہیں کیا۔" جینی پاک کی آواز سنائی دی۔

"ٹھیک ہے، نتیجہ تو سامنے آنا ہی ہے، اور اس وقت تم صورت حال تمہارے علم میں پوری طرح آ چکی ہے، ڈیئر جینی پاک، مارکر جاؤ اسے تلاش کرو، لیکن ہوشیاری سے۔" ٹیٹی وان کا ایک آدمی ادھر ادھر دیکھ رہا تھا، آہستہ آہستہ درختوں کی طرف بڑھ گیا، میں نے صرف ایک لمحے میں فیصلہ کیا اور اپنی جگہ چھوڑ دی۔ میں بھی درختوں کی آڑ لیتا ہوا اس جانب چل پڑا۔ اور انتہائی کامیابی سے اس کا تعاقب کر کے مناسب موقع کی تلاش میں لگ گیا، چند ہی لمحوں کے بعد مجھے موقع مل گیا، مارکر کے لیے وہ لمحہ انتہائی حیرت انگیز تھا، جب اچانک میں نے عقب سے اس کی گردن پر ایک ہاتھ رسید کیا، اور دوسرا ہاتھ اس کی پستول پر ڈال دیا۔ وہ زیادہ طاقتور آدمی ثابت نہیں ہوا تھا، دوسرے لمحے زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ میں نے اطمینان سے اس کے ہاتھ سے پستول لیا، اور اسے دوسرا ہاتھ رسید کر کے بالکل ہی ٹھنڈا کر دیا، اس کے بعد میں جھاڑیوں کے بالکل قریب پہنچ گیا، ٹیٹی وان کے دونوں آدمیوں نے پستول اپنی جیب میں رکھ لیے تھے اور جینی پاک کے ہاتھ اس کی پشت پر کس دیے گئے تھے، پھر ان میں سے ایک نے پوچھا۔

"اب کیا کرنا ہے؟"

"وہ بھی مل جائے تو دونوں کو اسی جگہ ٹھکانے لگا کر جھیل میں ڈبو دو۔" ٹیٹی وان نے جواب دیا۔

"مارکر ابھی تک واپس نہیں آیا۔" دوسرے آدمی نے گردن اٹھا کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا، میرے لیے یہی موقع بہتر تھا، چنانچہ میں دبے پاؤں جھاڑی کی آڑ سے نکلا اور بجلی کی طرح میں نے ان پر چھلانگ لگا دی۔ میری بھرپور لات ٹیٹی وان کی کمر پر پڑی تھی، اور اس کے ساتھ ہی میں ان دونوں پر جا پڑا۔ ٹیٹی وان کے منہ سے بے اختیار چیخ نکلی، اور وہ اوندھے منہ زمین پر جا پڑی۔ میں نے پھرتی سے ان دونوں آدمیوں کے پستول اپنے قبضے میں کیے، اور وہ بیوقوفوں کی طرح مجھے گھورنے لگے۔

"بس ہاتھ اٹھا دو کھیل ختم ہو گیا۔" میں نے سرد لہجے میں

کہا لیکن جیسے میری بات ان کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ اور بات سمجھانے کے لیے کچھ اور بھی کیا جا سکتا تھا، چنانچہ میں نے ان میں سے ایک کی پیشانی کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔

"ہاتھ اٹھا دو ورنہ تمہاری کھوپڑی کے چیتھڑے اُڑ جائیں گے۔" انہوں نے بے اختیار اپنے ہاتھ اٹھا دیے۔ ٹیٹی وان بھی اپنا سانس بحال کرتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور منہ کھول کر مجھے دیکھنے لگی۔

"تم۔ اسکی غیر یقینی ہوئی آواز ابھری ۔ ۔ ؟"

"ہاں۔ ڈیئر ٹیٹی وان۔ میں ہی ہوں۔ ظاہر ہے تمہیں میری ہی تلاش تھی۔" میں نے جواب دیا اور جینی ہاک کے حلق سے بے اختیار ایک قہقہہ نکل پڑا۔

"ہاں ڈیئر ٹیٹی وان کیا خیال ہے تمہارا۔ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں ہر حالت میں تم پر بھاری ہوں۔"

"تم۔ تم دونوں۔" ٹیٹی وان کے منہ سے غصے کی وجہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی تو جینی ہاک نے کہا۔

"اس کا تیسرا ساتھی تمہاری تلاش میں گیا ہوا ہے۔"

"ہاں گیا ہوا ہے نہیں، گیا ہوا تھا وہ بس جھاڑیوں میں اوندھا پڑا ہے۔" میں نے کہا اور جینی ہاک پھر ہنس پڑی۔ اس نے میری طرف رخ کر کے کہا۔

"ذرا میرے ہاتھ کھول دو، میرا خیال ہے ٹیٹی وان سے آج ہی جان چھوٹ جائے۔"

"ارے نہیں جینی ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ کچھ گفتگو تو کر لیں ان لوگوں سے۔"

"ان سب کو قتل کر کے ان کی لاشوں کو ہم جھیل کی گہرائیوں میں پہنچا دیں گے اس کے بعد۔"

"اس کے بعد اس کے گروہ کا خاتمہ کر دوں گی۔ نام و نشان مٹا دوں گی ٹیٹی وان کا۔" ٹیٹی وان زمین پر بیٹھ گئی تھی اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا تھا۔ چند لمحے وہ اسی طرح بیٹھی رہی پھر اس نے بھاری لہجے میں کہا۔

"تم۔ تم لوگ اگر مجھے کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کرو گے تو اس کا نتیجہ بہت ہی خوفناک ہو گا۔ تم تصور نہیں کر سکتے۔ تم تصور نہیں کر سکتے کہ میں کون ہوں۔؟"

"چلو۔ کون ہو تم ذرا یہ بھی بتا دو۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"میں خود کچھ نہیں ہوں لیکن جن لوگوں کا مجھے سہارا حاصل ہو گیا ہے وہ بہت طاقتور ہیں۔ سمجھے تم لوگ۔ ان سے ٹکرانا تمہارے لیے ممکن نہیں ہو گا۔"

"کون لوگ ہیں وہ۔؟"

"مشیو مار تیو کیوں جینی اس نام سے واقف ہو تم۔؟" ٹیٹی وان نے کہا اور جینی کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ اس نام سے خائف ہو گئی ہے۔

"بحالت مجبوری مجھے یہ نام استعمال کرنا پڑا ہے۔ ورنہ عام جگہ پر تو یہ نام نہیں لیا جا سکتا۔"

جینی ہاک جذباتی انداز میں ہنس پڑی تھی۔

"کیوں۔ تم ہنسیں کیوں؟" ٹیٹی وان نے پوچھا۔

"تمہاری بکواس پر۔"

"مطلب۔"

"ہر کمزور انسان یہ نام لے کر دوسروں کو ڈرانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور یہ اس کی آخری کوشش ہوتی ہے۔" جینی ہاک نے کہا۔

"اس کے باوجود لوگ اس کا احترام کرتے ہیں۔"

"میں اسے ایک ناکام کوشش قرار دیتی ہوں۔ اور تم اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتیں۔"

"میں نے تمہیں اس کا حوالہ دے دیا ہے باقی کام تمہارا ہے" ٹیٹی وان نے کہا۔

"کچھ بھی ہو تمہیں سزا ملے گی۔"

میں جینی ہاک کا جائزہ لے رہا تھا میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ کچھ پڑ گئی ہے جو جوش و خروش تھوڑی دیر قبل اس میں تھا اب اس کا عشر عشیر بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

"مگر یہ کون ہے جینی۔"

"میرے خیال میں انہیں لے چلو۔ بعد میں سب کچھ دیکھ لیں گے۔"

"یہ تمہارے حق میں برا ہو گا جینی۔ میری بات کو اپنے ذہن میں بٹھا لینا یہ تمہارے حق میں بہت برا ہو گا۔" جینی نے اس کی بات نہ سنی اور تھوڑی دیر کے بعد انہیں گرفتار کر کے کار میں پہنچا دیا گیا۔ ہم لوگ انہیں لے کر چل پڑے اور برق رفتاری سے کار دوڑاتے ہوئے ہاتھ فرائین رہائش گاہ میں داخل ہو گئے۔

ٹیٹی وان پر قابو پانے میں ہمیں کوئی دقت نہیں [...]تھی لیکن میں نے محسوس کیا تھا کہ جینی ہاک بہ نوکو کا نام [...] کے بعد خاصی فکر مند ہو گئی ہے خود میرا ذہن بھی پھانسا [...]ن سا ہو رہا تھا ان واقعات کے بارے میں کچھ سوچنا [...]کار تھا جو کچھ ہو رہا تھا ٹھیک ہو رہا تھا۔

جینی ان لوگوں کے ساتھ جو بھی سلوک کرے مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی جینی نے ملازموں کو ان لوگوں کے بارے میں ہدایات دیں اور پھر میرا بازو پکڑ کر اندر داخل ہو گئی۔ نشست گاہ کا رخ کیا اور وہاں جا کر ایک صوفے پر گر گئی۔

"کیا بات ہے جینی۔ تم خاصی پریشان نظر آ رہی ہو۔"

"نہیں ڈیئر براہ کرم مجھے برانڈی پلاؤ۔"

"ضرور۔ ضرور۔ میں جانتا ہوں کہ تم ذہنی طور پر کسی پریشانی میں ہو۔" میں نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد آ کے برانڈی کا ایک گلاس پیش کر دیا۔

"کیا تم تھوڑی سی۔"

"نہیں ڈیئر۔ میں بالکل پرسکون ہوں۔"

"مجھے ان واقعات کی توقع نہیں تھی اس کا مطلب ہے لوگ ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔" جینی نے آدھا گلاس خالی کر کے کہا اور پھر بولی۔

"میں ٹیٹی وان کے اس حد تک آگے بڑھنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی تم نے اس وقت انتہائی دلیری کا ثبوت دیا ہے ورنہ صورت حال خاصی خراب ہو جاتی۔"

"شکریہ جینی ڈیئر لیکن یہ کوئی خاص کام نہیں تھا۔ اب مجھے اتنا چوہا بھی نہ سمجھو تم۔"

"میں جانتی ہوں۔ مجھے اندازہ ہو چکا ہے۔" جینی نے کہا اور پھر ۔۔۔ ٹیلی فون کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

"براہ کرم ذرا مجھے ٹیلی فون اٹھا دو۔" میں نے فون اٹھا کر اس کے سامنے رکھا تو وہ ایک نمبر ڈائل کر کے کسی کو مخاطب کرنے لگی چند لمحات کے بعد اس نے ایک آدمی کو مخاطب کر کے کہا۔

"یہاں کچھ خطرناک لوگ قید ہیں انہیں لے جاؤ۔ میں انہیں اپنی کوٹھی سے ہٹانا چاہتی ہوں وگرنہ لے آؤ ان کی تعداد چار کے قریب ہے ایک عورت اور تین مرد ہیں۔ انہیں رکھ لینا اور تمہارے لیے اجنبی نہیں ہوں گے۔ ہاں وہ کبھی ہمارے قریب نہیں آنے چاہئیں ۔۔۔۔ بس اور کوئی کام نہیں ہے جلدی کرو ۔۔ اوکے۔" جینی نے ریسیور رکھ دیا اور میری طرف دیکھ کر پوچھنے لگی۔

"تم۔ تم خاصے پریشان نظر آ رہے ہو۔"

"ہاں پریشانی کی بات ہے جینی تم فولادی شخصیت کی انسان ہو میری آنکھوں نے تمہارے چہرے کا وہ سکون دیکھا ہے جو قابل رشک ہے تم انتہائی خطرناک حالات میں بھی پرسکون رہنے کی عادی ہو۔ لیکن اس وقت تم کچھ نروس نظر آ رہی ہو ظاہر ہے میں اس کی وجہ جاننا چاہتا ہوں۔"

"کوئی خاص بات نہیں ہے اس نے ایک نام لیا تھا۔ مشیو مار تیو۔"

"ہاں۔ یہ نام ہی میرے لیے پریشان کن ہے۔"

"بس یہ ایک نام ہے ڈیئر۔ اس نام کے ساتھ بہت پراسرار داستانیں وابستہ ہیں اسمگلروں کی دنیا میں یہ نام اجنبی نہیں ہے چوروں قاتلوں اور زیر زمین تنظیموں کے لیے بھی یہ نام اجنبی نہیں ہے اس نام پر لوگوں کو امان ملتی ہے خطرناک سے خطرناک آدمی کے سامنے اگر یہ نام لے دیا جائے تو وہ جھاڑ دیا جاتا ہے۔ ویسے مشیو مار تیو بنکاک کے ان پراسرار قبائلی علاقوں سے تعلق رکھتی ہے اور لوگ اس نام کی ایک طرح سے پوجا کرتے ہیں۔ وہ کوئی مذہبی شخصیت نہیں ہے بلکہ یوں سمجھو کہ مجرموں کی دنیا میں وہ ایک انتہائی ہولناک نام ہے۔"

"مشیو مار تیو۔" میں نے دلچسپی سے کہا۔

"ہاں۔"

"مگر لوگ اس سے خوفزدہ کیوں رہتے ہیں۔"

"اس لیے کہ اگر کوئی اس نام کا احترام نہیں کرتا تو ایسی موت مارا جاتا ہے کہ انسان تصور نہ کر پائے۔"

"کمال ہے۔ کیا ایسے واقعات ہو سکتے ہیں۔"

"کیوں نہیں بے شمار۔"

"اس کے باوجود تم نے ٹیٹی وان کی بات نہیں مانی جینی۔"

"ہاں۔ میں نہیں ماننا چاہتی تھی۔"

"بہرحال جینی۔ جو کچھ بھی ہے میں تمہاری ہر طرح سے مدد کرنے کو حاضر ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور جینی مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔"

"ویسے تو بہت سے لوگ میری زندگی میں آئے ہیں۔ لیکن تمہاری آمد کا تجربہ میری خوش بختی کی علامت ہے۔"

"میں خادم ہوں۔" میں نے کہا اور جینی مسکرا کر خاموش ہو گئی۔ اس کے بعد یہ نشست برخاست ہو گئی۔ پھر رات کا نجانے کون سا پہر تھا کہ مجھے جینی کی چیخ سنائی دی۔ اور پھر دوسری چیخ ابھری اور میں نے پھرتی سے اٹھنے کی کوشش کی۔

لیکن اس وقت میرے سر کی پشت پر ایک ضرب پڑی۔ اور پھر کلوروفارم بھرا رومال ٹھونس کر مجھے بے ہوش کر دیا گیا۔ ڈوبتے ہوئے ذہن سے میں نے جینی کی ایک اور چیخ سنی تھی۔ اس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا تھا۔ آنکھ کھلی تو ایک عجیب سا شور سنائی دیا۔ شور کے ساتھ بدن بھی ہل رہا تھا۔ چند لمحات تو ذہن ساتھ نہ دے سکا۔ پھر حواس کچھ بحال ہوئے اور میں نے غور کیا تو مجھے محسوس ہوا کہ میں کسی اسٹیمر وغیرہ میں سفر کر رہا ہوں۔ یقینی طور پر میرا خیال درست نکلا۔ چونکہ جو ہچکولے میرے بدن کو لگ رہے تھے وہ اسٹیمر کے سفر کے علاوہ کسی اور کے نہیں ہو سکتے تھے۔

مجھ سے کچھ ہی فاصلے پر کسی کے گفتگو کرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ میں نے ہلکی سی آنکھیں کھول کر دیکھا۔ دو آدمی بیٹھے شراب نوشی کر رہے تھے۔ شکل و صورت سے خاصے خطرناک معلوم ہوتے تھے۔ ان کے بدن بھی توانا تھے۔ احساسات کچھ اور جاگے تو ہاتھ بندھے ہوئے محسوس ہوئے۔ دونوں ہاتھ پشت پر کس دیے گئے تھے لیکن بندش میں وہ ہوشیاری نہیں دکھا سکے تھے۔ میں نے ہلکی سی کوشش کی اور ہاتھوں کی رسیاں کسی قدر ڈھیلی ہو گئیں۔ یہ میرے لیے امید افزا بات تھی۔ ذہن پر اب تک کلوروفارم کے اثرات تھے۔ میں نے گزرے ہوئے لمحات کے بارے میں سوچا۔

جینی ہاک کی چیخیں بے ہوش ہونے سے قبل میرے کانوں میں گونجی تھیں اس کا مطلب ہے کہ وہ بھی ان کی قید میں ہوگی اور یہ لوگ۔ ممکن ہے ان لوگوں کا تعلق شیو یار چو سے ہو۔ یا پھر شیٹی وان کے آدمی جو صورتحال پر قابو کرنے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ حالات کا رخ بدلا ہوا تھا۔ اب تک میں نے جینی ہاک کا ساتھ دیا تھا۔ اس خیال کے تحت کہ اسی نے مجھے اس کی جانب متوجہ کیا تھا۔ اور اس کے ذریعے میں اپنی منزل پا سکتا تھا۔

لیکن مجھ پر یہ نہیں آیا تھا کہ جینی ہاک کی اپنی پوزیشن کیا ہے۔ یقینی طور پر اس کے معاملات خاصے پیچیدہ ہوں گے تو لیکن ابھی تک مجھے کوئی ایسا نہیں ملا تھا کہ میں اپنے مقصد کی طرف بڑھ سکتا۔ اسٹیمر کی رفتار سست ہونے لگی۔ شاید وہ کسی ساحل پر پہنچ رہا تھا۔

میں نے سوچا کہ بے ہوش رہنے کی اداکاری کروں یا ہوش میں آجاؤں۔ دونوں میں سے کون سی بات بہتر رہے گی۔ پھر فیصلہ کیا کہ ہوش میں آجانا چاہیے۔ کم از کم صورت حال کا اندازہ تو ہوگا۔ چنانچہ میں نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ دونوں میری طرف متوجہ نہیں تھے۔ اور شاید باہر جانے کے متعلق سوچ رہے تھے۔ میں نے حلق سے ایک آواز نکالی اور دونوں حیرت سے اچھل پڑے۔ وہ ایک ساتھ میری طرف گھوم گئے۔

"اسے ہوش آگیا۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"تم رکو میں باہر دیکھتا ہوں۔" دوسرے نے کہا اور مجھ پر نگاہ ڈال کر آگے بڑھ گیا۔ میں اس شخص کو دیکھ رہا تھا جو میرے سامنے تھا اور کسی قدر اضطراری کیفیت کا شکار تھا۔

"کون ہو تم۔؟" میں نے سوال کیا۔

"جو کوئی بھی ہوں۔ بہرا اور گونگا ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"بڑا افسوس ہوا تم سے مل کر۔" میں نے برجستہ کہا۔ اور وہ ہنس پڑا۔

"کب سے ہے یہ کیفیت۔" میں نے سوال کیا۔

"جب سے مجبوریاں دامن گیر ہوئیں۔" اس نے جواب دیا۔

"ہاں دوست۔ مجبوری ایسی ہی چیز ہوتی ہے۔ اب کچھ دیر کے بعد تم لنگڑے اور لولے بھی ہو جاؤ گے۔" میں نے کہا۔

"خیر اب اتنا مجبور بھی نہیں ہوں۔" وہ کہنے لگا۔

"ہاتھ کھول دو میرے۔"

"کچھ کہا ہے تم نے۔" وہ کان پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ اور میں مسکرا پڑا۔ اسٹیمر رک گیا تھا۔ دوسرا آدمی واپس آگیا۔ اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا۔

"آؤ چلیں۔" اس نے کہا اور پھر انہوں نے مجھے بازوؤں سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ میں خوشی سے ان کے ساتھ آگے بڑھ گیا تھا۔ حالات کو جانے بوجھے بغیر کسی قسم کا ہنگامہ مناسب نہیں تھا۔ ان لوگوں کے بارے میں، میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ میرے کسی سوال کا جواب نہیں دیں گے۔ چنانچہ خاموشی بہتر تھی۔

وہ ایک سنسان ساحل تھا۔ نزدیک سیاہ رنگ کی ایک کار کھڑی تھی۔ جس کی ہیڈ لائٹس جل نہیں رہی تھیں۔ مجھے کار میں بٹھا دیا گیا اور پھر وہ دونوں میرے دائیں بائیں آ بیٹھے۔ جو میرے نگران تھے۔ تیسرا شخص کار کے اگلے حصے میں چلا گیا تھا۔ پھر کار اسٹارٹ ہو کے آگے بڑھ گئی۔

"جینی کہاں ہے۔ کیا تم دونوں نے اسے بھی اغوا کر لیا ہے۔" میں نے سوال کیا۔ اور وہ دونوں چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔ پھر اس شخص نے مسکرا کر کہا۔ جس سے میری بات چیت ہو چکی تھی۔

"بدقسمتی سے میرا یہ ساتھی بول نہیں سکتا۔"

"بڑے بد اخلاق ہو تم لوگ۔"

"سنو دوست کوئی ایسا سوال مت کرو جو ہمارے لیے تکلیف دہ ہو۔ اور جس کا ہم جواب نہ دے سکیں۔ ہمارے تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ خاموشی اختیار کرو۔" میں واقعی خاموش ہو گیا۔ سفر تقریباً بیس منٹ جاری رہا پھر وہ کسی عمارت میں داخل ہو گئی۔ آہنی گیٹ کھلا اور بند ہو گیا۔ ان لوگوں نے نیچے اتر کر دروازہ کھول دیا۔ یہاں انتہائی خوبصورت کیاریاں بنی ہوئی تھیں اور اس گھاس پر سے چند سرخ روشیں گزرتی تھیں جو عمارت کے صدر دروازے تک پہنچتی تھیں۔ صدر دروازے کے بعد ایک وسیع و عریض ہال نظر آیا جس میں چند لوگ موجود تھے۔ میں نے بغور انہیں دیکھا ایک لمبے تڑنگے آدمی نے مسکرا کر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"ہیلو۔ کیسے مزاج ہیں۔؟"

"بہتر ہوں۔"

"مجھے جانتے ہو۔"

"ہاں۔ قد و قامت خاصا لمبا ہے۔ لیکن کھوپڑی خاصی چھوٹی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

لمبا آدمی دانت پیس کر رہ گیا تھا لیکن وہ کچھ بولا نہیں۔ چند لمحات کے بعد میں ہال کے آخری سرے پر پہنچ کر اوپر جانے والی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ عمارت کافی خوبصورت تھی اور دوسری منزل پر ایک چوڑی راہداری سے گزرنے کے بعد بالآخر میں ایک کمرے میں داخل ہو گیا۔

مجھے لانے والوں میں سے ایک نے کہا۔ "آرام کرو لیکن اگر تمہاری طرف سے کوئی حرکت ہوئی تو یہ تمہارے حق میں نقصان دہ ہوگا۔ ورنہ آرام کرو۔" یہ کہہ کر وہ واپس مڑ گیا۔

میں نے اطمینان سے ہاتھوں کی رسی ڈھیلی کی اور ہاتھ آزاد کر لیے پھر میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ [illegible]

سے بند کمرہ تھا۔ چھت کے قریب ایک روشندان تھا لیکن تنگ سا۔ اور اس کے ذریعے فرار کی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی تھی۔

میں کمرے کی تلاشی لینے لگا۔ معمولی مسافرانہ فرنیچر تھا۔ اور اس میں مجھے کوئی خاص چیز نہیں ملی۔ میں تھک کر مسہری پر بیٹھ گیا۔ نجانے کتنی دیر گزر چکی تھی۔ لیکن اندازہ ہوتا تھا کہ کافی وقت گزر چکا ہے۔

جینی ہاک کے بارے میں ابھی تک کچھ نہیں معلوم ہو سکا تھا۔ اس کی چیخیں ابھی تک ذہن میں گونج رہی تھیں یقینی طور پر اس کے ساتھ بھی حادثہ پیش آیا ہے۔

میں دیر تک مختلف باتیں سوچتا رہا۔ کافی دیر کے بعد کچھ آہٹیں سنائی دیں اور میں چونک پڑا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ اور میں اسے کھولنا بھول گیا تھا۔ بہرحال میں نے دروازہ کھول دیا۔ اور تین آدمی اندر داخل ہو گئے۔ ان میں سے ایک خاصا تنومند

تھا۔

"اسے لے چلو۔" ان میں سے ایک نے کہا۔ انہوں نے میرے ہاتھ دوبارہ کس دیئے۔ لیکن میں نے خیال رکھا تھا اور اس بندش کو کھولنا میرے لیے مشکل نہیں تھا۔ لیکن میں صورت حال کا بغور جائزہ لے رہا تھا اور میں اس وقت تک کوئی خاص جدوجہد نہیں کرنا چاہتا تھا جب تک کہ اس کی شدید ضرورت نہ پیش آ جائے۔ دروازے سے باہر نکل کر وہ لوگ مجھے ایک سمت لے چلے تینوں آدمی میرے پیچھے تھے۔ قوی ہیکل لڑکا میری پشت پہ ہاتھ رکھ کر مجھے دھکیل رہا تھا۔ وہ کسی خاص جگہ مجھے لے جانا چاہتے تھے۔ بہر صورت میرے ہاتھ اب اتنی دقت میں نہیں تھے کہ آزاد نہ ہو سکتے۔

میں نے ان کا خیال رکھا تھا۔ وہ مجھے ایک اور ہال میں لے آئے جس میں داخل ہونے کے لیے مجھے ایک چوڑے دروازے سے گزرنا پڑا تھا۔ تینوں افراد بھی اندر آ گئے تھے اور انہوں نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا تھا۔ یہ جگہ اس قسم کی کارروائیوں کے لیے مناسب ترین تھی۔ کافی بڑا ہال تھا۔ بالکل خالی فرش پر قالین تک نہیں تھا۔ بس اوپری حصے میں چھوٹے چھوٹے روشندان بنے ہوئے تھے۔ چھت کے وسط میں ایک فانوس لٹکا ہوا تھا جس سے روشنی چھن رہی تھی۔ بند دروازے کے قریب وہ دونوں کھڑے ہو گئے۔ اور قوی ہیکل شخص مجھے دھکیلتا ہوا ہال کے بیچوں بیچ لے آیا۔ میں اب صورت حال سے نمٹنے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔ راجہ نواز اصغر کا ماتحت اگر ان لوگوں کے علم میں آ جاتا تو شاید ان خیالات میں وہ محتاط رہنے کی کوشش کرتے۔ لیکن ان کی بدقسمتی تھی۔ میں صورت حال سے نمٹنے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔ قوی ہیکل لڑکے نے اپنی کلائی کے چٹخے درست کیے اور مجھ سے چند گز کے فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔ دونوں نے ہاتھوں کے پیچھے پھیلا لیے، دفعتاً ان میں سے ایک شخص ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"ایک منٹ رکو! بہتر یہ ہے کہ ہم وہ پوزیشن کریں جس میں کوئی خرابی نہ ہو۔ ہاں دوست تو تم فیصلہ کر چکے ہو۔"

"کس سلسلے میں؟"

"جنگ کرو گے، یا ٹیٹی وان کا پتہ بتاؤ گے۔"

"کیا میں جنگ کرنے کی پوزیشن میں ہوں! دونوں بندھے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ جنگ کی جا سکتی ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"تو کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا کہ تم جلد ٹیٹی وان کا پتا بتا دو۔ تم لوگوں نے اسے اور ہمارے ساتھیوں کو اغوا کیا ہے۔ وہ ہمیں اس عمارت میں نہیں ملے جہاں تم تھے۔"

"تم میرے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"یہی کہ تم جیبی بالک کے پیچھے ہو۔" اس نے جواب دیا۔

"اگر جیبی کو جانتے ہو تو تم یہ نہیں جانتے ہو گے کہ وہ اپنے ساتھیوں سے کیا کام لیتی ہے۔"

"ہاں۔ ہاں کیوں نہیں۔ لیکن ٹیٹی وان کو اغوا کرنے کے سلسلے میں تمہارا ہی ہاتھ تھا۔ یہ بات مجھے معلوم ہو چکی ہے۔"

"یقیناً۔ میں اس سے انحراف نہیں کروں گا۔"

"تو پھر تمہیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ اسے کہاں قید کیا گیا ہے۔"

"ممکن ہے ایسا ہو لیکن یہ معلومات تم نے جیبی سے کیوں نہیں معلوم کیں؟"

"یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔ تم سے جو پوچھا جا رہا ہے اس کا جواب دو۔"

"میرا جواب یہ ہے کہ تم احمق ہو اور اپنی حماقتوں کے ساتھ ساتھ اب جو بیوقوفی کرو گے اس کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔"

"اوہ۔ تم۔ تم حد سے زیادہ بدتمیزی برت رہے ہو۔ جب تم نے اسے میرا کہیں کہہ دیا ہے تو پھر کیوں فضول باتیں کر رہے ہو۔ یہ ابھی سب کچھ بتا دے گا۔" قوی ہیکل شخص نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور وہ دونوں شانے ہلا کر پیچھے ہٹ گیا۔ قوی ہیکل شخص نے پھر پیچھے پھیلا دیئے اس کی چمکدار آنکھیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ لیکن اس وقت وہ حیرت زدہ ہو کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ جب اچانک میں نے اپنے بندھے ہوئے ہاتھ کھول کر اس کے آگے کر دیئے ریشمی ڈوری میں نے ایک طرف پھینک دی تھی۔ ان دونوں آدمیوں کے منہ بھی حیرت سے کھل گئے۔ انہوں نے رسی کی طرف دیکھا۔ لیکن اگر میں اس وقت ان کی حیرت سے فائدہ نہ اٹھاتا تو مجھ سے بڑا احمق اس روئے زمین پر دوسرا نہ ہوتا۔ میں نے اچھل کر ایک فلائنگ کک قوی ہیکل شخص کے سینے پر ماری اور وہ ایک دم سے بے بیلنس ہو گیا۔ اس سے قبل کہ وہ زمین پر گرتا، میں نے اسے پیچھے سے سنبھالا اور اس کا سر بغل میں دبا کر اس کی آنکھیں بری طرح رگڑ دیں۔ پھر اسے سیدھا کر کے ایک مکا اس کی ناک پر رسید کیا۔ قوی ہیکل شخص تڑپ کر پیچھے ہٹا تھا۔ آنکھوں اور ناک کی تکلیف نے اسے پاگل کر دیا۔ وہ سنبھلنے کی کوشش کے باوجود نہ سنبھل سکا اور پیچھے جا گرا۔ لیکن اس خوفناک آدمی کو چھیڑ دینا سخت حماقت تھی۔ اس دوران میں فیصلہ کر چکا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ میں نے اس کے اٹھنے کا انتظار کیا اور جونہی وہ کھڑا ہوا میری دونوں ٹانگیں اس کے سینے پر پڑیں جیسا کہ میرا اندازہ تھا، وہ دونوں اس کی لپیٹ میں آ جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس سے بچنے کی کوشش میں دونوں ہی دیوار سے بری طرح ٹکرائے۔ اور ان کے حلق سے کربناک آوازیں نکل گئیں۔ لیکن میں مشین بن گیا تھا۔ میں نے رکنا مناسب نہ سمجھا اور ان پر حملے کرتا رہا۔

دوسرے لمحے میں نے ان کے پستولوں پر جھپٹا مارا اور وہ دونوں پستول مجھے اپنے قبضے میں کرنے میں کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ دفعتاً عقب میں مجھے ایک ہلکا سا دھماکہ سنائی دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی بدبودار دھوئیں کا ایک مرغولہ ہوا میں بلند ہوا۔ اب مزید کوئی خاص بات نہیں تھی۔ میں نے دروازے کی طرف لپکنے کی کوشش کی لیکن گیس اتنی طاقتور تھی کہ اس نے مجھے چند قدم چلنے کی مہلت نہ دی۔ بے ہوشی اور پھر ہوش، یہ قید خانہ بھی خوبصورت تھا۔ میں دیر تک خیالات میں ڈوبا رہا۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ شدید بھوک لگ رہی تھی۔ میں نے دروازہ زور زور سے پیٹا تو کسی نے دروازہ کھول دیا۔ باہر ایک مقامی آدمی کھڑا تھا۔

"یس، یس، ڈیوڈ۔ کوئی خدمت؟"

"میں بھوکا ہوں۔"

"جی۔ ہاں۔ جی ہاں۔ آیئے ناشتہ لگ گیا ہے۔" اس نے کہا اور میں حیران رہ گیا۔ بہر حال میں اس کے ساتھ چل پڑا تھا۔ ایک چھوٹے سے کمرے میں ڈائننگ ٹیبل بچھی ہوئی تھی۔ اس پر بہترین ناشتہ لگا ہوا تھا۔ ایک خوبصورت سی لڑکی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔

"تم بہت دیر سے جاگنے کے عادی ہو گئے ہو ڈارلنگ، میں کب سے ناشتے پر تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔"

میں نے ایک لمحے کے لیے رک کر لڑکی کو دیکھا اور پھر خاموشی سے کرسی کھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ لڑکی مجھ سے اس طرح پیش آ رہی تھی جیسے پرانی شناسا ہو۔ لیکن اس کا چہرہ میرے لیے بالکل اجنبی تھا۔ ناشتہ کرتے ہوئے میں ذہن میں بہت سے منصوبے بناتا رہا۔ اور پھر میں نے فیصلہ کر لیا کہ ناشتے کے بعد اس لڑکی سے نمٹوں گا۔ خوب پیٹ بھر کر ناشتہ کیا تھا۔ کافی کے دو کپ پیے۔ لڑکی میرے سامنے موجود تھی۔ اس نے ابھی اپنی کافی خالی نہیں کی تھی۔ میں فارغ ہو گیا۔ اور پھر میں نے اطمینان سے ہاتھ بڑھا کر لڑکی کی گردن پکڑ لی۔ اس کے حلق سے تیز چیخ نکل گئی تھی۔

ایک دم اٹھا اور حملہ کر دیا۔

وہ اس پہل کی توقع نہیں رکھتے تھے۔ میں نے ان کی اس غفلت سے فائدہ اٹھایا چاقو والے کی کلائی پکڑ کر میں نے ایک خاص داؤ استعمال کیا اور اسے الٹ دیا۔ اگر دوسرا ادمی فوراً ہی مجھ پر حملہ کر دیتا تو ان میں سے ایک کو تو میں نے صاف کر دیا تھا۔ دوسرے کے منہ پر ہونے کی میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور دوسرے عمرا کے گھونسے نے اپنے ہی ساتھی کے دانت توڑ دیئے۔ میرا پہلا شکار بھی بکرا کر اپنے لگا۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"قصور میرا نہیں ہے دوست۔ تمہاری یہ حالت تمہارے ساتھی نے بنائی ہے۔"

دانت ٹوٹے ہوئے شخص نے غراتے ہوئے کچھ کہنے کی کوشش کی اور پھر چاقو سیدھا کر کے مجھ پر جھپٹ پڑا لیکن میں نے پہلا بھی بھرپور سے کام لیا اور ابھی پوزیشن اختیار کر لی کہ دوسرا حملہ آور بھی آڑ میں جا گرے۔

نیچے میں لمبا چاقو دوسرے لڑکی کے بازو میں پیوست ہو گیا تھا۔

"اوہ گئے۔ ہوش میں آ رہے ہو۔ ہے تمہارے ہی ہاتھوں سے یہیں ختم کرنے والا تھا لیے۔ رزق شخص نے چلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم نے خود بھی تو دوسرے ٹوٹی نے کہا لیکن میں نے اسی وقت اس کی کمر پر لات جما دی تھی۔ وہ بری طرح دیوار سے ٹکرایا لڑکی اچھل کر ایک طرف ہٹا دی گئی تھی۔

میں نہایت ہوشیاری سے انہیں مار تا رہا اور دونوں بہت زخمی ہو گئے۔ لڑکی بار بار اپنی جگہ بدل رہی تھی۔ پھر ایک بار اس نے دروازے کی طرف بڑھنے کی کوشش کی تو میں نے کہا۔

"نہیں ڈیئر۔ تم باہر نہیں جاؤ گی۔ ورنہ دوسری صورت میں مجھے تمہاری بھی یہی حالت بنانی پڑے گی۔" وہ خوفزدہ ہو کر دیوار سے چمٹ گئی تھی۔

دونوں آدمیوں کے حواس جواب دے گئے۔ میں نے ان میں سے ایک کا گریبان پکڑتے ہوئے کہا۔

"اب تم بتاؤ۔ جھپی ہوئی کہاں ہے بچہ۔"

"جہنم میں۔" اس نے جواب دیا اور بے ہوش ہو گیا۔ دوسرا پہلے ہی بے ہوش ہو چکا تھا۔

لڑکی کی آنکھیں خوف سے پھیلی ہوئی تھیں۔ وہ بار بار خشک ہونٹوں کو زبان سے تر کر رہی تھی۔

"تم مر گئے۔" اس کے حلق سے بے اختیار آواز نکلی۔

"ابھی مرضی سے مر گیا ہوں تو نہیں کہہ سکتا میں نے

ایسی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ میرے خدا۔" لڑکی چونک پڑی۔

"نہیں ڈیئر۔ اگر تم بے ہوش ہو گئیں تو مجھے چھوڑ کے تمہاری بھی گردن کاٹنی پڑے گی۔"

وہ چونک کر سیدھی ہو گئی تھی۔

"میں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ مجھ سے تعاون کرو اور مجھے اپنا وعدہ پورا کرنے دو دوسری شکل میں مجھے مجبور ہونا پڑے گا۔"

"مجھ سے کیا چاہتے ہو۔" اس نے خوفزدہ انداز میں کہا۔

"پہلا مسئلہ تو یہی ہے کہ میری خواہش ہے شیبو مار سے ملواؤ اور یہ کام کرو گی۔"

"ہاں۔ اگر اس سے ملاقات ہو گی۔"

"یہاں ایمونیا مل جائے گا۔"

"ہاں۔"

"ٹھیک۔ تو پھر اٹھو۔" اس نے کہا اور چند لمحات کے بعد میرا چہرہ میک اپ سے صاف ہو چکا تھا۔

"اب مجھے اجازت دو۔ یہاں سے دور نکلنے کے لیے مجھے کچھ کرنا پڑے گا۔"

"کیا۔"

"تمہیں کسی کمرے میں بند کرنا پڑے گا۔"

"یہ میرے حق میں بہتر ہوگا۔" وہ آہستہ سے بولی۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد میں نے اپنی کاروائی مکمل کر لی۔ میں لڑکی کا شکریہ ادا کر کے باہر نکل آیا۔

اس عمارت سے کافی دور آنے کے بعد میں نے اپنے اگلے اقدام پر غور کیا۔ اب کیا کرنا چاہیے۔ جتنی بات غائب ہو چکی تھی۔ انہوں نے مجھے اس کے بارے میں بتایا تھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ مجھے اس کی وجہ سے کافی مدد مل گئی تھی لیکن میرے خیال میں ابھی تک کام کی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ ہاں ایک خیال دل کو بار بار کھٹک رہا تھا۔ شیبو مار کون ہے۔ یہ جاننا چاہتا تھا دل میں بھی احساس تھا اور یہی خواہش مجھے اس کام کو مسلسل جاری رکھنے پر مجبور کر رہی تھی۔

لیکن بڑا صبر آزما کام تھا۔ ایک روز دل میں خیال آیا کہ لوگ مجھے یہاں کیوں روکتے رہتے ہیں۔ کیا اس جگہ سے ان کا کوئی تعلق ہے۔ میں چاہتا تو اب یہاں سے نکلنا میرے لیے مشکل نہیں ہوتا لیکن پوری تحقیق کر کے جانا چاہتا تھا۔

بالآخر میں اس سڑک پر آ گیا جہاں سے گزر کر یہاں پہنچا تھا۔ سڑک کے دونوں طرف خوبصورت درخت لگے ہوئے تھے۔ ان کے پس منظر میں چھوٹی چھوٹی عمارتیں تھیں۔ مکانوں کی کوئی ترتیب نہیں تھی جس کا جہاں دل چاہا تھا اس نے مکان بنا لیا تھا۔ عجیب سی جگہ تھی میں نے ایک ایسے علاقے کا انتخاب کیا جہاں وقت تک آبادی نہیں تھی۔ میں جانتا تھا کہ بہت جلد اگلی بہار نے پر میری تلاش شروع ہو جائے گی۔ اور اس کے بعد۔

بعد کے حالات میرے علم میں تھے شب بسری کے لیے ایک جگہ منتخب کر کے میں آرام سے لیٹ گیا۔ کافی فاصلے پر ایک روشنی نظر آ رہی تھی۔ میں روشنی پر نگاہ جمائے نہ جانے کیا کیا سوچتا رہا پھر اچانک میرے دل میں اس خواہش نے سر اٹھایا کہ اس روشنی کو قریب سے دیکھوں۔

عجیب سی خواہش تھی لیکن خود کو اس سے باز نہ رکھ سکا اپنی جگہ سے اٹھا اور اس طرف چل پڑا۔ کافی فاصلہ طے کرنا پڑا تھا لیکن بالآخر چنا لوں میں چھپے ہوئے اس خوبصورت مکان تک پہنچ گیا جس کے احاطے میں روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ احاطہ اتنا بلند نہیں تھا کہ اسے عبور کرنا مشکل ہوتا۔ میں اندر داخل ہو گیا۔ اور اس کے بعد پوری عمارت کا ایک چکر لگا لیے دیکھا۔ مجھے اندر داخل ہونے کے لیے کسی مناسب جگہ کی تلاش تھی۔ اور ابھی جگہ تلاش کرنے میں مجھے کوئی وقت نہیں ہوئی۔ جس کھڑکی سے میں اندر داخل ہوا تھا وہ ایک کمرے کی تھی۔

لیکن کمرہ خالی تھا۔ کمرے کا دروازہ کھول کر میں باہر نکل آیا سامنے ہی کچن تھا۔ قدم بے اختیار اس طرف اٹھ گئے۔

کچن میں مجھے کھانے کا سامان مل گیا۔ اور میں نے دل میں اپنے نادیدہ مہربان کا شکریہ ادا کر کے ضرورت کی چیزیں حاصل کر لیں جن کی سخت ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔

لیکن کھانے کے دوران کچن کے دروازے سے غافل ہو گیا تھا۔ جب اچانک وہاں کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تو میں چونکا۔

دروازے میں ایک عورت کھڑی تھی۔ اور یہ عورت بھرے بدن میں چھوٹی مہتابیوں سی رکھتے نگین میں نے اسے پہچان لیا تھا۔ یہ وہی تھی وہ میری اصلی شکل پہچانتی تھی اور اس وقت میں اصلی شکل میں تھا لیکن وہ اتنی پرسکون کیوں ہے۔

میں نے اپنے اعصاب پر قابو رکھا۔ وہ آہستہ سے بولی۔

"کافی بھوکے ہو۔" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"شکریہ۔"

"اس طرف بیٹھو میں بتاتی ہوں۔"

"خوب۔ کوئی نئی اسکیم۔"

"ملاقاتیں مت کرو۔" جو اس نے بڑی اپنائیت سے کہا اور مجھے بیٹھنے کی جگہ دے دی۔ پھر میں اسے کافی بناتے دیکھتا رہا اس کی ہر جنبش پر میری نگاہ تھی۔

کافی بنا کر اس نے دو پیالیوں میں انڈیلی اور میری طرف رخ کر کے بولی۔

"آؤ۔"

"عمارت میں کتنے افراد ہیں۔"

"میں تنہا ہوں۔"

"کیسے یقین کر لوں۔"

"جس طرح جی چاہے۔" اس نے جواب دیا۔ اور میں سوچنے لگا پھر میں نے کہا۔

"چلو ٹھیک ہے یہ بھی سہی۔" میں اس کے ساتھ چلتا ہوا ایک کمرے میں آ گیا۔

"سنو۔ اس وقت میں صرف ایک انسان ہوں۔ تمہیں مجھ سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ آرام سے بیٹھو۔ کافی پیو میری بات پر یقین کرو۔"

"بڑی دلچسپ بات ہے شیٹی وان۔ لوگ مجھ سے تمہارا پتہ پوچھتے رہے تھے اور تم یہاں موجود ہو۔"

"ضرور ایسا ہوا ہوگا۔"

"کیا بارے میں تمہیں کچھ معلوم ہو سکتا ہے۔"

"وہ بات جس کے بارے میں مجھے بھی کچھ معلوم نہیں ہے میں تمہیں کیسے بتا سکتی ہوں۔"

"مگر۔"

"تمہیں یقین نہیں اس کا ہر ایک ادھوری جان ہے۔ اور اس اس خیال سے ہم سب پھنسے ہیں۔"

"کچھ تفصیل ڈیئر۔"

"تم جانتے ہو کہ میں شیبو مار کی غلام ہوں۔"

"ہاں سنا تو ہے۔"

"اب شاید یہ بھی جان چکے ہو گے کہ خود جیتی بھی اس کی نمائندہ ہے۔"

"کیا۔" میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"نگو یہ نہیں جانتے کہ ہم دوسری جان ہیں۔"

"یہ کیسے ممکن ہے تم دونوں تو۔ تم میرا مطلب ہے۔" شیٹی وان آنکھیں بند کر کے ہنسنے لگی تھی۔

"ہاں ڈیئر۔ حقیقت یہی ہے۔ بڑے عجیب جذبات سے انہوں نے اپنے ساتھیوں کو اپنے دشمنوں کی حیثیت سے پہچانا

ہوا ہے تاکہ ان کے اصل دشمن ان سے رابطہ قائم کر کے اپنا پلان ان کے سامنے کھول دیں اور وہ طبیبان سے اپنے اصل دشمنوں سے آگاہ ہو جائیں۔"

"یہ سب سچ ہے؟"

"صرف سچ۔"

"میرا دل نہیں مانتا۔ ممکن ہے یہ سب تم گلشن ہاک کی حمایت میں کہہ رہی ہو۔"

"اس سے زیادہ میں اور کیا کہہ سکتی ہوں۔"

"آخر شیلو مار کیا ہے؟"

"ایک گروہ۔ ایک تنظیم۔"

"اس کا مقصد؟"

"ہر طرح کے جرائم۔"

"میرے ساتھ یہ سب کیوں ہو رہا ہے؟"

"یہ تم ہی بتا سکتے ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ کسی کی ذات میں اتنا نہیں الجھتے۔ تم سے انہیں یہ خاص دلچسپی کیوں ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ڈیڈی کون ہو اور وہ تم سے کیا چاہتے ہیں۔"

"کمال ہے ڈیڈی ٹیٹی وان۔ سب ہی جانتے ہیں کہ میں ایک آوارہ گرد ہوں۔ زندگی میں کوئی خاص کام نہیں کر رہا۔ وقت گزرنے کے لیے اور مالی مشکلات حل کرنے کے لیے، چھوٹے موٹے جرائم کر کے گزارہ کر رہا ہوں۔ لیکن ان حالات سے کبھی باز نہیں رہتا۔ میں خود بھی نہیں جانتا کہ یہ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔ جیکی ہاک خود ہی میری طرف متوجہ ہوئی تھی۔ تم نے بھی اس کے بارے میں کچھ تفصیلات مجھے بتائیں۔ میں اس قسم کے لوگوں میں سے نہیں ہوں جو صرف دولت کے لالچی ہوتے ہیں۔ جیکی ہاک نے مجھے اپنے ساتھ لگایا۔ اور پھر مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے وہ مجھ سے کچھ خاص تعلقات قائم کرنا چاہتی ہے۔ ابھی تک اس نے مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ تم سے دشمنی کا چکر بھی اس کا … ہوا تھا ورنہ تم جانتی ہو کہ میں ذاتی طور پر تم سے کوئی … نہیں رکھتا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔ وہ لوگ مجھ سے بھی سوال کر رہے تھے کہ ٹیٹی وان کہاں ہے۔ ظاہر ہے مجھے تمہارے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ جیکی ہاک نے تمہیں کہاں پہنچا دیا ہے۔"

"اب تو تم یہ سب کچھ جان چکے ہو۔ جیکی ہاک بھی شیلو مار کے لیے کام کر رہی ہے۔ لیکن تمہارے ساتھ یہ سب کیوں ہو رہا ہے۔ اس کا میں صحیح اندازہ نہیں لگا سکتی۔ ممکن ہے کہ وہ لوگ تم سے کچھ چاہتے ہوں۔ تمہاری کوئی اور حیثیت نہیں ہے۔"

"مثلاً؟" میں نے سوال کیا۔ اور ڈیٹی وان خشک نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"میں نہیں جانتی۔ دیکھو اب تک جو کچھ بھی ہوا ہے تم یقین کر سکو تو کر لینا کہ میرا اس سے کوئی ذاتی تعلق نہیں۔ مجھے امید ہے کہ تم میرے بارے میں غلط نہیں سوچو گے۔ چونکہ میں کیوں خود کو تنہا محسوس کر رہی ہوں۔ میں تم سے سچی بات کہہ رہی ہوں۔ حالات کا شکار ہو کر ان جرائم پیشہ افراد میں پھنس گئی۔ اور پھر اتنا ہی نکل آئی کہ یہ کیسی شکل ہو گئی ہے میں نے یہ زندگی اپنائی لیکن کبھی کبھی میرے دل میں … بھی پیدا ہوتی ہے اور میں چاہتی ہوں کہ لوگوں کے لیے کچھ کروں۔ میرا خیال ہے اسی جذبے نے مجھے تمہاری جانب مائل کر دیا۔ تم یقین کرو میں نے اس سے قبل تمہارے بارے میں سوچا تک نہیں تھا۔ بس میں چاہتی ہوں کہ تمہیں براہ راست میری ذات سے کوئی نقصان نہ پہنچے تو تم میرے خلاف کچھ نہ کرنا۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کا خیال رکھوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہارا تعلق کسی باقاعدہ گروہ سے تو نہیں ہے؟"

"نہیں ڈیئر۔ میں نے تمہیں جو کچھ بھی بتایا ہے وہی سچ ہے۔ لیکن یہ خیال تمہارے ذہن میں کیوں آیا؟"

"بس یونہی۔ میں سوچ رہی تھی کہ کہیں وہ یہی سوچ کر تو تمہاری طرف متوجہ نہیں ہیں۔"

"اگر ان کے دل میں یہ خیال ہے بھی تو وہ میرے بارے میں تحقیقات کر سکتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"پھر نہ جانے وہ تم سے کیا چاہتے ہیں؟"

"میں یہاں سے نکلنا چاہتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"کہاں جاؤ گے؟"

"بنکاک ہی کے کسی علاقے میں۔"

"اس میں تمہیں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ بہتر یہ ہے تم بنکاک چھوڑ دو۔ یہاں رہنا تمہارے حق میں بہتر نہیں ہو گا۔"

"لیکن میرے ذہن میں کچھ اور ہی خیال ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا؟"

"میں خود شیلو مار تک پہنچنا چاہتا ہوں۔"

"کیوں۔" اس کی وجہ؟"

"جیسا کہ میں تم سے کہہ چکا ہوں ڈیٹی وان کہ میں ایک آوارہ منش نوجوان ہوں۔ زندگی میں کبھی کوئی کام جم کر نہیں کیا۔ اگر شیلو مار کے گروہ میں مجھے جگہ مل جائے۔ تو میں اپنی زندگی کا ایک نیا دور شروع کر سکتا ہوں۔"

"ممکن نہیں ہے۔ بہت ہی مشکل ہے۔ وہ لوگ تمہارے خلاف سوچ رہے ہیں۔ اور تم۔ تم۔"

"اس کے باوجود میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں ان سے کیسے مل سکتا ہوں۔"

"اس کے لیے میں تمہیں ایک مشورہ دے سکتی ہوں لیکن تمام خطرات تمہارے سامنے ہونے چاہئیں۔"

"کہو۔"

"بنکاک میں روبن منزا اسلورہ کو ذہن میں رکھو۔ وہاں پہنچ کر تم شیلو مار والے سے ملاقات کر سکتے ہو۔ کس طرح یہ میں بھی نہیں بتا سکتی۔"

"روبن منزا اسلورہ۔"

"ہاں۔ لیکن ایک بات میں بھی تمہیں بتا دوں کہ اگر کسی سے تم نے یہ تذکرہ کیا کہ یہ نام تمہیں مجھ سے معلوم ہوا ہے تو پھر سمجھ لینا میری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ میں اگر تمہارے لیے نقصان دہ ثابت نہیں ہوں۔ تو تم بھی میری زندگی بچانے کی کوشش کرنا۔"

"اس کا وعدہ۔" میں نے کہا۔

"تمہارا شکریہ۔"

"اب مجھے اجازت دو۔" میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"اس وقت کہاں جاؤ گے؟"

"بس اب تمہارے مشورے کی روشنی میں آگے قدم بڑھاؤں گا اور اس کے لیے مجھے چھپنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ اس سے قبل میں چھپا پھرا ہوں۔ لیکن اب کیا فائدہ۔"

"ہاں۔ میں نے جو کچھ بھی کہا ہے یقین کرو بالکل درست ہے۔"

"بس تو مجھے بھی چلا جاؤں گا کوئی مشکل نہیں ہوگی۔"

"صبح ہو چلی ہے جا بارات۔ یہاں گزارو کہاں مارے مارے پھرو گے۔"

"نہیں ڈیٹی وان میرا ضمیر مجھے اس کی اجازت نہیں دے گا۔"

"کیوں۔" اس نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"اگر کسی نے مجھے یہاں سے نکلتے ہوئے دیکھ لیا تو تمہارے حق میں برا ہو گا۔ کم از کم میرے اندر اتنی شرافت موجود ہے کہ میں اپنے محسن کو کوئی تکلیف نہ دوں۔ یقینی طور پر تمہاری یہ پیشکش میرے لیے آرام دہ ہے۔ میں یہاں سو سکتا ہوں لیکن سونے کے بعد میں نہیں کہہ سکتا کہ میری کیا شکل بنے۔ روشنی ہو جانے، روشنی کے بعد میں کسی کی نگاہ سے نکلا تو دیکھ لیے جانے کے زیادہ امکانات ہوں گے۔"

"ہاں یہ صحیح ہے۔ وہ لوگ ابھی سوچیں گے کہ میں نے تمہیں حقیقت حال سے آگاہ کر دیا ہو۔"

"یقیناً ڈیئر۔ اور میں یہ بھی پسند نہیں کروں گا۔" میں نے کہا

"خدا حافظ۔ کاش میں اس سے زیادہ تمہاری کچھ مدد کر سکتی۔"

"او کے۔ خدا حافظ۔" میں مڑا اور ڈیٹی وان مجھے باہر تک چھوڑنے آئی۔ تھوڑی دیر تک میں پیدل چلتا رہا۔ پھر میں نے ایک جگہ آرام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ میں کافی فاصلے پر پہنچنے کے بعد ایک چٹان کی آڑ میں رات گزارنے کے لیے لیٹ گیا تھا۔ صبح کو اس وقت میری آنکھ کھلی جب کچھ لوگوں نے جھنجوڑ کر مجھے جگایا تھا۔ چار پانچ افراد تھے۔ اور گھور گھور کر مجھے دیکھ رہے تھے۔ میں آنکھیں ملتا ہوا اٹھ گیا۔

"کون ہو تم۔" ان میں سے ایک نے پوچھا۔

"تمہیں کیا نظر آتا ہے۔" میں نے جواباً کہا۔

"یہاں کیوں سو رہے تھے؟"

"بس یہ جگہ مجھے پسند آئی۔" میں مسکرا کر بولا۔

"اٹھو۔" ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا اور میرا بازو پکڑ کر مجھے اٹھا دیا۔ میں کسی قسم کی جدوجہد کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ مجھے کسی طرح شیلو مار تک پہنچنے کا موقع مل جائے۔ چنانچہ میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہاں۔ اب مجھے کیا کرنا ہے؟"

"آگے بڑھو۔" وہ بولا اور میں بڑے صبر و سکون کے ساتھ چل پڑا۔

"کہاں چلنا ہے؟"

"تمہیں اس سے غرض نہیں ہونا چاہیے۔"

"ٹھیک۔ واقعی مجھے اس سے غرض نہیں ہونی چاہیے۔" میں نے کہا اور ان کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ کافی فاصلے پر پہنچنے کے بعد وہ لوگ مجھے لیے ہوئے ایک عمارت میں داخل ہو گئے عمارت بہت شاندار تھی۔ میں ان کے ساتھ اس کمرے میں داخل ہوا جس کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔ کسی شاندار عمارت کا ڈرائنگ روم جس قدر عمدہ ہو سکتا تھا۔ اتنا ہی عمدہ یہ ڈرائنگ

اچانک سیاہ چہرہ اسکرین سے غائب ہو گیا۔ مجھے اس اتفاقی مختصر ملاقات پر شدید حیرت ہوئی تھی۔ جیتی پر بھی یہ تحیر طاری تھی۔ اس کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا تو وہ جھجکنے کے انداز میں مسکرا دی۔ میں گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ میرے ذہن میں کچھ عجیب سے خیالات جنم لے رہے تھے۔

ایک بار جیتی سے نگاہ ملی تو اس نے نظریں جھکا لیں۔

"جیتی۔"

"ہوں۔"

"کیا سوچ رہی ہو؟"

"کچھ بھی نہیں۔"

"غلط۔"

"کیا مطلب؟"

"تمہارے دل کی گہرائیوں میں کوئی بات ہے۔"

"کیا بات ہو سکتی ہے؟"

"اس کا جواب تمہارے پاس ہے۔"

"کوئی بات ہی نہیں تو پھر سوال و جواب کیا معنی رکھتا ہے۔" جیتی نے کہا۔

"میں نہیں مانتا۔"

"نہ جانے تم کیا سوچنے لگے۔"

"وہی جو تم سوچ رہی ہو۔"

"نہیں میں تو کچھ بھی نہیں سوچ رہی۔"

"یہ شیبو مارلو تھی۔"

"ہاں۔"

"ایسی ملاقات کی توقع نہیں تھی تمہیں؟"

"تمہارا کیا خیال تھا؟"

"تم نے بھی اس کا تذکرہ کیا تھا۔"

"میں نے تمہیں ایک بات اور بھی بتائی تھی۔"

"کیا؟"

"یہی کہ شیبو مارلو کے قریبی حلقے بھی اس کے بارے میں پوری طرح واقفیت کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ میں تو صرف ایک بات سوچ رہی تھی۔"

"کیا؟"

"یہی کہ تم اب ہمارے ساتھیوں میں شامل ہو گئے ہیں۔ تمہیں اس کے لیے مبارک باد پیش کرتی ہوں۔"

"شکریہ جیتی۔ لیکن تمہارا کیا خیال ہے شیبو مارلو سے یہ ملاقات اتفاقی نہیں ہے؟" جیتی کے انداز میں الجھی الجھی سی لفظ آئی اور پھر اس نے کہا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں گہری نگاہوں سے جیتی کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تمہیں خود اس بات کا احساس ہے جیتی کہ ایسی بات ہے شیبو مارلو کو صرف اس قدر مختصر ملاقات کے لیے مجھ سے رابطہ چاہتی تھی۔" میں نے کہا اور جیتی کی آنکھوں میں خوف کے تاثرات پیدا ہو گئے پھر وہ ہنس پڑی۔

"یہ پراسرار شخصیت ہم سب کے لیے ناقابل فہم ہے پتہ نہیں کیوں۔ پتہ نہیں کیوں۔"

"گویا کوئی خاص بات ہے نا۔"

"پلیز۔ تم مجھ سے یہ تمام سوالات نہ کرو۔ میرے خیال میں کوئی خاص بات نہیں ہے اس نے تمہیں اپنے ساتھیوں میں خوش آمدید کہہ دیا ہے۔ اس کا مقصد ہے کہ سب ٹھیک ہے اب تم حالات کا انتظار کرو۔ میرا خیال ہے یہ سب ہماری غلط فہمی بھی ہو سکتی ہے۔ شیبو مارلو نے ممکن ہے اس سے زیادہ گفتگو کرنا ضروری نہ سمجھا ہو۔"

"چلو ٹھیک ہے بہرطور میں اپنے طور پر مطمئن ہوں کہ تمہیں مجھے کسی بات کا کیا تردد ہو سکتا ہے۔"

"ہاں بالکل مطمئن رہو ... میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہیں ہر بات سے آگاہ رکھنے کے لیے۔" جیتی نے جواب دیا اور میں نے لاپروائی سے دونوں شانے ہلا دیے۔

اس کے بعد جیتی سے میری کوئی خاص گفتگو نہیں ہوئی باقی وقت سکون سے گزرا۔ دوسرے دن صبح میں نے جیتی کے ساتھ ہی ناشتہ کیا ابھی ہم ناشتے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تھی اور جیتی نے ریسیور اٹھا لیا۔ "ہیلو" کہا اور پھر مودب ہو گئی۔ دوسری طرف سے یقیناً کسی خاص شخصیت کی طرف سے فون موصول ہوا تھا۔ جیتی دیر تک گفتگو کرتی رہی۔ میں نے اس کے چہرے پر [illegible] دیکھا۔ اس نے جواب میں کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے مجھے اس گفتگو کے بارے میں کوئی تفصیل مل سکتی۔ اس کے بعد اس نے بہت مختصر کہہ کر ٹیلی فون بند کر دیا اور فون رکھنے کے بعد وہ میری طرف دیکھنے لگی اور پھر جھجکنے کے انداز میں مسکرا دی۔

"کیوں جیتی۔ کوئی خاص بات؟"

"نہیں کوئی خاص بات نہیں۔ بس مجھے کچھ دن کے لیے

تم سے علیحدہ ہونا پڑے گا۔"

"مطلب؟"

"کسی خاص کام سے مجھے بنکاک سے باہر بھیجا جا رہا ہے۔"

"اوہ! واپسی کب تک ہو گی؟"

"زیادہ عرصہ نہیں لگے گا لیکن پھر بھی صحیح وقت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔"

"مگر اس دوران میرا کیا ہو گا جیتی؟"

"تم ... اب یقیناً تمہیں ان تمام الجھنوں کی کیا ضرورت ہے آرام سے یہاں قیام کرو۔ اب تم باقاعدہ ہمارے ساتھی ہو اور تمہیں براہ راست بھی ہدایات ملتی رہیں گی۔" جیتی کہیں جانے کی تیاری کر کے کھانے سے پہلے چلی گئی۔ میں آرام سے اپنی اسی عمارت میں مقیم تھا۔ شیبو مارلو کی طرف سے کسی دوسرے اقدام کا انتظار تھا لیکن یہ بات دل میں مسلسل خلش پیدا کر رہی تھی۔ تقریباً گیارہ بج چکے تھے رات زندگی کی تمام مصروفیت سے فارغ ہو کر سونے کے لیے لیٹ گیا۔ نیند نہیں آ رہی تھی دفعتاً مجھے اپنے بیڈ روم کی کھڑکی پر ہلکی سی دستک سنائی دی۔ کوئی انگلی سے کھڑکی کا شیشہ بجا رہا تھا۔ میں چونک پڑا یہ کون ہو سکتا ہے میں نے بستر چھوڑ دیا اور کھڑکی کے پاس پہنچ گیا جس میں سلاخیں نہیں تھیں۔ میں نے کھڑکی کی چٹخنی کھول دی۔ باہر تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور اس تاریکی میں ایک سایہ نظر آ رہا تھا۔

"میں جینی ڈائن ہوں۔" ایک نسوانی آواز سنائی دی اور میں چونک پڑا۔

"براہ کرم لائٹ بند کر دو۔ پلیز جلدی۔" جینی نے کہا۔ میں نے تیزی سے پلٹ کر روشنی گل کر دی۔ جینی کھڑکی پھلانگ کر اندر آ گئی تھی۔

"اگر مناسب سمجھو تو یہ ہلکی روشنی کر دو ... دروازے بھی بند کر دو۔ میں مت بولو۔ ممکن ہے کوئی ہماری گفتگو سن لے۔" میں نے اس کی اس ہدایت پر بھی عمل کیا۔ جینی کی اس طرح آمد میرے لیے بڑی سنسنی خیز تھی۔ اس نے اندر داخل ہو کر خود ہی کھڑکی بند کر دی اور پھر میرا ہاتھ پکڑ کر صوفے کی جانب بڑھ گئی۔

"مجھے یقین ہے کہ تم میری نیت پر شک نہیں کرو گے میں اس وقت اپنی زندگی کا خطرہ مول لے کر تم تک پہنچی ہوں۔"

"خیریت۔ کوئی خاص بات ہے؟"

"دیکھو ڈیئر بعض اوقات انسان آنکھیں بند کر کے ایک دوسرے پر اعتماد کر لیتا ہے خواہ اس کے نتائج کچھ بھی کیوں نہ ہوں۔ تم بھی میری بات پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کر لو میں دل سے تمہاری دوست ہوں اور میں نے تمہارے لیے جان کی بازی لگا دی ہے۔"

"لیکن کوئی خاص بات ہے جینی؟" میں نے کہا۔

"ہاں مجھے اپنے بارے میں سب کچھ سچ سچ بتا دو۔ بھروسہ کرو گے جو سوالات میں کروں ان کے جواب دو۔"

"پوچھو۔"

"کیا تمہارا نام راجہ نواز اصغر ہے؟" اس نے کہا اور یہ الفاظ میرے بدن میں سنسنی پھیلا گئے۔ مجھے اپنی کھوپڑی ہوا میں اڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ [illegible] میں نے ... لگائی اور خود کو سنبھال کر کہا۔

"راجہ نواز اصغر۔ میں سمجھا نہیں جینی ڈائن۔"

"سنو ڈیئر اگر تم واقعی راجہ نواز اصغر ہو تو کم از کم مجھے اپنے بارے میں بتا دو۔ میں شدید ذہنی بحران کا شکار ہوں اور اگر تم راجہ نواز اصغر نہیں ہو تو پھر کسی قسم کے تردد کی ضرورت نہیں ہے۔"

"مگر راجہ نواز اصغر کون ہے اور تم اس کے بارے میں کیا جانتی ہو؟"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ یقین کرو میں کچھ نہیں جانتی لیکن بلند [illegible] تمہیں راجہ نواز اصغر سمجھا جا رہا ہے اور اگر تم راجہ نواز اصغر ہو تو پھر..."

"فرض کرو اگر میں راجہ نواز اصغر ہوں تو؟"

"فرض نہیں کروں گی۔ تم مجھے ٹھوس لہجے میں جواب دو۔"

"ٹھیک ہے جینی ڈائن اگر یہ بات ہے تو پھر مجھے یہ کہنے میں کوئی عذر نہیں ہو گا کہ میں راجہ نواز اصغر ہوں۔"

"ترلوکا نامی کسی شخص کو جانتے ہو؟" جینی ڈائن نے دوسرا وار کیا۔ لیکن میں اب ہر قسم کے وار کے لیے تیار تھا۔

"ہاں جانتا ہوں۔"

"وہ امریکہ میں مقیم تھا۔ کیا تم بھی امریکہ میں رہے ہو؟"

"جینی ڈائن میں نے تم سے اعتراف کر لیا ہے کہ میں راجہ نواز اصغر ہوں۔ میں نے یہ بھی کہا ہے کہ میں ترلوکا کو جانتا ہوں۔ اس کے بعد تو کم از کم تمہیں اس سلسلے میں تفصیلات بتا دینی چاہئیں۔"

"ضرور۔ میں ضرور بتاؤں گی۔ جیتی اب تمہیں شیبو مارلو کے ساتھ شامل کرنے کے لیے شدید کوششیں کی جا رہی ہیں جیسا کہ تمہیں بتا چکی ہوں کہ وہ حسن پرست عورت ہے اور تم سے بہت متاثر ہو گئی ہے۔ اس کی کوششوں نے شیبو مارلو کو تمہاری جانب متوجہ کر دیا ہے اور شاید کچھ وقت پہلے تم شیبو مارلو

اچانک سیاہ چہرہ اسکرین سے غائب ہو گیا۔ مجھے اس انتہائی مختصر ملاقات پر شدید حیرت ہوئی تھی۔ جینی پاس ہی بیٹھی نظر آ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا تو وہ پھیکے سے انداز میں مسکرا دی۔ میں گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ میرے ذہن میں کچھ عجیب سے خیالات جنم لے رہے تھے۔

ایک بار جینی سے نگاہ ملی تو اس نے نظریں جھکا لیں۔

"جینی۔"

"ہوں۔"

"کیا سوچ رہی ہو؟"

"کچھ بھی نہیں۔"

"غلط۔"

"کیا مطلب؟"

"تمہارے دل کی گہرائیوں میں کوئی بات ہے۔"

"کیا بات ہو سکتی ہے؟"

"اس کا جواب تمہارے پاس ہے۔"

"کوئی بات ہی نہیں تو پھر سوال و جواب کیا معنی رکھتا ہے۔" جینی نے کہا۔

"میں نہیں مانتا۔"

"نہ جانے تم کیا سوچنے لگے۔"

"وہی جو تم سوچ رہی ہو۔"

"میں میں تو کچھ بھی نہیں سوچ رہی۔"

"یہ شیبو مارلو تھی؟"

"ہاں۔"

"ایسی ملاقات کی توقع نہیں تھی مجھے۔"

"تمہارا کیا خیال تھا؟"

"تم نے ہی اس کا اشارہ کیا تھا۔"

"میں نے تمہیں ایک بات اور بھی بتائی تھی۔"

"کیا؟"

"یہی کہ شیبو مارلو کے قریبی حلقے بھی اس سے پوری طرح واقفیت کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ میں تو صرف ایک بات سوچ رہی تھی۔"

"کیا؟"

"یہی کہ تم اب ہمارے ساتھیوں میں شامل ہو گئے ہو، میں تمہیں اس کے لیے مبارک باد پیش کرتی ہوں۔"

"شکریہ جینی۔ لیکن تمہارا کیا خیال ہے شیبو مارلو سے یہ ملاقات آخری نہیں ہے۔" جینی کے انداز میں ایک ہچکچاہٹ نظر آئی اور پھر اس نے کہا۔

"نہیں، ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔" میں گہری نگاہوں سے جینی کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تمہیں خود اس بات کا احساس ہے جینی کہ ایسی بات ہے۔ شیبو مارلو کو صرف اس قدر مختصر ملاقات کے لیے مجھ سے رابطہ چاہتی تھی؟" میں نے کہا اور جینی کی آنکھوں میں خوف کے نشانات پیدا ہو گئے۔ پھر وہ کہنے لگی۔

"وہ پراسرار شخصیت ہم سب کے لیے ناقابل فہم ہے۔ پتہ نہیں کیوں۔ پتہ نہیں کیوں۔"

"گویا کوئی خاص بات ہے ہی۔"

"پلیز، تم مجھ سے یہ تمام سوالات نہ کرو۔ ویسے میرا خیال ہے کہ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ اس نے تمہیں اپنے ساتھیوں میں خوش آمدید کہہ دیا ہے۔ اس کا مقصد ہے کہ سب ٹھیک ہے۔ اب تم حالات کا انتظار کرو۔ میرا خیال ہے یہ سب ہماری [illegible] بھی [illegible] ہے۔ شیبو مارلو نے گفتگو ہی اس سے زیادہ گفتگو کی ضرورت ہی نہیں ہو گی۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ بہر طور میں اپنے طور پر مطمئن ہوں کہ ایسے مجھے کسی بات کا کیا تردد ہو سکتا ہے۔"

"ہاں۔ بالکل مطمئن رہو اور پھر میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہیں ہر بات سے آگاہ رکھنے کے لیے۔" جینی نے جواب دیا اور میں نے لاپروائی سے دونوں شانے ہلا دیے۔

اس کے بعد جینی سے میری کوئی خاص گفتگو نہیں ہوئی۔ باقی وقت سکون سے گزرا۔ دوسرے دن صبح میں نے جینی کے ساتھ ناشتہ کیا۔ ابھی ہم ناشتے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ ابھی جینی نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا اور پھر خاموش ہو گئی۔ دوسری طرف سے اسے کسی خاص شخصیت کی طرف سے ہدایت موصول ہوا تھا۔ جینی دیر تک گفتگو کرتی رہی۔

میں نے اس کے چہرے پر کچھ الجھن دیکھی۔ اس نے جواب میں کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے مجھے اس گفتگو کے بارے میں کوئی تفصیل [illegible] چل سکتی۔ اس کے بعد اس نے بہت [illegible] کر ٹیلی فون بند کر دیا۔ ٹیلی فون رکھنے کے بعد وہ میری طرف دیکھنے لگی اور پھر پھیکے سے انداز میں مسکرا دی۔

"کیوں جینی۔ کوئی خاص بات؟"

"نہیں کوئی خاص بات نہیں۔ بس مجھے کچھ دن کے لیے تم سے علیحدہ ہونا پڑے گا۔"

"مطلب؟"

"کسی خاص کام سے مجھے بنکاک سے باہر بھیجا جا رہا ہے۔"

"اوہ! واپسی کب تک ہو گی؟"

"زیادہ عرصہ نہیں لگے گا۔ لیکن پھر بھی صحیح وقت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔"

"گویا اس دوران میں تنہا رہوں گا جینی۔"

"آپ [illegible] بھلا تمہیں الگ قیام [illegible] کی کیا ضرورت ہے۔ آرام سے یہاں قیام کرو۔ اب تم باقاعدہ ہمارے ساتھی ہو اور تمہیں براہ راست بھی ہدایات ملتی رہیں گی۔" جینی ایک اٹیچی وغیرہ لے کر پہلے چلی گئی۔ میں آرام سے اپنی عادت میں مقیم تھا۔ شیبو مارلو کی طرف سے کسی دوسرے اقدام کا انتظار تھا۔ لیکن یہ بات دل میں مسلسل خلش پیدا کر رہی تھی۔ [illegible] زندگی کی تمام ضروریات سے فارغ ہو کر سونے کے لیے لیٹ گیا۔ نیند نہیں آ رہی تھی۔ دفعتاً مجھے اپنے بیڈروم کی کھڑکی پر ہلکی سی دستک سنائی دی۔ کوئی انگلی سے کھڑکی کا شیشہ بجا رہا تھا۔ میں چونک پڑا۔ کون ہو سکتا ہے؟ میں نے بستر چھوڑ دیا اور دبے قدموں اس کھڑکی کے پاس پہنچ گیا۔ جس پر [illegible] نہیں تھی۔ میں نے کھڑکی کی چٹخنی کھول دی۔ باہر نیلی روشنی پھیلی ہوئی تھی اور اس میں ایک سایہ نظر آ رہا تھا۔

"میں ٹینی وان ہوں۔" ایک نسوانی آواز سنائی دی اور میں چونک پڑا۔

"براہ کرم لائٹ بند کر دو۔ پلیز جلدی!" ٹینی نے کہا اور میں نے پھرتی سے پلٹ کر روشنی گل کر دی۔ ٹینی کھڑکی پر چڑھ کر اندر آ گئی تھی۔

"اگر [illegible] روشنی [illegible] میں مت [illegible] لیکن ہے کوئی ہماری گفتگو سن لے۔" میں نے اس کی اس ہدایت پر بھی عمل کیا۔ ٹینی کی اس طرح آمد میرے لیے بڑی سنسنی خیز تھی۔ اس نے اندر داخل ہو کر خود ہی کھڑکی بند کر دی اور پھر میرا ہاتھ پکڑ کر صوفے کی جانب بڑھ گئی۔

"مجھے یقین ہے کہ تم میری آمد پر شک نہیں کرو گے۔ میں اس وقت اپنی زندگی کا خطرہ مول لے کر تم تک پہنچی ہوں۔"

"خیریت ٹینی، کیا بات ہے؟"

"دیکھو ڈیئر، بعض اوقات انسان آنکھیں بند کر کے ایک راستے پر چل پڑتا ہے۔ خواہ اس کے نتائج کچھ ہی کیوں نہ ہوں۔ تم بھی یہی بات [illegible] آنکھیں بند کر کے [illegible] میں دل سے تمہاری دوست ہوں اور میں نے تمہارے لیے جان کی بازی لگا دی ہے۔"

"یقیناً کوئی خاص بات ہے ٹینی۔" میں نے کہا۔

"ہاں مجھے اپنے بارے میں سب کچھ سچ سچ بتا دو یا پھر یوں کرو کہ جو سوالات میں کروں ان کے مجھے جواب دو۔"

"پوچھو۔"

"کیا تمہارا نام راجہ نواز اصغر ہے؟" اس نے کہا اور ایک لمحے کے لیے میرے بدن میں سنسنی پھیل گئی۔ مجھے اپنی کمزوری کا [illegible] محسوس ہو رہی تھی [illegible] پر قابو پانے میں میں نے [illegible] لگائی اور خود کو سنبھال کر کہا۔

"راجہ نواز اصغر، میں سمجھا نہیں ٹینی وان۔"

"سنو ڈیئر، اگر تم واقعی راجہ نواز اصغر ہو تو کم از کم مجھے اپنے بارے میں بتا دو۔ میں شدید ذہنی بحران کا شکار ہوں اور اگر تم راجہ نواز اصغر نہیں ہو تو پھر کسی قسم کے تردد کی ضرورت نہیں ہے۔"

"مگر راجہ نواز اصغر کون ہے اور تم اس کے بارے میں کیا جانتی ہو؟"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ یقین کرو میں کچھ نہیں جانتی۔ لیکن [illegible] پر تمہیں راجہ نواز اصغر سمجھا جا رہا ہے اور اگر تم راجہ نواز اصغر ہو تو پھر؟"

"فرض کرو اگر میں راجہ نواز اصغر ہوں تو؟"

"فرض نہیں کروں گی۔ تم مجھے ٹھوس لہجے میں جواب دو۔"

"ٹھیک ہے ٹینی وان اگر یہ بات ہے تو پھر مجھے یہ کہنے میں کوئی دقت نہیں ہو رہی کہ میں راجہ نواز اصغر ہوں۔"

"تربوکا نامی کسی شخص کو جانتے ہو؟" ٹینی وان نے دوسرا وار کیا۔ لیکن میں اب ہر قسم کے وار کے لیے تیار تھا۔

"ہاں جانتا ہوں۔"

"وہ امریکہ میں مقیم تھا۔ کیا تم بھی امریکہ میں رہے ہو؟"

"ٹینی وان میں نے تم سے اعتراف کر لیا ہے کہ میں راجہ نواز اصغر ہوں۔ میں نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ میں تربوکا کو جانتا ہوں۔ اس کے بعد کم از کم تمہیں اس سلسلے میں تفصیلات بتا دینی چاہئیں۔"

"ضرور۔ میں ضرور بتاؤں گی۔ دراصل [illegible] نے تمہیں شیبو مارلو کے ساتھ شامل کرنے کے لیے شدید کوشش کی تھی۔ میں جیسا کہ تمہیں بتا چکی ہوں کہ [illegible] پرست عورت ہے اور تم سے بہت متاثر ہو گئی ہے۔ اس کی کوششوں نے شیبو مارلو کو تمہاری جانب متوجہ کر دیا ہے۔ اور شاید کچھ وقت پہلے تم شیبو مارلو

سے خیالات تھے۔ چند لمحات میں سوچتا رہا اور اس کے بعد میں نے دل ہی دل میں ایک فیصلہ کرلیا۔ میں نے سوچا کہ جینی پاک سے خود ہی ملاقات کرلی جائے۔ چنانچہ تھوڑی سی کوشش کے بعد میں نے اپنے ذہن میں ایک پروگرام ترتیب دے لیا اور اس کے بعد میں اس عمارت سے باہر نکل آیا۔ خاصے عرصے کے بعد میں نے یہاں سے دور نکلنے کا فیصلہ کیا تھا۔ لیکن میں اس فیصلے سے غیر مطمئن نہیں تھا۔ جینی پاک کی رہائش گاہ کے بارے میں مجھے معلومات حاصل تھیں۔ لیکن اس وقت میں ایک نئی حیثیت سے اس کی رہائش گاہ کی طرف جارہا تھا۔ طویل فاصلہ طے کرنے کے بعد میں بینکاک کے اس علاقے میں پہنچ گیا جہاں جینی پاک کی رہائش گاہ تھی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں اندر داخل ہوگیا۔ جینی پاک اپنے کمرے کے اندر موجود تھی۔ اس نے مجھے دیکھا اور اس کی حالت خراب ہوگئی۔ وہ بے اختیار اٹھ کر کھڑی ہوگئی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھر آئے تھے۔ پھر اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔۔۔

"اوہ۔۔۔ جناب۔۔۔ جناب۔۔۔ میں۔۔۔ میں۔۔۔"

"کوئی بات نہیں جینی میں نے سوچا کہ تم سے خود ہی ملاقات کرلوں۔" میں نے جواب دیا۔

"جناب۔۔۔ میں انتہائی معذرت خواہ ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر قبل مجھے مشیو ماریو کی طرف سے کچھ پیغامات براہ راست موصول ہورہے تھے۔"

"کیا۔۔۔؟"

"یہ کہ مسٹر ترلوکا یہاں پہنچ گئے ہیں، اور راجہ نواز اصغر کے سلسلے میں ملنے کے بعد ان کی کیفیت انتہائی پریشان کن ہے۔ وہ ہر قیمت پر راجہ نواز اصغر کو تلاش کرلینا چاہتے ہیں۔۔۔"

"ہوں۔۔۔ بہرطور اس سلسلے میں تمہارے پاس کوئی منصوبہ ہے۔ میں اس کی تفصیلات معلوم کرنے کے لئے تم تک پہنچا ہوں۔۔۔"

"آپ نے کیوں زحمت کی مجھے بلا لیا ہوتا۔ مسٹر گرانڈ براہ کرم آپ کیا پینا پسند کریں گے۔۔۔"

"کوئی ٹھنڈا مشروب۔۔۔" "ٹھیک ہے لاتی ہوں" وہ خود ہی باہر نکل گئی۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی جینی پاک کی کوٹھی کے بارے میں مجھے تمام تفصیلات معلوم تھیں۔ چنانچہ مجھے یہاں زیادہ خطرہ نہیں تھا۔ اس کے باہر نکلتے ہی میں نے جیب سے چھوٹی سی شیشی نکالی اور ایمونیا کی پھواریں اپنے چہرے پر جانے لگا۔ جینی جب تک واپس آئی میں نے اپنا میک اپ ختم کردیا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے رخ بھی بدل لیا تھا۔ چند لمحات کے بعد جینی پاک واپس آگئی۔ وہ میرے عقب سے نکل کر میرے سامنے آئی اس کی نگاہ میرے چہرے پر نہیں پڑی تھی پھر وہ گردن جھکا کر میرے سامنے بیٹھ گئی۔۔۔

"میں آپ کی آمد سے انتہائی۔۔۔" ابھی اس نے اتنے ہی جملے کہے تھے کہ اس کی نگاہیں میری طرف اٹھ گئیں اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ جینی کی کیفیت میرے خیال کے مطابق تھی۔ وہ صوفے سے اٹھنے کی کوشش کرنے لگی لیکن میں کامیاب نہ ہوسکی۔ اس کے بدن پر لرزہ طاری ہوگیا تھا۔

"جملہ پورا کرو جینی پاک" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ جینی کی آواز بند ہوگئی۔ دیر تک وہ کچھ نہ بول سکی تو میں نے گہری سانس لے کر کہا۔۔۔

"تمہارے پاس آنا ضروری تھا جینی کیونکہ اب ترلوکا بھی میدان میں آگیا ہے اور تم کوئی منصوبہ پیش کرنے والی تھیں۔ میرے لئے یہ وہ منصوبہ کیا تھا۔ مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں اپنی زندگی کی گندگی بہا دینے کا خواہش مند ہوں، شاید تم نے راجہ نواز اصغر کے بارے میں پوری تفصیلات نہیں معلوم کیں۔ ورنہ تم اپنا کوئی بھی منصوبہ اس کے لئے نہ پیش کرتیں۔ جینی پاک میں صرف اس لئے آیا ہوں کہ تمہیں سب سے پہلے تمہارے منصوبوں سمیت دفن کردوں۔۔۔"

"سنو۔۔۔ سنو راجہ نواز اصغر۔۔۔ بات تو سنو۔۔۔ میں۔" لیکن وہ دہشت زدہ انداز میں کھڑی ہوگئی۔ لیکن مجھ پر جنون طاری ہوگیا تھا۔ میرا ہاتھ سامنے سے اس کی گردن پر پڑا اور اس کی چیخ بھی نہ نکل سکی۔ میں نے دوسرے ہاتھ میں اس کی گردن کی ہڈی توڑ دی اور وہ لہرا کر فرش پر گر پڑی تھوڑی دیر تڑپنے کے بعد اس نے دم توڑ دیا۔ اور میں اس کی موت کا یقین کرکے وہاں سے نکل آیا۔ یہاں میرا کام اتنا ہی تھا۔ باہر کھڑے ہوئے لوگوں میں سے چند نے مجھے تعجب سے دیکھا لیکن روکنے کی جرأت کسی نے نہیں کی تھی۔ میرا ذہن ہلکا پھلکا محسوس ہورہا تھا۔ اس کے بعد میں واپس نہیں پہنچا بلکہ میں نے بینکاک کے ایک چھوٹے سے ہوٹل میں قیام کیا۔ رات بڑی پرسکون نیند آئی تھی۔ لیکن دوسری صبح ناشتے کی میز پر میرا ذہن ترلوکا میں الجھا ہوا تھا۔ مشیو ماریو اور ترلوکا مل گئے ہیں۔ لیکن مشیو ماریو آخر ہے کون۔ بہت کچھ سوچتا رہا تھا میں اس کے بارے میں۔۔۔

ایلن گرانڈ کا کردار میرے لئے بالکل محفوظ تھا۔ لیکن ان تمام کوششوں کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی اندازہ لگا رہا تھا کہ مشیو ماریو اور ترلوکا اب میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے۔ ذہن کے بے شمار خانے کھل گئے ہوں گے اور یہ حقیقت نگاہوں سے دور نہیں تھی کہ ترلوکا کا شیطانی ذہن بہتر انداز میں سوچتا ہے۔ اور وہ صحیح فیصلے کرنے پر قادر ہے وہ جانتا ہے کہ راجہ نواز اصغر کی سوچ کہاں تک جاسکتی ہے اور راجہ نواز اصغر کس انداز میں کام کرسکتا ہے۔ ان لوگوں کے ذہنوں میں سو فیصدی یہی خیال ہوگا کہ میں ان کے درمیان ہی کھیل رہا ہوں۔ جینی پاک، ٹیگی وان اور دوسرے ایسے کردار میرے سامنے آئے تھے جن سے بہر طور کسی نہ کسی طرح ترلوکا میرے بارے میں نتیجہ اخذ کرسکتا تھا۔ ٹیگی وان بلاشبہ میری مددگار ثابت ہوئی تھی۔ لیکن میں اس کی زندگی کو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔ اور اس کا یہی طریقہ تھا کہ اسے اپنے معاملات میں زیادہ الجھانے کی کوشش نہ کروں۔ سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہوسکے میں اپنے آپ کو کچھ عرصے کے لئے ترلوکا کی نگاہوں سے محفوظ کرلوں۔ کیونکہ ظاہر ہے ترلوکا اس وقت انتہائی شدت کے ساتھ میری تلاش میں مصروف ہوگا اور یقیناً ان تمام چیزوں کو تہ نگاہ رکھے گا جو میرے لئے خطرناک ہوسکتی ہیں۔ چنانچہ بہتر یہ ہے کہ میں کچھ وقت کے لئے ترلوکا کی ہنگامہ آرائیاں معطل کردوں۔ اور کوئی بھی ایسی شکل اختیار کرلوں جس سے ترلوکا بینکاک میں میری تلاش میں ناکام ہوجائے۔ اس طرح اپنا طویل وقت یہاں صرف کرکے وہ پریشانیوں کا شکار ہوجائے گا۔ اور یہ پریشانیاں اسے ذہنی طور پر متاثر کریں گی۔ لیکن کوئی ایسا کردار ایسی شخصیت حاصل کرنے کے لئے مجھے یہاں کے ماحول میں اپنے آپ کو ضم کرنا ہوگا۔ اور میں اس کے لئے صحیح فیصلے کرنے لگا۔ مشیو ماریو کو کم از کم اس وقت تک نظر انداز کرنا ضروری تھا جب تک ترلوکا یہاں پر اس کی سرپرستی کررہا ہے۔ بڑا ہی مناسب فیصلہ تھا اور میں اس فیصلے سے کافی حد تک مطمئن تھا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بینکاک کی زندگی میں اپنے آپ کو کس طرح ضم کیا جائے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ چند روز اسی طرح خاموشی سے گزار دیے جائیں۔ بدلی ہوئی شکل میں کوئی مجھے یہاں پہچان تو نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ کوئی ایسی راہ اختیار کی جائے جہاں خاموشی کے یہ لمحات سکون سے گزر جائیں۔

بہت کچھ سوچا اس بارے میں کوئی صحیح فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا پھر ذہن میں ایک خیال ابھر آیا۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

ماضی، بیتی ہوئی یادیں، گزرے ہوئے واقعات نواز اصغر کی زندگی انوکھی تھی۔ کیا کچھ نہیں تھا اس زندگی میں کتنے الٹ پھیر تھے۔ کتنی انوکھی کہانیاں جنم لی ہوئی تھیں، ایک بار پھر وہی کہانیاں دہرانے کو جی چاہا۔ کیوں نہ خود کو ماضی کے سپرد کردوں اور اس کے مزے لوں۔

دل کو یہ بات خوب لگی۔ میں حال کو بھول جانا چاہتا تھا۔ بالکل بھول جانا چاہتا تھا۔ اور اس کے لئے ماضی کا سہارا ہی سب سے اچھا تھا۔ دل اس بات پر جم گیا۔ ہپی آوارہ گردوں کے لئے بینکاک میں سب کچھ تھا۔ بے شمار کیمپنگ تھے جن کے بارے میں معلوم کرلینا مشکل نہیں تھا۔ اس فیصلے پر دل خوب جم گیا۔ میں جانتا تھا کہ ان کے لیل و نہار بھی جوں کے توں ہوں گے۔ کوئی تبدیلی نہ ہوئی ہوگی ان میں۔ میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ اپنی شخصیت کو بالکل بھول جاؤں گا اور وہی پرانا نواز زندہ کرلوں گا۔ جو صرف ہنسنا اور ہنسانا جانتا تھا۔ جس کے گٹار میں آوارہ گردوں کے لئے خوشیوں کے پیغام پوشیدہ ہوتے تھے۔ اس فیصلے پر پوری طرح عملدرآمد کرنے کے لئے میں ایک بازار میں نکل آیا۔ اور پھر سازوں کی ایک دوکان سے اپنی پسند کا ایک خوبصورت گٹار خریدنے کے بعد میں نے اپنے آپ کو آوارہ گردوں کے روپ میں ڈھال لیا۔۔۔

بینکاک کی سڑکوں اور گلیوں میں ایسے آوارہ گردوں کی کمی نہیں تھی۔ ایسے منچلے جو زندگی کی ہنگامہ خیزیوں سے لاپرواہ ادھر ادھر یہاں جگہ جگہ موجود تھے۔ اور کسی ایک نئے آدمی کا اضافہ کسی کو چونکانے کا باعث نہیں ہوسکتا تھا۔ چنانچہ اس نئی دنیا میں داخل ہونے کے لئے میں نے لوگوں کے کیمپنگ کے راستے معلوم کئے اور پھر ایک کیمپنگ کی جانب چل پڑا۔

کوئی ساتھی نہیں تھا۔ صرف گٹار میری زندگی کا ساتھی بنا ہوا تھا۔ اس وقت جس کیمپنگ میں داخل ہوا اس کا ماحول میرے لئے اجنبی نہیں تھا۔ وہی زندگی سے بے اعتنائی، وہی خوبصورتی سب نے اپنی اپنی دنیا الگ بنا رکھی تھی۔ موسیقی، رقص، گیت، ہر شخص آزاد تھا۔ کسی پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ بس جیب میں رقم ہونا شرط تھی۔ ہر شے دستیاب ہوجاتی تھی۔

میں نے بھی اپنے لئے ایک گوشہ منتخب کرلیا اور وہاں ایک پھول سی چھولداری لگالی۔ آوارہ گردوں کے غول کے غول

میرے اطراف میں بھٹک رہے تھے۔ اُن کی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ میرا ذہن خیالات میں ڈوب گیا۔ یاد آنے کو تو بہت سی باتیں یاد آ رہی تھیں، ماضی کا ایک سرا میرے سامنے آتا اور میرے ہاتھ بے اختیار اُس کی جانب بڑھ جاتے۔ جی چاہتا کہ گزرے ہوئے وقت کو گرفت میں لے لوں اور وہ سب کچھ میرے سامنے آ جاتے میری آنکھیں خوابناک انداز میں پھیل گئیں اور آوارہ گردوں کے غول کے غول ایک دوسرے میں مدغم ہو گئے اور ان سے ایک تصویر ابھرنے لگی، ایک ایسی تصویر جو میرے لئے بڑی دل گداز تھی ——

میرے کان اِن آوازوں سے آشنا تھے، وہ لمحات وہ ماحول زندگی کا حسین ترین ماحول تھا، اور میں اپنے آپ کو اُس کی گرفت سے نہ بچا سکا۔

”میں ایک پرابلم میں پھنس گیا ہوں۔ اُستاد“ مسر وارے نے کہا۔

”کیا بات ہے ——؟“

”وہ لڑکی ہے نا ——“

”ہاں ہاں ——“

”بمشکل تمام اس سے جان چھڑائی ہے ——“

”کب —— ؟“

”ابھی تھوڑی دیر قبل میرے ساتھ تھی ——“

”ویری گڈ —— کیا کہہ رہی تھی ——؟“

”اُسے اچانک مجھ سے شدید عشق ہو گیا ہے ——“

”اچانک کیوں ——؟“

”میرا مطلب ہے کہ پہلے وہ صرف مجھ سے متاثر تھی، اب وہ مجھ سے عشق کرنے لگی ہے۔“

”اور موجودہ صورتِ حال کیا ہے ——؟“

”یہ کہ میرے بغیر زندہ نہیں رہ سکے گی ——“

”یہ تو تشویش کی بات ہے ——“ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”نہیں وہ سنجیدہ ہے اُستاد —— رو بھی رہی تھی کم بخت، اب تم بتاؤ، میں اسے گلے سے کیسے باندھ سکتا ہوں ——“

”اُس کا خیال ہے کہ ہم عشق کے اس پاٹ میں سب کچھ چھوڑ دیں، بس چلا جائے اس حسین راہ کی طرف قدم بڑھا دیں جو ستاروں تک جاتی ہے، وہ میرے لئے ساری دنیا چھوڑنے کو تیار ہے ——“

”واہ —— واقعی بڑی نیک اور محبت کرنے والی لڑکی ہے۔ تم خوش نصیب ہو مسر وارے، ورنہ آج کل ایسی لڑکیاں کہاں ملتی ہیں، جو محبت کے لئے سب کچھ چھوڑنے پر آمادہ ہو جائیں۔“

”لاحول ولا قوۃ اُستاد، اسے سر سے تو نہیں باندھ سکتا۔“

بھلا کہاں لے جاؤں گا اسے میں —— اور پھر مجھے اس سے اتنی دلچسپی بھی نہیں ہے —— مسر وارے نے بڑا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

”تم نے اُسے کوئی جواب تو دیا ہوگا ——؟“

”بس جان چھڑانے کے لئے کہہ دیا تھا کہ سوچ کر جواب دوں گا، جس پر اس نے مجھے بہت سی دھمکیاں دی ہیں کہ وہ چوہے مار پینے کا پاپ چبا کر خودکشی کر لے گی۔ وغیرہ وغیرہ ——“

”مسر وارے —— میں نے سنجیدگی سے کہا اور مسر وارے سوالیہ انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔

”میرا خیال ہے اب وہ لوگ اس قابل بھی نہیں رہے کہ ہم مزید ایک دن ان کے ساتھ گزار سکیں۔“

”بالکل اُستاد —— لیکن ——“

”اس سلسلے میں ایک دلچسپ بات اور سنو ——“

”وہ کیا اُستاد ——؟“

”تمہارے پاس جانے سے قبل وہ میرے پاس آئی تھی اس نے مجھے بھی یہی پیشکش کی تھی ——“

”یعنی —— مسر وارے چلتے چلتے رُک گیا ——

”چلتے رہو —— چلتے رہو —— میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے آگے دھکیلتے ہوئے کہا۔

”اُستاد ——!

”تم جانتے ہو مسر وارے میں جھوٹ نہیں بولتا ——“

”سوال ہی پیدا نہیں ہوتا —— لیکن مجھے تفصیل تو بتاؤ“ مسر وارے نے کہا۔

”وہ میرے پاس نیچے آئی تھی۔ اس نے کہا کہ وہ مجھے بے پناہ چاہتی ہے، میرے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی، میرے ساتھ یہاں سے نکل جانے کی خواہشمند ہے، تب میں نے اس سے کہا کہ باقی تو سب کچھ ٹھیک ہے، لیکن میرے ساتھی کا کیا ہوگا جو مجھے بے پناہ چاہتا ہے تو اس نے کہا کہ اس کے لئے سب کچھ چھوڑ دیا جائے۔ بہرحال میں نے اس سے غیر رضامندی کا اظہار کر دیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک اُلجھن بھی پیش کر دی —— میں نے اُسے بتایا کہ اپنے ساتھی کو چھوڑنے کے بعد میں تلاش میں بھٹکوں گا کیونکہ وہ میری کفالت کرتا ہے۔ اس پر اُسے حیرت ہوئی اور اس نے کہا کہ بظاہر تو یوں لگتا ہے جیسے تم ہی سب کچھ کرتے ہو۔ اس پر میں نے جواب دیا کہ یہ بھی میرے ساتھی کی محبت ہے ورنہ سب کچھ اُسی کا ہے۔“

”اُستاد، اُستاد بس کرو، لعنت ہے اُس پر ایسی

گئے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی اُستاد۔ مسر وارے جلدی سے بولا۔

”تو پھر اب کیا پروگرام ہے ——“ میں نے شرارت آمیز انداز میں پوچھا ——“

”راستے میں اسے پکڑ کر اتنے جوتے لگاؤں گا کہ اس کے دماغ کے تمام خانے درست ہو جائیں گے“ مسر وارے نے غصیلے لہجے میں کہا ——“

”میں اس کی اجازت نہیں دوں گا مسر وارے ——“

”تو پھر ——؟“

”گھاس ہی مت ڈالو ——“

”مگر وہ تو چپکی رہے گی نا اُستاد ——“

”تو ایسا کرو اس سے کہو کہ اس معاملے میں تم اپنے ساتھی سے مشورہ ضرور کرو گے —— بس پھر کام بن جائے گا ——“

”اوہ —— اُستاد، کیا سمجھتے ہے خود کو ——“ مسر وارے نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا اور پھر وہ قریب سے گزرتی ہوئی دو لڑکیوں کو دیکھنے لگا۔

”اُستاد ——“

”ہوں ——“

”کیا خیال ہے ——“

”فضول بکواس مت کرو ——“

”اُستاد نشے میں لگتی ہیں ——“

”تو پھر —— میں نے اکتائے ہوئے لہجے میں پوچھا ——“

”چلیں ——“

”چلتے رہو —— لیکن میری طرف سے ایک اطلاع وصول کرو“ میں نے کہا ——“

”اطلاع —— ؟“

”ہاں ——“

”وہ کیا اُستاد ——“

”دو شریف آدمی ہمارا تعاقب کر رہے ہیں ——“

”واہ —— مسر وارے کے منہ سے آہ نکلی لیکن اس نے پلٹ کر دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی ——

”کہاں ہیں اُستاد ——“ وہ آہستہ سے بولا ——

”عقب میں ہیں اور شروع ہی سے ہمارے ساتھ چل رہے ہیں ——“

”اس کا مطلب ہے کہ گڑبڑ ——“

”لگتی ہے ——“

”تو پھر اُستاد دے چلیں ساتوں کو جھٹکے۔ مسر وارے نے دلچسپی سے پوچھا ——“

”کیا خیال ہے تو دی شروع کریں —— میں نے کہا۔

”اس میں سوچنے کی کیا بات ہے“ مسر وارے بولا۔

”تو پھر آجاؤ —— لیکن وقت یہ ہے کہ سنسان جگہ تلاش کی جائے، میں نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”بس اُستاد آگے سے بائیں سمت چل پڑیں گے۔ وہاں کیمپ کا اختتام ہوتا ہے“ مسر وارے نے جواب دیا۔

اب وہ لڑکیوں وغیرہ کو بھول گیا تھا، ویسے میں نے تعاقب کرنے والوں کو دیکھ لیا تھا اور مجھے یقین تھا کہ مجھے دھوکا نہیں ہوا ہے۔ وہ لوگ ہمارے پیچھے ہی آ رہے تھے۔ لمبے تڑنگے اور لمبے سنہرے بالوں والے، چست پتلونوں اور جیکٹوں میں ملبوس۔ ان کی تعداد دو ہی تھی، اور ہم ان سے بخوبی نمٹ سکتے تھے۔

میں نے اسی سمت کا رُخ کیا جہاں سے ہم تاریکی میں پہنچ سکتے تھے۔ ہاں اس کے لئے ایک طویل راستہ طے کرنا پڑا تھا۔ بلا مبالغہ تقریباً ایک میل کا سفر طے کرنا پڑا تھا تب جا کر کیمپنگ کا آخری حصہ بھی نگاہوں سے معدوم ہو گیا۔

ہمارا تعاقب کرنے والے پریشان ہو گئے تھے، ویسے انہوں نے کیمپنگ کے نشانات سے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی اور وہیں ٹھہرے رہ گئے ——

کیمپنگ سے کچھ فاصلے پر جس جگہ ہم تھے ایک چھوٹی سی جھیل تھی۔ جس کو درختوں نے گھیرا ہوا تھا، ہم جھیل کے قریب پہنچ گئے ——

”رُک گئے اُستاد ——“ مسر وارے نے کہا ——؟

”ہاں —— شاید وہ ادھر آنے کی ہمت نہیں کر پا رہے ——“ میں نے جواب دیا ——

”تو پھر آپ کیا کرنا چاہتے ہیں ——؟“

”انتظار کرو تھوڑا سا ——“

”کہیں واپس نہ چلے جائیں ——“

”واپس چلے تو ہم ان کے پیچھے ہوں گے —— میں نے جواب دیا اور مسر وارے گردن ہلانے لگا ——

ہم جس جگہ تھے وہاں سے ان لوگوں کو نظر نہیں آ سکتے تھے بلکہ ان لوگوں کو ہم بخوبی دیکھ سکتے تھے۔ پھر ہم نے دیکھا کہ وہ لوگ ہماری طرف آ رہے ہیں۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-
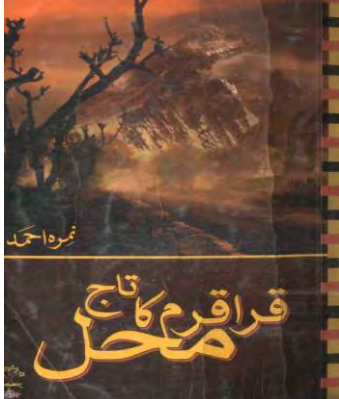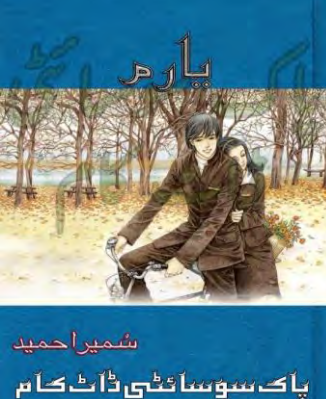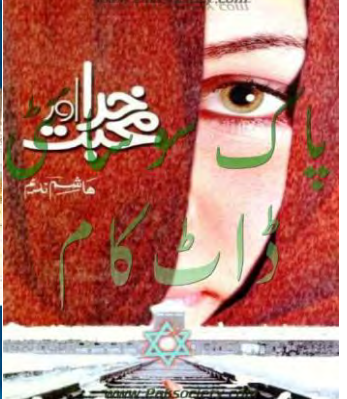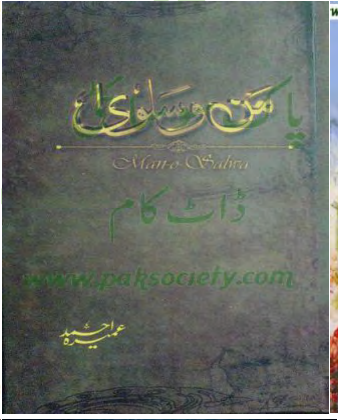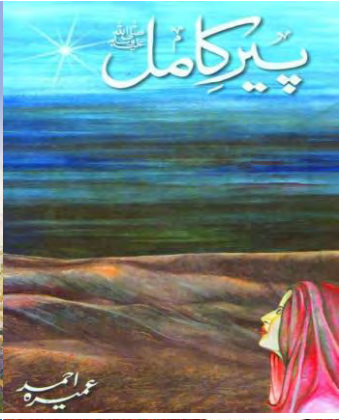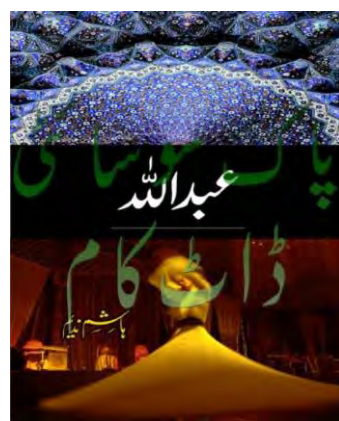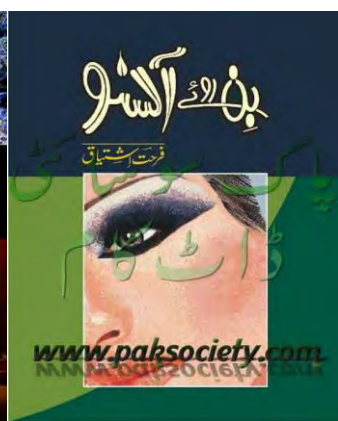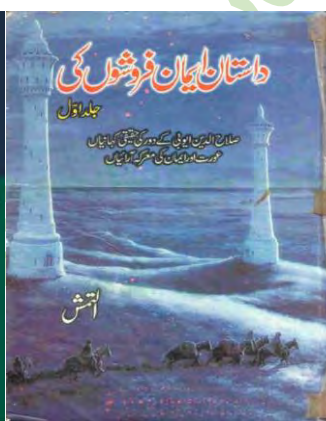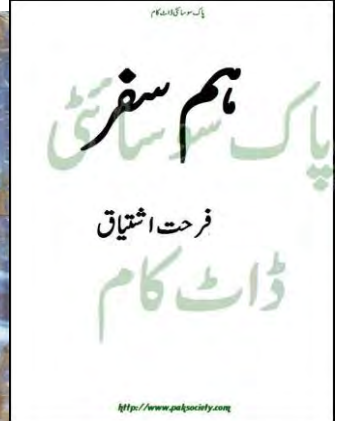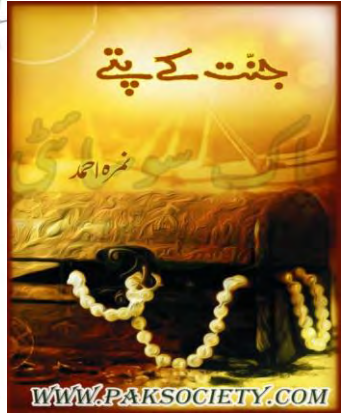
"سردارے" میں نے سرگوشی کی۔

"شکار آرہا ہے اُستاد" سردارے کے لہجے میں بھیڑیئے کی سی غراہٹ تھی۔

میں خاموشی سے ان لوگوں کو دیکھتا رہا۔ وہ دونوں پریشان نظر آرہے تھے۔ شاید وہ حیران تھے کہ ہم کہاں گئے۔ یہاں تک کہ وہ ہمارے قریب پہنچ گئے۔ میں اور سردارے تیار تھے۔ اور پھر ہم دونوں نے بیک وقت ان پر چھلانگ لگائی تھی۔ وہ بری طرح اچھل پڑے۔ دونوں کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکل گئیں۔

ہم نے اُنہیں اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا تھا۔ سب سے پہلے میں نے اور سردارے نے ان کی جیبوں کی تلاشی لی۔ دونوں کی بغلوں میں ہولسٹر موجود تھے۔ ہم نے ان کے پستول نکال کر انہیں قابو میں کر لیا اور پھر انہیں سیدھا کر دیا۔

"ہیلو۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کک کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو؟" ان میں سے ایک نے کہا

"بدل، یہ تو تم ہی بتاؤ گے۔"

"ہم۔ ہم تو سیر کرتے ہوئے اس طرف نکل آئے تھے۔" اس شخص نے کہا اور میں نے آگے بڑھ کر جوتے کی ٹھوکر پوری قوت سے اُس کی پنڈلی پر رسید کی۔ اس کی دلخراش چیخ سے پورا ماحول گونج اُٹھا تھا دوسرے نے پلٹ کر بھاگنے کی کوشش کی لیکن سردارے نے اس کے لمبے بال پکڑ لئے اور پھر وہ اُسے جھٹکا دے کر چھا گیا۔ یہاں تک کہ لمبے بالوں والا زمین پر گر پڑا۔

"کیا میں اسے قتل کر دوں؟" سردارے نے پوچھا۔

"ابھی نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ سردارے نے گرے ہوئے آدمی کے سینے پر جوتا رکھ دیا تھا۔

"کیوں تعاقب کر رہے تھے؟" میں نے اپنے شکار سے پوچھا جو اب بھی ٹانگ پکڑے کراہ رہا تھا۔

"ہڈی ۔۔۔۔ ہڈی ٹوٹ گئی ہے میری" اس نے جواب دیا اور میں نے اس کے سر پر ایک زوردار ٹھوکر رسید کر دی۔ مقصد اسے بے ہوش کرنا تھا اور اس میں مجھے مایوسی نہیں ہوئی۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔

"تم ۔۔۔۔ مار ڈالا ۔۔۔ سردارے کے پاؤں کے نیچے دبے ہوئے آدمی نے ہذیانی انداز میں کہا اور اُٹھنے کی کوشش کی لیکن سردارے نے اس کی پسلیوں پر ٹھوکر رسید کر دی۔

"ہوشیاری سے سردارے۔ یہ بے ہوش نہ ہونے پائے۔" میں نے جلدی سے کہا اور تیزی سے اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے اس کا گریبان پکڑ کر اُسے کھڑا کر دیا اور اس کی کلائی کو پشت سے دھکا کر اُسے بے بس کر دیا۔

"کیا تمہیں بھی تمہارے ساتھی کے پاس پہنچا دیا جائے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں ۔۔۔ نہیں ۔۔۔ تم ۔۔۔۔ تم درندے ہو۔" وہ چیخا۔

"جن لوگوں نے تمہیں میرے تعاقب میں بھیجا تھا۔ انہوں نے یہ بات تمہیں نہیں بتائی تھی" میں نے زہریلے انداز میں کہا۔

"تعاقب ۔۔۔۔۔۔۔ وہ سراسیمہ آواز میں بولا۔!"

"کس نے بھیجا تھا تمہیں؟" میں نے کہا۔

"یقین کرو ہم تمہارے تعاقب میں نہیں آرہے تھے۔"

"اٹھاؤ اسے" میں نے سردارے سے کہا اور سردارے نے حیرت انگیز طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُسے کندھے پر اٹھا لیا۔

"دلدل میں ڈال دو" میں نے دوسرا حکم دیا۔

"نہیں ۔۔۔۔۔ نہیں" وہ حلق پھاڑ کر دھاڑا اور بُری طرح مچلنے لگا۔ سردارے نے اُسے زمین پر ڈال دیا تھا۔ اس کی سانس دھونکنی کی طرح چل رہی تھی اور وہ دہشت زدہ نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔

"بتاؤ کیوں تعاقب کر رہے تھے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم۔ جیکسن نے ہمیں تمہارے پیچھے لگایا تھا۔ اُس نے کہا تھا کہ ہم تمہاری حرکات و سکنات پر نگاہ رکھیں۔"

"جیکسن کون ہے؟"

"ڈریم باؤ کا مالک۔"

"ڈریم باؤ کہاں ہے؟"

"اُس طرف، وہ جس کے حروف چمک رہے ہیں۔"

"سچ بول رہے ہو۔۔؟"

"ہاں بالکل سچ، یقین کرو بالکل سچ۔"

"تمہارا اس سے کیا تعلق ہے۔۔؟"

"تنخواہ دیتا ہے۔ ملازم ہوں میں اُس کا۔"

"کیا نام ہے تمہارا۔"

"نورچ۔"

"جیکسن کو ہم سے کیا دلچسپی ہے۔"

"میں نہیں جانتا۔ میرا ساتھی بھی نہیں جانتا تھا۔"

"ہوں۔" میں نے جھک کر سردارے کو اشارہ کیا اور سردارے اس کی کنپٹیاں دبانے لگا۔ اس نے تھوڑے بہت ہاتھ پاؤں مارے اور پھر بے ہوش ہو گیا۔ سردارے ہاتھ جھاڑتا ہوا کھڑا ہو گیا تھا۔

"جیکسن۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"یہ کیا چیز ہے چیف۔"

"دیکھنے سے ہی معلوم ہوگا۔"

"چلیں۔"

"میرا خیال ہے ابھی نہیں۔ ابھی تو یہاں کئی روز تک قیام کریں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوکے چیف۔"

"ویسے مزا آرہا ہے سردارے۔"

"ہاں اُستاد۔ ایسا لگتا ہے جیسے ہماری دلچسپیاں ہمارا انتظار کر رہی تھیں۔"

"آؤ واپس چلیں۔" میں نے کہا اور ہم واپس چل پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم روشنیوں میں آ گئے تھے ہمارا رخ اپنے خیموں کی طرف تھا۔ چاروں طرف سے شور و غل کی آوازیں آ رہی تھیں۔ رات پوری طرح جاگ رہی تھی۔ لیکن ہم رات کی سرگرمیوں میں شریک نہیں ہوئے اور اپنے خیمے کی طرف بڑھتے رہے یہاں تک کہ ان کے قریب پہنچ گئے۔

سردارا اپنے خیمے میں داخل ہو گیا لباس تبدیل کر کے میں بستر پر لیٹ گیا تھا بہت سے خیالات ذہن میں تھے۔ سوچ رہا تھا میرے ساتھی کہاں چلے گئے۔ لیکن یہ بھی سوچ چکا تھا، ظاہر ہے کیمپنگ میں ان کے بارے میں سوچنا حماقت ہے۔ فوراً ایک بات ذہن میں آئی تھی۔ شماسن کا گروہ کوئی بڑا تھا۔ لیکن جیکسن کیا کام تھا آدمیوں میں سے ہوا اور یہاں بار چلاتا ہو۔ مشکل میں اُسے میرے بارے میں معلوم ہو جاتا کوئی بڑی بات نہیں۔ ممکن ہے پی گوڈرٹ کے کچھ آوارہ گرد یہاں آتے رہتے ہوں اور انہوں نے مجھے پہچان لیا ہو اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ تو پھر جیکسن کے لئے کیا کرنا چاہئے۔ بہتر جاؤں اس سے۔ مجھے مقامی پٹھوں کا خیال آیا کیوں نہ پہلے ان سے ملاقات کر لی جائے یہاں کے بارے میں ان سے مکمل معلومات حاصل ہو جائیں پھر جیکسن کو بھی دیکھ لیا جائے گا۔

میں نے کروٹ بدلی اور سونے کی کوشش کرنے لگا لیکن اچانک جھٹکا سا لگا۔ مجھے ایک اور خیال آیا تھا اور اس خیال نے درحقیقت مجھے دہلا دیا تھا۔ ہم نے ان دونوں کو کیوں نظر انداز کر دیا جو مرے نہیں تھے اور جنہیں ہم جھیل کے کنارے چھوڑ آئے تھے۔ وہ ہوش میں آ گئے ہوں گے اور جیکسن کو ان کی ناکامی کی اطلاع مل گئی ہو گی۔ تو پھر کیا ممکن نہیں ہے کہ جیکسن کوئی دوسرا فوری اقدام کرے۔ نجانے کیوں یہ خیال میرے ذہن پر اس قدر مسلط ہوا کہ میں بجلی کی سی سرعت کے ساتھ اٹھ گیا۔ دوسرے لمحے میں خیمے کے دروازے پر آیا اور محتاط انداز میں ۔۔۔ میں نے باہر جھانکا پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ چند ہی لمحات کے بعد میں سردارے کے خیمے کے سامنے تھا۔

"سردارے ۔۔۔ میں نے اُسے زور سے آواز دی۔ لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ دوسری آواز پر سردارے باہر نکل آیا تھا۔

"خیریت اُستاد۔" اس نے سوال کیا۔

"باہر آ جاؤ۔۔!"

"ابھی آیا اُستاد۔" سردارے نے جواب دیا اور چند لمحات کے بعد وہ خیمے سے باہر تھا۔

"خیریت تو ہے اچانک۔۔۔"

"ہاں خیریت ہے۔ بس میں نے سوچا کہ تمہاری خیریت معلوم کر لوں۔"

"تو پھر معلوم کر لی اُستاد۔۔؟"

"ہاں آ جاؤ۔"

"کیا مطلب؟"

"آ جاؤ ۔۔۔ میں نے کہا اور سردارے سوچے سمجھے بغیر میرے ساتھ آگے بڑھ آیا۔

"سمجھ میں نہیں آیا اُستاد، اچانک ہی یہ سب کیا سوجھی۔"

"سمجھ نہ آنے کی کوئی بات نہیں ہے، بس میں نے سوچا کہ خیمے میں رات بسر کرنے سے کیا فائدہ، کیوں نہ کھلے آسمان تلے پناہ لی جائے" میں نے جواب دیا۔

"خوب، اچھا ہے۔ ویسے بھی ٹھنڈی ہوائیں دماغ کو سکون دیتی ہیں۔"

"کیا تم سو چکے تھے؟" میں نے پوچھا۔

"کسی حد تک اُستاد" سردارے نے کہا لیکن اس سے قبل کہ میں اُسے کوئی جواب دیتا فضا میں اسٹین گن کی آوازیں گونج اٹھیں اور میں اور سردارے اچھل پڑے قرب و جوار میں پھیلی ہوئی روشنی کے عالم میں ہم نے چند افراد کو دیکھا جو ہمارے خیموں کے گرد جمع تھے خیمے پر باہر ہی سے گولیاں برسائی جا رہی تھیں۔ اسٹین گن کے علاوہ پستول بھی استعمال کئے جا رہے تھے۔ شاید باہر والے کوئی خطرہ مول لئے بغیر اندر موجود لوگوں کو چھلنی کر دینا چاہتے تھے۔ انہوں نے خیموں میں جالیاں بنا دیں، پھر شاید روشنی بھی استعمال کئے گئے چاروں طرف

ہنگامہ ہو گیا تھا۔ ہمارے خیمے میں آگ لگ گئی تھی اور پھر حملہ آور فرار ہو گئے۔ سردارے پتھر کے بت کی مانند کھڑا تھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

اچانک ہی میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں نے اس پر فوراً ہی عمل کر ڈالا تھا جیسے وہ ادھر چل رہے تھے اور قرب و جوار کے لوگ آگ بجھانے کی کوشش میں مصروف ہو گئے تھے لیکن ہم اطمینان سے جلتے ہوئے خیموں کو دیکھتے رہے۔

"استاد" سردارے نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"ہوں۔"

"اگر ہم ان خیموں میں ہوتے تو کیا ہوتا۔"

"روسٹ۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔

"مگر تمہیں پتہ کیسے چلا استاد؟"

"کس بات کا؟"

"اس کا کہ تھوڑی دیر کے بعد یہ سب کچھ ہونے والا ہے۔"

"بس میں کچھ پُراسرار قوتوں کا مالک ہوں۔"

"نہیں استاد سنجیدگی سے۔ میں واقعی حیران ہوں۔"

"تمہارے خیال میں کیا ذریعہ ہو سکتا ہے سردارے؟"

"میری عقل کام نہیں کر رہی استاد۔"

"عقل کا استعمال بڑی احتیاط سے کیا جاتا ہے اور اس کے لئے مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔"

"یہ بات تو مانتا ہوں استاد۔" سردارے نے گردن ہلا دی۔

"اب سوچنے کی بات یہ ہے سردارے کہ دن کی روشنی میں وہ کیا کریں گے۔"

"کیوں نہ ہم بھی رات ہی میں کام شروع کر دیں۔ استاد۔"

"جلد بازی مناسب نہیں ہوگی۔ ہم یہاں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ پہلے پوزیشن معلوم کی جائے۔ اس کے بعد کام کے بارے میں سوچا جائے۔ جیکسن کافی طاقتور شخص معلوم ہوتا ہے۔ کام کرنے کا انداز معمولی نہیں ہے۔"

"ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے مگر۔"

"مگر کیا؟"

"کچھ نہیں میں سوچ رہا ہوں پروگرام کیا ہے۔"

"وہی سوچ رہا ہوں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"دن کی روشنی میں وہ زیادہ آسانی سے تلاش کر سکتے ہیں ویسے بھی ہمیں یہ بھی پتہ ہے کہ یہاں جیکسن کی کیا حیثیت ہے۔ اور کتنے آدمی اس کے لئے کام کرتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے استاد۔ میرے ذہن میں ایک اور خیال ہے۔" سردارے نے کہا۔

"وہ کیا؟"

"کیوں نہ ہم کیمپنگ سے نکل چلیں۔ شہر میں نکل کر قیام کریں اور پھر تیاریاں کر کے ان سے نمٹیں۔" میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی اور پھر سردارے کی بات سے متفق ہو گیا۔

"تب پھر چلیں استاد۔" سردارے نے کہا اور ایک طرف بڑھنے لگا۔

"کہاں جا رہے ہو۔؟"

"گاڑی لے آؤں۔"

"رہنے دو اسے رہنے دو۔" میں نے اُسے چمکارتے ہوئے کہا۔ "تمہارے ذہن پر ابھی تک خمار باقی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔؟"

"سمجھنے کی کوشش کرو۔ کیا ہماری گاڑی ان کی نگاہ میں نہیں ہوگی۔ وہ اس کی نگرانی نہیں کر رہے ہوں گے۔" میں نے سردارے کی پشت سہلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ واقعی۔" سردارے کی آنکھوں میں خیالات کے سائے نظر آنے لگے۔ پھر وہ بولا۔

"مگر اب چلیں گے کیسے۔؟"

"پیدل۔"

"لیکن ہم اس علاقے سے ناواقف ہیں۔"

"روشنیاں رہنمائی کریں گی۔ آؤ۔" میں نے کہا اور سردارے گردن جھٹکنے لگا۔ وہ شاید اتنی قیمتی گاڑی چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن مجھے ان معمولی چیزوں کی پرواہ نہیں تھی۔ میں لاپرواہی سے چل پڑا۔ سردارے میرے پیچھے پیچھے تھا۔ ہم دونوں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کیمپنگ سے باہر نکل آئے۔ ہمارا رخ شہر ہی کی جانب تھا۔ تھوڑی دور کے بعد میں نے سردارے سے کہا۔

"میرا خیال ہے شہر زیادہ دور نہیں ہے۔"

"ہاں استاد۔ لیکن ہوٹل کیمپنگ کے شور کے بعد ہی شب ہوگا۔" سردارے نے کہا۔

"کیا وقت ہو گیا ہے؟"

"ساڑھے چار بجے ہیں۔"

"کیا ٹیکسیاں نہیں چل رہی ہوں گی؟"

"میرے خیال میں چل رہی ہوں گی۔" سردارے نے جواب دیا۔

"تب آؤ ٹیکسی تلاش کریں۔" میں نے سردارے سے کہا۔ اور ہم لوگ سڑک پر آ گئے۔ چند لمحات کے بعد ہمیں ٹیکسی مل گئی۔

اور ہم ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑے۔ شفاف سڑکوں پر پھسلتی ہوئی ٹیکسی نے ہمیں جلد ہی ایک خوب صورت ہوٹل تک پہنچا دیا۔ لمبی بلڈنگ اور اونچی پیشانی کی سیڑھیوں پر کھڑے ہوئے دربان نے ٹیکسی کا دروازہ کھولا اور ہم دونوں نیچے اتر آئے۔ سردارے نے ٹیکسی کا بل ادا کیا اور ہم دونوں ہوٹل کی سمت چل پڑے۔ چند ضروری کارروائیوں کے بعد ہم کمرے میں پہنچ گئے۔ بے حد خوب صورت کمرہ تھا ٹیلیفون اور دوسری ضروریات سے آراستہ۔ نرم بستر دیکھ کر جو آرام کو جی چاہ رہا تھا۔ بہرطور اس کے بعد ہم آرام کی نیند سو گئے۔

پھلواری کے دروازے پر کھڑا تھا۔ یہ جگہ اجنبی محسوس ہو رہی تھی۔ میرے ہاتھ گٹار کے تاروں پر چلتے چلتے رک گئے۔ ماضی کا ایک باب میرے سامنے کھلا ہوا تھا۔ میری آنکھیں آنسو برسا رہی تھیں۔ اپنے رشتوں کو کھوئے ہوئے کا مجھے احساس تک نہیں ہوا تھا۔ بے اختیار انداز میں میرے ہاتھ گٹار کے تاروں پر چلتے رہے تھے۔ اس وقت میں سردارے کی حیثیت میں کھویا ہوا تھا۔ گزرے ہوئے لمحوں کی حسین چبھن میرے دل میں گداز پیدا کر رہی تھی اور یہی گداز آنکھوں سے آنسو برسا رہا تھا۔ مجھے اندازہ بھی نہیں تھا کہ میرے ہاتھ گٹار کے تاروں پر کس رفتار سے چل رہے ہیں۔ لیکن گٹار کے شوقین موسیقی کے دلدادہ خانہ بدوش آوارہ گردوں کے کانوں سے یہ آوازیں محفوظ نہیں رہ سکی تھیں اور وہ میری پھلواری کے سامنے جمع ہو گئے تھے۔ پھر ان میں سے کوئی ہمت کر کے اندر گھسا تو میں حال کی دنیا میں لوٹ آیا۔ ہاں ماضی کی خوشگوار یادیں ایک دم فضا کے دھندلکوں میں تبدیل ہو گئی تھیں۔ اب میرے سامنے حقیقت تھی۔ وہ حقیقت جس میں میں اپنا سب کچھ کھو چکا تھا۔ اپنی دنیا۔ اپنی زندگی۔ آنسوؤں سے بھیگی ہوئی آنکھوں سے میں نے اپنے سامنے کھڑے ہوئے لوگوں کو دیکھا۔ وہ سب میری جانب نگراں تھے۔ ان کے چہروں پر عقیدت کے آثار تھے۔ یہ بھی آوارہ گرد تھے۔ جن میں لڑکیاں بھی تھیں اور مرد بھی۔ میں ہڑبڑا کر کھڑا ہو گیا۔ اور پھر سہمی نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔ ایک دراز قامت حسین لڑکی آگے بڑھی اور اس نے بے تکلفی سے میری پیشانی کو بوسہ دیتے ہوئے کہا۔

"محبت کے دیوتا۔!"

"گٹار کے شہنشاہ۔" ایک نوجوان نے آگے بڑھ کر میرے پاؤں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا اور دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"نہیں نہیں۔ تم ہم سے دور نہیں رہ سکتے۔ ہمارا دل خوبصورت جوان ہے۔ ہمارے کان تمہارے گٹار کے سروں کے پیاسے ہیں۔ ہمارا اپنے فن کو پوشیدہ نہ رکھو۔ ہمیں اس کا کچھ حصہ دے دو۔"

میں پریشان انداز میں انہیں دیکھنے لگا۔ وہ سب کے سب مشتاق نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ اور پھر وہ بازوؤں سے پکڑ کر مجھے باہر لے آئے۔

وہی بدمستیاں، وہی شوخیاں، سب کچھ وہی تھا لیکن سردارے خلاؤں میں گم ہو چکا تھا۔ نہ یہ میری زندگی۔ وہ میرے پاس نہیں تھی۔ نجانے وہ کہاں تھی نجانے کہاں اور دل کے بند ہونے کھل گئے آنسوؤں کی ان دھاروں کو بہنے کا موقع مل گیا اور میرے دل کا سوز گٹار کے تاروں سے عیاں ہونے لگا۔ خانہ بدوش آوارہ گرد دم بخود کھڑے تھے اور گٹار کے تار آنسو بھرے نغمے بکھیر رہے تھے۔

جانے کب تک یہ ہنگامہ خیزیاں جاری رہیں اور اس کے بعد میں تھک گیا۔ سننے والوں کے جوش و خروش میں کمی نہیں آئی تھی مجھ سے ایک اور نغمے کی فرمائش کی گئی لیکن میں نے ان سے معذرت کر لی تھی۔ آوارہ گرد میرے اطراف میں پروانوں کی طرح گردش کر رہے تھے۔ بمشکل ان سے معذرت کر کے اپنی پھلواری میں واپس آیا تو وہی دراز قامت لڑکی میرے پاس پہنچ گئی۔

"تم تنہا ہو۔؟"

"ہاں۔ اور تنہا رہنا چاہتا ہوں۔"

"زخمی ہو۔!" اس نے سوال کیا۔

"نہیں لڑکی۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم میری طرف سے مطمئن رہو۔"

"نہیں۔ گٹار کے تاروں سے جو درد تم نے بکھیرا ہے وہ دل کی آواز معلوم ہوتا ہے مجھ سے اپنا درد کہہ دو۔" میں نے مسکراتی نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"اس کے بعد کیا ہو گا۔"

"میں اس درد کا کچھ حصہ بانٹ لوں گی۔" اس نے خلوص سے کہا۔ میں نے اس کے چہرے پر بکھرے ہوئے خلوص کے نور کو دیکھا اور نجانے کیوں میرا دل اس کی طرف سے موم ہو گیا بات حماقت کی تھی لیکن خلوص کی طاقت اس کے پاس موجود تھی۔

"کیا نام ہے تمہارا۔؟"

"کیتھی۔ میرا نام کیتھی ہے۔"

"ڈیئر کیتھی میں آرام کرنا چاہتا ہوں کیا تم مجھے اس کا موقع دو گی۔" وہ چند لمحات سوچتی رہی پھر اس نے کہا۔

"میں تمہارے خیمے کے باہر زمین پر سو جاتی ہوں صبح جب تم اٹھو گے تو میں تمہاری خدمت کروں گی۔"

"اتنی عقیدت نہ ہو کیتھی۔!!"

"نہیں... تم اسے جذباتی کیفیت کا نام نہیں دے سکتے۔ میں
میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمہارے درد کا ایک حصہ تقسیم کر لوں۔
انسان... انسان ہی ہے کسی بھی کیفیت میں ہو اس کے دل میں
کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی کے لئے درد ضرور پیدا ہوتا ہے۔"
"اپنے درد کو اپنے سینے میں دفن کر لو، کسی سے کسی کو کچھ
نہیں ملتا۔"
"بانٹنے کا نام دنیا ہی نہیں ہے، بعض اوقات بانٹنے میں جو
مزہ آتا ہے وہ کسی چیز کو پا لینے میں نہیں۔"
"فلسفہ مت بگھارو میرے سامنے۔ میں نے دنیا کے ہزاروں
رنگ دیکھے ہیں۔"
"مگر میں نے کوئی رنگ نہیں دیکھا، میری آنکھوں میں اگر ایک
رنگ جاگ رہا ہے تو تم اسے کیوں ملیامیٹ کر دینا چاہتے ہو۔"
"اچھا ٹھیک ہے۔ تم جاؤ باہر آرام کرو، میں سونا چاہتا
ہوں۔" میں نے کہا۔ مجھے اُمید تھی کہ نشے کے عالم میں وہ لڑکی
اس قسم کی باتیں کر رہی ہے۔ ہوش آنے کے بعد تو اپنی راہ لے گی۔
وہ خاموشی سے باہر نکل گئی اور میں گٹار ایک سمت رکھ کر آرام
کرنے لیٹ گیا۔ یہ جو کچھ ہوا تھا میری توقع سے مختلف نہیں تھا۔
لیکن میں خود اتنا جذباتی ہو جاؤں گا مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا۔ ماضی
میں کھو کر جو کچھ مجھے یاد آیا تھا وہی میرے گٹار کے تاروں میں
ڈھل گیا تھا۔ حالانکہ اتنے عرصے کے بعد میں نے گٹار بجایا تھا
لیکن شاید میرے سُر میرے پاس تھے اور اس کی موجودگی میں
ان سُروں کی تکلیف رخصت ہو گئی تھی۔ گٹار میں ان سُروں کا درد
جاگ اٹھا تھا۔ بلاشبہ یہ سُر اب ان آوارہ گردوں کو پاگل کر دیں گے
لیکن میں کیا کرتا، بہرطور مجھے یہاں کچھ وقت گزارنا تھا۔ ترلوکا کی
نگاہوں سے محفوظ رہنے کے لئے یہ سب ضروری تھا۔ دوسری
صبح جاگا تو ذہن رات کے واقعات فراموش کر چکا تھا۔ یہ تک یاد
نہیں رہا تھا کہ میں کہاں ہوں۔ پھر جھولداری کے دروازے کو دیکھا
اس کے بعد سب کچھ یاد آ گیا۔ آنکھیں ملتا ہوا وہاں سے باہر نکل
آیا۔ لیکن دفعتاً میرے قدم ٹھٹک گئے۔ خیمے کے دروازے کے
باہر گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی تھی۔ اس کے حسین وجود کی تمام تر
رعنائیاں نمایاں تھیں۔ لمبے لمبے بال چہرے پر بکھرے ہوئے تھے
ایک عجیب سی معصومیت تھی۔ میرے ذہن میں نجانے کون سے خیالات
روشن کر بیٹھے۔ میں اس کے قریب بیٹھ گیا۔ میں نے اس کے بازو
پر ہاتھ رکھ کر اسے اٹھایا۔ آنکھیں ملتی ہوئی وہ اٹھ بیٹھی۔ مجھے دیکھ
کر مسکرائی۔ اس کی آنکھوں میں عقیدت کے گہرے جذبات تھے۔

"تم... واقعی کشتی تم ہو۔"
"کیا مطلب؟"
"یہاں کیوں موجود تھیں؟"
"میں نے تم سے کہا تھا نا کہ میں تمہارے جاگنے کا انتظار کروں
گی۔" میں سنجیدہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ اس کے بعد میں نے ایک
گہری سانس لے کر اسے اپنا ساتھی منتخب کر لیا۔ کم از کم کچھ وقت کے
لئے اس کی صحبت میں تھوڑا سا دل بہل جائے گا۔ ویسے بھی تنہا کیا
کروں گا۔ سارا دن اس کے ساتھ گزارا۔ رات کو میں وہاں سے
آگے بڑھ کر ایک چھوٹی سی جھیل کے کنارے پہنچ گیا جو کیمپ کے
آخری سرے پر تھی۔ مجھے تعجب ہوا، واقعات اُس وقت بھی کچھ اسی
قسم کے تھے، جب میں سردارے کے ساتھ برما میں تھا اور تھامسن
کے گروپ سے میری جنگ چل رہی تھی۔ اس وقت بھی ایک ایسی ہی چھریرا
لڑکی میرے ساتھ تھی۔ بالکل کشتی کی مانند اس کا نام ڈولی زال
تھا۔ واقعات کسی فلم کی مانند میری نگاہوں کے سامنے سے گزرنے
لگے۔ سونے کی جھیل کی دلکشی، ڈولی زال کا صحت، رات حسن، وہ خوبصورت
چاندنی کو کوئی پُراسرار مخلوق معلوم ہو رہی تھی جو زمین پر اُتر آئی تھی
اس کے ہونٹوں پر پھیلی ہوئی طلسمی مسکراہٹ بڑی دلکش لگ رہی
تھی۔ میں اس حسین ماحول میں کھو کر رہ گیا۔ وہ خاموشی سے مجھے دیکھ
رہی تھی اور نجانے کتنا وقت اس خاموشی سے گزر گیا۔ تب
ڈولی نے ہی سکوت توڑا۔
"سیمسو...!"
"ہاں ڈولی..." میں نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔
"کچھ باتیں کرو۔ تھک گئے ہو تو لیٹ جاؤ میں تمہارے
بالوں میں اپنی انگلیوں سے کنگھی کر کے تمہیں سکون کی دنیا میں لے
جاؤں گی۔" جانے کیوں ڈولی زال کی بات مان لینے کو جی چاہا اور میں
لیٹ گیا۔ اس کی مخروطی انگلیاں میرے بالوں میں کنگھی کرنے لگیں۔
"تم وہ نہیں معلوم ہوتے سیمسو جو ہو۔" ڈولی آہستہ سے بولی۔
"ہر آدمی وہ نہیں معلوم ہوتا ڈولی جو وہ ہوتا ہے۔" میں
نے کہا۔
"ہاں... لیکن کچھ دوست قابل بھروسہ ہوتے ہیں۔" ڈولی
نے جواب دیا۔
"دوست... یہ کیا ہوتا ہے ڈولی...؟"
"کیا مطلب؟"
"وقت سب سے بڑا دوست ہے جو چاہے مانگ لو، جو چاہو
کہہ لو۔ اس کے بعد شاید کوئی دوست نہیں ہوتا۔"

"میں بھی نہیں؟" ڈولی نے پوچھا۔
"تم سکون ہو، دوست نہیں۔"
"شاید۔" وہ آہستہ سے بولی اور خاموش ہو گئی۔
"ناراض ہو گئیں؟" میں نے تھوڑی دیر بعد پوچھا، اس کی انگلیاں
بدستور میرے بالوں میں چل رہی تھیں۔
"نہیں... تمہاری شخصیت پر غور کر رہی تھی۔ میں نے تم سے
وعدہ کیا تھا کہ تم سے کچھ نہیں پوچھوں گی مگر نہ جانے کیوں یہ باتیں
نکل گئیں۔ شرمندہ ہوں، زخم جب ابھرتے ہیں تو زبان تلخ ہو ہی
جاتی ہے۔ غلطی میری ہے۔"
"اوہ... ڈولی شاید میں نے تمہاری دل آزاری کی ہے۔" میں نے کہا۔
"نہیں سیمسو، ایسی کوئی بات نہیں ہے، میرا دل بہت مضبوط ہے۔"
"میری باتوں کا بُرا مت ماننا ڈولی۔" میں نے کہا۔ دوسری صبح
پُرسکون تھی۔ میں اپنے مکان میں واپس آ گیا اور ڈولی زال مجھ سے
فرصت کی ملاقات کا وعدہ لے کر چلی گئی۔ سردارے گھر پر موجود تھا۔
"کیا حال ہے سردارے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"ٹھیک ہوں... تم سناؤ۔"
"ہم بھی ٹھیک ٹھاک ہی ہیں۔ ویسے یہ بتاؤ تمہیں ایٹی ملی؟"
"نہیں جی... مردود فرار ہو گیا ہے۔ بس اس کا کوئی سراغ نہیں ہے
لیکن ہے خوب۔"
"خوب..." میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"تم کہاں رہے اُستاد؟" سردارے کی آواز میرے کانوں
میں اُبھری۔
"بس... تھامسن کا منتظر رہا۔"
"اتنی جلدی تو اس کا آنا مشکل ہی ہے اُستاد۔"
"آج کا دن زیادہ اہم ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔
"میرا اور ٹیگرو کا بھی یہی خیال ہے۔ لیکن اُستاد کیا وہ چور دن کی
روشنی میں آنے کی جرأت کرے گا؟"
"کیا کہا جا سکتا ہے سردارے۔ بہرحال وہ جب تک نہ آئے
دن رات اس کا انتظار کرنا ہو گا۔"
"ٹیگرو بہت حوصلہ مند انسان ہے۔ وہ پوری طرح چاق و چوبند
ہے۔"
"ہاں... سیکنڈ کے علاوہ آدمی روانہ کیا ہے۔ ویسے باہر کی
پوزیشن کیا ہے؟"
"لوگ پُرسکون ہیں اُستاد۔ سردارے نے جواب دیا۔ باقاعدہ
کاموں میں مشغول ہیں۔" سردارے نے جواب دیا۔ میں سمجھ گیا کہ

سردارے کو میری رات کی تفریحات کا علم نہیں تھا، بہرحال اسے
بارے میں بتانا خاص ضروری بھی نہیں تھا۔
یہ دن بھی گزر گیا۔ لیکن سورج نے ابھی منہ نہیں چھپایا تھا کہ
ہماری رگوں میں زندگی دوڑ گئی۔ بہت دور سے موٹر سائیکلوں کے
ایک غول کو دیکھا گیا تھا۔ ٹیگرو کے آدمیوں نے فوری طور پر اطلاع
دی اور ہم سب ایک جگہ جمع ہو گئے۔
"ہوں... تو تھامسن مردوں کی طرح آیا ہے۔" میں نے کہا۔
"ہاں... یہی اس کی شامت ہے۔"
"تو پھر میرا خیال ہے اسے کیمپ سے دور ہی روکا جائے
تاکہ کیمپ میں موجود بے گناہ انسانوں کو نقصان نہ پہنچے۔" میں نے کہا۔
"میں نے چار پوائنٹ ترتیب دیئے ہیں چیف۔ پوائنٹ نمبر
ایک پر میرے آدمی ہیں، نمبر دو پر ٹیک موجود ہے۔ تین اور چار خالی
ہیں۔ لیکن وہاں تک نوبت ہی نہ آنے دی جائے گی۔" ٹیگرو نے ان
پوائنٹس کی تفصیل بتائی۔
"ویری گڈ... گویا انہیں پوائنٹ نمبر ایک پر ہی روکا جا سکتا ہے۔"
"یقیناً۔"
"تب چلو۔" میں نے کہا۔ اور ہم کیمپ کے لوگوں کو بتائے بغیر
پوری طرح مسلح ہو کر چل پڑے۔ پوائنٹ نمبر ایک سڑک کے کنارے
کی وہ پہاڑیاں تھیں جن کے گرد گھومنے کے بعد پی کوڈ کی طرف
مڑا جاتا تھا۔ پوائنٹ نمبر دو اس کے پیچھے تھا۔ اور تین اور چار کیمپ
کے قریب تھے۔ چنانچہ ہم پوائنٹ نمبر ایک پر پہنچ گئے۔ بڑی عمدہ
پوزیشن تھی، یہاں سے وہ سڑک کاٹی جا سکتی تھی جو پی کوڈ سے جاتی
تھی۔ موٹر سائیکلوں کی خوفناک آوازیں اب کیمپ تک پہنچنے لگی ہوں
گی۔ ان کی تعداد کسی طرح پچاس پچپن سے کم نہیں تھی اور وہ خاصی
تیز رفتاری سے چلی آ رہی تھیں۔ ٹیگرو مستعد تھا۔
"پہلا پروگرام ٹیگرو...؟" میں نے پوچھا۔
"ابھی سامنے آ جائے گا چیف۔" ٹیگرو نے مسکراتے ہوئے کہا
اور میں خاموش ہو گیا اور بلاشبہ ٹیگرو کا پہلا پروگرام بہت عمدہ تھا۔
جونہی موٹر سائیکلیں پوائنٹ نمبر ایک تک پہنچیں، اچانک ٹیگرو کے
آدمیوں نے کوئی چیز سڑک کی طرف اُچھالی اور... دستی بموں کے
خوفناک دھماکوں سے پہاڑیاں لرز اٹھیں، سڑک پر ایک لائن سے
دستی بم پھینکے گئے تھے۔
موٹر سائیکل والوں نے پوری بریک لگائے اور بُری طرح
ایک دوسرے سے اُلجھ گئے۔ انہیں اس شاندار استقبال کی توقع
نہیں تھی۔ اُلجھنے والے زخمی بھی ہوئے تھے اور ٹیگرو کے آدمیوں نے

انہیں سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ اس بار دستی بم ان کے جمگھٹے پر پھینکے گئے تھے۔ اور ٹیگرو کی ترکیب کارگر ہوئی۔

"وہ بدحواس ہو گئے۔ پھر بہت سوں نے جدھر منہ اٹھا اپنی موٹر سائیکلیں موڑ دیں۔ بلاشبہ وہ بہترین سوار تھے۔ اگر وہ بہترین موٹر سائیکل سوار نہ ہوتے تو موٹر سائیکلوں کے بے شمار حادثے ہوتے لیکن وہ موٹر سائیکلوں پر صرف اتنی دور گئے، جہاں وہ پوزیشن لے سکیں' وہ بھی اچھی طرح مسلح ہو کر آئے تھے۔"

"دستی بموں کے جواب میں انہوں نے بھی دور پھینکے جانے والے دستی بموں سے حملہ کیا تھا لیکن ان کے ساتھ دقت یہ تھی کہ وہ صحیح سمت کا تعین نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے ٹیکریوں کے پیچھے بم پھینکے تھے جو ناکارہ ہی رہے۔ البتہ اب ٹیگرو نے اسٹین گن سنبھال لی تھی۔ بموں کے حملے میں تین چار آدمی ڈھیر ہو گئے تھے۔ جن کی لاشیں وہیں پڑی رہ گئی تھیں۔ بہرحال ٹیکریاں ان کی بھی معاون ہوئیں اور انہوں نے بھی بالآخر اپنی پوزیشن مستحکم کر لی۔

دونوں طرف سے گولیاں چلنے لگیں۔ کیمپ والوں کا کیا عالم تھا، اس وقت 'دیکھا' نہ جاتے تھے۔ لیکن یہاں بہت عمدہ مقابلہ ہو رہا تھا۔ بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے دشمن فوجیں آمنے سامنے آگئی ہوں' اور خوفناک جنگ جاری رہی۔ تھامپسن کافی ایمونیشن لے کر آیا تھا، لیکن جوش میں وہ بہت بے جگری سے گولیاں چلا رہا تھا جبکہ ٹیگرو طویل جسامت ہونے کے ساتھ ذہین بھی تھا وہ صرف اسی طرف حملہ کرتا، جہاں اسے کام بن جانے کا یقین ہوتا۔

اس طرح تھامپسن کے آدمیوں کا زیادہ نقصان ہو رہا تھا۔ ہمارے بھی کئی آدمی زخمی ہوئے لیکن مرا ایک بھی نہیں تھا۔ کافی دیر گزر چکی تھی۔ تھامپسن کے آدمی تھکے ہوئے تھے، تب ٹیگرو رینگتا ہوا میری طرف آیا۔"

"اب ہمیں متحرک ہونا چاہئے۔" اس نے کہا۔

"کیا مطلب ہے؟"

"مقابلہ توقع سے زیادہ طویل ہو گیا ہے اور ایمونیشن بہرحال محدود ہے۔"

"متحرک سے کیا مراد ہے؟"

"جگہیں بدل بدل کر صرف کارآمد حملے ہونے چاہئیں۔"

"لیکن اس طرح ہمارے آدمی بھی نقصان اٹھائیں گے۔"

"یہ خطرہ بھی مول لینا پڑے گا چیف، پرواہ مت کرو۔" ٹیگرو نے کہا۔ اور پھر اس نے ایک مخصوص انداز میں سیٹی بجائی۔ دوسری طرف سے اس سیٹی کا جواب بھی ملا۔

اور پھر میں نے بڑی دلچسپ و عجیب جنگ دیکھی ٹیگرو کے ساتھی تیزی سے جگہیں بدل رہے تھے۔ اور چونکہ وہ جگہوں کا صحیح اندازہ رکھتے تھے اس لئے بڑے کارآمد نشانے لگا رہے تھے۔ یہاں اسی طرح چار آدمی گولیوں کی زد میں آگئے اور ہلاک ہو گئے' لیکن چار آدمیوں کے زیاں نے ٹیگرو کے بدن میں چنگاریاں بھر دیں۔ اور اس کے بعد تو اس نے ایسے خوفناک حملے کئے کہ بس لطف ہی آگیا۔ تھامپسن کے آدمی تیزی سے پیچھے ہٹنے لگے۔ اور ٹیگرو کی درندگی عود کر آئی۔

"او کانے۔۔۔ او چوہے۔ بھاگ کیوں رہا ہے مردوں کی طرح مقابلہ کر۔۔۔ آ جا۔ او کانے چوہے۔ میں دیکھوں تو کتنا بہادر ہے" لیکن کانا چوہا بہادر ہی نہیں چالاک بھی تھا' وہ جوش میں نہیں آیا۔ اور گولیاں چلاتا رہا۔ جگہیں بھی بدلتا رہا۔ لیکن ٹیگرو کا دباؤ بہت شاندار رہا تھا۔ تھامپسن کے آدمی جان چھوڑ گئے۔ اور پھر ہم نے موٹر سائیکلیں اسٹارٹ ہونے کی آوازیں سنیں۔

ٹیگرو نے ایک خوفناک دہاڑ کے ساتھ نعرہ لگایا اور بھاگنے والوں پر فائرنگ کرنے لگا۔ تب ہم نے اچانک تھامپسن کو دیکھا۔ اس کی آنکھ کا سیاہ ٹیپ اس کی نشاندہی کر رہا تھا۔

وہ لنگڑاتا ہوا بھاگ رہا تھا۔ سفید پتلون اور براؤن جیکٹ میں ملبوس تھا۔ لیکن سفید پتلون کا ایک پائنچہ خون میں لت پت نظر آ رہا تھا۔ شاید وہ زخمی ہو گیا تھا۔

ٹیگرو نے اس پر نشانہ لگایا لیکن تھامپسن پھرتی سے زمین پر گر پڑا تھا۔ اس نے سانپ کی طرح پلٹ کر کئی فائر جھونک دیئے اور ہمیں بھی اپنی حفاظت کرنا پڑی۔ لیکن اس موقع سے فائدہ اٹھا کر تھامپسن موٹر سائیکل تک پہنچ گیا تھا۔ اور پھر اس نے اتنی پھرتی سے موٹر سائیکل اسٹارٹ کی کہ ہم دنگ رہ گئے۔"

ٹیگرو نے پھر گولیاں چلائی تھیں۔ لیکن تھامپسن موٹر سائیکل کی سواری کا ماہر تھا۔ اس نے موٹر سائیکل کو اس طرح لہرایا کہ ایک بھی گولی اس کے نہ لگ سکی اور وہ صاف نکل گیا۔

"کھیل ختم۔" ٹیگرو نے کہا۔

اور بلاشبہ کھیل ختم ہو گیا تھا۔ اب تھامپسن کی طرف سے گولیاں نہیں چل رہی تھیں۔ جن کے ہاتھ موٹر سائیکل لگی وہ اپنی لے کر نکل بھاگے جو موٹر سائیکل تک پہنچنے کی ہمت نہیں رکھتے تھے وہ پیدل ہی رفوچکر ہو گئے۔ ہمارے پانچ آدمی زخمی ہوئے تھے۔ چار ہلاک جبکہ تھامپسن کے ستر آدمی ہلاک ہوئے بائیس زخمی۔ اور زخمیوں کو میں نے بھاگ جانے کا موقع دیا۔ بلاوجہ ان

لوگوں کو ہلاک کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

ٹیگرو کے آدمی خوشی سے ناچ رہے تھے۔ سچی بات ہے وہ وحشی تھے۔ کیونکہ بعض زخمی بھی کہ جسم کے مختلف حصوں میں ابھی تک گولیاں موجود تھیں، وہ بھی اس رقص میں شریک ہو گئے تھے۔

اور پھر ہم کیمپ کی طرف چل پڑے۔ لیکن کیمپ میں داخل ہو کر میں سخت حیرت زدہ رہ گیا۔ دنیا سے بیزار آوارہ گرد زندگی سے لاپرواہ لوگ اس وقت خوفزدہ ہو کر نہ جانے کہاں جا چھپے تھے پورا کیمپ سنسان پڑا تھا۔ ایسا لگتا تھا۔ جیسے یہاں انسانوں کی آبادی کبھی تھی ہی نہیں۔

"زندہ باد چیف۔۔۔ یہ سارے جیالے کہاں مر گئے۔" ٹیگرو نے بھونڈے انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔

"کیمپ چھوڑ کر بھاگ گئے شاید۔" سردار نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"ہے۔۔۔ بہادرو۔ کہاں چھپ گئے، باہر نکل آؤ۔ فاتح واپس آ گئے ہیں۔" ٹیگرو نے چیخ کر کہا۔ اور میری نگاہ یونہی بائیں سمت اٹھ گئی۔ تب میں نے حیرت انگیز منظر دیکھا۔ یقیناً وہ ٹرولی تھی۔ اس کے ہاتھ میں رائفل تھی اور کندھے پر کارتوسوں کی پیٹی پڑی ہوئی تھی۔ پیٹی میں اب صرف دو چار کارتوس ہی رہ گئے تھے۔

"ارے۔۔۔ یہ کہاں سے آ رہی ہے۔" ہم سب نے بھی اسے دیکھ لیا۔

"ٹرولی۔" میں نے اسے آواز دی اور اس کی طرف بڑھ گیا۔ ٹرولی مجھے دیکھ کر مسکرائی۔

"فتح مبارک سپسرو۔"

"شکریہ ٹرولی۔ لیکن تم کہاں تھیں کیا ہوا؟"

"میں بھی اپنا فرض ادا کر رہی تھی۔"

"یعنی۔۔۔؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"جانے دو سپسرو۔ اتفاق ہے کہ تم نے مجھے دیکھ لیا۔ اس سوال کی ضرورت نہیں ہے۔"

"او ہو۔۔۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ میں صورت حال سمجھ گیا تھا۔ تب میں نے گرمجوشی سے اس کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔

"اس تعاون اور محبت کو میں ہمیشہ یاد رکھوں گا ٹرولی۔"

"مجھے افسوس ہے سپسرو میں کوئی بڑا کارنامہ انجام نہ دے سکی۔"

"ٹرولی۔ تمہاری محبت ہی کافی ہے۔"

"تمہیں میری محبت کا اعتراف ہے سپسرو؟" اس نے عجیب لہجے میں پوچھا۔

"ہاں ہاں۔"

"بس۔ مجھے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہئے۔" وہ میری بات کا انتظار کئے بغیر چل پڑی۔ اور سردار میرے پاس آ گیا۔

"میں نے ایک جھلک دیکھی تھی استاد۔" سردار نے کہا۔

"کہاں۔۔۔؟"

"پہاڑی دلدل میں۔"

"ہوں۔ وہ ہماری طرف سے لڑ رہی تھی۔"

"میرے استاد کی یہی شان ہے۔ بھلا ایسی ایسی حسین عورتیں ہمارے لئے لڑیں اور کوئی ہمیں شکست دے جائے۔ کیمپ والے گیدڑ بلوں میں کہاں بھاگ گئے۔"

لیکن ابھی سردار کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ اچانک ایک شور اٹھا اور بے شمار لوگ ویرانوں کی آڑ سے نکل کر ہماری طرف لپکے۔

"بچو۔ استاد۔" سردار نے کہا۔ لیکن ہم نہ بچ سکے آنے والوں نے ہم میں سے ایک ایک کو کندھے پر اٹھا لیا تھا۔ وہ خوشی سے دیوانہ وار ناچ رہے تھے۔

یہاں تک کہ ٹیگرو جیسے ڈیل ڈول والے آدمی کو بھی بارہ آدمیوں نے کندھوں پر اٹھا لیا تھا۔ اور ٹیگرو خوشی سے چیخ رہا تھا پھر اس نے پستول کا رخ آسمان کی طرف کر کے فائر بھی شروع کر دیئے اور اس کی دیکھا دیکھی اس کے دوسرے ساتھی بھی فائر کرنے لگے۔ میں نے ان لوگوں کو نہیں روکا۔ اور لوگ ہمیں اچھالتے ہے

وہ بہت زیادہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ کچھ بیسیوں نے گٹار بجا بجا کر نغمے الاپنا شروع کر دیئے تھے۔

اور لڑکیاں اور حضرات میوزک نائٹ پر تھرک تھرک کر رقص کر رہے تھے۔ غرض خوب افراتفری تھی، یہ طوفان بدتمیزی کا۔ اکثر لوگ اپنے بھاگنے والوں کے تھک جانے سے خود ہی گر پڑ رہے تھے۔

بہرحال تھامپسن کو عبرتناک شکست ہوئی تھی، اور مجھے یقین تھا کہ اب وہ ادھر کا رخ کرنے کی ہمت نہیں کرے گا۔

ژوفیاں اور پاسکل کی سرگرمی میں منشیات کے اڈوں کے مالکان کا وفد اسی شام پھر مجھ سے ملا اور انہوں نے پرخلوص پیشکش کی کہ وہ مجھ سے مال کے حصول کا معاہدہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور جو سپلائی حکومتی میں طلب کروں گا، ادا کر دی جائے گی۔

"ٹھیک ہے۔ تم لوگ مال کی فہرست بنا کر دو، سپلائی کے بارے میں۔ میں بتا دوں گا۔" میں نے کہا۔ انہیں مجھ کو کیا کام کرنے تھا۔ بہرحال رات کو دو نیند کھانے پر میں نے گیگرو اور کچھ دوسرے لوگوں کو مدعو کیا۔

"ساتھیو۔ کیا خیال ہے۔ تھامپسن کا کھیل ختم ہو گیا؟"

"سو فیصد چیف۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اب وہ ادھر کا رخ نہیں کرے گا۔ اس کی طاقت ختم ہو گئی۔"

"اگر رخ کیا بھی تو دیکھا جائے گا۔" دوسرے نے کہا۔

"وہ زخمی بھی ہو گیا ہے چیف۔"

"بہرحال۔ اسے جانے دو۔ اب سپلائی کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"کل سے سپلائی کی بات کی جائے گی۔ آج تو وقت گزر گیا۔"

"ٹھیک ہے استاد۔"

"اپنے آدمیوں کی موت کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"بہت عمدہ موت مرے۔" گیگرو بولا۔

"انہیں دفن کر دیا؟"

"نہایت احترام کے ساتھ۔" گیگرو نے آنکھیں بند کر کے کہا۔ اس کی آواز میں غم کا شائبہ بھی نہیں تھا۔

"ایک بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے گیگرو، تمہارے علاوہ اور کوئی یہ بات نہیں بتا سکتا۔"

"حکم کرو چیف۔"

"کیا پلی گوونٹے وینس کے تحت نہیں ہے؟"

"سو فیصد چیف۔"

"تو حکومت وینس نے یہاں پولیس رکھنا مناسب نہیں سمجھی؟"

"پلی گوونٹے والوں کی درخواست پر۔ کیا سمجھتے ہیں آپ چیف۔ یہ لوگ آوارہ گردوں اور سیاحوں کی کھال اتارتے ہیں اور حکومت کو بھاری ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ انہوں نے خود ہی حکومت سے درخواست کی تھی کہ یہاں کے معاملات میں پولیس دخل نہ دے۔ اس طرح وہ اپنے معاملات خود ہی نپٹا لیتے ہیں۔"

"اوہ۔" میں نے حیرت سے ہونٹ سکوڑ لیے۔ بہرحال چند منٹ کے بعد میں نے کہا۔

"تھامپسن کے مرنے والے ساتھیوں کے بارے میں کیا رپورٹ ہے؟"

"انہیں کسی گڑھے میں پھنکوا دیا جائے گا چیف۔ میں نے اپنے آدمیوں سے کہہ دیا تھا کہ انہیں بھی ایک جگہ جمع کر دیں۔" گیگرو نے لاپرواہی سے کہا۔ اور اس بے فکرے انسان کے لہجے پر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

"میرا خیال ہے انہیں بھی دفن کر دو گیگرو۔ بہرحال وہ مر چکے ہیں۔"

"تمہارا خیال ہے تو ٹھیک ہے چیف۔ ایسا ہی کر دیا جائے گا۔"

"شکریہ گیگرو۔" میں نے کہا۔ اور پھر تھوڑی دیر تک ہم مزید اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے۔ پھر گیگرو نے کہا۔

"اب کیا حکم ہے استاد؟"

"بس ٹھیک ہے۔ گیگرو چند لوگوں کو ابھی کچھ روز تک کسی مناسب جگہ تعینات رکھنا ہو گا۔ گو اس کی خاص ضرورت نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی۔"

"اگر تم نہ کہتے چیف۔ تب بھی میں ایسا کرتا۔ دراصل میں شیر سے خوفزدہ نہیں ہوتا۔ لیکن لومڑی پھر لومڑی ہے۔ خواہ زخمی کیوں نہ ہو۔"

"اور تم اب لومڑیوں سے بھی مقابلہ کرنے لگے ہو؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کرنا ہی پڑتا ہے چیف۔ اس لئے کہ لومڑی بھی ناخن والی ہے۔" گیگرو نے بھی ہنستے ہوئے کہا۔ اور پھر بولا۔

"مجھے اجازت ہے چیف؟"

"ہاں گیگرو۔" اور گیگرو چلا گیا۔

"مجھے اب یہاں کون ڈر جاتا۔ اور پھر ایک گٹار نواز کی حیثیت سے وہ ذاتی طور پر بھی مجھ سے دلچسپی رکھتے تھے۔ بہت سوں نے کہا۔ لیکن آوارہ گردوں کے ایک گروہ نے گھیر لیا۔"

"ہے سیسرو۔ بے حیا لے۔ کیا آج اپنی فتح کے گیت نہیں سنائے گا۔ تو فنکار بھی ہے اور بہادر بھی اور بھولے کہ یہ صفت ایک آدمی میں یکجا نہیں ہوتی۔"

"سیسرو۔۔۔ ایک بار پھر تڑپا دے۔ اتنا تڑپا کہ نیند آ جائے یا موت آ جائے۔" ایک خوب صورت سی لڑکی نے کہا۔ اس کے منہ سے چرس کے بھبکے اٹھ رہے تھے۔

"آج کی رات تمہاری ہے۔ میرے فتح کے گیت تم کل دوستوں مجھے اجازت دو۔" میں نے کہا اور بمشکل تمام میں نے ان سے پیچھا چھڑایا اور ژرولی کے مکان تک پہنچا۔ ژرولی نے پرمسرت انداز میں میرا استقبال کیا تھا۔

"کیوں۔۔۔ آج کیا خاص بات ہے۔" میں نے پوچھا۔

"کیا میری یہ مسرت کاروباری ہے سیسرو۔" اس نے پوچھا۔

"میں نے تمہارے آج تک کے رویئے میں کبھی کاروبار نہیں محسوس کیا۔" میں نے کہا۔

"یہ انداز سب کے لئے نہیں ہو سکتا سیسرو۔" ژرولی نے آہستہ سے کہا۔

"میں بھی جانتا ہوں ژرولی۔ لیکن آج تم نے میرے لیے بہت بڑا خطرہ مول لیا ہے۔ ہمیں تمہارے بارے میں معلوم بھی نہیں تھا۔ ورنہ ہم تمہاری حفاظت کا بندوبست کرتے۔"

"میں تمہاری حفاظت کرنے گئی تھی سیسرو۔" ژرولی نے پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"شکریہ ژرولی۔ درحقیقت تمہارا شکریہ۔"

"اپنے لئے۔" میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"ہاں۔ صرف اپنے لیے۔" وہ آہستہ سے بولی اور میں خاموش ہو گیا۔ ژرولی چند ساعت مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔

"لیکن افسوس وہ نہ ہو سکا جو میں چاہتی تھی۔"

"کیا۔" میں چونک کر بولا۔ اور ژرولی مسکرانے لگی۔

"تھامپسن زخمی ہو گیا ہے سیسرو۔"

"ہاں۔ ویسے وہ بے حد پھرتیلا ہے۔ ہم نے اسے بھاگتے ہوئے قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن پھر بھی وہ نکل گیا۔"

"لیکن مجھے یقین ہے کہ اب وہ زندگی بھر کے لئے لنگڑا ہو چکا ہے۔ میں نے اس کے دل کے مقام پر گولی مارنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن میں اچھی نشانہ باز نہیں ہوں۔"

"اوہ۔ تو۔ تو تھامپسن کو تم نے زخمی کیا ہے۔ ژرولی۔" میں اچھل پڑا۔

"تمہارے اوپر احسان دھرنے کے لئے نہیں کہہ رہی۔ میں خود بھی اس سے نفرت کرتی ہوں۔ میری دلی خواہش تھی کہ وہ میرے ہی ہاتھوں مارا جائے۔" ژرولی نے کہا۔

"حیرت انگیز۔ لیکن ژرولی۔ تم اس قدر نفرت کیوں کرتی تھیں؟"

"اچھا ماضی، اپنے حالات نہیں بتا سکتی ہوں سیسرو۔ میں نے کسی اور سے انتقام کے لئے یہ پیشہ اختیار کیا تھا۔ لیکن اچھا آپ کو ختم نہیں کر لیا تھا، تھامپسن جابر تھا۔ اس نے میری شخصیت ختم کر دی تھی۔ اور میں کسی جابر کے سامنے بے بس تو ہو سکتی ہوں۔ لیکن خود کو قتل نہیں کر سکتی۔ اگر تھامپسن تمہارے ہاتھوں زک نہ اٹھاتا تو کسی بھی رات میں اسے قتل کر دیتی۔"

"اوہ۔۔۔" میں نے ایک طویل سانس لی۔ یہ پراسرار عورت درحقیقت انوکھی ہے۔

"خیر چھوڑو ان باتوں کو۔ تم نے پلی گوونٹے کو تھامپسن سے نجات دلا دی ہے۔ یہ لوگ تمہارے شکرگزار ہیں۔"

"میں تم سے ایک خاص بات کرنا چاہتا ہوں ژرولی۔"

"کہو سیسرو۔"

"میں ایک آوارہ گرد ہوں ژرولی۔ تمہارے علم میں ہے۔" اس نے میری بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور خاموشی سے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔

"اس کے ساتھ ہی منشیات کے اسمگلروں کے ایک بہت بڑے گروہ سے منسلک بھی ہوں۔" میں نے چند ساعت خاموشی کے بعد کہا۔

"میں اندازہ لگا چکی ہوں۔"

"تھامپسن کمینہ انسان تھا۔ وہ منشیات بھی فروخت کرتا تھا۔ اور انسانوں کے ساتھ غیرانسانی سلوک بھی کرتا تھا۔ بہرحال میں یہ نہیں کہوں گا کہ اسے اذیت دینے میں کوئی انسانی جذبہ ہمدردی زیادہ حاوی تھا۔ لیکن اس بات سے انکار نہیں کروں گا کہ اسے زک پہنچانے اور اس کے ساتھ یہ سلوک کرنے میں یہ جذبہ کارفرما تھا۔"

"مجھ سے کیا مراد ہے سیسرو۔؟"

"دوسرے خیال کے بارے میں تمہیں معلوم ہو چکا ہو گا۔"

"میں نہیں سمجھی سیسرو۔" ژرولی نے غور کرتے ہوئے کہا۔

"پلی گوونٹے منشیات کی کھپت کے لئے عمدہ جگہ ہے۔"

"اوہ۔ ہاں میں سمجھ گئی۔"

"اور تم نے یہ بھی سن لیا ہو گا۔ آئندہ سب اڈے سیسرو کا مال استعمال کریں گے۔"

"ہاں۔ میں سن چکی ہوں۔"

"تمہیں اس پر اعتراض تو نہیں ژرولی۔"

"مجھے اعتراض۔۔۔" اس نے عجیب سے انداز میں مجھے دیکھا۔

"ہاں۔"

"میں بھی نہیں سیسرو؟"

"دراصل ڈولی۔ میں طویل عرصے تک یہاں نہ ٹھہر سکوں گا اور میری دوسری منزل سوئٹزرلینڈ ہے پھر جرمنی، ڈنمارک اور سویڈن وغیرہ اور پھر نہ جانے کہاں کہاں۔ میں چاہتا ہوں پی کو دے مل سیسرو کے کاروبار کی نگرانی تم کرو۔"

"میں۔۔۔" وہ اچھل پڑی۔

"ہاں۔ ڈولی۔ تم یہاں کی انچارج بن جاؤ۔"

"اور ڈولی حیران نگاہوں سے میری شکل تکتی رہی۔ پھر اس کے چہرے پر اداسیاں امڈ آئیں۔ اس کی آنکھیں جھک گئیں نجانے کیوں وہ بے حد اداس ہو گئی تھی۔"

"بوجھ — اس نے کہا۔ انسان بڑی کمزور شے ہے سیسرو! وہ خود اپنا بوجھ نہیں اٹھا سکتا دوسروں کی کیا وہ مدد کر سکتا ہے۔ میری زندگی میرے حالات تمہارے علم میں ہیں سیسرو۔ کیا تم مجھے اس بوجھ کے قابل سمجھتے ہو۔ میں تو خود ایک ناکارہ ہستی ہوں۔ اپنا بوجھ تمہارے کاندھوں پہ ڈالنے کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔"

"ہاں۔ میں اس دنیا میں تنہا ہوں۔ پوری دنیا میں۔ میں اپنا بوجھ کسی کو دینا چاہتی ہوں۔ گٹار نواز۔"

یہ آواز ڈولی زال کی نہیں، کیٹی کی تھی۔ اس آواز نے مجھے ماضی کے جزیرے سے کھینچ لیا۔ میں نے کھوئی کھوئی سی آنکھوں سے کیٹی کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔

نفرت کا ایک طوفان سا میرے دل میں امڈ آیا۔ نہ جانے کیوں شدید جھنجھلاہٹ ذہن پر طاری ہو گئی تھی۔ میں خوابوں کا سفر کرنا چاہتا تھا۔ اس طلسم کو نہیں توڑنا چاہتا تھا جو اس منحوس لڑکی نے توڑ دیا تھا۔ اس نے ظلم کیا تھا مجھ پر۔ یہ اس گٹار نواز کا تھا جب اس کی زندگی میں کوئی تردد نہیں تھا جب یہ ساری کہانیاں ایک کھیل تھیں۔

"اُٹھ جاؤ کیٹی۔" میں نے کرخت لہجے میں کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

"مجھ سے دور ہٹ جاؤ۔"

"کیا ہو گیا۔ کیا بات ہے؟" وہ تعجب سے بولی۔

"کیا سمجھا ہے تم نے مجھے؟"

"میں۔۔۔ میں۔"

"گھاٹ گھاٹ کا پانی پی کر ساری عمر آوارگیوں میں گزار کر اب تم ایک انسان کے کاندھوں کا سہارا چاہتی ہو۔ کیا تم اس قابل ہو؟"

"تمہیں اچانک کیا ہو گیا ڈیئر؟"

"یہاں سے چلی جاؤ کیٹی ورنہ اچھا نہ ہو گا۔"

"کیا کرو گے۔ مارو گے۔۔۔ لوگے تم مجھے۔ یہی کرو گے نا۔ مگر کیوں؟ تم نے تو مجھ سے التفات برتا تھا۔"

"ہمدردی کی تھی صرف میں نے۔"

"وہی سہی۔ تو سب کیا ہو گیا؟"

"تمہیں بتانا ضروری نہیں ہے۔"

"نہ سہی۔ مگر مجھے لگتا ہے جیسے تم تو دو دیکھ رہے تھے۔ یوں لگتا ہے جیسے کسی احساس نے۔۔۔"

"میں۔۔۔ میں تم سے دوری چاہتا ہوں۔ بس یہاں سے چلی جاؤ۔ ورنہ نقصان اٹھاؤ گی۔"

"میں تم سے تعاون کروں گی۔ یہاں میں تمہارا انتظار نہیں کر رہی تھی۔ بس جو چاہا کہ تم سے یہ باتیں کر لوں۔ میں جانتی ہوں میں اس قابل نہیں ہوں مگر زبان تو ہے میرے پاس اپنی خواہش کا اظہار تو کر سکتی ہوں۔ جب یہ زبان بولنے کے قابل نہیں رہے گی تو۔ پھر کس سے کچھ کہوں گی۔"

وہ سسکنے لگی۔ میں جلتی آنکھوں سے اُسے دیکھتا رہا پھر اُس سے کہا۔

"تم سب کی ایک ہی کہانی ہوتی ہے ایک ہی انداز ہوتا ہے تمہارا۔ تم زندگی میں جتنی مسکراتی رہتی ہو اُس کے بعد غموں کے بوجھ میں دبتی چلی جاتی ہو۔ نفرت کرتا ہوں میں تم سے بے پناہ نفرت، شدید نفرت، بہت زیادہ نفرت۔"

"تمہارے گٹار کے تار بتاتے تھے۔" کیٹی بولی۔

"کیا بتاتے تھے؟"

"یہی کہ تم دکھی ہو۔"

"ہاں میں دکھی ہوں۔ دنیا میں مجھے اپنا دکھ بانٹنے کے لئے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ کسی کا سہارا نہیں چاہیے مجھے۔" میں نے کہا اور خود اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

کیٹی نے مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں اپنے خیمے میں آ گیا۔ ایک جنون سا طاری ہو گیا تھا مجھ پہ۔ دل میں آندھیاں بھر گئی تھیں۔ تڑپ بڑھ رہی تھی۔

گٹار اٹھایا اور باہر نکل آیا۔ ایک سنسان سے گوشے کو منتخب کیا اور میری انگلیاں گٹار کے تاروں پہ چلنے لگیں۔ میں بے خود ہو گیا۔ جی چاہتا تھا کہ کلیجہ نکال کر سامنے رکھ دوں۔ ہر ایک کو اپنی داستان غم سناؤں۔ اتنا روؤں کہ میرے اطراف میں پانی ہی پانی ہو جائے۔ گٹار کے تار میرے دل کی آواز فضا میں بکھیر رہے تھے۔ میری آنکھیں بند تھیں اور نہ جانے بند آنکھوں میں نجانے کتنے طوفان چھپے ہوئے تھے۔ گٹار بجا رہا تھا۔ میں اس وقت تک گٹار بجاتا رہا جب تک انگلیاں درد نہ

کرنے لگیں اور اس کے بعد آہستہ آہستہ گٹار کی آواز فضا میں معدوم ہو گئی۔

میں نے آنکھیں کھولیں تو حیرت سے چونک پڑا۔ میرے اطراف میں انسانوں کا سمندر تھا۔ ہپی آوارہ گرد خاموش کھڑے تھے۔ بالکل خاموش جیسے وہ شل ہو گئے ہوں۔ میں نے گھبرائی ہوئی آنکھوں سے انہیں دیکھا۔ آہستہ آہستہ وہ لوگ ہوش میں آئے اور پھر ایک طوفان برپا ہو گیا۔ وہ مجھے واہ واہ دے رہے تھے۔ میرے گن گا رہے تھے۔ یہ بھی بہت پرانی بات تھی۔ ایسا ہی ہوتا رہا تھا۔ جب کبھی میں نے دل سے گٹار کے تار چھیڑے، جب کبھی میرے دل سے محبت کے نغمے پھوٹے، جب بھی میرے دل سے درد بہا، لوگوں نے آ کے سراہا۔ یہ لوگ میرے دل کی گہرائیوں میں نہیں جھانکتے تھے۔ یہ گٹار کے تاروں کے شکر گزار تھے۔

میں نے انہیں دیکھا، انہیں خوش کیا اور آوارہ گرد میرے فن کے قصیدے گاتے رہے۔ وہ میرے گٹار کی لے پر سر دھنتے رہے تھے۔ وہ طرح طرح کی باتیں کرتے رہے۔ لیکن میری نگاہیں بھٹک رہی تھیں۔ ان آوارہ گردوں میں کیٹی نہیں تھی۔ شاید وہ کسی تنہا گوشے میں آنسو بہا رہی ہو گی۔

ہنہ۔ میں نے نفرت بھرے انداز میں سوچا۔ رو رہی ہے تو روتی رہے۔ میں کتنے آنسو خشک کر سکتا ہوں۔

بے گٹار نواز۔۔۔ بے آسمان سے اترنے والے تو نے ہمارے دل کو درد سے بھر دیا ہے۔ تو نے ہمیں پاگل کر دیا ہے۔ ہمارے دلوں کو غم دے دیئے ہیں۔ ہماری آنکھوں میں آنسو دے دیئے ہیں۔ ہم جینا چاہتے ہیں۔ ہم زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ زندگی کی تمام الجھنوں سے ہٹ کر ہمیں جینے کے نغمے سنا۔ ورنہ ہم مر جائیں گے۔ ہاں یہ بات بہت سوں کے لئے موت کی ابتدا ثابت ہو گی۔ گٹار نواز محبت کا کوئی نغمہ چھیڑ دے، پیار کی مستی بکھیر دے۔ ہم تیرے لئے آئے ہیں۔ ہمیں اپنے فن سے محروم نہ رکھ۔

میں نے ان آوارہ لوگوں کو دیکھا۔ احمق، نشہ آور ادویات اور نشہ آور اشیاء میں اپنی زندگی کھو بیٹھے ہیں۔ اور اب صرف یہ سانسیں لینا ضروری سمجھتے ہیں۔ لیکن کیا میں ان سے ان کی سانسیں چھین لوں۔ کیا یہ پہلے ہی زندگی بھی ان سے چھین لوں۔ نہیں یہ مناسب نہیں ہے۔ کسی نے بڑے احترام سے میرے سامنے چرس بھرا ہوا سگریٹ پیش کیا اور نجانے کیوں میرا ہاتھ اس کی جانب بڑھ گیا۔

میں نے سگریٹ ہونٹوں سے لگایا۔ دوسرے آوارہ گرد نے اُس کو شعلہ دکھا دیا۔ اور میں سگریٹ کے کش لینے لگا۔ پھر تو مجھ پر نشہ آور اشیاء کی بارش ہو گئی۔ وہ لوگ جھک جھک مانگ کر اور نجانے کس کس طرح اپنے لئے یہ نشہ آور ادویات حاصل کرتے تھے۔ مجھے اپنی پونجی پیش کر رہے تھے۔ اپنے نذرانے دے رہے تھے۔ میں نے تین چار سگریٹ قبول کئے اور میرے ذہن میں سرور کی لہریں اٹھنے لگیں۔

پھر جب طبیعت متلانے لگی تو میں نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ سر کو دو تین جھٹکے دیئے اور گٹار کے تاروں پر میری انگلیاں پھر سے چلنے لگیں۔ اور اس بار ایک ہنستا ہوا نغمہ گٹار کے تاروں سے پھوٹا تھا۔ آوارہ گرد رقص کرنے لگے۔ چٹکیاں بجانے لگے۔ وہ

خوش ہو گئے تھے۔ اُن کی محنت کامیاب ہوئی تھی۔ انہوں نے جو کچھ مجھے دیا تھا اب اس کا معاوضہ انہیں مل رہا تھا۔ مستی بھرے نغمے پیار بھرے نغمے گٹار کے تاروں پہ میری انگلیاں بجلی کی طرح گردش کر رہی تھیں۔ طویل عرصے کے بعد میں نے اتنی تیز رفتاری سے گٹار بجایا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میری کیا کیفیت تھی اور پھر چرس کے نشے نے مجھے ویسے بھی مدہوش کر دیا تھا۔ میں گٹار بجاتا رہا۔ بجاتا رہا۔ جب تک کہ میرے حواس میرے ہاتھ میرا ساتھ دیتے رہے اور اس کے بعد یوں محسوس ہوا جیسے زمین کی گردش تیز ہو گئی ہو۔ آسمان نیچے آ گیا ہو۔ قیامت آ گئی ہو۔ ہاں چاروں طرف مجھے یوں ہی محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے ہولناک چیخیں ابھر رہی ہوں۔ پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اُڑ رہے ہوں۔ اور اس کے بعد۔۔۔ اس کے بعد تاریکی چھا گئی۔ ہاں میں نجانے کسی قیامت کا شکار ہو گیا تھا۔ اور نجانے کب تک اس قیامت کا شکار رہا۔ آہستہ آہستہ ہوش و حواس واپس آنے لگے۔ ماحول کچھ نمایاں ہوا تو میں نے اپنے اطراف میں سفیدی بکھری ہوئی دیکھی۔ شاید دن نکل آیا تھا۔ روشنی ہو گئی تھی۔ آسمان پر سورج چمکنے لگا تھا۔ لیکن یہ سفید کیا سفیدی تو ٹھنڈی ٹھنڈی سی تھی۔ یہ آنکھوں کو بھلی لگ رہی تھی۔ میں نے متحیرانہ انداز میں اس سفید دیواروں کو دیکھا جو نہایت نفیس بنی ہوئی تھی۔ پلاستر کیا گیا تھا۔ اور بڑا ہی حسین رنگ کیا گیا تھا ان پہ۔ اطراف میں سفیدی ہی سفیدی تھی۔ روشنیاں غالباً کسی جگہ چھپائی گئی تھیں۔ جہاں سے ان کے بارے میں اندازہ بھی نہ ہو سکے۔

تو اس واپس آتے تو میں نے اس ماحول پہ غور کیا۔ "یہ سب کیا ہے؟ یہ وہ جگہ تو نہیں ہے۔" بھیانک تو نہیں کیا ہے یہ۔ گھومو۔۔۔ اور میرے پیچھے یہ آرام دہ گداز بستر، میں نے گردن گھما کر دیکھی۔ سفید بستر تھا۔ سہانا نرم، بالکل پھولوں کی مانند۔ کیا میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں؟ کوئی ایسا خواب جس میں نشہ آور زندگی پوشیدہ ہوں۔ لیکن یہ خواب نہیں تھا۔ ہاتھ سے چھو کر ہر شے کو

دیکھا ایک انتہائی آرام دہ مسہری پر لیٹا ہوا تھا اور میرے اطراف میں سفید فرنیچر آراستہ تھا۔

بے اختیار میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ رات کے واقعات یاد آ گئے تھے مجھے بزرگی ملی تھی میں نے طویل عرصے کے بعد جڑی پائی تھی۔ منہ کا مزہ اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ میں وہ گناہ کر چکا ہوں جس سے میں نے توبہ کی تھی لیکن توبہ کس لئے توبہ۔ میری تو ساری زندگی ہی گناہوں میں گزری تھی۔ توبہ بھی کی تو کیا طلب۔ دل میں عجیب عجیب سے خیالات ابھرنے لگے۔ میں نے ان خیالات کو ذہن سے جھٹکا اور اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا۔

سامنے ہی ایک سفید دروازہ نظر آ رہا تھا۔ کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ خاصا کشادہ کمرہ تھا ضروریات زندگی سے آراستہ۔ مگر میں یہاں کہاں سے آ گیا۔ کون سی جگہ ہے۔ کیا وہ کیمپ نہیں ہے؟ اگر یہ کیمپ نہیں ہے تو پھر مجھے یہاں لانے والا کون ہے۔

ذہن اس قدر الجھا ہوا تھا اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ اٹھ کر دروازے کے قریب پہنچا۔ دروازے پر دستک دی۔ پہلے آہستہ۔ پھر زور زور سے۔ اور چند ہی لمحات کے بعد باہر قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔

دروازے کو کھولنے والا ایک قوی ہیکل سفید فام تھا۔ اس کے لمبے لمبے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ جسم کی بناوٹ سے اندازہ ہوتا تھا کہ خاصے مضبوط بدن کا مالک ہے۔ آنکھیں بھی انتہائی خوفناک تھیں۔ اس نے کرخت نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"ہوش آ گیا ہے تو ہوش میں رہو۔ ورنہ بے ہوشی ابھی بھی ہو سکتی ہے۔" میں نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر ایک زوردار گھونسہ رسید کر دیا۔ اتنی غیر متوقع اور اتنی شدید ضرب تھی کہ وہ اپنے آپ کو گرنے سے نہ سنبھال سکا لیکن نیچے گرتے گرتے وہ اٹھا۔ اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ غالباً اس گھونسے نے اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں چھین لی تھیں۔ وہ بے اختیار مجھ پر جھپٹ پڑا۔ لیکن میرا جنون ابھی سرد نہیں ہوا تھا۔ میں زندگی اور موت کے درمیان تھا۔ نہ جینا چاہتا تھا نہ مرنا۔ اور یہ شخص جو سامنے آ رہا تھا۔ یہ جو مجھ سے بدسلوکی کر رہا تھا اس وقت اپنی زندگی کے سب سے بڑے دشمن تھا۔ میں نے اس کے لمبے سنہرے بال اپنی مٹھی میں جکڑے اور اس کے بعد اسے گردش دیتا ہوا ایک دیوار تک لے گیا۔ خوش قسمتی تھی اس کی کہ اس نے پوری قوت سے دیوار سے پاؤں ٹکا دیئے ورنہ شاید اس کا بھیجا نکل گیا تھا۔

مجھ پر ایک وحشت طاری ہو گئی تھی۔ ایک جنون طاری تھا۔ مجھ پر اس کی چاہ رہا تھا کہ ساری کائنات کو تہس نہس کر دوں۔ اور کائنات میں یہ پہلا بے وقوف میرے سامنے آیا تھا جس کی موت میرے ہاتھوں ہونی تھی۔

اس نے اپنے آپ کو بچایا اور پھر پلٹ کر میرے سینے پر ٹکر ماری۔ خاصی زوردار ٹکر تھی ویسے میں تن و توش کا زبردست آدمی تھا اس لئے اس ٹکر نے مجھے نقصان پہنچایا۔ لیکن اس وقت میں نفع و نقصان کی حدود سے نکل چکا تھا۔ میں نے پیچھے سے اس کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اس کی گردن پر قینچی کس دی اور ایک بار پھر اسے زمین پر دے مارا۔ اس بار اس کی دلخراش چیخ فضا میں ابھری تھی۔ میں اسے چھوڑنا نہیں چاہتا تھا چنانچہ اس کے سینے پر گھٹنے ٹیک کر میں نے اس کی گدی پر گھونسے مارنا شروع کر دیئے۔ اسی وقت عقب سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دی تھیں۔

اندر داخل ہونے والے دو آدمی تھے۔ شاید چیخ کی آواز سن کر آئے تھے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔ چھوڑ دو اسے چھوڑ دو ورنہ ..." وہ میرے پیچھے آ گئے اور پھر کسی نے مجھے گردن سے پکڑ کر اٹھانے کی کوشش کی لیکن میری کیفیت ایک غضبناک چیتے کی سی ہو رہی تھی۔ جو تیوروں کو بھی پچھاڑ ڈالنا چاہتا تھا۔ جس شخص نے میری گردن پر ہاتھ ڈالا تھا وہ الٹ کر میرے سامنے آ گرا۔ اور اس کے قریب کھڑے ہوئے آدمی کو یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ اس کی ٹانگیں کس طرح میری گرفت میں آ گئیں۔ میں تیزی سے کھڑا ہو گیا تھا۔

"مار ڈالو۔ اس نے ڈونالڈ کو ہلاک کر دیا ہے۔" آنے والوں میں سے ایک نے غضبناک لہجے میں کہا اور پھر دونوں نے بیک وقت مجھ پر حملہ کر دیا۔

آخر دونوں کو میں نے جنون کے عالم میں ٹھکانے لگایا اس طرح جیسے دشمن اور بڑھ گئے تھے لیکن اس کے بعد اچانک ان کی تعداد بڑھ گئی اور پھر میری پشت پر ایک دھماکہ ہوا۔ اور چاروں طرف انار چھوٹ اٹھے۔ چنگاریاں آسمان سے باتیں کرنے لگیں اور پھر یہ چنگاریاں تاریک ہو کر گرنے لگیں اور ساتھ ہی تاریکی پھیل گئی۔ میں اس تاریکی میں تنہا تھا۔ بالکل تنہا۔

پھر دور سے ایک روشنی سی ابھری۔ اور آہستہ آہستہ وہ روشنی قریب آ گئی۔ میں نے دھندلائی ہوئی آنکھوں سے دیکھا ایک جانا پہچانا ماحول تھا۔ ایک جانی پہچانی شکل تھی۔

"استاد ماسنال" یہ سرمدارے کی آواز تھی۔

"کہاں؟" میرے منہ سے آواز نکلی۔

"وہ جھیل کنارے" سرمدارے نے کہا۔ اور جھیل میرے سامنے آ گئی۔ کئی رنگوں سے رنگی ایک کار میرے سامنے کھڑی تھی۔

"کون ہے یہ؟" میں نے پوچھا۔

"سینی فورا" جواب ملا اور میں اس کی طرف بڑھ گیا۔ بہت خوبصورت بہت توانا عورت تھی۔ میں اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

اس نے میرے کھڑے ہونے کے انداز پر مجھے حیرت سے دیکھا اور پھر دلآویز انداز میں مسکرائی۔

"ہیلو" اس کی آواز خوبصورت تھی۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" میں نے پوچھا۔ جواب میں اس نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کر دیا۔ "کون سے جنگل سے آئے ہو؟" میں نے غصیلے انداز میں کہا۔

"بتا دوں ڈارلنگ" اس نے پیار بھرے انداز میں پوچھا۔

"ابھی میں تمہاری کار کی لپیٹ میں آتے آتے بچا ہوں۔"

"کچل جاتے میری جان۔ مر جاتے تو بہت سی دوشیزائیں بیوہ ہو جاتیں" اس نے شوخ لہجے میں کہا۔

"اگر تم لڑکی نہ ہوتیں تو میں تمہاری طراری درست کر دیتا" میں نے دانت بھینچ کر کہا۔

"میں لڑکی نہیں ہوں۔ میری طراری درست کر دو" لڑکی نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"سرمدارے" میں نے آہستہ سے کہا۔ "اس کے بعد دو کو سنبھالنا۔"

"گرد و مرمت سسٹری کی کیا بھی ہے خود کو" سرمدارے نے جواب دیا۔ اور میں نے خونخوار نگاہوں سے سینی فورا کو دیکھا۔

"سنو لڑکی۔ اگر تم معافی مانگ لو تو میں تمہیں معاف کرنے کو تیار ہوں۔ دوسری صورت میں میں تمہیں پیس ڈالوں گا تمہارے گال سرخ کر دوں گا۔"

"ہائے ہائے۔ تمہارے حسین ہاتھوں کا لمس میں اپنے رخساروں پر محسوس کرنے کے لیے بے چین ہوں" سینی فورا آنکھیں بند کرتے ہوئے اور گال بڑھاتے ہوئے بولی۔ بلاشبہ کوئی اور ہوتا تو اس کی باتوں میں الجھ جاتا لیکن میں اس کی مکار فطرت کا ایک مظاہرہ دیکھ چکا تھا۔ چنانچہ آنکھیں بند کیے تھے وہ میری طرف جھکی اور دوسرے لمحے اس کی مضبوط ٹانگ بڑی پھرتی سے گھومی۔ میں پھرتی سے اچھلا اور اس کی لات میرے پیروں کے نیچے سے نکل گئی۔ ویسے یہ حقیقت تھی کہ اگر پنڈلیوں کے جوڑ پر لات پڑ جاتی تو میں زمین پر گر پڑتا۔ لیکن میں نے زمین پر دوبارہ قدم رکھتے ہی انتہائی برق رفتاری سے ہاتھ گھمایا۔ اور سینی فورا کے بائیں گال پر ایک چانٹا چھوڑا۔ ایسا سخت وار تھا کہ وہ گرتے گرتے بچی تھی۔

اب وہ کمر پر ہاتھ رکھے مجھے گھور رہی تھی۔ پھر اس نے حلق سے وحشیانہ آواز نکالی اور میرے اوپر ٹوٹ پڑی۔ اس نے کراٹے کے کئی ہاتھ مارے لیکن میں نے اسے جھکا دی پھر اس نے انتہائی حد تک اچھل کر میرے سینے پر لات مارنے کی کوشش کی۔ لیکن میں پوری طرح ہوشیار تھا۔ وہ زمین پر آئی تو میں اس سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اور اس بار میں نے اس کے دائیں گال کو نشانہ بنایا۔

چٹاخ کی یہ آواز بھی بڑی زوردار تھی۔

سینی فورا کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔

"بس آج کے لیے اتنا کافی ہے" میں نے کہا۔ بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ لیکن وہ صرف تماشائی تھے کسی نے سینی فورا کی حمایت کرنے کی کوشش نہیں کی۔

سینی فورا نے مجھے روکنے یا کوئی اور حرکت کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی۔ اور ہم مجمع کے درمیان سے نکل آئے۔ ہم نے جھیل کا رخ کیا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم جھیل کے کنارے تھے۔

"کوئی جواب نہیں استاد تمہارا" سرمدارے نے تعریفی انداز میں کہا۔ "حسین عورتوں کے نازک گالوں پر ایسے زوردار تھپڑ مارنا تمہارا ہی کام ہے۔"

"مذاق اڑا رہے ہو یار" میں نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔ "ہرگز نہیں استاد۔ یقین کرو۔ اس میں مذاق اڑانے کی کیا بات ہے جناب۔ وہ نرم ریشمی رخسار گیا تھپڑ لگانے کے لیے آہنی تمانت نظر نہ ... کے ان کے ساتھ بے دردی آسان بات نہیں ہے۔"

"آنسو نکل آئے تھے اس کی آنکھوں میں۔"

"اچھا ہے۔ یاد رکھے گی۔ ویسے اس نے کون سی کسر چھوڑی تھی۔ وہ تو میں ہی سنبھل گیا تھا۔ اگر ایک بار بھی اس کے داؤ میں آ کر گر پڑتے استاد۔ تو بڑی ہی ہوتی۔"

"اس میں کیا شک ہے" میں نے گہری سانس لے کر

"خلوص دل سے ہوگی۔ میرا مطلب ہے، میرے تھپڑ قبول کرو۔"

"ہاں میں اسی ٹائپ کی عورت ہوں۔ تم نے بڑی ادا سے بچ کر میرے گالوں پر کامیابی سے تھپڑ لگائے۔ بہرحال، یہاں تمہاری فوقیت ظاہر ہوگئی۔ کیا تم جوڈو کراٹے ایکسپرٹ ہو؟"

"ارے میں نہ جانے کون کون سی چیزوں کا ماہر ہوں، تم کیا جانو۔" میں نے لاپروائی سے کہا۔

"پھر تلاش کیوں ہو رہی ہے؟"

"بس اس بارے میں نہ پوچھو۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کام کرنا پسند نہیں کرتے ہو گے؟"

"ہاں۔ میں کسی دکان پر سیلزمین تو ہرگز نہیں بن سکتا نہ کسی فرم کا اسسٹنٹ منیجر۔ میں تو بڑی بھرپور زندگی کا قائل ہوں۔"

"خوب بہت خوب۔ تو اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو؟"

"نہیں۔ قسمت ساتھ نہیں دیتی۔" میں نے منہ سکوڑ کر کہا۔

"میرا نام تقدیر ہے۔" لڑکی مسکرائی۔

"کیا مطلب؟"

"میں تمہارا ساتھ دوں گی۔"

"دوست بننے کا وعدہ کیا ہے نا؟"

"یار، میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ مار کھانے سے پہلے تم میری دشمن تھیں۔ اور مار کھانے کے بعد میری دوست بن گئیں۔ یہ کیا سیاست ہے؟"

"بار بار مجھے اپنی بدتمیزی یاد مت دلاؤ۔ اس کے بعد تم اس واقعے کا ذکر نہیں کرو گے۔" وہ جھلاتے ہوئے انداز میں بولی۔

"اوہ۔ اچھا اچھا ٹھیک ہے۔ آئندہ احتیاط رکھی جائے گی۔ مگر تم میرے لیے کیا کرو گی؟"

"بس اب فضول باتیں مت کرو۔" وہ بگڑتے ہوئے انداز میں بولی۔ اور دوسری طرف دیکھنے لگی۔ میں دلچسپ نگاہوں سے اس عجیب و غریب کردار کو دیکھ رہا تھا۔ انوکھی لڑکی تھی وہ۔ مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ عجیب و غریب سے کام لے سکتی ہے۔ کہیں دھوکے سے کوئی وار نہ کرے لیکن بہرحال وہ اس قدر دلکش تھی کہ اسے ہر صورت میں برداشت کیا جا سکتا تھا۔

"سیفی ڈوما۔" میں نے اسے پیار سے پکارا۔

"ہوش میں رہو۔" وہ غرائی۔ "تم مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

"اوہ، تو کیا مجھے تمہاری ملازمت کرنی پڑے گی؟" میں نے گردن ٹیڑھی کر کے کہا۔

"میں تم جیسے بدتمیزوں کو ملازم رکھنا بھی پسند نہیں کروں گی۔" اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"کیا میں یہ گندی پلیٹ تمہارے منہ پر دے ماروں؟" میں نے بھی غضیلے انداز میں کہا۔

"کیا۔ کیا تمہاری موت آگئی ہے کیا؟" وہ کرسی پیچھے کھسکا کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے اطمینان سے ویٹر کو اشارہ کیا۔ اور اس کے قریب آنے پر کچھ نوٹ نکال کر اس کے حوالے کر دیے۔

"باقی رکھ لینا۔" میں نے کہا۔ اور پھر سیفی ڈوما کو گھورتے ہوئے بولا۔ "اگر تم اس ہوٹل میں پٹنا نہیں چاہتی ہو تو باہر چلو۔ میں چاہتا ہوں۔ تمہارا دماغ ہمیشہ کے لیے درست کر دوں۔"

سیفی ڈوما عجیب سی نگاہوں سے گھور رہی تھی اور اس کے چہرے پر خونخوار تاثرات پھیلے ہوئے تھے اچانک نرم پڑ گئی۔ اس کے خدوخال کا تیکھا پن کسی حد تک کم ہو گیا تھا اور پھر وہ پھیکے سے انداز میں مسکرائی۔

"دلکش نوجوان انسان ہو۔ میرا سارا غصہ ختم کیے دے رہے ہو لیکن اس بات کو نوٹ کر لینا کہ میرے ہی ہاتھوں مارے جاؤ گے۔"

"ڈیئر سیفی ڈوما میری صرف ایک خواہش ہے۔ ذہن سے یہ خیال نکال دو ہر انسان تمہارا مطیع ہو سکتا ہے۔"

"اٹھ گئے ہو تو آؤ باہر چلیں۔" اس نے نخوت سے انداز میں کہا۔ اور میں نے اس کے ساتھ قدم آگے بڑھا دیے۔ اور ہم ریسٹوران سے باہر نکل آئے۔ سیفی ڈوما کے چلنے کا انداز بھی بڑا دلکش تھا۔ میں نے پہلی بار غور کیا تھا۔ بہرحال وہ میرے ساتھ چلتی ہوئی اپنی کار تک آئی۔

"کہاں؟" میں نے پوچھا۔

"کسی سنسان علاقے میں۔ جہاں میں تمہیں قتل کر سکوں۔" وہ بولی۔

"فرینکفرٹ میرے لیے اجنبی جگہ ہے۔"

"میں لے چلوں گی۔"

"تب ٹھہرو۔ میں لباس بدل لوں۔"

"جاؤ۔" اس نے کہا اور میں نے جا کر لباس تبدیل کر لیا۔ پھر میں اس کے ساتھ کار میں آ بیٹھا اور سیفی ڈوما نے کار اسٹارٹ کر دی۔ اور پھر وہ بلیک پول کے علاقے سے بھی نکل آئی۔

لیکن اب تک اپنے اس اقدام پر غور کر رہا تھا۔ حماقت تو نہیں ہو گئی۔ نہ جانے کہاں لے جا رہی ہے۔ اس کی پسند و ناپسند سے ہر بات کی توقع کی جا سکتی تھی۔ بچاؤ کے انداز کسی قدر کرتے بہرحال اب تو آ ہی گیا تھا۔ سر وار سے کچھ بھی نہیں معلوم تھا کیا ہو رہا ہے۔

فرینکفرٹ کے نواحی علاقوں سے میں واقف نہیں تھا۔ نہ یہ سڑک کہاں جاتی تھی لیکن سیفی ڈوما جس انداز میں ڈرائیونگ کر رہی تھی اسے دیکھ کر چونک رہے تھے۔ سڑک پر بہت پیچھے چھوٹ گئے تھے لیکن کم بخت سوئی نوے اور سو کے ہندسے سے نیچے نہیں گرنے دے رہی تھی۔ بہرحال اب میں اس حد تک بزدل بھی نہیں تھا کہ اس ڈرائیونگ سے خوفزدہ ہو جاتا۔

میرے اندازے کے مطابق سیفی ڈوما نے تقریباً پچاس میل کا سفر کیا۔ اور پھر اس نے کار سڑک سے اتار دی۔ سبزہ زار پھیلا ہوا تھا کچھ عمارتیں بھی نظر آ رہی تھیں۔ کار روک کر وہ میری شکل دیکھنے لگی۔ پھر اس نے ڈیش بورڈ کا ایک بٹن دبایا اور ایک دراز باہر آ گئی۔ دوسرے لمحے اس نے پھرتی سے دراز میں ہاتھ ڈال کر باہر نکال لیا۔

اب اس کے ہاتھ میں پستول چمک رہا تھا اس کی نال میری پیشانی کی طرف اٹھی ہوئی تھی اور پھر اس کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔ "اب بولو۔"

"کیا بولوں جان من۔" میں نے دل نشیں انداز میں کہا۔

"تم نے میری توہین کی تھی۔"

"تم نے نہیں کی تھی؟"

"اور اگر میں تمہیں گولی مار دوں تو؟"

"لامحالہ ہے۔" میں نے سر جھٹک کر کہا اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔ سیفی ڈوما کی توجہ ایک لمحے کے لیے بٹ گئی تھی۔ دوسرے لمحے میرا ہاتھ اس کے ہاتھ پر پڑا اور پستول اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا۔ سیفی کے منہ سے عجیب سی آواز نکل گئی تھی۔ دوسرے لمحے میں نے اس کے خوبصورت بال پکڑ لیے اور میرا الٹا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا لیکن سیفی ڈوما نے مخصوص انداز سے دونوں کہنیاں میری پسلیوں پر ماریں اور اس کے بال میرے ہاتھوں سے نکل گئے۔ دوسرے لمحے اس نے کار سے چھلانگ لگا دی۔

لیکن اس خونخوار لڑکی کو پستول تک پہنچنے دینا خطرناک عمل تھا۔ چنانچہ میں نے بھی پوری قوت سے چھلانگ لگائی اور اسے درمیان ہی میں پکڑ لیا۔ لڑکی کسی سانپ کی طرح پلٹی اور پھر اس نے اپنا سر پوری قوت سے میرے سر پر مارنے کی کوشش کی۔ ایسا لگا جیسے شانے کی ہڈی ٹوٹ گئی ہو۔ میری گرفت سے نکل گئی تھی لیکن رخ بدل گیا تھا۔ پستول میری پشت پر تھا اور وہ میرے سامنے۔ اس کے دونوں ہاتھ پھیلے ہوئے تھے اور میں اعتراف کروں گا کہ اس وقت اپنا جانی دشمن سمجھتے ہوئے بھی میں اس کے اس وقت تک کے چہرے کی دلکشی کو نظر انداز نہیں کر سکا۔ وہ تمتماتے ہوئے چہرے کے ساتھ بے حد حسین نظر آ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں میرے اوپر جمی ہوئی تھیں اور میں اس کے نئے وار کا منتظر تھا۔

اور پھر کسی سمت سے بندوق کا ایک گولا میرے سر میں آ کر لگا اور میرے حلق سے اذیت ناک چیخ نکل گئی۔ سیفی ڈوما کا چہرہ خلاؤں میں گم ہو گیا۔ ماحول بدل گیا۔ ایک بڑا سا ہال تھا جس میں چاروں طرف روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔ رنگ برنگی روشنیاں بہت تیز رنگ تھے ان کے۔

یہ کون سی جگہ ہے۔ کہاں ہوں میں۔ میں نے خود سے سوال کیا۔ اور میری نگاہیں اطراف میں بھٹکنے لگیں۔ ہال کے آخری کونے میں دو نقاب پوش بیٹھے ہوئے تھے۔

"کون ہو تم؟" میرے حلق سے چیخ کی آواز ابھری۔ میں نے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی لیکن میرے ہاتھ پاؤں تسموں سے کسے ہوئے تھے۔ "کون ہو تم یہ سب کیا ہے؟"

ایک برقعہ پوش اپنی جگہ سے اٹھا اور میرے قریب آ گیا۔ وہ سر سے پاؤں تک سیاہ لبادے میں لپٹا ہوا تھا۔

"نہیں، میں کہتا ہوں کون ہو تم؟" میں نے سوال کیا۔ اور برقعہ پوش نے اپنا چہرہ کھول دیا۔ بادل سے چاند نکل آیا لیکن اس کے ساتھ ہی میرے حلق سے ایک دلخراش آواز نکلی۔

"زیبی۔ میری زیبی۔" میں نے اوپر اٹھنے کے لیے زور لگایا۔ لیکن سخت بندشوں نے جنبش نہ ہونے دی۔ "زیبی۔ زیبی یہ تم ہی ہو۔ نا۔ یہ تم ہی ہو۔"

"نہیں۔ میرا نام شیتو مار ہو ہے۔" زیبی کی آواز ابھری۔

"تم۔ شیتو مار ہو؟"

"ہاں۔ میں شیتو مار ہو ہوں۔"

"نہیں تم زیبی ہو۔ تم صرف زیبی ہو۔"

"میں صرف شیتو مار ہو ہوں اور صفدر۔ تم اپنے ماضی سے کیوں لوٹ آئے۔ ابھی تو تمہاری زندگی کی کتاب کے بہت سے اوراق باقی ہیں۔ تمہارا ماضی ریکارڈ ہو رہا ہے۔ جاری رہو۔ ماضی کے سفر میں مصروف رہو۔" وہ واپس مڑ گئی۔

"زیبی۔ بے رحم تو نہ بنو زیبی۔ میں نے تمہاری تلاش کے لیے میں نے۔"

آواز میرے حلق میں گھٹ گئی۔ دفعتاً رنگین روشنیاں

متحرک ہو گئیں۔ میرا دماغ چٹخنے لگا۔ اور پھر آہستہ آہستہ میری چیخیں معدوم ہو گئیں۔ وہی سب کچھ سلسلہ وہیں سے جاری ہو گیا جہاں سے ختم ہوا تھا۔

اس کے پورے چہرے پر وحشت نظر آ رہی تھی۔ آنکھوں میں کسی خونخوار بلی کی سی چمک تھی۔ دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے تھے۔ بلی ترنگی ہونے کی وجہ سے خاصی چھائی ہوئی محسوس ہو رہی تھی اور میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ایک بار پھر جست نے اس کو جھکائی اور میں اس کی ترکیب سمجھ گیا۔ میں نے بھی اسے اسی طرح بہلاوا دیا جیسے میں اس کے دھوکے میں آ گیا ہوں۔ اور پھر جونہی اس نے وار کیا میں نے اپنی جگہ سے ہٹ کر جوتے کی ٹھوکر اس کی پنڈلی پر لگائی اور اس کی سریلی چیخ گونج اٹھی وہ چاروں شانے چت گری تھی اور میرے لیے یہ موقع کافی تھا۔

اس کے سنبھلنے تک میں اس پر جا پڑا تھا۔ میں چھری سے نمٹ چکا اور میں نے پستول اٹھا لیا۔ بیٹی ٹوٹا اٹھ کر بیٹھی تھی۔ اس کی نگاہ میری بجائے اپنی پنڈلی کے نیلے نشان پر تھی جو میرے جوتے کی ٹھوکر سے بن گیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اسے سہلا رہی تھی۔

"اٹھو۔" میں نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور اس نے گردن اٹھا کر مجھے گھورا۔ نہ جانے اس کی آنکھوں کا تیکھا پن کہاں چلا گیا تھا۔ اس کا چہرہ اب ملائم نظر آ رہا تھا۔

"میں شاید اٹھ نہیں سکتی۔" اس نے کہا۔

"اوہ۔ کیا ہڈی ٹوٹ گئی؟" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"ممکن ہے۔ آپ نے میرے بچے کا نوٹس نہیں لیا۔"

"پھر کیا خیال ہے۔ کیا میں تمہیں اسی طرح گولی مار دوں۔"

"کیا ملے گا تمہیں اس سے۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"ہماری تمہاری دشمنی جو ہے۔"

"اب نہیں ہے۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"خوب۔ وہ کیوں محترمہ؟"

"تم نے مجھے شکست دے دی ہے۔"

"چنانچہ اب آپ مجھ سے شادی کر لیں گی۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"اب تم جو کچھ کہہ لو۔ میں جواب نہیں دوں گی۔ نہ ہی مجھے غصہ آئے گا۔ جب میرا مان ہی ٹوٹ گیا ہے تو پھر اپنی شخصیت کیوں باقی رہنے دوں۔" وہ اداسی سے بولی۔

"یہ مان کتنی دیر کے لیے ٹوٹا ہے؟"

"ہمیشہ کے لیے۔" اس نے گہری سانس لے کر جواب دیا اور چوٹ کے نشان کو سہلانے لگی۔

"کیسے بھروسہ کروں؟"

"جس طرح دل چاہے۔ تمہارا عدم اعتماد ایک وزن رکھتا ہے لیکن سنو۔ تم کسی سے میری شکست کا تذکرہ نہیں کرو گے اور میں تمہارے سامنے اپنی آواز نہیں کروں گی۔" اس نے کہا اور میں اسے دیکھتا رہا۔ اس گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے والی لڑکی پر اعتماد کرنا دنیا کی سب سے بڑی حماقت تھی۔ چنانچہ میں نے ریوالور کا چیمبر خالی کر کے اس کی طرف پھینک دیا۔

"لیکن میرا تمہیں قتل کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔ تمہاری عزت بچا... تم نے بلا وجہ بڑی قلابازی کھائی ہے۔ لیکن اب کیا ارادہ ہے؟"

"واپس چلیں گے۔" وہ بولی۔

"ساتھ ساتھ۔" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ ہم شہر سے کافی دور ہیں۔ اگر تم مجھ سے انتقام لینا چاہو تو مجھے یہیں چھوڑ دو۔ یقیناً میں سخت پریشان ہو جاؤں گی۔ کیونکہ میری پنڈلی کی ہڈی میں کافی چوٹ آئی ہے۔ لیکن اگر فراخدلی سے کام لینا چاہو تو مجھے بھی ساتھ لے چلو۔ ہم بہتر ایک دوسرے کے سامنے نہیں آئیں گے۔"

"ڈرائیونگ کون کرے گا؟" میں نے پوچھا۔

"جیسا تم پسند کرو۔ ویسے میں کافی تکلیف محسوس کر رہی ہوں۔"

"ہوں۔ چلو ٹھیک ہے۔ اٹھو۔" میں نے کہا اور وہ چند ساعت مجھے دیکھتی رہی۔ پھر زمین پر دونوں ہاتھ ٹکا کر دو تین مرتبہ ٹانگ جھٹکی اور پھر کھڑی ہو گئی۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"تلاشی لوں گا۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔" اس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔ اس کے پاس اس خالی پستول کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ فالتو راؤنڈ ایک بھی نہیں تھا۔

"آؤ۔" میں نے اسے اشارہ کیا اور وہ لنگڑاتی ہوئی چل پڑی۔ چند ساعت کے بعد وہ کار کے نزدیک پہنچ گئی۔ میں نے اس کے لیے اسٹیرنگ کے قریب کا دروازہ کھول دیا اور وہ اندر بیٹھ گئی۔ اس کے چہرے کا تیکھا پن نہ جانے کہاں گم ہو گیا تھا اور اب وہ خاصی بھولی بھالی سی نظر آ رہی تھی۔

میں نے اسٹیرنگ سنبھال لیا اور کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ راستہ خاموشی سے طے ہوتا رہا۔ میں اس کی جانب سے چوکنا تھا لیکن وہ آرام سے بیٹھی تھی۔ اور اس کی آنکھیں

بند تھیں۔

"میرا خیال ہے اب تم مجھ سے انتقام لینے کا پروگرام بنا رہی ہو۔ کیا کیمپ میں تمہارے خفیہ ساتھی موجود ہیں؟"

"بے شمار۔" اس نے جواب دیا۔

"اوہ۔ تب تو مجھے فوری کیمپ چھوڑ دینا چاہیے۔"

"کیا تم تھوڑی دیر کے لیے مجھے ایک عام عورت سمجھ کر گفتگو کر سکتے ہو؟" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"میں اعتراف کر چکا ہوں کہ تم عام عورت نہیں ہو۔"

"میں تمہاری منت کرتی ہوں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔"

"سچ بول رہی ہوں۔ دیا ہو جو کچھ بھی ویسے دولت مند باپ کی بیٹی ہوں جس کی دولت کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ آٹھ لڑکیاں اور میرا نمبر آٹھواں تھا۔ میرے باپ نے بیٹے کی حسرت اس طرح پوری کی کہ مجھے لڑکا بنا دیا۔ سترہ سال کی عمر تک لڑکوں کی مانند زندگی بسر کی اور اتنی عادی ہو گئی کہ خود کو لڑکی سمجھنا ہی چھوڑ دیا۔ اور پھر میرے اندر لڑکی بہت سی برائیاں پیدا ہو گئیں۔ میں نے زمانے کو ہنگامے کیے۔ باپ کی اس خواہش نے مجھے الو کے روپ دے دیئے یہاں تک کہ میں گھر والوں کے کام کی نہ رہی۔ میرا باپ بھی میری عادتیں برداشت نہ کر سکا جس نے مجھے خود یہ روپ دیا تھا۔ سو میں نے گھر چھوڑ دیا۔ جو کچھ کیا کامیاب رہی۔ بڑے بڑے جیالے میرے ہاتھوں اپنا غرور کھو بیٹھے۔ میں تمہیں بتاؤں میں نے اپنی زندگی میں سولہ قتل کیے ہیں۔ خود اپنے ہاتھوں سے لیکن اس وقت جھیل پر اور اس وقت تم نے میرا غرور توڑ دیا ہے۔ ہاں میں عورت بن گئی ہوں اور ٹوٹے ہوئے غرور مشکل سے گردن اٹھاتے ہیں۔"

وہ خاموش ہو گئی اور اس کے الفاظ پر غور کرنا۔ حالات نے مجھے بے اعتباری سکھا دی تھی۔ چنانچہ میں اس کے الفاظ پر غور کرتا رہا۔

میں نے اس کے کہنے کے باوجود اس پر یقین نہیں کیا۔

"بہر حال مادام مستی اثرا۔ میں آپ سے ہوشیار رہوں گا۔"

"اعتبار نہیں کرو گے؟"

"کیا مطلب؟"

"میں شکست خوردہ ہوں لیکن بلاشبہ طرز بیان رکھتی ہوں۔ تمہارے خلاف کچھ نہیں کروں گی۔"

"اعتبار بھی کر لوں گا لیکن کچھ وقت درکار ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے پژمردہ سی آواز میں کہا اور ایک بار پھر ہم کیمپ پہنچ گئے۔ "مجھے اپنا خیمہ دکھاؤ۔" وہ بولی۔

"ہاں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ دوسری شکل میں بھی تمہیں تلاش کرنے میں دقت نہیں ہوگی۔" میں نے جواب دیا۔ اس کی کار اپنے خیمے کی طرف لے گیا۔ اتفاق سے اس وقت سردارے اور بیگر دونوں ہی موجود تھے۔ سردارے خیمے کے باہر ہی کھڑا تھا۔

ہم دونوں کو دیکھ کر خوشی سے اچھل پڑا۔ "واہ استاد آخر لے ہی آئے محترمہ کو۔ خدا قسم اگر میں اخروٹی ہوتا تو اس وقت تو تمہارے گرد اچھل اچھل کر رقص کرتا۔ ہائے استاد۔ پھنس گئیں استاد کے جال میں آخر۔ ساری اکڑ بھی ہوا ہو گئی۔" سردارے اردو میں بولا۔ بیٹی ٹوٹا اب لنگڑا نہیں رہی تھی۔ وہ دوسروں کے سامنے اپنی کمزوری ظاہر کرنے کی عادی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ بہرحال وہ ہمارے خیمے میں آ گئی۔

میں نے بیگر اور سردارے سے اس کا تعارف کرایا۔ بیگر نے بڑے خلوص سے اس کی خاطر مدارات کی۔ سردارے کے سامنے میں نے کوئی غلط بات نہیں کی۔ بلکہ کسی قدر اپنائیت سے بیٹی ٹوٹا سے پیش آیا اور میں نے بیٹی ٹوٹا کی آنکھوں میں ممنونیت کے آثار دیکھے۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر وہ چلی گئی اور سردارے میری جان کو آ گیا۔

"استاد ساری زندگی کے لیے ہی تمہیں استاد مان لیا ہے۔ چنانچہ کوئی ایسی بات کرنا فضول ہے۔ براہ کرم استاد اس چھنال کو کس طرح قابو میں کیا؟"

"یہ استادی کے گر ہیں سردارے۔ عنقریب تم استاد بن جاؤ گے کسی وقت۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویسے خدا کی قسم استاد۔ کمال ہو۔ کم از کم اس عورت کو قبضے میں کر کے تم نے خود کو مکمل ثابت کر دیا ہے۔"

"اچھا فضول بکواس مت کرو۔ کافی ہو گئی۔"

"استاد۔ ایک بات اور بتا دو۔" سردارے گڑگڑایا۔

"دیکھو۔"

"باقی معاملات کیا رہے۔ کب تک رکو گے یہاں؟"

"عجیب احمق انسان ہے۔" مجھے سردارے کی بات پر ہنسی آ گئی۔ "احمق نہیں استاد۔ میں ہمیشہ تمہیں رہنما بولتا ہوں۔" سردارے نے منہ پھلا کر کہا۔ "وہ کم بخت ٹیٹ بھی بھاگ گئی۔ اب تم ہی بتاؤ۔ میں کیا کروں؟"

"بات بہت معمولی ہے۔ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ میرا تو خیال ہے ابھی چند روز اور انتظار کرنا پڑے گا۔ بہرحال یہاں سے نکلنا بھی کار دارد ہے۔ ابھی تک کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آئی ہے۔"

"ٹھیک ہے استاد، تو میں بھی یہاں رُکنے کے انتظامات کروں۔" سردارے نے کہا اور میں نے گردن ہلادی۔ بیکر خاموشی سے بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔ میں اُس کی شکل دیکھتا رہا۔ وہ ہماری گفتگو کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ عجیب لاپرواہ سا انسان تھا۔

سردارے باہر نکل گیا اور میں نے بیکر کو آواز دی۔

"ماسٹر!" بیکر نے چونک کر جواب دیا۔

"کیا سوچتے رہتے ہو بیکر ہر وقت؟"

"کچھ نہیں ماسٹر کوئی خاص بات نہیں۔"

"پھر بھی؟"

"یقین کرو ماسٹر بس فضول باتیں۔"

"میری رائے ہے بیکر اپنے اندر کچھ تبدیلی پیدا کرو۔"

"تبدیلی؟"

"ہاں۔ تمہارے پاس اب کپڑے بھی ہیں لیکن تم لباس نہیں بدلتے۔ باہر بھی نہیں جاتے۔"

"جاتا ہوں ماسٹر!" بیکر نے گردن جھکا کر کہا۔

"کب جاتے ہو؟"

"کھانے پینے کی چیزیں لینے جاتا ہوں۔"

"اوہ۔ میری خواہش ہے کہ تم سیر و تفریح کی غرض سے بھی جایا کرو۔ اس لیے تمہارے چہرے پر خاصی رونق ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں بیکر کہ جب تم اپنے وطن میں داخل ہو تو تمہارے اندر کوئی خاص تبدیلی نظر آئے۔"

اور بیکر عجیب سے انداز میں مسکرانے لگا۔

سردارے مستقل غائب ہوگیا۔ میں اس دوران مجھے ہی میں رہا تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ یہ بات کیسے گزری جائے کیوں نہ سینی ٹورا کی طرف چلا جائے۔ خطرہ تو قدم قدم پر ہے ممکن ہے وہ مکار عورت کوئی چال چل رہی ہو۔ بہرحال ایک طرف انٹرپول کا جال ہے اگر اس میں اور اضافہ ہوجائے تو کیا فرق پڑتا ہے اور پھر میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا کسی طور سینی ٹورا کا تعلق انٹرپول سے تو نہیں لگتی۔ میں سوچتا رہا۔ اس پر غور کرتا رہا۔ بظاہر تو ایسے نشانات نہیں ملتے مجھے لیکن اگر ہے بھی تو کیا فرق پڑتا ہے۔ اور پھر میرے ذہن میں غلام سیٹھ بھی آیا۔ آخر اُسے کیا ہوا۔ کیا انٹرپول کے خوف سے اُس نے میدان ہی چھوڑ دیا اور وہ میرے لیے خطرہ بے چین ہوتا اگر اُس نے اس لائن سے کنارہ کشی اختیار کرلی ہے تو ٹھیک ہے میرے اوپر کیا اثر پڑتا ہے۔ بہرحال اب تو مجھے بھی زندگی گزارنا آگئی ہے میں اپنے طور پر بھی زندگی گزار سکتا ہوں۔ میں اپنا نام ابھی

تک اپنے دماغ کے لیے تیاریاں کیں۔ میں نے آپ سے الجھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ آپ نے خود ہی میرے لیے اتنا کچھ کیا۔ میں ٹالتا رہا۔ پھر آپ نے مجبور کردیا۔ بہرحال آپ کی شکست کا اعلان کرکے میں لوگوں کی نگاہوں میں اہمیت تو نہیں ہونا چاہتا۔ نہ ہی آپ کو ذلیل کرنے کی بات تھی۔ آپ یقین کریں میرے ذہن کے کسی گوشے میں ایسا کوئی خیال نہیں ہے۔"

"بہت بہت شکریہ مسٹر ایڈورڈ!" سینی ٹورا نے محبت سے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے خوبصورت بجرے کے نزدیک پہنچ گئی۔ اور پھر مجھے اندر لے گئی۔ درحقیقت اُس کا بجرا جدید ترین تھا۔ سفری، ہلکی پھلکی لیکن چھوٹی چھوٹی ضروریات سے آراستہ۔ میں نے اسے پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا تھا۔ سینی ٹورا بھی میری طرف ہی دیکھ رہی تھی۔

"پسند آیا؟"

"ہاں۔ باہر سے بھی خوبصورت تھا، اندر سے اور خوبصورت ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"آپ نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے مسٹر ایڈورڈ۔" وہ بولی۔ "اوہ بہرحال اب ہم دوست ہیں۔"

"تو میری خوش قسمتی بھی کچھ کم نہیں ہے۔" اُس نے تشکر مندی سے کہا۔ پھر چونک کر بولی۔

"وہ دونوں بھی آپ کے ہم وطن ہیں؟ وہ آپ کے ساتھ کیوں رہتے ہیں؟"

"پشتو میرا ساتھ دوست ہے۔ بھائی۔ دست یار زندگی بھر کا ساتھی۔ بیکر ایک مظلوم آوارہ گرد ہے۔ تو تمہارے کام کا نہیں ہے۔ کہیں کیمپ میں مل گیا تھا۔"

"ہوں۔" سینی ٹورا کچھ سوچنے لگی۔ پھر چونک کر اٹھ گئی۔

"کیا پئیں گے آپ؟"

"شراب رات کو بارہ بجے کے بعد پیتا ہوں۔"

"ارے۔ کیوں؟"

"بس اصول ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تب کافی کا پانی رکھ دوں؟"

"جیسی آپ کی مرضی۔"

"تب چند منٹ کی اجازت" وہ بجرے کے کچن کی طرف بڑھ گئی اور میں اس کے بارے میں سوچنے لگا۔ کسی قسم کا شک وغیرہ تو دور دور تک میرے ذہن کے کسی گوشے میں نہیں تھا۔ ابھی تک اس لیے نہیں بدل سکتا تھا کہ کہیں غلام سیٹھ مجھے بزدل نہ سمجھے یہ نہ سوچے کہ میں نے حالات سے خطرے سے گھبرا کر خود کو روپوش کرلیا۔

پھر میں باہر نکلنے کی تیاریاں ہی کررہا تھا کہ کار کے انجن کی آواز سنائی دی۔ کار میرے سامنے ہی بند ہوچکی تھی۔ میں نے پردہ سرکا کر باہر جھانکا۔ سینی ٹورا کار سے اتر رہی تھی۔

"مسٹر!" اس نے مجھے پکارا اور میں خود بھی اس کی طرف بڑھ گیا۔ سینی ٹورا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ لیکن گہری نگاہ سے دیکھنے سے اُس کے اندر معمولی سی جھنجھلاہٹ کا احساس ہوجاتا تھا۔

"ہیلو، ٹورا!" میں نے خوش دلی سے کہا۔

"مصروف ہو؟"

"نہیں۔"

"تو آؤ۔ رات کا کھانا ساتھ ہی کھائیں گے۔" اُس نے پیش کش کی۔

"اوہ۔" میں نے مسکراتے ہوئے اُسے دیکھا اور اُس نے آنکھیں چرائیں۔ "ٹھیک ہے میں اپنے ساتھی سے کہہ دوں۔" اور اُس نے گردن ہلادی۔ تب میں نے کچن میں واپس جاکر بیکر کو ہدایت دی کہ وہ ہمارا انتظار کیے بغیر کھانا کھالے۔ سردارے کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا اور میں بہرحال کھانا سینی ٹورا کے ساتھ کھاؤں گا۔"

پھر میں اُس کے پاس کار میں آبیٹھا اور اُس نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا دی۔ "تمہارا نام کیا ہے؟" اُس نے پوچھا۔

"ایڈورڈ۔" میں نے جواب دیا۔

"مسٹر ایڈورڈ آپ پہلے کی طرح کتنے ہی مشکوک رہیں اور بہرحال میں آپ کو دوست بنانے کا فیصلہ کرچکی ہوں اور ضدی لڑکی ہوں۔ بس ایک گذارش ہے اور یہ خود چاہے مجھے جتنا ذلیل کریں یہ آپ کا حق ہے لیکن دوسروں کے سامنے نہیں۔"

"مس سینی ٹورا آپ پوچھ ہوں۔ آپ کے ذہن میں کچھ بھی ہو آپ کسی کی بھی نمائندہ ہوں لیکن آپ سے صرف اتنا عرض کروں گا کہ میں ایک آوارہ گرد ہوں۔ اپنے حالات کا شکار بھی ہوں اور ملک ملک گھوم کر شوقِ سیاحت پورا کرنے کا خواہش مند تھا۔ کل بہرحال خود کو ان تمام حالات، خطرات اور حادثات کے لیے تیار کرلیا جو اس آوارہ گردی میں پیش آسکتے ہیں۔ کسی حد تک سینی ٹورا ایک پُرکشش لیکن پُراسرار شخصیت کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ وہ کیسی عورت ہے اور سینے میں کیا ہے۔ بہرحال بہت سی انوکھی عورتوں سے میرا واسطہ پڑچکا تھا اور بحیثیت عورت میں نے انہیں صرف عورت پایا تھا۔"

تھوڑی دیر کے بعد سینی ٹورا اٹھی اور آئی۔ اس نے کافی کسی گھریلو عورت ہی کے انداز میں میرے سامنے رکھی اور

پھر کافی کی دو پیالیاں بنا کر ایک میرے سامنے کھسکادی مگر اس کے ساتھ ہی خشک میوے بھی تھے۔ کافی پیتے ہوئے وہ خاموشی سے کچھ سوچ رہی تھی۔ پھر اس نے گردن اٹھا کر مجھے دیکھا۔

"ابھی آپ نے ایک جملہ کہا تھا مسٹر ایڈورڈ۔"

"کونسا؟" میں نے لذیذ کافی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے پوچھا۔

"آپ نے کہا تھا کہ میرے ذہن میں کچھ بھی ہو میں کسی کی بھی نمائندہ ہوں۔"

"شاید!" میں نے لاپرواہی سے گردن ہلادی۔

"نمائندہ سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"کوئی خاص مراد نہیں تھی۔ میرا مقصد صرف آپ کی ذات سے تھا یعنی آپ کسی بھی انداز میں سوچیں۔ لیکن میں نے اس وقت الفاظ کا صحیح استعمال نہیں کیا تھا۔ مگر آپ کیوں چونکیں؟"

"نہیں، وہ جملہ میرے ذہن میں کھٹک رہا تھا۔"

"اوہ، کوئی خاص بات نہیں تھی۔"

"آپ کے ذرائع آمدنی کیا ہیں، مسٹر ایڈورڈ؟"

"کیا یہی سوال اہم نہیں ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہے۔ لیکن اس میں دخل انداز ہونا چاہتی ہوں۔" اُس نے کسی قدر ناز بھرے انداز میں کہا اور اُس کے اندر کی عورت جھانکنے لگی۔ ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ضروری ہے؟"

"ہاں۔"

"تو پھر سُن لیجیے مس سینی ٹورا، میرے ذرائع آمدنی کچھ بھی نہیں ہیں، ہاں گزارا کرلیتا ہوں۔ کسی نہ کسی طرح آج کل جو کام چل رہا ہے وہ ایک جوئے خانے کی قسم سے چل رہا ہے یا دن سیٹھ میرے غلام ہیں۔"

"اوہ۔ شاندار [illegible]۔" وہ مسکرائی۔

"ہاں۔"

"کوئی ڈھنگ کا کام کیوں نہیں کرتے؟"

"مثلاً؟ کسی دفتر میں کلرکی یا کسی الیکٹریکل کمپنی میں ملازمت؟"

"نہیں۔" وہ ہنس پڑی۔ "یہ کام تمہارے بس کا نہیں ہے۔"

"پھر؟"

گی اور بال آخر میرے لیے عاصے مسئلے پیدا کردیئے۔ یہاں سے
خیال میں کیا میں اسے انتقام کے لیے چھوڑ سکتا تھا۔ شقیر
عارلو بنا کر میں نے اُسے وہی سب کچھ دیا جو میں چاہتا تھا۔ بہت
عزت، بہت عزت، بہت احترام ان علاقوں میں اس سے
بری عورت دوسری نہیں ہے۔ لیکن یہ کھلی حقیقت ہے کہ یہ عورت
آج بھی میری غلام ہے۔ میری پاؤں چاٹنے والی۔ راجہ نواز اصغر
تم نے اُسے اپنی بیوی بنا لیا ہے۔ اپنا ہم مذہب بھی بنا لیا ہے۔
لیکن جو زرلو کا کے خادم ہوتے ہیں وہ کسی دوسرے کے غلام نہیں
بن سکتے اور زری اس کے ہم مذہب۔ سامنے جو ایک گول سا
تالاب دیکھ رہے ہو اس میں تیزاب بھرا ہوا ہے۔ لوہے کے
بہت بڑے ٹکڑے کو اس میں گرا دیا جائے تو ایک دھواں سا اُبھرتا
ہے اور پھر یہ تیزاب اس لوہے کے ٹکڑے کو اپنی شکل میں تبدیل
کرکے اس کا دنیاوی وجود ختم کردیتا ہے۔ یہ شکنجہ جو تم دیکھ رہے ہو

میرے پورے بدن میں جھرجھری سی دوڑ گئی۔ زری اپنی
جگہ سے اٹھی اور ہاتھوں اور پیروں سے رینگتی ہوئی زرلو کا کی
جانب جانے لگی۔ زرلو کا نے اپنے پاؤں پھیلا دیئے تھے۔
میرا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ زری اس کرسی کے پاس
پہنچ گئی۔ پھر اچانک وہ کھڑی ہوگئی۔ زرلو کا کے حلق سے ایک
ہلکی سی آواز نکل گئی تھی۔ میں نے چونک کر دیکھا۔ زرلو کا کے کرسی
پر رکھے ہاتھ فولادی ہتھکڑیوں میں جکڑ گئے تھے دو موٹے کڑے
اُس کے پیروں میں اور ایک کمر میں آ گیا تھا۔
"یہ کیا مذاق ہے؟" وہ دھاڑا۔
"نہیں، زری۔ زرلو کا سوفیصدی زری۔" زری کی غراہٹ
اُبھری۔
"یہ۔ یہ کیسے ہوگیا؟"
"تیری حماقت سے کتے۔ تو نے خود ہی میرے ذہن کا سحر
توڑا تھا۔ نواز کی حالت دکھانے کے لیے۔ میں زندہ تھی بڑا زور لگا رہی
تھی اور تو ہنستا ہوا چلا گیا تھا۔ دوبارہ جب تو مجھے ملا تو میں پھر
معمول بن گئی۔ جیسے دوبارہ سحر قائم کیے بغیر۔ تو نے بھی خود
دیکھا۔ لیکن یہ میری کاوش تھی اس کے بعد میں نے یہاں تیرے
لیے انتظام کیا۔" زری نے کہا۔
"اوہ۔ اوہ مجھے کھول دے۔" زرلو کا دہاڑا۔
"اب یہ کرسی فضا میں بلند ہوگی۔ ایسے۔" زری نے ایک
بٹن دبایا اور کرسی فضا میں بلند ہونے لگی۔ "پھر یہ تیزاب کے
تالاب کی طرف جائے گی۔ ایسے۔" زری نے دوسرا بٹن دبایا۔
"نہیں۔ نہیں۔ یہ یہ کیا۔ یہ کیا کر رہی ہے؟" زرلو کا بھیانک
آواز میں چیخا۔ کرسی تیزاب کے تالاب کے اوپر پہنچ گئی۔
"اور پھر تو اس تالاب میں گر جائے گا ایسے۔" زری نے
کہا اور اچانک کرسی اوندھی ہوگئی۔ زرلو کا کی چیخیں گونج گئیں وہ
اُس کی آخری چیخ بڑی ہولناک تھی۔ تیزاب کے تالاب سے دھویں
کا ایک مرغولہ اٹھا اور زرلو کا خاکستر ہوگیا۔
تب زری میری طرف متوجہ ہوگئی۔ میرے قریب آئی اور دیوانی
ہوکر مجھ سے لپٹ گئی۔ بڑا رقت آمیز منظر تھا۔ لیکن میں نے
زری کو سنبھالا "ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہئے زری۔"
"میں نے سب انتظام کر لیا ہے۔" زری بولی۔ اور مجھے
ایک کمرے میں لے آئی۔ یہاں اُس نے میک اپ کے سامان
کا انتظام کر رکھا تھا۔ میرے چہرے پر زرلو کا کا میک اپ کیا گیا اور
پھر ہم باہر نکل آئے۔ زری احترام سے میرے پیچھے چل رہی تھی۔
باہر بہت سے لوگ نظر آئے جو مجھے دیکھ کر دو زانو ہوکر جھک جاتے تھے
ہم ایک ہیلی کاپٹر کے قریب آگئے اور چند لمحات کے بعد ہیلی کاپٹر
ہمیں لے کر چل پڑا۔ اس کی منزل بنکاک کی ایک خوبصورت
عمارت تھی۔
زری نے مجھے کہا "پورا پروگرام میں نے تیار کرلیا ہے
نواز۔ آج رات کو ہم خاموشی سے اس عمارت سے نکلیں گے اور
ہندوستان چلے جائیں گے۔ میرے پاس بارہ بجے کی فلائیٹ
کے ٹکٹ موجود ہیں۔ اور پھر ہم ہندوستان سے ہم امریکہ روانہ
ہونے کی تیاریاں کریں گے۔ کوئی مشکل نہ ہوگی۔"
"اس پروگرام میں ایک تبدیلی کرنی ہوگی زری۔" میں نے
کہا۔
"کیا؟"
"ہم امریکہ نہیں، پاکستان جائیں گے۔ اب ہم وہیں زندگی
گزاریں گے زری۔"
"یہاں نواز کا قصہ ختم ہوا۔" اس نے مسکراتے ہوئے میرے
سینے پر سر رکھ دیا اور آج میں اپنے وطن میں ہوں۔ سرائے
عالمگیر میں۔ جہاں جہلم بہتا ہے۔ میرے اطراف لہلہاتے کھیت
بکھرے ہوئے ہیں جو میری محنت کا ثمر ہیں۔ یہاں میرے ماحول
کی آوازیں بکھری ہوئی ہیں۔ میرے ماضی پر چٹے [illegible] کی
کہانیاں۔ برسات کی راتوں میں بانسری کی آوازیں جن میں پانی اور
زمین کی محبت سے مالا مال ہوں۔ یہ ساری دولت میرے
وجود میں سمٹی ہوئی ہے۔ اور جب زری اپنا چہرہ بنائے دوپہر
کی دھوپ میں میرے لیے کھانا لاتی ہے تو میں فرط مسرت
سے آنکھیں بند کرلیتا ہوں وطن سے پیاری بڑی دولت میں
کائنات میں کوئی اور نہیں ہے یہ میرا تجربہ ہے۔

ختم شد